جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۷ ذی قعد ۱۳۹۲ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۷۳ء | نمبر ۱

مرزا مسعود بیگ صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

جلسہ سالانہ کی کامیابی اور احباب جماعت کا شکریہ!

اللہ تعالےٰ کا بے حد فضل و احسان ہے کہ ہمارا اٹھاونواں ۵۸ جلسہ سالانہ ہر لحاظ سے بہت کامیاب رہا۔ یہ ایک نیا تجربہ تھا اور جلسہ سے قبل کئی قسم کے اندیشے لاحق تھے کہ شاید یہ تجربہ کامیاب ثابت نہ ہو۔ بیرونجات اور مقامی احباب میں سے بھی بعض احباب اس نقل مکانی کے خلاف تھے۔ مگر انجمن کی مجلس منتظمہ نے ...... کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ امسال "دارالسلام" کالونی میں جلسہ منعقد کیا جائے۔ اور انجمن کی روایات کے مطابق کثرت رائے سے طے شدہ فیصلہ ہی قابل عمل سمجھا گیا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ نتائج کے لحاظ سے یہ فیصلہ صحیح ثابت ہوا اور جلسہ کے اختتام پر ساری جماعت کے قلوب مسرت و اطمینان سے لبریز تھے اور احباب ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے کہ جلسہ بفضلہ تعالےٰ بہت کامیاب رہا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

پہلا اندیشہ تھا کہ شاید بُعد مسافت کی وجہ سے بہت سے مقامی دوست بھی جلسہ میں شریک ہونے سے رہ جائیں اور حاضری احمدیہ بلڈنگس کے جلسوں سے کم نہ ہو جائے مگر حاضری خدا کے فضل سے بہت اچھی رہی اور جلسہ کا وسیع پنڈال حاضرین سے بھرا رہتا تھا۔ خواتین بھی پہلے جلسوں سے زیادہ تعداد میں شریک ہوئیں اور جماعت کو اپنی عددی قوت کا صحیح اندازہ ہوگیا۔ دوسرا اندیشہ موسمی حوادث کا تھا۔ کیونکہ بارش کی صورت میں یہاں چھت کے نیچے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال رہا اور موسم کی ناموافقت جلسہ میں حائل نہ ہوئی۔ البتہ ۲۲ دسمبر کی شام کو غیر معمولی آندھی اور بارش کی وجہ سے خواتین کا جلسہ ۲۳ دسمبر کی صبح "دارالسلام" میں منعقد نہ ہوسکا اور اسے مجبوراً احمدیہ ہال احمدیہ بلڈنگس میں منتقل کرنا پڑا۔ اس تبدیلی سے یقیناً معزز خواتین کو تکلیف ہوئی اور بعض کو اس تبدیلی کی وقت پر اطلاع نہ دی جاسکی۔ لیکن ۲۴ تا ۲۶ دسمبر کے اجلاس بخیر و خوبی منعقد ہوئے اور کوئی خاص تکلیف نہ ہوئی۔ یہ سب احباب کی مخلصانہ دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

خدا کے فضل سے اس مرتبہ چندہ بھی سالہائے ماسبق سے بہت بڑھ کر تھا یعنی ایک لاکھ روپیہ چندہ جمع ہوا ہے۔ انجمن سالانہ بجٹ کے موقعہ پر یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ امسال قرآن مجید کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جائے گی یعنی سندھی، بنگالی، تامل اور بعض دیگر زبانوں میں تراجم کے جو مسودے تیار ہیں ان کی اشاعت شروع کی جائیگی۔ اور ایک نئی یورپین زبان یعنی فرانسیسی میں ترجمہ کا کام بھی شروع کیا جائے گا۔ اس کے لئے بجٹ میں پچاس ہزار روپیہ آمد کا اندازہ رکھا گیا تھا۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے مجوزہ آمد سے دو چند آمد ہوئی ہے۔ ثم الحمد للہ۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں اس تحریک کو زندہ رکھیں اور مقامی سیکرٹری و صدر صاحبان سے التماس ہے کہ جو احباب کسی معذوری کی وجہ سے جلسہ میں شریک نہیں ہوسکے انہیں بھی اس تحریک میں شامل کریں۔

میں یہ چند سطور اللہ تعالےٰ کے حضور شکرانہ پیش کرنے اور احباب جماعت کے شکریہ کے لئے لکھ رہا ہوں۔ نیز جن دوستوں کو آمد و رفت، رہائش یا کسی اور وجہ سے تکلیف ہوئی ان سے معذرت بھی مطلوب ہے۔ انشاء اللہ العزیز ۱۹۷۳ء کا جلسہ اس سے بہتر حالات میں منعقد ہوگا۔ خدا کے فضل سے ہماری مسجد تعمیر ہو چکی ہوگی اور کچھ پکی عمارتیں بھی رہائشی سہولت مہیا کریں گی اور دیگر انتظامات بھی بہتر ہوں گے۔ اس بارہ میں تو سب احباب و خواتین متفق اللسان ہیں کہ اس پُر فضا مقام پر شہر کے شور و شغف سے دور پرسکون ماحول اور کھلی فضا میں جلسہ کا انعقاد بالکل صحیح فیصلہ تھا اور یہاں سوائے جلسہ سننے یا باہم میل جول کے اور کوئی دنیاوی کشش احباب کی توجہ کو کھینچنے والی موجود نہ تھی۔

مہتمم صاحب جلسہ، منتظمین قیام و طعام اور جملہ رضا کاران بھی ہمارے دلی شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ ان کی شبانہ روز محنت اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول ہوئی اور ہماری قومی تقریب بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔ والسلام

مرزا مسعود بیگ۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

نئے سال کا افتتاح

پیغام صلح کا یہ پرچہ سن عیسوی کے نئے سال ۱۹۷۳ کا پہلا پرچہ ہے، اس پرچہ کے ساتھ "پیغام صلح" کا ساٹھواں سال شروع ہوتا ہے، گویا اس کی عمر پر ۵۹ سال گذر گئے ہیں۔

اس طویل مدت میں کئی ایک انقلابات و حادثات دیکھنے میں آئے جن کی تفصیل ایک طویل داستان کی حیثیت رکھتی ہے جو ایمان افروز بھی ہے اور دلچسپ و دلآویز بھی۔ آئندہ اشاعت میں انسٹھ سالہ داستان بیان کی جائے گی۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

جلسہ سالانہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مختصر روئیداد

جلسہ خواتین } انجمن کے شائع شدہ پروگرام کے مطابق جلسہ سالانہ انجمن کی نئی بستی دارالسلام میں ۲۳ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو شروع ہوا، یہ بستی جماعت کے صدر مقام (احمدیہ بلڈنگس لاہور) سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر ہے، جہاں جماعت کی آبادی کے لئے متعدد مکانات بنائے گئے ہیں اور کچھ پلاٹ خواہشمند اصحاب کو لیز پر دینے کی تجویز ہے، اس جگہ جلسہ کا انعقاد اگرچہ موسم کی خرابی اور سرد ہواؤں اور بادلوں اور طویل مسافت کی وجہ سے بہت سی مشکلات کا موجب تھا لیکن مہتمم جلسہ (چوہدری فضل حق صاحب) اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں نے جس محنت کے ساتھ تمام انتظامات کئے اور احباب لاہور اور بیرونجات سے آنے والے اصحاب نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے جلسہ کو رونق بخشی، وہ ہر طرح لائق تحسین اور قابلِ داد ہے۔ پہلے دن خواتین احمدیہ کا جلسہ تھا، جو موسم کی خرابی کی وجہ سے انجمن کے مرکز واقع احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منتقل کر دیا گیا۔ اس جلسہ کی مختصر روئداد اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔

معتمدین کا اجلاس } اسی روز معتمدین کا اجلاس قریباً گیارہ بجے قبل از دوپہر دارالسلام میں منعقد ہوا۔ جس میں انجمن کے نظم و نسق اور کارکنوں کی تقرریوں کے بارہ میں بعض اہم فیصلے صادر کئے گئے، اور سالانہ بجٹ بالاتفاق منظور کیا گیا۔ یہ اجلاس ظہر و عصر کی نمازوں اور اکل و طعام کے وقفوں کے سوائے شام کے چھ بجے تک جاری رہا اور ممبران معتمدین نے بحث و تمحیص کے سلسلہ میں اپنے صائب الرائے ہونے کا ثبوت دیا۔

دوسرا دن (۲۴ر دسمبر ۱۹۷۲ء)

۲۴ر دسمبر کو مردانہ جلسۂ عام قریباً نو بجے صبح شروع ہوا، جس کے شروع میں متعدد اصحاب نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظمیں نہایت خوش الحانی سے سنائیں۔ اور بعدہٗ حافظ خدا بخش صاحب نے سورۃ فتح کے آخری رکوع کی تلاوت خوش الحانی سے کی۔ اور پھر مولینا دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح نے حضرت امام زماں مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب الوصیت کا ایک اقتباس جس میں حضورؑ نے جماعت کو بعض اہم نصائح فرمائی ہیں پڑھ کر سنایا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی افتتاحی تقریر } بعد ازاں حضرت امیر ایدہ اللہ نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ تقریر شروع کرتے وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں دعا کرتا ہوں کہ اس جماعت پر اللہ تعالےٰ اپنی رحمت اور کرم کی بارش فرمائے۔"

اس دعا کے بعد آپ نے صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃ کی آیۂ کریمہ پڑھ کر اس عظیم الشان اخلاقی نمونہ کی طرف توجہ دلائی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا۔ اور جس کو دیکھ کر عرب جیسی اُجڈ قوم اور آپؐ کے جانی دشمنوں کو سرِ اطاعت خم کرنا پڑا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ان تکالیف کا بالتفصیل ذکر کیا جو حضرت نبی کریم صلعم کو پیش آئیں۔ اور جن کے بارہ میں حضور صلعم نے فرمایا ما اوذی النبیون کما اوذیت (کسی نبی کو اس قدر تکالیف نہیں دی گئیں) ان تکالیف کے ہوتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم نے جس صبر و استقلال اور ہمت و شجاعت کا مظاہرہ کیا، حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اور بتایا کہ آپ کے انہی اخلاقِ کریمانہ سے متاثر ہو کر آپ کے دشمنوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور مسلمان ہو گئے۔

اس ضمن میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آج بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کی ہدایت کے ماتحت ان کے ماننے والوں نے یورپ میں جہاں کے رہنے والے علم کی بلندیوں پر پہنچے ہوئے ہیں اسلام کے جھنڈے گاڑ کر اور وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کو مسلمان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام اپنی علمی خصوصیات کی وجہ سے ہر صاحب علم کو اپنا مطیع و معتقد بنا سکتا ہے۔

آخر میں آپ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم نے ایمان اور اخلاق کا بہترین نمونہ دکھایا اور آپؐ کے غلام نے بھی تمام مخالفتوں کے ہوتے ہوئے وہی نمونہ پیش کیا جس کی وجہ سے کئی وکلا، علما اور صاحبانِ علم ان کے ساتھ ہو گئے تو تم بھی اسی نمونہ پر چلنے کا ارادہ کر لو۔ تاکہ اسلام کا حقیقی نمونہ دنیا میں پیش کر سکو۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی پوری تقریر کا متن آئندہ اشاعت میں درج کیا جائے گا۔

منٹو صاحب کی تقریر } حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے بعد محترم بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے نے امرھم شوریٰ بینھم کے عنوان سے تقریر فرمائی۔ اور قرآن کریم کی اس آیت کے سیاق و سباق سے یہ ثابت کیا کہ مسلمان کو یہ حکم ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت و مؤدت سے پیش آئیں اور اپنے علم، مال اور ایثار و قربانی سے ایک دوسرے کی مدد کریں، اور باہمی مشورے کے ساتھ اپنے قومی کام سرانجام دیں، اسی ضمن میں آپ نے حضرت رسول کریم صلعم اور صحابہ کرامؓ کے باہمی مشورے کے متعدد واقعات سنائے، اور اس بات پر زور دیا کہ جن اصحاب کو اللہ تعالےٰ نے علم اور طاقت عطا فرمائی ہے انہیں چاہیئے کہ وہ باہمی مشوروں کی قدر کریں اور دوسروں کے مشوروں کو خوشدلی سے قبول کر کے ان کا اعتماد حاصل کریں اور اس طرح اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیں۔ پوری تقریر کسی آئندہ اشاعت میں درج ہو گی۔

مرزا سلیم اختر } منٹو صاحب کے بعد مرزا سلیم اختر صاحب نے اپنے مخصوص دلاویز لہجہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے عشقِ رسول پر برجستہ تقریر کی۔ آپ نے شروع میں حضرت مسیح موعودؑ کی شان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دو ہی انسان ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام پہنچایا ہے، ایک اویس قرنیؓ اور دوسرے مسیح موعود علیہ السلام۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال درجہ کا عشق تھا، جس کا اعتراف ایک فرشتہ نے عالمِ کشف میں آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں کیا کہ: ھذا رجل یحب رسول اللّٰہ۔ اس محبت رسول صلعم کے ثبوت میں مرزا سلیم صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے منظوم و منثور کلام میں سے متعدد حوالے پڑھ کر سنائے جو بہت ہی پُر اثر اور حاضرین کی دلچسپی کا موجب تھے یہاں تک کہ تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے خاص طور پر مرزا صاحب کی علمی قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "مرزا سلیم اختر صاحب کے خطبہ سے ہم بہت محظوظ ہوئے" مرزا صاحب کی پوری تقریر کسی آئندہ اشاعت میں درج ہو گی۔

پروفیسر غلام محمد خادم صاحب کی تقریر } پروفیسر صاحب ممدوح نے "اعمال انسانی کی حقیقت" کے عنوان سے ایک پُر مغز مقالہ پڑھا، جس میں قرآن کریم کی متعدد آیات اس امر کی تائید میں پیش کیں کہ انسان کو اس کے ہر عمل کا بدلہ لازماً ملتا ہے، آپ نے فرمایا کہ انسانی زندگی ایک مسلسل آزمائش ہے لیبلوکم ایکم احسن عملاً تاکہ یہ پتہ لگ جائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال بجا لاتا ہے، آپ نے فرمایا کہ حقیقت ہے کہ فرشتے انسانی اعمال کو لکھتے جاتے ہیں جن کے نتائج ہمیں ضرور بھگتنے پڑیں گے، آپ نے فرمایا کہ بُرے عمل سے دل پر سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے جو لگاتار بد اعمالی کی وجہ سے پھیلتا ہوا بالکل دل کو سیاہ کر دیتا ہے، اس لئے بُرے عمل سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے، آپ کا مقالہ جس میں روحانی حقائق اور سائنسی علوم سے ثابت کیا گیا ہے، پیغام صلح کی کسی آئندہ اشاعت میں درج ہو گا۔

مولینا عبد اللہ صاحب مبلغ امریکہ کا پیغام } بعد ازاں امریکہ کے نامور مبلغ اسلام مولینا محمد عبد اللہ صاحب کا ریکارڈ شدہ پیغام سنایا گیا جو ان کے صاحبزادہ محمد جلال الدین اکبر لے کر آئے تھے۔ اس پیغام میں ۱۹۷۲ء کے ان افسوسناک واقعات کا ذکر کرتے ہوئے جو پاکستان کے جنگی قیدیوں کی مسلسل قید و بند اور جماعت احمدیہ کے کئی ایک قیمتی افراد کی وفات سے تعلق رکھتے ہیں، جماعت کو اپنے اندر مالی و جانی قربانیوں کا جذبہ پیدا کرنے کی ترغیب دلائی گئی، اور جماعتی وقار کے قیام کے لئے مختلف مقامات پر مساجد تعمیر کرنے اور اپنے بچوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی، اور یہ تحریک بھی کی گئی کہ زرِ مبادلہ نہ ملنے کی وجہ سے بیرونی ممالک کے مشنوں کی لٹریچر کے ذریعہ امداد کی جائے، اور ایک ماڈرن پریس اور ایک خاص ادارہ قائم کر کے مختلف زبانوں میں کتابوں کے ترجمے کرائے جائیں اور ایک ایڈیٹوریل بورڈ کے ذریعہ اخبارات کے لئے مضامین تیار کرا کر بیرونی مشنوں کو بھیجے جائیں تاکہ وہ انہیں اپنے حلقۂ اثر میں پھیلا سکیں۔ اور لکھا ہے کہ "اگر انجمن اس کی ذمہ داری لے لے تو ہم یہاں امریکہ میں آسانی سے دس ہزار ہفتہ وار یا ماہوار اخبار جاری کر سکتے ہیں۔"

اُردو پیغام کے علاوہ مولینا محمد عبد اللہ صاحب نے ایک طویل انگریزی مضمون بھی ٹیپ ریکارڈ کرا کر بھیجا تھا، جو انہوں نے جلسہ ٹرینیڈاڈ کے لئے لکھا تھا، اس کا ایک حصہ بھی سنایا گیا، پورے مضمون کا ترجمہ کسی آئندہ اشاعت میں درج ہو گا۔

مولینا عبد الحق صاحب ودیارتھی کا خطبہ } اجلاس کے آخر میں مولینا عبد الحق صاحب ودیارتھی نے "مقطعات" کے عنوان سے ایک عالمانہ خطبہ دیا جس میں کھیعص کی تفسیر کرتے ہوئے سورۃ مریم کی

(باقی بر صفحہ ۳ کالم ۲ کے نیچے)

جلسہ سالانہ [illegible]

ساتھ سرانجام پایا۔ اس جلسہ کی چند خصوصیات ہیں، جن کا ذکر کرنا ضروری ..... معلوم ہوتا ہے۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جلسہ ایک ایسی جگہ منعقد ہوا، جو شہری آبادی سے بہت دور (انجمن کے مرکز یعنی احمدیہ بلڈنگس لاہور سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس جگہ انجمن کی ایک نئی بستی آباد کی جا رہی ہے، جس کا نام دارالسلام رکھا گیا ہے۔ اس بستی میں فی الحال چند ایک مکانات تعمیر کئے گئے ہیں، لیکن جلسہ کے انعقاد کے لئے کوئی ایسی صورت بظاہر نظر نہ آتی تھی کہ اس کا انتظام بہتر طور پر ہو سکے گا۔ ایک کھلا میدان، سردی کا موسم، آندھی اور بارش کا امکان (چنانچہ پہلے ہی روز آندھی کی وجہ سے خواتین کا جلسہ وہاں سے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منتقل کرنا پڑا) پھر اتنی دور لوگوں کے آنے جانے کی مشکلات (اگرچہ منتظمین نے اس کے لئے بسوں کا انتظام کر رکھا تھا) اور سب سے بڑھ کر لاہور میں طلباء کے ہنگاموں کی وجہ سے فضا کا مکدر ہونا اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ یہ سب چیزیں کئی ایک خطرات پیدا کر رہی تھیں جن کی وجہ سے اتنے دور دراز مقام پر جلسہ کے انعقاد کے مخالف تھے تاہم اس بات کو خدا تعالیٰ کا بہت بڑا فضل سمجھنا چاہئے کہ اسی مقام پر نہایت خیر و خوبی کے ساتھ جلسہ منعقد ہوا۔ اور دوران جلسہ میں ابر و باد اور بعض وقت معمولی بوندا باندی کے باوجود کسی قسم کی خرابی نہ ہونے پائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دوسری خصوصیت جو کسی اور جلسہ میں نظر نہیں آتی وہ یہ ہے کہ اس سخت سردی میں پاکستان کے تمام علاقوں سے سینکڑوں مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے اس ذوق و شوق کے ساتھ آکر جلسہ میں شامل ہوئے کہ جیسے کوئی بہت بڑا دنیوی فائدہ پیش نظر ہو، فائدہ کیا ہوتا ہے یہاں تو جیب سے بہت کچھ دینا پڑتا ہے کس لئے؟ محض اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے، خدا کا نام دنیا میں بلند ہو، اسلام تمام مذاہب پر غالب ہو، یہی غرض اس مامور من اللہ کی تھی، جس کے حکم سے اس جلسہ کا انعقاد عمل میں آیا، اس نے پہلے ہی دن اس جلسہ کی بنیاد رکھتے ہوئے فرما دیا تھا۔

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔"

اور یہ بھی فرمایا کہ:۔

"اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔"

اس کا نظارہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کے دور دراز ممالک میں ایسی قومیں تیار ہو چلی ہیں جو اعلائے کلمۂ اسلام کی غرض سے جماعت احمدیہ میں شامل ہو رہی ہیں۔ ٹرینیڈاڈ اور جنوبی امریکہ کے دیگر مقامات پر بے شمار لوگ اس جماعت میں آچکے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ آئندہ سال ان میں سے بیشتر اصحاب ایک خاص ہوائی جہاز کے ذریعہ پاکستان آکر جلسہ سالانہ میں شامل ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک اور بہت بڑی خصوصیت جو اس جلسہ میں نظر آتی۔ اور جماعت احمدیہ کے جلسوں میں ہر سال نظر آتی ہے وہ انہماک، دعاؤں پر زور اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری ہے جو اپنی اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کی دینی و دنیوی حسنات کے لئے اور سب سے بڑھ کر دین کی سربلندی کے لئے کی گئی۔

اس سے بڑھ کر وہ مالی قربانیاں ہیں جو اس جلسہ میں دیکھی گئیں، آج دنیا میں اموال کی قربانی دینا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ مال کے ساتھ محبت اس درجہ پر پہنچ گئی ہے کہ بہت کم لوگ قومی کاموں کے لئے مال دینے کی ہمت رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارے اس جلسہ میں یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جس وقت حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپیل کی کہ اپنے اموال دین کے لئے دو، تو امراء سے لے کر غریب ترین آدمیوں تک سب نے نقد اور وعدوں کی شکل میں بیش از بیش رقوم خدا کی راہ میں نچھاور کر دیں۔ جہاں امراء نے ہزاروں روپیہ دینے کا اعلان کیا وہاں غرباء نے بھی حسب استطاعت سو سو دو دو سو اور پچاس پچاس اور دس دس روپے بھی دینے سے دریغ نہ کیا، جس کے نتیجہ میں ہم بخوشی یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس جلسہ میں تراجم قرآن [illegible] ہیں کیونکہ یہاں نہ نذرانے ہیں جو نام نہاد خلافت کی گدی پر نثار کئے جاتے ہیں۔ نہ کسی پیر فقیر کی رضا مطلوب ہے صرف خدائے واحد کی رضا حاصل کرنا... اس کے دین کو دنیا میں سربلند کرنا اس قوم کا نصب العین ہے جس کے لئے وہ ہر قسم کی مالی و جانی قربانی دینا اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتی ہے۔

آہ! ان لوگوں کو کیا کہیں جو ان کھلے دینی مشاغل اور تبلیغ اسلام کے لئے عملی فدائیت کو دیکھتے ہوئے ہمیں کافر قرار دیتے اور کوشش کرتے ہیں کہ ان فدائی اسلام جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے ان کی مسجدوں کو گرا دیا جائے اور انکی مسجد کا نام مسجد رکھنا خلاف قانون قرار دیا جائے۔ انہیں تو اس وعید کا خوف ہے۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا نہ اس بات کا خیال ہے کہ یہ جماعت جو کچھ کر رہی ہے اس میں کفر کا شائبہ تک نہیں محض اسلام ہی کی تائید ہے اور یہ کرشمہ ہے اس پاک نفس انسان کا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں مجدد اور مسیح بن کر آیا اور تائید اسلام کے لئے یہ جماعت قائم کی۔ اس کی مخالفت کرنا اس کے درپے آزار ہونا اسلام کی بربادی کی کوشش کرنا ہے۔

کس قدر ستم ظریفی ہے کہ انہی دنوں میں نام نہاد تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد لاہور میں ہوتا ہے، حالانکہ اس کانفرنس کے منتظمین اپنے عقیدہ کی رو سے ختم نبوت کے محافظ نہیں بلکہ مخالف ہیں۔ کیا وہ لوگ جو حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں، ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے ہیں؟ یاد رکھو دنیا میں اس وقت ایک ہی قوم ہے جو ختم نبوت کی محافظ ہے اور وہ ہے جماعت احمدیہ لاہور جو نہ کسی نئے نبی کی آمد کی قائل ہے اور نہ پرانے کی۔ اور بقول حضرت مرزا صاحبؒ اس بات پر ایمان رکھتی ہے کہ نبوت حضرت نبی کریم صلعم پر ختم ہو گئی۔ اور آپ کے بعد مکالمہ مخاطبہ کے سوائے جو اولیاء اللہ کو ملتا ہے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اس محافظ ختم نبوت جماعت کے خلاف آواز اٹھانا ختم نبوت کا تحفظ نہیں کہلا سکتا۔

غرض ہمارا یہ جلسہ سالانہ اپنی نوعیت اور خصوصیات کے لحاظ سے موجودہ زمانہ میں ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور ہم ان لوگوں کے شکر گذار ہیں جنہوں نے رات دن محنت اور کوشش کر کے اس کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور ان لوگوں کے بھی شکر گذار ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دور دراز کے سفر کی تکلیف برداشت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس سفر کو برکات کا موجب بنائے اور ان کی اولاد اور اموال میں برکت دے اور ہر قسم کی مہمات دینی و دنیوی میں انہیں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔ یہی وہ دعا ہے جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے جلسہ میں مختلف مواقع پر جماعت کے لئے کی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ آمین۔

مختصر روئیداد جلسہ سالانہ - بسلسلہ صفحہ ۲

آل عمران کے بعض اہم مقامات پر انجیل اور قرآن کے دیگر مقامات اور لغت سے بھرپور روشنی ڈالی، یہ خطبہ اپنی نوعیت اور عالمانہ حیثیت کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ اس کا خلاصہ لکھا جائے۔ کسی آئندہ اشاعت میں اس کا پورا متن شائع کیا جائے گا۔

مولانا عبدالحق صاحب کی تقریر کے بعد آج کے جلسہ کی پہلی نشست ختم ہوئی۔ باقی اجلاسوں کی کارروائی آئندہ اشاعت میں درج ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

درخواست دعا

راولپنڈی سے چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں:۔

"میں کافی دنوں سے بیمار ہوں۔ اسی بیماری کے دوران آنکھ کی تکلیف ہو گئی۔ جس کی وجہ سے اپریشن کروانا پڑا۔ اس لئے آپ دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ میری آنکھ کے اپریشن کو کامیاب کرے اور مجھے صحت بخشے۔ آمین"

جلسۂ خواتین

۲۳ر دسمبر ۱۹۷۲ء بروز ہفتہ ۱۰ بجے صبح احمدیہ ہال احمدیہ بلڈنگس لاہور میں محترمہ الحاج بیگم صاحبہ میاں فاروق احمد شیخ کی زیر صدارت تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں پاکستان کے مختلف علاقوں کی جماعتوں کی خواتین نے نمائندگی کی اور غیر از جماعت مہمان خواتین نے بھی شرکت کی یہ اجلاس جماعت احمدیہ کی نئی بستی دار السلام میں منعقد ہونا تھا۔ لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے احمدیہ ہال (احمدیہ بلڈنگس لاہور) میں منتقل کرنا پڑا۔

محترمہ بیگم صاحبہ چوہدری فضل حق اور محترمہ آمنہ بی بی صاحبہ نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ بیگم صاحبہ بشیر خانزادہ سیکرٹری کے فرائض ادا کر رہی تھیں۔ محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ نے جماعت کے بزرگان و خواتین جو اس سال ہم سے جدا ہو کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے ہیں خصوصاً کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی مغفرت کے لئے اجتماعی دعا کی۔

صدر صاحبہ بیگم میاں فاروق احمد شیخ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت امیر قوم مولنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ اس موقعہ پر ہمیشہ اپنے ارشادات گرامی سے ہمیں نوازتے رہے ہیں۔ لیکن اس دفعہ مجلس معتمدین کی سالانہ کانفرنس میں آپ کی ضروری شرکت کی وجہ سے یہاں تشریف نہیں لا سکے، جس کی وجہ سے ہم ان کی بزرگانہ نصائح اور ان کی افتتاحی تقریر کی برکت سے محروم رہے ہیں۔

محترمہ بیگم صاحبہ نے حضرت امیر قوم کی خدمات دینیہ اور آپ کی اثر آفرین شخصیت کے بارے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے لئے یہ بزرگ شمع کے مصداق ہیں۔ ہمیں ان کے دامن سے کچھ نہ کچھ حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو سنوارنا چاہیئے

محترمہ صدر صاحبہ نے اپنی تقریر میں اس امر پر بڑا زور دیا کہ ہمیں قول و فعل میں یکرنگی اختیار کرنا چاہیئے۔ عمل کی قوت سے اپنی زندگی کو مسلح کرنا چاہیئے عمل سے زندگی کی تعمیر ہوتی ہے لیکن عمل صالح اور پاکیزہ اور محض خدا اور رسولؐ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہونا چاہیئے۔

محترمہ صدر صاحبہ نے اپنی تقریر کے آخر میں دعا کی کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اتحاد عمل اور اجتماعی نیکی کی توفیق فرمائے اور کہا کہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر خصوصیت سے توجہ دینا چاہیئے اور اسلامی رنگ میں ان کے قلب و نظر کو ڈھالنے کی جد و جہد کرنا چاہیئے۔

محترمہ خورشید جہاں، عزیزہ بشریٰ آفتاب، عزیز پسر بشیر خانزادہ صاحب، عزیز جواد احمد پسر ناصر احمد صاحب اور محترمہ فریدہ چوہدری نے نظمیں پڑھ کر سنائیں۔

عزیزہ فوزیہ نواسی حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے اپنے مضمون میں ختم نبوت اور سلسلہ مجددین پر روشنی ڈالی جس میں انہوں نے کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہے۔ آپ صلعم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ پرانا۔ البتہ امت محمدیہ کی آبیاری کے لئے مجددین کی آمد کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ اس چودھویں صدی میں ایک عظیم الشان مامور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مبعوث ہوئے جنہوں نے اسلام اور امت اسلامیہ کی عظیم الشان خدمات انجام دیں آپ نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا اور انہوں نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں کہا بلکہ آپ نے فرمایا کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔

محترمہ بیگم صاحبہ بشیر خانزادہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی اور سلسلہ بعثت مجددین کی تاریخ پر اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے اس دور کے امام و مہدیؑ کی بعثت اور آپ کی اہمیت و عظمت کا بالخصوص ذکر کیا۔ آپ نے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی حالت ناگفتہ بہ تھی اور ملک و وطن میں ان کا وقار نام کو نہ تھا۔ ان کی ملی اور سیاسی سطوت ختم ہو چکی تھی۔ اس تقاضائے وقت کے تحت حضرت مسیح موعودؑ کی آمد ہوئی۔ اور آپ نے خدمت اسلام کے جو عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے ہیں، ان پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کے دعاوی کا اختصار سے ذکر کیا۔ اور بالآخر محترمہ فاضل مقررہ نے کہا کہ حضرت امام زمانؑ کی اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ہمیں ایثار سے کام لینا چاہیئے۔

محترمہ بیگم صاحبہ مولنا عبد المنان عمر نے اپنی فاضلانہ تقریر میں مسلمان خواتین خصوصاً صحابیاتؓ کی سیرو مناقب پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور انہوں نے انفرادی، اجتماعی، قومی و ملی سطح پر اپنے کردار و اعمال سے جو روشن کارنامے انجام دیئے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے محترمہ مقررہ موصوفہ نے فرمایا کہ ہم احمدی خواتین کو ان مثالوں کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی اس نہج پر گذارنی چاہیئے۔ آپ نے کہا کہ سورۃ جمعہ میں احمدی جماعت کی عظمت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اور ان کی ذمہ داریوں کی نشاندہی کرائی گئی ہے۔ اس لئے ہم احمدی خواتین کو بھی ان ہدایات پر عامل ہونا چاہیئے۔ (ان کی تقریر کا مکمل متن اخبار کی قریبی اشاعت میں ہدیہ قارئین کرایا جائے گا)

محترمہ بیگم صاحبہ میاں محمد احمد نے اپنی تقریر میں نوجوان بچیوں سے خطاب کرتے ہوئے چند مفید اور اہم امور کی طرف ان کی توجہ دلائی اور کہا کہ ہمیں اپنے ملک و ملت کی بقا اور سلامتی کے لئے اپنے انداز فکر و عمل میں بنیادی اور نفوس تبدیلیاں لانا ضروری ہیں آجکل اشیاء خورد و نوش کی قلت اور گرانی کا قیمتوں کا بڑھاؤ پیداوار کی کمی بھی جنگوں کے نتائج کے ... حکومت صنعتکاروں اور تاجروں کو محض ... سے کچھ نہیں بنے گا بلکہ ہمیں خود اپنے اندر قومی و ملی جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے انگلستان اور ... جاپانی اقوام کی تاریخ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ ان اقوام کو بھی ہم جیسی مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لیکن انہوں نے صبر، حوصلہ اور قومی سطح پر ایثار و جذبہ سے بہت تھوڑے وقت میں ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا اور ترقی میں نام پیدا کیا۔

محترمہ بیگم صاحبہ نے کہا کہ ہم خواتین کو سادگی اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس سے ہمارے بہت سے معاشی و سماجی مسائل حل ہو سکیں گے اور ان ... پر جو زر کثیر ہماری حکومت کو خرچ کرنا پڑتا ہے وہ کسی ملکی و ملی فلاح و بہبود کے کام آ سکے گا۔ علاوہ ازیں ہمیں اپنے مقصد زندگی کو اپنانا چاہیئے وہ یہ کہ اپنے خالق و مالک کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم لباس ... آپ کو زینت دیں یہی نیکی کی راہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول و پسندیدہ ہے۔ محترمہ موصوفہ نے آج کی ایک اور بیماری کا ذکر کیا، وہ ہے صوبائی تعصب مسلمان کسی علاقہ و وطن کا اسیر نہیں ہوتا بلکہ دنیا جہان کی حد بندیوں اور پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم ان علاقائی تعصبات کا شکار ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں مشرقی پاکستان سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں۔ پاکستان ایک نظریہ کے تحت ظہور میں آیا اور وہ تھا اسلام اور ملت اسلامیہ کا نظریہ، لیکن ہم اس نظریہ پر عامل نہ رہے نتیجۃً ہمیں نقصان اٹھانا پڑا۔ ضروری ہے کہ ہم مسلمان اور حقیقی مسلمان ہیں۔

محترمہ نجم الاسلام نے خواتین کا تعمیر ملت میں کردار کے موضوع پر تقریر کی۔ بعد ازاں محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ اور عزیزہ مہ جبین صاحبہ نے تقاریر کیں جن کے مکمل متن قریبی اشاعت میں ہدیہ قارئین کئے جائیں گے۔ آخر میں محترمہ خورشید جہاں بیگم صاحبہ نے دعا کی اور جلسہ برخواست ہوا۔

اختتام جلسہ پر دستکاری کی نمائش ہوئی۔ جہاں خورد و نوش کے سٹال بھی لگائے گئے تھے وہاں خواتین نے خرید و فروخت اور اکل و شرب کیا اور کل آمدنی اور دیگر چندہ خواتین ملا کر سات سو روپے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو وصول ہوئے۔

دار السلام میں رہائشی پلاٹ

انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ احمدیہ بستی دار السلام میں احباب کو ۹۹ سالہ پٹہ (لیز) پر رہائشی پلاٹ دیئے جائیں۔ کل ۷۶ پلاٹ میں سے ۱۲ کم و بیش ایک کنال کے ہیں۔ ۳۲ پلاٹ تقریباً دس مرلہ کے اور بقیہ میں سے چند ۵ مرلہ سے کچھ زائد اور باقی سب تقریباً ۵ مرلہ کے ہیں جو احباب اپنی رہائش کے لئے دار السلام میں مکان تعمیر کرنے کے خواہشمند ہیں وہ اپنی درخواست ناظم دار السلام، ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کو ۳۱ر جنوری ۱۹۷۳ء تک ارسال کر دیں۔ درخواست کے ساتھ -/۵۰۰ روپے فی کنال کے حساب سے فیس بنام محاسب صاحب انجمن بھیجنا ضروری ہے جو ناکامی کی صورت میں واپس کر دی جائے گی۔ کامیابی کی صورت میں ڈیولپمنٹ چارجز بحساب دس ہزار روپیہ فی کنال یکمشت ادا کرنے ہوں گے۔ شرائط پٹہ کی تفصیل دفتر سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

فضل حق

آنریری جائنٹ سیکرٹری ناظم دار السلام

امیر بخش پہلوان انتقال کر گئے

روزنامہ امروز میں یہ خبر پڑھ کر افسوس ہوا کہ جماعت احمدیہ کے پرانے خادم امیر بخش پہلوان ۲۹ر نومبر ۱۹۷۲ء کو بوقت تین بجے سہ پہر میو ہسپتال لاہور میں طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی عمر ۱۲۵ برس تھی۔ انہوں نے بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ تحریک پاکستان کے لئے بھرپور جد و جہد کی مرحوم نیشنل گارڈ کے سالار اعلےٰ تھے۔ عوامی خدمت کے عوض انہیں حکومت کی طرف سے وظیفہ

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۴ کے نیچے)

حضرت عائشہؓ پر بہتان اور حضرت یوسفؑ پر الزام سے بریت کس طرح ہوئی؟

واقعۂ افک کے متعلق ایک صاحب کے دل میں ایک اعتراض پیدا ہوا جس کا انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ میں نے جو جواب دیا وہ بمع سوال کے لکھ رہا ہوں تاکہ اور لوگوں کے دلوں میں اگر ایسا شبہ گذرا ہو تو دور ہو جائے۔

سوال: واقعۂ افک میں جب حضرت عائشہ صدیقہؓ پر ایک جھوٹا بہتان منافقوں نے باندھا تو ان کی صفائی کسی گواہی سے نہ کی گئی بلکہ اللہ تعالےٰ کی وحی نے کی۔ اس کے برعکس جب حضرت یوسفؑ پر ایسا ہی بہتان لگا تو انہوں نے زلیخا اور دوسری عورتوں کی گواہی سے اپنی صفائی اور بریت کی۔ ایک مسلمان کے لئے تو اللہ تعالےٰ کی صفائی نہ صرف کافی بلکہ بہترین صفائی ہے مگر ایک غیر مسلم کے لئے یہ حجت نہیں۔ وہ اعتراض کر سکتا ہے کہ الزام کا جواب گواہی سے دیا جانا چاہئے تھا۔ جس طرح کہ حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں ہوا تھا۔

جواب: آپ نے صحیح فرمایا ہے کہ ایک مومن کے لئے اللہ تعالےٰ کی شہادت سے بڑھ کر کوئی شہادت نہیں ہو سکتی۔ ومن اصدق من اللہ قیلا۔ پھر اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ واللہ شہید علیٰ ما تعملون ہے۔ انّ اللہ علےٰ کلّ شئ شہید بھی آیا ہے۔ قل کفیٰ باللہ شہیدا (کہدے اللہ بطور گواہ کافی ہے) لیکن انسانی گواہی ہر موقعہ کے لئے موجود نہیں ہوتی۔ پھر انسانی گواہی میں جھوٹ، مبالغہ طرف داری یا نیک نیتی سے دھوکہ یا غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی گواہی ان سب باتوں سے مبرا ہوتی ہے۔

مگر وہ اعتراض جو ایک غیر مسلم کر سکتا ہے اس کا جواب بھی کافی و شافی موجود ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ کا واقعہ تو نہایت معمولی اور سیدھا سادا سا تھا جس میں کوئی گواہی نہ تھی اور وہ بہتان جو منافقوں نے گھڑا تھا وہ محض شرارت اور گندے انسانوں کے گندے نفسوں کی بدظنی کے سوا کچھ نہ تھا۔ پانچویں سال ہجرت میں جب نبی کریم صلعم غزوہ بنی مصطلق سے واپس آ رہے تھے تو حضرت عائشہؓ آپ کے ہمسفر تھیں۔ مدینہ کے قریب فوج کے رات کو کوچ کرنے کا اعلان ہوا۔ اونٹنی پر سواری سے قبل حضرت عائشہؓ نے مناسب سمجھا کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر سوار ہوں۔ اندھیرے میں آپ کیمپ سے باہر تشریف لے گئیں اور رات کی تاریکی میں کسی نے آپ کو جاتے نہیں دیکھا۔ لوٹتے ہوئے حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ ان کا ہار گر گیا ہے اور وہ اسے ڈھونڈنے لگ گئیں۔ ادھر قافلہ والوں نے ہودہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اس خیال میں کہ آپؓ اس کے اندر موجود ہیں۔ حضرت عائشہؓ نہ صرف کم عمر تھیں بلکہ بقول خود ان کے اس زمانہ میں مسلمان عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں کیونکہ کھانے کو بہت کم ملتا تھا۔ (اور خاندان نبوت میں تو مہینوں فاقہ یا روزہ رہتا تھا۔) ہودہ کا وزن ایک ہلکی پھلکی خاتون سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ ہار تلاش کر کے واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ کوچ کر گیا ہے۔ آپؓ نہایت عقلمندی سے اسی جگہ بیٹھ گئیں کہ جب مجھے ہودہ میں نہ پائیں گے تو واپس آئیں گے۔ حالت انتظار میں آپؓ کی آنکھ لگ گئی۔ آنحضرت صلعم کا دستور تھا کہ لشکر کے پیچھے ایک صحابیؓ کو رکھتے تھے تاکہ کوئی چیز رہ جائے یا گر جائے تو اسے اٹھا لیا کریں۔ وہ اس مقام پر صبح پہنچا تو ایک انسان کی شکل دیکھ کر حضرت عائشہؓ کے قریب آیا۔ اس صحابیؓ نے حضرت عائشہؓ کو پہچان لیا کیونکہ پردہ کے حکم سے پہلے وہ حضرت عائشہؓ کو دیکھ چکا تھا۔ (ویسے بھی اسلامی پردہ میں چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے) اس صحابیؓ نے حضرت عائشہؓ کو پہچان کر بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس آواز سے حضرت عائشہؓ جاگ اٹھیں تب اس صحابیؓ نے حضرت عائشہؓ کو پہچان کر اپنی اونٹنی بٹھا دی اور حضرت عائشہؓ اس پر چڑھ گئیں اور صحابیؓ مہار پکڑ کر چل پڑا یہاں تک کہ دوپہر کے وقت تک لشکر سے جا ملا۔

اس سیدھے سادے حادثہ پر نہ تو آنحضرت صلعم کے دل میں کوئی شک گذرا نہ کسی آج بھی عام ہے کہ کسی عورت کی نسبت چاہے وہ کتنی بھی پاک دامن ہو کوئی گندی بات سننے میں آئے تو لوگ اگر اس پر فوراً یقین نہیں کر لیتے تو کم سے کم اس کا ذکر یا چرچا ضرور کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ کے واقعہ کا یہ فائدہ ہوا کہ اس گندی اور مکروہ عادت کے متعلق قرآن میں سخت ناراضگی کا اظہار کیا گیا اور اس کے بعد مسلمانوں میں کم سے کم یہ ناپاک عادت نہ پیدا ہونی چاہئے تھی۔ قرآن سورۃ نور میں فرماتا ہے لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خیرا وقالوا ھذا افک مبین۔ یعنے جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے لوگوں پر نیک ظن کیا اور کہا یہ صریح جھوٹ ہے۔ پھر فرماتا ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا والآخرۃ لمسّکم فیما افضتم فیہ عذاب عظیم (ترجمہ: اور اگر اللہ کا فضل اور رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس بات کا تم نے چرچا کیا اس کی وجہ سے تمہیں بھاری سزا دی جاتی) اس عام اور مکروہ بیماری کا کہ جہاں کسی عورت کی نسبت کوئی بری بات سنی تو فوراً ایمان لے آئے یا اسے آگے بڑھایا قرآن نے یوں تدارک فرمایا: اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم وتحسبونہ ھیّنا وھو عند اللہ عظیم ۝ ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحٰنک ھذا بھتان عظیم۔ ترجمہ: جب تم اسے اپنی زبانوں سے لیتے تھے اور اپنے منہوں سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اسے آسان سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی اور جب تم نے اسے سنا تو کیوں نہ تم نے کہا ہمیں یہ مناسب نہیں کہ اس کے متعلق بات کریں۔ اے اللہ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے۔

ایک پاک مطہر اور مقدس ترین خاتونؓ اور ایک رسول اللہ صلعم کے پاک اور مقدس صحابیؓ کے متعلق ایک سیدھے سادے واقعہ کو لوں بات کا بتنگڑ بنا کر ان دونوں پاک اور مرد و عورت اس قسم کی افواہوں اور بدظنیوں کو فوراً مان لیتے ہیں یا کم سے کم ایسی باتوں کی تشہیر کے عام مکروہ مرض میں مبتلا ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ اس مکروہ عادت سے کتنی زندگیوں کو نقصان عظیم پہنچتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ کتنی بری بات ہے۔ چنانچہ قرآن کریم مزید فرماتا ہے: یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین۔ (اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اس جیسی بات پھر کبھی نہ کرو اگر تم مومن ہو) پھر فرماتا ہے انّ الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المؤمنٰت لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولھم عذاب عظیم یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون۔ یومئذ یوفیھم اللہ دینھم الحق ویعلمون انّ اللہ ھو الحق المبین۔ ترجمہ: "جو لوگ پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی گواہی دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔ اس دن اللہ انہیں ان کا ٹھیک ٹھیک بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق ہے اور حق کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔"

اس میں توجہ دلائی ہے کہ اگر تم ایک عورت کی نسبت اس قسم کا بہتان باندھو یا اس کے پھیلانے میں معاون بنو تو اول تو یہ امکان ہے کہ وہ ایک پاک دامن عورت ہے اور پھر وہ بیچاری اس بہتان تراشی سے بے خبر ہے اور بہرحال ایک مومن عورت پر تو اس قسم کا شک بھی نہیں ہونا چاہئے۔ ایک پاک دامن بے خبر مومن عورت کو یوں تباہ کرنا ظلم عظیم ہے۔

تو اب میں سائل کے سوال کی طرف دوبارہ آتا ہوں۔ واقعۂ افک میں تو حضرت عائشہؓ کے خلاف کوئی گواہی تھی ہی نہیں۔ محض گندے باطن کے چند لوگوں کی بدظنی اور شرارت تھی۔ اس کے برعکس حضرت یوسفؑ کے خلاف گواہی دی گئی (اگرچہ وہ جھوٹی تھی) واقعات کو دیکھئے کہ جب حضرت یوسفؑ دروازہ کی طرف

بھاگے اور زلیخا ان کے پیچھے بھاگی تو دروازہ پر خاوند کھڑا تھا۔ اپنے خاوند کو دیکھتے ہی زلیخا نے کہا قالت ما جزاء من اراد باھلك سوءًا الّا ان یسجن او عذاب الیم
ترجمہ: عورت بولی اس کی کیا سزا ہے جو تیری بیوی سے بُرا ارادہ کرے سوائے اس کے کہ قید کیا جائے یا اور دردناک سزا پائے۔
حضرت یوسفؑ نے جواب میں کہا کہ اس عورت نے مجھے ورغلانا چاہا تھا۔ اب دیکھئے کہ یہاں فریقین میں سے ہر ایک دوسرے پر الزام لگا رہا ہے جو کہ حضرت عائشہؓ والے واقعہ میں بالکل نہ تھا۔ اس سنگین الزام کو عزیز مصر نے تب رد کیا کہ حضرت یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھٹی پائی گئی نہ کہ سامنے سے جو کہ تب ہوتا اگر نعوذ باللہ حضرت یوسفؑ نے دست درازی کی ہوتی۔ بہرحال اس عورت کے الزام کو قمیص کی گواہی پر رد کیا گیا۔
مگر شہر میں اس واقعہ کا چرچا ہوا اور عورتوں نے باتیں بنانی شروع کر دیں کہ عزیز مصر کی عورت اپنے غلام کو اپنے ارادہ سے پھیرنا چاہتی ہے۔ مگر اس نے طریقہ اختیار کیا وہ کارگر نہ تھا۔ ان عورتوں نے کہا کہ ہم اس نوجوان کو ایسا پھانسیں کہ وہ بچ کر نہ نکل سکتا۔ تو جب زلیخا نے یہ سنا (فلما سمعت بمکرھن۔ ترجمہ: جب (زلیخا نے ان کی چال کا سنا) تو چال کے مطابق ایک عورت کا بندوبست کیا اور ہر عورت کو ایک ایک چھری دی۔ اور یوسفؑ کو وہاں بلایا۔ ان کے آنے پر ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں پر چھریوں سے چھریٹیں ڈال لیں۔ مفسرین عام طور پر اسے یوں سمجھے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کے حسن کو دیکھ کر انہوں نے بے اختیار اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اول تو قرآن کریم میں کہیں حضرت یوسفؑ کے جسمانی حسن کا ذکر نہیں۔ یہ سن کر اکثر رومانوی اور شاعرانہ طرز کے لوگوں کو مایوسی ہوگی اور شاید ان کی طبائع اسے قبول نہ کریں کہ قرآن کریم میں جو ذکر ہے وہ یہ ہے کہ فلما راینہ اکبرنہ۔ یعنی جب ان عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے بہت بڑا انسان سمجھا۔ یہاں پر کسی حسن کا ذکر نہیں بلکہ بڑائی کا ہے۔ حضرت یوسفؑ تو اس وقت غلام تھے۔ اس لئے کسی دنیاوی بڑائی کا یہاں ذکر نہیں۔ اس لئے صحیح معنی یہ ہیں کہ اسے اخلاقی طور پر بڑا انسان سمجھا۔ اس لئے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنی عصمت وعفت اور حیا کی وجہ سے اس بازارِ حسن کی طرف جہاں عورتیں بن ٹھن کر حضرت یوسفؑ کو ورغلانے کے لئے تیار ہو کر آئیں تھیں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا بلکہ غضِ بصر اختیار کی اور اس کمال ضبطِ نفس کی وجہ سے وہ عورتیں ان کی بڑائی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں۔ بہرحال انہوں نے چھریوں سے ہاتھوں پر چھریٹیں ڈال لیں۔ یہ کس لئے تھا؟ مفسرین نے سمجھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے حسن کی وجہ سے بے اختیار ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ مگر اول تو حسن کا ذکر کہیں نہیں اور دوسرے اگر یہ ان عورتوں کے مکر کا حصہ نہ ہوتا کہ چھریوں سے چھریٹیں ڈال حضرت یوسفؑ کو کہیں کہ یا تو ہماری سہیلی کی بات مانو ورنہ ہم تم پر الزام لگائیں گے کہ تم نے ہم سے ہاتھا پائی کی جس کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں پر اپنے بچاؤ میں چھریٹیں آئیں۔ تو اگر یہ چال پہلے سے سوچی سمجھی نہ ہوتی تو پہلے سے ہر ایک عورت کو چھری دینے کا مقصد کیا تھا؟
بہرحال جب ان عورتوں کے بناؤ سنگھار عشوے غمزے اور بالآخر اس دھمکی کا کہ ہماری سہیلی کی بات مانو ورنہ ہم سب اس کی تائید میں تم پر الزام لگائیں گی کہ تم نے نہ صرف اس پر دست درازی کی تھی بلکہ ہم پر بھی کی تھی (جس کا ثبوت وہ ہاتھوں پر چھریٹیں تھیں) تو اس دھمکی کا بھی اثر نہ ہوا تو وہ عورتیں بے اختیار بول اٹھیں کہ حاش للّٰہ ما ھذا بشرا ان ھذا الّا ملك کریم۔ (حاش للہ یہ انسان نہیں یہ تو ایک بزرگ فرشتہ ہے)
اب دیکھئے کہ عورتیں جو اس وقت کی سوسائٹی میں عادی تھیں کہ عورت کے ذرا سے اشارہ پر مرد پھسل جائے اس ظاہرہ عصمت وعفت پر حیران رہ گئیں۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ یہ تو انسان نہیں ورنہ پھسل جاتا۔ یہ تو ایک بزرگ فرشتہ ہے۔ اول تو فرشتہ اپنے حسن کی وجہ سے مشہور نہیں بلکہ اپنی نیکی کی وجہ سے مشہور ہوتا ہے اور پھر لفظ بزرگ نے بالکل واضح کر دیا کہ یہاں فرشتوں کی سی نیکی مراد ہے نہ کہ حسن۔
ان عورتوں نے جو دھمکی دی تھی اس کی سزا قید خانہ تھی تو حضرت یوسفؑ نے قال ربّ السجن احبّ الیّ مما یدعوننی الیہ والّا تصرف عنّی کیدھن اصب الیھن واکن من الجاھلین (ترجمہ: اے میرے رب مجھے قید اس سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف یہ عورتیں بلاتی ہیں اور اگر تو ان کی چال کو مجھ سے نہ پھیر دے گا تو میں ڈر ہے کہ ان کی طرف مائل نہ ہو جاؤں اور جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤں)۔ یہاں بجائے واحد کے عورتوں کے لئے جمع کا صیغہ آنا بتاتا ہے کہ یہ سب ان عورتوں کی مل کر چال تھی نہ کہ محض زلیخا کی دھمکی تھی اور نہ یہ ان عورتوں کا دکھ تھا پر حضرت یوسفؑ کے حسن سے متاثر ہو کر بے اختیار اپنے ہاتھ کاٹ لینا تھا بلکہ ان کی سکیم کی ایک چال تھی۔ اور ان عورتوں کی دھمکی کے پورا ہو جانے کی وجہ سے ہی حضرت یوسفؑ قید خانہ میں گئے ورنہ زلیخا کے الزام لگانے پر تو قمیص کی گواہی پر بری ہو چکے تھے۔
پھر جب بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو قید خانے سے بلایا تو حضرت یوسفؑ نے انکار کیا کہ جب تک ان عورتوں کے مکر اور الزام سے بریت نہ ہوگی میں باہر نہیں آؤں گا۔ اگر حضرت یوسف کے جیل خانے کا تعلق ان عورتوں کے مکر سے نہ ہوتا تو وہ یہ شرط ہی کیوں لگاتے؟ وہاں بھی حضرت یوسف ان عورتوں کے الزام کو ہاتھوں کی چھریٹوں سے منسوب کرتے ہیں۔ جب انہوں نے فرمایا ما بال النسوۃ الّتی قطعن ایدیھن ان ربّی بکیدھن علیم (ترجمہ: ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرا رب ان کی چال سے خوب واقف ہے) تو ثابت ہوا کہ چھریوں کا پہلے سے دیا جانا اور بعد میں چھریوں کی چھریٹوں پر حضرت یوسفؑ کو ملزم قرار دے کر جیل خانہ میں ڈالا جانا یہ سب پہلے سے سوچی سمجھی چال تھی نہ کہ اچانک حضرت یوسف کے حسن کو دیکھ کر ان عورتوں کا بے اختیار ہاتھ کاٹ لینا تھا جیسا کہ اکثر مفسرین نے غلط سمجھا ہے۔
بہرحال حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں پہلے تو زلیخا نے الزام لگایا پھر اس کی سہیلیوں نے مل کر لگایا تھا۔ اس لئے وہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کی بریت انہی عورتوں کے بعد میں گواہی دینے سے کرائی کہ یہ آپ کا قصور نہیں تھا۔ اور جب زلیخا نے دیکھا کہ اس کی سہیلیوں نے حق بات کہہ دی تو اس نے بھی اقرار کر لیا کہ ہاں یوسفؑ سچا تھا۔ اور جب کئی سال گذر چکے تھے اور حضرت یوسف نے ان عورتوں کے الزام کی وجہ سے اتنے سال (بعض روایتوں کے مطابق بارہ سال) اس زمانہ کے تنگ وتاریک قید خانہ میں گذارے تو ان عورتوں کو بھی رحم آگیا کہ ان کے مکر کی وجہ سے اس بے گناہ انسان کو اس قدر تکلیف اٹھانی پڑی اور زلیخا کے عشق کا بھوت بھی بڑھاپے نے ٹھنڈا کر دیا اور جب اس کی سہیلیوں نے حق بات کہہ دی تو اسے بھی اعتراف کرنا پڑا۔
غرض وہاں فریقین میں سے ایک یعنی زلیخا کا الزام تھا جس کی تائید میں کئی عورتوں نے بھی الزام لگایا اور گواہی دی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانی گواہی کے ذریعہ ہی حضرت یوسف کی بریت کی اور گواہی بھی متہم انہی عورتوں کی تھی۔ حضرت عائشہؓ کے واقعہ میں نہ تو کسی صحابیؓ نے نعوذ باللہ کوئی الزام لگایا تھا نہ کوئی دوسری گواہی تھی۔ محض ایک سیدھے سادے واقعہ کو چند سیاہ باطن لوگوں نے توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا تھا اس لئے وحی الٰہی نے جہاں حضرت عائشہؓ کی بریت کی وہاں واضح کیا کہ بات کیا تھی جس پر بات کا بتنگڑ بن گیا۔
آج کل بھی روزانہ اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی بھی پاک دامن عورت اتفاقیہ کسی پاک دامن مرد کے ہمسفر ہو جاتی ہے مگر کسی پاک باطن انسان کے تو کیا دوسروں کے بھی دل میں شک نہیں گذرتا۔ تو واقعہ افک میں سوائے شرارت کے اور کوئی بات نہ تھی۔ اسی طرح کا بہتان یہودیوں نے حضرت مریمؑ پر بھی لگایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے محض وحی سے ان کی بریت کی جب فرمایا وعلیٰ مریم بھتانا عظیما (اور مریمؑ پر انہوں نے بہتانِ عظیم لگایا) تو اللہ تعالیٰ نے محض وحی سے ان کی بریت کی۔ گو یا لفظ بہتان کہہ کر آپ کی بریت کی۔
میں نے اگر یہ مضمون لکھنے کی ضرورت سمجھی تو وہ محض سائل کے سوال کے جواب کو رفاہ عامہ کے لئے شائع کرنے کے لئے نہیں بلکہ مسلمان پاکستانیوں کو یاد دہانی کرانے کے لئے لکھا ہے (کیونکہ اکثر لوگ قرآن کریم یا تو پڑھتے ہی نہیں یا بلا ترجمہ تبرک کے طور پر پڑھتے ہیں یا اس کے احکام کو بھولے ہوئے ہیں) کہ کسی عورت کی نسبت کوئی بری خبر ملے تو نہ تو فوراً اس پر یقین کر لینا چاہیئے نہ اس بات کو آگے بڑھانا چاہیئے۔ اس بری عادت سے بے شمار پاک دامن عورتوں کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور سخت سزا کا وعید دیا ہے۔

بقیہ از صفحہ ۲

بقیہ از صفحہ ۲

ما تارہا۔ پسماندگان میں بیوہ، پانچ بیٹیاں، چار بیٹے اور ایک سو سے زائد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ مرحوم افغانستان کے سابق بادشاہ امان اللہ کے بیٹوں کو کسرت کرایا کرتے تھے۔
دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی مغفرت کی دعا کی جائے۔

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دوسرے احباب تک پہنچائیں

حافظ محمد حسن چیمہ صاحب

علم و عمل کی آمیزش سے مطالعۂ قرآن کی ایک نئی تحریک

(بسلسلۂ اشاعت مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۷۲ء)

توحید پیر پرستی کے منافی ہے

یہ جاہل انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ خدائے واحد کے تذکرہ پر منہ بناتا ہے اور ماسوا اللہ کسی کو معبود کے طور پر پیش کیا جائے تو خوش ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن اس قسم کی کوئی جرأت انسان کو کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ جابجا ہر اس امکان کی نفی کر دیتا ہے جس سے کوئی انسان کسی غیر کو الٰہی خصوصیات کا حامل ظاہر کرے۔ اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے: "اذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون۔ جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس کے سوا ہیں، تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

بہت سے احمدیوں کو جو اس وقت بقید حیات ہیں، یہ واقعہ یاد ہوگا کہ احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ اپنے وعظوں میں خدا کی توحید اور نبی کریم صلعم کی رسالت بیان کرتے رہتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر نہیں کرتے۔ گو سوال لغو تھا کیونکہ حضرت مولانا نور الدینؓ تو حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے بڑے فدائی تھے۔ وہ اپنے آقا کا ذکر کیوں نہ کرتے مگر اس کے اندر ایک مخفی سی چبھن تھی۔ جس کی وجہ سے یہ غیور انسان بھڑک اٹھا اور اس نے غیرت دینی اور توحید پر زبردست ایمان اور رسالت نبیؐ پر پورا یقین رکھنے کی وجہ سے علی الاعلان اس جگہ جہاں بعد میں مسجد احمدیہ بلڈنگس تعمیر کی گئی، حضرت مسیح موعودؑ کے روبرو (کیونکہ حضورؑ خود اس مجلس میں موجود تھے) خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ نور الدینؓ اپنے وعظوں میں مرزا[1] کا نام نہیں لیتا تھا قرآن کریم

[1] حضرت مسیح موعودؑ کے پورے احترام کے باوجود محض "مرزا" ہی کہنے پر اکتفا کیا گیا۔ یہ انداز تکلم بھی اپنے اندر احترام لئے ہوئے تھا)

ایسے لوگوں کے متعلق فرماتا ہے واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون۔ حضرت مولیناؒ نے حضرت مسیح موعودؑ کے روبرو یہ جواب دے کر اپنے موحد ہونے کا ثبوت مہیا کر دیا۔

پیدائش مسیح علیہ السلام اور حضرت مسیح موعودؑ

آج ہم کو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ لوگ بار بار قرآن کیوں پیش کرتے ہیں اور نبی کریم صلعم کا وہ مناظرہ جو حضورؐ نے نجران سے آمدہ عیسائی وفد سے کیا تھا کیوں پیش کیا جاتا ہے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسٰیؑ بن باپ پیدا ہوا ہے۔ دوستوں کے ان اقوال سے ہماری غیرت بھڑک اٹھی ہے اور ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم کے زبردست اصرار اور بار بار کے تکرار سے منہ پھیر لیں جس سے قرآن کریم کی بے شمار آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بالکل اسی طرح اپنے باپ کے نطفے سے پیدا ہوئے جس طرح عام انسان پیدا ہوتے ہیں۔ اور جس قاعدے سے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ میں سے کسی کو بھی اس مخالف عقیدہ کے لوگ بھی مستثنےٰ قرار نہیں دیتے۔ اس موقعہ پر ہم بھی بیان کئے دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ جب تک آپ کو خدا کی طرف سے بذریعہ الہام کوئی مسئلہ منکشف نہ ہو تو وہ اس کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا کرتے تھے۔ جب قرآن ایک طرف ہو اور اس کی تشریح نبی کریمؐ نے خود فرما دی ہو اور تاریخی شواہد اس کے مؤید ہوں اور عقل، فہم و فراست اور بعض مفکرین اسلام نے اس موضوع کی بڑی تفصیل سے وضاحت کر دی ہو تو حضرت مرزا صاحبؑ کے قلب کی کیفیت یوں ہو کہ ایک شخص مولوی امام الدین صاحب (جو غالباً گجرات کے رہنے والے تھے) نے ماہ ستمبر ۱۸۹۴ء میں حضورؑ کو ایک خط لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش کے متعلق ان کا کیا موقف ہے تو حضورؑ نے مولوی عبد الکریم صاحبؓ سے جو جواب لکھوایا اس کے الفاظ یوں ہیں:-

"عرض ہے کہ جناب (مسیح موعودؑ) کی توجہ آج کل ایسے امور مہمہ دینیہ کی طرف متوجہ ہے کہ آپ ان سے کسی اور جانب توجہ نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہٗ نے اس بارہ میں کچھ انکشافات کئے تو ضرور آپ کو اطلاع دی جائے گی مگر توجہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ جب مصلحت عام کے لئے اپنے نزدیک کوئی امر ضروری پاتا ہے، تو اس کی طرف خود ہی اپنے بندہ کی توجہ معطوف کر دیتا ہے۔"

(عاجز عبد الکریم از قادیان ۱۲ ستمبر ۱۸۹۴ء)

یہ امر حق ہے کہ کئی صدیوں تک حضرت مسیحؑ کی وفات کے متعلق کبھی آئمہ اسلام کی توجہ منعطف نہ ہوئی اور اس مسئلے کا انکشاف کرنے والا سب سے بڑا پہلوان یعنی حضرت مرزا صاحبؑ خود بھی ایک عرصہ تک حیات مسیحؑ کے عقیدہ کے قائل رہے۔ جن دنوں وہ اپنا ایسا عقیدہ رکھتے تھے، اس وقت بھی مسیحؑ زندہ نہ تھے بلکہ دو ہزار برس قبل فوت ہو چکے تھے۔ حقیقتیں اپنی جگہ پر قائم رہتی ہیں خواہ اسے کوئی مانے یا نہ مانے اور خواہ ماننے والا یا نہ ماننے والا کتنا ہی بڑا انسان ہو۔ ویسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور مسیح موعودؑ اس عقیدہ سے خوب واقف تھے کہ انسان کا بچہ عورت اور مرد کے ملے جلے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے: انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج۔ ہم نے انسان کو ملے (جلے) ہوئے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۵۰ پر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:-

"ظاہر ہے کہ بچہ صرف عورت ہی کی منی سے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ عورت اور مرد دونوں کی منی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے اخلاقی رجحان بھی صرف ماں سے مشابہت نہیں رکھتے بلکہ ماں باپ دونوں سے مشابہت رکھتے ہیں"

پھر چشمۂ معرفت صفحہ ۱۱۴ میں یوں فرمایا:-

"اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ بچہ کو روحانی اخلاق کچھ باپ سے حاصل ہوتے ہیں اور کچھ ماں سے جیسا کہ اس کی جسمانی صورت بھی ماں باپ میں مشترکہ ہوتی ہے"

ہمارے موقف کی مزید تائید حضرت صاحبؑ کی کتاب "کشتی نوحؑ" کے صفحہ ۱۷ کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہوتی ہے:-

"مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریمؑ کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیحؑ کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدس سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں۔"

پھر اسی پر ایک حاشیہ لکھا ہے کہ:-

"یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنے سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔"

ایک نکتہ

ہم یہ مضمون یہاں تک لکھ چکے تھے کہ کتاب "عیون زمزم فی میلاد عیسٰے ابن مریم" مصنفہ حافظ عنایت اللہ صاحب خطیب مسجد اہل حدیث گجرات ہمیں مل گئی۔ اس کے صفحہ ۱۲۲ پر حافظ صاحب لکھتے ہیں:-

"فتمثل لھا بشرا سویا کی بابت عام طور پر یہی شائع ہے کہ وہ فرشتہ جبرائیل جو خوبصورت جوان مرد کی شکل لے کر آیا تھا۔ مگر تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود نے ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد (اس کا شوہر) یوسف نجار ہے جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔"

اس سے ہمیں یہ خیال ہوا کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے اور اس کی مثالیں بھی موجود ہیں کہ مرد کو شادی سے قبل، شادی کی بشارت دی جاتی ہے اور اس کی ہونے والی بیوی اسے خواب میں دکھا دی جاتی ہے۔ ایسا نظارہ دیکھنے والا مرد نیک اور صالح ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض نیک اور صالحہ خواتین بھی ایسی ہیں جن کو شادی سے قبل ان کا ہونے والا نیک اور صالح خاوند بشارت کے طور پر دکھا دیا جاتا ہے ایسا ہی حضرت مریم کے سلسلے میں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بیک وقت دو بشارتیں ملتی ہیں ایک تو نیک اور صالح مرد سے ان کی شادی کی نوید ہے جو کہ ان کے منذورہ ہونے کے باوجود عمل میں لائی جانی مقدر تھی اور دوسری بشارت اس نکاح کے نتیجہ میں حضرت مریمؑ کے بطن اور اس کے خاوند کے نطفہ سے ایک عظیم الشان انسان کی پیدائش کی بشارت تھی جس نے دنیا کا جلیل القدر نبیؑ ہونا تھا۔

. . . .

ایک اور نکتہ

قرآن کریم میں لکھا ہے بدیع السموات والارض انی یکون لہ ولد و لم تکن لہ صاحبۃ -

آسمان اور زمین کا عجیب پیدا کرنے والا اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے
بیٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی کوئی بیوی نہیں - یہ استدلال اس حقیقت پر مبنی ہے کہ بیٹے کی پیدائش کے لئے زوجین کا ہونا لازمی ہے یہاں تک کہ خود خدا کے ہاں بھی بیٹا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ میاں کی شادی نہ کر دی جائے اور اس کے لئے کوئی موزون زوجہ جمیلہ مہیا نہ کر دی جائے - لیکن یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ تمام کائنات کا خالق ہے - اس کی مخلوق تو ہو سکتی ہے مگر مولود کوئی نہیں ہو سکتا - یہی معنی ہیں لم یلد ولم یولد کے - بالکل یہی دلیل حضرت مریمؑ نے اس بشارت کے جواب میں دی تھی جس میں ایک لڑکے کی پیدائش کی نوید تھی - اس نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میرا کوئی صاحب نہیں - ایسا لڑکا تو خدا کے ہاں بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی کوئی صاحبہ نہیں - اسی لئے اسے بشارت دینے والا بشراً سویا کی شکل میں ظاہر ہوا - گویا یہ بتانے کے لئے کہ اسے بی بی مریمؑ! خدا کے لئے صاحبہ تو کوئی نہیں میسر ہو سکتی تھی مگر بشارت دینے والے کو دیکھ لو - اسی خد و خال کا ایک صاحب تمہیں میسر ہو جائے گا - چنانچہ یوسف نجار کی شکل میں وہ میسر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک وجیہہ لڑکا عطا فرمایا ——— ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ بی بی مریمؑ کو جناب الٰہی سے دو بشارتیں ملی تھیں - ایک بشراً سویاً (نیک اور صالح مرد) سے شادی کی اور اسی شادی کے نتیجہ میں ایک فرزند ارجمند کے پیدا ہونے کی -

حضرت نبی کریم صلعم کا فیصلہ

اُوپر کی سطور میں ہم نے خدا کا فیصلہ تو سامنے رکھ دیا ہے کہ خدا کے ہاں بھی بیٹا نہیں ہو سکتا جب تک اس کی کوئی زوجہ نہ ہو - ہمیں یہ معلوم ہے کہ اس مظلوم امت میں بعض ایسے عناصر اور فرقے موجود ہیں جو حدیث کو قرآن پر قاضی سمجھتے ہیں - اور وہ حدیث کو قرآن کا ناسخ قرار دینے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے - ہم ایسے بزرگواروں کی توجہ اس عظیم الشان اور سب سے پہلے اور سب سے زیادہ فیصلہ کن مناظرے کی طرف منعطف کراتے ہیں - جو سب سے بڑے انسان یعنے خود حضور نبی کریمؐ اور نجران کے غالی عیسائیوں کے ایک وفد کے اراکین ...
آگیا اور صحابہ کی موجودگی میں سوال و جواب ہوئے - حضورؐ نے اس موضوع پر جس طرح اظہار خیال فرمایا اور حضور صلعم کی زبان مبارک سے جو فیصلہ صادر ہوا وہ معقول بھی ہے اور ناطق بھی - یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو اوراق تاریخ پر سونے کی کرنوں سے لکھا جا چکا ہے اور کسی کی پیدا کی ہوئی ظلمتیں اس کو دھندلا نہیں سکتیں - اگر ہم اس موضوع پر ایک حرف بھی نہ لکھتے اور صرف حضورؐ کا یہ فیصلہ شائع کر دیتے تو یقیناً یقیناً ہم ساری ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتے - ہم نے اس سے ماسبق سطور میں قرآن کی جو آیات نقل کر کے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی ہیں اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ قرآن کو بہرحال مقدم رکھا جائیگا اور جب حضور کا فیصلہ پیش کیا جائے تو لوگوں کو موقعہ ملے کہ وہ اس فیصلہ کو قرآن کی روشنی میں دیکھ لیں اور دونوں میں تطبیق دے کر اپنے فرسودہ خیالات کو چھوڑ دیں جن کی وجہ سے نہ حضرت مریمؑ کی عزت افزائی ہوتی ہے اور نہ ہی حضرت عیسےٰؑ کی فوق البشریت ثابت ہوتی ہے -

یاد رہے کہ اس مناظرہ سے قبل سورۃ مریم مکہ میں نازل ہو چکی تھی جس میں حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش کے حالات درج ہیں - حضورؐ پر ہی یہ سورۃ نازل ہوئی تھی اور حضور صلعم اس کے ایک ایک حرف اور اس کے معانی و معارف سے کماحقہٗ واقف تھے - خود نجران کے اراکین وفد جو بڑے عالم اور رہبان قسم کے لوگ تھے، اسلامی تحریک کے اس وقت کے لٹریچر سے ناواقف نہ تھے - ایسے حالات میں اس مناظرے کو بڑی اہمیت حاصل ہے حضورؐ کے فیصلہ کے بعد نجران کے عیسائیوں نے سورۃ مریم سے کوئی حوالہ نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ اس سورۃ کے الفاظ سے مسیح بن باپ ثابت ہوتے ہیں - ممکن ہے اگر اس وقت ہمارے ہاں کا کوئی مولوی ہوتا تو ان کی رہبری کر دیتا - یہ اللہ تعالےٰ کا اسلام پر بڑا احسان ہے کہ اس وقت اس قسم کے ملا لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے -

عیسائیوں نے اشارۃً سورۃ مریم سے استدلال مدنظر رکھ کر حضورؐ سے پوچھا کہ حضرت مریمؑ کو حمل کیسے ہوا تھا - اس سوال کو سن کر حضورؐ کو کسی غور و فکر کی ضرورت محسوس نہ ہوئی - معاً آپؐ ...
بیں کہ جس طرح عورتیں بچوں کو حمل میں لیتی ہیں - کیا تہذیب اور شائستگی ہے کیسی شیریں گفتاری اور انداز تعالی ہے کہ چند خوبصورت الفاظ میں حضورؐ نے اپنا مدعا بیان کر دیا - اور مخاطبوں کے تخیل کو تحریک دی کہ وہ حمل کے تمام لوازمات - عوامل اور ماحول کو خود تشخیص کر لیں - کیونکہ اس حمل زیر بحث کے وقت بھی وہی ماحول اور وہی لوازمات موجود تھے -

اس جواب کے بعد وفد کے اراکین پر سکتہ چھا گیا اور پھر اس پر مزید کوئی اعتراض نہ کیا کہا تو صرف یہ کہ اگر یہ حمل بھی عام فطری قاعدے کے ماتحت ہوا ہے تو اس حمل کی ذمہ دار شخصیت مختص کر دی جائے - اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ گو حمل تو اسی طریق پر ہوا ہو جیسے مجامعت سے، تو یہ ضروری نہیں کہ اس مجامعت کا مرتکب کوئی انسان ہو - یعنے فرشتہ ہو سکتا ہے - یا معاذ اللہ خود خدا کی ذات - چنانچہ ان کے اپنے الفاظ یہ تھے - اگر حمل عام قاعدے کے مطابق ہوا ہے تو مسیحؑ کا باپ کون تھا - اس سوال پر بھی حضورؐ کو کوئی پریشانی نہ ہوئی اور نہ ہی غور و فکر کی ضرورت پڑی - اس وقت بے ساختہ آپؐ کی زبان مبارک سے یہ تاریخی الفاظ نکلے جن پر ہزار فلسفے اور لاکھوں حکمتیں قربان ہیں :-

الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا وھو یشبہ اباہ

کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی بیٹا نہیں ہوتا مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے - کیسا خوبصورت کیسا مدلل، معقول اور مبنی بر حقیقت، مطابق فطرت جواب ہے - فرمایا اگر عیسےٰؑ کی ظاہر شکل و صورت انسان کی تھی تو یقیناً اس کا باپ بھی انسان تھا - اگر اس کی شکل کسی اور جنس کے فرد کی طرح تھی تو وہ بھی اسی جنس سے متعلق ہیں -

اب صاف ظاہر ہے کہ عیسےٰؑ انسانوں کی شکل رکھتے تھے - انسانوں کی طرح بود و باش بھی - انسانوں کی طرح وہ کھاتے پیتے تھے - جیسا کہ حضورؐ نے اسی مناظرے میں حضرت مسیحؑ کے متعلق اسی قسم کے الفاظ استعمال کر کے ان کو انسان ثابت کیا ہے -

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس بدقسمت امت میں اور بھی کئی قسم کے طبقے موجود ہیں جنہیں نہ قرآن سے تسلی ہو سکتی ہے اور نہ ...
روایات کا اتنا وسیع میدان ہے کہ اس میں داخل ہو کر کوئی شخص سلامت نہیں نکل سکتا - مقام شکر ہے کہ اس سلسلہ میں حال ہی میں اللہ تعالےٰ نے ایک شخص حافظ حاجی مولوی عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی جو اہل حدیث فرقہ کے ممتاز اور میرے نزدیک ممتاز ترین عالم ہیں اور مسجد اہل حدیث گجرات کے خطیب ہیں - حضرت عیسیٰؑ کے بلا باپ ہونے کے عقیدہ کے علمبردار ہو کر میدان میں نکل آئے ہیں - انہوں نے قرآن سے بھی اور حدیث سے بھی مکمل طور پر اسی عقیدہ کے حق میں منطقی استدلال کرتے ہوئے تدبر اور فہم کی عام راہیں کھول دی ہیں اور روایات کی تمام اقسام کو زیر بحث لا کر حامیان روایات کا منہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے - انہوں نے اس موضوع پر تین ضخیم اور مبسوط کتابیں لکھی ہیں جن کا ذکر ہم اُوپر کر آئے ہیں - جو اس میدان کی سیر کرنا چاہتا ہے وہ ان کتابوں کا مطالعہ کرے - یہ کتابیں انجمن اہل حدیث دار الحدیث گجرات سے مل سکتی ہیں - (باقی ——— باقی)

سمر سکول ایبٹ آباد کی افادیت

ہماری جماعت میں سے ماسٹر اللہ بخش صاحب ایم اے اس دفعہ سمر سکول ایبٹ آباد میں گئے تھے - وہ پہلے نہ نمازی تھے اور نہ ہی مسجد میں آتے، اور نہ ہی حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں پڑھتے، لیکن اب سمر سکول کی حاضری سے پکے احمدی - پکے نمازی اور مسجد میں باقاعدہ حاضری دیتے ہیں - لیکن اب سمر سکول نے ان کی حالت کو بدل کر رکھ دیا ہے - یہ مقامی جماعت احمدیہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے - میری دلی خواہش ہے کہ اس سمر سکول کو پندرہ روزہ ہی رکھا جائے مگر دو شفٹوں کی بجائے چار حصوں میں کر دیا جائے - شیخ اللہ بخش سیکرٹری احمدیہ

یادِ رفتگان

کرنل بشیر حسین صاحب مرحوم کے اوصاف حمیدہ

"بشیر حسین نمبر" کی اشاعت کے بعد آپ کی یاد میں کچھ اور خطوط اور قرار دادیں موصول ہوئی ہیں جو ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہیں: ——————

جناب سید کرنل بشیر صاحب

کی وفات پر گجرات کی جماعت نے بڑا افسوس کا اظہار کیا ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کی گئی۔ اس عظیم انسان کی وفات پر انجمن میں بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جو پُر نہیں ہو سکتا۔ جناب کرنل مرحوم نیک سیرت فرشتہ خصلت اور خوبصورت انسان تھے بنی نوع انسان کے خیر خواہ تھے، پچھلے سال امروز اخبار میں جیلوں کی اصلاح کے متعلق بہت بڑا مضمون چھپا تھا جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر حکومت کرنل بشیر شاہ صاحب کی تجویز کردہ قرار داد اور مفید پروگرام پر عمل کرے تو جیلوں کی اصلاح اور درستی ہو سکتی ہے اور قیدیوں کو بھی امن وسکون اور آرام میسر ہو سکتا ہے۔

۲۔ گجرات شہر میونسپل کمیٹی کی حدود میں مجھے حکومت نے زمین الاٹ کی تھی، اتفاق سے وہ اوقاف کی زمین ثابت ہوئی۔ حکومت نے اس پر قبضہ کر کے پٹہ پر زراعت کے لئے دے دی، اوقاف کا بڑا چیف سیکرٹری لاہور رہتا تھا۔ اس لئے میں مسلم ٹاؤن کرنل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کرنل صاحب نے اندر سے بہت سے مالٹے اور چاقو لا کر میز پر رکھ دیئے۔ فرمایا خوب کھاؤ۔ میں ایک مالٹا کھا کر بس کر گیا۔ فرمایا کھاؤ اور اٹھ کر اپنے ہاتھ سے مالٹے چیر چیر کر میرے آگے رکھتے تھے اور کہتے تھے تکلف کرنے کی ضرورت نہیں، اور کھاؤ۔ جب مجھے چیف سیکرٹری صاحب کی طرف چٹھی لکھ کر دی، تو اس میں لکھا تھا کہ ایسے مسکینوں کا کام کر کے ان سے دعائیں لو اور خدا کی رضا حاصل کرو۔ ہم آپ کے بہت ممنون ہوں گے۔ مکان سے باہر آ کر فرمایا۔ اس کو کہو کہ "وہ تیرا کام کرے ورنہ میں دفتر میں آ کے ماروں گا"۔ جب میں نے کرنل صاحب کی چٹھی چیف سیکرٹری کو دکھائی تو اس نے کچھ معذرت اور معذوری و مجبوری ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ کرنل صاحب نے ایک اور بات بھی کہی تھی، تو چیف سیکرٹری صاحب نے فرمایا کہ ہاں اس نے یہ کہا ہوگا کہ میں آ کے مار کٹائی اور گوشمالی کردوں گا۔

جس زمانہ میں آپ ہسپتالوں کے ڈائرکٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت کرنل بشیر شاہ صاحب سے میں نے گجرات کے اسسٹنٹ سول سرجن کے لئے سفارش کی تھی۔ کہ وہ آپ کی مہربانی کا عرصہ سے انتظار کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، مرزا صاحب سے کہو، وہ آپ کا کام کرے۔ میں نے کہا کہ انہوں نے ہی تو مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اتنے میں مرزا حمید الرحمٰن صاحب بھی تشریف لے آئے، شاہ صاحب نے فرمایا "تو حافظ صاحب کا کام کیوں نہیں کر دیا"۔

مرزا صاحب نے کہا۔ جناب آپ نے ہی کرنا ہے۔ فرمایا اچھا میرے آرڈر کرا دو۔ چنانچہ اس میرے دوست ڈاکٹر کو طلب فرمایا گیا اور کچھ دن بعد پکا سول سرجن کر کے اس کی حسب منشاء سرگودھا میں تعینات کر دیا گیا۔

پچھلے سالانہ جلسہ کے اختتام پر کرسیاں خالی پڑی تھیں اور لوگ ادھر ادھر دوستوں سے مل رہے تھے۔ اس وقت سید کرنل بشیر شاہ صاحب ایک کرسی پر اکیلے غور سے مسجد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے اس وقت ان سے مصافحہ کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

حاصل کلام: حضرت کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب اسلام کے مبلغ اور احمدیت کے سچے خادم مخلص اور جاں نثار تھے۔ خدا ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

چو ختم الانبیاء ہم رفت گو آخر کہ ماند
بجز۔ ذات مقدس قادر قیوم ہمدانی

احقر العباد۔ حافظ محمد ادریس
آنریری مبلغ۔ سرسید گلی ریلوے روڈ گجرات

. . . .

احمدیہ فارم اوکاڑہ کا تعزیتی جلسہ

۲۴ نومبر ۱۹۷۲ء کو جامع احمدیہ چک $\frac{6}{4-L}$ احمدیہ فارم میں بیادگار جناب کرنل سید بشیر حسین صاحب مرحوم و مغفور ایک تعزیتی جلسہ زیر صدارت جناب چوہدری لئیق الرحمٰن صاحب منیجر احمدیہ فارم بعد از نماز جمعۃ المبارک منعقد ہوا جس میں مرحوم کا غائبانہ جنازہ پڑھا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔ کرنل صاحب کی وفات ایک قومی اور ملی خسارہ عظیم ہے۔ مرحوم اخلاق حمیدہ اور اعمال حسنہ کے مجسم پیکر تھے۔ خدا تعالیٰ فردوس ان کو جنت الفردوس میں مرفوع الدرجات بنائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اس ریزولیوشن کی نقول اخبار پیغام صلح میں بغرض اشاعت اور ان کے صاحبزادہ کو مسلم ٹاؤن میں ارسال کی گئیں۔

ماسٹر شفقت رسول خان۔ سیکرٹری جماعت احمدیہ چک $\frac{6}{4-L}$ احمدیہ فارم تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال۔

جماعت احمدیہ واہ کینٹ کی قرار داد تعزیت

یکم دسمبر ۷۲ء کو بعد از نماز جمعہ جماعت احمدیہ واہ کینٹ کا ہنگامی اجلاس ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل قرار داد منظور کی گئی۔

(۱) جماعت احمدیہ واہ کینٹ کرنل سید بشیر حسین کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔

(۲) سید مرحوم کی موت کو عظیم قومی نقصان یقین کرتی ہے۔

(۳) ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے رب العزت کے حضور میں دعا کرتی ہے اور ان کی بیگم صاحبہ اور سوگوار خاندان کو یقین دلاتی ہے کہ یہ جماعت ان کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر آن اپنی نصرت اور فضل سے نوازتا رہے۔ آمین!

فیصلہ ہوا کہ اس قرار داد تعزیت کی ایک نقل سید مرحوم کی بیگم صاحبہ کو ارسال کی جائے۔ والسلام۔

خاکسار۔ میاں بشارت احمد بقا۔ صدر جماعت احمدیہ واہ کینٹ۔

اظہار تعزیت

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم

پیغام صلح کا تازہ شمارہ نظر سے گذرا جس میں کرنل بشیر صاحب مرحوم کا ذکر خیر تھا۔ میرا کرنل صاحب سے کوئی لمبا چوڑا تعارف نہیں تھا۔ ایک واقعہ البتہ مجھے یاد ہے جس کا ذکر کرنا ضروری ہے:-

میں ۱۹۵۹ء میں سیکورٹی آف پاکستان ایکٹ کے تحت بغیر مقدمہ چلائے نظر بند تھا۔ اسی دوران سردیوں میں مجھے گھر سے دُور منٹگمری جیل ٹرانسفر کر دیا گیا۔ کچھ دن وہاں گذارے۔ جیل کے کارپردازان کا سلوک انسانیت سوز تھا۔

آخر ایک دن پتہ چلا کہ آئی جی پرزنز کرنل بشیر صاحب دَورے پر آ رہے ہیں۔ اس دن جیل کے کارپردازوں نے خاص اہتمام کیا۔ کرنل صاحب اس "چکی" پر بھی تشریف لے گئے جہاں نظر بند تھے۔ انہوں نے ہر نظر بند کا حال پوچھا۔ لاہور کا ایک سیاسی کارکن یورش کاشمیری (لیکن آپ شورش نہ پڑھیں) پنجاب سیفٹی ایکٹ کے ماتحت نظر بند تھا۔ اس کا ایک ہاتھ کسی حادثہ میں ٹوٹ چکا تھا۔ اس سے کرنل صاحب کمال شفقت سے پیش آئے۔

ایک اور چکی پر تین غیر مسلم جو صوبہ جموں سے تعلق رکھتے تھے سمگلنگ اور جاسوسی میں عرصہ سے نظر بند تھے۔ ان سے بھی جیل والے نامناسب سلوک کرتے تھے۔ میں نے کرنل صاحب کو کہا کہ یہ بے شک غیر مسلم ہیں لیکن جموں اور کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو چائے وغیرہ دیا جایا کرے۔ کرنل صاحب نے کمال مہربانی سے کام لے کر ان غیر مسلموں کے لئے چائے دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ عام حالات میں یہ اس کے مستحق نہ تھے۔

اس موقعہ پر میں نے محسوس کیا کہ کرنل صاحب مرحوم کے سینے میں ایک انسان کا دل ہے۔ اس قسم کے لوگ خال خال ہی دنیا میں ہوا کرتے ہیں۔

والسلام۔ میر عبد العزیز۔ ایڈیٹر روشنی
P-429۔ بنّی راولپنڈی

چیمہ صاحب سے اظہار تعزیت

(۱) راولپنڈی سے:-

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مورخہ $\frac{12}{2}$ کو مسجد مبارک راولپنڈی میں بعد از نماز جمعہ جناب میاں شریف احمد صاحب کی زیر صدارت ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن

(بسلسلہ صفحہ ۹)

پاس کیا گیا:-

یہ اجلاس محترم چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب کے فرزند چوہدری ضیاء الحسن ڈائرکٹر محکمہ تعمیرات گورنمنٹ پاکستان کی اچانک وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہے کہ وہ ہمارے مرحوم بھائی کو اپنے جوار رحمت میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ اور ان کے اعزہ واقربا کو یہ نقصان عظیم برداشت کرنے اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اجلاس محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے لئے دست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب اور ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو برائے اشاعت بھیجی جائیں۔

خاکسار خواجہ محمد نصیر اللہ
آنریری سیکرٹری جماعت راولپنڈی

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۱

[illegible] نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۷۳ء | نمبر ۲

قربانی اور عید اضحیٰ کے مسائل

۱- عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا خوشی کرنا منتائے اسلام ہے۔ نماز پڑھ کر گھروں میں گھس کر بیٹھنا یا سو کر دن کاٹ دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۲- ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:
اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد
ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۳- قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے۔ ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۴- قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ دلوں کا تقوےٰ خدا تک پہنچتا ہے ـــــ پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل وہ خدا کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذباتِ حیوانیہ کو خدا کی رضا کے آگے قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے۔ جب تک یہ تقوےٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

۵- قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے، بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں، جن سے بچنے کا اہتمام چاہیئے

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

بحرِ حکمت کے موتی

جو میرے ولی سے دشمنی کرے

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شیء انا فاعلہ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ۔

ترجمہ:ـــــ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو میرے ولی سے دشمنی کرے گا میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کر دوں گا۔ اور مجھے اپنے بندے کا مجھ سے قرب حاصل کرنا کسی اور ذریعہ سے اتنا محبوب نہیں جتنا اس میں سے میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ اور میرا بندہ برابر نوافل سے میرے

حضرت امام زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ارشاداتِ گرامی

جو شخص حق کے قرائن و دلائل کو دیکھکر نہیں مانتا

یقیناً سمجھ لو اور یہ ایک راز کی بات ہے کہ جو حق کے قرائن و دلائل دیکھ کر نہیں مانتا اور حسن ظن اور صبر سے کام نہیں لیتا اور تلاش رد میں رہتا ہے۔ عمدہ سے عمدہ نشان اور قوی سے قوی دلائل اس کے پیش کئے جاتے ہیں، مگر وہ ان کو دیکھ کر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ رد کی فکر میں لگ جاتا ہے تو اس کو ڈرنا چاہیئے کہ یہ اشقیا والی عادت ہے امر بالمعروف اور نھی عن المنکر سے اس جماعت نے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ جب انہوں نے اللہ تعالےٰ کا پیام سنا اور مامور من اللہ کی آواز ان کے کان میں پہنچی وہ مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فکر معکوس اور بخل و بے جا عداوت کی وجہ سے اس کی تردید کی فکر میں لگ گئے۔ پھر اسی پر بس نہیں کی۔ انسان چونکہ ترقی کرتا ہے دوستی ہو یا دشمنی۔ آخر بڑے بڑے مقابلوں اور ناپاک منصوبوں تک نوبت پہنچ کر ہلاکت کی گھڑی آجاتی ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

ایمان لانے والوں کا حال

ایسا ہی حال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ ایک گروہ نے ایمان میں وہ ترقی کی کہ بکریوں کی طرح خدا کا حکم پاکر ذبح ہو گئے اور کچھ پرواہ نہیں کی، بیوی بچوں کا کیا حال ہوگا۔ ان کو کچھ ایسی شراب محبت پلائی گئی کہ لاپرواہ ہو کر جانیں دے دیں۔ یہ تصرف اس نظارہ کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اول)

(بقیہ صفحہ ۲) قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو ضرور اسے دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں اور مجھ کو کسی بات میں جسے میں کرنے والا ہوں اتنا تردد

(باقی بر صفحہ اشتہار کے نیچے)

خدا سے ڈر کر اتحاد و اتفاق کے ساتھ کام کرنا جماعت کی فلاح و بہبود کا موجب ہے۔

"میں جماعت کے افراد کو اپیل کرتا ہوں کہ وہ جماعتی اتحاد مدِنظر رکھیں اور کوئی ایسی گروہ بندی نہ کریں جس سے تفرقہ پیدا ہو کیونکہ وہ بربادی کا موجب ہوتا ہے"۔

خطبہ جمعہ ۔ مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۲ء فرمودہ حضرت امیرِ قوم مولینا صدر الدین صاحب بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون .... ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون (۳: ۱۰۱ تا ۱۰۳)

فرمایا اے ہمارے ماننے والو اور اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والو اور اے جماعت مومنین ۔ اتقوا اللہ خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ یہ جامع الفاظ اللہ تعالےٰ کی ذات کو ہی سزاوار ہیں اور یہ تعلیم قرآن کریم کی عظمت اور شان کے مطابق ہے۔ افراد اور قوموں کی زندگی میں کاروبار اور حکومت کے معاملات میں، غیر قوموں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں غرضیکہ اپنے تمام حالات زندگی میں خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ ڈرنا کبھی ماں باپ سے ہوتا ہے اور کبھی پولیس اور دوسرے حکام اور افسران سے ان سے انسان اپنے قصوروں کو چھپا سکتا ہے لیکن زمین و آسمان کا بادشاہ ہمارے تمام مخفی در مخفی ارادوں اور حرکات و سکنات سے واقف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ وہ ذرّے ذرّے سے واقف ہے رتیات کو جانتا ہے۔ اگر وہ بادشاہ جو کائنات کا مالک بھی ہے تم سے خوش ہو جائے تو تم کامیاب و کامران ہو جاؤ گے

حضرت یوسفؑ نے فرعون کے محل میں پرورش پائی۔ وہ جوان رعنا ہیں۔ ان کی خوبصورتی مثال کے طور پر بیان کی جاتی ہے۔ بادشاہ کے محل میں ہیں۔ بادشاہ کی ملکہ کہتی ہے ادھر آؤ۔ اس کے زیرِ احسان بھی ہیں۔ اس کی فرمانبرداری سے انعام کی توقع بھی ہے۔ اور نافرمانی سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے لیکن حضرت یوسفؑ کہتے ہیں میں خدا سے ڈرتا ہوں یہ ہے بلندیٔ اخلاق۔

اگر ملکہ کی رضا جوئی حاصل ہو جاتی تو انعامات کی بارش ہو سکتی تھی۔ وہ ایک حور ہے۔ زیب و زینت سے آراستہ ہے۔ دیکھنے والا کوئی نہیں وہ کہتی ہے کہ ادھر آؤ۔ لیکن فرماتے ہیں کہ معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای تیرا خاوند میرا مالک اور محسن ہے۔ اس عزت افزائی کے خلاف میں کوئی بے جا حرکت نہیں کر سکتا اور پھر زمین و آسمان کا جو مالک ہے اس کی عظمت و قدرت بھی مدنظر ہے (۱) لا یفلح الظالمون اور یہ امر بھی مدنظر ہے کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اس کو کہتے ہیں انبیاء کا مقام۔ ہر شخص اولیاء الٰہی کا یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ (۲) سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ فرمایا یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ ۔ ایک فرد یا دو چار آدمیوں کا پرہیزگار اور متقی بن جانا ہمارا مقصد نہیں۔ بلکہ ساری کی ساری قوم کا یہی رنگ ہونا چاہیئے ۔ مجموعی اخلاقی قوت کا باعث بن جاتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ اتحاد سکھانے کے لئے فرمایا کہ اللہ کی رسی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ جتھہ بے شک سرچشمہ قوت ہوتا ہے مگر لیکن سرچشمہ قوت کو خدا سے ڈر کر استعمال نہ کرنا ہلاکت کا موجب ہے چاہیئے کہ جماعت ایسی ہو جو خدا خوف ہو اور مخلوق کی خادم ہو نہ کہ مخلوقِ خدا کے حقوق برباد کرنے والی ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی الجماعت الجماعت کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے اور تلقین کی ہے کہ لوگو اکٹھے ہو کر زندگی بسر کرو۔ جو قوم اکٹھی ہو گئی اس کی زندگی بڑھ گئی نیکی کے کام سرانجام دینے کے لئے جماعت درکار ہوتی ہے۔ آپ ایک چھوٹی سی جماعت ہیں۔ اس کو اتفاق و اتحاد کی برکتوں سے متمتع ہونا چاہیئے۔ افراد بھی اچھے کام کر سکتے ہیں۔ لیکن جب ایک قوم کی قوم کسی کام کے کرنے کا بیڑا اٹھائے تو وہ کامیاب ہو جاتی ہے۔ ہماری جماعت نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا۔ کابل اور ترکی اور باقی اسلامی دنیا کے لوگ آپ کے کاموں اور خدمات پر فدا تھے۔ انگلستان میں احمدیہ مرکز میں عید کے دن بہت بڑا مجمع ہوتا تھا۔ آکسفورڈ اور وہاں کی دوسری یونیورسٹیوں کے طلباء بھی اس تقریب میں شامل ہوتے تھے۔ بڑا بھاری جتھہ ہوتا تھا۔ اس جتھے کی وجہ سے ہمیں بہت فائدہ ہوتا تھا۔ اکثر دفعہ میں نے ایسا کیا کہ ووکنگ کے بازار میں میں جتھے کو لے کر گذرتا۔ اس سے شوکت اسلام کا اظہار ہوتا تھا۔ اور اس کا اثر لوگوں پر پڑتا تھا۔ الغرض فرمایا کہ طاقت چاہتے ہیں تو طاقت جماعت میں ہوتی ہے۔ البتہ اس کی بنیاد تقوےٰ پر ہونا ضروری ہے۔ مزید فرمایا: ولا تفرقوا تفرقہ پیدا نہ کرو بلکہ جتھہ پارٹی بازی نہ کرو۔ یہ اتحادِ اسلامی کے خلاف ہے۔ یہ اتحاد قومی کو برباد کرنے والی بات ہے۔ خدا اس سے راضی نہیں ہوتا۔ قوم کو اس سے نقصان پہنچتا ہے اس لئے فرمایا ولا تفرقوا۔ تفرقہ پیدا نہ کرو میں جماعت کے افراد کو اپیل کرتا ہوں کہ وہ جماعتی اتحاد کو مدِنظر رکھیں اور کوئی ایسی گروہ بندی نہ کریں جس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہو کیونکہ وہ بربادی کا موجب ہوتا ہے۔

پھر ایک مشاہدہ پیش کیا ہے عرب کے ملک میں باہم دشمنیاں تھیں۔ دن رات جنگیں ہوتی تھیں اور یہ لڑائیاں سالہا سال جاری رہتی تھیں۔ کشت و خون ہو رہا تھا۔ انتقام در انتقام کا بازار گرم تھا۔ اس جنگ جو قوم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ نے اتحاد و اتفاق کا پیکر بنا دیا۔ اور جانی و خونی دشمن آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ یہ بہت بڑا معجزہ ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کی بات ہے کہ اتحاد کی نعمت انہیں نصیب ہوئی۔ مزید فرمایا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر۔ قوم میں اتحاد و اتفاق کو تقوےٰ پر قائم رکھنے کے لئے تمہارے اندر علماء ہونے چاہئیں۔ جو نیکی کی تعلیم دیں اور برائی سے منع کریں۔

جس طرح سے انسان کے جسم و جان کے رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے کائنات کی تمام استعدادوں کو انسان کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اسی طرح سے جماعتی اتحاد و اتفاق کی زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے وحی و الہام کے ذریعہ قومی و ملی اتحاد و اتفاق کی تلقین کی ہے۔ اس تعلیم کی برکت سے مسلمان بھائی بھائی بن گئے اور اخوتِ اسلامی کا بے مثال مظاہرہ ہوا۔ لکھا ہے ایک لڑائی میں ایک زخمی پڑا ہوا ہے جب مسلمان کو پانی پیش کیا گیا تو وہ کہتا ہے کہ پہلے میرے اس بھائی کو پلاؤ۔ اور جب اس کے پاس جاتا ہے تو وہ تیسرے بھائی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ ہے وہ اخوت و محبت جس کا مظاہرہ حضور صلعم کی قوم نے کیا۔ یہ اپنے اندر ایک قوت رکھتی ہے۔ اس زمانہ میں بھی ایک امامؑ آیا۔ اس نے بھی ایسا اخوت کی مثال قائم کر دی۔ آپ کے پاس بیٹھنے والے ایک دوسرے پر فدا تھے ۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اتحاد کو قائم کریں۔ اور کوئی ایسی حرکت نہیں ہونی چاہیئے جس سے تفرقہ پیدا ہونے کا امکان ہو۔ فرمایا تمہارے اندر ایسے لوگ ہوں جو بھلائی کی طرف دعوت دینے والے ہوں اور ناپسندیدہ باتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کے قریب بھی نہ جاؤ اور اتحاد قومی کو نعمت سمجھ کر قائم رکھو اور تفرقہ سے بچو جو قوم کی عزت اور اتفاق کو برباد کرتا ہے۔

ایک روپیہ فی کس عید فنڈ

دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے ۔ اس کے علاوہ انجمن کی مساجد فنڈ کے لئے اپیل بھی ہر ایک دوست کے مدِنظر رہنی چاہیئے ۔ جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں وہاں مساجد کی تعمیر سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بے حد مفید اور ضروری ہے۔

قربانی کی کھال

خدا تعالےٰ کی راہ میں دینا اشاعت اسلام کا بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اجرت میں دے دینا جائز نہیں ۔

حافظ محمد حسن چیمہ صاحب

علم و عمل کی آمیزش سے مطالعۂ قرآن کی ایک نئی تحریک

(گذشتہ سے پیوستہ)

وفاتِ مسیحؑ

دوسری بڑی خصوصیت حضرت عیسٰی علیہ السلام کی یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ بجسد عنصری اب تک زندہ ہیں اور آسمان پر مقیم ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جب یہودیوں نے مسیح علیہ السلام کے دعوئے نبوت کے بعد ان پر الزام لگایا کہ وہ حکومت وقت کے باغی اور قابلِ دار ہیں اور انہیں صلیب پر چڑھانے کا حکم صادر ہوا، تو انہیں اللہ تعالےٰ نے آسمان پر اٹھا لیا اور جو شخص انہیں گرفتار کرنے کے لئے انکی کوٹھڑی میں گیا تھا، اسے عیسٰی علیہ السلام کی شکل دے دی گئی اور سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اس موضوع پر تحریک احمدیت کی طرف سے اس قدر لٹریچر شائع ہو چکا ہے کہ اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ بات بڑی صاف ہے کہ آج سے دو ہزار برس قبل اسی سرزمین پر جو شخص عیسٰےؑ نام سے رہا کرتا تھا وہ ۲ ہزار سال سے نظروں سے اوجھل ہے۔ ان کا پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ اسی طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ جو اسی کرۂ ارض پر رہتے تھے، اب نظر نہیں آتے۔ سب کے متعلق یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی باری پر اپنے فرائض نبوت ادا کرکے اپنے مولیٰ سے جا ملے لیکن عیسائیوں کی تنظیموں کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے کسی وقت یہ شوشہ چھوڑا کہ حضرت عیسٰیؑ کو جب دشمنوں نے قتل کرنا چاہا تو خدا کے فرشتے اسے جسم عنصری کے ساتھ اٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں:۔

اوّل یہ کہ اسے مسیحؑ کا معجزہ قرار دیا جا سکے۔ **دوسرے** یہ کہ حضرت مسیحؑ کو دشمنوں سے بچانے کی یہی ایک واحد صورت رہ گئی ہو کہ اسے زمین سے اٹھا کر آسمان پر رکھا جائے۔

پہلی وجہ پر تو یہ اعتراض ہے کہ اوّل تو کسی نے نہیں دیکھا کہ فرشتے حضرت مسیحؑ کو بمع جسد عنصری آسمان پر اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ اگر یہ معجزہ تھا اور دشمنوں پر اتمام حجت کرنا مقصود تھا تو ان میں سے ایک تو فرد بشر ایسا ہوتا جو اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا۔ اس معجزہ نے دشمنوں کو تو عاجز نہ کیا بلکہ ہوا یہ کہ خود مسیحؑ عاجز ہو گئے۔ اور مدنی الطبع ہونے کے باوجود آسمان پر انسانی سوسائٹی سے علیحدہ کرکے قید تنہائی میں رکھ دیئے گئے۔ نہ کسی عزیز و اقارب سے ملاقات ہو سکی، نہ آج تک کسی کو معلوم ہو سکا کہ ان کی حالت کیا ہے۔ انسان کے متعلق جس قدر قوانین کام کر رہے ہیں مسیحؑ کو اس قید تنہائی میں رکھنے کے لئے انہیں معطل کر دیا گیا۔ مثلاً قرآن کریم میں یہ کہا گیا تھا کہ ہم نے رسولوں کے جسم ایسے نہیں بنائے جو کھانے پینے کے محتاج نہ ہوں اور نہ ہی ہر آن تغیرات پیدا نہ ہوتے رہیں۔ اب اس قانون کا مسیحؑ پر اطلاق نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ پر یہ اعتراض ہے کہ کیا مسیحؑ کو اسی دنیا میں رکھ کر دشمنوں سے محفوظ نہیں کیا جا سکتا تھا؟ حضرت نبی کریم صلعم کا جب مکہ میں محاصرہ کیا گیا تو اسی کرۂ ارض پر ان کی حفاظت کے سامان کر دیئے گئے۔ اسی طرح باقی تمام انبیاءؑ کی حفاظت ہوتی تھی۔ اگر اس وقت کے یہودی اس قدر زور آور تھے یا حکومت روما اس قدر مضبوط تھی کہ ان کی گرفت سے مسیحؑ کو بچانے کا یہی واحد طریقہ رہ گیا تھا کہ اس کو آسمان پر لے جایا جائے، تو اسی سرزمین پر انسانوں نے یہ نظارے بھی دیکھے کہ عیسائی حکمرانوں نے کرۂ ارض کے تمام ممالک کو اپنے زیر نگیں کر لیا اور یہودیوں کی یہاں یہ بھی کیفیت ہوئی کہ ان کو بے دریغ لاکھوں کی تعداد میں قتل کر دیا گیا۔ اور وہ دنیا میں ڈر کے مارے اپنے آپ کو چھپاتے رہے۔ ان کا نہ کوئی علاقہ رہا اور نہ کوئی سلطنت۔ حکومت روما بھی زوال پذیر ہو کر آخر ختم ہو گئی۔ جب ایسے واقعات زمین پر ظہور پذیر ہوئے اور عیسائیت تمام دنیا پر چھا گئی تو اس وقت کا دکستان قضاد قدر کا ڈر ختم ہو جانا چاہیئے تھا، اور حضرت مسیحؑ کو واپس ان کے معتقدین کے پاس بھیج دینا چاہیئے تھا۔ آج تک عیسائیوں اور مسلمانوں کو ان کا بڑا انتظار ہے۔ ان انتظار کرنے والوں کی تعداد تمام دنیا کے باقی انسانوں سے زیادہ ہے۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ امتداد زمانہ کی وجہ سے ان لوگوں کی توقعات حضرت عیسٰےؑ کے ظہور ثانی کے متعلق کم ہوتی جا رہی ہیں۔ ہاں مسلمانوں میں ایسا طبقہ ضرور ہے کہ وہ خوشی سے اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے کہ حضور خاتم النبیین تو ۶۳ سال کی عمر اس دنیا میں گذار کر وفات پا گئے ہیں، لیکن اگر حضرت مسیحؑ کی وفات کا ذکر کیا جائے تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں۔

اس مرحلے پر ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس بحث میں مسیحؑ کی وفات کو ثابت کرنے کا بارِ ثبوت قائلین وفات پر نہیں کیونکہ وہ ایک فطری قانون کی پابندی کرتے ہیں۔ جس طرح باقی انبیاءؑ اور اقوام عالم کی اس دنیا پر رہائش اور ایک محدود وقت تک زندہ رہ کر وفات پا جانے کے قانونِ قدرت کو تسلیم کرتے ہوئے مسیحؑ کو وفات یافتہ کہتے ہیں، اس کے خلاف جو لوگ اس امر کے مدعی ہیں کہ ایک شخص خلافِ قانونِ قدرت دو ہزار برس سے زندہ ہے اور وہ لوگوں کے مشاہدہ میں نہیں آ رہا۔ اس کی حیات کو ثابت کرنے کا بارِ ثبوت انہی کے ذمہ ہے۔ ہماری اس بارے میں پوزیشن یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے وفات مسیحؑ کے متعلق جو لٹریچر شائع ہوا ہے، اس کا معقول جواب ہماری نظروں سے نہیں گذرا بلکہ اس کے برعکس موجودہ فضا میں وفات مسیحؑ کے حق میں نظر آتی ہے۔ عرب دنیا میں تو یہ عقیدہ کہ مسیحؑ فوت ہو گیا ہے، کافی حد تک مقبول نظر آتا ہے۔

ہمارے ملک میں بھی بعض جماعتیں اور علماء مسیحؑ کی وفات کے قائل ہو چکے ہیں، اور حیات مسیحؑ پر کوئی نیا لٹریچر شائع نہیں ہو رہا۔ بلکہ کہا یہ جاتا ہے کہ مسیحؑ زندہ ہے تو بھی اور اگر مر گیا ہے تو بھی ہمارے ایمان پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس پر بحث کو تحصیل حاصل سمجھتے ہیں۔ ہمارا بھی یہی موقف ہے اور اگر ہمارا مقابلہ عیسائیت سے نہ ہوتا تو اس مسئلہ پر زور دینے کی ضرورت نہ تھی۔ اب بھی عیسائی مبلغین کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ مسیحؑ کی ... حیات کے عقیدہ کو عیسائیت کی تائید میں استعمال کرتے ہیں اور مسیحؑ کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے میں اس عقیدہ کو استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم مسیحؑ کی وفات کو بڑے زور سے پیش کریں اور ثابت کر دیں کہ مسیحؑ خدا نہیں بلکہ خدا کا عاجز بندہ تھا جو اپنی طبعی زندگی گذار کر دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکا ہے۔ اس طرح مسیحؑ کی وفات کے ساتھ مسیحیت کی وفات بھی ہو جاتی ہے مگر افسوس کہ ہمارے بعض علماء کو یہ گوارا نہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ قرآن کریم تو حضرت نبی کریم صلعم کو آخری نبی قرار دیتا ہے مگر ہمارا مولوی ہمیں یہ تلقین کرتا ہے کہ ہمارے یہ آخری نبی محمد رسول اللہ صلعم مسیحؑ کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ اس وقت مسیحؑ کی زندگی ۶۰۰ برس ہو چکی تھی۔ جب حضرت نبی کریم صلعم نے نبوت کے امور کو سرانجام دینا شروع کیا اور اسلام کی لڑائیاں لڑیں اور بڑے بڑے معرکے سر کئے اور علم و حکمت سے دریا بہا دیئے اور اپنے معتقدین کی ایک عظیم الشان جماعت قائم کر دی اور اس جماعت کی قربانیوں نے اللہ تعالےٰ سے یہ سرٹیفکیٹ حاصل کیا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اور دنیا کے بے شمار علاقے اسلام کے زیر تسلط آ گئے تو یہ سب کچھ مسیحؑ کی زندگی میں ہی ہوتا رہا۔ اور جب اللہ تعالےٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ اب رسول کریم صلعم کو وفات دے دی جائے تو ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ ان کی پیدا کی ہوئی امت کے سپرد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کر دیا جائے تو اس امت کو خیر الامم قرار دے دیا گیا اور اسے حضورؐ کی مسند خلافت پر بٹھا دیا۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا اور مسیحؑ آسمان پر بیٹھے اس نظارہ کو دیکھتے رہے۔ پھر ایسا ہوا کہ ان کی اپنی امت کی کثیر تعداد عیسائیت کو چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگی۔ اور یہ بھی ہوا کہ عیسائی حکومتیں بھی مطیع و منقاد ہونے لگیں اور اس کرۂ ارض پر بڑے انقلابات آئے۔ خود مسیحؑ کے ماننے والوں نے اصل عیسائیت کا حلیہ بگاڑ دیا اور اعلان کر دیا کہ مذہب کے معاملہ میں عقل کو کوئی دخل نہیں۔ یہ سب کچھ بھی مسیحؑ کی زندگی میں ہوتا رہا۔ انجیل محرف و مبدل ہو گئی۔ اس کا اصل متن ناپید ہو گیا۔ صرف اس کے ترجمے رہ گئے اور ان ترجموں میں تفاوت ہو گیا۔ جس سے اصل حقیقت کھو گئی۔ گرجوں میں رو رو کر دعائیں بھی کی جانے لگیں کہ اسے باپ خدا اپنے بیٹے خدا کو واپس دنیا میں بھیج کیونکہ اب حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ جب تک خدا خود زمین پر نہ اترے انسان کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ان کی ان فریادوں دعاؤں اور چیخوں کا نہ خدا پر اثر ہوا اور نہ اس کے بیٹے پر۔ پھر آہستہ آہستہ عیسائی دنیا تو مسیحؑ کے ظہور ثانی سے مایوس ہونے لگی۔ انقلابات زمانہ نے مسلمان بھی اپنی عظمت

کو کھونے لگے ۔ عیسائیت تو غالب نہ آسکی مگر تہذیبِ مغرب جس کی بنیاد الحاد و دہریت پر تھی وہ دنیا کے تمام مذاہب پر حملہ آور ہونے لگی اور مسلمان بھی اس سے متاثر ہو کر اپنے اصولوں سے منحرف ہو کر اس تہذیبِ نو کے دلدادہ ہو گئے ۔ ان کے مولویوں نے بھی مسجدوں میں گڑگڑا کر دعائیں کرنا شروع کر دیں کہ الٰہی مسیحؑ کو دوبارہ بھیج تاکہ دنیا کی بنیادیں نئے نظام عالم پر رکھی جائیں، جس کے معنے یہ ہیں کہ یہ مولوی لوگ قرآن کی تعلیمات سے بھی مایوس ہو رہے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بھی ان ... کی توقعات ختم ہو رہی ہیں ۔ اس وقت غیرتِ خداوندی جوش میں آگئی اور رحمت کے تقاضے بھی اُبھر کر سامنے آنے لگے اور خدا تعالےٰ نے اسی اُمت میں سے ایک شخص کو پیدا کر دیا جس نے قرآن کریم کا پوری طرح مطالعہ کیا ۔ اس کے احکامات کو سمجھا اور اللہ تعالےٰ پر ایسا کامل یقین اپنے دل میں پیدا کر لیا کہ اس یقین کے پرتو سے تمام ماحول منور ہونے لگا ۔ اس نے اعلان کیا کہ مسلمانو! خدا سے اور اس کے نبیؐ سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ۔ خدا زندہ ہے، اس کی کتاب زندہ ہے اور اس کے رسولؐ کا نمونہ بھی تاریخ میں محفوظ ہو کر زندہ جاوید ہے اور اس انسان نے یہ بھی کہا کہ مسیحؑ جس کے آنے کی لو لگائے بیٹھے ہو اس کی داستان اسی کی زبان سے سن لو ۔ وہ خدا تعالےٰ کی جناب میں عقیدۂ تثلیث سے اپنی بریت ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے :-

فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم

جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگاہ بان تھا ۔

یہ الفاظ حضرت عیسٰےؑ کی زبان سے اس وقت نکلے جب ان سے یہ سوال کیا گیا، ”یا عیسٰے ابن مریم أ انت قلت للنّاس اتخذونی و امی الٰھین من دون اللہ ۔ اے عیسٰےؑ مریم کے بیٹے! تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری امی کو خدا کے سوا معبود بنا لو؟“ ۔ اس وقت حضرت عیسٰیؑ نے اپنی بریت یوں کی سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ۔ تیری ذات پاک ہے ۔ مجھے کسی طرح یہ شایاں نہ تھا کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ۔ اور پھر اپنی زندگی تک اپنی ذمہ داری کو بھی یہ کہکر قبول کیا و کنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم میں تو ان کے حالات

کا نگران بھی تھا جب تک ان میں رہا ۔ اس کے بعد انہوں نے صاف الفاظ میں بتا دیا کہ ان کی امت کا بگاڑ ان کی وفات کے بعد ہوا ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ تاریخ کے جس دور میں حضرت عیسٰےؑ کی تعلیم کا بگاڑ شروع ہوا اور انہیں ابن اللہ قرار دیا گیا تو اس وقت حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے تھے ۔

پھر مسیحؑ کی وفات کے بارے میں جو دلائل دیئے گئے ہیں، ان کو قرآن کریم کے ان واضح اور غیر مبہم الفاظ سے تقویت ملتی ہے :-

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئًا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون ۔

وہ جنہیں یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں وہ مر چکے ہیں زندہ نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اُٹھائے جائیں گے ۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ سارے قرآن مجید میں کہیں ایک جگہ بھی یہ نہیں کہا گیا کہ مسیحؑ کو آسمان پر اُٹھا لیا گیا ہے ۔ اس کے خلاف مسیحؑ کی وفات قرآن مجید کے متعدد مقامات سے واضح ہے جن میں کسی قسم کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں ۔ مثلاً

ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ۔

یعنے محمد رسول اللہ ایک رسول ہی ہیں ۔ ان سے پہلے رسولؑ (جس قدر تھے) گذر چکے ہیں ۔

یہ وہ آیت ہے جو آنحضرت صلعم کی وفات پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے پڑھ کر حضورؐ کی وفات پر استدلال کیا تھا، جس کے سامنے تمام صحابہؓ کی گردنیں جھک گئیں اور اس کی بھی جس نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں میں اس کا سر کاٹ دونگا ۔ ہم حیران ہیں کہ آپؐ کے خاتم الانبیاء قرار پا جانے کے بعد کس طرح کوئی شخص یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی اور نبی آئیگا ۔ وفاتِ مسیحؑ کی تائید میں کم از کم تیس آیات ”تحریک احمدیت“ نے پیش کی ہیں، جن کو ہم بخوفِ طوالت یہاں درج کرنے سے قاصر ہیں، لیکن قرآن کریم کی ایک اور آیت ہم پیش کرتے ہیں جس میں حضرت مسیح ناصریؑ نے نہایت خوبصورت پیرایہ میں

اعتراف کیا ہے کہ وہ تمام بنی نوعِ انسان کے لئے رسول ہو کر نہ کبھی آئے اور نہ آسکتے ہیں ۔ چنانچہ جب انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کے آنے کی بشارت دی تو اس بشارت کے وقت بھی اپنی قبلی نبوت کو واضح کر دیا ۔ ان الفاظ کی روشنی میں نہ تو ان کا دائرہ تبلیغ وسیع ہو سکتا ہے اور نہ بنی اسرائیل کے سوا دوسری اقوام کی طرف وہ مبعوث ہو سکتے ہیں ۔ ان کی پکار یہ ہے :-

یٰبنی اسرائیل انّی رسول اللہ الیکم مصدقًا لما بین یدیّ من التوراۃ و مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد ۔

اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں جو کچھ تم سے پہلے توریت میں موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد ایک رسولؐ کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام احمد ہے ۔

اب ہم اس موضوع کو بھی ختم کر دیتے ہیں ۔ ہمیں یقین ہے کہ باشعور تعلیم یافتہ دنیا کبھی یہ تسلیم نہیں کرے گی کہ کوئی انسان اس دنیا سے منقطع ہو کر بلا مقصد آسمان پر اُٹھا لیا جائے اور ہزاروں سال تک اسے وہیں مقید رکھا جائے ۔ نئی نسل کا یہ رجحان بھی قرآن کریم ہی کا پیدا کردہ ہے ۔ اس کی صورت یوں ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں نے آپؐ سے یہ تقاضا کیا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے کوئی صحیفہ خدا سے حاصل کر کے ہمیں دکھا دیں ۔ کفار کے اس تقاضا کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوبؐ کو یہ حکم دیا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرًا رسولا ۔ ان کو کہہ دیں کہ میرا رب اس بات سے پاک ہے کہ ۔ (انسان) کو آسمان پر لے جائے دیہ بھی کہہ دو کہ میں صرف ایک بشر رسول ہوں (اور بشر کی بشریت مانع ہے کہ اسے آسمان پر لے جایا جائے) جواب تو کفار کو دیا گیا ہے مگر ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی سبق دیا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی سنت کے خلاف نہ تو کسی کا چیلنج قبول کریں اور نہ ہی اختراعی معجزوں کو قبول کریں ۔ آہ! مسلمانوں کی نفسیات کو کیا کہیں کہ وہ یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا رسولؐ تو ہر قسم کی مخالفتوں کے باوجود چند لمحات کے لئے بھی آسمان پر نہیں جا سکتا کیونکہ وہ بشر رسول ہے ۔ لیکن حضرت

عیسٰےؑ کے متعلق یہ ایمان رکھتے ہیں کہ ان کو آسمان پر گئے ہوئے دو ہزار برس ہو گئے ہیں اور ابھی خدا جانے کتنے ہزار برس تک ان کا وہاں قیام رہے گا ۔ یا تو مسلمان حضرت مسیحؑ کو بشر تسلیم کریں ورنہ وہ ابن اللہ کے عقیدہ کے مؤید ہیں ۔ (باقی ۔ باقی)

دار السلام میں رہائشی پلاٹ

انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ احمدیہ بستی ”دار السلام“ میں احباب کو ۹۹ سالہ پٹہ (لیز) پر رہائشی پلاٹ دیئے جائیں ۔ کُل ۷۶ پلاٹ میں سے ۲۱ کم و بیش ایک کنال کے ہیں ۔ ۳۲ پلاٹ تقریبًا دس مرلہ کے اور بقیہ میں سے چند ۵ مرلہ سے کچھ زائد اور باقی سب تقریبًا ۵ مرلہ کے ہیں جو احباب اپنی رہائش کے لئے دار السلام میں مکان تعمیر کرنے کے خواہشمند ہیں وہ اپنی درخواست ناظم دار السلام، ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کو ۳۱ جنوری ۱۹۷۳ء تک ارسال کر دیں ۔ درخواست کے ساتھ ۵۰۰/- روپے فی کنال کے حساب سے فیس بنام محاسب صاحب انجمن بھیجنا ضروری ہے، جو ناکامی کی صورت میں واپس کر دی جائے گی ۔ کامیابی کی صورت میں ڈویلپمنٹ چارجز بحساب دس ہزار روپیہ فی کنال یکمشت ادا کرنے ہوں گے ۔ شرائط پٹہ کی تفصیل دفتر سے معلوم ہو سکتی ہیں ۔

فضل حق

آنریری جائنٹ سیکرٹری ناظم دار السلام

(بقیہ از صفحہ اوّل)

سے کر لینا چاہیئے ۔

۶ ۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے، ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں اور دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے، تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے ۔

۷ ۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلےٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے ۔ نکمی یا ناقص قربانی قابلِ قدر نہیں ہوا کرتی ۔ اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دُنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے ۔ کوئی عیب نہ ہو، لُولا، لنگڑا کانا، سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہو ۔ خصی ہونے کا ہرج نہیں ۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور اونٹ میں دس ۔

۸ ۔ عید کی خوشی کے موقعہ پر اشاعت اسلام کے لئے کچھ خرچ کرنا وقت

شعبۂ تصنیف و تالیف کے ذکر میں بتایا گیا ہے کہ سال زیر رپورٹ میں اس شعبہ نے تقریباً ایک لاکھ (۹۲۱۳۳ - ۵۰) روپے کی کتب فروخت کیں اور انگریزی ترجمہ قرآن کا چھٹا ایڈیشن، بیان القرآن تیسرا ایڈیشن، ریلیجن آف اسلام تیسرا ایڈیشن، مینول آف حدیث دوسرا ایڈیشن، تحریک احمدیت انگریزی، کسر صلیب اردو معہ تصاویر، صحیح بخاری انگریزی معہ مختصر نوٹ تیسرا پارہ شائع کئے۔

شعبہ دعوت و ارشاد کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ محترم شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی زیر ہدایت یہ شعبہ کام کر رہا ہے۔ سال زیر رپورٹ میں ۱۹ کتابچے شائع کئے گئے جو مختلف دینی موضوعات پر مشتمل ہیں، ان تمام کتابچوں کے صفحات کی مجموعی تعداد ۴۷۳ ہے۔ اس کے علاوہ شیخ صاحب ممدوح نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "تعلیم اسلام" (لیکچر جلسہ اعظم مذاہب) کو دنیا کی مختلف زبانوں میں طبع کرا کر وسیع پیمانے پر پھیلانے کے لئے پچاس ہزار روپے کی خطیر رقم بصورت وصیت انجمن کو دی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

رپورٹ میں ادارہ تعلیم القرآن کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس ادارہ سے جو مولانا احمد یار صاحب ایم اے ایم او ایل کے زیر نگرانی کام کر رہا ہے، سال زیر رپورٹ میں مولوی عبدالرحمان ڈونوئی (افریقہ) مصطفیٰ کمال بیلڈن (ٹرینیڈاڈ) تعلیم دینا سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن واپس چلے گئے اور اس وقت تین طالب علم (دو ایم اے اور ایک حافظ قرآن) زیر تعلیم ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تجویز ہے کہ چھ ایم اے پاس طالب علم تبلیغ دین کے لئے تیار کئے جائیں اور انہیں معقول مشاہرہ دیا جائے۔ اس کو آئندہ سال میں عملی جامہ پہنا دیا جائے گا۔

انجمن کے تین ہائی سکولوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ ان مدارس سے انجمن کو کوئی مالی فائدہ اٹھانا مقصود نہ تھا بلکہ ہر سال کم و بیش پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے ملک و قوم کے بچوں کی تعلیم کے لئے انجمن ان اداروں کو جاری رکھے ہوئے تھی۔ سال زیر رپورٹ میں بتایا گیا کہ یہ تینوں سکول حکومت نے اپنی تحویل میں لے لئے ہیں۔

اخبارات سلسلہ کا ذکر کرتے ہوئے رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس وقت اشاعت اسلام کے تین پرچے انجمن کی طرف سے جاری ہیں۔ ہفت روزہ پیغام صلح (اردو)۔ ہفت روزہ لائٹ (انگریزی) ماہنامہ ردح اسلام (اردو)۔ ان تینوں کی تعداد اشاعت بہت کم ہے اور اخباری کاغذ پر سرکاری کنٹرول ہونے کی وجہ سے سال زیر رپورٹ میں حجم بھی کم کرنا پڑا۔ تاہم ان میں سلسلہ عالیہ احمدیہ اور مختلف موضوعات پر اعلیٰ پایہ کے مضامین شائع ہوتے رہے، جن میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطبات اور محترم شیخ عبدالرحمن صاحب مصری، حافظ محمد حسن چیمہ، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کے پُر مغز مضامین نہایت دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ اخبار "لائٹ" میں دورِ حاضر کے معاشی اور عمرانی مسائل سوشلزم اور کمیونزم پر اسلامی نقطۂ نظر سے اداریئے اور مقالے لکھے گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات کو انگریزی زبان میں پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا اور اس کے علاوہ دو قرآن نمبر شائع کئے گئے جو چالیس چالیس صفحات پر مشتمل تھے، ایسا ہی خاتم النبیینؐ نمبر، مجدد اعظم نمبر اور مجاہد کبیر نمبر بھی شائع کئے گئے۔ ان سب مضامین کا سہرا اس کے فاضل مدیر مسٹر نذیر احمد حسین صاحب بی کام کے سر ہے۔

ردح اسلام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اس کے لائق مدیران غلام نبی مسلم اور بشیر احمد سوز نے اسے نئے خطوط پر چلا کر بلند پایہ مضامین کا مرقع بنا دیا ہے۔ دوران سال میں مسئلہ ملکیت زمین، وحی اور انسان کا رشتہ اور تکفیر بین المسلمین، قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ کا حصہ جیسے اعلیٰ پایہ کے مضامین اس میں شائع ہو چکے ہیں۔ خاص نمبروں میں یوم وصال مسیح موعودؑ نمبر اور مولانا محمد علی نمبر نے اس ماہنامہ کے لئے ایک خاص مقام پیدا کر دیا ہے۔

ضرورت ہے کہ ان تینوں پرچوں کی خریداری کو بڑھایا جائے۔ اور جماعت کے ہر فرد کو ان کا خریدار بنایا جائے اور صاحب استطاعت اصحاب غیر از جماعت لوگوں کے نام پرچے جاری کرا کر سلسلہ کی تبلیغ کا حق ادا کریں۔

شعبۂ تعمیرات کے ضمن میں بتایا گیا کہ گذشتہ چند سالوں میں اس شعبہ نے غیر معمولی کام کیا ہے۔ لاہور کی مشہور ترین کاروباری شاہراہ برانڈرتھ روڈ پر احمدیہ مارکیٹ کی چار منزلہ عمارت کی تعمیر ایک غیر معمولی کارنامہ ہے اس کے ساتھ ہی دوسری مارکیٹ بھی چار منزلہ تعمیر کی گئی ہے جس کے ایک منزل دفاتر انجمن اور پریس کے لئے وسیع ہال تعمیر کیا گیا ہے۔ پریس لگ چکا ہے اور دفاتر کی تعمیر جاری ہے۔ یہ مفید منصوبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی بے پناہ قوتِ ارادی کا مظہر ہے۔ ان عمارات میں احمدیہ ہال اور ڈرمز مہمانوں کے لئے دس کمرے بھی ہیں، جن میں آرام و آسائش کا سامان موجود ہے، نیز حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے وصال کی یادگار کے طور پر ایک مخصوص کمرہ تیار کیا گیا ہے جہاں حضور کا وصال ہوا تھا۔

ان عمارات میں مارکیٹ ۱ کی ماہوار آمد ۸۹۹ روپے اور مارکیٹ ۲ کی موجودہ ماہوار آمد ۲۰۰۰ روپے ہے اور کچھ گودام اور دکانیں خالی ہیں۔ مارکیٹ ۱ کی تعمیر پر ۲۰۲۱۹ روپے خرچ ہوئے جس کا بیشتر حصہ مارکیٹ کے کرایہ جات سے ادا ہوا ہے۔ محترم شیخ نثار احمد صاحب نے ایک دوکان کی تعمیر کے سلسلہ میں چھ ہزار روپیہ اپنی مرحومہ کی طرف سے بطور عطیہ مرحمت فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

شعبۂ تعمیرات میں انجمن کی نئی بستی دارالسلام کا بھی ذکر کیا گیا جو یونیورسٹی نیو کیمپس نیو گارڈن ٹاؤن سکیم کے نزدیک ۲۱۲ کنال پر مشتمل ہے۔ اس بستی میں کچھ عمارات مکمل ہو چکی ہیں اور بہت سی زیر تعمیر ہیں، جن میں مسجد بھی شامل ہے، اور احباب سے اپیل کی گئی ہے کہ مسجد کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔ امسال اس جگہ انجمن کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا ہو گو کہ شامیانوں کے نیچے منعقد کیا گیا لیکن آئندہ سال اس کے لئے پختہ عمارات بن جائیں گی۔ اس جگہ احباب جماعت کو مکانات تعمیر کرنے کے لئے لیز پر پلاٹس دینے کے لئے جو فیصلہ کیا گیا ہے اس کا اعلان اپنی اشاعت میں کر دیا گیا ہے۔ محترم چوہدری فضل حق صاحب آنریری جائنٹ سیکرٹری دارالسلام کی نگرانی میں درج ہے۔ دارالسلام میں ایک ہومیو پیتھک ڈسپنسری بھی قائم کی گئی ہے جس کے انچارج ڈاکٹر کوریہ اشرف صاحب ہیں۔ یہ ڈسپنسری ... جس کے اخراجات دارالسلام ویلفیئر فنڈ سے برداشت کئے جا رہے ہیں۔ ۱۵ر فروری سے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۷۲ء تک ۶۱۱۴ مریضوں نے اس ڈسپنسری سے استفادہ کیا۔

رپورٹ میں انجمن کی زرعی اراضیات کا بھی ذکر کیا گیا جن میں سے احمدیہ فارم چک ۲۷۷ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس زمین کا رقبہ ۵۰۴ ایکڑ ہے، جس میں ۳۹۹ ایکڑ پر خود کاشت کی جاتی ہے۔ سال زیر رپورٹ میں ۵۳ - ۲۲۷۲۱ روپے کی آمدن حاصل ہوئی اور ۸۲ - ۱۲۴۵۷ روپیہ زراعت پر خرچ ہوئے۔ اس جگہ انجمن کے زیر سرپرستی ایک سکول بھی چل رہا ہے جو پرائمری تک تھا۔ یکم اپریل ۱۹۷۲ء سے اس میں چھٹی جماعت کا اضافہ کیا گیا ہے۔ دوسری اراضی سندھ میں تین مقامات (قاضی احمد، نواب شاہ، نوابزادہ پور، مکرام مری) میں واقع ہے جس کا رقبہ تقریباً تیرہ سو ایکڑ ہے، گذشتہ نو سال سے یہ زمین ٹھیکہ پر دی جا رہی ہے۔ سال زیر رپورٹ میں زیر ٹھیکہ زمین ۱۱۰۶۰ روپے وصول ہوئے۔

رپورٹ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک مختصر تقریر فرمائی، جس میں للّٰہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض الخ کی آیہ کریمہ کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں طہارت پیدا کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ زمین و آسمان اور اس کی تمام چیزیں ہماری ملکیت نہیں، للّٰہ کہہ کر پہلے رکھ کر حصر کر دیا ہے کہ خدا کے سوائے اور کسی کی ملکیت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بعض قوموں نے سورج کے فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی پرستش شروع کر دی، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے مظاہر میں سے ہے، ملکہ سبا جو سورج پرست تھی اس کو سمجھانے کے لئے حضرت سلیمانؑ نے شیشے کا فرش بنوایا اور اس کے نیچے پانی چھوڑ دیا۔ ملکہ نے اس فرش کو پانی سمجھتے ہوئے پنڈلیوں سے پائنچے اٹھائے اور جب اسے معلوم ہوا کہ یہ تو شیشہ ہے پانی اس کے نیچے بہہ رہا ہے تو اسے سمجھ آ گئی کہ سورج کو معبود سمجھنا ٹھیک نہیں اس کے پیچھے ایک اور طاقت ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ان آیات میں جہاں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کے ایمان ... کا ذکر کیا ہے اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ الخ وہاں والمؤمنون کہہ کر آپؐ پر ایمان لانے والوں کی بھی مدح سرائی کی گئی ہے۔ آپ نے رسول کریم صلعم کی یتیمی اور جوانی اور بڑھاپے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ تمام حالات میں آپؐ نے ایک جیسی زندگی بسر کی، دشمنوں کی ایذا دہی کے موقعہ پر بھی اور ان پر غلبہ حاصل کرنے اور فتوحات کے بعد بادشاہ ہو کر بھی خدا تعالیٰ کی جناب میں راتوں کو عبادت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اور جب آپؐ فوت ہوئے تو آپؐ کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا، حضرت عائشہؓ کا قول ہے ما ترک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم درھمًا ولا دینارًا ولا عبدًا ولا امۃ۔ الخ۔ رسول اللہ صلعم نے کوئی درہم و دینار یا لونڈی غلام اپنے پیچھے نہ چھوڑا۔ ایسا ہی حال حضرت مسیح موعودؑ کا تھا جنہوں نے اپنی تمام جاگیر خدا کی راہ میں دے دی یہاں تک

(باقی بر صفحہ کالم ...)

یادِ رفتگان

چیمہ صاحب سے اظہارِ تعزیت

حافظ محمد حسن چیمہ صاحب کے جواں سال صاحبزادے ضیاء الحسن صاحب کی ناگہانی وفات کی خبر پہنچی اور ہر زبان پر بے ساختہ انا للہ و انا الیہ راجعون جاری ہوگیا۔

یکم دسمبر کو نماز جمعہ کے بعد جواں مرگ ضیاء الحسن صاحب کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی اور مندرجہ ذیل قرارداد جماعت کے ہنگامی اجلاس میں منظور کی گئی:۔

(۱) جماعت احمدیہ واہ کینٹ جناب چوہدری ضیاء الحسن چیمہ کی ناگہانی موت پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے اور جماعت کے لئے بڑا نقصان تصور کرتی ہے۔

(۲) یہ جماعت جناب محترم حافظ محمد حسن چیمہ صاحب اور ان کے جملہ خاندان سے اس المناک حادثہ پر گہری ہمدردی اور غمگساری کا اظہار کرتی ہے۔ اور درد دل کے ساتھ حضرت احدیت میں دعا کرتی ہے کہ حافظ بزرگوار کے صاحبزادے کو اللہ تعالےٰ جنت الفردوس عطا فرمائے اور خود حافظ صاحب کو اس روح فرسا موت پر صبر جمیل کی توفیق اور ہمت عطا کرے۔ آمین!

یہ واقعہ حافظ صاحب کے لئے بہت بڑی آزمائش ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس موقعہ پر ثابت قدمی نصیب کرے۔ اور اپنی خوشنودی اور رحمت سے نوازے۔

فیصلہ ہوا کہ اس قرارداد تعزیت کی ایک نقل حافظ صاحب کی خدمت میں ارسال کی جائے۔ والسلام

خاکسار۔ عبیداللہ بٹ۔ سیکرٹری
جماعت احمدیہ۔ واہ کینٹ۔

چانڈیہ صاحب کے متعلق تعزیتی قرارداد

آج مورخہ ۸-۱۲-۷۲ بروز جمعۃ المبارک جماعت احمدیہ ملتان کا اجلاس زیر صدارت خان محمد شریف خان صاحب صدر جماعت ملتان ہوا۔ مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش ہو کر فیصلہ ہوا کہ:۔

(۱) سردار عبدالرحیم چانڈیہ کے انتقال پُرملال پر بڑے رنج و غم کا اظہار ہوا۔ جماعت ملتان ان کے انتقال کو قومی نقصان عظیم تصور کرتی ہے اور ان کے لواحقین کے لئے صبر و تحمل اور خیر و برکت کی دُعا کرتی ہے۔

اللہ تعالےٰ ان کے پس ماندگان کو صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو اپنی جناب سے تسکین عطا فرمائے۔ مرحوم و مغفور کو اعلےٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ان کا اسوہ ان کی اولاد کے لئے مشعل راہ ہو۔ نیز قرار پایا کہ اس کی ایک نقل ان کے لواحقین کو بھجوائی جائے اور دوسری برائے اشاعت پیغام صلح بھجوائی جائے۔

(محمد شریف خان۔ محمد خالد خان۔ پروفیسر غلام محمد۔ رفیق بیگ۔ ظفر اقبال۔ شیخ محمد حسین۔ ملک دوست محمد۔)

نثار احمد۔ سیکرٹری جماعت احمدیہ ملتان

چانڈیہ صاحب اور ضیاء الحسن صاحب کی رحلت پر جماعت کراچی کی قرارداد

ہم جملہ ممبران نے اس خبر کو نہایت تکلیف کے ساتھ پڑھا اور ہمیں نہایت ہی شدید قلق ہوا کہ ہمارے دو عزیز بھائی محترم عبدالرحیم صاحب چانڈیہ اور محترم چوہدری ضیاء الحسن صاحب ابن چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ آف گجرات ہمیں دائمی مفارقت دے گئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

محترم چانڈیہ صاحب جماعت ڈیرہ غازیخان میں ایک مضبوط و فعال بزرگ تھے۔ ان کی وفات بڑی تکلیف دہ ہے۔ اور وہ ایک عظیم خلا چھوڑ گئے ہیں جو بظاہر پُر ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔ خدا تعالےٰ آپ کی مغفرت فرما دے اور بلند درجات سے نوازے آمین۔ ہم اراکین جماعت کراچی محترم چانڈیہ صاحب کے فرزند نور محمد صاحب چانڈیہ ایڈووکیٹ سے اور ان کے توسط سے جملہ افراد خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو صبر جمیل عطا فرما دے۔ آمین۔

محترم چوہدری ضیاء الحسن صاحب کی وفات کا بھی بہت گہرا زخم ہے۔ ہم افراد جماعت کراچی محترم چیمہ صاحب۔ محترم چوہدری ضیاء الحسن صاحب کی بیوہ اور مرحوم کے چھوٹے چھوٹے بچوں سے

۲۴

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر راولپنڈی تشریف لے گئے

جمعہ مورخہ ۵ر جنوری ۱۹۷۲ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ محترم میاں فاروق احمد صاحب کی دو صاحبزادیوں کے نکاح کی تقریب پر راولپنڈی تشریف لے گئے۔ مرکزی مسجد احمدیہ میں نماز جمعہ محترم مرزا مسعود بیگ صاحب نے پڑھائی۔

ایک مبارک اور پُرمسرت تقریب

مورخہ ۲۱-۱۲-۷۲ کو محترم شیخ ممتاز احمد صاحب ولد شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم کی دختر نویلہ ممتاز کی شادی خانہ آباد بعوض مبلغ پندرہ ہزار حق مہر میجر تنویر احمد صاحب پسر شیخ نذیر احمد صاحب مرحوم ایڈووکیٹ گوجرانوالہ کے ساتھ ہوئی۔

اس خوشی میں دلہن کے والد محترم شیخ ممتاز احمد صاحب نے مبلغ ۔۵ روپے اشاعت اسلام کے لئے دیئے۔ دعا فرمادیں کہ یہ رشتہ جانبین کے لئے باعث برکت ہو۔ آمین۔

وفات

محترم میاں رحیم بخش صاحب مرحوم آف سامانہ کے داماد... محمد عبداللہ صاحب قضائے الٰہی سے ۲۶-۱۲-۷۲ کو لاہور میں فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم نے اپنے پیچھے دو لڑکیاں اور ایک بیوہ نظام آباد وزیرآباد میں چھوڑی ہیں۔ تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

خاکسار۔ عبیداللہ۔ سیکرٹری جماعت وزیرآباد

۲۴

گہرے رنج و الم کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور محترم چوہدری صاحب کے درجات بلند فرمائے آمین۔ آج ۱۵-۱۲-۷۲ کو نماز جمعہ کے بعد خاکسار نے ہر دو مرحومین کا جنازہ غائبانہ مسجد احمدیہ کراچی میں پڑھایا۔

مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام کراچی

انا للہ و انا الیہ راجعون

محترم محمد مسعود صدیقی صاحب کے فرزند امین جمال صدیقی کی بیوی بچہ کی پیدائش کے بعد بے ہوش ہوگئی تھیں۔ چار بچیوں کے بعد اللہ تعالےٰ نے ان کی خواہش کے مطابق انہیں اولاد نرینہ عطا فرمائی، مگر بدقسمتی سے وہ اس کا منہ بھی نہ دیکھ سکیں اور پندرہ دن بے ہوش رہنے کے بعد یکم جنوری ۱۹۷۳ء کو صبح ۲ بجے وفات پاگئیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحومہ نہایت بلند اخلاق اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کی بچیوں کو اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور چھوٹے منے کو سلامت رکھے جس کی پیدائش پر بے ہوش رہنے کے بعد وہ وفات پاگئیں۔ تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

محمد بیدار احمدی
جائنٹ سیکرٹری۔ جماعت کراچی

پیغام صلح: جمعہ مورخہ ۱۹۷۳ء کو نماز جمعہ کے بعد مرزا مسعود بیگ صاحب نے جنازہ غائبانہ پڑھایا۔

(بسلسلہ صفحہ ۵)

کہ آپ کی وفات کے بعد میں بحیثیت سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ اڑھائی سو روپیہ آپ کے گھر میں دیتا تھا، یہ وہ بزرگ ہستی تھی جس کے حدیث نبوی ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس زمانہ کا مجدد بنا کر بھیجا گیا۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے اس زمانہ کے مجدد کو شناخت کیا جس نے اسلام کے اندر زندگی کی روح پیدا کر دی۔

اس کے بعد آپ نے انجمن کے منصوبوں بالخصوص برلن مسجد کا ذکر کیا، اور قوم سے اپیل کی کہ اس تبلیغی کام کے لئے جو مجدد نے ان کے سپرد کیا ہے دل کھول کر چندہ دیں۔ اس وقت تراجم قرآن کی اشاعت کے لئے پچاس ہزار روپیہ کے لئے اپیل کی گئی تھی، لیکن قریباً ایک لاکھ روپیہ نقد اور وعدوں

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلہ صفحۂ اوّل

نہیں ہوتا جیسا تردد مومن کی روح (کے قبض کرنے) میں ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ناخوشی کو پسند نہیں کرتا۔

نوٹ ۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ
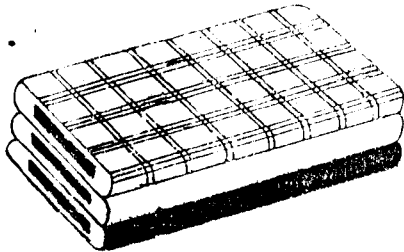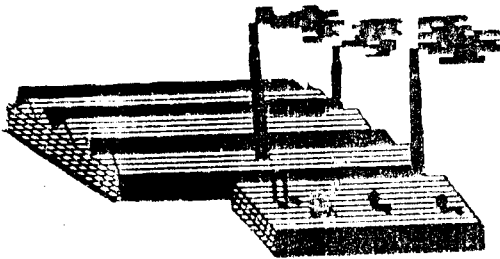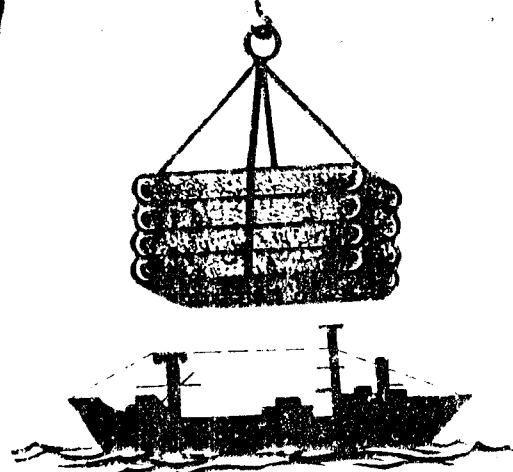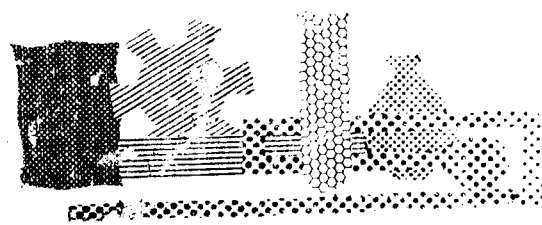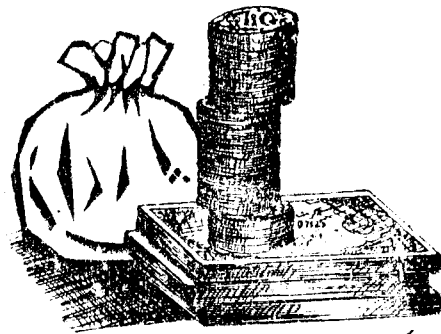
یہ سب کلام بطور مجاز ہے جس نے نوافل کو ٹھوکر لگتی ہے ۔ انسان کے ہاتھ، پیر آنکھیں، کان وہی ہوتے ہیں، لیکن اس کے اندر ایک خدائی طاقت اور خدائی نور پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دیکھتا ہے تو خدائی نور سے دیکھتا ہے، سنتا ہے تو الٰہی نور سے سنتا ہے، پکڑتا ہے تو الٰہی طاقت سے پکڑتا ہے ۔ چلتا ہے تو خدائی طاقت سے چلتا ہے ۔ خدائی طاقتیں اس کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں ۔ ہمارے اللہ تعالیٰ کو کسی بات میں تردد نہیں ہوتا وہ اس سے پاک ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان کے اندر تردد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اپنے انسان کی روح کو قبض کرے مگر قضا و قدر کا قانون اٹل ہے ۔ (فضل الباری)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔ مورخہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۸۲ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ۔ شمارہ نمبر ۲

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ - مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۷۳ء | نمبر ۳

عید مبارک

پاکستان میں عید الاضحیٰ کی مبارک تقریب ۱۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو بروز منگل منائی جائے گی۔ اس موقعہ پر ہم قارئین کرام کی خدمت میں عید مبارک عرض کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ :-

۱- عید کی خوشی میں اپنے اہل و عیال اور دوست و احباب کو شامل کرتے ہوئے انجمن کو بھی یاد رکھا جائے اور اشاعت اسلام کے لئے کچھ نہ کچھ انجمن کی نذر کیا جائے۔

۲- قربانی کی کھالیں فروخت کر کے ان کی رقم انجمن کو بھجوائی جائے۔

۳- ۹ ذی الحجہ (مورخہ ۱۵ جنوری) نماز صبح سے شروع کر کے ۱۳ ذی الحجہ (مورخہ ۱۸ جنوری) نماز عصر تک بعد نماز بلند آواز سے حسب ذیل تکبیر تین بار .... کہنے کا حکم ہے :-

اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر
اللہ اکبر وللہ الحمد۔

۴- قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ (۱۶ جنوری ۷۳ء) کو نماز عید و خطبہ کے بعد سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ (۱۸ جنوری) کی نماز عصر تک ہے۔ ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

بحرِ حکمت کے موتی

جو شخص اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے

عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ قالت عائشۃ او بعض ازواجہ انا لنکرہ الموت قال لیس ذاک ولکن المؤمن اذا حضرہ الموت بشر برضوان اللہ وکرامتہ فلیس شیء احب الیہ مما امامہ فاحب لقاء اللہ واحب اللہ لقاءہ وان الکافر اذا حضر بشر بعذاب اللہ وعقوبتہ فلیس شیء اکرہ الیہ مما امامہ کرہ لقاء اللہ وکرہ اللہ لقاءہ۔

ترجمہ : عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اللہ اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے حضرت عائشہؓ نے یا آپ کی کسی بیوی نے عرض کیا ہم تو موت کو پسند نہیں کرتے فرمایا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ یہ کہ مؤمن کو جب موت آتی ہے تو اللہ کی رضامندی اور اعزاز کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ پس کوئی چیز اس کو اس سے زیادہ محبوب نہیں

(باقی بر صفحہ ۱ اشتہار کے نیچے)

بیعت کرنے والے کو اپنے آپ کو ٹٹولنا چاہئیے کہ میں چھلکا ہوں یا مغز

اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکا کی کچھ بھی قیمت نہیں

ارشادات حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے مغز تو اس کے اندر ہے، اکثر قانون قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں مغز رہتا ہی نہیں اور مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے اور نہ سفیدی جو کسی کام نہیں آسکتے اور ردی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک دو منٹ تک کسی بچہ کے کھیل کا ذریعہ ہو تو ہو اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعوے کرتا ہے، اگر وہ اُن دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا تو اسے ڈرنا چاہیئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا۔

اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعوے کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہیئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان۔ محبت۔ اطاعت۔ بیعت۔ اعتقاد۔ مریدی۔ اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکا کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں کہ موت کس وقت آجاوے۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ مرنا ضرور ہے۔ پس نرے دعوے پر ہرگز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔ جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں ہو کر نہ نکلے وہ انسان کے اصل مقصد کو پا نہیں سکتا۔

انسان اصل میں اُنسان سے لیا گیا ہے یعنی جس میں دو حقیقی اُنس ہوں، ایک اللہ تعالیٰ سے دوسرا اپنی نوع کی ہمدردی سے۔ جب یہ دونوں اُنس اس میں پیدا ہو جاویں اس وقت انسان کہلاتا ہے اور یہی وہ بات ہے جو انسانیت کا مغز کہلاتی ہے اور اسی مقام پر انسان اولوالالباب کہلاتا ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں، ہزار دعویٰ کرو اور دکھاؤ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے نبی اور فرشتوں کے نزدیک ہیچ ہے۔

ملفوظات احمدیہ جلد اوّل

جلسہ سالانہ کی مختصر کارروائی

۲۵ ؍دسمبر ۱۹۷۲ء - دوسرا اجلاس

۲۵ ؍دسمبر ۱۹۷۲ء کے اجلاس کی دوسری نشست ۲½ بجے شروع ہوئی جس میں مولانا عبدالرحمن صاحب امام مسجد کوہ مری نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی، اور اس کے بعد مرزا شفیق اکبر صاحب نے عیسائیت کے خلاف حضرت مسیح موعودؑ کی جدوجہد کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؑ وہ مسیح موعود ہیں، جن میں مسیحیت کی پوری شان جلوہ گر ہے، اور آپ کی اطاعت اور معیت ہی امت محمدیہ کی رستگاری کا موجب ہو سکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ امت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں مسیح، اسی ضمن میں زمانہ حاضرہ میں فتنہ مسیحیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کا یہ کام بتایا ہے یکسر الصلیب۔ یعنے مسیح موعودؑ صلیب کو توڑے گا، چنانچہ — اللہ تعالےٰ نے اس وقت جب بے شمار مسلمان عیسائی ہو گئے اور صرف ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ گئی، اس لئے کسی اور نبی کے زمانہ میں — حضرت مرزا صاحبؑ کو بھیجدیا اور آپؑ نے کسر صلیب کا وہ شاندار کام سرانجام دیا جو کسی دوسرے بڑے سے بڑے عالم یا جماعت سے نہ ہو سکا۔ اس ضمن میں آپ نے عیسائی پادری ہنری مارٹن کلارک کے ساتھ مباحثہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت مرزا صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ جس بات کا دعوےٰ پیش کیا جائے ضروری ہے کہ اس کا نمونہ عملی رنگ میں دکھایا جائے، اور مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت کرکے عیسائیت کی شکست اور اسلام کی فتح کی بنیادیں کتاب و سنت سے ثابت کی۔

اس کے بعد مولانا عبدالمنان عمر صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مسیح موعودؑ نے ہمیں قرآن کریم کے ذریعہ جہاد کرنے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے کہ جاھدھم بہٖ جہاداً کبیراً پر عمل پیرا ہو کر قرآن کریم کی اشاعت کو لائحہ عمل بنایا جائے، اگر قرآن کو ہم دنیا میں پہنچادیں تو ہم کامیاب ہو گئے۔ پس ضروری ہے کہ قرآن ہم سب کے مطالعہ میں رہے، اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے، آپ نے فرمایا کہ تمام علوم قرآن میں ہیں، لوگوں نے شائع شدہ تفاسیر کو علم قرآن کا آخری ذریعہ قرار دیا ہے حالانکہ قرآن کریم کے معارف کبھی ختم نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کو کس طرح سمجھا جائے، اس کا ایک ہی طریق ہے کہ قرآن کو قرآن کے ذریعہ سمجھا جائے، اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر ہے اور مسیح موعودؑ نے بھی قرآن کے علوم ہمیں دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے پاک دل ہونا چاہیئے، ناپاک انسان اس کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتا، نیز دعا کے ذریعہ اس کے علوم و معارف کھلتے ہیں۔

اس نشست کی آخری تقریر مولانا شیخ عبدالرحمان مصری صاحب نے کی جس کا موضوع تھا:۔ "یورپین اقوام کی مادی ترقی اسلام سے انحراف کی بجائے اس سے وابستگی کا یقینی ذریعہ ہے"۔ اس موضوع پر معزز لیکچرار نے ایک فاضلانہ مقالہ پڑھا، جس کے شروع میں بعض لوگوں کے اس سوال کا ذکر کیا کہ "اگر ہمارے اعمال خدا کے ہاں پسندیدہ نہیں اور ان میں خامیاں ہیں تو کیا اہل یورپ کے اعمال ہمارے مقابلہ میں اچھے ہیں کہ ان پر خدا تعالےٰ کی طرف سے مادی نعمتوں کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور ہمیں ان سے محروم رکھا جا رہا ہے"۔

اس سوال کے جواب میں آپ نے قرآن کریم کی متعدد آیات سے یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالےٰ کسی شخص کی محنت کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ دنیا کے لئے ہو یا آخرت کے لئے، اور اگر کوئی قوم دنیا اور آخرت دونوں کے فوائد حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتی ہے، تو اس کو دونوں فوائد حاصل ہوتے ہیں، جیسے مسلمانوں نے ابتدائی زمانہ میں محنت اور کوشش کی اور وہ ایک طرف اپنے حسن کردار اور پارسائی کی وجہ سے دنیا میں عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور دوسری طرف دنیوی علوم اور مادی ترقیات کی وجہ سے اہل یورپ کے استاد بن گئے، لیکن انہی مسلمانوں نے جب نہ صرف اعمال حسنہ سے منہ موڑ لیا بلکہ دنیوی علوم سے بھی ان کی توجہ ہٹ گئی تو وہ گر گئے اور اہل یورپ آخرت کے خیال کو چھوڑ کر صرف مادی ترقی میں بڑھتے چلے گئے، جس کے نتیجہ میں خدائی قانون کے ماتحت انہیں دنیوی فوائد اور مال و دولت سے وافر حصہ مل رہا ہے۔ لیکن یہ فوائد صرف دنیا تک ہی محدود ہیں اور آخرت میں بداعمالیوں اور الحاد کی وجہ سے انہیں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً اولٰئک الذین کفروا بآیٰت ربھم ولقائہٖ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزناً۔ یعنی کہہ دے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کا حال سنائیں جن کے اعمال خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام کوششیں صرف دنیوی زندگی میں ضائع ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہترین صنعتکار ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے احکام اور اس کے پاس حاضر ہونے سے انکار کیا، پس ان کے اعمال اکارت گئے اور قیامت کے دن ہم انہیں کوئی وزن نہیں دیں گے، اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے مطابق یورپین اقوام کی ترقیات صرف دنیوی زندگی تک محدود ہیں۔

ان امور پر مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے بحث کرتے ہوئے اور قرآن کریم کی بے شمار آیات کو اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے — آخرکار فاضل لیکچرار نے یہ نتیجہ نکالا کہ "پس اگر اہل یورپ کو ان کی محنت کا پھل مل رہا ہے تو وہ ایک طرف خدائی وعدوں کی سچائی پر دلیل ہے اور دوسری طرف عدل کے تقاضوں کو پورا کر رہا ہے، پس جب واقعات قرآنی اصولوں کی سچائی ثابت کر رہے ہیں تو کیا یہ ہمارے ایمانوں کو مضبوط بنانے میں ممد ہوں گے یا ان میں تزلزل پیدا کرنے کا موجب ہوں گے۔ ہر عقلمند خود ہی غور کر لے"۔

مصری صاحب کا یہ پورا مقالہ کسی آئندہ اشاعت میں ہدیۂ قارئین ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس مقالہ کے بعد آج کا اجلاس ختم ہو گیا۔

۲۶ ؍دسمبر ۱۹۷۲ء کی کارروائی

دوسرے دن صبح ساڑھے نو بجے تلاوت قرآن کریم کے بعد مرزا سلیم اختر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم "ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے" ترنم سے پڑھی، جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد محمد اعظم صاحب علوی کی ایک نظم ٹرنی ڈاڈ کے بچوں اور لڑکیوں کی طرف سے ٹیپ ریکارڈر پر گائی ہوئی سنائی گئی۔ بعد ازاں مرزا محمد لطیف صاحب نے مصلح موعود کی آمد کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے بصیرت افروز روشنی ڈالی اور یہ ثابت کرتے ہوئے کہ ملہم کو بعض اوقات اپنی پیشگوئی اور الہام کو سمجھنے میں غلطی لگ جانیکا امکان ہوتا ہے، بتایا کہ اس قسم کی اجتہادی غلطیاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے بھی سرزد ہوئی ہیں، مثلاً آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ نے کھجوروں والے شہر کی طرف ہجرت کی ہے۔ اس سے آپؐ نے خیال کیا کہ آپؐ یمامہ کی طرف ہجرت کریں گے لیکن واقعات نے ہجرت کا مقام مدینہ ثابت کیا، ایسا ہی حضور صلعم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد میری بیویوں میں سے سب سے پہلے لمبے ہاتھوں والی بیوی مجھ سے ملے گی، اس پر حضور صلعم کی ازواج مطہرات نے حضور کے سامنے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے اور معلوم ہوا کہ حضرت سودہؓ کے ہاتھ دوسری ازواج سے زیادہ لمبے ہیں، لیکن حضور کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت زینبؓ نے وفات پائی، جس سے ثابت ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت میں ہاتھوں کا لمبا ہونا ہے، اسی طرح مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی کا اطلاق حضرت مسیح موعودؑ اپنی جسمانی اولاد میں سے پہلے پوتے اپنے لڑکے مبارک احمد پر کرتے رہے کیونکہ پیشگوئی میں اس کی ایک علامت "تین کو چار کرنے والا" لکھی ہے، لیکن مبارک احمد کم سنی میں ہی فوت ہو گیا، معلوم ہوا کہ پیشگوئی آپ کی جسمانی اولاد پر اطلاق نہیں پاتی بلکہ آپ کی روحانی اولاد یعنے آپ کے مریدوں میں سے کسی کو اس منصب جلیلہ پر فائز کیا جائے گا۔ اور وہ بھی جہاں تک پیشگوئی کے الفاظ "تین کو چار کرنے والا" سے ثابت ہے۔ تین صدیوں کے بعد چوتھی صدی میں ہوگا، جیسا کہ اسی پیشگوئی میں یہ بھی فرمایا گیا ہے: اے فخر رسل دیا آمدۂ زراہ دور آمدہٗ۔ غرض محترم مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ میاں محمود احمد صاحب اس کے مصداق نہیں ہو سکتے، نہ چوتھی صدی سے پہلے مصلح موعود کے ظہور کا امکان ہے۔ یہ مضمون اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ پورے طور پر قارئین کے مطالعہ میں لایا جائے اور امید ہے کہ مرزا صاحب جلد اس کو مکمل کرکے پیغام صلح میں اشاعت کے لئے بھیجدیں گے۔

(باقی پر ص ۹ کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۷۳ء

حج ——— مساوات انسانی اور بین الاقوامی اتحاد کا مظاہرہ

اسلام بین الاقوامی مذہب ہے اور اس کے نزدیک تمام انسان رنگ نسل اور زبان وطن کے امتیازات سے بالاتر ایک وحدت اور مساوات کا حکم رکھتے ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے کان الناس امۃ واحدۃ (البقرۃ رکوع ۲۶) یعنی تمام انسان ایک ہی جماعت ہیں اور دوسری جگہ فرمایا یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ (الحجرات رکوع ۲) اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا، یہ سب انسانوں کو خطاب ہے جس میں بتایا ہے کہ پیدائش کے لحاظ سے وہ سب کے سب مرد و عورت ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس حقیقت انسانوں میں قبائلی اور گروہی امتیاز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وجعلنٰکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا۔ ہم نے صرف باہمی تعارف پیدا کرنے کے لئے (نہ کہ کسی برتری کی غرض سے) تم میں مختلف شاخیں اور قبیلے بنا دیئے اور جہاں تک ایک دوسرے پر برتری کا تعلق ہے اس کے متعلق فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کے نزدیک رنگ و نسل اور زبان و وطن کا امتیاز کوئی حیثیت نہیں رکھتا، یہ تمام امتیازات صرف باہمی تعارف کے لئے ہیں۔ بلحاظ انسانیت تمام لوگ باہم مساوات رکھتے ہیں۔

یہی بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمام نسل انسانی کی طرف پیغام ہدایت لے کر آئے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمائی، فرمایا لا فضل لعربی علی العجمی ولا لعجمی علی عربی الا بتقوی اللہ، کسی عرب قوم کو غیر عرب پر کوئی فضیلت حاصل نہیں نہ کسی غیر عرب کو عرب قوم پر فضیلت حاصل ہے فضیلت صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، خواہ کوئی عرب ہو یا غیر عرب، جو بھی متقی ہوگا، اسی کو اللہ کے نزدیک فضیلت حاصل ہوگی۔

یہ وہ اعلان ہے جس کا عملی نظارہ ہر سال مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر نظر آتا ہے جہاں پاکستانی، افریقی، مصری، شامی، رومی، عراقی، پنجابی، پٹھان، بلوچ، سندھی، ایرانی، کابلی وغیرہ تمام اقوام کے لوگ جو مختلف وطنوں سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف زبانیں بولتے ہیں، کالے ہیں یا گورے ایک ہی بن سلے لباس میں شانہ بشانہ کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور عرفات کے میدان میں جمع ہو کر لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک کہتے ہوئے خدائے واحد کے آگے اپنی عبودیت کا اقرار کرتے اور مساوات انسانی اور بین الاقوامی اتحاد کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔

یہ خصوصیت اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کو حاصل نہیں، اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے آج دنیا جنگ و جدال اور باہمی منافرت کے ناپاک جذبات میں مبتلا ہے، اور تو اور خود مسلمان بھی جنکو وحدت انسانی کا یہ عظیم الشان سبق پڑھایا گیا تھا، ہر سال مکہ معظمہ میں وحدت و مساوات کا عملی مظاہرہ کرنے کے باوجود قبیلوں اور رنگ و نسل کے امتیازات اور مذہبی تفرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کو گرانا... اور گردن زدنی قرار دینا اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، یہی نہیں کئی لوگ عام طور پر حج کے ذریعہ اپنے گناہوں کی معافی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے جب واپس آتے ہیں تو پھر انہی گناہوں، اسی لوٹ مار، اتلاف حقوق باہمی سمگلنگ اور اشیائے صرف میں ملاوٹ کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں (الا ماشاء اللہ) جو حج کی خوبیوں اور اس کی اصل غرض و غایت کو ملیا میٹ کرنے کا موجب ہے۔ حکومت پاکستان اس بات کا فخریہ اعلان کر رہی ہے کہ اس نے امسال ۷۷ ہزار پاکستانیوں کو حج کا موقعہ فراہم کیا ہے جن میں عوام الناس کے علاوہ حکومت کے بعض ارکان اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے لوگ بھی شامل ہیں، یہ فی الواقعہ خوشی کی بات ہے، لیکن سب سے بڑی خوشی یہ ہوگی کہ یہ سب لوگ حج سے واپس آنے کے بعد ہر قسم کے قبائلی اور نسلی و وطنی امتیازات سے بالاتر ہو کر اسی وحدت و مساوات کو اپنا شعار بنائیں جس کا مظاہرہ حج میں کر چکے ہیں، اور باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لے کر اور ایک دوسرے سے برادرانہ تعلقات پیدا کر کے حکومت کے معاملات میں اختلافی امور کو صلح اور اتحاد کے ساتھ طے کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔

حج کا ایک اور بھی پہلو ہے، جو ایمان باللہ کو تقویت دینے کا موجب ہے، ایک وقت تھا، جب یہی مکہ معظمہ ایک ویران اور بے آب و گیاہ وادی کی حیثیت رکھتا تھا، اس وقت خدا کے ایک بندہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی زوجہ محترمہ (حضرت ہاجرہؑ) اور اپنے ننھے فرزند (حضرت اسمٰعیلؑ) کو اس ویران وادی میں لا بسایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات۔ میں نے اپنی ذریت کو اس ویران اور بے آب و گیاہ وادی میں جس میں کوئی زراعت کی پیداوار میسر نہیں لا کر بسایا ہے تاکہ یہ نماز پڑھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ یہ تیرے شکرگذار ہوں - اور پھر دعا فرمائی رب اجعل ھٰذا بلدًا اٰمنًا وارزق اھلہ من الثمرات من اٰمن منھم باللہ والیوم الاٰخر۔ اے میرے پروردگار اس وادی کو ایک امن والا شہر بنا دے اور اس میں رہنے والوں کو جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائیں پھلوں سے رزق عطا فرما، اور اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا ومن کفر فامتعہ قلیلًا ثم اضطرہ الیٰ عذاب النار وبئس المصیر، جو کفر کرے گا اس کو بھی تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا پھر اسے آگ کے عذاب میں مبتلا کر دوں گا اور یہ بُرا ٹھکانا ہے۔

آج وہی وادی غیر ذی زرع اس دعا کی قبولیت کا عملی ثبوت پیش کر رہی ہے، دنیا کا کوئی پھل نہیں جو وہاں نہ ملتا ہو، ہر قسم کے رزق سے اللہ تعالیٰ نے اسے مالا مال کر رکھا ہے اور امن کی یہ حالت ہے کہ کوئی چوری چکاری نہیں، کوئی جنگ و جدال نہیں، دوکاندار دکانیں کھلی چھوڑ کر ادائے نماز کے لئے چلے جاتے ہیں اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ وہاں سے کوئی چیز اٹھا سکے، کیا یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی قدرت کا کھلا ثبوت نہیں ؟

ایک اور دعا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس وقت فرمائی جب وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں کھڑی کر رہے تھے، وہ یہ تھی، ربنا وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔ اے ہمارے رب ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیج جو ان کو تیرا پیغام پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائے اور انہیں پاک کرے بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ کس قدر خدا تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے کہ اس نے اپنے ان مخلص بندوں کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ہزاروں سال بعد اسی مکہ معظمہ میں وہ رسولؐ مبعوث کیا جو دنیا جہان کی طرف پیغام ہدایت لے کر آیا، اس نے امی ہونے کے باوجود کتاب و حکمت کے ایسے اعلیٰ درس دیئے جو دنیا کو محو حیرت کرنے کا موجب ہیں اور یہی نہیں اس قوم کو جو ہر قسم کی بدیوں میں مبتلا تھی، ایسا پاک کر دیا کہ وہ اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے دنیا کے رہنما بن گئے۔

پھر اسی مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر دو پہاڑیوں کے درمیان حاجیوں کو دوڑایا جاتا ہے جو اس بزرگ عورت (حضرت ہاجرہؑ) کی یادگار ہے، جنہوں نے اس غیر ذی زرع وادی میں خدا کے حکم سے سکونت اختیار کرنے کے بعد اپنے ننھے بچہ اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں ان دو پہاڑیوں پر دوڑ لگائی تھی اور آخرکار اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک ایسا چشمہ پیدا کر دیا، جس کا پانی اسمٰعیلؑ ہی کو نہیں ہزارہا سال سے تمام اہل مکہ اور دیگر مخلوق الٰہی کو سیراب کر رہا ہے حاجیوں کا ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا اس بزرگ عورت کی یاد کو تازہ کرتا اور احکام الٰہی کی تعمیل اور راہ خدا میں قربانی کرنے والی صنف اناث کی عظمت کو دلوں میں بٹھاتا ہے۔

ایک اور واقعہ سن لیجئے، جب وہ ننھا بچہ اسمٰعیلؑ جوان ہوا تو حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اسے ذبح کر رہے ہیں، آپ نے اس جوان سے مشورہ کیا کہ میں نے خواب میں ایسا دیکھا ہے تمہاری کیا رائے ہے، اس جوان نے کہا اے میرے باپ جو کچھ تجھے حکم ہوا ہے کر گذر، اور باپ نے عملاً بیٹے کو لٹا کر اسے خدا کی راہ میں ذبح کرنے کے لئے چھری اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قربانی کو قبول کرتے ہوئے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے سے روک دیا اور اس کے بجائے حج کے موقعہ پر بکروں، گائے اور اونٹ وغیرہ کی قربانی کو رائج کر دیا۔ جو دنیا کے ہر حصہ میں ذی استطاعت مسلمان ہر سال ادا کرتے ہیں، جس سے انہیں یہ سبق دیا جانا مقصود ہے کہ وہ بھی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی طرح اپنے سفلی جذبات اور خواہشات کو قربان کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بنائیں۔

یہ ہے حج اور یہ ہے عید، جو ہر سال مسلمان مناتے ہیں کیا اچھا ہو اگر حج اور عید کی خوشیوں کے ساتھ ...

بشیر احمد سوز

اخبار و افکار

مشرقی پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ

مشرقی بنگال... کو پاکستان سے علیحدہ کرنے کی سازش میں بھارت و روس کے علاوہ کون کونسی قوتیں کام کر رہی تھیں۔ انکے مقاصد اسلام اور پاکستان کے اس حصہ کے بارے میں کیا تھے؟ اس کا اندازہ اس اشتہار سے کیا جا سکتا ہے جو حال ہی میں آسٹریلیا کے مسیحی ادارے "آسٹریلین بیپٹسٹ مشنز" نے شائع کیا ہے۔ اس اشتہار کو کویت کے جریدہ "المجتمع" نے ۲۸ نومبر ۱۹۷۲ء کے شمارے میں نقل کیا ہے۔

اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچا کر اور اس کے ایک بڑے حصے کو الگ کر کے مشرقی پاکستان میں نئی نسل پر اسلامی اثر کی کمی کی وجہ سے مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل پر مغربی دنیا اور خاص طور پر مسیحیت کے تعلیمی ادارے کس طرح بغلیں بجا رہے ہیں اور کس طرح سات کروڑ بے یار و مددگار مسلمانوں پر گدھوں کی طرح جھپٹنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔

آسٹریلیا میں شائع کئے جانے والے اشتہار کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

آسٹریلین بیپٹسٹ مشنز
بنگلہ دیش کے لئے ایک منصوبہ

— ایک نئی قوم بنگلہ دیش وجود میں آ گئی ہے۔
— مسلمانوں میں کتاب مقدس (انجیل) کی تعلیم پھیلانے کے نادر مواقع پیدا کئے گئے ہیں۔
— اسلام اب اس ملک میں سرکاری مذہب نہیں رہا۔
— تحقیق و تجسس آزادی کا نیا جذبہ۔
— اسلام سے مایوسی اور لاتعلقی پیدا ہو گئی ہے۔
— طلباء کے لئے اس علاقہ میں کام کرنے کے مواقع ہیں۔
— انہیں ایک معین مدت میں کام کرنا ہوگا۔
— نوجوان جوڑے وقت اور مواقع کی اہمیت سمجھیں۔

مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ

مندرجہ بالا عنوانات کے بعد لکھا ہے:۔

لندن۔ ڈھاکہ سے لندن پہنچنے والی اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ:۔

مشرقی پاکستان میں مکتی باہنی اور دوسر بنگالی چھاپہ ماروں کے ہاتھوں جو غیر بنگالی قتل ہو گئے ہیں۔ ان کے یتیم بچوں کو بیرونی ملکوں میں لے جانے کی اجازت دے دی گئی ہے، ان اطلاعات کے مطابق غیر ملکی تنظیمیں بہت سے یتیم بچوں کو اپنے ملک میں لے گئی ہیں اور انکو عیسائی بنا لیا ہے۔ مشرقی پاکستان میں بھاری تعداد میں ایسے یتیم بچے موجود ہیں جن کے والدین کو قتل کر دیا گیا اور اب ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ جن یتیم بچوں کی مائیں زندہ بچ گئی تھیں انہیں جنگ دسمبر کے بعد بھارت میں فروخت کر دیا گیا۔ ڈھاکہ کی انتظامیہ کے یتیم خانے ایسے یتیموں کی کوئی مدد نہیں کرتے جو غیر بنگالی ہیں۔ کئی یتیم ایسے بچے بھی ہیں جن کا کوئی عزیز یا رشتہ دار قتل عام سے نہیں بچا۔ ڈھاکہ کی انتظامیہ ان کی بھی دیکھ بھال کرنے کو تیار نہیں"۔ کیا یہ حالات مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ کا موجب نہیں؟ کیا ہم سیاسی حقوق کے لئے ہی لڑتے رہیں گے اور ہمارے مشرقی پاکستانی بچوں کو عیسائی یا ہندو بنا کر اسلام سے ہمیشہ کے لئے منحرف کر دیا جائے گا؟!

بھارت میں قرآن کریم کی بے حرمتی

تازہ اطلاعات کے مطابق بھارت کے صوبہ مہاراشٹر کے چند شہروں میں ایک شرمناک اور انتہائی اشتعال انگیز مہم کے نتیجہ میں قرآن پاک کے نسخوں کو کھلے عام بازاروں میں نذر آتش کیا گیا ہے۔ ان مقامات پر گذشتہ دو سال سے ہندو مہاسبھا نے قرآن پاک کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ پونہ میں مہاسبھا کے ایک ترجمان ہفت روزہ بھارت نے قرآن پاک پر پابندی کے عنوان سے متعدد مضامین تحریر کئے ہیں۔

کیا بھارت کا سیکولرازم اسی امر کا متقاضی ہے کہ مسلمانوں کو قتل کرے (جیسا کہ ۲۵ سال سے ہوتا چلا آ رہا ہے) اور قرآن پاک کو جلا کر ٹھیٹھ ہندو ازم کو تقویت پہنچائی جائے؟!

غیر ملکی جاسوس مبلغوں کے بھیس میں!

ریڈیو رپورٹ ۳۰ دسمبر ۱۹۷۲ء کے مطابق یوگنڈا کے صدر عیدی امین نے ۵۸ عیسائی مبلغوں کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ مبلغوں کی شکل میں جاسوس تھے، اور یوگنڈا کے اہم فوجی علاقوں میں کارروائیاں کر رہے تھے۔ عیدی امین کا کہنا ہے کہ یہ سب کے سب تربیت یافتہ فوجی ہیں اور ان میں اکثر کرنل اور میجر کے عہدے کے لوگ ہیں۔ یوگنڈا کے صدر کے مطابق ان مبلغین سے جب بائبل کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

ہم پاکستان کے ارباب بست و کشاد کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں بھی مسیحی مبلغوں پر کڑی نظر رکھنا اور ان "نجات دہندوں" کی سرگرمیوں کی نگرانی کرنا ضروری ہے، حقیقت میں دجال کے کارناموں میں حسب ارشاد سرور کائنات صلعم اسی قسم کے ہتھکنڈوں اور دھوکہ بازیوں سے کام لینا شامل ہے۔

مختصر کارروائی جلسہ سالانہ

(بسلسلہ صـ۲ـ)

محترم مرزا احمد لطیف صاحب کی تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس امر پر خوشنودی کا اظہار کیا کہ مرزا صاحب موصوف اور ان کے دوسرے بھائی مرزا سلیم اختر اور شفیق نور جو ربوہ سے آکر ہم میں شامل ہوئے ہیں، دین کا علم رکھتے اور اعلیٰ درجہ کی تقاریر کر سکتے ہیں۔ آپ نے اس ضمن میں بچھ ایم اے پاس نوجوانوں کو تبلیغ دین کے لئے تیار کرنے کے منصوبہ کا بھی ذکر کیا، جن کو پانچسو روپیہ ماہوار سے شروع کر کے ایک ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ دینے کی تجویز کی ہے، آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو مضبوط سے مضبوط تر بنائے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ اسلام کن لوگوں کے ذریعہ پھیلتا ہے، ترکی، مصر، بیروت وغیرہ اسلامی ممالک کو اسلام پھیلانے کی جرأت و توفیق نہ ہوئی، ہم ممنون ہیں مسیح موعود کے جس نے ہمیں اس قابل بنا دیا کہ دنیا کو اسلام کی دعوت دے سکیں۔

دارالسلام میں رہائشی پلاٹ

انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ احمدیہ بستی "دارالسلام" میں احباب کو ۹۹ سالہ پٹہ (لیز) پر رہائشی پلاٹ دیئے جائیں۔ کل ۷۶ پلاٹ میں سے ۱۲ کم و بیش ایک کنال کے ہیں۔ ۳۲ پلاٹ تقریباً دس مرلہ کے اور بقیہ میں سے چند ۵ مرلہ سے کچھ زائد اور باقی سب تقریباً ۵ مرلہ کے ہیں جو احباب اپنی رہائش کے لئے دارالسلام میں مکان تعمیر کرنے کے خواہشمند ہیں وہ اپنی درخواست ناظم دارالسلام، 5 عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کو ۳۱ر جنوری ۱۹۷۳ء تک ارسال کر دیں۔ درخواست کے ساتھ -/۵۰۰ روپے فی کنال کے حساب سے فیس بنام محاسب صاحب انجمن بھیجنا ضروری ہے، جو ناکامی کی صورت میں واپس کر دی جائے گی۔ کامیابی کی صورت میں ڈیویلپمنٹ چارجز بحساب دس ہزار روپیہ فی کنال یکمشت ادا کرنے ہوں گے۔ شرائط پٹہ کی تفصیل دفتر سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

فضل حق
آنریری جائنٹ سیکرٹری ناظم دارالسلام

قارئین کرام توجہ فرمائیں

پیغام صلح کے بعض قارئین کے ذمہ اخبار کا چندہ بہت دیر سے بقایا چلا آ رہا ہے ان کو بذریعہ خطوط یاددہانی کرائی گئی، کئی ایک احباب کیطرف سے ادائیگی ہو گئی، انکا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے، لیکن بعض اصحاب ابتک خاموش ہیں، انکی طرف سے نہ چندہ آیا نہ خطوط کے جواب، ان سب دوستوں کی خدمت میں التماس ہے، کہ اس طرف جلد متوجہ ہو کر اور تمام بقایا رقوم ادا فرما کر اپنے قومی جریدہ کی اعانت فرمائیں۔

دجال اور یاجوج ماجوج کا فتنہ اور قرب قیامت کی علامات

مغربی اقوام کا مادی ترقیات اور صنعت کاریوں میں غرق ہو کر خدا کو بھول جانا سب سے بڑی دجالیت ہے، جس کے علاج کے لئے جماعت احمدیہ کو کھڑا کیا گیا۔

مصر کی الازہر یونیورسٹی کے وفد سے ملاقات اور ان کی طرف سے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کی افادیت کا اعتراف

۱۹۷۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو عرب ممالک میں پھیلانے کا پروگرام

مبلغین حضرات اور ممبران جماعت سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور تبلیغ کے کام میں بھرپور حصہ لینے کی استدعا

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۵ر جنوری ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قال اللہ تعالیٰ :۔ افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء۔ انا اعتدنا جہنم للکافرین نزلا۔ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا...... ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ (۱۹: ۱۰۳ تا ۱۱۰)

آج صبح دفتر حاضر ہونے پر مجھے حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد پہنچا کہ وہ راولپنڈی تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور انہوں نے فرمایا ہے کہ آج جمعہ کے وقت میں آپ کی سمع خراشی کروں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ میں صبح سے ہی سوچتا رہا کہ میں کیا بات عرض کروں جس سے ہمارے اس کامیاب جلسہ سالانہ کا بھی تعلق ہو جو چند دن پہلے منعقد ہو چکا ہے اور سال آئندہ کے لئے جو پروگرام یا عزائم ہمارے سامنے ہیں، ان کا بھی تعلق ہو۔

میں نے جو آیات کریمہ پڑھی ہیں وہ اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے پڑھی ہیں۔ یہ سورۃ شریفہ الکھف کے آخری رکوع کی آیات ہیں۔ احادیث نبویؐ میں مذکور ہے کہ سورہ کہف کی پہلی دس آیات اور آخری دس آیات میں فتنۂ دجال کا ذکر ہے اور اس فتنہ کا علاج بھی ان آیات میں بتایا گیا ہے۔ سورۃ الکھف کی ابتدائی آیات میں عیسائیت کا ذکر ہے اور آخری آیات میں ایک بیماری اور اس کے علاج کا تذکرہ ہے۔ یعنی قرب قیامت میں جب دجال کا ظہور ہو گا تو خدا تعالےٰ سے دوری اور دنیاوی جہات اور اشتغال میں غرق ہو جانے کی ایسی بیماری پھیل جائے گی اور قلوب میں ایسی زہر سرایت کر جائے گی کہ اس کے لئے آسمانی علاج اور تریاق کی اشد ضرورت ہو گی۔

ہمارے علمائے کرام جو لفظ پرست واقع ہوئے ہیں، ہر چیز کے لفظی معنے مفہوم کو انہوں نے درست سمجھا ہے۔ چنانچہ وہ ہمیشہ سے ایسے دجال کی تلاش میں رہے ہیں جو گدھے پر سوار ہو گا اور جس کے کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ ہو گا اور اس کی چیخ دور دراز تک سنی جائے گی۔ اور اس کے پاس روٹی کے انبار ہوں گے۔ لیکن آج تک اس لفظی تصویر کا مصداق کوئی نہیں ظاہر ہوا۔ ہمارے سلسلہ کی روایات میں ایک لطیفہ مشہور ہے۔ جماعت اہلحدیث کے ایک ممتاز عالم اور خطیب مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی مرحوم جو حضرت مولینا نور الدین علیہ الرحمۃ کے عزیزوں میں سے تھے، قادیان میں حضرت ممدوح کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد جب واپس ہونے لگے تو حضرت مولینا نور الدینؒ نے ان سے فرمایا کہ اگر آپ حضرت مرزا صاحبؑ سے بھی ملتے چلیں تو کیا حرج ہے۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئے۔ اور حضرت صاحبؑ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت صاحبؑ نے خوشدلی سے مصافحہ کیا اور خیریت پوچھی۔ لیکن مولینا عبدالواحد صاحب خاموش رہے۔ البتہ ان کے لب ہل رہے تھے۔ گویا زیر لب کچھ پڑھ رہے ہوں۔ جب وہاں سے رخصت ہوئے تو حضرت مولینا نے پوچھا کہ دوران ملاقات آپ خاموش رہے اور زیر لب کچھ پڑھتے رہے، یہ کیا بات ہے اور آپ کیا پڑھ رہے تھے؟ وہ کہنے لگے کہ میں سورہ کہف کی آخری آیات پڑھ رہا تھا۔ گویا مولانا عبدالواحد سمجھتے تھے کہ نعوذ باللہ دجال سے آمنا سامنا ہو گیا ہے اور وہ اس فتنہ سے بچنے کے لئے دعا مانگ رہے تھے۔ تو یہ لوگوں کی بدقسمتی ہے کہ وہ محض الفاظ کو لے بیٹھتے ہیں اور ان کے مطالب پر غور نہیں کرتے۔ احادیث نبویؐ کے اندر یہ جو بیان ہوا ہے کہ سورۃ الکہف کی آخری دس آیات میں فتنۂ دجال کا تریاق ہے تو اس کے اندر ایک بہت بڑی حقیقت پنہاں ہے۔ چنانچہ اب دنیا اس کی طرف آ رہی ہے کہ دجال بھی ظاہر ہو گیا اور حضرت عیسیٰؑ کی وفات بھی ثابت ہو گئی ہے، جیسے کہ اہل فکر آئمہ کا موقف ہے اور علامہ اقبال نے یہی کہا ہے کہ

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام

یہ ساری حقیقتیں ایک ایک کر کے لوگوں کے سامنے آ گئی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس زمانے کی بیماری کیا تھی اور کونسا زہر تھا جس کے لئے تریاق کی ضرورت تھی۔ یہ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا۔ فرمایا قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ یعنی کیا ہم تمہیں عملوں میں بہت بڑھ کر گھاٹے میں رہنے والوں کی خبر دیں وہ کون ہیں۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا۔ وہ وہ ہیں جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اور ان کا خیال یہ ہے کہ وہ بہت اچھے کام کرتے ہیں اور بہت بڑے کاریگر ہیں۔

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مغرب کی دجالی اقوام کا ذکر ہے۔ اس وقت یہ اقوام۔ طاقت تجارت خیالات و افکار اور ایجادات اور ہر قسم کی مادی ترقی کے لحاظ سے بہت آگے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ عملوں میں بہت بڑھ کر گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔ پس اس زمانہ کی بہت بڑی بیماری دنیاداری میں غرق ہونا ہے اور دنیاوی فوائد اور مادی منفعت کے حصول کے لئے سرگرداں رہنا ہی دجالیت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت امام زمانؑ نے اس زہر کا تریاق بتلایا ہے؟

حضرت مرزا صاحبؑ نے ایک جماعت بنائی اور اس میں شامل ہونے والوں کے لئے شرائط بیعت تجویز فرمائیں۔ اگر آپ ان شرائط پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے ...... کہ ان میں تمام باتیں وہی ہیں جو قرآن اور رسول صلعم نے فرمائی ہیں۔ یعنی توحید، شرک سے اجتناب، حضور صلعم پر ایمان، اعمال صالحہ اور نماز روزہ وغیرہ کی تلقین۔ البتہ صرف ایک جملہ ان میں بڑھایا گیا ہے جو جلی حروف میں لکھا گیا ہے وہ ہے "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"۔ علاوہ ازیں جو کوئی اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہوئے بیعت کرتا ہے وہ عہد اخوت کی بیعت ہے۔ پیری مریدی کا کوئی رنگ نہیں ہے، بلکہ ایک بھائی چارا ہے، جس میں امام زمانؑ اور ہم لوگ سلسلہ اخوت میں منسلک ہوتے ہیں۔ تو یہ جملہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" اس تحریک کا امتیازی نشان اور اس کی اغراض کا لب لباب ہے۔ اس حقیقت کو پانے کے لئے آنکھیں کھلی رکھنے کی ضرورت ہے۔

آج کل دنیا میں جتنے قرآن کریم کے تراجم ہو رہے ہیں، ان میں وفات مسیحؑ کے بارے میں احمدیہ عقائد کی تائید ہو رہی ہے۔ ساتھ ہی بصراحت اس بات کا اقرار پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر میں نے ایک فارسی ترجمہ قرآن کے چیدہ چیدہ تفسیری مقامات پڑھ

سنائے مجھے یہ حال ہی میں ایران سے شائع ہوا ہے۔ اس ترجمہ میں نہ صرف احمدیہ عقائد کی توثیق ملتی ہے، بلکہ جگہ جگہ حضرت امیر مرحوم کا نام لے لے کر ان کی تفسیر سے استفادہ کا اقرار کیا گیا ہے۔

ان دنوں الازہر یونیورسٹی کے ریکٹر جناب الشیخ محمد الفحام پاکستان کا دورہ کر رہے ہیں، وہ لاہور بھی تشریف لائے۔ ان کے دو روزہ قیام لاہور کے دوران ہم نے یہ کوشش کی کہ بصورت وفد ان سے ملاقات کی جائے اور سلسلہ کی تاریخ و عقائد اور اس کی خدمات دینیہ سے انہیں آگاہ کیا جائے اور انجمن کی تصانیف کا ایک سیٹ ان کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ ایک وفد ان کی قیام گاہ پر گیا۔ ان کی طبیعت ناساز تھی۔ ان سے تو ملاقات نہ ہو سکی البتہ ان کے نائب اور رفیق بزرگ سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ ہماری جماعت کی کارگذاری اور حضرت مولینا محمد علی صاحب مرحوم کی خدمات سے بخوبی واقف ہیں اور ہمارے عقائد سے بھی آگاہ ہیں، نیز وفات مسیحؑ کے ماننے میں انہیں کوئی تامل نہیں ہے، لیکن وہ حضرت مرزا صاحبؑ کو مسیح موعود نہیں مانتے اور نہ انہیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ مسیح موعود کو ماننے سے کیا فائدہ ہے کیونکہ مسیح موعود آئے اور چلے گئے لیکن عیسائیت اسی طرح فروغ پا رہی ہے اور جگہ جگہ ان کی تعلیم و تبلیغ پھیل رہی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کی جماعت کا لٹریچر عرب دنیا میں نہیں ملتا۔

یہ ملاقات بہت مفید رہی اور اس سے ہمارے بہت سے کرنے کے کام ہمارے سامنے آ گئے ہیں۔

میں اس بزرگ کی اس بات کو — کہ مرزا صاحبؑ نے مسیحیت کا کیا کام کیا ہے — سامنے رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ حضرت صاحبؑ نے ایک جماعت تیار کی ہے، جنہوں نے اپنے فکر و عمل سے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور اس کے عظیم الشان نمونے دکھلائے۔ حضرت صاحبؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے گرد بڑے بڑے لوگ آ جمع ہوئے۔ حضرت مولینا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ تو قادیان جانے سے پیشتر بہت دنیا دیکھ چکے تھے۔ باقی علماء بھی بڑے بڑے عہدوں کو چھوڑ کر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں آ حاضر ہوئے۔ حضرت مولینا سید محمد احسن امروہیؒ کا ریاست بھوپال میں بہت بڑا عہدہ تھا۔ اسی طرح حضرت مولینا محمد علیؒ، حضرت خواجہ کمال الدینؒ اور حضرت مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ وغیرہم اپنی زندگیاں وقف کر کے حضرتؑ کی خدمت میں آ گئے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے تاریخ ساز نمونے دکھلائے۔ انہوں نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ اس زمانہ کی تاریخ اسے نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اور یہ مذہبی دنیا میں ایک بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔

دوسری یہ بات کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی مسیحیت کا ثبوت پیش کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صاحبؑ نے اس زمانہ کی اصل بیماری پر انگلی رکھی تھی۔ یہ دور دنیاوی کششوں کا دور تھا، مادہ پرستی کا دور تھا، اس بیماری سے جو وبائی صورت رکھتی ہے بچنا بہت مشکل کام تھا۔ یورپ میں اس قدر لہو و لعب ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں۔ وہاں مشینی زندگی ہے اور لوگ دنیاوی دھندوں میں غرق ہیں۔ وہاں خدا کا نام لینا بھی ایک عجوبہ ہے۔ یہاں تو ہم خدا کے فضل و کرم سے پانچ وقت نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں اور حسب توفیق اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے فرمانوں کی اتباع بھی ہوتی رہتی ہے، لیکن مغرب کا حال مختلف ہے، وہاں کی تو دنیا ہی نرالی ہے۔ ارشاد الٰہی کے مطابق ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا ان کا نقشہ ہے وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا۔ ان کو اپنے کمالات پر فخر بھی ہے، اگرچہ انہوں نے چاند پر بھی کمندیں ڈال دی ہیں اور ستر دفعہ فضا کی سیر کر چکے ہیں اور اس سفر پر اربوں ڈالر خرچ کئے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کی اقوام ایجادوں پر ایجادیں کر رہی ہیں۔ ایک طرف مادی ترقی کا یہ حال ہے اور اس کے بالمقابل ان کی زندگی میں ہزارواں حصہ روحانیت کا نظر نہیں آتا۔ ان کی روح مضطرب ہے۔ پریشان حال ہے، ان کے سینوں میں بے قراری اور بے اطمینانی کی آگ بھڑک رہی ہے، وہ سکون قلب کے لئے سو سو جتن کرتے ہیں۔ منشیات کا استعمال کر کے اپنے آپ کو بے خود کر لیتے ہیں، اور لمبے لمبے بال چھوڑ کر ادھر ادھر آوارہ گردی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ مادیت سے اکتائے ہوئے روح کی تسکین کا سامان حاصل کرنے کی فکر میں صبح کہیں شام کہیں مارے مارے پھرتے ہیں۔

ہمارا فرض ہے کہ ان مضطرب و پریشان حال لوگوں کے لئے اطمینان قلب کے سامان کریں۔ اور اس بیماری کا وہ تریاق پیش کریں جو حضرت مسیح موعودؑ نے تجویز فرمایا ہے۔ میں اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کے محض فضل و کرم سے ہمارا سالانہ جلسہ توقع سے بڑھ کر کامیاب رہا۔ اگرچہ پیش نظر بہت سے حوادث، موانع اور خیالات کی کشمکش تھی۔ نئی جگہ اور ناموافق حالات میں پہلی دفعہ جلسہ کا انعقاد ہوا اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تجربہ کامیاب رہا۔ جب جلسہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچا، تو احباب کے چہروں پر رونق اور خوشی تھی اور وہ ایک دوسرے کو لبیک لبیک کہہ کر مبارکباد دے رہے تھے۔ جلسہ کی حاضری بھی وہم و گمان سے بڑھ کر تھی۔ اور چندہ کی فراہمی بھی خلاف توقع بہت زیادہ تھی، الحمدللہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

جب سے جلسہ ختم ہوا ہے ہم سوچ رہے ہیں کہ آئندہ جلسہ کے انعقاد میں خاص اہتمام سے کام لیا جائے۔ اور اس کے لئے ابھی سے تیاری کرنا چاہیئے۔ جلسہ سالانہ کے فوراً بعد احمدیہ بلڈنگس میں مبلغین جماعت کا اجتماع ہوا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ ہماری جماعت کے ایمبیسیڈر یعنی سفیر ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر اپنے قول و فعل سے مؤثر طریق پر جماعت کے پیغام کو آگے بڑھائیں اور اس کے لئے غیر معمولی جوش و ولولے سے کام لیں۔ اس مجلس میں مفید اور کارآمد تجاویز بھی سامنے آئیں۔ ان پر غور بھی ہوا۔ ان میں سے ایک امر یہ تھا کہ ہمیں اپنی تبلیغی کوششوں اور کاوشوں کو تیز تر اور زیادہ منضبط اور منظم طریق سے آگے بڑھانا چاہیئے، اور فروغ جماعت کے سلسلہ میں سرگرمی سے کام کرنا چاہیئے۔ اس کام کو تین شقوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی تربیت، تنظیم اور تبلیغ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ احمدی نوجوانوں کی مناسب طور پر دینی اور جماعتی لحاظ سے تربیت کی جائے تاکہ وہ سلسلہ کے اغراض و مقاصد کی ضرورت و اہمیت سے پوری طرح واقف ہوں اور ان کی دلچسپی بڑھے اور اس طرح وہ جماعت کے لئے فعال و مؤثر اشخاص ثابت ہوں۔ تنظیم جماعت کے تحت باہمی روابط کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے اور تعلقات اخوت و مودت قائم کرنے کی راہیں اختیار کی جائیں، اس کے لئے جگہ جگہ روزانہ، سہ روزہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہوار اجتماعات منعقد کئے جائیں، جن میں درس و تدریس قرآن و حدیث اور تعلیم اسلام و سلسلہ کا پروگرام شامل ہو۔ علاوہ ازیں انفرادی طور پر احباب سے میل ملاپ کے سلسلہ کو ایک باقاعدہ پروگرام کے ماتحت جاری رکھا جائے۔

جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے ہمارے مبلغین چند منتخب لوگوں کو چن لیں اور تبلیغی جد و جہد ان تک ہی محدود رکھیں۔ ان سے میل ملاپ بڑھایا جائے۔ ان کو جماعتی اخبار و رسائل پہنچائے جائیں۔ اور کتب و لٹریچر مہیا کیا جائے اور سلسلہ ملاقات جاری رکھا جائے۔

اگر اس پروگرام پر سال بھر دوران میں پوری مستعدی، اخلاص و لگن سے عمل کیا گیا تو اس کے نتائج انشاء اللہ بڑے حوصلہ افزا اور خوش کن ہوں گے۔ جماعت کو بڑھانے کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح جماعتی اخبار و رسائل کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے۔ ہر احمدی کے گھر میں ہمارے اخبار اور رسالے پہنچنے چاہئیں۔ پیغام صلح، لائٹ اور روح اسلام کو باقاعدگی سے اپنے مطالعہ میں رکھیں، انگریزی خواں احباب لائٹ کے باقاعدہ خریدار بنیں اسی طرح سے جماعت کی دوسری کتب اور لٹریچر کی خریداری بھی بہت کم ہے۔ بہت خسارے پر چل رہے ہیں، اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں کاغذ اور طباعت کی گرانی ہے۔ احباب ان رسائل کے خریدار بن کر انجمن کا ہاتھ بٹائیں اور مستطیع احباب عطیات دے کر دو چار پرچے زیر تبلیغ اور مستحق لوگوں کو مفت جاری کرائیں، آپ اپنے کارکنوں کے لئے بھی دعا کریں کہ ان کی مساعی اور کاموں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے۔ آپ بھی عملی طور پر ممد و معاون ہوں ہر احمدی اپنی اپنی جگہ پر کچھ نہ کچھ کام کر سکتا ہے۔

جب سے الازہر کے علماء سے ملاقات ہوئی ہے، اسی دن سے ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب اور سلسلہ کا ضروری لٹریچر عربی میں ترجمہ کر کے ممالک عرب میں پھیلایا جائے۔ پہلے قدم کے طور پر دو کتب النبوۃ فی الاسلام از حضرت امیر مرحوم اور "تحریک احمدیت" کا ترجمہ مکمل کر کے شائع کیا جائے گا۔ ان علماء سے ہمارے عزیز نوجوان شفیق صاحب نے بڑی عمدگی سے عربی زبان میں باتیں کیں۔ ان لوگوں نے "اسلامک ریویو" کا بھی ذکر کیا اور اس کی افادیت کے بارے میں عمدہ خیالات کا اظہار کیا۔ اس رسالہ کو بھی ہم نے اس سابقہ معیار پر لانا ہے۔ میں نے عزیز مرزا محمد شفیق صاحب سے کہا کہ ان کتب کا جلد ترجمہ کریں "النبوۃ فی الاسلام" کا انگریزی ترجمہ محترم شیخ محمد طفیل صاحب کر چکے ہیں۔ اس میں جو باب احمدیت پر روشنی ڈالتا ہے پہلے

(باقی ص ۹ کالم ۳)

حافظ محمد حسن چیمہ صاحب

علم و عمل کی آمیزش سے مطالعۂ قرآن کی ایک نئی تحریک

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

حضرت مسیحؑ کے معجزات

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ہمارے مسلمان بھائی کیوں حضرت مسیحؑ کی شخصیت سے اتنے مسحور ہیں کہ ان کی نظروں میں دوسرے علماء انبیاء ان سے کمتر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ سرکار دو عالمؐ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسی لئے مسیحی پادری شہروں کے چوکوں میں کھڑے ہو کر قرآن کریم ہاتھ میں لے کر مسلمانوں کو مسیحؑ کے عجائبات اور خوارق عادات خصوصیات سناتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ عجائبات یہ معجزات اور خصوصیات تمہارے نبیؐ میں بھی تھیں؟ جس سے مسلمانوں کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

روحانیت بھی ایک سائنس ہے

ہم انبیاءؑ کے معجزات کے منکر نہیں۔ مگر ہمارے خیال میں روحانیت ایک سائنس ہے۔ اس کے اپنے قوانین ہیں۔ ان کا اپنا ایک دائرہ عمل ہے جس میں وہ کام کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ امر مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ امور "خلافِ عقل" اور "بالاتر از عقل" میں بڑا امتیاز ہے یعنی خلافِ عقل امور اور ہیں اور بالاتر از عقل امور اور ہیں۔ خلافِ عقل وہ امر ہوتا ہے جو اصولِ متعارفہ اور مسلمہ کے خلاف ہو لیکن بالاتر از عقل امور وہ ہیں، جو اصول متعارفہ اور مسلمہ سے نہیں ٹکراتے مگر عام انسانوں کی سمجھ اور علم سے بالاتر ہوتے ہیں۔ انسانی عقل بہرحال محدود ہے اور ہر دو انسانوں کے علم اور عقل میں بڑا تفاوت ہوتا ہے۔ معجزات کی یہ کیفیت ہے کہ وہ کبھی خلافِ عقل نہیں ہوتے مگر بالاتر از عقل ضرور ہوتے ہیں۔ اسی لئے مادی فلسفہ سے وہ متصادم ہو جاتے ہیں۔ کتاب ازالہ اوہام میں کس خوبصورتی سے حضرت مرزا صاحبؑ نے اسی حقیقت کو چند جملوں میں پیش کیا ہے۔

"عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے۔ اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بیباکیاں پیدا کر دیتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا حکموں کو ماننے والا ہو۔" یعنی اگر کچھ اچھا دائرہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کل انبیاءؑ میں سب سے زیادہ معجزات کا ظہور ہمارے نبی کریم صلعم سے ہوا۔ حضور صلعم کو بلاشبہ کسی نے آسمان پر جاتے نہیں دیکھا لیکن یقیناً آپؐ کو پورے تئیس برس تک لوگوں نے آسمان کو لگاتار زمین پر اترتے ضرور دیکھا ہے۔ میدانِ بدر میں جنگ کے وقت جب ایک طرف تین سو تیرہ بے کس، ناتوان، بے مایہ، غریب و ضعیف لوگوں کا ایک گروہ تھا۔ اور دوسری طرف ایک مضبوط، تربیت یافتہ، پوری طرح مسلح لشکر جو تعداد میں تین گنا سے زیادہ تھا، نبرد آزمائی کے لئے صف آرا تھا۔ عین اس وقت آسمان حرکت میں آ گیا اور ملائکہ کا اس میدان میں نزول ہونا شروع ہو گیا جنہوں نے وہاں ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ جو تھوڑے تھے وہ بہتوں پر غالب آ گئے۔ جو بے تیغ تھے تیغ آزماؤں کو شکست دے گئے۔ اور اسلام کا یہ معرکہ حق و باطل کا معرکہ کہ اسلام کی جڑوں کو مضبوط کر گیا۔

یہ نظارہ بھی دنیا نے دیکھا کہ ایک انسان کے ظہور سے قبل صحرائے عرب ایک کفرستان تھا۔ تمام جزیرہ نما عرب میں شیطان کی حکمرانی تھی۔ قتل و غارت۔ فتنہ و فساد۔ فسق و عصیان۔ خون خرابہ وہاں کی عام زندگی کا معمول تھا۔ جہالت لوگوں کے سروں پر سوار تھی۔ تہذیب کے نام کی وہاں کوئی چیز موجود نہ تھی۔ شرم و حیا رخصت ہو چکی تھی۔ ایسے میں ایک مصلح کا ظہور ہوا اور وہ ایک اقلیت میں ہو کر تمام عرب دنیا کی اکثریت سے بڑھ گیا۔ جب وہ شخصؐ وفات پا گیا تو عرب کے صحرا سے شہنشاہوں کی گردنوں پر بیٹھ چکے تھے اور تمام عرب اس کے پاؤں کے نیچے بیٹھنے پر فخر کرتا نظر آ رہا تھا۔ اور دنیائے تہذیب کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ وہ فلسفی تھے۔ حکیم تھے۔ اہل دانش تھے۔ سیاست دان تھے۔ ماہر جرنیل تھے عادل حکمران تھے۔ اعلیٰ پایہ کے جج تھے۔ بلند پایہ متمدن تھے۔ دنیا کو شائستگی اور شرافت سکھانے والے تھے۔ الغرض اخلاق، علم، تمدن اور معاشرت کی یہ حالت تھی کہ ایک بڑھیا شہر نیشاپور سے تن تنہا سفر کرتی ہوئی دارالخلافت میں بلا خوف و خطر پہنچ گئی تھی۔ کوئی اس کو روکنے والا نہ تھا۔ یہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی رو سے مسیحؑ کی زبان میں "خدا کی بادشاہت" فی الواقع زمین پر اتر آئی تھی۔ ہمارے نبیؐ بن باپ نہ تھے اور نہ ہی بن باپ پیدائش کوئی قابل فخر بات ہے۔ اور نہ ہی انہوں نے کسی جسمانی مردے کو زندہ کیا تھا۔ وہ جسمانی کوڑھیوں، شب کوروں لنگڑوں اور لولوں کو اچھا نہیں کیا کرتے تھے اور نہ ہی وہ فرشتوں کے کندھوں پر سوار ہو کر آسمان پر جاتے دیکھے گئے۔ افسوس کہ دنیا اس عظیم الشان انسان کے عظیم الشان معجزوں کا تو اعتراف نہیں کرتی اور یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ حضورؐ کی زندگی ہی میں تمام عرب کے سرکش عناصر آپؐ کے قدموں میں گر چکے تھے اور دو عظیم الشان پڑوسی سلطنتوں کے ایوانوں میں زلزلے برپا ہو چکے تھے۔ رسم و رواج کے سلاسل اور اغلال سے لوگوں کی گردنوں کو آپؐ نے آزاد کرایا تھا۔ پھر بھی مسیحؑ کے نام نہاد معجزات کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

مسیحؑ کے معجزات کی نوعیت

اس وقت ہمارا موضوع سخن حضرت مسیحؑ کے مفروضہ معجزات ہیں۔ ہم ان کے اس قسم کے معجزات کے تو قائل ہیں کہ انہوں نے لوگوں کے دلوں سے ارواح خبیثہ کو مسیحؑ تعلیم پھونک کر نکال دیا تھا۔ اور بد باطن اشرار کو نیک طینت اختیار کرنے میں تبدیل کر دیا تھا۔ دنیا میں سب سے مشکل کام اصلاح خلق کا کام ہے۔ اسی لئے تزکیۂ نفس کی ڈیوٹی صرف نبی کی ذات ہی سرانجام دے سکتی ہے یا اس کی گود میں تربیت یافتہ امت اس کی تقلید کرتے ہوئے اس کے اس اصلاحی اور تبلیغی مشن کو جاری رکھ سکتی ہے۔ لیکن ہم کسی خلافِ عقل اور سنت اللہ کے برعکس کسی چیز کو نہیں تسلیم کر سکتے۔ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں کہ ایک چیز خلافِ عقل ہوتی ہے اور ایک بالاتر از عقل۔ ہم کسی خلافِ عقل واقعہ کا ظہور نہیں مانتے لیکن بالاتر از عقل ہزارہا امور انبیاءؑ کی زندگی میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں جنکو عقلمندوں نے اس وقت تو تسلیم نہ کیا مگر بعد میں اس کے معترف ہو گئے۔

اب ہم حضرت مسیح ناصریؑ کے ان معجزات کو لیتے ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اور جن کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

(۱) انّی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ۔

میں تمہارے لئے کیچڑ سے پرندگی شکل کی مانند تجویز کرتا ہوں، پھر اس کے اندر پھونکتا ہوں تو وہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اُڑنے والا ہو جاتا ہے۔

(۲) وابرئ الاکمہ والابرص۔

میں سب کوروں اور پھلبہری والے کو اچھا کرتا ہوں۔

(۳) واحی الموتیٰ باذن اللہ۔ میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

(۴) وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔

جو تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھو میں اس کی خبر دیتا ہوں۔

(۳/۴۹ قرآن)

اب ہم اس پر مفصل گفتگو کرتے ہیں۔

خلق طیور

سورۃ آل عمران میں قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے کا ایک اصول بیان کیا گیا ہے۔

ھو الذی انزل علیک الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھن امّ الکتٰب واُخر متشٰبھٰت فامّا الذین فی قلوبھم زیغ فیتّبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الّا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنّا بہ کلٌّ من عند ربّنا وما یذّکّر الّا اولوا الالباب

"وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں سے کچھ محکم آیات ہیں اور کچھ متشابہات ہیں پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، فتنہ پیدا کرنے کے لئے اور اس کی من مانی تاویلیں کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل سوائے اللہ کے پختہ علم رکھنے والے لوگوں کے کوئی نہیں

جانتا۔ والراسخون فی العلم کہتے ہیں کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔

اس آیت میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر تفسیر کے فتنہ اور تعبیر و تاویل کے فساد سے بچنا چاہتے ہو تو محکمات کی روشنی میں متشابہات کے معنی کر لیا کرو۔ کیونکہ یہ سارا علم ایک ہی الٰہی سرچشمہ سے نکلا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

آیئے اسی اصول کو اس معجزہ خلق طیر پر چسپاں کر کے اس کے اصل معنی دریافت کریں۔ اس سلسلے میں قرآن کریم نے اصول یہ بیان کیا ہے کہ پیدا کرنا صرف ذات باری کا خاصہ ہے۔ خواہ یہ پیدا کرنا مادہ سے ہو یا بغیر مادہ کے۔ سورۃ الرعد آیت ۱۶ میں بیان ہوا ہے:

ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیہم قل اللہ خالق کل شیء وھو الواحد القھار۔ کیا انہوں نے اللہ کے کوئی ایسے شریک بنا رکھے ہیں جنہوں نے کچھ پیدا کیا ہو جیسے اللہ پیدا کرتا ہے۔ پھر پیدائش ان کی نظر میں مل جل گئی ہو۔ کہدے، اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہے اور سب پر غالب ہے۔

اسی طرح سورۃ انعام آیت ۱۰۱ و ۱۰۲ میں مذکور ہے:

خلق کل شیء وھو بکل شیء علیم۔ ذالکم اللہ ربکم لا الٰہ الا ھو خالق کل شیء فاعبدوہ وھو علی کل شیء وکیل۔

"اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔"

تو اصول یہ ہوا کہ کسی چیز کو پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس میں اور کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر یہ لفظ بولا جائے گا قیاس کی تاویل کرنی ہوگی۔ کیونکہ یہ متشابہات میں سے ہوگا۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ انسان کی بنائی ہوئی اور خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں باہم ایسی مخلوط ہو جائیں کہ ان میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے افمن یخلق کمن لا یخلق۔ النحل (۱۷) کیا جو خلق کرتا ہے وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو خلق نہیں کرتا۔

اگر مسیح کا خلق طیور مانا جائے تو وہ انسانوں کی صفوں سے نکل کر الوہیت کی گدی پر بیٹھ جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدا کے اذن سے ایسا ہوتا ہے تو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہدایات کے خلاف کبھی اذن نہیں دیتا۔ بلکہ وہ اپنی ذات اور صفات میں بے مثل اور یگانہ ہے۔ ایسی صورت میں اس لفظ کی کوئی اور تشریح کرنی ہوگی۔ خلق کے معنی اندازہ کرنے کے بھی ہیں۔ اسی طرح طیر کے مجازی معنے بھی مختلف بیان ہوئے ہیں۔ یعنے زمین سے اوپر اٹھ کر جو چیز پرواز کرنے لگ جائے اس پر طیر کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ طین کا لفظ بھی استعارۃً فرمانبرداری کے معنے میں لیا جا سکتا ہے۔ گویا طینی مخلوق میں فرمانبرداری کی استعداد زیادہ ہے نفخ سے مراد نفخ روحانی ہے۔ گویا حضرت مسیح اس نفخ روحانی کا ذکر کر رہے ہیں جس سے وہ استعدادیں جو طینی ہونے کی وجہ سے قبولیت کا مادہ زیادہ رکھتی تھیں۔ ان کا وہ طیر کی ہیئت پر اندازہ کرتے ہیں اور ان کو پرواز دے کر روحانیت کی بلند فضاؤں میں اڑنے کے قابل بنا دیتے ہیں تاکہ زمین سے ان کے تعلقات کم ہو جائیں۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم نے سورۃ اعراف آیت (۱۷۶) میں یوں بیان کیا ہے:

ولو شئنا لرفعناہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کے ذریعہ سے اس کا مرتبہ بلند کرتے لیکن وہ زمین کے ساتھ لگ گیا اور اپنی خواہش کی پیروی کی۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح اپنے دوران بعثت میں جو وعظ کرتے تھے اس میں تمثیلی رنگ ہوتا تھا اور قرآن کریم نے بھی اس کے الفاظ میں اسی رنگ کو برقرار رکھا ہے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ رسول کریم صلعم کے تربیت یافتہ ذہین لوگ کیسی خوبصورتی سے ان الفاظ کو معنی کا جامہ پہناتے ہیں۔

قصہ مختصر اس آیت میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ان الفاظ میں اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ زمین سے لگے ہوئے لوگوں اور سفلی جذبات میں مبتلا لوگوں کو روحانیت کی فضا میں لے جاؤں اور ان کے اندر پاک اور بلند جذبات پیدا کروں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے طبیب روحانی بنا کر بھیجا ہے تا میں لوگوں کی روحانی بیماریوں کا علاج کروں۔ اندھے۔ بہرے اور گونگے لوگوں سے معاشرہ بھرا پڑا ہے۔ ان کو صحیح آنکھیں بخشوں تاکہ انہیں بصیرت حاصل ہو اور ان کی قوت سماعت اور طاقت گویائی روحانی معنوں میں ایسی سالم ہو جائے کہ اخلاقی تعلیم ان کے تزکیہ نفس کا باعث بن جائے۔

اس حقیقت کو قرآن کریم نے سورۃ حج آیت ۴۶ میں یوں بیان فرمایا ہے:

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ یعنی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن اندھے وہ دل ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔ اور اسی نابینائی کا ذکر قرآن کریم بار بار ان الفاظ میں کرتا ہے:

صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔ یعنی یہ کافر نہ باتیں سنتے ہیں نہ ان پر غور کرتے ہیں نہ منہ سے کلمہ حق کہتے ہیں۔ نہ خدا کے نشانات کو دیکھتے ہیں۔ نہ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم خود ھدی وشفاء (حٰم ۴۴) وشفاء لما فی الصدور (یونس ۵۷) ہے۔ انہی معنوں میں قرآن کریم نے دوزخیوں کا یوں نقشہ کھینچا ہے:

ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا۔ ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل (الاعراف)

یعنی اور یقیناً ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں وہ چارپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔

قرآن کریم نے مخالفین کو فیصلے کی ایک راہ بتلائی ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو کر دیکھ لیں کہ کون کامیاب ہوتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اپنے پاؤں سے چلنا سیکھیں۔ ہاتھوں سے پکڑنا سیکھیں۔ آنکھوں سے دیکھنا سیکھیں پھر ان صلاحیتوں کے ساتھ اپنے شریکوں کو پکاریں اور کہیں کہ جس قدر ممکن ہو سکے اس نبی کے خلاف منصوبے تیار کریں اور طرح طرح کے مکر و فریب سے کام لیں اور اسے کسی قسم کی مہلت نہ دیں یہ سب کچھ کر کے دیکھ لیں نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے شریک نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اے نبی ان کو چیلنج دے دو کہ میرا بھیجنے والا تو خود خدا ہے اسی نے کتاب مجھ پر نازل کی ہے اور وہی میری امداد کرے گا۔ جیسے کہ سورۃ الاعراف (۱۹۵) میں فرمایا ہے۔

الھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا ام لھم اذان یسمعون بھا قل ادعوا شرکاءکم ثم کیدون فلا تنظرون۔

"کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں کہہ اپنے شریکوں کو پکارو پھر میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے کبھی مہلت نہ دو۔"

نبی روحانی بیماروں کا طبیب ہوتا ہے وہ ایلوپیتھی۔ ہومیوپیتھی۔ ویدک اور یونانی طب کا ماہر نہیں ہوتا تاہم اسی کے ہاتھ سے روحانی بیمار شفایاب ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماروں کے معالج جسمانی طبیب ہوتے ہیں۔ اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو لوگ اخلاقی اور روحانی طور پر مردہ ہو جاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعے روحانی طور پر زندہ کر دیتا ہے۔ وگرنہ قرآن کریم میں تو متعدد دفعہ یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ کوئی شخص، جس پر موت وارد ہو چکی ہو، زندہ ہو کر پھر دنیا میں نہیں آ سکتا۔ دیکھو سورۃ ۳۹/۴۲ و ۲۳/۹۹ و ۲۱/۹۵۔

قرآن کریم میں روحانی مردوں کے احیاء کا ذکر بھی کثرت سے آیا ہے چنانچہ ایک جگہ فرمایا اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا۔ کیا وہ شخص جو مردہ ہو، پھر اسے ہم زندہ کریں اور اس کو ایک روشنی دیں جس کے ساتھ وہ لوگوں کے اندر چلے اس شخص کی مثل ہو سکتا ہے جو تاریکیوں کے اندر ہی رہے ان میں سے باہر نکلنے والا نہ ہو۔ اسی طرح سورۃ انفال آیت ۲۴ میں فرمایا ہے یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم

لعلکم تحییکم ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہوئے فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی جب وہ تم کو بلائے اس کے لئے جو تم کو زندہ کرے ۔ انہی معنوں میں یہ بھی فرمایا وما یستوی الاحیاء ولا الاموات (فاطر ۲۲) یہاں بھی زندہ سے مراد زندہ دل لوگ ہیں اور مردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے اور پیغام الٰہی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ۔ ایسا ہی سورۃ یٰسٓ میں بھی مذکور ہے ان ھو الا ذکر و قرآن مبین لینذر من کان حیًا و یحق القول علی الکافرین (یٰس ۔ ۷) یہ صرف نصیحت اور کھول کر بیان کرنے والا قرآن ہے تاکہ اسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت قائم ہو ۔ یہاں بھی حیًا سے مراد زندہ دل انسان ہے جو کند ذہن اور بے دھیان نہ ہو ۔

مسلمانوں کا معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی ان روحانی بیماروں اور مردہ دلوں کو خوب سمجھتا ہے اسے حضرت مسیحؑ کے ان معجزات کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی ۔ آخری بات اس آیت میں جو مسیحؑ کی طرف منسوب کی گئی ہے ۔ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں

"میں اس بات کی تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ تمہیں (اس قدر) کھانا چاہیئے اور (اس قدر) اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھنا چاہیئے"

اس موقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے متعلق ہمارے علماء کو قدم قدم پر کیوں سوجھتی رہی ہے کہ ان کی ہر ایک ادا اور حرکت کو عجائبات اور معجزات کا نمونہ بنا دیا جائے ۔ اس سلسلہ میں بھی ان علماء نے عجیب و غریب قصے لکھے ہیں ۔ بیان ہوتا ہے کہ جب مسیحؑ لڑکپن میں اپنے ہم جولیوں سے کھیلا کرتے تھے تو ان کو بتا دیا کرتے تھے کہ تم نے یہ کچھ تو کھا لیا ہے اور اس قدر تمہاری ماؤں نے چھپا رکھا ہے ۔ چنانچہ یہ لڑکے گھر جا کر اپنی ماؤں کو تنگ کیا کرتے تھے حالانکہ اس آیت کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ حضرت مسیحؑ اپنے مخاطبین کو تنبیہہ کرتے ہیں کہ واجبی طور پر اپنے کھانے کے لئے اپنا حصہ لیا کرو اور معقول طریق سے دوسرے کے حقوق غصب کئے بغیر جائز ضرورت کے مطابق اس قدر ذخیرہ کیا کرو جیسا کہ متی باب ۶ آیت ۱۹ تا ۲۱ میں ان کا قول مذکور ہے :-

"اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں ، بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا"

ہم یہ لکھ رہے تھے تو اچانک ہمیں قصیدہ غوثیہ مصنفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ مل گیا ۔ اس میں سے دو شعر ہمیں بالخصوص پسند آئے جن سے طیوًا کے معنی واضح ہو گئے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں ہی میں ہمارے صوفیائے کرامؒ نے ان الفاظ کے معانی خوب سمجھ لئے تھے ۔ حضرت موصوف اپنی روحانی پرواز اور تقرب الٰہی کی غایت کو بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں :-

انا فی حضرت التقریب وحدی
یصرفنی وحسبی ذوالجلال

یعنی میں بارگاہ خداوندی میں واحد ہوں ۔ وہ مجھے کچھ سے کچھ بنا رہا ہے اور وہ ذوالجلال میرے لئے کافی ہے ۔

انا البازی اشھب کل شیخ
ومن ذا فی الرجال اعطی مثالی

یعنی میں باز ہوں ہر شیخ کے لئے اور میری پرواز بلند ہے ۔ کون ہے دوسرا جس کو مجھ جیسا بنایا گیا ہو ؟

کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے فقط ایک چمگادڑ بنائی تھی ۔ اس بیچاری کی اس شاہباز کے سامنے کیا حیثیت ہے ۔ زمانہ حال علم حکمت کا زمانہ ہے اور اس ملک کی ایک کثیر آبادی علامہ اقبال کو آسمان علم و حکمت کا ایک درخشاں ستارہ سمجھتی ہے ۔ وہ بھی استعارۃً طیر ہی کو اپنے اظہار خیال کا کس خوبصورتی سے ذریعہ سمجھتے ہیں ۔

غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

یہاں مرغ حرم سے مراد مرد مومن ہے جس کی پرواز میں رنگ و نسب رکاوٹ بنے ہوئے تھے ۔ اسی لئے علامہ اسے مخاطب کر کے کہتے ہیں "تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا" اسی طرح علامہ نے ایک اور مقام پر یوں بھی کہا ہے :-

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ایک اور شاعر نے بھی اپنے مقصد کے اظہار کے لئے پرندوں ہی کو استعمال کیا ہے ، جو عشق میں مرتاض ، مست و مخمور رہتے ہیں ، شاعر کہتا ہے :- صرعہ

بر مزار ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

(باقی ـــ باقی)

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۶)

اس کے عربی ترجمہ کا آغاز کیا گیا ہے ۔ گویا ۱۹۷۲ء میں ہمارے کرنے کے بہت سے کام ہیں ۔ یہ سال نئے عزائم اور نئے ارادوں کا سال ہے ۔ یہ صرف انجمن کے کارکنوں کی محنت سے یا میرے یا جنرل سیکرٹری کی کاوش سے یا صرف حضرت امیر کے دعا کے لئے تحریک کرنے سے سرانجام نہیں پا سکتے ۔ جب تک تمام احباب و خواتین کی اجتماعی کوششیں مصروف عمل نہ ہوں مطلوبہ کامیابی نہیں ہو گی ۔

ہمیں اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کا احساس ہے ، کچھ خود ہو رہا ہے اور کچھ زمانہ ہمیں احساس دلا رہا ہے ۔ جس شخص کو احساس ہو جائے اور وہ تلافی پر مستعد ہو جائے یا صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا ہوا نہ سمجھنا چاہیئے ۔ اگر ہم سب کے سب ارادہ اور عزم کر لیں ، کہ اپنی غفلتوں اور سستیوں کو چھوڑ دیں گے اور جو عہد ہم نے اس صدی کے مامور کے ہاتھ پر کیا ہے کہ "ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے" اسے پورا کریں تو ہم بامراد ہو سکتے ہیں ۔

ہر شخص اس عہد کو نبھائے ۔ ضروری نہیں کہ وہ اپنے دیگر مشاغل کو چھوڑ دے ۔ بلکہ اپنے مشاغل کو جاری رکھتے ہوئے بھی اس عہد کو نبھایا جا سکتا ہے ۔ اسلام نے رہبانیت کی تعلیم نہیں دی ۔ بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دین اور دنیا ہر دو کے کام کرنا چاہئیں ۔ البتہ فوقیت دینی امور کو حاصل ہو ۔

فتنہ دجال کیا ہے ؟ یہ مغربی تہذیب ہے جس کے زہر سے قلب و نظر خدا سے دور ہوتے جا رہے ہیں ۔ اس فتنہ کے انسداد کے لئے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب کیا ہے ۔ آپ اس کا تریاق مہیا کریں اور مغرب کی وادیوں میں یہ نسخہ کیمیا پہنچائیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی سمجھائیں کہ انتظار آمد مسیح ناصریؑ عبث و لاحاصل ہے ۔ مسیح موعودؑ کی آمد ہو چکی ہے ، وہ پیغام حیات لایا ہے ۔ اور وہ یہ ہے ، اس پر عمل کرنے سے ہی اسلام اور ملت اسلامیہ کی کامیابی و سرخروئی ہے اور اسی میں عالم انسانیت کی نجات ہے ۔

اخبار احمدیہ

ایک پرمسرت تقریب

ـــــ محترم الحاج میاں فاروق اے شیخ صاحب چیئرمین کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز کی دختر نیک اختر بانو مہرین سلمہا کا نکاح ہمراہ میاں فرخ ہارون سلمہ فرزند ارجمند محترم میاں رشید احمد صاحب مسرت ملز لاہور ، مورخہ ۲۳/۱ کو ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل راولپنڈی میں ہوا ۔ اعلیٰ سرکاری حکام ، ممتاز صنعتکاروں ، اراکین اسمبلی ، قانون دان ، تاجر حضرات ، شرفاء شہر و بیگمات ، بیرونجات سے آئے ہوئے معزز مہمانوں اور بزرگان سلسلہ کی موجودگی میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرہ اور طرز معاشرت پر ایک عالمانہ اور حکیمانہ خطبہ نکاح ارشاد فرمایا اور سامعین حضرات کو توجہ دلائی کہ خطبہ نکاح مسنونہ میں بار بار تقوےٰ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے آج بھی اگر پاکستانی قوم تقویٰ اللہ اختیار کر لے اپنی روزمرہ زندگی ، مشاغل ، معاملات کاروبار اور ملازمت میں تقوےٰ سے کام لے اور ارشاد باری تعالےٰ کو نظر میں رکھے تو مملکت پاکستان صحیح معنوں میں پاک نفوس کی پاک سرزمین بن سکتی ہے ۔

آخر میں آپ نے دعا فرمائی کہ فریقین کے مابین یہ رشتہ ازدواج باعث برکات اور موجب افضال الٰہیہ ثابت ہو اور دونوں خاندانوں میں تعلقات اخوت و مودت زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوں ۔ آمین ۔

فریقین کی باہمی رضامندی سے حق مہر مبلغ پچاس ہزار روپیہ مقرر ہوا ۔ اس خوشی کے موقعہ پر محترم میاں فاروق اے شیخ صاحب نے احباب جماعت کے ساتھ اپنی انجمن کو بھی یاد رکھا اور اشاعت اسلام کے لئے مبلغ پانچسو روپیہ عطیہ دیا ۔ جزاہ اللہ ۔

نامہ نگار

ـــ پیغام صلح ۔ مورخہ ۸ر جنوری کو محترم میاں رشید احمد صاحب مسرت پروپرائٹر پریمیئر فلور ملز لاہور کی طرف سے ان کے فرزند ہارون صاحب کی شادی کی تقریب پر شاندار ولیمہ دیا گیا جس میں معززین شہر اور احباب جماعت کثیر تعداد میں شامل ہوئے ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تقریب کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے ۔ آمین ۔ (باقی بر صفحہ اشتہار کے پچھلے)

بحرِ حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

ہوتی جو اس کے سامنے ہوتی ہے ۔ سو وہ اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ اس کو ملنا پسند کرتا ہے اور کافر کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اس کے سزا دینے کی خبر دی جاتی ہے پس کوئی چیز اس کو اس سے زیادہ ناپسند نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے ۔ (فضل الباری)

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ۔

اخبارِ احمدیہ

(بسلسلہ صفحہ ۹)

— ڈاکٹر عبدالمجید قریشی صاحب پرنسپل میڈیکل آفیسر کانو نائیجیریا ، ڈیڑھ ماہ کی رخصت پر پاکستان آئے ہیں ۔ ان کا موجودہ پتہ ۲۷۳ شمس آباد ملتان ہے ۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل ۔ ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۷۳ء | نمبر ۴

انبیاء علیہم السلام کا وجود الوہیت کا مظہر ہوتا ہے اور دوسرے انسانوں کے لئے نمونہ کا کام دیتا ہے

صحابہ کرامؓ نبی کریم صلعم کی اطاعت میں اپنے آپ سے بالکل کھوئے گئے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام انسان نمونہ کے محتاج ہوتے ہیں اور وہ نمونہ انبیاء علیہم السلام کا وجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر تھا کہ درختوں پر کلام الٰہی لکھا جاتا۔ مگر اس نے جو پیغمبروں کو بھیجا اور ان کی معرفت کلام الٰہی نازل فرمایا اس میں سِر یہ تھا کہ تا انسان جلوہ الوہیت کو دیکھے جو پیغمبروں میں ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ پیغمبر الوہیت کے مظہر اور خدانما ہوتے ہیں۔ پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہوتا ہے جو پیغمبروں کا مظہر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس راز کو خوب سمجھ لیا تھا اور وہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہوئے اور کھوئے گئے کہ ان کے وجود میں اور کچھ باقی رہا ہی نہیں تھا۔ جو کوئی ان کو دیکھتا تھا ان کو محویت کے عالم میں پاتا تھا۔ پس یاد رکھو کہ اس زمانہ میں بھی جب تک وہ محویت اور وہ اطاعت میں گمشدگی پیدا نہ ہوگی جو صحابہ کرامؓ میں پیدا ہوئی تھی مریدوں معتقدوں میں داخل ہونے کا دعوے تب ہی سچا اور بجا ہوگا اور یہ بات اچھی طرح پر اپنے ذہن نشین کر لو کہ جب تک یہ نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ تم میں سکونت کرے اور خدا تعالےٰ کے آثار تم میں ظاہر ہوں اس وقت تک شیطانی حکومت کا عمل و دخل موجود ہے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سرمایہ داری کو بہت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے مال جمع کرنا اسی صورت میں اچھا ہے کہ صاحب مال اسے تقسیم کرتا چلا جائے۔ [۲۴]

(فضل الباری۔ کتاب الایمان والنذور)

بحر حکمت کے موتی

کثیر مال والوں کیلئے ہدایت

عن ابی ذرؓ قال انتھیت الیہ وھو یقول فی ظل الکعبۃ ھم الاخسرون ورب الکعبۃ ھم الاخسرون ورب الکعبۃ قلت ماشأنی أیُری فیّ شیٔ ماشأنی فجلست الیہ وھو یقول فما استطعت ان اسکت وتغشانی ماشاء اللہ فقلت من ھم بابی انت وامی یارسول اللہ قال الاکثرون اموالا الا من قال ھکذا وھکذا وھکذا

ترجمہ:—

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا میں آنحضرت (صلعم) کے پاس پہنچا اور آپؐ کعبے کے سائے میں کہہ رہے تھے رب کعبہ کی قسم وہ گھاٹے میں ہیں۔ رب کعبہ کی قسم وہ گھاٹے میں ہیں، میں نے کہا میرا کیا حال ہے کیا آپ کو میرے متعلق کچھ دکھایا جا رہا ہے میرا کیا حال ہے پس میں آپؐ کے پاس بیٹھ گیا اور آپؐ (اسی طرح) کہتے رہے پس میں خاموش نہ رہ سکا اور جو خدا نے چاہا مجھ پر غالب آ گیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ میرے باپ اور ماں آپؐ پر قربان ہوں وہ کون ہیں، فرمایا: جس کے پاس مال بہت ہے سوا اس کے جس نے یوں اور یوں اور یوں بانٹ دیا۔

نوٹ۔ از مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:— [۲۴]

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی نعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

ملک نذر حسین صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

احبابِ جماعت کے دلوں میں اشاعتِ قرآن کی آگ بجھی نہیں۔ — محترم میاں اللہ بخش صاحب

حضرت امیر مرحوم کے دل و دماغ میں اشاعتِ قرآن کا جذبہ ہمہ وقت تموّج پیدا کئے ہوئے تھا۔ — محترم میاں ظہور احمد صاحب

جماعت کی تربیت و اصلاح کا کام ہمیں اپنے گھروں سے شروع کرنا چاہیئے۔ — محترم میاں مسعود احمد صاحب

جماعت احمدیہ لائل پور کا ماہانہ تنظیمی تربیتی اجلاس ۱۲ر جنوری بروز جمعہ مسجد احمدیہ میں منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض محترم میاں **مسعود احمد** صاحب نائب صدر مقامی جماعت نے سر انجام دیئے۔ خطبہ و نماز جمعہ مبلغ مقامی چوہدری علی محمد ماچی صاحب نے پڑھائی۔ اس کے بعد اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو چوہدری عبدالرزاق صاحب نے کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام بھی انہوں نے پڑھا۔ خاکسار نے برکات الدعا سے سیدنا حضرت مجدد وقتؑ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ پہلی تقریر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے والے ایک نئے احمدی نوجوان چوہدری محمد اقبال صاحب بی کام فائنل نے کی انہوں نے بتایا کہ وہ احمدی کس طرح ہوئے اور حضرت امام وقت مسیح دورانؑ کی صداقت ان پر کیسے کھلی۔ یہ مختصر مگر ایمان افروز تقریر علیحدہ بغرض اشاعت لف ہذا ہے تاکہ خلافت پسند بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اس کے بعد محترم میاں اللہ بخش صاحب ملزادہ لائل پور نے محترم علی محمد ماچی صاحب کے خطبہ جمعہ پر جس میں مرکز احمدیت سے آمدہ مبلغین کی کارروائی اجلاس، ضروری ہدایات آئندہ کے لئے پروگرام اور لائحہ عمل پر روشنی ڈالی گئی تھی[1] تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مرکز سے آمدہ ہدایات اور پروگرام پر تمام احباب جماعت کو پابند ہونے کی ضرورت ہے۔ میاں صاحب نے جلسہ سالانہ منعقدہ "دارالسلام" نزد ٹیکسٹائل لاہور کا تذکرہ اور تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دفعہ جلسہ کی رونق، افراد جماعت کا جذبہ ایمان اور خلوص دیکھ کر یہ امر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے اندر عشق قرآن اور جوش اشاعت اسلام کی جو ولولہ انگیز روح پیدا کی تھی وہ بدستور قائم و دائم ہے اور تبلیغ اسلام کی آگ دلوں میں لگی ہوئی ہے بجھی نہیں۔ انہوں نے کہا الٰہی جماعتوں میں افراد کی کثرت وقلت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اصل چیز جذبہ ایمان عزم و ارادہ اور اللہ تعالیٰ کی راہ پر ایثار و قربانی کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے۔ دعا کی فلاسفی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دعا مومن کا ایک قیمتی اور مؤثر ہتھیار ہے مگر دعا کے لئے درد والحاح اور گڑگڑاہٹ شرط ہے تاکہ دعا عرش الٰہی تک پہنچ پائے جیسے کسی نے دعا کے بارے میں کیا خوب کہا ہے کہ

> زمیں جھپٹی، وہ پھٹی آسماں گرا، وہ گرا!
> نہیں! نہیں! ابھی تو ذرا دعا آزما رہا تھا دوست

آخر میں محترم میاں اللہ بخش صاحب نے "دارالسلام" (احمدیہ بستی لاہور) میں نئی مسجد کی تعمیر اور دوسری ضرورتوں کے لئے چندہ بروقت بھیجنے کی تلقین کی اور کہا کہ توسیع جماعت کا کام احباب جماعت کو اپنے گھروں سے شروع کرنا چاہیئے۔

اس سلسلے میں خاکسار راقم اور محترم میاں مسعود احمد صاحب پر مشتمل دو رکنی کمیٹی کی تشکیل کر دی گئی ہے جو تعمیر مسجد اور ترجمۃ القرآن کے لئے مناسب چندہ کی فراہمی کا انتظام کرے گی تاکہ رقم جلد از جلد مرکز میں بھجوائی جا سکے۔

اس کے بعد محترم میاں ظہور احمد صاحب فنانشل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے تقریر فرمائی اور دوران تقریر ترجمۃ القرآن کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مرحوم مولینا محمد علی قدس سرہٗ کا ایک ایمان افروز اور روح پرور ارشاد سنایا جو مرحوم نے اپنی زندگی میں جماعت کی مجلس معتمدین تک پہنچانے کی ہدایت کی تھی۔ حضرت امیر مرحوم کے دل میں اپنے مرشد و ہادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لگایا ہوا اشاعت قرآن کا جذبہ ہمہ وقت دل و دماغ میں تموّج پیدا کئے ہوئے تھا مگر ذرائع و وسائل کی کمی حائل تھی۔ چنانچہ حضرت امیر مرحوم نے ایک موقع پر فرمایا کہ: قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ واعلم من اللہ مالا تعلمون۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب جماعت نے اس طرف توجہ دی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے فرانسیسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کروایا جائے گا۔ اس عظیم کام کے لئے فنڈز بھی مہیا ہو گئے ہیں اور عنقریب یہ کام شروع ہو جائے گا۔ حضرت امام وقتؑ اور حضرت امیر مرحوم کی ایک دیرینہ خواہش اور تڑپ پوری ہونے کے سامان مہیا ہو رہے ہیں۔ محترم میاں ظہور احمد صاحب نے کہا کہ جب تک ہم اپنی تجارتوں، اخلاق اور دوسرے تمام امور اور کاروباری زندگی کو قرآن کریم کی منشاء اور اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نہ ڈھال لیں عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور مخالفین کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اس لئے سب سے پہلے ہمیں اپنی اصلاح کرنا ضروری ہے۔ ہر کام عمل کو چاہتا ہے۔ آخر میں صاحب صدر محترم میاں مسعود احمد صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ جب تک ہر فرد اپنے اندر نمایاں تبدیلی پیدا نہیں کرتا جماعت کے اندر کوئی نمایاں تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ بالخصوص خواتین جماعت جماعتی کاموں میں بہت دلچسپی لیتی ہیں اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ مسجد میں باقاعدہ درس القرآن کا سلسلہ شروع ہے مگر احباب بہت کم شریک ہوتے ہیں حالانکہ جماعتی اجتماع، تقریبات اور درس وغیرہ تربیت کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تربیت کا عمل اپنی ذات سے اور اپنے گھر ہی سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہمارے اپنے بچے جماعتی اجتماعات میں نہ آئیں یا نہ لائے جائیں، تو دوسروں پر شکوہ بے جا ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن صرف اشاعت اسلام تھا۔ آؤ ہم سب مل کر اور پوری قوت سے اس مشن کو سہارا دیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ماموریں کے کام انسانی سہاروں کے محتاج نہیں ہوتے تاہم اس میں ہمارا اپنا اور آئندہ نسلوں کا فائدہ اور بھلا ہے۔ اس وقت سے پورا استفادہ کرنا چاہیئے۔ زندگی چند روزہ ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہر فرد جماعت کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے۔

جلسہ کی کارروائی دعا پر اختتام پذیر ہوئی جو راقم الحروف نے کرائی۔ عورتوں، مردوں اور بچوں کی حاضری مناسب تھی۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جماعت احمدیہ لائل پور کے احباب نے حضرت امیر قوم اور مرکز کی ہدایت پر اپنا چندہ ۱۰ ہوا ور ۲۵ ٪ بڑھا دیا ہے اور وصولی کے بعد مرکز کو بھجوا بھی دیا گیا ہے۔ آئندہ بھی اس پر عمل درآمد جاری رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

[1] یاد رہے کہ مبلغین جماعت کا یہ خاص اجلاس جلسہ سالانہ کے اختتام پر ۲۰ر دسمبر کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا تھا جس کی صدارت خود حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب نے فرمائی تھی۔

ضروری تصحیح

۱۰ر جنوری ۱۹۸۳ء کے شمارہ میں محترم چیمہ صاحب کے مضمون میں صفحہ ۰ کالم ۳ سطر ۵ میں "قومی نبوّت" کو قولی نبوّت لکھ دیا گیا ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں۔

مروجہ رسوم و رواجات اور جماعت احمدیہ

جماعت احمدیہ کو حضرت امام زمانؑ نے جس منصب پر کھڑا کیا ہے اور خدمت اسلام کا جو عظیم الشان کام اس کے سپرد کیا گیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس کے قول و فعل میں اسلام کی صحیح تصویر نظر آئے اور کوئی ایسی بات اس کے اندر پیدا نہ ہو جو سنت رسول صلعم کے منافی ہو، بدقسمتی سے مرور زمانہ کی وجہ سے مسلمانوں میں بعض ایسی باتیں پیدا ہو گئی ہیں جن کا ثبوت قرون اولیٰ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل میں نہیں ملتا، لیکن انہیں دین کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے، مثلاً کسی کے مرنے کے بعد اس کے پس ماندگان کی طرف سے برادری کو کھانا کھلانا اور قل اور چہلم کی رسم کی ادائیگی اور حفاظ کو جمع کر کے قرآن خوانی اور ختم قرآن وغیرہ دلوانا، ایسا ہی پیدائش اور شادی کے موقعہ پر کئی ایسی رسوم رائج ہیں جو قرون اولیٰ سے اور سنت نبوی صلعم سے ثابت نہیں،

حضرت مجدد زمان نے انہی رسوم و رواجات کے پیش نظر شرائط بیعت میں ایک شرط یہ بھی رکھی تھی کہ بیعت کنندہ "اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے پر قبول کرے گا اور قال اللہ و قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا"

یہ وہ ضروری شرط بیعت ہے جو جماعت احمدیہ کے ہر فرد کے سامنے رہنی چاہیئے۔ یہی وہ سب سے بڑی شرط ہے جس پر عمل کرنے سے یہ جماعت دنیا کی پیشرو بن سکتی ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس عظیم الشان کام کو صحیح طور پر سر انجام دے سکتی ہے، جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جماعت کا بیشتر حصہ بیعت کی اس ضروری شرط کو بھلا کر انہی رسوم و رواجات میں مبتلا ہوتا جا رہا ہے، جو دوسرے مسلمانوں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں، شادی کے موقعہ پر تیل اور مہندی کی ہندوانہ رسم بعض احمدی خاندانوں میں بھی چل پڑی ہے جو ہرگز جائز اور پسندیدہ نہیں، پھر لڑکی والوں سے ناقابل برداشت جہیز کا مطالبہ اور دولہا پر حق مہر کی اتنی بڑی رقم کا بوجھ ڈالا جانا جو اس کی طاقت اور مقدرت سے باہر ہو اور زندگی بھر ادا نہ کر سکے حالانکہ حق مہر کی ادائیگی سب سے ضروری چیز ہے لیکن عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ حق مہر کا مقرر کیا جانا مرد پر ایسی پابندی کا موجب ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ کسی صورت میں بیوی کو چھوڑ نہ سکے، اسی وجہ سے عام طور پر حق مہر کی ادائیگی نہیں کی جا سکتی اور اگر مرد کو چار و ناچار بیوی کو چھوڑنا پڑے تو اس میں بڑی بڑی مشکلات پیش آتی ہیں اور مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے یا بصورت موافقت بیوی سے حق مہر معاف کرا لیا جاتا ہے، یہ صورت حالات کسی طرح جائز نہیں، حق مہر ادا کرنے کی چیز ہے اور وہ اتنا ہی ہونا چاہیئے جس کو مرد آسانی سے ادا کر سکے۔

ایسا ہی کسی کی موت کے بعد قل اور چہلم کی رسوم خلاف سنت ہونے کی وجہ سے احمدی جماعت کو اس سے مجتنب رہنا چاہیئے، لیکن چونکہ عام مسلمانوں کی دیکھا دیکھی بعض احمدی خاندانوں میں بھی قل، چہلم اور حفاظ سے ختم قرآن کی رسوم رائج ہو رہی ہیں، اس لئے جماعت کو ایسی تمام رسوم سے باز رکھنے کے لئے ذیل کا ریزولیوشن گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مجلس معتمدین میں پیش کیا گیا:۔

"رپورٹ سیکرٹری کہ ہماری جماعت کو خدا کے فضل سے یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ ہم احیاء سنت کے داعی اور قرآن و حدیث کے احکام کو رسوم مروجہ پر فوقیت دیتے ہیں کیونکہ حضرت اقدس امام الزمانؑ نے ہمیں بہت سی رسوم و بدعات سے نکال کر اتباع سنت پر عمل پیرا کیا تھا، لیکن بیشتر بعض معاملات میں ہمارا مسلک غیر واضح ہوتا چلا جا رہا ہے اور احمدی احباب کے ہاں بھی فوتیدگی کے بعد رسم قل اور رسم چہلم اور حفاظ کو بلوا کر ختم دلوانا نیز شادی اور پیدائش کے موقعوں پر بھی ایسی رسوم کا رواج ہو گیا ہے جن سے مامور وقت نے باتباع اسوۂ حسنہ اور سنت رسول کریم صلعم ہمیں منع فرمایا تھا اس لئے ضروری ہے کہ ہمیں اپنا مسلک واضح کرنا چاہیئے اور تمام وابستگان سلسلہ کو اس مسلک کی پابندی کرنی چاہیئے، یہ امر مجلس معتمدین اور ساری جماعت کے غور کے قابل ہے"

اس ریزولیوشن کے پیش ہونے پر مجلس معتمدین میں یہ فیصلہ ہوا کہ:۔

"رسومات کے بارہ میں جماعت کا مسلک مطابق احکام شریعت اور فرمودات حضرت مسیح موعودؑ ہونا ضروری ہے، اس بارہ میں اشاعت اور ابلاغ کے تمام ذرائع اختیار کئے جائیں اور جماعت کی تربیت کی جائے"

اس ریزولیوشن اور حضرت مسیح موعودؑ کی مقرر کردہ شرط بیعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ امید کی جاتی ہے کہ تمام احباب جماعت ایسی رسوم و رواجات کو جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے قطعاً چھوڑ کر سنت نبوی اور اسوۂ رسولؐ کی اتباع کو ہر حال میں مقدم کریں گے، بے شک اس میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، برادریوں اور غیر احمدی رشتہ داروں کی طرف سے مورد طعن و تشنیع بننا پڑے گا، لیکن دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی جماعت امید ہے کہ ان مشکلات کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے نہ صرف اپنے گھروں سے ان ناجائز رسوم کو مٹا دیں گے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین کر کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حق ادا کریں گے، کہ یہی اس جماعت کا طغرائے امتیاز ہے،

دوست محمد ایڈیٹر

مرتد کی سزا

قومی اسمبلی کے رکن اور جمعیت العلمائے پاکستان کے رہنما شاہ احمد نورانی نے تجویز کی ہے کہ ملک کے مستقل آئین میں ارتداد کا اسلامی قانون بھی شامل کیا جائے۔

وہ ارتداد کا اسلامی قانون کونسا ہے، بہتر ہوتا کہ نورانی صاحب اس کو بھی واضح کر دیتے، جہاں تک ہمیں معلوم ہے قرآن کریم نے تو ارتداد کی کوئی سزا تجویز نہیں کی، بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں، اگر کوئی شخص اسلام کو ترک کر کے کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے، تو اس پر جبر کرنا اور کسی سزا کا مستوجب ٹھہرانا قرآن کریم کے اس ارشاد کے خلاف ہے، اور اگر ایسا قانون نافذ کیا گیا تو جو شخص کسی دوسرے دین کو اختیار کرنے کی خواہش رکھنے کے باوجود سزا کے ڈر سے ایسا نہ کر سکے تو سوائے اس کے نہیں ہوگا کہ وہ منافقت کی زندگی بسر کرے، اس صورت میں ارتداد کی سزا کا قانون اسلام میں منافق پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔

معلوم نہیں اسلام کی دی ہوئی آزادی مذہب کو آج کل کے مولوی صاحبان کیوں سلب کرنا چاہتے ہیں اور اسلام میں منافقین پیدا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، کم از کم قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں ہی کسی ایسے قانون کی نظیر پیش کی جائے جس میں ارتداد کی سزا مقرر کی گئی ہو اور کسی شخص کو اس سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہو۔

دوست محمد ایڈیٹر

تعزیتی قرارداد

جماعت احمدیہ لائل پور نے ایک ہنگامی اجلاس منعقدہ ۱۵ دسمبر ۱۹۷۲ء میں مقامی مبلغ علی محمد ماہی صاحب کے والد محترم چوہدری نظام الدین صاحب کے انتقال پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے محترم ماہی صاحب اور ان کے دیگر پس ماندگان کے لئے صبر جمیل اور مرحوم کے لئے اللہ تعالیٰ سے جوار رحمت میں جگہ دینے کی دعا کی، ایک اور قرارداد میں محترم چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب کے فرزند ضیاء الحسن صاحب کی وفات پر دلی افسوس کا اظہار کیا گیا اور چیمہ صاحب کو دلی ہمدردی کا پیغام دیا گیا اور مرحوم کے لئے دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔

اسی اجلاس میں محترم عبدالرحیم چانڈیہ صاحب کی وفات پر بھی گہرے رنج و افسوس کا اظہار کیا گیا اور ان کے فرزندان کو دلی ہمدردی کا پیغام دیتے ہوئے چانڈیہ صاحب مرحوم کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کی گئی۔

حافظ محمد حسن چیمہ صاحب

علم و عمل کی آمیزش سے مطالعۂ قرآن کی ایک نئی تحریک

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

قرآن کریم میں انبیاء کی انسانیت کے پہلو پر زور

ہم نے جو کچھ پچھلے صفحات میں سپرد قلم کیا ہے اس میں بے شک طوالت نویسی ہے اور جزئیات رہ گئی۔ مگر یہ سب کچھ بے مقصد نہیں۔ ہماری جماعت خدا کے فضل و کرم سے فعال جماعت ہے، جو کچھ کہتی ہے اس پر عمل کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتی ہے اب بھی ہماری آنکھوں کے سامنے یورپ امریکہ اور افریقہ ایسے براعظموں کی وسیع اور عریض زمین موجود ہے جہاں ایک لمبے عرصے تک اسلام کا سایہ نہیں پڑا۔ اسلام کے عروج کے زمانہ میں اس کے سامنے صرف مشرق کی سرزمین تھی جس پر وہ تبلیغ اور اشاعت اسلام کے تابڑ توڑ حملے کرتا رہا، وہاں بہت سے ایسے علاقے تھے جہاں اس کی افواج نہیں پہنچ سکتی تھیں مگر اس کے مبلغین کی یورش سے وہ بھی محفوظ نہ رہ سکے سمندر کے دُور دراز علاقوں میں جہاں تک اس زمانہ میں وسائل رسل و رسائل کی کمی کی وجہ سے پہنچنا محال ہے، وہاں بھی کثیر آبادیاں اسلام کی غلامی میں آ کر تہاں ہونے لگیں آج وہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی تہذیب۔ اسلامی تمدن۔ اسلامی علم و ہدایت کے چشمے اُبل رہے ہیں مگر خدا کو کچھ ایسا ہی منظور تھا کہ مغرب اسلام کے اثر سے بچا رہے۔ یہ زمانہ اسی غرض کے لئے خدا کے ہاں مقدر ہو چکا تھا کہ نبی کریمؐ کی اُمت کا ایک حصہ اس علاقہ کو اپنے زیر اثر لائے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی شان میں یہ عظیم الشان پیشگوئی کے الفاظ رقم کر دیئے گئے تھے

وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (الجمعہ ۔ ۲)

ہم کہاں سے صور اسرافیل لائیں جس کی بلند آواز سے ہم اسلام کی نئی تحریکوں کے علمبرداروں پر یہ واضح کر دیں کہ انسانیت ایک ہے۔ اس کا خدا ایک ہے۔ اس کا پیغام ایک ہے۔ اس کی نظروں میں مشرق و مغرب کے لینے والوں میں کچھ فرق نہیں، اگر آج جرمنی کے کسی دُور دراز علاقے کا رہنے والا دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو اسی وقت اس علاقے میں ایک نئی اسلامی برادری کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے اور ۔ ان دُور دراز بسنے والے لوگوں کا خونی تعلق زیادہ قرابت داری کا حقدار ہو جاتا ہے جن کی شکلوں سے وہ نا آشنا، زبانوں سے نابلد اور نسل اور جسم کے اعتبار سے اجنبی ہوتا ہے۔ ہم خدا سے روشنی حاصل کر کے اور اس کی اس پیشگوئی پر ایمان رکھتے ہوئے کہ یہ زمانہ وہ ہے جب طلوع آفتاب مشرق کی بجائے مغرب سے ہونا شروع ہو گا۔ عین اس وقت جبکہ ہمارے ملکی وسائل اور ذرائع اجازت نہ دیتے تھے کہ ہم یہاں سے بیرونی ممالک میں کوئی مشن قائم کریں۔ ہماری جماعت کی طرف سے لندن۔ برلن۔ ہالینڈ امریکہ۔ جنوبی امریکہ۔ ٹرنی ڈاڈ۔ فیجی وغیرہ ممالک میں اسلامی مشن قرآنی فکر کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

ابتداء میں یعنی اس صدی کے آغاز میں جب حضرت مرزا صاحبؑ کو اشاعت اسلام کے لئے مامور کیا گیا تو یہاں عیسائیوں کی زبردست یورش تھی۔

انہوں نے اس یورش کو روکنے کے لئے عظیم الشان لٹریچر پیدا کیا عیسوی مذہب کو پورے مطالعہ کے بعد اپنی تبلیغ کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ بڑے بڑے پادریوں سے مباحثے کئے۔ ان کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ اور ہر میدان میں ان کو فاش شکستیں دیں اور بالآخر ان سے مباہلے کر کے خدا کی عدالت سے فیصلہ چاہا جو مرگ عیسائیت پر منتج ہوا۔ جب تک ہمیں یہ مواقع حاصل رہے کہ ہم عیسائیوں سے نبرد آزما ہوں، ہم ہر میدان میں ان پر غالب رہے۔ یہ زمانہ انگریزوں کی حکومت کا زمانہ تھا۔ مذہبی آزادی عام تھی، اور عیسائیت اسلام کے سامنے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ جب انگریز یہاں سے رخصت ہو گئے اور ہماری اسلامی حکومت قائم ہوئی اور خدا کے فضل سے پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو ہمارے مولوی صاحبان تکفیر کا عصا تھامے میدان تحریر و تقریر میں نکل آئے اور جماعت احمدیہ کی تبلیغ کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان تبادلۂ خیالات کی رَو رُک گئی۔ مولوی صاحبان احمدیوں کو کافر کہنے میں زیادہ زور و شور سے مصروف ہو گئے اور ان کے تبلیغی کام میں سدِّ راہ بن گئے۔ مگر عیسائیوں کے خلاف خود بھی کچھ نہ کر سکے۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کے خلاف وہ درحقیقت ان عقائد کی بنا پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے جو انہوں نے عیسائیت نوازی کرتے ہوئے مدت سے اختیار کر رکھے تھے۔

آج ہم اسلام کے اندر نئی تحریکات کے علمبرداروں سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ہاں کے کسی شماریات کے ماہر سے پوچھ لیں کہ پاکستان کے قیام کے بعد آج تک عیسائی آبادی میں کس قدر اضافہ ہوا ہے۔ اس ماہر شماریات کی تحقیقات انہیں بتائے گی کہ دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ عیسائی مشنریوں کو پاکستان میں کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ اس ماہر کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ اسے صرف ان رپورٹوں کا مطالعہ کرنا ہو گا جو اس ملک میں کام کرنے والی عیسائی سوسائٹیوں نے سال بسال مرتب کی ہیں۔ ان رپورٹوں کے نتائج یہاں کے تمام علم دوست اور اسلام نواز طبقوں کو شرم سے سرنگوں کر دیں گے

اسی غرض سے ہم نے یہ مضمون لکھا ہے۔ ہم خوش ہیں کہ بعض مقامات پر درس قرآن کے اجراء کی صورت میں تبلیغ کا آغاز ہو رہا ہے۔ ہم ان سے ہر طرح تعاون کرنے کو تیار ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ وہ قرآن پاک کی تعلیم کو اس ملک میں عام کر دیں تا کہ یہاں کی آئندہ نسل قرآن کریم سے واقف ہو کر قرآن ہی کی سوچ کو اپنی سوچ بنا لے اور محمد رسول اللہ صلعم کے کردار کو اپنے لئے معیار قرار دے لے۔ ہماری ان سے استدعا ہے کہ ہماری طرف وہ نفرت کی آنکھوں سے دیکھنا چھوڑ دیں اور عیسائیوں کے ہم نوا ہو کر ہمارے راستے میں رکاوٹیں نہ کھڑی کریں۔ ہمیں حضرت عیسٰیؑ سے کوئی عداوت نہیں بلکہ انہی کی نمونہ میں ہماری تحریک کا بانی مسیحیت کا لباس پہن کر سامنے آیا ہے اور آثار میں ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ حق و باطل کی آخری معرکہ آرائی اسلام اور عیسائیت کے درمیان ہو گی، اور وہ مغربی میدانوں میں لڑی جائے گی اور وہیں سے آفتاب اسلام نئی شان سے طلوع کریگا۔ ہمیں کسی کی موت اور زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ عوام تو خضر کو بھی زندہ جاوید مانتے ہیں اور حضرت الیاسؑ کو آسمان پر بجسد عنصری جلوہ گر یقین کرتے ہیں۔ مگر ہم نے کبھی ان دو شخصیتوں پر بحث و مباحثہ نہیں کیا۔ پادریوں کی وجہ سے اور ان کے وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے پراپیگنڈے کی بناء پر عیسائیت نے ایک مہیب شکل اختیار کر لی ہے تاکہ اسلام کو نگل سکے۔ اسی وجہ سے ہمیں موجودہ عیسائیت کا صحیح نقشہ دنیا کے سامنے پیش کرنا پڑا ہے۔ پادریوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی تعلیم کو نہایت پست شکل میں پیش کر کے، لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت کے بیج بو رکھے ہیں۔ اسی لئے اس زمانے کے رہبر نے عیسائیت کے پودا پن کو نمایاں صورت میں دکھانا شروع کر دیا۔ جہاں جہاں قرآن پاک نے مسیحؑ کا ذکر کئی مقامات پر مختلف پیرایوں میں کیا ہے وہاں علماء نے اسے اصل حقیقت سے بڑھا کر اور افسانوی رنگ دے کر اس قدر غلو سے کام لیا ہے کہ وہ مافوق البشر ہستی نظر آتے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس زمانے کے امامؑ کا دعوٰے صرف اس قدر ہے کہ اسے تجدید دین اور احیائے اسلام کے لئے مامور کیا گیا ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ ان تمام کثافتوں کو دُور کر دے جو کوتاہ بینوں نے اسلام پر چڑھا رکھی ہیں اور اس کی اصل مصفٰے شکل دنیا کے سامنے رکھ دے تاکہ اسلام کے صحیح خدوخال ذہنوں پر منکشف ہو سکیں۔ ورنہ مسیح موعود کا دعوٰے تو کوئی مجدد کے دعوے سے بڑا نہیں۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ

چوں کافر از ستم بہ پرستند مسیح را
غیورئ خدا بسر شش کرد ہمسرم

ہم بار بار اس امر پر زور دے چکے ہیں کہ دنیا میں اصل مقابلہ اس وقت اسلام

(باقی برصفحہ کالم ۲)

غلام نبی مسلم

لڑکیوں کی شادی اور جہیز کا مسئلہ

پاکستانی معاشرے کا ظالمانہ غیر اسلامی طریق عمل

لڑکیوں بالخصوص تعلیم یافتہ لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ انتہائی تشویشناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے اور اگر اس ملک میں کسی انقلاب کے ذریعے اس مجلسی اور اخلاقی گتھی کو سلجھانے کی پوری پوری سعی نہ کی گئی تو یہ ناسور بہت کریہہ اخلاقی، معاشی اور سماجی خرابیاں پیدا کرے گا، جو ملک و ملت کے لئے گوناگوں مصائب کی موجب بن سکتی ہیں۔

اس بحران کا سب سے شدید اثر متوسط طبقہ پر پڑ رہا ہے۔ یہ طبقہ معاشرے کی روح رواں ہے۔ اس کی کوشش جہاں اخلاقی اور مجلسی اقدار کی ترقی و ترویج ہے، وہاں یہ طبقہ اپنی استطاعت سے بھی بڑھ کر لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم پر خرچ کرتا ہے اور جب وہ اپنی محدود آمدنی سے بچیوں کی تعلیم و تربیت سے فارغ ہو کر شادی کی طرف توجہ دیتا ہے تو وہ جلد ہی محسوس کرنے لگتا ہے کہ لڑکوں اور ان کے والدین کو لڑکی سے زیادہ اس کی دولت ـــــ جہیز ـــــ سے غرض ہے۔ اور ایک اوسط آمدنی کا مالک باپ سر پیٹ کر رہ جاتا ہے۔ وہ اپنی برادری اور سماج میں جدھر نگاہ دوڑاتا ہے، اسے ہر طرف سے جہیز، جہیز کی صدائیں سنائی دیتی ہیں اور وہ آہ بھر کر کہتا ہے

امید سلامتی فی المغرب

کیا لڑکی کو زندہ در گور کر دے

اور چونکہ معاشرے نے لڑکی کے کان میں یہ پھونکا ہوتا ہے کہ اس کی منزل دولت کمانا نہیں بلکہ ایک گھر کو آباد کر کے اسے جنت میں تبدیل کرنا ہے، اس لئے جب اسے مایوسی دکھائی دیتی ہے تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلتا ہے خدایا اے کاش کہ مادرِ نازادہ کاش میں پیدا نہ ہوتی۔

بدقسمتی یا خوش قسمتی سے اس ملک میں اسلامی تعلیمات کا بکثرت ذکر ہوتا رہتا ہے، لیکن عملاً اسلامی اقدار کا جس قدر مذاق یہاں اڑایا جاتا ہے اس کی مثال شاید ہی کہیں دوسری جگہ ملے۔ شادی بیاہ کے میدان میں یہ معاشرہ ظالمانہ حد تک غیر اسلامی واقع ہوا ہے۔ اور اس ملک کے دلوں نہ جانے کون میں کوئی بھی فرقہ، کوئی بھی برادری، کوئی بھی علاقہ، کوئی بھی سماج ایسا نہیں جو اسلام دشمن روش کا شیدائی نہ ہو۔ اور اس ملک میں خوبصورت اور معلومات افزا خطبہ نکاح، پُرتکلف دعوتِ ولیمہ اور ڈھولکی کی تھاپ کی صدا کے نیچے وہ چیخیں دبا دی جاتی ہیں جو لڑکی اور اس کے والدین کو شادی سے پہلے اور بعد میں انگارے پر لٹاتی ہیں۔

جہیز کے نام پر لڑکوں کی خریدکی یہ لعنت بدترین قسم کی مادہ پرستی اور اخلاقی اقدار کی نفی اور موت ہے اور اسلامی نظامِ حیات میں اس زر پرستانہ روش کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ مشرک عربوں میں بھی عورت کو اس قدر ذلیل نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے لئے کسی نوجوان کو خریدے۔ قرآن حکیم میں حق مہر کا تو ذکر ہے۔ جو لڑکا اپنی کمائی ہوئی دولت سے نکاح کے وقت ادا کرتا تھا۔ اور ہمارے ملک کے اسلامی معاشرہ نے اس کی روح کو مسخ کر کے ایسا بنا رکھا ہے کہ اس کی وجہ سے مرد کی بجائے لڑکی ہی مبتلائے عذاب ہوتی ہے اور حق مہر کے اس غیر اسلامی تصور کے زیر اثر نام و نمود کی خاطر بڑے بڑے حق مہر باندھے جاتے ہیں جو طلاق کے وقت مزید عذاب لاتے ہیں اور لڑکی مزید خوفناک عذاب سے ہو کر نکلتی ہے۔ تاریخ میں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ آنحضرت صلعم کی کوئی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ جہیز بھی لائی ہو۔ پھر کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کی حیات میں اس لعنت کا ثبوت و جواز نہیں ملتا۔ دنیا پرست کبھی جہیز کی تائید میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام نے انہیں شادی کے وقت چکی، بستر، مشکیزہ وغیرہ مہیا کیا۔ بات اس قدر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا الگ گھر نہ تھا۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ ہی رہتے تھے اور کھاتے پیتے تھے۔ شادی کے بعد الگ گھر کے لئے ضروریاتِ زندگی کا انتظام لابدی تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے ایک پیسہ بھی اپنی جیب سے خرچ نہ کیا، مکان ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے پیش کر دیا۔ آنحضرت صلعم کے ارشاد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ چار سو درہم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس فروخت کر دی جو انہوں نے خرید کر رقم سمیت لوٹا دی، پھر حضور صلعم کے ارشاد سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس رقم سے مذکورہ جہیز خرید لائے۔ اور جو رقم بچ رہی اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعوتِ ولیمہ وغیرہ کا انتظام کیا۔ اس واقعہ سے اسلام میں جہیز کا جواز ثابت کرنا اسلام کو مسخ کرنا ہے اور حضور صلعم پر اتہام باندھنا ہے۔

پاکستان سے باہر تمام اسلامی ممالک میں زیادہ تر وہی طریق رائج ہے جو آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں تھا۔ وہاں جہیز کی لعنت نہیں۔ حق مہر ہے۔ جو ہر نوجوان شادی سے قبل ادا کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر شادی شرعی لحاظ سے ناقص رہتی ہے۔ اور گو بعض رسوم و رواج کی وجہ سے وہاں بھی مشکلات پیش آتی ہیں تاہم شریعت نے نادار کی حالت میں حق مہر کو کم سے کم کر کے نکاح کی راہ سے یہ روک دور کر رکھی ہے حتیٰ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس حق مہر کے لئے کچھ نہ تھا تو آنحضرت نے بیوی کو محض چند آیات پڑھانے کو حق مہر قرار دیا۔

پھر پاکستان کے برائے نام اسلامی معاشرے کے برعکس دوسری اقوامِ عالم نے اسے کوئی مسئلہ رہنے ہی نہیں دیا۔ اشتراکی ممالک میں تو محض لڑکی اور لڑکے کی رضامندی ہی نکاح کے لئے کافی ہے اور یہی صورت اسلام سے قریب ترین ہے۔ یورپ کے "مادہ پرست" ممالک میں بھی شادی پر اخراجات کا بوجھ نہیں ہوتا۔ چرچ میں جانا ہے تو کرایہ پر عروسی لباس لے لیجئے اور ضرورت محسوس کریں تو بعد میں چائے کی پیالی پر احباب سے مل بیٹھئے اور اگر سول میرج کے لئے عدالت میں جانا ہے تو عروسی لباس کا تکلف بھی درکار نہیں۔ محض شادی کے اظہار کے لئے شادی کی انگوٹھی کا تکلف برتا جاتا ہے، نہ کہ جہیز یا دیگر فضولیات۔ اور اس کے برعکس "خدا پرست" "روحانیت پسند" "اعلیٰ اخلاق" کے مدعی پاکستانی اسلامی معاشرے نے عورت مرد کے اس طبعی ملاپ پر جو پابندیاں لگا رکھی ہیں الحفیظ والامان۔

ننگ دارد کفر از اسلام ما

ہمارے ہاں شادی کا موجودہ نظام جس کے گرد تمام زندگی گھومتی ہے، کافرانہ مشرکانہ اور ہندووانہ ہے۔ ہندو نظریۂ حیات میں عورت منحوس ہے۔ اس لئے جب کوئی لڑکا کسی ہندو لڑکی کو قبول کرتا ہے۔ تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نے لڑکی والوں پر احسان کیا ہے۔ اس لئے وہ کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ جہیز دے کر لڑکے کو خرید لیں۔ اپنی اصطلاح میں اس جہیز کو وہ کنیادان کا نام دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جنوبی ہند کے بعض علاقوں میں جب داماد شادی کے بعد پہلی بار لڑکی والوں کے ہاں جاتا ہے تو لڑکی کے والدین لڑکے کے پاؤں اپنے ہاتھوں سے دھوتے ہیں۔ اس بد رسم نے ہندو معاشرے کی کروڑوں کنیاؤں کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اور یہاں کے مسلمان نے بھی دولت کے لالچ میں اسلام کے سیدھے سادے پاکیزہ نظام کو ختم کر کے کفر کو سینے سے لگا رکھا ہے اور آج کلاہِ الامہ تک سے دوپلی ٹوپی تک اور جبہ و عمامہ سے لنگوٹ تک سب کفر کے رنگ میں رنگین ہیں اور اپنی اسلام دشمنی کی بدولت ان زنجیروں میں گرفتار ہیں جو انہوں نے خود پہن رکھی ہیں اور انہیں اپنے ہاتھوں سے مضبوط تر کرتے جا رہے ہیں۔

انگریز کے زمانے میں ہوسِ زر اور ہوسِ جاہ نے اس روش کو محکم تر کیا۔ دولت مند طبقے نے سول سرونٹس کو خریدنا شروع کر دیا۔ دینی اقدار کا احترام کم ہوتا گیا اور ملازمت پیشہ گروہ نے شادی کے سلسلے میں لڑکی کے والدین سے اپنی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا شروع کر دی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ دنیا کے لوگ شادی کرتے وقت حسب نسب، دولت اور حسن صورت کو سامنے رکھتے ہیں۔ لیکن مسلمان کو چاہئے کہ وہ حسنِ سیرت اور نیکی کو پسند کا معیار ٹھہرائے۔ لیکن اسلام سے بے نیازی، بے رغبتی، بے علمی اور بے حسی نے ہر نوجوان کو بندۂ درہم و دینار بنا دیا۔ اس کی غیرت جواب دے گئی ہے اور وہ اس دولت پر نظریں گاڑنے لگا ہے، جو اس کی کمائی ہوئی نہیں، اس کی نظریں بیوی سے بڑھ کر اس کے مال پر ٹک گئیں، وہ غنا، خودداری، جوانمردی، کی صلاحیتوں سے عاری ہونے پر فخر کرنے لگا۔

اور وہ قوم جو اخلاقی اور روحانی عظمتوں کی حامل تھی بدترین مادی ذلت کو شیر مادر سمجھنے لگی۔

اس سلسلہ میں اکثر خواتین محترم کا کردار ناقابل فہم ہے۔ وہ ماں جس کو اپنی شادی کے سلسلہ میں چند سال پہلے اس قسم کی پریشانیوں سے واسطہ پڑا تھا، اور خود اپنی لڑکیوں کے سلسلہ میں زمانے کی زبردست شاکی ہے، جب وہ اپنے صاحبزادے کے لئے رشتہ تلاش کرتی ہے تو وہ ایک خونخوار بھیڑیا بن جاتی ہے اور لڑکی والوں سے تمام وہ مطالبے کرتی ہے، جس سے اسے اپنے گھر میں سابقہ پڑتا ہے، اور اس بات کو نظرانداز کر دیتی ہے کہ یہ بدترین قسم کا جبر و استحصال ہے اور جو بہو ایسے ناموافق حالات میں سے گذر کر آئے گی وہ ...... بھی انتقام لینے میں کمی نہیں کریگی۔

اور اس کی ایک جھلک اس روش میں ملتی ہے جو شادی کے بعد لڑکا اپنے والدین کے متعلق عموماً اختیار کر لیتا ہے والدین اولاد سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اور بہو کو اس ساس سے مطلق ہمدردی نہیں ہوتی اور نہ ہی ہونی چاہیئے اور وہ خاوند کو اس کے ماحول سے نکال کر انتقام لیتی ہے۔

کسی معاشرے میں ازدواجی تعلقات کا مسئلہ دینی، اعتبار سے اہم ترین مقام رکھتا ہے، اور اس کو زمانے کے رحم و کرم پر چھوڑنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ لیکن یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دینی جماعتیں اس کے حل سے قاصر ہی نہیں، بلکہ اس کی سنگینی میں اضافے کا موجب ہیں۔ اور مختلف دینی جماعتوں کے ارباب بست و کشاد یا تو بے بسی کا شکار ہیں یا انہوں نے مجلسی اور دینی تقاضوں کو اپنی اغراض اور ہوس زر کے ماتحت کر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی ایک مذہبی جماعت نے اس کو دینی روح کے مطابق حل کر کے کوئی قابل ذکر نمونہ پیش نہیں کیا۔ علمائے دین اور اکابرین جماعت نے مختلف فرقوں اور گروہوں کے درمیان تکفیر کو ہوا دے کر اپنے دائرہ کو تنگ تو کر لیا لیکن شادی بیاہ کے سلسلے میں اس روش سے جو مشکلات سامنے آتی ہیں، ان سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

جہاں تک دولت مند افراد کا تعلق ہے، ان کے لئے تو یہ مسئلہ چنداں حل طلب نہیں لیکن متوسط طبقہ اس کے شکنجے میں بری طرح جکڑا ہوا ہے۔ یہ طبقہ لازماً رشتہ کے لئے متوسط طبقے کی طرف رجوع کرے گا، اور اسے نہ صرف جہیز کی لعنت سے واسطہ پڑتا ہے بلکہ وہ فرقہ وارانہ عصبیت اور منافرت کا بھی شکار ہوتا ہے۔ اور چھوٹی جماعتوں پر اس کی زد اور بھی زیادہ پڑتی ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور ان ہی چھوٹی جماعتوں میں شامل ہے۔ اس جماعت کی نوجوان لڑکیاں بھی اس "دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی" جماعت کے افراد کے ہاتھوں عذاب میں مبتلا ہیں۔ وہ اگر جماعت سے باہر رشتہ کی متلاشی ہوتی ہیں تو ناکردہ گناہ کی پاداش میں انہیں "مرزائی" قرار دے کر ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ جماعت کی طرف رخ کرتی ہیں تو جہیز کی لعنت رکاوٹ بن جاتی ہے اور لڑکوں کے بدگمان والدین اپنے بیٹوں کے لئے "مایا دیوی" بیاہ لاتے ہیں اور قوم کی بچیاں معاشرے کی ستم ظریفی کے ہاتھوں برباد ہو جاتی ہیں۔

جو لوگ دنیا کو اسلام کا سنہرا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ اور جو جھوم جھوم کر ایک جنتی اسلامی معاشرے کے گن گاتے نہیں تھکتے، انہیں اپنی خیالی جنت سے باہر جھانکنا چاہیئے۔ کہ ان کی غفلت سے معاشرہ تباہی کے کس مقام پر پہنچ گیا ہے اور اگر ان کی غفلت اور بے حسی بدستور رہی تو نوجوان طبقہ باغی ہو کر ان کے تقدس اور احترام کی ردا تار تار کر دے گا۔ اور ہمارے مجلسی نظام میں وہ بھیانک انقلاب آئے گا جس کے ہاتھوں مغرب نالاں ہے اور انسانیت حیوانیت کی آغوش میں جا رہی ہے۔

مقامی جماعت لاہور کی طرف سے پیغام ہائے تعزیت

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ کی طرف سے محترم عبدالرحیم جانڈیہ کی وفات حسرت آیات پر ان کے فرزندان کو پیغام تعزیت بھیجتے ہوئے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور ان کی اولاد کے لئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی دعا کی گئی ہے۔ ایسا ہی محترم محمد حسن چیمہ صاحب کو ان کے فرزند ضیاء الحسن کی وفات پر پیغام تعزیت دیتے ہوئے ان سے دلی ہمدردی کا اظہار اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی ہے۔

خط و کتابت
کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ منیجر

اخبار احمدیہ

اعلان نکاح و عطیہ

مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۷۳ء بروز اتوار چوہدری سلطان احمد صاحب ڈنگہ گجرات کے فرزند ڈاکٹر چوہدری بشیر احمد صاحب کا نکاح چوہدری فتح محمد عزیز صاحب گجرات کی دختر رحمت النساء عزیزہ سے بعوض -/500 روپیہ حق مہر ہوا۔ خطبہ نکاح مرزا مسعود بیگ صاحب نے دیا۔ جو کہ اتنا عالمانہ اور موثر تھا کہ غیر احمدی معززین نے خصوصاً بہت بڑی مبارکباد دی اور کہا کہ آج تک ہم نے ایسا عالمانہ خطبہ نکاح سنا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شادی کو دونوں خاندانوں کے لئے باعث برکت فرمائے۔ چوہدری فتح محمد عزیز صاحب اور چوہدری سلطان احمد صاحب دونوں نے انجمن کو ایک ایک صد روپیہ اشاعت اسلام کے لئے عطیہ دیا۔ جزاہم اللہ۔

فضل حق۔ جائنٹ سیکرٹری انجمن

ملک کندل خان صاحب کا انتقال پرملال۔

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت مخلص اور ممتاز بزرگ ملک کندل خان صاحب ۱۲ جنوری ۱۹۷۳ء کو سو سال کی عمر پا کر اس جہان فانی سے انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے گذشتہ جمعہ مورخہ ۱۹ جنوری کو ملک صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھایا۔

ہمیں مرحوم کے تمام لواحقین اور اعزا سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

تمام بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

صاحبزادی ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب کا انتقال

کراچی سے اطلاع ملی ہے کہ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کی دختر محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبداللطیف خان صاحب نیازی وفات پا گئی ہیں۔ جملہ احباب سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کی بلندی درجات اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمادیں۔

تمام احمدیہ جماعتوں سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

مرزا مقبول احمد بیگ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اہلیہ مرزا نصیر بیگ صاحب سامانوی کی وفات

یہ خبر احباب جماعت کے لئے نہایت تکلیف دہ ہوگی کہ محترم مرزا نصیر بیگ صاحب سامانوی 6/119 منڈی بہاؤالدین کی اہلیہ محترمہ ۱۱ جنوری کو حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحومہ انتہائی خوش خلق، ملنسار اور مہمان نواز تھیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ ارزانی فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

احباب جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں۔

درخواست دعا

(۱) محترم سید محمد لطیف شاہ صاحب شیخ محمدی سے لکھتے ہیں کہ:-
گلہ دلہ، پشاور میں ملک خلباز خان اور ان کے برادر زادہ صوبیدار عبدالحکیم خان بدستور بیمار ہیں اور سید محمد حسین شاہ صاحب بھی صاحب فراش ہیں۔ ان تینوں اصحاب کے لئے دعا کی استدعا ہے۔

فضل حق۔ جائنٹ سیکرٹری انجمن

(۲) فجی سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں کی جماعت کے رکن جناب مولوی عبداللطیف خان صاحب بیمار ہیں۔ اور لتوکا کے ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

جلسہ سالانہ پر خواتین کی طرف سے وصول شدہ چندہ

اخبار پیغام صلح ۳ مورخہ ۳ جنوری ۷۳ء میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خواتین کی طرف سے کل آمدنی -/701 روپے ہوئی۔ حالانکہ خواتین کی طرف سے

جلسہ سالانہ کی مختصر کارروائی

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

شیخ محمد طفیل صاحب کی تقریر

شیخ محمد طفیل صاحب نے تقریر کرتے کا موقعہ ملا ہے (۱) سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کا کافی اثر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔ آج اس الہام کی صداقت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور دنیا کے انتہائی مغربی کنارہ (جنوبی امریکہ) کے لوگ سلسلہ احمدیہ سے اس قدر متاثر ہیں کہ احمدیہ میں شامل ہونا اپنے لئے موجب فخر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ٹرینیڈاڈ، گائنا اور سرینام میں بے شمار لوگ سلسلہ میں داخل ہیں، سرینام میں ہماری جماعت کی تعداد مسلمانوں کی کل تعداد کے نصف تک پہنچ چکی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ احمدیت اسلام کا کوئی نیا تصور پیش نہیں کرتی۔ وہی اسلام حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کیا ہے جو محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم کا پیش کردہ ہے، اسی اسلام کو ہر دور زمانہ کے گرد و غبار سے پاک و صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا گیا اور اس سلسلہ میں جو پیش بہا لٹریچر ہماری طرف سے شائع ہوا ہے، اس کو قبولیت عامہ حاصل ہو چکی ہے۔ چنانچہ قاہرہ یونیورسٹی میں ہمارا لٹریچر بلا نام شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا لیکچر جلسہ اعظم مذاہب قاہرہ سے شائع کیا گیا ہے اور اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کس کی تصنیف ہے۔ ایسا ہی حضرت امیر مرحوم کی کتاب ریلیجن آف اسلام کو حضرت مرحوم یا انجمن کا نام لئے بغیر شائع کیا گیا ہے۔ گویا منہ سے وہ لوگ جماعت احمدیہ کے مخالف ہیں لیکن عمل سے مؤید ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سلسلہ احمدیہ کا پیش کردہ اسلام قبولیت عامہ حاصل کر رہا ہے اور یہی اسلام دنیا کے مسائل کو حل کرنے کا موجب ہوگا۔

مرزا مسعود بیگ صاحب کی تقریر

شیخ محمد طفیل صاحب کے بعد مرزا صاحب موصوف نے "احمدیہ تحریک کا حال اور مستقبل" کے عنوان سے تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر تحریک کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک نظریاتی اور دوسرا عملی۔ احمدیہ تحریک کا نظریاتی پہلو یہ ہے کہ اسلام کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کیا جائے جس کا حکم قرآن کریم نے لیظہرہ علی الدین کلہ میں دیا ہے۔ اس کی دو کڑیاں ہیں۔ (۱) حفاظت اسلام (۲) اشاعت اسلام۔ حفاظت اسلام کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے تمام مذاہب باطلہ بالخصوص عیسائیت کے اسلام پر حملوں کے لئے ایسا مسکت جواب دیا کہ انہیں خاموشی کے سوائے چارہ نہ رہا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر جانے کا عقیدہ جو مسلمانوں میں رائج ہے، عیسائیت کے فروغ میں ممد و معاون ثابت ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس عقیدہ کے خلاف مسیحؑ کی وفات ثابت کر کے عیسائیت کو قدم آگے بڑھانے سے روک دیا۔ اب کوئی روشن خیال مسلمان حیات مسیحؑ کا قائل نہیں، اور جو لوگ جن میں ہمارے بھی شامل ہیں حیات مسیحؑ کے قائل ہیں ان کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ہے کہ یہ صدی گذر جائے گی اور کوئی شخص حضرت عیسیٰؑ کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا۔ اسی طرح دوسری صدی گذر جائے گی، پھر تیسری صدی پوری ہونے سے پہلے تمام منتظرین مسیحؑ کی آمد مایوس ہو جائیں گے۔ اس وقت ایک مذہب اسلام ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے کامل غلبہ کے لئے تین صدیاں درکار ہیں جو یقیناً مسیح موعودؑ کے پیش کردہ اصولوں کے ماتحت ہوگا۔

احمدیہ تحریک کے عملی پہلو کا (جو اشاعت اسلام سے تعلق رکھتا ہے) ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جماعت بنائی جو اس کام کو بحسن و خوبی سرانجام دے رہی ہے، اس جماعت نے یورپ میں تبلیغی مشن قائم کرنے کے علاوہ قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں شائع کئے، کام تمام کیا، جس سے متاثر ہو کر تمام عالم اسلام ہمارے عقائد کا قائل ہو رہا ہے۔ چنانچہ مصر میں تین جید علماء کے خیالات، وفات مسیحؑ کی تائید میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک علامہ مراغی ہیں جن کی تفسیر میں وفات مسیحؑ کو ثابت کیا گیا ہے۔ دوسرے قاہرہ کے جامع الازہر کے سابق پرنسپل علامہ شلتوت ہیں جنہوں نے کھلے طور پر مسیحؑ کی وفات کو تسلیم کیا ہے، تیسرے علامہ رشید رضا ہیں، جن کی تفسیر ان کے اخبار المنار میں شائع ہوئی اور اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے ہوئے وفات مسیحؑ کے بارہ میں آپ کے نظریات کی تائید کی گئی ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کشمیر میں وفات پائی اور وہیں آپ کی قبر ہے۔

محترم مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں ایران سے شائع ہونے والی ایک تفسیر کا ذکر کیا اور اس کا اقتباس بلفظہ ایران سے لکھا ہے

آپ نے بتایا کہ اس تفسیر کے مصنف کا نام علامہ زین العابدین ہے، انہوں نے ہر مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولینا محمد علی صاحب کے ترجمہ قرآن کا حوالہ دیا ہے۔ مثلاً یا عیسیٰ انی متوفیک کے معنے کئے ہیں اے عیسیٰ میں تجھے موت دوں گا۔ رافعک کے معنے رفع درجات کئے ہیں، مطہرک کے معنے ... کی نفی کی ہے فلما توفیتنی کے معنے کئے ہیں جوں مرا مرگ دادی، غرضیکہ اسی طرح ہر مسئلہ میں ہمارے خیالات کی تائید کی ہے اور حضرت امیر مرحوم کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے، یہاں تک کہ سورتوں کے مقامات اور رکوعات کے عنوان وہی دیئے ہیں جو حضرت امیر مرحوم کی تفسیر میں ہیں۔

الغرض آپ نے بتایا کہ حضرت امیر مرحوم کی کتابیں کئی زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ہماری جماعت کے خیالات دنیا پر چھا چکے ہیں، ان حالات میں آپ نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا آپ کا مستقبل آپ کے ہاتھ میں ہے، چاہیئے کہ آپ متحد ہو کر اس کام کو آگے بڑھائیں۔

ایم اے فاروقی صاحب کی تقریر

مرزا صاحب کے بعد محترم ایم اے فاروقی صاحب نے کن فیکون کے عنوان سے تقریر فرمائی جس میں آپ نے بتایا کہ قرآن کریم میں کن فیکون پانچ جگہ آیا ہے، اور پانچوں مقامات پر بغیر کسی مادہ کے زمان کی پیدائش یا ہستی ایجاد کا ذکر ہے، سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے بدیع السموات والارض واذا قضی امراً فانما یقول لہ کن فیکون۔ بدیع کا لفظ جب خدا کے لئے آئے تو اس کے معنے ہیں کسی آلے اور مادے کے بغیر اور بغیر مکان اور زمان کی تخصیص کے پیدا کرنے والا۔ فاروقی صاحب نے اس موضوع پر بعض ایسے اہم نکات بیان فرمائے جن کی تفصیل کے ساتھ قارئین کے مطالعہ میں لانا باعث استفادہ ہوگا، اس لئے آئندہ اشاعت میں ان کی پوری تقریر درج کی جائے گی۔

ایک ہو جاؤ۔ نیک ہو جاؤ۔

ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی تقریر

فاروقی صاحب کے بعد محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے "ایک ہو جاؤ۔ نیک ہو جاؤ" کے عنوان سے ایک نہایت مؤثر تقریر فرمائی۔ آپ نے آیہ کریمہ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور آیہ کریمہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کی تلاوت فرما کر اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تڑپ تھی کہ آپ نے جو جماعت بنائی ہے وہ اعلیٰ کردار کا نمونہ پیش کرنے والی ہو اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا میں پہنچانا اس کا کام ہو، لیکن ضروری ہے کہ جس کام کو لے کر جماعت اٹھی ہے وہ اس کا نمونہ اپنے عمل سے پیش کرے اور اس کے اندر مکمل یکجہتی ہو، آپ نے جلسہ کی کامیابی اور حاضرین کی کثیر تعداد کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ ہماری جماعت کے متعلق کوئی مایوسی اگر تھی تو اب اس جلسہ کے بعد نہیں ہو سکتی۔

آپ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ جب جماعت میں اختلاف پیدا ہوا تو ہمارے بزرگوں نے بڑی جرأت سے کام لے کر جماعت کو غلط عقائد سے بچا کر صحیح عقائد پر قائم کر دیا، آج وہی عقائد دنیا میں پھیل رہے ہیں۔

آپ نے اس بات پر زور دیا کہ ہمارے اندر نیکی کی وہ روح پیدا ہونی چاہیئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے تھے۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات پڑھ کر سنائے اور فرمایا کہ انقلابی جماعتوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہونی چاہیئے اس لئے ہم سب کو نیک کردار پیدا کرنے کے ساتھ باہم ایک ہو جانا چاہیئے اور حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد سنایا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ عہد دوستی بڑی چیز ہے۔ اور میرا مذہب ہے کہ اگر میرا کوئی عزیز شراب پی کر گرا ہوا ہو تو میں اسے اٹھا کر لے آؤں گا۔

یہ تقریر اپنی نوعیت اور تاثیر کے لحاظ سے بہت ہی پسندیدہ تھی اور ہم امید کرتے ہیں کہ محترم ڈاکٹر صاحب لے پورے

نور پر قلمبند کرکے قارئین کیلئے استفادہ کا موجب ہوں گے۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقریر امن کی تلاش

بعد ازاں محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "امن کی تلاش" کے عنوان سے تقریر فرمائی، جس میں بتایا کہ دنیا کی قوموں اور افراد میں آج ہر طرف اضطراب اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جسمانی ضروریات اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ اس کی وجہ سے انسان کا ذہنی توازن برقرار نہیں رہا، حقیقت یہ ہے کہ روح کی طرف توجہ نہیں رہی، اگر روح کو مقدم رکھ کر ذہن کو اس کے ماتحت رکھا جائے اور اس کے ماتحت جسمانی ضروریات کو رکھا جائے تو یہ امن اور سکون پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔

آپ نے اس ضمن میں جسمانی بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آج جن بیماریوں کا علاج دواؤں سے نہیں ہوتا، ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف لاحق ہے جس کی وجہ سے یہ بیماری پیدا ہوئی، مثلاً کسی کو ماں باپ کی طرف سے سختی نے بیمار کر دیا ہے، تو اس کے ماں باپ کو اس سے باز رکھنے سے وہ بیماری دور ہو جاتی ہے، علیٰ ہذا القیاس ہر قسم کی بیماری کسی نہ کسی پیش آمدہ دکھ سے پیدا ہوتی ہے جس کے دور کرنے سے وہ بیماری دور ہو جاتی ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ آج جو خرابیاں دنیا میں پیدا ہو رہی ہیں وہ اخلاقی اور روحانی بیماریوں کا نتیجہ ہیں، اور ان بیماریوں کو دور کرنا ہی قیام امن کا موجب ہوگا۔

صاحب صدر کی تقریر

ڈاکٹر صاحب کی تقریر اس نشست کی آخری تقریر تھی، جس کے بعد صاحب صدر محترم شیخ اللہ بخش صاحب نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم نے بڑی عمدہ تقریریں سنیں، بعض اصحاب نے ریسرچ ورک سے جماعت کو مستفید فرمایا بعض نے نیکی اور اصلاحی امور کی طرف توجہ دلائی۔

آپ نے فرمایا کہ یہ پہلا جلسہ تھا جو احمدیہ بستی (دارالسلام) میں منعقد ہوا اور دیکھنے والے شہادت دے سکتے ہیں کہ یہ دنیا کے انٹرنیشنل جلسوں سے کم نہیں تھا، ہمیں غلطی لگ رہی تھی کہ ہم تھوڑے ہیں جماعت ہیں، اس جلسہ سے ظاہر ہے کہ خدا کے فضل سے ہماری جماعت بہت بڑی ہے، جو اسلام کی راہ میں اپنا سب کچھ فدا کرنے کو تیار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگلے سال آپ اس بستی کا نقشہ بدلا ہوا دیکھیں گے۔

آخر میں آپ نے اعلان کیا کہ جو چندہ اس وقت تک ہوا ہے اس کی میزان پچھتر ہزار تک پہنچی ہے، میں اس کے ساتھ پچیس ہزار روپے کی رقم جو مختلف فرموں میں ہے اپنی طرف سے انجمن کو پیش کرتا ہوں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اختتامی تقریر

صاحب صدر کی تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے اختتامی تقریر فرمائی، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام کو مخاطب کرکے فرمایا ہے یاایھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحًا۔ اے رسولو! حلال طیب کھانا کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ انی بما تعملون علیم میں تمہارے اعمال پر نگاہ رکھتا ہوں۔

فرمایا اس سے ظاہر ہے کہ حلال طیب کھانے سے نیک اعمال پیدا ہوتے ہیں۔ یہی حکم تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے چنانچہ امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں ان اللہ امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین اللہ تعالیٰ نے جو حکم رسولوں کو دیا ہے وہی مومنوں کو بھی حکم دیا ہے، پس آپ لوگ جو ایک مجدد کی جماعت کہلاتے ہو، اس حکم کے مطابق زندگی بسر کرو، اگر دل و دماغ میں نور پیدا کرنا چاہتے ہو تو حلال طیب رزق کھاؤ، اس سے اعمال میں صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا یہ جماعت اشاعت اسلام کے لئے کھڑی کی گئی ہے اس کا فرض ہے کہ حلال طیب کھائے اور اعمال صالح کے ذریعہ دنیا کے سامنے نمونہ پیش کرے، یاد رکھو ہر برا عمل ایک سیاہ دھبہ دل پر چھوڑتا ہے جو بڑھتے بڑھتے دل کو بالکل سیاہ کر دیتا ہے اور نیک اعمال کی توفیق چھن جاتی ہے، دراصل سرور اور راحت کی زندگی نیک اعمال سے ہی ملتی ہے اور یہی جنت ہے۔ یقین جانئے جنت اور دوزخ کی زندگی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم سے کسی نے پوچھا نیکی کیا ہے؟ حضور صلعم نے فرمایا البر ما اطمئن بہ قلبک نیکی وہ ہے جس سے تمہیں اطمینان قلب حاصل ہو۔ اور گناہ کے متعلق فرمایا الاثم ما حاک فی صدرک۔ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکا پیدا کرے، کہ کہیں کوئی دیکھ نہ پائے کہیں پکڑا نہ جاؤں۔

میر درد صاحب بزرگوار نے ایک دفعہ راہ چلتے ہوئے دیکھا کہ ایک غریب آدمی سردی میں ٹھٹھرا ہوا پڑا ہے، آپ نے کمبل اپنے اوپر سے اتار کر اس پر ڈال دیا، یہ سب سے بڑی نیکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احسان کیا جائے، اسلام کی یہی تعریف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ۔ احکام الٰہی کی عظمت دل پر چھانا اور مخلوق الٰہی کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا اور فرمایا الخلق عیال اللہ۔ تمام مخلوق میرا عیال ہے۔ میرے پاس آنا چاہتے ہو تو میرے عیال کی خبر لو۔ کنوئیں میں لٹک کر ریاضت کرنا یا چھت کی چوٹی پر یا درخت پر لٹکا کرنا کچھ فائدہ مند نہیں، فائدہ اسی میں ہے کہ خدا کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے جماعت کو عیب شماری سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دوسرے کی عیب جوئی بڑی بری چیز ہے اس سے جماعتیں تباہ ہو گئیں، تمام عمر نمازیں پڑھتے رہیں اور لوگوں کے عیب گنتے رہیں یا ایک دوسرے سے لڑائی دنگا کرتے رہیں تو ان نمازوں کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ اپنی غفاری سے ہمارے عیب پوشی فرماتا ہے اس کے اخلاق سے سبق لو۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا ہم نے اس امام کو مانا ہے جس کے قلم میں تجلیات تھے، آپؑ نے عربی زبان میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھی اور خدا کے حکم سے چیلنج کیا کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم اس کے مقابلہ میں تفسیر لکھے، لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی حالانکہ ہندوستان اور ممالک اسلامیہ میں بہت بڑے بڑے عالم موجود ہیں، لیکن تفسیر نویسی میں مقابلہ نہیں کر سکے، یہ بڑا عظیم الشان معجزہ ہے۔ ہم نے اس امام کو پایا جس نے ہمارے ایمان کو مضبوط کر دیا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس جلسہ میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور انہیں اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

اس کے بعد آپ نے تمام جماعت اور ان احباب کے لئے دعا کی جو بیماری یا کسی وجہ سے جلسہ میں شامل نہیں ہو سکے۔ دعا کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

درس قرآن

جلسہ میں تقاریر کے علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ ہر روز نماز صبح کے بعد درس قرآن کریم دیتے رہے، جس میں کثرت سے وہ دوست شامل ہوتے رہے جو احمدیہ بلڈنگس میں قیام پذیر تھے۔ اور دارالسلام میں محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب درس قرآن کریم دیتے رہے ہیں۔

جہاں تک انتظام جلسہ کا تعلق ہے وہ خدا کے فضل سے ہر طرح سے قابل اطمینان تھا، احباب کے قیام اور خورد و نوش میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ اس بارہ میں منتظم جلسہ اور رضاکاران قابل مبارکباد ہیں۔

دارالسلام میں رہائشی پلاٹ

انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ احمدیہ بستی "دارالسلام" میں احباب کو ۹۹ سالہ پٹہ (لیز) پر رہائشی پلاٹ دیئے جائیں۔ کل ۷۶ پلاٹ میں سے ۱۲ کم و بیش ایک کنال کے ہیں۔ ۳۲ پلاٹ تقریباً دس مرلہ کے اور بقیہ میں سے چند ۵ مرلہ سے کچھ زائد اور باقی سب تقریباً ۵ مرلہ کے ہیں جو احباب اپنی رہائش کے لئے دارالسلام میں مکان تعمیر کرنے کے خواہشمند ہیں وہ اپنی درخواست ناظم دارالسلام ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کو ۳۱ جنوری ۱۹۷۳ء تک ارسال کر دیں۔ درخواست کے ساتھ ۵۰۰/- روپے فی کنال کے حساب سے فیس بنام محاسب صاحب انجمن بھیجنا ضروری ہے، جو ناکامی کی صورت میں واپس کر دی جائے گی۔ کامیابی کی صورت میں ڈویلپمنٹ چارجز بحساب دس ہزار روپیہ فی کنال یکمشت ادا کرنے ہوں گے۔ شرائط پٹہ کی تفصیل دفتر سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

فضل حق

آنریری جائنٹ سیکرٹری ناظم دارالسلام

چوہدری محمد اقبال صاحب بی کام فائنل لائلپور

"میں احمدی کیوں ہوا"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے (ادعونی استجب لکم- یعنے تم دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ لہذا چند ماہ پیشتر اپنے گاؤں کی مسجد میں اس عاجز نے اللہ تعالیٰ سے درد دل کے ساتھ دعا کی کہ اے میرے پیارے اور محسن اللہ اگر حضرت مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) تیری طرف سے مجدد کئے گئے ہیں اور وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود ہیں تو اس عاجز کا سینہ حق کو قبول کرنے اور اپنے فرستادہ کو ماننے کے لئے کھول دے۔ چنانچہ اس دعا کی قبولیت کا ذریعہ اور وسیلہ میرے محترم بزرگ اور مقامی مبلغ اسلام جناب علی محمد ماحی صاحب بنے۔ جب میں گرمیوں کی تعطیلات گذارنے کے بعد اکتوبر میں لائلپور واپس آیا تو حسب معمول ماحی صاحب کو ملنے کی غرض سے ان کے دفتر گیا۔ ایک روز ماحی صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں ان سے قرآن کریم ترجمہ کے ساتھ پڑھنا شروع کردوں۔ میں نے ان کی اس دعوت کو بخوشی قبول کر لیا۔ کیونکہ یہ عاجز پہلے ہی اس چیز کا متلاشی تھا۔ کہ میری کوئی شخص راہ حق کی طرف علمی اور عملی رنگ میں راہنمائی کرے۔ دوسرے روز میں پھر ماحی صاحب کے پاس گیا تاکہ قرآن پاک باترجمہ پڑھنے کے لئے وقت مقرر کر سکوں۔ ماحی صاحب نے اس روز مجھے ایک کتاب پڑھنے کے لئے دی جس کا نام ہے "اسلامی اصول کی فلاسفی"۔ یہ کتاب دراصل حضرت مرزا صاحبؑ کا ایک لیکچر ہے جو آپؑ نے مذاہب عالم کانفرنس میں ۱۸۹۶ء میں اپنے ایک مخلص شاگرد مولانا عبدالکریمؓ کے ذریعہ پیش کیا تھا۔ ماحی صاحب نے یہ کتاب دینے کے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اسلام کی تعلیمات سے متعلق ہر اصولی سوال کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ صرف آدمی چاہیئے جو اس کتاب سے مطلوبہ موتی نکال سکے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور رحمت بے پایاں کا صدقہ اس عاجز نے

اسلامی اصول کی فلاسفی کے قریباً تیسرے حصہ کا مطالعہ کرنے کے بعد دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ واقعی چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود ہیں ورنہ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ پر قرآن کریم کی یہ معرفت اور لطیف تفسیر کھل سکتی۔ کیونکہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے لا یمسہ الا المطہرون۔ کہ قرآن کریم کے حقائق بجز پاک بازوں کے کسی دوسرے پر نہیں کھل سکتے۔ نیز حضرت مرزا صاحبؑ کے قبل از وقت الہامی دعوی کے مطابق یہ لیکچر سب پر غالب اور فائق رہا۔ اور سکھوں کے پروفیسر سردار راجندر سنگھ صاحب نے یہ ریمارکس دیئے کہ:-

"وہ قرآن جس کو مرزا صاحب نے نہایت قابلیت سے بیان کیا ہے اگر مسلمان اس قرآن پر عمل کریں اور چلیں جس طرح حضرت مرزا صاحب نے بیان کیا ہے تو پھر ان جیسا کون ہے؟"

اس کے بعد میرا قلب اس بات پر مطمئن ہو چکا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ برحق ہے۔ اب میرے دل میں حضرت مسیح موعود کا لیکچر پڑھ کر جو چنگاری اندر ہی اندر سلگ چکی تھی ماحی صاحب کی گفتگو نے اس پر ۳ دسمبر کو جلتی کا کام کیا جب انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر حضرت مولانا حکیم نورالدین اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ کی عظیم قربانیوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس قسم کی محض للہ قربانیوں اور اخلاص کا اعلیٰ نمونہ بجز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے کہیں نظر نہیں آتا۔ یہ دونوں ہستیاں ایسی تھیں کہ حضرت مسیح موعود کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کو اس صدی کے مجدد کے لئے چنتا تو غالب گمان یہ ہے کہ انہیں دو برگزیدہ ہستیوں میں سے کوئی ایک چنا جاتا مگر ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ان نادر روزگار عالموں اور بزرگوں نے بھی اپنا سر مامور وقتؑ کے قدموں میں ایسا ڈالا کہ پھر اٹھانے کی نوبت ہی میں نہ آئی۔ یہ نمونہ استبازوں ہی پیش کر سکتے ہیں۔ دنیا کے کیڑوں کو یہ سعادت کہاں نصیب ہوتی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

چنانچہ ان ناقابل فراموش اور ایمان افروز واقعات اور گفتگو کے بعد میں نے ماحی صاحب سے پوچھا کہ اگر کسی پر حق و صداقت کھل جائے تو اسے کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خوبصورت شعر میں جواب دیا اور کہا کہ ؎

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے

چنانچہ اس عاجز نے بیعت فارم طلب کیا اور ۳ دسمبر ۱۹۷۲ء کی شب بعد نماز عشاء فارم بیعت پر کر دیا اس طرح میری دعا کی قبولیت ہوئی جو چند ماہ قبل اس گناہ گار نے اپنے گاؤں کی مسجد میں کی تھی۔ یہ ناشکر گذاری ہوگی اگر میں یہ گواہی نہ دوں کہ بیعت کرنے کے بعد صرف ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور اپنے مجددؑ کے دامن سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اس عاجز کو روح کی ایسی غذا بھی میسر اور بہم پہنچائی ہے، جس کے نتیجہ میں بندہ کا یقین اور ایمان مزید پختہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹوں سے ایسا سلوک ہرگز نہیں کرے گا۔

آخر میں احباب جماعت سے میری یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ سب میرے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا فرمائے اور مجھ عاجز کو بھی عملاً خدمت دین کے قابل بنا دے۔ کیونکہ یہی میری زندگی کی اصل غرض و غایت ہے۔ بی کام فائنل کے امتحانات کے بعد جو مارچ میں ہو رہے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور ہمت و عزم کے ساتھ خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کا بھی پختہ اور مصمم ارادہ رکھتا ہوں تاکہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے علاوہ غیر مسلموں اور بالخصوص عیسائیوں تک قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچا سکوں۔

دار الشفاء دار السلام (ہومیو)

جہاں علاج مفت کیا جاتا ہے۔ آپ کی اعانت کا متمنی ہے۔

فضل حق۔ ناظم دار السلام احمدیہ بلڈنگز لاہور

علم و عمل کی آمیزش

(بسلسلہ صفحہ ۲۲)

اور عیسائیت کا ہے۔ عیسائیوں کے علاوہ یہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ موجودہ علوم و فنون جو یورپ اور امریکہ کے مفکرین کے دماغوں کی کاوش کا نتیجہ ہیں، عیسائیت ہی کے اجزاء سمجھے جائیں۔ عیسائی خود کو موجودہ تہذیب و تمدن کا موجد خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت نہیں۔ عیسائیت کے باوجود یورپ اور امریکہ میں عیسائی علوم کی طرف عام توجہ ہو رہی ہے۔ ایسا عیسائیت کی وجہ سے نہیں بلکہ عیسائیت کے باوجود ہو رہا ہے۔ عیسائیت یورپ میں ابھی تک کھلی ہو رہی ہے اور وہاں کے اہل دانش کا قطعاً کوئی ایمان عیسائیت پر نہیں رہا۔ اس لئے عیسائی مشنری صرف عیسائیت کو پیش نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں موجودہ زمانے کے علوم کو عیسائیت کے رنگ و بار سمجھتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ یہ تو کچھ ہمارے علماء کی عقل کا پھیر ہے کہ وہ متروک اور مردود عیسویت کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ مثلاً حیات عیسیٰ ہی کا عقیدہ لے لو جس پر ہم نے گذشتہ صفحات میں مفصل بحث کی ہے۔ بانی تحریک احمدیت دو شعروں میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را
ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

قارئین کرام توجہ فرمائیں

پیغام صلح کے بعض قارئین کے ذمہ اخبار کا چندہ بہت دیر سے بقایا چلا آرہا ہے ان کو بذریعہ خطوط یاد دہانی کرائی گئی، کئی ایک احباب کی طرف سے ادائیگی ہوگئی، انکا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے، لیکن بعض اصحاب ابتک خاموش ہیں، انکی طرف سے نہ چندہ آیا نہ خطوط کے جواب، ان سب دوستوں کی خدمت میں التماس ہے، کہ اس طرف جلد متوجہ ہوکر اور تمام بقایا رقوم ادا فرما کر اپنے قومی جریدہ کی اعانت فرمائیں۔

مقامی جماعت لاہور کی رابطہ کمیٹی کا دورہ
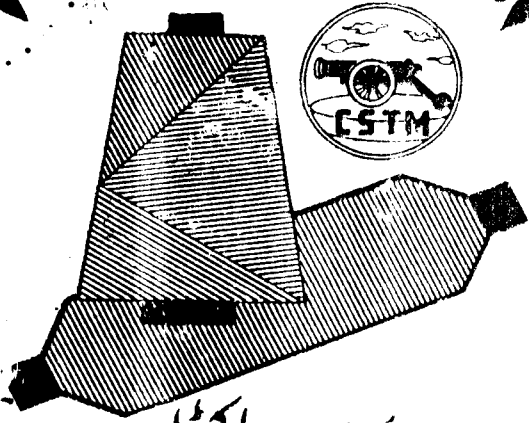
۱۴ ۱/۷۳ کو رابطہ کمیٹی کے تحت ایک ٹیم مشتمل بر ڈاکٹر مبارک احمد و ڈاکٹر وحید احمد و میاں فضل احمد صاحبان حسب ذیل ممبرانِ جماعت ہائے احمدیہ کے گھروں پر تشریف لے گئے:-

۱۔ مرزا مسعود بیگ صاحب

۲۔ میاں عبدالرحمٰن و میاں عبدالقدوس صاحبان۔

۳۔ یوسف خان پسر مولینا یعقوب خان صاحب مرحوم۔

۴۔ چوہدری منصور احمد صاحب۔

۵۔ چوہدری جاوید احمد صاحب۔

۶۔ میاں فضل کریم صاحب

۷۔ مسٹر ایس۔ ایم۔ باقر صاحب

۸۔ مولینا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

اس دورہ میں جماعتی پہلوؤں پر گفتگو ہوئی اور فیصلہ ہوا کہ احباب جماعت کو از سرِ نو جماعتی رنگ میں رنگین کیا جائے۔ اس پہلو سے یہ وفد کامیاب کامران ثابت ہوا۔ والسلام

محمد عبداللہ۔ سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴

[illegible] باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور [illegible] محمد صاحب [illegible] دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس [illegible] سے شائع کیا۔

جلد ٦٠ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۷۳ء | نمبر ۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"
(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس۔

ترجمہ:—

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی اور قتل نفس اور ڈبو دینے والی قسم۔

نوٹ۔ از حضرت مولینا محمد علی رح:—

الیمین الغموس کیا ہے۔ اس کی صراحت ایک دوسری مکرر روایت میں کی ہے، جہاں سوال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الذی یقتطع مال امرئ مسلم ھو فیھا کاذب۔ یعنی ایسی جھوٹی قسم جس سے کسی مسلمان کا مال ناحق مارنا چاہے گویا یہ وہ قسم ہے جو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا مال ناحق کھانا اسلام میں اتنا ہی بڑا جرم ہے جیسا کہ شرک۔

فضل الباری۔ کتاب الایمان والنذور۔

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

جب ایمان انسان کے اندر داخل ہوتا ہے

تو اللہ تعالیٰ کی عظمت، تقدس، کبریائی، قدرت اور لا الٰہ الا اللہ کا حقیقی مفہوم داخل ہو جاتا ہے۔

حضرت امام زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ کے ارشادات گرامی

شیطان جھوٹ، ظلم، جذبات خون، طول امل، ریا و تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل اخلاق فاضلہ۔ صبر۔ محویت۔ فنا فی اللہ۔ اخلاص۔ ایمان۔ فلاح یہ اللہ تعالیٰ کی دعوتیں ہیں۔ انسان ان دونو تجاذب میں پڑا ہوا ہے۔ پھر جس کی فطرت نیک ہے اور سعادت کا مادہ اس میں رکھا ہوا ہے وہ شیطان کی ہزاروں دعوتوں اور جذبات کے ہوتے ہوئے بھی اس فطرت رشید۔ سعادت اور سلامت روی کے مادہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے اور خدا ہی میں اپنی راحت تسلی اور اطمینان کو پاتا ہے۔ مگر ہر چیز کے لئے نشان ضرور ہوتے ہیں۔ جب تک اس میں وہ نشان نہ پائے جائیں وہ معتبر نہیں ہو سکتی۔ دیکھو دواؤں کی طبیب شناخت کر لیتا ہے۔ بنفشہ۔ خیار شنبر۔ ترید میں اگر وہ صفات نہ پائے جائیں جو ایک بڑے تجربہ کے بعد ان میں متحقق ہوئے ہیں تو طبیب ان کو ردی کی طرح پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح پر ایمان کے نشانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ جب ایمان انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے، تو اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت یعنی جلال۔ تقدس۔ کبریائی۔ قدرت اور سب سے بڑھ کر لا الٰہ الا اللہ کا حقیقی مفہوم داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر سکونت اختیار کرتا ہے اور شیطانی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور گناہ کی فطرت مر جاتی ہے۔ اس وقت ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ اور وہ روحانی زندگی ہوتی ہے۔ یا یہ کہو کہ آسمانی پیدائش کا پہلا دن ہوتا ہے۔ جب شیطانی زندگی پر موت وارد ہوتی ہے اور روحانی زندگی کا تولد ہوتا ہے جیسے بچہ کا تولد ہوتا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

پیغام صلح۔ روح اسلام۔ لائٹ کا سالانہ چندہ اور ان کے بقایاجات ادا فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب

علم و عمل کی آمیزش سے مطالعۂ قرآن کی ایک نئی تحریک

(آخری قسط)

خلافت کا بھولا ہوا سبق

قرآن کریم کے متعلق جس قدر تحریکات اس وقت جاری ہیں، ان میں سے ہر ایک تحریک اس بات پر تلی ہوئی ہے کہ اس زمانے کے متعلق جس قدر مفصّل اور منطبق بر حالات زمانہ پیشگوئیاں کی گئی ہیں، ان سے قطع نظر کی جائے اور یہ سارا قصہ ارادتاً اپنی آنکھوں سے اوجھل رکھا جائے۔ اگر تحریک احمدیت ان پیشگوئیوں کو لے کر قرآنی علوم کے ابلاغ کے سفر پر روانہ ہوتی ہے تو اسے اپنے کام میں لگے رہنے دو۔

اگر اس موقعہ پر بھی یہ حضرات قائم رہتے تو ہم اکیلے ہی اس سفر کو اختیار کرتے وقت ان سے کوئی امداد نہ لیتے لیکن ہمیں حیرت ہے کہ یہ جدید طبقہ بھی ہمیں اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتا اور اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ یہ تحریک صرف روایات کا سہارا لے کر اپنا استحکام چاہتی ہے۔ اس لئے جب اور جہاں کہیں ان کو موقعہ ملتا ہے وہ اس تحریک کو نشانہ طعن و تشنیع بناتے ہوئے ذرا نہیں ہچکچاتے۔ جب ہم اپنے مجددؑ کے دعوٰی کے ثبوت میں یہ مشہور حدیث پیش کرتے ہیں کان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علٰی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ تو وہ لوگ جو منکرین حدیث ہیں، یہ کہہ کر اپنا دامن بچاتے ہیں کہ آخر اس دعوٰی کا دارومدار حدیث پر ہے جو ہم پر حجت نہیں اور وہ لوگ جو حدیث کے منکر نہیں وہ اس حدیث پر کوئی جرح تو نہیں کر سکتے اور اس کو صحیح بھی سمجھتے ہیں لیکن اس کے جواب میں صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ مجدد کے لئے دعوٰی کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ اس ساری صدی میں احمدیوں کی طرف سے اس حدیث کو بار بار پیش کیا گیا اور اس کی گونج سے ساری مذہبی فضا کو متاثر کر دیا گیا مگر وہ اصلی مجدد جو اس حدیث کا مصداق ہو سکتا تھا جس کا ظہور اس حدیث کی رو سے لازماً ہو چکا سامنے آنے سے رکا رہا اور ایک جھوٹے مدعی کے متبعین کے چیلنجوں کو قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ ان علماء میں سے مولینا مودودی زیادہ ہوشیار ہیں۔ جب ان کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی اور سابقہ مجددین میں حضرت شاہ ولی اللہ۔ حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ کے دعاوی ان کی کتابوں سے نکال کر پیش کئے گئے تو مولانا نے ان کے دعاوی کو تو قبول کر لیا مگر اس بات سے ناراضگی کا اظہار کیا کہ وہ مجدد تو ضرور ہیں اور خدا نے انہیں مبعوث بھی کیا تھا اور وہ اس حدیث کے مصداق بھی تھے مگر انہیں دعوٰے نہیں کرنا چاہئے تھا۔

ہم اس مضمون کو کسی حالت میں بھی تشنہ نہیں رہنے دینا چاہتے۔ اس سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ اگر وہ ہم سے تعاون نہیں کر سکتے یعنے ہم میں مدغم ہو کر یورپ میں اشاعت اسلام کے کام میں شمولیت نہیں کر سکتے تو کم از کم ہمارے کاموں میں رخنہ اندازی تو نہ کریں۔ ہمارے مشن اور تحریک کا دارومدار صرف روایات اور حدیث پر نہیں بلکہ قرآن کریم کی محکم آیات پر ہے جو ہم ان حضرات کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیات اس قسم کی تحریکات کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھے جانے کا نہ صرف جواز پیش کرتی ہیں بلکہ ایسی تحریکات کو دین اسلام کا ضروری حصہ قرار دیتی ہیں۔ احادیث اور روایات تو ان آیات کی محض تشریح اور توضیح ہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ٹھنڈے دل سے ان آیات پر غور کریں اور ان کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل تجویز کریں۔

نبوت ختم ہو چکی ہے۔ دین مکمل ہو چکا ہے مگر انسانی فطرت تبدیل نہیں ہوئی۔ امتداد زمانہ سے طبیعتوں پر باطل کے پردے چھا جاتے ہیں۔ جب تک کوئی ایسا نظام نہ قائم ہو جو وقتاً فوقتاً اپریشن کر کے کثافتوں کو دور کر دے اور پردوں کو ہٹا دے، حقیقت نہیں چمک سکتی۔ اس سلسلہ میں پہلی آیت یہ ہے۔

انّا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ اسے انسانوں پر نہیں چھوڑا۔ اس کا ثبوت دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ تیرہ سو برس گذر گئے اور اس عرصہ میں اسلام تمام اکناف عالم میں پھیل گیا اور اس کے خلاف خطرناک دشمنوں کی بھی کوئی کمی نہیں رہی مگر دنیا کے کسی گوشہ سے قرآن کا کوئی نسخہ لے لو۔ اور اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقے کا شائع شدہ قرآن لے لو کسی نسخہ میں سرمو فرق نہ ہوگا اور سب نسخوں میں حیرت ناک طریقوں پر تطبیق ملے گی۔ اللہ تعالےٰ قرآن کی حفاظت اپنے محبوبوںؑ ہی کے ذریعے کرتا ہے۔ اپنے اولیاء کے ذریعہ کرتا ہے۔ اپنے مقربین اور مجددین کے ذریعے کرتا ہے۔ الفاظ کی حفاظت تو اپنے حفاظ کے ذریعے بھی کرتا ہے مگر بنیادی عقائد کی معنوی حقیقت کو بھی اپنے ماموروں کے ذریعے قائم رکھتا ہے۔ اس پر واقعات کی شہادت موجود ہے جس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔

اب ہم ذیل میں وہ عظیم الشان آیات پیش کرتے ہیں جن پر ہمارا کیا سارے سابقہ مجددینؒ کی تحریکات کا دارومدار رہا ہے۔ ان میں سے ایک آیت سورۃ النور کا پُر نور حصہ ہے اس پر سب اہل دل اور اہل اخلاص مومنوں کو غور کرنا چاہئیے۔ وھو ھٰذا۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم امنا۔ یعبدوننی لایشرکون بی شیئاً۔ ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون (النور آیت ۵۵) اللہ تعالےٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن (کی حالت) کر دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے صریحاً تین حتمی وعدے کئے ہیں۔

(۱) وعدہ استخلاف دین۔ جس میں ملوک اور اولیاء شامل ہیں۔

(۲) تمکین دین۔

(۳) قیام امن اور ازالہ خوف۔

اس آیت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس اُمت میں سلسلہ خلافت اسی طرح جاری رہے گا جس طرح پہلے جاری تھا۔ پہلے سلسلہ کے متعلق سورۃ المائدہ آیت ۲۰ میں ارشاد ہے واذ قال موسٰی لقومہ یٰقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ واٰتٰکم مالم یؤت احداً من العالمین۔ اور جب موسےٰؑ نے اپنی قوم کو کہا اے میری قوم اللہ کی نعمت (جو) تم پر ہوئی، یاد کرو جب اس نے تم میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ دیا جو قوموں میں سے کسی کو نہیں دیا۔

اس آیت میں اس خلافت کا ذکر ہے جو مسلمانوں سے پہلے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی اور جو سورۃ النور کی آیت استخلاف کی متنازعہ ہے۔ اس قسم کی خلافت کو حضرت موسٰےؑ کی زبان سے بڑی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ ایسی نعمت جو اس سے قبل کسی قوم کو نہیں دی گئی۔ یہ نعمت بڑی برکت والی، پُر جلال اور پُر ہیبت ہے۔ اسی کا وعدہ سورہ نور کی مندرجہ بالا آیت استخلاف میں ہے۔ ہاں اس اختلاف کے ساتھ کہ حضرت موسٰےؑ کے بیان کردہ استخلاف میں ملوک کے ساتھ انبیاءؑ شامل تھے یہاں ختم نبوت کے بعد ملوک تو بدستور ہیں مگر انبیاءؑ کی جگہ ان کے قائم مقام مجددینؒ ہیں۔

اس آیت میں یہ بھی وعدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس خلافت کے سلسلہ کے اجراء سے دین اسلام کو تمکنت بخشتا رہے گا تاکہ وہ مستحکم رہے اور اسلام کے اندر خوف کی فضا بدل کر امن کی حالت قائم کر دی جائے گی غرض اس سارے سلسلہ سے یہ ہوگا کہ دنیا میں حکومت صرف اللہ تعالےٰ کی ہو۔ لوگ صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسی کے قانون

(باقی بر صفحہ ۔ کالم ۔)

قربانی کا مقصد اپنی خواہشات پر چھری پھیرنا اور احکامِ الٰہی کی پوری متابعت کرنا ہے۔

خطبہ عیدالاضحیٰ مؤرخہ ۱۶؍جنوری ۱۹۷۳ء، فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ۔ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ سہ بار تکرار کے بعد آپ نے فرمایا کہ:—

ان تکبیروں کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی میں تمام چیزوں سے بڑھ کر اور برتر اللہ تعالیٰ کو یقین کریں۔ مرد، عورت اور بچہ یہ یقین کر لے کہ زمین و آسمان کا بادشاہ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم تمام چیزوں کی محبتوں اور رغبتوں سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی محبت کو مقدم کریں۔ آج قربانی بھی دی جائے گی، جانور کا ذبح کر دینا سہل ہے۔ "مبارک ہے وہ عورت و مرد جو اپنے نفس کی خواہشات پر چھری پھیر دیتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پیدا کی جنہوں نے حرص و ہوا کی گردن پر چھری پھیر رکھی تھی۔ الھوٰی عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں گر جانا۔ الھوٰی یھوی لصاحبہ الی الھاویۃ۔ حرص انسان کو ھاویہ میں گراتی ہے۔ مبارک ہے وہ مرد اور مبارک ہے وہ عورت جو اپنی خواہشات پر غلبہ پا لے جب کوئی قوم اپنی تمام خواہشات پر غلبہ پا لے تو یہ قوم بلند ہو گئی۔ خواہش انسانوں کو بلندیوں سے گراتی ہے۔ پھر اس کی عزت باقی نہیں رہتی۔ کیا ہوا اگر ہم نے دُنبے کی گردن پر چھری پھیر دی۔ اگر ہم نے نفس کی گردن پر چھری نہیں پھیری تو ہم نے اس عید کی تقریب کا فائدہ نہ اُٹھایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس تقریب پر کیا جاتا ہے۔ انہوںؑ نے اپنے فرزندؑ کی گردن پر چھری رکھدی۔ باپ بوڑھا ہے اور اپنے بڑھاپے کو پیش کر کے جناب الٰہی میں دعا مانگتے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرا تن بدن کمزور ہے۔ بڑھاپے کی اولاد نرینہ بہت پیاری ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دُعا کو قبول فرمایا اور ان کو بچہ عطا کیا۔ فلما بلغ اشدہٗ۔ جب یہ بچہ جوان ہوا تو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اے ابراہیمؑ! اپنے بچہ کو ذبح کرو۔ وہ کہتے ہیں یا بنی! اے میرے پیارے بیٹے۔ بیٹا نہیں کہتے بلکہ "میرے پیارے بیٹے" کہہ کر مخاطب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں انی اری فی المنام انی اذبحک۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاءؑ کا خواب ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اس پیغمبرؑ کا ایمان کس قدر پختہ ہے کہ وہ اپنے خواب کو حقیقت سمجھ کر اپنے بیٹے کو کہتے ہیں کہ پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ تو بیٹا جواب دیتا ہے یا ابت اے میرے پیارے باپ! جو حکم آپ کو ہوا ہے، اس پر عمل کریں۔ یہ کس قدر بلند مرتبہ باپ ہے اور یہ کس قدر بلند پایہ بیٹا ہے۔ ہماری ساری کی ساری قوم کو یہ اخلاق سیکھنے چاہئیں۔ ماں باپ کو اپنے بچوں کو خطاب کرتے ہوئے تکریم کا پہلو مدّ نظر رکھنا چاہیئے۔ اوئے توئے کرنا اور سخت کلامی کرنا یہ مسلمان ماں باپ کا شیوہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی یہ آواز دل میں اتر کر جاتی ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ کا جواب بھی دلوں کو متاثر کرنے کا موجب ہے۔ کیا خوبصورت جواب ہے بیٹے کی طرف سے فرمانبرداری کا اور کیا خوبصورت خطاب ہے باپ کی طرف سے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے اور کیا خوبصورت جواب ہے بیٹے کی طرف سے فرمانبرداری کا۔

یہ دونوں سبق ہمیں آج کے دن سیکھنے چاہئیں۔ طبیعت میں تیزی نہ ہو الفاظ میں کرختگی نہ ہو، جس گھر میں ایک مسلمان رہتا ہو تو اس کے بیوی بچے یقین کرتے ہوں کہ وہ مسلمان ہے۔ لیکن اس کے اہل خانہ اگر اچھی گواہی نہیں دیتے تو وہ اچھا مرد نہیں ہے۔ اپنے گھروں میں غیرت کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ بیوی بچے اور ہماری خالہ پھوپھی وغیرہ تمہارے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ اگر تمہیں یہ لوگ اچھا نہیں [illegible] تو کیا فائدہ؟!

ایک بہت بڑے مسلمان کے متعلق جو کشمیر میں وزیر اعظم تھے، ان کے بھائی نے مجھے بتایا کہ جب وہ دفتر سے گھر آتے ہیں تو بیوی بچے ڈر جاتے ہیں، وہ میز پر چائے کا پیالہ رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ کہ جب چائے کا پیالہ پی کر ان کی طبیعت بحال ہو گی تو ہم پھر سامنے آئیں گے۔ یہ وزیر اعظم ہیں۔ بلند مقام کے مالک ہیں۔ ولایت کے پڑھے لکھے ہیں، بیرسٹر ہیں، اور لکھنؤ کے اُونچے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے گھر کی گواہی کس قدر افسوسناک بات ہے۔

یہ آیات جو سب سے پہلا اور اعلیٰ درجہ کا سبق سکھاتی ہیں وہ یہ ہے کہ ہمیں اولاد کی تربیت اعلیٰ درجہ کی کرنی چاہیئے۔ گھر ایک یونٹ ہے اگر ایک گھر میں یہ تہذیب ہے تو سارے کے سارے گھر میں یہ تہذیب آجائے گی، یہ پہلا سبق ہے۔ اور دوسرا سبق خدا کے حضور قربانی دینا ہے۔ بکرے کی گردن پر چھری پھیرنا کافی نہیں ہے۔ یہ ایک علامت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات پر چھری پھیر دے، تو اپنے گھر میں بھی غیرت کی زندگی بسر کرنا چاہیئے۔ غیرت کی زندگی بناوٹ سے نہ ہو بلکہ حقیقت ہو۔ ہم اپنے گھروں میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب کا نمونہ پیش کریں۔ تو ہم نے جو پہلا سبق سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی خواہشات پر چھری پھیرنے کے بعد اپنے گھروں میں اعلیٰ درجہ کا نمونہ پیش کریں۔ تاکہ ہماری نمازیں اور ہماری قربانیاں ایک حقیقت بن جائیں۔ نماز کی ادائیگی میں حقیقت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ محض رسم کے طور پر ادا نہیں کرنی چاہیئے۔ نماز میں تو مسلمان عہد کرتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اے اللہ ہم آپ کے حکموں کی پوری پوری فرمانبرداری کریں گے۔ لیکن اس فقرہ کو نماز میں دوہرانے کے بعد ایک شخص دوکان پر جا کر غیر مؤمنانہ طریق اختیار کرتا ہے اس کی نماز محض رسم ہے۔ ایسی نماز قبولیت کا شرف حاصل نہیں کرتی۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ ایسی نمازیں تمہارے منہ پر ماری جائیں گی۔ جن نمازوں کے اندر [illegible] حقیقت نہیں جن نمازوں نے تمہیں اخلاق نہیں سکھلائے اور جناب الٰہی میں اونچی ناک اور پیشانی رگڑتے رہے اور تمہاری طبیعت میں رعونت، خشونت اور سختی ہوتی ہے تو تم نے انکساری پیدا کرنے کا سبق نہ سیکھا اور رسم کے طور پر سجدہ کرتے رہے ہیں۔

غرض یہ عید ہمیں مہذب بنانا چاہتی ہے اور خواہشات پر قابو پانے کا سبق دیتی ہے۔ اور اپنی پیاری سے پیاری چیز قربان کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے سامنے، اپنے دوستوں کے سامنے اور اپنی قوم کے سامنے ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ اور جو کوئی صحبت نبویؐ سے فیضیاب ہو کر اور اس نمونہ سے سبق لے کر جہاں کہیں گیا، وہاں کے رہنے والوں کو نظر آتا تھا کہ اس مسلمان شخص کے اخلاق اور کردار دوسروں سے ممیز ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہیں قربانیاں بھی دیتے ہیں اور یہ سب کچھ محض رسم کے طور پر ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ ہمارے اُٹھنے بیٹھنے میں، لینے دینے میں اور معاملات میں نظر آتا ہو کہ ہم مسلمان ہیں اور خدا کے فرمانبردار ہیں۔ اور خواہشات ہم پر غالب نہیں ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ: انی ذاھب الی ربی۔ کہ میرا طریقہ یہ ہے کہ میں تو خدا تعالیٰ کے پاس جاتا ہوں۔ جو کام بھی کرتا ہوں کسی مقام پر بھی رہتا ہوں میرے پیش نظر میرا رب ہوتا ہے۔ یہ کس قدر کمال کا جملہ ہے جو ان کی زبان پر جاری ہوا رب ھب لی من الصالحین میرے خدا مجھے اعلیٰ درجہ کا بیٹا عطا کر دے۔ فبشرنا بغلام حلیم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہیں اعلیٰ درجہ کا بیٹا عنایت کریں گے۔ فلما بلغ معہ السعی جب جوان ہو گئے اور کاروبار میں ان کی مدد کرنے لگے تو حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں فانظر ماذا تری۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ تہذیب کا کلمہ ہے۔ یہ تو نہیں کہا کہ مجھے خواب آئی ہے آؤ ادھر ہم تمہیں ذبح کریں بلکہ پوچھا ہے کہ آپ کی کیا رائے ہے یہی سبق قرآن کریم سکھاتا ہے۔ بجائے اگر باپ نے تہذیب کا نمونہ پیش کیا۔ تو بیٹے نے بھی احترام والدین کا نمونہ پیش کیا اور کہا کہ جناب الٰہی سے جو حکم ہوا ہے وہ کر ڈالیئے۔ یہ ہے وہ

سبق جو ہم نے آج سیکھنا ہے۔ کہ خدا کو راضی کرنے کے لئے بڑی سے بڑی چیز کو بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ یہ زندگیاں خدا نے ہم کو دی ہیں، یہ اموال خدا تعالےٰ نے ہم کو دے رکھے ہیں۔ اگر وہ ان زندگیوں اور اموال کو لینا چاہے تو انہیں بلا تامل سپرد خدا کر دینا چاہیئے۔

حضور صلعم نے بھی یہی نمونہ پیش کیا ہے فرمایا کہ میں جناب الٰہی میں اپنی جان دینا چاہتا ہوں انی احب ان اقتل فی سبیل اللہ یہ میرے دل کا ولولہ ہے کہ میں خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کر دوں اور فرماتے ہیں ثم احی پھر زندہ کیا جاؤں ثم اقتل پھر قتل کیا جاؤں ثم احی پھر زندہ کیا جاؤں ثم اقتل پھر بھی میں تیرے راستے میں جان دوں گا۔ یہ ہے ولولہ حضور صلعم کا! یہ تو جان دینے کا معاملہ ہے۔ جہاں تک مال کا تعلق ہے ایک بادشاہ ہو کر آپؐ نے اموال جمع نہیں کئے۔ حضور صلعم نے بادشاہت زورِ بازو سے حاصل کی۔ لوگوں نے گھر سے نکال دیا۔ غار میں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ مدینہ طیبہ میں پہنچتے ہیں۔ حملے پر حملہ، یورش پر یورش ہوتی ہے۔ دشمن آپؐ کو مغلوب کرنا چاہتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے کامیابی دی۔ پھر جب آپؐ بادشاہ ہو گئے تو آپ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ما ترک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عند وفاتہ درھماً ولا دیناراً۔ وفات کے وقت ہمارے گھر میں کچھ نہ تھا۔ رسول اللہ صلعم نے کوئی روپیہ پیسہ نہ چھوڑا۔ یہ ہے بادشاہ جو عزیزوں کو شہید کروا کر اور خود زخمی ہو کر سلطنت حاصل کرتا ہے، لیکن گھر میں کوئی روپیہ پیسہ نہیں۔ نہ کوئی بھیڑ بکری اور نہ لونڈی غلام۔ یہ نمونہ ہے مسلمان بادشاہوں کے لئے اور یہ نمونہ ہے مسلمان امراء کے لئے اور غرباء کے لئے کہ جب تم مر جاؤ گے تو دولت تمہارے کس کام کی۔ اس دولت کو خدا کے راستہ پر لگاؤ اسے اپنے مکانات سواریوں اور عزیز و اقارب پر ضرور خرچ کرو، لیکن خدا کے لئے بھی خرچ کرو۔

بعض اوقات ایک امیر کبیر مرتا ہے، اس کے بنک میں کروڑوں روپے ہوتے ہیں، اب یہ اس کے لئے کس کام کے، مرنے والے کے لئے کچھ نفع رساں نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ جس قدر روپیہ چھوڑ کر جاتے ہیں اس کے عزیز و اقارب خراب ہو جائیں۔

اگر یہاں جان کی قربانی کا نمونہ ہے تو اموال کی بھی قربانی کرنا سکھلایا ہے۔ اموال کی قربانی سے قوم بڑی ہو جاتی ہے۔ اموال کی قربانی سے دین پھیلتا ہے اور اسے قوت پہنچتی ہے۔ اس چھوٹی سی جماعت نے دنیا میں ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ اس نے پہلے تو انگلستان میں تبلیغ شروع کی۔ پہلے شخص جو انگریزوں کو مسلمان کرنے گئے وہ حضرت خواجہ کمال الدینؒ تھے۔ اور پہلے شخص کے لئے جو اجر ہے وہ دوسرے آدمی کو نہیں ملتا۔ یورپ میں تبلیغ کی بنیاد ڈالنے والا شخص خواجہ کمال الدینؒ تھا۔ ابتداء میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں۔ لوگ بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ہمارے نبی صلعم سے بڑھ کر تو دنیا میں کوئی انسان اعلےٰ درجہ کے اخلاق کا مالک نہ ہوگا، لیکن دنیا آپؐ کے بھی خلاف ہو گئی۔ یہی حال دنیا کا ہے کہ حق کی تبلیغ کرنے والے کو بُرا سمجھا جاتا ہے۔ تو خواجہ کمال الدینؒ نے ان مشکلات کے باوجود انگلستان میں مشن کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۱۴ء میں انہوں نے میرے متعلق حضرت مولینا نورالدین صاحبؒ کو لکھا کہ ان کو میری جگہ بھیج دیں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ آپ جائیں۔ حضرت مولیناؒ کے فوت ہونے کے بعد میں اور حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ یہاں بھاگ کر آئے۔ میں "بھاگ کر" کا لفظ بولتا ہوں اور آتے ہی میں ولایت چلا گیا۔ پھر جرمنی چلا گیا، وہاں مسجد بھی خدا کے فضل سے بنائی۔ دو ترجمے بھی آپ لوگوں نے قرآن کریم کے انگریزی و جرمنی میں شائع کئے۔ یہ آپ کے لئے بڑے فخر کا مقام ہے۔ اور آپ کو یہ فخر کس لئے حاصل ہوا یہ ایک امام کی تلقین کی وجہ سے۔ وہ ایک عظیم الشان انسان تھا اس نے اپنے نمونے اور اپنے علم سے ایک قوم پیدا کی، جس نے یورپ میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی اور وہ کامیاب ہوئے۔ انہوں نے قرآن کریم کے تراجم کئے اور یورپ و جرمنی میں جا کر مسجدیں بنائیں۔ یہ اس عظیم الشان انسان کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ آپ اس عظیم الشان انسان کو نہ بھولیئے گا۔ وہ بہت باخدا انسان تھا۔ جب آپ فوت ہوئے تو گھر میں کچھ نہیں تھا، انجمن کی طرف سے دو اڑھائی سو روپے ماہوار گھر میں دیئے جاتے رہے۔ اندازہ لگا لیجئے کہ انہوں نے گھر میں کوئی مال متاع نہ چھوڑا تھا، یہ باخدا انسان تھا۔

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

تقریر محترمہ جبین مرزا، جو خواتین احمدیہ کے سالانہ جلسہ میں کی گئی

انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کا اثر

انسان کی قدیم سے قدیم تاریخ جو اب تک منظرِ عام پر آئی ہے اور پرانی سے پرانی قوموں کی بود و باش کی تحقیق سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ انسان نے ہر زمانہ میں کسی نہ کسی خدا کو مانا ہے اور کسی نہ کسی کی عبادت ضرور کی ہے، یہ کہنا لازم ہوگا کہ انسان کی فطرت میں خدا کا خیال کھٹکتا رہتا ہے اس میں کوئی چیز ہے جو اسے مجبور کرتی ہے کہ کسی کو خدا مانیں اور اس کی عبادت کریں۔ اس شعوری اور لاشعوری انسانی جستجو کا حل کلمۂ طیبہ میں ملتا ہے۔ آپ میں نہایت اختصار کے ساتھ واضح کروں گی کہ لا الٰہ الا اللہ کے اقرار سے انسانی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے۔

اس اقرار سے وہ ایسے خدا کا قائل ہوتا ہے جو زمین اور آسمانوں کا خالق، مشرق و مغرب کا مالک اور نہ صرف بنی نوع انسان بلکہ تمام کائنات کا ربّ ہے۔ ایسا ایمان رکھنے والا انسان تنگ نظری سے بالاتر ہوتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ یہی عزت دینے والا ہے، یہی ذلت دینے والا ہے اور اس کے سوا کوئی کسی کو نفع یا نقصان نہیں دے سکتا۔ اس یقین کے بعد انسان میں انتہا درجہ کی خودداری اور عزتِ نفس پیدا ہو جاتی ہے، لیکن خودداری کے ساتھ ساتھ کلمہ انسان میں انکساری بھی پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ دیتا ہے اسی طرح چھین لینے پر بھی قادر ہے اور اس کی اپنی قابلیت بھی محض اللہ تعالےٰ کی دین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اعتقاد رکھنے والا جانتا ہے کہ وہ بے نیاز ہے اور کسی سے کوئی رشتہ نہیں رکھتا۔ کوئی خدا کا بیٹا سولی پر چڑھ کر یا دیوتا بھینٹ لے کر، پیر پرستی یا نذر و نیاز انسانی بخشش کا موجب نہیں بن سکتے بلکہ کلمہ ایک جامع اور کامل تصوّر پیدا کرتا ہے کہ نیک عمل ہی نجات و فلاح کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ کلمہ گو اللہ تعالےٰ کی رحمانیت پر یقین رکھتے ہوئے کبھی مایوس اور شکستہ خاطر نہیں ہوتا۔ کلمہ کا اعتقاد انسان میں عزم، حوصلہ اور توکل کی زبردست طاقت پیدا کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ رحیم بھی ہے اور قادرِ مطلق بھی۔ اس لئے دنیا کے تمام مصائب اور مشکلات اسے اس کے عزم سے نہیں ہٹا سکتے۔ لا الٰہ الا اللہ کا معتقد اس امر کا معترف ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی دین و دنیا کا مالک ہے۔ وہ اپنی جان و مال اور ہر چیز کا خالق خدا کو ہی سمجھتا ہے اور اس کی خوشنودی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کر کے آگے بڑھتے ہیں، کلمہ ان کے عزم اور حوصلہ کو اتنی لازوال تقویت دیتا ہے کہ وہ قناعت اور بے نیازی کی شان پیدا کر کے رشک و حسد کے رکیک جذبات کو اس کے دل سے نکال دیتا ہے اور وہ دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے لئے کسی قسم کے بدترین ذرائع استعمال کرنے سے گریز کرتے بلکہ یکسر ان کی طرف نہیں جاتے۔ تقویٰ ان کا شیوہ، ایمان ان کا مسلک یقینِ محکم ان کا رہبر، اللہ تعالےٰ کی خوشنودی ان کا مقصد اور اس کی قربت ان کی منزل ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو عمل صالح کی تلقین کرتے ہیں، دعوتِ عمل دیتے ہیں، یہ حق پرستی کے منادی نشر و اشاعت کے داعی اپنے قول و فعل سے دنیا میں اپنا ایک مقام پیدا کر کے آخرت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، تو آیئے ہم اس لمحہ غور کریں اور لا الٰہ الا اللہ کی ابدی اور راز کی حقیقت کو جانیں، پھر اللہ تعالےٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر نسل انسانی میں ایک جذبہ اور ایمان پیدا کریں جو اللہ تعالےٰ کی جامع صفات کا مرقع ہو جس سے فرد، معاشرہ، قوم غرضیکہ کل بنی نوع انسان کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی عظمت، فضیلت اور حقیقت سے آشنا کروائیں۔ اللہ تعالےٰ سب کو توفیق دے! (آمین)

ضروری تصحیح گذشتہ اشاعت میں محترم چودھری فتح محمد عزیز صاحب کی صاحبزادی کے نکاح کی خبر میں حق مہر کی رقم -/500 روپیہ لکھی گئی ہے جو صحیح نہیں، اصل رقم حق مہر -/5000 روپیہ ہے۔

غلام نبی مسلم

مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ پر مداہنت کا اتہام؟

ایک مدت سے جماعت قادیان اور غیر از جماعت مولویوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ مولانا محمد علیؒ کے دعاوی اور کام میں منافقت اور مداہنت پائی جاتی ہے۔ دنیا میں اس سے بڑا جھوٹ شاید ہی بولا گیا ہو۔ لیکن جب مخالف احساس کمتری کا شکار ہو جائے اور اسے اپنا کام دوسروں سے گھٹیا محسوس ہو تو وہ دل کی تسکین اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملائے رکھنے کے لئے مخالف کے کارناموں کی تنقیص و تنقید پر زور دیتا ہے۔ یہی حال میاں محمود احمد اور ان کی قادیانی جماعت کا تھا۔ اور یہی کیفیت کم نگاہ مولویوں کی ہے ورنہ مولانا تو "گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است" کے مصداق ان اتہامات سے بہت بلند تھے۔ اور آپ کے صحیح مقام کو دنیا بھر کے غیر مسلموں کی آرا سے متعین کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دنیا جہاں کے بڑے بڑے غیر مسلم اہل علم نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مولانا مرحوم نے اسلام پر بڑا قیمتی لٹریچر پیدا کر کے اسلام کی برتری ثابت کر دی ہے اور آپ نے اسلام کو جارحانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ مگر مولویوں اور قادیانیوں کو منافقت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

حقیقت یہ ہے کہ مولینا محمد علیؒ سے حسد اور بغض نے دونوں کو یکجا کر دیا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی زندگی میں مولوی آپ پر الزام لگاتے رہے کہ آپ مدعی نبوت ہیں۔ اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اور حضرت صاحبؑ زندگی بھر ختم نبوت اور رد تکفیر اہل قبلہ پر زور دیتے رہے۔ میاں صاحب نے مولویوں کی ہاں میں ہاں ملائی۔ حضرت صاحبؑ کو مدعی نبوت قرار دیا اور آپ کے نہ ماننے والے اہل قبلہ کو کافر ٹھہرایا۔ اور اس طرح قادیان جہاں سے ۱۹۱۴ء تک قرآن، حدیث اور تحریرات مسیح موعودؑ سے ختم نبوت اور اہل کلمہ کے حق میں کتابیں چھپتی رہیں وہاں سے ۱۹۱۴ء کے بعد اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین پر لٹریچر شائع ہونے لگا۔ مولانا محمد علیؒ کا ناقابل معافی جرم یہ تھا کہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک پر قائم رہ کر ختم نبوت اور اتحاد المسلمین کے حق میں بے نظیر جہاد کیا۔ اور اپنی زبان و قلم سے اپنے مرشد کامل کے علم کو بلند رکھا۔

منفرد مقام

مولانا مرحوم کے مقام اور زندگی بھر کے کردار کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے اس تعلق پر نظر رکھی جائے جو آپ کو اسلام، حضرت مسیح موعودؑ، حضرت حکیم الامتؒ اور اشاعت اسلام سے تھا۔ آپ نے اپنے عہد میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا کو پورا کرنے کے لئے ملازمت اور وکالت کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اپنے آپ کو حضرت امام وقتؑ کی آغوش محبت و تربیت میں ڈال دیا۔ قربانی ایثار اور خدمت دین کا یہ جذبہ تلاش کرنے سے کم ہی ملے گا۔ حضرت مولانا نورالدین رحؒ حضرت مولانا محمد احسن امروہیؒ حضرت مولانا عبدالکریمؒ اور دیگر علماء نے حضرت صاحبؑ کو اپنے علم و تقوے کی بناء پر پہچانا۔ لیکن مولانا محمد علیؒ ایسے جوہر نایاب کو حضرت مسیح موعودؑ نے خود پہچانا اور تاریخ احمدیت میں آپ ہی کی ذات والاصفات ہے۔ جس نے رشد و ہدایت کے چشمۂ محمدیت سے سیر ہو کر پیا۔ اور حضرت صاحبؑ نے آپ کے حق میں جس قدر دعائیں فرمائیں، آپ کے حسن عمل اور اہلیت کو سراہا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ حتٰی کہ ایک تقریر کے دوران فرمایا:

"میں چاہتا ہوں کہ ایسے لوگ پیدا ہوں، جیسے مولوی محمد علی صاحب کام کر رہے ہیں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں وہ اکیلے ہیں ان کا ہاتھ بٹانے والا یا قائم مقام نظر نہیں آتا۔"

حضرت صاحبؑ نے مولانا مرحوم پر جس قدر اعتماد کیا اس کی مثال جماعت احمدیہ میں ملنی مشکل ہے۔ آپ کے بعد حضرت مولانا نورالدینؒ نے بھی اپنے تجربے سے مولانا کو پہچانا اور وفات سے چند دن قبل مولانا محمد علی رحؒ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"تمہارا اور دیکھنا یہ بھی میری روح کی غذا ہے۔ مولوی صاحب تم مجھے بہت پیارے ہو، ایک کام کا ہتھیار ملا ہے۔ علم ہی ظلم ہے۔ تمہارا فضل ہے۔"

آپ ان فقرات پر بار بار غور کیجئے۔ جماعت کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ لیکن حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں "وہ اکیلے ہیں ان کا ہاتھ بٹانے والا یا قائم مقام نظر نہیں آتا۔" اور حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں۔ "ایک کام کا ہتھیار ملا ہے،" یہ دونوں شاہد آسمانی شہادت دے رہے ہیں۔ ذاتی رائے نہیں۔ حضرت صاحبؑ نے پہچان لیا تھا۔ کہ مولانا محمد علی رحؒ ہی وہ موعود مقصود ہیں جن کا مسیح موعود کا ناصر ہونا حدیث کی رو سے مقدر ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے اپنی تحریرات کے تراجم کا کام آپ کے سپرد کیا، ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ نشر و اشاعت اسلام کا کام آپ کو سونپا، وحی الٰہی کے ماتحت تفسیر قرآن کا کام آپ کے ذمہ ڈالا اور اسلام پر ایک مبسوط و جامع تصنیف کا ارشاد کیا، پھر آپ کے وصال کے بعد تمام جماعت نے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کا اہل آپ کو گردانا اور احمدیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ مولانا مرحوم ہی حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت حکیم الامتؒ کی تمناؤں پر پورے اترے اور ان کے مشن کی وضاحت مدافعت اور اشاعت میں اکیلے اور منفرد رہے آج بھی ان کا کوئی قائم مقام نظر نہیں آتا۔ کیا مولیناؒ کی عظمت پر واقعات کی یہ شہادت دلیل قاطع نہیں۔

قادیان سے علیحدگی

حضرت مولاناؒ سب کو چھوڑ کر قادیان تشریف لے گئے۔ لیکن آپ کے وہم و گمان میں نہ آ سکتا تھا۔ کہ امن و سلامتی کے شہزادے کی بستی میں حضرت مرزا صاحب کے نام لیوا ایک طرف اگر آپ سے تفسیر قرآن کا کام لیں گے تو دوسری طرف ان میں سے ایک گروہ اس قدر پست اور گھٹیا کردار کا مظاہرہ کرے گا کہ آپ پر پتھر پھینکیں گے آپ کو گالیاں دیں گے اور آپ کو قادیان سے نکلنے پر مجبور کر دیں گے مگر یہ سب کچھ کیوں ہوا۔ اس کی تہ میں ایک تو حسد کی آگ جوش ماں تھی، جو لوگ آپ سے علم عمل اور اخلاق میں پست تھے، ان کی خواہش تھی کہ آپ کو راستے سے ہٹایا جائے تاکہ دنیا ان کی بزرگی کا بھی اعتراف کرے اور ایک گروہ نسل، نسب اور گدی کا پرستار تھا۔ تاکہ اس کے ہاتھ میں اقتدار اور نذرانے کی باگ ڈور ہو اور وہ من مانی کریں۔ اس مقصد کے لئے پیر پرستی کو ہوا دی گئی۔ اور اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کے فتوؤں کو پیدا کیا گیا۔ حضرت مولانا اپنے مرشدؒ کے مشن کو یوں برباد ہوتا دیکھ کر بے چین ہو گئے اور احمدیت کو اس داخلی فتنے سے بچانے کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔ اس موقع پر آپ نے جماعت کے اتحاد کو بچانے کے لئے تجویز کیا کہ اگر انہیں تکفیر المسلمین کے مسئلے پر آزادی دی جائے تو وہ سلسلے نظام کے ماتحت بھی کام کرتے رہیں گے لیکن وہ لوگ تو آپ سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے جماعت کے ٹکڑے کر دیئے مگر آپ کی بات کو نہ مانا۔ اور آپ نے مجبور ہو کر لاہور میں کام شروع کر دیا۔

لاہور میں کام شروع کرتے وقت آپ کو قادیانیوں، مولویوں اور غیر مسلموں کا مقابلہ درپیش تھا۔ لیکن آپ نے جس استقامت اور جواں ہمتی سے یہ کام سرانجام دیا ہے، اس نے دشمنوں کے حوصلے پست کر دیئے اور آپ نے ثابت کر دیا کہ اس دور میں مسیح موعودؑ کے مشن کا علمبردار آپ کے سوا اور آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ آپ کے سامنے سب سے اہم کام تو اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کا تھا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ و تفسیر، بیان القرآن اردو تفسیر، ریلیجن آف اسلام، محمدؐ دی پرافٹ، مینول آف حدیث، ترجمہ و تفسیر صحیح بخاری وغیرہ لکھ کر اسلامی اور غیر اسلامی دنیا میں اسلام کی عظمت قائم کی، اور مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دین کی محبت اور شوکت کو ابھارا۔

قادیان سے مخالفت

آپ جانتے تھے کہ قادیان سے اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کا جو فتنہ اٹھا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات کے صریح خلاف ہے۔ اور اس لحاظ سے مسیح موعودؑ کے عالمی تبلیغی مقصد کی راہ میں سنگ گراں ہے۔ اس لئے آپ نے النبوۃ فی الاسلام۔ رد تکفیر اہل قبلہ، حقیقت اختلاف، المسیح الدجال، مسیح موعودؑ وغیرہم بلند پایہ تصانیف سے قادیانیوں کے غیر اسلامی اور خلاف احمدیت عقائد کی تردید کی اور ساتھ ساتھ احمدیت پر متعدد کتابوں میں حضرت صاحبؑ کے حقیقی مقام کو واضح کیا۔ جماعت قادیان کے سرگردہ جماعتی

تنظیم و تخریب کے فن سے واقف تھے۔ جن لوگوں نے قادیان میں جماعت احمدیہ کے امن پسند اور صلح جو ممبروں کو گالی گلوچ، سنگ باری اور گھٹیا خلیسی بائیکاٹ کی راہ پر ڈال دیا تھا ان کے لئے اس قسم کے اوچھے ہتھیاروں کا استعمال بڑی بات نہ تھی۔

دراصل مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے بلند مقام نے انہیں حسد اور احساس کہتری کا شکار بنا دیا تھا، اور وہ جانتے تھے کہ علم و تقویٰ خلوص و ایثار کے میدان میں وہ اس مردِ حق کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے انہوں نے فقرے بازی اور اتہام تراشی کی راہ اختیار کی۔ مولینا انگریزی ترجمہ و تفسیر کی تکمیل کر چکے تھے اور جماعت کو معلوم تھا کہ یہ کام مسیح موعودؑ اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مقاصد کا عکاس ہے۔

اس لئے جماعت میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ (۱) مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ قرآن چرا کر لے گئے ہیں (۲) ہم خود چند ماہ میں تفسیر و ترجمہ شائع کر لیں گے (۳) اور تفسیر نویسی کوئی ضروری امر نہیں۔ کیا نبی کریم صلعم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، مسیح موعودؑ نے اور مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر لکھی؟ ساتھ ہی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو منافق ٹھہرا کر آپ کے نام کو جماعت میں گالی بنا دیا۔ اور آج ہر قادیانی مولانا مرحوم سے نفرت کو جزو ایمان سمجھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تفسیر حکم الٰہی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے لکھوائی، حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ نے اس کی تعلیقات اور ترجمہ میں اعانت فرمائی اور جب یہ تفسیر مکمل ہوئی تو جماعت کے ایک ملہم بزرگ میر عابد علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہیں الہاماً بتایا گیا ہے کہ "انگریزی ترجمہ مقبول ہو گیا ہے" یہ الہام سنتے ہی حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ اور حاضرین مجلس سجدے میں گر گئے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ حضرت صاحب علیہ السلام کے مشن کا اہم حصہ آپ کی نگرانی میں پورا ہو گیا۔ یہ تفسیر دنیا میں بے حد مقبول ہوئی، اور آج بھی اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کاش قادیانی آج بھی حق کو پہچانیں۔ پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت دیکھئے کہ تفسیر مکمل ہونے پر میاں محمود احمد صاحب کو لکھا کہ تفسیر تیار ہے اس کی اشاعت میں ساتھ دیجئے اور مل کر اس کی اشاعت کیجئے۔ مگر وہاں تو مقاصد ہی بدل چکے تھے، خدا نے ان سے یہ توفیق چھین لی تھی۔ اور وہ تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نفرت کے نقیب تھے۔ تفسیر کی اشاعت سے آپ کو جماعت میں کیسے مقبول بنا سکتے تھے۔ اور "پدر اگر نتواند پسر تمام کند" کے مصداق حال ہی میں ربوی خلیفہ ثالث صاحب نے فرمایا ہے کہ مولانا نورالدین نے تفسیر لکھی تھی وہ ضائع ہو گئی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب نے اسے اپنے نام سے شائع کر لیا تھا۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے کام اور نام کو گھٹانے کے لئے جماعت میں یہ جھوٹ پھیلایا گیا کہ جماعت احمدیہ لاہور تو حضرت صاحب علیہ السلام کا نام نہیں لیتی اور غیر احمدی مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے مداہنت سے کام لیتی ہے۔ حالانکہ انجمن کا تمام کام "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام" کے نام پر ہوتا چلا آیا ہے جس مقام پر انجمن کے دفاتر ہیں، ان کا نام ہی "احمدیہ بلڈنگس" ہے۔ خود اس تفسیر قرآن میں جگہ بہ جگہ حضرت صاحب علیہ السلام کو مجدد اور مسیح موعود کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور شروع ہی میں بتایا گیا ہے کہ اس تفسیر کے معارف حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی تعلیمات سے اخذ کردہ ہیں۔ اور یہ سب انہی کی خوشبو ہے۔ پھر دنیا بھر میں جماعت احمدیہ لاہور کے ممبروں کو ہی احمدی کہا جاتا ہے۔ دوسرے گروہ کو قادیانی کے نام سے پکارا جاتا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور پر نام چھپانے کا اتہام دشمنی کا عکاس ہے۔ پھر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے النبوۃ فی الاسلام، مسیح موعود، تحریک احمدیت ایسی کتابوں کے ذریعے حضرت صاحب علیہ السلام کا نام دنیا میں پھیلایا اور حضرت صاحب علیہ السلام کی تصانیف کو بالالتزام چھپوانے کا کام بھی اس جماعت کے حصے میں آیا اور اگر ختم نبوت اور اتحاد بین المسلمین پر لٹریچر شائع کرنا اور مسلمانوں کے دینی کاموں میں شمولیت جرم ہے تو یہ تو حضرت مسیح موعودؑ کا مشن تھا اور ہمیں اس پر فخر ہے۔

جہاں تک غیر احمدی مولویوں کا ذکر ہے ان کی مخالفت ہی بتاتی ہے کہ ہماری جماعت ان کی ہم نوا نہیں اور پھر کونسا موقعہ ہے جہاں ہم نے ان کا مقابلہ نہیں کیا؟ اور ان کے غلط عقائد کی تردید نہیں کی۔ کیا مولانا محمد علی کی تفسیر بیان القرآن میں مولویوں کی تائید کی گئی ہے اور کیا وفات مسیح علیہ السلام، ولادت مسیح علیہ السلام، نسخ فی القرآن، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض، قتل مرتد، معراج روحانی، شق القمر اور بعثت مجددین، اور ایسے بیسیوں دیگر مسائل پر مولویوں کی کھل کر مخالفت کا نام مداہنت ہے؟ دوسری طرف جس عقیدہ اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین پر گردن کٹوانے پر قادیانی مستعد تھے، اسے منیر ٹریبونل کے سامنے نہایت جوانمردی سے ترک کر دیا اور بعد میں مشہور کر دیا کہ یہ تو تقیہ تھا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کسی کلمہ گو کو کافر نہ سمجھتے تھے۔ اسی عقیدہ پر تمام عمر قائم رہے، لیکن جب کبھی مخالفوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف بدکلامی کی تو ان کی پرزور تردید کی۔ کیا دنیا کو معلوم نہیں کہ جب ڈاکٹر محمد اقبال نے "اسلام اور احمدازم" لکھ کر حضرت صاحب علیہ السلام پر گند اچھالا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا دندان شکن جواب دیا۔ اسی طرح ابوالکلام آزاد کی روش پر بھی تنقید کی، اور ان کی جرأت تو اس سے عیاں ہے کہ جب مسلم لیگ منتشر اور کمزور تھی اور کانگرس کا طوطی بول رہا تھا اور جماعت قادیان کے لیڈر اور مولویان کرام کانگرس کی خوشنودی کے لئے مارے مارے پھرتے تھے اور مسلم لیگ کو پنجاب میں صرف ایک سیٹ ملی تھی، اس وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی جماعت نے جرأت سے کام لے کر مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور دوسری مصلحتوں کو قربان کر دیا۔ کیا یہ بزدلی ہے؟!

اپنی جماعت سے گذارش

ہم جماعت احمدیہ لاہور سے عرض کرتا چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنے قائد رحمۃ اللہ علیہ پر فخر کرنا چاہیئے، جنہوں نے جماعت میں "گدی سازی" اور "مذراتہ نوازی" کے فتنے کے بالمقابل حضرت مسیح موعودؑ کے علم کو تھام لیا۔ اور اشاعت اسلام، اتحاد بین المسلمین اور نشر و تبلیغ قرآن کے کام کو جاری رکھا، آج بھی مسلمان اور اسلام ہر دو کی کامیابی اس کام کو جاری رکھنے اور آگے بڑھانے میں ہے۔ جو مولانا مرحوم نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام سے ورثے میں پایا۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مزعومہ رقیب مفسر قرآن محمد مارماڈیوک پکتھال کی رائے آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو آپ کے لئے باعث صد فخر اور مخالفوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے آپ فرماتے ہیں:

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے لاہور کے مولانا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں۔ ان کے تصنیفی کارناموں کی وجہ سے تحریک احمدیت ایک خاص شہرت اور امتیاز کی مالک بن گئی ہے۔ ..... اسلام کی یہ تصنیف ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن اور سنت سے خوب واقف ہے جس کے دل میں پچھلی پانچ صدیوں کے اسلام کے انحطاط کا درد ہے اور جس کے دل میں اس کے نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک امید ہے۔ جس کے آثار اب چاروں طرف نظر آنے لگے ہیں۔"

یاد رکھیئے اشاعت اسلام کا کام مسیح موعودؑ سے الگ ہو کر کامیاب نہیں ہو سکتا، حضرت صاحب ایک حجت اسلام تھے، اسلام کا غلبہ مسیح موعود سے وابستہ ہے۔ مولانا نے یہ کام جاری رکھا اور دنیا بھر میں ہر جگہ قرآن کا پیغام پہنچایا اور احمدیت کا نام پہنچا دیا ہے یہ جماعت کا کام ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے عزم، تڑپ، خلوص اور ایثار کو لے کر آگے بڑھے اور تاریخ میں زندہ جاوید ہو جائے۔

یسوع کی خدائی ختم ہونیوالی ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو کہ جھوٹی خدائی یسوع مسیح کی بہت جلد ختم ہونے والی ہے وہ دن آتے ہیں کہ عیسائیوں کے سعادتمند لڑکے سچے خدا کو پہچان لیں گے اور پرانے بچھڑے ہوئے وحدہٗ لاشریک کو روتے ہوئے آملیں گے"

(سراج منیر صفحہ ۶۶)

چنانچہ یورپ میں کئی سکالرز مذہبیات بھی لکھ رہے ہیں اور یورپ میں ایک تحریک چل رہی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بشری زندگی کے حالات اکٹھے کئے جائیں اور ان کو محض ایک انسان کے رنگ میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ ایک کتاب (HONEST TO GOD.) پر امریکی رسالہ ٹائم (TIME) ماہ اپریل نے یوں تبصرہ کیا:-

"بائبل میں سے تمام ایسی باتیں جو محض کہاوتوں اور بے بنیاد قصوں کی صورت میں نکال دینی چاہئیں اور یسوع کی خدائی کا عقیدہ نہایت مبہم ہے۔"

اسی طرح امریکی رسالے نیوز ویک (NEWS WEEK) ۱۱ر اپریل ۱۹۶۶ء میں "اصل مسیح کی تلاش" (A QUEST FOR THE TRUE JESUS) کے عنوان سے امریکن اور یورپین سکالرز اور اہل علم و قلم کے افکار آراء کو درج کیا گیا ہے اور ان کی رائے ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں الوہیت مسیح کے روایتی عقیدہ کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔
(مینیجر)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔ مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مؤمن کا خواب

نبوّت کا چھیالیسواں حصّہ ہے

عن ابی ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقترب الزّمان لم تکد تکذب رؤیا المؤمن و رؤیا المؤمن جزءٌ من ستۃٍ و اربعین جزءًا من النبوّۃ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو اُمید نہیں کہ مؤمن کا خواب جھوٹ ہو اور مؤمن کا خواب نبوّت کے چھیالیس حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ کہ مؤمن کا خواب چھیالیس جزو نبوت میں سے ایک جزو ہے۔ اغلب ہے کہ مؤمن کے خواب کے سچا ہونے میں خصوصیت سے ذکر موعود مسیح اور مہدی کا کیا گیا ہے ورنہ مؤمن کا خواب تو ہر زمانہ میں یکساں ہونا چاہیئے اور یہ ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا کہ اس وقت عام طور پر مؤمن کے رؤیا یا الہام کا انکار ہوگا۔ اور یہ امر کہ مؤمن کا خواب چھیالیس اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے اس کی طرف خصوصیت سے توجہ اس زمانہ میں موعود مسیح نے ہی دلائی ہے۔ یہ زمانہ مادیت کا ہے۔ غیر مسلم تو پہلے

(باقی بر صفحہ ۵ کالم ۲)

یہ فضیلت اور فخر اسلام ہی کو ہے کہ اس کا ماننے والا کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا

جو خدا اسلام نے دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہی کامل اور سچا خدا ہے۔

ارشادات حضرت امام زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ یہ چاروں صفات اللہ تعالےٰ کی بیان کی گئی ہیں۔ یعنی وہ خدا جس میں تمام محامد پائے جاتے ہیں۔ کوئی خوبی سوچ اور خیال میں نہیں آسکتی جو اللہ تعالےٰ میں نہ پائی جاتی ہو، بلکہ انسان ان محامد اور خوبیوں کو جو اللہ کریم میں پائی جاتی ہیں کبھی بھی شمار نہیں کر سکتا۔ جو خدا اسلام نے دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہی کامل اور سچا خدا ہے۔ اور اسی لئے قرآن کو الحمد للہ سے شروع فرمایا ہے۔ دوسری قوموں اور کتابوں نے جس خدا کی طرف دنیا کو دعوت دی ہے وہ کوئی نہ کوئی عیب اپنے اندر رکھتے ہیں کسی کے ہاتھ نہیں کسی کے کان نہیں کوئی گونگا ہے کوئی کچھ۔ غرض کوئی نہ کوئی عیب اور روگ موجود ہے۔ مثلاً عیسائیوں نے جس کو خدا بنا رکھا ہے سوچنے والا انسان سوچ سکتا ہے کہ اگر یہ ۱۹۰۰ برس کی مدت ان کے اس خیالی ڈھکوسلہ پر نہ گذر گئی ہوتی تو کچھ بھی ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اب صرف ایک بیہودہ بات کی کہ ۱۹۰۰ برس سے یہ مذہب چلا آتا ہے کوئی دلیل مسیح کی خدائی کی نہیں ہے۔ مسیح کو خدا بنانے والوں کو باوجود اس فلسفہ دانی کے شرم آجاتی۔ اگر سوچتے کہ کیا کبھی عورت کے پیٹ سے معمولی طور پر پیشاب کی راہ پیدا ہونے والا ضعیف و ناتواں بچہ جو کھانے پینے کا محتاج پاخانہ اور پیشاب کی حاجتوں کا پابند تمام انسانی حوائج کا اسیر اور محتاج ہو خدا ہو سکتا ہے؟ صرف اتنی ہی بات ہے کہ پرانی بات ہو کر انہوں نے قائم مقام دلیل کے بنالی ہے۔ جیسے ہندوؤں کے خیال میں گنگا کے پانی میں ست اور برکت خیالی طور پر رکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ ایک معمولی دریا ہے، جس میں مینڈک کچھوے اسی طرح موجود ہیں جیسے اور دریاؤں میں۔ اور اس میں مُردوں کی ہڈیاں ڈالی جاتی ہیں۔ اب اگر ایک ہندو سے اس کی دلیل پوچھیں تو وہ یہی کہے گا کہ میرے دل میں دلیل ہے بیان نہیں کر سکتا۔ ایسا ہی نادان آریوں نے جو پرمیشر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ ایک مستری اور کاریگر سے بڑھ کر نہیں۔ کیونکہ بجز جوڑنے جاڑنے کے خالقیت کے اعلےٰ جوہر سے وہ بے بہرہ ہے روح اور ذرّاتِ عالم پر اس کا کوئی تصرف نہیں کیونکہ اس نے ان کو پیدا

(باقی بر صفحہ ۵ کالم ۲)

آہ! محمد افضل خان مرحوم

(از ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

احبابِ کرام نے گذشتہ شیوع میں محمد افضل خاں مرحوم کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ لی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تعزیتی نوٹ میں مختصراً اس امر کا ذکر کیا گیا ہے کہ مرحوم خاں صاحب کی سالہا سال کی محنت شاقہ اور پندرہ برس کی مسلسل جدوجہد و جانفشانی سے جماعت احمدیہ لاہور کو اس کی اراضی مالیر کی کھوئی ہوئی ملکیت کو دوبارہ بحال کرنے اور برقرار رکھنے کے عوض ساڑھے سترہ لاکھ کی خطیر رقم حکومت سے ملنا منظور ہوئی۔ جس میں سے قریباً دس لاکھ کی رقم مُدّت ہوئی ۱۹۶۱ء میں ہی داخل خزانہ انجمن ہو چکی ہے اور ساڑھے سات لاکھ مزید کی باقاعدہ منظوری ہائی کورٹ سندھ کراچی سے مل چکی ہوئی ہے۔ یہ رقم اصل قیمت زمین میں اضافہ کرانے کی ہے۔ جو کئی سال کے مقدموں کی متواتر کوشش میں ملنے والی ہے، اور جس کی وصولی کے لئے اب چوہدری فضل حق صاحب نگران "دارالسلام" کوشاں ہیں تا اس منصوبہ کی تکمیل کی جا سکے کیونکہ یہ رقم انجمن کے فیصلہ کے مطابق نئی احمدیہ سکیم یعنی "دارالسلام" کے لئے مختص کی جا چکی ہے جہاں گذشتہ جلسہ سالانہ نہایت کامیابی و کامرانی سے منعقد کیا جا چکا ہے۔

اراضی مالیر کی یہ خطیر رقم منظور کرانے میں محمد افضل خاں مرحوم کی مساعی کو سب سے زیادہ دخل حاصل ہے۔ زندہ قوموں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے کارکنوں کی حوصلہ افزائی کے طریق کار کو اختیار کرتی ہیں اور ان کی وفات کے بعد بھی کسی نہ کسی رنگ میں ان کی اعلیٰ کارکردگی کا ذکر خیر کیا کرتی ہیں۔ اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ جس کارکن کی مخلصانہ مساعی سے انجمن کو اس کی ڈوبی ہوئی اور خطیر رقم ملی، اس کی کسی قدر تفصیل سے احباب کو آگاہ کیا جائے۔

مالیر اور سندھ کی اراضی محترم فاروقی صاحب کی توجہ اور مساعی سے انجمن کو حاصل ہوئیں۔

دراصل حقائق یہ ہیں کہ یہ دونو اراضیات مالیر اور نواب شاہ (سندھ) میں قاضی احمد اور جادو جو تو ہمارے نہایت ہی محترم و مخلص دوست جناب این اے فاروقی صاحب کی توجہ اور کوشش کی مرہونِ منت ہیں، . . . .

. . . .

. . . . حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحبؒ کے اتفاق رائے اور انجمن کے فیصلوں سے یہ دونوں قطعات مسٹر فاروقی صاحب نے حکومت سے انجمن کو دلوائے تھے۔ اراضی مالیر کی خرید تو حقیقۃً تا مثل دوسری زمین کے، بغرض کاشتکاری حاصل کی گئی تھی مگر چند ہی برس کے تجربہ نے بتلا دیا تھا کہ یہ ممکن العمل نہیں۔ چنانچہ کراچی جماعت کے احباب کی ایک جگہ سکونت کیلئے "دارالسلام ہاؤسنگ سوسائٹی" سے انجمن نے اسے تین لاکھ روپیہ میں اس شرط پر فروخت کر دیا کہ اس کی کل رقم تین ماہ میں انجمن کو ادا کر دی جائے گی، کیونکہ اس وقت انجمن کو طبع قرآن انگریزی کے نئے ایڈیشن اور دیگر اشد ضروریات کے لئے رقوم بکار تھیں۔ "ہاؤسنگ سوسائٹی" نے زمین کی آبادکاری کے لئے انجمن سے محمد افضل خاں صاحب کی خدمات حاصل کیں، چنانچہ خان صاحب مرحوم نے اس انتظام میں واحد کارکن کے طور پر سوسائٹی میں کام کیا۔ یہ اقدام ۱۹۵۰-۵۱ء میں اُٹھائے گئے تھے۔

راقم الحروف ۱۹۵۵ء میں جب ملازمت کے سلسلہ میں کراچی گیا، تو ابھی اس وقت تک چار سال کے عرصہ میں بھی تین لاکھ میں سے صرف ایک لاکھ کے قریب قیمت انجمن کو "ہاؤسنگ سوسائٹی" کی طرف سے ادا ہوئی تھی۔ اس کے کچھ بعد ۱۹۵۷ء میں کے ڈی اے کراچی (K-D-A) نے اپنی گورنمنٹ کی اغراض تعمیر مکانات کے لئے ان اراضیات مالیر کو اپنی تحویل میں لینے (ACQUIRE) کا اعلان کر دیا اور مالکان کو نوٹس بھیجے۔ جب اس کا علم افضل خاں کو ہوا، تو انہوں نے مجھے اس سے آگاہ کیا، نیز سوسائٹی کی اندرونی ناگفتہ بہ مالی حالت کا تذکرہ بھی کیا۔ اس پر ہم دونو نے یہ فیصلہ کیا کہ کچھ بھی پیش آئے ہم انجمن کو اس کی قیمت یا زمین کی ملکیت واپس دلا کر ہی دم لیں گے۔ چنانچہ اس فیصلہ پر ایک طرف تو خان صاحب مرحوم نے "ہاؤسنگ سوسائٹی" سے تعلقات منقطع کر لئے اور دوسری طرف ہم نے تمام متعلقہ اداروں اور اشخاص سے رابطہ قائم کیا۔ پورے چار سال اس جدوجہد میں لگے۔ ادھر انجمن کو لکھا کہ وہ کے ڈی اے کو اپنی ملکیت زمین اور اس کی قیمت کی ادائیگی کا حق جتلائے۔

جان کا خطرہ مول لے کر جماعتی مفاد کو مقدم کیا۔

انجمن نے پہلے تو سوسائٹی سے مفاہمت کے لئے اپنا ایک دفد بھیجا جسے بقایا رقم کی وصولی کے حیلہ اختیار کرنے کے راستے دیئے گئے لیکن جب میں نے انجمن کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ سوسائٹی سے وصولی رقم کی توقع بالکل فضول ہے، کیونکہ ابھی تک ساری کوششیں ناکام ہو چکی تھیں . . . .

. . . .

. . . . تو میرے توجہ دلانے پر بالآخر انجمن نے کے ڈی اے کو اپنے حقوق ملکیت زمین کے بارہ میں لکھا اور خاکسار کو اس کا اختیار دیا کہ آئندہ کے لئے کارروائی جاری رکھوں۔ اس وقت انجمن کے صدر حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم و مغفور تھے۔ انجمن نے میری درخواست کو منظور کر لیا۔ چنانچہ ہم نے نہایت جانفشانی سے جدوجہد کر کے انجمن کی ملکیت کا حق کے ڈی اے سے تسلیم کرا لیا۔ اس کارروائی میں عظیم جدوجہد کا سہرا محمد افضل خان مرحوم کے سر پر ہے۔ یہاں تک کہ بعض موقعوں پر انہیں جان کا خطرہ مول لے کر بھی اپنی کارروائی جاری رکھنا پڑی۔ آخر اس میں خان صاحب مرحوم کو خدا تعالےٰ نے ان کے اخلاص اور جماعتی مفاد کو مقدم رکھنے کے پیش نظر اعلےٰ کامیابی بخشی۔ الحمد للہ۔

اس مرحلہ کے طے ہونے کے بعد اصل مجوزہ رقم دس لاکھ روپے تو انجمن کو مل گئی، مگر قیمت کے متعلق ہم اور دیگر مالکان مطمئن نہ تھے چنانچہ ہم نے ہائی کورٹ سندھ کراچی میں اضافہ قیمت کے لئے مقدمہ دائر کر دیا۔ جن اصحاب کو آج کل کے دفاتر اور عدالتوں میں چکر کاٹنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ کارروائیاں کس قدر کٹھن، پیچیدہ اور مسلسل سر دردی بلکہ بھاری خواری کا موجب ہوتی ہیں، مگر اس مردِ مجاہد محمد افضل خان مرحوم نے یہ سب کچھ اپنے اُوپر برداشت کرنا گوارا کر لیا۔ بالآخر ہائیکورٹ کراچی نے اضافہ قیمت منظور کر لیا۔ اب اس رقم ساڑھے سات لاکھ کی وصولی کا ذمہ چوہدری فضل حق صاحب موصوف نے لیا ہے۔ خدا کرے چوہدری صاحب موصوف کی مساعی اس بارہ میں جلد بار آور ہوں تا کہ انجمن کی سکیم "دارالسلام" جلد از جلد تکمیل پائے۔

محمد افضل خان نے ہمیشہ انجمن کے معاملات کو ذاتی سمجھا اور کہا کرتے تھے کہ جس دن میں نے اپنے آپ کو ملازم سمجھا اسی دن استعفیٰ دے دوں گا۔ وہ بیک وقت ایک اچھے منتظم اور دوست تھے۔ وہ ہر ایک سے بہترین کارکردگی کی توقع رکھتے تھے اور اس معاملے میں کوئی رعایت نہیں کرتے تھے لیکن ان کے ساتھ جن لوگوں کو کام کرنے کا موقعہ ملا ہے وہ سب ان کے بہترین دوست بن گئے۔

تحریکِ پاکستان میں حصہ

تقسیم ملک سے قبل آزادی کی تحریکوں میں اور پھر ۱۹۴۰ء کے بعد پاکستان کی جدوجہد میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا۔ اس سلسلے میں ان کو جسمانی اذیتوں، قید و بند کی صعوبتوں اور مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ ثابت قدم رہے بلکہ ان کا جوشِ عمل بڑھتا ہی گیا۔ پاکستان کے بنتے ہی وہ سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔ کیونکہ ان کے خیال میں تقسیم سے قبل کی سیاست ایک ارفع مقصد کے لئے تھی اور بعد کی محض حصول اقتدار کی جنگ۔

تنگ نظری و تعصب سے بیزاری

ترقی پسندی ان کے مزاج کا اہم پہلو تھا۔ تنگ نظری اور مذہبی اور سیاسی تعصب کے سخت ترین مخالف تھے۔ آزادی رائے اور فکر کے زبردست حامی تھے۔ اور جو لوگ اپنے خود ساختہ فتوؤں اور نظریات سے لوگوں کی فکر پر پہرے بٹھاتے ہیں، ان کو منہ توڑ جواب دیتے تھے۔ مذہبی پیشوائیت اور ملا ازم کے سخت مخالف تھے۔ اور ان لوگوں کو قوم کے جسم پر رستا ہوا ناسور سمجھتے تھے۔

مذہب میں ظاہر پسندی پر نہ انہوں

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۳)

الحاج ممتاز احمد صاحب فاروقی - راولپنڈی

حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے اصل حواری

سورۃ آل عمران کے رکوع ۵ - میں اللہ تعالےٰ حضرت عیسٰےؑ کے متعلق فرماتے ہیں :- ویعلمہ الکتٰب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل (اور وہ (اللہ تعالےٰ) اُسے کتاب اور حکمت سکھائے گا)- الکتاب سے یہاں مراد کتابت ہے یعنی ہاتھ سے لکھنا- یہاں جن چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے - اُن کا علم الگ الگ طریق پر دیا گیا ہے - یعنی کتابت اور توریت کا علم تو اسباب معمولی سے ہوا - یعنی کسی قابل اُستاد سے سبق لینے اور سیکھنے سے حاصل ہوا - اور حکمت یعنی فہم دین اور شریعت اور انجیل کا علم بذریعہ وحی الٰہی دیا گیا - اس کے بعد فرمایا ہے :-

ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل - (اور رسُول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف) یعنی ان کا پیغام ایک قوم تک محدود تھا - اور تمام دنیا کے لئے نہ تھا -

پھر جب حضرت عیسٰےؑ کو مناسب عُمر میں نبوّت سونپی گئی - اور انہوں نے وعظ و نصیحت شروع کی - تو آہستہ آہستہ اپنے گرد اُن لوگوں میں سے جو اُن پر ایمان لائے تھے - انہوں نے اپنے ساتھی یا حواری جمع کرنے شروع کئے - سورۃ آل عمران کی آیت ۵۱ میں ذکر آتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ نے ان لوگوں سے پُوچھا کہ کون اللہ کے ساتھ میرے مددگار ہیں تو پھر حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں - ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں -

اب سوال اُٹھتا ہے کہ کیا قرآن کریم کے مدِّنظر وہی بارہ حواری ہیں جن کے نام انجیل مرقس (MARK) (باب ۱۰ اور آیت ۲ سے ۴) اور لوقا (LUKE) (باب ۶ - آیات ۱۴ سے ۱۶) میں مذکور ہیں - اور ان میں شمعون جو پطرس (PETERS) کہلاتا تھا - اور حضرت عیسٰےؑ کے دو بھائی جیمز اور ٹامس (توما) اور وہ یہودا اسکریوطی بھی شامل تھا جس نے بعد میں تیس روپے رشوت لے کر حضرت مسیحؑ کو پکڑوا بھی دیا تھا -

ان حواریوں کو حضرت عیسٰےؑ نے یہ ہدایت کی تھی "کہ (تبلیغ کے لئے) غیر قوموں کی طرف نہ جانا - اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا - بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا - اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے " ان کا کام یہ قرار دیا گیا - "بیماروں کو اچھا کرنا - مُردوں کو جِلانا - کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا - بدرُوحوں کو نکالنا (مطلب رُوحانی طور پر ہے) اور اُن کو حکم تھا کہ اپنے پاس کچھ نہ رکھیں " نہ سونا اپنے کمربند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے راستے کے لئے، نہ جھولی لینا، نہ دو دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھیاں " (انجیل متی باب ۱۰ آیات ۵ سے ۱۰)

ان احکامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل تو حضرت عیسٰےؑ اُن سے اتنا اعلیٰ روحانی مرتبہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی تبلیغ - توجّہ اور کوشش سے روحانی طور پر بیمار لوگوں کو اچھا کر سکیں - دوسرے سفر میں جانے اور راستے کے اخراجات کے لئے کوئی سونا چاندی ساتھ لے جانے - یا خیرات اور بھیک مانگنے - اور زیادہ اپنی ضرورت کا سامان ساتھ لے جانے سے منع کرتے ہیں - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے تبلیغی دَوروں میں ان کے حواریوں کو ان کے کھانے پینے اور اپنے کپڑے دھونے اور بدلنے - اور رات کو قیام کے لئے اور دیگر ضروریات کے لئے کوئی پہلے سے مقرر کردہ ٹھکانے اور ان کے ہمخیال لوگوں کی مدد کا یقین ہے - مگر ان بارہ حواریوں نے ان ہدایات پر کتنا - اور کیسے اور کب عمل کیا یہ تو الگ رہا - اُلٹا ان کی کرتوتوں اور ایمان کی کمزوری کے متعلق انجیل میں متعدد جگہ بہت سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں - مثلاً " بے اعتقاد اور کجرو قوم " (متی باب ۱۷ آیت ۱۷) کہیں اِن کو " رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان " سے محروم قرار دیا گیا ہے (متی ۱۷ : ۲۰) کہیں پطرس کو جو ان سب کا سردار تھا " شیطان " کے نام سے پکارا گیا ہے اور یہی وہ پطرس ہے جس نے مسیحؑ کے گرفتار ہو جانے کے بعد تین دفعہ مسیحؑ (کو جانتے) کا انکار کیا - اور جھُوٹ بول کر اپنی جان بچائی (لوقا باب ۲۲ آیات ۵۷ سے ۶۲) اور جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے یہودا اسکریوطی نے تیس روپے رشوت لے کر مسیحؑ کو گرفتار کروا دیا تھا - باقی حواری حضرت مسیحؑ کی گرفتاری کے وقت بھاگ جاتے ہیں - ظاہر ہے کہ یہ کمزور ایمان بے اعتقاد اور بزدل انجیل کے حواری وہ قرآن کریم کے بیان کردہ حواری نہیں ہو سکتے - جن کی تعریف اور مضبوطی ایمان کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے - آیئے اس معاملے میں مزید چھان بین کریں -

حواری

الحواریون - کا لفظ حواری کی جمع ہے - اس کا ماخذ حور ہے جس کے معنی سفیدی ہیں - حوراء - اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھ کی سفیدی اعلےٰ درجہ کی سفید اور سیاہی شدت سے سیاہ ہو اور جس کا رنگ بھی سفید ہو - یہ لفظ حضرت عیسٰےؑ کے برگزیدہ احباب پر کیوں بولا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حواری قصّار کو کہتے ہیں یعنے جو کپڑے دھو کر ان کو سفید کرتا ہے اور اس طرح سفید کپڑوں میں ملبوس رہتا ہے - لین (LANE) نے اپنی عربی انگلش ڈکشنری - جلد دوئم - صفحہ ۶۶۶ میں اس لفظ کے یہی معنی کئے ہیں اور ساتھ ہی وہ لکھتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ کے احباب یا رفیقوں کے متعلق ہے اور اس سے حضرت عیسٰےؑ کے شاگرد مراد نہیں ہیں جو کہ تعداد میں بارہ تھے اور جن کے نام (لوقا ۶ - ۱۴ - اور مرقس ۱۰ - ۳) میں دیئے گئے ہیں -

اس لئے یہ سفید کپڑوں میں ملبوس کون لوگ تھے جو کہ وقتاً فوقتاً حضرت عیسٰیؑ کی مدد کو آتے رہے - اور اکثر اپنے آنے جانے کو پوشیدہ رکھتے تھے ؟ - انجیل اور دیگر مستند تاریخی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے :-

(۱) یوحنا کی انجیل میں (باب ۱۹ - ۳۸ اور باب ۳ - ۲ و ۱) یوسف آرمیتھیا اور نکودیمس کا ذکر آتا ہے جو کہ حضرت عیسٰےؑ کے خفیہ شاگرد سمجھے جاتے تھے - جیوش انسائیکلوپیڈیا - جلد ۸ - صفحہ ۲۵۰ میں لکھا ہے کہ یوسف آرمیتھیا فرقہ ایسنس (ESSENES) سے تعلق رکھتا تھا -

(۲) جب حضرت عیسٰےؑ کے جسم کو صلیب سے اُتارنے کے بعد قبر یا غار میں رکھا گیا - اور جب سبت کے دن کے بعد اگلے دن صبح کو مریم مگدلینی مسیحؑ کو دیکھنے آئی - تو وہاں اسے دو شخص سفید لباس میں ملبوس نظر آئے - وہ ان کو فرشتے سمجھی رہی - اُسے مسیحؑ کا جسم (یا لاش) وہاں سے غائب نظر آیا (یوحنا ۲۰ - ۱۲)

(۳) بالآخر خود مسیحؑ گلیلی کے پہاڑ پر اپنے شاگردوں کو نظر آیا - اور اس نے سفید چمکتے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے - اور اس نے پطرس کو متنبّہ کیا کہ اس (مسیح) کا آنا کسی پر ظاہر نہ کرے (متی ۱۷ - ۲ - ۱)

(۴) ایکٹس (THE ACTS 1-9) میں لکھا ہے کہ جب مسیحؑ رخصت ہو کر پہاڑ پر چڑھ رہا تھا اور اس کے شاگرد سمجھتے تھے کہ وہ آسمان کی طرف جا رہا ہے - تو اس وقت انہوں نے دیکھا کہ دو آدمی سفید لباس میں ملبوس ان کے پاس کھڑے تھے -

(۵) مشہور تاریخی کتاب LIFE AND TIMES OF JESUS, THE MESSIAH BY EDERSHEIM میں لکھا ہے کہ جب مسیح پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بادلوں یا دھند میں غائب ہو گئے - تو وہ ایک سفید گھر کی طرف گئے جو کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا اور جو کہ فرقہ ایسنس کی ملکیت تھا - یہاں مسیحؑ نے جا کر آرام کیا -

(۶) یہ بات غور کے قابل ہے کہ صلیب کے واقعہ کے بعد جب کبھی مسیحؑ اپنے شاگردوں سے ملے ہیں تو انہوں نے السلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) کہا - یہ ملاقات کے وقت جو دعائیہ فقرہ بولا گیا یہ فرقہ ایسنس کی خصوصی علامت تھی اور اس سے وہ آپس میں ایک دوسرے کو خوش آمدید کہتے تھے -

(۷) حضرت عیسٰےؑ کے صلیب پر لٹکائے جانے اور صلیب سے اتارے جانے کے بعد غار والی قبر میں رکھے جانے اور بعد کے حالات کے کئی ایک عینی شاہد تھے تھیراپیوٹ (THERAPEUT) نامی جو کہ فرقہ ایسنس میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا - اس کا بیان صحیح الفاظ میں ایک کتاب کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے - اس کتاب کا نام :- THE CRUCIFIXION BY AN EYE - WITNESS ہے جو کہ پہلے پہل لاطینی زبان میں لکھی گئی تھی - جس میں اس طویل خط کا ذکر ہے جس کے ذریعے تھیراپیوٹ نے اپنے ایک فرقہ ایسنس کے دوست کو جو کہ اسکندریہ (مصر) میں تھا - واقعہ صلیب کے متعلق حالات لکھے تھے - یہ کتاب پہلے ۱۸۷۳ء میں امریکہ میں طبع کی گئی - مگر چونکہ یہ عیسائیت کے موجودہ

مل سکیں ضائع کر دیا گیا۔ مگر صرف ایک کاپی کسی شخص کے پاس محفوظ رہ گئی۔ اُس سے پھر ۱۹۰۷ء میں اس کتاب کو اصل لاطینی کتاب سے مقابلہ کرکے شائع کیا گیا۔

(۸) اس میں مسیحؑ کے صلیب ملنے کے بعد کے واقعات کے متعلق لکھا گیا ہے کہ:-

"حضرت عیسےٰؑ کی ظاہری موت کے بعد تیس[۳] گھنٹے گذر گئے تھے۔ جبکہ فرقہ ایسنس کے ایک ممبر نے جو کہ قبر والی غار کے باہر چوکیداری کر رہا تھا۔ غار کے اندر کچھ کھڑکھڑاہٹ سُنی اور اس نے جاکر دیکھا کہ حضرت عیسےٰؑ کی لاتوں میں کچھ حرکت پیدا ہوگئی تھی۔ اور ان کو سانس آنا شروع ہوگیا تھا۔ وہ حضرت عیسےٰؑ کی مدد کرنے کو آگے بڑھے تو ان کے سینے سے سانس لینے کی وجہ سے آواز آ رہی تھی۔ ان کے چہرے پر مُردنی ہٹ کر رونق آ رہی تھی۔ اور زندگی کے آثار ظاہر تھے۔ تب حضرت عیسےٰؑ نے آنکھیں کھول کر حیرت سے اس کو دیکھا۔ اس پر وہ چوکیدار بھاگا گیا اور یوسف آرمیتھیا اور نکوڈیمس اور فرقہ ایسنس کے چوبیس[۲۴] دیگر ممبروں کو بُلا لایا۔ مگر حضرت عیسےٰؑ کے جسم میں ابھی طاقت کافی نہیں آئی تھی۔ سو وہ اسے اُٹھا کر ایک گھر میں لے گئے جو وہاں سے قریب ہی تھا اور وہ فرقہ ایسنس کی ملکیت تھا"

یہ سب کچھ اتوار کی صبح سے پہلے پہلے ہوگیا جبکہ مریم مگدلینی غار میں دیکھنے آئی اور مسیحؑ کے جسم کو غائب پایا۔

(۹) اس علمی شاہد نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا ہے (صفحہ ۳۵) کہ عیسےٰؑ اور یحییٰؑ دونوں اپنی جوانی کے آغاز کے دنوں سے ہی فرقہ ایسنس کے ممبر بن گئے تھے۔ (نوٹ: مشہور مؤرخ رینان (RENAN) نے اپنی مشہور کتاب "LIFE OF CHRIST" (صفحہ ۳۴) پر لکھا ہے کہ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں اس ESSENES فرقہ کے ممبر تھے)

(۱۰) پھر اسی علمی شاہد نے اپنے خط (کتاب کا صفحہ ۱۰۹) میں لکھا ہے:-

"اسی دن شام کو نکوڈیمس ہمارے جماعت خانے میں آیا اور یہ خبر لایا کہ یوسف آرمیتھیا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ یہودیوں نے اس پر الزام لگایا ہے کہ وہ مسیحؑ کے ساتھ خفیہ طور پر ملا ہوا تھا"

پھر صفحہ ۱۲۳ پر لکھا ہے کہ مسیحؑ SEA OF TIBERIUS (جھیل طبریا) پر اپنے

پھر صفحہ ۱۲۴ پر لکھا ہے:- تب ایسنس فرقے کے بڑے لوگوں نے اُسے پیغام بھیجا کہ وقت گذرا جا رہا ہے۔ اور وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ مسیحؑ نے دُھند اور کُہر میں سے ہوکر پہاڑ پر چڑھنے میں جلدی کی۔ اس راستے پر ایسنس فرقہ کے بزرگ لوگ اس کے ساتھ تھے۔

فرقہ ایسنس

اب سوال اُٹھتا ہے کہ یہ فرقہ ایسنس (ESSENES) کیا تھا اور یہ کون لوگ تھے اور ان کے عقائد اور اعمال کیا تھے؟ آئیں اب اس کے متعلق تحقیقات کریں۔

زمانہ قدیم میں مشرق وسطیٰ میں تین بڑے مشہور مؤرخ گذرے ہیں جن کی لکھی ہوئی تاریخی دستاویزوں کے مطالعہ سے اس زمانے کے حالات اور خصوصاً یہودی قوموں اور مشرق وسطیٰ کے ممالک کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک PHILO OF ALEXANDRIA کہلاتا ہے جو کہ سنہ ۲۰ عیسوی میں موجود تھا۔ دوسرا PLINY THE ELDER کہلاتا ہے جس کا زمانہ سنہ ۷۰ء کے قریب ہے۔ پھر تیسرے نمبر پر مشہور یہودی النسل مؤرخ جوزیفس (JOSEPHUS) ہے جس کا زمانہ سنہ ۶۹ء سے سنہ ۹۴ء تک کا ہے۔ ان تینوں مؤرخوں نے فرقہ ایسنس (ESSENES) کے متعلق لکھا ہے۔ ان میں سے چند ایک مشترک اور ضروری معلومات حسب ذیل ہیں:-

(۱) فرقہ ایسنس

قوم یہود کی مکابی تحریک (MACCABEANS) جو پولیٹیکل اور دنیاوی امور کے متعلق تھی۔ اس کے زوال کے زمانے سے (یعنی دوسری صدی قبل مسیحؑ کے وسط سے) اس فرقہ ایسنس کا آغاز معلوم دیتا ہے ان میں سے ایک جوڈاس (JUDAS) نامی دوسری صدی قبل مسیحؑ کے اختتام پر یروشلم کے بڑے عبادت خانے میں فرقہ ایسنس کے عقائد کا پرچار کرتا تھا۔ اور آئندہ آنے والے واقعات کی پیشگوئیاں بھی کیا کرتا تھا۔

۲۔ اس فرقہ کے ممبر دنیاوی جھگڑوں سے کنارہ کشی کرکے۔ اپنی بنائی ہوئی بستیوں

جماعت کی شاخیں ملک شام اور [illegible] کے مختلف شہروں کے آس پاس بھی پھیل گئیں۔ ان کی مجموعی تعداد بہرحال چار ہزار سے کم نہ تھی۔ ان کی ممبرشپ نسلاً بعد نسلٍ نہیں چلتی تھی۔ کیونکہ ان میں شادی کرنے کا رواج نہ تھا۔ بلکہ یہ اپنی تعداد بڑھانے کے لئے نئے مناسب قسم کے نوجوان ممبر بھرتی کرتے تھے۔ اور پہلے دو سال ان کو ٹریننگ دی جاتی تھی۔ اور اگر وہ کامیاب ثابت ہوں تو ان کو ممبر بنا لیا جاتا تھا۔

(۳) ان کی تعلیم میں۔ ایک خدا کی عبادت۔ سچائی کا ساتھ اور جھوٹ سے پرہیز۔ اپنی مذہبی کتابوں اور اصولوں کی تعظیم اپنے سے بڑوں کا احترام۔ وغیرہ باتوں پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ اور دنیاوی عیش و آرام سے کنارہ کشی کرتے تھے۔

(۴) یہ لوگ زیادہ تر زراعت پیشہ ہوتے تھے اور معمولی صنعتی کاموں میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ اور ہر قسم کی غلامی کے برخلاف تھے۔ یہ اپنی کمائی اور سامان سب ایک جگہ اکٹھا جمع کر دیتے تھے۔ جہاں سے سب حسب ضرورت استعمال کرتے تھے۔ اور تجرد کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ عبادت کے طور پر جانوروں کی قربانی خود نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے یہ یروشلم کے بڑے عبادت خانے (TEMPLE) میں عبادت کرنے سے محروم ہو جاتے۔ ان کی زندگی میں۔ عبادت گذاری۔ پاک بازی۔ نیک اور بد میں تمیز۔ آپس میں حسن سلوک سے رہنے اور رحم اور انصاف پر عمل درآمد کرنے پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ دولت کی چاہت کو پسند نہ کرتے تھے۔

(۵) (ESSENES) ایسنس کا نام ان کو پرہیزگاری کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ یہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی صرف یہی نہیں کہ پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے والا بلکہ خدائی قانونوں کے مطابق زندگی بسر کرنے والا بھی ہیں۔ مگر یہ لوگ خود اپنے آپ کو اس نام یا کسی خاص نام سے نہیں پکارتے تھے۔

(۶) جوزیفس نے لکھا ہے کہ ایسنس فرقہ کی ایک شاخ ایسی بھی تھی جو کہ شادی صرف اولاد حاصل کرنے کی غرض سے کرتے تھے۔ یہ اپنی منگیتر کو تین سال تک اپنے مذہبی عقائد پر عمل درآمد کرنے کو کہتے تھے

[illegible] کرتے رہتے تھے۔ اور صاف ستھرے رہتے تھے

(۸) بادشاہ ہیروڈ (HEROD) جس نے سنہ ۳۷ء قبل مسیح سے یوڈیا کے علاقے پر یہودیوں پر حکومت کی۔ اور جس کے زمانے میں ہی عیسےٰؑ ابن مریم پیدا ہوئے اس نے فرقہ ایسنس کے ممبروں کو حکومت کا حلف وفاداری اُٹھانے سے مستثنےٰ کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ فرقہ ایسنس کے لوگوں کو امن پسند اور دنیاوی امور سے الگ رہنے والے سمجھتا تھا۔

(۹) جوزیفس نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ کہ ایک زمانہ ایسنس فرقہ پر ایسا بھی آیا کہ ان لوگوں نے سورج کی تعظیم اور صبح کے وقت اس کی طرف منہ کرکے دعائیں مانگنا بھی شامل عبادت کر لیا تھا۔ اغلباً یہ یہودیوں کی عراق اور فارس میں ایرانی بادشاہوں کی غلامی کے دنوں کی یادگار تھی۔ جہاں مجوسی مذہب یا آگ اور سورج کی پرستش رائج تھی۔ اسی طرح یہ فرشتوں میں یقین رکھتے ہوئے ان کا نام لینے سے پرہیز کرتے تھے۔ یہ بھی ان کی ایرانی سلطنت میں جلا وطنی میں وہاں کے تاثرات قبول کرنے کی وجہ سے تھا۔

(۱۰) بحیرہ مردار کے قریب پہاڑی علاقہ کے ایک غار میں سے جو نوشتے ۱۹۴۷ء میں دستیاب ہوئے تھے۔ اس میں ذکر ہے کہ بحیرۂ مردار کے قریب اسی فرقہ ایسنس کی ایک بستی تھی۔ اور اس میں قمران (QUMRAN) کے راہب خانے میں اس فرقے کے لوگوں کی سکونت۔ عبادت اور عقائد اور طرز زندگی کے متعلق معلومات ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ کی ہدایت اور کام چلانے کے لئے بارہ[۱۲] آدمیوں کی ایک منتظمہ کمیٹی اور تین پادریوں کا تقرر کیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح جہاں اور کہیں دس آدمی اس فرقہ کے رہ رہے ہوں۔ وہاں ایک پادری ضرور موجود ہوتا تھا۔ ان نوشتوں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں تمام فلسطین میں جابجا اس فرقے کے لوگ موجود تھے۔ اس فرقے کی ان شاخوں میں حالات زمانہ کے تقاضے سے ان کے قواعد اور طرز زندگی میں بھی کچھ نہ کچھ جدت پیدا ہوتی رہی ہے اور اس کی تقریباً تین سوسالہ

زندگی میں ایسا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

(۱۱) پلاطوس (PONTIUS PILATES) جو کہ رومی حکومت کی طرف سے جوڈیا کے علاقہ پر گورنر تھا۔ اس کی حکومت میں ہی حضرت عیسٰے مسیح کو "یہودیوں کا بادشاہ" بننے کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور بعد میں صلیب پر لٹکایا گیا۔ پلاطوس سنہ ۲۶ سے ۳۶ سنہ عیسوی تک ہی حکومت کی۔ صلیب کے واقعہ کے بعد رومی حکومت نے اُسے معزول کر کے جلا وطن کر دیا۔

اس زمانے میں عیسائیت کی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا جو کہ فرقہ ایسنس کے خیالات سے ملتی جلتی تھی۔ اس پر آگے چل کر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔ ۶۲ سنہ عیسوی تک اس نئے فرقہ کو عیسائی فرقہ (CHRISTIANS) کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔ بلکہ یہ صرف SECT OF THE NAZARENES کہلاتا تھا۔

(۱۲) سنہ ۶۶ء میں یہودیوں نے پھر رومی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ عیسائیوں کو نہ تو یہودی قوم کے سدوسی (SEDDUCEES) فرقہ سے (جو کہ بغاوت کے روح رواں تھے اور مذہب سے ان کو کوئی خاص واسطہ نہ تھا۔) کسی مروّت کی اُمید تھی اور نہ وہ رومی حکومت سے خوش تھے۔ اس لئے انہوں نے جوڈیا سے بھاگ کر دریائے اُردن کے پار غیر علاقے میں چلا جانا مناسب سمجھا۔ اس بغاوت میں فرقہ ایسنس کے ممبروں نے بھی بحیثیت فرقہ کوئی حصہ نہ لیا۔ رومیوں نے بڑی سختی سے اس یہودی بغاوت کو دبا دیا۔ اور سنہ ۷۰ء میں انہوں نے یروشلم کے بڑے عبادت خانے کو بھی نذر آتش کر دیا۔ فرقہ ایسنس کو بھی رومیوں کی سخت گیری سے ڈر تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے نوشتے۔ پختہ مٹی کے مرتبانوں میں اچھی طرح بند کر کے بحیرۂ مُردار کی پہاڑیوں کی غاروں میں چھپا دیئے۔ ان کا خیال تھا کہ جب امن کا زمانہ آئے گا تو وہ اسے نکال سکیں گے۔ مگر ان لوگوں کو ایسا کرنا نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ رومی فوجوں نے "خربت قمران" یعنی ایسنس فرقہ کے مشہور راہب خانے کو ۶۸ء میں ہی جلا کر تباہ و برباد کر دیا۔ ان کھنڈرات کے نشانات اب دریافت ہو گئے ہیں اور اب کھدائی ہو رہی ہے۔ اگرچہ ایسنس فرقے کا مرکزی راہب خانہ تباہ کر دیا گیا۔ مگر اس فرقے کے ممبر تمام فلسطین۔ شام اور مصر کے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس لئے اس فرقے کا اثر دوسری صدی عیسوی تک قائم رہا۔ اس کے بعد اس سے ملتے جلتے فرقوں نے ان کی جگہ لے لی۔ جو کہ پہلے فرقے کی طرح غاروں میں رہتے تھے۔ اور بعد میں اپنے نوشتے محفوظ کر کے انہیں غاروں میں چھوڑ گئے۔ ایک یہودی فرقہ آٹھویں صدی عیسوی میں فارس میں عنان بن داؤد ایک یہودی مذہبی لیڈر نے قائم کیا۔ یہ لوگ توریت کے احکام پر سختی سے عامل تھے۔ اس فرقے کو KARAITES کہا جاتا ہے۔ اس فرقے کی کتابوں میں، ان کے زمانے سے پہلے ایک یہودی گروہ کا ذکر ہے جو عیسائیت کے آغاز سے کافی دیر بعد قائم ہوا تھا۔ اور وہ المغاریہ (AL-MUGARIYA) کہلاتے تھے۔ ان کو عربی کے الفاظ میں اصحاب کہف (یا غار میں رہنے والے) کا نام دیا جا سکتا ہے اور بالکل ممکن ہے کہ اس گروہ کے لوگ بھی اپنے نوشتے ایسی ہی غاروں میں چھوڑ گئے۔ یہاں انہوں نے پناہ لی تھی۔ اور اس طرح یہ اصحاب الکہف والرقیم (یعنی غاروں میں رہنے والے اور نوشتوں والے) بن گئے۔

(۱۳) اِن سب نوشتوں کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیت (عیسائی مذہب) کے ظہور سے پہلے ایسنس کی طرح کے فرقے یہودیوں میں موجود تھے۔ اِن میں بھی ایک مسیح (MESSIAH) کا انتظار تھا جیسا کہ عیسائیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ چونکہ عام یہودی اپنے اصل مذہب پر پورے طور پر عامل نہ تھے اس لئے یہودیوں میں سمجھدار اور نیک لوگوں نے الگ ایک خالص مذہبی فرقہ کی بنیاد رکھی۔ جو کہ صحیح مذہبی اصولوں پر چلتا تھا۔ اور جس کو ایک خدا کے برگزیدہ اور مامور من اللہ پیغامبر کا انتظار تھا جو کہ قوم اسرائیل کو پھر سے ہدایت کے طریقوں پر لگائے گا۔ انہیں میں ایسے پاکباز ممبر بھی تھے جو کہ صاحب کشف و الہام ہوتے تھے۔ اسی فرقے کے ممبروں میں بعد میں حضرت یحیٰی علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی شامل ہوئے۔

عیسائیت کے سب سے پہلے "گرجا" اور فرقہ ایسنس میں موافقت

(۱) فرقہ ایسنس۔ بارہ آدمی اپنی منتظمہ کونسل کے لئے چنتے تھے۔ اور یہ اسرائیل کی بارہ قوموں کے ایک طرح نمائندے تصور کئے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت عیسٰےؑ نے بھی بارہ شاگرد اپنے گرد جمع کئے تھے اور ان کے متعلق کہا تھا کہ یہ اسرائیل کی بارہ قوموں پر جج کی حیثیت سے مقرر کئے گئے ہیں۔ ایسنس نے ایک انسپکٹر سپرنٹنڈنٹ، مقرر کیا تھا جو کہ سب امور کی نگرانی کرتا تھا۔ حضرت عیسٰے نے بھی اسی طرح JAMES THE JUST (جیمز دی جسٹ) اپنے بھائی کو مقرر کیا جو کہ یروشلم کے عیسائی گرجا) کا بڑا پادری تھا۔

(۲) ایسنس کے ممبروں کی املاک اور کمائیاں اور ان کے اخراجات ایک مشترکہ خزانے سے خرچ ہوتے تھے۔ یعنی وہاں جمع کی ہوئی دولت میں سے اخراجات پُورے کئے جاتے تھے۔ ایسنس اپنی مختلف سوسائٹیوں کو THE POOR (یعنی غربا) کے نام سے بلاتے تھے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰےؑ نے اس شخص کو جس کے پاس بڑی دولت تھی۔ یہی کہا کہ "جو کچھ تیرے پاس ہے فروخت کر دے اور غرباء کو دے دے" تبھی وہ فلاح حاصل کر سکتا ہے۔ اس نصیحت دینے کے بعد مسیح نے کہا "آؤ میرے پیچھے پیچھے آؤ"۔ (متی ۱۹: ۲۱) تو حقیقتاً ان کا ارادہ یہی تھا کہ وہ شخص بھی حضرت عیسٰےؑ کی طرح فرقہ ایسنس میں شامل ہو جائے۔ اسی طرح نئے عہدنامہ کی کتاب 'THE ACTS' (۲: ۴۴ و ۴۵ ۔ اور ۴: ۳۲) میں اس امر کا ذکر ہے کہ پہلے عیسائی گرجے کے پیروؤں کی تمام املاک اور دولت ایک جگہ مشترکہ رکھی جائے اور وہیں سے ان کے اخراجات پورے ہوں۔

(۳) بپتسمہ۔ فرقہ ایسنس والے بھی اپنے نئے ممبروں کو بپتسمہ دیتے تھے۔ اسی طرح عیسٰےؑ ابن مریم کو بھی حضرت یحییٰؑ نے دریائے اُردن کے پانی سے بپتسمہ دیا۔ اور حضرت عیسٰےؑ نے اپنے پیروؤں کو بھی بپتسمہ لینے کو کہا۔

(۴) ایسنس کا عقیدہ تھا کہ ایک "مسیح" (MESSIAH) آئے گا جو کہ خدا کا برگزیدہ ہوگا اور نیکی کی ہدایت کرے گا۔ حضرت عیسٰےؑ کے پیرو بھی ان کو وہی برگزیدہ "مسیح" تصور کرتے تھے۔

(۵) ایسنس فرقہ والے۔ اور پہلے "عیسائی گرجا" والے بھی اپنے آپ کو ایک "NEW COVENANT" (نئے عہد و پیمان) کے ماننے والے تصور کرتے تھے۔ اور یہ نام انجیل یا عہدنامۂ جدید سے ملتا ہے۔ ان پہلے لوگوں کا مدعا یہ تھا کہ وہ اس نئے عہد و پیمان کی جماعت پھر سے حضرت موسٰےؑ کے دیئے گئے قوانین اور شریعت پر عامل ہوں گے۔ مگر بعد میں نئی عیسائیت کے مبلغ سینٹ پال نے موسوی شریعت کو لعنت قرار دیا اور ایک نئے عام عیسائی گرجا کو اپنے خود ساختہ عقائد پر قائم کیا۔

(۶) فرقہ ایسنس کے قواعد اور مذہبی ارشادات میں یہ موجود تھا کہ اسرائیل کا "مسیح" روٹی پر اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے پاک کرے اور برکت دے۔ اور اس کی دعا سے اس کے تمام پیرو اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق اُس "روٹی" سے خوراک حاصل کریں گے۔ یہی وہ طریقہ تھا جو حضرت عیسٰےؑ نے انجیل کی کہانی کے مطابق "LAST SUPPER" (آخری دفعہ اپنے شاگردوں کے ساتھ رات کا کھانا کھایا) کے موقع پر استعمال کیا۔ انہوں نے روٹی کو برکت دی۔ اور اس کے نوالے توڑ توڑ کر اپنے شاگردوں کو دیئے (مرقس ۱۴: ۲۲)

(۷) اور امور جن میں ایسنس فرقہ اور عیسائیت میں موافقت پائی جاتی ہے۔ وہ دنیاوی واقعات کے متعلق اُن کا نظریہ ہے۔ وہ دونوں اپنے آپ کو ان دنیاوی جھگڑوں اور دھندوں میں گھرا تصوّر کرتے تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ عنقریب یہ اپنی آخری منزل پر پہنچ کر ہی اختتام پذیر ہوگا۔ اور سب کام ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گے۔

(۸) مسیح کا تصوّر۔ جب کبھی ایسنس فرقہ کے نوشتوں میں CHRIST یا (مسیح) MESSIAH کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد حضرت عیسٰےؑ نہیں ہیں کرائسٹ (CHRIST) انگریزی زبان میں بولا جاتا ہے مگر یہ ایک یونانی لفظ CHRISTOS (کرسٹوس) سے لیا گیا ہے جو کہ عبرانی کے اس لفظ کا ترجمہ ہے جس کو ہم "مسیح" یا MESSIAH کہتے ہیں۔ "مسیح" کسی شخص کا نام نہیں بلکہ یہ ایک عہدے کا نام اور لقب ہے۔ اور کئی ایک "مسیح" پرانے اور نئے آ سکتے ہیں۔ مگر پہلی صدی قبل مسیح میں اس برگزیدہ شخص کا تصوّر یہ تھا کہ یہ خدا کا نمائندہ یا رسول ہوگا جو کہ دنیا کے آخری زمانے میں نمودار

ہو کر دنیا کو سبق سکھلائے گا۔ اور خدائی حکومت قائم کرے گا۔ سو پہلی صدی قبل مسیح اور پہلی صدی عیسوی میں حضرت عیسیٰؑ ہی صرف وہ شخص نہیں ہو سکتے جن کو "مسیح" کا لقب دیا جا سکے۔

صابئین

اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر فرقہ ایسنس مذہبی اعتبار سے ایسا تھا کہ اس کے ممبر حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے پیغمبر بھی ہو سکتے تھے، تو کیا اس فرقہ کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں بھی کوئی ذکر ہے۔؟ سو آیئے اب اس امر کے متعلق تحقیقات کریں:۔

سورۃ البقرۃ کے رکوع ۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ (جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی۔ جو کوئی بھی اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے تو ان کے لئے ان کا بدلہ اپنے رب کے ہاں ہے۔ اور ان کو کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے)

عربی میں الصّابئین، صابی کی جمع ہے جو صباء سے ہے جس کے معنی ہیں۔ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں چلا گیا۔ اور اس کے اصل معنی ہیں ظاہر ہوا۔"

صابی کون لوگ ہیں۔ اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ بعض کے نزدیک وہ ملائکہ کی عبادت کرتے تھے۔ بعض کے نزدیک ستاروں (یا سورج) کی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ یہود و نصاریٰ کے بین بین ایک فرقہ تھا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں ہے کہ یہ ایک نیم عیسائی فرقہ تھا جو یوحنا بپتسمہ دینے والے (حضرت یحییٰؑ) کے مریدوں سے بہت ملتا جلتا تھا۔ اور خدائے واحد کے ماننے والے تھے۔

صابی لوگوں کا ذکر سورۃ المائدہ کی آیت ۶۹ میں بھی قریباً انہیں الفاظ میں آیا ہے مگر سورۃ الحج۔ آیت ۱۷ میں لکھا ہے۔ "جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہیں اور صابی اور نصاریٰ اور مجوسی (آتش پرست) اور جو مشرک ہیں۔ اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔" مطلب یہ ہے کہ مذہبی اختلاف کی وجہ سے یا مذہب میں گمراہ کن عقائد کے داخل کرنے کی سزا انہیں دنیا میں نہیں دی جاتی۔ مگر اگر وہ ان گمراہ کن عقائد کو لوگوں میں پھیلائیں اور ان کو گمراہ کریں۔ اور شر اور فساد پیدا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ اس دنیا میں بھی آ جاتی ہے۔

مغربی مؤرخین کی تحقیق میں "SABIANS" کا نام اصل میں پرانی ارمی (ARAMAIC) زبان سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ زبان حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں بولی اور لکھی جاتی تھی۔ اس زبان میں صابئین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ اپنے آپ کو پانی سے غسل کر کے صاف رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف صفائی پسند ہیں بلکہ ظاہر ہے ان کے ملبوسات بھی صاف اور سفید رنگ کے ہوں گے۔ اس فرقہ کو عربی مؤرخین نے المغتسلۃ (یعنی پانی سے غسل کرنے والے اور دھونے والے) کا نام بھی دیا ہے۔ واضح ہو کہ ایسنس فرقہ (ESSENES) کی بھی یہی خصوصیات تھیں کہ وہ باقاعدہ غسل کرنے اور صاف سفید کپڑے پہننے پر بہت زور دیتے تھے۔ اور یہی وہ فرقہ ہے جس کے ممبر حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں رہ چکے تھے۔

—— اسی فرقے کے لوگ حضرت عیسیٰؑ کے وہ وفادار رفیق اور ہم خیال شاگرد نکلے جن پر حقیقتاً حواری کے لفظ اور لقب کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ انہیں لوگوں میں سے یوسف آرمیتھیا اور نکودیمس اور دیگر سفید لباس میں ملبوس لوگ تھے جنہوں نے (خود انجیل کے مطابق) حضرت عیسیٰؑ کی آڑے وقت میں مدد کی تھی۔ اور جہاں کہیں حضرت عیسیٰؑ کا متعدد بار تھوڑے عرصے کے لئے پہاڑ یا دشت میں جا کر ریاضت کرنے یا روزے رکھنے یا آرام کرنے کے لئے جانے کا ذکر انجیل میں آتا ہے، وہ حقیقتاً اسی فرقہ کے عبادت خانوں یا بستیوں میں جا کر رہتے تھے۔ عوام الناس سے اس کو پوشیدہ رکھا جاتا تھا۔ سو یہ واضح ہے کہ چند ایک ماہی گیر اور دیگر معمولی کام کرنے والے مسیحؑ کے شاگردوں کو، جن کی تعلیم اور روحانیت بہت کم تھی اور وہ آڑے وقت کام بھی نہ آئے انہیں مسیحؑ کے اصل حواری نہیں کہا جا سکتا۔

(باقی ——— باقی)

محمد افضل خان مرحوم

بسلسلہ صفحہ ۲

نے عمل کیا اور نہ ہی اسے پسند کرتے تھے۔ لیکن عشق محمد اور رسول میں رنگے ہوئے تھے۔ اکثر نماز پڑھتے ہوئے رو پڑتے تھے۔ اپنے ملنے والوں سے قرآن کریم کے مطالعہ کی تاکید کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ "اسے ثواب کے لئے مت پڑھو۔ اس میں بے انتہا علم ہے۔"

اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود وہ کبھی اپنے آبائی گاؤں سے لاتعلق نہیں ہوئے اور انفرادی اور اجتماعی مسائل میں رہنمائی اور مدد کرتے رہے۔ کئی دفعہ ہنگامی مواقع پر اپنا کام چھوڑ کر کراچی سے اپنے گاؤں (زروبی تحصیل صوابی ضلع مردان) میں پہنچ جاتے تھے۔ دس ہزار کی آبادی کے اس گاؤں میں کوئی ایسا فرد نہیں جس کی کسی نہ کسی معاملے میں مدد نہ کی ہو۔

سلسلہ احمدیہ کیلئے غیرت اور جرأت

اس سلسلے میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ آج سے کوئی اٹھارہ سال پہلے کی بات ہے ایک دفعہ اپنے آبائی گاؤں کی مسجد میں ایک بیوقوف اور جاہل آدمی ملا کے بہکانے پر احمدیت کی مخالفت میں ان کی موجودگی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ ملا چونکہ ان کے سامنے کچھ بولنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ اس لئے وہ جاہل شخص کی مخالفت پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ انہوں نے اس صورت حال کو محسوس کیا اور اس بیوقوف شخص کی مرمت و پٹائی شروع کر دی اور ساتھ ہی ملاؤں کو خوب خوب سنائیں۔ ملا جی دم دبائے بیٹھے رہے اور چوں تک کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اس واقعہ کا علم سب گاؤں والوں کو ہے۔

محمد افضل خان مرحوم قصبہ زروبی تحصیل صوابی ضلع مردان کے باشندے تھے جہاں کے رہنے والے ماسٹر محمد اسحٰق صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ہیں اور غالباً ماسٹر صاحب کی تبلیغی مساعی سے ہی انہیں جماعت میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی گاؤں کے باشندے مرحوم مولانا احمد صاحب بھی تھے جو جماعت احمدیہ لاہور کے جید عالم اور اولین خادموں میں سے تھے۔

محمد افضل خان مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور تین لڑکے چھوڑے ہیں۔ محمد فرید صاحب جو دوبئی میں ملازمت کے سلسلہ میں باہر گئے ہوئے ہیں محمد جاوید صاحب جو تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے گھر میں ہیں اور جنہیں خدمت جماعت کا شوق دامنگیر ہے اور جن کی امداد و تعاون سے مندرجہ بالا معلومات تحریر کی گئی ہیں۔ سب سے چھوٹے لڑکے محمد شاہد صاحب ہیں جو میٹرک کا امتحان دینے والے ہیں۔

احباب سے درخواست ہے کہ خان صاحب مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں، خدا انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے صاحبزادگان کو صبر جمیل عطا کرے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے اور خدمت دین کی خوش قسمتی نصیب فرمائے۔

آمین

بحر حکمت کے موتی۔ از صفحہ اول ؎

ہی کلام الٰہی کے منکر تھے خود مسلمان اس بات کے قائل نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ رؤیا یا کشف میں اپنے پاک بندوں سے کلام کرتا ہے حالانکہ حدیث میں صراحت سے مذکور ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا ایک جزو ہے اور یہ ہمیشہ تک باقی رہے گا۔

(فضل الباری۔ کتاب التعبیر)

ملفوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

ہی نہیں کیا وہ کبھی اپنے بندوں کو نجات نہیں دے سکتا۔ کیونکہ پھر سارا کارخانہ ہی بگڑتا ہے۔ اور ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ وہ اپنے کسی مخلص بندہ کی دعا ہی نہیں سن سکتا۔ اور کسی کو وہ اپنے فضل سے کچھ دے سکتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ وہ کسی کو دیتا ہے اس کے ہی کرموں کا پھل ہوتا ہے۔ غرض ہر قوم اور کتاب نے جیسا خدا پیش کیا ہے اس کو دیکھ کر شرم آ جاتی ہے۔ یہ فضیلت اور فخر اسلام ہی کو ہے کہ اس کا ماننے والا کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا۔ اس نے کامل خدا کا پلہ پکڑا ہے اور کامل ہی کے حضور جائیگا۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ اوّل)

بقیہ از صفحہ ۲ کالم ۴

چوہدری شاہ دین صاحب کی بیگم صاحبہ کا گذشتہ جمعہ ۲ فروری کو انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ کو کچھ عرصہ سے مرض ذیابیطس لاحق تھی۔ حال ہی میں آنکھ کے موتیا کا اپریشن

اخبار احمدیہ

تقریب نکاح

—— بانو نُوئی آنسہ عنبرین فاروقی دختر نیک اختر ... کا نکاح کی تقریب مورخہ ۲۸/۱ ۶۳ انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل شہر راولپنڈی میں منعقد ہوئی۔ خطبہ نکاح حضرت مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ امیر جماعت احمدیہ لاہور نے پڑھا۔ فریقین کی باہمی رضامندی سے حق مہر مبلغ پچاس ہزار روپے مقرر ہوا۔

حضرت مولینا نے اپنے عالمانہ اور فاضلانہ خطبہ میں تقویٰ اللہ اختیار کرنے پر خصوصیت سے نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ تدبیر منزل یعنی گھریلو زندگی میں اگر حضرت رسول اکرم صلعم کے ارشادات کے مطابق تقویٰ اللہ کو رہنما اصول بنا لیا جائے تو لازماً سیاست مدن یعنی ملکی اور قومی سطح پر بھی اس کے عمدہ نتائج پیدا ہوں گے اور پاکستانی ایک باخدا قوم بن جائیں گے۔ آپ نے دولہا اور دلہن اور انکے خاندانوں میں مودّت اور محبت کے رشتے مضبوط ہونے اور جانبین پر برکاتِ الٰہیہ کے نزول کی دعا پر خطبہ ختم کیا۔

اس پُرمسرت تقریب میں شریک وزراء۔ اعلےٰ سرکاری حکام۔ ممتاز صنعتکاروں علماء۔ شرفا اور ان کی بیگمات نے خطبہ نکاح کمال توجہ اور دلچسپی سے سُنا اور حضرت مولینا کے تبحر علمی اور تاثیر میں ڈوبے ہوئے ارشادات سے بہت متاثر ہوئے۔

دعوت چائے پر یہ تقریب سعید ختم ہوئی۔ اس موقعہ پر بطور شکرانہ محترم الحاج میاں فاروق احمد صاحب نے اشاعت اسلام کے لئے پانچسو روپے کا عطیہ دیا۔ جزاہ اللہ۔

دُعا ہے کہ اللہ کریم ...... اس شادی کو دونوں خاندانوں کے لئے باعث برکت بنائے۔ آمین۔

ایک اور مبارک تقریب

—— جناب محترم خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے صاحبزادے ... ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب کی شادی بعوض ۲۵۰۰۰/- روپے حق مہر بی بی صبیحہ دختر پروفیسر مدد علی صاحب مورخہ ۲۸/۱ ۶۳

سپاس تعزیت

—— کرنل سید بشیر حسین صاحب مرحوم مغفور کی وفات پر بہت سے احباب جماعت کی طرف سے تعزیتی خطوط اور تار موصول ہوئے اور کثرت سے احباب خود تشریف لائے۔ نیز بعض جماعتوں اور اداروں نے تعزیتی قراردادیں منظور کر کے ارسال فرمائی ہیں۔ اس اخوت اور ہمدردی سے ہمارے قلوب کو بہت تسکین حاصل ہوئی۔ اور میں اپنے فرزند بریگیڈیر سید محمد اکرم، اپنی دختران اور جملہ اعزہ کی طرف سے تمام احباب اور جماعتہائے کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے۔ نیز فرداً فرداً شکریہ ادا نہ کر سکنے پر معذرت خواہ ہوں۔

بیگم کرنل سید بشیر حسین صاحب مرحوم
۷ مسلم ٹاؤن لاہور

جزائر فیجی کے ایک دوست کے لئے درخواست دعائے صحت

—— نانڈی جزائر فیجی سے ایک دوست اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ ہمارے مخلص دوست جناب مولوی عبداللطیف خان صاحب امام الصلوٰۃ ہفتہ عشرہ سے بیمار ہیں۔ سول ہسپتال لٹوکہ میں داخل ہیں۔ یہ جماعت کے روح رواں اور خطیب ہیں۔ جملہ احباب سے .... دعائے صحت کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں شفائے عاجل و کامل عطا فرمائے۔ آمین۔

نیازکیش۔ احمد یار عفی عنہ

مکرم فضل خان صاحب کی رحلت پر قرار داد تعزیت اور جنازہ غائبانہ

—— محترم فضل خان صاحب انجمن کی زمینوں پر سندھ میں نہایت تندہی کے ساتھ کام کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک موقعہ پر اپنے فرض کو احسن رنگ میں ادا کرتے ہوئے انجمن کو لاکھوں روپے کا فائدہ پہنچایا۔ بڑے پُرجوش احمدی تھے۔ گذشتہ سے پیوستہ ماہ آپ اچانک بیمار ہو گئے۔ آپ کے ورثاء ان کو کراچی میں علاج کے لئے لے آئے۔ ڈاکٹری تشخیص بہم ہوئی علاج معالجہ [illegible] لئے۔ جہاں ۱۲/۲ کو آپ عارضی زندگی سے جُدائی اختیار کر کے دائمی زندگی کو سدھار گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

افراد جماعت کراچی کو اس جانکاہ حادثہ سے سخت تکلیف ہوئی۔ مرحوم اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلےٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، آپ کے بچوں اور بیوہ کا حافظ و ناصر ہو، ان کو صبر جمیل عطا فرماوے اور ان کے بچوں کو والد مرحوم کا صحیح جانشین بناوے، آمین۔ کراچی کے سارے دوست ان کے غم میں برابر کے اپنے آپ کو شریک سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ خود ان کا والی و ناصر ہو۔

۲۶/۲ ۶۳ کو نماز جمعہ کے بعد خاکسار نے مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ بھی پڑھائی۔

مرزا محمد لطیف۔ مبلغ اسلام کراچی

وفات

—— ہمارے مخلص احمدی [illegible] جناب [illegible] وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ بڑی زاہدہ وعابدہ اور تہجد گذار تھیں۔ اور سلسلہ سے انہیں بڑی محبت تھی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

احباب سے جنازۂ غائبانہ کے لئے پُرزور درخواست ہے۔ فقط والسلام

خاکسار برکت اللہ راٹھور ایڈووکیٹ
صدر مقامی جماعت احمدیہ سیالکوٹ

بیگم صاحبہ چوہدری شاہ دین صاحب کراچی کی وفات

—— احباب کو یہ معلوم کر کے افسوس ہوگا کہ ہمارے کراچی کے معزز دوست

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔ مورخہ ۷ فروری ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ ۔ شمارہ نمبر

دارالسلام میں رہائشی پلاٹوں کی آخری تاریخ

دارالسلام میں لیز پر دیئے جانے والے رہائشی پلاٹوں کے لئے درخواست کی آخری تاریخ ۳۱ جنوری کے بجائے ۱۵ فروری ۱۹۷۳ء تک بڑھا دی گئی ہے ۔ جو دوست پلاٹ لینا چاہیں وہ ۱۵ فروری ۱۹۷۳ء تک درخواستیں بھیج سکتے ہیں، تفصیل کیلئے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں :۔

فضل حق ۔ آنریری جائنٹ سیکرٹری و ناظم دارالسلام

الیورگرین پریس جمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور ۷ سے شائع کیا ۔

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۷۳ء | نمبر ۷

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا احسانِ عظیم

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ گرامی

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے (اللہ تعالےٰ نے) عظیم احسان فرمایا۔ اگر آپ کا وجود باجود دنیا میں نہ آتا تو رام رام کہنے والوں کی طرح بہت سے جھوٹے اور بےہودہ اینٹ پتھر وغیرہ معبود بنائے جاتے۔ اللہ تعالےٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم آیا اور بُت پرستوں سے اس نے نجات دی یہی وہ راز ہے کہ یہ درجہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان احسانوں کے معاوضہ میں ملا۔ کہ انّ اللّٰہ وملٰئکتہ یصلّون علی النّبیّ یاَیّھا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیمًا۔

ادھر ہندوؤں نے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو خدا بنا رکھا تھا اس وقت کی حالت سے کوئی نہیں بتلا سکتا کہ موحد فرقہ کہاں رہتا تھا۔ اس سے اللہ تعالےٰ اور اس کے تقاضے کا پتہ لگتا ہے کہ کیونکر تاریکی کے وقت اُس کی غیرت ہدایت کا تقاضا کرتی ہے۔ ہندو رام رام اور عیسائی ربّنا الیسوع ربّنا الیسوع پکارتے تھے کوئی ایسا نہ تھا جو خدا کا نام لیتا۔ کروڑوں پردوں میں اللہ تعالےٰ کا جلالی اسم مخفی تھا۔ اللہ جلشانہ نے جب احسان کرنا چاہا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ آپؐ کا نام محمدؐ تھا جس کے معنی ہیں نہایت ہی تعریف کیا گیا جو بابِ تفعیل سے آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی اسی قدر قابل تعریف ٹھہرتا ہے جس قدر کام کرتا ہے۔

ملفوظات احمدیہ جلد اوّل

بحرِ حکمت کے موتی

دُنیا کی اور آخرت کی شراب

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنھما انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قال من شرب الخمر فی الدنیا ثمّ لم یتُب منھا حرمھا فی الاٰخرۃ۔

ترجمہ :—
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دنیا میں شراب پیئے گا پھر اس سے توبہ نہیں کرے گا تو آخرت میں اس سے محروم ہوگا۔

نوٹ : از حضرت مولٰینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ :—
بہشت کے ذکر میں آتا ہے انھار من خمرٍ لذّۃٍ للشّاربین۔ تو جیسا کہ بہشت کی تمام نعمتیں اس دُنیا کی نعمتوں سے الگ چیزیں ہیں بہشت کی خمر کو اس دنیا کی خمر سے کوئی تعلق نہیں لیکن نام میں مشابہت ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی خمر سے سرور تلاش کیا جاتا ہے گو وہ ملتا نہیں وہاں جس چیز سے انسان کو واقعی سرور حاصل ہوگا وہ اس لحاظ سے وہاں کی خمر ہے۔ وہ کیا چیز ہے اس کا علم خدا کو ہی ہے۔ کیونکہ بہشت کی ہر نعمت ما لا عین رات ولا اذن سمعت وما خطر علیٰ قلب بشر کے مصداق ہے۔

(فضل الباری۔ کتاب الاشربۃ)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"
(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰےؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

اخبار احمدیہ

تقریب نکاح

ہمارے امریکہ کے مبلغ جناب ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب کی دختر سلمہ عبد اللہ کا نکاح ماہ نومبر ۱۹۷۲ء کے دوسرے ہفتہ میں مسٹر محمد مظہر صدیقی کے ساتھ بعوض پانچہزار ڈالر مہر معجل ہوا۔ خطبہ نکاح محترم محمد عبد اللہ صاحب نے پڑھا۔ اس تقریب میں مسلم و غیر مسلم خواتین و اصحاب نے بکثرت شرکت کی۔ آخر میں ماسٹر صاحب ممدوح کی طرف سے حاضرین کو پُر تکلف . . . . دعوت دی گئی۔ اس خوشی میں محمد عبد اللہ صاحب نے ایک سو روپے انجمن کو اخبارات کی مد میں عطیہ دیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے خیر و برکت کا موجب بنائے۔

انسان کی پیدائش اور وہ نعماء جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسے دی گئی ہیں

اس حقیقت کی مظہر ہیں کہ اللہ تعالےٰ غیر محدود قدرتوں اور احسانات کا سرچشمہ ہے:-

خطبہ جمعہ - مورخہ ۲ رفروری ۱۹۷۳ء - فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ - بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

الرّحمٰن - علّم القراٰن - خلق الانسان - علّمہ البیان - الشمس والقمر بحسبان - والنّجم والشّجر یسجدان - والسّمآء رفعہا ووضع المیزان ——— فبایّ اٰلآء ربّکما تکذّبان - (۵۵: ۱ تا ۱۳)

اس سورۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا ذکر کیا ہے، جو اس نے اپنے فضل وکرم سے انسان پر نازل فرمائے۔ پہلی نعمت جس کا ذکر یہاں پر کیا گیا ہے، وہ خود انسان کا اپنا وجود ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے، اور سب سے بڑی نعمت جو انسان کی رُوحانی زندگی کی تربیت وتہذیب کے لئے اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہے وہ قرآن کریم ہے۔

اس سُورت میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے، اور وہ تمام اشیاء جو اس کے قیام کے لئے ازبس ضروری ہیں ان کو گنوایا گیا ہے۔ اور ان کا ذکر بار بار ان الفاظ میں فرمایا فبایّ اٰلآء ربّکما تکذّبان - تم اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے۔

شروع میں فرمایا الرّحمٰن - اسماءِ حسنہ الٰہیہ میں سے ایک صفت الرّحمٰن ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر درخواست اور بلا معاوضہ ہر شئے عطا کرنے والا خدا۔ وہ صلہ ومعاوضہ اور عبادت سے مستغنی ہے۔ انسان اگر اللہ تعالےٰ کی ذات کا انکار کرے، اس کے لئے بھی وہ الرّحمٰن ہے اور وہ لوگ جو خدا کو نہیں مانتے ان کے لئے بھی وہ اپنے افضال برابر جاری رکھتا ہے۔ اسی رحمانیت کے تقاضا سے اللہ تعالےٰ نے ایک بہت بڑی نعمت انسان کو عطا فرمائی ہے اور وہ قرآن کریم ہے۔

فرمایا الرّحمٰن - علّم القراٰن الرّحمٰن نے قرآن کریم سکھایا ہے، خلق الانسان - اس نے انسان کو پیدا کیا اور تمام حیوانات سے ممیز کرنے کے لئے اس کو عقل دی ہے، انسان اکثر حیوانات سے کام لیتا ہے، اور اُن کو اپنے ماتحت چلاتا ہے۔ ان کو عقل بھی نہیں دی نہ ہی قوّتِ بیانیہ انہیں حاصل ہے، لیکن انسان کے متعلق فرمایا علّمہ البیان - انسان اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نہایت فصیح البیان تھے، خلق الانسان علّمہ البیان میں اس عظیم الشان کامل انسانؐ کا بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم کا فہم آپؐ کو عطا فرمایا۔ اور آپؐ کو قوّتِ بیانیہ بھی عطا فرمائی تاکہ وہ حقائق وعرفان جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں، وہ لوگوں تک پہنچائیں۔

اس کے بعد فرمایا الشّمس والقمر بحسبان - انسان کے مشاہدہ میں دو عظیم نیّر - سُورج اور چاند ہیں۔ لیکن یہ عالمِ انسانیت اور ہر زندہ مخلوق کو مادی فوائد پہنچا رہے ہیں۔ سُورج کی گرمی اور روشنی سے یہ جہان آباد ہے، اگر سُورج کو اس کائنات سے الگ کر دیا جائے تو یہ تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے، سورج زندگی کا سرچشمہ ہے جو خدا تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے سُورج کی پرستش کی ہے، اللہ تعالےٰ نے ملکۂ سباء کو عرفان عطا فرمایا کہ وہ یہ دیکھ کر کہ شیشے کے فرش کے نیچے پانی بہہ رہا ہے، اور یہ فرش نظر نہیں آتا بلکہ پانی ہی نظر آتا ہے یہ سمجھ گئی کہ سُورج کے پیچھے کوئی اور ہستی کام کر رہی ہے اور سُورج جیسی بے جان چیز سے اللہ تعالیٰ کائنات کی زندگی کے سامان مہیّا کر رہا ہے۔ پھر فرمایا والنّجم والشّجر یسجدان نجم جڑی بُوٹیوں کو کہتے ہیں۔ ان جڑی بُوٹیوں سے لے کر اُونچے وذی وسعت درختوں تک سب سُورج کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سورج کے بغیر یہ پنپ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ سُورج کے ذریعہ سمندروں میں سے پانی بخارات کی شکل میں اُٹھاتا اور ہوا کے دوش پر . . . لاد کر دُور دُور تک پہنچا دیتا اور خشک وویران زمین پر جڑی بوٹیوں اور درختوں سے باغ وبہار قائم کرتا ہے۔

فرمایا سورج اور قمر ایک حساب سے چل رہے ہیں۔ ان میں قوّتِ ارادی نہیں ہے، لیکن انسان کو ان کے ذریعہ سے دن رات کا اور ماہ وسال کا حساب کتاب سکھایا ہے۔ سُورج اور چاند موسموں کا تغیّر وتبدّل پیدا کرتے ہیں۔ سُورج زمین سے ساڑھے نو کروڑ میل دُور ہے۔ چاند بھی دو لاکھ چالیس ہزار میل دُور ہے۔ اتنی دُوری کے باوجود ان کے ذریعہ کائنات کو بیشمار فوائد حاصل ہیں۔ پھر ایک اور نعمت کا ذکر کیا۔ فرمایا والسمآء رفعہا ووضع المیزان - آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا اور مختلف آسمانی سیارگان کے مابین ایک توازن قائم کر دیا ہے، یہ توازن قدرتِ الٰہی پر دلیل ہے۔ تمام سیارگان بلندیوں پر ساکن نہیں ہیں، بلکہ ایک دوسرے کے گرد چکر لگا رہے ہیں، ان کی اپنی منازل ہیں، اور جب سے دُنیا قائم ہے، یہ اسی طرح چل رہے ہیں یہ ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں۔ اگر ان کے اندر توازن نہ ہو تو یہ گر جائیں۔ بعض سیارے اتنی دُور ہیں کہ ابھی تک ان کی روشنی ہم تک نہیں پہنچی۔ یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ غیر محدود قدرتوں اور احسانات کا سرچشمہ ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ یہ سیارگان ایک حساب سے چل رہے ہیں، اس سے یہ سبق انسانوں کو دیا ہے کہ الّا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان - تم توازن میں کمی بیشی نہ کرو، وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور ترازو میں کمی نہ کرو، تم بنی نوع انسان کے خیرخواہ وہمدرد بنو۔ اس کے بعد فرمایا والارض وضعہا للانام اللہ تعالےٰ نے مخلوق کے لئے زمین کو ایک مناسب مقام پر رکھا۔ اس میں میوے اور غلہ جات، پھل اور پھول پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

غرض کائنات اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی قدرت کا نشان ہے۔ اس کی وسعت میں کس قدر جانور ہیں، پرندوں کو ہی لیجئے، ان کی کس قدر تعداد ہے، پھر ان کی قسمیں بے انتہاء ہیں، ان کو گنا نہیں جا سکتا۔ اور تمام مخلوق کے لئے زندگی کا کتنا بڑا سامان مہیّا کیا ہے۔ یہ کس قدر اعلےٰ درجہ کا انتظام ہے۔ اس اعلےٰ درجہ کے انتظام کے تحت ہی کائنات کا انتظام خیر وخوبی سے چل رہا ہے:

اللہ تعالےٰ نے یہ تمام ذکر اس لئے کیا ہے کہ انسان اس کی برکات احسانات، کمالات اور فضائل کو سامنے رکھے اور اس کی تقدیس قائم کرے، اس کا بندہ ہو جائے اور اس کی شکرگذاری کرے۔

خدائے عزّ وجلّ کی شکرگذاری کیوں نہ کی جائے، اسی نے انسان کو یہ آنکھیں دیں، دماغ دیا، قوّتِ متخیّلہ دی، سوچ کا مادہ رکھا، تاکہ وہ کائنات کے مطالعہ سے یقین کرے کہ خدا رحیم وکریم ہے، انسان کی طبیعت میں احسان شناسی رکھی گئی ہے۔ وہ اپنے محسن کی قدر کرتا ہے، اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے احسانات گنوا کر اس کی فطرت کو آواز دی ہے کہ تم اپنے محسن کو پہچانو اور اس کے احکامات کو بجالاؤ۔

عظیم الشان فتح

۴ رفروری ۱۹۷۳ء کو انجمن محبّان القرآن رجسٹرڈ لاہور کے زیرِ اہتمام گورنمنٹ مسلم ماڈل ہائی سکول لاہور کے خوبصورت ہال میں زیرِ صدارت جنابہ حسینہ بیگم صاحبہ ممبر صوبائی اسمبلی ایک تقریری مقابلہ منعقد ہوا۔ جس کا موضوع تھا "قرآن مجید ہی انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔" اس مقابلہ میں مغربی پنجاب کے پچاس سکولوں کے مقرر بچّوں نے حصّہ لیا۔ ہمارے سکول کے ننھے مقرر مسٹر محمد احمد اشرف جماعت ہفتم بھی مقابلہ میں شریک ہوئے اور خداوند تعالےٰ کی شفقت وعنایت سے اوّل انعام کا گولڈ میڈل جیت لیا۔ فالحمد للہ

برلین (جرمنی) میں عید الاضحیٰ کی تقریب

کرسمس کی تقریب میں امام مسجد برلین کی تقریر

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب کی ماہانہ رپورٹ

عید الاضحیٰ کا مبارک تہوار

قربانی کا مبارک تہوار ہم نے مسجد برلین میں ۱۴ جنوری بروز اتوار کو منایا۔ خدا کے فضل سے حسب سابق خوب رونق رہی۔ دس مختلف ممالک سے آئے ہوئے احباب نے اس اجتماع کی خوشی اور رونق کو بڑھایا۔ سب نے مل کر نماز ادا کی۔ بعد میں خطبہ ہوا خطبہ کے بعد احباب اُٹھے اور ایک دوسرے کو عید مبارک کہتے اور گلے ملتے رہے۔

خطبہ بیس منٹ تک جاری رہا۔ خطبہ میں مَیں نے حضرت ابراہیمؑ ان کی اہلیہ محترمہ حضرت ہاجرہؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ کے حالات کو بیان کیا اور بتایا کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے اُن کو آزمایا اور وہ کس طرح اپنے اپنے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس نتیجہ میں جو انعام مِلا اس کا ذکر قرآن کریم میں یوں کیا گیا ہے، قال انی جاعلك للناس اماما (۲:۱۲۵)۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو جو انعام مِلا اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔ وفدینٰه بذبح عظیم (۳۷:۱۰۸)

اس باخدا فیملی کی آزمائش کے مراحل کو بیان کرتے ہوئے حضرت ہاجرہؑ کی آزمائش کا ذکر کیا۔ کہ وہ کس طرح اپنے ننھے بچے کو بھوک اور پیاس سے تڑپتے دیکھ کر خدا پر توکل کئے ہوئے تھیں اور انہیں الٰہی مدد کی پوری اُمید تھی۔ لیکن اس باخدا خاتون کے نزدیک توکل کے یہ معنی نہ تھے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے اپنے خیمہ میں بیٹھی رہتیں۔ نہیں۔ وہ اُٹھیں۔ خیمہ سے باہر نکل کر پانی کی تلاش میں دوڑیں۔ قریب کی پہاڑیوں پر بار بار چڑھیں اور اتریں اس خیال سے کہ شاید اور کہیں پانی نظر آجائے۔ باوجود اس کے کہ انہیں علم ہو گیا تھا کہ پانی نزدیک موجود نہیں، پھر بھی وہ بار بار پانی کی تلاش میں سعی کرتی رہیں۔ الرحم الراحمین نے آسمان پر اپنی اس اَمۃ (لونڈی) کی سعی کو جو وہ زمین پر صحرا میں کر رہی تھیں دیکھا، اور اس کی رحمت جوش میں آئی اور پانی اس جگہ سے پھوٹ پڑا جہاں بچہ زمین پر پڑا پیاس سے نڈھال ہو کر اپنی ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اللہ اکبر! مشکل حل ہو گئی۔

حضرت ہاجرہ کا یہ عمل خدا تعالےٰ کو بہت پسند آیا۔ اس نے اس عمل کو یہ عزت بخشی کہ تمام دنیا بھر سے حج کے موقعہ پر جمع ہونے والے مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت ہاجرہؑ کے اس عمل کو دھرائیں۔ اور صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر سعی کریں۔ فرمایا: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (۲:۱۵۹)

یہ وہ انعام ہے جو اللہ تعالےٰ نے حضرت ہاجرہؑ کو دیا۔ حج کرنے والوں کو وہ بادشاہ ہوں یا پریذیڈنٹ، وزراء ہوں یا جرنیل، مل اونر ہوں یا مزدور، عالم دین ہوں یا ناخواندہ، سب کو سعی کرنیکا حکم دے کر اسلام نے ایک باخدا مؤمن خاتون کی وہ عزت افزائی کی ہے کہ اس کی نظیر کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ مزید برآں توکل علی اللہ۔ توکل کے ساتھ سعی کرنے کے اُصول کو نسلِ انسانی کے ذہن نشین کرانے کے لئے ایک خاتون کو ان کے لئے نمونہ بنا دیا ہے۔ اس خاتون کے ذریعہ سے مسلمان فرد اور مسلمان قوم کو یہ سمجھایا ہے کہ مشکلات گو زیادہ ہی ہوں مسلمان کا قلب نورِ ایمان سے منور رہنا چاہیئے اور اسے خدا کی امداد پر پورا بھروسہ ہونا چاہیئے۔ اور اسے اپنی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے اور اسے ان اسباب کو کام میں لانا چاہیئے جن کو کام میں لانے کے لئے اس کو استطاعت ہے۔ ایسے مؤمن کو بالآخر ایسے ذرائع سے خدا کی مدد مل جاتی ہے جس کا اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس اعلےٰ سبق کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ کے دُعا کرنے اور اس کی قبولیت کو بیان کیا۔ حج اور قربانی سے جو سبق ہمیں سیکھنا چاہیئے اسے بیان کیا۔ غرضیکہ قربانی کے تہوار کی حقیقت اور اس کی فلاسفی کو بیان کیا۔

اس باخدا فیملی کے ان واقعات نے احباب کے دلوں کو گرما دیا اور ان کی خوشی کو بڑھا دیا۔

مسجد میں ہیٹر کی ضرورت

سردی کے موسم میں یہاں مسجد میں عید الاضحیٰ کے موقعہ پر اجتماع کا سرانجام پانا اللہ تعالےٰ کی خاص کرم نوازی ہے۔ عید الفطر کے موقعہ پر مسجد کو دو ۲ الیکٹرک ہیٹر تحفۃً مل گئے لیکن ملک میں سردی کی شدت کے لحاظ سے جہاں سردی کا درجہ، درجۂ انجماد سے بھی کتنے درجے نیچے آجاتا ہے، یہ ہیٹر ناکافی تھے۔ چنانچہ ایک اور ہیٹر خرید لیا گیا۔ اور یوں عید الاضحیٰ کے اجتماع کے لئے تینوں ہیٹروں کو ہفتہ کے دن صبح جلایا گیا۔ اور یہ ہیٹر دن رات جلتے رہے۔ اس کے باوجود یہ ہیٹر سردی کے پیش نظر ناکافی تھے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے مسجد میں جمع ہونے والے اس چھوٹے سے اجتماع پر بہت بڑی کرم نوازی کی۔ اجتماع کے دن درجۂ حرارت ۲ درجے ہو گیا اور اس تبدیلی سے مسجد میں جمع ہونے کے لئے کچھ ...... سہولت ہو گئی۔ الحمد للہ۔

خدا کی شان اجتماع کے دوسرے دن برلین میں برف باری ہوئی اور سردی پھر اپنے کمال کو پہنچ گئی اور ٹمپریچر درجۂ انجماد سے دس درجے نیچے گر گیا۔ یہ برف آج تک باہر سڑکوں اور باغوں میں جمی پڑی ہے۔

کھانے کی دعوت اور چائے

مسجد میں جمع ہونے والے احباب میں سے بعض گھروں کو چلے گئے۔ باقی میرے ہاں مکان میں آگئے۔ یہاں احباب کے لئے چائے اور .... ٹوسٹ وغیرہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ احباب یہاں آرام سے بیٹھے چائے پیتے رہے اور باہم باتیں کرتے رہے۔ چالیس پچاس کے قریب احباب دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے ٹھہر گئے۔ ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ دو عرب نوجوانوں ڈاکٹر پاشا اور ڈاکٹر جمعہ نے گوشت اور چاول خرید کر تحفۃً پیش کئے۔ جرمن نومسلم مسٹر یوسف میلن اور جرمن نومسلمہ خدیجہ ... نے کھانا پکانے اور احباب کو کھانا پیش کرنے میں بڑے اخلاص سے کام کیا۔ مختلف ممالک سے آئے ہوئے احباب کا ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھانا اسلام میں جذبۂ اخوت کو ثابت کر رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد احباب نے مل کر ایک تصویر کھنچوائی تا اس یاد کو بطور یادگار اپنے پاس رکھیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ہر اس بھائی پر اپنا فضل نازل کرے جو ہمارے اجتماع میں شامل ہوئے اور جنہوں نے اس اجتماع کی اکل و شرب میں خدمت کی۔

کرسمس کے موقعہ پر اجتماع

عید الاضحیٰ کے اجتماع کے علاوہ ایک اور اجتماع قابل ذکر ہے۔

یہ اجتماع ماہ دسمبر میں کرسمس کے موقعہ پر منعقد ہوا۔ ڈھائی سو سے زاید عیسائی مرد و خواتین یہاں ایک یونیورسٹی کے ہوٹل میں جمع ہوئے۔ ہال میں CHRISTMAS TREE سجایا گیا۔ اس تہوار کے لحاظ سے گیت گائے گئے۔ چائے ہوئی اور بعد میں مجھے اسلامی تعلیم کے لحاظ سے حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش کے متعلق بیان کرنے کو کہا گیا۔

اس مجلس میں تقریر کی دعوت مجھے ایک ماہ پیشتر دے دی گئی تھی۔ مَیں نے آدھ گھنٹہ تقریر کی اور اپنی تقریر میں حضرت مریم صدیقہؑ کے مقام عالی کو قرآن کریم کی روشنی میں بیان کیا۔ بعد میں حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش کا ذکر کیا۔ ان کے مقام عالی یعنے ان کے نبی اللہ ہونے کو بیان کیا۔ اس ضمن میں نبی اور رسُول کے اسلامی تصوّر کو بیان کیا۔ ان کی مخالفت اور مقابل پر ... الٰہی مدد کا ذکر کیا۔ یہ تمام نظریات اس مجمع کے لئے خوشی اور حیرت کا موجب ہوئے۔ تقریر ختم ہوئی تو تمام ہال تالیوں سے گونج اُٹھا۔ سٹیٹ سیکرٹری ڈاکٹر پیلاٹ نے بڑے تعریفی کلمات کہے اور شکریہ ادا کیا۔ حاضرین میں سے بعض نے تعریفی کلمات کہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك۔ اس اجتماع کی بعض تصاویر بھیج رہا ہوں۔

ماربرگ سے یونیورسٹی طلباء کا ایک گروپ مسجد میں

فلپ یونیورسٹی ماربرگ سے طلباء کا ایک گروپ مع پروفیسر صاحب مسجد میں آیا پروفیسر صاحب نے بذریعہ خط اپنی آمد کی اطلاع مجھے کر دی تھی اور استدعا کی تھی کہ وہ میرے

ساتھ دو گھنٹے مسجد میں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ یہ گروپ ۱۵ طلباء پر مشتمل تھا۔ میں نے اس گروپ کو اپنے مکان میں ٹھہرایا اور اسلام کے بارہ میں ایک مختصر سی تقریر کی۔ بعد میں نوجوانوں نے اسلام سے متعلق مختلف موضوعات پر سوالات کئے، جو حاضرین کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث ہوئے۔ پروفیسر صاحب نے خوشی کا اظہار کیا اور شکریہ ادا کیا۔ بعد میں میں اس گروپ کو مسجد میں لے گیا اور انہیں مسجد کے بارہ میں بعض باتیں بیان کیں

۲
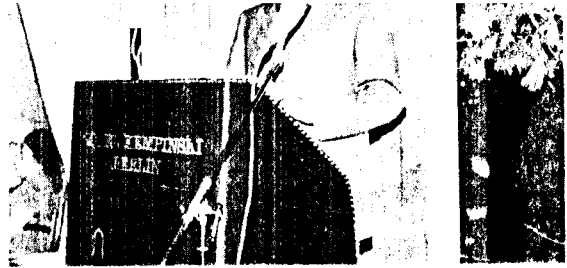
جمعہ اور ہفتہ کے اجتماعات

جمعہ اور ہفتہ کے اجتماعات خدا کے فضل سے باقاعدہ جاری رہے مختلف موضوعات پر خطبات دیئے گئے۔ اور مختلف آیاتِ قرآنی کے معانی کو اپنے ہفتہ وار درس قرآن و اجتماع میں واضح کیا گیا۔

شادی کا اجتماع

ایک اجتماع نکاح کی تقریب پر مسجد میں منعقد ہوا۔ نوجوان فلسطین سے آیا ہے اور خاتون جرمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے رشتہ کو موجب برکت کرے ۞

جلسہ سالانہ احمدی خواتین میں بیگم مولوی عبدالمنان عمر کی تقریر

(بسلسلہ صفحہ ۴)

میری بہنو! اس سلسلہ کی اہم غرض اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں جو بیان کی گئی ہے

.... نے اپنے ہاتھ سے رکھی۔ ایسے وقت میں جبکہ عام مسلمان اس طرف سے غافل تھے انہیں یہ راہ بتائی کہ اسلام کی کامیابی اور ہماری نجات اس زمانہ میں اسی دینی جہاد سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں کی کامیابی کی راہ صرف یہی ہے کہ اپنے کردار کی حفاظت کریں۔ اپنے نفوس کی اصلاح کریں۔ اپنے بچوں کو دین کی طرف راغب کریں۔ اپنے دین کے لئے اپنے مالوں اور اوقات کی قربانی دیں اور ہر قسم کی مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کر کے اسلام کا پیغام دنیا میں پہنچائیں۔

جس طرح حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہر طرح کے دکھ اٹھا کر یہ کام کیا اور ہمارے لئے یہ اُسوہ حسنہ چھوڑا کہ جب تم پر پھر ایسا ہی غربت کا زمانہ آئے کہ تم دنیا میں محکوم و مظلوم ہو جاؤ اور اسلام کے دین اس کے کلچر، اس کی تہذیب و تمدن اور تاریخ اور اس کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے ہر طرف سے حملے ہوں تو تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھاؤ مگر اسلام و احمدیت کی آخری کامیابی پر پورا یقین رکھو۔ اور اسی یقین و ایمان کے ساتھ اسلام کی اصل حقیقت کو دنیا پر واضح کرتی جاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے اپنی جناب سے اور اپنے حکم اور ارادہ سے اس زمانہ کے امامؑ کو مبعوث فرمایا اور ہمیں اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ امام ہمامؑ نے جو بیج بویا تھا وہ ایک سرسبز پودے کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب دنیا اسے تناور درخت کی شکل میں دیکھے گی۔ دنیا کی حکومتیں احمدیت کو قبول کریں گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا اور اپنے زور آور حملوں سے اس کی سچائی دنیا میں ظاہر و ثابت کر دے گا۔ لیکن اس درخت کی آبپاشی کے لئے ابھی بہت سی محنت، بہت سی کوشش، بہت سی جدوجہد اور بہت سی قربانی کی ضرورت ہے۔ اس حصہ نہ لے اور اپنی جان مال وقت اور عزت کو اس راہ میں فدا کرنے کا عزم نہ کر لے۔ احمدیت میں داخل ہونے کے لئے جو اقرار لیا جاتا ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی۔ پس چاہیئے کہ ہمارا وجود اور ہمارا کردار اس کی عملی شہادت دے کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کر لیا ہے اور ہماری زندگیاں صحابیاتؓ کی زندگیوں کے سانچے میں ڈھل جائیں۔

ہمارے دلوں میں بہت سی خواہشیں ہیں، لیکن سب سے بڑی خواہش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اور ہماری اولادیں سلسلہ کی خادم بنیں۔ ہمارے دلوں میں بہت سی محبتیں ہیں۔ لیکن سب سے بڑی محبت خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ہونی چاہیئے کہ اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پھیل جائے۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور امام زمانؑ کی خواہش اور پکار پر تکلیفیں اُٹھا کر بھی جو اس دینی جلسہ میں شامل ہوئی ہیں اس کی برکات سے سب کو اللہ تعالیٰ نوازے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ہمارے بچے اور ہمارے بھائی دین کے خادم ہیں اور ان مقاصد کے لئے وقت دیتے اور روپیہ خرچ کرتے ہیں جن مقاصد کی تکمیل کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی تھی ۞

الحاج ممتاز احمد صاحب فاروقی - راولپنڈی

حضرت عیسیٰؑ اور ان کے اصل حواری

(۲)

مسیح موعودؑ کے اصحاب

حضرت عیسیٰؑ ... کے حواریوں کے بالمقابل اب اصحاب مسیح موعود کا حال سنئے قرآن کریم کی سورت الفتح میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ یعنی "محمد (صلعم) اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں، کافروں کے مقابلہ میں قوی آپس میں رحم کرنے والے - تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں"

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور اصحابؓ کی چند ایک خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ یہاں "اشدآء" کے معنی کافروں پر سختی کرنے والے نہیں بلکہ کفار کے مقابل پر قوی اور مضبوط ہونا ہیں۔ یعنی اُن سے مرعوب نہیں ہو جاتے۔ ان کے اثر کو قبول نہیں کرتے۔ مقابلہ ہو جائے تو مضبوطی اور قوت سے مقابلہ کرتے ہیں۔ دوسرا وصف رحمآء بینھم کا بیان کیا ہے۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے رہتے ہیں بلکہ ایک دوسرے پر رحم کرتے والے ہیں۔ یہ دونوں اوصاف ایسے ہیں کہ جن سے قوم میں یکجہتی، اتفاق اور مودّت پیدا ہوتی ہے۔ یہ امور قومی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم نے "اشدآء علی الکفار" اور "رحمآء بینھم" کا جو نمونہ دکھلایا ہے وہ نہ صرف حرف بہ حرف صحیح تھا بلکہ دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی قابلِ تقلید تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مقدس گروہ کی چند ایک اور خصوصیات بھی بیان فرمائی ہیں وہ یہ کہ دیکھنے والا دیکھے گا کہ وہ اصحابِ رسول، اللہ تعالیٰ کے حضور رکوع اور سجود بھی صدقِ دلی اور پوری توجہ اور باقاعدگی سے کرتے رہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا کے طالب رہتے ہیں۔

یہاں بھی تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنے والا اور احادیث نبویؐ کا پڑھنے والا یہ دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کے آگے جھکنے اور اسی کی رضا اور فضل کو چاہتے میں صحابہ کرامؓ نے جو نمونہ دکھایا اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ سے "رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ" (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے) کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

۲- براہین احمدیہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہار دہم و مسیح موعودؑ نے مکالمات الٰہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حضور پر بھی یہی آیت "محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم" وحی اللہ کے ذریعہ الہام ہوئی - پھر آپ نے "ایک غلطی کا ازالہ" میں جہاں اس آیت کے وحی ہونے کا لکھا ہے وہاں سورۃ الجمعہ کی آیت "واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم" کا حوالہ بھی دیا ہے - اور پھر فرمایا کہ "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی - پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس کو ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے - اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں - کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے - اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے - اس کے یہ معنی ہیں کہ محمدؐ کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی - گو بروزی طور پر - مگر نہ کسی اور کو" پس حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے اصحاب میں بھی رسول اللہ صلعم کے اصحاب کی خصوصیات کی جو کہ اوپر بیان کی گئی ہیں ... ایک واضح جھلک نظر آتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں "سیفی جہاد" تو عارضی طور پر منع کر دیا گیا تھا، مگر "قلمی جہاد" اپنے زوروں پر تھا - اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کو کمزور پا کر عیسائی مشنریوں اور پادریوں نے تحریر اور تقریر کے ذریعے اسلام پر عیسائیت کا تسلط ظاہر کرنا شروع کیا ہوا تھا - وہ دھڑا دھڑ مسلمانوں اور دیگر طبقات کے لوگوں کو عیسائی بنا رہے تھے - ان لوگوں کے پاس نہ صرف حکومت - طاقت اور دولت تھی بلکہ مسلمانوں کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خوش عقیدگیوں کا بھی وہ پورا فائدہ اٹھا رہے تھے - اور مسلمان تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس لئے چودھویں صدی کے مجدد کو "مسیح موعود" بنا کر بھیجا گیا - اور اس "عیسے ابن مریم" کی خصوصیات میں "یکسر الصلیب" (یعنی صلیب جو کہ نشان عیسائیت ہے) اس کو توڑ دے گا - اور "یقتل الخنزیر" اور خنزیر جس سے مراد ناپاک اور گندہ ذہن مخالفانِ دینِ اسلام (خصوصاً آریہ سماج) مراد ہیں ان کو دلائل سے شکست دینا مراد ہے - ان کی زبان نبوی کے ذریعے نشان دہی کی گئی - اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

(کیونکہ مجھے نور اور ہدایت عیسائیوں کی اصلاح کے لئے عطا کی گئی، اس لئے خدا نے مصلحتاً میرا نام "ابن مریم" رکھ دیا - گویا چودھویں صدی کے مجدد کا کام ہی "یکسر الصلیب" قرار دیا گیا - اور اس سلسلہ میں جو کام حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے مریدوں نے کیا، وہ "اشدآء علی الکفار" کی بہترین مثال ہے - حضرت مولانا نور الدین صاحب علیہ الرحمۃ جب ۱۸۸۹ء کے شروع میں (جب حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت لینے کا اعلان کیا تھا) سب سے پہلے بیعت کر کے مریدوں کے زمرہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ سے پوچھا کہ ہر ایک بزرگ بیعت کے بعد اپنے مریدوں کو کوئی وظیفہ بتاتا ہے - آپ کے مسلک کا جو وظیفہ ہے وہ بتائیے تاکہ میں اس پر عمل کروں - حضرت مرزا صاحبؑ نے فرمایا کہ "جہاد کرو" - مولاناؒ بولے کہ کیا انگریزوں سے سیفی جنگ لڑوں؟ فرمایا اس کی ضرورت نہیں - دشمنانِ اسلام دلائل سے اسلام کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں ان کا مقابلہ دلائل سے کرنا سب سے بڑا جہاد ہے - آپ عیسائیت کے عقائد کے خلاف ایک کتاب لکھیں - چنانچہ مولانا صاحبؒ نے کچھ مدت بعد اپنی مشہور کتاب "فصل الخطاب" لکھی - اور بعد میں آریوں کے برخلاف "تصدیق براہین احمدیہ" لکھی جو کہ آریہ پنڈت لیکھرام کی کتاب "تکذیب براہین احمدیہ" کے جواب میں تھی - پھر ہماری جماعت احمدیہ کے مقررین خواجہ کمال الدینؒ صاحب جیسے اور اہل قلم حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب جیسے اور مناظرین مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی صاحب مولینا عصمت اللہ صاحب مرحوم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع جیسے - وہ تھے جن سے دشمنانِ اسلام پناہ مانگتے تھے - مگر دجال (یعنی عیسائی مشنری وغیرہ) پینترا بدل بدل کر آتا ہے - اور ان کا فتنہ برابر جاری ہے - اس لئے "کسر صلیب" کے کام سے ہماری احمدی جماعت کو کبھی بھی غافل نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ یہ ان کا فرضِ منصبی قرار دیا گیا ہے - اسی سلسلہ میں اس خاکسار نے کافی غور و خوض اور تحقیقات کے بعد ایک کتاب "کسر صلیب" کے نام سے لکھی ہے جو کہ اب طبع ہو کر احمدیہ انجمن کے بک ڈپو سے دستیاب ہے - اس کا "پیش لفظ" خود امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب نے لکھا ہے - اس میں نہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی زندگی - ان کے کفن - ان کے صلیب پر چڑھائے جانے اور اس سے زندہ اتارے جانے اور بعد میں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں ملک کشمیر میں وارد ہونے - وہاں تبلیغ کرتے اور وہیں وفات پا کر دفن ہونے کا ہی ذکر ہے بلکہ ... "مقدس کفن" جس میں حضرت عیسیٰؑ کو صلیب سے اتارے جانے کے بعد لپیٹ کر غار کے اندر رکھا گیا تھا - اور جس پر حضرت عیسیٰؑ کے جسم اور چہرے اور زخموں سے خون بہنے کے نشانات ہیں اور جو کہ محفوظ حالت میں بعد میں دستیاب ہوا اور آج کل ملک اٹلی کے شہر ٹیورن میں ایک گرجا میں محفوظ ہے اور جس کو پوپ روم نے اصلی قرار دیا ہے - اور جس پر سائنٹیفک تحقیقات کے بعد ثابت ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے اور جو خون کے نشانات ہیں وہ ایک زندہ جسم سے بہا تھا۔ اس سب تحقیقات کو بھی اس کتاب "کسر صلیب" میں بیان کیا گیا ہے - اور ساتھ ہی فوٹو اور تصاویر بھی دی گئی ہیں - اس کتاب میں ساتھ کے ساتھ عیسائیت کی تعلیم کا اسلام کی تعلیم سے موازنہ بھی کیا گیا ہے - اور اسلام

(باقی بر صفحہ ۸ کالم نمبر ۳)

آپ کے خطوط

عبدالرؤف صاحب محمد نگر لاہور

اور اس کا انسداد

مُدت سے پھر رہا ہوں تلاشِ خلوص میں ؞ جانے تمام ہوگا یہ مُشکل سفر کہاں

ہمارے محترم دوست اور فاضل مضمون نگار جناب غلام نبی مسلم نے مسلم لڑکیوں کی شادی اور جہیز کے سلسلہ میں پاکستانی معاشرے کے ظالمانہ اور غیر اسلامی طریقِ عمل کے خلاف پیغامِ صلح کے صفحات میں پہلی بار قلمی جہاد کی مبارک ابتدا کی ہے۔ نیز نہایت ہی مؤثر اور دردمندانہ الفاظ میں اس بھیانک انجام کی بھی نشاندہی فرمائی ہے، جو اس مسئلہ سے غفلت اور لاپرواہی کے نتیجہ میں اخلاقی تباہی کی صورت میں رونما ہونے والا ہے۔ صاحبِ مضمون نے بڑے دکھ کے ساتھ اس حقیقت کو بھی تسلیم کیا ہے کہ مُسلم معاشرہ کا ایک حصہ ہونے کے باعث اس ظالمانہ استحصال میں ہم بھی پیش پیش ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد نبھانے کے بجائے بڑے بڑے تہجد گذار والدین بھی اپنے بیٹوں کے لئے کسی "مایا دیوی" کو بیاہ لانے کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔

نالہ اس زور سے کیوں میرا دُہائی دیتا
اے فلک گر تجھے اُونچا نہ سنائی دیتا

مسلم صاحب کی یہ دردناک فریاد اور دُکھ بھرے نالے اگر رائیگاں گئے، تو یہ قوم کی بدنصیبی ہوگی۔ جماعت کے بااثر دوستوں کا فرض ہے کہ وہ تبلیغِ اسلام کی مانند، اس معاملہ میں بھی سادگی اور کفایت شعاری کی مثالیں قائم کرکے مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔ صرف خوبصورت وعظوں، درسوں اور مضامین سے کچھ بن سکتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ ضرورت ہے کہ جماعت کے فارغ البال اور بڑے بڑے ریٹائرڈ افسران پیغمبرانہ جذبہ لے کر اصلاح کے لئے آگے آئیں۔ اپنی اعلیٰ دماغی صلاحیتوں سے قوم کو اعتماد میں لے کر جماعت کے تمام قابلِ شادی لڑکے لڑکیوں کی فہرستیں بنائیں اور حاصل کردہ معلومات کی بناء پر خود رشتوں کی تجاویز ضرورت مندوں کو بھیجدیں۔ نیز اپنے اثر و رسوخ سے اس سلسلہ میں قوم کی اخلاقی جرأت کو اُبھاریں تا ناک کٹنے کا فرضی خوف (جو بہر حال کٹ کر رہتی ہے) دلوں سے نکال کر وہ اس میں خالص اسلامی زندگی اور سادگی کو جگہ دیں۔ لیکن یہ اس صورت میں ممکن ہے جب ایسی تقریبات . . . میں بڑے بھی خود سادگی کی مثالیں قائم کریں اور ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں دعوت ولیمہ دینے کے اعلان کرنے کے بجائے اس سُنتِ رسول (صلعم) کو اس کی رُوح کے مطابق ادا کریں ؎

خاکساریم و سخن از رہِ غربت گوئیم
بعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے مارا
مانہ بیہودہ پئے ایں سروکارے بردیم
جلوۂ حُسن کنند جانب یارے مارا

دنیا عمل کو دیکھتی ہے۔ اصلاح کے اس میدان میں بھی ہمیں پہل کرنی چاہیئے اور بقول مسلم صاحب اپنی خیالی جنت سے باہر جھانک کر دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور کیا ہونے والا ہے؟ اگر اس نازک مسئلہ میں ہماری غفلت اور بے حسی بدستور رہی تو ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب یہ مجبور نوجوان طبقہ ہم سے باغی ہو کر سرے سے رسمِ نکاح کے تقدس و احترام کی ردا ہی تار تار کر دے گا۔ ابھی تو وہ صرف زبانِ حال سے یوں دبی دبی آہ نکال رہا ہے

ہاں فصلِ بہاراں آنے دو کچھ اور جنوں بڑھ جانے دو
ہم وقت پہ اِک اِک بندش کو وحشت کے سہارے توڑیں گے

آپ اس نیک کام کی لاہور ہی سے ابتدا کریں۔ ہر خاندان کو اس سلسلہ کی بد رسوم سے نکلنے میں مدد دیں۔ لڑکے والوں کے انسانی جذبات سے اپیل کریں اور ایسے لوگوں کی تنظیم بنائیں جو جہیز اور لین دین کے چکر سے بے تعلقی کا اعلان کرکے بارانِ رحمت کا پہلا قطرہ بننے پر آمادہ ہوں۔ لوگوں کو ذہن نشین کرائیں کہ جہیز ہی سب کچھ نہیں بلکہ صرف زندگی بہتر طریقے پر گذارنا ہی جنت ہے۔ بُری رسموں اور ناجائز مطالبوں کا بوجھ آخرکار جانبین کی زندگی میں زہر گھول دیتا ہے۔ لہٰذا اُٹھو اور ثابت تم اس دنیا میں وہ کر آسمانی بن کر دکھاؤ۔ جوان بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کا غم نہ معلوم کتنوں کے کلیجے کھا چکا ہے۔ یہ کام کرنے کا ہے۔ جو بھی اس قومی خدمت کو مخلوقِ خدا کی سچی ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ سر انجام دینے میں پہل کرے گا بقائے دوام کا تاج اس کے سر کی زینت بنے گا۔

غمِ خلقِ خدا صرف از زبانِ خود چہ کار ایست
گرش صد جاں بیاید بنوزش عذر می خواہم

مسلم صاحب کے لئے تصویر کے دوسرے رُخ پر روشنی ڈالنا ابھی باقی ہے۔ کیونکہ متوسط طبقہ ہی کا ایک حصہ، جو اپنی لڑکیوں سے ملازمت کرانے میں قباحت محسوس نہیں کرتا، لڑکے کا گھر دیکھتے وقت ریڈیو۔ ٹی وی کے علاوہ کار، کوٹھی اور بنک بیلنس بھی دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ جبکہ پانصد سے ایک ہزار روپے ماہوار تک کمانے والے کے پاس ان چیزوں کا ہونا محالات میں سے ہے۔

مجھے یقین ہے کہ مسلم صاحب جماعت احمدیہ لاہور کے ایک مؤثر رکن ہونے کی بناء پر اس سلسلہ میں کوئی مؤثر تجویز انجمن سے منظور کرائیں گے ؛

حضرت عیسیٰؑ اور انکے اصل حواری

(بسلسلہ صفحہ ۷)

کی سچائی ثابت کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کی آمد اور ان کے مشن کا بھی ذکر ہے۔ یہ باتیں ضمناً میں نے بیان کرنی ضروری سمجھیں۔ مگر اصل مضمون میں میں حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب کی خصوصیات کو بیان کر رہا تھا۔ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب نے "اشدّاء علی الکفّار" کا نمونہ دکھایا، وہاں "رُحماء بینھم" کی بھی ایمان افروز مثالیں قائم کیں ہیں وہ نہ صرف دنیاوی رنگ میں ایک دوسرے کے ہمدرد و معاون تھے۔ اور مصائب اور ابتلاؤں کے دوران مضبوطیٔ ایمان ثابت قدمی اور بنیانٌ مرصوص بن کر کھڑے ہو جاتے، بلکہ روحانی طور پر نزدیک تم میں سے معزز ترین وہ ہے جو اللہ کا... سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے، کو عملاً اپنی روزمرہ زندگیوں میں کرکے دکھلاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ علامہ اقبال مرحوم کو علیگڑھ میں اپنے ایک لیکچر میں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا کہ اگر کوئی ٹھیٹھ اسلامی طرزِ زندگی دیکھنا چاہتا ہو تو وہ قادیان کی جماعت کے لوگوں کو جا کر دیکھے۔ مگر یہ وہ قادیان تھا جو حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نورالدینؓ کے زمانے کا تھا۔

ایک مخلص بھائی کی جدائی

ہمارے نہایت ہی پیارے بھائی شہاب الدین صاحب جنہوں نے ابھی زندگی کی بیالیس بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں عین جوانی میں دل کے دورہ سے چند روز بیمار رہ کر ۱۸ جنوری ۱۹۷۴ء کو اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نہایت شریف، پاک باز اور دینی ذوق و شوق رکھتے تھے۔ اخلاص، فرض شناسی اور انکساری کی وجہ سے اپنے محکمہ اور دیگر احباب میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اچانک موت سے جہاں ان کی جواں سال رفیقۂ حیات اور ایک دس سالہ لڑکی نوحہ کناں ہیں وہاں ہماری جماعت ایک مخلص اور دین دار بھائی سے محروم ہو گئی ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ خداوند قدوس مرحوم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

مرحوم مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو انگلستان اور جناب عبدالباسط صاحب کراچی کے بھانجے اور ظہیرالدین صاحب فورمین آدم جی انڈسٹریز نوشہرہ کے بھائی تھے۔ ادارہ ان محترم بھائیوں کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم کے گھر کا پتہ یہ ہے :-

بیگم صاحبہ شہاب الدین مرحوم
46 - جی ماڈل ٹاؤن - لاہور

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے رابطہ اجلاس کی مختصر روئیداد

احمدیہ تحریک کے دو مقاصد۔ اشاعتِ اسلام اور باہمی اخوّت و مودّت کا قیام

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا دوسرا رابطہ اجلاس ۳۰ جنوری کو میاں فضل احمد صاحب کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا، جس میں محترم شیخ محمد نقیل صاحب مبلغ انگلستان بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے۔ محترم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے صدارت فرمائی۔ جناب مرزا مسعود بیگ ...... جناب میاں محمد احمد ...... جناب میاں رشید احمد مسرّت، جناب چوہدری فضل حق، جناب ڈاکٹر وحید احمد، جناب ڈاکٹر مبارک احمد اور جناب ڈاکٹر اللہ بخش کے ساتھ دیگر حضرات و احباب نے بھی اچھی تعداد میں شرکت کی۔ اجلاس کے شروع میں صلاح الدین ناصر صاحب نے قرآن حکیم کی تلاوت کی۔

فوائد رابطہ اجلاس

ڈاکٹر مبارک احمد صاحب نے رابطہ اجلاس کے انعقاد کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ کتابی علوم کے ساتھ ساتھ مجلسی روابط زیادہ مفید اور نتائج خیز ثابت ہوتے ہیں۔ رابطہ مجالس نہ صرف ایک دوسرے سے روشناسی کی باعث ہوتی بلکہ ایسے موقعوں پر باہمی مسائل پر تبادلۂ خیالات سے مختلف النوع اور باریک عقدے بھی حل ہو جاتے، کئی دلوں کی کدورتیں دُور ہو جاتیں اور کئی روٹھے ہوئے دل مل بیٹھتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ ہم میاں فضل احمد صاحب کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے احباب کی میزبانی فرمائی۔

احمدیہ تحریک کے دو مقاصد

اشاعتِ اسلام اور باہمی اخوّت و مودّت

جناب ڈاکٹر اللہ بخش نے اس تقریب کو ایک نیک شگون خیال کیا اور احمدیہ تحریک کو اشاعتِ اسلام کی واحد عالمی تحریک قرار دیا اور کہا کہ احمدیہ انجمن لاہور اشاعت اسلام کا فریضہ احسن طور پر سر انجام دے رہی ہے لیکن باہمی روابط پر زور دینا نہایت ضروری ہے اور اس مقصد کے لئے ایسی مجالس نہایت مفید ثابت ہوتی ہیں۔ یہ امر موجب اطمینان و مسرت ہے کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے اس بڑی کمی کو پُورا کرنے کی مخلصانہ سعی شروع کر دی ہے اور اس نے باہمی رابطہ کا ایک مربوط پروگرام ترتیب دیا ہے جس کا یہ دوسرا اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ

مقامی جماعت لاہور کا قیام یقیناً ایک نیک اور مؤثر قدم ہے جس کے لئے میں لاہور شاخ کے محرک چوہدری فضل حق صاحب کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کے ساتھ ہی جناب میاں فضل احمد بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ذاتی دلچسپی اور مالی معاونت سے مقامی جماعت لاہور کو ایک مضبوط اور فعّال شاخ بنا دیا ہے جو اب مرکزی انجمن کے لئے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ ہماری جماعت کا اصل مقصد اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ اخوّت و مودّت پیدا کرنا ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ ایک ذکی اور دانشمند انسان تھے، انہوں نے اپنی مشہور تصنیف مجدّد کامل میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ آپ جتنا بھی اشاعتِ اسلام کا کام کریں اس کی کوئی اہمیت نہیں جب تک کہ آپ میں اخوت پیدا نہ ہو اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ مقامی جماعت لاہور اس مقصد کو عملی طور پر پُورا کر رہی ہے۔

صحبت بزرگان کا اثر

اس موقعہ پر آپ نے مسعود اختر صاحب کا تعارف کرایا جو ہماری جماعت کی ایک سرگرم خاتون محترمہ نسرین گل کے بھائی ہیں اور کہا کہ وہ بچپن سے ہی احمدیت سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور بزرگانِ سلسلہ میں سے محترم عبدالحق ودیارتھی صاحب اور حضرت امیر مرحوم کی صحبت میں رہ کر دینی سرور حاصل کر چکے ہیں۔ ان بزرگوں کی عملی زندگی نے ان کے کردار پر ایسا گہرا اثر چھوڑا ہے کہ کسٹم ایسے محکمہ کی ملازمت کے دوران دوسرے ساتھی عملہ کی ترغیب اور تحریک کے باوجود وہ کبھی بے ایمانی اور رشوت ایسی لعنت کے دام میں نہیں پھنسے، اور اب وہ ایک چھوٹی سی فیکٹری چلا رہے ہیں اور مزدوروں کو ایک تنخواہ دار ملازم کے بجائے ایک باوقار شہری معتمد اور باعزت شہری کا درجہ دیتے اور ہمیشہ مزدوروں کو اپنے جیسا باعزت انسان سمجھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر مرحوم کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے اور ہمیشہ اپنے اقوال پر پہلے خود عمل کرتے تھے اور حق بات پر قائم رہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں تمام حاضرین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے بزرگوں کے نیک کردار کی تقلید کریں اور اپنے آپ کو باعمل انسان بنائیں تا کہ ان کے عملی نمونہ سے دوسرے بھی سبق حاصل کریں۔

احمدی نوجوانوں کو فعّال رُکن بنایا جائے۔

ان کے بعد ایک اور نوجوان چوہدری اکرام الحق صاحب فرزند چوہدری فضل حق صاحب مرحوم نے نہایت دردمند دل سے یہ شکوہ کیا کہ اگرچہ وہ پیدائشی احمدی ہیں اور ان کا بچپن حضرت امیر مرحوم کو دیکھتے گذرا ہے لیکن ان کی وفات کے بعد جماعت نے پُرانے احمدیوں کی اولادوں کو سلسلہ سے وابستہ رکھنے کے لئے کوئی خاص دلچسپی نہیں لی اور نہ ہی ان کو جماعتی کاموں میں حصّہ لینے کی ترغیب دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جماعت کے ذہین و لائق نوجوان احمدیت سے دُور ہوتے محسوس ہو رہے ہیں البتہ مجھے خوشی ہوتی ہے کہ مقامی جماعت لاہور نے اس طرف توجہ دی ہے۔ ان کی دعوت پر میں نے محسوس کیا کہ جماعت نے میری شمولیت کو اہمیت دی ہے اور اب انشاء اللہ میں جماعت کے ہر کام میں عملی دلچسپی لیا کروں گا۔

نوجوان نئے عزم و لگن کے ساتھ حصّہ لیں

جناب مرزا مسعود بیگ نے ...... ان کے خیالات کو سراہا۔ ان کے جذبات کی قدر کی اور ان کو توجہ دلائی کہ ان کے دل میں کوئی کدورت یا شکر رنجی ہے تو وہ جماعتی استحکام اور سلسلہ کی برتری کی خاطر اسے دُور کر دیں اور ایک نئے عزم اور لگن کے ساتھ جماعت کی بہتری کے کاموں میں حصّہ لیں۔

محترم مرزا صاحب نے مقامی جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن اور تنظیم خواتین احمدیہ کی تنظیم و استحکام کی طرف توجہ دیں۔ ہر دو تنظیموں کے لئے تفصیلی پروگرام وضع کریں۔ انشاء اللہ مرکزی انجمن ان کی ہر طرح ہر ممکن امداد و اعانت کرے گی۔

صلاح الدین ناصر خاں اور عبدالغنی بٹ صاحبان نے بھی سلسلہ کے استحکام اور آپس میں اخوت اور بھائی چارہ کے جذبہ کو بیدار کرنے کے لئے دردمندانہ اپیل کی اور ہر دو نوجوانوں کے احساسات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

آخر میں وطن عزیز پاکستان کی سلامتی، اسلام کی عظمت، سلسلۂ احمدیہ کی ترویج اور مستحقین کی خوشحالی کے حق میں دعائے خیر و برکت کی اور میزبان مجلس میاں فضل احمد صاحب کی طرف سے دی گئی پُر تکلف چائے کے بعد یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

شکریۂ احباب

میں اخبار ہذا کی وساطت سے اپنی پیاری جماعت۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے تمام معزز اراکین کا جو اس دفعہ سالانہ اجتماع میں شریک ہوئے، شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے میرے پیارے بڑے ابا جان حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کی استدعا پر خدا کے حضور گڑگڑا کر میری صحت کے لئے دعائیں کیں۔ میں ان کو یہ خوشخبری سناتی ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی دُعاؤں کو قبول فرما لیا ہے اور مجھے صحت عطا فرمائی ہے میں اس وقت صرف یہ چاہتی ہوں کہ میرے سب بزرگ میرے لئے دعائیں کرتے رہیں کہ خدا تعالےٰ مجھے دین و دنیا میں کامران و کامگار فرمائے۔

فقط آپ سب کی نیازمند

نگہت ضیاء چوہدری (بی۔ ایس سی ہوم اکنامکس) گلبرگ۔ لاہور۔

تجارت
صنعت
کاروبار
بچت کے لئے
ABL
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء
CSTM
سوت ہو یا کپڑا
کالونی سرحد کی مصنوعات اپنی معیاری خصوصیات کی وجہ سے مقبول ترین ہیں۔
ملک کے اندر و باہر ہر جگہ مقبول
آپ کے ذوق جامہ زیبی اور موسمی ضروریات کے عین مطابق نفاست و پائیداری میں بے نظیر۔
○ پاپلین ○ وائل ○ لٹھا ○ ململ
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ • نوشہرہ
ہفت روزہ پیغام صلح۔ مؤرخہ ۱۴ فروری ۱۹۶۳ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۷
نغماتِ احمدیّت
حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحبؑ کی اُردو و فارسی و عربی نظموں کا انتخاب، اصل متن، انگریزی ترجمہ اور انگریزی رومن حروف کے ساتھ۔
خوبصورت آرٹ پیپر پر عمدہ دیدہ زیب طباعت۔
یہ انتخاب محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے ویسٹ انڈیز اور جنوبی امریکہ کی جماعتوں کے لئے تیار کیا ہے۔ پاکستانی احمدی دوست اپنے بچوں اور عزیزوں کے لئے بطور تحفہ صرف دو روپے میں خریدیں۔
ملنے کا پتہ : ——— دارالکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا • میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا (الہام حضرت مسیح موعود)

فون نمبر ۵۳۷۳

دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام حضرت مسیح موعود)

• رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
• تار کا پتہ: "تبلیغ" لاہور

سالانہ: پاک و ہند سے — آٹھ روپے
بیرونی ممالک سے — ایک پونڈ

مدیر: دوست محمد — مدیر معاون: بشیر احمد سوز ایم اے

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۷۳ء | نمبر ۸

تفاوت مراتب رکھنے میں حکمت

ارشادات حضرت امام الزمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

اگر یہ پوچھا جائے کہ تفاوتِ مراتب رکھنے میں حکمت کیا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ اس بارہ میں قرآن شریف میں تین حکمتیں بیان فرمائی ہیں جو عند العقل نہایت بدیہی اور روشن ہیں جن سے کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا اور وہ بہ تفصیل ذیل ہیں:—

اوّل یہ کہ تا مہمات دنیا یعنے امور معاشرت باحسن وجہ صورت پذیر ہوں جیسا فرمایا ہے وقالوا لولا نزل ھذا القراٰن علی رجل من القریتین عظیم ہ اھم یقسمون رحمت ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضا سخریا ہ ورحمت ربک خیر مما یجمعون۔

یعنے کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے بڑے بڑے مالداروں اور رئیسوں میں سے کسی بھاری رئیس اور دولتمند پر کیوں نازل نہ ہوا تا اس کی رئیسانہ شان کے شایان ہوتا اور نیز اس کے رعب اور سیاست اور مال خرچ کرنے سے جلدتر دین پھیل جاتا ایک غریب آدمی جس کے پاس دنیا کی جائداد میں سے کچھ بھی نہیں کیوں اس عہدہ سے ممتاز کیا گیا (پھر آگے بطور جواب فرمایا) اھم یقسمون رحمت ربک۔ کیا قسّام ازل کی رحمتوں کو تقسیم کرنا ان کا اختیار ہے یعنے یہ خداوند حکیم مطلق کا فعل ہے کہ بعضوں کی استعدادیں اور ہمتیں پست رکھیں اور وہ زخارف دنیا میں پھنسے رہے اور رئیس اور امیر اور دولت مند کہلانے پر پھولتے رہے اور اصل مقصود کو بھول گئے۔ اور بعض کو فضائل روحانیت اور کمالات قدسیہ عنایت فرمائے اور وہ اس محبوب حقیقی کی محبت میں محو ہو کر مقرب بن گئے اور مقبولانِ حضرت احدیت ہو گئے (پھر بعد اس کے اس حکمت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو اس اختلاف استعدادات اور تبائنِ خیالات میں مخفی ہے) نحن قسمنا......

بینھم معیشتھم الخ یعنے ہم نے اس لئے بعض کو دولت مند اور بعض کو درویش اور بعض کو لطیف طبع اور بعض کو کثیف طبع اور بعض طبیعتوں کو کسی پیشہ کی طرف مائل اور بعض کو کسی پیشہ کی طرف مائل رکھا ہے تا ان کو یہ آسانی پیدا ہو جاوے کہ بعض کے لئے بعض کا کاربرار اور خادم ہوں اور صرف ایک پر بھار نہ پڑے اور اس طور مہمات بنی آدم بآسانی تمام چلتے رہیں۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ سوم)

وزیر اعظم سیلون کے زیر صدارت بدھ مت سوسائٹی کے زیر اہتمام لندن کے ایک جلسہ میں محترم شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان تقریر کر رہے ہیں۔

خانۂ خدا کی تعمیر

دارالسلام (احمدیہ بستی) ملیں جاح احمدیہ کی تعمیر کے لئے جلسہ سالانہ پر احباب سے اپیل کی گئی تھی، قوم نے اس پر لبیک کہا، اخراجات کا اندازہ اڑھائی لاکھ روپے ہے الحمد للہ تعمیر مسجد کا کام شروع ہو چکا ہے جن احباب نے ابھی تک اس کارِ خیر میں حصہ نہیں لیا وہ اب دل سے دریغ اس میں شامل ہوں اور جن دوستوں نے جلسہ سالانہ پر وعدے فرمائے وہ ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں تاکہ تعمیر کا کام جاری رہے۔

فضل حق۔ ناظم دارالسلام۔ لاہور

اخبار احمدیہ

درخواست دعا

(۱) بہاولپور سے محترم عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ

احمد پور شرقیہ کے محمد شریف صاحب سامانوی کو باولے کتّے نے کاٹ لیا ہے علاج جاری ہے، احباب اس مخلص احمدی بھائی کی صحت و تندرستی کے لئے دعا فرمائیں۔

(۲) لاہور کے جناب بشیر احمد بٹ ابن عبدالسبحان صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ ایک اپریشن کے سلسلہ میں ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اور محترم صلاح الدین بٹ ولد عبدالشکور مرحوم بھی ہسپتال میں داخل ہیں احباب ان کے لئے اور لائل پور کی خاتون

(باقی بر صفحہ کالم ۱ ملاحظہ)

محترم میاں ظہور احمد صاحب لائلپور

—— (دل کی باتیں) ——

ہمارا سالانہ جلسہ
اور قرآن کریم کی نشر و اشاعت کا پروگرام

؎ قادر ہے وہ بارگہ جو ٹوٹا کام بنا دے

اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے، جو ناامیدی میں امید اور افسردگی میں مسرت کی جھلک دکھلاتا ہے۔ انسان سو تدبیر کرے لاکھ ارادے باندھے، پھر ایسی اور تدابیر و ارادوں کے نتائج کی انتظار کرتا چلا جاوے جب تک آسمانی امداد و نصرت نازل نہ ہو، تمام ارادے نامکمل اور تدابیر رائیگاں ہو جاتی ہیں۔

انجمن کے اٹھاونویں (۵۸) سالانہ جلسہ کی روئیداد قومی جریدہ میں شائع ہوتی رہی حقیقت یہ ہے کہ افراد جماعت میں مایوسی تھی۔ قلت اور صحیح رابطہ کے نہ ہونے نے کمر توڑ رکھی تھی۔ لیکن ہمارا ٹوٹا ہوا کام خدا تعالےٰ نے کس طرح بنایا؟ اُن احباب سے پوچھئے جو شریک جلسہ تھے۔ جماعت کے تمام معزز احباب۔ یہ پانچ ہزار پیشگوئی والے مضطرب لوگ جب احمدیہ بستی "دارالسلام" کی کھلی فضا میں جوق در جوق جمع ہوئے تو ہم سمجھے کہ آنکھ غلط دیکھتی ہے یا اعلائے کلمۃ اللہ کے جہاد میں ایک کی بجائے دس اور دس کی بجائے یکصد مجاہد نظر آتا ہے؟ ورنہ یہ پانچ ہزاری جماعت کا یہ مجمع کس طرح ہو سکتا ہے۔

مانا کہ باہمی میل ملاپ اور اخوت کی تڑپ ان کی وراثت ہے۔ لیکن قلت سے کثرت کا معرض وجود میں آنا ایک معجزہ تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد جنگوں میں یہی نظارہ نظر آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے ہر گروہ کے اندر اسی معجزہ کو دہرایا جاتا ہے، تا ان میں ایمان اور یقین محکم پیدا ہو۔ بے بس اور عاجز جماعت کی امداد ملائکہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ہمارے جلسہ میں ایسی تڑپ۔ ایسی مساوات اور ایسی اخوت کا نظارہ دیکھ کر احساس کمتری جاتا رہا۔ الحمد للہ۔

جلسہ کی روئیداد ہفتہ وار جریدہ کے ذریعہ ان احباب تک بھی پہنچ چکی ہے جو جلسہ میں شریک نہ ہو سکے۔ اس لئے تفصیلات بے سود ہوں گی۔ البتہ تراجم قرآن کے عظیم پروگرام کے متعلق مختصراً عرض کروں گا۔ آپ جانتے ہیں یہ پروگرام اسلام کا بنیادی پتھر اور اشاعت اسلام کی خشت اول ہے۔ اس لئے ہمیشہ ہی سے اس کا اندازہ سالانہ بجٹ میں ہوتا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس شعبہ کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہو سکی تھی جو اس کا حق تھا امسال بھی قلیل رقم بجٹ میں دکھلائی گئی۔ جب آمد قلیل ہو تو اخراجات بھی اسی کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ معاملہ انعقاد جلسہ سے ایک دن قبل ہوا جب مجلس معتمدین کے غور و فکر کے لئے پیش ہوا، تو مجوزہ بجٹ میں صرف پندرہ ہزار روپیہ آمد و خرچ دکھلایا گیا تھا۔ لیکن طویل بحث و تمحیص کے بعد دانشمند۔۔ ممبران مجلس نے اسی رقم میں اضافہ کر کے پچاس ہزار روپیہ کا تعین کیا۔

اس کے لئے جلسہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل ہونے کی دیر تھی کہ آن کی آن میں قریباً پچھتر ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم فراہم ہو گئی۔ یہ اُن چند مردوں، مستورات، بچوں اور بچیوں کا جذبہ تھا، جو اس دن حاضر تھے ان سطور کے لکھنے تک یہ رقم ایک لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کی سرانجام دہی کے لئے مولا کریم نے توقعات سے کئی گنا زیادہ بڑھ کر امداد فرمائی اور اس نے اپنی رحمت کے دروازے اس قدر کھولے، کہ زبان کہاں سے لائی جاوے جو ان رحمتوں اور برکات کا شکر بجا لاوے

میری عزیز بہنو اور بھائیو! تراجم قرآن وقت کی آواز ہے۔ اس آخری کتاب قرآن کریم اور آخری رسول صلعم کے دین کی اشاعت ہو کر رہے گی۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ ایک سنہری موقعہ ہے جو مہیا کیا گیا ہے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ من حیث القوم اس بابرکت فریضہ کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

ہمت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

میں تمام بھائیوں، بہنوں، نوجوان دوستوں اور عزیز بچے بچیوں سے التماس کرتا ہوں کہ اس خوش نصیبی سے محروم نہ رہیں۔ ہر رقم جو اس فنڈ میں آئے گی ہمارے لئے قابل قدر ہو گی۔ آپ کی معاونت سے تراجم قرآن کریم کا کام آسان ہو جائیگا اس کلام پاک کی مدح میں مجدد اعظم حضرت مرزا صاحبؑ نے جو عاشقانہ ترانہ لکھا تھا وہ درج ذیل ہے۔

جمال و حسن قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے، نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

حضرت صاحبؑ کے منظوم کلام "درّثمین" کا آغاز مندرجہ بالا مدح سے کیا گیا ہے۔ یہی اس کتاب کی اہمیت اور عظمت کا ثبوت ہے یہ کتاب کامل انسانیت کے آئین کا مجموعہ ہے۔

غارِ حرا کا تاریخی واقعہ قرآن کریم کے نزول کی تمہید تھا۔ حکم آیا۔ اقرأ۔ عرض کی کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تین بار اس حکم کو ایسا ہی دہرایا گیا۔ پھر ہدایت دی گئی "اقرأ باسم ربك الذي خلق" ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خود انسان کو یہ کلام سکھایا۔ روایت ہے کہ دوسری وحی الٰہی جو نازل ہوئی وہ یہ تھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس پر سورۃ فاتحہ کی بنیاد ہے۔ رحمان اور رحیم کی صفات انسان کی جسمانی اور روحانی زندگی کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ حضرت امیر مرحوم نے تفسیر میں یوں بیان فرمایا ہے۔

"اگر غور کیا جائے تو سامانوں کا مہیا ہونا اور پھر ان سامانوں کو کام میں لایا جانا تو اسی پر ابر کا مرتب ہونا سلسلہ نظامِ عالم ہے جس پر کل کاروبار کا دارومدار ہے۔ پس نظامِ جسمانی و نظام روحانی دونوں کا قیام انہی دو صفات سے ہے۔"

آئیے اسی آئینِ حیات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی اطلاع کل بنی نوع انسان تک پہنچا دیں۔ اس کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں تراجم کئے جاویں۔ اگر یہ نور آپ کو ملا ہے تو اسی نور کی شعاعوں سے ہر بشر کے قلب کو منور کر دیں۔ اگر یہ حق ہے، تو اس حق کو اپنے تک محدود نہ رکھئے۔ اگر یہ چشمۂ صفٰی ہے تو اس چشمہ سے ہر انسان کو سیراب کیجئے۔ اگر اس کی ہر بات اور ہر وصف یکتا ہے تو دنیا کی ہر قوم کو اس نسخۂ کیمیا سے استفادہ کے لئے مواقع فراہم کیجئے تاکہ ہماری جماعت مورد الزام نہ ہو، حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

میرے دوستو! آپ کی ذرہ بھر سعی سے یہ نور ہر انسان کے قلب کو منور کر سکتا ہے۔ حق کی آواز جہاں پہنچے گی، متلاشیانِ حق اسے اپنا لیں گے۔ شفاف چشمہ جو بھی دیکھ لے گا وہ وہاں سے روحانی پانی حاصل کرنے کی تمنا کرے گا۔ ان عظیم الشان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے حضرت مجدد زمانؑ نے جماعت کی بنیاد ڈالی تھی۔ آیئے مل جل کر اس دینی فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں۔

بستی دارالسلام کے بارہ میں کسی آئندہ اشاعت میں عرض کروں گا۔ یہاں مجھے ان احباب کا شکریہ ادا کرنا ہے، جنہوں نے امسال جلسۂ سالانہ پر رضاکارانہ خدمات سرانجام دیں۔ تمام منتظمین جلسہ نے اخلاص اور قومی جذبہ سے مہمان بھائیوں اور بہنوں کا خیر مقدم کیا۔ رہائش کا انتظام، خورد و نوش کا وقت پر فراہم کرنا قابل قدر ہے۔ بحیثیت صدر جلسہ کمیٹی ان تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں، خاص طور پر چوہدری فضل حق صاحب کا جو جلسہ کے مہتمم تھے، اور ڈاکٹر مبارک احمد و ڈاکٹر وحید احمد کا جنہوں نے اپنا کاروبار معطل کر کے جانفشانی سے فرائض انجام دیئے۔ نیز ہر ایک کارکن جس نے انتظام میں حصہ لیا شکریہ کا مستحق ہے۔ ہر فرد کے اسم گرامی کا درج کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ خواجہ نصیر اللہ صاحب راولپنڈی سے اسی خدمت کے لئے شوق سے آئے اور دن رات مہمانوں کی سہولت میں کوشاں رہے۔ میرا روئے سخن انکی اور ہر کارکن اور منتظم کی طرف ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں نے بھی بے مثال نمونہ دکھایا۔ کوئی شکوہ شکایت سننے میں نہ آیا۔ مجھے یاد ہے۔ جب[۵۹]

---

[۵۹] عاشقانِ خدا و رسولؐ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ جاتے ہیں، تو بعض لوگ اضطراب میں ہوتے ہیں، اس وقت معلم صاحب کہتے ہیں کہ آپ خدا کے مہمان ہیں۔ پھر تمام تکالیف اور مشکلات آرام اور آسانی میں بدل سا

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۱ر فروری ۱۹۷۳ء

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ـ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ـ (بنی اسرائیل)

تجھ سے رُوح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں، کہہ دو رُوح میرے ربّ کے حکم سے ہے مگر تمہیں اس بارہ میں کم علم دیا گیا ہے۔

انسان کی دیگر مخلوق پر برتری و فوقیت اس کی عقل و علم کے باعث ہی ہے، قوانینِ فطرت کی دریافت، تسخیرِ کائنات اور مادی تہذیب کا ارتقاء، سب علم میں ترقی پر ہی موقوف ہے۔ نیز عقلِ سلیم و علمِ صحیح کے ذریعہ ہی انسان خدا کی سچی شناخت اور اخلاقِ فاضلہ کی تکمیل کر سکتا ہے۔ مگر عقل خود اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ اس کا دائرۂ عمل محدود ہے ہمارا روز مرّہ کا تجربہ ہے کہ ناقص عقل یا علم کی غلط استعمالی سے ہم کس قدر نقصان اٹھاتے ہیں۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں سائنس کے بنیادی نظریات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں صریح تضاد انسانی علم و سائنس کے عجز و نقص کی نمایاں مثال پیش کرتے ہیں، جس کا نہایت مختصر بیان یہ ہے کہ انیسویں صدی کی سائنس نے مادہ کو ازلی ابدی، غیر فانی اور حرکی قوت کا سرچشمہ تسلیم کیا تھا۔ یہ نظریہ گذشتہ صدی میں ایسا ہی بدیہی معلوم ہوتا تھا جیسا کسی زمانہ میں زمین کا ساکن ہونے اور سورج کا اس کے گرد گھومنے کا نظریہ ثابت شدہ حقیقت نظر آتی تھی۔ لیکن بیسویں صدی کی سائنس کے نزدیک تخلیق عالم کا یہ نظریہ قطعی غلط اور متروک ہو چکا ہے۔ مادہ کی تبدیلی، فنا پذیری اور اس کے حرکی قوت کا منبع نہ ہونے پر آج کی ایٹمی و جوہری سائنس کا اتفاق و یقین ہو چکا ہے، حتیٰ کہ مادہ اور توانائی ایک دوسرے کے متبادل جوہر تسلیم کر لئے جا چکے ہیں بعض عناصر ایسے بھی دریافت ہو چکے ہیں مثلاً یورینیم و ریڈیم وغیرہ جن کے ایٹم ہر آن ذرّات بجلی، حرارت اور تابکاری شعاعوں میں تبدیل ہو کر مائل بہ فنا ہوتے رہتے ہیں۔ ایٹمی سائنس نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مختلف عناصر ۔ ۔ ۔ کی مختلف صفات کا اصل سبب اور سرچشمۂ قوت اس میں مخفی ذرّات بجلی ہیں نہ کہ خود مادہ کا وجود۔ چنانچہ ایٹم بم کی ایجاد نے مادہ کی فنا پذیری اور توانائی میں تبدیل ہو جانے کو ہمارے سامنے ایک حقیقت بنا کر پیش کر دیا ہے۔

دین نے تخلیقِ عالم کا کیا نظریہ پیش کیا۔

دین و مذہب نے ابتداء سے ہی تخلیق کائنات کے عارضی اور فنا پذیری کا علم صحیح یقینی و قطعی انسان کو عطا کیا تھا۔ ناقص و ادھوری سائنس اور نا پختہ علم نے پہلے اس دینی نظریہ کی صحت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، لیکن مزید تحقیق و تفتیش اور کامل دریافت سے دینی نظریہ کی تصدیق ہو گئی۔ اسی کی مثل یہ سائنسی نظریہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ تخلیقِ عالم ایک حادثہ کے طور پر ہے، جو کسی طرح وجود و ہستی میں آ گیا، تازہ ترین سائنسی انکشاف کے نزدیک غلط و گمراہ کن ہے۔ اب خود موجدانِ سائنس و علم اس امر کے قائل ہو رہے ہیں کہ تخلیقِ کائنات اور نظامِ عالم خود بخود وجود میں نہیں آئے بلکہ کسی باشعور اور بالارادہ ہستی کے کُن فیکون کے قانون سے ظہور پذیر ہوئے اور اسکی منشاء و ارادہ کے ماتحت چل رہے ہیں۔ چنانچہ سر جیمز جینز اپنی کتاب "دی میسٹیریس یونیورس" میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آج سے پچاس برس قبل ہم نے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ کائنات کی حقیقت محض میکانکی قسم کی ۔ ۔ ۔ ۔ ہے۔ اس خیال کے تحت زندگی ایک حادثہ کے تحت وجود میں آ گئی ہے لیکن **آج برخلاف** اس کے سائنسی دنیا کا اس امر پر اتفاق ہو رہا ہے کہ حقیقتِ عالم غیر میکانکی ہے۔ **بجائے ایک مشین کے کائنات ایک ارادہ کے ماتحت تخلیق کی گئی ہے** ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مادی دنیا میں رُوح MIND ایک حادثہ معلوم نہیں دیتی بلکہ اب ہمارا خیال اس طرف جا رہا ہے کہ **کائنات** (مادی عالم) میں رُوح (MIND) **تخلیق** ۔ ۔ ۔ کہ یہ خالص خیال و ارادہ کے باعث ہے" (ص۱۴)

"مگر خیال یا نظریہ بغیر روح (MIND) کے موجود نہیں رہ سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ **اس قسم** کی توجیہہ سے برکلے نے یہ کہا کہ **ایک اعلےٰ ہستی کا وجود ضروری ہے جس کے خیال و ارادہ** میں جملہ اشیاء موجود ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ **سائنس موجودہ اسی نظریہ کی طرف رہنمائی کرتی** ہے اگرچہ ایک مختلف راہ سے"

"تمام اجسام کا جن پر اس دنیا کی بناء ہے **بلا روح کوئی وجود نہیں ہو سکتا۔**"

جب مادہ کی تحقیق کے بارہ میں انسانی علم و عقل کے عجز کا یہ حال ہے جو بیان ہوا، **حالانکہ** حواس خمسہ کا مشاہدہ و تجربہ بھی اس کے شاملِ حال ہے تو **ما وراء الطبیعات عالموں میں** انسان کے علم و عقل کی بیچارگی قیاس کی جا سکتی ہے۔ عالمِ معاد کے حقائق اور انسان کے اپنے نفس کی باطنی کیفیات، غیر مادی ہونے کے باعث **اس کے ظاہری حواس کے** مشاہدہ و تجربہ سے باہر بالاتر امور ہیں۔ **ان عالموں کا حقیقی و قطعی علم انسانی قلب پر** واردات کا نتیجہ ہے جس کے لئے **باطنی حواس کی حاجت ہے۔**

باطنی نفس کا صحیح تجزیہ اور تسخیرِ باطن کا تجربہ

بیرونی مادی ماحول کا صحیح تجزیہ نسبتاً آسان کام اور **اخذ شدہ امور کا مبنی بر صحت** ہونا عند العقل مسلّم ہیں کیونکہ ایسے تجزیہ اور **اخذ نتائج میں انسان کے اپنے نفس کا دخل** کم ہوتا ہے۔ حواسِ خمسہ نیز **مشاہدہ و تجربہ میں انسان کے اندرونی جذبات و نیّات کو** دخل نہیں اس لئے اس طریق کار کو DEDUCTIVE LOGIC اور ان دریافتوں کو بیرونی حقیقت یا OBJECTIVE REALITY **سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مگر** اس کے برخلاف انسانی نفس کا تجزیہ **ایک باطنی کیفیت ہے جسے SUBJECTIVE PROCESS** کہا جاتا ہے۔ ایسے باطنی تجزیہ میں **انسان کے اپنے ذاتی خیالات و جذبات** اس کی نیّات و خواہشات کا دخل زیادہ ہوتا ہے۔ **اس لئے اس کو چہ میں نہ تو ایک انسان** کی تحقیق کا دوسرے سے متفق ہونا ممکن ہے **نہ ہی وہ مشاہدہ و تجربہ کی رُو سے دوسرے** کو قائل کرا سکنے پر قادر ہے ع **تو یک قطرہ داری ز عقل و خرد ـ مگر قدرتش بحرِ بے حد و عد** ـ باطنی احساسات و جذبات میں تفاوت کی وجہ **سے مختلف انسانوں کا نفسی مطالعہ و تجزیہ** ایک ہی نتیجہ پر متفق نہیں ہو سکتا۔

صرف یہی ایک مشکل نہیں کہ باطن کا علمِ صحیح **حاصل ہونا مشکل ہے بلکہ محض علم** کے ذریعہ باطنی تسخیر ممکن نہیں۔ جس طرح **مادی علوم اور دریافت قانون، اصل نصب العین** نہیں بلکہ اصل مقصد تسخیر کائنات و ایجادات (TECHNOLOGY) **ہے اسی طرح صرف** باطن کا علم مقصود نہیں بلکہ حقیقی منشاء تسخیر باطن ہے۔ **تسخیر باطن کے لئے علمِ صحیح کے علاوہ** نتائج اعمال پر حتمی یقین کا ہونا ضروری ہے **مگر ایسا یقین عقل و قیاس پیدا کر سکنے سے عاجز و** قاصر ہیں اس کے لئے ایمان کی حاجت لازم پڑی ہے، **کیونکہ انسان کی محدود عقل اعمال** کے نتائج پر حتمی یقین پیدا کرنے سے عاجز ہے کہ **وہ لامحدود ہیں۔ ایسے یقین کے لئے** جو جذباتِ حیوانیہ پر کنٹرول پیدا کر سکے **ایک ہستی کے وجود پر ایمان لانا ۔ ۔ لازم** ۔ ۔ ۔ ۔ ہے جو عالم الغیب ہونے کے علاوہ **اعمال کے نتائج پیدا کرنے پر قادر و توانا ہو۔**

عقلیت و مادیت کے درخت کے پھل

اگر کسی کو مذکورہ بالا بحث کے نتائج سے پھر بھی اتفاق نہ ہو تو اس کے لئے یہ حقیقت زندہ موجود ہے کہ موجودہ تہذیب کا **ارتقاء عقلیت و مادیت پر قائم ہے** پس اگر ایسے کمال سے انسانی مصائب و آلام سے **نجات ممکن ہوتی تو لازم تھا کہ** جبکہ ان میدانوں میں ایسے عروج و کمال انسان نے **حاصل کر لئے تو پھر باوجود اس کے** وہ معاشی و معاشرتی فلاح سے کیوں ہمکنار نہ **ہو سکا؟ بلکہ برعکس اس کے انسان بربادی و** تباہی کے قریب کیوں آ گیا؟ **انسان کا مادی و عقلی میدانوں میں حصولِ کمال** مگر باہمی تمدن و معاشرت میں ایسی نمایاں ناکامی و انتشار کیا اس امر پر قطعی ثبوت نہیں کہ **محض انسانی علم و عقل میں ترقی، انسان کو امن و سا**[illegible]

اخبار و افکار

مسلمان کی تعریف

کراچی کے ہفت روزہ اخبار جہاں ۱۴ فروری میں ۳ سوال — مسلمان کی تعریف کیا ہے — کے جواب میں درج ہے کہ:-

"جس کے یہ چھ عقائد ہوں، وہ مسلمان ہے ۱۔ اللہ کی ذات و صفات پر ایمان ۲۔ اللہ کے تمام رسولوں پر ۳۔ تمام فرشتوں پر ۴۔ اللہ کی تمام کتابوں اور صحیفوں پر جو نازل ہوئے جیسے وہ نازل ہوئے تھے ۵۔ دوبارہ قیامت میں زندہ ہونے پر ۶۔ اور تقدیر پر ایمان قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ رسولؐ ایمان لا چکے ہیں اس پر جو ان کے ربّ کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا ہے اور مؤمنین بھی ایمان لائے اللہ پر اور ان کے سب فرشتوں پر اور سب کتابوں اور سب رسولوں پر کہتے ہیں کہ ہم رسولوں میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے (سب پر ایمان لاتے ہیں کسی سے منکر نہیں)

نوٹ: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس پر ایمان ضروری ہے۔"

— ہم اس پر صرف یہ اضافہ چاہتے ہیں کہ حضور صلعم کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آئے گا۔

مسلمان، مسلمان کا دشمن!

اس ہفتے ... عراقی سفارت خانہ سے بھاری مقدار میں اسلحہ کی برآمدگی سے یہ حقیقت ثابت ہو گئی ہے کہ غیر ممالک سے اسلحہ دھڑا دھڑ سمگل ہو کر ملک و ملت دشمن عناصر میں تقسیم ہو رہا ہے تاکہ پاکستان کے مزید حصے بخرے کر دیئے جائیں گے۔ یہ اور اسی قسم کی دوسری ملک دشمن سرگرمیاں ۲۵ سال سے کسی نہ کسی رنگ میں جاری ہیں۔ اور ان پر پاکستان میں ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں بڑے منظم طریق سے عمل درآمد ہو رہا ہے لیکن دشمن کی پاکستان میں واضح اور بظاہر بدعملیاں تیز تر ہیں، اس لئے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا اور اس کی غرض یہ تھی کہ اس میں اسلامی نظریۂ معاشرت و مملکت کی ترویج ہو گی جو دوسری اسلامی مملکتوں کے لئے ایک نمونہ کا کام دے گی۔ لیکن اسلام دشمن طاقتوں کو یہ امر قطعاً پسند نہیں، اس لئے انہوں نے اپنے ہر طاغوتی فکر اور دجالی حربہ کو اسلام کے اس قلعے اور پناہ گاہ کو کمزور اور بالآخر ختم کرنے کے لئے داؤ پر لگا رکھا ہے۔ یہ دشمن ہر بھیس میں سامنے آ رہا ہے، اور پاکستان کے بہی خواہ اور بدخواہ دونوں سے کام لے رہا ہے۔ دشمن نے بڑے تجربے سے یہ حقیقت سمجھ لی ہے کہ مسلم کی تباہی غیر مسلم نہیں بلکہ مسلم ہی کر سکتا ہے چنانچہ عراقی سفارت خانہ سے اسلحہ کی برآمدگی کا افسوسناک واقعہ اس تصویر کا ایک رُخ ہے۔ اس واقعہ سے ہر پاکستانی مسلمان کو شدید صدمہ اور حیرت ہوئی ہے۔

عالم اسلام کو اس وقت اتحاد اور تعاون کی سخت ضرورت ہے۔ عراقی ہمارے بھائی ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ وہ عربوں کے ہمدرد ملک پاکستان کا ساتھ دیں گے۔

بلا تبصرہ

جماعت اسلامی کے ہفت روزہ ایشیا مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء میں سید صدیق الحسن گیلانی کا مضمون — پنجاب کے مسائل — کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس کے آخر میں آپ لکھتے ہیں:-

"احمدیوں کے لاہوری گروہ کی طرف سے قادیانیوں کے ان پنجاب دشمن (پاکستان دشمن) عزائم کی وقتاً فوقتاً نشاندہی کی جاتی رہی ہے، لیکن بدقسمتی سے عام لوگ چونکہ دونوں گروہوں کو ایک ہی سمجھ لیتے ہیں، اس لئے زیادہ نوٹس نہیں لیتے، حالانکہ لاہوری گروہ کی حب الوطنی پر اسی طرح کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا، جس طرح قادیانی گروہ کی وفاداری پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

"کسرِ صلیب"

جماعت کے محترم بزرگ الحاج میاں ممتاز احمد فاروقی زاد لطفہ اپنی بلند پایہ تحریرات کے لحاظ سے جماعت میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، آپ کی تازہ تصنیف "کسرِ صلیب" ہمارے سامنے ہے، آپ نے اس مختصر مگر جامع کتاب میں کفارہ و الوہیتِ مسیح کے کفن میں آخری کیل ٹھونک دی ہے۔

پرستارانِ مسیحیت نے مصلوبیتِ مسیح کے گرد کج فہمی اور شرک کا جو جال پھیلایا تھا، اس نے عصرِ حاضر میں تذلیل ..... انسانیت کی بھیانک صورت اختیار کر رکھی تھی، لیکن کارکنانِ قضا و قدر غافل نہ تھے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے نقارہ کے باطل مسیحی عقیدہ کی بیخ کنی کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود بنا کر بھیجا تاکہ آپ مصلوبیتِ مسیحؑ کے عقیدہ کا ابطال کر کے اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی یکسر الصلیب (کہ مسیح موعود صلیب توڑ دیگا) کو پورا کریں، پس آپ نے تاریخ عالم میں پہلی بار ثابت کیا کہ جناب مسیح ناصری صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے ... بلکہ زندہ اتار لئے گئے تھے، اور زخم مندمل ہونے کے بعد بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی اسور ہوکر نئے ایران، افغانستان اور برصغیر میں تشریف لائے اور ۱۲۰ سال کی عمر میں کشمیر میں فوت ہوئے۔ اس سلسلہ میں آپؑ نے ایک تحقیقی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے عنوان سے لکھی، آپ کی وفات کے بعد آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کی جماعت نے تحقیق کا کام جاری رکھا، حتیٰ کہ آپ کے فدائی .... خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم نے سات سال کی سیاحت، مطالعہ اور کاوش کے بعد ایک کتاب — "JESUS IN HEAVEN ON EARTH" لکھ کر عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ لیکن خدا نے "مسیحیت کے تابوت میں ایک آخری کیل ٹھونکنے کا ارادہ کیا تھا، چنانچہ وہ کفن دریافت ہو گیا جس میں مسیحؑ کو مصلوبیت کے بعد لپیٹا گیا تھا، جرمن سائنسدانوں نے اس پر کام کیا اور اس کفن سے وہ نقوش ابھار لئے جو مسیحؑ کے جسم سے کپڑے پر منتقل ہو گئے تھے۔ اور ثابت کیا کہ کفن میں لپیٹے جانے کے وقت جناب مسیحؑ زندہ تھے۔

محترم فاروقی صاحب نے ان تمام تحقیقات کو یکجا کر کے کوزے میں دریا بند کر دیا ہے، اس کتاب میں حضرت مسیحؑ کی زندگی کے حالات آپ کے مشن، صلیب سے زندہ اتارا جانے، بنی اسرائیل کی تلاش میں کشمیر آنے اور اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات کا موازنہ نہایت حسین، مؤثر اور تحقیقی انداز میں کیا ... ہے۔ ساتھ ہی آپ نے مسیحؑ کے حواریوں کے متعلق قیمتی معلومات بہم پہنچا کر تاریخ کے گمشدہ پہلوؤں سے پردہ اٹھایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کفن پر مرتسم فوٹو شامل کر کے ہر قسم کے شک و شبہ کا ازالہ کر دیا ہے۔ پھر کتاب کی ابتدا سے انتہا تک جہاں ہر رائے کو تاریخی شواہد سے مستحکم کیا ہے اور ایسے گوشوں کو نمایاں کیا ہے جو صدیوں سے گمنامی کا شکار تھے وہاں زبان اس قدر شستہ، سلیس، بے عیب اور پیاری ہے کہ بڑے سے بڑا مخالف بھی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ فاروقی صاحب موصوف کا یہ کارنامہ حضرت امام زمانؑ اور آپ کی جماعت احمدیہ لاہور کی عظیم کامیابی پر دلالت کرتا ہے اور اس قابل ہے کہ نہ صرف اُردو میں اس کی بکثرت اشاعت کی جائے بلکہ دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں اس کے تراجم کروا کر اقصائے عالم میں پھیلایا جائے اور ہم توقع کرتے ہیں کہ مصنف موصوف خود اسے انگریزی میں شائع کرنے کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ یہ کتاب ٹائٹل، کاغذ، طباعت اور جاذبیت کے لحاظ سے ہر صاحب علم و تحقیق کے ہاتھ میں ہونے کی مستحق ہے۔ ان تمام اوصاف کے باوجود یہ دار الکتب اسلامیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور سے صرف -/3 روپے میں مل سکتی ہے۔

یہ کائنات اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے ماتحت کام کر رہی ہے

توحید الٰہی کی تعلیم کا مقصد اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بننا اور مخلوق الٰہی کی خیر خواہی چاہتا ہے۔

خطبۂ جمعہ۔ مورخہ ۹ فروری ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وقال اللہ لا تتخذوا الٰھین اثنین انما ھو الٰہ واحد فایای فارھبون۔ ولہ ما فی السمٰوات والارض ولہ الدین واصبًا۔ افغیر اللہ تتقون ۔۔۔ فسوف تعلمون۔ (۱۶: ۵۱ تا ۵۵)

فرمایا زمین و آسمان اللہ تعالےٰ کی تخلیق ہیں، یہ سیارے اور یہ فضاء وخلاء تمام اللہ تعالےٰ کی تخلیق ہے اور زمین اور اس میں کی تمام اشیاء بھی خدا کی تخلیق ہیں۔ زمین کی نسبت سمندر تین گنا بڑا ہے، سمندر کی مخلوق بھی خدا کی تخلیق کردہ ہے، فرمایا ولہ الدین واصبًا۔ کائنات میں فرمانبرداری بھی صرف اسی کی ہے۔ آسمان پر جس قدر سیارے وغیرہ ہیں وہ سب اس کے حکم کے ماتحت چل رہے ہیں۔ حیوانات اور دوسری مخلوق اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ قوانین کے ماتحت کام کر رہی ہے۔ نباتات بھی قوانین کے ماتحت ہیں، حیوانات اور نباتات کا مطالعہ کرنے والوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ بعض لوگوں نے ان سیارگان کی تحقیق و تدقیق کی ہے اور اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ بعض نے انسانی دماغ اور سائیکالوجی پر کتابیں تصنیف کی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ تمام عالم کائنات اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ قوانین کے ماتحت کام کر رہا ہے ولہ الدین واصبًا تمام مخلوق قوانین الٰہی کی فرمانبرداری کر رہی ہے دین کے معنی فرمانبرداری ہے، فرمایا افغیر اللہ تتقون۔ جب تمہارا مشاہدہ ہے کہ یہ مخلوق خدا کی فرمانبرداری کرنے میں مصروف ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کے بغیر کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے۔ پھر سا تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو حالانکہ ہر چیز کا خالق خدا ہے، جو خالق نہیں وہ حکمران نہیں ہو سکتا، الا یعلم من خلق بھلا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا ہے، وہ خبیر ہے اور لطیف ہے، وہ لطیف در لطیف چیز کو جانتا ہے، اس عظیم الشان بادشاہ کو چھوڑ کر تم کس طرح کسی بُت، قبر اور کسی انسان کی پرستش کرتے ہو، جس قدر مخلوق پرست انسان ہیں وہ قبروں سے ڈرتے رہتے ہیں، مزید فرمایا وما بکم من نعمۃ فمن اللہ، جو بھی نعمت تمہیں حاصل ہے وہ جناب الٰہی کی طرف سے ہی تمہیں حاصل ہے، تمہارا رزق، تمہاری اولاد اور سب کچھ خدا ہی کی عطا کردہ ہے۔ بعض لوگ دولت مند اور تندرست ہوتے ہیں لیکن ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ وہ علاج معالجہ پر روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولاد کا ملنا اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہے اور اسی کا عطیہ ہے۔ جب کسی کے ہاں اولاد پیدا ہوتی ہے تو شادیانے بجتے ہیں، رشتہ داروں اور غرباء کو لباس پہنائے جاتے ہیں اور بڑی خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ تخلیق ہمارے ہاتھ میں ہے، یہ ہماری عطا کردہ نعمت ہے، اس نعمت کی قدر کرنا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بننا چاہیئے جو شخص فرمانبرداری چھوڑتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

اس میں اللہ تعالےٰ نے توحید الٰہی پر زور دیا ہے کہ انسان دوسرے معبودان باطل اور غلط رجحانات کو چھوڑ کر خدا کا شکر گذار بندہ بنے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنے والا ہو۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا الخلق عیال اللہ، یہ ساری کی ساری مخلوق اللہ تعالےٰ کا عیال ہے، اگر اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

فرمایا ثم اذا مسکم الضر فالیہ تجئرون۔ جب تمہیں کسی قسم کی مصیبت پہنچتی ہے تو تم خدا کے آگے بلبلانے لگتے ہو۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ مصیبت کے وقت اس کو خدا یاد آتا ہے اس وقت دہائی دیتے ہو، غرباء کو کھانا کھلاتے ہو، خیرات کرتے اور نوافل ادا کرتے ہو۔

یہاں دونوں باتوں کا ذکر کیا ہے، ایک تو تکلیف کے وقت جناب الٰہی کی یاد اور دوسرے اللہ تعالےٰ کے احسان کے آگے سر جھکانا۔ اللہ تعالےٰ کے احسانات بے انتہاء ہیں، ان احسانات کو دیکھ کر اس کا شکر گذار بندہ بننا چاہیئے۔ فرمایا ثم اذا کشف الضر عنکم اذا فریق منکم بربھم یشرکون۔ جب اللہ تعالےٰ تم سے وہ تکلیف دُور کر دیتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شریک بنا لیتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص کے تعویذ سے ہمیں صحت ملی ہے۔ گویا یہ تکلیف کا دُور ہونا وغیرہ کیا اس لئے تھا کہ وہ انسان مشرک بن جائے۔ غرض اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ انسان توحید الٰہی کا قائل ہو جائے، خوشی وغمی کے موقعہ پر اس سے ڈر کر زندگی بسر کرے، فرمایا لیکفروا بما اٰتینٰھم، فتمتعوا فسوف تعلمون۔ ایسے لوگ جو اللہ تعالےٰ کو بھلا دیتے اور غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے، اس کی ناشکری کرتے ہیں، وہ دنیا کی چیزیں کھا پی کر آگے چل کر اپنا انجام جان لیں گے۔ اس وقت خدا کے سوا اور کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا، اور آنکھیں کھُل جائیں گی اور پتہ چل جائے گا کہ خدا کے بجائے کوئی پیر یا فقیر کام نہیں آسکتا۔ جو کچھ بھی انسان کو دولت، باغ، کوٹھیاں سواریاں، اولاد اور صحت و تندرستی حاصل ہے وہ سب کچھ خُدا کی عطا کردہ ہیں، بعض وقت بعض لوگ خیال کر بیٹھتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں حاصل ہے وہ فلاں پیر، فلاں قبر اور فلاں بزرگ کی وجہ سے ہے۔ اس کے اندر انسان کی طبیعت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہ ذرا ذرا بات پر پیروں اور قبروں سے حاجت براری کے لئے دوڑتے ہیں کئی ایک جگہ ہیں جہاں مزاروں پر دن رات جمگھٹا لگا رہتا ہے، لاہور میں اور ڈیرہ غازی خاں کے علاقہ میں اور بعض دوسرے مقامات پر لوگ بزرگوں کی قبروں پر جاکر اپنی حاجت براری کے لئے استدعا کرتے ہیں۔

وہ قوم جس کو اللہ تعالےٰ نے توحید کا سبق دیا تھا، جس کی تربیت حضرت نبی کریمؐ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے کی تھی، آج اس قوم کا ایک حصہ پورے طور پر توحید الٰہی پر قائم نہیں ہے، وہ قبر پرست اور انسان پرست بن گئی ہے۔

یہاں پر خدا تعالےٰ نے انسان کی طبیعت کا نقشہ . . . . . کھینچا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اس سے فائدہ اُٹھائیں، اور ہماری ساری کی ساری توجہ جناب الٰہی کی طرف ہو ہم اس کی ہی عبادت اور اس کی ہی فرمانبرداری کریں، حضور صلعم کا اسوۂ حسنہ اپنے سامنے رکھیں، اور آپؐ نے جو قوم تیار کی، اس کی مثال اپنے سامنے رکھیں۔ ہمارے پاس بزرگوں کی تاریخ ہے اور ان کے نمونے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمان صحیح راستہ سے بھٹک جائیں تو افسوس کی بات ہے۔

اخبار احمدیہ۔ بسلسلہ صفحہ اوّل

بیگم صاحبہ عزیز احمد کے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ ان کو کامل صحت عطا فرمائے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔

وفات

(۱) ۹ فروری کو لاہور جماعت کے ایک محترم رکن جناب قمر الٰہی وفات پاگئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم مولوی خدا بخش صاحب مرحوم کے فرزند رشید تھے، باپ بیٹا دونوں نہایت مخلص اور نہایت نیک تھے۔ حضرت امیر قوم اور دیگر احباب نے ان کی تدفین میں شرکت کی اور دعائے مغفرت فرمائی۔ مرحوم کے گھر کا پتہ:۔

۸/۵۔ شاد باغ ۔ لاہور

(۲) میاں بشیر احمد شیخ مرحوم ملزاوزرخانپور (پسر شیخ محمد اسمٰعیل صاحبؒ) کی اہلیہ محترمہ (دختر شیخ میاں محمد صاحبؒ لائلپوری) وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بڑی دیندار اور ہمدرد خاتون تھیں۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

آپ کے خطوط

پیشگوئی مصلح موعود اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

[illegible] تحریرات ثابت نہیں ۔۔۔۔ میں خود صاحب قطعاً اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہیں۔ ان کی جماعت کا ان کو مصلح موعود قرار دینا ایک خطرناک بہتان اور افتراء ہے۔ خود ان کی جماعت کے فہمیدہ اصحاب اب اقرار کرتے ہیں کہ ان کو جو آخری زندگی میں سخت گرفت ہوئی تھی وہ اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے خدا تعالےٰ پر ایک عظیم افتراء کیا تھا، جس کی گرفت میں پکڑے گئے تھے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الحمد للہ احباب نے اس تقریر کو بے حد پسند کیا تھا۔ میں اس کو اشاعت کے لئے لکھ رہا ہوں۔ بعض دوستوں کی طرف سے زبانی اور تحریری مفید باتیں میرے نوٹس میں لائی گئی ہیں۔ کہ یہ تو درست ہے کہ میاں محمود احمد صاحب اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہیں۔ اس میں ہم سب اتفاق کرتے ہیں ؟ لیکن اب اس کا کب وقوع ہوگا۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی روشنی میں اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور تحریرات کو بعض دوسرے متعلقہ واقعات کی روشنی میں حل کرنا چاہیئے۔ یہ لکھنے والے جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت ربوہ کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں۔

محترم انور حسن صاحب آف ساہیوال کا ایک تفصیلی مکتوب مجھے اس سلسلہ میں آج ہی ملا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

اب میرا ارادہ ہے کہ سارے کوائف جمع کر کے تفصیلی طور پر اس پر قلم اٹھایا جائے۔

یہ سطور میں نے اس غرض سے لکھی ہیں کہ اگر کوئی دوست کسی بات کی وضاحت چاہتا ہو یا ان کو ۔۔۔ کوئی ایسا حوالہ معلوم ہو جو اس مسئلہ پر روشنی ڈالتا ہو تو مجھے اطلاع دیکر ممنون فرماویں، تاکہ ان کو بھی مدِنظر رکھا جاوے۔ کوشش یہ ہوگی کہ یہ رسالہ اس موضوع پر اپنی ذات میں ایک حد تک مکمل ہو، وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام کراچی)

راولپنڈی و گجرات میں تبلیغی سرگرمیاں۔

[illegible]

ان کو مناسب رنگ میں سلسلہ کے متعلق معلومات بہم پہنچائی گئیں ایک ربوائی دوست برادرم مرزا محمد لطیف صاحب سے کہنے لگے اصل میں جلسہ تو آپ لوگوں کا ہی ہے ہمارا جلسہ تو اب ایک میلہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

۲ - ایک ربوائی دوست جو مولوی فاضل بھی ہیں کہنے لگے کہ اگر میں آپ لوگوں کی تقاریر نہ سنتا تو اندھیرے ہی میں رہتا۔ اب تو میری آنکھیں کھل گئی ہیں اور مجھے اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ ہمارے ارباب حل وعقد آپ کے بارے میں کتنا غلط پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

۳ - راولپنڈی میں مقیم چار دوست ربوہ کے جلسہ سے فراغت کے بعد ہم سے ملنے آئے ان سے ۲½ گھنٹے نہایت کامیاب گفتگو ہوئی اور تقریباً سبھی اختلافی مسائل زیر بحث آئے۔ ان سے برادرم مرزا محمد لطیف صاحب نے دریافت کیا کہ عقیدت کی چار دیواری سے ذرا باہر ہو کر دیانتداری سے بتائیں کہ آپ کے جلسہ میں سب سے اچھی تقریر کس کی تھی تو انہوں نے ایک مولوی صاحب کا نام لیا ہم عمداً اس نام کا اظہار نہیں کر رہے تاکہیں وہ بیچارے مرزا رفیع احمد کی طرح معتوب نہ ہو جائیں اور سب سے پھسپھسی اور بے ربط تقریر وہ تھی جس کا ہمیں پہلے سے ہی تصور تھا۔ ہم نے ان کو اپنے جلسہ کی مختصر روئداد سنائی اس پر انہوں نے ہمیں راولپنڈی آنے کی دعوت دی، چنانچہ ہم دونوں بھائی ۱۱ ۱/۷۳ کو ان کے پاس راولپنڈی گئے۔

رات ۹½ بجے سے ۲¾ بجے تک نہایت دوستانہ ماحول میں تبادلہ خیالات ہوتا رہا اور انہوں نے ہماری بہت سی باتیں تسلیم کرلیں اب وہ ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

۱۲ ۱/۷۳ کو مسجد مبارک میں برادرم مرزا محمد لطیف نے خطبہ جمعہ دیا اور نہایت عمدہ پیرائے میں آیت یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ الخ کی روشنی میں اپنے فرائض کی ادائیگی، کامل فرمانبرداری کی برکات، تبلیغ کی اہمیت نیز حضرت مجدد زمانؑ کی روح پرور تحریرات [illegible]

۱۲½ بجے تک تین ربوائی دوستوں سے نہایت کامیاب گفتگو ہوئی جس میں ان کے لئے خلیفہ صاحب کے عقائد کا پوداپن اور ان کا مختلف مواقع پر نت نئے طریقے پر قلابازیاں کھانا خاص دلچسپی کا موضوع بنا رہا۔

۱۳ ۱/۷۳ - انفرادی طور پر مختلف دوستوں سے ان کی قیام گاہوں پر ملاقات کی۔ ایک غالی ربوائی سے کوئی دو گھنٹے تک نشست ہوئی، انہوں نے بات تو کیا سننی تھی ان کے ساتھ ایک بڑے ذی فہم دوست تھے وہ ان کی باتوں کے کھوکھلاپن سے بہت محظوظ ہوئے۔

۱۴ ۱/۷۳ - گجرات میں ایک پروفیسر صاحب سے ملاقات کی جن کو بھائی صاحب نے پہلے سے اطلاع دی ہوئی تھی وہ عرصہ سے بھائی صاحب سے دوستانہ مراسم رکھتے ہیں، ان سے کوئی دو گھنٹے تک گفتگو ہوئی اب وہ انشاء اللہ لاہور میں آکر ملتے رہیں گے ان کے ایک عزیز مہمان بھی وہاں موجود تھے انہوں نے ہم سے جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت ربوہ کے اختلافات کے سلسلہ میں بعض باتیں دریافت کیں ان کو خاکسار نے تفصیلی طور پر تمام باتوں سے آگاہ کیا، وہ ہمارے عقائد کی صحت سے بہت متاثر ہوئے۔

گجرات کی سول انتظامیہ کے اعلےٰ افسر سے بھی ملاقات کی گئی۔ ان سے بھی کوئی ایک گھنٹہ تک گفتگو ہوئی۔ اپنی جماعت کے دوستوں سے انفرادی طور پر ملاقات کی گئی۔ یہ دورہ خدا تعالےٰ کے فضل سے بڑا کامیاب رہا۔

اس دورہ میں مکرم خواجہ نصیر اللہ صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ راولپنڈی مکرم خواجہ محمد عبداللہ صاحب۔ مکرم مولانا علی محمد صاحب اجمیری اور مکرم حکیم محمد حسین صاحب آف گجرات ہمارے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض دوستوں سے راولپنڈی اور گجرات میں ملاقاتیں ہوئیں جو خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہیں۔

مرزا سلیم اختر۔ مبلغ اسلام

آہ! ملک [illegible] مرحوم

بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنے گاؤں کے رئیس، معتمد اور قابل اعتبار شخصیت کے مالک تھے۔ احمدی ہونے کے باوجود علاقہ بھر کی افغان قوم انہیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھتی تھی۔ اور ہر معاملہ میں انہیں اپنا ثالث اور منصف مقرر کر کے اُن کے فیصلہ کی پابند رہتی تھی۔ وہ خوش مزاج، خوش بیان شیریں کلام اور مخلص و جوشیلے احمدی مجاہد تھے۔

خداوند کریم نے جونہی مجھے حضرت مجدد اعظمؑ کے سلسلہ میں شمولیت کی توفیق بخشی اس کے بعد جلد ہی بندہ برادرم مکرم محمد الرحمان خانصاحب کی معیت میں گورنمنٹ ٹریننگ سکول پشاور میں حصول ٹریننگ کے لئے چلا گیا۔ ٹریننگ سکول اسلامیہ کالج پشاور کے بالکل قریب ترین فاصلہ پر ان کا گاؤں سفید ڈھیری (سینہ واڑئی) واقع ہے، جہاں ہم ہر جمعہ مبارک کی نماز ادا کرنے جاتے۔ قبلہ ملک صاحب مرحوم کا عالمانہ خطبہ قلب و نظر پر عجیب کیفیت طاری کر دیتا۔ مرحوم دین اسلام کے جید عالم تھے۔ قرآن کریم کی ایک ایک آیت جو تلاوت فرماتے اس کے ساتھ ہی متعدد احادیث شریفہ سے استدلال فرماتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ علم قرآن و احادیث کے بحر بے کراں تھے۔ صحاح ستہ کی اکثر و بیشتر احادیث انہیں ازبر تھیں۔ اس عاجز کو اُن کے اسوۂ حسنہ سے قبول احمدیت میں استقامت و تقویت حاصل ہوئی۔ اس لئے ان کی ذات والا صفات سے مجھے بے حد محبت و عقیدت تھی۔ ان کے جوش ایمانی سے ان کی ذات والا صفات سے ان کی تمام افغان قوم و برادری احمدیت کی جان نثار جاں باز بن گئی تھی جس کو دیکھ کر میں حیران ہوتا تھا کہ خداوند قادر نے کس طرح اس قوم

(باقی بر صفحہ ۱۰ اشتہار کے نیچے)

غلام نبی مسلم

(صفحہ برائے شبان الاحمدیہ)

احمدی نوجوانوں سے خطاب

عالم انسان بربادی کے جس گڑھے کے کنارے کھڑا ہے، اس سے ہر فرد اور دنیا کی تمام چھوٹی بڑی اقوام مضطرب ہیں۔ امن کے نام پر ان کا ہر قدم بربادی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ مشرق و مغرب ایک سیل بے پناہ کی زد میں ہیں، اقوام عالم خدا کی راہ سے ہٹ کر ہوس دنیا کی جس منزل کی طرف رواں دواں ہیں، وہ نیک تمناؤں کے اظہار کے علی الرغم آہوں، آنسوؤں چیخوں سے عبارت ہے۔ انسان کے ہاتھوں سے انسانیت کی ردائے حیات تار تار ہو رہی ہے اور تاریکیوں کے سائے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

اس نازک دور میں میری نگاہیں بار بار احمدی نوجوانوں پر آ کر رک جاتی ہیں۔ اس لئے کہ ایک تو اس زمانے میں وہ امن و سلامتی کے اس شہزادہ ... سے وابستہ ہیں جو فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے جناب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل تھا اور احمدی نوجوانوں کا امام ہے جس کی تیز نگاہ نے عالم افکار میں زلزلہ بپا کر رکھا ہے۔ جس کی روشن ضمیری اور شمشیر قلم نے دشمن اسلام قوتوں کو پسپائی پر مجبور کر دیا ہے جس کی آمد کی بشارت سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل دی، جس سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ وابستہ ہے، جس کے دست مبارک پر ہم نے اللہ تعالےٰ سے عہد باندھ رکھا ہے کہ ہم دنیا کی ناراضگی سے بے نیاز ہو کر ہر حالت میں اس کے دین کو ہر بات پر مقدم رکھیں گے، اور جس کے دامن سے وابستہ ہو کر ہمیں وہ لذت ایمان نصیب ہوئی جو آپ کے وابستگان دامن کو محبت اسلام، خوش خلقی، ایثار، دیانت اور حسن نیت میں دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں۔

عزیزو! آج سے چودہ صدیاں پہلے دنیا ظہر الفساد فی البر والبحر کا نمونہ پیش کر رہی تھی، انسان خلافت الٰہی اور مجد و شرف کے اعلےٰ مقام سے گر کر ذلت و پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑا تھا۔ نوع بشر داخلی امتیازات اور اختلافات کے ہاتھوں خوار و زبوں تھی۔ استحصالی و استبدادی ابلیس کی ذریت اپنے خونیں پنجوں میں کمزور و ناتوان افراد و اقوام کو جکڑے ہوئے تھی۔ قوم، رنگ و نسل، قوت اور اقتدار کے عفریت کے ہاتھوں لوگوں کی جان و مال، اور آبرو خاک آلود تھی، کہ حضرت نبی اکرم صلعم کی بعثت کی نسیم سحری سے گلشن انسانیت میں بہار آ گئی۔ شرک کے گھروندے ٹوٹ گئے، صدیوں کے دشمن اخوت و محبت کے پرستار بن گئے، جبار و قاہر حکام کے محلات خاک بوس ہو گئے، اور دنیا عدل و انصاف کی خوشبو سے مہک اٹھی۔ سجمال کی کمر توڑ دی گئی اور غربت و مفلسی کو ختم کر دیا گیا۔ اور جہاں عوام آمروں کی مٹھی میں مضمحل تھے وہاں شورائیت اور جمہوریت نے بلند و پست کی تمیز ختم کر دی۔

لیکن انسان اور خود مسلمان کی بدقسمتی سے انسانیت ایک بار پھر گراوٹ کا شکار ہو گئی، اور آج وہ بھیانک تاریکی جو اسلام کی ابتداء میں چھائی ہوئی تھی، پہلے سے زیادہ ہزار گونہ مہلکات اور خطرات کو دامن میں لئے ہوئے ربع مسکون کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ بڑی اقوام چھوٹی اقوام کو اپنی گرفت میں لے چکی ہیں۔ انسان کا خون بے دریغ بہایا جاتا ہے۔ لاکھوں انسان ہر سال زبردست اقوام کی ہوس اقتدار کا شکار ہو رہے ہیں۔ اسلامی اقدار ناپید ہیں، اور انسانی عقل و خرد کی بے مثال چکا چوند کے باوجود بچ نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

خود ہمارا ملک، پاکستان موت و حیات کے دوراہے میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور اس کو گذشتہ سال کشت و خون کے جس عذاب میں ڈال دیا گیا اور آج بھی سیاسی معاشی، اخلاقی، تہذیبی اور ذہنی پستی کے جن مراحل سے وہ گذر رہا ہے اس کی مثال کم ہی ملے گی، لیکن اس ملک میں انتشار، افتراق، استحصال، لوٹ کھسوٹ، جور و ستم، قتل و غارت اور عدم انصاف کی قوتیں جس تیزی سے کام کر رہی ہیں، ان کا تقاضا یہ ہے کہ اس ملک کو بچانے کے لئے فوری قدم اٹھایا جائے تاکہ یہ ملک اسلامی افکار کا مضبوط حصار بنا رہے۔ عالم اسلام کو اس کی موجودگی سے تقویت حاصل ہو اور خود ہماری جان، مال آبرو، آزادی، دینی روایات، تہذیب و ثقافت، اعلےٰ ملی خصوصیات محفوظ و قائم رہیں۔ اور آپ یقین رکھیئے کہ آپ احمدی نوجوان اس بلند مقصد کی تکمیل میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے نوجوانوں اور جواں ہمت بزرگوں نے قیام پاکستان میں انتہائی کوشش کی اور درمے، درمے، قلمے، سخنے بحیثیت جماعت دوسرے مسلمان گروہوں سے ممتاز ترین خدمات سر انجام دیں، اور حضرت مسیح موعودؑ، حضرت مولانا نور الدین رح حضرت مولانا محمد علی رح اور دیگر اہل علم و قلم حضرات اکابر جماعت نے ملت اسلامیہ کے ذہنوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے میں سب سے زیادہ کام کیا اور اپنے اخلاق عالیہ، دیانت، خلوص نیت، حسن عمل، شرافت اور ایثار کا اعلےٰ نمونہ پیش کر کے قوم کی شہرت میں بیش بہا اضافہ کیا۔

ہمارے سامنے جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کے پاکیزہ نمونے موجود ہیں، جن کی موجودگی میں یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ایسے نمونہ پر استقامت، اجتماعیت اور اضافے سے پاکستانی مسلمان قوم دوسری اقوام کی اولین صف میں کھڑی ہو سکتی ہے اور ہم دنیائے بشریت کی قیادت کر سکتے ہیں اور اس طرح غیر از جماعت نوجوانوں کے دلوں میں بھی اعلےٰ اقدار کی تڑپ پیدا کر سکتے ہیں۔

آپ زندگی کے کسی بھی میدان میں ہوں اعلےٰ اقدار کی پابندی سے عمدہ اخلاق پیش کر سکتے ہیں۔ اگر آپ طالب علم ہیں تو اس بات کو ذہن میں رکھیئے کہ مادی ذہنی اور علمی ترقی کے میدان میں مسلمانان عالم اور خود پاکستانی مسلمان بہت پسماندہ ہیں، اور جب تک ہم علم و حکمت اور سائنسی علوم میں اغیار کے پہلو بہ پہلو آگے نہیں بڑھ سکتے، ہم نہ ترقی کر سکتے ہیں، نہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ سیاست، معاشیات آرٹ وغیرہ شعبوں میں دوسروں کی عیاریوں سے بچ سکتے ہیں۔ علم ہمیشہ علم سے محبت کرنے، اساتذہ کے احترام، نظم و ضبط شدید لگن اور سبقت لے جانے کے جذبے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور سبقت کا مطلب اسی قدر نہیں کہ آپ صرف اپنے دوستوں پر سبقت لے جائیں، بلکہ آپ علم کے جس شعبہ سے متعلق ہیں اس میں دنیا کے دیگر انسانوں کو پیچھے چھوڑ جائیں، تاکہ بجائے اس کے آپ دوسروں کے محتاج ہوں دوسرے آپ کے محتاج ہوں۔ اس تمام جدوجہد میں آپ کا مقصود یہ ہو کہ آپ نے بنی نوع انسان کا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور اپنے علوم سے انہیں فائدہ پہنچانا ہے۔ اسی سے آپ کی عزت ہے۔ اسی سے خدا خوش ہوگا اسی سے انسانوں کا بوجھ کم ہوگا اور اسی سے اسلام کا نام دنیا میں بلند ہوگا۔

پھر اگر آپ ملازم ہیں تو آپ کو خدا نے عملی زندگی میں اعلےٰ ترقی کا موقع دے رکھا ہے اس ملک کو دیانت دار، محنتی، مخلص، ایثار پیشہ اور فرض شناس کارکنوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ آپ کا اولین فرض تو یہ ہے کہ جس شعبہ حیات میں ہوں، آپ اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں۔ کیونکہ علم کے بغیر کوئی شخص نہ کام کو ترقی دے سکتا ہے اور نہ ہی دوسروں سے کام لے سکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ کام خلوص اور محنت سے کیا جائے۔ قوم اپنی محنت کی کمائی سے آپ کا اور آپ کے بچوں کا پیٹ پالتی ہے۔ اس قوم کا عروج، آپ کی اپنی ترقی، آپ کے بچوں کی حفاظت و آزادی اور دنیا میں آپ کی عزت و احترام یہ سب محنت کے محتاج ہیں۔ اس لئے کام کے اوقات میں ایک لمحہ ضائع نہ کیجئے، تاکہ آپ بد دیانت نہ ٹھہریں، اور یہ باتیں محنت خلوص اور دیانت کی وجہ سے ممکن ہیں اور خیال رکھیئے کہ آپ کی خدمات رائیگاں نہیں جائیں گی، اور ذمہ داری کے اعلےٰ کام کے سلسلے میں آپ کو نظر انداز نہیں کیا جائیگا۔

یہی حال کارخانہ دار، زمین دار اور کاروباری احباب کا ہے۔ محنت سے دولت ضرور ملتی ہے۔ اسی سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپکے پیش نظر یہ ہے کہ آپ اعلےٰ اور مقدار میں زیادہ پیداوار کے ذریعے انسانوں کی ضروریات پوری کریں گے، اس سے دوسرے ملکوں میں قومی ساکھ بڑھے گی۔ دنیا میں بھوک کم ہوگی، تو آپ خدا کی خوشنودی حاصل کریں گے، دنیا سے بے چینی دور ہوگی، ملک کی دولت بڑھے گی، اور آپ دنیا کی نظروں

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

گورونانک جی کے قدموں میں

صاحبزادہ مولینا آفتاب الدین احمد (مرحوم) کی تقریر

گورونانک جی کے جنم دن کے سلسلے میں مانچسٹر کے گاندھی ہال میں سکھ بھائیوں کی اکیڈمی، سکھ ایسوسی ایشن اور انڈین ایسوسی ایشن کے مشترکہ تعاون سے ۲۶ نومبر ۱۹۷۲ء کو ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں بھارت کے ایکٹنگ ہائی کمشنر شری راسگوترا نے بھی تقریر کی۔ انڈین ہائی کمشنر کے بعد اقبال احمد صاحب کی تقریر ہوئی۔

یہ دوسرا سال ہے کہ سکھوں نے اقبال احمد صاحب کو مسلمانوں کی طرف سے گرو نانک جی کے جنم دن کے موقعہ پر نمائندگی کی دعوت دی ہے۔ اقبال احمد صاحب مولینا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند ہیں جنہوں نے اپنی ذاتی قابلیت اور محنت سے گذشتہ کئی برسوں میں مانچسٹر (انگلستان) میں علمی اور سوشل حلقوں میں امتیازی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ وہ تعلیم و تدریس کے علاوہ بی بی سی مانچسٹر پر کئی ایک پروگرام پیش کرتے ہیں۔ اقبال احمد صاحب کی تقریر کا متن درج ذیل ہے:۔

صاحب صدر و معزز حاضرین!

پہلی بات تو میں سب سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کا تہ دل سے شکرگذار ہوں کہ آپ نے مجھے دوبارہ یہ موقعہ دیا ہے کہ میں گرونانک جی مہاراج کے جنم دن کے موقعہ پر آج کے اس جلسہ میں عقیدت کے چند پھول گرونانک جی مہاراج کے قدموں میں رکھ سکوں۔

صرف ذاتی طور پر ہی نہیں، بلکہ ایک مسلمان گھر میں پیدا ہونے اور اسلامی معاشرہ کے ساتھ تعلق رکھنے کی بنا پر میں اس بات پر خاص طور پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ حضرت گرونانک جی کی یاد میں چند گذارشات پیش کرو۔

میں اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ صرف میں ہی نہیں بلکہ ہر وہ مسلمان جس نے گرونانک جی مہاراج کے متعلق سُنا ہے اور خاص طور پر برصغیر پاک و ہند کے مسلمان سب کے سب گُرونانک جی کو نہایت عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں یہ ایک مقبول کہاوت ہے ....

گورونانک شاہ فقیر
ہندو کا گورو، مسلمان کا پیر

انسان کے جسم کے دو حصے ہیں۔ ایک تو اس کا جسم ہے جس کو مناسب خوراک ملتی رہے تو وہ پیدائش سے جوانی تک نشو ونما پاتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ جوانی کے بعد انسان کے جسم میں زوال آنا شروع ہو جاتا ہے۔

انسان کے وجود کا دوسرا اور اہم حصہ اس کا ذہن یا عقل ہے جسے انگریزی میں INTELLIGENCE یا MIND کہتے ہیں۔ یہ ایک عجیب وغریب چیز ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ چیز انسان اور جانور میں فرق کرتی ہے وہ انسان کا ذہن ہے۔ اگر ہمارے پاس ذہن اور سمجھ نہ ہوتی تو ہم بھی باقی جانوروں کی طرح ایک لاشعور جانور ہوتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان کے ذہن میں بہت سی استعدادیں اور قوتیں ہیں جن کی تعداد لامحدود ہے۔ ان طاقتوں کو استعمال میں لانے کے لئے انسان کو جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ اسی لئے ہر ملک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے تعلیمی اداروں اور سہولتوں کو بہتر سے بہتر بنائے۔ جن لوگوں کا تعلق تعلیم و تربیت سے ہے وہ جانتے ہیں کہ انسان کی دو عمریں ہیں۔ ایک اس کی ذہنی عمر اور دوسری اس کی جسمانی عمر۔ کبھی کبھی اس کی ذہنی عمر اس کی جسمانی عمر سے پیچھے رہ جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی بہت آگے نکل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سکولوں میں ہر روز کا یہ مشاہدہ ہے کہ ایک ہی عمر کے بچوں میں کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بہت پڑھ جاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ [illegible] دوسرا اپنا گذارہ اچھی طرح کر لیتا ہے اور تیسرا نقصان اُٹھاتا ہے۔ مذہبی لوگوں میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ ہر مذہب میں پرستش اور عبادت کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض سنیاسی، پیر اور فقیر ساری عمر عبادت میں گذار دیتے ہیں۔ لیکن ان کے مذہبی خیالات اور تصورات بہت سطحی ہوتے ہیں، ان میں بلندی نہیں ہوتی۔ لیکن حضرت بدھ، حضرت موسٰی، حضرت عیسٰی، حضرت محمد رسول اللہؐ یا حضرت گورونانکؒ یا اسی قسم کے اور مذہبی پیشوا زندگی کے مسائل پر غور وفکر ایک اعلیٰ نقطۂ نظر سے کرتے ہیں۔

وہ جب مذہب کی بات کرتے ہیں تو اس سے لوگوں کے خیالات اچھے ہو جاتے ہیں۔ ان کے اخلاق بلند ہوتے ہیں۔ دلوں میں نفرت کی بجائے محبت پیدا ہوتی ہے۔ قلوب میں غصہ کی بجائے پیار کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ لوگوں میں لڑائی کی بجائے صلح اور بھائی چارہ کے خیالات پروان چڑھتے ہیں۔

گورونانک جی مہاراج نے ساری عمر اس بات پر صرف کر دی کہ لوگ مذہب کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھول جائیں رسومات کو اہمیت نہ دیں بلکہ اُن باتوں کی طرف دھیان اور توجہ دیں جن سے انسان اور انسان میں فرق مٹ جائے اور کوئی یہ نہ سوچے کہ فلاں انسان ہندو، مسلمان، سکھ یا عیسائی ہے۔ اگر گرونانک جی مہاراج کی نظروں سے ہم تمام انسانوں کو دیکھیں تو ہماری سوچ وفکر میں ہمہ گیریت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک بانی یا شبد میں گرونانک جی مہاراج فرماتے ہیں:۔

"اِک اونکار ست نام کرتار
پُرکھ"

یعنی تمام عالم کا صرف ایک خدا ہے جس کا نام حق ہے۔ وہ تمام کائنات کا خالق ہے۔ اسے کسی کا خوف اور ڈر نہیں ہے۔ اور وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ وہ بادشاہ ہے۔ وہ کسی کا بیٹا نہیں ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ چنانچہ گرونانک وہ بزرگ ہستی ہیں جن کی وجہ سے لوگ خدا کو پہچان سکتے ہیں۔

ایک اور جگہ گرُونانک جی مہاراج نے یہ فرمایا ہے:۔

"[illegible]
والے لاتعداد ہیں"

پھر گرونانک جی مہاراج فرماتے ہیں:۔

"سُن وڈا آکھی سبھ کوئے"

"یعنی جب لوگوں کو خدا کا پتہ چلتا ہے۔ سب لوگ اس کی بڑائی کی تعریف کرتے ہیں۔ صرف جس نے خدا کو دیکھا ہے وہی جان سکتا ہے کہ وہ کتنی بزرگ ہستی ہے۔ اور جو یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ خدا کو بیان کرے، وہ اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے"۔

پچھلے سال میں نے ذکر کیا تھا کہ کس طرح حضرت میاں میر صاحبؒ جو ایک مسلمان ولی تھے اور جن کا مزار لاہور میں ہے ان کے ہاتھوں سے ہری مندر یا جسے انگریزی میں GOLDEN TEMPLE یا زبان عام میں دربار صاحب کہتے ہیں، اس کا سنگِ بنیاد ان کے مُبارک ہاتھوں سے رکھا گیا تھا۔

جس بات کی اہمیت آج میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک زمانے میں مغلوں کے مظالم کے باوجود سکھوں اور مسلمانوں میں دوستی اور بھائی چارہ کا رشتہ قائم رہا۔

آج ایک اور واقعہ کی یاد تازہ کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدوں میں ایک خاتون تھیں۔ ان کا نام بی بی کولاں تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے چند آخری سال گورو ہرگوبند صاحب کے سایہ اور روحانی اثر میں گذارے۔ اور اس کا انتظام حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی رضامندی سے ہُوا۔

بی بی کولاں کی داستان طویل ہے۔ اس وقت میں اس کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ صرف اس بات کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جس وقت کوئی سکھ ہری مندر یا دربار صاحب یاترا کے لئے جاتا ہے تو ہری مندر یا دربار صاحب کے تالاب میں اس کا اشنان کرنا یا نہانا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس کی یاترا اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

(جماعتی تنظیم و تربیت)

مرکز سے جو شعاعیں پھوٹتی ہیں وہ بہت گہرا اثر رکھتی ہیں۔

قرآن پاک، سلسلہ کی کتب اور تہجّد پڑھنے کے بغیر اندرونی تبدیلی ممکن نہیں۔

ٹرینیڈاڈ سے ہمارے بھائی روشنی کا مینار دیکھنے آ رہے ہیں۔

ملک نذر حسین سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

جماعت احمدیہ لائل پور کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجلاس زیر صدارت نائب صدر مقامی محترم میاں مسعود احمد صاحب منعقد ہوا۔ خطبۂ جمعہ و نماز مبلغ مقامی محترم چوہدری علی محمد ماحی صاحب نے پڑھائی۔ بعد از نماز جمعہ جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا جو حافظ عبدالرؤف صاحب نے کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام محترم محمد بشیر صاحب اور محترم چوہدری عبدالرزاق صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ ملفوظات حضرت مجددِ وقت محترم چوہدری محمد اکرم صاحب نے پیش کئے۔ ازاں بعد محترم علی محمد ماحی صاحب نے حضرت مسیح موعود ..... کے ارشادات کی روشنی میں جماعت کے اغراض و مقاصد بیان کئے اور آئندہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ٹرینیڈاڈ سے آنے والے احباب کے جماعتوں کے دورہ کے سلسلے میں مقامی جماعت کو اس کی ذمہ داری اور ضروری انتظامات کی تیاری کی جانب متوجہ کیا۔ بچوں کو تلاوت اور مل کر نعتیہ کلام اور نظمیں پڑھنے کی مشق ابھی سے شروع کرنے کی تلقین کی۔ اسی طرح انگریزی میں مختصر تقاریر اور قرآنی آیات کا ترجمہ وغیرہ یاد کرنے کا پروگرام مرتب کرنے کے لئے بچوں اور بچیوں نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے۔ محترم ماحی صاحب عنقریب ان کی تیاری کا عملی پروگرام شروع کر دیں گے۔

اس کے بعد صاحب صدر محترم میاں مسعود احمد صاحب نے ....

... فرمایا کہ تنظیمی و تربیتی اجلاسوں کے انعقاد کا اصل مقصد و مدعا یہ ہوتا ہے کہ جماعت کے تمام افراد (مرد و خواتین) کو سلسلہ کی غرض و غایت سے پوری طرح بتدریج روشناس کرایا جائے۔ خواتین اور نوجوانوں کو خاص طور پر دینی اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ مستقبل کی ذمہ داریوں کا بارگراں نوجوانوں ہی کے کندھوں پر پڑے گا۔ مگر بدقسمتی سے نوجوان نسل دین کے کاموں سے بے اعتنائی برت رہی ہے۔ شاید وہ ہمارے عمل سے گریزاں ہیں۔ ماحی صاحب کی تقریر کے حوالے سے میاں مسعود احمد صاحب نے فرمایا کہ ٹرینیڈاڈ کے احباب جماعت مرکز کو دیکھنے کے علاوہ ہمیں دیکھنے آ رہے ہیں۔ ان کے دلوں کا یہ تاثر ہوگا کہ مرکز سے جو شعاعیں پھوٹتی ہیں وہ بڑا گہرا اثر رکھتی ہیں ہمیں اپنی عملی حالتوں کا محاسبہ کرنا اور اسے سنوارنا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے مہمان جس دولت سے مالا مال ہیں یہاں آ کر ہمیں وہ اس سے خالی پائیں۔ محترم عبدالرب برہم صاحب نے بھی نہایت برجستہ الفاظ میں محمدی بیگم کی پیشگوئی سے متعلق غیر از جماعت احباب کے اعتراضات کا جواب دیا۔

آخر میں راقم الحروف نے احباب جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ قرآن پاک، سلسلہ کی کتب اور تہجد بالالتزام پڑھنے کی عادت ڈالیں کہ ان کے بغیر اندرونی تبدیلی ممکن نہیں۔ زبانی کلامی اور خالی دعوؤں سے کوئی انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا۔

ٹرینیڈاڈ کے احباب جماعت پاکستان میں روشنی کا مینار دیکھنے آ رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں من حیث الجماعت اپنے دلوں میں قرآنی روشنی اور اعمال میں مستعدی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ دُعا پر جلسہ کی کارروائی کا اختتام ہوا۔

گورونانک جی مہاراج

(بسلسلہ صفحہ ۸)

ہری مندر یا دربار صاحب کے ایک اور تالاب میں اشنان نہ کرے اس تالاب کا نام "کول سر" ہے اور یہ بی بی کولاں کی یاد میں بنایا گیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ سکھ دھرم میں کئی ایسی عورتیں ہیں جنہیں نہایت عزت اور احترام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن بڑی عزت کسی سکھ خاتون کی سکھ دھرم میں نہیں ملتی بی بی کولاں کی ہے جو ایک مسلمان خاتون تھیں۔ ان باتوں کا ذکر میں نے اس لئے کیا ہے کہ ماضی میں نفرت کی فضا میں بھی سکھوں اور مسلمانوں میں بہت میل ملاپ رہا ہے۔

گورونانک جی نے اپنی ساری عمر اسی مقصد کے لئے وقف کر دی کہ ہندو اور مسلمان اور باقی دنیا کے لوگ آپس میں بھائی چارہ اور محبت سے رہنا شروع کر دیں۔ گورونانک جی کے زمانے میں لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف بہت نفرت تھی۔ آج کی دنیا میں بھی لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف بہت نفرت پائی جاتی ہے۔

آج کل صرف ذات پات اور مذہب کا ہی اختلاف نہیں ہے بلکہ نسلی تعصب، قوم پرستی اور معاشی فرق، یہ تمام باتیں لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کرنے کا موجب ہیں۔

گورونانک جی کی تعلیمات کی ہمیں آج بھی اتنی ہی ضرورت ہے، جتنی پہلے تھی۔ میری یہ دُعا ہے کہ گورونانک جی مہاراج کی رُوح پر خدا اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے، ان کا نام اور ان کی تعلیمات، جو اسلام سے مطابقت رکھتی ہیں، دنیا میں اور بھی روشن ہوں، اور ان کی تعلیمات کی وجہ سے تمام انسانیت بھی ایک ہو جائے۔

احمدی نوجوانوں سے خطاب

(بسلسلہ صفحہ ۷)

میں عزت، شہرت، نیک نامی حاصل ہوگی اور جو لوگ کاروبار میں بددیانتی سے کام لیتے ہیں۔ چیزوں میں ملاوٹ کرتے ہیں۔ بلیک مارکیٹ اور سمگلنگ کا پیشہ اختیار کرتے ہیں۔ دوسرے ملکوں میں ناقص مال بھیجتے ہیں۔ زیادہ نفع خوری کرتے ہیں اور افسران متعلقہ سے مل کر قومی دولت کو لوٹنے میں شریک ہیں۔ ان کا خدا، شرافت، اخلاق عالیہ انسانیت اور فلاح خلق سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، وہ قوم اور انسانیت کے دشمن ہوتے ہیں۔ وہ قوم کو بدنام اور کمزور کرتے ہیں۔ اور انجام کار ملک و قوم کو غلام بنا کر بال بچوں سمیت ذلت و خواری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

برادرانِ عزیز! ان معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے آپ جو کچھ بھی ہیں جہاں کہیں بھی ہیں اپنی زندگیوں کا جائزہ لیجئے۔ اگر آپ کے کام میں کوتاہی ہے تو اسے دُور کیجئے، اپنے نفس اور عمل کا احتساب کرتے رہیئے، آپ کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ دنیا کی خوشنودی یا ناراضگی سے بے نیاز ہو جایئے۔ کیا آپ کے لئے خدا کی خوشنودی کافی نہیں؟!

اخبار احمدیہ۔ بسلسلہ صفحہ ۵

(۳) جناب چوہدری سلطان علی مرحوم بدوملہی کے فرزند الحاج چوہدری نذیر احمد صاحب ریٹائرڈ ایس پی بعمر ۶۵ سال وفات پا گئے ہیں۔ آپ پانچ بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور ایک بار اپنے والد مرحوم کے لئے بھی حج بدل کیا تھا۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور چار بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پتہ:۔ بیگم صاحبہ چوہدری نذیر احمد ریٹائرڈ ایس پی مرحوم۔ ہیر آباد۔ حیدر آباد سندھ

جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ان کی مغفرت کے لئے جمعہ کے روز نماز جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ دیگر جماعتوں سے بھی ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کی درخواست ہے۔

جواں سال بیٹے کی وفات

جماعت احمدیہ مظفر آباد (آزاد کشمیر) کے ایک مخلص دوست مسٹر مجید درانی کا جواں سال بیٹا عبدالوحید اچانک سائیکل کے حادثہ میں انتقال کر گیا ہے۔ احباب سے استدعا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ میں مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی جائے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت عطا فرمائے اور والدین و لواحقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

احقر اے۔ اے خان یوسف زئی
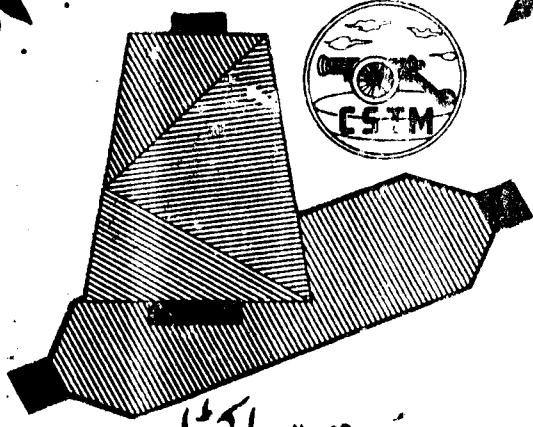
آپ کے خطوط

(بسلسلہ صفحہ ۶)
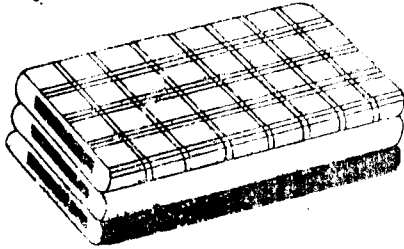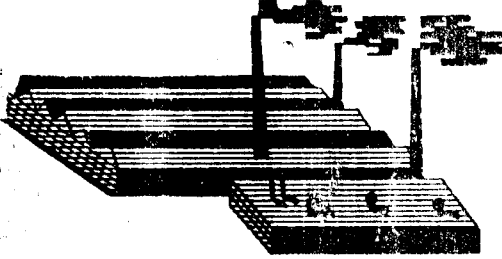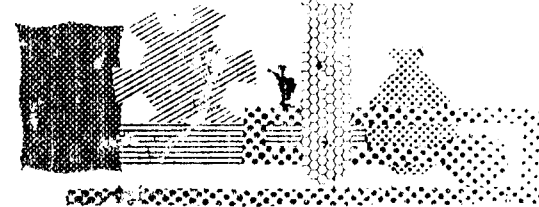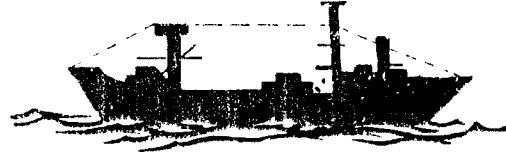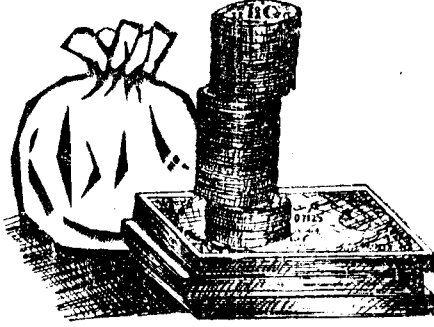
کو حلقہ بگوش احمدیت (اسلام) کر دیا ہے
اِن کی تمام قوم و برادری اب بھی اُن کے
نقشِ قدم پر احمدیت کی ...... عاشق
ہے۔ اِن کے جذبات، اعمال و افعال نے
میرے دل میں مجدّدِ اعظم و محسنِ اعظم حضرت
میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے احسانات کے
نقوش نہایت ہی گہرے، مضبوط و مستحکم
اور پختہ کر دیئے۔ ... ملک صاحب
مرحوم کی رہنمائی اور پرورش سے اس عاجز
اور برادرم محمد الرحمان صاحب نے سفید
ڈھیری میں احمدیہ ینگ مینز ایسوسی
ایشن کا اجراء کیا جو عرصہ تک کامیاب
ثابت ہوئی ملک صاحب مرحوم اس ایسوسی
ایشن کے مربی تھے۔ اِن کی وفات حسرت
آیات سے مجھے سخت صدمہ اور دکھ ہوا
اور جماعت احمدیہ لاہور کو ناقابلِ تلافی
نقصان پہنچا ہے۔
خداوند کریم کے حضور دلی دعا ہے
کہ وہ ...... مرحوم کو جنت الفردوس میں
جگہ دے اور ان کے تمام پس ماندگان کو
صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔
مخلص دُعا گو۔ خاکسار غلام ربانی
پوسٹ ماسٹر۔ بیڑ کنڈ۔ تحصیل مانسہرہ
ضلع ہزارہ۔

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

جلد ٦ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۷۳ء | نمبر ۹

بحرِ حکمت کے موتی — خواب میں دودھ پینا

عن ابی هریرة رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى به رايت موسى واذا رجل ضرب رجل كانه من رجال شنوءة ورايت عيسى فاذا هو رجل ربعة احمر كانما خرج من ديماس وانا اشبه ولد ابراهيم ثم اتيت باناءين في احدهما لبن وفي الاخر خمر فقال اشرب ايهما شئت فاخذت اللبن فشربته فقيل اخذت الفطرة اما انك لو اخذت الخمر غوت امتك۔ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رات جس میں آپ کو لیجایا گیا میں نے موسیٰ کو دیکھا تو وہ دبلے پتلے سیدھے بالوں والے تھے گویا کہ وہ (قبیلہ) شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ کو دیکھا تو وہ میانہ قد سرخ رنگ تھے گویا کہ ابھی وہ حمام سے نکلے ہیں اور میں حضرت ابراہیم سے ان کی اولاد میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر مجھے دو برتن (باقی بر صفحہ اشتہار کے پیچھے)

(باقی بر صفحہ اشتہار کے پیچھے)

ارشادات حضرت مسیح موعود

قرب الٰہی کی راہ

خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے وابراهيم الذى وفى۔ ابراہیم وہ ابراہیم ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھلانا ایک موت چاہتا ہے۔ جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے اور ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو، یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالےٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے وہ بت ہے۔ اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک انسان خالص خدا تعالےٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتا، صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ کیا یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ ابراهيم الذى وفى کی آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالےٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ (ملفوظات احمدیہ جلد چہارم)

سری نام (جنوبی امریکہ) سے دو دوستوں کی آمد

جب سے جنوبی امریکہ میں تحریک احمدیت کو فروغ اور وہاں کے لوگوں کی جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ وابستگی کا سلسلہ شروع ہوا ہے، خدا کے فضل سے وہاں سے متعدد اصحاب مرکز کی زیارت کے لئے وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا، ٹرینی ڈاڈ سے جناب عزیز احمد صاحب سرپرست جماعت جزائر غرب الہند اپنے کاروباری سلسلہ میں جب سیلون آئے تو مرکزی جماعت سے ملاقات کرنا بھی انہوں نے ضروری سمجھا، اگرچہ اس سے پیشتر بھی وہ انجمن کی گولڈن جوبلی کے موقعہ پر تشریف فرما ہوئے تھے، ایسا ہی جناب عبدالرحیم جگو اور بعض دیگر اصحاب بھی مرکزی جماعت سے ملاقات کے لئے پاکستان آتے رہے۔

اسی سلسلہ میں ذیل کے دو اصحاب فریضہ حج کی ادائگی کے بعد ۱۷ فروری ۱۹۷۳ء کو لاہور تشریف لائے، اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، محمد طفیل صاحب انچارج احمدیہ مشن لندن اور دیگر احباب سے ملاقات کے بعد ۱۸ فروری کو رات کے نو بجے واپس تشریف لے گئے۔

چراغ علی صاحب
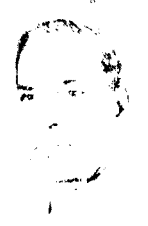
صفدر علی حاکم صاحب

یہ دونوں اصحاب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی ملاقات کے لئے مسلم ٹاؤن بھی تشریف لے گئے۔ انہیں شاہی مسجد لاہور۔ قلعہ شاہی اور شالامار باغ کی سیر کرائی گئی اور شام کا کھانا محترم ناصر احمد صاحب منیجر بک ڈپو نے دیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی چائے سے ان کی تواضع کی اور حضرت ممدوح کی معیت میں دونوں کے فوٹو لئے گئے، علاوہ ازیں محترم مرزا شفیق احمد صاحب اور جہان خان نے بھی خاطر مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جزاہم اللہ خیراً۔ ان دونوں دوستوں نے آئندہ جلسہ سالانہ پر جنوبی امریکہ کے بعض دیگر اصحاب کے ساتھ دوبارہ پاکستان تشریف لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

خواتین کا صفحہ

تقریر نجم الاسلام صاحبہ ...

نجم الاسلام صاحبہ بدوملہی

صدر محترمہ و معزز خواتین!

سب سے پہلے تو میں انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہوں، جنہوں نے ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا جو ہمارے موجودہ حالات کے لئے بہت ضروری تھا۔

اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے میں "تعمیرات" اور "کردار" کے مفہوم پر روشنی ڈالنا چاہتی ہوں۔ یہاں کردار سے مراد اخلاق CHARACTER نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ملت کی تعمیر میں خواتین کیا رول ادا کر سکتی ہیں۔ اور تعمیر ملت سے مراد کسی قوم اور ملت کی ترقی اور تعمیر ہے۔

موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ ہم خواتین خود کو بھی بیدار کریں اور مردوں کے دوش بدوش تعمیر ملت میں کام کریں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ملکی استحکام اور ترقی کے لئے تو مرد ہی کام کر سکتے ہیں۔ خواتین کا کام تو صرف خانہ داری اور بچوں کی دیکھ بھال ہے وہ بھلا ملت کی تعمیر میں کیا خدمات انجام دے سکتی ہیں؟!

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قوم اور ملت "مردوں کے مجموعہ" کا نام نہیں بلکہ اس میں بچے بوڑھے، جوان اور عورتیں سبھی شامل ہیں اور اگر سب اپنی اپنی جگہ اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سمجھیں اور نبھائیں تو وہ قوم ضرور ترقی کرتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس طریقے سے قوم کی تعمیر میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

حضرت قائد اعظمؒ نے پاکستان ہمارے لئے بنایا لیکن ہم لوگوں نے اپنی ناعاقبت اندیشی اور اسلام سے دوری کی بناء پر اس کا آدھا حصہ کھو دیا۔ ہمارے ۹۰ ہزار بہادر سپاہی دشمن کے قیدی بن گئے اور آج ۹۰ ہزار مائیں اپنے جگر گوشوں کو دشمن کی قید میں صعوبتیں محسوس کرتے ہوئے صبر سے خدا کی رحمت کی منتظر ہیں۔ کتنی سہاگنیں خدا کی رحمت کی امید پر اپنے سہاگ کا انتظار کر رہی ہیں، کتنی خدا کے آگے ہاتھ اُٹھائے اس۔۔۔سے رحمت کی بھیک مانگتی ہیں اور کتنے معصوم بچوں کے کان اپنے ابو کی آواز سننے کے لئے ترس رہے ہیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ ہم لوگ اخلاقی طور پر پست ہو گئے تھے۔ ہم مسلمان تھے مگر برائے نام۔ یہ ہمارے لیڈروں کی انتہائی اخلاقی پستی تھی جو ہمیں شکست دے گئی۔ ابتدائی مسلمانوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ تاریخ کے سنہری حروف ان کا ثبوت ہیں۔ ان کا اخلاق اور جذبہ ان کے لئے ترقی کی راہیں کھول دیتا تھا۔ آج کے مسلمان اور اس مسلمان میں کتنا فرق ہے جس کا نام تاریخ کے لئے باعث فخر بنا اور آج اسی مسلمان قوم کے لئے سیاہ قلم کی ضرورت ہے۔

ہم اگر آج بھی سنبھل جائیں اور اپنے اپنے مورچے پر پوری طرح ڈٹے رہیں تو اب بھی ہم ترقی کر سکتے ہیں۔ ہمارا سب سے اولین فرض بچوں کی صحیح تربیت ہے۔

بچے کی سب سے بڑی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے اور میں تو یہی کہوں گی کہ اس وقت بچوں کی بے راہ روی کی ذمہ داری ان کی ماؤں پر عائد ہوتی ہے۔ آپ لوگ اگر چاہیں تو اپنے بچوں کو معاشرے کا قیمتی اثاثہ بنا سکتی ہیں لیکن اس کے لئے خود کو بھی پوری طرح تیار کرنا ہوگا۔ ہم لوگ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں۔ اپنی کوتاہیوں کو دور کریں۔ اپنے ذہن کو اجاگر کریں۔ تعلیم سے خود کو منور کریں۔ اپنے اندر سیاسی شعور پیدا کریں۔ پھر ہمیں جا کر بچوں کی صحیح تربیت کرنے کے قابل ہوں گی۔

آج کل کے بچے کل کے معزز شہری بنیں گے اور وہ ایسی صورت میں ہی بن سکتے ہیں اگر ان کی بنیاد نیک بنیادوں پر ہوگی۔ ہمارے اپنے اخلاق اچھے ہوں گے تو بچوں کے اخلاق بھی سنوارے جا سکیں گے۔

معزز خواتین! ہم لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے ملک کی معاشی حالت کیسی ہے ہم اس کے مطابق اخراجات میں کمی کر لیں۔ میں تو کہوں گی کہ ہمارے ملک میں جو رشوت کا عام بازار گرم رہتا ہے اس کی ذمہ داری بھی کافی حد تک ہم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم ان کے ذرائع آمدنی ہم سے زیادہ ہیں نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ نتیجہ تو ظاہر ہے کہ کوئی باپ یہ تو نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیٹی کی خواہشات کو پورا نہ کرے۔ کوئی خاوند بیوی کی خوشی کو نظر انداز کرنا نہیں چاہتا اور یوں وہ اپنی جائز آمدنی سے جو خواہشات پوری نہیں کر سکتے اس کے لئے کچھ ناجائز ذرائع استعمال کر لیتے ہیں۔ اب آپ خود ہی بتائیں کہ ان مردوں کو رشوت لینے پر کون مجبور کرتا ہے۔ ہم لوگ ہی کرتے ہیں نا۔ اگر ہم اپنی آمدنی کے مطابق اخراجات کا بجٹ بنائیں۔ دوسروں کے محل دیکھ کر اپنی کٹیا کو برا نہ سمجھیں بلکہ قناعت سے گذارہ کریں تو معاشرہ اس برائی سے بڑی حد تک پاک ہو جائے۔

نیز ہمیں ظاہری نمائش کی عادت کو ترک کر دینا چاہیئے۔ آخر ہم زیورات اور میک اپ کے سہارے سے خوبصورت بننے کی کوشش کیوں کرتی ہیں۔ ہم تو مسلمان ہیں ہمارا تو ایمان ہے . . . . کہ خوبصورتی کردار اور اخلاق کی ہوتی ہے۔ ہمیں تو چاہیئے کہ اپنے اخلاق اور کردار کو اتنا خوبصورت بنا لیں کہ مادی چیزوں کے استعمال کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو، اس فضول خرچی سے بچ کر ہم ملکی معیشت میں بھی کافی مدد دے سکتی ہیں۔ کیونکہ میک اپ کا جو اتنا قیمتی سامان باہر سے منگوانا پڑتا ہے اس میں کمی آنے سے ہماری معاشی حالت پر کافی فرق پڑ سکتا ہے۔

اسلام ایک ایسا مکمل مذہب ہے کہ اس کے بڑے ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج میں ہی تمام اصلاحی پہلو ہیں۔ لیکن ہم لوگ اس سے دُور ہو چکے ہیں۔ سب سے بڑی بات جو میرے خیال میں ہمارے معاشرے کا ناسور بن چکی ہے وہ ہے طبقاتی کشمکش" اس کشمکش کو تو ہم خواتین ہی ختم کر سکتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم کسی غریب کو حقارت کی نظر سے دیکھیں ہمیں اگر توفیق ہے تو ہم اس کی مدد کر کے اس کے مسائل حل کیوں نہیں کر دیتیں؟ ہمیں چاہیئے کہ ہم تنظیم قائم کریں، اور پھر اس کے تحت ضرورتمند کی ضروریات کو پورا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ ظاہر ہے؟ ہم تو مسلمان ہیں ہمارا ملک تو دوسروں کے لئے مشعل راہ ہونا چاہیئے تھا۔ ہم کب تک سوئے رہیں گے۔ چھوٹے چھوٹے بچے جو کل کو اس ملک کی عمارت میں ستون کا کام دینے والے ہیں جب انہیں جیب کاٹتے اور بھیک مانگتے دیکھتی ہوں تو بہت دکھ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں تعلیم عام ہونی چاہیئے۔ اگرچہ اب عوامی حکومت کی تعلیمی اصلاحات نے کافی حد تک مایوسی کو امید میں بدل دیا ہے لیکن صرف حکمران جماعت اکیلی تو کچھ نہیں کر سکتی۔ جب تک عوام اس کا پوری نیک نیتی سے ساتھ نہ دیں ہم لوگوں نے جو تعلیم حاصل کی ہے آخر وہ کس دن کام آئے گی۔ ہم رضاکارانہ طور پر خدمات پیش کر سکتی ہیں۔ آپ تو شہر میں رہتی ہیں۔ شہروں میں تو پھر بھی تعلیم ہے لیکن ہمارے ملک کی جو ۸۰ فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے وہاں تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہونا چاہیئے اور جب تک وہاں یہ انتظام نہیں ہوتا ہم لوگ اپنی تنظیم قائم کر کے اپنی تعلیم کو استعمال میں لا کر ناخواندگی کو کم کر سکتی ہیں۔ تعلیم بالغان کے مراکز قائم کر سکتی ہیں تاکہ وہ ناخواندہ خواتین جو اپنی کم علمی کی بنا پر بچوں کی صحیح تربیت کرنے سے قاصر ہیں، ان کے شعور کو بیدار کیا جائے

اس کے علاوہ ہمیں اپنے اندر سیاسی بیداری پیدا کرنی چاہیئے۔ مغربی ممالک خاص طور پر چین اور روس نے کیوں اور کیسے اتنی جلدی ترقی کر لی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ وہاں کی عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش کام کرتی ہیں۔ وہاں ہر شعبے میں خواتین کام کرتی ہیں۔ بیرونی ممالک میں اگر خواتین PILOT ہو سکتی ہیں۔ اگر وہ اسرائیل کی گولڈ میئر اور ہندوستان کی اندرا گاندھی بن کر ملکوں پر حکومت کر سکتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم ترقی نہیں کر سکتیں۔ ہمیں ہر شعبہ میں خدمات انجام دینے کے لئے خود کو تیار کرنا چاہیئے۔ اگرچہ اس میں کافی عمل دخل ہماری حکومت کا ہے کہ وہ ہمیں ایسے مواقع فراہم کرے

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

قرآن کریم میں مؤمنوں کی شان و صفات کا بیان

ہمیں اپنے نیک اعمال اور صالح فکر سے اس دنیا میں اپنی جنت آپ بنانی چاہیئے۔

خطبہ جمعہ۔ مؤرخہ ۱۶ فروری ۱۹۷۳ء فرمودہ امیر قوم حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ اجڈبلڈنگس۔ لاہور

قد افلح المؤمنون۔ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔ والذین ھم عن اللغو معرضون ——— الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون ——— (۲۳ : ۱ تا ۱۱) ———

یہ ایک اعلان زمین و آسمان کے بادشاہ کی طرف سے ہے۔ فرمایا قد افلح المؤمنون وہ لوگ جو ہم پر ایمان رکھتے ہیں، ہم اعلان کرتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو گئے۔ اس اعلان کے بعد ان مؤمنوں کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں، فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہیں، اسے رب العالمین یقین کرتے ہیں، اور ان کا ایمان ہے کہ وہ اس کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کے قیام کا موجب ہے، وہ حیّ اور قیّوم ہے، وہ خود قائم بالذات ہے اور دوسروں کے قیام کا باعث ہے، وہ اپنے اس ایمان کے ساتھ کچھ عملی صفات رکھتے ہیں جن میں کی پہلی صفت یہ ہے الذین ھم عن صلاتھم خاشعون۔ وہ نماز میں عاجزی کرتے ہیں جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ ہمارے عبادت گذار ہیں ان کی یہ شان ہے کہ جناب الٰہی میں وہ اپنا ماتھا اور ناک رگڑتے ہیں، مؤدّب اور عاجز ہو کر جناب الٰہی میں سربسجود ہوتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ ہماری عبادت قبول ہو اور ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں پر مغفرت کا پردہ ڈالا جائے، دوسری صفت یہ فرمائی والذین ھم عن اللّغو معرضون۔ دنیا میں بے شمار اعمال ایسے ہیں جو نکمے ہوتے ہیں۔ ایمانداروں کو نکمی باتوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا اور وہ ایسی لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون اگر وہ حقوق اللہ کی بجاآوری کے لئے اپنے خالق و مالک کے حضور جھکتے ہیں تو مخلوق کے حقوق بھی ان کو یاد ہیں اور وہ مخلوق کی خدمت بھی کرتے ہیں، اپنے مال میں سے حاجت مندوں کی حاجات پوری کرتے ہیں۔ دین اسلام کا نچوڑ یہ ہے کہ التعظیم لامر اللہ والشفقت علیٰ خلق اللہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کے احکام کی عظمت ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی اطاعت و فرمانبرداری

کی جائے اور اس کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ نہ صرف زبانی کلامی ہمدردی کا اظہار کیا جائے، بلکہ اپنا عزیز مال بھی جناب الٰہی کی راہ میں اس کی مخلوق پر خرچ کیا جائے۔ یہ مؤمنوں کی شان اور صفات اللہ تعالےٰ نے بیان کی ہیں۔ کس قدر حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ تو مؤمن کی ایسی شان بیان کرے، اور ہم ہیں کہ نہ اس کی جناب میں جھکتے نہ اس کے احکام کی پروا کرتے اور نہ اس کی مخلوق کے کسی طور کام آتے ہیں۔ میری آنکھوں دیکھا واقعہ ہے، ایک دفعہ جب میں قادیان میں تھا، ایک شخص کا خط حضرت مولینا نورالدین صاحبؓ کے پاس آیا جس میں لکھا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے، کہ میرے ہاتھ میں ایک روٹی ہے، اور کوّے میرے گرد جمع ہیں، تو حضرت مولیناؒ نے جواب میں لکھا کہ خدا تمہیں سبق دینا چاہتا ہے کہ تم خواہ کتنے ہی غریب کیوں نہ ہو اور تمہیں کھانے کے لئے صرف ایک روٹی ہی میسّر ہو پھر بھی اس ایک روٹی میں سے خدا کی مخلوق کے لئے ایک آدھ لقمہ ضرور نکالا کرو۔ یہ بڑا مفید اور ثواب کا موجب ہے ہر انسان جو اپنی طاقت کے مطابق اپنے تھوڑے سے مال میں سے کسی کی حاجت روائی کرتا ہے، وہ خدا کو بہت پسند ہے۔ حکم ہے کہ بلّی کتّے کو بھی خدا کی مخلوق خیال کر کے انہیں آرام پہنچایا جائے۔ خدا کو یہ بہت پسند ہے۔ ایک حدیث نبویؐ میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو مرنے کے بعد سزا دی جا رہی تھی۔ حضور صلعم نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے اپنے گھر میں ایک بلّی باندھ رکھی تھی، جس کو نہ خود کچھ کھانے کے لئے دیتا اور نہ اس کو چھوڑتا تھا کہ دوسری جگہ جا کر کچھ کھا پی لے۔ غرض جس کسی نے خدا کی مخلوق سے ہمدردی کی، اس نے خدا کی رضا حاصل کر لی، یہ لوگ

جو خدا کو خوش کرنے کے لئے خدا کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں اور اپنا مال ان پر صرف کرتے ہیں، اسی سے امن پیدا ہوتا ہے۔ اس کے مقابل پر ایک اور صفت بیان کی والذین ھم لفروجھم حافظون۔ بدکرداری سے وہ اجتناب کرتے ہیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ بدکرداری سے محلّہ، معاشرہ اور ملک میں فساد اور بے چینی پیدا ہوتی ہے، دنیا میں مقابلتہً مسلمان مرد اور مسلمان عورت عفیف ہے، آج بے شمار ممالک میں وہاں کے لوگوں کے کردار میں فساد ہے۔ لیکن مسلمان مرد و عورت پاکیزہ کردار کے مالک ہیں اور ان میں دوسروں سے بڑھ کر عفت پائی جاتی ہے اس سے امن پیدا ہوتا ہے۔ اگر مرد بھی عفیف ہوں اور عورتیں بھی عفیف ہوں تو دنیا میں امن پیدا ہوتا ہے، بیماریاں دور ہوتی ہیں اور اولاد بھی اچھی پیدا ہوتی ہے۔ مردوں کا تعلق صرف اپنی بیویوں سے ہونا چاہیئے، اور بیویوں کا تعلق صرف اپنے خاوندوں سے ہونا چاہیئے۔ فرمایا فمن ابتغیٰ وراء ذالک فاولٰئک ھم العادون۔ یہ باتیں ہم نے پاکیزگی، طہارت اور حیا کے متعلق بتائی ہیں، جو لوگ ان حدود سے آگے نکل جائیں وہ خدا کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں، یہاں اس بات سے ڈرایا گیا ہے کہ خدا کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا خدا کو پسند نہیں ہے۔

پھر مؤمنوں کی ایک صفت بیان فرمائی والذین ھم لامٰنٰتھم وعھدھم راعون۔ وہ اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھتے ہیں، دوسرے کے مال کو ناجائز ہتھیاتے نہیں، یہاں سمجھایا ہے کہ بد دیانتی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ امانت دیانت کی پاسداری کرنے سے امن قائم ہوتا ہے۔ وہ جو امین ہے خواہ وہ غریب ہی ہو اس کی عزت، خدا کے ہاں بڑی ہے، ایماندار اور دیانتدار نوکر و خادم کی عزت اس کے مالک کے دل میں بہت ہوتی ہے، یہ بھی دیانت و امانت میں سے ہے کہ خدا کے احکام کی پابندی اختیار کی جائے اور اس کے رسول صلعم کے فرمودات کی فرمانبرداری کی جائے، جو کوئی معاملات اور معاہدات میں امانت و دیانت کا راستہ اختیار کرتا ہے، اس کا رتبہ بہت بڑا ہے۔ پھر فرمایا والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون۔

مؤمنوں کی یہ بھی شان ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ نماز کی حفاظت اسے خوش دلی اور پابندی کے ساتھ ادا کرنے میں ہے۔ اولٰئک ھم الوارثون کس چیز کے وارث ہیں الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ وہ خدا کے مقبول بندے ہیں وہ بہشت میں ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مؤمنوں کی صفات اللہ تعالےٰ نے بیان کی ہیں، ان صفات کے مالک دنیا میں بھی امن اور عافیت کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ خواہ کسی حال میں ہوں ان کا دل مطمئن رہتا ہے یہی تعریف نیکی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے فرمایا البرّ ما اطمئنّ قلبک، نیکی وہ ہے جس سے دل کو اطمینان حاصل ہو اور گناہ کے متعلق فرمایا الاثم ما حاک فی نفسک گناہ وہ ہے جس کے کرنے سے دل کو دھڑکا لگا رہے اور یہ خوف ہو کہ مجھے یہ کام کرتا ہوا کوئی دیکھ نہ لے، کوئی میری رپورٹ نہ کر دے، گویا اللہ تعالےٰ نے انسان کے ضمیر کے اندر پولیس کا پہرہ لگا دیا ہے۔ گناہ اور نیکی کی یہ کس قدر فطری و طبعی تعریف ہے میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک صاحب نے سخت سردی کے موسم میں اپنے اوپر ایک نہایت قیمتی دُھسّہ اوڑھ رکھا تھا۔ وہ صاحب باہر گئے اور جب واپس آئے تو وہ دُھسّہ ان پر نہیں تھا۔ انہوں نے بتایا کہ باہر ایک غریب آدمی سردی سے ٹھٹھر رہا تھا میں نے اس کے جسم کو اس دُھسّہ میں لپیٹ دیا ہے۔ یہ ہے اصل نیکی جس کے کرنے سے دل کو راحت اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نیکی اور گناہ کا یہ فلسفہ جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے وہ کسی اور الہامی کتاب میں نظر نہیں آتا اس سے ظاہر ہے کہ اس دنیا میں ہی انسان اپنے اعمال سے جنت پیدا کرتا ہے، اور پھر ان دنیوی اعمال کی تعمیر اگلی دنیا میں ہوتی جاتی ہے۔

پس ہمیں چاہیئے کہ نیک اعمال اور صالح کردار سے اس دنیا میں اپنی جنت پیدا کریں تاکہ اُخروی زندگی میں ہم اس جنت کے وارث قرار پائیں اور ہمیشگی کی جنت ہمیں حاصل ہو۔

"آئین۔ آئینی سمجھوتے کی روشنی میں" کے موضوع پر پچھلے دنوں سے پاکستان کے ریڈیو سے اور ٹیلی ویژن اسٹیشنوں سے مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں کی طرف سے ان کے خیالات کو نشر کیا جا رہا ہے۔ ۳ فروری ۱۹۷۳ء کی شام کو مولانا مفتی محمود (سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد) نے اپنا بیان نشر کیا تھا۔ جہاں انہوں نے اور باتیں کہیں وہاں آئینی کمیٹی کی سفارشات میں خصوصی اور شخصی حقوق کے ماتحت اسبات کی اجازت پر کہ کوئی شہری جو مذہب چاہے وہ رکھ سکتا ہے انہوں نے اعتراض کیا کہ پاکستان اسلامی جمہوری حکومت ہے۔ اور مذہب اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے اور انہوں نے ترکا یتی رنگ میں کہا کہ پاکستان میں عیسائی مشنری بہت سے مسلمانوں کو عیسائی بنا چکے ہیں۔

جب سائل نے کہا کسی مسلمان کو صرف مذہب تبدیل کرنے پر قتل کر دینا مناسب ہے تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کو موقعہ دیا جائے کہ پھر سے مسلمان ہو جائے ورنہ سزا بھگتے۔ بظاہر دنیاوی نقطۂ نگاہ سے ایک مہذب ملک میں اس قسم کی سزا کا کوئی عقلی جواز نظر نہیں آتا، مگر آیئے اس امر کا تجزیہ کریں کہ کیا مذہب اسلام نے واقعی ارتداد کی سزا قتل مقرر کی ہے....؟ پہلے قرآن کریم کے فرمان کو لیتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم نے سورۃ البقرہ آیت ۲۵۶ میں صاف فرمایا ہے کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے) بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت اوائل کے مسلمانوں کے لئے تھی۔ بعد میں منسوخ ہو گئی۔ مگر نبی کریم صلعم کا کوئی فرمان اس کی تنسیخ کے متعلق نہیں ہے۔ پھر حکم کو منسوخ یا محدود کرنا اس دلیل کو غلط قرار دیتا ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ ہدایت کی راہ گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ اس لئے بجبر داخل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب حکم منسوخ تب ہو جب یہ تمیز دور ہو جائے جو بالبداہت باطل ہے کیونکہ ایسا کبھی ہو نہیں سکتا۔

بعض نے اس کو آیت جاھد الکفار والمنافقین (یعنی کفار اور منافقین سے جہاد کرو) سے منسوخ قرار دینے کی کوشش کی ہے جو غلط ہے۔ اس حکم کے ماتحت کسی ایک شخص کا نام بھی نہیں پایا جا سکتا جسے بجبر مسلمان کیا گیا ہو۔ اور ایسا حکم تو اس سے پیشتر مکہ میں نازل ہو چکا تھا۔ جاھدھم بہ جھاداً کبیراً۔ جب جاھد کا حکم اس کے دونوں طرف موجود ہے یعنے اس کے نزول سے پہلے بھی اور اس کے نزول کے بعد بھی تو اس کو منسوخ کہنا بالکل بے معنی ہے۔ اور ایسا ہی اس حکم کو اہل کتاب تک محدود کرنا بھی صریحاً خلاف قرآن ہے۔ یہاں تو قرآن کریم کا دعوے ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو بھی بجبر تجدید نہیں منواتا۔ بلکہ جو چیز منواتا ہے اس کی دلیل بھی دیتا ہے کہ ہدایت کی راہ واضح ہو چکی۔

(۲) پھر قرآن کریم سورۃ البقرہ آیت ۲۱۷ میں فرماتا ہے .... ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولٓئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ واولٓئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون (اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھرے۔ پھر مر جائے۔ حالانکہ وہ کافر رہا ہے۔ سو یہی ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں کام نہ آئے۔ اور یہی آگ والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے)

یہاں مرتد کے حالت کفر پر مرنے کا ذکر ہے نہ اس کے قتل کرنے کا۔ سورۃ المائدہ کی آیت ۵۴ میں بھی مرتد کا ذکر ہے۔ مگر وہاں بھی اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں۔ نہ قرآن کریم میں کسی دوسری جگہ قتل مرتد کا حکم ہے۔

۳۔ احادیث نبویہ میں صرف ایک حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے زمانے میں جب بعض زنادیق کو جلایا گیا تو یہ فرمایا کہ ان کو قتل کرنا چاہئے تھا کیونکہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے ...... کہ جو شخص ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے اسے قتل کرنا چاہیئے جو بالبداہت باطل ہے۔ اس لئے حدیث کے الفاظ کو مقید کرنا ہو گا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں جو سن شعور کو اس وقت پہنچے جبکہ مسلمانوں کی کفار سے لڑائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو اسلام کو چھوڑ کر ساتھ ہی مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے جا ملتے تھے۔ چنانچہ اس قید کی تائید اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ عورتیں جنگ میں حصہ نہ لیتی تھیں۔ اور نبی کریم صلعم نے اسی بناء پر ان کے قتل کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔

عکل کی سزا والی حدیث سے بھی مرتد کے قتل کا حکم اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلعم کے پاس اسلام کا اظہار کر کے بعد میں بیماری کا عذر کیا تو آپؐ نے ان کو وہاں باہر رہنے کی اجازت دی جہاں بیت المال کے اونٹ تھے تاکہ کھلی ہوا میں رہنے سے صحت بحال ہو اور دودھ پئیں۔ مگر انہوں نے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ لے کر چلتے بنے۔ پس ان کی سزا قتل اور ڈاکہ کی وجہ سے تھی نہ ارتداد کی وجہ سے۔ علاوہ ازیں اگر مدینہ میں کسی مرتد کو واجب القتل قرار دیا گیا ہو تو اس وجہ سے کہ جو شخص اس وقت اسلام کو ترک کرتا وہ دشمن سے جا ملتا۔ صلح کے وقت واجب القتل قرار نہ دینا خود اس سے ظاہر ہے کہ صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم نے یہ شرط قبول کی تھی کہ کوئی مسلمان کفار کے ساتھ جا ملے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔ اگر قرآن میں مرتد کی سزا قتل ہوتی تو آپؐ اس کے خلاف شرط کبھی قبول نہ کرتے۔ مسیلمہ کذاب نے حضور نبی کریم صلعم کی زندگی میں ہی ترک اسلام کر کے نبوت کا دعوے کیا اور آنحضرت صلعم سے ملک کو آدھا آدھا بانٹنے کو لکھا۔ حضورؐ نے اسے کذاب کے لقب سے پکارا اور قتال کو نوبت اور ملک کی دین کا حکم نہ دیا۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے لشکر جمع کر کے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول سے بغاوت کی۔ تو سخت لڑائی کے بعد قتل کیا گیا۔

(۴) سورۃ الکہف میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ حق اللہ تعالےٰ کی طرف سے آ گیا۔ اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے وہ انکار کر دے۔ اسلام تمام قوموں کے لئے اور ہمیشہ کے لئے دنیا کا مذہب ہے۔ اس کی اشاعت دلائل اور براہین سے اور بغیر جبر و اکراہ ہوتی چاہیئے۔ اگر بالفرض اسلامی سلطنت میں کسی مرتد کو قتل کیا جائے تو پھر عیسائی سلطنتیں تبلیغ اسلام کو نہ صرف روک دیں گی بلکہ نو مسلموں کو ختم کر سکتی ہیں۔

مشکل یہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کو زندہ آسمان پر موجود مان کر۔ اور یہ کہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے وہ پھر دنیا میں آئیں گے، مسلمان علماء نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے ہیں۔ اور وہ عیسائی مشنریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ صرف جماعت احمدیہ ہی حضرت عیسےٰؑ کو وفات یافتہ مان کر اور عیسائیت کا صحیح معنوں میں مقابلہ کر سکتی ہے۔ اور تبلیغ اسلام کامیابی سے کر سکتی ہے۔

محمد یحییٰ (؟)

خانۂ خدا کی تعمیر

دار السلام (احمدیہ بستی) میں جامع احمدیہ کی تعمیر کے لئے جلسہ سالانہ پر احباب سے اپیل کی گئی تھی، قوم نے اس پر لبیک کہا، اخراجات کا اندازہ اڑھائی لاکھ روپے ہے الحمد للہ تعمیر مسجد کا کام شروع ہو چکا ہے جن احباب نے ابھی تک اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا وہ اب دل سے اس میں شامل ہوں اور جن دوستوں نے جلسہ سالانہ پر وعدے فرمائے وہ ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں تاکہ تعمیر کا کام جاری رہے۔

فضل حق۔ ناظم دار السلام۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا (الہام حضرت مسیح موعود)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور پاکستان

فون نمبر ۵۳۷۳۷

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا" (الہام حضرت مسیح موعود)

● رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
● تار کا پتہ:
● "تبلیغ" لاہور

چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش ٭ مدیر۔ دوست محمد ٭ مدیر معاون۔ بشیر احمد سود ایم اے

سالانہ:
● پاک و ہند سے ۔۔۔ آٹھ روپے
● بیرونی ممالک سے ۔۔۔ ایک پونڈ

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ یکم صفر المظفر ۱۳۹۳ھ مطابق ؍ مارچ ۱۹۷۳ء | نمبر ۱۰

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"۔
"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"
(الہامات حضرت مسیح موعود)

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا

حدیث نبوی ﷺ

بحر حکمت کے موتی

مسلمانوں کی موجودہ زمانے کی حالت کے متعلق پیشگوئی۔

عن ابی عامر او ابی مالک الاشعریؓ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف ولینزلن اقوام الی جنب علم تروح علیہم بسارحۃ لہم یاتیہم یعنی الفقیر لحاجۃ فیقولوا ارجع الینا غدا فیبیتہم اللہ ویضع العلم ویمسخ اخرین قردۃ وخنازیر الی یوم القیامۃ

ترجمہ: حضرت ابو عامرؓ یا حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو زنا کو، ریشم کو شراب کو گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے اور کچھ لوگ بلند پہاڑ کے پہلو میں اتریں گے ان کے مویشی شام کو چرتے ہوئے ان کے پاس آئیں گے تو ان کے پاس کوئی محتاج کسی حاجت کے لئے آجائے گا تو کہیں گے کل ہمارے پاس پھر آنا۔ تو رات کو اللہ انہیں ہلاک کر دے گا اور پہاڑ ان پر رکھ دے گا اور اوروں کو سؤر اور بندر بنا کر قیامت تک ذلیل کرتا رہے گا۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ اس حدیث میں بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

اگر تم روح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو

تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو

تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹھٹھے کا کام نہ لو

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

میں کہتا ہوں کہ اگر تم ان گالیوں اور بدزبانیوں پر صبر نہ کرو، تو پھر تم میں اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق ہوگا۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ تمہارے ساتھ ہوئی۔ ہر ایک سچا سلسلہ جو دنیا میں قائم ہوا ضرور دنیا نے اس سے دشمنی کی ہے۔ سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو۔ ضرور ہے کہ وہ تم سے بھی دشمنی کریں۔ سو خبردار رہو۔ نفسانیت تم پر غالب نہ آوے ہر ایک سختی کی برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو۔ تا آسمان پر تمہارے لئے اجر لکھا جاوے۔ تمہیں چاہیئے کہ آریوں کے رشیوں اور بزرگوں کی نسبت ہرگز سختی کے الفاظ استعمال نہ کرو۔ تا وہ خدائے قدوس اور اس کے رسول پاک کو گالیاں نہ دیں۔ کیونکہ ان کو معرفت نہیں دی گئی۔ اور وہ نہیں جانتے کہ کس کو گالیاں دیتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ہر یک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے ممکن نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے۔ بلکہ ہر ایک قول اس کا اس کے کیڑوں کا ایک انڈا ہوتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم روح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو۔ تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے اور آسمان پر تم دنیا کے لئے ایک چیز سمجھے جاؤ گے اور تمہاری عمریں بڑھائی جائیں گی۔ تمسخر سے بات نہ کرو۔ اور ٹھٹھے کا کام نہ لو۔ اور چاہیئے کہ سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہارے کلام میں کچھ رنگ نہ ہو۔ تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے۔ حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں۔ لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پیدا کرتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہوسکے سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ۔ تا سامعین کے لئے موجب ملال نہ ہوں۔ جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا۔ اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے۔ اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے، وہ ناپاک ہے۔ اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی۔ اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اس کے منہ پر جاری ہوتی ہے پس اگر تم چاہتے ہو۔ کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں تو نفسانی جوشوں سے دور رہو اور کھیل بازی کے طور پر بحثیں مت کرو۔ کہ یہ کچھ چیز نہیں اور وقت ضائع کرنا ہے۔ بدی کا جواب بدی کے ساتھ مت دو نہ قول سے نہ فعل سے تا خدا

(باقی بر صفحہ اشتہار)

(برائے شبان الاحمدیہ)

غلام نبی مسلم

"اسلام کی نشأۃ ثانیہ شروع ہو چکی ہے"

(مولینا محمد علی رح)

اگر یک قطرہ خوں داری، اگر مشتِ پرے داری
بیا تا با تو آموزم طریقِ شاہبازی را

میرے مخاطب بالخصوص جماعت کے نوجوان ہیں، جن کی نگاہیں بلند اور ہمتیں جوان ہیں، جو غلبۂ اسلام پر ایمان محکم رکھتے ہیں، جنہوں نے بزرگوں سے تابندہ روایات ورثے میں پائی ہیں، جو مخالفتوں کے طوفانوں کو خاطر میں نہیں لاتے اور حادثاتِ زمانہ کو ٹھکراتے ہوئے منزل کی طرف بڑھنے کا عزم رکھتے ہیں۔

ملت کے نونہالو! آپ کا یقین مسلّم، آپ کا جذبۂ ایثار معلوم، آپ کا جوشِ ایمان کوہ شکن، آپ کے حوصلے بلند اور آپ کی تمنائیں جواں سہی، لیکن آپ کو معلوم نہیں؟ کہ آپ کی منزل دراز و کٹھن، آپ کی راہ میں غار، چٹانیں، تاریک جنگلات، متلاطم دریا اور خوفناک درندے ہیں۔ تاہم آپ کی پشت پر خدا کا ہاتھ اور اس کے وعدے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات، قرآنی نشانات، زمانہ کے امامؑ کے تابندہ انوار اور ان کے جاں نثاروں کی روشن کامیابیاں ثبات و توانائی کا ذریعہ ہیں۔

اسلام کے ابتدائی غلبے کے کوئی تین سو سال بعد ملتِ اسلامیہ کی زندگی سے نورِ قرآن نکل گیا، اور سیاسی غلبہ کے ساتھ ساتھ فلسفہ، منطق، روایات، تصوف اور دیگر علوم نے قرآن پاک کی جگہ لے لی۔ ایک ہزار سال تک مسلمان قوم بتدریج زوال پذیر ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ ہمارے فلسفی شاعر کو کہنا پڑا

یا مسلماں مُرد یا قرآں بمرد

کتاب تو شفاءٌ لما فی الصدور، نور للعالمین، ھدی للناس، تذکرہ اور حی و قیوم بنا کر بھیجی گئی ہے، ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ یہ معرفتِ الٰہی کا کامل نسخہ ہے

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
(مسیح موعودؑ)

جب گرمی بڑھ جاتی ہے۔ ہوا رک جاتی ہے۔ دم گھٹنے لگتا ہے۔ دنیا العطش العطش پکار اٹھتی ہے تو سرد ہوائیں چلتی ہیں۔ سیاہ گھٹائیں اٹھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان سے پانی کے چشمے چھوٹ پڑتے ہیں۔ اور دنیا کو حیاتِ تازہ عطا ہو جاتی ہے۔ اسی سنّتِ الٰہی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا کے مطابق جب دنیا فسق و فجور اور ظلم و جور کی وجہ سے بے قرار ہو کر بار بار آسمان کی طرف نظر دوڑاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ اور اپنے دین کو از سرِ نو دنیا میں غالب کرنے کے لئے کسی مردِ حق کو چن لیتی ہے۔

آپ کو معلوم ہے۔ کہ چودھویں صدی ہجری کی ابتداء میں عالمِ اسلام قرآن سے بے بہرہ تھا، اور علماء کے ذہن میں جس قدر قرآن تھا وہ اسرائیلی روایات اور پرانی داستانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جب مغرب کی دجّالی قوتوں نے اسلام پر حملے کئے تو امتِ مسلمہ ان کے مقابل بے بس تھی، ان حالات میں غلبۂ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ میں سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو تجدیدِ دین کے لئے مبعوث فرمایا، جنہوں نے مسلمانوں کی قرآن سے متعلق بے حسی سے بے قرار ہو کر فرمایا،

دردا کہ حسنِ صورتِ فرقاں نہاں نماند
آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نماند
بینم کہ ہر کسے بہ غمِ نفس مبتلاست
کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند
جانم کباب شد ز غمِ ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند
اے سیدا لوریٰ، مددے وقتِ نصرت است
در بوستاں سرائے تو کس باغباں نماند

لیکن آپؑ قرآن کی مرثیہ خوانی نہیں مدح خوانی کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے قرآن کی صداقت پر ایک بلند پایہ کتاب براہینِ احمدیہ لکھی اور ساتھ ہی دنیا کو للکارا کہ اگر تمہاری دینی کتب میں وہ حیات بخش معارف ہیں جو قرآن کریم پیش کرتا ہے اور جس کی اتباع سے آج بھی کامل متبع خدا سے ہمکلام ہو جاتے ہیں، تو وہ پیش کرو اور ان کی پیروی سے جو شخص کامل ہونے کا مدعی ہو وہ ہمارے مقابل آئے ورنہ میں قرآن کی برکات کا زندہ نشان موجود ہوں۔ مجھے آزما لو۔

ان [illegible]ت براہین نے دیگر ادیان کو ختم کر دیا۔ اور کسی کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

آپ نے حکمِ الٰہی کے ماتحت غلبۂ قرآن کے لئے اہلِ اسلام کو پکارا اور ایک جماعت آپ کی صدا پر لبیک کہتی ہوئی۔ [illegible] گئی۔ بس اب کیا تھا۔ آپ کے پیروکاروں نے جگہ جگہ قرآن کریم کے درس شروع کر دیئے۔ اور قرآن کی حقیقی تعلیمات سے مسلمانوں کے دلوں کو روشن کیا تو دشمنوں کو خاموش کر دیا۔ آپ کو چونکہ غلبۂ قرآن کا یقین تھا اس لئے آپ نے قرآن حکیم کے دوسری زبانوں میں تراجم کا بیڑا اٹھایا اور ساتھ ہی اسلام کے متعلق دیگر کتب کی تصنیف و اشاعت کی طرف توجہ دی تاکہ بینات کے ذریعہ مسلمانوں کو زندہ اور اسلام دشمنی کو ختم کیا جائے۔

اس مقصد کے لئے آپؑ نے بالخصوص حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو تیار کیا۔ اور جہاں ان سے اپنی تحریرات کے انگریزی زبان میں ترجمے کا کام لیا، وہاں آپ کو تفسیرِ قرآن اور دیگر کتب کی تصنیف کا حکم دیا۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کی شبانہ روز دعاؤں اور تمناؤں کے زیرِ اثر حضرت مولانا محمد علی رح نے اشاعت قرآن کا جو عظیم الشان کام سر انجام دیا، اس کی نظیر بقول محمد مارماڈیوک پکتھال گذشتہ پانچ صدیوں میں کسی نے پیش نہیں کی۔

عزیزو! قرآن کریم کی عالمگیر اشاعت کا جو کام حضرت مرزا صاحبؑ نے شروع کیا اس کو حضرت مولانا محمد علیؒ نے نہ صرف جاری رکھا بلکہ تمام جماعت میں درس و اشاعت قرآن کی روح پھونکی۔ اور یہی وجہ ہے کہ گو آپ کے رفقاء کی تعداد آپ کے مخالفوں سے کم رہی تاہم اس کے خورد و کلاں میں تعلیم و تعلم اور درسِ قرآن کی رُتبہ نمایاں رہی اور جماعت کے اہلِ علم مشاغلِ حیات کے ساتھ درس قرآن کریم کے عاشق رہے۔ چنانچہ انگریزی خواندہ احباب میں سے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رح، امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ، مولانا شیخ عبدالرحمن مصری صاحب، مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحب، محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب، محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب، محترم مرزا مسعود بیگ صاحب اور کئی دیگر حضرات کی اس ضمن میں خدمات قابلِ قدر ہیں۔ اور جنہوں نے قلم کے ذریعے یہ خدمات انجام دی ہیں وہ گنتی سے باہر ہیں، اور صاحبان تصانیف کی تعداد بھی بیسیوں تک پہنچتی ہے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے جانشین مجددِ احمدیت حضرت مولانا محمد علی رح ہی ہیں۔ جنہیں اپنے وصال سے قبل ہمارے امامؑ نے حضرت مولانا عبدالکریمؒ سے قلم لے کر دیا تھا۔ حضرت صاحبؑ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے آئے تھے اور حضرت مولینا مرحوم فرماتے ہیں:

"اسلام کی نشأۃ ثانیہ شروع ہو چکی ہے اور اس کا اقرار اب غیر بھی کر رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی آنکھیں بند ہو جائیں۔ یہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں۔ جس کو حضرت مرزا صاحبؑ نے آپ کے سپرد کیا ہے۔ اس کی اہمیت کو ہر وقت دلوں کے سامنے رکھیئے۔ اور اس کے کامیاب بنانے میں ہمہ تن مصروف ہو جایئے۔"

مولانا مرحوم کی تڑپ کا سرچشمہ

"حضرت مسیح موعودؑ کے زبردست اندرونی جذبات کا کوئی حصہ کسی نے لیا، کوئی کسی نے۔ میرے مُردہ دل کو آپ کا جذبۂ تبلیغ زندہ کر گیا۔ یہ وہی آپ کے انوارِ قلب کی کوئی کرن ہے جو میرے دل پر نشان ڈال گئی ہے، جس نے میرے اندر یہ جذبہ پیدا کر دیا ہے کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ میرے دل کی آرزو ہے — نہیں — یہ میرا جنون ہے"...... مجھے یقین ہے کہ جس دن اس سب جماعت میں یہ جنون پیدا ہو گیا۔ اس دن ساری مسلمان قوم کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی اور "غمِ اشاعت فرقاں" جو مسیح موعودؑ کے دل کو تڑپاتا تھا، ساری قوم میں سرایت کر جائے گا۔ وہ دن اسلام کے غلبے کا دن ہوگا۔"

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مؤرخہ ۷ مارچ ۱۹۷۳ء

کلامِ الٰہی (قرآن حکیم) کی بے نظیری اور حفاظت

اِنّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لہٗ لحافظون

(الحجر ـ ۹)

یقیناً ہم ہی اس ذکر کے نازل کرنے والے ہیں اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

صداقت کی صحت اور باطل کے بطلان پر مشاہدہ و تجربہ سے بڑھ کر اور کوئی معیار نہیں ۔ عقل و علم کے میدان میں جو کچھ مادی ترقیات ہوئی ہیں، ان تمام کی بنا بھی مشاہدہ و تجربہ پر ہی قائم ہے ۔ جب ایک دائمی قانون کائناتِ عالم میں جاری و ساری معلوم ہو، تو اسے سُنّۃ اللہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اس کی صحت و صداقت سے انکار کرنا حماقت، نادانی اور موجب خسران ہوا کرتا ہے ۔ فلن تجد لسنّۃ اللہ تبدیلاً و لن تجد لسنۃ اللہ تحویلا ۔ خدائی سنت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ۔

ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ انسانی علم نہ تو کامل راہ ہدایت بتلا سکتا ہے نہ ہی اس پہ انسان کو چلا سکتا ہے ۔ گذشتہ ہزار سالہ عالمگیر تجربہ بھی اسی صداقت کی تائید کرتا ہے انسانی علم پر خوشی و خوشحالی اور امن و ترقی کی بنیادیں موجودہ نظریۂ حیات نے رکھیں اور مادی نظامِ حیات اس کے مطابق تجویز کیا مگر اس عظیم تجربہ سے اس نظریہ و نظام کی ناکامی ثابت ہو چکی ہے، خوشی و خوشحالی کی بجائے بے اطمینانی و اضطراب اور امن و ترقی کی بجائے فساد و تباہی عالمگیر پیمانہ پر کار فرما ہو چکے ہیں، اس سے قبل انسانیت کو ایسے وسیع پیمانہ پر کبھی ایسی عظیم مشکلات اور مصائب پیش نہیں آئیں جیسی اس زمانہ میں آئی ہیں ۔

پس بنی نوع انسان کے عالمگیر تجربہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ زندگی کے نظریہ و نظام میں انسانی عقل و علم اس کی صحیح رہنمائی کرنے سے یکسر عاجز و قاصر ہیں ۔ لا محالہ ہمیں یہ تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ اس ناکامی کے بعد انسان اپنی ہدایت کی راہ کسی اور جانب تلاش کرے ۔ اس صورت میں اس کی نظر آسمان کی طرف اٹھتی ہے، جو ہستی خالقِ کائنات اس سلسلۂ تخلیق کو وجود میں لاتے اور انسان کو پیدا کرنے والی ہے یقیناً وہی ذات اپنی جانب سے ہدایت نازل کرے تو ہی انسان ہدایت و نجات پا سکتا ہے ۔ چنانچہ اسی محکم قانون اور سنۃ اللہ کے مطابق خدائے تعالےٰ نے محض اپنی رحمانیت کے تقاضے سے اپنے کامل کلام کو قرآن پاک کی شکل میں نازل فرمایا ۔ الرّحمٰن علّم القرآن ۔ خلق الانسان علّمہ البیان انسان کی تخلیق اور اسے علم بیان عطا کرنے کے بعد رحمانیت کا تقاضا ہوا کہ قرآن کریم یا کامل راہِ ہدایت کا علم اسے دیا جائے ۔

قرآن کریم کے منجانب اللہ صادق کلام ہونے پر بہت سے شواہد و بیّنات موجود ہیں جن میں سے صرف چند ایک کا مختصر ذکر ممکن ہے ۔ بات صرف اسی قدر نہیں کہ انسانی عقل و علم کی راہ ہدایت دکھلانے میں ناکامی خدائی کلام کی ضرورتِ حقہ کو ثابت کرتی ہے بلکہ دلائلِ قاطعہ و براہینِ نیرہ سے قرآن کریم کی صداقت مُبرہن ہو رہی ہے ۔ مثلاً اس کتاب کی معجزانہ بے نظیری اور اس کی خارقِ عادت رنگ میں حفاظت ظاہری و باطنی ۔

قرآن مجید نے انسانی راہنمائی کے لئے ایک کامل، جامع اور بے نظیر تعلیم ہی پیش نہیں کی جس کی مثل لانا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے بلکہ چودہ سو سال سے خود اس کتاب نے ایسا دعوےٰ بھی کر رکھا ہے یعنی تمام جن و بشر کو یہ کھلا چیلنج دے دیا کہ اگر تمہیں اس کے منجانب اللہ ہونے میں ذرّہ بھر بھی شک ہو تو پھر آؤ! تم سب جمع ہو کر اس کی مانند کلام بنا لاؤ یا اس کی ایک سُورۃ جیسی سورۃ بنا کر پیش کر دو ۔ فیصلہ کی کس قدر آسان راہ تجویز کر دی! اگر یہ کلام بشر کا ہے تو پھر ایک بشر کے مقابل تم سب جمیع علماء و فضلاء ایسا کلام لے آنے پر ضرور قادر ہو سکو گے ۔

پس آؤ! میدانِ مقابلہ میں نکلو!! وان کنتم فی ریب ممّا نزّلنا علٰی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ ۔ اگر تمہیں شک ہے کہ یہ کلام منجانب اللہ کیسے ہے؟ تو پھر فیصلہ کی راہ واضح ہے ۔ اس کی مثل ایک سورۃ ہی بنا کر پیش کر دکھلاؤ ۔ کیونکہ جو کچھ ایک انسان کر سکتا ہے تو یقیناً وہ دوسرے انسان مل کر کیوں کر سکنے پر قادر نہیں؟ قرآن کریم نے صرف چیلنج ہی نہیں دیا بلکہ علمِ غیب سے ایک حتمی پیشگوئی بھی فرما دی ہے ۔ فان لم تفعلوا و لن تفعلوا ۔ اگر قرآن کی ایک سورۃ کے مثل بنانے سے بھی تم عاجز ہو اور یاد رکھو تم مثل لانے سے ہمیشہ ناکام ہی رہو گے، تو پھر تمہیں اس کے منجانب اللہ صادق کلامِ الٰہی ہونے میں کیوں شک باقی رہ جاتا ہے؟!

تاریخ میں مرقوم ہے کہ جب سورۃ الکوثر جو صرف تین مختصر آیات پر مشتمل ہے نازل ہوئی اور اسے خانہ کعبہ پر آویزاں کیا گیا تو اسے پڑھ کر عرب کے شعراء و فصحاء اس قدر دنگ رہ گئے کہ بے ساختہ ان کے منہ سے یہ نکل گیا ما ھٰذا قول البشر ۔ یہ تو بشر کا کلام نہیں اور ان کے علماء و فضلاء نے اپنے عجز کا اظہار اس طرح کیا کہ اپنے شاعرانہ کلام خانہ کعبہ سے اتار پھینکے ۔

قرآنی چیلنج کا چودہ سو سال تک قبول نہ کیا جانا تو ایک امرِ واقع ہے جس پر تاریخ گواہ ہے ۔ اگر یہ سوال ہو کہ اس کا باعث کیا ہے؟ جب مخالفین نے ہر ممکن کوشش قرآن کو باطل ثابت کرنے کے لئے کی، تو اس چیلنج کو قبول کر کے فیصلہ کی آسان پیش کردہ راہ سے کیوں گریز کیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کمال جامعیت سے اصول حقہ کو بدلائل و براہین قرآن میں ثابت کیا گیا ہے اور جملہ باطل اُصولوں کا بطلان عقلاً ظاہر کیا گیا ہے، یہ ایسے کمالِ علم و حکمت کا متقاضی ہے جو انسانی طاقتوں کو قطعاً میسر نہیں ۔ ولا یاتونک بمثل الا جئنٰک بالحق و احسن تفسیرا ۔ رہنمائی کا کوئی اصول پیش نہیں کیا جا سکتا جو اس کتاب پاک میں حقانیت کی روشنی میں بہترین طریق تفسیر پر بیان نہ کیا گیا ہو ہدایت کے ہر معاملہ میں توازن و اعتدال کی ایسی صحیح اور باریک راہیں بتلا دینا، انسانی علم و عقل کے بس کی بات نہیں ۔ اس کے علاوہ خدائے قادر و ذوالجلال کی براہ راست تائید و حمایت اس کتاب پاک کو ہمیشہ کے لئے حاصل و نصیب ہے ۔ مثال کے طور پر اس کتاب کی اعلےٰ درجہ کی حفاظت ظاہری و باطنی کے سارے ذرائع کا میسر آ جانا انسانی اختیار و احاطہ سے قطعی بالاتر امر ہے ۔

حفاظت ظاہری پر نظر کیجئے ۔ دنیا میں کیا کوئی اور کتاب موجود ہے، جو شروع سے آخر تک لاکھوں انسانوں کے قلوب میں ہمیشہ زندہ موجود چلی آتی ہو؟ حفاظت ظاہری کا یہ نظام یعنی حفظِ کلام جہاں خدائی ذمہ داری کی واضح دلیل ہے وہاں اس کے منجانب اللہ صداقت پر صریح شاہد ہے کیا کوئی اور آسمانی کتاب بتلائی جا سکتی ہے جو حرف بحرف اور زیر و زبر، متن و من وسبی ہی موجود ہو جیسے نازل ہوئی تھی؟ کوئی اور مقدس صحیفہ بتلایا جا سکتا ہے جس میں توحید خالص کا ایسا واضح بیان اور شرک کی جملہ اقسام کا ردّ ایسی شدّت سے کیا گیا ہو؟ کسی ایسے کلام کا نشان دکھلایا جا سکتا ہے کہ جس میں ایسی وضاحت و صراحت کے ساتھ جملہ ابدی صداقتوں کو بیان کیا گیا ہو؟ کہاں ہے کوئی اور کتاب کہ جسے حفاظت ظاہری و باطنی کے وہ تمام ذرائع نصیب ہوں تاکہ وہ بعینہٖ اپنی اصل شکل پر قائم دائم رہی ہو؟

نہ صرف پہلی کُتب و صحیفے محرّف و مبدّل ہو گئے بلکہ جن زبانوں میں وہ نازل ہوئے وہ زبانیں بھی مردہ ہو گئیں ۔ کیا یہی ایک معجزہ کہ قرآن اپنی ظاہری شکل اور الفاظ میں اسی طرح موجود ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا اور اس کا ہر نسخہ خواہ کسی زمانہ کا کہیں ہو بلا ادنےٰ اختلاف ایک ہی ہو گا، اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں کہ اس کی حفاظت کے سامان منجانب اللہ تائید سے ہی ہیں؟

جہاں بلاشبہ ظاہری حفاظتِ الفاظِ قرآنی کا ابدی انتظام بے مثل ...... ہے وہاں اس سے بڑھ کر قرآن کریم کی ابدی صداقتوں کے حقیقی معانی اور اس تعلیم کے اصل نصب العین کی دائمی حیات اور حصولِ ثمرات کی تا قیامت محفوظیت ایک عظیم و اعلیٰ معجزہ ہے جس کا مقابلہ کرنے سے تمام بشر و جن بکلّی عاجز و قاصر ہیں ۔ صرف قرآنِ کریم کی تعلیم کا خاصہ ہے کہ اس کے حقیقی و کامل پیرو خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کا فخر حاصل کرتے ہیں ۔ کیونکہ دین کا حقیقی منشاء انسان کو خدا تعالےٰ کی ہمکلامی

(باقی بصفحہ کالم ۳)

اخبار [illegible]

پنجاب اسمبلی میں ایک مسودۂ قانون —

تحریم بوسیدہ اوراق قرآن مجید — میں ایک تجویز پیش کی گئی ہے کہ کسی اخبار، رسالہ یا دوسری کتب و مطبوعات میں جب قرآن کریم کا حوالہ دینا مطلوب ہو تو آیات درج کرنے کی بجائے ان کا ترجمہ لکھا جائے، اگر کسی شخص کو کوئی ایسا کاغذ ملے جس پر قرآن مجید کی آیات درج ہوں، تو وہ اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق ٹھکانے لگانے کا ذمہ دار ہوگا تاکہ قرآن مجید کی حرمت قائم رہے، اور اگر کوئی اخبار، کتابچہ یا رسالہ ایسا مضمون شائع کرے جس میں قرآنی آیات درج ہوں، تو اس ناشر کو سزائے قید دی جائے۔ چھ ماہ قید یا پانچسو روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں۔

— جہاں تک قرآن مجید کے ادب احترام کا تعلق ہے اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہو سکتا، قرآن مجید کا احترام مسلمان کے لئے ایمان اور غیرت کا سوال ہے لیکن مقصد تکریم و تحریم کے پیش نظر قرآنی آیات کی نشر و اشاعت پر پابندی کوئی احسن صورت نہیں ہے "ادب" کے نام پر متن قرآنی کی تحریر سے احتراز کیفیت "مہجور" پیدا کرنے کی ایک نادانستہ کوشش ہے اور [...]ے جو مضمرات ہیں وہ دینی تبلیغ و تعلیم اور [...]ں کی نشر و اشاعت میں ایک زبردست [...]خنے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن کریم عربی [...] نازل ہوا۔ قرآنی اور الہامی زبان کی جو [...]ر اور روح و نور ہے وہ کسی اور زبان [...]مکن نہیں، قرآن کو قرآنی زبان میں ہی [...] پڑھنا چاہیئے البتہ اس کی تفسیر و تفہیم شرح و توضیح کے لئے کوئی دوسری [...] استعمال کی جا سکتی ہے لیکن اس کی [...]بارات کے اندراج کو قابل تعزیر قرار [...] نہیں کیونکہ اس سے آہستہ آہستہ قرآن کے متن سے توجہ ہٹ کر صرف ترجمہ پر [...]ے گی، اور متن کی آیات ذہنوں سے [...]جائیں گی جو اس کی حفاظت کے منافی ہے [...] لئے قرآن کریم کے ادب و احترام [...] رسائل و جرائد اور دیگر مطبوعات میں [...] کتابت و طباعت اور اشاعت پر [...]

[...] کرنے کے لئے عوام و خواص میں یہ دینی شعور و غیرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے (جو پہلے بھی بہتر حد تک موجود ہے) کہ قرآنی متن کا ادب و احترام ملحوظ رکھا جائے اور اگر ایسے اوراق کی جنہیں اصل متن کی آیات درج ہوں حفاظت نہ کی جا سکے تو اسے جلا دیا جائے یا دریا برد کر دیا جائے۔ قرآن کریم آسمانی اور الہامی کتاب ہے، اور لوگوں کے دلوں میں یہ ایمان و یقین پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن کریم میں ہماری دنیوی و اُخروی زندگی کی تربیت و تہذیب کے سامان ہیں اس پر چل کر ہی ہم عنداللہ و عندالناس کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں۔ یہ شعور و غیرت اور یہ ایمان و یقین قرآنی تعلیمات کو عام کرنے اور اس کے نتائج کو دیکھنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ آج اگر اس قسم کے قانون وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے تو اس کا پس منظر یہی ہے کہ ہم نے بحیثیت مسلمان اور بحیثیت اُمتِ مسلمہ قرآن کریم کو مہجور کی حیثیت دے رکھی ہے۔ نہ ہم میں اس کا باطنی احترام ہے نہ ظاہری۔ اگر ہم قرآنی تعلیمات کا چلتا پھرتا پیکر بن جائیں تو سوئے ادب کا کوئی امکان باقی نہ رہے گا۔

مسولینی اور حضرت امیر مرحوم کا ترجمہ قرآن

روزنامہ امروز۔ ۲۵ فروری ۱۹۷۳ء میں اقبال شیدائی کی "انقلابی سرگذشت" شائع ہوئی ہے۔ اس میں معروف اطالوی آمر سینئر مسولینی کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:—

"میں نے ۱۹۲۷ء میں سینئر مسولینی کو قرآن مجید ترجمہ مولانا محمد علی مرحوم امیر جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور (جماعت احمدیہ) بطور تحفہ دیا تھا جسے وہ اپنے دفتر واقع پالاتو ینیتیا میں ہمیشہ اپنی میز پر رکھا کرتے تھے اور اگر کوئی مسلمان لیڈر انہیں ملنے جاتا تو وہ کہا کرتے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن کو پڑھیں اور اس پر عمل کریں، تو وہ دنیا میں پھر اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بات مجھے سید ضیاء الدین طباطبائی ایرانی نے سینئر مسولینی سے ملاقات کے بعد بتائی (سید ضیاء الدین طباطبائی ۱۹۲۳ میں یا ۱۹۲۱ میں ایران کے وزیر اعظم تھے) [...]"

امیر مرحوم کے ترجمہ قرآن کو جو عالمی مقبولیت عطا فرمائی انقلابی سرگذشت کا یہ اقتباس اس کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اور مسولینی کے ریمارکس بھی مسلمانوں کو جو دعوت عمل دے رہے ہیں خدا کرے مسلمان اس پر عمل پیرا ہوں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور للّٰہ صد مبارکباد ہے کہ اس نے حال ہی میں تراجم قرآن کی اشاعت کا ایک عظیم پروگرام بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو باثمر کرے اور اپنی تائید و نصرت شاملِ حال رکھے۔ ہم جماعت کے احباب کو بالخصوص اور مسلمانانِ عالم کو بالعموم اس کارِ خیر میں دامے درمے شرکت کی استدعا کرتے ہیں تا ان کے اجتماعی ایثار و قربانی سے اکنافِ عالم میں خدا اور رسول کا نام بلند ہو۔

استبداد اور مذہب

اٹلی کے ایک معروف مصنف۔ اینی کاؤنٹ پومنٹس نے اپنے ایک تازہ مقالے میں لکھا ہے کہ:—

"اکثر مغربی علمائے سیاست کی یہ رائے ہے کہ سیاسی استبداد مذہبی استبداد سے پیدا ہوا ہے۔ بعض اعتدال پسند گو اتنا نہیں سمجھتے مگر تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دونوں استبداد اگر باہم باپ بیٹے نہیں تو بھائی بھائی ضرور ہیں۔ ان کے مابین یہ قوی رشتہ موجود ہے کہ دونوں انسان کی خواری اور غلامی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے ہیں تاکہ ایک کی حکومت جسم پر قائم رہے اور دوسرے کی روح پر"

مقالہ نگار نے مذہب اور سیاست پر تحقیق کے وقت شاید اسلام کا مطالعہ نہیں کیا۔ اس نے عیسائیت کے باطل عقائد اور اس کے اسباب و عوامل اور نتائج کو پیش نظر رکھا ہے اور اس پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مذہب کو یہ رنگ دیا ہے۔ اس مذہب کو جس نے انسانوں کو ہدایت کی بجائے گمراہی اور آزادی کی بجائے غلامی دی ہے۔ ورنہ اسلام جو ہدایت و حریت اور فطرت و روح کا آسمانی مذہب ہے اس میں استبداد کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آتا۔ یہ حقیقت [...] اس سے ظاہر ہے کہ اسلام نے تمام دیگر مذاہب [...] عیسائیت اور دوسرے مذاہب کی تاریخ خالی ہے کوئی ہے جو ہمارے اس دعوی کو باطل ثابت کر سکے!

مجموعہ ہذیانات و خرافات

ہفت روزہ الاعتصام لاہور مورخہ یکم دسمبر ۱۹۷۲ء نے تبصرہ کتب کے کالم میں ایک کتاب۔ "مراقبات" از عبدالصمد صارم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:—

"یہ کتاب نہ صرف الفاظ کا گورکھ دھندا ہے بلکہ مجموعہ ہذیانات و خرافات بھی ہے .... جس سے ہم ہزار بار اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں یہ تمام باتیں صریحاً شرک جلی کے زمرے میں آتی ہیں جو خدا کے ہاں ناقابل معافی جرم ہے ...... ہم یہ سمجھتے ہیں یہ کتاب بھی انہی مکاشفات شیطانی کا ایک واضح نمونہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار"

عبدالصمد صارم صاحب جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ انہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ اور تحریک احمدیہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اگرچہ ہمیں تو وہ بھی مجموعہ ہذیانات و خرافات نظر آتا ہے۔ لیکن الاعتصام اور اسی زمرے کے اور لوگوں نے ان "نگارشات" پر تحسین و داد کے بڑے ڈونگرے برسائے اور واہ واہ کی رٹ لگائے رکھی، اب ان کے تازہ "مراقبات" کو یہ صاحبان مجموعہ ہذیانات و خرافات قرار دے رہے ہیں!

فاعتبروا یا اولی الابصار

خُدا سے ڈر کر اتّحاد و اتّفاق کے ساتھ کام کرنا جماعت کی فلاح کا موجب ہوتا ہے

مَیں جماعت کے افراد کو اپیل کرتا ہوں کہ وہ جماعتی اتّحاد کو مدِّنظر رکھیں

خُطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۷۲ء۔ فرمودہ حضرت امیرِ قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حقّ تقاتہ ولا تموتنّ الا وانتم مسلمون ۔۔۔۔۔۔ ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ——— (سورۃ العمران ۱۰۲-۱۰۴) ———

فرمایا اے ہمارے ماننے والو۔ اور اے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والو اور اے جماعتِ مؤمنین اتّقوا اللہ، خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ یہ جامع الفاظ اللہ تعالےٰ کی ذات کو ہی سزاوار ہیں اور یہ تعلیم قرآن کریم کی عظمت اور شان کے مطابق ہے۔ افراد اور قوموں کی زندگی میں، کاروبار اور حکومت کے معاملات میں، غیر قوموں کے ساتھ تعلّقات قائم کرنے میں، غرض اپنے تمام حالاتِ زندگی میں خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ ڈر کبھی ماں باپ سے ہوتا ہے اور کبھی پولیس اور دوسرے حکام اور افسران سے۔ ان سے انسان اپنے قصوروں کو چھپا سکتا ہے لیکن زمین و آسمان کا بادشاہ ہمارے تمام مخفی در مخفی ارادوں اور حرکات و سکنات سے واقف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ وہ ذرّے ذرّے سے واقف ہے۔ نیّات کو جانتا ہے۔ اگر وہ بادشاہ جو کائنات کا مالک بھی ہے تم سے خوش ہو جائے تو تم کامیاب و کامران ہو جاؤ گے۔

حضرت یوسفؑ نے فرعون کے محل میں پرورش پائی، وہ جوان رعنا ہیں۔ ان کی خوبصورتی مثال کے طور پر بیان کی جاتی ہے۔ بادشاہ کے محل میں ہیں۔ بادشاہ کی ملکہ کہتی ہے۔ اِدھر آؤ۔ اس کے زیرِ احسان بھی ہیں۔ اس کی فرمانبرداری سے انعام کی توقع بھی ہے۔ اور نافرمانی سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ بھی ہے۔ لیکن حضرت یوسفؑ کہتے ہیں میں خدا سے ڈرتا ہوں ——— یہ ہے بلندی اخلاق! اگر ملکہ کی رضا جوئی حاصل ہو جاتی تو انعامات کی بارش ہو سکتی تھی۔ وہ ایک حُور ہے۔ زیب و زینت سے آراستہ ہے۔ دیکھنے والا کوئی نہیں۔ وہ کہتی ہے کہ اِدھر آؤ۔ لیکن فرماتے ہیں کہ معاذ اللہ، انّہ ربّی احسن مثوای۔ تیرا خاوند میرا مالک اور محسن ہے۔ اس عزّت افزائی کے خلاف میں کوئی بے جا حرکت نہیں کر سکتا۔ اور پھر زمین و آسمان کا جو مالک ہے اس کی عظمت و قدرت بھی مدِّنظر ہے۔ انّہ لایفلح الظالمون اور یہ امر بھی مدِّنظر ہے کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے انبیاءؑ کا مقام! ہر شخص کو رضائے الٰہی کا یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس سے ڈر کر زندگی بسر کرے۔

فرمایا یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ایک فرد یا دو چار آدمیوں کا پرہیزگار اور متقی بن جانا ہمارا مقصد نہیں بلکہ ساری کی ساری قوم کا یہی رنگ ہونا چاہیئے۔ مجموعی اخلاق قوّت کا باعث بن جاتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا یہ اتحاد سکھانے کے لئے فرمایا کہ اللہ کی رسّی یعنے قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ جتھہ بے شک قوت کا سرچشمہ ہوتا ہے لیکن سرچشمۂ قوّت کو خدا سے ڈر کر استعمال نہ کرنا ہلاکت کا موجب ہے۔ چاہیئے کہ جماعت ایسی ہو جو خدا ترس ہو اور مخلوق کی خادم ہو نہ کہ مخلوقِ خدا کے حقوق برباد کرنے والی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی الجماعت الجماعت کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے اور تاکید کی ہے کہ لوگو اکٹھے ہو کر زندگی بسر کرنا۔ جو قوم مجتمع ہو گئی اس کی قوّت بڑھ گئی۔ نیکی کے کام سرانجام دینے کے لئے جماعت درکار ہوتی ہے۔ آپ ایک چھوٹی سی جماعت ہیں۔ اس کو اتحاد و اتفاق کی برکتوں سے متمتع ہونا چاہیئے۔ افراد بھی اچھے کام کر سکتے ہیں لیکن جب ایک قوم کی قوم کسی کام کے کرنے کا بیڑا اُٹھائے تو وہ کامیاب ہو جاتی ہے۔ ہماری جماعت نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کا بیڑا اُٹھایا کابل اور ترکی اور باقی اسلامی دُنیا کے لوگ آپ کے کاموں اور خدمات پر فدا تھے۔ انگلستان میں ووکنگ مسجد میں عید کے دن بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ آکسفورڈ اور وہاں کی دوسری یونیورسٹیوں کے طلباء بھی اس مجمع میں شامل ہوتے تھے۔ اور اس کا اثر لوگوں پر پڑتا تھا۔ الغرض فرمایا کہ ہم طاقت چاہتے ہیں اور طاقت میں برکت ہوتی ہے۔ البتہ اس کی بنیاد تقویٰ پر ہونا ضروری ہے۔

مزید فرمایا ولا تفرّقوا۔ جماعت میں تفرقہ پیدا نہ کرو، جگہ جگہ پارٹی بازی نہ کرو، یہ اتحادِ اسلامی کے خلاف ہے۔ یہ اتحاد قومی کو برباد کرنے والی بات ہے خدا اس سے راضی نہیں ہوتا، قوم کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے فرمایا ولا تفرّقوا۔ تفرقہ پیدا نہ کرو ——— میں جماعت کے افراد کو اپیل کرتا ہوں کہ وہ جماعتی اتّحاد کو مدِّنظر رکھیں

. . . .

. . . .

یہاں ایک مشاہدہ پیش کیا ہے عرب کے ملک میں باہم دشمنیاں تھیں۔ دن رات جنگیں ہوتی تھیں اور یہ لڑائیاں سالہا سال جاری رہتی تھیں۔ کشت و خون ہو رہا تھا انتقام در انتقام کا بازار گرم تھا۔ اس جنگجو قوم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ نے اتحاد و اتفاق کا پیکر بنا دیا۔ اور جانی دشمن آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ یہ حضورؐ کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کی بات ہے کہ اتحاد کی نعمت انہیں نصیب ہوئی۔

مزید فرمایا۔ ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

قوم میں اتحاد و اتفاق کو تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے تمہارے اندر علماء ہونے چاہئیں جو نیکی کی تعلیم دیں اور بُرائی سے منع کریں۔ جس طرح سے انسان کے جسم جان کے رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے [illegible] تعالےٰ نے کائنات کی تمام استعداد [illegible] کو انسان کی خدمت کے لئے وقف کر د[illegible] ہے، اسی طرح سے جماعتی اِتحاد و اتفا[illegible] کی زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے وحی و الہام کے ذریعہ قومی و ملّی اتحا[illegible] اتفاق کی تلقین کی۔ اس تعلیم کی برکت سے مسلمان بھائی بھائی بن گئے اور اخو[illegible] اسلامی کا ایسے مثال مظاہرہ ہوا۔ [illegible] ایک لڑائی میں ایک زخمی اور جاں بلب مسلما[illegible] کو پانی پیش کیا گیا تو وہ کہتا ہے کہ پہلے [illegible] اس بھائی کو پلاؤ اور جب اس کے پاس [illegible] جاتا ہے تو وہ تیسرے بھائی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ ہے وہ اخوّت و محبّ[illegible] کا مظاہرہ جو حضور صلعم کی قوم نے کیا۔ یہ [illegible] اندر بہت بڑی قوت رکھتا ہے۔ اس [illegible] زمانہ میں بھی ایک امامؑ آیا۔ اس نے بھی ایسی ہی اخوّت کی مثال قائم کر دی۔ آ[illegible] کے پاس بیٹھنے والے ایک دوسر[illegible] پر فدا تھے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے اِتحاد کو قائم کریں اور کوئی ایسی حرکت نہیں ہونی چاہیئے جس سے تفرقہ پیدا [illegible] کا امکان ہو۔ فرمایا تمہارے اندر ایسے لوگ ہوں جو بھلائی کی طرف دعوت د[illegible] والے ہوں، اور ناپسندیدہ باتوں سے [illegible] فرمایا کہ ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اور ا[illegible] کو نعمت سمجھ کر قائم رکھو اور تفرقہ [illegible] بچو جو قوم کی عزّت اور اتفاق کو برباد [illegible]

گورنمنٹ مسلم ہائی سکول مری کی ایک کامیابی

حال ہی میں ہمارے سکول کے ننھے سکا[illegible] مقرر مسٹر محمد احمد اشرف نے "سکاؤٹنگ [illegible] کیسے زیادہ مؤثر و مقبول بنایا جا سکتا ہے" زیرِ عنوان سکاؤٹنگ کے تقریری مقابلہ م[illegible] حصّہ لیا اور خداوند تعالےٰ کی عنایت سے [illegible] انعام کا کپ، سند اور ایک سکاؤٹ ڈائ[illegible] جیت لی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک + برکت علی [illegible]

جناب نصیر احمد فاروقی

کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْراً وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْراً

جب حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالےٰ نے رسالت کے مقام پر کھڑا کیا تو آپ نے منجملہ اور باتوں کے یہ استدعا کی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ میری قوت کو اس کے ساتھ مضبوط کر اور میرے کام میں اُسے شریک کر کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْراً وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْراً۔ تاکہ ہم تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔ پھر بھی کوئی ۸۰ ہزار کی قوم بنی اسرائیل کو سنبھالنا حضرت موسیٰؑ کے لئے مشکل ہو گیا حالانکہ حضرت ہارون ہر آن ان کے ممد و مددگار تھے۔ جب حضرت موسیٰؑ کے سسر نے حضرت موسیٰؑ کا حال دیکھا کہ اُن پر کتنا بوجھ ہے تو انہیں مشورہ دیا کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ایک ایک سردار جن کو ان کو مقرر کر دو کہ روزانہ کے معمولی جھگڑے اور مقدمات وہ چکائیں اور صرف اہم معاملات نبی تک آئیں۔

یہ آنحضرت صلعم کا کمال تھا کہ اگرچہ آپؐ کو اس سے بہت بڑی اور بہت بدتر قوم کی اصلاح کے لئے چُنا گیا مگر آپ نے اس بوجھ کو اکیلے ہی اُٹھایا اور کس خوبی سے نبھایا (حالانکہ ان کی قوم نے ان کے خلاف شدید مخالفت اور سرکشی کے بعد ان پر بار بار فوج کشی کی اور ایک منٹ چین سے بیٹھنے نہ دیا) اور بالآخر ان بدترین خلائق کو بہترین خلائق صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں بنا ڈالا جو ایک واحد قوم نسل انسانی اور نبوت و رسالت کی تاریخ میں ہے جسے رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کا سہرا اسی زندگی میں باندھا گیا۔ اس سے بڑھ کر کام جو حضور صلعم نے کیا وہ یہ کہ قیامت تک کے لئے ایک کامل نمونہ اور مکمل تعلیم اپنے پیچھے چھوڑی جو ہر زمانہ ہر ملک اور ہر قوم کے لئے اُسوہ حسنہ بارگاہ الٰہی میں قرار پائی۔ آپؐ نبی اور رسول بھی تھے نمازوں میں امامت کرتے اور خطبات دیتے (حضرت موسیٰؑ کا یہ بوجھ حضرت ہارون نے اُٹھایا تھا) جنگوں میں سپہ سالاری کا کام بھی خود ہی کرتے۔ مقدمات کا فیصلہ بھی خود کرتے شریعت کے احکام بھی خود نافذ کرتے۔ مریضوں کی عیادت کو بھی باقاعدہ جاتے۔ ماتم کسی کے گھر ہو شریک ہوتے۔ غرض کیا کیا کام ہے جو گنوایا جائے۔ یہ سب کچھ اپنے اور اپنے اہل کے ذاتی کاموں کے علاوہ تھا جو حضور صلعم سرانجام دیتے تھے۔ بنی اسرائیل کے لئے ہفتہ میں صرف ایک دن عبادت کے لئے تھا۔ یہاں دن کی پانچوں نمازوں کے علاوہ حضورؐ وقت ملے تو اشراق کی نماز بھی پڑھتے اور راتوں کا تو اکثر حصہ اللہ تعالےٰ کے آگے ہاتھ باندھے یا سربسجود گذارتے۔ ایسے ہی رسولؐ کو اگر مرد کامل کا خطاب جناب الٰہی سے ملا تو اس میں کیا تعجب ہے؟ یہی رسولؐ خاتم النبیین اور محبوب الٰہی بننے کا حقدار تھا۔

اس زمانہ میں آنحضرت صلعم کے ایک خلیفہ یعنے حضرت مجدد صد چہاردہم و مسیح موعودؑ نے بھی ایک جماعت بنائی۔ اپنی بیعت کا مقصد تقوےٰ کا حصول اور فنا فی اللہ ہونا بتایا۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا سکھایا۔ اشاعت و حفاظت اسلام ہمارا کام مقرر کیا۔ بار بار تقویٰ پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے بار ہا اللہ تبارک و تعالےٰ سے سوال کیا کہ وہ کیا چیز ہے جس سے تو راضی ہو تو جواب ملا "تقویٰ اختیار کرو"۔ چنانچہ آپ نے ایک ایسی متقین اور صلحاء کی جماعت اکٹھی کی کہ ان میں سے چند کو مجھے دیکھنے کا موقعہ ملا اور آج ان جیسوں کو اپنے درمیان ڈھونڈنے کے لئے آنکھیں متلاشی ہیں مگر بہت کم نظر آتے ہیں۔ تو خیال آتا ہے کہ وہ بھی کیا دن ہوں گے اور کیا جگہ ہو گی جہاں ہزاروں ایسی پُرنور ہستیاں حضرت امام زمانؑ کے گرد جمع ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم کو یہ کہنا پڑا کہ "آج کسی نے اگر ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں جا کر دیکھے"۔

حضرت مجددؑ کی وفات کو چند سال ہی گذرے تھے کہ قادیان میں غلو کا فتنہ اُٹھا اور جس طرح اصل مسیحؑ کو نبی سے خدا بنا دیا گیا مسیح موعودؑ کو مجدد سے نبی بنا دیا گیا جنہوں نے آپ کو نہ ماننا چاہے انہوں نے آپ کا نام بھی نہ سُنا ہو انہیں کافر قرار دے دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر کیا خطرناک غلطی ہو سکتی تھی کہ بمطابق حدیث نبوی کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنے والا خود کفر سے قریب ہو جاتا ہے۔ جس طرح صحیح ایمان اعمال صالحہ پیدا کرتا ہے، ایمان بگڑنے سے اعمال بھی بگڑ جاتے ہیں۔ اسی کو قرآن کریم میں بار بار مختلف پیرایوں میں ہمارے لئے بطور تنبیہہ دوہرایا گیا ہے۔ کہیں فرمایا وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (المائدہ ۵-۵) یعنے جو ایمان لا کر پھر کفر میں پڑ جائے تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

اسی طرح جن لوگوں کا ایمان کمزور ہو گیا ہو ان کے لئے بھی فرمایا حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ (المائدہ ۵-۵۳) یعنے ان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور (اگرچہ وہ دنیا کے اغراض اور فوائد کے لئے اپنے ایمان میں کمزوری پیدا کرتے ہیں مگر) بالآخر وہ اس دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اُٹھانے والے ہوتے ہیں۔

جماعت احمدیہ میں اس فتنہ کے اُٹھنے پر اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک بندے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کو توفیق دی کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کے صحیح عقائد پر قائم رہ کر اپنے اردگرد ایک جماعت صلحاء کی جمع کر لی جنہوں نے باوجود اپنی قلت کمزوری اور غربت کے وہ کام بفضلہ تعالیٰ کر دکھایا کہ اسلام کی تاریخ میں وہ ایک درخشاں باب انشاء اللہ ہو گا۔ مگر آج ان صلحاء میں سے اکثر اپنے مولیٰ سے جا ملے ہیں اور ہم میں دن بدن دنیاداری آتی جا رہی ہے ...

. . . . . . اور نفسانی جوش غالب آ کر ہم کو اُس تقویٰ اللہ اور اخوت کی فضا سے تیزی سے محروم کر رہے ہیں جس میں ہماری جماعت کبھی تھی۔ آپس کے تعلقات میں وہ محبت اخوت ہمدردی اور یکجہتی نہیں رہی جو پہلے تھی۔

اس کا اصل علاج تو دراصل اپنے نفسوں کی اصلاح، خدا سے تعلق اور نفس کشی میں ہے مگر ظاہری سامان بھی کچھ سوچنے چاہئیں۔ لوگ قادیان یا اب ربوہ میں جو نظام یا قومی رنگ ہے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیان میں تو حضرت امام زمانؑ کی قوت قدسی اور حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور کا تقویٰ تبتل الی اللہ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور دوسرے فرشتہ صفت انسانوں کا ایک جا جمع ہو جانا تھا۔

بعد میں ربوہ میں اگر ہمارے نزدیک وہ روحانی رنگ نہیں مگر جسمانی رنگ میں اکٹھا رہنا اُن کے لئے سود مند ثابت ہو رہا ہے۔ لاہور میں یا دوسرے شہروں میں ہماری جماعت کے احباب بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ تمام شہر اب اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ فاصلے بہت لمبے ہو گئے ہیں اور ہر وقت کا تعلق جیسا کہ نمازوں دینی محفلوں یا آپس میں ملنے جلنے سے ہو سکتا ہے وہ ممکن نہیں رہا۔

شاید اللہ تبارک و تعالےٰ کو ہماری کمزوریاں دُور کرنا مقصود ہے کہ اس نے ہمیں محض اپنے فضل و کرم سے لاہور کے نواح میں عین نہر کے اُوپر اور پنجاب یونیورسٹی کے سامنے ایک نہایت موزوں قطعہ زمین عطا فرمایا ہے جس میں احمدیہ بستی قائم کرنے کا اعلان سب احباب تک پہنچ چکا ہے۔ حسن اتفاق سے اور ہمارے انتھک مجاہد چوہدری فضل حق صاحب کی ہمت اور جوانمردی کی وجہ سے اور احباب کے تعاون کی وجہ سے پچھلا سالانہ جلسہ اسی جگہ ہُوا تھا اور احباب نے خود دیکھ لیا کہ وہ کیا حسین اور پُرفضا اور صحت افزا جگہ ہے۔ شاید جناب باری میں اس جگہ کی مقبولیت کی وجہ تھی کہ پچھلا جلسہ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ ایسا بارونق اور ہر طرح سے کامیاب رہا کہ ہم سب کے دل ابھی تک اس کی یاد سے سرور حاصل کرتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ وہاں احباب جماعت کی رہائش کے لئے پلاٹ بھی بنائے گئے ہیں اور ابھی شاید اور بھی نکل سکتے ہیں۔ مگر کیا احباب جماعت کے دل میں تحریک پیدا ہوئی ہے کہ وہاں آ کر جمع ہوں؟ شروع میں تو اس کے آثار تھے مگر اب جو عرضیاں آتی ہیں اُن میں سست رفتاری ہے۔ اگر اس کی وجہ شرائط کی سختی ہے تو احباب یقین رکھیں کہ وہ شرائط محض قومی مفاد کی خاطر ذرہ کڑی ہیں ورنہ احمدیہ بستی بنانے کا مقصد فوت ہو جانے کا ڈر تھا۔ لاہور کے لئے نہ قیمت زیادہ ہے نہ کوئی اور وجہ ہے کہ احباب گھبرا کر پیچھے ہٹ جائیں۔ اور کچھ قیمت دیکھ بھی اگر ہمیں یہ موقعہ مل جائے کہ اپنے احباب کے ساتھ وہاں رہ سکیں جو ایک دوسرے کے دُکھ سکھ میں ساتھی اور ہمدرد ہوں۔ جہاں صدر انجمن کے جو حضرت مسیح موعودؑ

(باقی برصفحہ کالم ۲)

جناب ڈاکٹر اللہ بخش

سوال و جواب
(۳)

منشیات کی قرآنی حرمت جدید علم طب کی روشنی میں۔

(شراب کی حرمت اور اس کی قلیل ترین مقدار میں استعمال کے مضر اثرات پر گذشتہ شیوع میں بیان ہو چکا ہے، اب دیگر منشیات و مسکرات کی مضر صحت، نفسیاتی و معاشرتی بیماریوں اور برائیوں کے بارہ میں جدید علم طب کی رُو سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔)

اگر منشیات کے بڑے مضر اثرات کو خلاصتہً بیان کیا جائے تو یہ کہنا کافی ہے کہ ان سے دکھوں و مصائب سے عارضی فراریت حاصل کر کے اعلیٰ انسانی خصائل کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔

منشیات کے مضر صحت اثرات نیز ان کے استعمال سے نفسیاتی بیماریوں اور معاشرتی برائیوں کے بارہ میں کوئی کلام نہیں، بلکہ یہ اس قدر مسلّمہ اصول ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ان کے استعمال کے برخلاف قوانین نافذ ہیں، چنانچہ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (W H O) کی ایک خاص کمیٹی اس امر کے لئے مقرر ہے کہ وہ نگرانی کرے کہ کس مُلک میں ان کا ناجائز استعمال ہوتا ہے اور وہاں کی حکومت کو اس بارہ میں توجہ دلائے۔

مخزن الادویہ (PHARMACOPIA فارمیکوپیا) میں ان کے لئے "خطرناک ادویات" - DANGEROUS DRUGS کی اصطلاح مقرر ہے، جس کے معنی یہ نہیں کہ ان کی مقررہ خوراک سے زیادہ مقدار دیگر سمیات کی مانند انسانی جسم کے لئے مہلک ہوتی ہے بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ان کا متواتر استعمال انسانی ذہن کی اعلیٰ صلاحیتوں کو مضمحل و ماؤف کر کے اِنسان کو ناکارہ و نکما بنا دیتا ہے اسی لئے ان ادویات کے بنانے، اپنے قبضہ میں رکھنے، خرید و فروخت کرنے اور دوسرے ملک میں منتقل کرنے پر قانونی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ اس قانونی شق کو خطرناک ادویات کے قانون DANGEROUS DRUGS ACT کا نام دیا گیا ہے۔

اس ضمن میں مفصلہ ذیل ادویات شامل ہیں۔

۱۔ چرس، گانجا اور اس سے بنائے ہوئے مرکبات۔ نئے فیشن کے مطابق اسے سگریٹوں میں ملا کر پیا جاتا ہے۔ امریکہ میں اسے MAURIJUANA کا نام دیا گیا ہے اس کا اس طرح تمباکو میں ملا کر نشہ کرنا عام فیشن ہو گیا ہے۔

یہ یاد رہے کہ چرس، گانجا یا اس سے بنائی گئی تمام قسم کی منشیات بین الاقوامی قانون میں قطعی ناجائز قرار دی گئی ہیں۔

۲۔ افیون، اس کے مفردات و مرکبات مثلاً مارفیا، ہیروئین، کوڈین اور ان کے بدل جیسے پیتھیڈین (PETHIDINE) اور میتھیڈین (METHIDINE) افیون سے مرکبات ادویہ اسہال سخت قسم کی دردوں اور زکام وغیرہ میں مفید رہتی ہیں۔ اسی طرح اس کے مفردات یعنی مارفیا وغیرہ بذریعہ انجکشن بعض امراض میں بطور مُسکن استعمال کرنا نہایت مفید ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں مریض ان کا عادی نہ ہو جائے لہذا ان ادویات کا بدل بہتر ہے۔

۳۔ مُسکن و مُنوّم ادویات یا جنہیں خواب آور SLEEPING PILLS گولیاں یا TRANQUILLISERS کا نام دیا جاتا ہے۔

۴۔ کوکین۔ آنکھ، گلے وغیرہ پر اپریشن کے لئے صرف باہر لگانے کے لئے استعمال کی اجازت ہے۔ جہاں بذریعہ انجکشن ضرورت ہو وہاں اس کے متبادل استعمال کرنا چاہیں۔

مُسکرات کا استعمال کیوں ترقی پر ہے؟

شراب یا دیگر منشیات کے استعمال میں تیزی سے ترقی پذیری کے وجوہ یہ ہیں کہ ایک طرف، دنیا سے بے جا محبت کے باعث غموں اور فکر مندیوں میں اضافہ ہو رہا ہے تو دوسری طرف سہل انگاری، عیش پرستی میں عام فروغ کی وجہ سے انسان کے اعلیٰ جوہر حوصلہ، ہمت عالیہ، تسلیم و رضا اور قناعت کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لوگ نازک و نرم مزاج اور سہولت و آرام طلبی کے شوقین بنتے چلے جا رہے ہیں گویا احساس کمتری کا جذبہ ترقی پر ہے اور خود اعتمادی رو بہ تنزل ہے۔

منشیات کا بڑھتا ہوا استعمال فیشن پرستی کی وجہ سے ہو یا معاشرہ میں خوش مزاجی کا ثبوت دینے کے لئے ہو یا فکرمندی و غم غلط کرنے کے لئے ہو، جب ایک مستقل عادت بن جاتی ہے تو اس کا چھوڑنا قریباً محال و ناممکن ہو جاتا ہے۔ ع۔

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

والا معاملہ پیش آ جاتا ہے۔ قوت فیصلہ اور عزم راسخ کی عالی صفات جو پہلے ہی بعض افراد میں کمزور ہوتی ہیں، ان مُسکرات کے عادی استعمال سے اور بھی زیادہ کمزور ہو جاتی ہیں۔ زندگی کے اُتار چڑھاؤ عُسر یسر اور دُکھ و سُکھ میں اعلیٰ انسانی اقدار صبر، رضا اور حوصلہ کی ترقی پذیری موجب سہارا و تسکین ہوتی ہیں جو تعلق باللہ سے پیدا ہوتی ہیں لیکن اس دہریت و مادیت کے وقتوں میں نہ تو انسان خدا کی طرف رجوع کرتا اور اُس کے فضل و رحمت پر بھروسہ رکھنے کی عادت پیدا کرتا ہے، نہ ہی اپنے اُوپر خود اعتمادی اور تکالیف برداشت کرنے کی عادات کو ترقی دیتا ہے۔ منشیات کا سہارا لیکر ان کا عادی بن جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کی ایمانی و اخلاقی کمزوریوں میں اور اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے ان نشہ آور چیزوں کے بارہ میں یہ فیصلہ دیا کہ فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما۔ ان میں بہت عظیم نقصانات ہیں، ان میں جو فائدے بھی ہیں ان سے ان کے مضر اثرات بہت بڑھے ہوئے ہیں۔

مُسکرات کے فوائد عارضی ہیں، جونہی نشہ دُور ہوا ڈھنی طلب اور بڑھی اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے آخر انسان نشہ پر ہی سارا تکیہ اور دار و مدار کر لیتا ہے۔ کسی افیون کے عادی کی عادات و خصائل کو دیکھ لیجئے، جب تک اسے افیون کی خوراک ملتی رہتی ہے، مستعد و خوش رہتا ہے، جونہی اثر زائل ہوا اور مزید ضرورت محسوس ہوئی تو نہی اس کا مزاج بدلا۔ غرضیکہ اس کا ایسا غلام بن جاتا ہے کہ بغیر اس کے جینا محال ہو جاتا ہے لیکن اس کی بجائے اگر وہ اپنی اندرونی قوتوں اور طاقتوں کو بیرونی مصائب کی برداشت اور ہمت و حوصلہ کے ذریعہ ان کا مقابلہ کرنے کی عادت ڈالے تو یہ کس قدر مفید، بہتر اور انسانی خصائل و شمائل کو ترقی دینے والا طریق کار ہے۔ ایک طرح انسانیت ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتی ہے اور صحت و عمر تباہ و برباد ہو جاتی ہے، مگر خدا سے تعلق اور اعلیٰ باطنی صفات کی نشو و نما سے انسانیت بلند ہو جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے خدا کی محبت کی شراب کو شراباً طھوراً کہہ کر مؤمن کو منشیات و مسکرات سے نجات دلائی ہے۔

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۶)

کی خلیفہ اور جانشین ہے . . . . دفاتر موجود ہوں۔ جہاں اپنی مسجد جس میں پانچ وقت نمازوں میں درس قرآن میں اور دوسرے موقعوں پر اکٹھے ہونے کا موقعہ ہو . . . انشاء اللہ اس سال میں تعمیر ہو جائے گی۔ جہاں ہوا تازہ پانی صحت مند۔ پاس نہر پہ سیر اور تفریح کا موقع ہو۔ سامنے پنجاب یونیورسٹی ہو۔ . . . اندرون بستی میں ہر قسم کی طبی اور دوسری ضروریات مہیا ہوں تو یہ سودا بُرا نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شاید اللہ تعالےٰ ہم پر رجوع برحمت فرمائے اور اس طرح اکٹھا رہنے اور دن رات ملنے جلنے اکٹھا جناب باری میں جھکنے اور اس کے آگے ملتجی ہونے اور روزانہ درس قرآن کریم و حدیث سننے اور کتب حضرت مسیح موعودؑ سے اور ایک دوسرے کے نمونہ سے فائدہ اٹھانے سے شاید وہ ایام اللہ واپس آ جائیں جو کسی زمانہ میں حضرت مجددؑ کے پاس رہنے والوں کو میسر تھے وہاں آپ کی بیبیاں آپ کی اولاد بلکہ آپ کے نوکر تک روحانی اور اخلاقی تربیت سے فائدہ اُٹھا سکیں گے اور شاید اس طرح ہمیں اس طریقہ سے اپنی تبلیغ اور اپنے ذکر کے مواقع فراہم فرمائے جو اور کہیں نہیں ملتے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ کی نسبحک کثیراً و نذکرک کثیرا حضرت موسےٰ نے اس دُعا کے ساتھ

(بسلسلہ صلے)

جوانانِ سلسلہ!

اسی اندیشے سے میں مضطر آہ کرتا ہوں کب تک کہ متاعِ دے نہ لے جائیں تری قسمت کی چنگاری

تحریکوں کی رفتار میں ایک مرحلے پر انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ رُخ بدل لیتی ہیں اور مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوتے، اس کی ایک وجہ تو دلوں میں وہن یعنے حُبِّ دنیا اور خوفِ مرگ کا پیدا ہو جانا ہے۔ پھر ایک قسم کی غلط خود بینی، خود نمائی اور عُجب پیدا ہوتا ہے، جس کے زیرِ اثر تحریک کے نمائندے اور کارکن کاہل ہو جاتے ہیں۔ وہ ماضی کے کام کے قصیدے پڑھتے اور مستقبل سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اس سے نکتہ چینی کا مرض جنم لیتا ہے۔ وہ مستقبل کے متعلق غور و فکر کرنے کے بجائے عیب شماری اور اس کی آڑ میں مختلف حیلوں بہانوں سے قربانی سے گریز کرتے ہیں۔ اور اس طرح تحریک اس عوامی طبقہ کے زیرِ اثر آ جاتی ہے جو فکر و عمل کی صلاحیتوں سے عاری ہوتے ہیں۔ جو دنیا پرست اور خوشامدی ہوتے ہیں۔ اس سے عمل کا زوال ہوتا ہے اور تحریک کا مشن انجمن ستائشِ باہمی میں ڈھل جاتا ہے۔ پھر ایک تو اکابر قوم اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ بنا دیئے جاتے ہیں دوسرے ان حالات میں اس متعفن اور بے جان نعش کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا کی سنت کے مطابق کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دیتا ہے۔

اس حالت میں سب سے پہلا شکار قوم کا علمی و ذہنی سرمایہ ہوتا ہے۔ قوم میں علم کے سوتے بند ہو جاتے ہیں آباء و اجداد کے حاصل مطالعہ کو حرفِ آخر سمجھ لیا جاتا ہے اور ان سے اختلاف کو کفر کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ یہی وہ تقلید اور اندھا دھند عقیدت ہے جس کی قرآن کریم ہر جگہ مذمت کرتا ہے، جس کی ہر نبیؑ نے بیخ کنی اور مخالفت کی، جس کی حضرت خاتم النبیین صلعم، اولیائے اُمت اور ہمارے امامؑ نے مذمت کی۔ بلاشبہ ہر فرد کی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی صلاحیتوں اور اچھی عادات میں پختگی آتی ہے۔ لیکن اگر وہ مطالعہ اور تحقیق چھوڑ دیتا ہے تو ایسے افراد پر مشتمل جماعت کلیری فقیر تو ہو سکتی ہے لیکن اسے دنیا کی زندہ قوموں میں شمار نہیں کیا جا سکتا، وہ بتدریج کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ بن جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد علی رح فرماتے ہیں:۔

"اگر آپ نے اپنی نسل کی تعلیم قرآن کا کوئی ابھی سے بندوبست نہ کیا تو پھر یہ جماعت خود اپنے ہاتھوں برباد ہو جائے گی۔ اس طرح آپ اپنے بلند مقام سے گر جائیں گے ...... خدا کو کسی کی پرواہ نہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں اس کے دین کے کام رک نہیں سکتے۔ اگر ایک قوم خدمتِ دین کے کام سے غافل ہو جائے گی، تو اس کی جگہ خدا دوسری قوم کھڑی کر دے گا۔"

فتفکروا

آیئے ہم اپنا بھی جائزہ لیں اور پیشتر اس کے کہ ہم (تحریکِ احمدیت نہیں) رد کر دیئے جائیں اور یہ سعادت ہم سے چھین کر کسی اور کے حوالے کر دی جائے سنبھل جائیں۔ ہمارا مقصد دنیا میں خدا کے پیغام کو سمجھنا، اس کے مطابق زندگی کو ڈھال کر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل اور علم و عمل سے دُنیا کی اقوام تک اپنا پیغام پہنچانا ہے۔ کیا ہم اسی تڑپ سے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں جس تڑپ سے ہمیں تلقین کی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد ہے

صد بار رقصہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حُسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

احتساب و عمل

آپ دائیں بائیں نہ دیکھئے۔ خود اپنی روش کا جائزہ لیجئے، کیا آپ قرآن پاک کا باقاعدہ مطالعہ کرتے ہیں۔ اسے سمجھتے ہیں۔ اسے اپنی زندگیوں میں سموتے ہیں۔ اس کے رحمت بخش پیغام کو دنیا تک پہنچانے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔ اپنی اولاد اور اہلِ خانہ کو اس کی ترغیب دیتے ہیں اگر نہیں تو سنبھلئے۔ پیشتر اس کے کہ یہ احساس آپ سے چھن جائے اور آپ کی قوم اس نعمت سے محروم ہو جائے۔ ذہن میں رکھئے خدا کا کلام تو بھیجا ہی اسی لئے گیا تھا کہ یہ دنیا کی ہدایت کرے۔ اور تمام اقوام کو ان کی کجروی کے بد نتائج سے آگاہ کرے اس کی کامیابی یقینی ہے۔ کِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَ ذِکۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ (اعراف) کس قدر عظیم بشارت ہے کہ تم صرف اسے پہنچاؤ۔ اس کی کامیابی کی ہرگز فکر نہ کرو، ایسی یقینی سعادت سے فرار بدنصیبی ہے۔ ہمارے امیر مرحوم نے زندگی کے آخری ایام میں اس کی تلقین یوں فرمائی:

"ہمارا کام ہے قرآن کا دنیا تک پہنچانا۔ آگے قرآن اپنا کام کرے گا۔" فھل من مدّکر۔ دنیا تو باطل مقاصد کے لئے آگ اور خون کے سمندروں سے گذرتی ہے۔ کیا آپ حق اور صداقت کے لئے یہ سعادت حاصل نہیں کریں گے اور اُمید و بیم کی حالت ہی میں عرصہ محشر میں پہنچ جائیں گے۔ پس

اے بے خبر بہ خدمتِ قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اخبار احمدیہ

قبولِ اسلام

—— ایک جرمن خاتون مس ڈورس محترم محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلین جرمنی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہیں۔ اس نومسلمہ خاتون کی ترقی ایمان و استقامت کیلئے دعا کی جائے

درخواست دُعا

بیگم صاحبہ میاں عزیز احمد ... لائلپور بہ فالج بیمار ہیں۔ تمام بیرونی جماعتوں سے درخواست ہے کہ دردِ دل سے محترمہ بیگم صاحبہ موصوفہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

—— ۲۔ ہمارے ایک عزیز دوست سلیمان خالق صاحب ہندوستان میں ۱۹۷۱ء کی جنگ میں قید ہو گئے تھے۔ ان کے لئے بھی دُعا کی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ تندرستی اور صحت بخشے اور خیر خیریت سے انہیں اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو جلد از جلد واپس پاکستان لائے۔ آمین۔

خواجہ محمد نصیر اللہ۔ گارڈن کالج روڈ راولپنڈی

تعزیتی قرارداد

—— بیگم صاحبہ چوہدری شاہ دین ... (برادر کلاں چوہدری عبد المجید صاحب) کی وفات کی خبر سن کر جماعت احمدیہ چھرکسی کا پچھلے جمعہ ایک تعزیتی اجلاس ہوا جس میں سب نے اس وفات پر افسوس اور صدمہ کا اظہار کیا۔ اور جنازہ غائبانہ پڑھا۔ مرحومہ بڑی زاہدہ و عابدہ تھیں سلسلہ سے انہیں بڑی محبت تھی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل بخشے ...... آمین

عبد المجید۔ امام مسجد چھرکسی

جماعت احمدیہ جھنگ کی سرگرمیاں

—— ۲۶ رجنوری کو جماعت احمدیہ جھنگ صدر کی جامع احمدیہ میں خاصی رونق تھی، باہر سے بھی احباب تشریف لائے ہوئے تھے۔ محترم میاں غلام حیدر صاحب نے خطبہ جمعہ دیا۔ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ بھی پڑھے گئے اور خطبہ ثانی میں پاکستان کی سلامتی کے لئے دُعا مانگی گئی اور جماعتی تنظیم و استحکام اور مسجد کو آباد کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ نماز جمعہ کے بعد مشاورت ہوئی جس میں محترم چوہدری محمد عبد اللہ خاں صاحب گوجرہ نے اپنے قبول احمدیت کے حالات سنائے۔ مجلس میں جماعتی پروگرام کے بارے میں مختلف تجاویز پر غور کیا گیا اور ان پر عمل کرنے کے لئے احباب کو توجہ دلائی گئی۔ دعا کے بعد مجلس برخواست ہوئی۔

مرسلہ سلیم اللہ عاجز

احباب توجہ فرمائیں

دار السلام لاہور میں رہائشی پلاٹوں کے لئے بیرون لاہور کے احباب کی درخواستیں کم آئی ہیں اس لئے اب وہ احباب بھی درخواست دے سکتے ہیں جن کے مکانات یا رہائشی پلاٹ لاہور میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں جن احباب کو شرائط نہیں ملیں ان سے استدعا ہے کہ وہ راقم سے یا دفتر انجمن سے طلب فرمائیں۔ درخواستوں کی آخری تاریخ بڑھا کر ۱۵ رمارچ ۱۹۷۳ء کر دی گئی ہے جو احباب پلاٹ لینا چاہیں وہ اس تاریخ تک درخواستیں معہ رقم فیس راقم کو بھیجدیں۔ فضل حق

ناظم دار السلام۔ لاہور

تبصرہ

عکسی قرآن مجید مترجم بطرزِ جدید

اس نام سے قرآن مجید کے دس پارے دو جلدوں میں مولوی عبدالرحمٰن ابن احمد مولوی فاضل رحمانیہ منزل ڈیرہ غازی خاں نے شائع کئے ہیں، اس قرآن مجید کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر آیت کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ علیحدہ علیحدہ لکھ کر اور اس کے نیچے اسی آیت کو دوبارہ لکھ کر اس کا بامحاورہ ترجمہ دیا گیا ہے مثال کے طور پر آیت ذیل کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ ملاحظہ ہو:-

فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولاتکفرون - یاایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوة ان الله مع الصبرین -

فَ	اُذْکُرُوْ	نِیْ	اَذْکُرْ	کُمْ	وَ	اشْکُرُوْ	لِ	یْ	وَ	لَا
پس	یاد کرو	مجھے	میں یاد کرونگا	تم کو	اور	شکر کرو	میرا		اور	نہ

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْلِیْ وَلَا

پس یاد کرو تم مجھے میں یاد کروں گا تم کو اور شکر کرو میرا اور مت

تَکْفُرُوْ	نِ ی	یَا	اَیُّھَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	اسْتَعِیْنُوْا	بِ	الصَّبْرِ
ناشکری کرو	میری	اے	وہ	جو	ایمان لائے ہو	مدد مانگو	ساتھ	صبر

تَکْفُرُوْنِ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ

ناشکری کرو تم میری اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مدد مانگو صبر

وَ	الصَّلٰوۃِ	اِنَّ	اللّٰہَ	مَعَ	الصّٰبِرِیْنَ
اور	نماز کے	بے شک	اللہ تعالے	ساتھ	صبر کرنے والوں

وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ

اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

مندرجہ طریق پر پہلے ایک آیت کے ہر لفظ کے نیچے اس کا ترجمہ دیا گیا ہے جس سے مبتدی ایک ایک لفظ کے معنی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور پھر اسی آیت کو دوبارہ لکھ کر اس کا بامحاورہ ترجمہ دیا گیا ہے تاکہ لفظی ترجمہ کے مطالعہ میں اُلجھن پیدا نہ ہو۔

اس جدید ترجمہ قرآن سے ایک مبتدی نہ صرف قرآن کریم کی ہر آیت اور الفاظ کا ترجمہ نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا اور یاد کر سکتا ہے، بلکہ اس ذریعہ سے عربی زبان کو بھی سیکھنا آسان ہو جاتا ہے، ہمارے خیال میں اگر لفظی اور بامحاورہ ترجمہ اوپر نیچے لکھنے کے بجائے ایک ایک صفحہ پر آمنے سامنے لکھا جاتا تو زیادہ آسانی کے ساتھ پڑھا اور سمجھا جا سکتا تھا تاہم موجودہ صورت میں بھی اس کی افادیت میں کلام نہیں۔ شروع میں ناظرہ قرآن پڑھنے کے لئے حروف ابجد اور ان کے جوڑوں اور حرکات و سکنات کی بھی طویل فہرست دی گئی ہے تاکہ اس پر عبور حاصل کر کے بلا ترجمہ قرآن کریم آسانی سے پڑھا جا سکے۔

غرضیکہ یہ جدید ترجمہ قرآن ناظرہ اور با ترجمہ پڑھنے والوں ہر دو کے لئے بے حد مفید ہے، اور اس کے مرتب مولوی عبدالرحمٰن ابن احمد ہر طرح قابلِ شکریہ ہیں، اس وقت دو جلدوں میں دس پارے شائع ہو چکے ہیں۔

پہلی جلد سورۃ فاتحہ سے پانچویں پارہ تک اور دوسری چھٹے پارہ سے دسویں پارہ تک - باقی پاروں کی تدوین اور اشاعت بعد میں ہوگی، ہر دو جلدیں اعلےٰ دبیز کاغذ پر خوبصورت لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع کی گئی ہیں،

ھدیہ فی جلد (جلد پارچہ) پندرہ روپے، جلد کارڈ بورڈ بارہ روپے

مِلنے کا پتہ

ھیڈ آفس :- رحمانیہ منزل - بلاک جی ڈیرہ غازیخاں

برانچ آفس :- کوارٹر نمبر ۱۶۲ بلاک ۲ نیو ٹاؤن شپ سکیم کوٹ لکھپت لاہور

بحرِ حکمت کے موتی

(بسلسلۂ اوّل)

کی اُمت یعنے مسلمان بھی وہ سب کچھ کریں گے جو پہلی اُمتوں نے کیا اور ان پر بھی وہی سزائیں آئیں گی جو پہلی اُمتوں پر آئیں - چنانچہ ان میں سے ایک سزا کا ذکر ان الفاظ میں ہے ویمسخ ملة الاخرین قردة وخنازیر الی یوم القیامة یعنی جیسا یہودیوں کے متعلق قرآن شریف میں ذکر ہے وجعل منھم القردة والخنازیر (المائدہ ۶۰) ایسا ہی مسلمانوں کی بھی یہ حالت ہو جائے گی کہ وہ سُور اور بندر بن جائیں گے - اس کی تشریح کرتے ہوئے عینی میں لکھا ہے

ویحتمل ان یکون کنایة ان تبدل اخلاقھم۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے اخلاق کی حالت گر جانے سے کنایہ ہو - اور کوئی شخص جو غور کی نگاہ سے دیکھے گا اسے صاف معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر مسلمانوں کے اخلاق گر گئے ہیں اور اسی وجہ سے وہ روز بروز پستی کی طرف جا رہے ہیں - کوئی تعمیری یا بلند کام ان کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا - اس تشریح کی تائید میں عینی میں ہے وقد جاء فی الحدیث ان القرآن یرفع من الصدور وان الخشوع والامانة ینزعان منھم ولا مسخ اکثر من ھذا - اس کے بعد ایک روایت بیان کی ہے جو سعید بن منصور کی کتاب میں ابوہریرہ رضؓ سے ہے جو مرفوع ہے - یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمسخ قوم من امتی آخر الزمان قردة وخنازیر قالوا یا رسول اللہ ویشھدون انک رسول اللہ وان لا الہ الا اللہ - قال نعم ویصلون ویصومون ویحجون اور نوادر ترمذی کی ایک حدیث بیان کی ہے جو ابوامامہ سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلعم تکون فی امتی فزعة فیصیر الناس الی علمائھم فاذا ھم قردة وخنازیر یعنی میری امت میں ایک سخت گھبراہٹ یا مصیبت ہوگی تو لوگ اپنے علماء کی طرف جائیں گے تو ناگہاں ان کو بندر اور سُور پائیں گے۔

(فضل الباری - کتاب الاشربة)

بسلسلہ صفحہ ۳

کا شرف بخشا ہے تاکہ یہ سلسلۂ ہمکلامی اگر ایک طرف خداتعالے کی زندہ ہستی اور اس کی زندہ صفات پر دلیل قاطع ہو تو دوسری طرف اس کی کامل ہمکلامی سے اس

کے کامل کلام کی معنوی اور عملی حفاظت کے سامان ہو سکیں - چنانچہ اس زمانہ میں بھی قرآن کریم کی معنوی و عملی اقدامات کی حفاظت کے لئے اسی کتاب پاک کی کامل پیروی کے ذریعہ دورِ حاضر کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے خدائے تعالے سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا - یہ فخر کسی اور کتاب کے پیرو کو اب ہرگز حاصل نہیں - جہاں قرآن کریم کی حقانیت اور معجزانہ صداقت کے دلائل موجود ہیں وہاں اس عالی مقام کتاب و کلامِ خدا کی زندگی کا ثبوت اس زمانہ میں اس کے خادم نے اپنی ہمکلامی سے بھی مہیا کیا ہے، یہ خدا سے اسی ہمکلامی کا نتیجہ ہے کہ حضرت مجدد زمان عالی مقام نے موجودہ دقتوں کے مصائب و مفاسد کی نشاندہی کی، یہ اسی کتاب پاک کی کامل متابعت کا نتیجہ ہے کہ حضرت مجددِ زمان علیہ السلام نے دجال اور یاجوج ماجوج کا پتہ دیا - یہ اسی بابرکت کتاب کی تاثیرات عظیمہ کی کامل پیروی کا باعث ہے کہ اسلام کی فتوحاتِ روحانی کے دروازوں کو کھولا گیا ہے، آج جو قدر عظیم و عالمگیر مفاسد و مفاتن انسانیت کو درپیش ہیں اور جو ہر شخص پر روشن ہو چکے ہیں، ان تمام کا حتمی و قطعی علاج آج اسی پاک کتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نے خدا سے ہمکلامی کے ذریعہ اطلاع پا کر تبلا دیا ہے - یہ علاج قرآن کریم کے بیان کردہ اور اسی کی آسمانی [illegible] کا جزو و حصہ ہیں -

کاش! دنیا جان سکتی کہ جب خدا نے اپنے کامل کلام میں اس کی عملی حفاظت کا ذمہ خود ... انا له لحافظون کے الفاظ میں لیا عین اسی وعدہ کے مطابق اس نے ایک بندۂ کامل کو اپنے کامل الہام ان اسرار و رموز سے اطلاع دی جن تک کسی عقل و علم کو رسائی نہیں اور عمل پیرائی سے ہی اس وقت فتح اور انسانیت کی نجات ہو سکی ہے - (ا ب)

ارشادات مسیح موعودؑ

-بسلسلہ صفحہ اوّل-

ؤیت کرے۔ اور چاہیئے کہ دردمند دل ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش ورنہ ٹھٹھے اور ہنسی سے۔ کیونکہ مردہ ہے دل جو ٹھٹھا ہنسی اپنا طریق رکھتا ہے۔ اور ناپاک ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے اور نہ دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے۔ سو تم اگر پاک علم کے وارث بننا چاہتے ہو، تو نفسانی جوش سے کوئی بات منہ سے مت نکالو۔ کہ ایسی بات حکمت اور معرفت سے خالی ہوگی۔ اور سفلہ اور کمینہ لوگوں اور اوباشوں کی طرح نہ چاہو کہ دشمن کو خواہ نخواہ ہتک آمیز اور تمسخر کا جواب دیا جاوے بلکہ دل کی راستی سے سچا اور پرحکمت جواب دو تا تم آسمانی اسرار کے وارث ٹھہرو۔ (نسیم دعوت صفحہ ۴-۵)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
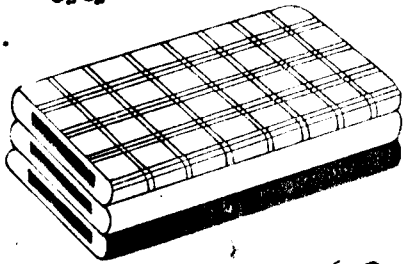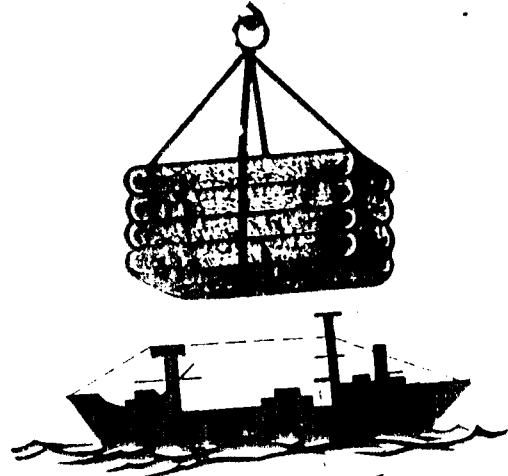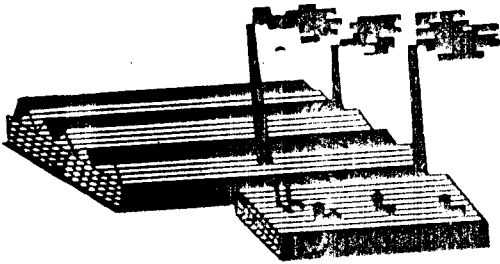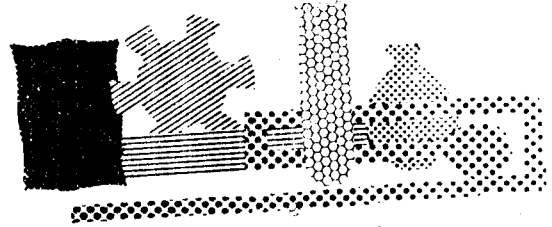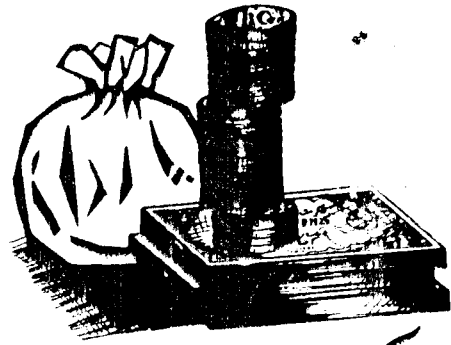
انوار القرآن کی ضرورت

ہماری جماعت کے ایک دوست کو انوار القرآن حصہ اوّل و دوم مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اوّل ایڈیشن کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی دوست فروخت کرنا چاہیں تو ذیل کے پتہ پر اطلاع دیں:-
منیجر دار الکتب الاسلامیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

...ین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ ۔ مؤرخہ ۸ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۷۳ء | نمبر ۱۱

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

مذہب اختیار کرنے کی اصل غرض

واضح رہے کہ مذہب کے اختیار کرنے سے اصل غرض یہ ہے۔ کہ تا وہ خدا جو سرچشمہ نجات کا ہے اس پر ایسا کامل یقین آجائے کہ گویا اس کو آنکھ سے دیکھ لیا جائے۔ کیونکہ گناہ کی خبیث روح انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ اور انسان گناہ کی مہلک زہر سے کسی طرح بچ نہیں سکتا جب تک اس کو اس کامل اور زندہ خدا پر پورا یقین نہ ہو۔ اور جب تک معلوم نہ ہو کہ وہ خدا ہے جو مجرم کو سزا دیتا ہے۔ اور راستباز کو ہمیشہ کی خوشی پہنچاتا ہے۔ یہ عام طور پر ہر روز دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی چیز کے مہلک ہونے پر کسی کو یقین آجائے تو پھر وہ شخص اس چیز کے نزدیک نہیں جاتا۔ مثلاً کوئی شخص عمداً زہر نہیں کھاتا۔ کوئی شخص شیر خونخوار کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی شخص عمداً سانپ کے سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ پھر عمداً گناہ کیوں کرتا ہے؟! اس کا یہی باعث ہے کہ وہ یقین اس کو حاصل نہیں جو ان دوسری چیزوں پر حاصل ہے۔ پس سب سے مقدم انسان کا یہ فرض ہے کہ خدا پر یقین حاصل کرے اور اس مذہب کو اختیار کرے جس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ تا وہ خدا سے ڈرے اور گناہ سے بچے۔ مگر ایسا یقین حاصل کیونکر ہو۔ کیا یہ صرف قصوں کہانیوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا یہ محض عقل کے ظنی دلائل سے میسر آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس واضح ہو کہ یقین کے حاصل ہونے کی صرف ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے **مکالمہ** کے ذریعہ سے اس کے خارق عادت نشان دیکھے۔ اور بار بار کے تجربہ سے اس کی جبروت اور قدرت پر یقین کرے یا ایسے شخص کی صحبت میں رہے جو اس درجہ تک پہنچ گیا ہو۔

اب میں کہتا ہوں۔ کہ یہ درجہ معرفت کا نہ کسی عیسائی صاحب کو نصیب ہے اور نہ کسی آریہ صاحب کو۔ اور ان کے ہاتھ میں محض قصے ہیں۔ اور زندہ خدا کی زندہ تجلی کے نظارہ سے وہ سب بے نصیب ہیں۔ ہمارا زندہ حیّ و قیوم خدا ہم سے انسانوں کی طرح باتیں کرتا ہے۔ ہم ایک بات پوچھتے اور دعا کرتے ہیں، تو وہ قدرت کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ ہزار مرتبہ تک بھی جاری رہے، تب بھی وہ جواب دینے سے اعراض نہیں کرتا۔ وہ اپنے کلام میں عجیب در عجیب غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے۔ اور خارق عادت قدرتوں کے نظارے دکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ یقین کرا دیتا ہے کہ وہ وہی ہے جس کو خدا کہنا چاہیئے۔

(نسیم دعوت صفحہ ۸۱-۸۲)

بحرِ حکمت کے موتی

حدیث نبوی

کھانا کھانے کا طریق

—(۱)—

عن عمر بن ابی سلمۃ یقول کنت غلامًا فی حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت یدی تطیش فی الصحفۃ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا غلام سمّ اللہ وکل بیمینک وکل ممّا یلیک فما زالت تلک طعمتی بعد۔

ترجمہ: —— حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہتے تھے کہ میں لڑکا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پرورش پا رہا تھا اور میرا ہاتھ (کھاتے وقت) رکابی میں گھومتا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے اللہ کا نام لے لیا کر اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھایا کر اور اپنے پاس والی طرف سے کھایا کر۔ پس اس کے بعد میرے کھانے کا یہی طریق رہا۔

—(۲)—

عن وھب ابن کیسان قال اُتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطعامٍ ومعہٗ ربیبہٗ عمر بن ابی سلمۃ فقال سمّ اللہ وکل ممّا یلیک۔

ترجمہ: حضرت وھب بن کیسانؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا اور آپ کے ساتھ ...... آپ کا ربیب عمر بن ابی سلمہؓ تھا تو آپ نے فرمایا اللہ کا نام لے اور اپنے پاس والی طرف سے کھا۔

(فضل الباری)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
"لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰےؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جماعتی سرگرمیاں

ایمان، اعمالِ صالحہ، حق پر قائم ہونا اور مشکلات میں صبر و استقامت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنے والا شخص ہی گھاٹے سے بچ سکتا ہے - محترم نصیر احمد فاروقی صاحب

احباب جماعت کو اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کی ضرورت ہے - محترم میاں فضل احمد صاحب

استحکامِ جماعت کے لئے حضرت مجددِ وقت کے فرمودات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے - محترم میاں رشید احمد صاحب

(ملک نذر حسین صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور)

جماعت احمدیہ لائل پور کے ایک خصوصی اجلاس میں لاہور سے آمدہ اکابرینِ جماعت کے ایمان افروز خیالات سن کر احباب جماعت کے قلوب میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ اجلاس ۱۶ فروری ۱۹۸۳ء کو بعد از نماز جمعہ مسجد احمدیہ میں زیر صدارت محترم میاں رشید احمد مسرت صاحب منعقد ہوا۔ اجلاس میں ایک سو کے قریب خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ لاہور سے آنے والے مرکزی اکابرین میں محترم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب، محترم میاں فضل احمد صاحب اور محترم چوہدری فضل حق صاحب ناظم دارالسلام ...... شامل تھے۔ اجلاس سے قبل خطبہ جمعہ و نماز مبلغ مقامی محترم علی محمد ماچی صاحب نے پڑھائی۔ انہوں نے خطبہ میں قرآن کریم، تاریخِ اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں استحکام جماعت کے لئے چند ایک گر بیان کئے۔ اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا جو عزیزم ساجد محمود نے کی۔ حضرت امامِ وقتؑ کا منظوم کلام

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھ سے اس آفتاب کو

جماعت کی تین بچیوں .... نے نہایت خوش الحانی سے پڑھا۔ اس کے بعد مہمانِ خصوصی جناب نصیر احمد فاروقی صاحب نے بڑے درد و سوز کے ساتھ سورۃ العصر کی تلاوت کی اور استحکام جماعت کے لئے بنیادی گر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کا عظیم کارخانہ انسان کے لئے بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اور اپنا خلیفہ و نائب بنایا ہے اپنی روح اس میں پھونکی ہے پھر یہ کیوں کہا کہ انسان گھاٹے میں ہے۔ تمام نسلِ انسانی گھاٹے میں ہے یہاں خطاب عام ہے۔ کونسی چیز ہے جو ہر لمحہ گھٹ رہی ہے۔ حکومت و منصب اور دولت و صحت وغیرہ اگر گھٹتی ہیں تو بڑھتی بھی رہتی ہیں۔ ہاں! وقت ایک ایسی چیز ہے جو جا کر واپس نہیں آتا۔ سب سے قیمتی چیز وقت ہے جو گھڑی کی ہر ٹک اور زمانہ کی ہر کروٹ کے ساتھ کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مگر اِلّا کے لفظ میں استثنیٰ فرما کر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ دنیا میں کچھ ایسے افراد موجود ہیں جن کا وقت گھاٹے کے بجائے منافع کی سند بنتا جا رہا ہے۔ وہ کون لوگ ہیں؟ اِلّا کے بعد الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصّبر کہہ کر ان لوگوں کی چار صفات بیان فرما کر انہیں ہر قسم کے گھاٹے اور نقصان سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اوّل ایمان جس میں تمام عقائد صحیحہ آ جاتے ہیں۔ دوسرے اعمالِ صالحہ جس میں ہر قسم کے اعمالِ حسنہ شامل ہیں۔ تیسرے خود حق پر قائم ہونا اور اس حق کو دوسرے لوگوں تک پہنچانا۔ چوتھے خود صبر و استقامت کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے دوسروں کو صبر و استقامت کی وصیت و تلقین کرنا شامل ہے۔ ہر مسلمان پر ان چار باتوں کو فرض قرار دے کر یہ بتا دیا کہ ہر مسلمان جب تک حق کو دوسروں تک نہیں پہنچاتا بلکہ اس حق پر دوسروں کو قائم کرنے کے لئے پورا زور نہیں لگاتا اس وقت تک وہ بھی گھاٹے میں ہے۔ وہ لوگ اور قومیں جو دنیا کے مال و منال اور جاہ و حشمت کو مقصدِ زندگی سمجھ بیٹھتی ہیں ان کی کوئی زندگی نہیں۔ وہ ایک قسم کی ذہنی آوارگی میں مبتلا مصروف ہیں۔ انسانی زندگی کی غایت خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی توحید کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ یہ اہم کام قرآن مجید اور مجددِ وقتؒ نے ہمیں سونپا ہے۔ مگر ہم سست اور نکمے ہوتے جا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری --- اپنی کمزوری، ناتوانی اور نامساعد حالات کے باوجود حق کے پہنچانے میں اب بھی دوسرے لوگوں سے آگے ہے لیکن وقت ہم سے مزید ایثار، قربانی اور عملی جدوجہد کا مقتضی ہے۔ جماعت کے لئے یہ بڑی سنجیدگی سے سوچنے کا مسئلہ ہے۔ اس جماعت کی خصوصیت ہی دعوت الی الحق ہے۔ حق کا پہنچانا ہی قرآن کا پہنچانا ہے۔ جو کام پہلے رسولوںؑ سے لیا جاتا تھا اب افرادِ اُمت سے لیا جاتا ہے۔ اس جدید سائنسی دور میں بھی قرآن کریم اپنے اندر یہ قوت اور اثر رکھتا ہے کہ وہ انسان کے دل کو کھا جائے۔ لائل پور کی جماعت اس لحاظ سے سرِ فہرست اور قابلِ مبارکباد ہے کہ اس جماعت کے ایک معزز رکن کو ایک عرصہ کے بعد ترجمۃ القرآن کی تحریک اٹھانے کی توفیق ملی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تحریک کو پذیرائی بھی بخشی ہے۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کے لئے ایک لاکھ روپے کا فنڈ مہیا ہو گیا ہے اور عنقریب اس کام کا آغاز ہو جائے گا۔ احباب جماعت (مرد و زن اور بچوں) کو جمعہ اور دوسری جماعتی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر شامل ہونا اور جماعت کی عددی قوت کو بڑھانا چاہیئے۔ قرآن سیکھنا ہو تو قرآن پڑھانا شروع کیا جائے۔ گھروں میں نیک باتیں سنائیں۔ بچوں کے دل میں بیٹھی ہوئی بات اپنا گھر کر لیتی ہے۔ فاروقی صاحب نے جماعت کے پرانے بزرگوں اور حضرت امیر مرحوم کی زندگی کی متعدد مثالیں بھی پیش کیں۔ ان کے بعد محترم میاں فضل احمد صاحب نے فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ مرکزی جماعت کی اپیل پر لاکھوں روپیہ آناً فاناً جمع ہو جاتا تھا۔ اب ہمارے وسائل پہلے سے بہت زیادہ ہو چکے ہیں، مگر چندہ جماعت کے اخراجات اور ضروریات سے کم موصول ہوتا ہے۔ لائل پور میں صرف تین بزرگ بھائی تھے۔ ان کا اشارہ مرحوم و مغفور میاں محمد صاحبؒ، محترم میاں محمد اسمٰعیل صاحبؒ اور محترم میاں مولا بخش صاحبؒ کی جانب تھا جن کی بدولت اس علاقہ میں احمدیت کو فروغ ہوا اور ایک جماعت قائم ہوئی۔ آپ نے کہا کہ .... احباب جماعت کو اپنے اندر خود انحصاری کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے۔ کسی دوسرے کے قدم اٹھانے کا انتظار نہ کریں۔ جماعت میں زندگی موجود ہے۔ صرف اسے متحرک کرنے کی ضرورت ہے۔ انسان کی نیت نیک ہو تو معمولی معمولی رنجشیں اور اختلافات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت متحد ہے۔ اچھے نتائج پیدا ہونے کی قوی توقع ہے۔ میاں صاحب کے بعد محترم عبدالرب صاحب برہم نے باہمی اخوت اور بھائی چارہ بڑھانے اور لائل پور میں غربائے جماعت کے لئے مفت علاج کی سہولتیں بہم پہنچانے پر زور دیا۔ آخر میں صدر جلسہ محترم میاں رشید احمد مسرت صاحب نے مہمانانِ کرام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگوں کو احمدیت کے دورِ اوّل کا نقشہ فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ استحکام جماعت کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے فرمودات اور اسلام کے لئے وہی اشاعتی تڑپ دلوں میں پیدا کی جائے جس کا نظارہ قوم دیکھ چکی ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا زرّین عہد ہمیں ہمارے فرائض کی انجام دہی کے لئے بلا رہا ہے۔ اٹھو اور ایک بار پھر دنیا پر ثابت کر دکھاؤ کہ الٰہی جماعتیں جب کروٹ لیتی ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا کرتی ہیں۔ دعا کے بعد مہمانانِ خصوصی اور حاضرینِ جلسہ (خواتین و حضرات) کی پُرتکلف چائے سے تواضع کی گئی اور یوں یہ بابرکت اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے اثرات دیر تک دلوں پر قائم رکھے اور احباب جماعت کو عمل کی توفیق بخشے

آمین!

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مؤرخہ ۱۴ر مارچ ۱۹۷۳ء

زیرِ تدوین آئین میں مُسلمان کی تعریف

(دوست محمد ایڈیٹر)

ہفت روزہ اخبار لاہور کے مدیر جناب ثاقب زیروی نے اپنے ۲۹ر جنوری ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں عنوانِ بالا کے تحت ایک مقالہ زیبِ رقم فرمایا ہے، جس میں اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ

"بعض سیاسی علمائے دین کے تقاضے پر نئے آئین میں نہ صرف یہ ضروری قرار دیا جا رہا ہے کہ مملکت پاک کے صدر اور وزیر اعظم نہ صرف مسلمان ہوں وہ اپنے عہدوں کا حلف اُٹھاتے وقت یہ اقرار بھی کریں کہ وہ مسلمان ہیں چنانچہ اس غرض کو پُورا کرنے کے لئے آئین میں "مسلمان" کی ایک جامع و مانع تعریف بھی دی جا رہی ہے۔"

اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ

"پچھلے دنوں دو ایک روزناموں میں آئین میں شامل کی جانے والی "مسلمان" کی جو تعریف شائع ہوئی اور جو بقول ان علماء کے ان کے اصرار پر شامل کی گئی ہے اسے دیکھ کر ہمیں یہ حیرت ہوئی کہ قرآن و سنت کے مطابق تمام قوانین بنانے پر مصر ان علماء دین نے جو تعریف ایک "مسلم" کی بہ اصرار اس آئین میں شامل کرائی ہے وہ قرآن و سنّت کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس میں ان کے نفس کی ملونی نے بعض حصّے اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں۔"

جناب ثاقب کا اصرار ہے کہ "مسلم" کی جامع و مانع تعریف جو قرآن کریم اور احادیث نبوی کے عین مطابق ہے "محمڈن لا" میں یہ کی گئی ہے:

19. <u>WHO IS MOHAMMEDAN</u>: ANY PERSON WHO PROFESSES THE MOHAMMEDAN RELIGION, THAT IS ACKNOWLEDGES (1) THAT THERE IS BUT ONE GOD AND THAT MOHAMMED IS HIS PROPHET, IS A MOHAMMEDAN BY BIRTH OR MAY BE A MOHAMMEDAN BY CONVERSION, (B) IT IS NOT NECESSARY THAT HE SHOULD OBSERVE ANY PARTICULAR RITES OR CEREMONIES, OR BE AN ORTHODEX BELIEVE IN THAT PELIGION: NO COURT CONTEST OR GAUGE THE SINCERITY OF RELIGIOUS BELIEVE. (C) IT IS SUFFICIENT IF HE PROFESSES THE MOHAMMEDAN RELIGIAN IN THE SENSE THAT HE ACCEPTS THE UNITY OF GOD AND THE PROPHETIC CHARACTER OF MOHAMMED,"

(MOHAMMEDAN LAW CHAPTER II CONYERSION TO MOHAMMEDANISM.)

ترجمہ: مسلمان کون ہے۔ ہر وہ شخص جو اسلام لانے کا اقرار کرتا ہے یعنی یہ کہ ہر وہ شخص جو اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ (اوّل) خدا واحد لاشریک ہے (دوم) محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) خدا کے نبی ہیں مسلمان کہلائے گا (الف) ایسا شخص مسلمان دو طریق سے ہو سکتا ہے۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے یا مذہب تبدیل کرنے کی صورت میں (ب) یہ ضروری نہیں کہ وہ بعض خاص مذہبی رسوم و رواج کا پابند ہو یا راسخ العقیدہ مسلمان ہو۔ کوئی عدالت مذہبی عقائد کی صداقت کی جانچ پڑتال کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ (ج) مسلمان ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ان معنوں میں اسلام لانے کا اقرار کرے کہ وہ خدا تعالےٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقام نبوّت پر یقین رکھتا ہے۔" (محمڈن لاء باب دوم)

اس کے ساتھ ہی ثاقب صاحب نے امام غزالیؒ کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ کتاب مذکور میں امام صاحبؒ فرماتے ہیں زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا شخص بہر حال مسلمان قرار دیا جائے گا اور آئمہ اور حکام کو اسے مسلمان ہی قرار دینا چاہیئے کیونکہ انّ قلبہٗ لایطلع علیہ وعلینا ان نظن بہ انّہٗ ما قالہ بلسانہٖ الا وھو منطو علیہ فی قلبہ (احیاء العلوم جلد اوّل)

یعنے اُس شخص کی دل کی حالت کا علم نہیں ہو سکتا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کے متعلق یہی خیال رکھیں کہ جو کچھ اس نے زبان سے کہا ہے وہی اس کے دل میں ہے۔ ان حوالجات کے علاوہ ثاقب صاحب نے سندھ بلوچستان ہائیکورٹ کے جج مسٹر جسٹس امداد علی آغا کے ایک فیصلہ کا اقتباس بھی دیا ہے۔ یہ حال ہی میں ۱۹۷۰ء کے ایک مقدمہ نمبر ۲۹۶ بعنوان مسز عائشہ قریشی وغیرہ بنام حشمت اللہ قریشی کے بارہ میں دیا گیا ہے، اس فیصلہ میں عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ:-

"تمام اسلامی کُتب مسلمان ہونے کے بارے میں اس امر پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص خدا تعالےٰ کی وحدانیت کا یقین رکھتا ہے اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالےٰ کا پیغمبر مانتا ہے اور پھر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور نہ کسی قسم کے رسم و رواج مذہبی کا پابند ہونا قطعی لازمی نہیں ہے۔"

(مطبوعہ پی۔ ایل۔ ڈی ۱۹۷۲ء (دسمبر) کراچی صفحہ ۶۵۲)

اسی سلسلہ میں ثاقب صاحب نے حدیث نبوی سے اسلام کی وہ تعریف بھی نقل کی ہے جو جبرئیل علیہ السلام نے لوگوں کو دین سکھانے کے لئے نبی کریم صلعم کے منہ سے کہلوائی یعنے یہ کہ:

"اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو حج کرے۔"

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان بھی نقل کیا ہے من صلّٰی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم۔

ترجمہ: جس نے ہماری نماز ادا کی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلم ہے۔

یہ تمام حوالجات نقل کرنے کے بعد ثاقب صاحب نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ

"اگر کسی غلط فہمی کی بناء پر آئین کے مسودہ میں مسلمان کی کوئی ایسی تعریف شامل ہو گئی ہے جو اللہ تعالےٰ اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تعریف کے مطابق نہیں ہے تو اسے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے ارشادات مطہرہ کے مطابق کر لیا جائے جنہیں ہم اجمالاً اُوپر بیان کر آئے ہیں۔"

اس مطالبہ کے ساتھ ثاقب صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کونسے الفاظ ہیں جو کسی غلط فہمی کی بنیاد پر یا ...... "علماء دین کے نفس کی ملونی" کی وجہ سے آئین کے مسودہ میں مسلمان کی تعریف میں شامل ہو گئے ہیں اس کی وضاحت ایک اور مقالہ میں کی گئی ہے جو "لاہور" ہی کے ایک اور شمارہ مورخہ ۱۹ر فروری ۱۹۷۳ء میں کراچی کے ملک سعید احمد کے قلم سے درج ہوا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ "مسلم" کی تعریف میں جن الفاظ کے بڑھائے جانے کی شکایت ثاقب صاحب کو ہے وہ "آخری نبی" کے الفاظ ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ ان الفاظ کی ایزادی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ثاقب صاحب کو معلوم ہے، کہ پاکستان میں ایک ایسی جماعت موجود ہے، (جس کے وہ خود بھی ممبر ہیں) جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیّین بمعنے "آخری نبی" نہیں مانتی اور آپؐ کے بعد حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کو منصب نبوّت پر فائز سمجھتی ہے اور تمام مسلمانوں کو (باوجودیکہ وہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ کے قائل ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں) کافر قرار دیتی ہے، ظاہر ہے کہ ان معتقدات کی رُو سے مسلمان کی وہ تعریف جو ثاقب صاحب کے محولہ بالا مضمون میں کی گئی ہے جامع و مانع نہیں رہی، اسی بناء پر مسودۂ آئین میں توحید الٰہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کے اقرار کے ساتھ آپؐ کا "آخری نبی" ہونا بھی شامل کیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کراچی کے ملک سعید احمد صاحب کے محولہ بالا مضمون میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ "آخری" کے وہ معنی صحیح نہیں جو عرف عام میں سمجھے جاتے ہیں بلکہ بقول ان کے:

"آخری" کا لفظ تو اُردو، عربی اور فارسی میں بھی کئی طرح استعمال ہوا ہے .... حضرت علاّمہ اقبال اپنے استاد حضرت داغ دہلوی کا مرثیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مرگیا داغ آہ! میّت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

جناب ملک سعید احمد لکھتے ہیں کہ:

"حضرت علامہ کے اس شعر میں لفظ "آخری" افضل کے معنوں میں استعمال ہؤا ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو حلف کی عبارت ترتیب دینے والے کا مقصد اس حلف میں لفظ "آخری" سے "افضل الانبیاء" ہے، جو حضور پُر نور واقعی ہیں تو اسے تعریف میں غیر مبہم الفاظ شامل کرنے چاہئیں تھے یعنی یہ کہ

"میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے افضل مانتا ہوں اور عرفِ عام میں سب سے آخر ہونے کا جو مفہوم سمجھا جاتا ہے وہ صحیح نہیں، اس لحاظ سے ملک سعید احمد کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "افضل الانبیاء" تو سمجھا جاسکتا ہے لیکن سب سے "آخری نبی" نہیں سمجھا جاسکتا۔

کیا ہم محترم ثاقب صاحب سے یہ دریافت کرسکتے ہیں کہ کیا اس مفہوم کے پیشِ نظر جمہور مسلمانوں کے اس عقیدہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نفی نہیں ہوتی؟ اور اس بناء پر علماء دین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مسودۂ آئین میں توحیدِ الٰہی اور رسالت نبویؐ کے اقرار کے ساتھ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے "آخری نبی" ہونا شامل کیا جائے؟

یہ امر کہ "آخری" کے معنے "افضل" کے بھی ہوتے ہیں، اس لفظ کے اصل مفہوم کو زائل نہیں کرتا، اصل مفہوم وہی ہے جو خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لانبی بعدی کے الفاظ میں واضح کیا ہے اور حضرت مرزا صاحبؒ نے بھی نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے:—

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم"
یعنے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت منقطع ہوگئی

(الاستفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی ص۶۴)

ان غیر مبہم الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مسودۂ آئین میں "آخری نبی" کی بجائے "افضل الانبیاء" کے الفاظ شامل کئے جائیں کہاں تک صحیح ہے؟ "آخری" کے لفظ سے افضلیت کا مفہوم مجازاً لیا جاسکتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم کی افضلیت سے بھی آپؐ کے آخری نبی ہونے پر ہی استدلال کیا ہے چنانچہ فرمایا ؎

ختم شُد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

اس سے ثابت ہے کہ حقیقۃً خاتم النبیّین کا اصل مفہوم وہی ہے جو "لانبی بعدی" یا "والنبوّت قد انقطعت" کے الفاظ میں بتایا گیا ہے۔

ان حقائق کے پیشِ نظر ہم ثاقب صاحب اور تمام ربوائی جماعت سے یہ عرض کریں گے کہ اگر وہ واضح الفاظ میں یہ اعلان کردیں کہ

۱۔ نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی ہے اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔
۲۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مدعی نبوّت نہ تھے ان کا دعویٰ صرف مجدّد ہونے کا تھا۔
۳۔ تمام وہ لوگ جو "محمڈن لاء" کی بیان کردہ تعریف کے مطابق توحید الٰہی اور رسالت نبویؐ پر ایمان رکھتے ہیں حضرت مرزا صاحبؒ کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر نہیں ہیں وہ مسلمان ہیں اور ان کے ساتھ رشتہ ناطے کرنا، ان کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

تو مسودہ آئین میں آنحضرت صلعم کے "آخری نبی" ہونے کے اقرار یا کسی اور لفظ کی ایزادی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ پہلے اپنے گھر کی صفائی کرو جس کے غلط معتقدات کی وجہ سے مسودہ آئین میں مذکورہ بالا ایزادی کی ضرورت پیش آئی ہے ورنہ یاد رکھو ان معتقدات کے ہوتے ہوئے آپ کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

حکیم الامّت حضرت مولینا نورالدینؒ کی یاد میں ایک تقریب

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیرِ اہتمام حکیم الامت. حاجی الحرمین حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ایک جلسہ ۲۳ مارچ کو بعد نماز جمعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت امیر قوم الحاج مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہو رہا ہے۔ صاحب صدر کے علاوہ حضرت مولینا شیخ عبدالرحمٰن مصری، جناب مولینا [illegible] اور جناب غلام نبی مسلم ایم۔ اے اسٹیاری [illegible]

احباب و خواتین جماعت لاہور کے علاوہ جماعتہائے بیرون لاہور سے بھی التماس ہے کہ وہ اس اجتماع میں نہ صرف خود شامل ہوں بلکہ اپنے دیگر دوستوں، رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی ہمراہ لائیں۔

خواتین کے لئے پردہ کا انتظام موجود ہے

خاکسار۔ ڈاکٹر مبارک احمد شیخ۔ صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

اجلاسِ عام

تنظیم خواتین احمدیہ مقامی جماعت لاہور

تنظیم خواتین احمدیہ مقامی جماعت لاہور کا اجلاس عام ۲۸ مارچ کو بروز بدھ بوقت ۳½ بجے بعد دوپہر بمکان بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد۔ ۴۵۔ احمد پارک فیروز پور روڈ لاہور منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں تنظیم کے عہدیداران برائے سال ۷۴ — ۱۹۷۳ کا انتخاب ہوگا۔ تمام خواتین مقامی جماعت لاہور سے شمولیت کی درخواست ہے۔

بیگم میاں فضل احمد۔ سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

اخبار احمدیہ

فریضہ حج بیت اللہ

— امسال راولپنڈی سے اہلیہ صاحبہ میاں شکرالدین گورنمنٹ پنشنر بذریعہ بحری جہاز اور محترم شیخ عبدالحمید صاحب مالک ایم رمضان اینڈ سن واچ میکرز اینڈ جیولرز بذریعہ ہوائی جہاز حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ الحمد للہ یہ دونوں زائرین فریضہ حج ادا کرنے کے بعد بخیریت واپس راولپنڈی پہنچ گئے ہیں۔ محترم شیخ صاحب کا یہ دوسرا حج ہے۔

خاکسار۔ فخرالدین احمد

— جناب ڈاکٹر عبدالمجید قریشی ۱½ ماہ کی رخصت گذار کر یکم مارچ کو واپس نائیجیریا پہنچ گئے ہیں ان کا موجودہ پتہ یہ ہے: پرنسپل میڈیکل آفیسر۔ وزارت صحت ایس۔ ڈبلیو۔ ایف۔ کانو۔ نائیجیریا۔

خانۂ خدا کی تعمیر

دارالسلام (احمدیہ بستی) میں جامع احمدیہ کی تعمیر کے لئے جلسہ سالانہ پر احباب سے اپیل کی گئی تھی، قوم نے اس پر لبیک کہا، اخراجات کا اندازہ اڑھائی لاکھ روپے ہے الحمد للہ تعمیر مسجد کا کام شروع ہوچکا ہے جن احباب نے ابھی تک اس کارِ خیر میں حصہ نہیں لیا وہ اب دلے درمے اس میں شامل ہوں اور جن دوستوں نے جلسہ سالانہ پر وعدے فرمائے وہ ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں تاکہ تعمیر کا کام جاری رہے۔

فضل حق۔ ناظم دارالسلام۔ لاہور

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ کائنات اس کے کمالات اور حکمت کی مظہر ہے۔

قرآن کریم وہ آفتاب ہے جس کے نور سے دنیا نے روشنی حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل و کرم کو مدِ نظر رکھ کر اسکے فرمانبردار بندے بن جاؤ۔

خطبۂ جمعہ - مؤرخہ ۲ مارچ ۱۹۷۳ء - فرمودہ حضرت امیر قوم مولٰنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ - بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

الحمد للہ الذی خلق السمٰوات والارض وجعل الظلمٰت والنور۔ ثم الذین کفروا بربھم یعدلون ھوالذی خلقکم من طین ثم قضٰی اجلا واجلٌ مسمّی عندہ ثم انتم تمترون وھو اللہ فی السمٰوات والارض یعلم سرکم وجھرکم ویعلم ما تکسبون ـــ سورۃ الانعام ۱ - ۳ ـــ)

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے الحمد للہ الذی خلق السمٰوات والارض وجعل الظلمٰت والنور۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے، اور وہ تمہارے مشاہدے میں ہیں۔ زمین فرش ہے اور آسمان اس کی چھت ہے، اس چھت پر دو بڑے چراغ روشن کر رکھے ہیں، ایک دن کو روشنی دیتا ہے اور دوسرا رات کے وقت روشنی دیتا ہے، سورج حرارت بھی مہیا کرتا ہے جس سے زندگی کا نظام قائم ہے اور رات کو چاند روشنی دیتا ہے تاکہ لوگ رات کو چاند کی روشنی میں راستہ پا سکیں اور سال بھر کے مہینوں کا حساب سمجھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ کائنات اس کے کمالات و حکمت کی مظہر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت نمایاں طور پر نظر آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بے پناہ وسعت دی ہے۔ سورج زمین سے ساڑھے ۹ نو کروڑ میل دور ہے، تاہم وہ دنیا بھر کو روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے۔ اسی طرح چاند بھی کوئی دو لاکھ چالیس ہزار میل کے فاصلے پر ہے۔ خدا تعالیٰ نے کائنات کو ان دو عظیم نیّرین سے مزین کیا ہے، علاوہ ازیں آسمان میں اور بھی سیارے ہیں جو گردش کرتے رہتے ہیں۔

یہ زمین جس پر انسان بستا ہے اس کا ربط آسمان سے ہے، زمین اور آسمان دونوں مل کر انسان کی زندگی اور اس کے قیام و بقاء کے لئے سامان پیدا کر رہے ہیں، چرند، پرند اور درند ہیں پھل پھول و غلہ جات اور سبزی ترکاریاں ہیں اور دوسرے خورد و نوش کے سامان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ انسان کی خدمت گذاری کے لئے پیدا کئے ہیں اور سورج و قمر اور دوسرے ستارے اور سیارے یہ سب اللہ تعالیٰ کے احکام کے تحت سرگرم عمل ہیں۔ والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہٖ۔

فرمایا وجعل الظلمٰت والنور۔ اللہ تعالیٰ نے اندھیرا اور اُجالا دونوں کو بنایا ہے۔ اس کے ظاہری معنی تو سورج و چاند اور ستاروں کی روشنی ہے اور ان کے غروب ہونے کے بعد اندھیرا ہونے کے ہیں۔ لیکن انسان کے اندر بھی ایک روشنی رکھ دی گئی ہے اور وہ قلب ہے۔ یہ انسان کے ذہن و ضمیر کو روشن اور منور کرتا ہے۔ اور انسان کے تمام اعضاء اس کے قلب اور دماغ کی صلاحیت کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اگر ان کا عمل صحیح نہ ہو تو جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح روشنی پیدا کی ہے اسی طرح سے اس نے تاریکی بھی پیدا کی ہے، جو انسان کے قلب اور دماغ یا ضمیر کی عدم صلاحیت کا نتیجہ ہے۔

یہ کائنات عالم کبریٰ ہے، انسان کے اندر ایک عالم ہے جو عالم صغریٰ کہلاتا ہے اور قلب کا چراغ اس عالم کی رہنمائی اور روشنی کے لئے بنایا ہے۔ اس روشنی سے روگردانی کے نتیجہ میں انسان کا دل بیمار ہو جاتا ہے اور طرح طرح کی سزائیں اس پر وارد ہوتی ہیں، سزا کے قانون اگر اس ظاہر دنیا میں کام کر رہے ہیں تو انسان کے اندر بھی یہ قانون جاری و ساری ہے۔

آیت مذکورہ میں ظلمات کو پہلے رکھا ہے اور نور کو بعد میں، اس کا یہ مطلب ہے کہ یہاں ایک تاریکی میں مبتلا ہے اس تاریکی کو دور کرنے والا آفتاب ہے جو قرآن کریم کی شکل میں نازل ہوا اور اس سے دنیا نے نور حاصل کیا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ بھی روشنی اور نور لے کر آئے وہ محدود پیمانہ پر صرف ان کی اپنی اپنی قوم کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے تھا، لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں کے لئے تشریف لائے اور آپؐ سے دنیا نے کامل نور حاصل کیا۔ فرمایا ثم الذین کفروا بربھم یعدلون یعنی پھر بھی کافر اپنے پروردگار کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ خدا تو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اس نے اسکی ہدایت کا سامان بھیجا، اس کے باوجود انسان کفر کرتا ہے، یہ پتھروں کو دیوتا مانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ پتھروں کے اندر وہ قوتیں ہیں کہ اگر ہم ان کی پرستش کریں تو ہمیں سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے، اس کے مقابلہ میں حضور صلعم نے مسلمان قوم کو موحد قوم بنایا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قوم بھی مشرکین کی طرح قبر پرستی میں مبتلا ہو گئی۔ بہت سے شہروں میں بڑے بڑے بزرگ و اولیاء پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو توحید و رسالت کا سبق دیا۔ ان کو موحد بننے کی تلقین کی۔ ان بزرگوں کی سوانح موجود ہیں جن کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بزرگ کس قدر موحد و خدا پرست تھے اور شرک سے کس قدر بیزار رہتے، ان کے پاس بیٹھنے والے بھی خدا پرست بن گئے اور انہوں نے توحید پر قائم رہ کر امت مسلمہ کے سامنے بڑی روشن مثالیں قائم کی ہیں۔ لیکن آج ان بزرگوں کے مزاروں پر جا کر دیکھئے عوام ان کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور انہیں حاجت براری کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان بزرگوں کو خدا کا درجہ دیتے ہیں۔

فرمایا ھوالذی خلقکم من طین ثم قضٰی اجلا۔ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کے نشان موجود ہیں۔ اے لوگو! ذہن میں رکھو، ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، وہ اس طرح کہ مٹی سے سبزیاں ترکاریاں اور پھل پھول اور فصلیں اور غلہ جات پیدا ہوتے ہیں جنہیں تم اور تمہارے مویشی اور چرند پرند کھاتے ہیں۔ تم ان غلہ جات کے علاوہ مویشیوں اور پرندوں کا دودھ اور گوشت بھی کھاتے ہو، یہ سب کچھ زمین اور مٹی سے پیدا ہو رہا ہے۔ اس کھانے پینے سے تمہارے جسم و جان کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ یہ صرف حضرت آدمؑ کا ذکر نہیں بلکہ تمام نوعِ انسانی کا ذکر ہے، تو فرمایا کہ یہ کارخانہ اور اس کا نظام تمہارے سامنے ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے نیست سے ہست کیا ہے پھر ایک اور امر کی طرف توجہ دلائی ہے ثم قضٰی اجلا و اجل مسمّی عندہ ثم انتم تمترون۔ یعنی زندگی کی ایک میعاد ٹھہرا دی ہے اور سب کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک میعاد معین ہے، جب چاہے خدا اس چیز کو ختم کر دے۔ انسان بھی اپنی عمر پوری کر کے مٹی میں مٹی بن جاتا ہے۔

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ضمیر رکھا ہے، جو انسان کو بتاتا ہے کہ یہ کام اچھا ہے اور یہ بُرا۔ یہ حیوانات کی طرح نہیں ہے کہ جہاں کچھ نظر آیا وہیں منہ مار دیا۔ انسان کا ضمیر اسے متنبہ کرتا رہتا ہے کہ فلاں بات اس کے لئے اچھی ہے اور فلاں بُری۔ ضمیر کی فرمانبرداری سے قلب کے اندر راحت پیدا ہوتی ہے اور راحت سے اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں، کبھی ٹھٹھرتی ہوئی رات کے وقت کسی غریب آدمی کے گرد کوئی چادر لپیٹ دی جائے تو اس سے جو راحت نصیب ہوتی ہے اس کا اندازہ انسان کا دل ہی لگا سکتا ہے بعض لوگوں نے انسان کے فائدہ کے لئے درخت لگوائے اور سڑکیں بنوائی ہیں، اور اس کے علاوہ اس سے بھی بڑے پیمانے پر لوگوں نے نیکی کے کام کئے ہیں۔ بادشاہ اور امیر لوگ اگر فلاح عامہ کے بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں تو غریب بھی اپنی سوکھی روٹی سے اگر ایک لقمہ کتے بلی کو ڈال دے تو اس کا بھی بہت بڑا اجر ہے۔

(باقی پر صفحہ ۹ کالم ۲)

(خواتین کا صفحہ)

محترمہ حیارت نذر صاحبہ ایم اے

استحکام جماعت کے لئے چند ضروری امور

جماعت احمدیہ محض خدا تعالےٰ کے حکم سے وجود میں آئی ہے اور اس زمانہ کے مامور اور مجدد من اللہ نے دین اسلام کے لئے غیرت رکھنے والوں کو اپنے دین کی نصرت کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا ہے۔ دینِ اسلام کی خدمت اور قرآن کریم کی اشاعت کی جو توفیق اللہ تعالےٰ نے اس جماعت کو عطا فرمائی ہے اور کسی جماعت کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے ہمیں خدا تعالےٰ کے فضلوں کا وارث بننے کے لئے اپنی کوششوں کو تیز تر کر دینا چاہیئے، اس سلسلہ میں ذیل کے چند امور کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

(۱) اپنے عقائد اور ایمان پر ثابت قدمی اور مستقل مزاجی۔

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہم میں سے ہر پڑھا لکھا فرد جو قرآن و حدیث کا علم رکھتا ہو اور جماعت کی راہنمائی کی اہلیت بھی، وہ جماعت کے لئے نیک نمونہ پیش کرے۔ اس کی استقامت ثابت قدمی اور مستقل مزاجی لازماً ساری جماعت پر اچھا اثر ڈالے گی اور اس طرح جماعت کے کمزور لوگ مضبوط ہوں گے اور زندگی کے اس روحانی سفر میں یہ قافلہ ایک گروہ اور جماعت کے رنگ میں رواں دواں رہیگا۔

۲۔ دوسروں کی اصلاح سے قبل اپنی اصلاح

کسی جماعت کی برگزیدہ اور راہنما شخصیات کا نیک نمونہ اور پاکیزہ کردار ایک عمدہ ردِ عمل پیدا کرتا ہے۔ انہیں دیکھ کر ان کے رنگ میں جماعت کے لوگ رنگین ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک فرد نہ صرف جماعت کی راہنمائی کا باعث بنتا ہے بلکہ جماعت سازی کا اہم کردار بھی ادا کرتا ہے۔ اور لوگ اس کے عمل کے نور سے منور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

۳۔ نیکی میں تعاون اور گناہ میں عدم تعاون

تعاونوا علی البرّ والتقوٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان۔ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان حریتِ ضمیر، آزادیٔ رائے اور فکر و نظر کی فراوانی کے لئے ایک مثال کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے جماعت کو یہ سبق دیا کہ اچھی بات کو برملا اچھا کہو اور اس کے لئے تن من دھن کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کرو۔ یہ امر استحکام جماعت کے لئے بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے، جو جماعتیں شخصیت پسندی کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں، ان کا انجام بالآخر تباہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے سامنے جماعتِ ربوہ کی مثال ہے جس سے آزادیٔ رائے اور حریتِ ضمیر کا جوہر چھین لیا گیا اور ایسے خلیفہ کو حاکم مطلق جانا جس نے انکے ایمان اور اعتقادات کی بنیادیں کھوکھلی کر کے رکھ دیں اور جماعت میں جرأت نہ ہوئی کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔

۴۔ جماعتی امور میں اپنے کنبہ کو ہر وقت شامل رکھنا

بعض لوگوں کا یہ طرزِ عمل بہت مایوس کن ہے کہ وہ جماعتی سفر میں تن تنہا ہی سرگرمیاں دکھاتے ہیں اور اپنے بال بچوں، عزیز و اقارب اور ماحول میں رہنے والے لوگوں کا خیال نہیں رکھتے۔ گویا وہ صرف اپنی عاقبت کو ہی درست کرنے کے لئے تگ و دو کر کے ایک قسم کی خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی جماعت کی کمزوری کا باعث بنتے ہیں۔

ہم حضرت ابراھیمؑ کے پیروکار ہیں، ہمیں ان کا اسوۂ حسنہ ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے وہ خدا کے حضور دعا فرماتے ہیں۔ ربّنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذرّیتنا امّۃً مُسلمۃً لک۔ کہ اے باری تعالےٰ نہ صرف ہم دونوں باپ بیٹے کو اپنا فرمانبردار بنا بلکہ ہماری اولاد کو بھی جماعت مسلمین میں شامل کر اور ہم ایک مسلمان جماعت کے سربراہ اور امام کہلوائیں۔

آنحضرتؐ کو ارشاد ہوتا ہے۔ انذر عشیرتک الاقربین۔ اپنے رشتہ داروں کو اپنی جماعت میں شامل کرو۔ ایک خاندان اگر تمام کا تمام ایک راستہ پر چلے تو وہ یقیناً دوسروں کی نسبت زیادہ مستحکم ہوں گے ان باتوں سے یہ امر عیاں ہے کہ ایک خاندان کا فرد اعلےٰ جب احکامات خداوندی پر عمل پیرا ہو کر سارے خاندان کو ساتھ لے کر چلے گا تو ایسی جماعت کس قدر مستحکم ہو جائے گی۔

۵۔ باہمی اُلفت اور بھائی چارہ

باہمی اُلفت کو استحکامِ جماعت میں بہت بلند مقام حاصل ہے اس محبت باہمی کو قرآنِ کریم نے بہت ہی قیمتی چیز قرار دیا ہے اور اسے نعمتِ خداوندی فرمایا ہے۔ واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعدآءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانًا۔ اور خدا کی نعمتوں کو یاد کرو کہ تم کس طرح ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے مگر خدا تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تم بھائی بھائی بن گئے۔ لہٰذا استحکام جماعت کے لئے ہمیں ہر قسم کی اونچ نیچ اور چھوٹا بڑا ہونے کا خیال ترک کر دینا پڑے گا۔ ایک دوسرے کو بھائی بہن کا درجہ دے کر ہی ہم مستحکم جماعت بن سکتے ہیں۔

۶۔ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے فرائض سے پہلوتہی کرتا ہے تو اسے کبھی استحکام نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہی حال جماعت کا ہے۔ خاص طور پر ایسی جماعت جس کے ذمہ مخصوص اسلامی فرائض لگائے گئے ہوں۔ اگر وہ اپنے ذمہ عائد کردہ فرائض کو نہیں بجا لاتی یا خدا تعالےٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا نہیں کرتی تو اس کا استحکام کبھی قائم نہیں رہ سکتا جماعت احمدیہ کے بنیادی فرائض، تبلیغِ اسلام، اشاعتِ قرآن اور خدمتِ دین ہیں۔ اگر ہم ان امور کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں اُلجھ جائیں تو ہم اپنے مقام سے ہٹ کر کمزوری کا باعث از خود ہو گئے لہٰذا ایک جان ہو کر فرائض منصبی پر متواتر لگے رہنا بھی استحکام جماعت کے لئے ایک نہایت ہی لازمی امر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لاتکونوا کالّذین تفرّقوا واختلفوا جو جماعتیں اختلافات کا شکار ہو جاتی ہیں ان کا وقار اور ان کی عزّت جاتی رہتی ہے اور وہ ترقی . . . . . . کے زینہ سے دُور جا پڑتی ہیں۔

۷۔ اپنے جماعتی اعتقادات اور مسائل سے مکمل آگاہی۔

جب جماعت کا مرکزی نقطہ نظر دنیا کو اسلام سے باخبر کرنا ہے اور وہ بھی ایک خاص علم اور طرزِ فکر سے تو ہمیں . . . . . اس طرزِ فکر و نظر کے لحاظ سے تمام مسائل کے متعلق کلیتہً آگاہی ہونا ازبس ضروری ہے، آج کی دنیا علم کی دنیا ہے۔ اس لئے علمی لحاظ سے لیس ہونا بھی استحکام جماعت کا باعث ہے، قرآنِ پاک کا حکم ہے یاایّھا الذین امنوا خذوا حذرکم۔ اے ایمان والو تم ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس رہو" آج کا زمانہ علمی دلائل سے فتح پانے کا ہے۔ جو لوگ علمی لحاظ سے تہی دامن ہونگے اور دلائل کے میدان میں خالی ہاتھ جاتے ہوں گے وہ کبھی فتح و نصرت سے ہمکنار نہ ہو سکیں گے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ "کیا کبھی بینا اور نابینا بھی برابر ہوتے ہیں" ہماری جماعت کا جو فرد احمدی نقطۂ نگاہ سے تمام دلائل سے آگاہ نہیں اور امام الزمانؑ کے علم الکلام سے بے بہرہ ہے وہ تو ایک اندھے کی طرح ہے وہ بھلا جماعت کے عقائد اور اعتقادات میں کسی کی کیا راہنمائی کر سکتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم جماعتی مسائل کے لئے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھکر جماعت کو مستحکم رکھنے کے لئے کوشاں رہیں۔

۸۔ جماعت کی کارگذاریوں میں مسلسل شمولیت کرنا۔

جماعت کی کمزوری کا باعث ایسی شخصیتیں بھی ہو جاتی ہیں جو سال دو سال کے بعد ایک مرتبہ جلسہ کے موقعہ پر آجاتے ہیں یا عیدین . . . کے اجتماع میں شامل ہونے کو کافی سمجھتے ہیں اور نام کے لحاظ سے جماعت کی فہرست میں شامل رہتے ہیں، مگر عملاً وہ ایک لمبا عرصہ غیر حاضر رہتے ہیں ایسے لوگوں کو باقاعدہ کرنا اور

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

[illegible]

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذلک یبیّن اللہ لکم آیاتہ لعلکم تہتدون ط (آل عمران۔ آیت ۱۰۲)

وما اُبرّئُ نفسی انّ النفس لامّارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم ۔ (یوسف ۔ ۵۳)

اس وقت دنیا عموماً اور عالم اسلام خصوصاً اور پھر ہمارا اپنا وطن عزیز جس کے حالات سے ہم سب سے بڑھ کر متاثر ہوتے ہیں ایک بڑے ہی پریشان کن دور سے گذر رہا ہے ۔ ہماری اپنی جماعت کو طرح طرح کے خطرات اور غیر یقینی حالت در پیش ہے ۔ دنیائے اسلام ایک بھاری انتشار کا شکار ہے اور پاکستان پر مصائب اور مشکلات کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں ۔ ہمیں اس وقت دو گروہ سامنے نظر آ رہے ہیں، ایک وہ جن کے دل پتھر ہو گئے ہیں اور کوئی پرواہ ان کو نہیں کہ کیا حالت ہو گئی ہے وہ بدیوں اور فسق و فجور میں اور بھی بڑھتے جا رہے ہیں ۔ ایک اور گروہ ہے جو اس حالت کو دیکھ کر افسوس کرتے اور کڑھتے ہیں اور وہ مایوس ہو گئے ہیں کہ کچھ اصلاح احوال نہیں ہو سکتی ۔ اتنے بڑے انقلاب آئے لیکن دل پھر بھی تبدیل نہ ہوئے بلکہ اور بھی بدیوں میں بڑھ گئے پھر یہ قوم کس طرح زندہ رہ سکتی ہے ۔

یہ مایوسی اچھی نہیں ۔

آپ کی جماعت کو اس لئے اللہ تعالےٰ نے کھڑا کیا ہے کہ اس مایوسی کو امید سے بدل دیں ۔ وہ اس وقت بدلے گی، جب آپ اپنا فرض ادا کریں گے جس فرض کے لئے آپ کو چُنا گیا ہے ۔ جب آپ کے دل پگھل کر آستانہ الٰہی پر زار و نزار ہو جائیں گے جب آپ لوگوں کو قرآن کی طرف بلائیں گے جسے اکناف عالم میں پہنچانے کا آپ نے بیڑا اُٹھایا تھا ۔ سیاسی تنظیموں سے اصلاح نہیں ہو سکتی، اندر سے جب تک اصلاح نہ ہو ۔ اور ہم اصلاح خلق کا کام اس وقت تک سرانجام نہیں دے سکتے جب تک پہلے اپنی اصلاح نہ کریں ۔ پہلے اپنی اصلاح کرو اور اللہ تعالےٰ کے حضور گر جاؤ پھر دنیا کی اصلاح کی کوشش کرو۔

احمدی کی تعریف دو جملوں میں یوں ہو سکتی ہے کہ اس کی اپنی زندگی پاک اور صالح اور خدا تعالےٰ کے ہر حکم کے اس رنگ میں مطابق ہو کہ وہ دوسروں کے لئے قابل تقلید نمونہ بنے ۔ اور دوسرے اس کے دل میں تڑپ ہو کہ وہ خدا کے کلام کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دے اور فسق و فجور میں گھری ہوئی نسل انسانی کو آفتاب اسلام کی روشنی سے منور کر دے ۔

اللہ تعالےٰ کا ہم پر بھاری احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ کی اُمت میں رکھ کر اپنے اس مامور کی شناخت اور معیت نصیب کی جس کی آمد کا زمانوں سے انتظار تھا اور جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام بھیجا تھا ۔ پھر اس مامور کی جماعت میں جب اختلاف پیدا ہوا اور جماعت کا کثیر حصہ غلو کی راہ پر ڈال دیا گیا تو ایک رجل عظیم کی غیر معمولی فراست اور جرأت ایمانی کی بدولت ہم صحیح عقائد پر قائم رہے اور غلو کی راہ سے بچ گئے ۔ ہمارے عقائد کی درستی کو چالیس سال بعد غلو کرنے والے گروہ کے قائد کو کھلی عدالت میں تسلیم کرنا پڑا اور ایک بار پھر جب اس گروہ نے غلط عقائد کی طرف عود کیا تو اب دوبارہ حالات کے دباؤ کے ماتحت اعلانیہ طور پر انہی عقائد صحیحہ کا اظہار و اعلان شروع کر دیا جن پر ہم ساٹھ سال سے قائم چلے آتے ہیں ۔ اس وقت میرے سامنے ربوہ سے جاری شدہ ایک رسالہ "ہم مسلمان ہیں" پڑا ہے اور اسی طرح کے بعض دیگر رسائل میری نظر سے گذرے ہیں جن سے اس نئے رجحان کا ثبوت ملتا ہے ۔ یہ امر ہمارے لئے باعث صد اطمینان ہے اور ہمارے سر خدا کے حضور سجدہ میں جھک رہے ہیں کہ ہماری جماعت کے عقائد واضح اور خالص ہوتے ہیں۔ یہ جادہ اسلام ہے جسے دنیا میں پہنچانا ہم نے اس جماعت میں شامل ہو کر اپنے ذمہ لے لیا ہے ۔

عقائد کی درستی دین کی بنیاد ہے لیکن بغیر درست عمل کے دین کی اصلی غرض حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ہمارا خدمت دین کا دعویٰ کوئی نتیجہ پیدا کر سکتا ہے ۔ ایک عرصہ سے یہ خیال میرے لئے سوہان رُوح بنا ہوا ہے کہ اپنے گرد و پیش کے مصائب نے ہمارے دلوں میں بھی کوئی خاص نرمی یا تبدیلی پیدا نہیں کی اور ہماری عملی حالتیں بھی وہ نہیں ہو رہی ہوتی چاہئیں ۔ انفرادی طور پر اعمال میں نیکی اور اجتماعی زندگی میں مکمل اتحاد اور یگانگت کے بغیر ہماری اپنی مساعی میں اثر اور برکت پیدا نہیں ہو سکتی ۔ سالانہ جلسہ کی تقریر کے مضمون کے متعلق جب مجھ سے پوچھا گیا تو میرے دل پر اسی قسم کے خیالات کا غلبہ تھا اور میں نے یہی مضمون پسند کیا کیونکہ کامل نیکی اور مکمل اتحاد کی اس وقت ہمیں اشد ضرورت ہے ورنہ ہمارا دین کا دوبارہ جو ہماری زندگیوں کا نصب العین ہے اور جس کا ہمیں دعوےٰ ہے ہرگز ترقی نہیں کر سکتا ۔ اور جب مقصد ہی فوت ہو جائے تو کوئی جماعت قائم نہیں رہ سکتی ۔ آؤ ہم نیک ہو جائیں اور ایک ہو جائیں ۔ مجھے چونکہ یہ ڈر تھا کہ میرا نفس اتنی بڑی بات کہتے ہوئے مجھے دھوکہ نہ دے جائے اسی لئے میں نے ابتداء میں آیت وما اُبرّئُ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم پڑھی ہے ۔

جب ہمارا دعوےٰ جماعت احمدیہ کے افراد ہونے کا ہے تو ہمیں یہ ہرگز نہ بھولنا چاہیئے کہ بانیٔ جماعت نے فرمایا ہے کہ "میری بعثت کی غرض یہ ہے کہ میں متقین کی ایک جماعت پیدا کر دوں" آپؑ نے اپنی تمام زندگی اسی کوشش میں صرف کر دی ۔ قادیان میں حضرت صاحبؑ کی زندگی میں صرف ایک ہی میدان تھا اور جب حضرت مولانا محمد علی رحؒ لاہور میں آئے جو طرح طرح کی تحریکات کا مرکز ہے جنہیں دیکھ کر انسان کے دل میں جوش و خروش پیدا ہو جاتا ہے ۔ ان تحریکات کی موجودگی میں بھی حضرت امیر مرحوم نے اپنی جماعت کے سامنے ایک ہی مقصد رکھا اور وہ مقصد ایک نیک نمونہ اور دین کو دنیا میں پھیلانا تھا

[illegible]

کا اظہار کیا، انہوں نے اس مقصد کو بھاری نقصان پہنچایا، جیسا میں پہلے عرض کر چکا ہوں اس مقصد کی کامیابی کے لئے بنیادی چیزیں دو ہی ہیں کہ ہم نیک ہو جائیں اور ایک ہو جائیں ۔ نیکی اور بدی کی شناخت تو فطرت انسانی کے اندر مرکوز ہے جیسا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ونفسٍ وما سوّاھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا پھر جملہ انبیاءؑ اور مامورین الٰہی ان راہوں کی پوری پوری نشاندہی کرتے چلے آئے ہیں اور خود نیکی کی راہ پر چل کر دکھاتے رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ راہ قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے روشن کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے ۔ مجھے اپنے قارئین کے سامنے جن کی اکثریت اللہ تعالےٰ کے فضل سے قرآن کا علم اور فہم رکھتی ہے ان راہوں کی نشاندہی کی ضرورت نہیں ۔ قرآن کریم ان آیات سے بھرا پڑا ہے جن کا تعلق اس مضمون سے ہے ۔ نیکی کا مضمون خصوصیت سے ان آیات میں پیش فرمایا گیا ہے :—

لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرّ من اٰمن باللہ .... الخ

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۸)

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھوناً .... الخ

(الفرقان آیت ۶۳ تا ۶۴)

قد افلح المؤمنون .... الخ

(المؤمنون ۔ آیت ۱ تا ۹)

الّا المصلّین الذین ھم علیٰ صلوٰتھم .... الخ

(المعارج ۔ آیت ۲۳ تا ۳۴)

یاایّھا الذین اٰمنوا لا تقدّموا بین یدی اللہ ورسولہ .... الخ

(الحجرات آیت ۱ تا ۱۳)

قرآن کریم نے نیکی کا جو معیار پیش فرمایا ہے وہ نہایت بلند ہے اور آنحضرت صلعم نے اس معیار کو اپنے عمل سے قائم کر کے دکھا دیا ہے اور وہی نمونہ صحابہ کرامؓ اور صلحائے اُمت کی زندگیوں میں نظر آتا ہے اور ہم نے اپنی جماعت کے اندر ایسے

صالحین کو دیکھا ہے اور ان کی پاک صحبت ہم کو نصیب ہوئی جن کی پاک زندگیاں اس بلند معیار پر پوری اترتی ہیں خصوصاً جن لوگوں کو حضرت امام زمانؑ کی صحبت نصیب ہوئی ان کی زندگیوں میں اس صحبت کی تاثیرات بہت نمایاں تھیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے قدموں میں بیٹھنے والے بہت سے لوگ گویا فرشتوں کی ایک جماعت تھی جو اس زمین پر چلتی پھرتی تھی۔

حضرت صاحبؑ کا معمول تھا کہ جب کسی سے بیعت لیتے تو اس کے بعد ایک تقریر فرماتے جس میں زیادہ زور نیکی اور تقویٰ پر ہی ہوتا تھا۔ ایسی پُر از معارف اور پُر تاثیر تقاریر سے میں چند نہایت مختصر اقتباسات لکھتا ہوں:۔

"چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ کی رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں نہیں بچا سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسانوں کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکہ دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دُور کر دے گی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے، ریا ہے، خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔"

"بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو گا۔ اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ اور طہارت اختیار کرے۔ میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے

ضُعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جاوے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہو سکتی۔"

"میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور انسانوں کے ساتھ ہمدردی بجا لاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔"

"مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہو گی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ دکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں مگر یہ ایک دن کا کام نہیں، ترقی کرو، ترقی کرو۔"

نیکی کے بعد دوسری لازمی شرط

ہر اس جماعت کی کامیابی کے لئے جو دنیا میں کوئی بڑا مقصد لے کر اُٹھتی ہے یہ ہے کہ اس کی صفوں میں کامل اتحاد اور یگانگت ہو اور کسی قسم کا تفرقہ اور اختلاف نہ ہو سب سے بڑھ کر اس اتحاد کی ضرورت اس جماعت کے لئے ہے جو دعوت الی الخیر کا کام لے کر کھڑی ہوتی ہے قرآن کریم کی جو آیات میں نے شروع میں تلاوت کی تھیں واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا .... الخ یعنی قرآن کریم پر سب متحد ہو جاؤ اور تفرقہ نہ کرو اور کنتم علیٰ شفاء حفرۃ من النار فانقذکم منھا یعنے تمہیں اس راہ سے بچا کر جو آگ کی طرف تمہیں لے جا رہی تھی یعنے بدی کی راہ سے ہٹا کر نیکی کی راہ پر ڈال دیا اور تم آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچ گئے اور اس پر نعمۃ اللہ علیکم کے الفاظ استعمال کر کے اسے ایک بھاری احسان فرما دیا کہ اس نے تمہیں ایک کر دیا اور نیک کر

دیا۔ پھر اس سے جو عظیم الشان انقلاب دنیا میں پیدا ہوا وہ ایک تاریخی حقیقت ہے آئندہ بھی اس حقیقت کو یاد رکھو۔ نیک رہو اور اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے تفرقہ سے بچتے رہو۔

اس آیت کے معاً بعد ولتکن منکم اُمۃ یدعون الی الخیر .... الخ لا کر گویا یہ لطیف اشارہ فرما دیا کہ جب کسی جماعت میں نیک اور ایک ہونے کی صفات پیدا ہو گئیں تو دعوت الی الخیر کے عظیم الشان کام کی اہلیت تب اس جماعت میں پیدا ہو سکتی ہے بغیر اس کے نہ کوئی جماعت اس کام کی اہل ہو سکتی ہے اور نہ اس کے لئے کامیابی ممکن ہے۔

دوسرے مقامات پر بھی قرآن کریم نے تفرقہ کے بُرے نتائج سے ڈرایا ہے ایک مقام پر فرمایا ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت و اولٰئک لھم عذاب عظیم - سورۃ العمران ایت ۱۰۵)

ہمارے پاس بھی ماموراِ الٰہی کے ذریعہ بینات ایک بار پھر آ چکے ہیں اور ہم پر اتمام حجت ہو چکا ہے اگر ہم تفرقہ اور اختلاف کی راہ اختیار کریں گے تو عذاب عظیم سے کیسے بچ سکتے ہیں عبرت کا مقام ہے دوسرے موقعہ پر فرمایا ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم (الانفال: ۴۶) جھگڑوں سے قوم کی عزت ختم ہو جاتی ہے اس کی ہوا بگڑ جاتی ہے رعب باقی نہیں رہتا اور دنیا کی نظر میں بھی حقیر اور بے نصیب ہو جاتا ہے۔ خود بانیٔ سلسلہ نے اس بارہ میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے میں صرف چند اقتباسات میں سے کچھ حصے پیش کرتا ہوں:۔

"یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحد پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آ سکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے

اسلام کو سخت نقصان پہنچایا اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔"

"تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا کیا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔" کشتی نوح

"میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور وہ بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو میں بلا خوف لومۃ لائم اسے اُٹھا کر لے آؤں گا۔ عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیئے اور دوستوں سے کبھی بھی ناگوار بات پیش آوے تو اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے۔"

"اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف چھوڑ دو ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دُور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔ تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں

لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے تو خدا تمام روکاٹیں دُور کر دے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"

ان حوالہ جات کے پیش کرنے کے بعد میں ایک بار پھر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حق کی طرف بلانے والی اور دوسروں کو نصیحت کرنے والی جماعت کا عمل صالح نہ ہو اور ان کی صفوں میں انتشار ہو تو اس کا
تتولّوا یستبدل قومًا غیرکم ثم لایکونوا امثالکم۔ (محمد: ۳۸)

سخت خوف کا مقام ہے کہ مرور زمانہ کی وجہ سے ہمارے اندر بعض کمزوریاں آ گئی ہیں اور یوں محسوس ہونے لگا ہے کہ شیطان کو ان کمزوریوں کی وجہ سے ہماری صفوں کے اندر داخل ہو کر وسوسہ اندازیوں اور فتنہ طرازیوں کا موقعہ مل رہا ہے ہمیں اس کا فکر کرنا چاہیئے۔ اگر ہم مضبوط عزم کے ساتھ اس کا مقابلہ کر کے اس کے حملہ کی راہوں کو بند نہ کریں گے تو بہت نقصان اُٹھائیں گے۔ یہ راہیں رعونت، خود پسندی تکبّر اور نفسانی جذبات میں مخفی ہوتی ہیں۔ اور یہی ہر تفرقہ اور عداوت کی جڑ ہیں۔ اگر ہم ان راہوں کو بند نہ کریں گے تو شیطان غالب ہو جائے گا۔ ہمیں نیک بن کر اور ایک ہو کر شیطان کو اپنے وجودوں اور اپنی جماعت کی صفوں سے نکال دینا چاہیئے۔ حضرت صاحبؑ نے ایک بشارت دی ہے اور ساتھ ہی انتباہ فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا:۔

"او میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہو گی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے بخل ہے رعونت ہے خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک ایسی کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم اخوت اور مروّت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں وہ چند روزہ مہمان ہیں، جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھا دیں میں کسی کے سبب سے اپنے اُوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کیساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتی ہے۔ بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہیں کریگا۔"

حضرت صاحبؑ کے اس ارشاد پر میں اپنے مضمون کو ختم کرتے ہوئے صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ حضور اقدسؑ کے منہ سے
علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ۔ (القیمۃ: ۱۵)
وافوّض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ (المؤمن: ۴۴)

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۵)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم تمہاری طاقت کے مطابق تم سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا لایکلّف اللہ نفسًا الّا وسعھا اور فرمایا لیس للانسان الّا ما سعیٰ۔ جو کوئی اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے کام کرے گا وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول ہے۔ فرمایا وھو اللہ فی السمٰوات وفی الارض۔ وہی اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، یعلم سرّکم وجھرکم ویعلم ما تکسبون۔ وہ تمہاری پوشیدہ باتیں اور کھُلی باتیں جانتا ہے اور جو تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے۔ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اور ساری کائنات کو ہم نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ اس کو ہم نے تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے۔ وہ بادشاہ جس نے یہ قدرت نمائی کی ہے، اس کے احسان اور فضل وکرم کو مدِنظر رکھو۔ وہ چاہتا ہے کہ تم اس کے فرمانبردار بندے بن جاؤ۔ تمہارے خیالات، تمہاری نیّات اور تمہارے ارادے اور منصوبے اس سے مخفی نہیں ہیں۔ چاہیئے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے اعضاء اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری میں لگے ہوں، دل ودماغ اعمال کا سرچشمہ ہیں، ان کا مطہر ومصفّا ہونا ضروری ہے۔

میں نے آپ کو پہلے بھی ایک لطیفہ سنایا تھا۔ حضرت مظہر جان جاناں نے اپنے شاگردوں کو ایک ایک جانور دیا اور کہا کہ اسے وہاں جاکر ذبح کر لاؤ، جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ چنانچہ شاگرد گئے اور کہیں نہ کہیں جاکر ذبح کر کے لے آئے۔ ان میں سے ایک شاگرد بغیر ذبح کئے جانور کو لے کر واپس آ گیا اور کہا کہ میں جہاں بھی گیا وہیں خدا دیکھتا تھا۔ اس سے ان کا مقصد یہ سبق دینا مقصود تھا کہ خدا ہر جگہ موجود ہے کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں خدا موجود نہ ہو۔ پھر فرمایا ویعلم ما تکسبون۔ جو کچھ تم کماتے ہو وہ اسے بھی جانتا ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لئے اس کے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ اور اس کی مخلوق کی خدمت کرو۔

خواتین کا صفحہ

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۶)

ان کی حاضری کو بڑھانا اور جماعت کے تمام اجتماعات میں ان کو لانا بھی جماعت کی مضبوطی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایسے افراد کی طرف سے غفلت نہیں برتنی چاہیئے تاکہ وہ صرف نام کے ہی احمدی نہ ہوں بلکہ جماعت کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لے کر جماعت کو مضبوط بنائیں۔ اپنی زندگی کا ثبوت دیں اور جماعت کو بھی زندہ کریں۔

۹۔ مرکز کی ہر تحریک پر لبیک کہنے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھنا۔

مرکز سے قلبی لگاؤ اور وابستگی سے بھی حد درجہ کا استحکام ہوتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ اے وہ لوگو جو ایمان لانے کا دعوےٰ کرتے ہو خدا اور رسُولؐ کی آواز پر لبیک کہو جب بھی وہ تمہیں آواز دیں اور یہ پکارنا بھی محض تمہاری زندگی کے لئے ہوتا ہے۔ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور خاص طور پر الٰہی جماعت اور ماموراً کی قائم کردہ جماعت اس زمانہ کے مامور من اللہ کی جانشین ہے۔ لہٰذا جماعت کی مضبوطی کے لئے لازمی ہے کہ ہمیں جب بھی مرکز سے کسی کام کے لئے آواز دی جائے، کوئی تحریک کی جائے، کسی بھی امر کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی جائے ہم فوراً خود کو اس کے لئے آمادہ کریں اور اپنی مضبوطی اور اتحاد کا ثبوت دیں۔

۱۰۔ نماز اور دُعا سے خدا کی مدد کا طلبگار ہونا۔

تمام دعوے، حیلے، دلائل اور کوششیں اور مجاہدے ہیچ ہیں اگر خدا کی مدد اور نصرت آنحضرت صلعم کا طرزِ عمل ساری زندگی یہی رہا کہ ہر معاملہ میں خدا تعالےٰ کے آگے جھکے اور اس سے استقامت کی مدد مانگتے رہے حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ ہم مقدور بھر جماعت کے استحکام کے لئے تمام امور کو بروئے کار لاویں، مسلسل جدوجہد کریں، مگر ساتھ ہی خدا سے مدد ونصرت کے طلبگار رہیں۔ ایک دُعا جو استحکام جماعت کے سلسلہ میں خاص ہے وہ آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں اسے ہر دم ورد زبان رکھیں تاکہ خدا تعالیٰ ہماری کوششوں کو بار آور کرے اور ہم اس کی جناب میں سرخرو ہو سکیں، یہ دعا علم ہے:۔

ربنا اننا سمعنا منادیًا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنّا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفّر عنّا سیّاٰتنا وتوفّنا مع الابرار۔

یعنی اے ہمارے ربّ ہم نے ایمان کے لئے منادی کرنے والے کی پکار کو سُنا جو یہ کہتا تھا کہ اپنے ربّ پر ایمان لے آؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ پس تو ہمارے گناہوں سے مغفرت فرما دے اور ہماری کمزوریوں کو دُور فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ آمین۔

اعلانِ مسرت

برادرم محترم محمد بشیر صاحب کو اللہ تعالےٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ نومولود کا نام مظہر بشیر رکھا گیا ہے۔ اس خوشی پر محترم محمد بشیر صاحب نے اشاعت اسلام کے لئے -/۵ روپے کا عطیہ عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ عزیزم مظہر بشیر کو لمبی، بابرکت اور صالح عمر عطا کرے اور والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

علی محمد ماحی۔ مبلغ۔ لائل پور

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس براندرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۷۳ء | نمبر ۱۲

مسجد "دار السلام" کیلئے عطیات کی اپیل

جیسا کہ احباب کرام کو معلوم ہے بستی "دار السلام" میں مسجد کی تعمیر شروع ہو چکی ہے۔ یہ مسجد انشاء اللہ خوبصورت، کشادہ اور ہماری آئندہ ضروریات کے مطابق ہو گی اور اس کی تعمیر پر تقریباً اڑھائی لاکھ روپے صرف ہوں گے۔ ہماری جماعت نے خدا کے فضل سے کئی جگہ مساجد تعمیر کی ہیں اور خانۂ خدا کی آبادی اور تعمیر کے لئے ہمیشہ دل کھول کر چندہ دیا ہے۔ البتہ اس امر کے پیش نظر کہ احباب نے ابھی دو ماہ قبل "تراجم قرآن فنڈ" کے لئے ایک لاکھ سے زائد روپیہ چندہ میں دیا ہے مجھے محسوس ہوتا تھا کہ مزید چندہ کا مطالبہ بعض دوستوں پر بوجھ ہو گا لیکن ہماری سابقہ روایات یہ ہیں کہ یہ چھوٹی سی جماعت خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تھکتی نہیں اور اسی بھروسہ پر میں یہ چند حروف احباب کی خدمت میں تعمیر مسجد کیلئے بطور اپیل شائع کر رہا ہوں۔ اُمید واثق ہے کہ احباب کرام دل کھول کر مسجد کی تعمیر کیلئے عطیات بھجوائیں گے۔ چونکہ یہ عمارت آئندہ دسمبر سے قبل مکمل ہو جانی چاہیئے اسلئے رقوم کی ترسیل میں تاخیر سے کام نہ لیا جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
من بنیٰ مسجداً یبتغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہٗ مثلہٗ فی الجنۃ۔ آیئے! جنت میں اپنا گھر تعمیر کرنے کے لئے اس مسجد کی تعمیر میں فراخدلی سے حصہ لیں۔ جزاکم اللہ خیرا و السلام

صدر الدین امیر جماعت احمدیہ
احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۳ء

بحر حکمت کے موتی

کھانا کم کھانا چاہیئے

حدیث نبوی: عن نافعٍ قال کان ابن عمر لا یاکل حتّٰی یؤتیٰ بمسکینٍ یاکل معہ فادخلت رجلاً یاکل معہٗ فاکل کثیراً فقال یا نافع لا تدخل ھٰذا علیّ سمعت النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول المؤمن یاکل فی معیً واحدٍ والکافر یاکل فی سبعۃ امعاءٍ۔

ترجمہ: حضرت نافعؓ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نہ کھاتے یہاں تک کہ کوئی مسکین لایا جاتا جو ان کے ساتھ کھانا کھاتا۔ سو میں ایک آدمی کو لایا کہ آپؓ کے ساتھ کھانا کھائے تو اس نے بہت کھایا تو ابن عمرؓ نے کہا نافع اسے (پھر) میرے پاس نہ لانا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا۔ فرماتے تھے مؤمن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔

نوٹ: از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:- ایک انتڑی اور سات انتڑی کا لفظ بطور استعارہ بولا ہے یعنے مؤمن کم کھاتا ہے اور کافر بہت زیادہ کھاتا ہے کافر سے مراد شاید ناشکرا ہو کہ خدا کی نعمت کی قدر نہیں کرتا کہ بہت کھا کر اسے ضائع کرتا ہے یا دنیا پرست انسان ہے کہ اسے پیٹ بھرنے کے سوائے اور کچھ کام نہیں اور کھانا کھاتا چلا جاتا ہے جب تک کہ اندر کچھ جا سکے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اپنی عادت کم کھانے کی رکھیں جس قدر کم کھایا جائے گا وہ ہضم اچھا ہو گا اور زیادہ اجزا خونِ صالح بنیں گے اور جو ہضم کی طاقت سے زیادہ کھایا جائے گا اس کے زیادہ اجزا مختلف زہروں کی صورت اختیار کر کے نقصان

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

حق اور کشش

یہ دو چیزیں ہی انبیاء دنیا میں لے کر آتے ہیں۔

غور کرنا چاہیئے کہ ہمارے نبی کریمؐ کے پاس وہ کیا چیز تھی، جس نے ان لوگوں (صحابہ کرامؓ) کو ایسا گرویدہ بنا لیا کہ وہ آپؐ پر اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہو گئے اور اپنے تمام دُنیوی مفاد۔ منافع اور تمام ملکی اور قومی تعلقات کو منقطع کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ نہ صرف آمادہ بلکہ انہوں نے قطع تعلق کر کے اور اپنی جانوں کو فدا کر کے دکھا دیا کہ وہ آپؐ کے ساتھ کس خلوص اور ارادت سے ہمراہ ہوئے تھے۔ بظاہر آپؐ کے پاس کوئی مال و دولت نہ تھا جو ایک دنیا دار انسان کے لئے تحریص اور ترغیب کا موجب ہو سکے۔ خود آپؐ نے یتیمی میں پرورش پائی تھی۔ وہ اوروں کو کیا دے سکتے تھے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ بلاشک آپؐ کے پاس کوئی مال و دولت اور دنیوی تحریص و ترغیب کا ذریعہ نہ تھا اور ہرگز نہ تھا۔ لیکن آپؐ کے پاس وہ زبردست چیزیں جو حقیقی اور اصلی مؤثر اور جاذب ہیں موجود تھیں۔ وہی آپؐ نے پیش کیں اور انہوں نے ہی ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ چیزیں تھیں **حق اور کشش**۔ یہ ہر دو چیزیں ہی ہوتی ہیں جن کو انبیاءؑ لے کر دُنیا میں آیا کرتے ہیں۔ اور جب تک یہ دونوں چیزیں موجود نہ ہوں انسان کسی ایک سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور نہ کسی دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ حق ہو لیکن ساتھ اس کے کشش نہ ہو تو کیا حاصل؟ کشش ہو لیکن حق نہ ہو تو اس سے کیا فائدہ۔ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں جو اس دنیا میں موجود ہیں جن کی زبان پر حق ہوتا ہے، لیکن دیکھا گیا ہے کہ وہ حق مفید اور مؤثر ثابت نہیں ہوتا کیوں؟ وجہ یہ کہ وہ حق صرف ان کی زبان پر ہے لیکن دل اس سے آشنا نہیں اور وہ کشش جو دل کی قبولیت کے بعد پیدا ہوتی ہے اس کے پاس نہیں ہے اس لئے وہ جو کچھ کہتا ہے محض اُوپر کے دل سے کہتا ہے جس کا سننے والے پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ (۲۷ دسمبر ۱۹۰۱ء)

جناب غلام نبی مسلم ایم اے

(برائے شبان الاحمدیہ)

ذوقِ نمود کی کجروی

انسان میں یہ تڑپ خاص اہمیت رکھتی ہے کہ وہ معاشرے میں جاذب نظر بنے اور اس غرض کی تکمیل کے لئے وہ اکثر مجلسی اور اخلاقی حدود کو نظر انداز کر جاتا ہے۔ وہ اس حقیقت کا اظہار زندگی کے ہر شعبے اور ہر مقام پر کرتا چلا آیا ہے۔ اس نمائش کا آسان اور بے ضرر اظہار وہ لباس، چہرے اور بالوں کی تراش خراش سے کرتا ہے۔ ابتدائی دور ہی سے چہرے کی زیبائش، بالوں کی تراش اور لباس کی قطع و برید مختلف منازل و مراحل سے گذرتی چلی آرہی ہے۔ شروع شروع میں تو قینچی، اُسترے اور کنگھی کی عدم موجودگی نے سر اور چہرے کو گھمبیر ڈاڑھی اور لمبے بالوں کا خوگر بنا دیا اور یہ دور بہت طویل رہا ہے۔ حتیٰ کہ پسماندہ علاقوں میں جہاں لباس اب بھی ڈھیلے ڈھالے ہیں، وہاں عورتوں کے سر کے بال تو لمبے ہیں ہی، مردوں کے چہروں پر گھنی ڈاڑھیاں اور سروں پر پٹے موجود ہیں اور بعض مذہبی گروہوں نے بالوں کو جزوِ مذہب بنا رکھا ہے، اور مشرق و مغرب ہر دو اس کے زیر اثر ہیں۔

آج سے ڈیڑھ دو صدی پہلے یورپ اور امریکہ کے رؤسا اور امراء کے سروں پر ہیپیوں کی طرح لمبے لمبے بال تھے، کرامویل، جارج واشنگٹن اور دوسرے حکمرانوں کی تصاویر سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ خود ہندوستان میں سترھویں صدی میں بالخصوص لکھنؤ کے علاقے میں رؤسا کی لمبی شہپر مونچھیں اور ٹھوڑیوں تک بڑھی ہوئی قلمیں ہوتی تھیں اور مونچھوں اور قلموں کے اتصال کے بعد صرف ٹھوڑی کا تھوڑا سا حصہ اُسترے کی نذر ہوتا تھا۔ اور ہمارے نوجوان مغرب کے ہیپیوں کے سے سر کے بال اور لکھنؤ کے نوابوں کی سی لمبی قلمیں مستعار لے کر مشرق و مغرب کو ملانے کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ اسی طرح گذشتہ چند سالوں میں خواتین کے سر کے بالوں نے بہت رنگ بدلے ہیں۔ امی جان نے سر پر بالوں کا بلند گھونسلہ تعمیر کیا، تو بھاوج نے ہیر کٹ اختیار کیا۔ اور صاحبزادی نے بالوں کو آرائش سے بے نیاز کر کے کندھوں پر بکھیرا، شلوار کی طرف توجہ فرمائی تو پہلے پہنچے تنگ ہوئے پھر چوڑی دار پاجامہ بنی اور بعد ازاں بیل بوٹم بنی۔ اور اب پھر شلوار ہی جاذبِ نظر بن رہی ہے اور جو باجی بھائی کی تقلید میں ٹیڈی بنی تھی، اب وہ ہپی کا روپ دھار کر پتلون پہنے کندھے پر بیگ لٹکائے پھرتی ہے۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مُردہ ہے! مانگ لایا ہے فرنگی سے نفس

دوسرا گروہ

مذکورہ بالا گروہ کی تعداد دنیا میں ہمیشہ تھوڑی رہی ہے۔ اوّل تو انسان کی قدامت پسندی نت نئی تبدیلیوں کو پسند نہیں کرتی، پھر ہر فوری تبدیلی اس قدر مفید نہیں ہوتی کہ انسان اپنی پہلی پسند کو چھوڑ کر کسی کی تقلید میں نئی ہیئت اختیار کر لے لیکن اس سے بھی اہم وجہ یہ ہے کہ انسان کے سامنے دنیا میں شہرت کشش اور ہر دلعزیزی کے دوسرے اعلےٰ نفع بخش مقبول عام وسائل بھی ہیں۔ جن سے وہ دنیا میں عزت، دولت، مرتبہ اور حقیقی احترام حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ وہ علم میں بلندی حاصل کرتا ہے اور اس طرح شہرت وبقائے دوام پاتا ہے۔ وہ ہنر و فن میں کسب کمال کرتا ہے۔ صنعت و حرفت، تجارت اور تخلیقات میں منہمک ہوتا ہے اور نیک نامی کی منزل تک پہنچتا ہے پھر وہ علم، تدبّر اور اجتماعی خدمت کے ذریعے مُلک وملت سے بڑھ کر عالم انسانی میں عظمت کی مسند پر جا بیٹھتا ہے۔ اور یہ مقام محنت ریاضت اور خلوت کا متقاضی ہے یورپ کے نشہ باز ہیپیوں کی طرح لمبے لمبے بالوں، قلموں کی نشو و نما اور گذرگاہوں میں بے مقصد گھومنے سے نہیں ملتا۔ بال خدا کی دین اور ان کی تراش و آرائش کسی باربر کی چابکدستی کا ثمر ہے صاحبِ بال کا اس میں کیا کمال ہے کہ لوگ اس کے بالوں کی وجہ سے اس کی اہمیت کو تسلیم کریں۔ البتہ جو نوجوان اس ہیئت کذائی کے باوجود کسی بلند مقصد کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، وہ آخر الذکر گروہ میں شامل ہیں۔

ہمارے نوجوان یورپ اور امریکہ کے حواس باختہ ہپیوں، پست ہمّت اور گریز پا نوجوانوں کی پیروی کیوں کرتے ہیں؟ اس کی ایک وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ مغربی اقوام کی ترقی سے مرعوب ہیں اور اس کے ساتھ کئی وجوہ سے وہ پست ہمتی، احساس کمتری اور کاہلی کا شکار ہیں۔ اس لئے وہ مادر پدر اوباشوں سے فوراً متاثر ہو جاتے ہیں سماجی نظام سے بغاوت کرتے ہیں، سفلی جذبات کی تسکین ان کی منزل مقصود بن جاتی ہے اور انہیں وہ کروڑوں اہل عزم و ہمت اہل مغرب نظر نہیں آتے جن کی ہمّت فلک کی بلندیوں اور زمین کی گہرائیوں کو خاطر میں نہیں لاتی، جو بحر و بر کی پہنائیوں پر متسلط ہیں۔ اور جنہوں نے ذرات کا سینہ چیر کر لامحدود جوہری توانائی کو مسخر کر لیا ہے۔ جو شب و روز سینہ کاوی سے حکمت و دانش کے موتی نکالتے ہیں۔ اور پریشان حال انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنے میں منہمک ہیں انہی کا نام یورپ و امریکہ ہے۔ وہاں کے اوباشوں اور ٹیڈیوں کا نام یورپ نہیں۔ بدقسمتی سے یورپ کے نچلے طبقے کے لوگ زندگی سے فرار کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ہمارے ملک کے کھاتے پیتے گھرانوں کے نوجوان آسائشوں کی فراوانی اور بے مقصد زندگی کی بدولت بگڑتے ہیں اور اُفتادِ طبع سے جس طرح ایک شریف بچہ اوباشوں میں بیٹھ کر بگڑ جاتا ہے، اسی طرح اونچے طبقے کی لڑکیاں لڑکے مغربی ٹیڈیوں کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اس ذہنی مرعوبیت کے صلے میں لوگوں سے داد چاہتے ہیں۔

عام انسان میں نمود و نمائش کی یہ تڑپ انہی نوعمروں کو بے راہ کرتی ہے۔ جو گھریلو تربیت اور والدین کی توجہ سے محروم ہوتے ہیں اور جن کا شعور ابھی پختہ نہیں ہوتا۔ تعلیم کی کمی اور بیرونی اثرات کی وجہ سے وہ باپ کی دولت صرف کر کے باپ یا خاندان کا وہ مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو ان کے بزرگوں نے اعلیٰ تعلیم، شبانہ روز محنت اور طویل جدوجہد سے حاصل کیا تھا۔ لیکن نوجوان بیٹا اسے یاروں کے ساتھ گلچھرّے اڑا کر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر وہ ذہنی طور پر پست اور فرار پسند بن جاتا ہے تو انجام کار وہ نشوں اور سفلی جذبات کی تسکین کے پیچھے لگ کر ہمیشہ کے لئے برباد ہو جاتا ہے۔

نوجوانوں کیلئے لمحہ فکریہ

ہم پچھلے دقتوں کے لوگ ہیں، لیکن ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم نے اپنی جدوجہد اور قربانی سے قوم و ملک کو آزاد کیا، اور ہم جن مشکلات سے گذر کر میدان حریت میں پہنچے ان کا اندازہ نوجوانوں کو نہیں ہو سکتا، تاہم ہمارا نوجوانوں سے یہ سوال ہے کہ نت نئے طرز کے بال اور لباس، نظم و ضبط سے آزادی، ہپی منش اخلاق سوزی اور نشہ نوازی کا انجام کیا ہوگا؟ اور اگر آپ نے مجلسی زندگی کو برباد کر دیا، اپنی ذہنی قوتوں کو پھلنے پھولنے سے روک دیا، صحت بگاڑ لی تو آپ کی خواہش نمود کا کیا نتیجہ نکلا اور کیا اس صورت میں آپ کو وہ اطمینان اور شہرت ملے گی جس نے آپ کو بیقرار کر رکھا ہے۔ پھر ہمارا یہ بھی سوال ہے۔ کہ آپ کی یہ شوخ زندگی کس کے لئے مفید ہے؟۔ آپ کی ذات کے لئے؟ ملک وملت کے لئے؟ یا عالمِ انسانیت کے لئے؟

اغیار کے افکار و تخیّل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں تیری خودی تک بھی رسائی

اس سوال کے جواب کے لئے صرف اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ دنیا کی ترقی ہپیّوں کی تقلید میں ہے یا ان جوانوں کی پیروی میں ہے جو ستاروں پر کمندیں ڈالتے، .... سمندر چیرتے اور کوہ سے دریا بہاتے ہیں۔

اعترافِ حقیقت

جہاں ہم نوجوانوں سے بلند مقصد، اولوالعزمی اور محنت کی توقع رکھتے ہیں اور ان کی سہل پسندی، آرام طلبی اور کشمکش حیات سے فرار کے شاکی ہیں۔ وہاں ہم اس امر کے معترف ہیں کہ نوجوانوں کی اس روش میں ملک و قوم کی غلط روی، کوتاہی اور بے نیازی کا بھی ہاتھ ہے، ہم نے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دی، علم و دانش کی قدر افزائی نہیں کی اور نوجوانوں کے معاشی مستقبل کو نظر انداز کئے رکھا ہے۔ بیرونی بداثرات کے ازالہ کی کوشش نہیں کی گئی۔ ان کے دل میں ملک و ملت سے محبت کا بیج نہیں بویا گیا، اس ادھوری تعلیم، تاریک مستقبل اور بیرونی اثرات نے اسے ملک، قوم، تہذیب، ثقافت اور مجلسی اقدار سے متنفر و مایوس کر دیا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم نئی پود کے مسائل، افکار، رجحانات اور نظریات کو ہمدردی کی نظر سے دیکھیں اور ان کی صحیح راہنمائی کریں۔

اس کے ساتھ ہم نوجوانوں کی توجہ اس امر کی طرف دلائیں ....، کہ قوم کا مستقبل ان کے ہاتھ میں ہے۔ دنیا کی اقوام ہم سے بہت آگے ہیں اور ان کا مقابلہ ہم اسی وقت کر سکتے

(باقی بر صفحہ اشتہار کے نیچے)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مؤرخہ ۲۱ مارچ ۱۹۷۳ء

ملّتِ اسلامیہ کی پنہاں قوّت

کُنتم خیر اُمّۃ اُخرجت للنّاس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

تم بہترین قوم ہو جو (دنیا جہان کے) لوگوں (کے فائدہ) کے لئے کھڑی کی گئی ہو کیونکہ تمہارے ذریعہ نیکی کا حکم ملتا ہے اور بُرائی سے مناہی ہوتی ہے، (اس کا سبب) تمہارا خدا پر (حقیقی) ایمان لانا ہے۔ (آل عمران۔ ۱۱۰)

اسلام کا پیغام تمام جہانوں کے لئے رحمت کا پیغام ہوکر آیا اور فی الحقیقت ایک رحمت بن کر ثابت ہوا، جب دنیا ظلمت اور ظلم کا گہوارہ بن چکی تھی، اس وقت اس دین کے ذریعہ علم وحکمت اور عدل و نیکی کے چشمے دنیا میں جاری ہوئے، تمام قسم کے دنیاوی و دینی تعصبات کا خاتمہ ہوکر علم وعمل کی اعلےٰ اقدار کا قیام دنیا میں ہوا، اگر اسلامی نشأۃ اولیٰ کی بابت یہ کہا جائے کہ خُدا کی بادشاہت جیسی آسمان پر ہے ویسی ہی زمین پر بھی قائم ہوگئی تھی تو یہ قول ایک ایسی شہادت حقّہ ہے جسے غیر مسلم مؤرخوں نے بھی برملا تسلیم کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسی اعجازی قوّت کہاں سے اور کیسے مسلمان قوم کو حاصل ہوگئی تھی؟ ایسی انقلابی طاقت کا سرچشمۂ راز کیا ہے؟ کیا اس کا سبب مسلمانوں کی برتر سیفی و عسکری طاقت ہوئی تھی؟ یا کیا یہ اس باعث تھی کہ فتوحاتِ ملکی کے جذبہ سے مسلمان قوم کے قلوب سرشار اور ولولہ انگیز ہو رہے تھے؟ یا پھر کیا اقتدار و زر کی ہوس اور اس پر قبضہ و اختیار نے ان کے دلوں کو بے چین کر رکھا تھا؟

اسلامی نشأۃ ثانیہ کا اگرچہ اب پھر سے آغاز ہو چکا ہے لیکن اس نصب العین میں سُست رفتاری کا سب سے بڑا سبب ایک بھاری غلط فہمی ہے جو مُسلم اور غیر مُسلم دونوں کے قلوب میں گھر کر چکی ہے، یعنی یہ کہ اسلامی و دینی فتوحات کا راز جملہ دنیاوی ذرائع اور سامانِ حرب کے جمع کرنے میں مضمر ہے، حالانکہ تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہو چکی ہے کہ فتح و غلبہ کا اصل راز مسلمان قوم کی ایمانی و اخلاقی اور عملی قوتوں میں برتری کے باعث ہوا تھا اور اب بھی انہی اندرونی طاقتوں کے ارتقاء سے دوبارہ اس دین اور مسلمان قوم کے عُروج کا راز وابستہ ہے ؎

از رہِ دیں پروری آمد عُروج اندر نخست
باز چوں آید بہ آید ہم ازیں رہ بالیقیں۔

ٹامس کارلائل تلوار کی طاقت کے غلط نظریہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کی طاقت سے اپنا دین پھیلایا تھا، بہت اچھا! مگر تم یہ بھی تو بتلاؤ کہ آپ نے تلوار حاصل کیسے کی تھی؟ آپ تو اکیلے تن تنہا، بے زر و بے زور انسان اُٹھے تھے، پھر آپ کے قبضۂ قدرت میں تلوار کیسے اور کیونکر آگئی؟

سرولیم میور ایک اور معاند اسلام مورخ ہے مگر وہ بھی اس حقیقت کو بھانپ کر تحریر کرتا ہے کہ ان تیرہ سالہ مکّی زندگی نے کیا انقلاب بپا کر دیا تھا، تین سو تیرہ انسانوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی تھی جو ایمان اور عملِ صالحہ کی عظیم و اندرونی قوتوں سے مسلح ہو چکی تھی۔ پس میور صاحب کے نزدیک بھی اسلامی انقلاب کی بنا و داغ بیل مکّی زندگی میں پڑی تھی۔ یہ حقیقت اب زیادہ وضاحت سے روشن ہوکر دنیا کے سامنے آتی جاتی ہے کہ برتر سیفی یا عسکری طاقت یا جذبۂ فتوحات اور ولولۂ اقتدارِ ملکی و قومی نہ تھا جس سے فتوحاتِ اسلامیہ ہوئیں بلکہ ان تمام کے پیچھے وہ ایمانی نہانی و عملی قوتیں بیدار و برسرِ پیکار تھیں جن سے اعلےٰ ترین انسانی و اخلاقی اقدار مرتسم ہوتی ہیں۔ مثلاً حق پرستی، بلا کسی ادنےٰ تعصب و تفریق کے انصاف و عدل، آزادی و جمہوریت کا قیام، عالمگیر اعلےٰ انسانی اقدار یعنی محبت، مودّت، رواداری، مساوات اور اخوّت کے عالی جذبات سے سرشار ایک متحد و منظم جماعت تیار ہوکر میدانِ عمل میں آ کھڑی ہوئی تھی، جس کے دلوں سے ماسوا اللہ کا ہر قسم کا خوف و ہراس حتّٰی کہ موت کا ڈر بھی ختم ہو گیا تھا، جن کو اپنی کامیابی و کامرانی اور فتح و غلبہ پر یقین کامل حاصل ہو چکا تھا، جو اتحاد و تنظیم کے عظیم رشتوں اور عالی اوصاف ہتھیاروں سے بخوبی لیس ہو چکے تھے گویا کہ وہ کانھم بنیانٌ مرصوص بن گئے تھے، نہ صرف وہ مکمل و عالمگیر نیکی و ہمدردی سے آراستہ تھے بلکہ حسن اطاعت و فرمانبرداری اور تنظیم میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ان کی فتوحات فی الاصل ملکی و دنیاوی نہ تھیں بلکہ ان کا غلبہ قلوب و اذہان پر چھایا ہوا تھا، ان کی راستی و عدل اور انسانی ہمدردی و خیر خواہی، ظلم و استحصال کا استیصال، ان تمام اعلےٰ جوہروں کی سطوت مسلّم و مثالی قائم ہو چکی تھی۔ غرضیکہ ایک جملہ میں اگر اس وقت کی مسلم قوم کی حالی حقیقت کو بیان کرنا مقصود ہو تو فرقانی جُملہ وتؤمنون باللہ اور تمہارا حقیقی طور پر ایمان خدا پر قائم ہو چکا تھا اور ایسے ایمان کے عملی نتائج یعنے تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر یعنی تمہاری حالتیں نیکی کی داعی اور نہی عن الشر کی بن گئی تھیں، سے بہتر اور کسی طرح ادا نہیں کیا جا سکتا۔ خدا پرستی یا توحید خالص ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی، پس جہاں توحید روح و بدن میں رچ بس گئی ہو وہاں دنیا پرستی یا خود غرضی کسی صورت و شکل میں کیسے باقی رہ سکتی ہے؟ وہ قوم اپنے باطن و ظاہر میں دنیاداری اور خود غرضی کی ہر ادنےٰ ادا سے پاک و صاف ہوکر ویزکیھم کا حقیقی مصداق بن چکی تھی۔

اس وقت بھی دنیا میں نوّے کروڑ ایسے انسان آباد ہیں جو اپنے آپ کو مُسلمان کہلاتے ہیں مگر ان کی عملی حالتیں اور قلبی کیفیتیں اس کے بالکل برعکس و مخالف پڑی ہیں۔ اگرچہ ہم میں سے بہت سے اپنے دین اور پیغمبرؐ خدا پر فدا ہونے کو تیار ہیں، لیکن نہ ہمیں یہ علم ہے کہ اس دین اور ملّت کی سچی طاقت کا پوشیدہ راز کیا ہے، نہ ہمیں اس کی خبر ہے کہ ہماری کھوئی ہوئی اعلےٰ ایمانی و اخلاقی طاقتوں کی نشو و نما کا ذریعہ اب کونسا ہے، نہ ہمیں حقیقی اسلام کا پتہ اور نہ ہی فرقانی سنّۃ اللہ سے اطلاع ہے کہ قوم کی مردنی کی حالت زندگی سے کیسے بدلا کرتی ہے، جب تمام زمینی ذرائع ختم اور مایوسی اپنے انتہا کو پہنچ چکی ہو اس وقت کیونکر دوبارہ احیاءِ دین کے عظیم منصوبہ کو آسمان سے عملی جامہ پہنایا جاتا ہے؟

اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ مسلمان کا سب سے بڑا دشمن خود مسلمان ہی ہے نہ کہ کافر۔ اس سے بڑھ کر اور بدنصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ ایک مسلمان قوم کی سب سے بڑی دشمن اور بربادی کی موجب اپنی دوسری مسلمان قوم ہی بن رہی ہے۔ کافر جب بھی نقصان پہنچاتے ہیں تو وہ براہ راست حملہ کرنے کی بجائے مسلمان فرد کو دوسرے مسلمان فرد سے، مسلمان جماعت کو دوسری مسلمان جماعت سے اور مسلمان ملک و قوم کو دوسرے مسلمان ملک و قوم سے لڑوا دیتے اور اپنا مقصد حاصل کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں کا اس طرح باہمی خانہ جنگی میں مبتلا ہونا خود غرضی و نفس پرستی کا شکار ہونے کے باعث ہے اس لئے قومی سطح پر نہ ہم حقیقتاً اسلام کے قائل اور اس پر عامل ہیں نہ ہی اس کے پیغام کے حامل و اہل ہیں۔ جب ہم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ پڑیں، تو پھر کافروں کو ہمارے برخلاف اُٹھ کھڑے ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی لئے اتّحادِ ملّی و قومی کے راز کا پہلا زینہ بہ زبانِ مقدّس نبویؐ یہ قرار دیا گیا تھا لاتکفروا اھل قبلتکم، اہلِ قبلہ کی تکفیر کے مرتکب ہرگز نہ بننا۔ پھر فرمایا سباب المسلم فسوق وکفرہ قتال۔ مسلمان کا دوسرے کو گالی دینا بڑا گناہ اور اسے کافر کہنا اسے قتل کرنا ہے۔

آج ہم فرمانِ مقدّسِ نبویؐ سے صریح رُوگردانی کے مرتکب ہو رہے ہیں پھر ہم کونسے خدائی قانون کے تحت اپنی فتح و غلبہ کے خواب دیکھتے ہیں؟ پاکستان کی مملکت اس لئے وجود میں آئی تھی کہ برّصغیر کے کلمہ گو ملّتِ اسلامیہ کے احیاء کے لئے متحد و منظم ہوگئے تھے مگر یہ ملک ٹکڑے ٹکڑے کیوں ہوا؟ اس لئے کہ احیاء و اتحادِ ملّت کی جانب پاکستانی لیڈروں اور عوام نے کوئی توجہ نہ دی بلکہ کافروں سے بڑھ کر ہوسِ اقتدار و زر اور خدا پرستی کی بجائے نفس پرستی کا شکار بن گئے۔ اور اب تو یہ امر بھی کوئی راز نہیں رہا کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں شکست

(باقی برصفحہ کالم ۲)

اخبار و افکار

(بی اے سونز)

مجدّدینِ اُمّت کے نقشِ قدم پر

روزنامہ امروز لاہور مجریہ ۵ مارچ کے مطابق شرقپور کے ایک مذہبی رہنما نے
[illegible]
کا فرض ہے، اور حضرت مجدّد رح کی یاد میں ملک پاکستان کے گوشے گوشے میں جلسے منعقد کئے جائیں اور آپ کی تعلیمات کو ہر مسلمان تک پہنچانے کی کوشش کی جائے

اسی طرح بارہویں صدی کے مجدّد شاہ ولی اللہ رح کی یاد میں شاہ ولی اللہ سوسائٹی کے زیرِ اہتمام ۷ مارچ کو یوم شاہ ولی اللہ رح کی تقریب میں مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی جس میں شاہ ولی اللہ رح کے اس پیغام پر لبیک کہا گیا کہ مسلمانوں پر لازم ہو گیا ہے کہ وہ تمام بوسیدہ نظاموں کو توڑ ڈالنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں، انسان سے انسان کی خدائی کا طلسم توڑنے کی خاطر فکر ولی اللہ کو اساس بنائیں۔

——ایک ہی ہفتہ میں دو ربّانی اماموں رح کی یاد میں دینی تقریبات کا انعقاد باعث صد مسرّت ہے۔ اسی طرح ہمارے اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے فائز کیا گیا اور انہوں نے اسلام کا دوسرے مذاہب سے مقابلہ کرتے ہوئے اس پاک مذہب کی ایسی شاندار تصویر دنیا کو دکھائی کہ کوئی صاحب علم و عقل اور سنجیدہ انسان اس کی معقولیت اور صداقت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس پاک انسان نے پاک اور اہلِ علم لوگوں کی ایک جماعت بنائی جو اسلام کا علم دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند کرنے میں کوشاں ہے۔ ضرورت ہے کہ اس عظیم الشان مجدّدِ وقت کی تعلیمات سے بھی فائدہ اُٹھایا جائے اور اس کی پیدا کردہ جماعت کے ساتھ ہو کر اسلام کی نشر و اشاعت میں حصّہ لیا جائے کہ اس پر اُمّتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود کا دار و مدار ہے۔

ربوائی گھوڑا پال سکیم!

ربوائی تاریخ میں موجودہ ... خلافت کی "گھوڑا پال سکیم" ایک ایسے باب کی حامل ہے جس کی نظیر تاریخ احمدیت میں ہی نہیں تمام تاریخ اسلام میں نظر نہیں آتی اس سکیم کا اجمالی خاکہ خلیفہ ربوہ کی ایک تقریر میں

چالیس گھوڑوں نے حصّہ لیا۔ آئندہ سال تو نہیں لیکن آئندہ چار پانچ سال کے اندر چالیس سو گھوڑوں کو اس مقابلہ میں حصّہ لینا چاہیئے۔ اسی لئے دوست اس طرف توجہ کریں۔ گھوڑے خریدیں گھوڑوں کی نسلیں پالیں۔ نکالیں اور ڈھونڈیں میں نے ایک چھوٹی سی بچھیری بچوں کے لئے لی تھی جسے آپ نے لُبنیٰ کے نام سے دیکھا ہے۔ یہ ماشاءاللہ اچھی نکل رہی ہے۔ نون صاحب کی گھوڑی سٹلہ (جو دراصل سٹلہ نہیں ہے) اس کے برابر برابر تو قریباً اب بھی ہے" اچھی نسل کے گھوڑے پالنے کی طرف دوست زیادہ توجّہ دیں —— ان کو مشق بھی زیادہ کروانی چاہیئے۔ روزانہ ۴۰ - ۵۰ میل سفر کروانا چاہیئے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۷۳ء)

—— خلیفہ صاحب نے "گھوڑا پال سکیم" تو قوم کے سامنے پیش کر دی اور خود بھی اس پر عمل پیرا نظر آتے ہیں جیسا کہ آپ خود ہی فرماتے ہیں:—

"میں نے ایک چھوٹی سی بچھیری بچّوں کے لئے لی تھی جسے آپ نے لبنیٰ کے نام سے دیکھا ہے۔ یہ ماشاءاللہ بڑی اچھی نکل رہی ہے —— اس کا قد چھوٹا ہے —— تاہم یہ ایک بڑی اچھی گھوڑی ہے۔ میرا خیال ہے اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے تو پانچ سات بچھیریاں لے کر آگے ان سے بچّے لئے جائیں۔" (ایضاً)

اس سکیم کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس قدر گھوڑوں کی تعداد کس لئے درکار ہے؟! ایک ایسی جماعت جو "دین کی اشاعت و مدافعت" کے لئے کھڑی کی گئی ہو، اسے گھوڑوں کو پالنے اور ان کی نسلیں نکالنے میں لگا دینا کیا معنے رکھتا ہے؟! خلیفہ صاحب کو کسی ایسے دشمن سے مقابلہ تو درپیش نہیں جس کے لئے گھوڑوں کا ہونا ضروری ہے اور کسی دشمن سے حرب و ضرب کی ضرورت بھی درپیش ہو، تو بھی آج کل گھوڑوں کے ذریعہ یہ کام نہیں ہو سکتا، اب تو اس کام کے لئے توپ و بم اور راکٹ و میزائل درکار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ صاحب اور جماعت اب دینی کاموں سے اُکتا چکی ہے کھیل تماشا اور گھوڑ دوڑ کا شغل اختیار کیا گیا ہے۔ غور کیجئے جو قوم گھوڑے پالنے اور روزانہ چالیس پچاس میل گھوڑے دوڑانے کی مشق کرنے میں لگا دے یہاں تک کہ چار پانچ سال میں چالیس سو گھوڑے گھوڑ دوڑ کے مقابلہ کے لئے تیار کرنے کا منصوبہ ان کے سامنے ہو وہ دین کی اشاعت و تبلیغ کا کیا کام کر سکتی ہے اس کے علاوہ اقتصادی طور پر یہ امر قابل غور ہے کہ گھوڑوں کے پالنے اور ان کی خوراک پر کس قدر روپیہ خرچ ہو گا، فی گھوڑا چار سیر دانہ اور گھاس وغیرہ اور دیگر اخراجات پر کم از کم پانچ روپیہ روزانہ بھی خرچ ہوں تو چالیس سو گھوڑوں پر بیس ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ موجودہ اقتصادی حالات میں قوم کا اس قدر روپیہ گھوڑوں کے پالنے پر خرچ کرنا خلیفہ صاحب کی دانشمندی پر دال ہے۔

احمدی نوجوان کی آمد

—— جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مبلغ و مجاہد اسلام سانفرانسسکو (امریکہ) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ امریکہ میں جس خلوص و تڑپ کے ساتھ اور اپنے مال و وقت کے جس ایثار و قربانی سے اسلام و احمدیت کی بے لوث خدمات سرانجام دے رہے ہیں احباب ان کی جھلک رسائل سلسلہ میں دیکھتے رہتے ہیں جماعت میں آپ کی ان خدماتِ دینیہ کو بڑی عزّت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ پاکستان سے بغرض تبلیغ باہر گئے اور وہیں کے ہو رہے۔ کافی عرصہ جزائر فیجی میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کیا اور آج کل سان فرانسسکو (امریکہ) میں متوطن ہیں۔ جہاں وہ بڑے مؤثر طور پر اسلام کی دعوت و تحریک کے نمایاں فرائض انجام دے رہے ہیں نہ صرف محترم ممدوح میں ہی یہ

محترم جلال الدین اکبر پاکستان میں قیام پذیر ہیں۔ دو سال پہلے ان کے دو صاحبزادے مرکز میں تشریف لائے۔ محترم ظفر اقبال نے ادارہ تعلیم القرآن لاہور میں تعلیم و تربیت حاصل کی بعد ازاں وہ واپس امریکہ جا کر اپنے والد محترم کی زیر نگرانی تعلیم و تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ربّانی کام سرانجام دے رہے ہیں۔

پچھلے ہفتہ ان کے ایک اور صاحبزادے محترم بشیر احمد صاحب لاہور تشریف لائے ہیں اور مرکز میں فروکش ہیں۔ آپ نے امریکہ سے گریجویشن کی ہے اور اپنا ... ذریعہ معاش بھی رکھتے ہیں۔ پاکستان میں اڑھائی تین ماہ قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ ان کا نجی دورہ ہے۔ اس دورہ میں وہ پاکستان کی مرکزی و مقامی جماعتوں کے بزرگوں اور احباب سے ملاقات کریں گے۔ اس طرح انہیں براہ راست تعلیم و تربیت کے مواقع حاصل ہوں گے۔ آج کل مرکز میں بزرگوں اور احباب سے میل ملاپ کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے آپ کو ½ ۱ گھنٹہ تک ملاقات کا شرف بخشا۔ اس موقعہ پر محترم مہمان نے امریکہ کے بزرگوں بالخصوص ماسٹر صاحب ممدوح کا سلام و پیغام پیش کیا۔ اس ملاقات میں اسلام و سلسلہ کے مختلف تعلیمی و تبلیغی پہلو سامنے آئے۔ جماعت کی روشن دینی خدمات کا تذکرہ ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے اپنے عزیز مہمان کو نہ صرف روحانی غذا سے متمتع فرمایا بلکہ پھلوں سے بھی تواضع فرمائی اور دعا کی کہ پاکستان کا یہ قیام آپ کے لئے موجب صحت و سلامتی اور حامل فضل الٰہی ہو اور ان کے لئے، ان کے عزیز و اقارب کے لئے اور قوم و ملک کے لئے باعث برکت ہو۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے عزیز موصوف کے قیام اور ان کے پروگراموں کی تکمیل میں خصوصی توجہ دینے کی ہدایت فرمائی۔

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

حضرت مولینا نور الدینؒ کی قیادت

یا

حضرت مسیح موعودؑ کی حقیقی نیابت

علم و عمل، آزادی و جمہوریت، اتحاد و محبت، فقر و غنا کا عالی اجتماع-

جماعت احمدیہ کے اتفاق و اتحاد کو حضرت مولینا نور الدینؒ نے جس تدبر و فراست اور عالی حوصلگی و صبر سے برقرار رکھا، یہ آپ کی شخصیت کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ آپ نے اپنے مرشد و امامؑ کی نیابت اور جماعت احمدیہ کی قیادت کا سچے رنگ میں حق ادا کیا۔ اس کا ثبوت آپ نے ذاتی تعلیوں اور دعاوی یا نام و مقام کی بجائے . . . . . اپنے کردار و صفات اور کام سے دیا۔ بجائے تحکم و اقتدار اور تشدد و انتشار کے آپ نے علم و ایثار اور محبت و آزادانہ جمہوریت کو اپنا طریق کار بنائے رکھا۔

آپؒ نے برملا اس امر کو تسلیم کیا کہ بروئے الوصیت صدر انجمن احمدیہ حضرت اقدسؑ کی قائم کردہ خلیفۃ المسیح ہے اور اسی نے آپ کو منتخب کر کے جماعت کی قیادت عطا کی ہے:-

" میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے واقعی چودہ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کے فیصلہ کو قطعی قرار دیا ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہ قطعی ہے۔"
(تقریر نور الدین۔ بدر۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

اسی طرح کے آپ کے وہ الفاظ ہیں جہاں یہ فرمایا کہ آپ نے تب قائد بننا منظور کیا جب ایک طرف صدر انجمن احمدیہ نے اور دوسری طرف کل جماعت نے بلا استثناء واحد آپ کا خلیفہ بننا منظور کیا۔

آپ نے نہ کبھی آمر مطلق بننا گوارا کیا نہ ہی انجمن کے فیصلوں کو اپنی تصدیق کا محتاج قرار دیا، بعض اصحاب کے بار بار اصرار کے باوجود کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی بجائے اپنا نام انجمن کے قواعد میں درج کرائیں اور اس طرح حضرت اقدسؑ کی پوزیشن اور مقام کو خود حاصل کر کے انجمن پر حاکم بن جائیں، آپ نے ہر دفعہ ایسی تجویز کو رد کر دیا۔ اور قواعد انجمن میں کوئی تبدیلی نہ کرنے دی۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ آپ اپنی پوزیشن اور مقام کو بانیٔ سلسلہ کی پوزیشن اور مقام سے علیحدہ مانتے تھے اس لئے آپ نہ تو اپنے آپ کو ماموریت کے مطابق آیت استخلاف کے تحت خلیفہ قرار دیتے اور نہ ہی وہ اختیارات برتنے کے قائل تھے جو آپ کے امامؑ کو جماعت پر حاصل تھے۔

قرآنی علوم سے عشق اور اشاعت اسلام سے قلبی شغف کا یہ حال رہا کہ انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن جس کی پیشگوئی امام وقتؑ نے کی تھی کا اہل حضرت مولینا محمد علی رح کو پہچان کر آپ کو اس نصب العین کی تکمیل پر لگا دیا، حضرت مولینا محمد علی رح صاحب کے کام سے اس قدر آپ کی رُوح کو سرور و لذت ملتی کہ آپ کہتے کہ آپ کا قرآن کریم کے تفسیری نوٹ سنانا میری روحانی غذا ہے اور فرماتے میرے روحانی بیٹے کو بلاؤ علم ہی علم ہے خدا کا فضل ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا تو بیا کہ زندہ ماتم۔ جب بعض احباب نے چندہ جمع کر کے اُردو میں ترجمہ کی اجازت چاہی تو آپ کی اعلےٰ درجہ کی فراست نے یہ گوارا نہ کیا بلکہ فرمایا کہ اُردو ترجمہ و تفسیر بھی محمد علی ہی کرے گا۔ پھر ترجمہ تفسیر انگریزی کی قبولیت کی جب الہامی بشارت سُنائی گئی تو آپ بمعہ دیگر احباب سجدہ میں گر گئے اور فرمایا کہ اس ترجمہ کی اشاعت یورپ، امریکہ، ایشیا، جاپان وغیرہ میں مفید ثابت ہو گی، چنانچہ از روئے واقعات بعد میں حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی اور آپؒ کے فرمودہ کے مطابق حضرت مولینا محمد علی رح کے ترجمہ و تفسیر نے ایسی قبولیت حاصل کی کہ مخالفوں تک نے تسلیم کر لیا کہ اس کے مقابلہ کا اور ترجمہ و تفسیر نہیں۔ اشاعتِ دینِ اسلام کا حد درجہ شوق دامنگیر تھا، جب حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم نے ووکنگ مشن میں پہلا عَلم مغرب میں اشاعتِ اسلام کا قائم کیا اور لارڈ ہیڈلے الفاروق نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تو اس سے بعض قلوب میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور خواجہ صاحب مرحوم کی نسبت بدظنیاں پھیلانی شروع کیں تو حضرت مولینا نور الدین رح نے فرمایا:-

" تم میں بدظنی ہے خواجہ کمال الدین منافقانہ کام نہیں کرتا، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے یہ میرا یقین اس کی نسبت ہے ہاں معصوم نہیں، غلطیاں بھی کر سکتا ہے میں اس کے کاموں سے خوش ہوں۔ اس کے کاموں میں برکت ہے اس کی نسبت بدظنیاں پھیلانے والے منافق ہیں۔" (خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

اسی طرح آپ کی آخری علالت کے ایام میں جب بعض سازشی عناصر نے حضرت مولینا محمد علی رح کی نسبت یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا کہ آپ کے بعد حضرت مولانا رح خلافت کے مدعی بنتے ہیں تو اس کی تردید کے لئے آپ نے حضرت مولانا کو کہا اور آپ کی تردید پر خود یہ ریمارکس دیئے:-

" الا الٰہ الا ھو و نفسی بیدہٖ میرے وہم و گمان میں ایک آن کے لئے بھی کبھی نہیں آیا کہ آپ کا یا خواجہ صاحب کا یہ خیال ہے۔ یہ تو میرا یقین ہے کہ دونوں کے دل میں نہیں ہے۔"

اسی طرح پاک ممبران لاہور کی نسبت عام طور پر جب یہ بدظنی پھیلائی گئی کہ انہیں حضرت اقدسؑ سے محبت نہیں تو اس پر بھی مسجد احمدیہ لاہور میں آپ نے یہ فرمایا:-

" لاہور کے لوگ مخلص ہیں۔ انہیں حضرت صاحب سے محبت ہے۔ حضرت صاحب نے جو فیصلہ کر دیا ہے اس کے خلاف نہ کرو دگرنہ احمدی نہ ہو گے۔"
(اخبار بدر۔ ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

تحکم و تشدد یا بائیکاٹ و منافرت اور آمریت مطلق العنانیت کی بجائے محبت و شفقت، اتحاد و یکجہتی، عفو و درگذر کی اعلےٰ صفات سے آپ نے جماعتی اتفاق کی کشتی کو تفرقہ کے اُٹھتے ہوئے طوفانوں سے بچائے رکھا، چنانچہ جب کسی نے آپ سے یہ شکایت کی کہ حضرت مولانا غلام حسن خان پشاوری مرحوم نے آپ کی بیعت نہیں کی، تو نہ آپ نے انہیں جماعت یا انجمن سے خارج کیا نہ ہی ان پر کوئی فسق و منافقت کے فتوے لگائے اور نہ ہی ان کے برخلاف بائیکاٹ و منافرت کے احکامات جاری کئے بلکہ فرمایا:-

" پھر وہ ہمارے پیر بھائی ہیں"

آپ کے عہد میں بیرونی و اندرونی ایسے ہی عالی اقدامات تھے جن کے باعث جماعت احمدیہ عامۃ المسلمین میں مقبولیت حاصل کرتی جا رہی تھی چنانچہ ۱۹۱۱ء میں علامہ اقبالؒ نے علیگڑھ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

" اگر ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ دیکھنا چاہو تو وہ تمہیں اس زمانہ میں قادیان میں فرقہ احمدیہ کی شکل میں نظر آئے گا۔"

جب اس کے بعد جناب میاں محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان نہ لانے والوں کے برخلاف تکفیر کا اعلان کیا تو فرمایا:-

" یہ مسئلہ اس قدر مشکل ہے کہ ہمارے میاں نے بھی اس کو نہیں سمجھا"

پھر حضرت مولینا محمد علی رح کو اس مسئلہ کی وضاحت کرنے کو کہا۔ جب مولینا نے اس پر اپنا مضمون سنایا تو اس پر خوشنودگی کا اظہار کیا اور آپ کی زندگی میں پھر یہ مضمون شائع ہوا۔

باوجود قائد جماعت ہونے کے مساوات و اخوت کی صفات آپ میں موجود تھیں اور جماعت کے روبرو آپ اپنے آپ کو جوابدہ جانتے تھے۔ اخبار بدر ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲ پر آپ کی طرف سے مفصلہ ذیل عبارت درج ہے:-

" باقی رہا میں، سو میری نسبت تحقیق کر لو۔ جس طرح چاہے نگرانی کر لو۔ مخفی در مخفی راہوں سے کر لو۔ مجھے ایک دفعہ شیخ صاحب نے کہا تھا کہ آپ میں نے یہاں سکونت اختیار کرنی ہے، میں تمہاری نگرانی کروں گا۔ تو میں نے کہا تھا بسم اللہ دو فرشتے میرے نگہبان پہلے ہی سے مقرر ہیں ایک تم آ گئے۔"

اکثر دلوں میں یہ غلط فہمی جاگزیں ہے، کہ چونکہ آپؒ نے یہ فرمایا کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے، اس لئے اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ آپ آیت استخلاف کے ماتحت مامور خلیفہ ہیں، لہذا آپ جماعت کے روبرو جواب دہ نہیں۔ لیکن جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا، آپ صدر انجمن کو الوصیت کی رُو سے خلیفۃ المسیح مانتے تھے اور صدر انجمن اور جماعت کے متفقہ انتخاب

کو منجانب اللہ قرار دیتے تھے، آپ نے نہ تو انجمن کے قواعد میں کوئی تبدیلی اپنے حق میں کی، نہ ہی اپنی بیعت نہ کرنے والوں کو خارج از جماعت و موردِ عتاب جانا بلکہ خود انجمن کے معاملات میں قطعاً کوئی دخل اندازی روا نہ رکھی اور اس کے فیصلوں کو بحکم حضرت مسیح موعودؑ مانتے رہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ یہ ارادہ کر لیا کہ آپ اعلان کر دیں گے کہ مالی معاملات میں انجمن الوصیت کے مطابق ہی بااختیار ادارہ ہے، لیکن اس سے جناب میاں محمود احمد صاحب کو اتفاق نہ تھا چنانچہ اسی وجہ سے میاں صاحب موصوف نے آپ کو یہ لکھا تھا کہ :۔

"حضرت اقدسؑ لنگر خانہ کا چندہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے وہ بھی ان کے حوالہ کیا تو انہیں یہ سوجھا کہ چلو اور بھی سب کچھ چھینو"۔

نیز میاں صاحب نے اپنے خط میں اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ اگر مالی معاملات ان کے (یعنی انجمن کے) سپرد کر دیئے گئے تو اگرچہ لفظی نہیں مگر معنوی طور پر خلافت انا کی ہو گئی"۔

(دیکھو خط جناب میاں محمود احمد صاحب بنام حضرت مولینا نورالدین رح مندرج حقیقت اختلاف)

تو گویا خلافت و بیعت کے حقیقی معنی از روئے تحریر جناب میاں صاحب یہ ہوئے کہ جملہ اختیارات و احکامات بالخصوص مالی تصرف و قبضہ خلیفۂ وقت کا ہونا لازم ہے جو کسی کے سامنے جوابدہ نہیں لیکن متذکرہ بالا حوالہ جات سے اس امر کی بکلی تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت مولینا نورالدین رح نے اپنے لئے ایسی پوزیشن حاصل کی تھی۔ پھر بھی اگر کسی صاحب کو اس بارہ میں کچھ تامل ہو تو ایک غیر جانب دار غیر مسلم کی رائے اس معاملہ میں فیصلہ کن ہے۔

ایک غیر جانبدار مصنف کا فیصلہ

مسٹر ایچ اے والٹر ایک عیسائی تھے جو ۱۹۱۶ء میں جماعت احمدیہ کے حالات کے مطالعہ کے لئے قادیان گئے .....

آپ نے اپنے تاثرات کو ایک کتاب "دی احمدیہ موومنٹ" کی شکل میں ۱۹۱۸ء میں کلکتہ سے شائع کیا، اس کتاب کے صفحہ ۱۱۳۔۱۱۴ پر آپ جماعت کے اختلاف اور حضرت مولینا نورالدین رح کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں :۔

ترجمہ: "۱۹۰۸ء میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے وصال کے بعد احمدیہ تحریک کی زمام قیادت آپ کے اوّلین مرید حکیم نورالدینؓ کے سپرد ہوئی جو کہ علم دوست، ہوشیار اور محنتی انسان تھے۔ بانیٔ سلسلہ کی آخری وصیت کے مطابق جماعت کے معاملات ایک کمیٹی صدر انجمن احمدیہ کے تصرف میں دے دیئے گئے تھے۔ مگر جس کے متعلق الوصیت کی کسی واضح تحریر کی عدم موجودگی کے باوجود یہ فرض کر لیا گیا کہ اسے جماعت کے منتخب سربراہ خلیفۃ المسیح کی ہدایات کے ماتحت کام کرنا ہوگا۔ خلیفہ اوّل کی حیثیت سے نورالدینؓ نے ناجائز اختیارات حاصل کرنے سے احتراز کیا، اور اپنے آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے احکام کا محض فرمانبردار خادم سمجھا، بانیٔ جماعت کی مقناطیسی شخصیت کے اُٹھ جانے کے باوجود اس نظام کے ماتحت جماعت نے قدرے ترقی کی، تاہم اختلافات کے کچھ آثار موجود تھے، جو ہر ماہ گذرنے کے ساتھ ساتھ نمایاں اور خطرناک ہوتے گئے۔" (ص۱۱۳)

"فریقین کے درمیان تنازع کا بڑا اور فوری سبب یہ تھا کہ آیا جماعت کے جملہ امور پر اصل انجمن (صدر انجمن احمدیہ قائم کردہ بانیٔ سلسلہ۔ ناقل) کا کامل تصرف رہے یا نہ؟ نورالدینؓ کے زمانے میں اس سوال نے شدت اختیار نہ کی، کیونکہ انہوں نے تدبر سے حالات کو سنبھالے رکھا۔ لیکن بانیٔ جماعت کے ایک فرزند کے انتخاب کی وجہ سے مزید مفاہمت ناممکن اور مستقل تفریق ناگزیر ہو گئی کیونکہ وہ پہلے ہی اس بات کا رجحان رکھتا تھا کہ بانیٔ جماعت سے نسبی تعلق کا ناجائز فائدہ اُٹھائے۔ اور جس کی بابت گمانِ غالب تھا کہ وہ خودسری سے زیادہ سے زیادہ اقتدار حاصل کرے گا"۔ (ص۱۱۴)

اس غیر جانب دار تحریر سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہو جاتے ہیں :۔

۱۔ بانیٔ سلسلہ کی آخری وصیت کے مطابق جماعت کے معاملات ایک کمیٹی صدر انجمن احمدیہ کے تصرف میں دے دیئے گئے تھے۔

۲۔ مگر اس وصیت میں باوجود عدم موجودگی اس تحریر کے کہ سربراہ خلیفۃ المسیح کی ہدایات کے ماتحت انجمن کو کام کرنا ہوگا، ایسا فرض کر لیا گیا تھا۔

۳۔ نورالدین رح نے ناجائز اختیارات حاصل کرنے سے احتراز کیا اور اپنے آپ کو صدر انجمن کے احکام کا خادم اور تابع فرمان سمجھا۔

۴۔ فریقین میں تنازع کا ایک بڑا اور فوری سبب صدر انجمن کے کامل تصرف و اختیار کا تھا۔

۵۔ بانیٔ جماعت کے ایک فرزند کے انتخاب سے مفاہمت ناممکن اور مستقل تفریق ناگزیر ہو گئی کیونکہ بانیٔ جماعت سے نسبی تعلق کے باعث اس فرزند میں ناجائز فائدہ اُٹھانے کے رجحانات پہلے ہی سے موجود تھا اور جن کی بابت یہ گمانِ غالب تھا کہ وہ خودسری کے باعث زیادہ سے زیادہ اقتدار حاصل کرے گا۔ بعد کے واقعات سے یہ گمان غالب درست و سچا ثابت ہو گیا۔ اس کے بیان کے لئے علیحدہ فرصت کی حاجت ہے۔

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کا ماہوار اجلاس

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی تنظیم خواتین احمدیہ (حلقہ گلبرگ۔ ماڈل ٹاؤن احمدیہ پارک وغیرہ) کا ماہوار اجلاس مورخہ ۲۵ فروری کو بیگم صاحبہ ڈاکٹر وحید احمد کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ جس میں حلقہ کی خواتین اور بچیوں نے شرکت کی۔ کارروائی تلاوتِ کلام پاک سے ہوئی بچیوں نے نعت پڑھی۔

بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد نے اپنی تقریر میں خواتین کی توجہ اس طرف دلوائی کہ قرآن کریم میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اللہ تعالےٰ نے مخاطب کیا ہے اس لئے ہم پر بھی اسلام کی خدمت لازم ہے ہمیں چاہیئے کہ دارالسلام مسجد کی تعمیر کے لئے باقاعدہ چندہ فراہم کرنے کے لئے ایک مہم چلائیں۔

پھر بیگم صاحبہ ڈاکٹر وحید احمد نے اپنی تقریر میں ممبر خواتین سے اپیل کی کہ وہ مقامی جماعت اور مرکزی انجمن ہر دو کو اپنے طور پر چندہ دیا کریں۔ نیز ٹرینیڈاڈ سے جن خواتین مہمانوں کے جلسہ سالانہ پر آنے کی توقع ہے ان کے مناسب حال قیام اور موزوں پروگرام کے لئے ابھی سے سوچیں اور انتظام کریں۔ بعد میں پُرتکلف چائے کے ساتھ اجلاس ختم ہوا۔

بیگم فضل احمد۔ سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

(بقیہ مقالہ از ص۳)

عسکری طاقت اور اسلحہ کی قوت میں کمی کے باعث نہیں ہوئی بلکہ قومی پیمانہ پر غداری اور انتشار نیز عوام میں ایمانی و اخلاقی طاقتوں کے انحطاط کے باعث ہوئی تھی۔

خدا مجسم نیکی و پاکیزگی اور حق ہے اور اس کا محکم قانون یہی ہے کہ وہ نیک و حق پرست لوگوں اور پاک بازوں اور راستبازوں کا حامی و ناصر ہوتا ہے ورنہ اس کا کسی خاص نام کے لوگوں سے کوئی رشتہ استوار نہیں، وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم، یہی اسی کا قانون ہے۔ پاکستان کا مطالبہ اسلامی زندگی کے احیاء پر مبنی تھا مگر پاکستان کے وجود میں آ جانے کے بعد عوام و خواص نے کافرانہ زندگی کو ترجیح دی، اس صورت میں خدا ہمارا حامی و ناصر کیسے ہو سکتا تھا؟ ۱۹۷۱ء کی شکست خدا کی طرف سے ایک عظیم تنبیہہ کا کاری تازیانہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا پرستی اور خود غرضی کی کافرانہ تہذیب سے باز آ کر نیکوکاری کی اسلامی تہذیب کو دانستہ اختیار کرو یعنی اپنی باطنی ایمانی و اخلاقی قوتوں کو نشو و نما دو ورنہ تمہاری ہستی معرض خطر میں پڑی ہوئی ہے قوم کی موجودہ حالت کا کیسا صحیح نقشہ مصلح و ماموُرِ وقت نے ان اشعار میں کھینچا ہے ؎

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی
اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مؤمن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

(ا۔ ب)

علی محمد ماجی صاحب - لائل پور

وحی کی حقیقت
اور جناب پرویز صاحب کے فکر پر طائرانہ نظر

(۱)

عنوان بالا پر لکھنے کی محرک محترم غلام احمد پرویز صاحب ادارہ طلوع اسلام لاہور کی کتاب ہے، جس کا نام ہے "اسلام کیا ہے"؟ انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۶۶-۶۷ پر لکھا ہے کہ :-

"جس طرح وہ وحی جو اشیائے کائنات کی طرف کی جاتی ہے ان اشیاء کی پیدا کردہ نہیں ہوتی (خدا کی طرف سے وہبی طور پر ملتی ہے) اسی طرح جو وحی خدا کی طرف سے انبیاء کرام کو دی جاتی ہے وہ بھی ان کی اپنی عقل و فکر کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ بالفاظ دیگر صاحب وحی اپنی کوشش اور محنت سے حقیقت کا انکشاف (DISCOVER) نہیں کرتا۔ حقیقت اپنے آپ کو خود اس پر منکشف (REVEAL) کرتی ہے وحی کے اس طرح خارج سے ملنے .... (OBJECTIVELY) کو قرآن نزول کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حقائق انسان کے اندر سے اُبھر کر باہر آنے کی بجائے انسان کو خارج سے ملتے ہیں .... نزول وحی سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان کو کسب و ہنر اور محنت و ریاضت سے نہیں ملتی بلکہ جس فرد کو خدا خود منتخب کرے اسے بلا سعی و کاوش مل جاتی ہے۔ (یعنی وحی کسبی چیز نہیں، موہبت الٰہی ہے - ناقل)

چونکہ وحی فرد متعلقہ کے اپنے کسب و ہنر او رسعی و کاوش کا نتیجہ نہیں ہوتی تھی اس لئے اسے (قبل از نبوت) اس کا علم و احساس تک بھی نہیں ہوتا تھا کہ اسے وحی مل جائیگی۔ پرویز صاحب اس باب کے آخر پر لکھتے ہیں:-

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ نبی کی وحی، اس چیز سے یکسر مختلف اور منفرد ہے جسے عام طور پر "مذہبی واردات" ——— (RELIGIOUS EXPERIENCE) یا باطنی مکاشفات (REVEALATIONS OF A MYSTIC) کہا جاتا ہے۔ یہ واردات و مکاشفات، انسان کے اپنے کسب و ہنر کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ از قبیل وحی نہیں ہوتے۔

یہ صرف انسان کی بعض مضمر صلاحیتوں کی نشوونما ہے جو ایک خاص طریق سے ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے نہ کسی خاص عقیدہ کی ضرورت ہے، نہ کسی مذہب کی۔ چونکہ نبوت کی وحی، نبی اکرمؐ پر ختم ہو گئی اس لئے اب وحی کا سلسلہ بھی بند ہو گیا۔ لہٰذا اسلام میں کسی کے "باطنی تجربہ" کی کوئی سند یا حیثیت نہیں۔ نہ ہی اب کسی کے لئے خدا سے ہمکلامی کا امکان ہے۔ خدا سے ہمکلامی کا ذریعہ صرف وحی تھا۔ جس کا سلسلہ نبی اکرمؐ کی ذات پر ختم ہو گیا۔ قرآن کریم میں وحی کے علاوہ خدا سے براہ راست علم حاصل کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ کشف، الہام وغیرہ بعد کی اصطلاحات ہیں۔ جنہیں قرآن سے کچھ واسطہ نہیں۔" صـ۶۹

وحی کے معنی ہیں خفیف لیکن تیز اشارہ۔ صـ۵۸۔

چند مثالیں بھی پرویز صاحب ہی کے قلم سے ملاحظہ ہوں:-

اوحیٰ فی کلّ سمآءٍ امرھا (۴۱/۱۲) خدا نے ہر کرّے کی طرف اس کے متعلق وحی کر دی۔ زمین کے متعلق ہے ——— بانّ ربّک اوحیٰ لھا (۹۹/۲) وہ ایسا اس لئے کرے گی کہ اس کے نشوونما دینے والے نے اسے اس کی وحی کر دی ہے بے جان اور غیر نامی اشیاء سے ہٹ کر جاندار چیزوں کی طرف آیئے تو وہاں بھی خدا کی وحی اسی طرح کار فرما ہے۔ چنانچہ شہد کی مکھی کے متعلق ہے واوحیٰ ربّک الی النحل .... ممّا یعرشون (۱۶/۶۸) تیرے نشوونما دینے والے نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کر دی ہے کہ وہ پہاڑوں میں، درختوں پر، ٹیلیوں پر اپنا گھر بنائے۔ صـ۵۸

فاضل مفسر قرآن و مفکر اسلام جناب پرویز صاحب جب صـ۶۸ پر پہنچے تو نہ جانے کن وجوہ کی بناء پر یہاں آیت قرآنی کا حوالہ دینا بھول گئے اور لکھا کہ (اے موسیٰ) جب تمہاری پیدائش ہوئی تو ہم نے تمہاری ماں سے کہا کہ تمہیں صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دے۔" معلوم ہوتا ہے کہ آیت قرآنی اس لئے یہاں پر درج نہیں کی گئی کیونکہ یہاں وحی کے معنی وحی کے بجائے قصداً "کہا" لکھنا مقصود تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اُوپر ہر جگہ وحی کے معنی وحی کئے جائیں اور جب جاندار چیزوں میں سے انسانوں کی بابت وحی کے الفاظ استعمال ہوں تو معنی "کہا" ہو جائیں۔ اس پر مفصل بحث آگے چل کر اپنے محل پر کی جائے گی البتہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یہاں پر ملاحظہ فرما لیئے جائیں ——— اذ اوحینا الیٰ امّک مایوحیٰ۔ (جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی کی جو (اب) وحی کی جاتی ہے)

وحی کے باب میں پرویز صاحب نے جو کچھ پیش کیا ہے اس سے مندرجہ ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں:-

۱- وحی کے معنی خفیف لیکن تیز اشارہ ہیں

۲- ہر کرّے کی طرف، زمین کی طرف، جاندار چیزوں (شہد کی مکھی) کی طرف وحی ہوتی ہے۔

۳- انسانوں کی طرف وحی ہوا کرتی تھی۔ مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی (قرآن) کے بعد باب وحی کلیتہً مسدود ہے۔

۴- وحی صرف نبی کو ہو سکتی ہے۔ وحیٔ نبوت کا دروازہ بند ہے۔

۵- غیر نبی کو وحی نہیں ہو سکتی۔

۶- قبل از نبوت، نبی کو بھی وحی نہیں ہو سکتی۔

۷- رویاء صادقہ صالحہ (خواب) کشوف و الہام از قبیل وحی نہیں ہوتے۔

وحی کے باب میں پرویز صاحب کی مذکورہ بالا تصریحات میں سے نمبر ۱، ۲، سے مکمل اور ۳، ۴ کے اس حصہ سے کہ وحیٔ نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیش کے لئے بند ہو چکا ہے اتفاق کرنے کے بعد بقیہ تصریحات کا جائزہ قرآن کریم اور حدیث رسولؐ کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔ مگر یہ امر ذہن نشین رہے کہ پرویز صاحب کا فکر قرآن سر سید احمد خان مرحوم کے فکر اور علامہ اقبال کی شاعری سے متاثر و مستعار ہے۔ نیز یہ کہ دین کی رُو سے بھی خوابوں اور الہاموں پر مُہر لگ چکی ہے اور یہی وہ خطرناک پتھر ہے جو حق کے طالبوں کی راہ میں حائل اور امت مسلمہ کی پستی و رسوائی کا موجب بن رہا ہے کیونکہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کے بغیر کبھی قوم اور افراد کے اذہان و قلوب میں وہ یقین کامل پیدا ہی نہیں ہو سکتا جو اخلاقی و روحانی تبدیلی پیدا کر سکے۔ اندرونی طور پر جب تک کسی قوم یا فرد کے دل میں اخلاقی اور روحانی انقلاب برپا نہیں ہوتا انسانی ذات کی حقیقی اور مطلوبہ نشوونما بھی مشکل ہی نہیں ایک امر محال ہے

غیر نبی کو وحی ہو سکتی ہے

غیر نبی کو وحی ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم سے استدلال و ثبوت کے طور پر بہت سے حوالوں میں سے چند ایک پیش ہیں:-

اذ اوحینا الیٰ امّک مایوحیٰ (سورہ طٰہٰ آیت ۳۸) اے موسیٰ! جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی کی۔ جو (اب) وحی کی جاتی ہے

واذ اوحیت الی الحوارییّن (سورۃ مائدہ آیت ۱۱۱) اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی۔

واذ قالت الملآئکۃ یٰمریم انّ اللہ اصطفٰک و طھّرک۔ (سورۃ آل عمران آیت ۴۲) اور جب فرشتوں نے کہا اے مریمؑ اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے پاک بنایا ہے۔

لقانی نے کہا ہے کہ ملائکہ کا کلام کرنا ایسے لوگوں سے ثابت ہے جو بالاجماع نبی نہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص اپنے ایک بھائی کی زیارت کے لئے محض اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نکلا تو فرشتوں نے اسے کہا کہ اللہ تعالےٰ تم سے ایسی محبت کرتا ہے جیسی تم اپنے بھائی سے محبت کرتے ہو چنانچہ وہ کہتے ہیں من توھم ان النبوّۃ مجرد الوحی ومکالمۃ الملک فقد حاد عن الصواب (راغب) یعنی جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ مجرد وحی اور مکالمہ کا نام نبوت ہے وہ صواب سے پھر گیا۔ اس سے لوگوں نے اختلاف بھی کیا ہے۔ غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ غیر انبیاء سے مکالمہ الٰہی ایک امر مسلم ہے۔ حدیث صحیح رجال یکلمّون من غیران یکونوا انبیاء۔ (یعنی ایسے لوگوں کا وجود جن سے کلام الٰہی ہوتا ہے حالانکہ وہ نبی نہیں) اس پر ایسی کھلی دلیل ہے کہ جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ سورۃ تحریم

کی آخری آیات بھی اس امر پر مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہیں۔ جہاں امّت کے برگزیدہ لوگوں کو مریم بنت عمران سے مثال دی ہے۔ حضرت موسٰےؑ کی ماں نبی نہ تھیں مگر ان کو وحی ہوئی جس سے یہ یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ غیر انبیاء کو وحی ہوتی ہے اور وہ وحی انبیاء کی وحی کی طرح یقینی ہوتی ہے۔ ورنہ دنیا کی معلومہ تاریخ میں سے کسی اور ماں کی مثال پیش کی جائے جس نے بغیر یقینی وحی پانے کے اپنے معصوم لختِ جگر کو یوں دریا میں ڈال دینے کی جسارت کی ہو یا اب کوئی ایسا کر سکتی ہے۔ دیکھو سورۃ طٰہٰ آیت ۳۸-۳۹۔

نبی کو قبل از نبوت بھی وحی ہو سکتی ہے۔

سورۃ یوسف آیت ۱۲/۱۵ میں آتا ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ اور ہم نے اس کی طرف (حضرت یوسفؑ) وحی کی کہ تو انہیں (اپنے بھائیوں کو جنہوں نے یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈالا) ان سے اس معاملہ کی خبر دے گا اور وہ نہیں جانتے ہوں گے۔ اس وحی کے ہونے کے موقعہ پر حضرت یوسفؑ کی عمر صرف ۱۷ سال کی تھی۔ حضرت یوسفؑ اس وقت مقامِ نبوت پر سرفراز نہیں ہوئے تھے۔ آیت ۱۲/۲۲ میں صراحت موجود ہے۔ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا۔ اور جب وہ (حضرت یوسفؑ) اپنی بلوغت کو پہنچے ہم نے انہیں حکم اور علم عطا کیا۔ اور یہ کنوئیں والے واقعہ سے بہت بعد کا زمانہ ہے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کی پہلی وحی قبل از نبوت ہے جس طرح ان کا پہلا رؤیا اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔ قبل از نبوت تھا۔ اس خواب میں محض ایک آئندہ کی خبر تھی اور آئندہ کی اخبار غیر نبی پر بھی ظاہر کی جاتی ہیں جیسے کہ اس اُمّت کے بہت سے محدثینؒ پر ظاہر کی جاتی رہی ہیں اور اب بھی یہ دروازہ کھلا ہے۔ اگرچہ وحی نبوّت کا دروازہ بند ہے تاہم وحی ولایت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جیسا کہ ایک حدیث کے الفاظ میں آتا ہے لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ۔ سورۃ طٰہٰ کی آیت ۲۰/۳۸ کا نفسِ مضمون بھی سورۃ یوسف کی آیت ۱۲/۲۲ کے مضمون کی تصدیق کرتا ہے۔

اس کے متعلق خود پرویز صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے کہ:-

"تب کہیں جا کر تم ہمارے پیمانے پر پُورے اُترے اور ہم نے تمہیں اپنے مشن کے لئے منتخب کیا۔ یہ نہیں کہ آگ لینے کو آئے اور پیغمبری مل جائے"

رؤیاءِ صالحہ، مکاشفات اور الہام وحی میں داخل ہیں۔

از روئے قرآن و حدیث پرویز صاحب کی یہ تصریح صریحًا غلط ہے کہ خواب، کشف اور الہام وغیرہ از قبیل وحی نہیں یا یہ کہ یہ بعد کی اصطلاحات ہیں جنہیں قرآن سے کچھ واسطہ نہیں۔ حضرت یُوسفؑ کے خواب کا ذکر تو قرآن کریم کے حوالہ سے اُوپر آچکا ہے۔ معراج شریف کے واقعہ کو بھی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۶۰ میں خواب ہی کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ۔ الہام کے متعلق دیکھیں سورۃ الشمس کی آیت ۸ جہاں فرمایا: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۔ الہام مَا یُلْقٰى فِى الرَّوْعِ کا نام ہے یعنی جو دل میں ڈالا جائے اور حدیث میں ہے اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ۔ جہاں الہام سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ دل میں کوئی بات ڈالے جو اس سے فعل یا ترکِ فعل کرائے اور یہ ایک قسم کی وحی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے۔ وحی کے اصل معنی الاشارۃ السریعۃ ہیں۔ یعنی تیزی سے اشارہ کرنا۔ اور یہ کبھی محض رمز کے طور پر ہوتا ہے یا جوارح کے اشارہ سے جیسے حضرت زکریاؑ کے ذکر میں فَاَوْحٰٓى اِلَیْهِمْ (مریم آیت ۱۹/۱۱) اور کلمہ الٰہیہ جو انبیاءؑ اور اولیاء کی طرف ڈالا جاتا ہے وہ بھی وحی کہلاتا ہے۔ اور یہ تین طرح پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا (الشورٰی آیت ۵۱) یہ تین قسم مندرجہ ذیل ہیں:-

۱- دل میں ایک بات کا ڈالنا۔ جیسے آنحضرت صلعم نے فرمایا اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ۔

۲- مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ جیسے رویاء۔ کشف۔ الہام۔ اسی میں وہ مبشرات آتی ہیں جن کا ذکر حدیث میں اوپر آچکا ہے کہ ہر اُمّت میں بعد انقطاعِ نبوّت، مبشرات رہ گئی ہیں۔

۳- بذریعہ رسول جس کو دیکھا جاتا ہے اور اس کا کلام سنا جاتا ہے۔ یعنی بذریعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور یہ تیسری قسم صرف انبیاءؑ سے مخصوص ہے اور پہلی دو اقسام وحی میں اولیاء اللہ بھی شامل ہیں۔

علاوہ ازیں بخاری شریف باب بدء الوحی میں حضرت عائشہ ام المومنین رضؓ سے روایت ہے عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ فِی النَّوْمِ

انہوں نے کہا "پہلے جو وحی آنحضرت صلعم پر شروع ہوئی وہ حالت خواب میں سچا رؤیا تھا"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ رویاءِ صادقہ صالحہ بھی وحی میں داخل ہیں۔ پھر کشف اور الہام کیوں وحی نہیں؟

نماز کی تفصیلات بھی حضور نبی کریم صلعم کو قرآنی وحی کے علاوہ وحی خفی کے ذریعہ بتلائی گئیں۔

(باقی ــ باقی)

جماعت احمدیہ لائل پور کے ماہانہ اجلاس کی کاروائی
بچّوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کا پروگرام

ملک نذر حسین صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

جماعت احمدیہ لائل پور کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجلاس بتاریخ ۲ مارچ ۱۹۷۳ء بعد نماز جمعہ زیرِ صدارت محترم میاں رشید احمد مسرت صاحب منعقد ہوا۔ اس سے قبل خطبہ جمعہ و نماز مبلغ مقامی محترم علی محمد ماحی صاحب نے پڑھائی۔ اجلاس کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام خوش الحانی سے مرزا مسیح الملک صاحب نے سنایا۔ خاکسار نے ملفوظات حضرت مجددؒ پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد باہمی مشورہ سے طے پایا کہ جماعت کے چھوٹے بچّوں کو قرآن کریم پڑھانے اور دینی مسائل سے ضروری حد تک روشناس کرانے کے لئے مسجد میں کلاس شروع کی جائے۔ اس مقصد کے لئے بروز جمعہ اور اتوار (ہفتہ میں دو مرتبہ) ۴ تا ۵ بجے شام کا وقت مقرر کیا گیا۔ احباب کے تعاون سے اتوار مورخہ ۷۳/۳/۴ سے چھ بچّوں کو قرآن کریم پڑھانا شروع کر دیا گیا ہے۔ یہ کام محترم علی محمد ماحی صاحب کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ بچّوں کو قرآن کریم پڑھانے کے ساتھ ساتھ ابتدائی اور ضروری مسائل سے بھی آگاہ کریں گے۔ اس کے بعد مقامی جماعت نے اپنے سالانہ جلسہ "بر موقعہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ" کے انعقاد کا فیصلہ کرتے ہوئے ۷۳/۵/۲۵ جُمعہ کا دن مقرر کیا اور پروگرام کے ضروری پہلوؤں پر غور و خوض کیا۔ آخر میں صاحب صدر محترم میاں رشید احمد صاحب مسرت نے احباب جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "دار السلام" لاہور میں مسجد کی تعمیر اور ترجمۃ القرآن کی مد میں محترمہ بیگم میاں شریف احمد صاحب مرحوم (بنت حضرت میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور) نے ایک ہزار روپیہ نقد چندہ عطا فرمایا ہے۔ یہ چندہ اس ساڑھے آٹھ ہزار روپے کے علاوہ ہے جو اس سے قبل مقامی جماعت ان ہر دو مدّوں میں ادا یا وعدہ کر چکی ہے۔ الحمد للہ۔

میاں صاحب نے خواتین جماعت، بچّوں اور نوجوانوں کو اپنے اندر دینی رُوح اور جماعتی نظم و نسق میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی تلقین کی اور فرمایا کہ ہمیں جماعت کو اس معیار پر لانے کی سعی بلیغ کرنا ہو گی جس کا مطالبہ قرآن اور ماموریِ وقتؑ نے ہم سے کیا ہے۔ جماعت کو اپنے عملی نمونہ سے آگے بڑھنا چاہیئے تاکہ اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام کی یہ عالمگیر تحریک اپنے ثمرات دکھائے۔ موجودہ وقت میں جبکہ ہر شخص دنیا کے پیچھے دیوانہ ہوا جاتا ہے جماعت احمدیہ کو مشعلِ قرآن ہاتھ میں لے کر اور اس میں اپنے عملی نمونہ کا تیل ڈال کر شبستان کفر و الحاد میں اُجالا کرنے کا اہم فرض ادا کرنا چاہیئے۔ جلسہ کے اختتام پر حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔

اخبار احمدیہ

ایک مبارک تقریب

—— ۱۰ر مارچ ۱۹۷۳ء کو مسلم ٹاؤن لاہور میں محترم مرزا مسعود بیگ صاحب کی صاحبزادی عزیزہ طاہرہ مسعود کی شادی کی تقریب منعقد ہوئی، یہ شادی خواجہ محمود صادق صاحب پی سی ایس کے صاحبزادہ مسٹر التہاب حسن کے ہمراہ عمل میں آئی، شادی سے ایک دن پہلے مؤرخہ ۹ر مارچ کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ نکاح ارشاد فرمایا، جس میں زوجین کے حقوق پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں اسلامی احکام کے مطابق زندگی گذارنے کی ہدایت فرمائی۔ حق مہر دس ہزار روپیہ مقرر ہوا۔

۱۰ر مارچ کو شام کے ساڑھے سات بجے برات آئی، جس میں دولہا کے رشتہ دار اور بہت سے احباب شامل تھے، اس سے پیشتر مرزا مسعود بیگ صاحب کی دعوت پر کثرت سے احباب جماعت اور دیگر معززین برات کے استقبال کے لئے موجود تھے، برات آنے کے بعد تمام حاضرین کی تواضع پر تکلف ضیافت سے کی گئی۔

ہم اس مبارک تقریب کے لئے محترم مرزا صاحب اور ان کے خاندان کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت فرمائے اور عزیزہ طاہرہ مسعود اور ان کے گرامی قدر شوہر کو عمر طویل اور خوشگوار زندگی بسر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

درخواست دُعا

—— کراچی سے محترم مسعود صدیقی صاحب کے صاحبزادے نے بذریعہ فون اطلاع دی ہے کہ صدیقی صاحب کی صحت بہت خراب ہے۔ انہوں نے دُعا کیلئے درخواست کی ہے، احباب سلسلہ سے التماس ہے کہ وہ اپنے بھائی کی صحت کے لئے الحاح سے دُعا کریں۔

—— جماعت کے اولوالعزم مبلغ جناب مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب کی طبیعت ہنوز ناساز ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اسلام کے اس قیمتی خادم کی صحت کے لئے پُرخلوص دُعا کریں۔

—— "خاکسار کی ماموں زاد بہن مس نور فاطمہ جو مخلص احمدی خاتون ہیں اور تبلیغ اسلام احمدیت کا بے حد شوق رکھتی ہیں، آج کل مقامی ہسپتال میں زیر علاج ہیں ان کی صحت کے لئے حضرت امیر قوم اور احباب جماعت سے دُعا کی درخواست ہے۔

(ملک سلیم اللہ عاجز۔ جھنگ۔ صدر)"

—— قاضی طارق محمود صاحب مبلغ ادارہ کے والد قاضی عبدالرشید صاحب ایک ... اپریشن کے سلسلہ میں ہسپتال داخل ہوئے ہیں احباب کرام ان کی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔

اظہارِ تشکر

—— میری اہلیہ کے فوت ہو جانے پر بہت سے مہربان دوستوں کے خط آئے ہیں۔ ان کی ہمدردی کا شکریہ۔ ان کو علیحدہ علیحدہ جواب دینا میرے لئے مشکل ہے۔

والسلام

خیر خواہ۔ مرزا فضل احمد حاجی پورہ سیالکوٹ

ایک مخلص بھائی کی وفات

—— ہمارے ایک نہایت مخلص بھائی ثواب دین صاحب جو دفتر پیغام صلح میں بطور کارکن کام کرتے رہے، کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم انجمن کے نہایت وفادار اور مخلص کارکنوں میں سے تھے، احمدیت کے دلدادہ اور جماعت میں شمولیت کا شرف رکھتے تھے، ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تمام احمدی جماعتوں سے استدعا ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

افتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دارالشفاء
ایک رفاہی ادارہ ہے
آپ کی اعانت کا شکریہ
مہتمم دارالشفاء احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایک مجاہد اسلام کا انتقال پُرملال

—— احباب جماعت کو یہ خبر پڑھ کر انتہائی صدمہ ہوگا کہ ٹرینیڈاڈ میں اسلام کے مبلغ جناب مولوی امیر علی صاحب پندرہ فروری ۱۹۷۳ء کو انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ گذشتہ دو سال سے بیمار چلے آ رہے تھے، مرحوم کو اسی روز جناح میموریل مسجد کے احاطہ میں دفن کر دیا گیا۔

آپ نے اس علاقہ میں اسلام کی جو بیش بہا خدمات سرانجام دیں، یہاں کے لوگ انہیں طویل مدت تک یاد رکھیں گے، جیسا کہ برادران سلسلہ کو معلوم ہے۔ مولوی امیر علی صاحب مرحوم چند سال تک جماعت کے مرکز لاہور میں اسلامیات کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مولوی فضل کریم درانی ان دنوں ٹرینیڈاڈ تشریف لائے جب میں بچہ ہی تھا۔ انہوں نے مرحوم کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ لاہور پہنچ کر قرآن و سنت کا علم حاصل کریں اور پھر واپس آ کر اس علاقے میں خدا کا پیغام پہنچائیں۔ چنانچہ آپ نے لاہور سے واپسی کے بعد اشاعت اسلام کا کام زور شور سے شروع کیا۔ اس سلسلے میں آپ کو بہت دشواریاں پیش آئیں۔ آپ پر ربوائی ہونے کا الزام لگایا گیا۔ اور آپ کے خلاف مخالفت کا طوفان برپا کیا گیا۔ لیکن آپ نے صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا اور لوگوں کو جماعت احمدیہ لاہور کے معتقدات سے روشناس کرانے میں کامیاب ہو گئے اور اہل اسلام کے دلوں میں اشاعتِ اسلام کی شمع روشن کی۔ گو وہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں تاہم ان کی یاد ہمیں ہمیشہ خدمتِ دین پر آمادہ کرتی رہیگی۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے مرحوم بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ (عزیز احمد۔ ٹرینیڈاڈ)

ڈسپنسر کی ٹریننگ

جماعت کے کسی نوجوان جس نے سائنس کے ساتھ میٹرک کیا ہو اگر ڈسپنسنگ کی ٹریننگ حاصل کرنی ہے تو مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ دورانِ ٹریننگ معقول ماہوار وظیفہ بھی دیا جائے گا۔

ڈاکٹر مبارک احمد شیخ
احمدیہ بلڈنگس، لاہور۔

راولپنڈی میں یوم حضرت مولینا نورالدین اعظمؓ

—— جماعت احمدیہ راولپنڈی نے ۱۱ر مارچ ۱۹۷۳ء کو یوم حضرت مولینا نورالدین اعظمؓ بڑے احترام و اہتمام کے ساتھ منایا۔ جس کی مفصل روئیداد آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین ہوگی۔

اعلانات

(۱) ۲۳ر مارچ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں الحاج مولینا نورالدین اعظمؓ کی یاد میں ایک اجتماع ہو رہا ہے جس میں اکابر سلسلہ تقاریر فرمائیں گے۔

(۲) ۲۸ر مارچ کو بروز بدھ ۳½ بجے بعد دوپہر بر مکان بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد ۴۵۔ احمد پارک لاہور میں تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کا ایک اجلاس عام ہو رہا ہے

جماعت بدوملہی کا سالانہ جلسہ

مورخہ ۳۰ر مارچ ۱۹۷۳ء بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ منعقد ہوگا۔ جلسہ کی دو نشستیں ہوں گی۔

پہلی نشست ۲½ بجے بعد دوپہر سے ۵½ بجے تک۔

دوسری نشست: ۸ بجے شب سے ۱۰ بجے شب تک۔ مندرجہ ذیل مقررین شمولیت فرمائیں گے۔

(۱) ڈاکٹر اللہ بخش صاحب (۲) مولینا عبدالمنان عمر صاحب (۳) شیخ محمد طفیل صاحب (۴) حافظ شیر محمد صاحب خوشنابی (۵) مرزا محمد سلیم صاحب اختر۔

فضل حق۔ آنریری جائنٹ سیکرٹری تنظیم

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا اجلاسِ عام

—— ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا سالانہ انتخاب عہدیداران برائے سال ۱۹۷۳–۷۴ مؤرخہ ۲۳ر مارچ بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہونا قرار پایا ہے۔

تمام ممبران سے التماس ہے کہ اس ضروری اجلاس میں شرکت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

صادق نور۔ سیکرٹری اطلاعات
ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

ذوقِ نمود کی مجروحی
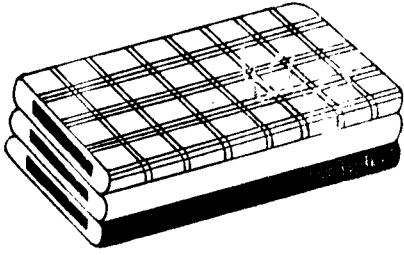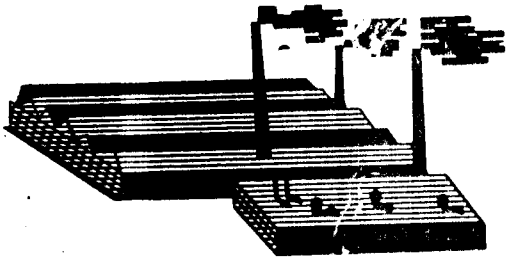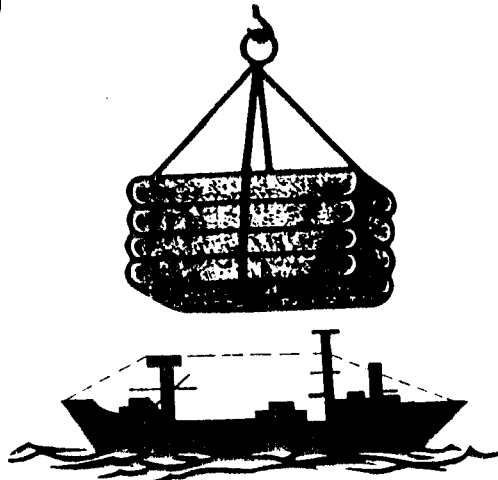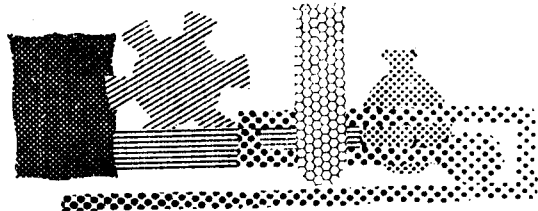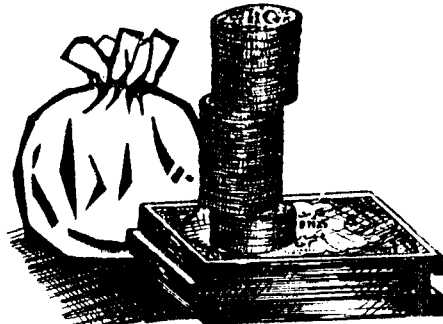
(بسلسلہ صفحہ ۲)

ہیں کہ جب نوجوانوں کے قلوب میں حب الوطنی قوم پروری اور مستقبل سازی کی لگن ہو، جب ان کی نگاہیں ہم عصر اقوام کی علمی، سائنسی، زرعی، صنعتی، تجارتی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی ترقی پر ہوں ۔ جب وہ دوسری قوموں پر سبقت لے جانے کے لئے بے قرار ہوں، ان کی نظر جسمانی آسائشوں، تن پروری اور زیبائش بدنی کی بجائے حقائق زندگی پر ہو ۔ اور ان کے سامنے پست ہمت گریز پا سفلہ طبع افراد کی بجائے بلند ہمت، سراپا کردار اہل ہمت انسانوں اور قوموں کا نمونہ ہو ۔ وہ اہل زمانہ کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر دیکھ سکیں ۔

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں

ہفت روزہ پیغام صلح
خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

ہفت روزہ پیغام صلح ۔ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان"

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا • میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا (الہام حضرت مسیح موعود)

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور پاکستان

فون نمبر ۵۳۷۳۷

"دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا" (الہام حضرت مسیح موعود)

• رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
• تار کا پتہ: "تبلیغ" لاہور

چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش ✿ مدیر۔ دوست محمد ✿ مدیر معاون۔ بشیر احمد سونو ایم اے

سالانہ:
• پاک و ہند سے — آٹھ روپے
• بیرونی ممالک سے — ایک پونڈ

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۷۳ء | نمبر ۱۳

مسجد "دار السلام" کیلئے عطیات کی اپیل

جیسا کہ احباب کرام کو معلوم ہے بستی "دار السلام" میں مسجد کی تعمیر شروع ہو چکی ہے۔ یہ مسجد انشاء اللہ خوبصورت، کشادہ اور ہماری آئندہ ضروریات کے مطابق ہوگی اور اس کی تعمیر پر قریباً اڑھائی لاکھ روپے صرف ہوں گے۔ ہماری جماعت نے خدا کے فضل سے کئی جگہ مساجد تعمیر کی ہیں اور خانۂ خدا کی آبادی اور تعمیر کے لئے ہمیشہ دل کھول کر چندہ دیا ہے۔ البتہ اس امر کے پیشِ نظر کہ احباب نے ابھی دو ماہ قبل "تراجم قرآن فنڈ" کے لئے ایک لاکھ سے زائد روپیہ چندہ میں دیا ہے مجھے محسوس ہوتا تھا کہ مزید چندہ کا مطالبہ بعض دوستوں پر بوجھ ہوگا لیکن ہماری سابقہ روایات یہ ہیں کہ یہ چھوٹی سی جماعت خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تھکتی نہیں اور اسی کے پیشِ نظر میں یہ چند حروف احباب کی خدمت میں تعمیر مسجد کیلئے بطور اپیل شائع کر رہا ہوں۔ امید واثق ہے کہ احباب کرام دل کھول کر مسجد کی تعمیر کیلئے عطیات بھجوائیں گے۔ چونکہ یہ عمارت آئندہ دسمبر سے قبل مکمل ہو جانی چاہیئے اسلئے رقوم کی ترسیل میں تاخیر سے کام نہ لیا جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
من بنیٰ مسجداً یبتغی بہ وجہ اللّٰہ بنی اللّٰہ لہٗ مثلہٗ فی الجنۃ۔ آیئے! جنت میں اپنا گھر تعمیر کرنے کے لئے اس مسجد کی تعمیر میں فراخدلی سے حصہ لیں۔ جزاکم اللّٰہ خیراً۔ والسلام

صدر الدین امیر جماعت احمدیہ
احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ مؤرخہ ۱۶ مارچ ۱۹۷۳ء

تبصرہ

THE AHMADIYYA MOVEMENT

(دی احمدیہ موومنٹ)

حضرت مولانا محمد علی رحؒ کی اُردو تصنیف "تحریکِ احمدیت" کا انگریزی ترجمہ۔

مترجم و ایڈیٹر: شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے انچارج احمدیہ مسلم مشن انگلینڈ۔

طابع و ناشر: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

THE MAULANA MUHAMMAD 'ALI

Translated and Edited by
S. MUHAMMAD TUFAIL

AHMADIYYAH ANJUMAN ISHA'AT ISLAM
LAHORE (PAKISTAN)

قیمت: دس روپے (-/۱۰)

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کے عقائد، دعاوی اور مقاصد نیز مسائل وفاتِ مسیحؑ، بعثتِ مجددین، ظہورِ دجال و یاجوج ماجوج پر ایک مبسوط کتاب "تحریکِ احمدیت" حضرت مولینا محمد علی... صاحبؒ نے اُردو میں تصنیف کی تھی۔ اور اسکے ایک باب کا ...... انگریزی میں خود آپ نے ترجمہ

(باقی کالم نمبر ۳ کے نیچے)

ارشاداتِ حضرت مسیح موعودؑ

دُنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں

دُنیا خدا تعالیٰ کا کھیت ہے۔ جس طرح زمیندار مصلحت اور انجام بینی سے کبھی کچا ہی کاٹ لیتا ہے۔ کبھی ذرا پختہ ہوتا ہے تو کاٹتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی پرورش پا کر خداوندی مشیّت اور ارادے کے موافق ٹھیک اپنے اپنے وقت پر کاٹے جاتے ہیں۔ زمیندار کے فعل سے سبق اور عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ انسان کی زندگی کا بھی ٹھیک یہی طرز ہے۔ جیسے بعض دانے اُگنے بھی نہیں پاتے بلکہ زمین کے اندر ہی اندر ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض بچے شکمِ مادر ہی میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور بعض پیدا ہونے کے چند روز بعد مر جاتے ہیں۔ غرض ٹھیک اسی قانون اور عمل کے موافق انسان بچہ۔ جوان اور بوڑھا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کی درانتی اسے وقتاً فوقتاً مصلحت سے کاٹتی جاتی ہے۔ کبھی بچے مرتے ہیں۔ جن کو کہتے ہیں کہ اٹھرا سے مرتے ہیں۔ صحیح البدن توانا و تندرست جوان بھی مرتے ہیں۔ عمر رسیدہ ہو کر پیر ناتواں بھی آخر اُٹھ جاتے ہیں۔ غرض یہ سلسلہ قطع و برید کا دنیا میں ایسا جاری ہے جو ہر آن انسان کو سبق دیتا ہے۔ کہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔

(الانذار۔ صفحہ ۲)

— بقیہ کالم ۳ —

شائع کر دیا تھا۔۔۔ لیکن ساری کتاب کا یکجا طور پر انگریزی زبان میں ترجمہ اب تک شائع نہیں ہوا تھا۔ اس کمی کو ہمارے دوست شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے نے اب پورا کر دیا ہے، بلکہ نہایت محنت و کاوش سے اصل کتاب کے ترجمہ کے علاوہ چند ایک قیمتی و ضروری تتمہ جات کا بھی اضافہ کیا ہے جن میں حضرت ممدوح کے تین ٹریکٹ "وفات مسیح"۔ "ڈاکٹر اقبال کا بیان دربارہ قادیانیت" اور "دعوت اسلام" بھی شامل ہیں۔ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات کے بارہ میں جو شکوک و شبہات پھیلائے گئے ہیں اور اندرون و بیرون پاکستان، مخالفین نے جو غلط فہمیاں پھیلائی ہیں ان کے باعث اشاعتِ دین کے مقصد میں بہت رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ ترجمہ وقت کی ایک اہم ترین ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ ہم شیخ صاحب موصوف اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو مستحق مبارکباد سمجھتے ہیں جنہوں نے تبلیغ و اشاعت اسلام کی اس اہم ضرورت کو محسوس کر کے انگریزی خواں طبقہ کے شکوک کے ازالہ کا مؤثر انتظام کیا ہے احباب جماعت کو چاہیئے کہ اس کتاب کی اشاعت بالخصوص نوجوان طبقہ میں کریں۔ (ا۔ ب)۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) برانچ کراچی کی ماہ فروری ۱۹۷۳ء کی تبلیغی کارکردگی کا مختصر خلاصہ

۱۔ احباب جماعت کراچی کا .... بڑا اجتماع جمعہ کو ۔ مسجد احمدیہ میں ہوتا ہے ۔ احباب دور دور سے تشریف لاتے ہیں مستورات بھی کافی تعداد میں تشریف لے آتی ہیں .... ۔ حالات حاضرہ ، جماعتی فرائض .... ذمہ داریاں ۔ تربیت تنظیم و تبلیغ کو مدنظر رکھکر قرآنی تعلیم کی روشنی میں خطبہ دیا جاتا رہا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ ہم سب کا قدم نیکیوں کی طرف بڑھے ۔

۲۔ اجتماعی درس قرآن } ہر ہفتہ ۵ بجے سے ... مغرب تک مسجد میں قرآن مجید کا درس دیا جاتا رہا ۔ دوست شوق سے اس میں شامل ہوتے رہے ۔ اب ایک تحریک یہ ہے کہ مستورات کو بھی اس درس میں دعوت دی جایا کرے ۔ فی الحال اس پر غور کیا جا رہا ہے ۔

۳۔ انفرادی درس قرآن } سب سے بڑا مسئلہ .... یہ ہے کہ ہماری نسلیں قرآنی علوم سے واقف ہوں ۔ اور اپنے بزرگوں کی حقیقی جانشین ہوں ۔ اس کے لئے ہر ہفتہ ذیل کی تفصیل سے مختلف مقامات پر روزانہ قرآن مجید کا درس دیا جاتا ہے ۔ خدا تعالے کے فضل سے بڑے اچھے نتائج نکل رہے ہیں ۔ تنظیم خواتین میں معتدبہ حصہ ان درسوں کا ہے ۔

۱ ۔ جمعہ ۔ ایک درس (۲) ہفتہ تین درس ۔ (۳) اتوار دو درس ۔ (۴) سوموار تین درس ۔ (۵) منگل دو درس ۔ (۶) بدھ دو درس ۔ (۷) جمعرات چار درس ۔ کل ۱۷ درس ہر ہفتہ ۔ یہ درس انفرادی طور پر کراچی کے مختلف اطراف و جوانب میں دیئے جاتے ہیں ۔

۴۔ رابطہ احباب } اس ماہ رابطہ احباب کے لئے چار دفعہ مختلف احباب کو ملنے کے لئے مختلف مقامات پر گئے ۔ جن مقامات کا دورہ کیا گیا وہ مندرج ہیں ۔ ڈرگ کالونی ۔ بالخصوص آئی لینڈ ۔ نارتھ ناظم آباد ۔ حسین ڈیسلوا ٹاؤن ۔ ڈفیر اسکوائر ۔ سمن آباد ۔ ندرت روڈ ۔ فیڈرل بی ایریا ۔ مالیر ۔ شہید ملت روڈ ۔ اور بعض دوسرے مقامات ــــ ان دوروں میں مکرم حسن خاں صاحب ، مکرم ہدایت اللہ صاحب صدیقی ، مکرم راجہ محمد بیدار صاحب شامل رہے ۔ میں دعا کی غرض سے اپنے بھائی مکرم محمد حسن خاں صاحب کا ذکر کروں گا کہ ایسے موقعہ پر آپ کی موٹر ہماری DISPOSAL پر ہوتی ہے ۔ اور جب بھی کہا جائے نہایت خندہ پیشانی سے اس خدمت کو بجالاتے ہیں ۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

۵۔ تنظیم مستورات } خدا تعالے کے فضل سے مستورات کی تنظیم قائم ہو گئی ہے ۔ توقع سے بڑھ کر نہایت عمدہ رنگ میں کام شروع ہو گیا ہے ۔ اس کی کامیابی میں بڑا حصہ انفرادی درسوں کا ہے ۔ ماہ رواں میں دو اجلاس ہوئے ۔ ایک اجلاس میں محترمہ بیگم صاحبہ استاذی المکرم مولانا عبدالمنان عمر صاحب ایم اے نے میری درخواست پر نہایت دلنشین پیرایہ میں مستورات کو خطاب فرمایا اور تربیت اولاد کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی جزاھا اللہ ! ... صدر اور سیکرٹری کا انتخاب کیا گیا ــ دوسرا اجلاس محترمہ سعیدہ احمد صاحبہ صدر تنظیم خواتین کراچی کے گھر ہوا ۔ جس میں تعارف اور بقیہ انتخاب ہوا ۔ خاکسار نے بعض ضروری امور کی طرف بہنوں کو توجہ دلائی ۔ محترمہ صدر صاحبہ نے نہایت پرتکلف عصرانہ پیش کیا ۔

۶۔ اجتماعی و انفرادی تبلیغ } (۱) تین مرتبہ باقاعدہ مجلس کی صورت میں تین تین چار چار گھنٹہ نہایت کامیابی سے ۱۷ احباب کو پیغام حق پہنچانے کی توفیق ملی ۔ (۲) انفرادی طور پر ۲۴ احباب سے مل کر ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کارنامے اور عقائد سے باخبر کیا گیا ۔ (۳) چار غیر ملکی افراد سے تعارف و گفتگو کرنے کا موقعہ ملا ۔ خدا تعالے کے فضل سے یہ کام وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے ۔ اللہ تعالے اپنے فضل سے اس میں برکت ڈالے ۔ آمین ۔

۷۔ اجلاس مجلس منتظمہ } کراچی میں جملہ امور جو جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں* ان کو پہلے مجلس ہذا میں پیش کیا جاتا ہے ۔ اس ماہ دو اجلاس ہوئے ۔ مجلس کی منظوری کے بعد ان پر کام شروع کیا جاتا ہے ۔

۸۔ ماہانہ چندہ و توسیع اخبارات } الحمدللہ ! نہایت احسن طریق پر باقاعدگی سے چندہ وصول ہو رہا ہے بعض نئے احباب کو اس مبارک تحریک میں شامل کیا جا رہا ہے ۔ دو اخبار پیغام صلح جاری کروائے گئے کوشش کی جا رہی ہے کہ ہر گھر میں سلسلہ کے اخبارات باقاعدگی سے آئیں ۔ طالب دعا مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام کراچی

جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا جلسہ یوم حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ

(خواجہ نصیر اللہ صاحب آنریری سیکرٹری جماعت راولپنڈی)

جماعت راولپنڈی نے ۱۱ مارچ ۱۹۷۳ء کو یوم حضرت مولینا نورالدین رح منانے کا پروگرام بنایا تو نہ جانے کیوں موسم گرما کی حدت سردی کی شدت میں تبدیل ہو گئی ۔ مری کی پہاڑیاں ... مرمری شکل اختیار کر گئیں اور یخ بستہ ہوائیں اس تیزی سے چلنے لگیں ، کہ ہم اپنے آپ کو سائبیریا کے کسی علاقے میں محسوس کرنے لگے ۔ یہ صورت حال دل میں امید و بیم کی عجیب کیفیت پیدا کر رہی تھی ۔ بادل چھٹ جاتے تو چہروں پر نکھار آجاتا مگر جب آسمان پر سیاہ و سفید بدلیاں تیرنے لگتیں تو دل اندیشہ ہائے دور دراز میں کھو کے رہ جاتا کہ جلسے کا پتہ نہیں کیا حال ہو گا ۔ اور عین جلسہ سے چند گھنٹے پہلے جب بارش نے آلیا تو منتظمین جلسہ کی پریشانی دیدنی تھی لیکن جب چند ہی منٹ کے بعد بارش تھم گئی اور موسم کے تیور بدلنے لگے تو منتظمین جلسہ کی اُمیدیں بر آئیں ۔ ان کے چہرے کھل گئے اور اس دن شدید سردی کے باوجود احباب جماعت حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر سننے کے لئے دھیرے دھیرے جمع ہونے لگے اور جلسہ کے وقت تک احباب کا عظیم الشان اجتماع ہو گیا ۔ مستورات اور بچے بھی جلسہ کی رونق کو دوبالا کرنے کے لئے سردی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آ جمع ہوئے اور لاہور ، جہلم ، واہ ، فاروقیہ اور پشاور کے دوستوں نے تو آتنی دور سے آکر جلسہ کی رونق کو چار چاند لگا دیئے جزاھم اللہ ۔

جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا ، جو مکرم مولوی عبدالرحمان صاحب امام مسجد مری نے کی ۔ ازاں بعد خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم سنائی ۔ پھر مکرم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان نے بلاد غیر میں احمدیت کی تبلیغ اور پیش آنے والی بعض مشکلات کا تذکرہ فرمایا ۔ ازاں بعد آپ نے احمدیت پر کئے جانے والے بعض اعتراضات کی وجوہ بیان کر کے ان کے تفصیلی جوابات دیئے اور آخر میں جماعت کے لٹریچر کی افادیت کے بارہ میں ایک عالمانہ تبصرہ کیا ۔ محترم مرزا محمد شفیق صاحب انور نے حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے علمی اور عرفانی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ۔ اور ان کے علم قرآن کے سلسلہ میں بعض مثالیں بیان کیں اور ایک تازہ شائع شدہ کتاب کے حوالے سے بتایا کہ کس طرح مولینا عبیداللہ سندھی نے حرم کعبہ میں بیٹھ کر اس امر کا اعلان کیا کہ اس وقت تمام دنیائے اسلام میں حضرت مولانا نورالدین رح سے بڑھ کر قرآن کریم جاننے اور سمجھنے والا کوئی نہیں ۔ آپ نے حضرت خواجہ غلام فرید رح چاچڑاں والے کا بہ خراج تحسین حضرت مولینا رح کے بارہ میں بیان کیا کہ انہوں نے حضرت مولانا رح سے گفتگو کے بعد یہ فرمایا کہ " ایں نورالدین رح ہم بلا شبہ اور اور ہندوستان علامی گویند " آپ کی تقریر سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے ۔

ان کے بعد مکرم صاحبزادہ مولینا عبدالمنان عمر صاحب ایم اے نے حضرت مولینا نورالدین رح کی سیرت پر ایک نہایت جامع اور مبسوط تقریر فرمائی ۔ جس میں آپ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر نہایت عمدہ رنگ میں روشنی ڈالی گئی ۔ نیز آپ نے خاص طور پر اس امر پر بھی زور دیا کہ کسی بزرگ کی یاد منانے کا ہرگز یہ مقصد نہ ہونا چاہیئے کہ حضرت مامور زمانہ کے ذکر سے صرف نظر کیا جائے ایک خادم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ بہرحال ایک خادم ہے ۔ اس لئے اس کی حیثیت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے ۔ آپ کی تقریر میں حضرت مولانا نورالدین رح کی زندگی کے واقعات انگوٹھی میں نگینے کی طرح جڑے ہوئے تھے ۔

مختلف طلباء اور طالبات نے بھی حضرت مولانا رح کی زندگی کے بارہ میں تقاریر کیں ان تقاریر میں مس نبیلہ اکرام الحق متعلم فرسٹ ائیر کی تقریر سلاست روانی اور انداز خطابت کے لحاظ سے نفیس ترین تھی ۔ احباب نے ان کی تقریر سے متاثر ہو کر دعا کی کہ اللہ تعالے اس بچی کی زندگی اور علم میں مزید برکت دے اور اسے سلسلہ کے لئے کار آمد وجود بنائے آمین ۔

(باقی برصفحہ کالم ۲)

مسئلہ ارتداد اور اسلام

(دوست محمد ایڈیٹر)

پاکستان کی قومی اسمبلی میں تدوین آئین کے سلسلہ میں اس سوال کے اٹھنے پر کہ اسلام سے مرتد ہونے والوں کے لئے قانون میں سزا مقرر کی جائے، محترم میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب کا ایک مضمون پیغام صلح مؤرخہ ۲۸ فروری میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا تھا کہ اسلام نے مرتد کے لئے کوئی سزا مقرر نہیں کی، یہ مضمون پیغام صلح کے علاوہ روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۱۲ فروری میں بھی شائع ہوا جس پر ایک صاحب پروفیسر سعید احمد خان نے ۲۳ اور ۲۸ فروری کے نوائے وقت میں تبصرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام میں مرتد کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے اس سلسلہ میں ایک بہت بڑی دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ :-

"آجکل بہت سے فرنگی ممالک کا دین سرمایہ داری ہے جیسے روس کا دین کمیونزم ہے، کیا امریکہ یا کوئی اور سرمایہ دار ملک اپنے کسی باشندے کو اجازت دیتا ہے کہ وہ کمیونسٹ بن جائے یا روس اجازت دیتا ہے کہ اس کا کوئی شہری غیر کمیونسٹ بن جائے یقیناً ہرگز نہیں بلکہ ایسے شخص کو وہ موت کی سزا دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان کا نظام حکومت یعنی دین تباہ ہو جائے گا اسی طرح جب کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ترک کر دیتا ہے تو نظام اسلام بھی پریشان ہوتا ہے کیونکہ لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ شخص اسلام کو جاننے کے بعد ترک کر گیا ہے اس لئے اس نے اسلام میں ضرور کوئی خرابی پائی ہے۔ پس اس طرح اوروں کو بھی اسلام ترک کرنے کی ترغیب ہوتی ہے اور مسلمانوں میں انتشار پھیل جاتا ہے۔"

پروفیسر سعید احمد خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں فرنگی ممالک کے حالات سے یا تو پوری واقفیت نہیں اور یا جان بوجھ کر ایک فرضی اور من گھڑت بات ان کی طرف منسوب کر دی ہے، اول تو کسی فرنگی ملک میں کوئی ایسا قانون موجود نہیں کہ حکومت کے مذہب سے انحراف کرنے والوں کو سزائے موت دی جائے، امریکہ میں جہاں عیسائیوں کی اکثریت پائی جاتی ہے، کمیونسٹ بھی موجود ہیں، مسلمان اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں اور کوئی ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا کہ عیسائیت یا حکومت کے مذہب سے انحراف کرنے والوں کو سزائے موت دی گئی ہو، بلکہ انہیں کھلی آزادی ہے کہ جس دین یا مسلک کو چاہیں اختیار کریں، ایسا ہی روس میں جہاں کمیونسٹوں کی حکومت ہے، غیر کمیونسٹ لوگ بھی موجود ہیں، اور اگر کوئی شخص کمیونزم سے انحراف کرکے کسی اور مسلک کو اختیار کر لے، تو اس پر کوئی تعزیر نہیں، نہ اس سے روس کے نظام حکومت کو کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے ایسے اکا دکا واقعات جہاں کہیں بھی رونما ہوں، اکثریت کے مذہب یا کسی نظام حکومت پر اثر انداز نہیں ہو سکتے، ہمارے دیکھتے دیکھتے برطانیہ، جرمنی، امریکہ وغیرہ ممالک میں کئی لوگ عیسائیت یا حکومت کے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے، جن میں لارڈ ہیڈلے[1] اور ایسے ممتاز مصنفین بھی شامل ہیں جنہوں نے عیسائیت کی تردید اور اسلام کی تائید میں کتابیں لکھیں لیکن کسی حکومت نے ان پر کوئی تعزیر نہ لگائی، نہ ان کے قبول اسلام سے کسی نظام حکومت کو کوئی خطرہ لاحق ہوا۔

لیکن اگر پروفیسر سعید احمد خان کی دلیل کو قبول بھی کر لیا جائے تو ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے مذاہب یا دوسری حکومتوں کے مقرر کردہ نظاموں کی اتباع کرے : اسلام کا اپنا نظام ہے، جس کی نظیر دوسرے نظاموں میں تلاش کرنا ضروری نہیں۔

پروفیسر صاحب کا یہ فرمانا کہ "کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ترک کر دے تو اس سے نظام اسلام پریشان ہوتا ہے اور لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ شخص اسلام کو جاننے کے بعد اسے ترک کر گیا ہے اس لئے اس نے اسلام میں ضرور کوئی خرابی پائی ہے اور اس طرح اوروں کو بھی اسلام ترک کرنے کی ترغیب ہوتی ہے" سراسر غلط اور واقعات کے صریحاً خلاف ہے۔ ہمارے سامنے بے شمار مسلمان کسی نہ کسی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو گئے، لیکن نظام اسلام کو اس سے کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی اور نہ کبھی مسلمانوں کو اس بات کا وہم بھی پیدا ہوا کہ ان مرتدین نے اسلام میں ضرور کوئی خرابی پائی ہے اسی لئے "اسلام کو جاننے کے بعد اسے ترک کر گئے" اور نہ ان کا ترک اسلام دوسروں کے لئے اس ترغیب کا موجب ہوا، کہ وہ بھی اسلام چھوڑ جائیں، اس قسم کے من گھڑت نظریات پیش کرکے اسلام کو قتل مرتد کا مرتکب قرار دینا اسے بدنام کرنے کا موجب ہے کہ وہ آزادیٔ مذہب اور اختلاف رائے کو برداشت نہیں کر سکتا۔

پروفیسر صاحب کا ارشاد ہے کہ

"بے شک اسلام قبول کرنے سے پیشتر ہر انسان کو حق حاصل ہے کہ وہ جتنی دیر چاہے غور و فکر کرے کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ اسلام قبول کرے، یہی مقصد ہے سورۃ بقرہ آیت ۲۵۶ کا جس کا حوالہ صاحب مضمون (فاروقی صاحب) نے دیا کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے، ......اور یہی مقصد ہے سورۃ الکہف آیت ۲۹ کا جس میں تحریر ہے کہ حق اللہ کی طرف سے آگیا پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے یعنی اسلام کا انکار کرے۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی شخص اسلام لانے کے بعد اس سے انحراف کا مجاز نہیں، خواہ اس کا ضمیر یا کوئی ذاتی مفاد اسے ایسا کرنے پر مجبور کرے، گویا اسلام ایک ایسا جیل خانہ ہے جس میں داخل ہو کر کوئی شخص اس سے باہر نہیں نکل سکتا اور اگر نکلنا چاہے تو اسے قتل کی سزا بھگتنی پڑے گی، اس صورت میں سوائے اس کے کہ وہ منافقت سے مسلمان بنا رہے اور کیا کر سکتا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح ارتداد کو واجب التعزیر قرار دینا اسلام میں منافقین پیدا کرنے کا موجب ہوگا اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام ایسا معقول مذہب ہے کہ کوئی عقلمند خواہ مخواہ اس سے انحراف نہیں کر سکتا، لیکن اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اس سے علیحدہ ہونا چاہے تو اس کے سر پر تلوار لٹک رہی ہے یا تو اسے اپنی گردن کٹوانی ہوگی یا منافقت سے مسلمان کہلاتے ہوئے پیش آمدہ وجہ یا ضرورت کے لئے کوئی اور ناجائز ذریعہ تلاش کرنا پڑے گا۔

ہم حیران ہیں کہ پروفیسر سعید احمد خان صاحب کو کس نے کہہ دیا کہ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۵۶ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی کا مطلب یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے لئے تو کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر کوئی شخص اسلام قبول کر لے تو اسے اس پر قائم رہنے کے لئے مجبور کیا جائے گا، مجبور تو کر دیا گیا خواہ اسلام قبول کرنے سے قبل نہیں تو قبول کرنے کے بعد ہی کیا گیا ہو، کیا اس کو آزادی مذہب کہا جا سکتا ہے؟ کیا اس صورت میں دین اسلام کو جبر کا مذہب نہیں کہا جائے گا جو انگریزوں اور جرمنوں وغیرہ سے بھی گیا گزرا ہے جن کے ہاں تبدیل مذہب کی کوئی سزا مقرر نہیں۔

فاروقی صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ قرآن مجید میں مرتد کے لئے کسی دنیوی سزا کا ذکر نہیں جیسا کہ ذیل کی دو آیات سے واضح ہے :

۱۔ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون (البقرہ آیت ۲۱۷) یعنے جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے پھر کفر کی حالت میں ہی مر جائے تو دنیا اور آخرت میں ان کے اعمال اکارت گئے اور وہ اہل دوزخ میں سے ہیں اور اسی میں رہیں گے۔

۲۔ یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ (المائدہ آیت ۵۴) یعنے اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالےٰ (اس کے بدلے) ایک قوم لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ ان دونوں آیات میں کھلے طور پر مرتدین کا ذکر موجود ہے لیکن انکے لئے کسی دنیوی سزا کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا، صرف حبط اعمال اور آخرت ہی کی سزا کا ذکر ہے، اس کے علاوہ قرآن شریف کی کسی اور آیت میں بھی مرتد کے لئے کسی سزا کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔

اس کے جواب میں پروفیسر سعید احمد خان صاحب لکھتے ہیں کہ :

"اگر سورۃ بقرہ آیت ۲۱۷ اور سورۃ مائدہ آیت ۵۴ میں مرتد کی سزا کا ذکر نہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم ہی سرے سے غلط ہے یا قرآن مجید میں قتل مرتد کا حکم نہیں تو کیا نبی کریم صلعم کو سزا دینے کا اختیار منسوخ ہو گیا ہے۔"

یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ قرآن مجید میں قتل مرتد کا حکم نہیں پایا جاتا، رہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار، جس کے ثبوت میں انہوں نے آیہ کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا حوالہ دیا ہے اور اس ضمن میں کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں، ان پر ہم آئندہ...... غور کریں گے۔ انشاء اللہ

پاکستان کی بقاء، سلامتی اور استحکام کے لئے دُعا

۲۳ مارچ کو یوم قرارداد پاکستان کے موقعہ پر جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں خواتین و احباب جماعت احمدیہ لاہور کے ایک اجتماع میں حاضرین نے اپنے وطن عزیز پاکستان کی بقاء و سلامتی اور تحفظ و استحکام، مسلمانان عالم کی موجودہ مشکلات و مسائل کے حل اور بھارت میں پاکستانی قیدیوں کی جلد رہائی کے لئے علیم و حکیم رب کریم کے حضور دعائیں کیں۔

---

[1] مثلاً لارڈ ہیڈلے (برطانیہ) بیرن عمر ایرنفلز (جرمنی) مشہور مصنف مارماڈیوک پکتھال (برطانیہ) وغیرہ کئی لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں اور ان پر کوئی تعزیر نہیں لگائی گئی۔

جناب ڈاکٹر اللہ بخش

(مذہب اور سائنس) — سوال و جواب

خنزیر کے گوشت کی حرمت

(۱)

سوال ۴: سُؤر کا گوشت اسلام میں مسلمانوں پر حرام قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہ صحت کے لئے مضر ہے تو یورپی اقوام کی صحت کو کیوں نقصان نہیں پہنچا؟

سوال ۵: شادی سے قبل لڑکے لڑکی کا آپس میں مل کے چائے پینا جائز ہے یا نہیں؟ دوسرے عزیزوں کی موجودگی میں درست ہے یا نہیں؟

جواب: شراب و مُسکرات سے متعلق تین سوالوں کے جواب قبل ازیں ..... دیئے جا چکے ہیں۔ مغربی سوسائٹی کے زبردست تاثر کے تحت اب اور دو سوال دیئے گئے ہیں یعنی سُؤر کے گوشت کا کھانا اور شادی سے قبل لڑکے لڑکی کا باہم ملنا جُلنا۔ اس کے بعد بھی دو اور اہم سوالات جُوا اور سود کے بارہ میں باقی رہ جاتے ہیں۔ ہم قسط وار ان کے جوابات قرآن و سُنّت کی روشنی میں دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے سُؤر کے گوشت کی حُرمت کا سوال ہے۔ سائل نے اس امر کا ذکر تو نہ ہی پہلے کر کے اس پہ اعتراض کیا ہے یعنی یہ کہ اگر صحت کے لحاظ سے سُؤر کے گوشت کا کھانا حرام قرار دیا گیا ہے تو مغربی اقوام کی صحت میں اس کے باوجود جب کوئی بھی فتور نہیں آتا تو یہ سبب حُرمت کا باعث نہیں بن سکتا۔ ہر معاملہ میں اصل امر نیت کا ہوتا ہے۔ جب سوسائٹی کے اثر کو کوئی فرد قبول کرنے سے رُک نہیں سکتا تو اس کے جواز کے لئے بہانے تلاش کرنے شروع کر دیتا ہے تاکہ ایک طرف سوسائٹی کے تقاضوں کو بھی پُورا کرنے میں کوئی تامل نہ ہو تو دوسری طرف مذہبی جواز کا پہلو بھی نکل آئے۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو اس مصرعہ کا مصداق ثابت کرتا ہے کہ۔ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنّت نہ گئی۔ بعض اصحاب یک رُخی کی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں تو وہ صاف صاف سوسائٹی اور مذہب کے تقاضوں میں ٹکراؤ کی صُورت میں یا تو سوسائٹی کے مقتضیات کو قبول کر لیتے ہیں اور مذہب سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر ان کا ایمان و یقین دین کے اُصولوں پر زیادہ محکم ہوتا ہے تو وہ سوسائٹی کے مطالبات کو ٹھکرا کر دین پر قائم رہنے کو اعلیٰ و بہتر سمجھتے ہیں۔ لیکن تیسری قسم کی ذہنیت کے یہ اشخاص چاہتے ہیں کہ سوسائٹی میں بھی مقبول و معزز بنے رہیں اور مذہب کے بھی قائل سمجھے جائیں۔ پس ایسے اصحاب کی یہ سعی بلیغ ہوتی ہے کہ عمل تو وہ سوسائٹی کے مطابق ہی کریں لیکن مذہب سے محض لفظی عقیدت رکھنے کے باعث اس کے اُصولوں کی ایسی من مانی تاویل کریں کہ اُن پر اس طرف سے بھی حرف نہ آنے پائے۔ تاکہ انہیں دینی معاشرہ میں نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔

اس کی مثال عقائد کے میدان میں بھی ملتی ہے مثلاً سائنس کے عام تاثر کے باعث خُدائے تعالےٰ کی زندہ ہستی اور اس کی زندہ صفات پر ایمان لاتے کو جب دل نہ چاہے تو اس کی یہ تاویل کر لی جائے کہ خدا تعالےٰ سے مراد فطرت کے قوانین اور سلسلۂ علت العلل ہے، وحی و الہام سے مُراد کسی نیک دل میں نیک خیالات کا پڑنا ہے، دُعا سے مقصد صرف دل کو تسلّی و تسکین دینا ہے وغیرہ۔

..... سائل نے شراب کے جواز کا یہ راستہ نکالنا چاہا ہے کہ قرآن کریم میں اس کی حُرمت کے الفاظ نہیں آئے، نیز تھوڑی مقدار میں الکحل مضرِ صحت نہیں، مگر سُؤر کے گوشت کی بابت یہ منطق اختیار نہیں کی کیونکہ اس کی حُرمت کا ذکر صاف و صریح الفاظ میں آیا ہے۔ مطلب و مقصد ان کا یہ ہے کہ شراب پینے اور سُؤر کے گوشت کے کھانے کا کوئی نہ کوئی عذر ہاتھ آ جائے، کیونکہ مغربی سوسائٹی میں ان کا عام رواج ہے اور جو ان کا استعمال نہیں کرتا اسے تہذیب و تمدن میں کمتری کا درجہ دیا جاتا اور اسے دقیانوس سمجھا جاتا ہے اور یہ بات ہمیں منظور نہیں۔ ہم سوسائٹی کے تقاضوں کو کسی صورت نظر انداز کرنے کے لئے تیار نہیں، چاہے اس میں اپنی صحت کی بربادی بھی ثابت کر دی جائے یا چاہے کلامِ خدا میں اس کے لئے صریحاً حرام ہونے کے الفاظ موجود ہوں۔ جب صاحب سائل نے شراب میں حرام کا لفظ نہ آنے پر شراب پینے کا جواز نکالنے کی کوشش یا اسے عذر بنانا چاہا تو اب انہیں یہ امر کیونکر زیب دیتا ہے کہ سُؤر کے گوشت کا جواز بوجہ بنائے صحت نکالنے کی کوشش کریں؟ اسی کو کہتے ہیں ہوائے نفس کی پیروی اور خدا کے احکام پر سوسائٹی کے تقاضوں کو مقدم کرنا۔ افرءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ۔ کیا آپ نے اس شخص کی نازک و عجیب حالت پر غور کیا جو ہوائے نفس اور اتباع سوسائٹی میں ایسا کھو گیا کہ انہیں معبود کا درجہ دے دیا۔

سُؤر کے گوشت کی حرمت کا حقیقی سبب

سُؤر کا گوشت کیا صحت انسانی کے لئے مضر ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر جانوروں کے گوشت کی مانند اس کے استعمال سے بھی بعض بیماریوں کے لگنے کا احتمال ہے بلکہ دوسروں کے گوشت کی نسبت زیادہ بیماریاں لگتی ہیں۔ چنانچہ ان کی مفصّل ذیل فہرست مغربی کُتبِ طب سے دی جاتی ہے۔

۱۔ تینوں قسم کے آنتوں کے کیڑے یعنے ہک ورم Hook-worm راؤنڈ ورم Round-worm اور ٹیپ ورم Tape-worm (کدو دانے) جب ان میں سے کسی قسم کے کیڑوں کے انڈے ..... سُؤر کے فضلے کے ساتھ خارج ہوں اور انسانی غذا یا پانی کے ذریعہ انسان کے اندر چلے جائیں تو اس سے انسان ان کیڑوں کی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

۲۔ چار قسم کے آنتوں کے جراثیم جن سے انسان کو دست، پیچش اور آنتوں کے دیگر فتور لگ جاتے ہیں۔ ان کے جراثیم کے انگریزی میں نام یہ ہیں:

ا۔ بیلنٹیڈیئم کولائی Balantidium Coli

ب۔ فیسیئولاپسس بسکائی Faciolopsus Buski.

ج۔ جائیگنٹرو ہائی اسکس گیگس Giantrohyschus Gigas

د۔ گیسٹروڈسکائیڈس ہومینس Gastro-discoideus Hominis

۳۔ آنتوں اور عضلاتِ گوشت کی مرض جسے ٹرائی کائی نائیسس Trichiniasis کہتے ہیں۔ ..... یہ سخت قسم کی ایک مرض ہے جو صرف سُؤر کا گوشت کھانے سے پیدا ہوتی ہے اور امریکہ اور مغربی ممالک میں پائی جاتی ہے۔

۴۔ دو اور امراض ایک پھیپھڑوں کی اور دوسری جگر کی لگنے کا احتمال ہے، یہ ہیں:

(ا) وبائی مرض جس سے پھیپھڑوں سے خون آنے لگتا ہے اور اس کے جرثومہ کا نام ہے (ب) پیراگونومیا paragonomia

جگر کی بیماری کا نام اس کے جرثومہ کے نام پر کلونارکائسس clonorchiasis ہے۔ اس میں سخت یرقان، دست اور کمزوری و نقاہت ہو جاتی ہے۔

۵۔ دو اور امراض جو خاص سُؤر کی بیماریاں ہیں انسان کو لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہ جلدی وبائی امراض ہیں یعنی سُؤر کا ماشرہ Swine Erisepelas اور سُؤر کی چیچک Swine-Pox.

۶۔ ٹی۔بی۔ جب ٹیوبرکیولوسس سُؤر کو ہو تو مثل دوسرے جانوروں کے سُؤر کا گوشت کھانے سے بھی انسان کو ٹی۔بی ہو جاتی ہے۔ اس طرح کم و بیش تیرہ امراض ایسی ہیں جو سُؤر یا اس کا گوشت کھانے سے انسان کو لگنے کا احتمال ہے۔

ان میں سے بعض بیماریاں ایسی نوعیت کی ہیں جو دوسرے جانوروں اور ان کا گوشت کھانے سے بھی لگ جاتی ہیں۔ برعکس اس کے اگر اُصولِ صحت و صفائی کا لحاظ رکھا جائے اور ذبح سے قبل جانور کا بھی معائنہ کر کے بیمار جانور کو ذبح نہ ہونے دیا جائے تاکہ اس کا گوشت نہ کھایا جا سکے تو ان میں سے بہت سی امراض سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے اور جیسے کہ سائل نے اسے خود.. تسلیم کیا ہے، مغربی اقوام میں باوجود سُؤر کا گوشت عام طور پر کھانے سے لوگوں کے صحتمند ہونے کا باعث جانوروں کی صحت و صفائی کے قوانین، صرف تندرست جانوروں کا ذبح کیا جانا، پر سختی سے پابندی کرنا ہیں۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب ان قوانین صحت و صفائی کی پابندی کے ماتحت سُؤر کا گوشت صحت کے لئے مضر نہیں رہتا جیسا کہ مغربی اقوام کا تجربہ ہے تو پھر مسلمانوں پر یہ کیوں حرام کیا گیا ہے؟

(باقی آئندہ)

تقریب رخصتی

۲۲ مارچ بروز جمعرات بعد دوپہر ماڈل ٹاؤن لاہور میں محترم چوہدری فضل حق صاحب ناظم دارالسلام کی دختر نیک اختر عزیزہ فریدہ چوہدری کی تقریب رخصتی ہمراہ محترم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب عمل میں آئی۔ بعد دوپہر بارات آئی، جس میں دُلہا کے رشتہ دار اور عزیز و احباب شامل تھے، اس سے پیشتر محترم چوہدری صاحب موصوف کی دعوت پر کثرت سے خواتین و احباب جماعت اور دیگر معززین شہر بارات کے استقبال کے لئے موجود تھے، بارات کے آنے کے بعد تمام معزز حاضرین کی تواضع پُرتکلف ضیافت سے کی گئی۔

اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت کرے۔ اور عزیزہ فریدہ چوہدری اور ان کے شوہر کو عمرِ طویل عطا فرمائے اور خوشگوار زندگی بسر کرنے اور خدمتِ دین بجا لانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مؤمنوں کے لئے فلاح اور کامیابی کا اعلان

[illegible]

خطبہ جمعہ - مؤرخہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۳ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ - بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

قد افلح المؤمنون - الذین ھم فی صلاتھم خاشعون - والذین ھم عن اللغو معرضون - والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ——— اولئک ھم الوارثون ——— (سورۃ المؤمنون ۲۳: ۱ تا ۱۰)

اس آیت میں مؤمنوں کے لئے ایک خوشخبری دی گئی ہے، کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہیں وہ کامیاب ہو گئے - حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے بعض ایسے اہل مذاہب بھی تھے جو انسان کو گنہگار یقین کرتے تھے: . . . . ہمارے ہمسائے ہندو ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ جب تک انسان ۳۳ کروڑ جُونوں میں سے گذرنے کی سزا نہ بھگتیں نجات نہیں پا سکتے - یہ مذہب تلقین کرتا ہے کہ انسان گنہگار ہے اس لئے اسے بے شمار جونوں میں سے گذرنا پڑے گا - ہندوؤں کے علاوہ دنیا کی ۲۰ فیصد آبادی کا مذھب عیسائیت ہے، یہ لوگ بھی یقین کرتے ہیں، کہ انسان گنہگار ہے، اور انسان کو سزا سے بچانے کے لئے حضرت عیسٰیؑ نے صلیب پر اپنی جان دے دی - بھلا ایک انسان کے تختۂ دار پر جان دے دینے سے دوسرے انسانوں کے اخلاق و اعمال اور ان کی سیرت و کردار پر کیا اثر پڑ سکتا ہے، ایک نہیں لاکھوں انسان تختۂ دار پر اپنی جانیں دے دیں، اس کا کوئی اثر دوسرے انسانوں پر نہیں ہو سکتا - اثر اخلاق اور اعمال کا پڑ سکتا ہے نہ کہ حضرت عیسٰیؑ کی صلیب سے اور حضرت عیسٰیؑ تو از خود برضا و رغبت تختۂ دار پر یا صلیب پر نہیں چڑھے - بلکہ تاریخ تو یہ کہتی ہے کہ حضرت عیسٰیؑ پر حکومت وقت نے بغاوت کا الزام لگایا تھا، اور اس الزام میں انہیں صلیب دی گئی - اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰیؑ اپنے ارادے سے نہیں بلکہ حکومت کے حکم سے صلیب پر چڑھائے گئے اور انہوں نے اس وقت یہ دُعا کی ایلی ایلی لما سبقتنی - اے میرے ربّ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟!

اصل بات یہ ہے کہ نجات کا تعلق اعمال سے ہے، صالح اعمال سے راحت حاصل ہوتی ہے - نہ ہندو اور نہ مسلمان نیک اعمال کے بغیر فلاح پا سکتے ہیں - اس لئے فرمایا ہم خوشخبری دیتے ہیں کہ مؤمن کامیاب ہو گئے - لفظ "نجات" ہندوؤں اور عیسائیوں نے استعمال کیا ہے، قرآن کریم اس لفظ کو پسند نہیں کرتا - نجات سے مراد یہ ہے کہ انسان گناہ میں لتھڑا ہوا پیدا ہوا ہے، اور گناہ سے وہ نجات نہیں پا سکتا - اس کے برخلاف قرآن کریم نے افلح اور فلاح کا لفظ استعمال کیا ہے - فلاح اور نجات میں بہت فرق ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان بے گناہ اور اعلیٰ صلاحیت کے ساتھ پیدا ہوا ہے، فرمایا انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم - ہم نے انسان کو بہترین تخلیق عطا کی ہے، اور فرمایا ولقد کرّمنا بنی آدم - ہم نے اولاد آدمؑ کو معزز و مکرّم بنایا ہے - حضرت عیسٰیؑ کا مصلوب ہونا موجب نجات نہیں ہے اور نہ ہی ۳۳ کروڑ جُونوں میں سے گذرنے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے نجات اور فلاح کا تعلق اعمال سے ہے، ہم مسلمان اچھے اعمال بھی کرتے ہیں کبھی ہم سے غلطی بھی ہو جاتی ہے - اسی طرح عیسائی اور ہندو بھی اچھے کام بھی کرتے ہیں اور ان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں - معلوم ہوا کہ فطرتِ انسانی ایک ہی ہے - دینداری کی حقیقت یہ ہے کہ خدا پر ایمان ہو، اور مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور خیرخواہی کا سلوک کیا جاوے اسی سے جنّت پیدا ہوتی ہے - یاد رہے کہ جنّت کی زندگی حاصل کرنا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے، فرمایا قد افلح المؤمنون - کہ وہ لوگ جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ کامیاب ہو گئے - افلح ماضی کا صیغہ ہے، اور اس پر قد لگا کر زور دیا گیا ہے کہ مؤمن یقیناً یقیناً کامیاب ہو گئے

. . . .

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے، ہمیں یقین دلایا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد خدا کی رضا حاصل کرنا ہے، ہر چیز کی پیدائش کا ایک مقصد ہوتا ہے - گھوڑے مُرغی اور دوسرے جانداروں کی تخلیق کا بھی ایک ایک مقصد ہے - انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے . . . . خدا کو پا لے - مؤمنوں کو کامیابی کی خوشخبری دینے کے بعد ان کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں - فرمایا الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون وہ لوگ مراد پا گئے جن کا تعلق خدا سے ہے اور وہ اس کے حضور عاجزی اختیار کرتے ہیں ذاتِ الٰہی کی بلندی کے مقابلہ پر اپنی پستی اور عاجزی کا عملی نقشہ کھینچتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ وہ ارفع و اعلیٰ ذات ہے، اور ہم اس کے محتاج ہیں - ہم اس کے احسانات اور افضال و اکرام کے اعتراف میں زمین پر ماتھا رگڑتے ہیں دوسری صفت یہ بیان کی والذین ھم عن اللغو معرضون - مؤمن نکمی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے، اگر قربِ الٰہی حاصل کرنا ہے تو ہر اس بات سے رُوگردانی کرو جس سے خدا ناراض ہوتا ہے - مؤمن کی خداپرستی کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ ہے کہ مسلمان قوم خدا کی مخلوق کے لئے خرچ کرتی ہے چنانچہ فرمایا والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون - مؤمن زکوٰۃ بھی دیتے رہتے ہیں گویا مؤمن وہ ہے جو خدا کی عبادت کرتا ہے اور اپنے اموال دوسروں کی بھلائی کے لئے خرچ کرتا ہے - یہی بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمائی دین یہ ہے کہ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ - یعنی خدا کے حکم کی عظمت دل میں بیٹھی ہو، اور مخلوق خدا کے ساتھ شفقت کا برتاؤ ہو ایسا ہی فرمایا الخلق عیال اللہ فان احبھم الی اللہ انفعھم - یہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، خدا کا پیارا وہ ہے . . . جو اس کے کنبہ یا عیال کی خدمت کرتا ہے -

ہمارا دین کس قدر سہل اور کتنا مفید ہے کہ خدا پر ایمان اور خدا کی مخلوق کے ساتھ شفقت کا برتاؤ ہی اسلام کا خُلاصہ ہے ایک اور صفت بیان فرمائی والذین ھم لفروجھم حافظون بھی فرمایا المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں یا جس کی طاقت اور عہدے و منصب سے دوسرے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچے - وہ تمام طاقتیں جو اس کو حاصل ہیں ان کو وہ خدا کی مخلوق کی خدمت کے لئے صرف کرتا ہو - ایک فساد کی بات بے حیائی ہے - مسلمان بے حیائی کے قریب بھی نہیں جاتا کیونکہ اس سے خدا ناراض ہوتا ہے اور اس کی مخلوق میں دشمنی پیدا ہوتی ہے خون خرابہ ہوتا ہے، فرمایا لا تفسدوا فی الارض تمہارے اعمال ایسے ہونے چاہئیں کہ ان سے فساد پیدا نہ ہو - ایک اور صفت یہ بیان کی والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون - مؤمن کی ایک اور شان یہ ہے کہ وہ امانت دیانت اور قول و قرار کا بڑا پختہ ہوتا ہے ایک عہد ہمارا خدا اور اس کے رسول صلعم سے ہے - جس کا اقرار ہم یوں کرتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ - یعنی ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلیں گے اور نبی کریم صلعم کے ارشادات پر عمل کریں گے - احکاماتِ الٰہی اور ارشادات رسول صلعم کی پابندی سے ہی فلاح نصیب ہوتی ہے محض کلمہ پڑھ لینے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا

مؤمنوں کی ایک اور صفت یہ ارشاد فرمائی والذین علیٰ صلوٰتھم یحافظون شروع سورۃ میں بھی نماز کے بارے میں ارشاد ہوا تھا، یہاں دوبارہ اسی بات کا ذکر ہے یہ تاکید اور تکرار کی بات ہے - جنّت کی زندگی ہی احکام الٰہی کی تعمیل اور تکمیل میں ہے مرنا برحق ہے چاہیئے کہ موت انسان کی زندگی کی فلاح پر شہادت دیتی ہو - فرمایا اولئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس [illegible] جو ان تعلیمات پر کاربند ہو گئے [illegible] کے وارث ہیں - اور اس میں ہمیشہ رہیں گے جس شخص نے اپنی زندگی اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی میں برباد کر لی وہ فلاح نہیں پا سکتا [illegible]

پس چاہیئے کہ ہم وہ طرزِ زندگی اختیار کریں جس کا نقشہ ان ابتدائی آیات میں کھینچا گیا ہے

جناب میاں نصیر احمد فاروقی لاہور ——— (احوالِ دل) ———

جماعت میں رابطہ و تنظیم

مجھے ایک مقامی جماعت کی رابطہ میٹنگ میں شامل ہونے کا موقعہ ملا۔ وہاں علاوہ چائے و خورد و نوش کے کچھ تقاریر بھی ہوئیں جن میں جماعت میں آپس میں ملنے جلنے کے فوائد اور رابطہ کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ یہ ایسے امور ہیں کہ ان کے فائدہ اور اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے حق میں دلائل دینے کی ضرورت ہے۔ سوال یہ ہے کہ کن طریقوں سے اس مفید مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے؟ محض اس کے فوائد بتلانے سے یہ مقصد نہ پہلے حل ہوا اور نہ آئندہ حل ہونے کی اُمید ہے۔ مہینہ یا دو مہینہ کے بعد ایک میٹنگ کر لینا بھی کافی نہیں اور ٹی پارٹی تو اچھی خاصی مہنگی چیز ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی صاحب اتنا خرچ کر سکیں تو اس میں شک نہیں کہ .... لوگ زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اور اس بہانہ اگر وہ کوئی نیک بات سُن جائیں تو یہ سودا مہنگا نہیں۔ مگر سب مقامی جماعتیں ایسے اخراجات باقاعدہ اُٹھا نہیں سکتیں یا کبھی کبھی ہی ایسا کر سکتی ہیں۔ دُور دراز مدّت کے بعد ملنے سے وہ مقصد تو حل نہیں ہوتا۔

اسلام اپنے اندر ایسی مکمل تعلیم اور ہدایت رکھتا ہے کہ مسئلہ زیرِ غور پر بھی اس میں ہدایت موجود ہے۔ سب سے پہلے اور سب سے اہم حکم نماز جمعہ کا ہے جو ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس طرح ہفتہ میں ایک بار تمام جماعت کا ایک جگہ جمع ہونا ضروری ہے اور خطبۂ جمعہ سے پہلے مسجد میں دو سنت نماز پڑھ کر خطبۂ جمعہ کو خاموشی سے سننے کا حکم ہے۔ نماز جمعہ کے لئے تمام کام کاج چھوڑ کر آنے کا حکم ہے۔ دفاتر اور ملازمتوں میں جمعہ کے لئے وقت پر چھٹی ہو جاتی ہے اس لئے یہ عذر اب کسی کا سُنا نہیں جا سکتا۔ تاجر لوگ اور صنعتکار اپنے وقت کے خود مالک ہوتے ہیں۔ ان کے لئے دکان کو بند کرنا یا صنعت کو دو گھنٹہ بند کرنا مالی طور پر کچھ نقصان کا باعث ہو سکتا ہے اسی لئے سورۃ جمعہ میں اگرچہ مسلمان مخاطب ہیں مگر بیع کرنے والوں کا نام لے کر مخاطب کیا گیا ہے، اگر وہ اپنا کچھ حرج بطور قربانی کر لیں تو اللہ تعالےٰ نے وہیں فرمایا ہے کہ وہ خیر الرّازقین ہے۔ خطبہ جمعہ میں جہاں روحانی رزق ملتا ہے جس کے بغیر رُوحِ انسانی اسی طرح کمزور ہوتی ہوتی مر جاتی ہے جس طرح جسمِ انسانی رزق کے بغیر کمزور ہو کر مر جاتا ہے وہاں الفاظ خیر الرّازقین میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر کوئی اپنے دنیاوی رزق کا یہ تھوڑا سا حرج کر لے تو اللہ تعالےٰ دوسرے اوقات میں اُسے بڑھ چڑھ کر دنیاوی رزق بھی دے سکتا ہے۔ خود ہماری جماعت میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ جن تاجروں یا صنعتکاروں نے نماز جمعہ کے لئے اپنا حرج کیا اللہ تعالےٰ نے انہیں دنیاوی رزق بھی بڑھ چڑھ کر دیا۔

سورۃ جمعہ کے ہی شروع میں ذکر ہے کہ کس طرح قرآن کریم کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم نے جو خود بھی اُمّی تھے اپنی اُمّی قوم کو علم و حکمت سکھائی اور ان کا تزکیہ کیا۔ اس لئے قرآن کریم کے درس و تدریس کی بھی ضرورت اسی سورۃ سے اور قرآن کریم کی دوسری جگہوں سے ثابت ہے۔ قرآن کریم کا درس ہماری جماعت کی ایک نمایاں خصوصیت ہوتی تھی اور اسی کی برکت سے ہماری جماعت میں وہ باتیں پیدا ہو گئیں جو اب کم ہوتی نظر آتی ہیں۔ اس لئے درس قرآن کریم وہ بابرکت چیز ہے جسے ہر مقامی جماعت میں رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ روزانہ ہو تو سبحان اللہ ورنہ ہفتہ میں دو تین بار تو آسانی سے اس کے لئے صبح یا شام کو وقت نکل سکتا ہے۔ درس قرآن کریم کے لئے کسی عالم فاضل یا مبلّغ کی ضرورت نہیں۔ دیکھو قرآن کریم نے خود توجہ دلائی ہے کہ آنحضرت صلعم خود اُمّی تھے۔ آپؐ کا بے نظیر علم و حکمت بھی قرآن کریم کی معرفت کی وجہ سے تھا۔ حضرت امیر مرحوم نے بیان القرآن اور انگریزی تفسیر لکھ کر درس و تدریس کا کام ہمارے لئے آسان کر دیا ہے۔ یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ میں بمبئی میں کلکٹر تھا۔ حضرت امیر مرحوم و مغفور کے بڑے فرزند مسٹر محمد احمد میرے پاس اپنی ملازمت کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ مجھے حضرت امیر مرحوم نے لکھا کہ آپ محمد احمد کو قرآن کریم پڑھائیں۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ مجھے تو ابھی خود قرآن کریم سیکھنا ہے میں کیا پڑھا سکوں گا؟! حضرت مرحوم نے جواب میں لکھا "اگر آپ خود قرآن سیکھنا چاہتے ہیں تو بھی قرآن کریم پڑھانا شروع کر دیں"۔ اس وقت تو مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی میں نے ادباً اس حکم کی تعمیل کی مگر میں نے دیکھا کہ میں نے قرآن کریم پڑھانے کے ذریعہ سے ہی قرآن کریم سیکھا اور بعد میں خود قرآن کریم سے یہ نکتہ حل ہوا کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ثمّ انّ علینا بیانہ یعنے قرآن کریم کو بیان کرنا یعنے اس کے معانی اور معارف کو کھولنا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ سبحان اللہ العظیم کہ میں نے اس آیت کریمہ کی سچائی کو خود آزما کر دیکھا ہے۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جن صاحبوں کو میں نے اس بات پر زور دیتے دیکھا ہے کہ ہماری جماعت میں آپس میں ملنا جُلنا کم ہے اور اسے بڑھانا چاہیئے اُن میں سے سوائے چند کے باقی کے وہ دوست ہیں جو نہ تو نماز جمعہ میں آتے ہیں اور نہ ہی درس قرآن کریم میں۔ کوئی نہ کوئی عذر ان کا ضرور ہو گا۔ اگر کسی اپنے ذاتی کام یا آرام یا وقت کے ہرج یا کچھ خرچ ہونے کا عذر ہو تو میں کہوں گا کہ قربانی دیئے بغیر ثواب کہاں مل سکتا ہے؟! یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے۔ آج نہیں تو کل ہم نے مر کر آگے جانا ہے۔ وہاں کی بھی کوئی فکر کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم قرآن کریم کے اس الزام کے نیچے آ جائیں کہ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والاخرۃ خیرٌ و ابقیٰ یعنے تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے۔

یہاں میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ بیوی بچوں کو بھی نماز جمعہ اور درس قرآن کریم میں لانا ضروری ہے۔ قرآن کریم کے فرمودہ انذر عشیرتک الاقربین سے صاف ظاہر ہے کہ ہر انسان پر فرض ہے کہ اپنے بیوی بچوں اور دوسرے رشتہ داروں کو بھی ہدایت کی طرف بلائے۔ اسی طرح حضرت لقمان کے واقعہ میں بھی قرآن نے بتایا ہے کہ جب حضرت لقمان کو نبوّت ملی تو سب سے پہلے انہوں نے اپنے بیٹے کو وعظ اور نصیحت کی۔ قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرمایا وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا لا نسئلک رزقاً نحن نرزقک (ترجمہ: اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور خود بھی اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔ ہم تم سے رزق نہیں مانگتے۔ ہم تجھے رزق دیتے ہیں) جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان کے جسم کو رزق کی ضرورت ہے انسان کی رُوح کو بھی ہے اور رُوح کا رزق نماز میں ہے اور نماز کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ انسان کو رُوحانی رزق دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں جس طرح جسمانی رزق خدا انسان کو دیتا ہے انسان خدا کو نہیں دیتا اسی طرح روحانی رزق بھی خدا ہی دیتا ہے۔ تو جس طرح تم اپنے اہل و عیال کے جسموں کو پالنے کی فکر کرتے ہو ان کی رُوحوں کے رزق کی بھی فکر کرو۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس آیت میں اہل کو نماز کے حکم کا ذکر پہلے ہے خود نماز پر قائم ہونے کا بعد میں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں تک جسمانی رزق کا سوال ہے ہر انسان اپنی کمائی میں ترجیح اپنے بیوی بچوں کو دیتا ہے یعنی اپنی کمائی کا اکثر حصہ ان کے اُوپر خرچ کرتا ہے اور تھوڑا حصہ اپنے اُوپر۔ فرمایا اسی طرح ان کے رُوحانی رزق کی بھی فکر کرو مگر تم خود نماز پر مضبوطی سے قائم ہو کر ان کے لئے نیک نمونہ بنو تبھی تمہارے کہنے میں اثر ہو گا ورنہ نہیں۔ حدیث شریف میں بھی حکم ہے کہ اللہ کی بندیوں کو یعنے عورتوں کو مسجد میں آنے سے مت روکو اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں جمعہ اور دوسری دینی محفلوں کے علاوہ نماز پنجگانہ میں بھی عورتیں شامل ہوتی تھیں۔ اور بچوں کے نازک دلوں پر بچپن میں جو اثر پڑ جائے وہ ساری عمر نہیں جاتا۔ مجھے یاد ہے کہ والد مرحوم (ڈاکٹر بشارت احمد صاحب) نماز جمعہ اور درسِ قرآن میں مجھے باقاعدہ اپنے ساتھ لے جاتے تھے میں اتنا چھوٹا ہوتا تھا کہ مجھے سمجھ بھی نہیں آتا تھا کہ درس قرآن میں کیا بتایا جا رہا ہے اور میں درس میں جو شام کو ہوتا تھا سو بھی جایا کرتا تھا۔ مگر اس وقت کا قرآن کا اثر کچھ ایسا پڑ گیا کہ دنیا کے دھندوں اور مصروفیتوں اور دیگر کششوں نے اسے مٹانے میں کامیابی حاصل نہیں کی۔

جمعہ اور درس قرآن میں حاضری کا یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی دوست بیمار یا مصیبت

(باقی برصفحہ کالم ۲)

مرزا محمد عباس صاحب ایڈووکیٹ لاہور

امن وسلامتی کے لئے اسلامی طریقِ عمل

امن عامہ اور تحفظ کرّہ ارض کی تمام مخلوق کا بنیادی مطالبہ اور حق ہے اور بنی نوع انسان کی فلاح کا کل انحصار اسی پر ہے۔ انسانی معاملات اور بود و باش میں ان لوازم کا فقدان، اضطراب۔ عدم استحکام۔ بدگمانی تصادم۔ تباہی اور ہلاکت ہوتا جا رہا ہے۔ دنیا کے کئی خطوں میں باہمی کشمکش اور زور آزمائی ایک عجیب تصادم کی شکل اختیار کر رہی ہے۔ یہ صورت حال ایک مایوسانہ الجھن پیدا کرتی ہے۔ ان حالات میں مطلوب امن وسلامتی کے قیام کی امید کم ہے یا مطلق نہیں۔

ایسا کیوں؟ نسل انسانی سے ایسی کیا غلطی سرزد ہوئی کہ ...... وہ اپنے مسلک سے ہٹ کر کسی غلط موڑ پر پہنچ گئی جس سے حالیہ اندوہناک صورتِ حال پیدا ہو گئی ہے۔

آج کی دنیا اندازاً دو متحارب گروہوں میں منقسم ہے۔ ایک نظریۂ اشتراکیت سے اثر پذیر ہے دوسرے پر سرمایہ داری نظام کا غلبہ ہے۔ لیکن ہر دو کا مطمحِ نظر اور شعار خالص مادہ پرستانہ ہے۔ چنانچہ موجودہ گرم اور سرد جنگ اور دیگری کشمکش دراصل اسی تفرقہ کا نتیجہ ہے۔

اگر دنیائے اسلام کو اس عصبیت کے چنگل سے بچانا ہے اور تمام دنیا کو ایک مامون منزل کی راہ دکھانی ہے تو دنیا بھر کے عوام کو ذہن نشین کرانا ہوگا کہ اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ طاقتوں کے علاوہ اسلام کی ذی اقتدار قوت بھی دنیا میں موجود ہے۔

...... ہر دو نظریات کے تناسب باطنی کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ ان اسباب کا مختصراً حوالہ دیا جائے کہ ان کا دخل انسانی معاشرہ میں کیونکر ہوا۔ زمانہ ماضی میں لوگ باہم مل جل کر رفاع عامہ کے لئے کام کرتے تھے کیونکہ وہ اسی میں اپنی بہبودی اور تحفظ خیال کرتے تھے پھر جوں جوں سرمایہ چند ہاتھوں میں منجمد ہوتا گیا جائداد اور ملکیت کا تصور بڑھتا گیا۔ بالآخر غالب دولتمندوں کی غلط کاریاں اور استحصال سرمایہ داری سے منافرت اور عناد کا سبب بنیں اور اشتراکیت نے جنم لیا۔

اس جدید دور میں قدرتی وسائل سے استفادہ کے ذرائع۔ ذرائع نقل وحرکت میں حیرت انگیز ترقی۔ کثیر المقدار پیداوار کے ترقی پذیر اقسام صنعت وحرفت اور تجارت نے بہت ...... غربت اور امارت کے درمیان ...... کر دیا۔ ...... کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرمایہ دار اور محنت کش عوام کے مابین منافرت اور انتقام کی دیوار کھڑی ہو گئی۔

میرا مقصد سرمایہ داری نظام یا اشتراکیت کی ارتقائی واقعہ نگاری کرنا نہیں یہاں اتنا اظہار کافی ہوگا کہ ہر دو کے درمیان بغض اور عناد تیزی سے پرورش پا رہا ہے۔ اول الذکر نے روحانی اقدار کی اہمیت کم کر دیا ہے مؤخر الذکر نے خالق بلند و برتر کے وجود کو تسلیم کرنے سے یکسر انکار کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اس پر ایمان ...... کا ...... یہ اسلامی عقیدہ کی بنیاد ہے۔

انسان کے ساختہ قوانین جو ...... قوانین سازی کے ذریعہ صادر ہوتے ہیں ...... ان کے سوا کسی کے ساختہ ...... نہیں ہوتے وہ قوانین خطا پر مبنی ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں کیونکہ وہاں مشیت ایزدی کا دخل نہیں ہوتا اور ہمیشہ ارباب اقتدار و اختیار کے مزاجوں اور خواہشوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں

دوسرا لازمی جزو جو امن وتحفظ کے لئے ضروری ہے وہ انسانی اخوت کے مضبوط رشتہ کا قیام ہے۔ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بلا امتیاز نسل و رنگ انسانی برادری کے احترام کا سبق دیتا ہے۔ یہی وہ جذبۂ التفات و رواداری ہے جو دوسرے اسلامی عقائد کی طرف راغب کرتا ہے۔ جس کا مقصد اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور احترام کرنا ہے۔ اسلام کا یہ حقیقت پسند اور مسلّم نظریہ ...... دنیا کے کسی دیگر مذہب کے جملہ اعتقادات میں شامل نہیں ہے۔ اور یہی ایمان بنی نوع انسان میں جذبۂ اتحاد ...... بن کر ابھرتا ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت ......

سے یہ ہمارے لئے باعث عزت اور سعادت ہے کہ ہم دنیا پر ثابت کر دیں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے اور ایسے نظریہ کا ...... ہے جو ...... امن وسلامتی برقرار رکھنے پر قادر ہے کوئی بھی دیگر نظریہ ایسے ...... نہیں ہے۔ اسلام اور ...... اسلام ہی عملی میانہ روی اور اعتدال کی نشاندہی کرتا ہے جس میں سرمایہ داری نظام اور اشتراکی تقاضوں کے رد عمل موجود ...... ہدایت اور ...... کی ...... کے افراد ...... کہ ہر دو کا ایک خوشگوار قابل قبول اختلاط پیش کر سکتا ہے۔

اب ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا ہوگا کہ کیا نسل انسانی کے امن وتحفظ سے متعلق مسائل محض اللہ تعالیٰ کے وجود اور رسالت پر ایمان کے تسلیم واقرار سے خود بخود حل ہو سکتے ہیں؟

اس سوال کے جواب کا انحصار اس امر پر ہے کہ تابعین مذہب بالعموم اور مسلمان بالخصوص مذہبی تعلیم کو کس حد تک عملی جامہ پہناتے ہیں۔

قرارداد تعزیت

جماعت احمدیہ لائل پور کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت محترم میاں مسعود احمد صاحب منعقد ہوا جس میں میاں بشیر احمد شیخ مرحوم ملزا و ...... پسر شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب کی اہلیہ محترمہ (دختر شیخ میاں محمد صاحب لائل پوری و والدہ محترم میاں رفیق احمد صاحب) کی وفات حسرت آیات پر ایک تعزیتی قرارداد منظور کی گئی جس میں مرحومہ کے جملہ بھائیوں محترم میاں ...... صاحب، محترم میاں ظہور احمد صاحب، محترم میاں فضل احمد صاحب، محترم میاں رشید احمد صاحب اور محترم میاں حمید احمد صاحب کے علاوہ محترم میاں رفیق احمد صاحب اور خاندان کے جملہ احباب، لواحقین و پسماندگان سے گہرے رنج وغم اور ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ مرحومہ بڑی دیندار اور سلسلہ احمدیہ کی ہمدرد و جان نثار خاتون تھیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

اجلاس میں ملک کندن خاں صاحب مرحوم کی وفات پر بھی گہرے رنج وغم اور پسماندگان و لواحقین سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ (ملک نذر حسین سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور)

جماعت میں رابطہ وتنظیم

(بسلسلہ صفحہ ۲)

میں ہو تو اس کی خبر بھی ہو جاتی ہے میری آخری تجویز یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ یا درس قرآن میں کوئی دوست نہ آ سکیں تو ہر مقامی جماعت میں کسی دو صاحبان کے ذمہ یہ کام ہونا چاہیئے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھیں کہ وہ کیوں نہ آ سکے۔ تاکہ اگر وہ صاحب بیمار ہوں یا کسی مصیبت میں ہوں تو ان کی مدد کی جا سکے اور اگر محض سستی کی وجہ سے نہ آ سکے ہوں تو انہیں یاد دہانی ہو جائے گی اور وہ شرمندہ ہو کر آنا شروع کر دیں گے۔ اس طریق میں نرمی اور محبت سے پیش آنا ضروری ہے۔ ہماری جماعت کا ایک حصہ محض جمعہ میں یا دوسرے قومی کاموں میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو گیا ہے اس لئے اوپر کی معروضات جو میں نے پیش کی ہیں ان پر فوری عمل کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم کل کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکیں گے۔

سالانہ انتخاب

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا سالانہ انتخاب محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی زیر نگرانی ۲۲ مارچ کو عمل میں آیا۔ عہدیداران ذیل برائے سال ۶۳-۱۹۶۴ بلا مقابلہ منتخب ہوئے: صدر۔ صادق نور صاحب، نائب صدر۔ ایم، ایس، چوہدری، ایم اے: جنرل سیکرٹری: مرزا رشید احمد صاحب، اسسٹنٹ سیکرٹری: خواجہ عبداللطیف صاحب، سیکرٹری ......

لاہور میں یوم مولانا نورالدینؒ

۲۳ مارچ۔ بروز جمعہ جامع احمدیہ لاہور میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام حضرت مولانا نورالدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ایک تقریب منعقد ہوئی، اکابر سلسلہ نے تقاریر کیں، حضرت مولاناؒ کی کتب و تحریرات، مکتوبات اور دیگر اشیاء کی نمائش بھی ہوئی۔

مفصل رپورٹ پیغام صلح کے نورالدین اعظمؒ نمبر میں نذر قارئین کرام ہوگی۔

علی محمد ماجی صاحب - لائل پور

وحی کی حقیقت

اور جناب پرویز صاحب کے فکرِ وحی پر طائرانہ نظر

(۲)

"جناب پرویز صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ واردات و مکاشفات انسان کی اپنی کسب و ہنر کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ از قبیل وحی نہیں ہوتے۔ یہ صرف انسان کی بعض مضمر صلاحیتوں کی نشوونما ہے جو ایک خاص ممارست سے ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے نہ کسی خاص عقیدہ کی ضرورت ہے نہ کسی مذہب کی"۔ یہ غلط فہمی انہیں اسلئے ہوئی ہے کہ وہ اس کوچہ میں صاحب تجربہ نہیں ہیں۔ ورنہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض سچے الہام ہوتے ہیں لیکن ان کو خدا تعالےٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں اور اس روشنی سے ان کو ایک ذرہ حصہ نہیں ملتا جو اہلِ تعلق باللہ پاتے ہیں۔ حضرت امام وقت سیدنا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اسی باب میں اپنی معرکۃ الآراء کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱ پر تحریر فرمایا ہے کہ:-

"کسی شخص کا محض سچی خوابوں کا دیکھنا یا بعض سچے الہامات کا مشاہدہ کرنا یہ امر اس کے کسی کمال پر دلیل نہیں ہے .... بلکہ یہ صرف دماغی بناوٹ کا ایک نتیجہ ہے۔ اسی وجہ سے اس میں نیک یا راستباز ہونے کی شرط نہیں اور نہ مومن اور مسلمان ہونا اس کے لئے ضروری ہے۔ اور جس طرح محض دماغی بناوٹ کی وجہ سے بعض سچی خوابیں آجاتی ہیں یا الہام کے رنگ میں کچھ معلوم ہو جاتا ہے، اسی طرح دماغی بناوٹ کی وجہ سے بعض کی طبیعت معارف اور حقائق سے مناسبت رکھتی ہے اور لطیف لطیف باتیں ان کو سوجھتی ہیں لیکن دراصل وہ وہ لوگ اس حدیث کا مصداق ہوتے ہیں کہ امن شعرہ وکفر قلبہ - یعنی اس کا شعر ایمان لایا مگر اس کا دل کافر ہے۔ اس لئے صادق کو شناخت کرنا ہر ایک سادہ لوح کا کام نہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

اس کوچہ میں تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اول وہ لوگ جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض سچے الہامات ہوتے ہیں لیکن ان کا اللہ تعالےٰ سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی تعلق نہیں ہوتا۔ پرویز صاحب اسی طائفہ کی بات کرتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

دوم وہ لوگ جن کو بعض اوقات سچی خوابیں یا سچے الہامات ہوتے ہیں اور ان کا خدا تعالےٰ سے کچھ تعلق ہوتا ہے مگر بڑا تعلق نہیں ہوتا۔ سوم وہ لوگ جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں اور کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ انکو حاصل ہوتا ہے"۔ اس تیسرے گروہ کی دیگر بہت سی دوسری علامات کے علاوہ ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ:-

"خدائے کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً ان کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے جو الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک نور اس کے ساتھ ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے اور بسا اوقات اور اکثر اور اغلب طور پر وہ کلام کسی زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے اور اسکی پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع اور عالمگیر ہوتا ہے۔ اور وہ پیشگوئیاں باعتبار کیفیت بے نظیر ہوتی ہیں۔ کوئی ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا اور ہیبت الٰہی ان میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور قدرت تامہ کی وجہ سے خدا کا چہرہ اُن میں نظر آتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۵)

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر صرف ایک الہام حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا ملاحظہ ہو۔ تحریک پاکستان اور نظریۂ پاکستان کا تصور اور وجود تک موجود نہ تھا جب مجدد وقت نے خدا تعالےٰ سے الہام پا کر لکھا کہ:-

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"۔ (فتح اسلام ص ۳۳ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ دنیا بھر میں اکثر و بیشتر ممالک اس الہام کے بعد آزاد ہوئے یا کئی ایک نئی مُسلم ریاستیں معرض وجود میں آئیں۔ صرف اسی ایک الہام کے مختلف پہلوؤں پر سینکڑوں صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں پر یہ تحریر کر دینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جناب پرویز صاحب کے فکری پیر و مُرشد جناب سر سید احمد خاں صاحب کے جواب میں حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد قادیانی نے کیفیت وحی کے بارہ میں اپنا مشاہدہ اور ذاتی تجربہ آج سے اسی سال قبل یعنی ۱۲ اپریل ۱۸۹۳ء کو تحریر فرمایا تھا جو درج ذیل ہے:-

"اگر سید صاحب لکھنے کے وقت کسی صاحب حال سے پوچھ لیتے کہ وحی اللہ کیا شئے ہے اور کیونکر نازل ہوتی ہے تو تب کبھی اس لغزش سے بچ جاتے۔ اس ٹھوکر سے سید صاحب نے ایک جماعت کثیرہ مسلمانوں کو تباہ کر دیا اور قریب قریب الحاد اور دہریت کے پہنچا دیا۔ اور وحی نبوت کی عزت کو کھو کر اس کی فطرتی ملکہ تک محدود کر دیا جس میں کافر اور بے ایمان بھی شریک ہیں۔

اس وقت میں محض للہ اپنی شہادت سید صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ شاید خدا تعالےٰ ان پر فضل کرے۔ سو اے عزیز سید! مجھے اس اللہ جلشانہٗ کی قسم ہے کہ یہ بات واقعی صحیح ہے کہ وحی آسمان سے دل پر ایسے گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاعیں دیوار پر۔ میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ مکالمہ الٰہیہ کا وقت آتا ہے تو اول یک دفعہ مجھ پر ایک ربودگی طاری ہوتی ہے۔ تب میں ایک تبدیل یافتہ چیز کی مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور ہوش گو بگفتن باقی ہوتا ہے مگر اس وقت میں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاقت نے میرے تمام وجود کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے اور اس وقت احساس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اس کے ہاتھ میں ہیں اور جو کچھ میرا ہے اب وہ میرا نہیں بلکہ اس کا ہے جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس وقت سب سے پہلے خدا تعالےٰ دل کے ان خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اس کو منظور ہوتا ہے۔ تب ایک عجیب کیفیت سے وہ خیالات یکے بعد دیگرے نظر کے سامنے آتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال مثلاً زید کی نسبت دل میں آیا کہ وہ فلاں مرض سے صحت یاب ہوگا یا نہ ہوگا تو جھٹ اس پر ایک ٹکڑہ کلام الٰہی کا ایک شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اس کے گرنے کے ساتھ تمام بدن ہل جاتا ہے پھر وہ مقدمہ طے ہو کر دوسرا خیال سامنے آتا ہے۔ اُدھر وہ خیال نظر کے سامنے کھڑا ہوا اور اِدھر ساتھ ہی ایک ٹکڑا الہام کا اس پر گرا جیسا کہ ایک تیر انداز ہر یک شکار کے نکلنے پر تیر مارتا جاتا ہے۔ اور عین اس وقت میں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ خیالات کا ہماری ملکہ فطرت سے پیدا ہوتا ہے اور کلام جو اس پر گرتا ہے وہ اُوپر سے نازل ہوتا ہے۔ اگرچہ شعراء وغیرہ کو بھی سوچنے کے بعد القاء ہوتا ہے۔ مگر اس وحی کو اس سے مناسبت دینا سخت بے تمیزی ہے کیونکہ وہ القاء خوض اور فکر کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اور ہوش و حواس کی قائمی اور انسانیت کی حدمیں رہنے کی حالت میں ظہور کرتا ہے لیکن یہ القاء صرف اُس وقت ہوتا ہے کہ جب انسان اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالےٰ کے تصرف میں آجاتا ہے۔ اور اپنا ہوش اور اپنا خوض کسی طور سے اس میں دخل نہیں رکھتا اس وقت زبان ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا یہ اپنی زبان نہیں اور ایک دوسری زبردست طاقت اس سے کام لے رہی ہے اور یہ صورت جو میں نے بیان کی ہے اس سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ فطرتی سلسلہ کیا چیز ہے اور آسمان سے کیا نازل ہوتا ہے بالآخر میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ اس منحوس نیچریت کو مسلمانوں کے دلوں سے ایسا دھو دیوے کہ کوئی داغ اس کا باقی نہ رہے کیونکہ اسلام کی برکتیں جس آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں وہ آنکھ تب تک نہیں کھُلے گی جب تک کہ یہ دخان آنکھ سے دُور اور رفع نہیں ہوگا"۔

وہ نادان جو کہتا ہے.. در بند ہے
نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
نہیں عقل اس کو نہ کچھ غور ہے
اگر وید ہے یا کوئی اور ہے
طلبگار ہو جائیں اس کے تباہ
وہ مر جائیں دیکھیں اگر بند راہ
نہ جانا کہ الہام ہے کیمیا
اسی سے تو ملتا ہے گنج لقا

(حضرت مسیح موعودؑ)

● رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
● تار کا پتہ: ● "تبلیغ" لاہور
سالانہ: ● پاک و ہند سے — آٹھ روپے ● بیرونی ممالک سے — ایک پونڈ
چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش ۔ مدیر۔ دوست محمد ۔ مدیر معاون۔ بشیر احمد سوتہ ایم اے

جلد ٦٠ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ۔ مطابق ۴ اپریل ۱۹۷۳ء | نمبر ۱۴

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔"
"لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دُوں گا۔"
(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانامؐ
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجدّدینِ اُمّت کو ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔
۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحادِ ملّت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

بحرِ حکمت کے موتی

تکیہ لگا کر نہ کھایا جائے

عن ابی جحیفۃ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لرجل عندہ لا اکل و انا متکئ۔ (حدیث نبوی)

ترجمہ:—

حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا آپؐ نے ایک شخص سے جو آپؐ کے پاس تھا فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:- یعنی کھانا سیدھا بیٹھ کر کھانا چاہیئے تکیہ لگا کر کھانا کھانا صحت کے لئے بھی مضر ہے۔

(۲) عن ابی امامۃ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من طعامہ وقال مرّۃً اذا رفع مائدتہٗ قال الحمد للہ الذی کفانا و اروانا غیر مکفیٍّ ولا مکفورٍ وقال مرّۃً الحمد للہ ربّنا غیر مکفیٍّ ولا مودّعٍ ولا مستغنیً ربّنا۔

ترجمہ:—

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوئے اور کبھی کہا کہ جب اپنا دسترخوان اُٹھا دیتے تو کہتے الحمد للہ الخ اللہ کی تعریف ہے جس نے ہمیں کافی دیا اور ہمیں سیراب کیا جس کا فضل اور انعام رَدّ نہیں کیا جاتا اور جس کی ناشکری نہیں کی جاتی اور کبھی کہا کہ سب ص۴

ص۴ تعریف اللہ ہمارے ربّ کی ہے جس کا انعام رَدّ نہیں کیا جاتا اور نہ وہ ایسا ہے کہ اس کی طلب کو چھوڑا جائے اور نہ وہ ایسا ہے کہ آئندہ اس کی حاجت نہ رہے۔

نوٹ: از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:- اور بھی دعائیں بعض دوسری احادیث میں ہیں مثلاً ابو داؤد میں ہے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ (فضل الباری)

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے

اے بھائیو! میں اللہ جلّشانہ سے الہام دیا گیا ہوں اور علومِ ولایت میں سے مجھے علم عطا ہوا ہے۔ پھر میں صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا۔ تا اس اُمّت کے دین کی تجدید کروں اور ایک حَکَم بن کر ان کے اختلافات کو درمیان سے اُٹھاؤں اور صلیب کو آسمانی نشانوں کے ساتھ توڑوں اور قوّتِ الٰہی سے زمین میں تبدیلی پیدا کردوں اور اللہ تعالٰے نے الہام صریح اور وحی صحیح سے مجھے مسیح موعود اور مہدی معہود کے نام سے پُکارا......اور اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالٰے نے اپنے ہاتھ سے رکھی اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بے ہُودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کے ملانے والے اور خدا تعالٰے اُمّتِ وسط کے لئے بَین بَین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن کریم لایا تھا جو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھائی تھی وہی بات جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے ہیں یہی ہوگا ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے....

آخر سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پُورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چُکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خُون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلّتیں قبول نہ کریں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالٰے آپ سے چاہتا ہے۔

(فتح اسلام)

آپ کے خطوط

جماعت کے استحکام اور ترقی کے لئے تجاویز

{گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر محترم محمد عبداللہ صاحب مبلغ اسلام نے امریکہ سے احباب کے نام ایک پیغام بھیجا جس کا متن درج ذیل ہے۔}

بزرگانِ سلسلہ و احبابِ ملت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس عظیم الشان اجتماع کے موقعہ پر جبکہ آپ ملک کے مختلف گوشوں سے سفر کی تکالیف برداشت کر کے محض للہ جمع ہوئے ہیں، آپ کو مبارک باد عرض کرتا ہوں۔ خداوند کریم آپ کو مرکز کے مختصر قیام کے دوران میں اسلام کے لئے قربانی کرنے اور آئندہ سال کا لائحہ عمل تیار کرنے کی بیش از بیش توفیق عطا فرماوے۔

۱۹۷۲ء کا سال ہمارے لئے رنج اور مصیبت کا سال تھا۔ اس سال کے دوران میں ہمارے نوّے ہزار مجاہد ۔۔۔۔ قید و بند کا شکار بنے رہے ہیں، اور معلوم نہیں کہ ان کی کب رہائی ہو۔ اس کے علاوہ ہماری جماعت کی چند معزز اور قیمتی ہستیاں ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئی ہیں۔ مولانا میرزا ولی احمد بیگ جنہوں نے انڈونیشیا میں مذہبی انقلاب پیدا کر دیا تھا اور ان کی انتھک کوششوں سے انڈونیشیا کے ہزاروں مسلمان عیسائیت کے دام تزویر میں آنے سے بچ گئے تھے، وہ اپنے مولا کریم سے جا ملے۔ مکرم چوہدری محمد حسن چیمہ کے بھائی جو جماعت کے معزز اور قیمتی ممبر تھے، وہ ایک بھاری خلا پیدا کر کے رخصت ہو چکے ہیں۔ ابھی چودھری صاحب کے دل پر اس صدمۂ عظیم کا زخم تازہ ہی تھا کہ آپ کا عزیز اور قابلِ قدر فرزند بھی ہم سب کو داغِ جدائی دے گیا۔ ضلع ساہیوال کے چودھری بشیر احمد مرحوم اور کرنل سید بشیر حسین مرحوم نہایت ہی قیمتی وجود تھے اور جماعت اور اسلام کے پروانے تھے۔ وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ اسی طرح کئی ایک اور قیمتی ہستیاں جن کے اسمائے گرامی مجھے اس وقت یاد نہیں ہیں، ہمیں داغِ مفارقت دے گئی ہیں۔ خداوند کریم ان سب کو غریق رحمت کرے اور ان کا نعم البدل جماعت کو عطا فرمائے۔

اس جلسہ پر یہ عاجز کوئی خاص پیغام بھیجنے کے لائق نہیں ہے۔ یہاں کی مختلف جماعتوں کی قربانیوں کو دیکھ کر دل یہی چاہتا ہے کہ میں آپ خواتین و احباب کو مالی اور روحانی قربانیوں کی طرف توجہ دلاؤں۔ جب تک یہ جذبہ ہمارے اندر کما حقہ پیدا نہ ہو گا ہم اپنے نصب العین میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

زرِ مبادلہ کی مشکلات کی وجہ سے انجمن اس قابل نہیں ہے کہ وہ بیرونی مشنوں کی مالی امداد کر سکے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ جماعت کی تعلیمی، دینی اور دنیاوی ترقی کے لئے اپنے مالوں کو پیش کرنے کے لئے رک جاویں۔ اس سال آپ نے راولپنڈی میں ایک عظیم الشان عمارت اپنی جماعت کے لئے تیار کی ہے۔ اسی طرح کوشش کریں کہ آپ دوسرے مقامات پر اسی قسم کی عمارتیں تعمیر کریں، تا کہ آپ کی جماعت کا وقار قائم ہو اور آپ کے بچے اپنے مرکز میں مذہبی تعلیم اور تربیت حاصل کریں۔

بیرونی ممالک کے مشنوں کی آپ لٹریچر کے ذریعہ امداد کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے ایک ماڈرن پریس کی ضرورت ہے۔ جہاں سے ہزاروں کی تعداد میں ہر سال کتب اور رسائل شائع ہوں۔ اور ان کو واجبی قیمت پر یا مفت تقسیم کرنے کا انتظام کیا جاوے۔ پریس کو کامیاب کرنے کے لئے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جاوے جو مصنفین کا ہو۔ اور ایسے اہلِ قلم علماء کی خدمات حاصل کی جاویں، جو کتابوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں کر سکیں۔ ان میں ایک ایڈیٹوریل بورڈ ہو جو نہ صرف اخبار لائٹ اور اسلامک ریویو کے لئے مضامین تیار کرے، بلکہ ان مضامین کو ہر ہفتہ ہمارے ان مشنوں کو بھیجا جاوے، جو اخبار جاری کر رہے ہوں یا جاری کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اگر ماڈرن کمپوزنگ مشینیں ہوں، تو ان مضامین کو مرکز میں کمپوز کر کے بیرونی مشنوں کو بھیجا جا سکتا ہے۔ اس طریق عمل سے آپ دنیا کے مذہبی میدان میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر انجمن اس کی ذمہ داری لے لے تو ہم یہاں امریکہ میں آسانی سے دس ہزار ہفتہ وار یا ماہوار اخبار جاری کر سکتے ہیں۔

ربوائی قصرِ خلافت کے لیل و نہار

کچھ عرصہ سے جناب مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ ربوہ پر یہ وہم سوار ہے کہ عنقریب دنیا میں ایک عالمگیر تباہی آنے والی ہے۔ اس میں ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اس دوسرے عذاب سے بچنے کے لئے قوم کو دس ہزار گھوڑے پالنے کا حکم دیا ہے۔ جب حکم مریدانِ باصفا تک پہنچا، تو انہوں نے وہ حدیثیں بیان کرنی شروع کر دیں کہ دیکھو جہاد کے لئے جو گھوڑا تیار کیا جاوے گا اس کی لید بھی متبرک ہوتی ہے اور وہ جنت کی کنجی ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں سوچتا کہ جب اتنی عالمگیر تباہی آئے گی، تو کیا گھوڑے بچ جائیں گے!

اصل بات یہ ہے کہ جب نام نہاد پیروں کے پاس بغیر محنت کے دولت اکٹھی ہو جاتی ہے۔ پھر اس کو کسی نہ کسی رنگ میں خرچ تو کرنا ہوا۔ اگر عوام کالانعام کو جنت و دوزخ کے چکر میں مبتلا رکھا جاوے تو اس دولت کا ہضم کرنا آسان ہوتا ہے۔ خلیفہ صاحب ربوہ جو کہ ماشاء اللہ واجبی سوجھ بوجھ کے مالک ہیں ان کے ایک پڑھے لکھے مرید نے جلسہ سالانہ کی تقریر سن کر تقریباً سات آدمیوں کی موجودگی میں کہا کہ سب سے پھسپھسی بے ربط، معنی سے معرّیٰ تقریر خلیفہ صاحب کی تھی۔

وہ گاہے گاہے قوم کو یہ مژدہ سناتے رہتے ہیں کہ یہ خلافتِ راشدہ ہے اور پہلی خلافت تو تیس سال کے بعد ختم ہو گئی تھی۔ یہ قیامت تک جاری رہے گی۔ افسوس تو ان علماء پر ہے جو تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھتے ہیں کہ کیا خلافتِ راشدہ ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسی یہ ۔۔۔۔ خلافت ہے۔ لیکن وہ بے چارے کیا کریں۔ سارا پیٹ کا چکر ہے۔ خوب کہا ملک محمد جعفر نے کہ مجھے ذاتی طور پر ان علماء کا علم ہے جو ربوائی نظام میں رہتے ہوئے اس سے نالاں ہیں۔ اور ان کے وہ عقائد نہیں جو کہ لوگوں میں بیان کرتے ہیں۔ لیکن میں ان کے نام عمداً نہیں لیتا۔ ان سے مجھے ہمدردی نہیں، لیکن ان کے معصوم بچوں سے ہمدردی ہے۔ نام لینے سے ان پر "باطنی" خلافت عرصۂ حیات تنگ کر دے گی۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا انسان اس امت میں حضرت ۔۔۔۔۔ ابوبکر رضؓ ہیں، جن کے بارے میں خدا کا رسول فرماتا ہے:

"میں نے ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دنیا میں ادا کر دیا ہے لیکن ابوبکر رضؓ کے احسانات مجھ پر باقی ہیں۔ ان کا بدلہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ دے گا۔"

اللہ! اللہ! کیسا عظیم الشان مقام ہے۔ یہ ہیں اسلام کے پہلے خلیفہ راشد رضؓ لیکن جب خلیفہ بنتے ہیں تو اگلے روز مسجد نبویؐ میں عام بیعت کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں اچھا کام کروں تو مجھے مدد دو۔ اگر غلط روی اختیار کروں تو میری اصلاح کرو۔ جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں، میری اطاعت تم پر واجب ہے اور اگر ان کی نافرمانی کروں۔ تو تم ہرگز میرے احکام کی تعمیل نہ کرو۔

اور آج کیا حالت ہے۔ جن کو فضل عمر بننے کا شوق تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ اگر تم میرے اوپر سچے اعتراض بھی کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خلافتِ راشدہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد بڑا بابرکت اور زرّین عہد ہے آپؓ کی خلافت میں حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، حضرت عمر رضؓ ان کو ان کے عہدے سے معزول کر دیتے ہیں۔ ان کی معزولی کی فوری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کسی شاعر نے ان کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ کہا۔ جس پر خوش ہو کر آپ نے اسے ایک ہزار درہم انعام دیئے۔ حضرت عمر رضؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت خالد رضؓ کو فوراً معزول کر دیا۔ اور فرمایا کہ اگر یہ انعام بیت المال سے دیا گیا ہے تو خیانت کا ارتکاب ہوا ہے۔ اور اگر اپنی گرہ سے دیا گیا ہے تو اسراف کے زمرے میں آتا ہے جسے اسلام نے ناپسند فرمایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور فتوحات کے اعتبار سے کتنا سنہری دور ہے۔ لیکن جب آپ کسی کو صوبہ کا گورنر مقرر فرماتے تھے تو ایک فرمان لکھ کر دیتے تھے۔ کہ جا کر سب سے پہلے لوگوں کو اس سے خبردار کر دو اور اس پر سختی سے عمل کرنا کہ ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرنا (ب) باریک کپڑے نہیں پہننا۔ (ج) چھنا ہوا آٹا نہیں کھانا (د) دروازوں پر دربان نہیں رکھنے (ہ) حاجتمندوں کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھنا ہے۔

اب آیئے ربوائی قصرِ خلافت کے لیل و نہار کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں، عنوان ہے

باقی برصفحہ کالم ع

ہفت روزہ پیغام صلح ــــــــ لاہور ــــــــ مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۷۳ء

دین کی صبحِ نو کا پیغام

وما قدروا اللہ حق قدرہٖ اذ قالوا ما انزل اللہ علٰی بشر من شیٔ ــ(۶ : ۹۲)

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ قدر دانی نہیں کی جو اس کے کرنے کا حق تھا جب انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا کرتا۔

دین کی بنیادیں دو ستونوں پر قائم ہیں ، خدا . . تعالیٰ کی زندہ صفات پر ایمان اور جزاء و سزا پر یقین ۔ مگر ایمان باللہ والیوم الآخر ایسے ماوراء المحسوسات اور انسانی عقل سے بالاتر نظریات ہیں جنہیں محض فلسفہ و منطق کی بناء پر ثابت نہیں کیا جا سکتا ۔ سائنس و عقل اور مادی سامانوں کی حیرت انگیز ترقی کے اس زمانہ نے دینی نظریات و نظام کو ایک کھلا چیلنج دے رکھا ہے ۔ ان کے نزدیک صرف وہی نظریہ قابلِ قبول ہے جو انسانی فہم و عقل کے نزدیک ثابت شدہ یا انسانی مشاہدہ و تجربہ کی سچی گواہی اپنے ساتھ رکھتا ہو ۔ آج دین کی بقا اور فروغ کا تقاضہ ہے کہ زمانہ کے ان مطالبات کا معقول جواب دیا جائے ، لیکن دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ علمبرداران و حامیانِ دینِ متین ان مطالبات کو پورا کرنے کے سراسر ناقابل ہیں ، نہ صرف ان سوالات کے معقول جواب دینے سے قاصر و عاجز ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے زمانہ کے ان حملوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور اس طرح اپنی شکست و بیچارگی کا برملا اعتراف کر چکے ہیں ۔

دینی نظریات کا ثبوت مہیا کرنے کے سوال سے ہٹ کر اگر ہم زندگی کے عملی میدان پر نگاہ ڈالیں تو وہاں بھی ہمیں مادیت کے سوا سازگار فضا نظر نہیں آتی ۔ انصاف و حق پرستی ، دین کے بنیادی و عملی تقاضے ہیں ، مگر مغربی تہذیب کی اثر پذیری کا یہ عالم ہے کہ خود غرضی و مداہنت کے خبیث جذبات پورے جوش سے ترقی پذیر ہیں ۔ قرآن کریم نے منافقوں کے جن عذروں کا ذکر فرمایا ہے ، اس وقت عالمگیر پیمانہ پر وہی فضاء دنیا پر چھائی ہوئی ہے ، حق پرستی و انصاف کے ایمانی تقاضوں کو آج حماقت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور صاف گوئی و صداقت کو فساد و فتنہ قرار دیا جاتا ہے ۔

الغرض نظریاتی نقطۂ نگاہ ہو یا نظامِ زندگی کا سوال ، موجودہ وقتوں کے مطالبات دینی تقاضوں کے عین برخلاف پڑے ہیں ۔ دہریت و مادیت کے ہمہ گیر فروغ کے اسباب و علل یہی اس زمانہ کے مطالبات ہیں جن کے جواب دینا لازم ہیں ۔

مسلمان قوم کا ایمان ہے ، کہ دین خدا کی طرف سے نازل شدہ حقائق ہیں ، نیز دینِ اسلام کی حفاظت کا حتمی ذمہ بھی خود خدا . . . تعالیٰ کی ذات نے اپنے صادق وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحافظون کے ذریعہ لیا ہے . . . . دین کے ایسے مصائب کے وقت جب اس کی نظریاتی بنیادوں کو ہی چیلنج کیا گیا ہو ، خدا تعالیٰ نے اپنی جانب سے کیا سامان کئے ؟ جب خدا کی ذات اور اس کی زندہ صفات کا ثبوت طلب کیا گیا ہو ، اس وقت اس نے اپنی ہمکلامی کا کونسا ثبوت بہم پہنچایا ؟ پہلے زمانوں میں الٰہی مکالمہ . . . کا سلسلہ جاری تھا ، حالانکہ اس وقت اس امر کا ایسا زبردست مطالبہ نہ تھا ۔ اب جبکہ دین کے قیام و دوام کا انحصار ہی اس بات پر موقوف ہے کہ خدا اپنی زندہ صفات کا ثبوت اپنی ہمکلامی کے ذریعہ بہم پہنچائے تو وہ اب یہ ثبوت دینے سے کیوں قاصر و عاجز رہا ؟ مسلمانوں میں سے جو اصحاب اپنے دین کے قیام و ترقی کے دل سے خواہاں ہیں ان کے لئے یہ سوال اہم ترین حقیقت اختیار کر جاتا ہے ، جب تجدیدِ دینِ متین اور احیائے ملت کی خاطر پہلی صدیوں میں حدیث نبویؐ کے مطابق مجددینؒ آتے رہے ہیں جن سے خدا . . تعالیٰ ہمکلام ہوتا رہا ہے اور جن کے ساتھ وحی ولایت کا سلسلہ جاری رہا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس دور کا خاص تقاضہ ہی یہ ہو کہ مکالمہ الٰہیہ اور خدائی صفات کا ثبوت بہم پہنچایا جائے تو ایسے مطالبات کے وقتوں میں چودھویں صدی میں کوئی مجدد خدا کی طرف سے کھڑا نہ ہو ؟!

خدا . . تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ عین وقت پر ضروریاتِ زمانہ کے مطابق عظیم الشان مجددؑ اس دور میں مبعوث ہوا اور اس نے جملہ دینی مطالبات کو کما حقہٗ پورا کرنے کے سامان مہیا کئے لیکن قوم نے من حیث القوم اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ ع

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

اگر مسلمان غور و فکر سے کام لیتے ، اگر ان کے مد نظر حقیقتاً اپنے دین کے احیاء و فروغ کا مقصد ہوتا ، اگر وہ مجددِ صد چہاردہم کے طریقِ کار کے بارہ میں فہم و دانش سے کام لیتے ، اگر وہ اس کے طریقِ کار کی نمایاں کامیابی کو ملاحظہ کرتے ، اگر وہ غیر مسلموں کے اعتراف کو ہی مد نظر رکھتے . . . . کہ . . . . . یہ صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جس نے ایک طرف اس زمانہ میں دفاع و حفاظت اسلام کا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے تو دوسری طرف خود مسلمانوں کے قلوب میں اس دین کی صداقت کو گاڑ دیا ہے اگر وہ ان حقائق و بینات پر غور کرتے تو ان کے لئے یہ امر کوئی مشکل نہ تھا کہ انہیں حضرت مجددِ وقتؑ کی صداقت الم نشرح ہو جاتی ۔ نہ صرف انتہائی مایوسی و ناامیدی کے زمانہ میں اس عظیم انسان نے دینِ اسلام کی حفاظت و استحکام کا کارنامہ بموجب وعدہ حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس انجام دیا بلکہ اس دینِ قیم کی صداقت و افضلیت کی تائید و حمایت میں ایسے ایسے دلائلِ عقلیہ و براہینِ قاطعہ مہیا کر دیئے کہ جن کا منکرین کے پاس کوئی جواب موجود نہیں ۔ جب عقلی دلائل اور سائنسی حملوں سے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی ، جب خود مسلمان زعماء اس فکر میں منہمک تھے کہ اس دین کے بنیادی اصولوں کی کوئی ممکن تاویل عقل و سائنس کے مطابق کر دی جائے یا ایسے دینی حقائق سے انکار کر دیا جائے جن کی تعبیر نہ ہو سکے ایسے نازک وقتوں میں مجددِ وقتؑ نے نہ صرف مطالباتِ زمانہ کے مطابق اسلام کی صداقت کو ثابت کر دکھلایا بلکہ اسے تمام ادیان اور مکاتیبِ فکر و عمل کے مقابل برتر تسلیم کرا دیا ۔ آپؑ زمانہ کے چیلنج سے مرعوب ہونے کے بجائے سائنس و علوم کے معیاروں پر اصولِ اسلام کی صداقت کو منوانے میں بخوبی کامیاب ہو گئے ۔ کاش ! مسلمان غور کرتے کہ خدا تعالیٰ نے جس اشد ضرورت کے وقت اپنی ہمکلامی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے وہ تو ایسی قابلِ قدر شئے ہے کہ دینِ اسلام کی زندگی ، اس کے استحکام و دوام اور اس کی فاتحانہ یلغار کا پیغام تو ہے جس کے بغیر تجدیدِ دین و احیائے ملت آج ممکن ہی نہیں ۔ ہم مفصلہ ذیل اقتباس آپ کی معرکۃ الآراء کتاب براہین احمدیہ سے پیش کرتے ہیں تا ہر غور و فکر کرنے والا مسلمان توجہ کرے کہ مجددِ وقتؑ نے کس طرح زمانہ کے چیلنج کو قبول کر کے اسلام کے لئے نوید فتح و خوشخبری دی ہے :۔

"اے بزرگو !! اب یہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو شخص بغیر اعلیٰ درجہ کے عقلی ثبوتوں کے اپنے دین کی تیر منانی چاہیئے تو یہ خیال محال و طمع خام ہے ۔ تم آپ ہی نظر اٹھا کر دیکھو جو کیسی طبیعتیں خود رائی اختیار کرتی جاتی اور کیسے خیالات بگڑتے جاتے ہیں ۔ اس زمانہ کی ترقی علومِ عقلیہ نے بھی اُلٹا اثر کیا ہے حال کے تعلیم یافتہ لوگوں کی طبائع میں ایک عجیب طرح کی آزاد منشی بڑھتی جاتی ہے اور وہ سعادت جو سادگی ، غربت اور صفا باطنی میں ہے وہ ان کے مغرور دلوں سے نکلی جاتی ہے اور بعض جن خیالات کو وہ سیکھتے ہیں وہ اکثر ایسے ہیں کہ ان سے ایک لامذہبی کے وساوس پیدا کرنے والا ان کے دلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور اکثر لوگ قبل اس کے کہ جو ان کو کوئی مرتبہ تحقیق کامل کا حاصل ہو صرف جہلِ مرکب کے غلبہ سے فلسفی طبیعت آدمی بنتے جاتے ہیں ۔ آؤ ! اپنی اولاد اور اپنی قوم اور اپنے ہموطنوں پر رحم کرو اور قبل اس کے جو وہ باطل کی طرف کھینچے جائیں ان کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لاؤ تا تمہارا اور تمہاری ذریت کا بھلا ہو اور تا سب کو معلوم ہو کہ بمقابلہ دینِ اسلام کے اور سب ادیان ہیچ محض ہیں ۔ دنیا میں خدا کا قانونِ قدرت یہی ہے کہ جو کوشش اور سعی اکثر حصولِ طلب کا ذریعہ بن جاتی ہے ، اور جو شخص ہاتھ پاؤں توڑ کر اور غافل ہو کر بیٹھ جاتا ہے وہ اکثر محروم و بے نصیب رہتا ہے سو آپ لوگ اگر دینِ اسلام کی حقیت کے پھیلانے کے لئے جو فی الواقعہ ہے کوشش کریں گے تو خدا اس سعی کو ضائع نہیں کرے گا ۔ خدا نے ہم کو صدہا براہینِ قاطعہ حقیّتِ اسلام پر عنایت کیں ، ہمارے مخالفین کو ان میں سے ایک بھی نہیں ، خدا نے ہم کو حقِ محض عطا فرمایا اور ہمارے مخالف باطل پر ہیں اور جو راستبازوں کے دلوں میں جلالِ احدیت کے ظاہر کرنے کے لئے سچا جوش ہوتا ہے اس کی ہمارے مخالفوں کو بو نہیں پہنچی"۔

ـــــــ (ا ب) ـــــــ

بی ۱۹۵ء سوز

اخبار و افکار

"ہمارے دینی اور مذہبی حالات"

لائل پور کے ہفت روزہ المنبر مؤرخہ ۱۱ر جنوری ۱۹۷۳ء کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے:

"مغربی پاکستان کے حالات پر نظر ڈالئے۔ یہاں پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد سے کیسے کیسے انقلاب آئے، یہاں کے حالات میں کیا کیا تغیر ہوا، لیکن سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ہمارے دینی اور مذہبی حالات کبھی روز بروز بگڑتے ہی رہے۔ ہم کو تو اسی کا قلق ہے اور یہی چیز ہمارے لئے خطرناک صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔"

—— اس کی وجہ کیا ہے؟ معاصر موصوف کو غور کرنا چاہیئے کہ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ ہمارے علمائے کرام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو چھوڑ کر فرقہ بندیوں اور تکفیر بازی کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور اس سے بڑھ کر اب سیاسی جوڑ توڑ میں منہمک ہو کر خدا اور رسولؐ کے احکام کے خلاف ایک دوسرے کو گرانے اور رسوا کرنے کے درپئے ہیں۔ جب ہمارے مذہبی ٹھیکیداروں کا یہ حال ہے تو عوام سے مذہبی حالات کا بگاڑ اس کا طبعی نتیجہ ہے۔

ہمارا تو یقین ہے کہ مسلمان اگر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور ایک جماعت بن جائیں اور جماعتی، فرقی اور گروہی تعصبات سے الگ ہو کر تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن جائیں تو اللہ کا ہاتھ ان پر ہوگا، ملک و معاشرہ کی ہر برائی ڈھل جائے گی اور ہر نیکی واضح ہو کر سامنے آ جائیگی۔

پاکستان — عالم اسلام کی پناہ گاہ

...... مکہ مکرمہ میں پاکستان کے مرکزی وزیر اطلاعات اور حج و اوقاف، مولانا کوثر نیازی نے ایک استقبالیہ میں جو پوری اسلامی دنیا سے آئے ہوئے منتخب عازمین حج دینی علماء وفود حج، مسلم قائدین، مسلم سفراء، صحافیوں اور سعودی عرب کے سرکاری و عوامی اہم شخصیات کو پاکستان کی جانب سے منیٰ میں ۱۱ر ذی الحج کو پیش کیا گیا، تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اسلامی قومیت کی بنیاد پر قائم ہوا ہے اور وہ اسلام کا مستحکم مورچہ و قلعہ ہے، پاکستان کے خلاف ہر سازش پاکستان کا مقامی اور داخلی مسئلہ نہیں ہے بلکہ پورے عالم اسلام کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان مسلمانانِ عالم کے لئے ایک پناہ گاہ ہے۔ خدا نہ کرے جس دن پاکستان پر کوئی آنچ آئی تو مسلمانوں کے لئے کوئی پناہگاہ باقی نہیں رہے گی اور ہمارے دشمن اسی پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ اس کا منصوبہ سارے عالم اسلام پر تسلط حاصل کرنے کا ہے اور یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ پورے عالم اسلام پر قبضہ کرنے کا ایک خفیہ معاہدہ ہمارے دشمنوں کے درمیان طے پا چکا ہے۔ اس لئے دنیا کے تمام مسلمانوں کو اسلام اور ملت اسلامیہ کی خاطر متحد ہو جانا چاہیئے۔

—— مولانا کوثر نیازی صاحب کا یہ بیان کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو اس پر کان دھرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شبان الاحمدیہ

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کا ایک خصوصی اجلاس مؤرخہ ۲۵ر مارچ ۱۹۷۳ء کو زیر صدارت محمد صادق نور صدر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن منعقد ہوا جس میں تمام عہدیداران نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا نام تبدیل کر کے "شبان الاحمدیہ" رکھا جائے۔

میلادالنبی صلعم

زیر اہتمام شبان الاحمدیہ لاہور

شبان الاحمدیہ لاہور، احمدیہ ہال احمدیہ بلڈنگس لاہور میں میلاد النبی صلعم کی تقریب ۱۷ر اپریل بروز منگل بوقت دس بجے صبح منا رہی ہے۔ اس موقعہ پر سیرت النبیؐ کے موضوع پر تقریری مقابلے ہوں گے اور مقررین کو انعامات دیئے جائیں گے۔ جو صاحب اس میں حصہ لینا چاہیں وہ اپنے نام جلد از جلد بھجوا دیں۔

ممبران شبان الاحمدیہ سے گذارش ہے کہ اس روحانی اجتماع کو با رونق کرنے کے لئے نہ صرف از خود اہتمام سے شرکت کریں بلکہ اپنے عزیز و احباب کو بھی ساتھ لائیں۔

محمد صادق نور — صدر شبان الاحمدیہ — ۵۹ احمدیہ مارکیٹ — احمدیہ بلڈنگس لاہور

جماعت احمدیہ کراچی کی تبلیغی سرگرمیاں

اتوار مؤرخہ ۱۱ر مارچ ۱۹۷۳ء کو نو بجے صبح احباب محمد حسن خاں صاحب کے گھر پہنچے۔ وہاں انہوں نے ناشتہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ جناب ہدایت اللہ صدیقی صاحب کی سربراہی میں وہاں سے وفد روانہ ہوا۔ شہر سے ۲۰ میل دور ولیکا کالونی میں ایک صاحب سے ملاقات کے لئے پہنچے۔ ان کے ساتھ جماعت کی ترقی کے سلسلہ میں گھنٹہ بھر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ ان سے چندہ مع بقایا جات بھی وصول کیا۔ پھر شیخ محمود احمد صاحب سے ملاقات کے لئے ناظم آباد پہنچے، ان سے بھی چندہ وصول کیا۔ وہاں سے مولوی عبدالرشید صاحب کو دیکھنے ان کے گھر فیڈرل ایریا پہنچے۔ مولوی رشید صاحب گر جانے اور نظر کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے کچھ دنوں سے نماز میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ ان سے بھی مع تمام عزیزان چندہ وصول کیا۔ ان کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد شیخ شریف احمد صاحب کے ہاں گئے وہ اب کراچی شہر سے کافی دور ایک مضافاتی بستی گلشن اقبال میں رہائش پذیر ہیں انہوں نے بڑی محبت سے دوپہر کا کھانا باصرار کھلایا۔ اور دوست ان کی باتوں سے جو وہ بزرگوں کے حالات کے متعلق کرتے رہے بہت محظوظ ہوئے۔

وفد میں شریک ہدایت اللہ صدیقی صاحب، محمد حسن خان صاحب، مولوی مرزا محمد لطیف صاحب اور خاکسار شامل تھے۔ گو یہ سلسلہ ایک عرصہ دراز سے جاری ہے مگر .... جماعت میں تازگی پیدا کرنے کے لئے از سرِ نو شروع کیا گیا ہے، اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ ہماری کوششوں کو بار آور فرمائے۔ آمین

خاکسار محمد بیدار احمدی — جائنٹ سیکرٹری جماعت کراچی۔

وفات حسرت آیات

محترم خواجہ در غلام ربانی خانصاحب مانسہرہ کی ہمشیرہ محترمہ جو بعارضہ فالج بیمار تھیں انتقال فرما گئی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

احباب جماعت نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں۔

آپ کے خطوط

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

"گھوڑ دوڑ کے مقابلوں کی اختتامی تقریب" اخبار میں خلیفہ صاحب کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے۔ کچھ حصہ آپ بھی سنیں "آئندہ پانچ سال کے اندر چالیس سو گھوڑوں کو اس میں حصہ لینا چاہیئے۔ اس لئے دوست اس طرف توجہ فرمائیں۔ گھوڑے خریدیں۔ گھوڑوں کی نسلیں پالیں۔ نکالیں اور ڈھونڈیں۔ میں نے ایک چھوٹی سی چھیری بچوں کے لئے لی تھی جسے آپ نے ٹکنی دکھا ہے (میرے خیال میں خلیفہ صاحب کو اس کے معنے آتے ہوں گے) یہ ماشاء اللہ بڑی اچھی نکل رہی ہے۔ نون صاحب کی گھوڑی ہٹلر (جو بد اصل ہٹلر نہیں) اس کے برابر تو قریباً اب بھی ہے ...... پس دوست یہ کوشش کریں کہ پانچ سال میں چار ہزار گھوڑے شامل ہونے کا پہلا ٹارگٹ مقرر کیا ہے اس تک پہنچ جائیں ...."

(الفضل ۱۰ر جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۶)

ایک مولوی صاحب خلیفہ صاحب کی ایک دعوت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں .... "یہ تقریب حضور ایدہ اللہ کے وسیع باغیچہ میں منعقد ہوئی تھی۔ حضور نہایت محبت و پیار سے معزز مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور باغیچہ کے جس حصہ میں آپ کے گھوڑے موجود تھے اس کی سیر کرائی اور بتایا کہ ان گھوڑوں کو حدیث نبویؐ کی تعمیل میں کس پیار سے پالا جا رہا ہے۔ جن میں بعض عربی النسل ہیں۔"

(الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۶)

اب آیئے آپ ایک اور جھلک اصلی خلافت راشدہ کی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سنہری دور کو بھی خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے آپ کی سیرت میں آتا ہے۔ کہ جب آپ خلیفہ ہوئے۔ تو شاہی اصطبل کے سارے گھوڑے بیچ کر رقم موصولہ کو بیت المال میں داخل کرا دیا اور اپنی سواری کے لئے صرف ایک خچر رہنے دیا۔

اللہ! اللہ! یہ تھی خلافت راشدہ۔ اب ہم کیا کہیں! اے مسیح موعودؑ کے ماننے والو۔ خدا تعالےٰ آپ کو چشم بصیرت عطا کرے۔ آمین۔

؎ ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ

(ابن الحسین گورگانی)

بین الاقوامی اتحاد کا حقیقی اور مؤثر ذریعہ

تمام انبیاءؑ اور ان کی کتابوں پر ایمان لایا جائے

فروعی اختلافات پر مسلمانوں کا باہمی تفرقہ رسول کریم صلعم کی تعلیم کے خلاف ہے

اسلام کی تعلیم انسانی ضمیر اور فطرت کے مطابق ہے اور دوسرے مذاہب کے معتقدات خارجی اور فطرت کے منافی ہیں

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قال اللہ تعالیٰ: شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہٖ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہٖ ابراہیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرّقوا فیہ ـــ ویھدی الیہ من ینیب (الشوریٰ ۴۲ : ۱۳) ـــ

اللہ تعالےٰ نے فرمایا شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہٖ نوحًا والذی اوحینا الیک - دین کا راستہ ہم نے آپؐ کے لئے وہی مقرر کیا ہے جس پر چلنے کا حکم ہم نے حضرت نوحؑ کو دیا تھا - وما وصّینا بہٖ ابراہیم وموسٰی وعیسٰی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیمؑ و موسےٰؑ و عیسیٰؑ کو دیا تھا - ازاں بعد تمام قوموں کے انبیاءؑ .... کا ذکر کیا ہے ... سب سے قدیم نبی حضرت نوحؑ کا نام لیا - پھر وہ پیغمبرؑ جو یہودیوں نصرانیوں اور مسلمانوں کے نزدیک قابلِ عزت ہیں، یعنی حضرت ابراہیمؑ، ان کا ذکر کیا ہے کہ انہیں بھی وہی تعلیم دی گئی جو آپ کو دی گئی ہے اور پھر خصوصیت سے دو قوموں یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر کیا ہے - یہ دنیا کی دو بڑی قومیں ہیں جن کے پیغمبروں موسیٰؑ اور عیسےٰؑ کا نام لیا ہے کہ ان کو بھی وہی تعلیم دی گئی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے اس طرح اس امر کو واضح کیا ہے کہ ہم نے دنیا جہان کی قوموں کے پیغمبروںؑ کو ایک ہی وصیت کی ہے اور ان سب کو ایک ہی دین اور راستہ بتایا ہے وہ کیا ہے؟ فرمایا ان اقیموا الدین کہ دین الٰہی پر قائم رہو ولا تتفرّقوا - اور آپس میں تفرقہ مت کرو - اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح خدا ایک ہی ہے، اس کا دین بھی ایک ہی ہے چنانچہ ... عالم انسانیت کی رہنمائی کے لئے ہر قوم، ہر زمانہ، ہر ملک ..... اور ہر وطن میں ہم نے اپنے نبی و مرسلؑ بھیجے جن کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے

تاریخی طور پر سب سے بڑے پیغمبر حضرت نوحؑ ہیں جن کا پہلے ذکر کیا - پھر حضرت ابراہیمؑ کا ذکر فرمایا جو تمام اقوام کے نزدیک قابلِ احترام ہیں - ازاں بعد حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کا ذکر فرمایا ہے جو بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں، مقصد یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا جہان کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں تمام قوموں کے پیغمبروںؑ پر ایمان لاتا ہوں، اور ہر اس کتاب پر ایمان لاتا ہوں، جو ...... کسی زمانہ میں کسی نبیؑ پر، اور کسی قوم کی ہدایت و رہبری کے لئے آئی ہو، غرض میں ان سب پر ایمان لاتا ہوں -

حضور نبی کریم صلعم محبوبِ خدا ہیں، اور بنی نوع انسان کے لئے جامع کتاب و تعلیم لائے ہیں - آپؐ کے دل میں اس قدر وسعت ہے، کہ حضورؐ تمام انبیاءؑ عالم پر ایمان لاتے ہیں - حضورؐ کا مقصد یہ ہے کہ توحید الٰہی کے ماننے کی بناء پر وحدتِ نسلِ انسانی پیدا کرنے کی تاکید و تلقین کی جائے اور افراد و اقوام کا تفرقہ مٹ جائے - افسوس ہے کہ وہ پیغمبر صلعم جو عالم انسانیت کا تفرقہ مٹا کر ان کو ایک سطح پر لانا چاہتے ہیں ... اس کے ماننے والی قوم ــ مسلمان ــ آپس میں متفق و متحد نہیں ہے - آج مسلمان ایک منتشر و پراگندہ قوم ہے، معمولی معمولی فروعی اختلافات کو دین سمجھ کر فسق و کفر کے فتوے ایک دوسرے پر لگائے جاتے ہیں - ہمارے لئے یہ شرم کی بات ہے حالانکہ سب مسلمان ایک ہی کلمہ پڑھتے ہیں - سب ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، ایک ہی کتاب اور ایک ہی رسولؐ کو مانتے ہیں - باوجود اس کے امتِ مسلمہ مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی ہے، وہ طاقت و سطوت جو مطلوب ہے، تفرقہ کی وجہ سے پیدا نہیں ہو سکتی - خدا اور رسولؐ کا مقصد تو یہ ہے کہ مسلمان ایک ہو جائیں، رسولِ خداؐ نے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کا سبق دینے کے لئے ... شبّک بین اصابعہ اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں .. دے کر فرمایا کہ دیکھو اگر تم اس طرح رہو گے تو تم میں قوت و اتحاد رہے گا - ایک ایک انگلی الگ الگ کمزور ہے، لیکن اگر یہی کمزور انگلیاں اکٹھی ہو جائیں گی تو ان میں بڑی طاقت پیدا ہو جائے گی -

حضور صلعم کا کلیجہ کس قدر فراخ ہے آپؐ محبوب خدا ہیں، آپؐ کو کامل عرفان حاصل ہے - آپؐ پر قرآن کریم جیسی کامل کتاب نازل ہوئی ہے، باوجود اس کے حضور صلعم یہ تعلیم دیتے ہیں کہ سب نبیوںؑ کے دین پر قائم ہو جاؤ - یہ دینِ الٰہی ہے، اس پر اکٹھے ہو جاؤ .. تفرقہ مت کرو - ہر انسان نیکی و بدی کو سمجھتا ہے - انسان اعمالِ صالحہ کے ذریعہ سے جنت حاصل کر سکتا ہے - دین کوئی خارجی شئے نہیں ہے - جس طرح سے اللہ تعالےٰ نے ہمیں آنکھیں عطا کی ہیں، جن سے ہم دیکھتے ہیں، اسی طرح .. اللہ تعالےٰ نے انسان کو عقل و شعور اور قلب و ذہن کی روشنی عطا کر رکھی ہے اور اس کو روح، ضمیر اور فراست عطا کر رکھی ہے - اس طرح انسان کے قلب میں روشنی رکھ دی ہے تاکہ وہ نیکی و بدی میں تمیز کر سکے -

خدا تعالےٰ کی یہ تعلیم ہے جو اس نے بذریعہ قرآن کریم دی وہ چاہتا ہے کہ دنیا جہان کی قومیں متحد ہو جائیں، دنیا میں کہیں کہیں یہ بھی کوششیں کی جاتی ہیں کہ اقوامِ عالم کو ایک سطح پر لانے کے لئے منصوبے سوچے جائیں اور ان پر عمل کیا جائے - ایسی مجالس میں مجھے بھی شرکت کا موقعہ ملتا رہا ہے - وہاں پتہ چلا کہ یہ مفکر و مدبر ادھر ادھر کی سطحی قسم کی باتیں تو بہت کرتے ہیں، لیکن پائیدار اتحاد اور وحدتِ نسلِ انسانی کی بنا رکھنے اور اس کو مستحکم و مضبوط کرنے کے ان حقیقی راستوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا، جو اسلام نے تلقین کئے ہیں - اسلام نے اس سلسلہ میں بڑے معقول و مفید اور ہمہ گیر اصول بیان کئے ہیں، وہ انسانوں کے عقل و شعور کو اپیل کرتے ہیں - یہ کہ ساری کی ساری قوموں کے پیغمبروںؑ پر ایمان لایا جائے - اس سے قوموں کے اندر ایک دوسرے سے یگانگت اور اتحاد پیدا ہو سکتا ہے - اس کے برعکس قوموں میں طرح طرح کے غیر فطری اور غیر معقول عقائد پائے جاتے ہیں - عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر چڑھ کر انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے - غور کیجئے کسی شخص کے قتل یا پھانسی پانے سے دوسروں کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے!؟ ایک انسان نہیں سینکڑوں انسان بھی مصلوب ہو جائیں تو بھی اس سے نسل انسانی پر کیا اثر پڑے [illegible] ہماری ہمسایہ قوم ہندو ہے ان میں آواگون ... والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان [illegible] جونوں سے گذر کر ہی گناہوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے - یہ خارجی باتیں ہیں، عیسائیوں کا عقیدہ بھی خارجی عمل سے تعلق رکھتا ہے اور [illegible] بھی خارجی دین رکھتے ہیں - دینِ اسلام فطرت انسانی کے مطابق ہے کہ ہر انسان کے [illegible] اور حسنِ کردار ہی اسے فائدہ پہنچا سکتے ہیں

اس کائنات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کے [illegible] رابطہ پیدا کر رکھا ہے - فرمایا والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع آسمان سے زمین پر بارش اترتی ہے اور [illegible] بارش اور حرارت کی وجہ سے زمین پر روئیدگی تازگی اور زندگی کا ظہور ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس طرح آسمان سے جسمانی بارش کر کے انسان کے جسم کی نشو و نما کے سامان کئے ہیں اسی طرح آسمان سے روحانی بارش نازل فرما کر انسان کی روح کی پرورش اور تربیت کا نظام قائم کیا ہے اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے مختلف مامورین مرسلین کرامؑ پر کتابیں نازل کی ہیں - سب سے آخر میں حضور نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم پر روحانی بارش قرآن کریم کی شکل میں نازل ہوئی یہ کتاب ساری دنیا کے انسانوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا موجب ہے، اسی لئے فرمایا ذالك الکتاب لاریب فیہ - یہ کتاب کس قدر لاجواب ہے کہ اقوام عالم کے پیغمبروںؑ پر ایمان کو اتحاد و اتفاق کا ذریعہ قرار دیتی ہے

اللہ تعالےٰ نے آسمان کو [illegible] اور زمین کو فرش بنایا ہے - دن اور رات روشنی کی خاطر دو چراغ ـــ سورج و [illegible] بنا دیئے ہیں - تمام دنیا اور سب [illegible] لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ آسمان و زمین [illegible] کر بنی نوع انسان کی خدمت کر رہے ہیں [illegible] ہے سورج قمر اور آسمان و زمین کے اندر کوئی عقل و فہم اور ارادہ و اختیار نہیں ہے لیکن یہ سب قانونِ خداوندی کے تحت زندگی [illegible] کیا کیا سامان پیدا کرنے میں مصروف ہیں [illegible] کا یہ عمل خدا تعالےٰ کی علم و حکمت پر دلالت کرتا ہے - ان کے مل کر کام کرنے سے [illegible] پر برکات نازل ہو رہی ہیں - اللہ تعالیٰ کو ہماری ضروریات کا پتہ ہے - ہمیں تو اپنی ضروریات کی خبر نہیں، اور یہ بھی پتہ نہیں کہ [illegible] زندہ رہنا ہے - لیکن اللہ تعالےٰ [illegible] ہے کہ عالم انسانیت کی ضروریات [illegible] کس قدر ہیں - اللہ تعالےٰ نے [illegible]

(باقی بر صفحہ [illegible])

لحم الخنزیر کی حُرمت کی حکمت

(۲)

تیرہ چودہ ان امراض کی تفصیل پہلے دی جا چکی ہے جو مغربی طب کی تحقیق کے موجب سُؤر سے یا اس کا گوشت کھانے سے انسان کو لگنے کا احتمال ہے - ان میں سے بعض امراض دنیا کے مختلف خطّوں میں وبائی صورت میں پھیلی ہوتی ہیں چنانچہ چین ، جاپان ، کوریا ، جنوبی ہند اور دوسرے گرم ممالک میں یہ عام ہیں - جیسے کالورو کائی ٹائیسس ، ٹرائی کائی نائیسس اور ٹی بی - مؤخر الذکر دو امراض تو مغربی ممالک اور امریکہ میں بھی پائی جاتی ہیں - ان امراض میں سے ٹرائی کائی نائیسس اور ٹی بی - خاص لحم الخنزیر سے پیدا ہوتی ہیں -

یہ امر بالبداہت ظاہر ہے کہ انسان کو کوئی مرض جب کسی جانور سے منتقل ہوتی ہے تو اس کا . . جانور میں پہلے موجود ہونا لازم ہے ، لیکن اگر جانور صحتمند ہو تو انسان کو مرض لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - مغربی ممالک میں ذبح ہونے والے جانوروں کی صحت و صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے - اس کے لئے وٹرنری ڈاکٹر مقرر ہیں - پھر ذبح سے پہلے جانوروں کا طبّی معائنہ کیا جاتا ہے - لاغر یا بیمار جانوروں کو ذبح کرنے کی ممانعت کے قانون پر سختی سے پابندی کی جاتی ہے - مغربی ممالک میں اس وجہ سے جانوروں کی بہتر صحت و صفائی اور توانائی کے پیشِ نظر انسان کو ان سے بیماریاں لگنے کے احتمالات کم ہو جاتے ہیں -

غذاؤں کے بارہ میں قرآن کریم کا مُوقف

غذا کے بارہ میں عام طور پر قرآنی مُوقف کیا ہے ؟ مختصراً اس ضمن میں اس کی وضاحت ضروری معلوم دیتی ہے - دو آیات خاص طور پر قابلِ غور ہیں - کلوا ممّا فی الارض حلٰلاً طیّباً ولا تتّبعوا خطوات الشیطٰن - اور کلوا من الطیّبٰت و اعملوا صالحًا - دونوں مقامات میں جسمانی اور روحانی غذا کے پاکیزہ اور عُمدہ ہونے کی ہدایت فرمائی گئی ہے ، یہ اسلوب قرآنی عام ہے کہ اس پاک کتاب میں جسمانی اور رُوحانی پاکیزگی کو ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے ، کیونکہ ایک کا دوسرے سے بہت گہرا تعلق ہے ، جسم پاک اور تندرست ہو تو رُوح بھی پاکیزہ و توانا ہوگی اور رُوح مطہّر و مزکی ہو تو اس کا اثر جسمانی صحت و توانائی پر ہونا لازم ہے - ان دونوں آیات میں پہلے جسمانی غذا کے حلال اور طیّب ہونے کا ذکر کرتے ہوئے پھر باطن کی طہارت کا ساتھ ہی ذکر فرما دیا - غذا جائز یا حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہو اور پسندیدہ و عمدہ ہو ، حفظانِ صحت کے اُصولوں کے مطابق صاف اور متوازن ہو ، موجودہ غذائی سائنس - (DIETETICS) نے بھی ان اُصولوں کو درست تسلیم کیا ہے کیونکہ بہت سی امراض غذا کے ذریعہ ہی انسان کو لاحق ہوتی ہیں - غذا کے مناسب ، صاف سُتھرا ہونے پر جس قدر توجہ مغربی ممالک میں دی گئی ہے اسی کے باعث وہاں کے لوگوں کی صحت و توانائی مشرقی ممالک کے رہنے والوں سے بہت بہتر ہے - لیکن قرآن کریم کی تعلیم کا کمال یہ ہے کہ اس میں نہ صرف غذا کی عمدگی و صفائی کی ہدایت ہے بلکہ ساتھ ہی اعمالِ صالحہ کی رُوحانی غذا کی طرف بھی خاص توجہ دلائی گئی ہے ، اگر عمدہ اخلاق و اعمال نہ ہوں بلکہ شیطان کی پیروی سے فساد و بے امنی کی راہیں وا کی جائیں تو ظاہر ہے کہ محض غذا کی صفائی سے وہ فوائد حاصل نہ ہو سکیں گے جو قلبی اطمینان اور باطنی راحت کی صورت میں غذا سے انسانی جسم کو حاصل ہوتے ہیں -

بسیار خوری بہت سی امراض کا سبب ہے -

جہاں پسندیدہ ، مرغوب اور متوازن غذا جسم کی صحت و توانائی کے لئے ضروری ہے وہاں یہ حقیقت بھی غذائی سائنس نے منکشف کر دی ہے کہ موجودہ وقتوں میں جسمانی حرکت کم ہو جانے کے باعث متعدّد امراض اس لئے عام ہوگئی ہیں کہ حرکت میں کمی کی نسبت سے انسان نے اپنی غذا میں سادگی اور کمی نہیں کی - اس ذیل میں آج کل کی بڑھتی ہوئی دل کی بلڈ پریشر ، ذیابیطس اور موٹاپے کی بیماریاں آتی ہیں - مرغن و لذیذ غذاؤں کی کثرت نہ صرف انسان کی صحت و توانائی کے لئے ضروری نہیں بلکہ بسیار خوری کے باعث اعضاء میں فتور ، صحت میں ہرج اور عُمر میں کمی واقع ہوتی ہے - اس حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرما دیا : کلوا واشربوا ولا تسرفوا - کھانا پینا انسانی زندگی کے لئے لازم ہے مگر اس بارہ میں حدِ اعتدال کو ملحوظ رکھنا ضروری اور اسراف سے پرہیز کرنا چاہیئے - بعض امراض میں خاص غذاؤں کی ممانعت کی جاتی ہے اور روزوں کی اہمیّت کو بھی موجودہ میڈیسن نے تسلیم کیا ہے -

غذاؤں کی حُرمت کے بارہ میں قرآن کریم کی یہ ہدایت ہے ، انّما حرّم علیکم المیتۃ والدّم ولحم الخنزیر وما اھلّ ... لغیر اللہ بہ مُردہ جانور ، خُون ، سؤر کا گوشت اور خُدا کے نام کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا ہوا - پہلی دو چیزوں یعنی مُردہ اور خون کی حُرمت کی حکمت اس امر سے وابستہ ہے کہ مُردہ جانور کا خون اُس کے اندر رہنے کے باعث اور خود خُون ، جراثیم کی پرورش گاہ ہوتے ہیں - ذبیحہ میں خُون بہا دینے کی حکمت بھی یہی ہے کہ خُون جس میں جراثیم کثرت سے ہوتے ہیں پُوری طرح بہہ کر نکل جائے - خدا کے نام کے سوا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا یا دیا ہوا گوشت روحانی طور پر نجس ہے - باقی لحم الخنزیر کی حرمت کا سوال رہ جاتا ہے ، اس بارہ میں یہ اُصول سمجھ لینا چاہیئے کہ غذاؤں کا اثر تو مسلّمہ طور پر جسم و دماغ پر ہوتا ہے -

منشی اشیاء نہ صرف انسانی جسم پر بلکہ انسانی رُوح پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں ، جس میں کسی کو کلام نہیں - یونانی طب میں ماء اللحم طیوری ایک خاص مقوی غذا و دوا سمجھی جاتی ہے ، مغربی طب میں بھی جانوروں کے غدود سے کئی قسم کی ادویات HORMONES تیار کیے جاتے ہیں ، جن کے انسانی جسم و رُوح پر گہرے اثرات مسلّم ہیں - ان تمام سے یہ اصول بخوبی ثابت ہے کہ جانوروں کے گوشت کا انسانی جسم و دماغ اور رُوح پر خاص اثر مانا گیا ہے - سؤر کے واسطہ سے جو جسمانی امراض لگتی ہیں ان کی تعداد ان امراض سے جو دوسرے جانوروں سے انسان کو لاحق ہوتی ہیں کافی زیادہ ہے مگر اس ناپاک جانور کی جسمانی پلیدی و جنسی بے غیرتی اس کی حرمت کے لئے کافی دلیل ہے - اپنی تفسیر بیان القرآن میں حضرت مولانا محمد علی خنزیر کے گوشت کی حُرمت کے ذکر میں مفصلہ ذیل نوٹ تحریر فرماتے ہیں -

نوٹ ۲۱۰ " یہاں ان چیزوں کی حُرمت کا ذکر کیا جو اخلاق و رُوحانیت پر بُرا اثر ڈالتی ہیں ، چنانچہ مردار کی حُرمت ، خون کی حُرمت سؤر کی حرمت - سؤر کی حُرمت کا ذکر یہود کی شریعت میں بھی ہے ، گو عیسائیوں نے سُؤر کو حلال کر کے اسے اپنی محبوب ترین غذا بنا لیا ہے مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام میں سُؤر کو پلید ہی قرار دیا گیا ہے ، جیسے سؤروں کے آگے موتیوں کو مت پھینکو ، پلید رُوحوں کو انسان سے نکال کر سؤروں کے گلہ میں داخل کرنا وغیرہ وغیرہ -

سؤر کا گوشت کھانے سے جو دیوثی اور بے غیرتی انسانوں میں پیدا ہوتی ہے وہ آجکل کی مہذب قوموں کے فحش تعلقات اور عورتوں کے ننگے جسموں سے خود ظاہر ہے - سؤر کا گوشت عرب کے لوگ اسی طرح محبوب رکھتے تھے جس طرح آج کل یورپ و امریکہ کی عیسائی اقوام رکھتی ہیں " -

گوشت کے اثر کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ گوشت خور اقوام عموماً بہادر و شجاع ہوتی ہیں ، ان کے برخلاف اس غذا سے پرہیز کرنے والی اقوام بزدل و ڈرپوک واقع ہوئی ہیں اسی طرح یہ امر بھی وسیع انسانی تجربہ کی بناء پر کہنا صحیح ہے کہ جو اقوام سؤر کا گوشت کھانے کی عادی ہیں ، وہ غیرت و حمیّت کے اعلیٰ انسانی اوصاف سے عاری ہوتی ہیں ، مگر ان کے برعکس جن اقوام میں لحم الخنزیر کا استعمال نہیں کیا جاتا ، ان میں مقدم الذکر قوموں کی نسبت بے غیرتی و دیوثی بہت کم پائی جاتی ہے - سؤر ایسا جانور ہے کہ جسے ہر ملک و قوم میں انتہائی غلیظ ، پلید اور نجس و ناپاک جانور قرار دیا گیا ہے ، چنانچہ انگریزی زبان میں تو سؤر کی غلاظت بطور ضرب المثل مشہور ہے - جب کسی کو انتہائی غلیظ کہنا ہو تو اسے PIGISH یا dirty as a pig کہتے ہیں -

احادیث میں جو مسیح موعود کے کام یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر آئے ہیں تو ان سے مراد یہی ہے کہ عیسائی اقوام کے عقیدہ کفارہ بر صلیب کو باطل ثابت کرنا اور ان اقوام کی خنزیری صفت یعنی عیّاشی ، بے حیائی اور دُنیا پرستی کی نجاست سے دنیا کو نجات دلانا مسیح موعود کی بعثت کی خاص اغراض ہیں -

احباب توجہ فرمائیں

پیغامِ صلح میں مذہب کے متعلق شکوک و شبہات کے سلسلے میں سوال و جواب کے لئے کالم . . مختص کئے گئے ہیں - اسی طرح سائنس اور مذہب کے عنوان سے بھی مضامین شائع ہوں گے ہم جناب پروفیسر غلام محمد خادم صاحب جناب پروفیسر خلیل الرحمان صاحب ، جناب میاں نصیر احمد فاروقی صاحب ، جناب پروفیسر محمد فاضل صاحب اور دیگر احباب سے ملتمس ہیں کہ وہ اس سلسلے میں اپنے مضامین سے مستفید فرمائیں -

(ادارہ)

از الحاج ممتاز احمد فاروقی صاحب

مسئلہ ارتداد اور اسلام

نوائے وقت کے ۱۳ر فروری کے شمارہ میں میرا ایک مضمون (مسئلہ ارتداد اور اسلام) شائع ہوا تھا۔ اس پر پروفیسر سعید احمد خاں نے $\frac{۲۳}{۲۸}$ فروری کے شماروں میں اپنے اور اپنی جماعت کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ اپنے مضمون کی جو انوکھی تمہید باندھی ہے وہ غالباً ان کے دماغ کی اختراع ہے۔ . جسے پڑھ کر مجھے حیرانی بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ پروفیسر صاحب نے پہلے تو فرنگی مفکروں کارل مارکس اور فرائیڈ کے فلسفوں کو مورد الزام کیا ہے اور پھر اس کا سہارا لے کر تمام فرنگستان کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا ہے کہ وہاں اب عائلی زندگی تباہ ہو گئی ہے۔ اور عیسائی گرجوں میں نہیں جاتے۔ نئی پود کے نوجوان بے راہ رو ہو گئے ہیں اور سرمایہ داری کا راج ہے۔ پھر نتیجہ یہ نکالتے ہیں:—

"سو آج کل بہت سے فرنگی ممالک کا مذہب سرمایہ داری ہے جیسے روس کا مذہب کمیونزم ہے۔ کیا امریکہ یا کوئی اور سرمایہ دار ملک اپنے کسی باشندے کو اجازت دیتا ہے کہ وہ کمیونسٹ بن جائے یا روس اجازت دیتا ہے کہ اس کا کوئی شہری غیر کمیونسٹ بن جائے۔ یقیناً ہرگز نہیں بلکہ ایسے شخص کو وہ موت کی سزا دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان کا نظام حکومت یعنی مذہب تباہ ہو جائے گا۔ اسی طرح جب کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ترک کر دیتا ہے تو نظام اسلام بھی پریشان ہوتا ہے کیونکہ لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ شخص اسلام کو جاننے کے بعد ترک کر گیا ہے اس لئے اس نے اسلام میں ضرور کوئی خرابی پائی ہے۔ پس اس طرح اوروں کو بھی اسلام ترک کرنے کی ترغیب ہوتی ہے اور مسلمانوں میں انتشار پھیلتا ہے۔"

یہ بیان بالبداہت غلط اور گمراہ کن ہے اوّل تو یہ کہنا ہی غلط ہے کہ فرنگی ممالک کا مذہب سرمایہ داری ہے جو کہ ایک کاروبار اور تجارت چلانے کا نظریہ ہے اور ہر معاشرے میں اس میں ردّ و بدل ہوتا ہے۔ اگر یہ مذہب ہے تو پھر جماعت اسلامی کیوں پریشان ہو رہی ہے!؟ اس کا فکر تو پیپلز پارٹی کو کرنا چاہیئے۔ ملک روس کا اس سلسلہ میں ذکر کرنا ہی غلط ہے۔ وہ لوگ نہ خدا کو مانیں اور نہ کسی مذہب کو وہ ایک پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ ہے۔ اور وہ ڈنڈے کے زور سے قائم ہے۔ مگر یہ کہنا کہ سرمایہ دار ملکوں میں کوئی اگر کمیونسٹ ہو جائے تو حکومت اس کو موت کی سزا دیتی ہے قطعاً غلط ہے۔ میں امریکہ برسوں رہا ہوں اور دُنیا کے دیگر ممالک کی بھی سیاحت کی ہے اور اپنے مشاہدہ سے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں باوجود سرمایہ داری نظام کے عیسائی مذہب کی کافی طاقت اور اثر ہے اور وہ کروڑوں روپیہ اپنے عیسائی مشنوں کے چلانے میں صرف کرتے ہیں۔ ان کے ہزاروں مشنری دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور دنیا کی اکثر زبانوں میں بائیبل کے تراجم شائع کر کے تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ مگر وہاں لاکھوں مسلمان بھی آباد ہیں اور کوئی ان سے مزاحمت نہیں کرتا۔ اور نہ کسی عیسائی کے مسلمان ہو جانے سے وہاں کوئی فساد پڑتا ہے۔ اُن ممالک میں تبلیغ اور اشاعت اسلام کی نہ صرف ضرورت ہے بلکہ وسیع میدان موجود ہے۔

پروفیسر صاحب نے مرتد کا قتل اسلام میں جائز ثابت کرنے کو یہ ایک چال چلی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مولوی اور مفتی صاحبان پاکستان میں عیسائی مشنوں کی کاروائیوں اور کامیابیوں سے پریشان ہیں۔ اور بجائے دلائل اور براہین سے ان کا مقابلہ کرنے کے تشدد استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

یہ دلیل مضحکہ خیز ہے کہ کوئی شخص اسلام کو جاننے کے بعد ترک کر گیا تو اس میں ضرور کوئی خرابی پائی۔ پس اس طرح اوروں کو بھی اسلام ترک کرنے کی ترغیب ہوگی۔ اصل میں خرابی اسلام میں نہیں ہے۔ بلکہ خرابی اس مذہب اسلام کو پیش کرنے والوں میں ہے جو کہ اسلام کے برخلاف غیر مذاہب کے اعتراضات کا تسلّی بخش جواب نہیں دے سکتے۔ اور عام مسلمانوں کو مذہب اسلام کی خوبیوں کو صحیح اور معقول رنگ میں سمجھا نہیں سکتے۔ میرے علم میں ہے کہ کئی ایک مسلمان مرد اور عورتیں جو کہ عیسائی (اور پاکستان بننے سے پہلے آریہ بھی) ہو گئی تھیں۔ ان کو بعد میں جب قابل اور سمجھدار مبلّغین اسلام نے معقول اور صحیح طور پر عیسائی اور آریہ مذہب کی خامیوں اور اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو وہ پھر سے مسلمان ہو گئے۔ مگر یہ دلائل اور براہین سے قائل ہوئے تھے جبر و اکراہ سے نہیں۔

اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد بالآخر پروفیسر صاحب نے با دلِ ناخواستہ یہ تسلیم کر لیا کہ مرتد کو قتل کرنے کا حکم قرآن کریم میں نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:—

"...... قرآن مجید میں قتلِ مرتد کا حکم نہیں تو گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم ہی سرے سے غلط ہے۔ یا قرآن مجید میں قتل مرتد کا حکم نہیں تو نبی کریم صلعم کا سزا دینے کا اختیار منسوخ ہو گیا ہے۔ قرآن مجید میں کئی بار آتا ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول (اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو)۔ اگر رسُولؐ کو اللہ تعالےٰ کے بیان کردہ احکام کے سوا کچھ کہنے یا حکم دینے کی اجازت نہیں تو پھر اطاعتِ رسُولؐ کی تلقین کا کیا مقصد........"

یہ... صحیح ہے مگر یہاں چند ایک اُصولی باتیں یاد رکھنی ضروری ہیں:—

(۱) قرآن کریم میں آتا ہے۔ ولا یشرک فی حکمہٖ احدا اور ان الحکم الا للہ۔ یعنی کوئی بھی فرد اس کے (اللہ کے) حکم میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہ حکم دینا اللہ کا کام ہے۔ پھر آیت قرآنی وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (یعنی ۔۔ ہم نے کوئی رسُول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے) (سُورۃ النساء ۶۴)۔ مگر واضح ہو کہ اگر اللہ تعالےٰ خود کسی دوسرے کا حکم ماننے کا حکم دے تو اُوپر والی آیت کے خلاف نہیں۔ مثلاً سورۃ النساء آیت ۶۵ میں آتا ہے: "نہیں میرے ربّ کی قسم ہرگز ایمان نہیں لاتے یہاں تک کہ تم کو حکم بنائیں اس میں جو ان میں جھگڑا ہو۔ پھر اپنے دلوں میں اس کے بارہ میں کوئی تنگی نہ پائیں جو تو فیصلہ کرے اور کامل فرمانبرداری سے قبول کریں"۔ اسی طرح حکم ربّی ہے کہ رسول اللہ صلعم میں مسلمانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔ شریعتِ اسلامی کی بُنیاد ابتداء سے ہی اوّلاً قرآن کریم پر اور پھر آنحضرت صلعم کے قول و فعل پر رکھی گئی ہے۔ مثلاً قرآن کریم ابتداء میں ہی مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ تم نماز پڑھو۔ لیکن نماز کس طرح پڑھنی چاہیئے اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن کریم نے نہیں بتائی۔ پس نماز کے متعلق کُل کے کُل احکام اور اس کے پڑھنے کا طریق خود آنحضرت صلعم نے سکھایا۔ اور یہی آپؐ کا سکھانا یعنی عمل سے بتانا کہ نماز یوں پڑھنی چاہیئے یا اپنے اقوال سے تشریح کرنا اور اذکار بتانا **حدیث** ہے۔ ایسا ہی دوسرے احکام قرآنی کے متعلق سمجھ لینا چاہیئے۔ پس حدیث کی ضرورت قرآن کریم کے نزول کے ساتھ ہی پیدا ہوئی۔ آنحضرت صلعم صرف ایک اخلاقی واعظ ہی نہ تھے بلکہ ایک شارع تھے اور اپنی قوم کو ایک خاص راہ پر چلانے اور ان کے تعلّقات باللہ اور تعلّقات انسانی میں ان کو تعلیم دینا یہ شروع سے ہی آپؐ کا کام تھا۔ اور یہ تعلیم ایک صحابیؓ دوسروں تک پہنچاتا تھا۔

کسی دینی مسئلہ کے بیان کرنے میں آنحضرت صلعم کو کبھی غلطی نہیں لگی۔ کیونکہ آپؐ وہ وحی خفی (جو بات اللہ تعالےٰ دل میں ڈالے) کے ماتحت فرماتے تھے۔ البتہ بعض دوسری عام باتوں اور دُنیاوی معاملات میں حضورؐ کو غلطی بھی لگ سکتی تھی کیونکہ آخر آپؐ بشر تھے۔ اور بتقاضائے بشریت کسی وقت غلطی لگ جانا یا سہو ہو جانا نبوت کے منافی نہیں۔ مثلاً ماہ ذیقعد ۶ھ میں آپؐ نے ایک رویاء دیکھا کہ آپؐ حج بیت اللہ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ چودہ سو صحابیوںؓ کے ساتھ عازمِ مکّہ ہو گئے۔ مگر حدیبیہ کے مقام پر کفارِ مکّہ نے راستہ روک لیا۔ بالآخر صُلح حدیبیہ ہوئی لہٰذا اس سے اگلے سال آپؐ نے حج بیت اللہ ادا کیا۔

۲۔ پروفیسر صاحب کا یہ کہنا کہ نبی کریمؐ اپنی مرضی سے بغیر اجازت الٰہی خاص دینی امور میں فیصلے دیتے تھے اور ان کو قرآن کریم کے فیصلوں کے برابر یا اس کی طرح سمجھتے تھے صحیح نہیں۔ نبی کریم صلعم دینی اُمور میں بڑے محتاط تھے۔ مدینہ ہجرت کر کے آنے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے جب حکم ربّی آیا تو خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا۔ پھر ممانعت شراب کا حکم آنے سے پہلے مُسلمان شراب استعمال کرتے تھے۔ جب ممانعت کا حکم الٰہی آیا تو مدینہ کی گلیوں میں شراب کی ندیاں چل نکلیں۔ سورۃ المجادلہ (پارہ) کی شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت خولہ بنت ثعلبہ سے اس کے خاوند اوس بن صامت نے ظہار کیا (یعنی بیوی کو ماں کہہ دیا)۔ وہ آنحضرت صلعم کے پاس شکایت لے کر آئیں کہ ان کے بال بچے بہت تھے ان میں مناسب فیصلہ فرمائیں۔ مگر حضورؐ نے دستورِ زمانہ جاہلیت کے مطابق اسے یہی فرمایا کہ تم اس پر حرام ہو گئی ہو، اس پر ... جناب الٰہی نے اس مظلوم عورت کی شکایت کو سُنا اور حکم ربّی نازل ہوا کہ ظہار فضول اور غلط ہے۔ چنانچہ مناسب تاوان ادا کرنے کے بعد صلح صفائی ہو گئی۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ پر منافقوں نے افک کے واقعہ (دیکھو سورۃ النّور) الزام لگایا۔ حضورؐ نے انتظار کیا اور جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے برّیت نازل ہوئی تو منافقین کو سزائیں ملیں۔ پھر

نبی کریم صلعم دنیاوی امور میں حکمِ ربّی "و شاورھم فی الامر" یعنی (قومی) معاملات میں اپنے متبعین سے مشورہ بھی کر لیا کرو کے ماتحت صحابہ کرامؓ سے مشورہ بھی کرتے تھے۔ چنانچہ جنگِ اُحد سے پہلے حضورؐ کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر ٹھہر کر کفار سے مقابلہ کیا جائے۔ مگر اکثر صحابہؓ کی رائے باہر میدان میں نکلنے اور جنگ کرنے کی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے اس پر عمل کیا اگرچہ جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔

۳۔ اب واضح ہو کہ قرآن کریم وحی متلو (بتوسط حضرت جبرائیلؑ) کے ذریعے آنحضرت صلعم پر نازل ہوتا رہا۔ اب آپؐ وحی خفی کے ماتحت ہر آیت کی جگہ اور مقام بنا دیتے تھے اور آیات کو لکھوا بھی دیتے تھے۔ بعد میں جمع قرآن کا مبارک کام حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے سرانجام دیا۔ قرآن کریم کے متعلق خود فرمانِ ربّی ہے کہ: انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ کہ ہم نے ہی ذکر (قرآن) نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم کی صحت کے غیر مسلمین مؤرخ اور نقاد بھی قائل ہیں۔ اور یہی قرآن کریم آج چودہ (۱۴) صدیوں کے بعد بھی ہر مسلمان فرقہ کے پاس ہے۔ حدیثوں کے معاملہ میں وہ صحت اور حفاظت پورے طور پر ہر جگہ اور ہر حالت میں نہیں برتی جا سکی۔

اگرچہ احادیث نبویؐ بہت سے صحابہ کرامؓ کو یاد تھیں۔ اور بعض نے انہیں لکھ بھی لیا تھا، مگر ان کے بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ فرمایا:۔۔۔

"ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا۔ مجھ سے صرف وہی حدیث بیان کرو جس کو تم جانتے ہو کہ میری حدیث ہے۔ جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بنائے گا وہ اپنی جگہ آگ میں سمجھے۔" (ترمذی)

قریباً سو سال ہجری کے گذر چکے تھے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے احکام جاری کئے کہ ان تابعین سے جنہوں نے احادیث نبویؐ کو خود صحابہ کرامؓ سے سنا ہو حالات کو تحریر میں لا کر جمع کیا جائے۔ اس تدوین حدیث یعنی حدیث کا کتابوں میں ابواب کی تقسیم اور ترتیب کے ساتھ لکھا جانا۔۔ کی تکمیل حضرت امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۵ھ تا ۲۵۶ھ) کے ہاتھوں صحیح بخاری کی شکل میں ہوئی۔ جس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ (یعنے قرآن کریم کے بعد سب کتابوں میں سے صحیح کتاب) مانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث کی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں صحاح ستّہ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ اور نسائی) مشہور ہیں۔ مگر بدقسمتی سے کئی ایک موضوع حدیثیں اور ضعیف حدیثیں بھی بعض احادیث کی کتابوں میں شامل ہو گئی ہیں۔ اس لئے محدثین نے نہ صرف کامل طور پر تنقید روایت (یعنی حدیثوں کے مختلف راوی کون تھے اور ان کی امانت اور احادیث کے بیان کرنے میں احتیاط کس قدر تھی) ہی نہیں کی ہے۔ بلکہ درایت کی رُو سے بھی ایک حد تک تنقید کی ہے۔ اصول درایت جن کو شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے اپنی کتاب "عجالہ نافعہ" میں درج کیا ہے دراصل محدثین کے قائم کردہ ہیں اور ابن جوزی نے بھی قریب قریب یہی اصول بیان کئے ہیں۔ اور اُن تمام حدیثوں کو موضوع کہا ہے جو عقل یا اصول مسلمہ یا محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہوں۔ پس یہ ایک نہایت محکم اصول ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے کہ جو حدیث اصولِ دین کے خلاف ہو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور ایسا ہی ایک اصول کلی یہ بیان کیا ہے کہ وہ حدیثیں جو واقعات یا مشاہدہ کے خلاف ہو یعنی فی نفسہٖ باطل ہو۔ تیسرا اصول قصّوں کی احادیث میں احتیاط برتنا ہے۔ مثلاً وہ حدیثیں جن میں خضر اور اس کی زندگی کا ذکر ہے سب کی سب جھوٹی اور اس کی زندگی کے متعلق ایک بھی حدیث صحیح نہیں۔ ایسا ہی عوج بن عنق کے قد کی حدیثیں۔ اس قسم کی بہت سی باتیں قصّوں میں قصّہ گو لوگوں نے داخل کر دی ہیں۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ جو حدیث قرآن شریف کے صریح مخالف ہو جیسے مثلاً وہ احادیث جن میں رسول اللہ صلعم کی طرف علم غیب منسوب کیا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب۔ پانچواں اصول یہ ہے کہ قرائن سے حدیث کا غلط ہونا معلوم ہو۔

یہ بات بلا تامل کہی جا سکتی ہے کہ حدیث کو حفاظت قرآن کریم کا مرتبہ نہیں ملا۔ اعلیٰ پایہ کے محدثین نے بلاشبہ ایسے راویوں کو ترک کرنے کی کوشش کی ہے جو جھوٹ یا نسیان وغیرہ سے متہم ہوئے۔ بایں خود بخاری کی اسنادوں میں بھی کئی ایک ایسے راوی ہیں جن پر جرح ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ روایت کے بیان کرنے والے کو غلطی لگ سکتی ہے یعنی اس نے روایت بالمعنی سے کام لیا ہو۔ پھر بعض حدیثوں کے لکھنے والوں نے بادشاہِ وقت کے خوش کرنے کو یا امامِ وقت کی مدح اور رُتبہ بڑھانے کی خاطر کچھ احادیث میں بھی ردّ و بدل کیا ہے۔ اس لئے احادیث کے معاملہ میں احتیاط لازمی ہے۔

پس درایت کی رُو سے حدیث کو پرکھنے کے لئے سب سے بڑا معیار ہمارے ہاتھ میں قرآن کریم ہے جو تمام شکوک اور ظنّوں کی آمیزش سے پاک ہے اور جس سے بڑھ کر کوئی یقینی اور قطعی کلام نہیں۔ وہی اصل بنیاد ہے اور ہر ایک چیز سب سے پہلے اسی پر پرکھی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے وہ مشہور صحیح حدیث روایت ہے کہ کسی شخص نے آپؓ سے آنحضرتؐ کی سیرت وغیرہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ:۔ کان خلقہ القرآن۔ یعنی آپؐ کی سیرت اور اخلاق سب قرآن کریم کے مطابق تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک بڑی عالمہ فاضلہ اور اعلیٰ عقل اور سیرت کی مالکہ تھیں اور دین کا ایک بڑا حصہ ہم کو ان کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے۔ صحیح مسلم میں کتاب الجنائز میں مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے سامنے حضرت ابن عمرؓ کی یہ بات بیان کی گئی کہ "لوگوں کے نوحہ کرنے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے" تو آپؓ نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا)۔ گویا اس سے یہ استدلال کیا کہ نوحہ کرنے والوں کے گناہ کا اثر مُردہ پر کس طرح پڑ سکتا ہے۔ مگر ساتھ ہی آپ نے فرمایا۔ (ترجمہ) "تم ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہو جو نہ جھوٹے ہیں اور نہ جھٹلائے گئے ہیں۔ لیکن بعض وقت سننے میں خطا ہو جاتی ہے۔ اور ایک ایسی ہی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے صرف ایک یہودی عورت کے متعلق یہ الفاظ فرمائے تھے جس کا نوحہ کیا جا رہا تھا۔" یہ اس پر روتے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے"۔ اللہ کی بے شمار برکتیں اور رحمتیں ہوں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر کہ کس خوبی سے اس مسئلہ کو صاف کیا ہے۔

ایک اور امر، جس سے قرآن شریف کا حدیث پر مقدّم ہونا ثابت ہوتا ہے ترمذی اور ابو داؤد میں ایک حدیث ہے:۔

"معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ۔ عرض کیا تو رسول اللہ صلعم کی سُنت سے۔ فرمایا اگر رسول اللہ (صلعم) کی سنت میں نہ پاؤ۔ عرض کیا تب میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا۔ تب رسول اللہ صلعم نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اللہ کے رسول کو وہ توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے"۔

۵۔ ہاں یاد آیا۔ پروفیسر صاحب نے ابن عباسؓ کی روایت اور حضرت علیؓ کے زنادیق کو جلا دینے کے متعلق حدیث کا مجھ سے حوالہ مانگا تھا۔ سو واضح ہو کہ اس حدیث کو صحیح بخاری میں عکرمہؒ سے روایت کیا گیا ہے اور مشکوٰۃ المصابیح میں باب "مفسدوں اور دینِ اسلام سے پھر جانے والوں کو قتل کرنے کا بیان" پہلی فصل حدیث نمبر ۳۳۶۱ پر نقل کیا گیا ہے۔

قصّہ کوتاہ یہ کہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی لکھا تھا اور پروفیسر صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ قتلِ مُرتد کا کوئی حکم قرآن کریم میں سے نہیں ملتا۔ اور جیسا کہ میں نے مکرّر عرض کی تھی کہ مدینہ منوّرہ میں ہجرت کر کے آنے کے بعد ہی سے مسلمانوں اور کفّار میں لڑائیاں شروع ہو گئی تھیں۔ اس لئے ان دنوں میں جو بھی مسلمان بننے کے بعد مرتد ہوتا تھا وہ دشمنانِ اسلام سے جا ملتا تھا۔ اور واجب القتل قرار دیا جاتا تھا۔ یعنی جب کبھی وہ پکڑا جائے۔ (پروفیسر صاحب کو اعتراض تھا کہ اس کو پکڑے گا کون) ۔ فتح مکہ کے بعد جب ملک میں امن قائم ہو گیا تو میں نے مسیلمہ کذاب کے مرتد ہونے اور آنحضرتؐ کے اس کو قتل نہ کرنے کا واقعہ لکھا تھا۔ پھر ایک اور بڑا ثبوت اس معاملہ میں یہ ہے کہ یہ تاریخی اور مستند واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ابو سفیان (کفر کی حالت میں) تجارت کے سلسلہ میں جب قیصر روم سے ملاقات کرنے کے بعد جہاں اور بہت سے سوالات پوچھے وہاں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا اس نبی (محمد عربی صلعم) کے پیروؤں میں سے کوئی ۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے مذہب سے ارتداد بھی کرتا ہے (یعنی عام حالات میں) تو ابو سفیان نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ سو اس سے ظاہر ہے کہ جن مُرتدوں کو آنحضرت صلعم نے قتل کروایا وہ سیاسی وجوہ اور اُن مرتدوں کے دینِ اسلام اور مسلمانوں کے برخلاف سازش کرنے کی وجہ سے تھا۔ ورنہ

مذہب اسلام میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے

آخری مرقد مضمون میں پروفیسر صاحب نے بعض تاریخی واقعات پر تبصرہ اس رنگ میں کیا ہے کہ جس سے ان کا مطلب نکل آئے۔ اصل حقائق چاہے مسخ ہو کر کیوں نہ رہ جائیں۔ خیر یہ تو قارئین کرام خود ہی پڑھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ پھر پروفیسر صاحب نے "شہاب" اور "ہلال" کی تاریخی سیاسی کشمکش پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "...... کیونکہ عیسائی سلطنتیں چھوڑ اکثر غیر مسلم سلطنتیں تو مسلم کیا قدیم مسلمانوں کو زندہ رہنے کی بھی اجازت نہیں دیتیں......" یہ بھی حد درجہ کی مبالغہ آمیزی ہے۔ مثلاً جو بلقان کی ریاستیں حکومت ترکی سے جدا ہو کر آزاد ہوئیں، وہاں مسلمان موجود ہیں اور ان کی مسجدیں بھی ہیں اسی طرح ترکستان کا اسلامی علاقہ جو روس نے ہتھیا لیا تھا وہاں بھی مسلمان اور ان کی مسجدیں ختم نہیں ہو گئیں۔ ان سب ملکوں سے ہر سال کچھ نہ کچھ مسلمان حج بیت اللہ کے لئے بھی جاتے رہتے ہیں۔ اور اغلباً ان مسلمانوں کو ہمارے ملک پاکستان سے زیادہ لگاؤ اور ہمدردی ہے بہ نسبت اُن چند ایک اسلامی ممالک کی حکومتوں .... کے جنہوں نے پاکستان کو وقتاً فوقتاً نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

آخر میں پروفیسر صاحب نے چند قرآنی آیات بغیر سیاق و سباق ... پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کو سوائے اپنوں کے دیگر غیر مسلم لوگوں (خصوصاً یہود و نصاریٰ) کو دوست نہیں بنانا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کی تباہی۔ اس سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے پہلے جو حوالہ پیش کیا ہے وہ سورۃ آل عمران ۳/۱۱۴ کا ہے جو غلط ہے۔ اس کی جگہ آیت ۳/۱۱۸ ہونی چاہیئے۔ پھر دوسرا حوالہ سُورۃ المائدہ ۵/۵۶-۵۷ کا دیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ اس کی جگہ آیات ۵/۵۱-۵۲ ہونی چاہئیں۔ پہلی آیت میں مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کو رازدار دوست بنانے کی ممانعت کی ہے۔ دشمن اس لئے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ اس سے اگلی آیت میں دشمنوں سے مراد مدینہ کے یہودی لئے گئے ہیں، جنہوں نے ادھر نبی کریم صلعم سے معاہدہ کر رکھا تھا، اُدھر اندر ہی اندر مسلمانوں کے خلاف دشمنوں سے مل کر سازشیں کرتے تھے۔ دوسرے حوالے کی آیت میں یہود و نصاریٰ کو ولی (دوست) بنانے سے منع کیا ہے۔ یعنی نہ ان سے مدد لو نہ مدد دو۔ آیت ۵/۵۲ سے ظاہر ہے کہ منافق لوگ یہود اور نصاریٰ کی پناہ تلاش کرتے تھے۔ ان سے اگلی آیات ۵/۵۷ و ۵۹ اور ۵/۶۴ میں اہلِ کتاب (یہود اور نصاریٰ) کا مخصوص طور پر ذکر کیا ہے کہ وہ دینِ اسلام سے ہنسی کرتے ہیں اور عداوت رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے خلاف لڑائی کی آگ لگانے کا ذکر کیا ہے سو یہ سیاق آیات اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ یہاں اُن یہودیوں اور نصاریٰ کی دوستی سے روکا ہے جو اسلام سے عداوت رکھتے ہوئے اسلام کی تباہی کے درپے تھے۔ سو پروفیسر صاحب کا ان آیات سے استدلال کرنا کہ یہ تمام غیر مسلم قوموں پر ہر زمانے اور ہر حالت میں حاوی ہیں صحیح نہیں۔ سورۃ الانفال آیات ۸/۶۰ و ۸/۶۱ و ۶۲ میں جہاں مسلمانوں کو دشمنوں کے خلاف اپنے دفاع کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا ہے وہاں ساتھ ہی حکم ہے:—

"اگر وہ (دشمن) صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اس کی طرف جُھک جا اور اللہ پر بھروسہ رکھ۔ بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور اگر ان کا ارادہ ہو کہ تجھے دھوکا دیں تو اللہ تجھے بس ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی نصرت کے ساتھ اور مومنوں کیساتھ تجھے قوت دی۔"

پھر مسلمانوں کو جب جنگ کی اجازت دی گئی تو جناب الٰہی فرماتے ہیں:—

"ان لوگوں کو (مسلمانوں کو) اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ جو اپنے گھروں سے بغیر کسی صحیح وجہ کے نکالے گئے سوائے اس کے کہ وہ کہتے تھے ہمارا ربّ اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا۔ تو یقیناً راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ طاقتور غالب ہے (سورۃ الحج ۲۲/۳۹-۴۰)

اس کی مثال ایک تاریخی واقعہ سے ملتی ہے۔ جب ۴۹۱ھ میں عیسائیوں نے یروشلم کو فتح کیا تو انہوں نے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں سب کو تہ تیغ کیا اور مسجد عُمر میں ... پناہ لینے والوں کو بھی قتل کر دیا۔ مگر جب بعد میں ۵۸۳ھ میں سُلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو دوبارہ فتح کیا تو اگرچہ سلطان کو عیسائیوں کے مظالم کا علم تھا مگر اس نے نہتے عیسائیوں پر بزدلوں کی طرح ظلم و ستم روا نہ رکھا۔ جو کوئی معمولی سا ٹیکس ادا کر کے شہر چھوڑ کر جا سکتے تھے اُن کو جانے دیا۔ بلکہ معذور اور بیکس عیسائی مرد و زن اور بچوں سے حُسنِ سلوک بھی کیا۔ اس کو عیسائی مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ اسلامی سپرٹ جسے ہمیں اپنانا چاہیئے۔ اسلام ایک سچا اور مکمل اور ساری دنیا کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے ہدایت ... دینے والا اور نجات دہندہ ... دین ہے اور دلائل اور براہین سے ہی انشاءاللہ یہ دوسرے مذاہب پر غالب آئے گا کیونکہ لیظھرہ علی الدین کلہ کا وعدہ الٰہی ہے۔

خُطبہ جُمعہ

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۳)

خزانے پیدا کر رکھے ہیں جو ختم ہونے میں نہیں آتے۔ فرمایا وان من شیء الا عندنا خزائنہ۔ تیل اور پٹرول کو لیں۔ یہ کتنے عرصہ سے زمین سے نکالا جا رہا ہے۔ اس کا استعمال مشرق و مغرب میں دن رات سینکڑوں ٹن کی تعداد میں ہو رہا ہے۔ لوہے کے متعلق فرمایا و انزلنا لکم الحدید۔ ہم نے تمہارے لئے لوہا اُتارا ہے۔ لوہا کس قدر کام آ رہا ہے ساری دنیا لوہے کو مختلف ضروریات میں استعمال کر رہی ہے لیکن اس کی کانیں اٹی پڑی ہیں اور وہ ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوہا آسمان سے اتر رہا ہے۔ ایک جگہ فرمایا خلق کل شیء فقدرہ تقدیرا۔ خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے، اور ہر چیز کا اندازہ بھی ... کیا ہے۔ انسان کے لئے بھی اس نے اندازہ مقرر کیا ہے کہ اس کی کیا کیا ضروریات ہیں اور ان ضروریات کے لئے کیا کیا کچھ پیدا کیا جائے۔ اور کس کس قدر پیدا کیا جائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، علم اور احسان کے کمالات ہیں۔ اس کے خزانے اور احسانات و برکات ختم ہونے میں نہیں آتے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ ربّ العالمین ہے۔ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اسی نے ہی تمام چیزوں کو انسان کی خاطر پیدا کر رکھا ہے۔ جس طرح سے اللہ تعالیٰ کے احسانات، کمالات اور برکات لا انتہا ہیں اسی طرح سے قرآن کریم ✕

✕ کے عجائبات بھی لا انتہا ہیں جو ختم ہونے میں نہیں آتے۔ اس بارہ میں اب تک بڑی تعداد میں بڑی بڑی ضخیم تفاسیر لکھی گئی ہیں۔

فرمایا کہ ساری قوموں کے اتحاد و اتفاق کا آسان ذریعہ یہ ہے کہ فطرتِ انسانی کے دین پر چلا جائے۔ جو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق و مالک اور ربّ ہے۔ اس نے ہی مختلف وقتوں، قوموں اور ملکوں میں اپنی جناب سے پیغامبر بھیجے جن کی تعلیم ایک ہی تھی۔

یہ ایک معقول طریقہ ہے وعظ و نصیحت کا۔ اور یہ دلنشین طریق ہے جس میں اتحاد و اتفاق کی راہ بتائی گئی ہے جو حقیقی اور معقول اور فطرتِ انسانی کے مطابق ہے ۔۔۔

مسجد "دارالسلام" کیلئے عطیات کی اپیل

جیسا کہ احباب کرام کو معلوم ہے بستی "دارالسلام" میں مسجد کی تعمیر شروع ہو چکی ہے۔ یہ مسجد انشاءاللہ خوبصورت، کشادہ اور ہماری آئندہ ضروریات کے مطابق ہو گی اور اس کی تعمیر پر قریباً اڑھائی لاکھ روپے صرف ہوں گے۔ ہماری جماعت نے خدا کے فضل سے کئی جگہ مساجد تعمیر کی ہیں اور خانۂ خدا کی آبادی اور تعمیر کے لئے ہمیشہ دل کھول کر چندہ دیا ہے۔ البتہ اس امر کے پیشِ نظر کہ احباب نے ابھی دو ماہ قبل تراجم قرآن فنڈ کے لئے ایک لاکھ سے زائد روپیہ چندہ میں دیا ہے مجھے محسوس ہوتا تھا کہ مزید چندہ کا مطالبہ بعض دوستوں پر بوجھ ہو گا لیکن ہماری سابقہ روایات یہ ہیں کہ یہ چھوٹی سی جماعت خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تھکتی نہیں اور اسی بھروسہ پر میں یہ چند حروف احباب کی خدمت میں تعمیر مسجد کیلئے بطور اپیل شائع کر رہا ہوں۔ اُمید واثق ہے کہ احباب کرام دل کھول کر مسجد کی تعمیر کیلئے عطیات بھجوائیں گے۔ چونکہ یہ عمارت آئندہ دسمبر سے قبل مکمل ہو جانی چاہیئے اسلئے رقوم کی ترسیل میں تاخیر سے کام نہ لیا جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من بنیٰ مسجداً یبتغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہٗ مثلہٗ فی الجنۃ۔ آئیے! جنت میں اپنا گھر تعمیر کرنے کے لئے اس مسجد کی تعمیر میں فراخدلی سے حصہ لیں۔ جزاکم اللہ خیراً والسلام

صدرالدین امیر جماعت احمدیہ

احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ مؤرخہ ۱۶ مارچ ۱۹۷۳ء

احمدیہ سمر سکول ایبٹ آباد
۱۹۷۳ء کا انعقاد

احمدیہ سمر سکول ایبٹ آباد کی تین کلاسیں حسب سابق اس سال بھی ڈیڑھ ماہ کے لئے ماہ جولائی و اگست ۱۹۷۳ء میں جاری ہو رہی ہیں۔ جماعت ایبٹ آباد کا سالانہ جلسہ بھی انہی تاریخوں میں ہو رہا ہے۔ مرکزی انجمن نے بجٹ کی منظوری دے دی ہے تفصیلی پروگرام سے اخبار کے ذریعہ احباب کرام کو جلد مطلع کر دیا جائے گا۔ دریں اثنا جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور احباب سے گذارش ہے کہ وہ اس سکول کے انعقاد کے سلسلہ میں جملہ مفید تجاویز اور آراء زیر دستخطی کو ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء تک مطلع فرماویں اور شرکاء کے نام بھجوا دیں۔

سیکرٹری سمر سکول کمیٹی۔ ڈاکٹر مبارک احمد شیخ
احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

تنظیم خواتین احمدیہ مقامی جماعت لاہور کا اجلاس عام ۲۸ مارچ کو بعد دوپہر بر مکان بیگم چوہدری ظہور احمد صاحب 45 - احمد یا بلاک فیروز پور روڈ لاہور پر منعقد ہوا جس میں تنظیم خواتین احمدیہ کے عہدیداران کا انتخاب برائے ۷۳ - ۱۹۷۳ء ہوا۔ بقیہ مفصل رپورٹ آئندہ۔

ہفت روزہ پیغام صلح۔ مورخہ ۴ اپریل ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۴

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان
پیغام صلح لاہور
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
واللہ متم نورہٖ
نورالدین نمبر

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۳۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں
۵۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۶۔ انشاءاللہ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۷۳ء | نمبر ۱۵

الحاج حضرت مولانا نور الدین عمر رحمۃ اللہ علیہ

تحریر کردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے۔ اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔" والسلام مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد انکے اپنے قلم سے

★

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا حضرت مسیح موعود کی مندرجہ بالا وصیت کے متعلق رائے:-

"میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے واقعی چودہ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کے فیصلہ کو قطعی قرار دیا ہے۔" (تقریر حضرت مولانا نورالدین صاحبؒ مندرجہ اخبار بدر - قادیان مؤرخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دل چیر کر دیکھنا یا دکھانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ قسم پر کوئی اعتبار کرے تو واللہ العظیم کے برابر کوئی قسم مجھے نظر نہیں آتی۔ نہ آپ میرے ساتھ میری موت کے بعد ہوں گے نہ کوئی اور میرے ساتھ سوائے میرے ایمان اور اعمال کے ہوگا۔ پس یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونے والا ہے جو اللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض۔ میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا یقین کرتا ہوں۔ میں ان کو راستباز مانتا ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ النبی العربی المکی المدنی خاتم النبیین کا غلام اور اس کی شریعت کا بدل خادم مانتا ہوں۔ اور مرزا خود اپنے آپ کو جاں نثار غلام نبی عربی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن مناف کا مانتے تھے۔ نبی کے معنی لغوی پیش از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر خبر دینے والا ہم لوگ یقین کرتے ہیں نہ شریعت لانے والا۔ مرزا صاحب اور میں خود جو شخص ایک نقطہ بھی قرآن کریم کا اور شریعت محمد رسول کا نہ مانے میں اسے کافر اور لعنتی اعتقاد کرتا ہوں۔ یہی میرا اعتقاد اور یہی میرے نزدیک مرزا غلام احمد کا تھا۔ کوئی رد کرے یا نہ مانے یا منافق کہے اس کا معاملہ حوالہ بخدا ــــــ نورالدین بقلم خود ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۰ء

باسمہٖ سبحانہٗ

ہفت روزہ ——— پیغام صلح ——— لاہور

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۷۳ء | شمارہ ۱۵

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغام صلح لاہور

مجلسِ ادارت

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر اللہ بخش

مدیر
دوست محمد

مدیر معاون
بشیر احمد سوز- ایم اے

بدل اشتراک
پاک و ہند سے ——— آٹھ روپے
بیرونی ممالک سے ——— ایک پونڈ

پبلشر
دوست محمد

مقام اشاعت
احمدیہ بلڈنگس نسبت روڈ لاہور

پرنٹر
احسان الٰہی

مطبوعہ
ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ——— ۸۳۸
فون نمبر ——— ۵۳۷۴۷
تار کا پتہ ——— تبلیغ لاہور

حق و حکمت اور اتحاد و محبت کا نقیبِ اعظمؒ

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

خدا کی رسّی کو تم تمام کے تمام مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ مت کرو۔ (آل عمران ۱۰۲)

"جب تک تم میں کوئی روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو، میرے بعد سب مل کر کام کرو۔" (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مولانا نورالدینؓ برّ صغیر میں ایک متبحر عالم اور جیّد طبیب تسلیم کئے جا چکے تھے۔ آپ کا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعودؑ تسلیم کر لینا اور تمام جہان کو ترک کرکے قادیان کے گاؤں میں گوشہ نشینی اختیار کر لینا بہت سے اصحاب کے لئے موجب حیرت تھا چنانچہ مولینا حسن علی اسلامی مشنری نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو مرزا صاحبؑ کے پاس جانے سے کیا حاصل ہوا؟ ان کو جواب میں آپ نے تحریر فرمایا مجھ میں ایک کمزوری تھی جو رفع نہ ہوتی تھی مگر حضرت اقدسؑ کی صحبت میں رہ کر وہ جاتی رہی۔ اور پھر یہ شعر تحریر فرمایا۔ ع

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی۔

مامورِ زمان، مجدّدِ دَوران کے سامنے عقیدت کی ایسی کسر نفسی، عاجزی اور فروتنی کا کمال اظہارِ حقیقت ہے۔

حضرت مولاناؒ کی سیرتِ طیبّہ کا سب سے نمایاں پہلو حضرت مسیح موعودؑ کی ذات سے پختہ وابستگی، اور کمال فریفتگی اور آپ کو منجانب اللہ مامور صادق ماننے پر مضبوط یقین اور غیر متزلزل ایمان تھا۔ جموں میں جب شاہی طبیب تھے تو ایک دہریہ منش ڈاکٹر جگن ناتھ نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر مکالمہ الٰہیہ حقیقت ہے تو آج اس کا مدّعی کہاں ہے؟ کہ اسی دَوران بذریعہ پوسٹ براہین احمدیہ کا اشتہار حضرت مولیناؓ کو ملا، اس سے قبل حضرت مولاناؒ حضرت اقدسؑ سے قطعاً واقف نہ تھے، اشتہار پڑھتے ہی ڈاکٹر صاحب کو کہہ دیا کہ "لو! تمہارا مطالبہ پورا ہوگیا، اگر حضرت مرزا صاحبؑ کے ہاتھ پر خدا تعالےٰ کوئی آسمانی نشان ظاہر نہ کرے تو مَیں ہر قسم کا ہرجانہ دینے کو تیار ہوں۔"

صرف تحریر پڑھ کر مصنّف کی صداقت پر ایسا حتمی یقین پیدا ہو جانا بہت حیرت انگیز امر ہے۔ لیکن آپ کا ایمان محض رسمی و رواجی قسم کا نہ تھا بلکہ فراست و تدبّر اور عقل و حکمت کی گہرائیوں پر بنا تھا۔ پہلی ملاقات کے لئے جب قادیان گئے اور کسی نے غلطی سے مرزا امام دین کے پاس بھیج دیا تو آپ نے محض اس کی شکل و صورت دیکھنے سے ہی یہ رائے قائم کر لی کہ یہ چہرہ براہین کے مصنّف کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بعد میں حضرت اقدسؑ سے ملاقات پر پورا اطمینان ہو گیا۔ کسی شخص کے کامل اور جامع ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس میں متضاد اوصافِ حسنہ جمع ہوں، جیسے ایمان، اخلاص، ایثار، اطاعت ایک طرف اور عقل و فراست تدبّر اور علم و حکمت دوسری طرف۔ حضرت مولاناؒ کی ذات میں یہ تمام صفات جمع کر دی گئی تھیں۔

آپ نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف براہین احمدیہ اور چہرہ مبارک دیکھ کر آپ پر دلی ایمان لے آئے تھے اور اوّلین سابقین میں سے تھے بلکہ حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد بھی آپ نے اپنا حقِ رفاقت اور صدق و وفا باحسن کما حقّہٗ ادا کر دکھلایا آپ نے صحیح معنوں میں اپنے مرشد و امامؑ کا حق نیابت ادا کیا، جب آپ نے جماعتِ احمدیہ کے اِتّحاد و اتفاق کو مضبوطی سے قائم کئے رکھا۔ آپ کے عہد میں ایسا عنصر موجود تھا جس کا منشاء حضرت اقدسؑ کی وصیت کو تبدیل کرکے آپ کے قائم کردہ نظام انجمن کو توڑنا تھا، اس عنصر نے حضرت مولاناؒ پر یہ دباؤ پورے زور سے ڈالا کہ جماعت میں سے ان افراد کو نکال دیا جائے جو حضرت اقدسؑ کے جمہوری نظام کے مؤید ہیں، لیکن آپ نے اپنے آقا و مرشدؑ کی ہر بات میں اطاعت و فرمانبرداری کرنا اپنا اوّلین فریضہ قرار دیا اور آپ کے سامنے حضرت اقدسؑ کا یہ فرمان کہ میرے بعد سب مل کر کام کرو ہمیشہ بطور ماٹو رہا۔ اس بارہ میں اگر آپ کو اپنی رائے کو قربان کرنا پڑا تو بھی اس سے قطعاً دریغ نہ کیا۔ قرآن کریم کے علوم کی دنیا میں اشاعت کا شوق اور تعلیم اسلام کی تبلیغ کا ذوق تو آپ کو طبعاً ودیعت کیا گیا تھا مگر اس کے ساتھ ہی تقویٰ و طہارت اور نیکی و راستبازی کو فروغ دینے کا جذبہ غالب تھا چنانچہ ایک موقعہ پر جب عیسائی صاحبان سے مباحثہ کے لئے ایک وفد قادیان سے لاہور پہنچا تو آپ نے اُسے یہ نصیحت کی کہ عیسائی جو بات حق کہیں اس کی تائید کرنا مگر جو غلط کہیں اس کی تردید کرنا۔ یہی آپ کا حق و صداقت، اتحاد و محبت اور انصاف و آزادی کی صفاتِ حسنہ کو جماعتی زندگی میں جاری کرنے کا ولولہ تھا جس سے متاثر ہو کر علامہ اقبال مرحوم نے ۱۹۱۱ء میں علیگڑھ کے جلسہ عام میں یہ اعلان کیا تھا:

"اگر ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ تمہیں اس زمانہ میں قادیان میں فرقہ احمدیہ کی شکل میں ملے گا۔"

وہی علامہ اقبال جو ۱۹۱۱ء میں اس رائے کے ظاہر کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے، ۱۹۳۵ء میں قادیانی جماعت کی مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے۔ وجہ ظاہر ہے، صفاتِ حمیدہ کا وہ اجتماعی نظام جن کا جماعتی رنگ میں پیدا کرنا دینِ اسلام کا مقصد و مدّعا ہے اور جو اسلامی تہذیب کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں ۱۹۱۱ء میں حضرت مولانا رحؒ کی قیادت میں تو موجود تھا مگر ۱۹۳۵ء میں مفقود ہو کر اس کی

بجائے کسی اور قسم کے خلافتی نظام نے لے لی تھی۔ کہاں ۱۹۱۱ء میں جماعت احمدیہ کے متعلق خلیفہ اسلامی تہذیب کا اعلان اور کہاں اب یہ حالت کہ عام طور پر جماعت ربوہ پر ایک نیا دین جاری کرنے اور نئی نبوت کے اجراء کا الزام۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا۔ قادیان کی نیکی و راستبازی، تقویٰ و طہارت، آزادی و انصاف، محبت و اتفاق کی عظیم شہرت کا جو سکہ و سطوت دلوں پر حضرت مولاناؒ کے وقت ثبت تھا وہ مولانا کے بعد کایتہً تبدیل ہو گیا اور اس لئے مسلم دنیا کی رائے بھی اس کے متعلق بدل گئی۔

اس تبدیلی کے آثار حضرت مولاناؒ کی زندگی کے آخری ایام میں ہی نمایاں طور پر نمودار ہو رہے تھے چنانچہ اس بارہ میں ہم ایک غیر از جماعت صاحب کی چشمدید گواہی پیش کرتے ہیں۔ مارچ ۱۹۱۳ء یعنے حضرت مولاناؒ کی وفات سے ایک برس قبل ایک صاحب محمد اسلم نامی امرتسر سے قادیان گئے تھے، انہوں نے اپنے جو تاثرات تحریر کئے وہ اخبار بدر ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء میں اس طرح مرقوم ہیں:—

"جہاں تک میں نے دو دن ان کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور خالصتاً للہ اصول پر نظر آیا مولوی صاحب کا طرزِ عمل ریا و منافقت سے پاک ہے۔ اور ان کے آئینہ دل میں صداقت اسلام کا ایک زبردست جوش ہے۔ اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی مولوی صاحب میں میں نے دیکھی اور کسی میں نہیں دیکھی یہ نہیں کہ وہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا ہے بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان ہے اور نہایت زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قرآن کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے..... مجھے حیرت اس بات کی ہوئی کہ ایک اسی سالہ بوڑھا شخص صبح سے شام تک لگاتار کام کرتا ہے۔ مولوی صاحب کی تمام حرکات و سکنات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی سادگی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے.......

.... ہاں ایک بات کسی حد تک پیر پرستی کی بنیاد آئندہ قادیان میں قائم ہو جانے کے متعلق نظر آئی وہ الحکم کے ایڈیٹر کا مطبوعہ اشتہار تھا جو قادیان میں بہت جگہ چسپاں پایا گیا جو صاحبزادہ محمود احمد صاحب کے سفر حج سے بخیریت واپسی آنے کی مبارکبادی کے لئے شائع کیا گیا تھا جس کا مفہوم سیاق عبارت سے پیر پرستی کے خد و خال نمایاں کر رہا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ کیوں ایسے اشتہار کی اشاعت اس حد تک جائز رکھی گئی کہ وہ بہت دنوں سے خدا پرست قادیان کی دیواروں کو چمٹا ہوا ہے........ اس کو دیکھ مجھے خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں پیر پرستی کی خاموش چنگاری بڑھتے بڑھتے سارے قادیان کو بھسم نہ کر ڈالے۔ جو غالباً مولوی نورالدین صاحب کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے انتظار میں ہے۔"

آہ! قادیان میں ایک دینی جماعت کے روحانی، اخلاقی اور علمی نظام عمل کو حضرت مولانا نورالدینؒ کے بعد تقلیدی، پیری، حاکمانہ و آمرانہ اور گدی پرستانہ، دنیاوی نظام و طریق کار میں تبدیل کر دیا گیا!!

حضرت مولاناؒ نے تدبر و فراست، اور حق و حکمت کے صحیح امتزاج سے جس طرح جماعت احمدیہ کے اتحاد و اتفاق کو قائم رکھ کر اس کی ترقی و فروغ اور ہر دلعزیزی و شہرت میں اضافہ کیا آپ کی وفات کے المناک سانحہ سے وہ برباد ہو گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں فتنہ و فساد اور تفرقہ و عناد کی آگ کو بار بار دبا دیتا ہوں اور تفرقہ کے زہر کو اپنے ہاتھ سے اپنے اندر نہیں لے جا سکتا، چنانچہ ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کے انہدام کے حادثہ کے وقت جب بعض لوگوں نے نظام انجمن کے برخلاف تحریر شائع کی تو آپ نے حضرت مولانا محمد علیؒ کو مفصلہ ذیل تحریر لکھی:—

"کیا آپ لوگ میری زندگی میں ایسی راہ اختیار نہیں کر سکتے کہ ان بم کے گولوں میں لارڈ ہارڈنگ کی راہ اختیار کرو۔ جس مکان سے گولہ چلا معلوم، جس جماعت پر چلا معلوم۔ پھر خاموشی، یہ طریق ہے حکومت کا مخلفت موقعوں پر۔ مجھے اس تحریر سے تکلیف ہوتی ہے۔ نورالدین ۱۷ جولائی ۱۹۱۳ء" (از حقیقت اختلاف صفحہ ۷۶)

آپ کی اس تحریر سے عیاں ہے کہ آپ کو سب امور کا پورا علم تھا، جماعتی وحدت پر بم کے گولے کس طرف سے چلائے جا رہے تھے اور کون چلانے والا تھا؟ آپ فرماتے ہیں مجھے ان سب کا علم ہے مگر میں لارڈ ہارڈنگ کی حکمت عملی پر کاربند ہوں اور خاموش رہتا ہوں، اور آپ کو بھی خاموش رہنے کی ہدایت کرتا ہوں، مقصد ہر حالت میں جماعتی وحدت و سالمیت کی برقراری ہے۔ اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ تفرقہ کی وہ آگ جس نے حضرت مولاناؒ کی وفات کے بعد جماعت کی نیکی اور یک جہتی کی سادی فضاء کو مکدر کر کے ختم کر دیا، آپ کی زندگی میں ہی بھڑک اٹھی تھی اگر حضرت مولاناؒ اپنی اعلیٰ درجہ کی فراست و تدبر اور عالی حوصلگی اور صبر سے اسے نہ دباتے رہتے۔

آہ! وہ جماعت جو الٰہی ارشاد کے ماتحت دینِ اسلام کی سر بلندی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے لئے قائم کی گئی تھی، وہ تحریک جس نے قرآنی تعلیم سے ایک عالم کو خبر دیا تھی، نیکی و خدمت حق کی وہ تنظیمی قوت جس نے مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دے کر اس رشتہ میں منسلک کرنا تھا خود تفرقہ کا شکار ہو گئی۔ ع

آ گیا وقتِ خزاں اس باغ میں اس کے پھل لانے کے دن۔

خود غرضی و نفس پرستی، ہوس اقتدار اور قبضۂ زر و مال کے ان اٹھتے ہوئے زبردست طوفانوں کے برخلاف جس عظیم ہستی نے اپنے تحمل و تدبر، صبر و فراست اور حوصلہ و ہمت سے جماعت کی وحدت کی حفاظت کی وہ حضرت مولاناؒ کی ذات با برکات تھی اور جب یہ ہستی باقی نہ رہی تو ان اٹھتے ہوئے طوفانوں نے جماعتی سالمیت کی کشتی کو تفرقہ و عناد کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اور ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم کے قرآنی قانون کی صداقت کا نظارہ دنیا نے ایک مرتبہ پھر دیکھ لیا۔ مگر ایسے نازک وقت میں حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے ہاتھوں جماعت احمدیہ کی کشتی ڈوبنے سے بچا لی گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (ا۔ ب)

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

دَورِ حاضر کا صحیح معنوں میں عالمِ بےبدل

حضرت حکیم الاُمّت الحاج مولانا نورُالدینؓ صاحب

ہوتی ہیں۔ مولینا اللہ کریم کی طرف سے نہایت ہی پاک اور سلیم فطرت لے کر آئے تھے ان کی اس پاک فطرت کو علم حقیقی ظاہری و باطنی سے آراستہ ہونے کی اس قدر شدید پیاس رہتی تھی، جو پُر ہونے کا نام بھی نہ لیتی تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی انہوں نے جب تمام مذاہب پر نظر ڈالی تو اسلام کے سوا ان کے فطرتی تقاضا کو پورا کرنے والا اور کوئی مذہب نظر نہ آیا۔ پس اسلام سے آپ کو والہانہ محبت ہو گئی جوں جوں وہ اس کا مطالعہ کرتے جاتے تھے محبت فزوں تر ہوتی جاتی تھی اس کی خوبیاں نمایاں ہو کر آپ کے سامنے آتی جاتی تھیں۔ لیکن ایک غم آپ کو کھائے جا رہا تھا اور اس غم کی وجہ مسلمانوں کی زبوں حالی اور ان کی دین اسلام سے دُوری تھی۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ اسلام پر دشمنانِ اسلام کی طرف سے اعتراض کے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے لیکن ان کے زہر کے اثر کو دُور کرنے والا تریاق مہیا کرنے والا کوئی حکیم و مجاہد نظر نہیں آتا اس مجاہد کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی کہ آپ کی ملاقات حضرت مجدد زمانؑ سے ہو گئی۔ اپنی اس حالت اور سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجددِ زمان مسیح دَوراں سے ملاقات کا حال آپ نے اپنے ایک مضمون میں بیان کیا ہے جسے آپ نے عربی میں لکھا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب تحفہ بغداد کے آخر میں شائع ہوا ہے اور اس کا اُردو ترجمہ اس شمارے کے کسی دوسرے صفحہ پر درج ہے۔

حضرت امامِ زمانؑ کی قلبی کیفیت } اس مضمون کے مطالعہ سے حضرت حکیم الامتؓ کے حضرت مسیح موعودؑ سے اشتیاق ملاقات اور آپ کے قلبی تاثرات کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ادھر حال تو حضرت مولینا کا تھا کہ آپ امام الزمانؑ کی تلاش میں دیوانہ وار شہر بشہر گھوم رہے تھے اور حضرت مجدد زمانؑ کی ملاقات کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور دست بدعا تھے اور ادھر خود امام الزمانؑ کی جو قلبی تڑپ مولیناؓ جیسے انسان کو پانے کے لئے تھی اس کا اندازہ حضورؑ کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۵۸۱ تا ۵۸۳ پر عربی زبان میں مرقوم ہے جس کا اُردو ترجمہ بھی اس شمارے میں درج ہے۔ ان بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت حکیم الامت کے دلی جذبات و تاثرات ایک دوسرے کے متعلق کس قدر وفور عشق سے فزوں تر تھے، چنانچہ اس ارتباط اور اخلاص میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا گیا چنانچہ اس کا ذکر حضرت امام الزمان مسیح دورانؑ کی مختلف کتب میں پایا جاتا ہے۔ اپنی سب سے پہلی کتاب فتح اسلام میں حضور نے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کا جن الفاظ میں ذکر کیا ہے ان سے پتہ لگتا ہے کہ حضورؑ کے دل میں حضرت مولیناؓ کی کس قدر قدر تھی اور پھر حضورؑ کی اس تحریر میں حضرت مولیناؓ کے ایک خط کا حوالہ درج کیا گیا ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مولیناؓ کا دلی تعلق حضرت امام الزمانؑ کے ساتھ کس قدر مخلصانہ تھا حضورؑ فرماتے ہیں :-

"اس جگہ میں اس بات کے اظہار اور اس شکر کے ادا کرنے کے بغیر رہ نہیں سکتا کہ خدا تعالےٰ نے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جن کو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالےٰ نے اپنے احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں، سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نورِ دین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔ اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نورالدین بھیروی معالج ریاست جموں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اور وہ سطریں یہ ہیں :-

"مولینا۔ مرشدنا۔ امامنا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عالی جناب میری دُعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امامِ زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا ہے وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفےٰ دے دوں اور دن رات خدمتِ عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو (یعنی تعلق ملازمت کو۔ ناقل) چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دینِ حق کی طرف بُلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے۔ میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دین کی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنےٰ خدمت بجا لاؤں کہ ان کی قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد، نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے طیار ہوں۔ دُعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔"

"مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غمخواری اور جان نثاری جیسے ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر ان کے حال سے ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کر دیں۔ ان کی رُوح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔" (فتح اسلام صفحہ ۵۹ تا ۶۲)

"اور میں جو کہتا ہوں کہ ان الٰہی کاموں میں قوم کے ہمدرد مدد کریں۔ وہ بے صبری سے نہیں بلکہ صرف ظاہر کے لحاظ اور اسباب کی رعایت سے کہتا ہوں۔ ورنہ خدا تعالےٰ کے فضل پر میرا دل مطمئن ہے۔ اور امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا اور میرے تمام ارادے اور امیدیں پوری کر دے گا اب میں ان مخلصوں کا نام لکھتا ہوں جنہوں نے حتی الوسع ان دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی اُمید ہے یا جن کو اسباب میسر آنے پر طیار دیکھتا ہوں، (ہم سب کو اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیئے کہ کیا ہم خدمت دین

کا ویسا ہی جذبہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں جس جذبہ کا اظہار مولینا نے اپنے مندرجہ بالا مکتوب میں کیا ہے اگر نہیں تو ہمیں ایسے جذبہ کو پیدا کرنا چاہئے اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ناقل)

(۱) "حبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی۔ مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح اسلام میں لکھ آیا ہوں۔ لیکن ان کی تازہ ہمدردیوں نے پھر مجھے اس وقت ذکر کرنے کا موقعہ دیا ہے ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا اگرچہ ان کی روزمرہ زندگی اس راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر ایک پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے مولوی صاحب موصوف اگرچہ اپنی فیاضی کی وجہ سے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ قرار در کف آزادگان نگیرد مال۔ لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا اور اب بیس روپیہ ماہواری (اس زمانہ کے بیس روپے آج کے کم از کم ہزار روپے کے برابر ہیں۔ ناقل) دینا اپنے نفس پر واجب کر دیا اور ان کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے میں یقیناً دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ نسبت پیدا نہ ہو جو محب کو اپنے محبوب سے ہوتی ہے تب تک ایسا انشراح صدر کسی میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ ان کو خدا تعالےٰ نے اپنے قوی ہاتھ سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور طاقت بالا نے خارق عادت اثر ان پر کیا ہے انہوں نے ایسے وقت میں بلا تردد مجھے قبول کیا ہے کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہوتے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہو گئے تھے تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعوےٰ کی تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا۔ جس میں یہ فقرات درج تھے" امنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین۔"

مولینا رضؓ کے روحانی بلند مقام پر احادیث نبویہؐ کی شہادت

حضور کے مندرجہ بالا بیانوں سے حضرت مولیناؓ کے بلند روحانی مقام کی جو شہادت ملتی ہے ویسی ہی شہادت احادیث نبویہ میں بھی پائی جاتی ہے حضرت نبی کریم صلعم کو اُمت میں آنے والے مسیح کے متعلق آنحضور صلعم کو جو کشوف دکھلائے گئے جن میں حضور کا بلند ترین روحانی مقام وضاحت سے دکھلایا گیا اس کے ساتھ ہی حضرت مولینا نورالدین اعظم کا بلند مقام بھی آنحضور صلعم کو کشوف میں دکھلایا گیا۔

(پہلی حدیث) آنحضور صلعم فرماتے ہیں مہدی کی وفات کے بعد "یؤمّر القحطانی فوالذی بعثنی بالحق ما ھو دونہ" یعنے مہدی کی وفات کے بعد ایک شخص قحطانی نامی کو امیر جماعت بنایا جائے گا پس مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ یہ قحطانی مہدی سے کمتر نہیں ہوگا" قحطانی یمنی عربوں کا جد امجد اور سردار تھا جس نے بڑی قابلیت سے اپنے قبیلہ کی سرداری کا فریضہ سر انجام دیا تھا اس حدیث میں حضرت مولینا نورالدین صاحبؓ کو قحطان سردار سے تشبیہ دی گئی ہے یہ حقیقت ہے کہ حضرت مولیناؓ نے مہدی کی جماعت کا سردار بننے کے بعد سرداری کے فرائض نہایت خوبی اور کامیابی کے ساتھ سر انجام دیئے اور جماعت کو اس روحانی بلند مقام پر قائم رکھا اس حدیث کی تصدیق سیدنا مہدی کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ہوتی ہے، فرماتے ہیں:۔

"آں مکرم کا للّٰہی اخلاص دیکھ کر دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مجھ کو ان حسنات کی توفیق بخشے۔"

"آپ کی عالی ہمتی کو دیکھ کر خداوند کریم جلّ شانہ کے آگے منفعل ہوں"۔

"میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو وہ اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمۂ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں ..... مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔"

یہ تینوں بیانات کیا حضرت نبی کریم صلعم کے قول "ما ھو دونہ" کی عملی طور پر تصدیق نہیں کر رہے؟ کر رہے ہیں اور ضرور کر رہے ہیں۔ (دوسری حدیث) حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۶۲ پر یہ حدیث درج ہے کہ مہدی حقیقی اسلام کو دنیا میں قائم کر دے گا وہ اسلام کی وہی صحیح تعلیم پیش کرے گا جو حضرت نبی کریم صلعم اگر زندہ ہوتے تو پیش کرتے اور فقہائے زمانہ .... اس کے مخالف ہونگے۔ لیکن عوام اسے قبول کریں گے اور خواص میں سے بھی بہت سے اسے قبول کریں گے اور اہل کشف میں سے بھی بعض قبول کریں گے۔ ان سب کے ذریعہ اس کی حکومت دنیا میں قائم ہو جائے گی (اور واقعات نے مندرجہ بالا علامات کو حضرت مرزا صاحبؑ یعنے مہدی الزمان کے حق میں درست ثابت کر دیا ہے) اس کے بعد حدیث میں یہ ذکر آتا ہے کہ اس کے نو (۹) وزیر ہوں گے صحابہؓ میں سے خاص رجال کے اقدام پر صدقوا ما عاھدوا اللّٰہ علیہ اور وہ تمام عجمی ہونگے ان میں سے کوئی بھی عربی نہیں ہوگا گو وہ عربی میں کلام کر سکیں گے۔ (عربی میں کلام کر سکنے کے معنی یہ ہیں کہ قرآن اور حدیث کے صحیح مطالب جو عربی میں ہیں نہایت صحت اور عمدگی سے بیان کر سکیں گے۔ ناقل) ان میں سے ایک حافظ ہوگا۔ ان کی جنس میں سے نہیں ہوگا (یعنے ان سب میں اپنی صفات میں بڑھ کر ہوگا حضرت مولینا حافظ قرآن بھی تھے اور جیسا کہ حضور کی مندرجہ بالا تحریروں سے ظاہر ہے سب پر سبقت لے جانے والے بھی تھے۔ ناقل) اس نے کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ہوگی (حضرت مولینا رضؓ کو حدیث نبویؐ میں معصومیت کا لقب عطا کیا جانا مولیناؓ کے لئے کتنی بڑی سعادت ہے۔ ناقل) وہ مہدی کے اخص وزراء میں سے ہوگا اور اس کے اخص اُمناء میں سے ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ان سب صفات کا مصداق حضرت مہدی زمانؑ کے وزراء میں سے صرف حضرت مولینا نورالدین صاحبؓ ہی تھے ان نو وزراء کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ وہ مہدی الزمان کے کام کے بوجھ کو اُٹھانے والے ہوں گے اب ظاہر ہے کہ حضرت مہدی زماںؑ نے اپنے کام کو جاری رکھنے کے لئے جن احباب کو انتخاب کیا اور مجلس معتمدین قائم کر کے ان کو اس مجلس کا ممبر بنایا اور اپنی جماعت کا تمام نظم و نسق جن کے سپرد کیا وہ تعداد میں چودہ تھے اور حضرت مولیناؓ کو اس مجلس کا صدر مقرر کیا، یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجلس معتمدین کے ممبران کی تعداد تو چودہ تھی لیکن حدیث تو نو بتلاتی ہے ان دونوں میں تطبیق کی صورت میرے نزدیک یہ ہے کہ افراد جماعت میں سے جو لوگ اس کام کے لئے انتخاب کئے گئے ان کی تعداد نو ہی تھی باقی پانچ حضرت اقدس کے رشتہ دار تھے حضرت نبی کریم صلعم کو کشف میں جو تعداد دکھلائی گئی تھی وہ انہی ممبران کی دکھلائی گئی تھی۔ جن کا حضرت اقدسؑ سے کوئی جسمانی رشتہ نہ تھا وہ صرف حضورؑ کے ساتھ روحانی رشتہ میں ہی منسلک تھے بہر حال ان نو میں سے حضرت مولیناؓ کی جو اعلیٰ پوزیشن حضرت اقدسؑ کے ہاں تھی حدیث میں بھی اسی کو بیان کیا گیا ہے حضورؑ کی وفات کے بعد آٹھ رہ گئے تھے ان میں چھ کا تعلق ہماری جماعت سے رہا ہے صرف دو کا تعلق دوسری جماعت سے رہا ہے۔

تیسری حدیث۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۴۴ پر یہ حدیث مندرج ہے کہ مہدی ۴۰ سال رہے گا۔ اور کتاب اللہ اور سنت نبویؐ پر عمل کرتا رہے گا اس کے وفات کے بعد اس کے حکم سے ہی ایک ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جائے گا جو حضور کی جماعت کا ہی فرد ہوگا اور اس کے صفاتی نام مقعد اور قحطانی ہوں گے یعنی وہ دشمنانِ حق اور دشمنانِ اسلام کو دلائل حقہ کے زور سے بٹھلا دے گا اور قحطانی سردار کی طرح جماعتؑ کو بلند مقام پر قائم رکھے گا ظاہر ہے کہ جماعت میں ان تمام صفات حمیدہ سے متصف سوائے حضرت مولینا مرحوم کے اور کوئی شخص نہ تھا یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعودؑ کے حکم سے ہی مولیناؓ کو جماعت کا امیر بنایا جائے گا اس کا مطلب یہی ہے کہ حضورؑ مولینا کی اتنی تعریف اور ان کا اس قدر

بلند روحانی مقام بیان کریں گے اور جماعت میں انہیں بے نظیر قرار دیں گے اور اس کے ساتھ ہی ان کے متعلق یہ دعا بھی کر گئے کہ خدا انہیں اسلامی لشکر کا مقدمۃ الجیش بنائے اور پھر ان کے متعلق یہ بھی فرما گئے ہیں

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

الغرض حضرت مسیح موعودؑ کے کلمات اور احادیث نبوی دونوں مولیناؓ کے اعلیٰ روحانی مقام کی نشاندہی کرتے ہیں متفق ہیں پس حضرت مولیناؓ کا جماعت کا امیر ہونا بالکل اسی طرح تھا جس طرح حضرت ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا حضرت نبی کریم صلعم کے حکم سے تھا پھر ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُمت میں آنے والا "مسیح دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا اور ساتھ ہی دوسری حدیث میں آتا ہے کہ دو انسانوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ انسان ملکوتی صفات کے حامل ہوں گے ایک فرشتہ تو حضورؑ نے حضرت مولیناؓ کو قرار دیا ہے اور دوسرا مولوی محمد احسن صاحب امروہوی مرحوم و مغفور کو قرار دیا ہے۔

حضرت اقدسؑ کے خطوط میں حضرت مولینا کے مقام رُوحانی و اخلاص و ایثار کی نشاندہی

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے چند خطوط بھی بطور نمونہ از خروارے نقل کر دیئے جائیں۔ یہ خطوط بھی حضرت مولیناؓ کے اس روحانی مقام کی نشاندہی کر رہے ہیں جو حضرت اقدسؑ کی نظر میں مولیناؓ کا تھا۔

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ مخدومی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ عنایت نامہ پہنچکر باعث ممنونی ہوا۔ مجھ کو آنمخدوم کے ہر ایک خط کے پہنچنے سے خوشی پہنچتی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں خالص دوستوں کا وجود کبریت احمر سے عزیز تر ہے اور آپ کا دین کے لئے جذبہ اور ولولہ اور عالی ہمتی ایک فضل الٰہی ہے جس کو میں عظیم الشان فضل سمجھتا ہوں اور میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ جلشانہٗ آپ سے اپنے دین میں پہلے درجہ کی خدمتیں لیوے۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۲۶)

(۲) "چند روز ہوئے میں نے اس قرضہ کے تردد میں خواب میں دیکھا تھا کہ میں ایک نشیب گڑھے میں کھڑا ہوں۔ اور اُوپر چڑھنا چاہتا ہوں۔ مگر ہاتھ نہیں پہنچتا۔ اتنے میں ایک بندۂ خدا آیا۔ اس نے اُوپر سے میری طرف ہاتھ لمبا کیا اور میں اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اُوپر چڑھ گیا۔ اور میں نے چڑھتے ہی کہا خدا تجھے اس خدمت کا بدلہ دیوے۔ آج آپ کا خط پڑھنے کے ساتھ ہی میرے دل میں پختہ طور پر یہ جم گیا کہ وہ ہاتھ پکڑنے والا جس سے دفع تردد ہوا، آپ ہی ہیں۔ کیونکہ جیسا میں نے خواب میں ہاتھ پکڑنے والے کے لئے دعا کی۔ ایسا ہی برقت قلب خط کے پڑھنے سے آپ کے لئے منہ سے دلی دُعا نکل گئی مستجاب انشاء اللہ تعالےٰ۔"

(۳) "حضرت اقدس کے ایک الہام میں حضرت مولیناؓ کا نام عبدالباسط رکھا گیا ہے اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ فی الحقیقت اسم بامسمیٰ تھے آپ کو علم میں جسم میں، خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بسطت عطا کی گئی تھی۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۲۷)

(۴) "مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نُورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ عنایت نامہ عین انتظار میں پہنچا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو خوش و خرم رکھے میں پروردگار جلشانہٗ کا شکر ادا نہیں کر سکتا جس نے ایسے صادق اور کامل الوداد دوست میرے لئے میسّر کئے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ۔" (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۲۹)

(۵) "اور میں مبالغہ سے نہیں کہتا ـــــ اور نہ آپ کی تعریف کی رُو سے۔ بلکہ قوی یقین سے خدا تعالےٰ نے میرے دل میں یہ جما دیا ہے کہ جس قدر اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کی نصرت کے لئے آپ کے دل میں جوش ڈالا اور میری ہمدردی پر مستعد کیا ہے کوئی دوسرا آدمی ان صفات سے موصوف نظر نہیں آتا۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۳۷)

(۶) مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ، کل عنایت نامہ پہنچکر موجب خوشی ہوا۔ خدا تعالےٰ آپ کو خوش رکھے۔ اور اپنے دین کے لشکر کا مقدمۃ الجیش بنا دے۔" (اللہ تعالےٰ نے حضرت اقدسؑ کی اس دعا کو قبول فرما کر حضرت مولیناؓ کو اپنے دین کے لشکر کا مقدمۃ الجیش بنا دیا۔ چنانچہ حضور کی وفات کے بعد حضورؑ کی جماعت کے لئے آپ مقدمۃ الجیش ہی منتخب کئے گئے اور ظاہر ہے کہ حضورؑ کی جماعت ہی اس زمانہ میں دین اسلام کا لشکر تھی جو اسلام پر تمام حملوں کا دفاع کر رہی تھی اور اسلام کی خوبیوں اور اس کا روشن چہرہ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے)۔

(۷) "آپ نے لکھا تھا کہ رفاقت اور دوستی میں مجھ سے نسبت فاروقی ہے، مگر میرے خیال میں آپ کو نسبت صدیقی ہے، کیونکہ انشراح صدر سے ایثار مال، اور رفاقت فرمانے تک مستعد ہونا یہ ہمت صدیقی تھی۔"

(۸) "مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ بلا شبہ کلام الٰہی سے محبت رکھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سے عشق پیدا ہونا اور اہل اللہ کے ساتھ حب صافی کا تعلق حاصل ہونا یہ ایک ایسی بزرگ نعمت ہے جو خدا تعالےٰ کے خاص اور مخلص بندوں کو ملتی ہے اور دراصل بڑی بڑی ترقیات کی یہی بنیاد ہے، اور یہی ایک تخم ہے جس سے ایک بڑا درخت یقین اور معرفت اور قوت ایمان کا پیدا ہوتا ہے اور محبت ذاتیہ اللہ جلشانہٗ کا پھل اس کو لگتا ہے فالحمد للہ کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو یہ نعمت.... جو رؤس الخیرات ہے عطا فرمائی۔"

(۹) "مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ــ عنایت نامہ بمعرفت مفتی محمد صادق صاحب پہنچا آنمکرم کے للّٰہی اخلاص کو دیکھ کر دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مجھ کو بھی ان حسنات کی توفیق بخشے۔ بے شک آپ کی ہمت اور آپ کا عہد ایثار ایک رشک دلانے والی چیز ہے خدا تعالےٰ آپ کو دائمی سرور اور خوشحالی عطا کرے اور بہتوں کو آپ کے نمونہ پر چلا دے۔"

(۱۰) "سچ تو یہ ہے کہ میں نے اس زمانہ میں یہ خلوص اور محبت و صدق براہ دین کسی دوسرے میں نہیں پایا۔ اور آپ کی عالی ہمتی کو دیکھ کر خداوند کریم جلشانہٗ کے آگے منفعل ہوں۔ خداوند کریم عظیم الشان رحمتوں کی بارش سے آپ کے پودہ آمال دنیا و آخرت کو بار ور کرے جس قدر میری طبیعت آپ کی للّٰہی خدمات سے شکر گذار ہے مجھے کہاں طاقت ہے کہ میں اس کو بیان کر سکوں۔" (یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ خدا کا مامور ہی کسی شخص کے روحانی مقام کی حقیقت پر آگاہ ہو سکتا ہے خصوصًا جبکہ وہ شخص آخر تک اس روحانی مقام پر قائم رہے پس حضرت اقدسؑ کا آخر تک حضرت مولیناؓ کی تعریف میں رطب اللسان رہنا اس پر بیّن دلیل ہے کہ حضرت مولیناؓ کا مقام حقیقی اور پائدار تھا جو ہر قسم کی لغزش سے محفوظ رہا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ ناقل)

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے خط میں حضرت مولینا مولوی نورالدین صاحبؓ کی تعریف میں لکھتے ہیں: ـــ

" اور مجھ کو ان کے ہر ایک خط کے دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بفضلہٖ تعالےٰ ان نادر الوجود مردوں میں سے ہیں کہ جو دنیا میں بہت ہی کم ہیں۔ صفت جوانمردی اور یک رنگی اور خلوص اور وفا.... اور رُو بحق ہونے کے اور بایں ہمہ انشراح صدر اور عزت اور فروتنی اور تواضع ایسی ان میں پائی جاتی ہے کہ جس پر درحقیقت ہر ایک مومن کو رشک کرنا چاہیئے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔"

" مولوی حکیم نورالدین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالےٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضا مولیٰ میں اُٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے

دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے مولوی صاحب موصوف اب تک تین ہزار روپیہ کے قریب اور اس عاجز کو دے چکے ہیں اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں۔ اگرچہ یہ طریق دنیا اور معاشرت کی اصول کے مخالف ہے مگر جو شخص خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر دین اسلام کو ایک سچا اور منجانب اللہ دین سمجھ کر اور بایں ہمہ اپنے زمانہ کے امام کو بھی شناخت کر کے اللہ جلشانہ اور رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی ہو کر محض اعلاء کلمۂ اسلام کے لئے اپنے مال حلال اور طیب کو اس راہ میں فدا کرتا ہے اس کا جو عنداللہ قدر ہے وہ ظاہر ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اس امت میں زیادہ سے زیادہ کرے۔ آمین ثم آمین

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے ÷ ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

میرزا احمد سلیم اختر صاحب مبلغ اسلام

حضرت مولانا نورالدین اعظم..... ایک بیمثال حاضر جواب

حضرت مولانا نورالدین اعظم کو جہاں اللہ تعالیٰ نے مختلف علوم سے بہرہ ور فرمایا تھا وہاں آپ حاضر جوابی میں بھی اپنا کوئی ثانی نہ رکھتے تھے اور آپ کا جواب سُن کر مخالف پر سکوتِ مرگ طاری ہو جاتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گورنمنٹ کالج کے پروفیسر مسٹر آرنلڈ نے کہا کہ تثلیث مسئلہ ایسا ہے کہ کوئی ایشیائی دماغ اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ علامہ اقبال ان دنوں گورنمنٹ کالج میں تعلیم حاصل کر رہے تھے انہی دنوں حضرت مولانا کا کسی کام کے سلسلہ میں لاہور جانا ہوا۔ علامہ مرحوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے پروفیسر مسٹر آرنلڈ نے کہا ہے کہ تثلیث کا مسئلہ ایسا ہے جو ایشیائی دماغ میں آ ہی نہیں سکتا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ پروفیسر صاحب کو کہیں کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو پھر مسئلہ تثلیث نہ تو خود حضرت مسیح علیہ السلام سمجھے ہوں گے نہ ان کے حواری کیونکہ وہ بھی ایشیائی تھے۔ اس.. جواب کا سُننا تھا کہ پروفیسر صاحب کے اوسان خطا ہو گئے۔ سُنا گیا ہے کہ یورپ کی ایک کانفرنس میں انہوں نے یہ بات پیش کی مگر وہاں بھی اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا۔

(۲) جب آپ مہاراجہ کے ہاں بطور طبیب ملازم تھے تو ایک مرتبہ مہاراجہ نے آپ سے کہا مولوی صاحب آپ ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ تم سُؤر کھاتے ہو اس لئے بے جا حملہ کر بیٹھتے ہو انگریز بھی سؤر کھاتے ہیں وہ کیوں ناعاقبت اندیشی سے حملہ نہیں کرتے، آپ نے برجستہ فرمایا مہاراجہ صاحب وہ ساتھ گائے کا گوشت بھی کھاتے ہیں اس لئے ان کی اصلاح ہو جاتی ہے، مہاراجہ صاحب یہ جواب سُن کر ایسے خاموش ہوئے کہ دو سال تک انہوں نے پھر مذہبی گفتگو آپ سے نہیں کی۔

(۳) ایک مرتبہ ایک معترض نے اعتراض کیا کہ آپ کہتے ہیں کہ آخرت میں انسان کھائیں گے مگر قضائے حاجت کا سلسلہ وہاں نہ ہوگا، یہ بات قانونِ نیچر کے خلاف ہے اور کسی طرح قابلِ قبول نہیں، آپ نے جواباً فرمایا جب تم ماں کے پیٹ میں خوراک کھاتے تھے وہاں قضائے حاجت کہاں کرتے تھے، کہنے لگا آپ تو منہ بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں، فرمایا میرا کام منہ بند کر دینا ہے۔ تسلی کرانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے بتاؤ تمہارے پاس میری بات کا جواب کیا ہے؟ ایسا خاموش ہوا کہ پھر نہیں بولا۔

(۴) ایک دفعہ ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ اگر زمین سے لے کر تمام فضاء میں پتھر بھر دیئے جاویں تو خدا کہاں جائے گا، آپ نے فرمایا بتاؤ زمانہ ان پتھروں کی حد سے باہر ہوگا یا بیچ میں آ کر کچلا جائے گا، اس نے کہا زمانہ تو باہر ہوگا آپ نے فرمایا جب زمانہ جو مخلوق ہے وہ باہر رہ سکتا تو اس کا خالق باہر کیوں نہیں رہ سکتا جواب سُنتے ہی اس پر اوس پڑ گئی ٭

الحاج حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

توکل علی اللہ کا پیکرِ عظیم

حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ توکل علی اللہ اور تبتّل الی اللہ کا مجسم نمونہ تھے۔ ان کی زندگی کے چند واقعات بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں:۔

(۱)۔ جن دنوں آپ مہاراجہ جموں کے ہاں بطور شاہی طبیب ملازم تھے، جو کچھ آمدنی آپکو ہوتی۔ اس کو فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے اور اپنے پلے کچھ نہ رکھتے تھے، جب مہاراجہ صاحب ان سے کہتے کہ کچھ اپنے لئے بھی رکھا کریں تو فرماتے کہ نورالدین کو اللہ تعالےٰ کھلاتا پلاتا ہے۔ مہاراجہ صاحب نے اُن سے یہ کلمہ کئی بار ان کے منہ سے سُن کر ایک دن تجویز کیا، کہ درباریوں سمیت ایسی جگہ کا دورہ کیا جائے، جہاں کوئی چیز نہ مل سکے، درباریوں میں حضرت مولینا بھی تھے، مہاراجہ صاحب نے ایک جنگل میں جا کر قیام کیا اور حکم دیا کہ کسی طرح آگ نہ جلائی جائے نہ کچھ پکایا جائے، دیکھیں گے کہ مولینا صاحب کو ان کا خدا کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ وہاں قریب ہی ایک گاؤں تھا، اس میں ایک ہندو حضرت مولینا کی نیکی اور تقدس کا قائل تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ جھٹ پٹ پوریاں اور حلوہ بناؤ، چیونٹی کے گھر نارائن اُتر آیا ہے ان کی خاطر تواضع کرنا ہمارا فرض ہے، چنانچہ وہ بہت سی پوریاں حلوہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، جو آپ نے اور آپ کے شاگردوں نے پیٹ بھر کھایا اور کہا کہ مہاراجہ صاحب سے کہدو کہ وہ بھوکے ہیں اور نورالدین کے خدا نے آج بھی اسے بھوکا نہیں رکھا۔

(۲)۔ ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہاؤس بیمار ہوئے۔ انہوں نے حضرت مولینا کی خدمت میں لکھا، وہ جموں سے تشریف لائے اور شیخ صاحب کو دیکھ کر ان کے لئے نسخہ لکھا، پھر واپس جانے کے لئے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے، لیکن جیب خالی تھی۔ ریل آگئی اور آپ کے پاس کوئی ٹکٹ نہ تھا، لیکن انہیں یقین تھا کہ اسی ٹرین سے جائیں گے۔ اسی اثناء میں ایک شخص آیا اس کے ہاتھ میں وزیر آباد تک سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ تھا (ان دنوں وزیر آباد سے آگے جموں کوئی ریل نہ جاتی تھی صرف تانگے جاتے تھے) اس نے حضرت مولینا سے کہا کہ یہ ٹکٹ آپ کے لئے ہے۔ مجھے آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے آپ جلدی سوار ہو جائیں میں بادامی باغ میں اُتر جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت مولانا نے ٹرین میں بیٹھ کر اسے نسخہ لکھ دیا اور وہ بادامی باغ میں اُتر گیا۔ حضرت مولینا جب وزیر آباد پہنچے تو وہاں راجاؤں کے خاندان میں سے ایک شخص آپ سے ملا، اور عرض کی کہ ہمارے گھر ایک بیمار ہے تکلیف فرما کر اسے دیکھ لیں۔ چنانچہ آپ نے اس کے ساتھ جا کر بیمار کو دیکھا اور نسخہ لکھ دیا، وہاں سے واپسی پر آپ تانگوں کے اڈہ کی طرف جا رہے تھے۔ جیب میں کچھ نہ تھا، وہی شخص پیچھے سے آیا اور آپ کی جیب میں کچھ روپے ڈال دیئے۔ حضرت مولانا کرایہ مقرر کئے بغیر تانگہ میں سوار ہو کر جموں پہنچ گئے کرایہ پوچھا تو تانگہ والے نے تیس روپے کرایہ بتایا آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سے تیس روپے ہی نکلے جو اس کو دے دیئے۔

(۳)۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے کے بعد حضرت مولینا نے آپ سے پوچھا کہ کوئی وظیفہ بتائیے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ عیسائی مذہب کے متعلق کتاب لکھیں، جموں جا کر آپ نے کتاب لکھنی شروع کر دی۔ جب کتاب ختم ہوئی تو اس کی طباعت کے لئے پیسہ نہ تھا، انہی دنوں ایک رئیس نے کسی بیمار کے علاج کے لئے مہاراجہ سے آپ کی خدمات طلب کیں، آپ وہاں تشریف لے گئے۔ بیمار کی شفایابی کے بعد رئیس نے کچھ رقم آپ کو دی، واپسی پر مہاراجہ نے بھی کچھ اور رقم دے دی۔ یہ رقوم کتاب کی طباعت کے لئے کافی تھیں، چنانچہ وہ کتاب فصل الخطاب کے نام سے طبع ہو کر شائع ہو گئی۔

(۴)۔ جب مہاراجہ نے حضرت مولانا کی خدمات ختم کر دیں اور آپ کو ریاست چھوڑنے کا حکم ملا، تو آپ کے پاس کوئی رقم نہ تھی۔ آپ کی بہت بڑی لائبریری تھی، اور بھی سامان لے جانے والا تھا۔ لیکن آپ کو کوئی فکر نہ تھا۔ اس وقت ایک ہندو آیا اور اس نے آپ سے کہا کہ کئی مرتبہ آپ سے کہا تھا کہ کچھ پس انداز کیا کریں، لیکن آپ نے ایک نہ مانی، اب کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا میرا خدا بندوبست کرے گا۔ اسی وقت ایک ہندو بنیا آیا اور اس نے کہا کہ فلاں رئیس نے مجھے ہدایت کی ہے، کہ جس قدر روپیہ کی ضرورت

قرآن کریم پڑھنے کا طریق

(از حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ)

"قرآن کریم سے بڑھ کر سہل اور آسان کتاب دنیا میں نہیں۔ مگر اس کے لئے جو پڑھنے والا ہو سب سے پہلے اور ضروری شرط قرآن کریم کے پڑھنے کے واسطے تقویٰ ہے۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ وہ متقی کو قرآن پڑھا دے گا۔ طالب علم کو معاش کی طرف سے فراغت اور فرصت چاہیئے۔ تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچتا ہے کہ کسی کو معلوم بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ خود متکفل ہو جاتا ہے۔

پھر دوسری شرط قرآن کریم کے پڑھنے کے واسطے مجاہدہ ہے۔ یہ مجاہدہ خدا میں ہو کر کرنا چاہیئے۔ پھر مشکلات کا آسان ہو جانا اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔

پھر قرآن کریم پڑھنے کا ڈھنگ یہ ہے کہ ایک بار شروع سے لے کر آخر تک خود پڑھے اور ہر ایک آیت کو اپنے ہی لئے نازل ہوتا ہوا سمجھے۔ آدم اور ابلیس کا ذکر آئے تو اپنے دل سے سوال کرے کہ میں آدم ہوں یا شیطان۔ اسی طرح قرآن کریم پڑھتے وقت جو مشکل مقامات آویں اُن کو نوٹ کرتے جاؤ۔ جب قرآن شریف ایک بار ختم ہو جائے تو پھر اپنی بیوی اور گھر والوں کو اپنے درس میں شامل کرو اور ان کو سناؤ۔ اس مرتبہ جو مشکل مقام آئے تھے انشاء اللہ تعالےٰ ان کا ایک بڑا حصہ سہل ہو جائے گا اور جو اب کے بھی رہ جائیں گے ان کو پھر نوٹ کرو۔ اور تیسری مرتبہ اپنے دوستوں کو بھی شامل کرو۔ اور چوتھی مرتبہ غیروں کے سامنے پڑھو اس وقت انشاء اللہ سب مشکلات حل ہو جائیں گی۔ مشکل مقامات کے حل کے واسطے دعا سے کام لو۔ (الحکم جلد ۴ نمبر ۲۵)

---

* آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ فرمایئے کس قدر رقم پیش کر دوں؟ فرمایا ابھی کوئی ضرورت نہیں، اس کے جانے کے بعد اس شخص نے جو پہلے ملامت کر رہا تھا، آپ سے پھر کہا افسوس ہے آپ نے آئی ہوئی رقم واپس کر دی۔ اسی اثناء میں ایک والی صاحب نے کسی نوکر کے ہاتھ اشرفیوں کی ایک پاسنی بھیج دی اور کہلا بھیجا کہ افسوس آپ جا رہے ہیں اور ہم کچھ نہیں کر سکتے، یہ اشرفیاں آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ فرمایا یہ ہے نورالدین کے خدا کا کرشمہ اس پر وہ ملامت کرنے والا شخص حیران و ششدر رہ گیا۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی ایک باتیں ہیں جن سے آپ کی پاکیزہ زندگی اور توکل علی اللہ کا ثبوت ملتا ہے ان سب باتوں کا بیان کرنا مشکل ہے۔

مقام نورالدین ——— بسلسلہ صفحہ

اور حدیث سے پورا فائدہ اُٹھا کر اس قیمتی کام کو ان کی نگرانی اور رہنمائی میں تکمیل تک پہنچانے کی محنتِ شاقہ اُٹھائی اور بالآخر ۱۹۱۴ء میں یہ عظیم الشان کام مکمل ہو کر شائع ہوا جس سے مذہبی دُنیا میں ایک انقلاب اسلام کے حق میں پیدا ہوا۔

افسوس کہ ۱۹۱۴ء میں ان کا وصال ہوا۔ اور عامۃ المسلمین میں جماعت احمدیہ کے خلاف جو نفرت اور بدظنی کم ہو رہی تھی، مگر دوبارہ میاں محمود احمد صاحب کے مسائل تکفیر المسلمین اور اجرائے نبوت نے ان جذباتِ نفرت اور مغایرت کو بڑھا دیا۔ آج تک وہ ہر معاملہ میں بڑھتی اور کم ہوتی نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالےٰ ہی حامی و ناصر ہے۔

الحاج چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ

حضرت مولانا نورالدینؒ کی قیادت کا درخشاں دور

حضرت مولانا کی قیادت کا زمانہ تقریباً چھ سال تک ممتد ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ زمانہ درحقیقت تو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کا ہی تسلسل ہے۔ ایک فرق ضرور ہے وہ یہ کہ حضرت صاحب کے زمانے میں مخالفت کے جو طوفان بڑی شدت سے اُٹھ رہے تھے ان میں سے بیشتر عناصر کی شدّت کو حضرت صاحب کے قلم نے نابود کر دیا تھا۔ آریہ سماج میں وہ حدّت نہ رہی برہمو سماج کی وہ گرمجوشی بالکل ختم ہو گئی۔ عیسائیت کی رَو جو مسلمان عوام کو اپنے سیلاب میں بہائے لئے جا رہی تھی یکسر رُک چکی تھی۔

پُرانے خیال کے مولوی بھی شکست خوردہ ہو کر سرنگوں ہو چکے تھے۔ مغربی علوم سے آشنا لوگ نہایت سنجیدگی سے تحریکِ احمدیت کی وجہ سے اسلام کا مطالعہ کرنے لگ گئے تھے۔ آسمان کے فرشتے اور زمین کے انسان خدا کے ہاں یہ شہادت دینے لگ گئے تھے کہ اس زمانہ کے مجدد نے اپنے فرائض جو اللہ تعالےٰ کے دربار سے ان پر عائد ہوئے تھے نہایت خوبی سے سرانجام دیئے۔ اور وہ سرخرو ہو کر اس دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

حضورؑ کی وفات کے معاً بعد ان کے متبعین کی صفوں میں اتفاق اور اتّحاد کا یہ سماں تھا کہ اس جماعت کی سربراہی کے لئے صرف ایک ہی بزرگ کا نام تجویز ہوا تو ساری جماعت نے عملاً اعتراف کر لیا کہ علمی رُوحانی اور تنظیمی قد و قامت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں۔

مولانا کے زمانۂ قیادت میں بڑے عظیم الشان کام سرانجام پائے۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد علیؒ کے قلم سے قرآن کریم کی تفسیر تیار ہوئی جو پہلے انگریزی زبان میں لکھی گئی جس کے تیار شدہ حصص روزانہ حضرت مولانا کو سنائے جاتے تھے۔ جس دن یہ تفسیر مکمل ہوئی حضرت موصوف بمعہ اپنی جماعت کے سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ یہ وہ تاریخ ساز تفسیر ہے جس نے ایک طرف تو یورپ کے خیالات میں اسلام کے متعلق انقلاب پیدا کیا۔ اور دوسری طرف اس ملک کے مغرب زدہ اہلِ دانش اسلام کے اُصولوں سے آشنا ہوئے۔

یہی وہ زمانہ تھا جب انگلستان میں خواجہ کمال الدین مرحوم نے ووکنگ میں اشاعتِ اسلام کا مرکز قائم کیا اور جہاں ایک طویل عرصہ تک عالم اسلام کے تمام اکابر وقتاً فوقتاً جاتے رہے۔ امراء بھی گئے رؤسا بھی گئے علماء بھی گئے وزراء بھی گئے، اور شاید بادشاہ بھی گئے ہوں تاہم ان کے نمائندے تو ضرور جاتے رہے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب حضرت مولینا کی اجازت بلکہ حکم سے خواجہ کمال الدین صاحب نے عالم اسلامی کی ایک ایسی برادری قائم کی جنہوں نے فقہی اور فرقی اختلافات کو بالکل بھلا دیا۔ نمازیں اکٹھی پڑھی جانے لگیں اور کسی کو کسی کی امامت پر بھی اعتراض نہ رہا۔ گویا یہ وہ زمانہ تھا جب تکفیر المسلمین کا مسئلہ عملاً حل کر دیا گیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جبکہ ووکنگ مشن کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے مسلمانوں کی صفوں میں مسرت اور انبساط کی لہریں اُٹھنے لگیں اور خواجہ کمال الدین صاحب تمام عالم اسلام کے ہیرو بن گئے۔ مسلمانوں کے اِتّحاد و اتفاق کی اس کیفیت نے حضرت خواجہ صاحب کے دل میں ہندوستان آ کر حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش پیدا کر دی۔

وہ چند دنوں کے لئے تشریف لے آئے اور انہوں نے ہندوستان کے اطراف و اکناف میں دَورہ کر کے لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا اور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں مسلمانوں کے عظیم الشان اجتماعوں کو خطاب کیا اور دلوں میں تحریک احمدیت کے متعلق محبت اور عقیدت کے جذبات پیدا کر دیئے۔

یہی وہ زمانہ تھا جبکہ حکیم الامّت کے علم کی علماء کے دلوں پر دھاک بیٹھ گئی اور دُور دُور سے لوگ ان کی زیارت کے لئے قادیان آنے لگے تاکہ ان کے علم، زہد، تقوےٰ اور صحبت سے فیض یاب ہونے لگے۔ اس زمانے میں لوگوں نے تصرف الٰہی کا وہ عظیم الشان نظارہ بھی دیکھا جبکہ میاں محمود احمد ایسے غالی کو حرم کعبہ میں فرشتوں نے پکڑ کر غیر احمدی امام کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے پر مجبور کر دیا۔

یہی وہ زمانہ ہے جس میں قادیان کے مشہور اخبار تشحیذ الاذہان میں میاں محمود احمد صاحب نے اپنے قلم سے ختم نبوّت پر ایک زبردست مقالہ لکھا اور اسے مرحوم نے اسے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر بطور ایک نشان کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

مولینا کی قیادت کے آخری زمانہ میں خفیہ طور پر میاں محمود احمد صاحب کے حق میں ایک سازش تیار کی گئی مگر مولانا کی شخصیت کے سامنے وہ پنپنے نہ پائی تاہم زیرِ زمین اپنا کام کرتی رہی مگر جونہی آپ کا انتقال ہوا یہ سازش باہر آ گئی اور احمدی جماعت کی صفوں میں زبردست انتشار اور ہیجان پیدا کر گئی اور اس کی شدّت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت صاحب کے جاں نثاروں کی ایک جماعت کو تحریک کی بقاء کے لئے قادیان سے لاہور ہجرت کرنی پڑی۔ اور اس کے بعد میاں محمود احمد صاحب نے مخاصمت اور غلو کے وہ طوفان اُٹھائے جن کی بلاخیزی اب تک جاری ہے۔ قادیان سے آئے ہوئے مہاجرین کو اللہ تعالےٰ نے یہ توفیق بخشی کہ حضرت مولانا محمد علیؒ کی قیادت میں ان لوگوں نے ایسا پروگرام بنایا جس کی رُو سے مولانا موصوف کے قلم نے معارف کے [illegible] بہائے کہ احمدیت کا چہرہ چمک کر لوگوں کے سامنے آ گیا۔ اختلافات کی تفصیلات بیان کرنے کا یہ موقع نہیں، اس وقت نہ مولانا محمد علیؒ صاحب مرحوم اس دنیا میں ہیں اور نہ ہی ان کا حریف میاں محمود احمد صاحب۔

شاید یہ غیر متعلق نہ ہو کہ میاں محمود احمد صاحب نے اپنی موت سے چند سال قبل اللہ تعالےٰ کے تصرف ہی سے کھلی عدالت میں علی رؤس الاشہاد یہ اعلان کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور کو ماننا ایمانیات میں داخل نہیں ہے اور ان کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ غیر احمدی امام کے پیچھے نماز ادا کرنے کے جواز کا ایک فتوےٰ خود حضرت صاحب کا صادر کردہ دستیاب ہو گیا ہے۔ جس کی رُو سے اُس غیر احمدی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا احمدیت کے اصولوں کے خلاف نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی میاں محمود احمد صاحب کافی عرصہ تک زندہ رہے مگر اس بیان کی کبھی تردید نہیں کی۔

حکیم الامّت کے دَور کا ایک اور واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے جسے بیان کرتے وقت ہمارے دل میں دُکھ بھی ہے اور تلخی بھی۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مقبرہ پر ایک کتبہ پتھر پر موٹے حروف سے خوش خط سے لکھا ہُوا تھا جس میں حضورؑ کے منصب کو مجدد صد چہاردہم کے الفاظ میں رقم کیا گیا تھا۔ اس کتبہ کو نہایت بے دردی اور ظلم سے اور اخلاق کے تمام اُصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے میاں محمود احمد صاحب نے مسند "خلافت" پر بیٹھنے کے بعد اکھڑوا کر حضورؑ کے اصل منصب کو ظاہر کرنے والے الفاظ مٹا دیئے اور اس کے برخلاف حسب منشا ایک نیا کتبہ جو ان کے غالیانہ عقائد کا مظہر ہے لکھ کر نصب کر دیا۔ حضرت مولانا سے اس کا تعلق یہ ہے کہ میاں محمود احمد کے اس فعل سے جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی رُوح مجروح ہوتی ہے وہاں مولانا موصوف کی رُوح بھی یقیناً غمگین اور آزردہ ہوئی ہوگی۔ البتہ مولانا محمد علیؒ صاحب اور ان کے متبعین کی مساعی سے جو کچھ خدمات تحریکِ احمدیت کی سرانجام پا رہی ہیں ان سے ان پاک شخصیتوں کی پاک رُوحیں ضرور خوش ہو رہی ہوں گی۔

محترم خواجہ غلام ربانی خان صاحب مانسہرہ

مقام نور الدین اعظم رح

سال ۱۹۰۶ء/۱۹۰۷ء - اخبار بدر کا جو میرے والد بزرگوار مطیع اللہ خان صاحب مرحوم کے نام آتا تھا، مجھے بھی مطالعہ کا موقعہ ملتا تھا - اس میں حکیم صاحب مرحوم و مغفور کا اسم گرامی سلسلہ احمدیہ کی تحریک میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدد صدی چہاردہم مہدی مسعود و مسیح موعود کا دست راست بیان ہوتا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں جناب میر ناصر نواب صاحب مانسہرہ تشریف لائے اور ہمارے مہمان ہوئے - انہوں نے حضرت حکیم نورالدین صاحب کے متعلق جو اس وقت بہ اتفاق رائے حضرت مرزا صاحبؑ کے جانشین مقرر ہو چکے تھے - اچھے الفاظ استعمال نہ کئے اور گدی کا حق دار اپنا نبیرہ میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب کو ظاہر کیا۔ میرے والد صاحب اور دیگر اکابرین جماعت جن میں حضرت مولینا محمد یحییٰ صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب دیب گراں، میر مدثر شاہ صاحب - حیات علی شاہ صاحب مولینا عبدالغنی صاحب اور مولینا محمد یامین صاحب سکنہ داتہ شامل تھے - انہوں نے میر ناصر نواب صاحب کی باتوں کو رد کر دیا اور حکیم صاحب مرحوم کو اپنا قائد تسلیم کر لیا۔

سنہ ۱۹۰۹-۱۰ء کا ذکر ہے کہ میں ہائی سکول ایبٹ آباد میں نویں جماعت میں تعلیم حاصل کرتا تھا - بدقسمتی سے سکول کا ایک اُستاد یالا رام نام آریہ تھا۔ وہ ہمیشہ خدا کی ہستی اور اسلام کی حقانیت کے خلاف زہر اُگلتا رہتا تھا - آہستہ آہستہ اس کی باتوں کا مجھ پر اثر ہو گیا - اور میرے دل میں اسلام کے متعلق بدگمانیاں پیدا ہونی شروع ہو گئیں - بدقسمتی سے ہمارے گھر میں تفسیر حسینی کی ایک جلد تھی - اس کو جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو سورت کہف کی آیات ذوالقرنین کی تفسیر پر نظر پڑی - مفسر صاحب نے سورج کے متعلق ایک THEORY بیان کر دی کہ ایک گدلے چشمہ سے نکلتا ہے اور دوسرے گدلے چشمہ میں غروب ہو جاتا ہے بس کیا تھا - میری بدگمانی اور بڑھ گئی - اور میرے ایمان پر ایک ضرب کاری لگی - اس کے بعد اگرچہ میں نماز روزہ کا پابند تھا - مگر بطور رسم - اور میرے قلب میں بے چینی اور عدم سکون پیدا ہو گئی - جیسا کہ ایک نہایت قیمتی سرمایہ کے ضائع ہوتے پر کسی کو ہوتا ہے - جس زمانہ میں ایم اے او کالج علی گڑھ کا میں طالب علم فرسٹ ایر کا تھا - وہاں سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب تھرڈ ایر کلاس کے طالب علم تھے اور پروفیسر شیخ تیمور صاحب زبان انگریزی کے لیکچرار تھے - نواب وقار الملک مرحوم سیکرٹری کالج تھے - انہوں نے ایک کمرہ جس میں سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب رہتے تھے - وہ جماعت احمدیہ کے طلباء کی نماز کے لئے دیا ہوا تھا - صرف غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ایک سیٹ پر رہتے تھے اور جمعہ کے دن سارا کمرہ خالی کر دیتے تھے اور وہاں نماز جمعہ ادا ہوتی تھی - عبدالعلی خان مرحوم اور خانبہادر فضل الٰہی صاحب پراچہ بھی شامل نماز ہوتے تھے - شیخ تیمور صاحب خطبہ جمعہ دیتے تھے کمرہ نمازیوں سے بھر جاتا تھا - یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نواب وقار الملک صاحب مرحوم کا حکم تھا کہ باقی طلباء کی طرح احمدی طلباء کی حاضری مسجد برائے نماز کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ نماز باقاعدہ ادا کرتے ہیں اور باقی دیگر غیر حاضر طلباء پر جرمانہ عدم حاضری مسجد برائے نماز ہوتا تھا۔

باوجود باقاعدہ نماز پڑھنے کے مجھے اطمینان قلب حاصل نہ تھا - ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء میں سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب مرحوم نے تحریک کی کہ جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے قادیان کا سفر اختیار کیا جاوے - میں نے لبیک کہتے ہوئے شاہ صاحب کی ہمراہیت کا عزم کر لیا - کرسمس کی تعطیلیں شروع ہوئیں تو ہم دونوں عازم قادیان ہوئے - بٹالہ اسٹیشن پر اُتر کر یکہ پر سوار ہوئے اور بعد از دوپہر قادیان پہنچے - سیدھے بڑی مسجد میں گئے - تو وہ طلباء سکول اور دیگر احباب سے بھری ہوئی پائی اور ایک باوقار وجیہہ - دراز قد معمر شخص کو عصا بدست کھڑے ہوئے اور قرآن پاک کا درس دیتے ہوئے دیکھا - دریافت پر معلوم ہوا کہ آپ مولانا نورالدین ہیں - خدا کی شان وہ سورت کہف کی آیات ذوالقرنین کی تشریح فرما رہے تھے - ان کے الفاظ اب تک مجھے یاد ہیں - انہوں نے فرمایا کہ بعض نادان مفسر قرآن سورج کے متعلق ایک غلط نظریہ پیش کر کے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیتے ہیں - کہ سورج ایک گدلے پانی کے چشمہ سے نکلتا ہے اور گدلے پانی کے چشمہ میں گرتا ہے - قرآن پاک میں ذوالقرنین کے سمندری سفر کا ذکر ہے کہ اس کو سورج سمندر سے نکلتا ہوا نظر آیا اور اس سمندر میں غروب ہوتا ہوا نظر آیا یہ رائے العین ہے - سورج کے متعلق کوئی نظریہ نہیں ہے - اب بھی سمندر میں سفر کرنے والے کو سورج اسی طرح چڑھتا اور غروب ہوتا نظر آتا ہے اور میدان میں میدان سے نکلتا اور غروب ہوتا نظر آتا ہے - پہاڑی علاقہ میں پہاڑ کے پیچھے سے نکلتا اور غروب ہوتا نظر آتا ہے - ذوالقرنین کا یہ سفر CASPIANSEA کا ہے جس کا پانی گدلا ہوتا ہے -

سورج اور چاند کے متعلق قرآن پاک میں دیگر آیات میں وضاحت سے ذکر ہے والشمس والقمر بحسبان ، و کل فی فلک یسبحون - الشمس بازغة - وغیرہ وغیرہ

خدا کا فضل تھا کہ اس درس کے بعد میرے تمام شکوک رفع ہو گئے اور اس وعظ نے تریاق کا کام کیا - مجھے قرآن پاک کی روشن تعلیم واضح ہونی شروع ہو گئی اور اطمینان قلب پیدا ہونے لگا - خدا کے فضل سے میں دوبارہ مسلمان ہو گیا - اور میں نے حضرت مولانا نورالدینؓ کے ہاتھ پر بیعت کی - الحمد للہ - میں نے یہ تمام ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس پیر کامل کے درس قرآن کا نور جب میرے دل پر پڑا تو میں اسلام کے صراط مستقیم پر گامزن ہوا اور بالآخر پورا سکون اور اطمینانِ قلب پیدا ہو گیا - جس کے لئے میں اس محسن کو کبھی نہیں بھول سکتا - بس آپ کیا تھا مجھے اس نورانی شخص کے پاؤں میں بیٹھ کر قرآن کریم کے سیکھنے کا عشق پیدا ہو گیا - چنانچہ ماہ جون ۱۹۱۳ء میں ایف ایس سی کا امتحان دینے کے بعد سیدھا قادیان چلا آیا - موسم نہایت گرم تھا - مگر درس قرآن میں شمولیت کا عشق غالب تھا اس لئے گرمی کو برداشت کرتا رہا -

حضرت حکیم الامت صاحب دن میں تین دفعہ درس قرآن فرماتے تھے - صبح نماز کے بعد اپنے مکان پر ایک رکوع کا درس دیتے تھے - یہ درس میاں محمود احمد صاحب کو تعلیم دینے کے لئے ہوتا تھا جس میں اور لوگ بھی شامل ہوتے تھے - نماز عصر کے بعد تمام سکول کے طلباء باقاعدہ مسجد اقصےٰ میں آتے تھے اور ایک رکوع قرآن شریف اور پھر صحیح بخاری کا درس دیتے تھے -

مغرب کی نماز کے بعد ایک رکوع کا درس باقاعدہ ہوتا تھا - میں دن کے وقت ایک رجسٹر پر تین رکوع کے درس نوٹ لکھ دیتا اور براہین احمدیہ لائبریری سے لے کر پڑھتا رہتا تھا براہین احمدیہ اور اس درس کا اثر مجھ پر یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور اسلام کی حقانیت پر راسخ الایمان ہو گیا کہ میری اس زندگی میں مجھے اللہ تعالےٰ کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آیا اور میرا اللہ تعالےٰ پر ایمان ایسا محکم ہوا کہ دل میں سکون اور اطمینانِ کامل پیدا ہوا - شکر ہے یہ سب احمدیت کی بدولت اور حکیم صاحب مرحوم کی صحبت سے مجھے نصیب ہوا - اللھم زد فزد

گرمی کی شدت کی وجہ سے میری نکسیر شروع ہو گئی - میں حضرت حکیم صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تکلیف کا اظہار کیا - انہوں نے فرمایا کہ مطب سے روغن کدو لے لیں اور ناک میں لگائیں - اور اس کو زبان سے چاٹ لیں - ایک دو دفعہ ایسا کرنے سے اللہ تعالےٰ نے مجھے شفا عطا کر دی - الحمد للہ کہ حکیم نورالدین صاحب نے میرا روحانی علاج فرما کر ساتھ ہی تکلیف کا بھی علاج فرمایا -

بلحاظ علم و تقوےٰ اور سخاوت حضرت نورالدینؒ صاحب اہل اسلام میں یکتا مقام رکھتے تھے - جماعت میں ان کا مقام مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کے دستِ راست ہونے کا تھا چنانچہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے جانشین ہونے میں جماعت احمدیہ نے ساتھ مخاصمت اور تفرقہ کے جذبات مودت اور محبت میں بدل گئے ہو گئے - حتیٰ کہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور کا ووکنگ مسلم مشن کا قیام کرنا اور اس میں تبلیغ اسلام سے جماعت احمدیہ کا مقام بلند سے بلند تر ہوتا گیا - چنانچہ سنہ ۱۹۱۱ء میں خواجہ صاحب مرحوم تعلیم یافتہ طبقہ کے محبوب رہنما بن گئے - اور ان کے پُر معارف حسن بیان سے اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان روشن سے روشن تر ہوتی گئی اور مسلمانوں کے دلوں میں تعلیم اسلام کی محبت اور عظمت بڑھتی گئی - خواجہ صاحب مرحوم کا تمام ہندوستان ملایا، سنگاپور اور جنوبی افریقہ کا تبلیغی دورہ اسلامی شاہکار ہے - نمایاں خدمت اسلام اور کامیاب تبلیغ اسلام حکیم صاحب مرحوم کے دورِ خلافت کا ایک درخشاں کارنامہ ہے اور حضرت مرزا صاحب مرحوم کے دورِ خلافت کا ایک درخشاں کارنامہ ہے اور حضرت مرزا صاحبؒ کے خواب کی تعبیر تھی - جو مغرب سے اسلام کے سورج کے طلوع ہونے کے متعلق تھی -

اس دور کا دوسرا کارنامہ تفسیر قرآن بزبان انگریزی کی تیاری تھی جو حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے سرانجام دیا - مولانا مرحوم نے حضرت حکیم نورالدین مرحوم کے علم قرآن

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ...)

از قلم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب ستارۂ خدمت ایبٹ آباد

نقوشِ عظمت

مجھے یاد ہے۔ کہ سب سے پہلی بار میری نظر اس پُر جلال چہرہ پر دسمبر ۱۹۰۷ء کی ایک شام کو پڑی، جب میں ایک ... کے ساتھ اپنے والد ماجد کی معیت میں قادیان کی بڑی مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت صحن مسجد کے مشرقی حصہ میں ایک پرانے درخت کے ساتھ کھڑے وہ درس قرآن مجید دے رہے تھے۔ درس ختم ہی ہونے والا تھا۔ میرے والد ماجد نے مجھے بتایا کہ "یہ حضرت مولینا نورالدین صاحب ہیں"۔ یہ نام میں پہلے بارہا سُن چکا تھا۔ میرے تصور میں پہلے سے جو صورت تھی۔ تو وہ ہوگی۔ اس وقت سادگی کے اس پیکر نے میرے دل پر ایک خاص اثر ڈالا۔ جو انمٹ تھا۔

تین ماہ تک ہمارا قادیان میں قیام رہا۔ ان دوران میں کئی بار حکیم الامت مولینا نورالدین علیہ الرحمۃ کو میں نے نمازوں میں درس قرآن مجید دیتے ہوئے دیکھا۔ چند بار شفا خانہ میں مریضوں کے ہجوم میں فرش پر ایک چھوٹے سے ڈیسک کے پیچھے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ دو چار بار گھر کے اندر بھی دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ان کے فرزند اکبر عبدالحی مرحوم میرے ہم عمر تھے۔ اور ان کے ساتھ دوستی ہوگئی تھی۔ اس وقت ہماری عمر آٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ ہمارے قافلہ کا ایک فرد مسمّی احمد جی ہمونیہ سے قادیان میں وفات پاگیا۔ تو اس کا جنازہ بھی آپ نے ہی سکول کے صحن میں جو اس وقت ہائی سکول تھا۔ اور بعد میں دینیات کا سکول ہوگیا۔ تو اس کا جنازہ بھی آپ نے پڑھایا جو مجھے خصوصیت سے یاد ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانہ میں زندہ تھے۔ سب کی تمام تر توجہات کا مرکز انہی کی ذاتِ گرامی تھی۔ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمت کے متعلق اس سے زیادہ اس زمانہ کی کوئی بات یاد نہیں۔

قادیان کے اس قیام کے دوران وہاں کی زندگی میں میرے لئے کشش کے بہت سے اسباب پیدا ہو گئے تھے۔ میرے اصرار پر میرے والد ماجد نے مجھے دوبارہ قادیان جانے کی اجازت دے دی۔ ہمارے گاؤں کے کچھ لوگ جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ مجھے بھیجدیا گیا یہ ۱۹۱۲ء کا واقعہ ہے۔ مہینہ غالبًا اپریل کا تھا۔ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو گھوڑے سے گرنے کا جو حادثہ پیش آیا تھا۔ وہ ایک طویل اور صبر آزما علالت کے بعد اس سے صحت یاب ہو چکے تھے۔ والد صاحب کی تاکید کے ماتحت میں نمازوں میں ہمیشہ موجود رہتا تھا۔ اور حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کو روزمرہ دیکھنے کا موقعہ ملتا رہتا تھا۔ لیکن گفتگو کی کبھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ایک روز ظہر اور عصر کے درمیان مسجد مبارک میں وہ بخاری شریف کا درس دے رہے تھے۔ میں سامنے بیٹھا تھا۔ ان کی نظر اچانک مجھ پر پڑی۔ تو پوچھا یہ لڑکا کون ہے؟ ہمارے گاؤں کے امیراللہ نامی ایک شخص نے جو پاس ہی بیٹھا تھا، کہا یہ مولوی یحیٰی صاحب کا بیٹا ہے۔ یہ سننا تھا کہ انہوں نے ہاتھ لمبا کر کے مجھے اپنی طرف کھینچا اور میرا سر اپنی گود میں رکھ کر میرے منہ کو چوما۔ میرا سر ان کی گود میں اور میرا دھڑ بخاری شریف کی ضخیم جلد پر جو آپ کے سامنے گاؤ تکیہ پر کھلی رکھی تھی، پڑا ہوا تھا۔ مجھے اسی حالت میں لٹائے رکھا۔ اور حاضرین سے مخاطب ہو کر ایک لمبی تقریر فرمائی۔ جس میں میرے والد ماجد کی محبت اور خلوص خصوصًا اس خدمت اور تیمارداری کا ذکر فرمایا، جو حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی بیماری کی حالت کے دوران چھ ماہ تک انکی خدمت میں رہ کر انجام دی تھی۔ اس تقریر کا ایک ایک جُملہ میرے دل پر آج تک نقش ہے شفقت کے اس غیر معمولی مظاہرہ نے مجھ پر کچھ ایسا اثر کیا کہ میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس گفتگو کے بعد مجھ سے فرمایا کہ:۔

"آپ اتنے دنوں سے آئے ہوئے ہیں۔ ہمارے گھر کیوں نہیں آئے؟ آپ تو ہمارے اپنے بچے ہیں۔ آیا کریں"۔

میں اس حکم کی تعمیل میں چند بار گیا بھی۔ لیکن طبیعت میں کچھ حجاب زیادہ ہی تھا۔ میں پیچھے پیچھے ہی رہا اور آپ کی ایک مصروف ترین زندگی میں مخل ہونے کی جرأت زیادہ نہ کر سکا۔ نمازوں میں البتہ ضرور شامل ہو جاتا اور صفِ اوّل میں میں عمومًا ان کے پیچھے کھڑا ہو جاتا۔ ایک دفعہ نماز مغرب میں ایک لطیفہ یہ ہوا۔ کہ آپ کے صاحبزادوں میں سے ایک بچہ جس کی عمر اس وقت دو تین سال کی ہوگی پاس ہی تھا۔ جب آپ سجدہ میں جاتے۔ تو بچہ ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھتا اور جیسا گھوڑے کو ہانکتے وقت منہ سے آواز نکالی جاتی ہے ایسی آوازیں نکالتا۔ اور توتلی زبان میں کہتا "دھوڑا دھاس کھائے گا"۔ بار بار وہ یہی کرتا رہا۔ جب آپ سجدہ سے اُٹھتے تو اسے بڑی آہستگی سے اُتار لیتے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے بچے کی اس حرکت کا نوٹس تک نہ لیا۔ مجھے کچھ نہ کچھ انتظار تھا۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔

آپ کے اخلاق کا مجھ پر گہرا اثر ہوا۔ یہاں پر مجھے سید اسد اللہ شاہ صاحب کی بیان کردہ ایک بات یاد آگئی ہے کہ حضرت حکیم الامت کا کوئی خوردسال بچہ بار بار آپ کو ایک مجلس میں تنگ کر رہا تھا۔ ایک دوست کو ناگوار گذرا۔ تو اس نے کہا "حضور آپ اس بچے کو ڈانٹتے کیوں نہیں"؟ تو آپ نے فرمایا کہ "اس پر نہ تو اللہ میاں اور نہ ہی کسی گورنمنٹ کے قانون کی گرفت ہے۔ میں اسے کیسے سزا دوں"؟ بچوں پر آپ کی شفقت کا ان واقعات سے اندازہ ہوسکتا ہے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی خصوصی شفقت نے اس مرتبہ قادیان کے ساتھ میری وابستگی کو اور زیادہ اجاگر کر دیا تھا۔ میں ایک درخواست لکھ کر ان کی خدمت میں لے گیا کہ میرے والد ماجد کو لکھیں کہ وہ مجھے قادیان ہی میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دیں۔ انہوں نے فورًا اسی چٹھی پر یہ الفاظ لکھ دیئے:۔

"مولوی صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کا بچہ قادیان میں پڑھنے کا شائق ہے۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ اسے اجازت دے دیں"۔ نورالدین۔

لیکن کچھ واقعات ایسے پیدا ہو گئے۔ کہ مجھے گھر واپس جانا پڑا۔ تاہم آپ کی محبت اور قادیان کے اس وقت کے ماحول کی کشش میرے دل سے مٹ نہ سکی۔ اگلے سال ۱۹۱۳ء کے ماہ اگست میں ماہ رمضان المبارک جبکہ میرے والد ماجد خود پہلے سے قادیان میں موجود تھے۔ میں بلا اجازت ہی قادیان پہنچ گیا۔ اور وہیں جب گرمی کی چھٹیاں ختم ہو گئیں تو آٹھویں جماعت میں داخل ہو گیا۔ اب روزمرہ اس عظیم المرتبت شخصیت کی زیارت کرنے لگا اور ان کے درس اور خطبات سننے کے مواقع کثرت سے ملتے تھے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمت اس زمانہ میں بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ لیکن ان کے عشق قرآن کے جوش میں کمی نہ آئی تھی۔ نماز عصر کے بعد سکول کے بچوں کو درس تختہ کے لئے لائنیں باندھ کر مسجد میں لے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ مجھے جب کبھی موقعہ ملتا تو میں حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ جب آپ بیمار رہنے لگے اور زیادہ کمزور ہو گئے تو مسجد میں نہ جا سکتے تھے تو اپنے گھر پر ہی درس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ میں چند مرتبہ ان درسوں میں شامل ہوا۔ بعض دفعہ چارپائی پر لیٹے ہوئے بھی آپ نے درس دیا۔ لوگ کہتے تھے کہ آپ فرماتے کہ "قرآن میری غذا ہے اور اس میں میری زندگی ہے"۔ آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور یہ حالت ہو گئی کہ آپ باہر بالکل نہ آسکتے تھے۔ جو باتیں آپ کی مجلس میں ہوتیں۔ ان کا چرچا گلی کوچوں میں ہوتا۔ میں چند بار ان کے کمرہ میں بھی گیا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے ان الذی فرض علیک القراٰن لرادک الیٰ معاد۔ ایک بزرگ قاضی امیر حسین صاحب آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ لرادک الیٰ معاد کا یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ آپ تندرست ہو کر ایک بار پھر بھیرہ اپنے وطن مالوف جائیں گے۔ آپ اس پر خاموش ہو گئے اور مزید کچھ نہ فرمایا۔

اسی زمانہ میں یہ بات بھی ہم نے سُنی۔ کہ مولانا محمد علی صاحب جو نوٹ اپنی تفسیر کے روزمرہ سنایا کرتے تھے۔ وہ ختم ہو گئے ہیں اور حضرت علیہ الرحمۃ نے مبارکباد دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ تفسیر قبول ہو گئی ہے"۔ ایک دن یہ بات سننے میں آئی۔ کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایک انگریز ڈاکٹر کو لائے ہیں۔ جس نے آپ کا معائنہ کیا۔ اس نے نبض دیکھ کر کہا ہے: WONDER-FUL PULSE۔ یعنی نبض حیرت انگیز طور پر اچھی۔ ایسی باتیں سن کر لوگوں کی ڈھارس بندھتی تھی۔ اور ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے اس عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو لوگوں کو اس بزرگ وجود کے ساتھ تھی۔ پھر ایک دن یہ بات مشہور ہوئی کہ آپ نے وصیت لکھوائی ہے اس کے الفاظ زبان زدِ خاص و عام ہو گئے اور اس قدر دوہرائے جانے لگے کہ لوگوں کو حفظ ہو گئے۔ اپنی اولاد کے متعلق اس میں یہ لکھوا دیا۔ کہ انہیں بطور خیرات کوئی وظیفہ نہ دیا جائے جو رقم ان پر خرچ کی جائے وہ قرضہ تصوّر ہو۔ ان میں سے جو لائق ہو وہ ادا کر دے۔ اگر کوئی بھی ادا نہ کر سکے تو آپ کے کتب خانہ کی قیمت سے ادا کی جائے۔ دوسری بات یہ لکھوائی۔ کہ میرا جانشین "متقی۔ پرہیزگار اور حضرت صاحب کے پرانے اور نئے مریدوں سے حُسنِ سلوک کرنے والا ہو"۔ اس وصیت کا بڑا چرچا ہوا اور اس کے مضمرات پر لوگ باتیں کرنے

(باقی بر صفحہ ۱۴ کالم ۲)

ازجناب سلطان نظامی عفی عنہ ۔ اوکاڑہ

"حضرتِ اقدس کی صحبت"

حضرت مولینا حاجی حافظ حکیم نورالدین صاحب مرحوم و مغفور ۱۸۴۱ء میں بھیرہ ضلع شاہ پور میں پیدا ہوئے ۔ آپ امیرالمومنین حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے تھے ۔ آپ کا خاندان رُوحانی علوم کا چشمہ تھا ۔ جس میں کئی جید علماء پیدا ہوئے ۔ آپ نے دینی علوم میں اپنی والدہ محترمہ سے بھی کافی استفادہ کیا ۔ آپ اکثر فرماتے تھے :—

" اللہ تعالےٰ رحم کرے میری والدہ پر ۔ انہوں نے اپنی زبان میں عجیب عجیب طرح کے نکاتِ قرآن مجھ کو بتائے ۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ تم اللہ تعالےٰ کی جس قسم کی فرمانبرداری کرو گے اسی قسم کے انعامات پاؤ گے اور جس قسم کی نافرمانی کرو گے اسی قسم کی سزا پاؤ گے "

چنانچہ نیک والدین کی صحبت و تعلیم نے حضرت مولینا موصوف کو نورالدین اعظم بنا دیا ۔ آپ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ طبّی علوم کو بھی درجہ کمال تک حاصل کیا اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت مولانا صاحب کے رُوحانی و طبّی علوم کا شہرہ چہار دانگِ عالم میں پھیل گیا اور دُور و نزدیک کے لوگ آپ کے ان علوم سے مستفید و مستفیض ہونے کے لئے جوق در جوق خدمت اقدس میں پہنچنے لگے ۔ اور آپ کے علم و عرفان سے اپنے قلب و دماغ کو منوّر کر کے لَوٹے

کامل رہنما کی جستجو

باوجود اس کے کہ حضرت مولیناؓ علم و فضل ، تصوّف ، توکّل ، تواضع اور طبّی علوم و فنون میں نہ صرف کمال حاصل کر چکے تھے بلکہ دوسرے لوگ بھی ان کے علوم سے مستفید ہوتے تھے پھر بھی آپ کو ایک کامل رہنما کی تلاش ضرور تھی ۔ آپ کسی ایسے مرد کامل کی تلاش میں تھے جو اُس پر آشوب زمانے میں دشمنانِ اسلام کے دانت کھٹے کر کے اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب کر سکے ۔ ۱۸۸۴ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے علم و عرفان کا شہرہ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلا جنہوں نے اپنے علم و فضل سے دشمنانِ اسلام کو ہر مذہبی محاذ پر شکست فاش دی ۔ حضرت مولینا کے دل میں کامل رہنما کی تلاش اور جستجو تو تھی ہی ۔ چنانچہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور گفتگو کے درمیان اپنا ایک رؤیاء بیان کیا ۔ اس پر حضرت صاحبؑ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ؎

من ذرّہ ز آفتابم ہم از آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

چنانچہ پہلی ہی ملاقات میں آپ کے دل و دماغ نے قبول کر لیا کہ جس مرد کامل کی مدّت سے تلاش تھی وہ حضرت مسیح موعودؑ ہی ہیں ۔ آپ نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری بیعت لے لیں مگر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے بغیر میں کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتا ۔ اس پر حضرت مولینا نے عرض کیا جب بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم آ جائے تو سب سے پہلے میری بیعت لی جائے ۔ اس کے بعد آپ جموں واپس تشریف لے گئے ۔ بالآخر وہ دن بھی آیا جب حضرت مسیح موعودؑ کو بیعت لینے کا حکم ہوا ۔ ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء بیعت کا دن مقرر تھا ۔ اور ملک کے طول و عرض سے مخلصین بیعت کے لئے لودھیانہ پہنچ چکے تھے ۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے حسب وعدہ سب سے پہلے حضرت مولیناؓ کی بیعت لی ۔

حضرت اقدس کی بیعت کا نمونہ

حضرت اقدسؑ حضرت مولیناؓ کے اخلاص اور بیعت کے متعلق فرماتے ہیں :—

" مولوی نورالدین صاحب کسی نشان کے طالب نہیں ہوئے ۔ انہوں نے سنتے ہی اٰمنّا کہہ دیا اور فاروقی ہو کر صدیقی عمل کر لیا ۔ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ شام کی طرف گئے ہوئے تھے ۔ واپس آئے تو راستہ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوٰی نبوت کی خبر پہنچی ۔ وہیں انہوں نے تسلیم کر لیا " (الحکم ۔ ۲۴ر نومبر ۱۹۰۲ء)

حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک اور موقعہ پر فرمایا :—

؎ چہ خوش بُودے اگر ہر یک ز اُمت نور دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بُودے

اور پھر ایک دوسرے موقعہ پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا :—

" یہ شخص ہزار عبدالکریم کے برابر ہے "

قرآن کریم پڑھنے کا طریق

حضرت مولینا نورالدینؓ ہمہ صفت موصوف تھے ۔ ان کی صفات اَن گنت ہیں ۔ جن کے بیان کے لئے کئی جلدوں کی ضرورت ہے ۔ یہاں ان میں سے صرف چند ایک پیشِ خدمت ہیں جو ہماری اور ہمارے بچوں کی رہنمائی کا موجب ہیں ۔

قرآن پاک سے تو آپ کو والہانہ عشق تھا ۔ آپ اکثر فرماتے :—

" قرآن میری غذا ہے ، اور میری رُوح کی فرحت کا ذریعہ ہے ۔ اور باوجود اس کے کہ میں قرآن کریم کو دن میں کئی بار پڑھتا ہوں مگر میری روح کبھی سیر نہیں ہوتی ۔ یہ شفا ہے رحمت ہے ۔ نور ہے ، ہدایت ہے "

حضرت مولینا نورالدینؓ نے مزید فرمایا :—

" قرآن کریم سے بڑھ کر سہل اور آسان کتاب دُنیا میں نہیں ۔ مگر اس کے لئے جو پڑھنے والا ہو ۔ سب سے پہلے اور ضروری شرط قرآن کریم کے پڑھنے کے واسطے تقوٰی ہے .... پھر دوسری شرط قرآن کریم کے پڑھنے کے واسطے مجاہدہ ہے یہ مجاہدہ خدا میں ہو کر کرنا چاہیئے پھر مشکلات کا آسان ہو جانا اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے .... پھر قرآن کریم کے پڑھنے کا ڈھنگ یہ ہے کہ ایک دفعہ شروع سے لے کر آخر تک خود پڑھے اور ہر ایک آیت کو اپنے ہی لئے نازل ہوتا ہوا سمجھے ۔ آدمؑ ابلیس کا ذکر آئے تو اپنے دل سے سوال کرے کہ میں آدم ہوں یا شیطان ..... جب قرآن شریف ایک بار ختم ہو جائے تو پھر اپنی بیوی کو اور اپنے گھر والوں کو اپنے درس میں شامل کرو .... اور تیسری مرتبہ اپنے دوستوں کو بھی شامل کرو اور پھر چوتھی مرتبہ غیروں کے سامنے سناؤ اس مرتبہ انشاء اللہ سب مشکلات حل ہو جائیں گی "

(الحکم جلد ۷ نمبر ۲۵ صفحہ ۵)

دینی تعلیم کے لئے تڑپ

حضرت مولیناؓ اُٹھتے بیٹھتے لوگوں کو دینی تعلیم کا درس دیتے رہتے تھے ۔ یعنی ذکر اللہ ہر وقت جاری رہتا تھا ۔ آپ چاہتے تھے کہ ہر مسلمان مبلغ اسلام بنے اور دین اسلام کی اشاعت گھر گھر کرے ۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم مدرسہ میں داخل ہوا اور اس کے تمام اخراجات آپ نے خود برداشت فرمائے ۔ ایک دفعہ کسی معلم نے شکایت کی کہ یہ طالب علم سبق یاد نہیں کرتا بلکہ دینی تعلیم سے بھی لاپرواہ ہے تو آپ نے اس طالب علم کو بلا کر فرمایا :—

" دیکھو ! باوجودیکہ کوئی نہیں جانتا میرے مولا کریم کے سوا کہ وہ مجھے کہاں سے دیتا ہے پھر میں نے تمہارے اخراجات باوجود ایسی حالت کے مساکین فنڈ سے نہیں دلائے بلکہ میں نے خود برداشت کئے ۔ پھر ایسی حالت میں بھی اگر تم دین کو حاصل کرنا نہیں چاہتے تو میں تم کو اپنے پاس قطعاً نہیں رکھ سکتا ۔ یاد رکھو دنیا میں میں کسی ایسے شخص کو جو دین سننا نہیں چاہتا ، ہرگز اپنے پاس نہیں رکھ سکتا ۔ کیونکہ میرا ارادہ اور میرا خیال کچھ نہیں رہا ۔ میں اسے دوسرے کے ہاتھ پر بیچ چکا ہوں ۔ پس میں پھر کہتا ہوں کہ بیوی ہو یا لڑکی ہو یا کوئی اور ہو اگر اسے دینیات کی خواہش نہیں تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں رہ سکتی " (الحکم ۔ ۱۰ر فروری ۱۸۹۹ء)

ایک سیّد کو درسِ عبرت

یہ مشہور ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو جہیز میں ایک چٹائی ، ایک چکی اور ایک مشکیزہ مرحمت فرمائے تھے ۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت مولیناؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ " میں سیّد ہوں ۔ میری بیٹی کی شادی ہے ۔ آپ اس موقعہ پر میری کچھ مدد کریں " ۔ آپ نے فرمایا :—

" میں تمہاری بیٹی کی شادی کے لئے وہ سارا سامان تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو دیا تھا ۔ وہ یہ سنتے ہی بے اختیار کہنے لگا ۔ آپ میری ناک کاٹنا چاہتے ہیں .... آپ نے فرمایا کیا تمہاری ناک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑی ہے ۔ پھر اگر اس قدر جہیز دینے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں ہوئی تو تمہاری کس طرح ہو سکتی ہے ؟ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۲۱۰)

حضرت مولیناؓ کی زندگی کا ہر پہلو نورِ ایمان سے منوّر تھا ۔ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کا مکمل نمونہ تھا ۔ جہاں آپ کی ذات واجب الاحترام سے مخلوقِ خدا کو روحانی فیض پہنچتا تھا وہاں جسمانی طور پر بھی روزانہ مریضوں کی اوسط ۲۰ سے لے کر ۵۰ تک رہتی اور سال بھر میں تقریباً بیس ہزار افراد آپ کے ذریعے جسمانی فیض سے مالا مال ہوتے تھے ۔ آخر وہ دن بھی آیا جو کسی متنفس سے ٹل نہیں سکتا ۔ آپ

حضرت مولاناؒ کی نظر میں حضرت مسیح موعودؑ کا منصب

۱۹۰۱ء سے قبل :- حضرت مجددِ زمان مسیح موعودؑ کے دعاوی سے متعلق کسی سائل کے جواب میں آپ نے لکھا :-

۱۔ "عزیز من حفظك الله تعالیٰ ۔ ثم السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ۔ مرزا جی کے دعاوی پر آپ نے مجھے ایک بہت لمبا خط لکھا ہے ۔ جواب اس کے گذارش ہے فلاتستعجلون (جلد باز نہ ہو) ایک الٰہی ارشاد ہے جو حضرت خاتم الانبیاء وخاتم الاصفیاء سیدنا و مولانا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ (فداہ امی وابی) صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے نام جاری ہوا تھا ۔ ہم اس ارشاد کو ظلی طور پر حضرت خاتم الانبیاء کے ظل کے نائب اور اس کے دین کے خادم **مجدد الوقت** مرزا جی کے مخالفوں کو سناتے ہیں، مخالفت والو، صبر سے انتظار کرو، جلد باز نہ ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عزیز من سنو اور اس پر غور کرو ۔ دنیا میں ایک جماعت گذری اور اب بھی ہے کہ جنہوں نے **اَنَا اللّٰہ** کہا اور کہتے ہیں ۔ ایسے قائلین کی تکفیر و تفسیق سے کبھی کبھی کفِ لسان (زبان کا روکنا ۔ ناقل) پسند کرتے ہیں ۔ اور اس جماعت کو **صلحاء و اولیاء** کی جماعت کہتے ہیں ۔ پس عزیز من! **اَنَا المسیح اَنَا عیسیٰ ابن مریم** کہنے والے پر یہ شور و غل کیوں؟ انصاف! انصاف!! انصاف!!! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھائی مرزا جی اس صدی کے **مجدد** ہیں ۔ اور **مجدد** اپنے زمانے کا **مہدی** اور اپنے زمانے کے شدۃ مرض میں مبتلا مریضوں کا مسیح ہوا کرتا ہے، اور یہ امر بالکل تمثیلی ہے ۔ جیسے مرزا صاحب اپنی **الہامی** رباعی میں ارقام فرما چکے ہیں ۔ رباعی :-

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے ÷ جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی لقب ÷ خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

(۲) "مختلف بلاد میں مختلف ہادی ہوتے رہے ۔ ایک اسلام ہی کا اعتقاد ہے کہ **لم یزل متکلماً** ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کلام فرماتا ہے ۔ اس کے فیضان خاص میں کبھی کمی نہیں ہوئی ہمیشہ بندگان خاص سے اس کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا رہتا ہے ۔ اور ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا ۔ ختم نبوت نے الہام اور مکالمہ اور مخاطبہ سے مخلوق کو محروم نہیں کیا، اسلامیوں میں ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے جو اس فیض ربانی سے فیض یاب ہوئے ۔ دیکھو حالات شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ معین الدین چشتی، بابا شیخ فرید شکر گنج، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور عبداللہ غزنوی **اولیاء کرام** اور ہمارے اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔" تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۵۸

۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات ۔

(۳) "میں نہ مامور نہ مجدد، پھر میری اس کتاب کو اور اس کے جوابات کو **مامور و مجدد** اور امام الوقت نے نہ دیکھا نہ سنا پینتیس سوال کے جواب تک ہمیں موقعہ ملا کہ ہم اپنے حضرت امام علیہ السلام پر عرض کر سکے بلکہ ہمارے بزرگ سید محمد احسن صاحب نے بھی اس کو نہیں دیکھا ہاں میرے معزز حبیب مولوی عبدالکریم صاحب نے دیکھا"۔
(کتاب نورالدین صفحہ ۵ ۱۹۰۴ء)

(۴) غرض غور کرو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ہم نے بہت کچھ دیا یا کس قدر خیر کثیر دی گئی ۔ آپ کا دامنِ نبوت دیکھو تو وہ قیامت تک وسیع ہے کہ اب کوئی نبی نیا ہو یا پرانا آ ہی نہیں سکتا، کسی دوسرے نبی کو اس قدر وسیع وقت نہیں ملا ۔ یہ کثرت تو بلحاظ زمان کے ہوئی ۔ اور بلحاظ مکان یہ کثرت کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعا میں فرمایا کہ میں سارے جہان کا رسول ہوں یہ کوثر بلحاظ مکان کے عطا ہوئی"۔ (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء)

(۵) "پھر آپ نے ارقام فرمایا ہے کہ تیرہ سو برس میں کسی شخص نے کبھی کسی کو رسول یا نبی نہیں کہا ۔ اس پر عرض ہے ۔ مثنوی مولانا روم تو ہمیشہ آپ نے وعظوں میں سنی ہوگی ۔ اس کے اس وقت دو شعر پڑھتا ہوں بلکہ لکھتا ہوں ۔ جو آپ کے دعوے نے یاد دلائے ہیں

؎ چوں بدادی دستِ خود در دستِ پیر ÷ پیر حکمت کو علیم است و خبیر
او نبیٔ وقتِ خویش است اے مرید ÷ تا ازو نورِ نبی آید پدید
دست تو از اہلِ آں بیعت شود ÷ کہ ید اللہ فوق ایدیہم بود

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں سب کچھ کہہ لیا ہے ۔ اور مولوی لوگوں کے ڈر کا ذکر فرما دیا اگر آپ سنیں تو میں ۱۳ مسلم الثبوت اولیاء کے کلام سے یہ لفظ صاف صاف آپ کو دکھا سکتا ہوں ۔ یہ آپ نے کس طرح ارشاد فرمایا کہ تیرہ سو برس سے کسی نے ایسا لفظ نہیں بولا"۔
(اخبار بدر ۱۳ ستمبر ۱۹۰۹ء)

سردار محمد عجب خان کے نام مکتوب

(۶) "دل چیر کر دکھانا یا دکھانا انسانی طاقت سے باہر ہے ۔ قسم پر اگر کوئی اعتبار کرے تو واللہ العظیم کے برابر کوئی قسم نظر نہیں آتی نہ آپ میرے ساتھ موت کے بعد ہوں گے نہ کوئی اور میرے ساتھ سوائے میرے ایمان و اعمال کے ہوگا ۔ پس یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونے والا ہے ۔ **واللہ العظیم واللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض** ۔ میں مرزا صاحب کو **مجدد** اس صدی کا یقین کرتا ہوں، میں ان کو راستباز مانتا ہوں، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نبی کے لغوی معنی پیش از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر خبر دینے والا ہم لگ یقین کرتے ہیں، نہ شریعت لانے والا ۔ مرزا صاحب اور میں خود جو شخص ایک نقطہ بھی قرآن شریف کا اور شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ مانے میں اسے کافر اور لعنتی اعتقاد کرتا ہوں ۔ یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب کا تھا کوئی رد کرے یا نہ مانے یا منافق کہے اس کا معاملہ حوالہ بخدا ہے"۔ (نورالدین بقلم خود ۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۰ء) (بحوالہ اخبار بدر ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

حضرت مرزا صاحب کے مزار پر آپ کا اصلاح کردہ کتبہ ۔

(۷) "جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیسِ قادیان مسیح موعود مجدد صد چہاردہم تاریخ وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء"

نقوشِ عظمت ـــــــ بسلسلہ صفحہ ۱۳

گئے ۔ بعد کے واقعات نے اس کی حقیقت کو اور ظاہر کر دیا ۔ پھر ایک دن خبر ملی کہ ڈاکٹروں کے مشوروں پر آپ کو نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی پر منتقل کیا گیا ۔ کہ وہاں کی آب و ہوا اچھی ہے ۔ کیونکہ شہر سے باہر ہے ۔

جس دن کا کھٹکا سب کو لگا ہوا تھا ۔ بالآخر وہ آن پہنچا ۔ ہم سب بسبب معمول نماز جمعہ کے لئے شہر کی بڑی مسجد میں گئے ہوئے تھے ۔ نماز سے فراغت کے بعد حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی وفات کی خبر ملی ۔ وہ دن اور اس سے اگلا دن بھی انتہائی افسردگی کا تھا ۔ طرح طرح کی باتیں سننے میں آتی تھیں ۔ لوگ ٹولیوں میں مسجد نور میں اور ہائی سکول کے گرد و نواح میں چلتے پھرتے کھڑے یا بیٹھے نظر آتے تھے ۔ جس کمرہ میں حضرت کی میت رکھی تھی ۔ وہاں بھی لوگ آتے جاتے تھے ۔ میں بھی وہاں جا کر بیٹھا رہا ۔ اس وقت ایک جوان العمر اونچے قد مضبوط جسم اور سیاہ داڑھی والے حافظ صاحب نے جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا ۔ سورۃ الدہر چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر پڑھی ۔ اور جب ختم کر چکے، تو میت کی طرف اشارہ کر کے کہا "جو صفات ابرار کی یہاں بیان ہوئی ہیں وہ سب ان میں موجود ہیں"۔ شام کے وقت حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی میت کو سپرد خاک کر دیا گیا اور علم و حکمت اور عصمتوں کا یہ پیکر غروب آفتاب کے وقت ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا ۔ اور سرزمین قادیان کی بہت سی برکتیں اور رونقیں بھی اپنے ساتھ لے گیا ۔ کم از کم میرا یہی تاثر تھا ۔ قادیان کی بستی اب مجھے بے رونق لگنے لگی ۔ میں نے مزید چھ سات مہینے وہاں پر گزارے ۔ لیکن میرا دل نہ لگتا تھا ۔ اور میں نے اپنے والد کو خط لکھا کہ اب یہاں سے جانا چاہتا ہوں ۔ وہ ناراض بھی ہوئے ۔ میرے استادوں خصوصاً ماسٹر محمد دین صاحب ۔ قاضی عبداللہ صاحب اور صوفی غلام محمد صاحب نے بھی مجھے روکنے کی کوشش کی ۔ لیکن میری طبیعت اب وہاں نہ لگتی تھی ۔ اور میں محسوس کرنے لگا تھا کہ میں بیمار ہو جاؤں گا ۔ چنانچہ نومبر ۱۹۱۴ء کو میں نے قادیان کو الوداع کہا ۔ اور پھر کبھی بھی اسے دیکھنے کا موقعہ نہ ملا ۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی وفات کے موقعہ پر جو کچھ واقعات میرے مشاہدہ میں آئے ۔ ان میں سے بعض واقعات خصوصاً حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب کے ساتھ بعض لوگوں کا سلوک جب انہوں نے مسجد نور میں تقریر فرمائی ۔ اور جب نئے خلیفہ صاحب کی بیعت ہو رہی تھی اور وفات کے بعد کے بعض واقعات ایسے دل خراش تھے کہ میں انہیں فراموش نہیں کر سکتا ۔ ان باتوں کا ذکر میرے مضمون سے باہر ہے ۔ میں نے جب کتاب مجاہد کبیر پڑھی تو میرے دل سے محمد احمد صاحب کے لئے دعا نکلی ۔ کہ انہوں نے بڑی کاوش اور محنت سے

جب جہالت کی رِدا ہوتی ہے چاک ؞ علم سے ہوتی ہے روشن جانِ پاک

مُدتوں کے بعد پھر صدفِ نظر ؞ پرورش کرتی ہے حکمت کا گُہر

پھر یہ حکمت کا فدائی فلسفی ؞ رحمتِ یزداں سے بنتا ہے ولی

سالکِ کامل، ولایت کا نگیں ؞ آخرش پاتا ہے نامِ نورِ دیں

نورِ دیں مہرِ منیرِ علم و دیں ؞ نورِ دیں محبوبِ ربّ العالمیں

نُورِ دیں وہ مشعلِ نورِ یقیں ؞ نُورِ دیں وہ عارفِ ذکرِ مُبیں

گلشنِ ملّت کا اِک سروِ بلند ؞ بہرِ قرآں مضطرب مثلِ سپند

بزمِ ہستی میں سراپا سوز و ساز ؞ جاں نثار و جاں سپار و جاں گداز

نیک خُو و پاک رُو، روشن جبیں ؞ آسمانِ خُلق کا ماہِ مبیں

ترک کرکے بہرِ دیں مال و وطن ؞ تازہ کی صدیقؓ کی رسمِ کہن

اس کی فطرت پاک بے خوف وہراس ؞ بیم تھا اس سے گریزاں اور یاس

آیۂ توحیدِ حق بحرالکمال ؞ اس پہ ہیں نازاں جلال وہم جمال

عاشقِ رُوئے جنابِ مُصطفٰےؐ ؞ جاں نثارِ مہدئ قمر الہدیٰ

قدوۂ عشاقِ شمعِ احمدیؐ ؞ زُبدۂ ابرارِ بزمِ سرمدی

بر صداقت مہدئ حق حُجّتے ؞ زیں چہ باشد حُجّتے روشن ترے

اے خداوندم، بہ فیضِ مُصطفٰےؐ ؞ ہم طفیلِ انبیاءؑ و اولیاءؒ

اے کہ تیری رحمتیں ہیں بے حساب ؞ لُطف سے تیرے زمانہ فیضیاب

بزمِ ہست و بُود تجھ سے مُستنیر ؞ ہر کس و ناکس کا ہے تو دستگیر

ہم تری رحمت کے ہیں اُمیدوار ؞ اِلتجا ہے تجھ سے اے پروردگار

نُور سے روشن لحد ان کی مدام ؞ انکی رُوحِ پاک پر بے حد سلام

رحمتِ حق ان کی جانِ پاک پر
نُور کی بارش ہو ان کی خاک پر

جناب حافظ ملک شیر محمد صاحب خوشابی

مسئلۂ خلافت

رُوحانی خلافت کا نظام } تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد روحانی خلافت کا نظام مسلمانوں میں دو طرح سے مروّج رہا ہے ایک تو آیت استخلاف اور حدیث مجدّد کے ماتحت دوسرا وہ نظام خلافت جو مجدّدین اور مشائخ نے رائج کیا بالفاظ دیگر ایک تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہوئے اور دوسرے مجدّدین اور مشائخ کے خلفاء ہوتے رہے اور وقتاً فوقتاً جو رُوحانی سلسلے ان مشائخ کے ذریعہ معرض وجود میں آتے رہے جیسے سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ سہروردیہ وغیرھم ان میں بھی خلافت اور بیعت کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ آیت استخلاف اور حدیث مجدّد کے مطابق جو خلیفے ہوتے ہیں وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور جانشین کہلاتے ہیں جیسے خلفاء راشدین اور بعد ازاں مجدّدینؒ مگر جو کسی روحانی بزرگ یا شیخ اور مجدّد کے خلیفے ہوتے ہیں وہ اس سلسلہ کے خلفاء کہلاتے ہیں وہ آیت استخلاف کے ماتحت نہیں ہوتے۔

خلیفہ صرف نبی کا نہیں بلکہ شیخ کا بھی ہوتا ہے } بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت صرف نبوّت کی ہی ہوتی ہے حالانکہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک صرف نبوّت کی ہی نہیں بلکہ مشائخ کی بھی ہوتی ہے

جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"صوفیاء نے لکھا ہے جو شخص کسی شیخ یا رسُول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے اور وہ ایک خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اسے مٹاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ایک الہام میں اللہ تعالےٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے۔ انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ"

(اخبار الحکم ۱۴ر اپریل ۱۹۰۸ء)

حضرت امام الزمان نے جب اپنے بعد ہونے والے کسی خلیفہ یا جانشین کا ذکر کیا تو نبی والا الہام نہیں بلکہ شیخ والا الہام پیش کیا ہے، اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کے بعد نبوّت کی خلافت نہیں بلکہ مشائخ والی خلافت ہے۔

مشائخ کے خلفاء کا رُوحانیت سے خالی ہونا } حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حکم عدل ہونے کی حیثیت سے مسائل حل کئے ہیں اسی طرح مسئلہ خلافت کے متعلق بھی اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے مرور زمانہ کی وجہ سے گذشتہ مشائخ کی خلافتوں میں بھی طرح طرح کی بدعات پیدا ہو گئیں گو اُن کے قائم کردہ سلسلے باقی تھے اور ان میں خلافت اور بیعت کا سلسلہ بھی جاری تھا لیکن ان میں اسلام کی رُوح نہیں رہی تھی، ان سلسلوں کے خلفاء۔۔ اپنے مریدوں کی نیکی، تقوےٰ اور قابلیّت کو جو رُوحانی سلسلوں کی رُوح ہے نظر انداز کر کے دنیوی اغراض کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے مریدوں میں سے جس مُرید پر کرم نوازی کرتے انہیں خرقۂ خلافت عطا فرماتے اور وہ اس سلسلہ کے خلفاء کہلاتے اور انہیں اپنے مرید بنانے کی اجازت ہوتی اور عقیدت کی وجہ سے ان کے مرید اور عقیدت مند نذریں، نیازیں ان کی خدمت میں پیش کرتے بلکہ وہی خلفاء اپنے عقیدتمندوں اور مریدوں کے گھروں میں سال بسال شیرینیاں وصول کرنے کے لئے پہنچ جاتے ہیں اور جو کچھ ان سے وصول ہوتا وہ اسے حق الخدمت سمجھتے ہیں اور انجام کار ان خلیفوں نے اپنی نذروں، نیازوں کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنا لیا۔ اسی لئے آہستہ آہستہ مشائخ کے یہ سلسلے روحانیت سے خالی ہو گئے اور ان پیروں کا مطمح نظر صرف دنیا ہی رہ گیا۔

حضرت مرزا صاحب شریعت اور طریقت دونوں کے مجدّد تھے } چودھویں صدی میں خدا تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کو منصب ماموریت پر فائز کیا اور حضرت اقدس اس دور میں جیسے شریعت کے مجدّد تھے ویسے ہی طریقت کے بھی مجدّد تھے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ عاجز شریعت اور طریقت دونوں میں مجدّد ہے۔"

(مکتوب اخبار الحکم ۲۴ر جون ۱۹۰۰ء)

جس طرح آپ نے شرعی اور فقہی مسائل کی پیچیدگیوں کو حل کیا اسی طرح آپ نے طریقت کی گتھیوں کو بھی سلجھایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد کسی فرد واحد کو خلیفہ بنانے کا اشارہ تک نہیں کیا بلکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ایک اعلےٰ درجہ کا رُوحانی اور اخلاقی نظام پیش کیا اور "الوصیت" میں اپنے بعد قائم ہونے والے نظام کو مندرجہ ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ نظامِ بیعت

۲۔ مالیاتی نظام

ان دونوں نظاموں کی تفصیلات آپ نے اپنی کتاب "الوصیت" میں لکھی ہیں۔

(الف) نظامِ بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

۱۔ چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ (الوصیت صلا۱۳)

۲۔ ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے۔ (حاشیہ الوصیت صلا۱۲)

بیعت کے متعلق کتنا واضح، غیر مبہم اور صاف حکم ہے کہ خرقۂ خلافت کسی فرد واحد کو عطا کرنے کی چیز نہیں بلکہ جس شخص پر چالیس مُومن اتفاق کریں وہ بیعت لے سکتا ہے الوصیت کے انہی الفاظ سے شیخ والی خلافت کا مفہوم سمجھا گیا۔ کیونکہ اس تحریر کے شائع ہونے پر خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اس طرح تو گاؤں گاؤں میں خلیفہ ہو جائے گا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"اس میں آپ کا کیا نقصان ہے وہ تو جماعت کو ترقی دینے والے ہوں گے انتظامی معاملات ہم نے انجمن کے سپرد کر دیئے ہیں۔" (اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب صہ۔ ایک نہایت ضروری اعلان صہ)

غرض حضرت مسیح موعودؑ نے سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کا کام ایسے عظیم الشان بزرگوں کے سپرد کیا جن کے تقویٰ اور نیکی پر چالیس مُومن اتفاق کریں پھر یہ بزرگ اپنے نام پر نہیں بلکہ مسیح موعودؑ کے نام پر بیعت لیں یعنی خود پیر نہ بنیں بلکہ لوگوں سے بیعت لے کر انہیں اپنا پیر بھائی بنائیں۔

(ب) مالیاتی نظام۔

انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے } حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوسرا مالیاتی نظام قائم کیا ہے کیونکہ آپ سے پہلے روحانی سلسلوں میں عقیدت کی وجہ سے مشائخ کے خلفاء میں جو نذروں اور نیازوں کا سلسلہ چلتا تھا اس سے پیروں اور خلیفوں کو تو یقیناً فائدہ ہوتا تھا لیکن اسلام اور مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ تھا اس کی حضرت مسیح موعودؑ نے اس طرح اصلاح کی کہ ہمیں نذروں اور نیازوں کی ضرورت نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو اس کا فرض ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کے جہاد میں حسبِ استطاعت ضرور حصّہ لے کیونکہ یہ دَور اسلام کے لئے بڑا خطرناک ہے، ہر طرف سے اس پر حملے ہو رہے ہیں، اور جو شخص تین ماہ تک اس جہاد فی سبیل اللہ میں عملاً حصّہ نہ لے گا وہ درحقیقت

جماعت احمدیہ کا با اثر فرد نہ ہوگا اور یہ بھی ہدایت کی کہ میرے بعد ان دقوم کے خرچ کرنے پر کسی فرد واحد کا اختیار نہیں ہوگا بلکہ اس آمدنی کے نظم و نسق کا انتظام آپ کی جانشین انجمن کے ذمہ ہوگا جس کی بنیاد آپ نے ۱۹۰۵ء میں رکھی اور اس کے بنیادی قواعد آپ نے ۶ر جنوری ۱۹۰۶ء کو بطور ضمیمہ الوصیت شائع فرمائے اور اس انجمن کا نام "انجمن کارپرداز مصالح قبرستان" رکھا مگر جب اس کے کاغذات وغیرہ تیار ہو گئے تو یہ نام ۲۹ر جنوری ۱۹۰۶ء کو تبدیل کر کے اس کا "صدر انجمن احمدیہ" نام رکھ دیا گیا۔ اور اس انجمن کو صریح الفاظ میں اپنا جانشین قرار دیا جیسا کہ فرمایا

(ا) "چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں"۔ (قاعدہ ۱۳ ضمیمہ الوصیت صفحہ ۵)

(ب) کسی ممبر کو علیحدہ کرنے کا اختیار بھی انجمن ہی کو دیا:-

"انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلۂ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں یا یہ کہ وہ دیانت دار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چالباز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے"

(ج) ہر قسم کی آمدنی اور روپے کے اخراجات کے متعلق بھی تمام اختیارات انجمن کو دیئے:

"یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے"۔

(د) تمام بیرونی انجمنیں بھی صدر انجمن کے ماتحت ہوں گی:-

"اس انجمن کی تائید اور نصرت کے لئے دور دراز ملکوں میں اور انجمنیں ہوں جو اس کی ہدایت کے تابع ہوں"۔ (الوصیت صفحہ ۵)

(ھ) تمام امور کا متکفل ایک گروہ ہوگا یعنی انجمن:

"جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں"۔ (صفحہ ۶)

انجمن کے ممبران کے متعلق یہاں "جانشین" کے الفاظ تحریر کئے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے جانشین ہوں گے مگر حضرت صاحب نے اپنا جانشین کسی فردِ واحد کو نہیں قرار دیا۔

(و) "میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال خرچ کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے"۔ (ضمیمہ الوصیت صفحہ ۶)

اس کے بعد جب انجمن نے عملی بنیاد کے تحت قواعد مرتب کئے تو ان میں قاعدہ ۱۸ اس طرح مرتب کیا:-

"قاعدہ ۱۸: ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور اس کے ماتحت مجلس یا مجالس اگر کوئی ہوں اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخہائے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا"۔

یہ وہ نظام ہے جو خدا تعالیٰ کے مامور اور مجدد صد چہاردہم نے جماعت احمدیہ کے لئے بنایا اور آپ نے اس دوہرے نظام کو نہ صرف کتابی صورت میں جماعت کو دیا بلکہ عملاً اپنی زندگی میں اس کو اس طرح نافذ کیا کہ:

اوّل۔ آپ نے اپنی موجودگی میں بیعت لینے کے لئے تین اور اشخاص مقرر کر دیئے (ا) سیّد عبداللطیف شہیدؓ (ب) مولوی حسن علی بھاگلپوریؒ۔ (ج) ایک اور بزرگ جو خوشاب کے رہنے والے تھے ان تینوں کو اپنی زندگی میں حضرت صاحب نے اپنے نام پر بیعت لینے کی اجازت دی۔ (اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب صفحہ ۵۳)

دوم۔ آپ نے نظم و نسق سنبھالنے کے لئے ایک انجمن بنائی اور ان پر عمل درآمد بھی اپنی موجودگی میں ہی کروایا لیکن معاملہ یہیں تک نہیں رہا بلکہ اس جانشین انجمن کو حضرت اقدس کی زندگی میں ہی ۱۹۰۷ء میں ایک واقعہ پیش آیا کہ انجمن کے ایک عہدیدار نے جو حضرت مسیح موعودؑ سے خاص تعلق قرابت داری رکھتے تھے انجمن کے کسی فیصلہ کی تعمیل سے انکار کر دیا اور یہاں تک اس پر اصرار کیا کہ آخر معاملہ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس پر خود آپ انجمن کے اجلاس میں تشریف لائے اور مندرجہ ذیل تحریر اپنے قلم سے لکھ کر دی:-

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن میں اس قدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ والسلام۔ المشتہر غلام احمد عفی عنہ۔ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۷ء" (مجدد اعظم حصہ دوم)

اب یہ کھلا کھلا فیصلہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہے کہ صرف ان کی زندگی میں بعض دینی امور کی انہیں اطلاع دی جائے، آپ کے بعد کسی فردِ واحد کا کوئی اختیار نہیں کہ وہ شوریٰ کو رد کر سکے۔ بلکہ ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا اور وہ انجمن... کثرت رائے سے جو فیصلہ کرے گی ساری قوم کے لئے واجب العمل ہوگا۔

شخصی خلافت کے اثبات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل حوالہ بھی پیش کیا جاتا ہے ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۳۱) کہ مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی طرف سفر کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اقدس کے بعد ضرور شخصی خلیفے ہوں گے حالانکہ حضرت اقدس نے حمامۃ البشریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بہ تبدیل الفاظ "انجام آتھم" میں اس طرح لکھا ہے:

ثم من الممکن ان ننزل بساحۃ دمشق او احد من اتباعنا المخلصین (انجام آتھم صفحہ ۱۲۹)

پھر ممکن ہے کہ ہم کسی وقت دمشق کی طرف سیاحت کریں یا ہمارے مخلص متبعین میں سے کوئی دمشق جائے۔

تو یہاں من خلفائہ کی جگہ من اتباعنا لکھ کر وضاحت کر دی کہ خلیفۃ کا معنی متبع ہے اس جگہ خلیفہ کا اصطلاحی مفہوم مراد نہیں تو اس حوالہ سے نبوت والی خلافت کا مفہوم قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ:

۱۔ حضرت مسیح موعودؑ آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے ماتحت اُمتِ محمدیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چودھویں صدی کے خلیفہ اور مجدد ہیں۔
۲۔ الوصیت کے مطابق آپ کے بعد متعدد آدمیوں کو بیعت لینے کا حق ہے۔
۳۔ نظم و نسق سنبھالنے کے لئے انجمن ہی مسیح موعودؑ کی جانشین ہے۔
۴۔ ہر قسم کی آمدنی اور روپیہ میں انجمن کو ہی اختیار کلی ہے۔
۵۔ ممبروں کے ادخال اور اخراج کا حق بھی صرف انجمن کو ہی حاصل ہے۔
۶۔ تمام بیرونی انجمنیں بھی صدر انجمن کے تابع ہیں۔
۷۔ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۷ء کی تحریر کے مطابق ہر معاملہ میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے بعد کسی ایسے فرد واحد کی خلافت کے قائل نہیں جو انجمن کے فیصلوں کو رد کر سکتا ہو بلکہ اپنے بعد قائم ہونے والے نظام کو دو حصوں میں تقسیم کر کے "الوصیت" میں اس کی وضاحت کر دی ہے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

اس دوسرے نظام پر مشتمل جو آئین اور دستور خدا کے مامور اور مسیحِ وقت

نے جماعت کو دیا۔ اس کی روشنی میں آپ کے بعد تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے کام کو جاری رکھنے کے لئے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن موجود تھی اور وہ آپ کی ہی منتخب کردہ تھی، لیکن مرکز میں صرف آپ کے قائم مقام اور آپ کے نام پر لوگوں سے بیعت لینے والے ایک عظیم روحانی جانشین کی ضرورت تھی اس کے لئے انجمن کے ممبران، خاندان مسیح موعود اور تمام قوم کی نظر حکیم الامت حضرت مولانا نورالدینؓ پر پڑی جو نہ صرف فنافی الشیخ تھے بلکہ ہر لحاظ سے بہت بڑے آدمی تھے۔ اس لئے جب آپ کو بیعت لینے کے لئے کہا گیا تو آپ نے جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :-

"حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں اول میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خانصاحب ہیں۔ اسی طرح خدمتگزاران دین میں سے بھی سید محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔ سید بھی ہیں خدمات میں ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہو جاتا ہے آپ نے ضعیف العمری میں بھی بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں کیں یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتیں یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی کئی اصحاب ہیں یہ ایک بڑا بوجھ ہے اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دو روں کے لئے جو پیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں۔ موجودہ حالت میں سوچ لو کیسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے، اس وقت مردوں، بچوں، عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔

اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کر لو میں تمہارے ساتھ ہوں میں خود ضعیف ہوں، بیمار رہتا ہوں پھر طبیعت مناسب نہیں اتنا بڑا کام آسان نہیں۔" (اخبار الحکم۔ ٦ر جون ١٩٠٨ء صٹ)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ہوتی ہے :-

اوّل: حکیم الامت مولینا نورالدینؓ۔ حضرت مجدّد صد چہاردہم کے بعد بنائے جانے والے جانشین کو وحی اور الہام کی بناء پر نہیں بلکہ اسباب کے ماتحت خلیفہ سمجھتے تھے ورنہ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ فلاں یا فلاں بزرگ کو حضرت اقدس کا جانشین بنا لیا جائے۔

دوم: اگر جسمانی قرابت داری کی وجہ سے قوم نے خدا تعالےٰ کے فرستادہ کا جانشین بنانا ہوتا تو جناب میاں محمود صاحب، میر ناصر نواب صاحب اور نواب محمد علی صاحب میں سے کسی کو بناتے۔

سوم: نیکی، تقویٰ، خدمات دینیہ اور روحانی رشتہ اگر قوم کو ملحوظ خاطر ہوتا تو جناب سید محمد احسن صاحب امروہی اور مولینا محمد علی صاحب میں سے کسی کو بنا لیا جاتا۔

چونکہ حکیم الامت حضرت مولینا نورالدینؓ کا تعلق دینی ہو یا روحانی ہر لحاظ سے حضرت مسیح موعود کے ساتھ بہت زیادہ تھا اس لئے بغیر کسی اختلاف کے ساری جماعت نے آپ کے جانشین بنائے جانے پر اتفاق کیا۔ اور انجمن نے تمام قوم کو اس کی اطلاع دینے کے لئے ان الفاظ میں اعلان کیا :

"حضور علیہ الصلوٰة والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا حضرت مسیح موعود باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نورالدین سلمہٗ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ (اخبار بدر ٢ر جون ١٩٠٨ء)

اس اعلان میں دو باتیں سمجھنے والی ہیں ایک یہ کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد تمام قوم کا صرف خلافت پر نہیں بلکہ دو باتوں پر اجماع ہوا۔ ایک حضرت صاحب کے منصب و مرتبہ کے متعلق اور دوسرا آپ کی جانشینی پر۔ حضرت اقدسؑ کے منصب کے متعلق تو اس طرح کہ آپ کے مزار پر حضرت مولینا نورالدینؓ کے حکم اور ساری قوم کے اتفاق سے جو کتبہ لگایا گیا اس پر حسب ذیل عبارت مرقوم تھی۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان مسیح موعود و مجدّد صدی چہاردہم۔ تاریخ وفات ٢٦ر مئی ١٩٠٨ء

قبر کا کتبہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ اس قبر کے اندر کون مدفون ہے۔ مجدّد یا نبی۔ جس طرح حضرت "مجدّد الف ثانی" کے الفاظ اور سید احمد بریلویؒ کے مزار واقعہ بالا کوٹ پر "مجدّد صد سیزدہم" کے الفاظ بتاتے تھے کہ مدفون کا مرتبہ اور مذہب کیا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود کی قبر کا کتبہ بھی آپ کے مقام کو بالوضاحت بیان کر رہا تھا کیونکہ کسی نبی کی قبر پر مجدّد کے الفاظ کبھی نہیں لکھے گئے ١٩٢٧ء تک یہی کتبہ بدستور قائم رہا، راولپنڈی کے بعض ارکان جماعت نے دسمبر ١٩٢٧ء بموقعہ جلسہ سالانہ قادیان جا کر اس کتبہ سے حضرت مرزا صاحب کی عدم نبوت پر استدلال کیا اس لئے اس کے بعد جلد ہی اس کتبہ کو قادیان کے ارباب حل و عقد نے بدل دیا اور اس کی جگہ جو کتبہ وہاں نصب کیا گیا اس سے "مجدّد صدی چہاردہم" کے الفاظ کاٹ دیئے گئے۔ جب اس کتبہ سے حضرت اقدسؑ کا مقام اور منصب متعین ہو گیا کہ آپ "مجدّد صد چہاردہم" تھے تو آپ کے بعد جس خلافت پر اجماع ہوا، وہ مجدّد ہی کی خلافت ہوئی۔

دوسری بات جس کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن کے علاوہ الوصیت میں وہ کونسے الفاظ ہیں جن میں مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا اشارہ ہے تو جس طرح پہلے لکھا جا چکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد قائم ہونے والے نظام کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ (ا) نظام نظم و نسق (ب) نظام بیعت۔ اس دوسرے نظام میں آپ کی جانشینی بھی دو طرح کی ہے۔ اوّل۔ انتظامی اور مالی معاملات میں تو انجمن کے تمام ممبران کو بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح قرار دیا۔ دوم جو نظام بیعت ہے اس میں وہ بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں جن کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں تو وہ دوسروں کو سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے بیعت لینے کے مجاز ہیں اور وہ اشخاص جن کو چالیس مومن یا پوری جماعت بیعت لینے کی خاطر حضرت مسیح موعود کے خلیفہ یا جانشین کے طور پر منتخب کرے گی وہ صرف غیر از جماعت لوگوں کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے حضرت صاحب کے نام پر ان سے بیعت لینے کے مجاز ہوں گے اور جنہوں نے حضرت اقدس کی بیعت کی ہوئی ہے وہ انہیں مجبور نہیں کر سکتے یہ ان کی اپنی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ ان کی بیعت کریں یا نہ کریں اگر وہ ان کی بیعت نہ کریں تو وہ فاسق نہیں ہوتے۔ تو مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کو اسی دوسرے نظام کے ماتحت حضرت اقدس کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق جماعت نے خلیفہ قبول کیا، یہی تمام جماعت کا عقیدہ تھا۔

(ا) انصاراللہ قادیان نے ١٩١٣ء میں لکھا کہ :-

اوّل۔ ہم خلیفہ کا وجود الوصیت میں ان الفاظ میں پاتے ہیں کہ :-
"چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں۔ الخ
دوم۔ حضرت صاحب نے ان بیعت لینے والوں کو ہی اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ الخ
(خلافت احمدیہ شائع کردہ انصاراللہ قادیان)

(ب) ١٩١٣ء کے پیغام صلح میں لکھا گیا کہ :-
"حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰة والسلام کو حضرت رسول کریم کا سچا نمونہ اور اسلام کا برگزیدہ امام یقین کرتے ہیں اور آپ کے اس فرمان کے ماتحت

"چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے اللہ تعالےٰ نے فضل و تائید سے امام تسلیم لیا ہے۔"

(پیغامِ صلح ۲۶ر اکتوبر ۱۹۱۲ء)

(سچ) جیساکہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جب حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ..... الوصیت کے ان الفاظ کو پڑھا تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو مختلف مقامات میں کئی خلیفے ہو جائیں گے اور مرکزیت ختم ہو جائے گی۔ تو خواجہ صاحب نے اس وہم کو دور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں عرض کیا کہ "حضرت اس طرح تو گاؤں گاؤں میں خلیفہ ہو جائے گا، تو حضرت مسیح موعود نے فرمایا اس میں آپ کا کیا نقصان ہے وہ تو جماعت کو ترقی دینے والے ہوں گے انتظامی معاملات ہم نے انجمن کے سپرد کر دیئے ہیں۔" (ایک نہایت ضروری اعلان ص)

تو انجمن کے اس اعلان میں کسی ایسے خلیفہ کا جو انجمن کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی اس میں نبوت کی خلافت کا کوئی ذکر ہے بلکہ اس دوسرے نظام بیعت کے ماتحت حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کو مشائخ اور مجددین کے خلفاء کی طرح مجدد صد چہاردہم کا تمام جماعت نے بالاتفاق جانشین تسلیم کیا یہی عقیدہ حضرت مولانا نورالدینؓ کا تھا جیساکہ فرمایا:

"ایک نکتہ قابلِ یاد سنانے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکتا وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے یہ بات یاد رکھو میں نے کسی خاص مصلحت اور خاص بھلائی کے لئے کہی ہے۔"

(اخبار بدر ۲۷ر جولائی ۱۹۱۰ء)

اس میں آپ نے بتلایا کہ میری خلافت حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کی طرح ہے جو مشائخ کی خلافت ہے کہیں اس کو نبوت کی خلافت نہ سمجھ لینا اسی میں بھلائی ہے۔ پھر فرمایا:۔

میرے اور صدر انجمن کے تعلقات دوستانہ اور پیری مریدی کے رنگ میں ہیں میں ان کا پیر ہوں اور وہ میرے مرید ہیں وہ محبت اور اخلاص کے ساتھ میرے فرمانبردار ہیں۔ (اخبار ۲۹ر جون ۱۹۱۱ء ص)

یہی حضرت مولانا محمد علی صاحب نے لکھا تھا:۔

"ہاں ایک اور سلسلہ بیعت کا صوفیاء میں مروج ہے جسے بیعت توبہ کہتے ہیں اس بیعت میں داخل ہو کر بھی انسان اپنے مرشد کے احکام کا اس طرح مطیع ہو جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا مفہوم ہے مگر اس کو بیعت خلافت راشدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح کی ہم لوگوں نے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں بیعت کی اور اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے جملہ احکام کو خواہ وہ مسائل کے بارے میں ہوں یا کسی اور بارے میں ان سب لوگوں کے لئے ماننا ضروری قرار دیا گیا۔" (ایک نہایت ضروری اعلان ص)

صوفیاء کے طریق پر بیعت ارشاد کر لینے کے بعد تمام جماعت حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل ضروری سمجھتی تھی۔ اس لئے جن لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی انہیں اپنا مرید سمجھا لیکن جنہوں نے بیعت نہیں کی انہیں بھی اپنا بھائی سمجھا۔ فاسق ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفے خدا بناتا ہے اور حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے اس میں کوئی شک نہیں قرآن مجید میں ہر جگہ خلیفے بنانے کا فعل خواہ وہ خلافت شخصی ہو یا قومی خدا تعالےٰ نے اسے اپنی طرف ہی منسوب کیا ہے۔ شخصی خلافت چونکہ بذریعہ وحی یا الہام ہوتی ہے اور اسباب کو اس میں قطعاً دخل نہیں ہے۔ اور ایک قوم کو خدا تعالےٰ سے برسر حکومت رکھتا ہے وہ بحیثیت قوم کے زمین میں خلیفہ ہے۔ قرآن مجید میں مشرکین مکہ کو خلفاء کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ان سب کا فاعل خدا تعالےٰ ہی ہے لیکن اصل میں جس انسان کو خدا تعالےٰ بذریعہ وحی و الہام کھڑا کرتے ہیں وہی شخص ہے جسے کہا جا سکتا ہے کہ اسے خدا تعالےٰ نے خلیفہ بنایا۔

تو خدا تعالےٰ کے خلیفہ بنانے کے دو ہی طریق ہیں، ایک ذریعہ الہام و وحی کا ہے اور دوسرا ذریعہ اسباب کے ماتحت خلیفہ بناتا ہے تو حضرت حکیم الامت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ الہام اور وحی کے ذریعہ خلیفہ نہیں بنائے گئے بلکہ اسباب کے تحت انہیں چودہ ممبران نے متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کیا تھا جیساکہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے واقعی ۱۴ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی فرمایا اب دیکھو کہ انہی چودہ متقیوں نے جن کو حضرت صاحب نے اپنی خلافت کے لئے منتخب فرمایا اپنی تقویٰ کی راہ سے اپنی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ و امیر مقرر کیا اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزارہا لوگوں کو اسی کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے۔" (اخبار بدر ۱۱ر اکتوبر ۱۹۰۸ء خطبہ عیدالفطر)

جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مرحوم اسی بات کو اس طرح لکھتے ہیں:۔

"نبی براہ راست الہام کے ذریعہ مبعوث ہوتا ہے اور خلیفہ کے تقرر میں گو اصل تقریر خدا کی ہوتی ہے مگر بظاہر لوگوں کے انتخاب کا دخل ہوتا ہے۔"

(اسلامی خلافت کا صحیح نظریہ ص۲۷)

جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم نے بھی یہی لکھا ہے:۔

"حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو الہام کے ذریعہ مقرر نہ کیا گیا تھا تو اب مجھے کیوں الہام کے ذریعہ بنایا جاتا ہے کہ میں خلیفہ ہوں ان میں سے ایک کے الہام کا بھی ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔" (الفضل ۱۴ر مارچ ۱۹۳۱ء ص)

تو حضرت حکیم الامت کو اپنی نیکی، تقویٰ، خدماتِ دینیہ اور ظاہری و باطنی علوم میں یگانۂ روزگار ہونے کی وجہ سے ساری قوم کا بالاتفاق خلیفہ منتخب کر لینا خدا تعالےٰ کی منشاء اور اس کی خاص تقدیر معلوم ہوتی ہے اس لئے آپ یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور مقربانِ الٰہی ہمیشہ ہر فعل کے نتیجہ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی سمجھتے ہیں۔

احمدیہ بچوں کی محفل

عمر کی حد: ۱۵ سال

جو بچے بچوں کی محفل کے رکن بنیں گے انکے نام اور پتے اخبار میں شائع کئے جائیں گے اور انکے دینی مضمون کہانیاں اور نظمیں بھی شائع ہوتی رہیں گی اور نظموں پر کتب [illegible] جائیں گی۔

انچارج بچوں کی محفل ۔ معرفت دفتر مقامی جماعت احمدیہ ۵۹۔ احمد مارکیٹ احمد بلڈنگس لاہور

ہر ہفتہ پیغامِ صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

حضرت حکیم الاُمّتؓ کی حضرت مجدّد زمانؒ سے بیعت

الحمد للہ ربّ العالمین۔ الرحمٰن الرّحیم۔ مالک یوم الدین، والصلوٰۃ والسلام علٰے سیّد ولد آدم سید الرسل والانبیاء اصفی الاصفیاء محمد خاتم النبیّین وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

اما بعد، خدائے قوی واہل کا محتاج اور ضعیف بندہ نورالدین (خدا اسے آفات سے بچاکر اپنے مامون بندوں کے زمرہ میں داخل فرمائے اور اس کے نام کی طرح واقعی نورالدین بنائے) عرض کرتا ہے کہ میں نے جب سے اس زمانہ کے لوگوں کی خرابیوں کا مشاہدہ کیا ہے اور مذاہب اور اہلِ مذاہب میں تغیرات دیکھے ہیں۔ تب سے شوق رکھتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایسا شخص دکھائے جو دینِ اسلام کی تجدید کرے اور معاندین اور شیاطین پر سنگباری کرے، میں اس خواہش کی تکمیل کا دلی متوقع تھا۔ کیونکہ اللہ نے جو سب سے بڑا صادق القول ہے۔ قرآن مبین میں مؤمنوں کو خوشخبری دی تھی وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنّہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم۔ الخ

نیز اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ارشاد فرمایا ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی۔ آپ انتہائی صادق اور حد درجہ امین تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس اُمّت میں ہر صدی کے سر پر ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ پس میں خدا کی اس رحمت کے انتظار کرنے والوں میں سے تھا۔ اور اسی مقصد کی خاطر میں نے حق و یقین کے نزول کے مقام بیت اللہ کا ارادہ کیا میں جنگلوں کو عبور کرتا تھا اور صحراؤں سے گذرتا تھا۔ اور ربانی بندوں میں سے اس بندے کا متلاشی تھا۔

میں نے مکّہ کی سرزمین میں اپنے شیخ حضرت حسین المہاجر کے چہرے پر نظر ڈالی، وہ متقی اور زاہد تھے، ایسا ہی بزرگ شیخ محمد الخزرجی الانصاری کو دیکھا اور مدینہ منوّرہ میں سردار و آقا بزرگ شیخ عبدالغنی المجددی سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ یہ سب میرے خیال میں متقی اور نیک تھے اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

یہ سب بزرگ شیوخ تقوےٰ اور علم کے بلند مقام پر تھے۔ لیکن دین اسلام کے دشمنوں کے مقابلے پر کھڑے نہ تھے اور نہ ہی دشمنوں کے شبہات کا ازالہ و استیصال کرنے والے تھے، بلکہ وہ اپنے حجروں میں عبادت میں مصروف رہتے تھے اور تنہائی میں یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ میں نے علماء میں کسی شخص کو نصرانیوں، آریوں، برہموؤں، دہریوں، فلسفیوں، معتزلہ اور ایسے ہی دیگر گمراہ کرنے والے فرقوں میں تبلیغ کی طرف متوجہ نہ دیکھا۔ بلکہ میں نے دیکھا کہ ہندوستان میں نو لاکھ سے زائد طلباء نے علُوم دینیہ کو ترک کر دیا اور ان کی بجائے انگریزی علوم اور یورپین زبانوں کو اختیار کر لیا ہے، اور انہوں نے مومنوں کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کو اپنا دلی دوست اور راز دار بنا لیا ہے۔

چھ کروڑ سے زیادہ رسالے اور کتابیں اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس مصیبت کے باوجود ہم اس زمانے کے مشائخ اور ان کے پیروؤں کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ دینِ اسلام کی تبلیغ اور مخالفین اسلام سے مناظرے کرنا اہل کمال اور اصحاب یقین کے دستور کے خلاف ہے، اور ہمارے علماء (الا ماشاء اللہ) ان حالات سے بے خبر ہیں جن میں سے اسلام اور اہل اسلام گذر رہے ہیں اور علمائے کلام کی تحقیق کی انتہاء یہ ہے کہ وہ امکان کذب باری تعالےٰ اور اس کے امتناع پر اپنا وقت صرف کر رہے ہیں۔ کافروں کا منہ بند کرنے اور دشمنوں کی تدابیر کے ازالہ کے لئے نہیں۔

اس شکوہ کے ساتھ ہم اپنے اُستاد شیخ جلیل رحمت اللہ الہندی المکی اور ڈاکٹر وزیرخان رحمہما اللہ تعالےٰ اور امام ابو المنصور دہلوی اور نہایت ذہین اور ہوشیار سیّد محمد علی کانپوری اور علامہ مصنّف "تنزیہہ القرآن" اور ان جیسے دوسرے لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو نوازے۔ وھو خیر الشاکرین

لیکن ان تمام لوگوں کا جہاد مخالفین اسلام کی ایک شاخ کے ساتھ تھا۔ اور وہ بھی آسمانی نشانوں اور الٰہی بشارات کے ساتھ نہ تھا۔ مجھے ایسے مردِ کامل کے دیکھنے کا انتہائی شوق تھا جو یگانۂ روزگار ہو۔ اور میدان میں تائید دین اور مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونے والا ہو۔ پس جب میں اپنے وطن کو لوٹا۔ تو میں نہایت پریشان اور حیران تھا۔ دن کے اوقات سفر میں بسر کرتا اور مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی پکار کا منتظر تھا۔ اسی اثنا میں مجھے حضرت السید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدّد مہدی الزمان مسیح دوران اور مؤلف براہینِ احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ حقیقت حال کا مشاہدہ کروں۔ میں نے پہچان لیا کہ یہی موعود حکم و عدل ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالےٰ نے تجدید دین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ کے حضور لبیک کہا

(باقی بر صفحہ ۲۲ اشتہار کے نیچے)

حضرت حکیم الاُمّتؓ حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

جب سے خدا تعالےٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں۔ اور حی و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چند مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے، اور میں رات دن خدائے تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اے میرے ربّ میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں، پس جب دُعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا۔ اور آسمان کی فضا میری دُعاؤں سے بھر گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دُعا کو قبول کیا اور ربّ العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے۔ اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارے میں میرے دوست ہیں۔ ان کا نام ان کے نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے۔ وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہے۔ جو کہ اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔ پس مجھ کو ان کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا جُدا شدہ عضو مل گیا اور ایسا سرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم حضرت فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ملنے سے خوش ہوئے تھے اور میں اپنے غموں کو بھُول گیا جب سے کہ وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میں نے دین کی نصرت کی راہوں میں اس کو سابقین میں سے پایا اور مجھ کو کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس کے مال نے جو کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے دیا۔ اور کئی سال سے دیتا ہے۔ اور علم و فضل اور نیکی و سخاوت میں اپنے ہم چشموں پر فضیلت لے گیا ہے اور باوجود اسکے اسکا علم کوہ رضوی سے زیادہ مضبوط ہے۔ اس نے اپنا تمام چیدہ مال اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کر دیا ہے اور اپنی تمام خوشی اللہ تعالےٰ کے کلام میں رکھی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ سخاوت اس کی شرع ہے۔ اور علم اس کا مطلوب ہے۔ اور حلم اس کی سیرت ہے۔ اور توکّل اس کی غذا، اور میں نے اس کی مانند جہان میں کوئی عالم نہیں دیکھا اور منفقین میں جو کہ اس کی مانند مخلوق میں کوئی فقیر نہیں اور نہ خدائے تعالےٰ کی راہ میں اس کی مانند کوئی خرچ کرنے والا دیکھا۔ اور وہ جب میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے ربّ کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری اس دُعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کیا کرتا تھا۔ اور میری فراست نے مجھ کو بتا دیا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔ اور میں لوگوں کی مدح کرنا اور ان کے شمائل کو پھیلانا اس خوف سے بُرا جانتا تھا کہ مبادا ان کے نفسوں کو ضرر دے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ تو ایسے لوگوں میں سے ہے جن کے نفسانی جذبات شکستہ ہو گئے ہیں۔ اور جن کی طبعی شہوات فنا ہو گئی ہیں اور ان پر کوئی خوف نہیں کیا جا سکتا۔

وہ نخبۃ المتکلمین ہے اور زبدۃ المؤلفین، لوگ اس کے زلال سے پیتے ہیں۔ اور اس کی گفتگو کی شیشیاں شراب طہور کی طرح خریدتے ہیں اور وہ ابرار اور اخیار اور مؤمنین کا فخر ہے۔ اس کے دل میں لطائف اور دقائق اور معارف اور حقائق کے انوار ساطع ہیں۔ جب وہ اپنے پاک و صاف کلمات اور اچھوتے فی البدیہہ عجیب و غریب ملفوظات کے ساتھ کلام کرتا ہے تو گویا دلوں اور رُوحوں کو لطیف رازوں اور داؤدی مزامیر کے ساتھ فریفتہ کرتا ہے اور کھُلے کھُلے معجزوں کے ساتھ لوگوں کو گھٹنوں کے بل بٹھا لیتا ہے۔ جب کلام کرتا ہے تو ایسی حکمتیں منہ سے نکالتا ہے کہ گویا وہ پانی ہے جو پے در پے ٹپک رہا ہے۔ اور سامعین کے مونہوں کی طرف جا رہا ہے اور میں نے اپنے فکر کے گھوڑے کو اس کے کمال کی طرف چلایا۔ تو میں نے اس کو اس کے علوم اور اعمال اور نیکی اور صدقات میں یکتائے زمانہ پایا۔ وہ نہایت ذکی الذہن، حدید الفواد، فصیح اللسان، نخبۃ الابرار اور زبدۃ الاخیار ہے اور اس کو سخاوت اور مال عطا کیا گیا ہے، اُمیدیں اس کے ساتھ وابستہ کی گئی ہیں۔ پس وہ خدا کے دین کا سردار ہے اور میں اس پر رشک کرنے والوں میں سے ہوں۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ عربی)

حضرت حکیم الاُمّت مولانا نُورالدین رحمۃُ اللہ علیہ کی یاد میں جلسہ

۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء کو بعد از نماز جمعہ جامع احمدیہ لاہور میں، مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ایک اجتماع ہوا جس کی صدارت کے فرائض حضرت امیر جماعت مولٰنا صدرالدین ایدہ اللہ نے سرانجام دیئے۔

جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ محترم مرزا سلیم اختر مبلغ اسلام نے خوش الحانی سے تلاوت قرآن کریم کی اور سٹیج سیکریٹری جناب صلاح الدین ناصر صاحب نے اس کا ترجمہ سنایا۔

اس کے بعد مقامی جماعت کے صدر جناب ڈاکٹر مبارک احمد صاحب نے جلسہ کی غرض و غایت بتائی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گرامی شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا مرحوم کی ذات ہماری مدح و ستائش سے بلند تر ہے۔ لیکن ہماری دلی آرزو ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ اپنے اسلاف کی سیرت و کردار سے رہنمائی حاصل کرے، اور اس عظیم ہستی کے لازوال کارناموں کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائے۔ اس ضمن میں آپ نے شواہد سے اُس تعلق اور عقیدت پر روشنی ڈالی جو حضرت امیر مرحوم کو حضرت حکیم الاُمّت کی ذات سے تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس محبّت کا بھی ذکر کیا جو حضرت حکیم الاُمّت کو حضرت امیر مرحوم سے تھی اور جس کا اظہار انہوں نے اپنے آخری ایّام میں اس وقت بار بار کیا جبکہ حضرت امیر مرحوم قرآن حکیم کی تفسیر سُنانے کے لئے آپ کی خدمت میں ہر روز حاضر ہوتے تھے اور آپ اپنے پیارے روحانی بیٹے کا جس اشتیاق سے انتظار کرتے تھے وہ آپ کے عشقِ قرآن پر حجّت ہے آپ نے ایک بار فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے کو بُلاؤ، لوگوں نے سمجھا کہ اپنے صاحبزادے عبدالحی کو یاد فرماتے ہیں۔ لیکن آپ نے دوبارہ کہا کہ میری روحانی غذا لاؤ اور جب حضرت امیر مرحوم حاضر ہوئے تو آپ کا چہرہ چمک اُٹھا اور خوشی کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے واقعات سے ثابت کیا کہ حضرت مولٰنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اس رُوح کے حامل تھے، جو احمدیت کا طرّۂ امتیاز ہے۔ اور یہ فیض انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت حکیم الاُمّت سے پایا۔ اس لئے جماعت احمدیہ لاہور صحیح معنوں میں حضرت مجدد زمنؑ اور حضرت مولانا نورالدینؓ کی جانشین ہے۔ اور یہ اجتماع اسی رُوح کو قوّت بخشنے کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔

اس کے بعد جناب اعظم علوی نے حضرت مولٰناؒ کی شان میں اپنی تازہ نظم ترنّم کے ساتھ پیش کی۔ آپ خوش گو شاعر ہیں اور اللہ تعالےٰ نے انہیں اعلیٰ شاعرانہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اپنے اشعار میں آپ نے حضرت امامِ زماںؑ کے جانثار اور اطاعت شعار مولانا موصوف کی سیرت اور عظمت کا دلکش انداز میں اظہار کیا اور اپنے حسین اشعار سے حاضرین کے قلوب کو مسحور کیا۔

اس کے بعد مولانا عبدالمنان عمر ایم اے نے فاضلانہ پیرایہ میں اس عشق و جذب کا ذکر کیا جو حضرت حکیم الاُمّت کے قلب و دماغ میں قرآن پاک کے سلسلے میں تھا۔ آپ نے مختلف واقعات سے بحرِ قرآن کے اس عدیم النظیر شناور کی بے پایاں معلومات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے آغوشِ مادر ہی سے قرآن کریم کی تعلیم کا آغاز کیا اور زندگی کے مختلف مراحل میں یہ شوق تیز تر ہوتا گیا، اس ضمن میں آپ نے کئی مثالوں سے واضح کیا کہ قدرت نے آپ کے لئے علمِ قرآن کے دروازے کھول دیئے۔ پھر آپ نے علومِ قرآن کریم کی اشاعت کا کبھی کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپ نے بتایا کہ ایک بار میرٹھ سے ایک شخص عبدالرشید نے مختلف علماء کو تفسیر قرآن کریم کے اُصولوں کے لئے لکھا، آپ نے بھی اسے ایک طویل مکتوب میں یہ اُصول لکھ بھیجے وہ شخص آپ کے جواب سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ ہی سے تفسیر لکھنے کی درخواست کی، اس پر آپ نے عدیم الفرصتی کے باوجود شب و روز کام کرکے ایک سال میں ترجمہ اور تفسیری حاشیہ لکھا اور اسے بھیجدیا جو اس نے شائع کرکے تقسیم کیا۔ آپ نے تفسیر قرآن کریم کے دس قیمتی اصول بتائے، جس سے علماء نے دفتر

کو مسحور و مبہوت کر دیا اور آپ کی قرآن فہمی کا مزید شہرہ ہوا۔ فاضل مقرر نے اس محبت اور تعلق کا بھی ذکر کیا جو حضرت اِمامِ وقتؑ کو آپ کی ذات سے تھا۔

بعد ازاں حضرت مولٰنا شیخ عبدالرحمان مصری صاحب نے عالمانہ انداز میں اس عقیدت پر روشنی ڈالی جو حضرت حکیم الاُمّت کے متعلق حضرت اِمامِ وقت کے قلب میں تھی۔ پھر آپ نے ایسی احادیث پیش کیں جن میں مسیح موعودؑ کی آمد کا ذکر ہے، اور ثابت کیا کہ ان احادیث میں حضرت مولاناؓ کی آمد کا واضح الفاظ میں ذکر پایا جاتا ہے۔ آپ کی یہ تقریر زیادہ وضاحت کے ساتھ اس شمارہ میں دوسری جگہ درج ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ اسے بنظر تعمق پڑھیں۔

آپ کی رُوح پرور تقریر کے بعد جناب غلام نبی مُسلم مدیر رُوحِ اسلام نے حضرت حکیم الاُمّت کی منقبت میں ایک نظم پڑھی، اس نظم میں ممدوح کے کارناموں، عشقِ قرآن، اسلام سے عقیدت اور حضرت مسیح موعودؑ سے وابستگی کی حسین پیرایہ میں عکاسی کی گئی۔ سامعین نے کمال انہماک سے نظم کو سُنا اور بہت محظوظ ہوئے۔

سب سے آخر میں جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے نے اظہار خیال فرمایا آپ کی فصیح و بلیغ تقریر معلومات کا خزانہ تھی جس نے دلوں کو گرما دیا۔ آپ نے منطقیانہ انداز میں حضرت مولانا کی سیرتِ طیبہ کے مختلف واقعات کو یکے بعد دیگرے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا مرحوم توکّل علی اللہ کے مجسمہ تھے اور آپ نے زندگی بھر اللہ تعالےٰ پر ایمان کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔ اور بتایا کہ

آپ کے کارناموں میں خدا کا ہاتھ ہر مرحلہ پر کام کرتا دکھائی دیتا ہے اور آپ کو اللہ تعالےٰ کی ذات سے جو تعلق تھا، اس کا اعتراف وہ تمام لوگ کرنے پر مجبور تھے جن کو آپ سے کبھی واسطہ پڑا۔ پھر آپ کو حضرت مسیح موعودؑ سے جو عقیدت تھی اسے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ آپ نے مولانا مرحوم کی حیاتِ طیبہ کے جستہ جستہ واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ احباب کو آپ کی خود نوشت سوانح عمری "مرقاتُ الیقین" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد مرزا صاحب نے حاضرین کی توجّہ پاکستان کے حالات کی طرف مبذول کروائی اور کہا کہ موجودہ نازک حالات میں ہمیں بالخصوص مُلک کے استحکام اور بقاء کے لئے باقاعدہ دُعائیں کرنی چاہئیں، اس پر صاحب صدر اور حاضرین نے مل کر دُعا کی، اور پھر مقامی جماعت کی طرف سے چائے کے بعد جلسہ بخیر و خوبی سے اختتام پذیر ہُوا۔

آئین کی منظوری پر صدر پاکستان کی خدمت میں مبارک باد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے آج صبح صدر مملکت کی خدمت میں پاکستان کے آئین کی تدوین اور منظوری پر مبارک باد کا تار دیا گیا اور پاکستان کی یک جہتی، اور ترقّی کے لئے صدر پاکستان کی انتھک مساعی، صبر و تحمّل اور رواداری اور فراخدلی پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ یہ آئین پاکستان کی سربلندی اور مسلمانوں کی دینی و دُنیوی ترقّی اور فلاح کا ضامن ہو۔ آمین
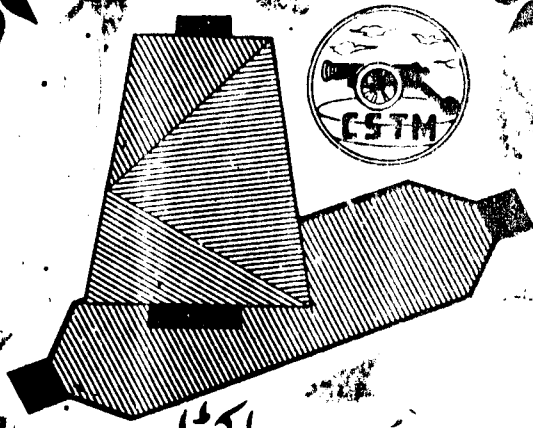
مسعود بیگ

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

11.4.73

حضرت مجدد زماںؑ سے اہلیت
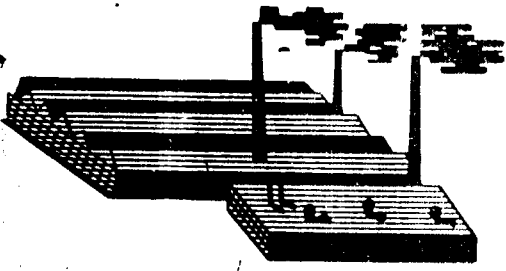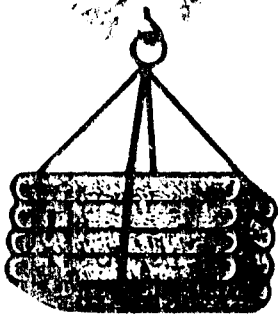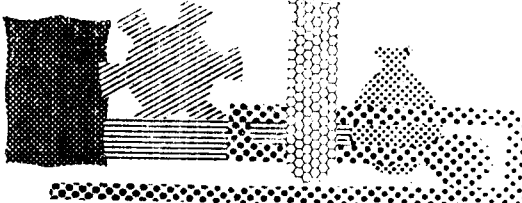
(بسلسلہ صفحہ ۲۹)

اور اس عظیم احسان پر شکر ادا کرتے ہوئے سجدے میں گر گیا۔ اے ارحم الراحمین تیری حمد تیرا شکر اور تیرا احسان ہے۔ پھر میں نے مہدی الزماںؑ کی محبت کو اختیار کر ... آپ کی بیعت صدق دل سے کی۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کی مہربانی اور لطف و کرم نے ڈھانپ لیا۔ اور دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرنے لگا۔ میں نے انہیں اپنی جائداد اور سارے اموال پر ترجیح دی بلکہ اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور والدین اور اپنے عزیز و اقارب پر انہیں مقدم ... ان کے علم و عرفان نے میرے دل کو ... بنا لیا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے لئے ان کی ملاقات مقدر فرمائی۔ اور یہ میری خوش نصیبی ہے۔ کہ میں نے انہیں باقی سب لوگوں پر ترجیح دی اور میں ان کی خدمت کے لئے اس جاں نثار کی طرح کمربستہ ہو گیا جو کسی میدان میں کوتاہی نہیں کرتا۔ پس اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ پر یہ احسان فرمایا اور وہ بہتر احسان کرنے والا ہے۔

(کرامات الصادقین)

فواللہ مذ لاقیتہ زادنی الھدی
و عرفت من تفہیم احمد احمدا
وکم من عویص مشکل غیر واضح
انار علی فصرت منہ مسھدا۔

غلام محی مسلم

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے تاریخ ساز اقدامات

کراچی، لائلپور، راولپنڈی، پشاور، ایبٹ آباد، بدوملہی وغیرہ کی مقامی احمدی جماعتیں ایک مدت سے تبلیغ واشاعت کے سلسلہ میں سرگرم عمل چلی آ رہی تھیں۔ مگر لاہور کی مقامی جماعت احمدیہ اپنی انفرادیت سے محروم تھی، اس کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا۔ **اور آج سے تین سال قبل محترم میاں فضل احمد صاحب نے مقامی جماعت کی تنظیم کی، اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ جماعت** گرد و نواح کی مقامی جماعتوں میں ایک ممتاز مقام حاصل کر گئی۔

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے جہاں ممبران جماعت سے فرداً فرداً رابطہ قائم کیا جماعت کے کم مایہ افراد کے لئے طبی سہولتیں مہیا کیں، طلباء کے لئے وظائف بہم پہنچائے، نادار لڑکے لڑکیوں کی شادی کے لئے امدادی فنڈ قائم کیا، اور مساکین کے لئے مالی امداد مہیا کی، وہاں جماعت کے اجتماعات اور تربیت کے لئے اکابر کی یاد میں جلسوں، تربیتی کورسوں اور خواتین و نوجوانوں کی تنظیموں کی طرف توجہ دی اور ان میں سے ہر شعبہ خوش اسلوبی سے آگے قدم بڑھا رہا ہے۔

گذشتہ دو سال سے مقامی **جماعت لاہور کی ترغیب و سعی سے ایبٹ آباد میں سمر سکول کا اجرا ہو چکا ہے۔ اس بے نظیر تجربہ سے جماعت میں ایک حرکت پیدا ہو چکی ہے۔** چنانچہ پہلے سال اگر ایک پندرہ روزہ کورس ہوا تو گذشتہ سال دو کورس ہوئے جس میں مختلف مقامات کے دوستوں نے شرکت کی، اور اس سال احباب کے اشتیاق کے پیش نظر تین کورسوں کا انتظام کیا جا رہا ہے اور اس کی افادیت کے پیش نظر مرکز نے اس کے اخراجات اور ترویج کی ذمہ داری خود سنبھال لی ہے۔

لیکن مقامی جماعت نے اس معاملہ کو مزید آگے بڑھایا اور سمر سکول کی تمام کارروائی کی تاریخ احمدیت کا حصہ بنانے کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ گذشتہ سال کی تمام کارروائی کو ضبط تحریر میں لایا گیا اور وہاں جو لیکچر دیئے گئے تھے انہیں محفوظ کرنے کے لئے پیغام صلح کا ایک خصوصی سمر سکول نمبر نکالا گیا، جو مقامی جماعت کے یادگار کارناموں میں شمار ہوتا رہے گا۔ اور آنے والے دور میں مشعل ہدایت ثابت ہوگا۔

مقامی جماعت کا دوسرا یادگار کارنامہ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ایک جلسہ کا انعقاد ہے۔ حضرت مولاناؒ کا تاریخ احمدیت اور تحریک مسیح موعودؑ میں ایک منفرد مقام ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کی قیادت حضرت مسیح موعودؑ کے دور کا تسلسل تھا، **اور آپ کے عقائد، انداز فکر، خدمت قرآن اور اتحاد بین المسلمین کی تڑپ مسیح موعودؑ سے** منتقل ہو کر ہمارے دیتے میں آئی۔ جس کا شعور مقامی جماعت لاہور کے مخلصین کو ہوا۔ چنانچہ اس حقیقت کو نمایاں کرنے کے لئے ۲۳ر مارچ کو حضرت حکیم الامتؓ کی یاد میں جامع احمدیہ لاہور میں ایک اجتماع ہوا، جس میں آپ کی زندگی کے بعض پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا، مگر مقامی جماعت اس سے مطمئن نہ ہوئی، اس لئے طے پایا کہ اس سلسلہ میں پیغام صلح کا ایک خصوصی نمبر شائع کیا جائے۔

دو سال قبل ماہنامہ "روح اسلام" نے مولاناؒ کی یاد سے دلوں کو گرمانے کے لئے مولانا نورالدین نمبر نکالا، گو یہ نمبر یک صد صفحات پر پھیلا ہوا تھا اور بلند پایہ مضامین کا حامل تھا تاہم اس سے لوگوں کی تشنگی دور نہ ہوئی۔

اسی ضرورت کے پیش نظر مقامی جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ پیغام صلح کا یہ نمبر خصوصیات کا حامل ہو، اور اس میں اکابر کے علاوہ حضرت مولاناؒ کے فیض یافتگان کے مضامین و پیغامات اور خود آپ کی تحریرات پیش کی جائیں۔ چنانچہ یہ نمبر جملہ خصوصیات کے ساتھ تیاری کے مراحل سے گذر کر قارئین کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ مقامی جماعت لاہور نے اسکے زائد اخراجات اپنے ذمے لئے ہیں۔ اور خدمت تحریک کے سلسلہ میں یہ اس کا ایک اور یادگار اقدام ہے۔ اس سلسلہ میں بعض مضامین عدم گنجائش کے باعث اس خاص نمبر میں شائع نہیں ہو سکے جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں ان کی اشاعت آئندہ شمارہ میں کی جائے گی۔

اظہار تشکر

"پیغام صلح" کے مولانا نورالدینؒ نمبر کے لئے ہم میاں فاروق احمد شیخ اور صاحبزادہ عبدالمنان عمر صاحب کی مالی اعانت کے شکر گذار ہیں۔ اس کے علاوہ "پیغام صلح" کے عملہ نے جو کاوش کی ہے۔ وہ قابل ستائش ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جلسہ بیادگار حضرت مولینا نورالدینؓ منعقدہ ۲۳ر مارچ ۱۹۷۳ء کا ایک منظر مرزا مسعود بیگ صاحب تقریر کر رہے ہیں۔ کرسیوں پر حضرت مولینا صدرالدین صاحب و مولینا شیخ عبدالرحمن

درس قرآن کریم

"حلقہ مطالعہ قرآن" دارالفرقان مسجد احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور کی جانب سے حسب سابق "درس قرآن" کا سلسلہ دوبارہ مورخہ ۲۴ر اپریل ۱۹۷۳ء بروز سوموار شروع کر دیا گیا ہے۔ یہ مجلس ہر سوموار اور جمعرات کو بعد نماز عصر مسجد احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوتی ہے جس میں پاکستان کے سابق چیف الیکشن کمشنر جناب این۔ اے۔ فاروقی سی۔ ایس۔ پی ریٹائرڈ درس قرآن دیتے ہیں۔

آپ سے شمولیت کی درخواست ہے۔ اپنے دوستوں کو ہمراہ لائیں۔

خواتین کے پردہ کا انتظام ہے۔

صلاح الدین ناصر خان۔ F/71 وحدت کالونی۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور پاکستان

رحمۃ للعالمین

میلاد النبیؐ نمبر

فون نمبر ۵۳۷۳۷

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا • (الہام حضرت مسیح موعود)

دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام حضرت مسیح موعود)

• رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
• تار کا پتہ: "تبلیغ" لاہور

چیف ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اللہ بخش ٭ مدیر۔ دوست محمد ٭

سالانہ:
• پاک و ہند سے — آٹھ روپے
• بیرونی ممالک سے — ایک پونڈ

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۲۱/۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۵ اپریل/۲ مئی ۱۹۷۳ء | نمبر ۱۷-۱۸

عالی مرتبہ کا نبی جس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی کا بیان

میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس **عالی مرتبہ کا نبی** ہے اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ **وہ توحید** جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اس نے خُدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی اسلئے خُدانے جو اسکے دِل کے راز کا واقف تھا اسکو **تمام انبیاء** اور تمام **اوّلین و آخرین** پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اسکی زندگی میں اسکو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کسی فضیلت کا دعوٰی کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں بلکہ **ذرّیت شیطان** ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اسکو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے۔ جو اسکے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خُدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ اور اس کے نور سے ملی ہے اور خُدا کے مکالمات اور مخاطبات، کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں **اسی بزرگ نبی** کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے **اور اسی وقت تک ہم منوّر** رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں:۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم

عجب نوریست در جانِ محمدؐ — عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف — کہ گردد از محبّانِ محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم — کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس — بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت — بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش — محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ — دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند — نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ

بکارِ دیں نترسم از جہانے — کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من — کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ

دگر اُستاد را نامے ندانم — کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

بدیگر دلبرے کارے ندارم — کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ — بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

الا اے منکر از شانِ محمدؐ — ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است

بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

پیش کردہ۔ محمد عبد اللہ خوشنویس

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ

زندہ نبیؐ ——— تاریخی، کامل اور آخری

ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ انی اخاف ان عصیت ربّی عذاب یوم عظیم
(سورۃ یونس - ۱۵)

ترجمہ: میں تو صرف خدا کی وحی کی (کامل) پیروی کرتا ہوں۔ لیکن اگر میں نافرمانی کروں تو مجھے بھی بڑے دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے۔

تمام انبیاءؑ انسان کی رہبری کے لئے مبعوث ہوئے، ان کے معتقدین ان کے ساتھ والہانہ جذبات عقیدت سے وابستگی کا اظہار مختلف رنگوں میں کرتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ سب مقدس ہستیاں صد ادب و احترام کے لائق ہیں۔ جس نوعیت کی تعریف اور جن معجزات کو انبیاءؑ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ کہاں تک درست و صحیح ہیں؟ تاریخ کی کسوٹی پر وہ کہاں تک ثابت ہیں؟ ان میں سے بعض ہستیوں کی تو شخصیت کے بارہ میں بھی شبہ ہے، نیز ان کی جانب منسوب کردہ معجزات کا کوئی مستند منبع و ماخذ موجود نہیں۔ مبالغہ آمیزی کی یہاں تک حد ہے کہ ان سے متعلق بہت سے امور تاریخی حقائق کی بجائے جنات کے افسانے اور شاعرانہ تخیل کی بلند پردازیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تاریخِ عالم میں صرف ایک نبیؐ کی شخصیت کامل تاریخی صداقت کی حامل ہے، صرف ایک برگزیدہ ہستی ایسی نظر آتی ہے جس کی زندگی کے اصل واقعات من و عن مستند ترین سلسلہ روایات سے ثابت ہوتے ہیں، حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حین حیات میں جو کچھ فرمایا یا کیا، وہ تمام ریکارڈ تحقیق شدہ صحیح و مستند تاریخ کے اوراق میں مرقوم و محفوظ ہے۔ خلوت میں ہوں یا جلوت میں، جو کچھ آپؐ کے مبارک لبوں سے نکلا گھر میں ہوں یا مجلس میں، جو کچھ افعال آنحضورؐ نے کئے آپؐ کے تمام اقوال و افعال اور آنجناب کے جملہ کارنامے احادیثِ صحیحہ کے صفحہ قرطاس کی زینت تا قیامت ہماری رہنمائی کے لئے محفوظ ہیں۔ پس یہ کہنا امرِ حقیقت کا اظہار ہے کہ صرف ایک نبیؐ کو تاریخی نبی کہا جا سکتا ہے، صرف ایک نبیؐ کے واقعاتِ صحیحہ مستند ترین تاریخ سے ثابت ہیں۔

اس **واقعاتی تاریخ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس عظیم نبی کے معجزات اس کے عظیم اخلاق سے متعلق ہیں وانک لعلی خلق عظیم**۔ آنحضورؐ کی نبوت پر جو جو شخص یا قوم ایمان لائی اس کا اصل سبب آپؐ کا خلقِ عظیم ہی ہوا، دوستوں سے برتاؤ ہو یا دشمنوں سے سلوک، امن کی حالت ہو یا جنگ کی، ہر مقام پر آنجنابؐ کے اعلےٰ اخلاق کی ضیا پاشیاں ہی فتح نمایاں کا باعث ہوئیں۔ جنگ ہو یا اس کے بعد فتح و صلح کی صورت، ہر جگہ ذاتِ مقدسِ مصطفویؐ کے اخلاقِ عظیمہ و اوصافِ حمیدہ کا نور اپنی چمک سے فضاءِ عالم کو منور کر رہا ہے۔

صلح حدیبیہ کے وقت آنحضور کے ہمرکاب صرف پندرہ سو اصحابؓ جاں نثار تھے مگر بظاہر اس دب کر کئے جانے والی صلح کے دو سال بعد فتح مکہ کے وقت دس ہزار صحابی آپؐ پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے۔ اتنے قلیل عرصہ میں ایسی شدید ترین مخالفت کے باوجود، اس قدر کثیر اصحاب آپؐ کے حلقہ غلامی میں کیسے اور کہاں سے آ گئے؟ حقیقتاً اس صلح کی تہ میں اخلاق رسولؐ کی عظمتیں پنہاں تھیں جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ آپؐ کے نزدیک جنگ کی بجائے صلح، مخاصمت کی بجائے امن، عناد و دشمنی کی بجائے محبت و رحمت کو فوقیت حاصل ہے، اخلاق حسنہ کی یہ شمیم و معطر فضائیں تھیں جنہوں نے کفار مکہ ایسے سنگلاخ قلوب کو موہ لیا تھا۔ جس پر انا فتحنا لک فتحاً مبینا کا اعلان کیا گیا۔ **تاریخِ عالم ایک بھی فاتح کا نام پیش کر سکتی ہے جس نے بلا تلوار چلائے، بلا ایک** قطرہ خون بہائے اپنے جانی **دشمنوں پر چڑھائی کر کے انہیں مفتوح و مغلوب** کر لیا ہو، فتح مکہ کی عام معافی کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عمر بھر کے جان لیوا دشمن، مدتوں ہر ظلم و ستم روا رکھنے والے دشمن، گھر اور وطن سے نکال دینے والے دشمن، گوشۂ عافیت میں بھی امن و چین سے نہ بیٹھنے دینے والے دشمن، کو ایک آن میں معافیِ عام و عفو تام کا اعلان! **مغفرت و معافی**، شفقت و مہربانی، محبت و رحمت انسانیہ کی ان دلربا اداؤں کی کوئی ادنےٰ **مثال** تاریخ میں تلاش کرنے سے نہ ملے گی۔ **اللّٰھم صل علےٰ محمد وعلےٰ** آل محمد وبارک وسلم

آنحضورؐ کی پاک تعلیم **قرآن کریم میں جوں کی توں دائمی زندہ و محفوظ** موجود ہے اور آنجنابؐ کی **حیاتِ مبارکہ پر قول و فعل تاریخ کے اوراق میں ابدی زندہ و محفوظ موجود ہے**، حیرت کا مقام ہے کہ کسی انسان کی تلقین شدہ تعلیم اور اس کے عملِ حیات میں ایسی تام ہم آہنگی، **ایسی شدید مطابقت** نظر نہیں آتی جیسی قرآنی تعلیم اور سیرتِ پاک رسول میں موافقت ہے۔ **کان خلقہ القرآن** کا مختصر مگر نہایت پیارا جملہ اسی **حقیقت کی غمازی کر رہا** ہے۔ قرآن کریم کی ہر آیت کی عملی **تفسیر آنحضورؐ کی حیاتِ طیبہ کی تصویر میں** پڑھی جا سکتی ہے۔

انسانی زندگی کا بلند و بالا ترین نصب العین **خدائے واحد کی رضا کو تسلیم کرنا** اور خدمت خلق میں اپنی زندگی کو ہمہ تن لگا دینا ہے۔ **خدا کی عبادت و ریاضت** اور رضا و اطاعت میں حضرت خاتم الانبیاء **سے کون** شخص بڑھ کر قدم رکھنے کا دعوےٰ کر سکتا ہے! آپؐ کسی رات جی بھر کر نہ **سوئے** بلکہ شب بیداری و عبادت گذاری میں قدم مبارک متورم کر لئے، اسی لئے آپؐ **احمد** کے اسم بامسمیٰ کے مصداق ہوئے، ایثار و خدمت، محبت و **شفقتِ** مخلوق کے میدان میں کون آپ سے **سبقت لے جانے کا مدعی بن سکتا ہے!** ساری زندگی ایک وقت بھی سیر شکم نہ ہوئے، جو کچھ آیا راہِ خدا میں لٹایا، **خدمتِ** خلق میں لگایا، قوتِ لایموت کو اپنا مونو بنایا، شہنشاہ بن کر محل نہ بنوایا، **تخت نہ** بچھوایا۔ سر پر تاج نہ رکھوایا، وہی غربت و ناداری کی زندگی، وہی **عسرت و مشقت** کی زندگی، وہی دوستوں سے محبت و وفا اور رفاقت و مساوات کی زندگی، وہی **دشمنوں** سے عفو و رحمت کی زندگی! اسی لئے آپ **اسم محمدؐ کے سچے مصداق یعنے** سب سے بڑھ کر توصیف کے مستحق ہوئے۔

اللّٰھم صلِ علےٰ محمد وعلےٰ آل محمد

اثر و انقلاب کے پہلو سے اگر حیاتِ مبارکہ کو دیکھا جائے تو نظر آ جائے گا کہ تاریخِ عالم ایسے ہمہ گیر و **عالمگیر انقلاب کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتی**۔ اسباب و ذرائع سے یکسر تہیدست، زر و زور سے بکلی محروم، ایک **اُمّی** و یتیم جس کے مقابل عرب کی جملہ اقوام آ جمع ہوئیں کیونکر اور کیسے **ان پر غالب** آیا؟ اگر یہ خدائی طاقت کی جلوہ گری نہ تھی تو اور کونسی طاقت نے **آپؐ کے برخلاف** سونتی ہوئی تلواروں سے آپؐ کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ آپؐ کو **فاتح و منصور بنایا؟** اگر یہ الہٰی غیب کے سرچشمہ سے نکلا ہوا کلامِ قرآن نہیں تو پھر **اس حکمت بالغہ کا** منبع و ماخذ کیا ہے؟ جبکہ آپؐ نہ کسی مکتب میں پڑھے نہ کسی علمی مجلس میں **بیٹھے؟** **یقیناً یہ عالم الغیب ہستی کا نازل شدہ کلام ہے جس کی مثل باوجود چودہ صدیوں کے چیلنج کے مخالفین لانے سے عاجز رہے۔ جب کسی** شخصیت کی تعریف و توصیف میں نہ صرف اس کے اپنے معتقد و مرید بلکہ اس کے مخالف و معاند بھی رطب اللسان ہوں تو پھر اس کی صداقت و صحت میں **کونسا** شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ نہ صرف مسلمان **بلکہ غیر مسلم محققین آپؐ کے بینظیر** اخلاق اور بے مثل انقلاب کے قائل ہیں جن میں سے **بعض کے اقتباسات اسی** اشاعت میں دوسری جگہ درج کئے گئے ہیں۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے **ابدی زندہ نبی ہونے کی تائید** میں متذکرہ بالا ثبوتوں کے علاوہ ایک اور **عظیم شہادت موجود ہے۔ افسوس ہے**

عام دنیا سے بالخصوص مسلمانوں نے اس کی طرف توجہ کرنے سے غفلت برتی ہے۔ ایک مغربی مصنف نے لکھا ہے کہ شرک و مادیت کے تمام پردے ہٹا کر آنحضرت صلعم نے انسان کو خدا سے ملا دیا اور خدا کو انسان سے ہمکلام کر دیا۔ یہی معراجِ دین اور ارتقائے انسان ہے۔ آنحضرت صلعم کا پیدا کردہ یہ باطنی انقلاب جس سے انسان خدا سے ہمکلام ہو جاتا ہے، تا قیامت جاری ہے، اسی لئے سینکڑوں مجددین و صلحاء حضرت خاتم الانبیاء کی روحانی توجہ اور آنجناب کی کامل اتباع سے اُمتِ محمدیہ میں خدا سے ہمکلام ہوئے۔ آنحضور کی عظیم قوتِ قدسی کی یہی زندہ تاثیر عظیمہ ہے جس سے دین اسلام کی دائمی زندگی اور اُمت کی حقیقی اصلاح و رشد کا سلسلہ قائم ہے، دوسرے تمام انبیاء فوت ہو گئے اور اب ان کی اُمتوں میں خدا رسیدہ اصحاب پیدا نہیں ہوتے مگر آپؐ ابدی حیاتِ رُوحانیہ کے مالک ہیں کہ ہمیشہ آپؐ کے کامل مطیع خدا کے شرفِ ہمکلامی سے سرفراز ہوتے چلے آئے اور ہوتے چلے جائیں گے۔ اسی وجہ سے آپؐ خاتم الانبیاء و افضل الرُسل ہوئے

ع

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

اب ہر خیر و خوبی کا سرچشمہ، ہر کمال و خلق عظیم کا منبع آنحضرت صلعم کی ذاتِ مبارک کی اطاعت سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ آنجنابؐ کے آخری نبی ہونے کی یہی ایک زبردست دلیل ہے۔ آنجنابؐ کی روحانی توجہ تا قیامت زندہ اور قوی اثر دکھلا کر اپنے کامل و مطیع پیرؤوں کو خدا سے ہمکلام کرانے کی تاثیر عظیمہ رکھتی ہے۔

اے دانشمندو! غور کرو!! کمال نبوت اس امر میں مرکوز ہے کہ پیروانِ رسولؐ و عاشقانِ زار کو خدا سے ہمکلامی نصیب ہو جائے یا اس میں ہے کہ وہ خدا تک رسائی حاصل نہ کر سکیں؟

اے محبانِ رسُولؐ! جائے توجہ ہے!! تکمیل دین اور ختم نبوت کا تقاضا یہ ہے کہ محبانِ نبی صلعم و صادقانِ صدق و صفا، اسلام کی انتہائی غرض و غایت کو حاصل کر لیں اور ان تمام امورِ روحانیہ کا مشاہدہ کر لیں جو کامل رسُول میں فنا ہو جانے اور اس کے انوار و فیوض کو ورثہ میں لینے سے ملتے ہیں یا ان تمام روحانی برکات سے محروم ہونے میں ہے؟

دائمی و ابدی نبی تو وہی ہے جس کے کامل پیرو خدا تک رسائی حاصل کر لیں ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم درین چاہ ذقن

واں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بے شمار

ختم نبوت کی حقیقت تو یہی ہے کہ اب خدا تعالےٰ تک ہمکلامی کے تمام راستے بجز کامل متابعتِ رسولؐ بند ہیں، کیا ایسی ہمکلامی کے بغیر نبی کا کمال، اس کی دائمی زندگی، اس کی ابدی حیات کا ثبوت دیا جا سکتا ہے؟ بے شک آنحضرتؐ آخری نبی ہیں، بلاشبہ آپؐ نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ ہیں، لاریب آپ کا قول لا نبی بعدی بکلی صادق ہے،

آپؐ کے بعد اب یقیناً کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا نہ نیا اور نہ پرانا، لیکن آنحضورؐ کے **دائمی فیوض اور انوار و برکات کی زندگی کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کے کامل مطیع و فرمانبردار اور فنا فی الرسول کے کامل مظہر خدا تک پہنچکر آثار و انوارِ نبوت کے حقیقی وارث و شاہد بن جائیں** چنانچہ اسی حقیقت کے اظہار کے لئے سینکڑوں اولیاء اللہ، اُمتِ محمدیہ میں پیدا ہوئے، متعدد مجددین ضرورت و تقاضۂ زمانہ کے مطابق اپنے اپنے وقت پر خدا سے خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتے رہے۔ **یہ ایک ایسی نمایاں و یکتا خصوصیت آپ کے کامل و زندہ آخری نبی ہونے کی ہے کہ اور کسی نبی کو یہ میسر نہیں،** اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد

(ا۔ ب)

میلاد النبی صلعم کی تقریب کے سلسلہ میں شبان الاحمدیہ کا جلسہ

سیرت النبی صلعم کے بیان میں نوجوانوں کا تقریری مقابلہ

(از:۔ رشید احمد مرزا سیکرٹری شبان الاحمدیہ)

شبان الاحمدیہ کے زیر اہتمام پہلا جلسہ عام مؤرخہ ۱۶ اپریل بروز سوموار "میلاد النبی صلعم" کے موقعہ پر زیر صدارت حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں نوجوانوں نے حصہ لیا اور تقریریں کیں اور اچھے مقررین کو انعامات دیئے گئے۔ اس جلسہ میں ہمارے مہمان خصوصی جناب شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان تھے۔ سب سے پہلے مولوی غلام حسین صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اس کے بعد اورنگ زیب صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھکر سنایا۔ نظم کے بعد سیکرٹری شبان الاحمدیہ نے گذشتہ اجلاس کی کارروائی پڑھ کر سنائی۔ اور اس کے بعد تقریری مقابلہ کے شروع ہونے کا اعلان کیا گیا اور منصفین اپنی اپنی نشستوں پر تشریف لے آئے اس مقابلہ میں منصفین کے فرائض جناب چوہدری عبدالحمید صاحب سابق ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول، محترم مرزا سلیم احمد صاحب اور محترم ناصر احمد صاحب نے انجام دیئے۔ تقریری مقابلہ میں مندرجہ ذیل نوجوانوں نے حصہ لیا:۔

(۱) اسحاق اختر ملہی (۲) ہمایوں مسعود (۳) ظہور اکبر ملہی (۴) رشید احمد مرزا (۵) اورنگ زیب (۶) خالد احمد خان

ان تمام نوجوانوں نے اپنی اپنی تقاریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور بیان کیا کہ آپ صلعم نہایت اعلےٰ اخلاق کے مالک تھے اور ہمیں بھی ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپؐ کی سنّت پر عمل کرنا چاہیئے اور ایک انسان اسی صورت میں کامل انسان بنتا ہے جب اس میں اعلےٰ اخلاق پائے جاتے ہوں۔

اس کے بعد مہمان خصوصی جناب شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے خیالات سے سامعین کو مستفید فرمائیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ آج سے بیس سال قبل بھی نوجوانوں کی ایک تنظیم بنی تھی اور اس کا نام بھی شبان الاحمدیہ رکھا گیا تھا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اب اس کو دوبارہ زندہ کیا گیا ہے اور امید ہے کہ ہمارے نوجوان ہمت نہیں ہاریں گے اور محنت و تندہی سے برابر کام کریں گے جس کے نتیجہ میں یقیناً ان کو کامیابی حاصل ہوگی۔

محترم طفیل صاحب نے بلاد غربیہ میں جلسہ کا پروگرام مرتب کرنے کا طریق کار بیان کیا اور شبان الاحمدیہ کے عہدیداران کو نصیحت کی کہ وہ بھی ایک جامع پروگرام بنائیں کہ ہر ہفتہ اور ماہوار لوگوں سے رابطہ قائم رکھیں اور زیادہ سے زیادہ اجتماعات منعقد کرکے ان میں لوگوں کی دلچسپی پیدا کریں اور ان میں دین کا شوق پیدا کیا جائے۔

جناب شیخ صاحب کی تقریر سننے کے بعد شبان الاحمدیہ کے تمام عہدیداران نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم بالکل نا اُمید نہ ہوں گے اور ہمیشہ تندہی اور لگن سے کام جاری رکھیں گے اور انشاءاللہ تعالےٰ خدا کے فضل سے ایسے اجتماعات جلد جلد ہوتے رہیں گے تاکہ لوگوں سے مسلسل رابطہ قائم رہے۔

اسی عرصہ میں منصفین تقریری مقابلہ کا نتیجہ مرتب کر چکے تھے، محترم مرزا سلیم احمد صاحب کو دعوت دی گئی کہ وہ سٹیج پر آکر اول دوم اور سوم آنے والے اُمیدواروں کے ناموں کا اعلان کریں۔ انہوں نے تمام منصفین متفقہ رائے سے جو نتیجہ بیان کیا وہ یہ تھا۔

(باقی بر صٓ ۲ کالم ۲)

مصلحین عالم میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز کرنیوالے امور

(از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ)

وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعٰلمین (الانبیاء ۱۰۷)

اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

دنیا میں بہت مصلح آئے ہر ملک اور ہر زمانہ میں آئے لیکن کئی ایک امور ہیں جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر ممتاز کرتے ہیں۔ ان امور میں سب سے پہلی بات آپ کی حیرتناک کامیابی ہے۔ جس کا اعتراف دشمن و دوست کو یکساں ہے چنانچہ انسائیکلو پیڈیا بری ٹینیکا میں "قرآن" کے عنوان پر جو مضمون ہے اس میں ذیل کے صاف الفاظ میں یہ اعتراف آنحضرت صلعم کے متعلق موجود ہے کہ آپ دنیا کے تمام انبیاء اور مذہبی اشخاص میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں، یہ اعتراف بلا وجہ نہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ دنیا میں کوئی مصلح نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو اس گری ہوئی حالت میں پایا۔ یہ لوگ نہ مذہب کے صحیح اصول سے واقف تھے نہ سیاست کے نہ تمدن کے نہ معاشرت کے نہ علم ان کے اندر تھا نہ ان کے تعلقات بیرونی لوگوں سے تھے۔ نہ ان میں کوئی اتفاق و اتحاد تھا۔ نہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض ہر پہلو سے یہ قوم اصلاح طلب تھی اور خطرناک جہالت میں مبتلا تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہودی اپنا پورا زور ان کی اصلاح پر صرف کر چکے تھے، عیسائی پورا زور لگا چکے تھے اور دونوں ایسے ناکام ہوئے کہ کسی ایک امر میں ملک کے اندر اصلاح پیدا نہ کر سکے حنیفیت کی اندرونی تحریک بھی پیدا ہو کر ختم ہو چکی تھی تب آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا اور چند ہی سال کے عرصہ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھا دیا کہ ملک عرب کی زمین و آسمان بدل گئے ذلیل سے ذلیل بت پرستی اور توہم پرستی سے نکال کر توحید کے اس بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا جس پر نہ اس سے پہلے کوئی قوم پہنچی نہ بعد میں پہنچ سکے گی۔ پھر اس توحید کے لئے ایسا جوش کہ دنیا کے ممالک میں چاروں طرف نکل گئے اور دُور تک ندائے حق کو بلند کیا۔ خدا کی عبادت میں ان لوگوں کا مقام تمام راہبوں اور دنیا سے کنارہ کشی کر لینے والوں سے بڑھ کر تھا اس لئے کہ وہ دن کو کاروبار میں گذارتے ہوئے اللہ اکبر کی ندا سن کر دیوانہ وار خدا کے حضور جا کھڑے ہوتے تو راتوں کو بیداری میں گذارتے ہوئے عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے۔ وہ دنیا میں ہونے کے باوجود دنیا سے قطع تعلق رکھتے تھے اس لئے جو لذت اور خضوع و خشوع ان کو عبادت میں حاصل ہوتا تھا۔ وہ کسی گوشہ نشین زاہد کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر روحانیت کے لحاظ سے عبادت کے اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر کھڑے تھے۔ تو دنیوی نقطہ نگاہ سے بھی اس اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچ گئے تھے جس پر انسان پہنچ سکتا ہے یعنے وہ دنیا کے عظیم الشان فاتح بنے بڑی سے بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گرتی چلی گئیں کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی۔ پھر وہ صرف فاتح ہی نہ تھے۔ بلکہ فتح کے بعد ہر ملک میں ایسا انتظام قائم کیا کہ پچھلے لوگوں کی غفلت کے باوجود بارہ صدیوں تک اس سلطنت کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح ہوئے۔ ان دونوں باتوں کے باوجود تیسری بات جس میں انہوں نے کمال کر دکھایا وہ علم تھا انہوں نے زہد اور فتوحات کے ساتھ ساتھ علم کو ایسا کمال پر پہنچایا کہ آج انہی کی بدولت دنیا علم کے نُور سے منور ہے۔ غرض حضرت نبی کریم صلعم نے ملک عرب کو ایسی حالت میں پایا جس سے بڑھ کر گری ہوئی حالت کسی ملک کی متصور نہیں ہو سکتی۔ اور دنیوی اور رُوحانی ترقی کے اس اعلےٰ مقام پر پہنچایا جس سے آگے کوئی مقام نہیں۔ اور یہ سب کچھ بیس برس کے عرصہ میں ہو گیا جس میں یہ بھی دکھانا مقصود تھا کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے اور دنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج آپ کی تعلیم میں نہیں۔ جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑھ کر دعوے کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماروں کو اچھا کرے۔

اسی طرح مصلحین عالم میں سب سے بڑا وہ نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے جو سب سے بڑھکر دعوے کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے بڑھکر اصلاح کرے اور یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کو دنیا کے کل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بناتی ہے۔

دنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح کے لئے آیا۔ وہ نُور اور ہدایت لایا مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص مُلک کے لئے۔ اس کے دنیا میں آنے کی غرض انسانوں کا تزکیہ نفس تھا مگر انہی کا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کل دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے وہ نور اور ہدایت جو آپ کو دیا گیا ایک قوم کے لئے نہ تھا بلکہ دنیا کی کل قوموں کے لئے تزکیہ نفوس کے لئے آپ کی عقد ہمت کا دائرہ اس قدر وسیع ہوا کہ تمام دنیا کو اپنے اندر شامل کر لیا یہی وہ بات ہے جس کی طرف آیت مندرجہ عنوان میں توجہ دلائی گئی اسی قسم کی اور آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے لیکون للعٰلمین نذیراo اور فرمایا ان ھو الا ذکر للعٰلمین o پھر فرمایا انا ارسلنٰک کافۃ للناس پھر فرمایا قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاًo مصلحت الٰہی کا یوں تقاضا ہوا کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں علیحدہ علیحدہ پڑی ہوئی تھی۔ اور قوموں کے باہمی میل جول کے ذرائع بہت کم تھے۔ ان کی ضروریات اور ان کے خیالات بھی محدود تھے تو اللہ تعالےٰ نے ہر قوم کی اصلاح کے لئے ایک نبی بھیجدیا۔ بعض قوموں میں کئی کئی نبی بھی بھیجدیئے۔ ان انبیاء نے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق ان قوموں کی اصلاح کی مگر جس طرح وہ قوم محدود تھی اسی طرح ان کا عقد ہمت بھی اسی دائرہ کے اندر تھا اور نہ صرف مکان کے لحاظ سے بلکہ ان کی قوت قدسی کا دائرہ ایک جگہ آکر ختم ہو جاتا جہاں یا جب دوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن جہاں اس طریق سے اللہ تعالےٰ نے کل عالم کی ربوبیت روحانی کا سامان کر دیا اس کے ساتھ ہی انسانوں کی تنگ ظرفی کی وجہ سے ہر قوم میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں خاص قوم کو ہی اپنی مہربانیوں کے لئے چن لیا ہے اور دوسری کسی قوم کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملا۔ پس ایک خطرناک قومی تفریق پیدا ہو گئی اور مُلکی حد بندیوں نے تعلقات انسانی کے اندر ایسی قیود پیدا کر دیں کہ ہر ایک قوم اپنے سوائے دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یوں مقدر فرمایا کہ تمام انبیاء کے آخر پر ایک نبی بھیجے جو کل قوموں کی طرف مبعوث ہو اور جس کی قوتِ قدسی جس طرح مکان کے لحاظ سے ساری زمین پر محیط ہو اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو۔ اس لئے جب قومی نبیوں کا دائرہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر منتہی ہو گیا اور حضرت عیسےٰ کو بھی یہی کہنا پڑا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ تو رحمۃ للعالمین کا ظہور دنیا میں ہوا۔ انبیائے سابقین کی مثال ایسی تھی جیسے ایک اندھیری رات میں مختلف مکانات میں مختلف چراغوں کی روشنی ہو۔ ان کا وجود تاریکی کے اندر ایک شمع نور افگن تھا۔ مگر جس طرح چراغ ایک کمرہ کے اندر ہی روشنی دے سکتا ہے اسی طرح ان کے نور ان کی ہدایت ان کی قوتِ قدسی کا دائرہ بھی اس قوم کے اندر محدود تھا مگر محمد رسول اللہ صلعم کا ظہور آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے جس کے ساتھ دنیا کے چاروں کناروں میں روشنی پہنچ جاتی ہے۔ جس کی شعاعیں زمین کے ہر کونہ کو منور کر دیتی ہیں انبیائے عالم روشن چراغ تھے مگر محمد رسول اللہ صلعم آفتاب عالمتاب تھے۔ چراغ کی روشنی ایک مکان کے اندر محدود ہوتی ہے اور ایک وقت کے بعد وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حالت ان انبیاء کی تعلیم کی تھی۔ آفتاب کل عالم کو روشن کرتا ہے اور اس کی روشنی قیامت تک اس عالم کو منور

کرتی رہے گی یہی کیفیت محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم کی ہے۔ پس یہ دوسری بات ہے جو آپ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔

دنیا میں کوئی ترقی بغیر ایک قید لگانے کے ممکن نہیں۔ اس لئے ہر قوم نے اپنا ترقی کو ہی اپنا نصب العین قرار دیا ہے لیکن اگر محمد رسول اللہ صلعم انہی لوگوں کا اتباع کرتے تو آپ کے آنے کی اصل غرض ہی پوری نہ ہوتی تھی۔ آپؐ کے آنے کی بہت سی اغراض میں سے ایک غرض قومی اور ملکی قیود کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا تھا اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو قومی اور ملکی قیود مصنوعی قیود ہیں۔ پس ایک فطری مذہب مصنوعی قیود کو قائم نہ رکھ سکتا تھا اگر اور مذاہب کی غرض افراد کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنانا تھا تو اسلام کی غرض قوموں کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کا ایک اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اس لئے اسلام کی تعلیم نے قومی قیود کو اسی طرح توڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی ہے جس طرح مختلف مذاہب نے شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کی بنیاد رکھی تھی وہ بھی ایک بڑا کام تھا جو پہلے انبیاء کے سپرد کیا گیا مگر یہ کام اس سے بدرجہا بڑا ہے اس کی مشکلات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا ایک بڑا کام ہے مگر قومی تفریقوں کو دور کر کے نسلِ انسانی کی وحدت کے پیدا کرنے کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ تیسری خصوصیت ہے جو نبی کریم صلعم کو تمام انبیاء میں ممتاز کرتی ہے کہ وہ قومی وحدت قومی ترقی کا راز سکھانے آئے آپ نسلِ انسانی کی وحدت، نسلِ انسانی کی ترقی کے عظیم الشان راز کے انکشاف کے لئے ظاہر ہوئے۔

چوتھی خصوصیت جو آپؐ کو تمام مصلحین پر ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ جہاں ہر ایک نبی فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو و نما کے لئے آیا اور اس کے وجود میں اخلاقِ انسانی کا ایک خاص پہلو ظہور پذیر ہوا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کی ساری شاخوں کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے کہ آپؐ کے بعد کسی نبی کی حاجت دنیا میں نہ رہی۔ سلسلہ بنی اسرائیل میں کتنے نبی آتے ہیں مگر ہر ایک فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو و نما کے لئے انسانی زندگی کے لئے ایک خاص پہلو میں خود ہی نمونہ بن کر۔ مگر امت محمدیہ میں ایک ہی آتا ہے۔ اور وہ ان پہلوؤں سے بڑھ کر ہر ایک پہلو میں خود ہی نمونہ ہے۔ وہ موسےٰؑ کی جوانمردی ہارونؑ کی نرمی، یشوعؑ کی جرنیلی، ایوب کے صبر۔ داؤدؑ کی سپہ گری سلیمان کی شان و شوکت یحییٰؑ کی سادگی۔ مسیح کی فروتنی اور حلیمی سب کو مگر ہر ایک سے بڑھ کر اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ اگر سلسلہ موسوی کے سرتاج حضرت موسےٰؑ مظہر جلال ہیں اور اس کے آخری نبی حضرت عیسےٰؑ مظہر جمال ہیں تو محمد رسول اللہ صلعم ان دونوں سے بہت بڑھ کر کمال کو لئے ہوئے جامع جمال و جلال ہیں۔ اگر آپ وحشیوں اور اخلاق سے عاری قوموں کو متمدن اور با اخلاق انسان بنا سکتے ہیں تو متمدن اور با اخلاق انسانوں کو باخدا بنا سکتے ہیں ؎

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسےٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ جہاں ہر ایک صاحب کمال کا کمال فطرت یا حالاتِ انسانی کے کسی خاص حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے کمالات فطرتِ انسانی اور حالات انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں۔

اگر کوئی شخص دنیا میں اس لئے بڑا کہلاتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو پستی سے نکال کر بلندی پر پہنچا دیا تو یہ بڑائی سب سے زیادہ اس شخص میں پائی جاتی ہے جس نے ایک نہایت ہی گری ہوئی قوم کو جو نہ کبھی اپنے ملک سے باہر نکلی تھی، نہ تہذیب اور علم ہی کا اس میں کوئی چرچا تھا۔ چند سال کے اندر نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصہ کا فاتح بلکہ فتوحات کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی روشنی کو تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانے والا بنا دیا۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کے بکھرے ہوئے اجزاء کو اکٹھا کر دیا تو اہلِ عرب جیسی بکھری ہوئی قوم کو جس کا ایک ایک قبیلہ پشتہا پشت کی خانہ جنگیوں سے ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو چکا تھا ایک کرنے والے سے بڑھ کر کون شخص بڑا کہلا سکتا ہے جس نے ریت کے ذرّوں کو جمع کر کے ایک مضبوط پہاڑ بنا دیا وہ پہاڑ جو حوادثِ روزگار کی خطرناک سے خطرناک ٹکرّوں کے مقابلہ کے بعد آج بھی ویسا ہی مستحکم ہے جیسے پہلے روز تھا۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا ہے کہ اس نے خدائے واحد کے نام کو دنیا میں بلند کیا تو محمد صلعم سے بڑا دنیا میں اور کون ہو سکتا ہے جس کی بعثت کا منشاء اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ اور جس نے اس منشاء کو ایسے بے مثل انداز میں پورا کیا کہ بت پرستی اور شرک کے چہرہ پر جو نقاب پڑا ہوا تھا وہ ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا۔ اور توحید کے نور سے دنیا جگمگا اٹھی۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے کہ اس نے اعلےٰ درجہ کے اخلاق کی تعلیم دنیا میں پھیلائی تو اس سے بڑا آدمی اور کون ہوگا جو انّک لعلیٰ خلق عظیم کا مصداق اعظم ہے جس کے اخلاق کی شمیم سے فضائے عالم معطر و معنبر ہے اور جس کا احسان اس لحاظ سے دنیا پر ابدالآباد تک رہے گا۔ یہ خوشبو جس نے سونگھنی ہو وہ قرآن کریم کے اوراق کی ورق گردانی کرے۔

اگر کوئی شخص فاتح اور کشور کشا ہو کر بڑا ہو سکتا ہے تو کون شخص بڑا ہے اس جہاں کشا سے جس نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور باوجود بے یار و مددگار ہونے کے نہ صرف فاتح بلکہ شہنشاہ بلکہ شہنشاہ گر بن گیا اور اس عظیم الشان سلطنت کا بانی ہوا جو آج تیرہ سو سال بعد بھی دنیا کی متفقہ کوشش کا جو اس کے بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے جاری ہیں مقابلہ کر رہی ہے۔

اگر امانت و دیانت یا راست کرداری بڑائی کا کوئی معیار ہے۔ جس کا جذب دنیا کو آج کل نظری طور پر اقرار مگر عملی طور پر انکار ہے تو اس سے بڑا اور کون ہوگا جو مہد سے لحد تک اپنے ہم چشموں اور ہم عصروں میں الامین کے سعادت آفریں لقب سے ملقب ہے۔

اگر کوئی شخص اس سے بڑا کہلا سکتا ہے کہ اس کا نام ایک بڑی قوم کے لئے ایک زندہ قوت و طاقت کا کام دیتا ہے تو یاد رکھو محمد صلعم کے نام میں جو طاقت ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی طاقت نہیں اس لئے کہ یہ نام شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو بلا تفریق بلا امتیاز ملک و اعتصموا بحبل اللہ جمیعًا کی ربانی رسی میں باندھنے والا ثابت ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ ہاں اگر پیروؤں کے لئے یہ نام ایک زندہ طاقت کا کام دیتا ہے تو دشمنوں کے لئے بھی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر (یعنی ایک مہینہ کی مسافت سے کام کرنے والے رعب کے ساتھ مدد دی گئی ہے) کا کام دے رہا ہے اور اسلام کی تباہی چاہنے والے سارے سامانوں کے باوجود اور مسلمانوں کی اس گری ہوئی حالت میں بھی ان سے خائف ہو رہے ہیں۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں ہر ایک صاحب کمال نے اس پہلو میں کمال دکھایا ہے جسے اس زمانہ یا اس کی قوم یا اس کے ملک کی حالت پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ آنحضرت صلعم کے کمالات ایسے ہیں کہ آپؐ کے زمانہ اور آپؐ کے ملک اور آپؐ کی قوم کی حالت ان کے پیدا کرنے کی قابلیت اپنے اندر نہ رکھتی تھی۔ جب کسی قوم یا ملک میں توحید کا چرچا ہو تو ایک موحد کا پیدا ہو جانا۔ جب فلسفیانہ تحقیق کا عام رواج ہو تو ایک بڑے فلسفی کا پیدا ہو جانا۔ جب قوم یا ملک کی حالت بیرونی حملوں کے باعث قوم کے اندر جنگ کا جوش پیدا کر رہی ہو تو ایک بڑے فاتح کا پیدا ہو جانا۔ جب قوم کی توجہ عام طور پر اخلاق کی طرف ہو تو اخلاق کے ایک بڑے معلم کا پیدا ہو جانا۔ جب قوم میں شعر و شاعری کا شوق بڑھ رہا ہو تو ایک بڑے شاعر کا پیدا ہو جانا عین ان حالات انسانی کے مطابق ہے، جن کا مشاہدہ تاریخ ہمیں کراتی ہے۔ مگر ایک سخت بت پرست قوم

کے اندر جو شرک کی نجاست میں لتھڑی ہوئی ہو اور توحید سے مطلقاً ناآشنا ہو ایک ایسے شخص کا پیدا ہو جانا جس کی فطرت کے اندر ہی بتوں سے تنفر ہو اور پندرہ سولہ سال کی ہی عمر میں لات اور عزیٰ کا واسطہ دیئے جانے پر ... جرأت سے یہ کہہ دے کہ مجھے دنیا میں کسی چیز سے اس قدر نفرت نہیں جس قدر ان پتھر کے معبودوں سے ہے اور جو خالص توحید کا معلم واحد ہو۔ ایک ایسی قوم کے اندر جو توہم پرستی میں حد سے گذری ہوئی قوم ہو ایک اعلیٰ درجہ کے فلسفیانہ دماغ رکھنے والے دشمن توہم پرستی کا پیدا ہو جانا۔ ایک ایسی قوم کے اندر جس پر علم کی روشنی کی ایک کرن کبھی نہ پڑی ہو۔ اس روشنی کو دنیا کے تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانے والے انسان کا پیدا ہو جانا۔ ایک ایسی قوم کے اندر جو شیرازہ جمعیت کے بکھر جانے کے باعث اس بات کے سمجھنے سے بھی عاری ہو چکی ہو کہ قومی وحدت بھی کوئی چیز ہے واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً کی ندا کے بلند کرنے والے کا پیدا ہو جانا۔ ایک ایسی قوم کے اندر جو اخلاق فاضلہ سے اس قدر دُور جا پڑی ہو کہ اخلاق رذیلہ پر فخر کرنا اس کا شیوہ ہو چکا ہو خلق عظیم کا سبق دینے والے اور تخلقوا باخلاق اللّٰہ کا نعرہ مارنے والے کا پیدا ہو جانا۔ ہاں اس قوم کے اندر جو شراب نوشی اور قمار بازی میں دنیا کی کل قوموں پر فوقیت لے جا چکی ہو۔ دنیا سے شراب نوشی اور قمار بازی کے استیصال کی ایک ہی کوشش کرنے والے کا پیدا ہو جانا۔ پھر اس قوم کے اندر جو عورت کو اس قدر ذلیل سمجھتی ہو کہ زندہ لڑکی کو گاڑ دینا اس کے بڑے آدمیوں کا فخر ہو۔ عورتوں کی عزت اور عورتوں کے ان حقوق کے قائم کرنے والے کا پیدا ہو جانا جو آج کل کی تہذیب بھی طبقۂ نسواں کو نہیں عطا کر سکی۔ اور بالآخر اس قوم کے اندر جس میں صدیوں کی باہمی لڑائیوں سے جنگجوئی فخر انسانیت سمجھا جاتا تھا ایک ایسے شخص کا پیدا ہو جانا جو دنیا میں صلح اور اتحاد اور نسلِ انسانی کی اخوت کی بنیاد رکھنے والا ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کے لئے تاریخ کسی دوسرے آدمی کا نمونہ نہیں دکھا سکتی اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ظلمتوں اور نجاستوں کے اندر اس نور اس لطافت کو تیار کرنے والا وہی خدا تھا جو زمین اور سمندر کی تاریکیوں میں ہیرے اور موتی پیدا کرتا ہے اور محمد صلعم کے وجود میں اس نے اپنی اس قدرتِ کاملہ کا وہ کامل نمونہ دکھایا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

ساتویں اور سب سے بڑی خصوصیت جو آپ کو تمام انبیاء پر ممتاز کرتی ہے، اور تمام عالم کے لئے رحمت ٹھہراتی ہے آپ کا ایک عظیم الشان صلح کی بنیاد رکھنا ہے۔ نہ صرف مختلف انسانوں میں نہ صرف مختلف قوموں میں بلکہ ان سب میں مشکل کام یعنی مختلف مذاہب میں صلح کی بنیاد رکھنا۔ تمام انسانوں میں مساوات کا رنگ یوں پیدا کیا کہ بڑے سے بڑے انسان کے متعلق بھی یہ تعلیم دی قل انما انا بشر مثلکم میں بھی تمہاری طرح ہی ایک انسان ہوں۔ مرد اور عورت۔ نوکر اور آقا۔ جاہل اور عالم اور بادشاہ اور رعیت سب ایک دوسرے پر حقوق رکھتے ہیں اور ہر ایک دوسروں کے متعلق ایک ذمہ داری کے نیچے ہے۔ انسانیت کی صف میں وہ سب ایک مقام پر کھڑے ہیں۔ حج کے اندر اس کا ایک عملی نظارہ بھی دکھا دیا کہ لاکھوں انسان ایک لباس میں ایک حیثیت میں ایک شکل میں اکٹھے کر کے دکھا دیئے۔ وہ مساواتِ نسلِ انسانی جس کا نظارہ دنیا میں کہیں نظر نہیں آتا۔ خانہ کعبہ کے گرد اور منیٰ اور عرفات کے مقاموں میں وہ نظارہ ہر ایک آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ پھر پانچ وقت کی نماز میں کم و بیش یہی مساوات کا نظارہ نظر آتا ہے۔ خدا کے حضور بادشاہ اور درویش دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں۔ ملکی انتظام میں ایک غلام کو قریش پر حاکم مقرر کر کے دکھا دیا۔ حصول علم میں کوئی فرق مرد اور عورت کا نہیں رکھا نہ چھوٹے اور بڑے کا۔ قومی مساوات کے لئے یہ قاعدہ تجویز فرمایا کہ قومیں اور قبیلے ایک دوسرے پر بڑائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف شناخت کے لئے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہیں۔ اور بڑائی کا معیار اب دنیا میں قومیت نہ رہے گی بلکہ تقویٰ رہے گا[1]۔ کالے گورے کا فرق۔ مشرقی اور مغربی کا فرق سب مٹا دیا سب ایک باپ کے بیٹے ہیں[2]۔ اور پھر سب سے مشکل کام بھی کر کے دکھا دیا یعنی مذاہب میں صلح۔ جو دنیا کے کسی مصلح کے وہم میں بھی نہ آیا تھا۔ عام اُصول قائم کر دیا کہ سب قوموں میں رسول ہوتے رہے۔ کوئی قوم خدا کے نعمائے رُوحانی سے محروم نہیں رہی۔ اور ایک مسلمان کا فرض قرار دے دیا کہ نہ صرف اپنے رسول پر ایمان لائے بلکہ جس قدر مختلف قوموں میں دنیا میں نبی اور رسول آئے سب پر ایمان لائے۔ آپؐ سے پہلے کسی شخص کے منہ سے یہ کلمہ نہ نکلا تھا کہ دنیا کی ہر قوم میں رسول ہوتے رہے ہیں۔ جب ہم نے سب دنیا کے پیشواؤں کو سچا مان لیا تو نسل انسانی میں ایک ایسے اتحاد کی بنیاد رکھ دی جو کبھی برباد نہیں ہو سکتا ہم سب بھائی بھائی ہو گئے۔ پھر سب پیشواؤں کی عزت کرنا ہمارا فرض قرار دیا یہاں تک کہ جن کو ہم باطل معبود بھی سمجھتے ہیں ان کو بھی گالی دینا منع کر دیا[1]۔ پھر حقیقی پیشوایانِ قوم کی عزت کیوں نہ کریں پھر نہ صرف مذاہب میں صلح کی بنیاد ڈالی بلکہ مختلف اعتقادات میں جو ایک دوسرے کے خلاف نظر آتے ہیں صلح کی راہ بتا دی اور فرمایا کہ جو امور مشترک سب مذاہب میں پائے جاتے ہیں ان کو بطور ایک بنیاد کے صحیح قبول کر لیا جائے[2]۔ اور پھر تمام اعتقادات کو اس امر مشترک پر پرکھا جائے کہ وہ اس کے خلاف تو نہیں۔

مختصر یُوں کہ اگر ایک طرف آپ نے اللہ تعالےٰ کی عزت و جبروت کو دنیا میں قائم کر دیا اور اس کی توحید کو تمام آلائشوں سے پاک کر دیا تو دوسری طرف مساوات اور وحدتِ نسل انسانی کو بھی کمال پر پہنچایا اور انسان کی عزت کو دنیا میں بلند کیا۔ اللّٰھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد وبارک وسلم۔

---

[1] ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ [2] انما المؤمنون اخوة۔

[1] لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔
[2] تعالوا الیٰ کلمة سواءٍ بیننا وبینکم۔

دو اموات:

میاں شکرالدین صاحب کی وفات

——راولپنڈی سے میاں فخرالدین احمد نے یہ افسوسناک خبر لکھی ہے کہ:۔
میرے والد بزرگوار میاں شکرالدین گورنمنٹ پنشنر ۱۲ر ربیع الاول مطابق ۱۶ر اپریل ۱۹۷۳ء کو رحلت کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے حکیم شاہ نواز خان مرحوم اور قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی مجالس سے متاثر ہو کر احمدیت قبول کی تھی۔ اور تادم مرگ اس عہد پر قائم رہے۔

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں اور اخبار پیغام صلح کے توسط سے بیرونی جماعتوں سے نماز جنازہ غائبانہ اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ والسلام۔ خاکسار فخرالدین احمد
13—H/212 چھاچھی محلہ گلی نمبر ۲ راولپنڈی

اہلیہ صاحبہ بابو بشارت احمد مرحوم کی وفات

——سیالکوٹ ٹبہ سیداں سے محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ اطلاع دیتی ہیں کہ ان کی والدہ صاحبہ (اہلیہ بابو بشارت احمد صاحب مرحوم) پندرہ یوم بعارضہ فالج بیمار رہ کر اپنے لڑکے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے ہاں وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ سلسلہ احمدیہ سے دلی لگاؤ اور خلوص رکھتی تھیں۔

پیغام صلح: ان ہر دو اموات میں ہمیں مرحومین کے تمام لواحقین اور پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ دونوں مرحومین کا جنازہ غائبانہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے جمعہ مورخہ ۲۰ر اپریل ۱۹۷۳ء کو پڑھایا۔ دیگر جماعتوں سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت
یا
حجۃ الوداع کا پیغامِ حریت

از حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ملاحظہ ہو۔ جو حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر مسلمانوں کے جم غفیر کو مخاطب کر کے فرمائی اس وصیت کے الفاظ یہ ہیں۔

تمہارا رب بھی ایک ہی ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تمہیں بنی نوع انسان کے سارے افراد کو اپنا بھائی سمجھنا چاہیئے اور سب کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا برتاؤ کرنا چاہیئے

اور فرمایا

لافضل لعربی علی عجمی ولا فضل لعجمی علی عربی ولافضل لاحمر علی اسود و لافضل لاسود علی احمر الا بتقوی اللہ

اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

یعنی انسان کی حقیقی سربلندی اس کے بلند کردار کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے یہ تلقین انسانیت کو خطرناک جہالت سے اور خطرناک تعصب سے اور خطرناک دشمنی سے نجات دلاتی ہے۔ ظاہر ہے قومی تعصبات نے اور مذہبی تعصبات اور اور اسی طرح وطن کے اور نسل کے پیدا کردہ تعصبات نے آج دنیا کی اقوام کو ایک دوسرے کا دشمن بنا رکھا ہے حضور نبی کریم رحمۃ اللعالمین نے اپنی اس قیمتی تلقین سے انسانیت کو ان تمام مہلک امراض سے بچا لیا اس لئے ساری دنیا کو چاہیئے کہ حضورؐ کے اس بے مثیل اور دو ررس خطبہ کا بغور مطالعہ کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے

اگرچہ مذکورہ بالا صفحات میں انسانی زندگی کے باہمی تعلقات کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ تاہم ذیل کے متفرق امور کا ذکر کر دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

شوریٰ کی پابندی غلطیوں اور بدعنوانیوں سے محفوظ رکھتی ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے اندر بعض ایسی صفات ودیعت کر رکھی ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ ترقی کے منازل طے کرتا ہے اور جن کی وجہ سے اس کی زندگی مفید اور پرلطف ہو جاتی ہے۔

مثلاً انسان اپنے ہم جنسوں میں عزت سے رہنے کا خواہشمند ہے اور انسان اپنے ہم جنسوں پر فوقیت اور برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ باعزت زندگی بسر کرنے کی خاطر دولت کماتا اور اچھے اخلاق حاصل کرنے کی طرف توجہ دیتا ہے اسی لئے قومی ضروریات کو سرانجام دینے کے لئے اپنی دولت خرچ کرتا ہے اسی غرض سے انسان اپنی دماغی استعداد کی تربیت کرتا ہے اور محنت کرنے سے ضروری علوم

میں دسترس حاصل کرتا ہے اگر اس کو ایسی ذہنی فوقیت حاصل ہو جائے جس کے استعمال سے وہ قومی مہمات کو سر کر سکتا ہو تو اس کو ممتاز حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اگر قوم کی باگ ڈور ایسے فرد واحد کے ہاتھ میں آجائے تو یہی شخص بہت سے مفید کام کرنے کے علاوہ اپنے اقتدار کا ناجائز استعمال کرنے سے بہت بڑے نقصان کر بیٹھتا ہے "اس لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ بڑے سے بڑے انسان کو مشورہ کا پابند ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ غلطیوں سے محفوظ رہے گا اور وہ بہت سی بدعنوانیوں کے ارتکاب سے بچ نکلے گا۔ ایسا کرنے سے اس کو اپنی قوم کا اعتماد نصیب ہوگا" (رحمۃ اللعالمین صـ ۹۵-۹۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈکٹیٹرشپ کے خلاف تھے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روحانی بادشاہ بھی ہیں اور سلطنت کے مالک بھی۔ قوم کے دلوں میں حضور کی اس قدر عظمت ہے۔ کہ آپ کے اشارہ پر جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ قوم کو یہ بھی یقین ہے کہ آپ اللہ کے محبوب ہیں اور الٰہی پیغامات کے پہنچانے والے ہیں۔ اس لئے جو کچھ آپ فرماتے ہیں بلا چون چرا قوم اس کی تعمیل کرتی ہے۔ ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ امر نہایت آسان تھا کہ آپ ڈکٹیٹر یا مطلق العنان بادشاہ بن جائے اور وہ یقیناً ایک ممتاز رنگ کے ڈکٹیٹر ہوتے۔ یعنی ایسے ڈکٹیٹر جن سے خدا ہم کلام ہوتا ہے۔ اور جن کا حکم ٹال دینا بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ سلطنت قوم کی ملکیت ہوتی ہے۔ اس لئے اس پر حکومت کرنا بھی قوم کا حق ہے فرمایا اسی بناء پر مجھے حکم ہوا۔ وشاورہم فی الامر یعنی امور سلطنت میں لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو اور حضور نے یہ بھی فرمایا کہ میں جانتا ہوں۔ خزانہ شاہی بھی قوم کا مال ہے اور اس کے خرچ کرنے کا اختیار بھی قوم ہی کو حاصل ہے

مختصر یہ کہ سلطنت قوم کی ہونی چاہیئے اور قوم بھی باہمی مشورے سے امور سلطنت کو سرانجام دیا کرے۔ اس لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وشاورہم فی الامر کا حکم ہوا۔ اس حکم کا مقصد یہ تھا۔ کہ قوم کو تدبیر سلطنت کا طریق سکھایا جائے اس سے ان کو عملاً پتہ لگے گا۔ کہ سلطنت ان کی ہے اور امور سلطنت کی انجام دہی میں ان کا دخل ہے اس سے ان کے دلوں میں اعتماد پیدا ہوگا۔ اور وہ ملک کے کاروبار میں پوری پوری دلچسپی لیا کریں گے اور اخلاص سے سلطنت کے قیام کے لئے ہر طرح کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوریٰ کا اصول قائم کیا

حضور نبی کریم نے مشاورت کے اصول کی پابندی خود اپنے عمل سے سکھلائی وہ اس طرح کہ اگر اکثریت نے خود آپ کی رائے کے خلاف کسی امر میں اتفاق رائے ظاہر کر دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو کبھی رد نہیں کیا۔ یعنی مشاورت کے بعد یہ کوشش نہ کی۔ کہ آپ ڈکٹیٹر بھی بنے رہیں اور مشاورت کا ڈھونگ بھی قائم رکھا جائے اور کبھی کسی شخص کو اس وجہ سے سزا نہ دی کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف کیا تھا۔ ابتدائی زمانہ سے لے کر آخری دم تک کسی افسر کو اختلاف رائے کی وجہ سے اس کے عہدہ سے برطرف کر دینے کا حکم نہ دیا اور نہ کسی افسر کے متعلق بہانہ تلاش کر کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ اس کے برعکس دنیا جانتی ہے کہ ڈکٹیٹر ان لوگوں کو زندہ رہنے دینا گناہ عظیم یقین کرتے ہیں۔ جو ان سے اختلاف رکھتے ہوں۔ وہ ایسے لوگوں کو دھڑا دھڑ موت کے گھاٹ اتارتے چلے جاتے ہیں۔ اور ایسا کرنے سے وہ اپنے زعم میں اپنا سکہ بٹھاتے ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے دلوں پر ان کا سکہ جمتا نہیں بلکہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ پھر ڈکٹیٹر کے احکام کی تعمیل میں پس وپیش کی جاتی ہے۔ اور وہ وقت بھی آجاتا ہے۔ جب ڈکٹیٹر قوم کے غیظ و غضب کا نشانہ بنتا اور بے عزتی کی موت مرتا ہے۔

ڈکٹیٹر کی شان اختیار کرنے کی بجائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ ایسی خلوص بھری ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کیا کہ وہ اس شمع کے پروانے بن گئے۔ چھوٹے بڑے کو یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے سے محبت کرتے ہیں۔ اور میری تکریم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ اپنے متبعین کو نہ تو مرید سمجھتے ہیں اور نہ ہی غلام۔ بلکہ حضورؐ ان کو بھائی اور صاحب کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن کریم میں تمام جماعت مومنین کو انما المومنون اخوۃ سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے حضورؐ جماعت کے ہر فرد کو بھائی یقین کرتے اور بھائی کے پیارے لفظ سے ان کو مخاطب کرتے تھے" (رحمۃ للعالمین صـ ۱۰۱-۱۰۶)

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر

آیت میں دو لفظ قابلِ غور } آیت میں دو لفظ قابلِ غور ہیں ایک رحمۃ اور دوسرا عالمین۔

عربی زبان میں رحمت کا لفظ جب انسانوں کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی اس رقتِ قلب کے ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں کسی شخص یا کسی حیوان کو تکلیف میں دیکھ کر اسے اس تکلیف سے نجات دلانے کے لئے کوشش کرنے کی طرف دل میں رغبت پیدا ہو اور نہ بطور کسی اجر کی اُمید کے بلکہ محض بطورِ احسان اسے اس تکلیف اور دُکھ سے نجات دلا دی جائے اس لئے یہ لفظ بعض اوقات خالی رقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور بعض اوقات خالی احسان اور مروت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

دوسرا لفظ عالمین ہے یہ عربی زبان میں کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے ایک معنی کے لحاظ سے اس سے مراد موجودہ زمانہ کے لوگوں کے علاوہ قیامت تک آئندہ آنے والی نسلیں بھی ہوتی ہیں، چونکہ اس مضمون میں مجھے اس قدر اختصار کا حکم دیا گیا ہے کہ دو صفحوں سے مضمون تجاوز نہ کرے اس لئے میں اس کے متعلق حوالوں سے اجتناب کرنے پر مجبور ہوں۔

اگرچہ حضرت نبی کریم صلعم کی رحمت نے انسانیت کے ہر پہلو کو اپنے دامن میں لیا ہوا ہے اور انسانوں کے ہر طبقہ پر آنحضور صلعم ابرِ رحمت بن کر برس رہے ہیں لیکن اس مختصر مضمون میں صرف انسانوں کی اخلاقی و روحانی زندگی والے پہلو کو ہی زیر بحث لانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ خود اس آیت کے اندر بھی اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وما ارسلناك الّا رحمةً للعالمين قل انما يوحىٰ الىّ انّما الٰهكم الٰه واحد فهل انتم مُسلمون۔ یعنے ہم نے تجھ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے اس لئے ان کو کہہ دو کہ میری طرف یہی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے پس کیا تم اس حقیقت کو تسلیم کرنے اور اس کے آگے سر جھکانے کے لئے تیار ہو یاد رکھو کہ تمہاری بدیوں کا علاج اسی حقیقت کو تسلیم کرنے میں ہے اور میری رحمت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر قسم کے بتوں سے تمہارا تعلق منقطع کرا کر خدائے واحد سے تمہارا تعلق پیدا کر دوں۔ اور یہی تمہارے تمام دکھوں کا مداوا ہے۔

آنحضور صلعم کے زمانہ میں انسانوں کی حالت } آنحضور صلعم کی بعثت جس زمانہ میں ہوئی اس زمانہ میں انسانوں کی اخلاقی و روحانی حالت کی گراوٹ کا نقشہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں کھینچا ہے ظهر الفساد فى البرّ والبحر بما كسبت ايدى النّاس (الروم ع۵) یعنے خشکی اور تری یعنی کل کائنات میں فساد پھیلا ہوا تھا اور اس فساد کے پھیلنے کا باعث لوگوں کی بد اعمالیاں تھیں جو خُدا سے دُوری اور اس کی معرفت کی کمی کے باعث وقوع میں آ رہی تھیں۔ پس آنحضور صلعم کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس حقیقی باعث کو دُور فرمادیں جسے آنحضور صلعم نے دُور فرما دیا اگرچہ ساری دنیا ہی گند میں مبتلا تھی لیکن آنحضور صلعم کی اپنی قوم کی حالت بدی کے اس انتہائی مقام پر پہنچ چکی تھی کہ اصلاح کی بظاہر کوئی اُمید نظر نہ آتی تھی اللہ تعالےٰ نے ان کی اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے وكنتم علىٰ شفا حفرة من النّار۔ یعنی تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے اور آنحضور صلعم کے قلب مطہر میں اللہ تعالےٰ نے اس منظر کے مقابلہ میں جو انتہاء درجہ کی رقت پیدا کی اس کا نقشہ قرآن کریم کے مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا گیا لعلك باخع نفسك الّا يكونوا مومنين یعنے کیا تو اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر ڈالے گا کہ یہ لوگ مؤمن نہیں بنتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کو بدیوں کو خیر باد کہنے پر آمادہ کرنے اور ان کی جگہ نیکیوں کا عاشق بنانے کی کس قدر تڑپ آنحضور صلعم کے قلبِ مطہر میں تھی۔

آنحضور صلعم کی تڑپ کا نتیجہ } چنانچہ اسی تڑپ کا ہی نتیجہ تھا کہ سارا عرب بدیوں سے پاک ہو گیا اور نہ صرف بدیوں سے ہی پاک ہُوا بلکہ نیکیوں کا گہوارہ بن گیا: آپس کی دشمنیاں اخوت کے جذبات میں تبدیل ہو گئیں اور وہ فاصبحتم بنعمته اخوانا کا مصداق بن گئے اور وہ جو ضلال مبین میں تھے وہ اولٰئك علىٰ هدًى من ربّهم واولٰئك هم المفلحون کا مصداق بن گئے ان کی زندگیاں پاکیزگی اور طہارت کا پیکر نظر آ رہی تھیں۔ شیطان کی حکومت کی جگہ رحمان کی حکومت نے لے لی گویا آنحضور صلعم کا وجود باجود اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے مکمل طور پر رحمت ثابت ہوا جس نے ان کے دلوں میں نیکی کی طرف ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا اور یہ رحمت کا وہ پرتو ہے جس کا تعلق آنحضور صلعم کے زمانہ کے لوگوں سے ہے۔

آنے والی نسلوں پر حضورؐ کی رحمت کا اثر } لیکن اب ہم نے دیکھنا ہے کہ العالمین کے جو دوسرے معنے ہیں یعنی قیامت تک آنے والی نسلیں ان کے لئے آنحضور کس طرح رحمت ثابت ہوئے کیا ان کو بھی آنحضور صلعم نے ورطۂ ضلالت سے نکالا؟ اگر نکالا تو کس طرح نکالا اور اس کے مقابل ہدایت کے راستوں پر گامزن کرانے کے لئے کیا طریق اختیار کیا؟

اگر آنحضور صلعم کا وجود باجود قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کی روحانی تربیت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو آنحضور صلعم کو رحمة للعالمين کا لقب ہرگز زیب نہیں دے سکتا یہ محض ایک دعوٰے ہی ہوگا جو عملی ثبوت سے بالکل عاری ہوگا۔ اس صورت میں نہ آنجناب صلعم رحمۃ للعالمین کہلا سکتے ہیں اور نہ ہی خاتم النبيّين کے لقب سے ملقب کئے جا سکتے ہیں کیونکہ آنے والے زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے لوگ بھی آنجناب صلعم کے فیض سے محروم رہیں اور آنحضور صلعم کی بجائے کسی اور کے فیض سے مستفیض ہوں۔

حضرت مسیح ناصری کی آمد کے عقیدہ کا اثر } جیسا کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھنے والے دوستوں کے عقیدہ سے تو بطور لازمی نتیجہ کے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت حضرت نبی کریم صلعم کے فیض سے نہیں بلکہ حضرت مسیح ناصری کی نبوت کے فیض سے لوگ مستفیض ہوں گے اور اسی کی روشنی سے دل منور ہوں گے گویا بالفاظ دیگر اس عقیدہ کی رُو سے حضرت مسیح ناصری رحمۃٌ للعالمین اور خاتم النبيّين کہلانے کے مستحق ہوں گے۔

خدا کے نزدیک ان لقبوں کا کون مستحق ہے } لیکن قرآن کریم ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی قیامت تک روحانی فیض رساں قرار دیتا ہے اور آنحضور صلعم کو ہی سراجًا منيرًا قرار دے کر آنحضرت صلعم کے چراغ کو ہی دوسروں کے دلوں کے چراغوں کو روشنی حاصل کرنے والا ٹھہراتا ہے اور آنحضور کو ہی روحانی عالم کا سورج قرار دے کر روحانی عالم کی دائمی زندگی کا ذریعہ ٹھہراتا ہے اس حقیقت پر مندرجہ ذیل آیات روشنی ڈالتی ہیں:۔

پہلی آیت } سورۃ الجمعه میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وہی خدا ہے جس نے اُمیوں میں انہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے اگرچہ وہ اس سے قبل کھلی کھلی گمراہی میں تھے صرف ان اُمیوں کو ہی نہیں بلکہ ان میں سے آنے والی نسلوں پر بھی یہ رسول انہی کی مانند آیات پڑھے گا اور انہی کی مانند ان کو پاک بھی کرے گا اور انہی کی مانند ان کو بھی کتاب اور حکمت سکھلائے گا اور انہی کی مانند ان کو بھی ضلالت سے نکال کر ہدایت کی راہ پر گامزن کرے گا یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو وہ چاہتا ہے دیتا۔

ہے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے یعنی یہ فضیلت حضرت نبی کریم صلعم کے سوا اور کسی نبی کو نہیں دی گئی کہ وہ قیامت تک آنے والی نسلوں کی رہنمائی کرتا رہے گویا جب ایک نسل ختم ہو جائے تو اس نسل کا عالم ختم ہو گیا اور دوسری نسل کا عالم شروع ہو گیا۔ اسی طرح نسل انسانی کے عالم ختم بھی ہوتے رہیں گے اور شروع بھی ہوتے رہیں گے اور حضرت نبی کریم صلعم کی رہنمائی ان سب کے لئے ہدایت کے سامان کرتی رہے گی کیونکہ عالم متعدد ہیں اور ان کا دامن قیامت تک ممتد ہے اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلعم پر نازل کی گئی کتاب قرآن کریم اور فرقان حمید کے متعلق بھی فرمایا ان ھو الا ذکر للعالمین ولتعلمن نباٗہ بعد حین۔ یعنے یہ قرآن کریم بھی موجودہ اور آنے والی تمام نسلوں کے لئے ذکر ہے اور قرآن کریم کے اس دعوے کی صداقت کا علم تمہیں ہر زمانہ میں ہوتا رہے گا۔

دوسری آیت } سورۃ ال عمران ع ۹ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اور جب اللہ تعالےٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا یا ان کے ذریعہ ان کی امتوں سے عہد لیا کہ میں نے جو تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر اس کے بعد تمہارے پاس ۳ آئے تو تم نے ضرور بالضرور اس رسول پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور بالضرور تم نے اس کی مدد کرنی ہوگی یہ آیت بھی بتلاتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی آمد پر پہلے رسولوں کی اُمتوں پر فرض ہے کہ آنحضور صلعم پر ایمان لا کر آنحضور کے فیض سے ہی مستفیض ہوں اس وقت ان کے اپنے نبیوں کا فیض رسانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے ہیں کہ انبیاء سابقین کی طرح آنحضرت صلعم کی فیض رسانی کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔

تیسری آیت } سورۃ الحدید ع ۴ کی آخری آیت بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کر رہی ہے فرمایا اے مومنو! اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالےٰ اس کے نتیجہ میں تمہیں اپنی رحمت کا دوگنا حصّہ دے گا اور تمہیں ایسا نور عطا کرے گا جس کی مدد سے تم دنیا میں چلتے پھرو گے اور تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ اللہ تعالےٰ حفاظت کرنے والا ہے۔ رحم کرنے والا ہے، دوسرے اہل کتاب جان لیں کہ وہ اب اپنے نبیوں اور اپنی کتابوں کی پیروی کے نتیجہ میں خدا کے فضل کو حاصل نہیں کر سکتے فضل اللہ ہی کے قبضہ میں ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اب اس کا فیصلہ یہی ہے کہ اس کا فضل صرف اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کو ہی ملے گا اور وہ فضل عظیم ہے جو ان کو ملے گا کیونکہ وہ فضل عظیم کا مالک ہے۔ یہ آیت بھی بتلا رہی ہے کہ قیامت تک اب فضل الٰہی کے وارث وہی لوگ ہوں گے جو حضرت نبی کریم صلعم کے دامن کے ساتھ وابستہ رہیں گے۔

چوتھی آیت } ال عمران ع ۴ میں فرمایا تمام لوگوں کو اطلاع کر دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو صرف میری اتباع کرو اس کے نتیجہ میں اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا واقعات

کی شہادت یہی ہے کہ آنحضور صلعم کی اتباع کے نتیجہ میں ہی ہزاروں لوگ خدا کے محبوب بن گئے۔

پانچویں آیت } چنانچہ سورۃ ابراھیم ع ۴ میں اسی حقیقت کی نشاندہی کی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی جڑھ مضبوط زمین میں گڑی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں وہ ہر زمانہ میں اپنا پھل دیتا رہتا ہے اس کے پھل کو دیکھ کر لوگ نصیحت پکڑ سکتے ہیں، وہ پھل کیا ہے وہ پھل خدا کے محبوبوں کی شکلوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے

چھٹی آیت } ال عمران ع ۱۱ میں فرمایا۔ اہل کتاب کا ایک گروہ تمہیں کافر بنانا چاہتا ہے لیکن تم کفر کر کس طرح سکتے ہو جبکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی اور تم میں اس کا رسول موجود ہے (گویا رسول ہر زمانہ میں مسلمانوں میں موجود رہے گا جو ان کو کافر بننے سے روکتا رہے گا اور وہ خدا تعالےٰ کی آیات کے ذریعہ ہی روکتا رہے گا، جیسا کہ سورۃ الجمعۃ میں وضاحت سے بیان کیا۔ جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ رسول اپنے بروزوں کے ذریعہ قیامت تک موجود رہے گا۔

ساتویں آیت } سورۃ القصص ع ۹ میں فرمایا: یقیناً وہ خدا جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا وہ تجھے قیامت تک واپس لاتا رہے گا یعنی بروزوں کے ذریعہ۔

آٹھویں آیت } کس طرح قیامت تک واپس لاتا رہے گا، اس کا طریق سورۃ النور آیت استخلاف میں بتلایا ہے کہ خدا تعالےٰ آنحضور صلعم کی اُمت میں آنحضور صلعم کے خلفاء پیدا کرتا رہیگا جو آنحضور صلعم کے فیض سے مستفیض ہو کر اسلام کی بلندی اور اس کی قوت کا موجب بنتے رہیں گے اور اس پر کمزوری غالب نہیں آنے دیں گے، وہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی ایمان کو مضبوط کر کے ان کو شریعت کا عامل بنا دیں گے اور اس وعدہ الٰہی کو اٹل وعدہ قرار دیا ہے انہی خلفاء کو حدیث نبوی میں مجدد کے نام سے پکارا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ ع ۱۷ میں اسی امر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہم نے تم کو اُمّت وسط بنایا ہے تاکہ تم دوسری
تمام قوموں پر شہید کا کام دو جس طرح رسول تم پر
شہید کا کام دے رہا ہے۔"

یعنی جس طرح تم حضرت نبی کریم صلعم سے فیض لے کر اس بات کا یقین کر لیتے ہو کہ رسُول فی الحقیقت زندہ رسول ہے اس کی زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ اس کا فیض جاری ہے اور اس کا لگایا ہوا درخت پھل دے رہا ہے پس رسول کی زندگی کا عملی ثبوت پا کر ایک طرف تم سست اور غافل مسلمانوں کو بیدار کرو اور ان کو عملی زندگی کی طرف راغب کر دو اور دوسری طرف اپنے عملی نمونہ سے دوسرے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

پس خلاصہ کلام یہ کہ حضرت نبی کریم صلعم اپنے بروزوں کے ذریعہ قیامت تک دنیا میں موجود رہیں گے اور اپنے فیض سے ان کے ذریعہ دُنیا کو مستفیض کرتے رہیں گے اور اسی معنیٰ کی رُو سے آنحضور صلعم رحمۃ للعالمین اور خاتم النّبیّین کہلاتے ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

ہفت روزہ پیغامِ صلح
کا
مسیح موعودؑ نمبر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یومِ وصال پر پیغامِ صلح کا ایک خاص نمبر شائع ہوگا۔ احباب سے درخواست ہے کہ اپنے مضامین ۱۰ مئی سے قبل ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

اس سلسلہ میں بیرونی جماعتیں جو جلسے منعقد کریں ان کی روئدادیں بھی بھیجی جائیں۔ (مدیر)

محترم نصیر احمد فاروقی

آنحضرت صلعم کی صداقت پر
بے نظیر شہادت

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

آنحضرت صلعم کی صداقت کے بے شمار دلائل میں سے ایک دلیل اس آیت مبارکہ میں ہے جو میں نے بطور عنوان لکھی ہے اور جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اس سے قبل ساری عمر تمہارے اندر گذاری ہے تو تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے۔ کفار عرب نے کیا اعتراضات کئے تھے جس کے جواب میں یہ دلیل دی گئی ان کا ذکر محض تاریخی دلچسپی کا باعث ہو سکتا ہے۔ بہرحال تمام مشرکین عرب آنحضرت صلعم پر بالآخر ایمان لے آئے اور یوں انہوں نے آپ کی صداقت پر مہر ثبوت لگادی۔ اس لئے ان کے اعتراضات کو دوہرانا محض طول امل ہوگا اور یہ مضمون ضرورت سے زیادہ لمبا ہو جائے گا۔ میں اس زمانہ کے معترضین کے اعتراضات کو مختصراً اس آیت مبارکہ کے ذریعہ سے انشاء اللہ دُور کرکے دکھاؤں گا کیونکہ آج کل اعتراضات کا جواب نہ صرف اس لئے ضروری ہے کہ اس مقدس انسانؐ کی نسبت غلط فہمی کو دُور کیا جائے تاکہ دنیا کو آپ کی طرف بلایا جائے بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ خود مسلمانوں میں سے تعلیم یافتہ اور مغرب زدہ لڑکوں اور لڑکیوں کے دلوں میں سے وساوس کو دُور کیا جائے۔

آنحضرت صلعم کی نسبت غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے موجودہ زمانہ میں عیسائیوں اور آریوں نے جو بے شمار اعتراضات کئے.... ہیں وہ مختصراً مندرجہ ذیل عنوان کے ماتحت آتے ہیں:۔

(الف) آپؐ (نعوذ باللہ من ذالک) جھوٹے تھے مثلاً دعویٰ نبوت میں قرآن کو منجانب اللہ بتانے میں وغیرہ وغیرہ۔

(ب) آپ نے مالِ غنیمت یعنے دولت کے لئے اور حاکم بننے کی خاطر جنگیں کیں۔ اور آپؐ نے تلوار سے اسلام پھیلایا۔

(ج) آپؐ نے (نعوذ باللہ من ذالک) شہوت پرستی کی خاطر متعدد شادیاں کیں۔

ان اعتراضات کا جواب مفصل دینے لگوں تو کتاب بن جائے بلکہ بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں خصوصًا حضرت مولانا محمدؐ علی صاحب مرحوم و مغفور امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کتاب سیرت خیر البشر قابل ذکر ہے جس کا ترجمہ انگریزی زبان میں "محمدؐ دی پرافٹ" کے نام سے ہو چکا ہے۔ سادہ اور عام فہم مگر نہایت مدلل کتاب ہے ہر تعلیم یافتہ انسان کو پڑھنی چاہیئے۔ موجودہ مضمون میں محض آیت متذکرہ بالا کے ماتحت کچھ جواب عرض کروں گا۔

اوّل تو یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سوائے آنحضرت صلعم کے تمام انبیاء کے حالات زندگی موہوم ہیں یہاں تک کہ یہ بھی نہیں پتہ لگتا کہ وہ کب پیدا ہوئے کہاں پیدا ہوئے۔ کس عُمر میں انہوں نے نبوت کا دعوے کیا پھر ان کو کیا پیش آیا انہوں نے کیا کام کیا اور ان کا کیا انجام ہوا (دنیا کے سب سے زیادہ تعداد رکھنے والے مذہب عیسائیت کے بانی حضرت عیسٰے علیہ السلام کی نسبت بعض عیسائی محققین کی رائے ہے کہ یہ ایک فرضی شخصیت ہے اور ایسا کوئی آدمی ہوا ہی نہیں) اور یہ قرآن کریم کا احسان ہے کہ اُس نے تمام قوموں میں انبیاء اور کتاب بھیجے جانے کو ہم سے منوایا اور انکے ضروری حالات زندگی اور ان کی تعلیم کو محفوظ کر لیا ورنہ اُن انبیاء کے جو حالات ان کی اپنی اپنی قوموں میں ملتے ہیں وہ تاریخی تحقیق کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اور قرآن کریم کے سوا دوسری تمام کتابوں کے ماننے والے یہ خود اعتراف کرنے پر اب مجبور ہیں کہ ان کی کتابیں یا تو تحریف کا شکار ہو گئیں یا بالکل ضائع ہو گئیں۔ اس کے برعکس بد سے بدتر دشمنِ اسلام کو بھی اعتراف ہے کہ جو قرآن آج ہمارے ہاتھوں میں ہے بعینہٖ وعیَن وہی کتاب ہے جو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور جہاں تک حضور صلعم کے حالات زندگی ہیں وہ تو اس تفصیل سے احادیث کی بے شمار کتابوں میں موجود ہیں۔ (یہاں تک کہ آپؐ کے اقوال بھی سب محفوظ ہیں) کہ حضور صلعم کی جیتی جاگتی اور زندہ تصویر بمع آواز انسان کے سامنے آجاتی ہے۔ تو دنیا میں تاریخی اور زندہ نبی کہلانے کے مستحق ہیں ہی سردار کائنات جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور کیوں نہ ہوتا کیونکہ قیامت تک کے لئے اب آپ ہی نبی اور ہادی اور نمونہ بننے کے لئے اس دنیا میں آئے تھے۔

حضورؐ کی زندگی نبوت پر فائز ہونے سے پہلے بھی پاک ترین اور اعلیٰ ترین تھی۔ نبوت کے دعوے کے بعد تو خیر آپؐ دوست اور دشمن سب کی توجہ اور کڑی نگاہ کے نیچے تھے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ دعوٰی کے بعد اپنے پرائے اور خصوصًا دشمنوں کی توجہ اور تنقید کے خوف سے کوئی بھی مُدعی نبوت محتاط ہو سکتا ہے (اگرچہ دوسرے انبیاء کے دعوے کے بعد کے حالات بقول ان کے اپنے ماننے والوں کے بالکل پاک صاف نہ تھے۔ وہ تو کہو کہ قرآن کریم نے ان کی بریت کرکے ان کو معصوم بتایا) مگر اصل کیرکٹر کا پتا دعوے سے پہلے کے حالاتِ زندگی ہی بتا سکتے ہیں۔ سو سبحان اللہ وبحمدہ کہ یہی بات اس آیت مبارکہ میں کہی گئی ہے جو اس مضمون کا عنوان ہے کہ میں نے اپنے دعوئے نبوت سے پہلے اپنی زندگی کے چالیس سال تمہارے درمیان گذارے ہیں۔ تم مجھ میں کوئی عیب نکال کر دکھلاؤ۔

آیئے دیکھیں کہ دوست دشمن آنحضرت صلعم کی قبل از نبوت زندگی کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ جب آپ کو دعوتِ حق کا کٹھن کام سونپا گیا تو آپؐ نے ایک پہاڑی پر چڑھ کر تمام اہل مکہ کو پکارا اور جب وہ جمع ہو گئے تو پوچھا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑی کی دوسری طرف ایک دشمن کا لشکر ہے تو کیا تم یقین کرو گے۔ سب نے کہا کہ ہاں کریں گے اس لئے کہ تو صادق ہے اور امین ہے۔ یہ دو لقب ہیں جن سے آپ مکہ میں معروف تھے۔ صادق کے معنے ہیں کمال راستباز انسان۔ تو لیجئے جھوٹا ہونے کے اعتراض کا جو آج کیا جاتا ہے (اس زمانہ میں تکذیب یہ کہکر کی گئی تھی کہ مجنون ہے ساحر ہے شاعر ہے) اس کا جواب تو دشمنوں کی زبان سے آگیا۔ آپؐ کے صادق ہونے کا اعتراف آپ کے بے شمار اور بدترین دشمنوں کو دعوٰے نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی تھا۔ آپ پر جھوٹ بولنے کا الزام کبھی بھی نہیں لگا۔ اسی طرح امین کے معنی ہیں وہ انسان جس کے پاس دوسروں کی دولت عزت عورت سب محفوظ ہوں۔ آپ کی امانت کا اعتراف بھی دوست دشمن سب کو آپکے دعوٰے نبوت سے پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی رہا۔ یہاں تک کہ جب آپؐ نے مجبوراً ہجرت کی تو آپ کو حضرت علی کو اپنی جگہ چھوڑنا پڑا تاکہ وہ بعد میں آپؐ کے پاس جو کفار مکہ کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں وہ ان کے مالکوں کے حوالہ کرکے آئیں۔ غرض آپؐ کی دیانت داری اور پاک چال چلن (امین کے معنے یہ بھی ہیں کہ کسی کی عزت اور عورت بھی ایسے شخص کے پاس محفوظ ہو) کا اعتراف دشمنوں کو پہلے بھی رہا کہ کبھی کسی دوست یا دشمن نے اشارۃً یا کنایتًا بھی ایسا کوئی اعتراض نہ کیا۔

دعوٰے نبوت کے بعد جب دشمنی اور مخالفت زوروں پر آگئی۔ یہاں تک کہ آپؐ کو سخت اذیتیں دینے کے بعد قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کو گھیر لیا گیا اور جب آپ نے ہجرت کی تو پھر آپ کو مدینہ میں بھی امن سے نہ رہنے دیا گیا اور آپ کے خلاف بار بار فوج کشی کی گئی بلکہ مدینہ کے اندر یہودیوں اور منافقوں نے بھی آپکو ہلاک کرنے کی متعدد کوششیں کیں (ذرا تلوار چلانے کا اعتراض کرنے والے سوچیں کہ تمام جنگیں مدینہ کے اندر یا آس پاس ہوئیں تو ظالم کون تھا اور مظلوم کون؟ مزہ یہ کہ ان دفاعی جنگوں میں بھی حضورؐ نے خود کبھی تلوار نہیں چلائی۔ فتح مکہ کو جنگ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ وہ دنیا کی واحد فتح ہے کہ جو جنگ کے بغیر ہوئی) تو اس سخت مخالفت کے زمانہ میں بھی جب اس مخالفت کا گرو گھنٹال یعنے ابوسفیان تجارت کے لئے ملک شام میں گیا ہوا تھا تو ہرقل روم نے جو عیسائی شہنشاہ تھا اسے بُلا کر اس سے آنحضرت صلعم کی بابت پوچھ گچھ کی تو ابوسفیان نے اعتراف کیا کہ محمدؐ نے کبھی

جھوٹ نہیں بولا۔ جس پر ہرقل نے کہا کہ جس نے انسان پر کبھی جھوٹ نہیں بولا کیا وہ خدا پر جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہ ایک عیسائی شہنشاہ کا اعتراف اُن عیسائی معترضین کے لئے کافی ہے جو آنحضرت صلعم پر نعوذ باللہ جھوٹا ہونے کا اعتراض کرتے ہیں۔

باقی رہا حکومت دولت یا عورت کا اعتراض تو اس کا جواب بھی سُن لیجئے۔ کفار مکہ نے تنگ آکر جناب ابو طالب سے شکایت کی اپنے بھتیجے محمد (صلعم) کو منع کرو کہ وہ ہمارے بتوں کو بُرا نہ کہے اسے روکو یا اپنی حمایت سے نکال دو تاکہ ہم اسے قتل کر سکیں۔ اور اگر وہ بادشاہت چاہتا ہے تو ہم اسے اپنا بادشاہ قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اگر وہ دولت کا خواہش مند ہے تو ہم سونے چاندی کے ڈھیر اُس کے آگے لگا دیں گے۔ اگر وہ عورت کا خواہشمند ہے تو وہ خوبصورت سے خوبصورت عورت چاہے تو ہم اس کے حوالے کر دیں گے۔ جب جناب ابوطالب نے یہ ذکر حضور سے کیا تو آپؐ نے کیا جواب دیا؟ یہ کہ اگر وہ میرے داہنے ہاتھ پر سورج بھی لا کر رکھ دیں اور بائیں پر چاند تو میں اس کام سے نہیں رُکوں گا جس کے لئے مجھے کھڑا کیا گیا ہے۔ کیا یہ کسی بادشاہت دولت یا عورت کی خواہش رکھنے والے کا جواب ہو سکتا ہے؟

غیر چاہے وہ کتنے ہی دشمن ہوں آخر غیر ہوتے ہیں۔ ان کو اندرونی حالات کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ کسی انسان کے صحیح حالات کا علم کس کو ہوتا ہے؟ اس کی بیوی کو کیونکہ وہ دن رات کی ساتھی ہوتی ہے وہ انسان جو باہر کچھ ہوں اندر کچھ اور ہوتے ہیں۔ آئیے ہم آنحضرت صلعم کی بیوی کی شہادت سنیں۔ آپؐ نے اکثر عمر ایک ایسی بیوی کے ساتھ گذاری جو پہلے بیوہ تھیں اور جنہوں نے آپ کی دیانت و امانت کی وجہ سے آپؐ سے شادی کی تھی یعنے حضرت خدیجہؓ۔ وہ آپؐ سے عمر میں ۱۵ سال بڑی بھی تھیں۔ مقام غور ہے کہ کیا کوئی نعوذ باللہ شہوت پرست انسان جو ۲۵ سال کی عمر کا خوبصورت اور نہایت صحت مند جوان ہے وہ ایک چالیس سال کی تقریباً بڑھیا خاتون سے شادی کرے گا جو کہ پہلے دوسروں کی بیوہ رہ چکی ہو۔ جبکہ وہ انسان اپنے حسن اور اعلیٰ خاندان اور تاجر ہونے کی وجہ سے خوبصورت باکرہ لڑکی سے شادی کر سکتا تھا۔ بہرحال اس مقدس خاتون کے ساتھ ۱۵ سال گذارنے کے بعد جب آپ کو مقام نبوت پر کھڑا کیا گیا تو سب میں پہلے ایمان لانے والی آپؐ کی بیوی حضرت خدیجہؓ تھیں جن کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی تامل نہ ہوا! دنیا میں اچھے سے اچھے انسان کی بیوی سے جا کر پوچھئے تو وہ ایک لمبی فہرست عیوب کی اپنے خاوند میں سنا دے گی۔ تقریباً ہر عورت اپنے خاوند سے شاکی ہوتی ہے۔ یہاں ایک خاتون جو پندرہ سال عمر میں بڑی ہونے کی وجہ سے آپ کے اندر اگر کوئی عیب یا کمزوری ہوتی تو ضرور اسے دیکھ سکتی تھی وہ بلا تامل سب میں پہلے تصدیق کرتی ہے! اور پھر یہ کہ کوئی انسان کسی کو اپنا روحانی پیشوا نہیں مانتا جب تک کہ ماننے کے وقت اسے بے عیب نہ سمجھے بلکہ اس کے برعکس خوبیوں میں رہنمائی کے لائق سمجھے۔ باہر والے دھوکا کھا سکتے ہیں۔ یہ تو دن رات کی ساتھی اور وہ بھی عمر میں بڑی خاتون تھیں! بڑوں کو چھوٹوں کے عیب آسانی سے نظر آجاتے ہیں۔

دوسری طرف حضرت عائشہؓ کی گواہی کو سنئے۔ آپ حضورؐ سے عمر میں بہت کم تھیں۔ جب خاوند عمر رسیدہ ہو اور بیوی کم عمر ہو تو بھی بیوی کو عمر کے تفاوت کی وجہ سے اپنے خاوند کی پختگی عمر کی باتیں سمجھ نہیں آتیں اور اس طرح کم عمر بیوی کو شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ کے اقوال بکثرت احادیث میں محفوظ ہیں کس کس کو لکھوں۔ کہیں فرماتی ہیں کان خلقہ القرآن۔ یعنے قرآن میں جن اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ وہ سب آپؐ میں موجود تھے۔ اس سے بڑھ کر سرٹیفکیٹ اور وہ بھی بیوی سے کسی کو ملا یا کبھی ملے گا؟ ایک اور واقعہ سنئے۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ تھے تو ایک دن ذرا انہیں وقت ملا تو بجائے کسی تفریح یا آرام کے آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ نے خود ایک عرصہ آنحضرت صلعم کے ساتھ گذارا تھا مگر وہ بات تو نہ تھی جو کہ ایک بیوی کی ہو سکتی ہے کہ وہ دن رات کے حالات کو جانتی ہے۔ ان عاشقانِ رسولؐ کو اپنے محبوب کے حالات سننے کی ایسی بھوک تھی کہ وہ کبھی سیر نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ جب ایک لمحہ فرصت کا ملا تو حضرت عمرؓ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات سناؤ۔ تو حضرت عائشہ رو پڑیں اور دیر تک روتی رہیں فَبَكَتْ فَاَطَالَتْ اور فرمانے لگیں کہ میں کونسی بات سناؤں آپؐ کی تمام باتیں عجیب تر تھیں!

ممکن ہے کہ ایک شخص گھر میں اچھا ہو۔ اور ممکن ہے کہ اصل حالات اس کے یارِ غار کو معلوم ہوں آنحضرت صلعم نبوت سے پہلے خلوت نشین تھے اور عبادت و ریاضت میں اکثر وقت گذارتے تھے۔ آپ کے صرف ایک دوست کا پتہ چلتا ہے۔ وہ تھے ابو بکرؓ۔ جن دنوں حضور صلعم نے دعوٰے نبوت کیا تو حضرت ابوبکرؓ تجارت کے لئے باہر گئے ہوئے تھے۔ مکہ کو واپس لوٹے تو ایک منزل باہر کوئی مکہ کا آدمی ملا۔ آپؓ نے اس سے خیر خیریت پوچھی تو اس نے کہا کہ تمہارے دوست نے (محمد صلعم) نے نبی ہونے کا دعوٰے کیا ہے۔ بلا تامل، حضرت ابو بکرؓ بول اٹھے میں ایمان لایا۔ کیا اس سے بڑھ کر آنحضرت صلعم کی صداقت اور اعلیٰ کردار کا کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔ سر ولیم میور جیسے دشمن مؤرخ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے

چلئے صاحب بیوی بھی دھوکہ میں ہو سکتی ہے اور باہر کے دن رات کا ساتھی دوست بھی۔ اصل پتہ تو نوکر کو لگتا ہے۔ اس لئے انگریزی کا مقولہ ہے:۔

• *No body is a hero to his valet.*

یعنی کوئی شخص اپنے ذاتی نوکر کا ہیرو نہیں ہوتا کیونکہ ذاتی نوکر کسی انسان کے اس پہلو کو دیکھ سکتا ہے جو کوئی دوسرا نہیں دیکھ سکتا۔ تو یہاں بھی ہم کیا دیکھتے ہیں؟ آنحضرت صلعم کے ذاتی خادم حضرت انس آپؐ پر فوراً ایمان لا کر ہمیشہ کے لئے آپ کے فدائین میں شامل ہو گئے۔

دوسرا خادم زیدؓ تھا جو کبھی غلام تھا جسے حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم کے کام کاج کے لئے پیش کیا تھا اور آپ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ اسے آزادی ملنے پر آزادی کا سُن کر اس کے ماں باپ یمن سے آئے اور اسے ساتھ چلنے کو کہا۔ حضور صلعم نے اجازت دے دی۔ مگر زید نے وطن جانے سے انکار کر دیا۔ ماں باپ کو آپ کے آگے ہیچ سمجھا اور ساری عمر حضور نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گذاری

غرض کیا کیا گواہی دوں مضمون بہت لمبا ہو گیا ہے۔ مجھے جتنی اجازت تھی اُس سے بڑھ گیا ہے اس لئے ختم کرتا ہوں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم۔

پیغامِ صلح کے ۲ دو ڈبل نمبر

قارئین کرام مطلع رہیں

گذشتہ شمارہ (نورالدین نمبر) دو اشاعتوں سے زائد حجم پر مشتمل تھا، اس لئے اسے ۱۱ و ۱۸ اپریل ۱۹۴۳ء کی تاریخوں پر مشتمل سمجھا جائے، زیر نظر پرچہ بھی جو "سیرت النبی صلعم نمبر" ہے، دو اشاعتوں سے زائد حجم رکھنے کی وجہ سے ۲۵ اپریل و ۲ مئی کے شماروں پر مشتمل ہے، اس کے بعد اگلا پرچہ ۹ مئی ۴۳ء کو شائع ہوگا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔

درخواست دُعائے صحت

(۱) محترم چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب جن کے مضامین سے قارئین پیغام صلح ہمیشہ مستفید ہوتے رہتے ہیں، بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے ناسازی طبع کا شکار ہیں۔

(۲) محترم اے آر یوسف، صاحب ایڈووکیٹ کچھ دیر سے بعارضۂ چشم بیمار ہیں اور آج کل ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

ان دونوں حضرات کی صحت کے لئے قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی کامل شخصیت

از

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلّغ اسلام

کسی انسان کی عظمت کا دار و مدار معجزات دکھانے پر نہیں ہوتا، اور نہ خیال آرائیوں اور مواعیظ حسنہ سے اُس کی شہرت میں چار چاند لگ سکتے ہیں۔ یہ تو امور رفتنی و گزشتنی ہیں۔ اصلی عظمت زبردست اور کامل شخصیت ہی سے کلیتہً وابستہ ہوتی ہے "شخصیت ہی دنیا کے زبردست عجائبات میں سے ہے اور محیّر العقول امور اسی کی بدولت سرزد ہوتے ہیں۔" اُس کا لازوال اثر نہ صرف اُن لوگوں پر پڑتا ہے۔ جو اس کے قرین ہوتے ہیں بلکہ اُن پر بھی جو مدتوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

اُسی کی بدولت مخالفت کافور ہو جاتی ہے اور اسی سے اغیار کے دلوں میں عزت اور ہمدردی کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے رفتہ رفتہ وہ لوگ مطیع ہو جاتے ہیں۔ زبردست شخصیت کا یہ خاصہ بھی ہے کہ وہ اپنی روح دوسروں میں بھی پھونک دیتی ہے اور اپنے رنگ میں رنگین کر کے ان کے خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیتی ہے۔ یہ شخصیت عادات اور رسوم کو بدل دیتی ہے اور آئندہ نسلوں کے عقائد کے لئے نئی بنیادیں قائم کر جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ اس کی بدولت اک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا ہو جاتا ہے آنحضرتؐ کی شخصیت ان جملہ صفات کی حامل تھی اور اسی لئے یکتائے زمانہ کہی جا سکتی ہے۔ دنیا میں اور بھی کئی بڑی شخصیتیں گزری ہیں۔ یہ تو ہمیں اختیار ہے کہ "ہم اُن کی طرف وہ صفات بھی منسوب کر دیں۔ جن کی نہ انھوں نے تلقین فرمائی نہ انہیں ان پر عامل ہونے کا موقعہ ملا۔ ہمیں یہ بھی اختیار ہے کہ "ہم ایسے بزرگوں کو جنہیں ہم نجات دہندہ تصور کرتے ہیں صلیبوں پر چڑھائیں یا انہیں کوہ ہائے جلالت پر بٹھا کر انسان سے خدا بنا دیں۔" لیکن یہ بعد کی باتیں ہیں۔ اور یہ اُن کے منہ سے نکلتی ہیں جو انسانوں کو خدا بنایا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس شخصیت کی روشنی تو سورج ہو کر چمکتی ہے جس کے ناقابل مغلوبیت اور آتشیں جوش کے سامنے مخالفت کی آگ بالکل سرد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کسی فرد کی شخصیت کا اندازہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اُس کے ہمعصروں کی رائے اس کے متعلق کیا تھی۔ ۱۰۔ نومبر ۱۹۲۵ء کے "ڈیلی ایکسپرس" کے مقالۂ افتتاحیہ میں کیا خوب لکھا ہے کہ "اگر کسی شخص کی بڑائی کا اندازہ اس عزت سے ہو سکتا ہے جو اُس کے منہ کے الفاظ ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں۔ جو اُن کو الہامی مانتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے محمّد (صلعم) دُنیا کے سب سے بڑے انسان گزرے ہیں"۔ اگر یہ معیار صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو آنحضرت صلعم نہ صرف دنیا کے سب سے بڑے انسان ہیں۔ بلکہ بے نظیر شخصیت کے مالک بھی ہیں۔ کیونکہ کسی ریفارمر نبی، رسول بلکہ اوتاروں کو بھی ان کے متبعین نے نہ اس قدر محبوب رکھا۔ نہ اُن کی اس قدر فرمانبرداری کی۔ نہ وہ اطاعت و جاں نثاری دکھائی جس قدر آپؐ کے خادموں نے۔ آپ کے متبعین اور شاگرد ادنےٰ طبقہ کے لوگ نہ تھے نہ ذات اور نسل کے لحاظ سے اور نہ ذہنی قویٰ کے لحاظ سے وہ کسی سے کم تھے۔ بلکہ زیادہ تر آپؐ کے جان نثار معزز محترم اشخاص تھے۔ صاحبانِ دولت و ثروت تھے۔ ذی حیثیت تھے۔ ان میں ہی آپؐ کے دوست اور آپؐ کے اہل کنبہ بھی تھے۔ اور اس طرح آپؐ کی اندرونی و بیرونی زندگی سے بھی بخوبی واقف تھے"۔ ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں نے بارہ سال تک شدید تکالیف اٹھائیں اور بت پرستوں نے انہیں حد درجہ کی ایذا پہنچائی لیکن مسلمانوں کی تعداد روز افزوں ترقی پاتی رہی۔ اگرچہ شدید ترین مصائب کا سامنا تھا۔ لیکن شاید ہی کوئی مرتد ہوا ہو۔ اور دائرہ میں وسعت ہی روز بروز ہوتی گئی۔ تو کیا آنحضرت صلعم کی بے نظیر شخصیت کو جس کی نظیر دُنیا میں نہیں ملتی ہے ان نو مسلموں کے قبول اسلام میں کوئی دخل نہ تھا ؟"

بہرکیف آپؐ کی شخصیت فی الواقع عدیم النظیر ہے۔ کیونکہ آپؐ نے اپنی زندگی ہی میں ہزاروں اشخاص کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اُن کے خیالات[1] کے باوجود بھی ترقی کی شاہراہ پر ڈال دیا۔ تاکہ اعلیٰ اور پاک زندگیاں بسر کر سکیں۔

آپ کے چاروں طرف بُت پرستی، شرک، شراب خوری، عصیان و طغیان، جور و تعدی الحاد اور قتل و زنا کا بازار گرم تھا۔ مذہب حقہ فنا ہو چکا تھا۔ اس کے بجائے بت پرستی عناصر پرستی، حیوان پرستی۔ اور انسان پرستی کا مجموعہ مذہب کے نام سے رائج تھا۔ یہود و نصاریٰ تک اس مجموعہ پر عامل تھے۔ پھر اس پر آپؐ کو ان لوگوں سے سابقہ پڑا۔ جو حد درجہ قدامت پسند تھے۔ اور اپنے مروجہ رسوم میں کسی قسم کی مداخلت گوارا نہ کر سکتے تھے اور اپنی پرانی رسوم پر آنکھ میچ کر کاربند تھے۔ گویا پُرانی لکیر کے فقیر تھے۔ جو کسی ناصح کی بات سننی پسند نہ کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کی اصلاح گویا جُوئے شیر آوردن" کا مصداق تھی۔ لیکن آپ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا اور باعتبار جانفشانی آپؐ کی بعثت، جملہ انبیاء کی بعثتوں سے زیادہ اہم اور دشوار گزار تھی۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے بھی دوسروں کی طرح مفاہمت باہمی اور من سمجھوتے سے کام لیا؟ کیا آپ نے آدھا پونا کام کیا یا آہستہ آہستہ نئے خیالات کو رواج دیا؟ کیا آپؐ کے افعال وقتی ضروریات کے دفع کرنے کے لئے تھے؟ کیا آپؐ نے عارضی انتظامات یا اصلاحات نافذ کیں؟ کیا آپؐ نے کبھی ہنگامی مصلحت (پالیسی) سے کام لیا؟ وہاں تو معاملہ ہی دگرگوں تھا۔ جس بدی کا استیصال آپؐ کے مدنظر ہوا۔ اُسے آپ نے صفائی کے ساتھ جڑ سے اکھیڑ دیا۔ نہ آپؐ نے ابن الوقتی کی اور نہ ضرورت پر خاموش رہے۔ اگرچہ آپؐ طبیعت کے حساس تھے لیکن ساتھ ہی تنہائی اور خاموشی پسند تھے۔ ہر کام آزادی اور اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا۔ غیر مسلم دنیا سے آپؐ قرآنی الفاظ میں یوں خطاب فرماتے تھے۔ جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے گا۔ وہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ شخص نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ عیسائیوں سے یوں فرمایا "مسیح بیٹا مریم کا محض خدا کا اِک رسول ہے ... پس اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور "تین" مت کہو، تثلیث کے عقیدے سے باز آجاؤ۔ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ عیسائی کہتے ہیں خدا نے بیٹا بنایا ہے۔ بے شک یہ بڑی خوفناک بات کہی۔ بلکہ قابل نفرت! ممکن ہے۔ زمین و آسمان پھٹ جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ کہ انہوں نے ایسی بُری بات کہی کہ خدا سے کسی انسان کو بطور بیٹے کے منسوب کر دیا۔ ان سے کہہ دو کہ خدا واحد لاشریک ہے وہ مختار ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ÷

عیسائی کہتے ہیں "مسیح خدا کا بیٹا ہے" یہ اُن کے منہ کے الفاظ ہیں۔ یہ لوگ دراصل ان مشرکوں اور بت پرستوں کی تقلید کرتے ہیں۔ جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ نے انھیں برباد کر دیا۔ اب وہ راندۂ درگاہ ہو گئے۔ ارکان کلیسائے روم سے آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے شرع موسوی کے علماء اور رہبانوں کو خدا

---

[1] مسٹر مارماڈیوک پکتھال جن کی تحریر سے مندرجہ بالا اقتباس ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے اسی ضمن میں کیا خوب لکھتے ہیں" ذرا وہ جواب تو سنیئے جو آپؐ کے ایک مرید نے اپنے ایذا دینے والوں کے سوال پر دیا تھا۔ موذیوں نے کہا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری جگہ اس وقت محمد (صلعم) ہوتے؟" مگر اس اذیت رسیدہ نے بجواب کہا کہ "اگر کوئی شخص مجھے میرے خاندان دولت اور عیال سے جدا کر دے تو گوارا ہے مگر میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ حضورؐ کے پاؤں میں ذرا سا کانٹا بھی چبھ جائے۔" کیا یہ بات ذاتی طور پر اُلفت و مودت کا نتیجہ نہیں؟ محض اُس محبت کی بنا پر جو کسی ہادی سے ہوتی ہے یہ بات کس کے مُنہ سے نکلتی ہے؟ حضرت انسؓ فرماتے ہیں" میں نے آنحضرت صلعم کی دس سال تک خدمت کی لیکن اس طویل عرصہ میں کبھی آپؐ نے مجھ کو جھڑکا تک نہیں۔" اسی طرح سینکڑوں بلکہ ہزاروں احادیث موجود ہیں جن میں ذاتی محبت کی جھلک نظر آتی ہے اور یہ احادیث اِن لوگوں سے مروی ہیں۔ جن کو آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا"۔

انتہے بلفظہٖ

کی جگہ مان رکھا ہے ؛ یہود نے یقین کیا کہ ہم تو خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی لوگوں نے یقین کیا کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں ؛ لیکن آنحضرت صلعم نے دونوں کو خطاب کیا اور کہا " یہود اور عیسائی کہتے ہیں - کہ ہم لوگ خدا کے بیٹے ہیں - اُن سے کہدو اگر ایسا ہوتا تو خدا تمہیں سزا کیوں دیتا ؛ یہود کو سرزنش کرتے ہوئے آپ نے فرمایا " تم میں سے بہت سے متجاوز عن الحدود ہو گئے ہیں - اللہ تعالیٰ نے تم پر عذاب نازل کیا ہے - لعنت کی ہے - اور تم میں سے اکثر کو لنگور اور بندر بنا دیا " منافقوں سے آپ نے فرمایا " ان لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے - اللہ ان کی بیماری کو اور بڑھائے گا - اور انہیں سخت عذاب ہو گا - کیونکہ انھوں نے جھوٹ بولا تھا - جو لوگ آپ کی نصیحت نہیں مانتے تھے - ان سے خطاب کیا " اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے - اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے - اور یقیناً انہیں سخت عذاب ہو گا " اور یہ کہ " یہ لوگ بہرے ہیں گونگے ہیں اور اندھے ہیں یہ لوگ باز نہ آئیں گے " قرآن شریف سورت ۱۲/۱۱ ۹/۲۱ ۲/۱۰ ۵/۱۸ ۲/۷ ۵/۵۷ ۲/۱۸ ٭

یہ بھی یاد رہے - کہ یہ زمانہ وہ تھا جبکہ انسانی نجات عموماً خدا کے بیٹوں کی قربانی پر منحصر سمجھی جاتی تھی اور عامتہ الناس کا عقیدہ ہی یہ تھا - کہ نجات کے لئے قربانی کر دو چند مروجہ رسوم پر کاربند ہو - یا کسی خاص انسان کو شفیع مان لو - اور کوئی شخص اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا تھا - کہ کوئی شخص ان عقائد کے خلاف تبلیغ کرے - لیکن آنحضرت صلعم کی جرأتِ اخلاقی ملاحظہ ہو کہ آپ نے ان تمام عقائد کی تردید علی الاعلان فرما دی - آپ نے فرمایا " کیا میں ایک خدا کو چھوڑ کر اپنے اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا معبود بنا سکتا ہوں ؟ جبکہ وہ تمام اشیاء کا مالک ہے ، کوئی نفس اگر گناہ کمائے تو اپنے لئے اور کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا (قرآن ۶ : ۱۶۵) " اللہ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ اور راستبازی (قرآن مجید ۲۲ : ۳۷) کسی شفیع کی شفاعت اُن کے کام نہیں آسکتی (ایضاً ۷۴ : ۴۸)

اس زمانہ میں ملک عرب مختلف مذاہب کی آماجگاہ بنا ہُوا تھا اور ہر مذہب دوسرے مذاہب کی عیب چینی پر تلا ہوا تھا لیکن جزوی طور پر ہر مذہب میں صداقت موجود تھی - یہی حالت آج بھی پائی جاتی ہے لیکن آنحضرت صلعم نے فرقہ بندی کو مردود قرار دیا اور مذاہب کے باہمدگر مخالفانہ طرزِ عمل کی مذمت ان الفاظ میں فرمائی - " اور یہود کہتے ہیں کہ عیسائی نیک زندگی بسر نہیں کرتے عیسائی کہتے ہیں کہ یہود کوئی نیک کام نہیں کرتے ، اگرچہ دونوں ایک ہی کتاب پڑھتے ہیں - ایسا ہی وہ لوگ بھی کہتے ہیں جنہیں صحیح علم نہیں ، پس اللہ قیامت کے دن ان کے اختلافی امور میں صحیح فیصلہ فرما دے گا (قرآن - ۲ : ۱۱۳)

" کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس پر جو کہ ہم پر اُتارا گیا اور اُس پر جو کہ ابراہیمؑ اسحاقؑ اسمٰعیلؑ یعقوبؑ اور دیگر پر نازل ہُوا - اور اُس پر جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پر نازل ہُوا - اور اس پر جو دوسرے تمام انبیاء پر نازل ہوا ، ہم کسی طور پر مابین الانبیاء امتیاز روا نہیں رکھتے ، اور ہم اللہ ہی کے مطیع ہیں " ۲/۱۳۶ ٭

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شرعی رسوم ، تقریباً تمام مذاہب کی روح خیال کی جاتی تھیں - لیکن آنحضرت صلعم نے تقدس ظاہری اور تقدس شرعی میں امتیاز قرار دیا - آپؐ نے فرمایا - کہ مذہب کی روح دو چیزیں ہیں - **ایمان باللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ** - نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کر دیا مغرب کی طرف - ہاں نیکی یہ ہے کہ تم اللہ پر اور یوم آخرت اور ملائکہ پر اور کتب پر اور انبیاء پر ایمان لاؤ اور اپنی دولت ازراہِ محبت اس کے لئے صرف کر دیعنی خدا کے نام پر ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابناء السبیل اور حاجت مندوں کی مدد کرو - غلاموں کو آزاد کراؤ - نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور وہ لوگ جب وعدہ کرتے ہیں تو اُس کو وفا بھی کرتے ہیں اور مصائب میں صبر کرتے ہیں - دراصل وہی لوگ صادق اور راستباز ہیں اور وہی لوگ متقی ہیں (قرآن ۲ : ۱۷۷)

عرب کے لوگ شراب کے بے حد عادی تھے اور قمار بازی تو اُن کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی لیکن ان امور میں بھی آپؐ نے صرف کمی پر اکتفا نہ فرمائی - آپ نے بُرائی کی جڑ پر کلہاڑی ماری - اور ان باتوں سے قطعاً محترز رہنے کی تلقین فرمائی " اے ایمان والو ! مسکرات اور قمار بازی اور بتوں پر چڑھاوا اور تقسیم بالسّہام (لاٹری) یہ سب ناپاک باتیں ہیں - اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو سکو ۵/۹۰

آپ کے ہموطن لڑکیوں کو یا تو قتل کر دیتے تھے یا زندہ دفن کر دیتے تھے یہ رسم قدیم زمانہ سے چلی آرہی تھی - لیکن آپؐ نے اس فعل بد کا بھی قلع قمع کر دیا - یہ فرما کر کہ جب کوئی لڑکی زندہ دفن کی جاتی ہے تو سوال ہو گا - کہ کس گناہ میں اُس کو قتل کیا گیا " مختصر یہ کہ کوئی غلط عقیدہ یا بُری رسم ایسی باقی نہ رہی جس کا عیب آپؐ نے آشکارا نہ کر دیا ہو - با ایں ہمہ نہ آپ نے کسی کو غلط اُمید بندھائی نہ دعوئے الوہیت کیا نہ کوئی غیر معمولی ادعا فرمایا نہ مبالغہ آمیزی سے کام لیا - نہ اپنی ذات کو مقدس و معزز بنانے کے لئے کوئی تجویز اختیار کی - آپؐ اکثر یہی فرماتے " میں تو محض خدا کے احکامات سنانے والا ہوں اور خدا کا حکم بندوں تک پہنچانے والا ہوں " ٭

معجزات بے شک آپؐ سے سرزد ہوئے - لیکن اُن سے اشاعتِ مذہب مقصود نہ تھی ؛ آپؐ صفائی سے فرمایا کرتے کہ میں تو دوسرے انسانوں کی مثل ایک انسان ہوں میرے پاس کوئی خزانہ نہیں اور نہ مجھے غیب کا علم حاصل ہے " تو کہہ دے میں مثل تمہارے ایک انسان ہوں میں اپنی ذات کے لئے نفع یا نقصان پر قابو نہیں رکھتا - اور اگر مجھے غیب کا علم حاصل ہوتا تو میں اپنے لئے بہت بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ چھو سکتی میں تو مومنین کے لئے صرف بشیر و نذیر ہوں " ۷/۱۸۸ " تو کہہ دے کہ نہ تو میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں علم غیب جانتا ہوں اور نہ میں فرشتہ ہوں " عرب کے لوگ نہایت توہم پرست تھے - اس صورت میں اگر آپؐ چاہتے تو حسب دلخواہ ربانی طاقتیں اپنی ذات سے منسوب کر لیتے - علاوہ ازیں آپؐ کی زندگی میں بہت سے واقعات ایسے ہوئے - جبکہ لوگوں نے آپؐ سے ربانی طاقت منسوب کرنی چاہی - لیکن آپؐ نے اس قسم کے جملہ خیالات کی تردید فرمائی جب آپؐ کے لڑکے کی وفات ہوئی تو اس دن سورج پورے طور پر گہن میں آگیا - بعض بت پرستوں نے یہ خیال ظاہر کیا - کہ آپؐ کے بیٹے کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگا - اور اس خیال سے عبرت آموز ہو کر آپ کے پاس آئے اور آپ کے دین میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا اپنی شان کے خلاف سمجھا اور فرمایا " یقیناً آفتاب - اور ماہتاب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں وہ نہ کسی شخص کی وفات پر گہن میں آتے ہیں - نہ کسی کی پیدائش پر " ٭

یہ امر قابل غور ہے کہ آپ ایک مصلح قوم اور رسول کی شخصیت میں ظاہر ہوئے ہیں - مگر آپ نے اپنے آپ کو اُن تمام صفات و خواص سے معرا فرمایا - جو ان تمام لوگوں سے منسوب کئے گئے ہیں - جو آپؐ سے پہلے گزر چکے ہیں - آپؐ نے ان تمام باتوں سے براءت ظاہر فرمائی جن کی بدولت لوگوں کو دوسروں کی رفاقت ، دوستی متابعت اور ہمدردی حاصل ہو سکتی ہے - اِس طرح آپؐ نے ان سبھوں کو اپنا دشمن بنا لیا اور نہ کبھی آپؐ نے اپنے مقاصد کی تکمیل کی غرض سے کسی کے آگے دست سوال دراز کیا نہ کوئی دنیاوی وجاہت یا مرتبہ حاصل کرنا چاہا اور مقاصد بھی وہ تھے جن سے آپؐ کو کوئی ذاتی منفعت متصور نہ تھی - بلکہ وہ مقاصد خدا کے تھے - نسل انسانی کے تھے - اور ہر اعلیٰ اور اشرف چیز کے تھے - آپؐ کے مقاصد یہ تھے - کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم ہو جائے - اور اُس کی مدد سے نوع انسانی میں وحدت قائم ہو جائے - بنی نوع آدم جو قعر مذلت میں گرے ہوئے تھے - اس اعلیٰ مقام پر پہنچ جائیں جو اُن کے شایان شان ہے - مختصر یہ کہ آپؐ نے اُن تمام باتوں کو اپنی ذات سے دور کر دیا جن کی وجہ سے آپؐ کی زندگی خوشگوار ہو سکتی تھی - اور کامیابی بھی آسان - لیکن اگر آپؐ ایسا کرتے تو پھر آپؐ اپنے مقاصد اور اپنی بعثت دونوں سے بے وفائی کے مرتکب ہوتے (اعوذ باللہ) آپ نے حصول مقاصد کی غرض سے معجزات نہیں دکھلائے - بلکہ آپؐ نے جو کام انجام دیا وہ معجزات سے بڑھ کر تھا - یعنی آپؐ نے باوجود مخالفت کے کامیابی حاصل کی - اور یہ کامیابی ایسی تھی - کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آجتک کسی فرد کو حاصل نہیں ہوئی - نہ دین میں نہ دنیا میں لیکن اس کامیابی کے حصول

(باقی پر ص۱۲ اشتہار کے نیچے)

غلام نبی مسلم

نوید مسیحا

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا — دعائے خلیل و نوید مسیحا

حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کی پیشگوئیوں کے مصداق تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمام گذشتہ انبیاء سے میثاق لیا تھا کہ وہ اپنی اُمتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور آپ پر ایمان لانے کی تلقین کرتے رہیں گے، اسی میثاق کی رُو سے بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے بعد بلا فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئی فرمائی جس کا ذکر قرآن حکیم نے بالفاظ ذیل کیا ہے۔

"واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ و مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد فلما جاءھم بالبینٰت قالوا ھٰذا سحرٌ مبین (الصف) اور جب عیسٰے بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! تحقیق میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں، میں موجودہ توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک عظیم رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد بلا فصل آئے گا اس کا نام احمد ہوگا پس جب وہ (مبشر رسول) واضح دلائل کے ساتھ آگیا تو انہوں (اس وقت کے یہود و نصارٰی) نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔"

جب انہوں مدینہ و عرب نے اس احمد رسول اللہ کی تعلیمات کو سحر مبین ٹھہرایا تو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ الکذب وھو یدعٰی الی الاسلام واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین۔

ترجمہ : اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ جو اللہ پر جھوٹ افترا کرتا ہے اور وہ اسلام کی طرف بلایا جائے۔ اور اللہ . . . . ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

چنانچہ جب آنحضرت صلعم کے واضح دلائل و تعلیمات کو دیکھ کر بھی یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ کی مخالفت کی اور قرآن کو افتراء قرار دیا تو وہ ظالم ٹھہرائے گئے اور اگلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور رسول پاکؐ کے غلبے کی بعد کی دو آیات میں بشارت دی جن کا ترجمہ یہ ہے :-

" چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں، اور اللہ اپنے نور کو پورا کرکے رہے گا۔ گو کافر بُرا منائیں۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک بُرا منائیں۔"

ان آیات سے واضح ہے کہ احمد رسول اللہ نے حضرت عیسٰے کے بعد آنا تھا۔ اور من بعدی کے الفاظ سے عیاں ہے کہ انہیں حضرت عیسٰےؑ کے بعد بلا فصل آنا تھا۔ پھر وہ آگیا۔ وہ ہدایت اور دینِ حق کا حامل تھا، اس کے دین کا نام اسلام تھا جس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ تمام کفار نے اس کے مٹانے کے لئے اتحاد کر لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کیا اور جیساکہ سورۃ الصف ہی سے عیاں ہے کہ یہ غلبہ تلوار اور دلائل ہر دو طرح مقدر تھا۔ اب یہ تمام صفات حضرت پیغمبر اسلام محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے شخص میں نہیں پائی جاتیں۔

چنانچہ آنحضرت صلعم کی ذات میں یہ احمدؐ نامی رسول آگیا۔ اور لوگوں نے اس پیشگوئی کے ساتھ آپ کو قبول کیا۔ لیکن ہمارے زمانے کے عیسائی اور یہود صفت لوگوں نے رسول دشمنی کی وجہ سے ان الفاظ کا مصداق بعد کے ایک ایسے انسان کو ٹھہرایا جو زندگی بھر اس پیشگوئی کا مصداق حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتا رہا۔

اب حدیث اور تاریخ کی کسی کتاب سے اس امر کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام یا علماء و صلحائے اُمت نے کبھی کسی دوسرے شخص کو اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہرایا ہو۔ لیکن جب معاملہ تحریف تک پہنچ جائے تو پھر ہرچہ خواہی گو۔ والی بات بن جاتی ہے۔ قرآن نے ایک دوسرے مقام پر بھی آنحضرت صلعم کے بارے میں مسیح کی اس پیشگوئی کا ذکر کیا ہے یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔ اے پیغمبر یہ اہلِ کتاب تمہارا ذکر توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ پھر آپ کے حق میں حضرت ابراہیمؑ نے جو دُعا کی تھی اس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور دعائے خلیلؑ اور بشارت عیسٰےؑ کی طرف اشارہ کرکے آنحضرت صلعم نے فرمایا: انا دعوۃ ابی ابراھیم و بشارۃ اخی عیسٰےؑ۔ میں اپنے باپ ابراھیم کی دُعا اور بھائی عیسٰے کی بشارت کا مصداق ہوں۔

احمدؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی تھا

ہماری تاریخ میں تیرہ سو سال کے بعد ایک یہود صفت طائفہ نے تحریف کے جو کان کترے ہیں۔ اس کی مثال شاید ہی کہیں دوسری جگہ ملے۔ اس بد طینت گروہ نے تاریخ کی بین شہادت کے باوجود یہ بد ترین جھوٹ بولا ہے۔ کہ احمدؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک نہ تھا۔ اور یہ نام ایک ایسے شخص سے منسوب کیا گیا ہے جس کا نام اس کی تصانیف میں احمدؐ نہیں غلام احمدؐ ہے۔ اور جس کا خود اقرار ہے :-

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

اور جس کے مزار کا کتبہ بایں الفاظ نام پر گواہ ہے :

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان
مسیح موعود مجدد صدی چہاردہم۔ تاریخ وفات ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء

لیکن ان یہود نوازوں نے کمال بے حیائی سے اس نام کو بدلا، "مجدد صدی چہاردہم" کے الفاظ کو اُڑایا اور اپنے "حکم و عدل" امام کو احمدؐ کی غلامی سے نکال کر ان کی تحریرات کے برعکس رقیب روسیاہ بنا دیا۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔

کتُب احادیث و تواریخ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ مقدس الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔ انا بشارۃ اخی عیسٰے۔ حتّٰی کہ آپ نے اِسمہٗ احمد کی قرآنی بشارت کو صحیح بخاری میں اپنے متعلق قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ عنوان پہلے یہ آیات نقل فرماتے ہیں :-

" وقول اللہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم وقولہ محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار وقولہ من بعدی اسمہٗ احمد (اور اللہ کا قول ـــــ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، اور اللہ کا قول ـــــ محمدؐ اللہ کے رسول اور جو آپ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے خلاف سخت ہیں۔ اور اللہ کا قول ـــــ میرے بعد اس کا نام احمد ہوگا) اس کے بعد امام بخاری درج ذیل حدیث لکھتے ہیں :

" عن جبیر ابن مطعم قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اِن لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہٗ نبی۔ جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا فرماتے تھے میں محمدؐ ہوں اور میں احمد ہوں اور میں الماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ

تعالے کفر کو مٹا دے گا، اور میں الحاشر ہوں جس کے قدموں میں لوگ اکٹھے کئے جائیں گے، اور میں العاقب ہوں، اور العاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "میں اپنے بھائی عیسٰےؑ کی بشارت ہوں" اور پھر حضور صلعم نے اپنا اسم مبارک اَحمد بتایا۔ اور امام بخاری کا اسے اِسْمُہٗ اَحمد کے قرآنی الفاظ کے ساتھ دہرانا ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام محمد بھی تھا اور احمد بھی، اور یہی وجہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں آپ نے اپنے اسماء محمد اور احمد کے معنے نہیں بتائے۔ دراصل آپ انہی دو مبارک ناموں سے پکارے جاتے تھے۔ آئمہ حدیث، اصحاب رسولؐ اور عامۃ المسلمین آپؐ کو اِسْمُہٗ اَحمد والی پیشگوئی کا مصداق سمجھتے تھے۔ اور آپؐ کا اسم اَحمد آپ کے عہد مبارک میں بھی مشہور تھا۔ چنانچہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا نے آپؐ کی وفات پر فرمایا:

ماذا علی من شم تربۃ احمدؐ
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

(جس کسی نے احمدؐ کی تربت کی مٹی سونگھ لی اسے ساری عمر کسی خوشبو کے سونگھنے کی حاجت نہیں رہے گی)

خود شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:—

صلی الالٰہ ومن یحف لعرشہ
والطیبون علی المبارک احمد

(خدا، فرشتے اور نیک لوگ احمدؐ کے مبارک نام پر درود بھیجتے ہیں)

سیرت کی اولین کتاب سیرت ابن ہشام میں کئی مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد آیا ہے اور لکھا ہے کہ دادا نے حضورؐ کا نام محمد رکھا اور والدہ محترمہ سے اَحمد کا نام تجویز ہوا۔ دوسری جگہ ہے لنتصر احمدا واللہ حتی دیا) وقعن الاحمد ورنا قلیلا۔ اور زرقانی جلد اوّل ص۸ پر لکھا ہے کہ "احمد وہ نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کا نہیں رکھا گیا۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اَحمد بھی رکھا گیا تھا۔ نیز حضرت عیسٰےؑ کی بشارت کی وجہ سے آپؐ کو اکثر اَحمد کرکے پکارا گیا تھا اور یہ دونوں صورتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس پیشگوئی کے مصداق آپؐ ہی تھے۔ پھر آپؐ کے بعد مسلمانوں نے اپنے بچوں کے نام بطور تفاؤل **احمد** رکھے، اور عیاں ہے کہ آپؐ کی نسبت ہی سے رکھے گئے تھے۔ تاریخ میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ، سید **احمد** رفاعیؒ، اور خود اس برصغیر میں مجدد الف ثانی شیخ **احمد** سرہندی، حضرت سید **احمد** بریلویؒ، سید احمد خان، اسی حقیقت کے غماز ہیں۔ خود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا اسم مبارک ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو والدین نے حضرت **احمد** مجتبیٰ صلعم کی غلامی میں دے دیا تھا۔

حضرت مجدد صد چہاردہم کی شہادت

پھر خود جس عظیم انسان کو آج اس بشارت کا نیا مصداق ٹھہرایا جا رہا ہے ان کی بیسیوں تحریرات سے ظاہر ہے کہ **احمد** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی تھا۔ اور اِسْمُہٗ اَحمد کی بشارت کے آپ ہی مصداق تھے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:—

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

زندگی بخش جام احمدؐ ہے ؛ کیسا ہی پیارا نام احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ؛ سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے
باغ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا ؛ میرا بستان کلام احمدؐ ہے

بے کسے شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست
اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ ناپاک را
آنکہ او را فکرِ دینِ احمدؐ مختار نیست

ایں دو فکرِ دینِ احمدؐ مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں
شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دلِ احمد نمی بینم دگر عرشِ عظیم

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ ؛ دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
احمدؐ آخر زماں کز نورِ او ؛ شد دلِ مردم ز خور تاباں ترے

"وسمی نبینا محمداً و احمد"..................... اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کا نام محمدؐ اور اَحمد رکھا۔

"وکذالک سماہ احمد"...... اور اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آپؐ کا نام اَحمد رکھا۔

"فان اللہ سماہ محمداً و احمد"......... پس تحقیق اللہ نے آپؐ کا نام محمدؐ اور اَحمد رکھا۔

"فلاجل ذالک سماہ اللہ محمداً و احمد"...... اسی لئے اللہ نے آپ کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا۔

"فوھب لہ اسمہ محمداً و احمد"۔ پس آپ کو محمدؐ اور احمدؐ نام دیئے گئے۔ (اعجاز المسیح ص۹۹-۱۹)

"اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمدؐ کے ادنے غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا، یعنی وہ کیسا مسیح ہے کہ اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمدؐ کے غلام سے بھی کمتر ہے" (دافع البلاء ص۱۳)

"یا احمد جعلت مرسلا۔ اے احمد تو مرسل بنایا گیا۔ یعنی جیسے کہ تو بروزی رنگ میں احمدؐ کے نام کا مستحق ہوا حالانکہ تیرا نام غلام احمد تھا۔

(تذکرۃ الشہادتین ص۴۳)

"چونکہ آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ اور جمالیہ دونوں کی حامل تھی۔ اور آپؐ کے دو نام محمدؐ اور احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں" (لیکچر سیالکوٹ ص۶)

"مسیح کی گواہی قرآن شریف میں اس طرح پر لکھی ہے۔ کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ یعنے میں اس رسول کی بشارت دیتا ہوں۔ جو میرے بعد یعنے میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمدؐ ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا، تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس بشارت کے مستحق۔ ناقل) اس عالم میں تشریف نہیں لائے کیونکہ نص اپنے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم جسمانی میں تشریف فرما ہوں گے" (آئینہ کمالات اسلام ص۴۲)

شرمناک فتنہ

سولہ صفحے میں اِسْمُہٗ احمد والی پیشگوئی کی وضاحت کی تشریح کرتے ہوئے ربوائی خلیفہ ثانی

(باقی بر ص۱۹ کالم ۲)

بحضور حضرت اقدس خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مغربی مؤرخین کا نذرانۂ عقیدت

حضرت اقدس رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پاک اور طیبہ سوانح حیات کا جن مغربی مؤرخین و دیگر **مستشرقین** نے از رُوئے انصاف بے لوث مطالعہ کیا ہے، ان میں سے بیشتر حضرات نے بے لاگ یہ تبصرہ کیا ہے کہ آنحضورؐ کی بے مثال و مانند عظیم کامیابی کا **باعث فوق البشر الٰہی نصرت و تائید** ہوئی تھی، آپؐ نے جو **عدیم النظیر و عالمگیر رُوحانی انقلاب** بپا کیا وہ بشری طاقتوں سے بالا تر **ربّانی صفات کا ثبوت اور خدائی قدرت و جلال کا ظہور تھا**۔ آپؐ کی ذات اقدس و با برکات میں جمیع کمالاتِ انسانیہ اپنے نقطۂ کمال پر ارتقاء پا گئے۔ اس لئے آپؐ نہ صرف **کامل ترین انسان تھے بلکہ اکمل و افضل الرسل نبیؐ** تھے۔ ذیل میں ہم صرف چند ایسے انتخابات احباب کرام بالخصوص نو تعلیم یافتہ طبقہ کی طبعِ ضیافت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر اللہ بخش)

اِنسائیکلو پیڈیا برٹینیکا

عظیم اِنسان

"محمدؐ مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین اِنسان ہیں۔"

نپولین بوناپارٹ

رُوحانی و مادی انقلاب کا علمبردار

"محمدؐ نے اعلان کر دیا کہ بجز اللہ کے کوئی دوسرا معبود نہیں جس کا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کے سرورق پر یہ تحریر کندہ کر دی **لا اِلٰہ الا اللہ**۔ محمدؐ **ایک شہزادہ** تھے جس نے اپنے گرد لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں کے ذریعہ چند سالوں میں نصف کرّہ ارض کو فتح کر لیا .... **محمدؐ ایک عظیم اِنسان** تھے اور وہ خدا بنا لئے جاتے اگر **وہ انقلاب جو آپؐ لانے میں کامیاب** ہوئے اسباب و ذرائع سے رونما نہ ہوا ہوتا۔ جب آپؐ کی بعثت ہوئی تو عرب باہم خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ وہ تمام اقوام جنہوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں تب ہی کامیاب ہوئیں جب وہ ان مصائب و آلام میں سے گذریں جن کے ذریعہ **ان کی رُوحوں اور جسموں کو بہ یک وقت جلا بخشا گیا**۔"

اے ایم لاتھراپ سٹاڈرڈ (نیو ورلڈ آف اسلام)

معجزانہ فتح

"اسلام کی بعثت تاریخِ عالم کا سب سے حیرت انگیز واقعہ ہے .... کمزور ترین اِنسانی امداد کے ساتھ اسلام نے اپنی یلغار قوی ترین مادی ہتھیاروں کے برخلاف کی مگر باوجود اس کے اسلام نے **معجزانہ** آسانی سے فتح پائی۔"

باسورتھ سمتھ (محمد اور محمد ازم)

یکسانیت کا مظہر اتم

"حیرت اس امر پر نہیں کہ محمدؐ کس قدر تبدیل ہوئے بلکہ اس بات میں ہے کہ آپ میں کس قدر کم تبدیلی آئی!

صحرائی گذریئے کی شکل میں ہوں یا شام کے تاجر کی صورت میں، غارِ حرا کی خلوت میں ہوں یا تنِ تنہا ایک مصلحِ قوم کی صورت میں،

مسلّمہ فاتح کے رُوپ میں ہوں یا قیصر و کسریٰ کے شہنشاہوں کی مانند، ان تمام حیثیتوں میں آپؐ کے اندر ہمیں **ایک یکسانیت** نظر آتی ہے۔ جس اِنسان کے **ظاہرا حالات اس قدر تغیر پذیر ہوئے ہوں مگر وہ خود ان میں لا تبدیل رہا ہو**، ایسا اِنسان کہیں اور نہیں ملے گا۔ بیرونی حالات یکسر تبدیل ہو جاتے ہیں مگر ان تمام تغیرات میں اس کی رُوح وہی کی وہی لا تبدیل رہتی ہے۔"

ٹامس کارلائل (ہیروز اور ہیرو ورشپ)

توحید کا داعی اعظم

"(محمدؐ) ایک خاموش عظیم رُوح رکھتے تھے جو سراسر **اخلاص سے بھری تھی**۔ خالقِ کائنات نے جس غرض کے لئے آپ کو تخلیق کیا ہے (یعنی توحید) **آپؐ** نے ساری دنیا کو اس سے منوّر کر دیا۔ عرب کا شرک اس کے سامنے **کوئی حقیقت** نہ رکھتا تھا، آپؐ نے خدا کے فضل سے یہ حقیقت دریافت کر لی تھی کہ **سوائے خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں، خدا سب سے بڑا ہے اور اس کے** سوائے اور کسی کو کبریائی مستحق نہیں۔ **وہی اصلیت و حقیقت ہے**۔ ہم اور تمام باقی مخلوق محض اس کے ظل ہیں اور دائمی عظمت کے لئے محض ایک عارضی لباس ہیں .... **ہمیں خدا کے سامنے سر بسجود ہونا چاہیئے اور یہی اِسلام ہے**۔"

"اہلِ عرب ایک جاہل اور مفلس قوم تھی جو صحرا نوردی کرتے، ان میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے، کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ وہی قوم جسے کوئی جانتا بھی نہ تھا، کل دُنیا میں مشہور ہو گئی اور جو لوگ سب سے چھوٹے تھے وہ یکدم سب سے بڑے بن گئے۔ ایک صدی کے بعد اگر مغرب میں غرناطہ تک عربوں کا سکّہ رَواں ہو گیا تو مشرق میں دہلی تک انہی کے نام کا سکّہ چلنے لگا۔ جرأت اور اولوالعزمی سے متصف ہو کر ملک عرب کے لوگ صدیوں تک دنیا کے ایک حِصہ پر چمکتے رہے۔"

ایچ جی ویلز (آؤٹ لائین آف ہسٹری)

صادق و مخلص انسان

"وہ شخص جو خود خوبیوں سے محروم ہو، کیا اپنے رفیقوں میں وفا پیدا کر سکتا ہے؟ ان لوگوں کا ایمان محمدؐ پر سب سے زیادہ تھا جو سب سے زیادہ آپؐ سے واقف تھے .... ابو بکرؓ آپ پر ایمان لائے، جو انسان اس وقت کی تاریخ کا مطالعہ کرے گا وہ ابو بکرؓ پر اعتماد اور یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا

علیؓ نے اپنی جان کو آپ کی خاطر خطرہ میں ڈالا۔ بہر حال محمدؐ کوئی مفتری انسان نہ تھے۔"

ڈیلی ایکسپریس ۱۰ رنومبر ۱۹۲۵ء

بے نظیر استقلال

"اگر کسی شخص کی بڑائی کا اندازہ اس عزت سے ہو سکتا ہے جو اس کے منہ کے الفاظ ان لوگوں میں پیدا کرتے ہیں جو ان کو الہامی مانتے ہیں تو اس لحاظ سے محمدؐ (صلعم) دنیا کے سب سے عظیم انسان ہو گذرے ہیں"

سر ولیم میور (لائف آف محمدؐ جلد دوم صفحہ ۲۲۸)

زندگی کی نئی رُوح

"محمدؐ نے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ انہیں مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ دن رات اپنی کامیابی کا انتظار تھا۔ بظاہر بالکل غیر محفوظ بلکہ یوں کہئے کہ شیر کے منہ میں رہ کر ایسی ہمت اور استقلال دکھلایا کہ اس کی نظیر اگر کہیں مل سکتی ہے تو صرف بائبل میں جہاں ایک نبی کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک موقعہ پر خدا سے کہا تھا صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں۔"

"محمدؐ کی تعلیم بہت مختصر اور سادہ تھی۔

آپؐ کی تعلیم نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ اوائل مسیحیت سے لے کر تا ایں دم لوگوں میں ایسی روحانی بیداری کسی وقت میں پیدا نہیں ہوئی تھی، نہ لوگوں کے اندر ایسا ایمانی جوش پیدا ہوا کہ وہ اپنے ضمیر کی خاطر ہر قسم کی جانی و مال قربانی کر سکتے .... یہودیت کی آواز عرصہ سے اہل مدینہ کے کانوں میں آ رہی تھی لیکن یہ تاثیر پیغامبر عرب ہی کے الفاظ میں تھی جس نے مدینہ والوں کو یکلخت بیدار کر دیا اور زندگی کی رُوح ان میں پھونک دی۔"

ڈاکٹر لیوسن لیبکرک

" نویں صدی میں عربوں نے جو حیرت انگیز نظارہ پیش کیا۔ رہتی دنیا تک ایسا منظر پھر دیکھنے میں نہ آئے گا۔"

سٹین لائیس گیوبارڈ

اسلام کی نئی تہذیب

" ساتویں صدی عیسوی میں دنیا ایک کربناک دَور سے گذر رہی تھی کہ عربوں کی فتوحات نے ان میں نیا خون دوڑایا.........."

"محمدؐ نے انہیں قرآن دیا جس کے ذریعہ ایک نئی تہذیب کا آغاز ہوا"۔

لیمارٹین (LAMART)

عظیم و عالمگیر رُوحانی انقلاب کا بانی

" توہمانہ معتقدات جو خالق و مخلوق کے مابین حائل ہو رہے تھے انہیں مٹا کر انسان کو خدا سے اور خدا کو انسان سے ملا دینا ایک ایسا نصب العین ہے جو فوق البشر طاقتوں کا تقاضا کرتا ہے اور یہ عالی مقصد کسی بشر نے آج تک اپنے پیش نظر نہ رکھا تھا، نیز یہ کہ مادہ پرستی اور بُت پرستی کو الہیت کے خالص پاک عقیدہ سے بدل دینا بھی آج تک کسی بشر کو میسر نہ آیا تھا۔ محمدؐ سے قبل کسی انسان نے بشری طاقتوں سے بالاتر نصب العین کو اپنے سامنے اتنے کمزور و قلیل ذرائع کے ساتھ کبھی نہ رکھا تھا، اس لئے کہ ایسے عظیم و عمل منصوبہ کی تکمیل کے لئے آپ کے پاس سوائے اپنی ذات کے اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ مٹھی بھر آدمیوں کے بجز جو صحرا کے ایک گوشہ میں رہائش پذیر تھے آپؐ کے پاس کوئی دیگر اسباب امداد کے لئے موجود نہ تھے۔

بالآخر ایسا عظیم و عالمگیر دائمی انقلاب آج تک دنیا میں کسی اور شخص نے انجام نہیں دیا جیسا آپؐ کی بعثت سے ظہور پذیر ہوا بطور دین، اسلام کا سکہ اور اس کی قوت دو صدیوں کے اندر تمام ملک عرب پر قائم ہو کر ایران، خراسان، شام، مصر، مغربی ہند، ابی سینیا، شمالی افریقہ کا تمام بر اعظم، جزائر بحیرہ روم، سپین اور پرتگال کو فتح کر کے ان پر چھا چکا تھا۔

اگر مقصد کی عظمت، ذرائع کی کمزوری، نتائج کی حیرت انگیزی، تین معیار انسانی ذہانت و فطانت کے جانچنے کے ہوں تو تاریخ میں کونسا بڑا شخص ان میں محمدؐ کا مقابلہ کر سکتا ہے؟

بیشتر مشاہیر نے بڑی بڑی افواج تیار کیں، یا قوانین سلطنت بنائے اور بڑی بڑی مملکتیں قائم کیں کیونکہ انہوں نے جو کچھ تعمیر کیا وہ محض مادی طاقتوں کی بناء پر تعمیر کیا، اس لئے وہ ان کی آنکھوں کے سامنے مسمار ہو گئے۔ اس شخص (محمدؐ) نے نہ صرف افواج، قوانین، مملکتوں، قوموں اور خاندانوں کو ہلا کر رکھ دیا بلکہ ان سب سے بڑھ کر آپؐ نے معابدوں، معبودوں، دینوں، اور نظریاتوں، معتقدات، اور رُوحوں کو تبدیل کر دیا۔ آپؐ نے ایک کتاب کے ذریعہ جس کا ایک ایک حرف قانون کا درجہ حاصل کر گیا ایک ایسی رُوحانی قوم تعمیر کی جس نے جمیع نسل انسانی کو متحد و منظم کر دیا-----

فلاسفر، مقرر، پیغامبر، مقنن، سپاہی، جرنیل، نظریات کا فاتح، عقلی معتقدات کا قائم کرنے والا، بیس ارضی مملکتوں اور ایک رُوحانی مملکت کا بانی، یہ ہے، محمدؐ۔ تمام وہ معیار جن سے انسانی عظمت کا اندازہ کیا جاتا ہے ان کی رُو سے ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آپؐ سے زیادہ عظیم کون شخص ہے؟"

مسز اینی بسنت (ANNIE BESANT)

سوانح اور سیرتِ رسولؐ کے مطالعہ سے نئی لذت و نئی عقیدت

جو شخص بھی عظیم رسولِ عربیؐ کی زندگی و سوانح حیات کا مطالعہ کرے گا وہ یہ معلوم کریگا کہ آپ نے کیا تعلیم دی، اور کیسے اپنی زندگی بسر کی تو اس کے لئے یہ ناممکن ہوگا کہ وہ اس رسولؐ کے بارہ میں بجز عقیدت کے جذبات کے کچھ اور محسوسات رکھے

اگرچہ میں جو کچھ کہوں گی ان میں بہت سی باتیں آپ کو پہلے سے ہی معلوم ہیں تاہم میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ جب کبھی میں ان واقعات کو بار بار مطالعہ کرتی ہوں تو مجھے اس عظیم عربی رسولؐ کی نسبت نئی ستائش اور نئی عقیدت سے سرشار کر دیتی ہیں۔"

مہاتما گاندھی (ینگ انڈیا)

خلقِ رسول کی فتوحات

"مجھے ان کے مطالعہ سے مزید یقین ہو گیا کہ ازمنہ گذشتہ میں اسلام کی فتوحات کا سبب تلوار نہیں ہوئی تھی بلکہ اسکا تمامتر باعث زندگی کی انتہائی سادگی، رسول کریمؐ کی مخلصانہ بے لوثی، معاہدات کی پابندی۔ آپ کی آپکے دوستوں* اور پیروؤں سے والہانہ محبت، آپؐ کی جرأت آپ کا خدا کی ذات اور اپنے نصب العین پر کامل توکل و اعتماد۔ ان اوصاف نے نہ کہ تلوار نے تمام اقدامات کو فروغ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ برانچ کراچی

کی ماہ مارچ ۱۹۷۳ء کی تبلیغی سرگرمیاں

خطباتِ جمعہ } خدا کے فضل سے دُور دُور سے احباب و مستورات نماز جمعہ میں شمولیت کے لئے مسجد احمدیہ میں تشریف لاتے رہے۔ کوشش کی جاتی ہے۔ کہ ایسے خطبات دیئے جائیں۔ جن میں تزکیہ نفس۔ اشاعت اسلام۔ انفاق فی سبیل اللہ۔ اسلامی معاشرہ اور موجودہ حالات میں ہمارے فرائض قرآن حکیم و سنّت نبویؐ کی روشنی میں بیان کئے جائیں۔ بعض غیر از جماعت دوست بھی باقاعدگی سے شمولیت فرماتے رہے۔

اجتماعی درس } ۱۔ ہر ہفتہ ۵½ سے تا مغرب مسجد احمدیہ میں قرآن مجید کا درس دیا جاتا رہا۔ (۱) محسوس یہ کیا جا رہا تھا کہ حدیث و کتب حضرت مسیح موعود (عربی حصہ) کا بھی درس دینا چاہیئے۔ سو خدا تعالےٰ کے فضل سے بدھ کو ۵½ سے تا مغرب پہلے حدیث پھر حضرت صاحب کی عربی تصنیف "کرامات الصادقین" کا درس شروع کیا گیا ہے۔ آپ کی اُردو کتب تو دوست پڑھ لیتے ہیں۔ عربی حصہ جو اکثر اعجازی کلام پر مشتمل ہے۔ اس سے پُوری واقفیت نہیں ہوتی تھی۔ اس کو شروع کیا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کو سمجھنے اور عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

انفرادی درس } (۱) جمعہ۔ ایک درس (۲) ہفتہ۔ تین درس (۳) اتوار دو درس (۴) سوموار تین درس (۵) منگل دو درس (۶) بدھ دو درس (۷) جمعرات چار درس کل سترہ درس ہر ہفتہ ان درسوں کے لئے وقتاً فوقتاً جگہیں تبدیل کی جاتی ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ سارے گھر قرآنی انوار سے منوّر ہوں۔ اگلے ماہ ان گھروں میں کچھ تبدیلی کی جاوے گی تاکہ کوئی گھر ان انوار سے محروم نہ رہے۔

رابطۂ احباب } اس ماہ رابطۂ احباب کے لئے تین دفعہ مختلف دوستوں سے ملنے۔ تعلقات بڑھانے۔ قومی اجتماعات میں شمولیت کرنے۔ مالی طور پر سلسلہ کی تحاریک میں حصہ لینے۔ اور قومی اخبارات کو فروغ دینے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل مقامات کا دورہ کیا گیا۔ ولیکا سیمنٹ انڈسٹریز۔ رفیہ اسکوائر۔ نیو کراچی۔ یمن آباد۔ فارقہ ناظم آباد۔ گول مارکیٹ ناظم آباد۔ عزیز آباد۔ فیڈرل ایریا۔ گلشن اقبال۔ ڈرگ روڈ کالونی مسعود آباد۔ لالہ زار کالونی، اور بعض دوسرے مقامات کا دورہ کیا گیا۔ اس دورہ میں عموماً مکرم برادر محمد حسن خاں صاحب۔ مکرم ہدایت اللہ صاحب صدیقی۔ مکرم راجہ محمد بیدار صاحب کی رفاقت شامل حال رہی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

تنظیم خواتین } حسب فیصلہ تنظیم خواتین ہر ماہ کی پہلی منگل کو ۵½ بجے مسجد میں ان کا ماہانہ جلسہ ہوتا ہے۔ مارچ میں ان کا جلسہ 6/3 کو ہوا۔ جو کہ بہت ہی کامیاب رہا۔ اس کی تفصیل اشاعت کے لئے علیحدہ بھجوائی جا رہی ہے یہ تنظیم ابھی ابتدائی STAGE میں ہے مجھے جلسہ سے ایک ہفتہ قبل اطلاعات اور تقاریر کی تیاری کے لئے کام کرنا پڑتا ہے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے ان کے شوق اور حاضری کو دیکھ کر بڑی اُمید بندھتی ہے۔ ہماری بہنیں اپنے فرائض کو نہایت مستعدی اور خوشی سے سرانجام دے رہی ہیں۔ محترمہ سعیدہ احمد صاحبہ صدر تنظیم خواتین اور محترمہ رفیعہ مقصود شیخ صاحبہ خزانچی نہایت عمدہ رنگ میں اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

کراچی میں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بڑا تکلیف دہ ہے۔ ہماری بعض بہنیں گھروں سے تیار ہو کر نکلتی ہیں۔ لیکن موقعہ ایسا ہوتا ہے کہ سڑک پر انتظار کر رہی ہیں لیکن سواری نہیں ملتی۔ خدا تعالےٰ جزائے خیر دے ہماری بہنوں کو جن کو اللہ تعالےٰ نے ٹرانسپورٹ کی سہولت دی ہے انہوں نے از خود اس تکلیف کو محسوس کیا۔ اور نہایت بشاشت سے یہ پیشکش کی ہے کہ جن بہنوں کے پاس ٹرانسپورٹ نہیں ان کو گھروں سے ہم لے بھی آئیں گی اور اسی طرح پہنچا بھی دیا کریں گی۔ جزاھن اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

اجتماعی و انفرادی تبلیغ } (۱) دو مرتبہ مجلس کی صورت میں تین تین۔ چار چار گھنٹہ نہایت کامیابی سے تیرہ احباب کو پیغام حق پہنچانے کی توفیق ملی۔ (۲) انفرادی طور پر چوبیس احباب سے مل کر ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے عقائد و کارناموں سے باخبر کیا گیا۔ (۳) دو غیر ملکی جو کراچی یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں ان سے کوئی دو گھنٹہ تک گفتگو کی گئی۔ وفات مسیح اور حدیث مجدد کی روشنی میں حضرت صاحبؑ کے دعوے کو پیش کیا گیا۔ (۴) کراچی کے سول انتظامیہ کے ایک اعلےٰ افسر سے ملاقات ہوئی اس کو انجمن احمدیہ لاہور کے عقائد سے روشناس کرایا گیا۔ کہنے لگے آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں سخت اندھیرے میں تھا۔ (۵) ایک بڑے ادارہ میں تین ذمہ دار دوستوں سے تقریباً ۲½ گھنٹہ کامیاب گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

اجلاس مجلس منتظمہ } اس ماہ مجلس منتظمہ کے تین اجلاس ہوئے۔ ان اجلاسوں میں دوسرے امور کے علاوہ خاص طور پر ان مہمانوں کے پروگرام کے بارے میں غور و خوض کیا گیا۔ جو جلسہ سالانہ پر امریکہ سے تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے کراچی میں قیام اور دینی مصروفیات کے بارے میں سوچا گیا۔ بہت ساری معلومات کا حاصل کرنا میرے ذمہ تھا۔ مجلس منتظمہ نے سارے حالات کا جائزہ لے کر ایک فیصلہ کیا ہے جس سے مرکزی انجمن کو اطلاع دی گئی ہے۔

ماہانہ چندہ۔ توسیع اخبارات اور محترم خانصاحب میاں رحیم بخش صاحب کے لئے دعا کی درخواست } خدا تعالےٰ کے فضل سے اس ماہ بھی کئی احباب کو چندہ دھندگان میں شامل کیا گیا۔ سالانہ چندہ باقاعدگی سے وصول کیا گیا اور ہمارا قدم بہت آگے بڑھ رہا ہے الحمد للہ۔

میں دعا کی غرض سے اپنے بھائی مکرم محمد حسن خاں صاحب کا ذکر کروں گا۔ جن کا ذہن ہر وقت جماعت کی بہبودی۔ ترقی و استحکام کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ توسیع چندہ میں نمایاں حصہ آپ ہی کا ہے۔

۲۔ ایک دوست کے نام اخبار پیغام صلح جاری کروایا گیا۔

۳۔ گذشتہ سال ہمارے مخلص بھائی اور جماعت کراچی کے جنرل سیکرٹری خانصاحب میاں رحیم بخش صاحب لمبا عرصہ صاحب فراش رہے۔ اس بڑھاپے میں آپکو پے درپے دردناک اپریشن کرانے پڑے۔ بحالی صحت کے لئے ۲½ ماہ کے قریب آپ کو پنجاب رہنا پڑا۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے کلّی طور پر صحت یاب ہو کر کراچی تشریف لے آئے ہیں اور آپ نے جماعتی فرائض کو سنبھال لیا ہے اور پہلے جیسی محنت و کوشش سے آپ نے انجمن کا کام شروع کر دیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

یہ سطور میں نے دعا کی درخواست کے طور پر لکھی ہیں۔ احباب کرام اپنے اس مخلص بھائی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو اور ہر شر سے آپ کو محفوظ رکھے اور آگے سے بڑھ کر آپ کو خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمادے آمین ثم آمین۔

نیز آپ جماعت کراچی کے کارکنوں کو جو اس مصروف ترین شہر میں رہتے ہوئے دین کے لئے وقت رہتے ہیں اور دوسرے دوستوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح رنگ میں دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمادے شکریہ۔

طالب دعا۔ مرزا محمد لطیف۔ مولوی فاضل۔ شاہد۔ مبلغ اسلام۔ کراچی

شبان الاحمدیہ — بقیہ (از صؔ)

(۱) ہمایوں مسعود اوّل۔ (۲) خالد احمد [illegible] دوم (۳) اورنگ زیب، سوم۔

اس کے بعد حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب نے کامیاب نوجوانوں میں انعامات تقسیم کئے اور نہایت مسرّت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ نوجوانوں نے اچھی اچھی تقاریر کیں اور نوجوانوں کا اس مقابلہ میں حصہ لینے سے ان کو بہت خوشی ہوئی ہے۔ آخر میں محمد صادق نور صدر شبان الاحمدیہ نے جناب صدر جلسہ، مہمان خصوصی، منصفین اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنے قیمتی وقت کا کچھ حصہ نکال کر جلسہ کو رونق بخشی اور اس میں دلچسپی لی اور آخر میں حاضرین کی تواضع پھلوں سے کی گئی اور اس طرح پر یہ جلسہ میلاد النبیؐ صلعم کے مبارک دن بخیر و خوبی انجام پایا۔

ہم اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے تمام عہدیداران شبان الاحمدیہ

اخبارِ احمدیہ

شکرانۂ ولادت } سمندر خان احمدی کو اللہ تبارک و تعالےٰ نے پوتا عطا فرمایا ہے اس خوشی میں انہوں نے انجمن کو شکرانہ کے طور پر مبلغ بیس 20 روپے چندہ دیا ہے۔ احباب کرام سے نومولود کے نیک، صالح ہونے اور درازی عمر اور تمام خاندان کے لئے قرۃ العین بننے کی دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار محمد بیدار احمدی۔ جائنٹ سیکرٹری جماعت کراچی

تقریبِ نکاح } میرے لڑکے عزیز ظفر مسعود کاسٹ اکاؤنٹنٹ کا نکاح عزیزہ فوزیہ ناصر ایم اے بنت محترم ملک ناصرالدین خان صاحب آف محمد نگر لاہور کے ساتھ دس ہزار روپیہ حق مہر کے ساتھ مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۷۳ء کو ہوا۔ محترم نکاح خواں نے تربیتی اور تبلیغی لحاظ سے بہت عمدہ اور مؤثر خطبہ پڑھا اور ازدواجی زندگی کی کامیابیوں کے لئے قول سدید اور تقوی اللہ اختیار کرنے کی اہمیت کو واضح فرمایا اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے میاں بیوی کے حقوق اجمالاً بیان کئے۔

احباب کرام دعا فرمادیں کہ مولا کریم اس رشتہ کو اسلام و احمدیت اور دونوں خاندانوں کے لئے خیر و برکت کا باعث بنائے اور مثمر بہ ثمرات حسنہ فرمائے۔

خاکسار عبدالرؤف ۴/۱۶ محمد نگر علامہ اقبال روڈ لاہور

وفاتِ حسرت آیات } یہ خبر انتہائی رنج و غم کے ساتھ سُنی جائے گی کہ گذشتہ جمعہ کو خان بہادر غلام ربانی خان صاحب رئیس مانسہرہ کی چھوٹی ہمشیرہ اپنے مولیٰ حقیقی کو پیاری ہوگئیں۔ مرحومہ انتہائی مہمان نواز شریف اور با اخلاق تھیں اور ایک حقیقی احمدی میں جن صفات کا پایا جانا ضروری ہے ان سے وہ متصف تھیں۔ بڑوں اور چھوٹوں سب کے ساتھ انتہائی اخلاص اور محبت سے پیش آتی تھیں گھر کا تمام انتظام بھی وہ خود کرتی تھیں۔ ان کی وفات کی خبر سُن کر ایک بہت بڑا ہجوم علاقہ کے اکناف و اطراف سے جنازہ میں شمولیت کے لئے جمع ہوا جن میں وزراء۔ جج صاحبان وکلاء اور رؤساء اور عوام سبھی شامل تھے۔ ہفتہ کو ۱۱ بجے کے قریب انہیں ان کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون

احباب ان کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں۔

عبدالاحد مولوی فاضل۔ مانسہرہ

تقریبِ سعید } سیالکوٹ چھاؤنی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہمارے محترم بھائی شیخ عبدالحمید صاحب کی صاحبزادی طاہرہ حمید کی شادی راولپنڈی کے ڈاکٹر محمد زاہد صاحب سے ۲۵ مارچ ۱۹۷۳ء کو انعقاد پذیر ہوئی۔

خطبہ نکاح محترم شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان و ویسٹ انڈیز نے ارشاد فرمایا۔ مسنون آیات کریمہ کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا کہ اسلام میں شادی ایک مقدس معاہدہ ہے جس کی پابندی اور استواری کی ذمہ داری دونوں خاوند اور بیوی کی ہے موصوف نے رشتہ ازدواج کو محض افزائش نسل تک محدود کرنے کے مغربی نقطۂ نگاہ کی سطحیت کے مقابل پر اسلامی تصوّر کی خصوصیات کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید نے خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے کے لئے سکینت اور زیبائش کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ جو معاشرے کی ایک اکائی کی حیثیت سے پورے معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

عقدِ نکاح کی اہمیّت پر روشنی ڈالتے ہوئے محترم طفیل صاحب نے ذیل کے بنیادی اُصولوں کی نشاندہی کی جن کو مدِ نظر رکھنے سے ازدواجی زندگی صحیح معنوں میں خوشگوار بن سکتی ہے۔

(۱) ایک دوسرے کو دل سے قبول کرنا (۲) افہام و تفہیم کا جذبہ (۳) ایک دوسرے کے اچھے اعمال و افکار کی تعریف کرنا اور آنکی حوصلہ افزائی کرنا۔ (۴) ایک دوسرے کی کمزوریوں کو درگذر کرنا۔ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ اگر دونوں کے مابین کوئی تنازعہ ہو جائے تو دونوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ آپس میں ہی حل کرلیں دیگر احباب کے معاملہ میں مداخلت سے معاملہ سلجھنے کی بجائے زیادہ اُلجھ جاتا ہے

خطبہ نکاح اس لحاظ سے دلچسپ اور اثر انگیز تھا کہ اس میں نصیحتوں کی بجائے بنیادی مسائل کی نشاندہی کی گئی۔ اعلانِ نکاح کے بعد دعا پر یہ خطبہ ختم ہوا۔

ضروری تصحیح } پیغام صلح جلد ۶۰ شمارہ ۱۳ بتاریخ ۲۸/۳/۷۳ صفحہ ۲ کالم ۳ کی سطر ۱-۲ میں "فتح اسلام" صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ کی بجائے ۱۹۰۸ء لکھا گیا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود مجدد صدی چہاردہم کی یہ تصنیف لطیف جمادی اوّل ۱۳۰۸ھ میں یعنی آج سے ۸۵ سال قبل شائع ہوئی تھی۔ جس میں حضرت صاحب کا یہ الہام درج ہے کہ

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد"

واضح رہے کہ اس الہام میں "پائے محمدیاں" (یعنی مسلمانوں کے پاؤں) یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے اور پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے صرف چھبیسواں سال ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ علی محمد ماچی لائل پور

"نغماتِ احمدیت" کے متعلق ٹرینیڈاد سے ایک خط } آج مجھے آپ کی ارسال کردہ کتاب "نغماتِ احمدیت" کی ایک جلد ملی ہے۔ میں اس کے ظاہری حسن و جاذبیت اور دلکش مندرجات سے انتہائی خوش ہوئی ہوں، میری حقیر رائے میں اس کا تعارف نہایت فاضلانہ انداز میں کرایا گیا ہے۔ اور اسے پڑھنے کے بعد بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اس کا بصد اشتیاق مطالعہ کیا جائے۔ بھلا تحریک احمدیت کے مقدس بانی کے ان عمیق قلبی جذبات کا مطالعہ کرنے کے بعد جن کا انکشاف آپ نے ترجمہ کے ذریعہ فرمایا ہے۔ غیر احمدی احباب حضرت صاحب پر کذب و افتراء کا اتہام کیسے لگا سکتے ہیں۔ صرف ایک ولی اللہ ہی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت میں ڈوب کر ایسے بلند و پاکیزہ اشعار کہہ سکتا ہے۔

زرینہ یوسف۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن ٹرینیڈاد

اعلانِ نکاح و عطیہ } ۸ اپریل ۱۹۷۳ء بروز اتوار۔ بشری بیگم۔ ہیڈ مسٹرس گورنمنٹ پرائمری سکول ٹبہ بوٹے شاہ دختر چودھری محمد حسین صاحب کا نکاح بعوض ۵ ہزار۔ ہمراہی نذیر احمد بی اے ولد چودھری مہر داد آف کھاریاں ۔۔۔۔ ہوا۔ میری تحریک پر والد دلہن اور دولہا نے ۵/- ۵/- روپے اشاعت اسلام میں دیئے۔ رقم بذریعہ منی آرڈر بنام محاسب بھیجی جا رہی ہے۔ خاکسار فضل داد پنشنر مکان 2/553 محلہ مسلم آباد گجرات۔

ولادت اور عطیہ } اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے میجر محمد اشفاق صاحب ولد میجر ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب میڈیکل آفیسر پاکستان سیمنٹ فیکٹری لمیٹڈ فاروقیہ کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ جس کی خوشی میں نومولود کے والد میجر محمد اشفاق صاحب نے مبلغ دس (۱۰/-) روپے عطیہ اشاعت اسلام کے لئے دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو درازیٔ عمر کے ساتھ دین و دنیا کی نعمتوں سے مالامال کرے۔ اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین۔ مولود مسعود میرا نواسہ ہے۔

خاکسار۔ ایس عبید اللہ عفی عنہ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام وزیر آباد

ملتان میں درسِ قرآن کا سلسلہ } آپ کو یہ معلوم کرکے خوشی ہوگی کہ جماعت احمدیہ ملتان نے درسِ قرآن کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ گل گشت کالونی میں ہمارے مخلص بھائی شیخ میاں فاروق احمد صاحب کی کوٹھی نمبر ۲۶۔ بی میں ہفتہ وار درسِ قرآن ہوا کرے گا۔ اس فیصلہ کے مطابق گزشتہ جمعرات ۵/۴/۷۳ کو بندہ نے درسِ قرآن دیا۔ میاں صاحب موصوف نے جماعت کے سب احباب کو مدعو کرکے پر تکلف ٹی پارٹی دی۔ ہمارا یہ روحانی پروگرام بہت کامیاب رہا۔ آپ دُعا فرمائیں اللہ تعالےٰ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمادے۔ آئندہ ہم غیراز جماعت افراد کو بھی مدعو کیا کریں گے۔

اس کے علاوہ ہر ماہ ایک درسِ قرآن عزیز ہوٹل ملتان چھاؤنی میں ہوگا۔ جو مولوی محمد علی صاحب دیا کریں گے۔ گل گشت میں ہفتہ وار درسِ قرآن بندہ کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالےٰ سے توفیق اور مہلت مانگتا ہوں۔ آپ کی دعائیں مطلوب ہیں۔ والسلام۔ نیاز مند پروفیسر غلام محمد خادم
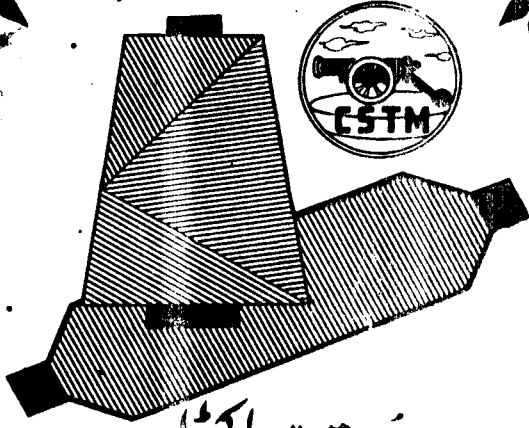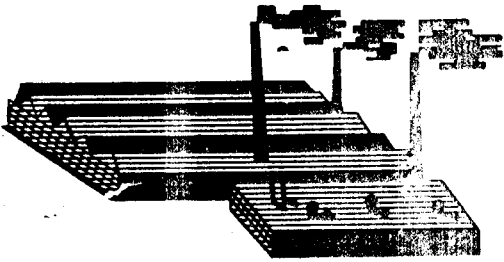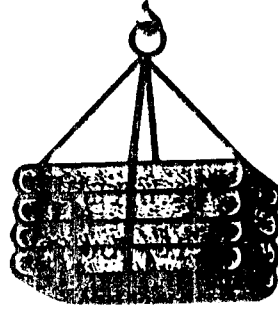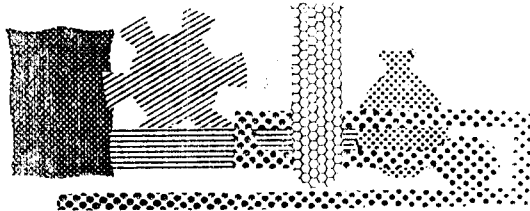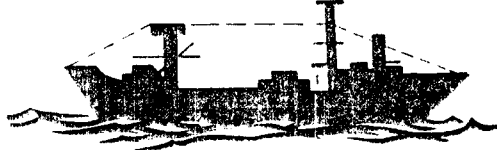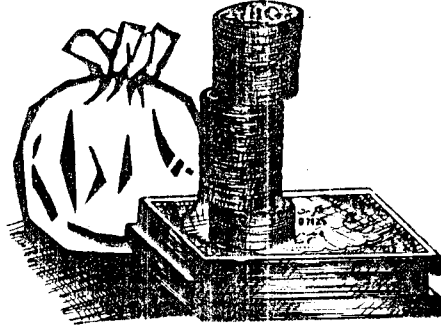
Cresc

کامل شخصیت

بسلسلہ صفحہ ۱۴

کی غرض سے آپؐ نے انسانی قوت سے بالاتر اموریں ہاتھ نہیں ڈالا۔ کیونکہ پھر آپؐ دوسرے انسانوں کے لئے نمونہ نہیں ہو سکتے تھے۔ آپؐ نے وہی پاک اور اشرف ذرائع اختیار فرمائے جو دوسروں کے لئے بھی مہیا ہو سکتے ہیں۔ پس آپؐ کی زندگی ان لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے جو باوجود مخالفتِ شدید کامیابی سے ہم آغوش ہونا چاہتے ہیں۔

نبی آتا ہی اس لئے ہے کہ عامۃ الناس کے لئے نمونہ اور رہنما ہو۔ اور آنحضرتؐ میں یہ دونوں صفات بدرجۂ اتم واکمل موجود ہیں۔ آپؐ سچے بشر رسول ہیں۔ اور اس لئے آپ صحیح معنوں میں نبی نوع آدم کے لئے اسوۂ حسنہ ہو سکتے ہیں۔ آپ نے مشکلات کا مقابلہ کیا اور اُن ذرائع کی مدد سے اُن پر غالب آئے جو دوسروں کے حیطۂ اقتدار میں بھی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود مجدد صدی چہاردہم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے — اُس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو راہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے — میں جاؤں اسکے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے — دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یار لامکانی وہ دلبرِ نہانی — دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے — وہ طیب و امیں ہے اُسکی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے — جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اُسکی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے — ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اُسنے بتائے سارے — دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے — پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

اے میرے رب رحمٰن تیرے ہی ہیں یہ احساں — مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

کتبہ محمد عبد اللہ خوشنویس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر کامیابی

دنیاوی اسباب کی بجائے آسمانی تائید اور الٰہی نصرت کے باعث ہوئی

(۵)

آج صفحہ دنیا میں وہ شئے کہ جس کا نام توحید ہے بجز اُمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی فرقہ میں نہیں پائی جاتی اور بجز قرآن شریف کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑہا مخلوقات کو وحدانیت الٰہی پر قائم کرتی ہو اور کمال تعظیم سے اس سچے خدا کی طرف رہبر ہو ہر ایک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنا لیا اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدل اور اپنی ازلی صفتوں میں ایسا ہی ہے جو تھا۔ سو یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن سے ہادئ اسلام کا صدقِ نبوت اظہر من الشمس ہے کیونکہ شعئے نبوت کے اور علت غائی رسالت اور پیغمبری کی انہیں کی ذات بابرکات میں ثابت اور متحقق ہو رہی ہے اور جیسا کہ مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے ویسا ہی عاقل لوگ اصلاح موجودہ سے اس مُصلحِ ربانی کی شناخت کر رہے ہیں اسی طرح ہزارہا ایسے اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرتؐ کا مؤید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بیکس اُمی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حججِ واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بےکسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی؟ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے؟ خیال کرنا چاہیئے کہ جب آنحضرتؐ نے پہلے پہل مکہ کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضہ میں آگیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی؟ یا کونسی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا؟ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اس وقت آنحضرتؐ زمین پر اکیلے اور بےکس اور بے سامان تھے صرف ان کے ساتھ خدا تھا جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔ پھر ذرہ اس طرف بھی غور کرنی چاہیئے کہ وہ کس مکتب میں پڑھے تھے اور کس استاد کا پاس حاصل کیا تھا؟ اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور آریہ لوگوں وغیرہ دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابوں کا مطالعہ کی تھیں؟ پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیونکہ اس میں تمام دنیا کے علوم حقّہ الٰہیہ جمع کئے گئے اور وہ تمام ادلہ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن کے باستیفا اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مر گئے وہ کس فلاسفر بے مثل و مانند نے قرآن شریف میں درج کر دیں اور کیونکر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے جی ہی مر جائیں ایک غریب اُمی کے ہونٹوں سے نکلیں؟ اس قدر دلائل عقلیہ پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں؟ آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کرتی ہے؟ کس نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آنحضرتؐ کے گذرے ہیں؟

—— براہینِ احمدیہ

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس سے [illegible]

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۷۳ء | نمبر ۱۹

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا"

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ

کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود نبوت اور رسالت کا دعوےٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جلشانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (یہ لفظ تو آپ سے بلکہ سولہ برس سے میرے الہامات میں درج ہیں چنانچہ براہین احمدیہ میں ایسے کئی مخاطبات الٰہیہ میری نسبت پاؤ گے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے۔ اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علیٰ وجہ الحقیقۃ قد افتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء وھو کافر کذاب۔

(حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

بحر حکمت کے موتی

السلام علیکم کہنے والا مسلمان ہے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا قال ابن عباس کان رجل فی غنیمۃ لہ فلحقہ المسلمون فقال السلام علیکم فقتلوہ واخذوا غنیمتہ فانزل اللہ فی ذالک الی قولہ عرض الحیٰوۃ الدنیا تلک الغنیمۃ قرا ابن عباس السلام۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا ابن عباس نے کہا ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا تو مسلمان اس تک پہنچے تو اس نے کہا السلام علیکم انہوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لے لیں تو اللہ نے اس بارہ میں اپنا قول عرض الحیٰوۃ الدنیا تک اتارا۔

نوٹ - از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

اس میں [illegible] کہ ایک شخص [illegible] السلام [illegible] [illegible] نہیں [illegible] [illegible] ہے کہ ان مسلمانوں کو [illegible]

اعلان

برائے درخواستہائے داخلہ سمر سکول ایبٹ آباد

امسال اس سکول میں بجائے دو کے تین کلاسیں مندرجہ ذیل تاریخوں پر منعقد ہوں گی:—

— پہلی کلاس —
۶ر جولائی تا ۱۹ر جولائی

— دوسری کلاس —
۲۰ر جولائی تا ۲ر اگست

— تیسری کلاس —
۳ر اگست تا ۱۶ر اگست

تمام درخواستیں ۱۰ر جون تک موصول ہو جانی چاہئیں۔ درخواستیں بھیجتے وقت ان امور کو ملحوظ رکھا جائے:

(۱) کم از کم تعلیم۔ میٹرک
(۲) کم از کم عمر ۱۵ سال
(۳) [illegible] اور نئے شرکاء کو ترجیح دی جائے گی۔

تمام امیدوار

سے گذارش ہے کہ درخواستیں جلد از جلد بھیجوائیں تاکہ وہ اس میں بآسانی شریک ہو سکیں۔ پہلے آنے والی درخواستوں کو ترجیح دی جائے گی۔

خیر اندیش
ڈاکٹر مبارک احمد سیکرٹری سمر سکول کمیٹی
صدر انجمن احمدیہ۔ لاہور

× [illegible] حدیث کی۔ اور آنتیں چڑھائے اپنے اپنے کفر کے فتوے لئے کھڑے ہیں۔ خدا اور اس کے رسول کے احکام کو پیٹھ کے پیچھے ڈالا ہوا ہے [illegible]

محمد صالح نور

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

جماعت احمدیہ ربوہ کی ایک اور جسارت

من مانی حرکات کا ... سے ... تا ... سے پہرہ ... کی ان

مساعی کو ناکام بنایا جا سکے۔ سات آٹھ ماہ تک ملک سے باہر رہنے کے بعد جماعت ربوہ کی تصانیف کو دیکھنے کا پھر موقعہ مل رہا ہے۔ میں نہایت دکھ اور افسوس کے ساتھ اس مقام پر ایک ایسی تحریف کا ذکر کر رہا ہوں جو نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معتقدات اور دعاوی کے منافی ہے بلکہ بنی اسرائیل کی اقتداء میں **کلام الٰہی میں تحریف** کی ایک ناپسندیدہ حرکت ہے۔

—— مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ کی طرف سے ایک کتابچہ بعنوان "**دینی معلومات**" (بطرز سوال و جواب) شائع کیا گیا ہے اس کے مئی ۱۹۷۰ء کے ایڈیشن کے صفحہ ۷ پر مندرجہ ذیل سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں:۔

س ۱۸: قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک کتنی دفعہ آیا ہے؟ کسی ایک مقام کا ذکر کریں؟

ج۔ چار دفعہ۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم"

—— جواب میں چار دفعہ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل سے قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ اس میں کیا مقصد پنہاں ہے۔

سب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمدؐ تھا اسی طرح از روئے حدیث "انا محمد وانا احمد" حضورؐ کا اسم مبارک **احمد** بھی تھا۔ اور ویسے حضورؐ کا اسم مبارک **پانچ دفعہ** (نہ کہ چار دفعہ) قرآن کریم میں مندرجہ ذیل مقامات پر آتا ہے:۔

اوّل: ماکان **محمد** ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

دوم: وما **محمد** الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل

سوم: **محمد** رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

چہارم: والذین اٰمنوا وعملوا الصالحات واٰمنوا بما نزل علی **محمد**

پنجم: ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ **احمد**

—— چونکہ جماعت ربوہ حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے برخلاف یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ سورۃ الصف میں بیان کردہ نام احمد سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں لہٰذا اس پانچویں مقام کو عمداً شامل نہیں کیا گیا۔

—— میں نہایت وثوق اور ذمہ داری سے جماعت ربوہ کے علماء سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا جماعت سورۃ الصف میں وارد نام **احمد** کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک یقین نہیں کرتی جبکہ نزول قرآن کے بعد سے آج تک اس امر پر اُمّت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جس نام **احمد** والے رسول کی بعثت کی بشارت اپنے بعد آنے کی دی ہے اس سے حضور رسالت مآبؐ کی ہی ذات مراد ہے اور یہی عقیدہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ نے بیان فرمایا ہے ملاحظہ ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

(۱) "تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں ایک **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم ...... جیساکہ اس آیت سے ظاہر ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ...... دوسرا نام **احمد صلی اللہ علیہ وسلم**۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا **احمد** ہوگا"

(۲) ... اسمہ احمد ... میرے بعد ایک ... بشارت دیتا ہوں ... اور اس کا نام **احمد** ہوگا" (الحکم ۲ جلد ۵ ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ء)

(۳) "اور اس فرقہ کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک **احمد صلی اللہ علیہ وسلم** اور ایک **محمد صلی اللہ علیہ وسلم**"

(تریاق القلوب اشتہار واجب الاظہار ص ۲)

—— جیساکہ قارئین پر یہ امر واضح ہے کہ جماعت ربوہ کے اس من گھڑت عقیدہ کی وجہ سے کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) نبوت کے مدعی تھے تحریک احمدیت ماضی میں کس قدر بدنامی سے دوچار ہو چکی ہے اور بعض اوقات اس بدنام زمانہ عقیدہ کی وجہ سے جان خرابہ بھی ہو چکا ہے۔ اب پھر نہ معلوم کس کی شہ پر اس عقیدہ کو ہوا دے کر فضاء کو مسموم کرنے کی فضول کوشش کی جا رہی ہے گو اہل دانش جماعت ربوہ کی ان فضولیات کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ تاہم عامۃ المسلمین کے احساسات و جذبات نازک ہوتے ہیں اس لئے اس کا نوٹس لینا ضروری ہے۔

اسی مذکورہ کتابچہ میں مندرجہ ذیل سوال و جواب ملاحظہ ہو:۔

س ۲۱: "قرآن کریم میں جن انبیاء کے اسماء کا ذکر ہے بیان کریں؟

ج۔ حضرت آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ شعیبؑ۔ موسٰےؑ۔ ہارونؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ الیاسؑ۔ ذوالکفلؑ۔ الیسعؑ۔ ادریسؑ۔ ایوبؑ۔ ذکریاؑ۔ یحیٰیؑ۔ عیسٰےؑ۔ لقمانؑ۔ عزیرؑ۔ ذوالقرنینؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام" (ص ۶-۷)

—— یہاں یہ **شرانگیز** امر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ان انبیاء کی فہرست میں شامل ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے۔ جبکہ یہ عقیدہ سراسر حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد، خیالات، تصانیف اور فرمودات کے منافی اور برعکس ہے۔ اور یہ قرآن کریم کے بارے میں ایک نہایت ہی غیر اسلامی اور لادینی حرکت ہے۔ یہاں پر بھی سورۃ الصف میں بیان کردہ نام **احمد** سے مراد حضرت مرزا صاحب کا وجود لیا گیا ہے۔ مگر جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خود اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود یقین کرتے تھے۔ مزید ملاحظہ ہو:۔

(۱) حضور کو الہام ہوتا ہے:۔ برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے

جس کا غلام دیکھو مسیح الزمانؑ ہے

(۲) حضور اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہِ **احمدؐ** مختار ہیں

(۳) حضور اپنا ذاتی نام **غلام احمد قادیانی** بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" اس قصبۂ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا **غلام احمد** نام نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۹ مئی ۱۹۷۳ء

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کی تشریح و توضیح

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے "قولِ حق تامہ و عادلانہ" کے نام سے ایک کتاب حال ہی میں شائع کی ہے ...... جس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بعض اُن الہامات کی تشریح کی گئی ہے جن پر بعض اصحاب اس لئے معترض ہوتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ مبہم، مہمل، بلکہ مضحکہ خیز ہیں۔

ان الہاماتِ الٰہیہ صادقہ کی ایسی صاف، واضح اور مبنی بر واقعات تشریح حضرت مولانا مصری صاحب نے اس کتاب میں کی ہے کہ اسکو پڑھ کر نہ صرف پوری تسلی ہو جاتی ہے بلکہ ازدیادِ ایمان کا باعث بھی ہے۔

کن حالات میں وہ الہام ہوئے جب ان کے وقوع کے قطعاً کوئی وجوہ موجود نہ تھے! پھر کس طرح ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جن کا وہم و گمان بھی نہ تھا!! نیز بالآخر کس طرح خارقِ عادت اور الٰہی قدرت کے ماتحت وہ پورے اور صادق ثابت ہوئے!!! ان تمام کی مکمل تشریح پڑھ کر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے منجانب اللہ صادق ہونے پر پورا انشراحِ صدر ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک دو مقام ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں، تا احباب کرام خود دیکھ سکیں کہ اس کتاب میں کس قدر مدلل و معقول اور مبنی بر صداقت واقعات و دلائل سے حضرت اقدسؑ کے الہامات کو ثابت کیا گیا ہے۔

(ا) "میں مناسب سمجھتا ہوں کہ جناب برق صاحب نے جس الہامِ الٰہی کو مہمل اور لایعنی قرار دیا ہے اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید وضاحت کی خاطر اسے دوہرا دیا جائے۔ پس جاننا چاہیئے کہ جس وقت الہامِ الٰہی ایلی ایلی لما سبقتانی ایلی اوس حضور پر نازل ہوا اس وقت دشمنی اور مخالفت کا نام و نشان نہ تھا بلکہ بالعموم مسلمان حضور کو بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور حضور کو حامی دینِ متین یقین کرتے تھے کسی کے وہم میں بھی یہ نہ تھا کہ حضور پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ مخالفت اس قدر شدت اختیار کر جائے گی اور لوگ ایذا رسانی کو اس انتہا تک پہنچا دیں گے کہ حضورؑ کو اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے ظلم و ستم کے خلاف فریاد کرنی پڑے گی، اور متی نصر اللہ کا نعرہ بلند کرنا پڑے گا لیکن خدا عالم الغیب تو جانتا تھا کہ ایسا وقت ضرور آنے والا ہے کہ الٰہی نصرت کے لئے حضور کی روح گڑگڑاتے ہوئے متیٰ نصر اللہ کے نعرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر گر پڑے گی اسی لئے اس نے جس طرح متی نصر اللہ کے ساتھ ہی الفاظ الاان نصر اللہ قریب کے ذریعہ اپنے پیاروں کو اپنی نصرت سے نوازنے کا یقین دلایا ٹھیک اسی طرح اس نے اپنے پیارے مسیح موعودؑ کے لئے ایلی اوس (میرا خدا میرا صاحب ہے) کے وعدہ کی بناء پر حضور کی مخالفت کے طوفان کو تھمنے پر مجبور کر دیا یہ دعائیہ الفاظ گہرے اور محبت سے بھرے ہوئے دوستانہ تعلق کی غمازی کر رہے ہیں جو اس بندے اور اس کے خدا کے درمیان تھا اور اس کے ثبوت کے لئے اپنے بندے مسیح موعود (کیونکہ مسیح موعود کے دعوے کی وجہ سے ہی ساری مخالفت ہو رہی تھی) کو فرمایا کہ اے میرے بندے ان مخالفین کو جنہیں اپنی طاقت اور اپنے اثر و رسوخ پر گھمنڈ ہے اور جس کی بناء پر انہیں یقین ہے کہ وہ تم کو کچل ڈالیں گے کہہ دو میرا خدا میرا صاحب ہے اس کی محبت اور نصرت مرے شامل حال ہے کون ہے جو اس عزیز اور قادرِ مطلق خدا کا مقابلہ کر سکے کیا اس نے اصحاب الفیل کے متعلق نہیں فرمایا الم یجعل کیدھم فی تضلیل اور کیا وہ ہمیشہ اپنے ماموروں کے دشمنوں کو ناکام و نامراد نہیں کرتا اور کیا وہ ہمیشہ اپنے ماموروں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا یہ کہ یہ اس کی سنت بدل جائے گی چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ خدا کا مامور مسیح موعود و مہدی معہود بالآخر مظفر و منصور ہوا اور اس کے دشمنوں کی اس کے گرانے کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں ان کی ہر کید کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا پس جناب برق صاحب اور ان کے ہم نوا خود فرمائیں کہ کیا یہ مہمل الفاظ ہیں یا مومنوں کے دلوں کو نور بصیرت سے بھر دینے والا الہام ہے، کاش تعصب اور عناد سے دل کو خالی کر کے اس پر غور کیا جائے۔ سوچو کہ کیا انسانی طاقت میں ہے کہ تیس سال قبل وہ لوگوں میں مخالفت بھڑکانے والے حالات پیدا ہونے کی خبر دے اور پھر اسے پورا کرے اور ساتھ ہی دشمنوں کی ناکامی اور مہم کی کامیابی کی بالکل نا مساعد حالات میں بشارت دے اور پھر اسے بھی باوجود مخالف حالات کے پورا کر کے دکھائے اور پھر سوچو کہ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے نہ ہوتے تو ہندوستان اور مکہ و مدینہ کے علماء کی بھڑکائی ہوئی مخالفت کی آگ انہیں بھسم کر کے نہ رکھ دیتی اور تکفیر کے تیر ان کے جسم کو چھلنی نہ کر دیتے اور چاروں طرف سے تباہی ان کو گھیر نہ لیتی یہاں تک کہ دنیا سے ان کا نام و نشان مٹ جاتا لیکن ہوا اس کے الٹ کہ مخالفین کا زور ٹوٹتا گیا اور ان کا اثر زائل ہونا شروع ہو گیا اور لوگوں کی توجہ حضور کی طرف منعطف ہونی شروع ہو گئی اور بیعت کنندگان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔

مخالفین کا رویہ کیا ہونا چاہیئے تھا

اس تائیدِ الٰہی کو دیکھ کر ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ علماء اپنی غلطی کو محسوس کرتے اور سمجھ لیتے کہ اس شخص کا دعوے فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہے ورنہ ہماری طرح خدا بھی اپنی نصرت اس کے شامل حال کرنے کی بجائے اس کو دھتکار دیتا اور اس کو مذموم اور مخذول بناتے ہوئے اپنے عذابِ شدید کا نشانہ بنا دیتا نہ کہ اس کی تائید کے لئے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں کی فوجیں اتار کر لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر دیتا اور اس کے تیس سال قبل کے الہام "ایلی اوس" کو عملی شکل دے کر پورا کر کے اس کی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتا۔ مگر افسوس کہ علماء نے اس واضح تائیدِ الٰہی سے فائدہ نہ اٹھایا اور تیس سال قبل کے الہاموں کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے عملی جامہ پہنتے دیکھتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں بند کر لیں بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے ان الہاموں کو پورا کرنے کا ذریعہ بن گئے۔

کیا پھر الہامِ الٰہی کو پورا کرنے کا ذریعہ بنی

اگر یہ مخالفین مخالفت کی آگ بھڑکا کر لوگوں کو حضور سے بد دل کرنے کی کوشش نہ کرتے تو ایلی ایلی لما سبقتانی کا الہام کس طرح پورا ہوتا اور الہام کے الفاظ "ایلی اوس" کے ماتحت لوگ خدا تعالیٰ کی محبت کے ثبوت کا نظارہ کس طرح کرتے۔ کاش برق صاحب اور ان کے ہمنوا دوست اب بھی اپنی آنکھیں کھولیں اور بجائے ایسے الہاموں کو مہمل قرار دینے کے یہ دیکھیں کہ کس طرح تیس سال کے بعد الہامات کا ایک ایک لفظ پورا ہو کر اس بات کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے کہ فی الحقیقت الہام کے الفاظ خدا کی طرف سے ہی تھے جو عالم الغیب ہونے کی وجہ سے اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے اس بندہ پر ایسے اوقات آئیں گے کہ اس کی روح ایلی ایلی لما سبقتانی کہتی ہوئے میرے حضور گڑگڑائے گی اور پھر میری مدد اور میرے وعدہ الاان نصر اللہ قریب کے الفاظ میں اس کے شامل حال ہو جائے گی۔

مخالفین کے لئے لمحہ فکریہ

خدارا غور کریں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کی طاقت میں ایسے حالات پیدا کرنا تھا جو انہیں ایلی ایلی لما سبقتانی کی صدا بلند کرنے پر مجبور کرتے کئی مدعی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں جن کی طرف لوگ توجہ بھی نہیں کرتے لیکن حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے ساتھ ہی طوفانِ بے تمیزی اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کوئی حربہ نہیں جو ان کی بیخکنی کے لئے استعمال میں نہیں لایا جاتا اور کوئی وار نہیں جو آپ کو نیست و نابود کرنے کے لئے آپ پر نہیں کیا جاتا مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر حربہ کند ثابت ہوتا ہے اور ہر وار بجائے ان کو ختم کرنے کے ان کو آگے ہی بڑھانے کا موجب بن جاتا ہے اور ہر دار میں دشمنوں کو خود ہی ناکام و نامراد ہو کر پسپا ہونا پڑتا ہے۔ اس سے بڑھ کر حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کاش کوئی غور کرنے والا ہو۔

ایک اور موقعہ پر لکھا ہے:-

"ان حالات میں جو علماء نے پیدا کر کے لوگوں کو حضور سے متنفر اور دُور کر دیا اس مامور من اللہ نے بھی سنت انبیاء کی پیروی میں حضور سے اسی طرح التجا کی (مولوی صاحب کی کیونکہ انہی نے تمام ہندوستان میں پھر کر کفر کے فتوے پر علماء سے مُہریں لگوائی تھیں) تمام سخت باتوں اور لعنتوں اور گالیوں کا جواب تیرے پر چھوڑا اگر تیری یہی مرضی ہے تو جو کچھ تیری مرضی ہے وہ میری ہے مجھے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہیئے کہ تو راضی ہو میرا دل تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تیری نگاہیں میری تہ تک پہنچی ہوئی ہیں اگر مجھ میں کچھ فرق ہے تو نکال ڈال اور اگر تیری نگاہ میں مجھ میں کچھ بدی ہے تو میں تیرے ہی منہ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے پیارے ہادی! اگر میں نے ہلاکت کی راہ اختیار کی ہے تو مجھے اس سے بچا اور وہ کام کرا کہ جس میں تیری رضا مندی ہو۔ میری رُوح بول رہی ہے کہ تو میرے لئے ہے اور ہوگا جب سے کہ تو نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں (ایلی ایلی اوس کا ہی ترجمہ ہے نازل) اور جب کہ تو نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا انی مهين من اراد اهانتك اور جب سے کہ تو نے دلجوئی اور نوازش کی راہ سے مجھے کہا کہ انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق تو اسی دم سے میرے قالب میں جان آ گئی تیری دلآرام باتیں میرے زخموں کی مرہم ہیں تیرے محبت آمیز کلمات میرے غم رسیدہ دل کے مفرح ہیں میں غموں میں ڈوبا ہوا تھا تو نے مجھے بشارتیں دیں میں مصیبت زدہ تھا تو نے مجھے پوچھا پیارے! میرے لئے یہ خوشی کافی ہے کہ تو میرے لئے اور میں تیرے لئے ہوں تیرے حملے دشمنوں کی صفیں توڑیں گے اور تیرے تمام وعدے پورے ہونگے اور تو اپنے بندہ کا آمرزگار ہوگا۔"

اس التجا کا اثر اور اس کا نتیجہ } مندرجہ بالا التجا کو سامنے رکھ کر ہر شخص کا دل بول اُٹھے گا کہ یہ سوز و گداز سے بھری ہوئی التجا ایلی ایلی لما سبقتانی کے مضمون کو ہی اپنے اندر لئے ہوئے ہے جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کی پُرسوز التجا کے بعد جو آنحضور صلعم نے طائف کے باغ میں کی تھی الا ان نصر اللہ قریب کے وعدہ نے عملی صورت اختیار کر لی تھی یعنی جلد ہی مدینہ میں اسلام کے پھیلنے کے سامان پیدا ہو گئے تھے اسی طرح آنحضور صلعم کے غُلام کی التجا کے بعد بھی "ایلی اوس" کے وعدہ نے اپنا رنگ دکھلایا اور خدا نے اپنے ساتھی ہونے کا ثبوت دینا شروع کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ لوگوں کے دلوں سے علماء کے فتاوے کا اثر آہستہ آہستہ زائل کرنا شروع کر دیا۔ اور ان کے بائیکاٹ کی دھمکیوں اور دیگر قسم کی ایذا رسانیوں کا رُعب بھی دلوں سے ہٹا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کی تمام کوششوں کے باوجود کہ لوگ حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف رُخ نہ کریں لوگوں کی توجہ حضرت اقدسؑ کی طرف ہونی شروع ہو گئی اور بیعت کنندگان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہونے لگا لگ پڑا۔

مخالفین کے لئے لمحۂ فکریہ } مخالفت کرنے والے دوست خدا را غور کریں کہ کیا یہ حضورؑ کی صداقت پر عظیم الشان نشان نہیں کہ ادھر یہ شخص خدا سے دعا کرتا ہے کہ اگر میں نے ہلاکت کی راہ اختیار کی ہے تو تو مجھے بچا اور مجھ سے وہ کام لے جس میں تیری رضا مندی ہو اور ساتھ ہی وہ اپنی دُعا میں کہتا ہے کہ تو نے مجھے کامیابی کی اور دشمنوں کی ناکامی کی بشارتیں بھی دی ہیں اگر وہ اپنے اس قول میں نعوذ باللہ جھوٹا تھا تو خدا را غور کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے قول کو سچا ثابت کرنے کے سامان پیدا کر کے اس کو کامیاب بناتا یا اس کو ناکامی کے گڑھے میں پھینک کر اس کے دشمنوں کو خوش کرتا۔ سوچو کہ واقعات کیا بتلاتے ہیں کیا واقعات یہ نہیں بتلا رہے کہ خدا نے اپنی تائید نازل کر کے یعنی لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر کے اس کے قول کو سچا ثابت کر دیا اور اس کے سر پر کامیابی کا تاج رکھا اور اس کی دُعا کے مطابق دشمنوں کو خوش کرنے کی بجائے ان کی صف کو لپیٹ دیا۔ اور ان کی تمام کوششوں کو ناکامی اور نامرادی اپنے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت بہم پہنچاتے اگر الہام کے الفاظ جیسا کہ برق صاحب کہتے ہیں مہمل تھے تو وہ یقیناً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے بلکہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحبؑ کے اپنے بنائے ہوئے ہوں گے تو برق صاحب بتلائیں کہ مرزا صاحبؑ میں یہ طاقت کہاں سے آئی کہ وہ اپنے طاقتور اور با رسوخ دشمنوں کے مقابلہ میں الہام کے الفاظ کے مطابق لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو جائیں اور ان طاقتور اور با رسوخ دشمنوں کو ناکامی کے گڑھے میں دھکیل دیں حالانکہ مرزا صاحبؑ کے مقابل ان کا اثر عوام کے دلوں پر بہت زیادہ تھا کیونکہ وہ اپنے علماء کو دین کا ستون اور اس کا حقیقی محافظ یقین کرتے تھے اور یہ بھی ان کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہوا تھا کہ علماء کے فتویٰ پر عمل نہ کرنا ان کو جہنم میں لے جائے گا۔ ایسی صورت میں حضرت مرزا صاحب کی کامیابی اور علماء کی ناکامی معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اس شان کا معجزہ دکھلانا کیا حضرت مرزا صاحب کی طاقت سے بالکل باہر نہ تھا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ الہام مہمل ہرگز نہیں تھا بلکہ خدا نے ہی اس کو حضرت مرزا صاحبؑ پر نازل کیا تھا اور اسی نے اس کو پُورا کر کے دکھلا دیا۔ دیگر مواقع انشاء اللہ بعد میں پیش کئے جائیں گے"

ان اقتباسات سے کتاب کی اہمیت واضح ہے کتاب کی ضخامت ۴۰۰ صفحات ہے قیمت چار روپے۔

موجودہ مخالفت اور شکوک و شبہات کی فضاء کے پیش نظر احباب کرام کو یہ کتاب منگوا کر خود مطالعہ کرنا چاہیئے اور دوسروں کو مطالعہ کے لئے دینا نہایت مفید ثابت ہوگا چنانچہ اسی کتاب کے مطالعہ سے ایک فہمیدہ صاحب جماعت میں داخل ہوئے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالك۔ بعض اصحاب نے کتاب کے مطالعہ کے بعد ہم سے یہ کہا ہے کہ حضرت شیخ صاحب اس کا دوسرا حصہ جلد شائع فرما دیں۔

(ا-ب)

تعزیتی قرارداد

گذشتہ جمعہ جماعت احمدیہ لائل پور کا ایک اجلاس زیر صدارت محترم میاں مسعود احمد صاحب نائب صدر مقامی منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل تعزیتی قرارداد منظور کی گئی:

جماعت احمدیہ لائل پور کا یہ اجلاس محترم خان بہادر غلام ربانی خان صاحب مانسہرہ کی ہمشیرہ محترمہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے افسوس و غم کا اظہار اور مرحومہ کے بلندی درجات کے لئے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگ بھائی اور اسلام کے مبلغ محترم خان بہادر غلام ربانی اور مرحومہ کے جملہ لواحقین اور بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحومہ کی وفات سے نیک خو اور پاک سیرت خواتین کی کمی محسوس ہونے لگی ہے۔ کیونکہ مرحومہ سلسلہ کی پرانی خادمہ تھیں اور دوسری عورتوں کے لئے نیک نمونہ بھی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔

اس سے قبل بعد از نماز جمعہ مرحومہ کی غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھی گئی۔

ملک نذر حسین سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

جن احباب کے ذمہ پیغام صلح کا سالانہ چندہ بقایا ہے، وہ مہربانی فرما کر جلد ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

پانچ وقت نمازوں میں سُورہ فاتحہ پڑھنے کا یہ مقصد ہے کہ مُسلمان خُدا تعالےٰ کی اُن صفات سے متصف ہونا سیکھے جو اس سُورۃ میں بیان کی گئی ہیں

خُطبہ جمعہ۔ مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۹۴۳ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کی صفات ربوبیت اور رحمانیت و رحیمیت کو بیان کرتی ہے حضور نبی کریم صلعم نے روزانہ نمازوں میں پانچ وقت اس سورۃ کو پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی بصیرت کا عکس ہے کہ اس سورت کو ہر نماز میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مقصد ہے وہ یہ ہے کہ پانچ وقت مسجد میں حاضر ہو کر اللہ تعالےٰ کی ان صفات کو جو اس سورت میں بیان ہوئی ہیں اپنے دل و دماغ میں جگہ دی جائے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ، یعنی اپنے تئیں خدا کے اخلاق سے مزین کرو۔ اس سورۃ کو بار بار دوہرانے کا ایک مقصد یہ ہے کہ مسلمان خدا تعالےٰ کی ان صفات سے متصف ہونا سیکھے۔

آپ نے راجاؤں اور وائسرائے وغیرہ کے دربار دیکھے ہوں گے۔ جن لوگوں کو ان میں حاضری کا موقعہ ملتا ہے وہ موقعہ کی مناسبت سے اور ان درباروں کے مقرر کردہ لباس پہن کر ان میں شامل ہوتے تھے ہماری پانچ وقت کی نمازوں میں بھی سکھایا گیا ہے کہ ان صفاتِ الٰہیہ کا رنگ اپنے دل و دماغ پر چڑھا لیا جاوے، گویا یہ ہمارا لباس ہے جس کو اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے، یہ مقام حاصل ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی اور مقام نہیں ہے۔

ان اسلامی عقائد کے مقابلہ میں حضرت عیسٰے کی قوم کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ پھانسی پا کر نسلِ انسانی کے چھٹکارا کا موجب ہو گئے، دوسری طرف ہماری ہمسایہ قوم ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو نجات حاصل کرنے کے لئے کروڑہا جونوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ بغیر اس کے اس کا چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ دونوں قوموں کو صرف گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرنے سے غرض ہے۔ حالانکہ نہ کسی کے صلیب پر لٹکنے سے دوسروں کے گناہ مٹ سکتے ہیں اور نہ مختلف جونوں میں سے گذرنے سے کوئی فائدہ نظر آتا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا خدا نے اپنی فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے یہ چھٹکارا پانے کی بات نہیں بلکہ اس میں ان خدائی صفات اور اخلاق حسنہ کو اختیار کرنے کی تلقین ہے جو انسانی فطرت میں ودیعت کئے گئے ہیں، اس فطرت کو ترقی دینے کے لئے قرآن کریم نازل ہوا ہے کس قدر خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ انسان کو اللہ تعالےٰ نے اپنی صفات کے مطابق فطرت عطا کی اور پھر اس کو غلط رستوں سے بچانے کے لئے اور صحیح راہ پر چلانے کے لئے قرآن جیسی عظیم نعمت عطا کی۔

قرآن کریم کے اس پہلے نقطہ پر غور کریں الحمد للہ رب العالمین، تمام محامد اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والا ہے، اللہ کون ہے؟ اللہ کے معنے ہیں مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ۔ جس قدر اعلےٰ درجہ کی صفات ہو سکتی ہیں وہ اس کی ذات کے اندر جمع ہیں، تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی ان صفات سے حصہ لو، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ قل الحمد للہ رب العالمین۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات کو سامنے رکھتے ہوئے انسان کی فطرت بول اٹھتی ہے ان الفاظ میں کہ الحمد للہ رب العالمین۔

اس میں اللہ تعالےٰ کی وسیع پیدائش اور لامتناہی احسانات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لکھا ہے کہ سمندر زمین سے تین گنا بڑا ہے۔ اسی لحاظ سے سمندروں کی آبادی بھی زمین کی آبادی سے بہت بڑی ہے، اور ان سب کی پرورش کے سامان بھی اللہ تعالےٰ نے لا انتہاء پیدا کئے ہیں۔ اس قدر احسانات اللہ تعالےٰ نے مخلوق پر کئے ہیں جن کی انتہاء نہیں، ان احسانات کے پیش نظر فرمایا الحمد للہ رب العالمین۔ عَلَم کے معنے ہیں نشان۔ جھنڈا۔ اس دنیا کی ہر چیز خدا تعالےٰ کا نشان ہے، اس کی تربیت اور پرورش کے لئے کس قدر سامان جمع کئے گئے وان من شئی الا عندنا خزائنہ کوئی چیز بتاؤ جو اللہ تعالےٰ کی پرورش سے باہر ہو اور اس کے خزانوں سے اس کو حصہ نہ ملتا ہو، رب العالمین کے لفظ میں تمام کائنات جمع ہے۔ حیوان، انسان پرندے، درندے، درخت پودے سب عالمین میں شامل ہیں، یہ کس قدر کمال ہے کہ ایک جملہ کے اندر تمام کی تمام کائنات کا ذکر کر دیا۔ قرآن کریم کے ان کمالات کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اسی لئے فرمایا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علےٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ کیا کوئی انسان اس ایک جملہ الحمد للہ رب العالمین، کی طرح بنا سکتا ہے؟ کیا کسی انسان کے دل اور دماغ میں یہ بات آ سکتی ہے کہ کوئی ایسا جملہ بن سکتا ہے جس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔ اس کے رب العالمین ہونے کا ذکر ہو، اور اس کی تمام محامد اسی ایک جملہ میں آجائیں، کیا کمال ہے اس کتاب کا جس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔

غرض اس سورۃ کو ہر نماز کی ہر رکعت میں دوہرانے کا حکم ہے، اور الحمد للہ رب العالمین کا جملہ تمام صفاتِ الٰہیہ پر مشتمل ہے۔ جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ تعالےٰ کی صفات کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لو جس طرح وہ رب العالمین ہے، تم بھی اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کرو، مصیبت زدہ اور ضرورت مند انسانوں پر اپنا مال خرچ کرو، کسی انسان کی مصیبت کو دور کرنے پر اپنا مال خرچ کرو، کسی انسان کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے اس پر خرچ نہ کرنا اور دن رات الحمد للہ رب العالمین پڑھتے رہنا اس کا کوئی فائدہ نہیں، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بادشاہ ہیں، آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ سخاوت کرنے میں ہوا سے بھی زیادہ تیز تھے، لیکن

خود اپنا یہ حال تھا، کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند وفاتہ درہما ولادینارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی درہم یا دینار نہ چھوڑا۔ پھر اس ملک کی ایک اور دولت کا ذکر کیا ولاعبدا ولاامۃ کوئی غلام یا لونڈی بھی آپ نے نہ چھوڑی ولاشاۃ ولابعیرا۔ کوئی بھیڑ بکری بھی آپ نے نہ چھوڑی، کس قدر ایثار اور خدا ترسی ہے جس کی کوئی نظیر نظر نہیں آتی۔ یہ وہ بادشاہ ہے جس کے ایک اشارہ پر لوگ جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں اور جس کے قدموں پر دولت کے انبار لگ جاتے تھے، لیکن آپ تمام مال تقسیم کر کے دامن جھاڑ کر اُٹھ جاتے تھے۔ حضور صلعم نے وفات کے موقعہ پر کوئی ایسی وصیت بھی نہ کی کہ میری خلافت پر میرے نواسوں کا حق ہے، نہ اپنی بیٹی کے لئے کچھ چھوڑا، اپنے زورِ بازو سے سلطنت حاصل کرتے ہیں لیکن اپنے لئے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے کچھ نہیں رکھتے وفات کے بعد تمام لوگوں نے بیک زبان کہا کہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق ہے کسی نے ان کے والد کو جا کر کہا کہ تمہارے بیٹے کو محمد رسول اللہ صلعم کا خلیفہ بنایا گیا ہے وہ حیران رہ گیا اور پوچھا بنو ہاشم لوگوں نے کہا بایعوہ انہوں نے بھی اس کی بیعت کر لی، اور قریش؟ قریش کہاں گئے جواب ملا بایعوہ۔ یہ سننا تھا کہ اس پر وجد طاری ہو گیا اور اس کے منہ سے نکلا الاسلام حق، اسلام برحق ہے۔

الحمد للہ رب العالمین دن میں پانچ وقت نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالےٰ کی جن صفات کا اس جملہ میں ذکر ہے، حکم ہے کہ ان صفات کو اپنے اندر لو، تخلقوا باخلاق اللہ ہم جو پانچ وقت اس جملہ کو بار بار دوہراتے ہیں، ہمیں اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیئے کہ کہاں تک ان اخلاق کو اپنے اندر لیا ہے، اگر کوئی حصہ ان اخلاق کا ہمارے اندر نہیں آیا تو فکر کریں، منہ سے الحمد للہ رب العالمین کہنا اور گھر میں بیوی کے ساتھ ایسا سلوک کرتا جو اس کے لئے دکھ کا موجب ہو کیا نماز کا یہی اثر ہونا چاہیئے؟ دوسری یہ بات ہے کہ نماز انکساری سکھاتی ہے اس میں ناک زمین پر رگڑ کر اپنی عبودیت

تجمت دیا جاتا ہے۔ لیکن طبائع پر اگر نہ بیت کا اثر ہے نہ عبودیت کا، تو اپنے کو ضائع کر لیا۔

ربّ العالمین کے لفظ میں اری کائنات پر لا انتہا احسانات کا ذکر ہے، لیکن اس کے بعد الرحمٰن فرمایا فسیروں میں لکھا ہے، رحمٰن وہ ہے جو بلا کسی معاوضہ یا انسان کی طرف سے غیر کسی عمل کے احسان کرے، برخلاف اس کے۔ رحمٰن کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ کوئی اس کا احسان مانے اس سے کچھ طلب کرے، برخلاف اس کے کوئی اس کو گالی دے، بُرا بھلا کہے، اس کے احسان کو نہ مانے، پھر بھی اس کے احسان میں کمی نہیں آتی، کوئی خدا کو مانے یا نہ مانے، اس کی پرستش کرے یا نہ کرے اس کی رحمانیت میں فرق نہیں آتا۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ بھی اس کا ایسا ہی سلوک ہے جیسا مسلمانوں کے ساتھ، اس کے معنے یہ ہیں کہ مسلمان کا کلیجہ اتنا چوڑا ہونا چاہیئے کہ سب کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے۔ ہندو اور عیسائی سب ہمارے بھائی ہیں، ان کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد فرمایا الرّحیم

جو کوئی جس قسم کا عمل کرے گا ویسا ہی اس کو پھل ملے گا، ایک سکھ اگر کھیتی باڑی میں محنت کرے تو اس کی پیداوار اچھی ہوگی لیکن مسلمان اگر رات دن نفل پڑھتا رہے اور روزی کمانے کا بندوبست نہ کرے تو وہ محروم رہ جائے گا، ایک بیج زمین میں بویا جائے تو اس سے ستر دانے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا پودا لگایا جائے تو اس سے درخت بن جاتا ہے، یہ ہے اللہ تعالےٰ کی رحیمیّت، یہ کیا خوبصورت تعلیم ہے، اللہ تعالےٰ تمام کائنات کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ انسانوں کو بھی ایک دوسرے کی پرورش میں حصہ لینا چاہیئے اللہ تعالےٰ رحمٰن ہے، بغیر کسی عمل کے احسان کرتا ہے، ہم کو بھی باہم بلا معاوضہ احسان کرنا چاہیئے۔ وہ الرّحیم ہے جو ایک دانہ کو ستر دانے بنا دیتا ہے یعنے ہر نیک عمل کا کئی گنا معاوضہ عطا کرتا ہے اور بڑھ چڑھ کر دیتا ہے۔ ہمیں بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد فرمایا: مالک

یوم الدین۔ اتنی لمبی چوڑی صفات اور احسانات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی بدی اور جرم کرے گا تو اس کی سزا بھی اسے ملے گی، دنیا میں وہ بھی ہیں جو دوسروں کو قتل کر کے پھانسی پر لٹکائے جاتے ہیں، وہ بھی ہیں جو چوری کی سزا میں جیل میں بھیجے جاتے ہیں، وہ بھی ہیں جنہیں زنا کے بدلے آتشک ہو جاتی ہے، دولت مند غریب کی نسبت زیادہ خوراک کھاتے ہیں تاکہ ان کی صحت بڑھے اور عمر زیادہ ہو، لیکن زیادہ کھانا ہی ان کی عمر کو کم کر دیتا ہے اور وہ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، کوئی شخص کام نہ کرے تو سزا پائے گا۔ مالک یوم الدین چاہتا ہے کہ انسان اپنی قوت بازو سے کام لے۔ ایک ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل یا قوم کے سردار کا فرض ہے کہ اپنے شاگردوں یا ماتحتوں کو ان کے غلط رویہ کی سزا دے۔ ہر رنگ میں ڈسپلن قائم کرنا ضروری ہے۔ جس قوم کے اندر ڈسپلن کا مادہ ہو وہ ضرور کامیاب ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلعم کے وجود میں اعلےٰ درجہ کا ڈسپلن کا مادہ تھا اس لئے آپؐ اور آپؐ کی قوم کامیاب ہوگئی،

مالک یوم الدین کی صفت اس بات کی متقاضی ہے کہ جرائم کی سزا دی جائے، اس بارہ میں اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہونے کے باوجود کسی کو نہیں بخشتا، بعض وقت قوموں کے جرائم اس حد تک بڑھ جاتے ہیں، کہ اللہ تعالےٰ زلزلوں اور دوسری آفات کے ذریعہ ان کا نام و نشان مٹا دیتا ہے، جن لوگوں نے یورپ کی سیر کی ہے انہیں معلوم ہے کہ اٹلی کے شہر پومپی آئی کو ویسوویس پہاڑ کی آتش فشانی نے جلا کر راکھ کر دیا تھا، پہاڑ کے اندر سے آگ کا لاوا اس قدر زبردست نکلا کہ اس نے سارے شہر کو جلا کر راکھ بنا دیا، یہ اس وجہ سے کہ وہ شہر دن رات خدا کی نافرمانی میں غرق رہتا تھا، اب اس کی یہ حالت ہے کہ آج بھی اس کو دیکھنے سے انسان کانپ اٹھتا ہے۔ یہی اللہ تعالےٰ کا دستور ہے کہ اس نے جب چاہا نافرمان قوموں پر عذاب نازل کر کے اپنی ذات کو منوایا اس لئے توبہ کرو، اور پاکیزگی کی زندگی اختیار کرو اور

اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر خدائی صفات اپنے اندر لو۔

خطبہ ثانی

کہا جاتا ہے کہ خواب یا الہام انسان کی استعداد اور قلبی کیفیت کے مطابق نازل ہوتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اُمی انسان ہے، اس کی قلبی کیفیت اور استعداد کو دیکھو کہ قرآن جیسا عظیم الشّان کلام الٰہی اس کے قلب پر نازل ہوتا ہے جس میں انسان کو صفات الٰہیہ سے متصف ہونے کی ہدایت کی گئی ہے۔ حضور صلعم خود ان صفات سے متصف تھے اور دوسروں کو بھی حکم دیا تخلقوا باخلاق اللہ آیئے اس عظیم الشّان انسان پر سات مرتبہ درود شریف بھیجیں، اللھم صلّ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و بارک وسلم علیہ (سات مرتبہ تمام جماعت کے ساتھ پڑھا گیا)

جماعت احمدیہ ربوہ کی ایک جسارت

(بسلسلہ صفحہ ۲)

تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں"
(ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵)

—— جہاں تک سورۃ الصف میں بیان کردہ بشارت عیسےٰ کا ذکر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود فرمایا:-

"انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ اخی عیسیٰ"

کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا کا نتیجہ ہوں اور اپنے بھائی عیسےٰ علیہ السلام کی بشارت کے مطابق آیا ہوں۔"

ڈیڑھ ہزار سال کے عرصہ میں تمام آئمہ کرام، اولیائے اُمت اس بشارت کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے رہے اور اس زمانہ میں مجدد اعظم حضرت امام الزمان نے بطور حکم و عدل یہ فیصلہ دیا کہ "ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" سے مراد ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے کی بناء پر اور حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کے برعکس عقیدہ پر جماعت ربوہ کی گذشتہ نصف صدی سے مٹی خراب ہو رہی ہے مگر قربان جائیں جماعت ربوہ کی ناپاک جسارت کے کہ اب پھر انہوں نے ایک نیا عقیدہ نبوت کی بھٹی میں سے ڈھالا ہے کہ جن انبیاء کا قرآن کریم میں ذکر ہے ان میں حضرت مرزا صاحب بھی شامل ہیں۔؟ کاش ربوہ کے موجودہ خلیفہ دینی مذاق رکھتے اور اس کا نوٹس لے سکتے!

—— بالآخر جماعت ربوہ کے اہل دانش احباب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ خدارا اس قسم کی نامسعود حرکات کا نوٹس لیں اور جماعت کے علماء کو اس قسم کی گمراہ کن اور ناپسندیدہ جسارتوں سے باز رکھیں جو نہ صرف یہ کہ حضرت صاحب کے عقائد اسلامی کے منافی ہیں بلکہ قرآن کریم کے بارے میں ایک مذموم اور قبیح عقیدہ کو جنم دیتا ہے جس کا نام و نشان کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ ؎

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

ضرورت ہے

انجمن کی بستی دارالسلام کے لئے فوری طور پر ایک چوکیدار کی ضرورت ہے جو ملٹری سے ریٹائرڈ ہو۔ جماعت سے منسلک دوست کو ترجیح دی جائے گی، تنخواہ معقول دی جائے گی۔ تمام درخواستیں بنام ناظم دارالسلام - 5 - عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کے نام ایک ہفتہ کے اندر آنی چاہئیں۔

فضل حق ناظم دارالسلام

پلاٹ باقی ہیں

دارالسلام میں چند ایک پلاٹ برائے الاٹمنٹ باقی ہیں جو ایک کنال - ۱۰ مرلہ اور ۶ مرلہ کے ہیں۔ احباب ان کے لئے اب بھی درخواستیں دے سکتے ہیں۔ تمام درخواستیں ناظم دارالسلام کے نام ارسال ہوں اور رقم محاسب انجمن کے نام نقد یا بذریعہ کراسڈ ڈرافٹ ارسال کی جائے۔ فضل حق

پیغام صلح کے میلاد النبی نمبر پہ مختصر سا تبصرہ

رشحاتِ قلم چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب

پیغام صلح کا میلاد النبی نمبر مؤرخہ ۲۱/۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ ـ مطابق ۲۵راپریل و ۲رمئی ۱۹۷۳ء اس وقت ہمارے سامنے ہے ـ اس کے ٹائیٹل پیج اس پیج پر حضور نبی کریم صلعم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا ہے ـ وہ اپنی قسم کا ایک نرالا انداز ہے ـ عام ادیبوں ـ مقالہ نگاروں اور مضمون نویسوں نے جو حدود اور قیود اپنے پر عائد کر رکھی ہیں ـ یہ عقیدت مندان کا پابند نہیں اس کی نگاہ رُوح پر ہے ـ قلب کی گہرائی پر ہے اور انسانی فطرت کی وسعت پذیری اور اثر گیری کے تقاضوں پر ہے ـ وہ تقاضے صاف ستھرے ـ سادہ اور لطیف الفاظ سے خود بخود پورے ہوتے چلے جاتے ہیں ـ لفاظی اور صناعی کی یہاں ضرورت نہیں ـ آپ کے میلاد النبی نمبر کا یہ ایک ایسا انداز ہے جسے ہم دوسرے جرائد اور صحائف میں نہیں دیکھ سکتے ـ یہ چار صفحات حقیقتاً نہ صرف نبی کریمؐ کے عالی مقام کی انتہاء بیان کرتے ہیں بلکہ خود مجددِ زمانؑ کی شخصیت کی یکتائی بھی اس میں جھلکتی نظر آتی ہے ـ میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے میلاد النبی کے نمبر کو ان چار صفحات سے زینت بخشی ہے ـ آپ کی نظرِ انتخاب قابلِ داد ہے ـ

مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا مضمون

اس نمبر کے صفحہ ۵ پر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نہایت شاندار مضمون بعنوان "مصلحین عالم میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز کرنے والے امور" ـ درج ہے ـ یہ مضمون حقیقت میں ایسا ہے کہ گویا حضرت مولانا نے رسول کریمؐ کی عظیم الشان شخصیت کے بحرِ بے پایاں میں غوطہ زن ہو کر نہایت قیمتی لعل و جواہر نکال کر کنارے پر پھینک دیئے ـ ہیں اور وہ تعداد میں اتنے کثیر اور خاصیت میں اتنے بے بہا اور بے عدیل ہیں کہ وہ لکھی گئی ہیں ـ انوار و ابصار بھی ـ حقیقت کی جھلکیاں بھی ہیں اور واقع نگاری کی مستند صداقتیں بھی ـ عام طور پر ہمارے سیرت نگار، غلو اور مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں مگر حضرت مولانا نے حقیقت پسندی اور تحقیقات پر مبنی حق و صداقت کی روشنی میں وہ کچھ لکھ دیا ہے کہ اسے کوزے میں دریا بند کر دینے کا اعجاز کہنا صحیح ہوگا ـ آپ نے حضرت مولانا کی کتاب سیرت خیر البشر سے اتنا خوبصورت دل آویز اور جامع اقتباس نظرِ قارئین کر دیا ہے کہ اس پر میں آپ کو مبارکباد پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں ـ اس مضمون پر کوئی مزید حاشیہ آرائی نہیں کر سکتا ـ جو کوئی اس کو پڑھے گا وہ اعتراف کرے گا کہ ضرور حضرت مولانا کا تحفۂ عقیدت ایسی شان کا حامل ہے کہ اس دور میں اس کا کوئی ثانی نہیں ـ

خواجہ صاحب کا مضمون

اس نمبر کے صفحہ ۱۳ پر "آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت" کے عنوان سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کا مضمون درج ہے ـ اس عاشقِ رسولؐ نے بھی حضور کی شخصیت کو ایسے پیرائے میں بیان کیا ہے جو اسی کا حصہ ہے اور وہی اسے رقم کر سکتا تھا ـ حضورؐ کی شخصیت کی جن خصوصیات نے حضرت خواجہ صاحب کے قلب کو مسحور کیا ہے ـ خواجہ صاحب نے ایسے ہی مسحور کن پیرایہ میں اپنے مافی الضمیر کو بیان کیا ہے ـ محبوب موصوف کی شخصیت بھی سحر انگیز ہے اور اس کا مرقع تیار کرنے والا بھی سحر انگیز ہے ـ خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ بے بسی اور بے کسی کے عالم میں جبکہ چاروں طرف دشمن کا ہجوم تھا اور حضور اس وقت ایک گونہ ان کے نرغہ میں تھے کہ حضور نے کمال بے باک جرأت اور شجاعت سے علی رؤس الاشہاد انکے عقائد باطلہ [illegible] شعلے کئی سالوں تک اُٹھتے رہے اور بالآخر میدانِ کارزار میں مردانِ حق نے ان کا فیصلہ کر دیا ـ خواجہ صاحب کو حضور کا یہ انداز ایسا پیارا معلوم ہوا کہ وہ اس وجہ سے بھی آپ پر فریفتہ ہو گئے ـ حضورؐ سے خواجہ صاحب نے مداہنت سے نفرت کا سبق سیکھا اور آگے اور لوگوں کو بھی سبق سکھلایا ـ خواجہ صاحبؒ یہ مضمون بھی آپ کے حسنِ انتخاب کا نتیجہ ہے ـ خواجہ صاحب کا مضمون بھی حضرت مولانا کے مضمون ہی کا تسلسل ہے اور دونوں ایک ہی کیٹیگری میں آتے ہیں ـ میں قارئین سے استدعا کرتا ہوں کہ ان ہر دو مضامین کو مکرر سہ کرر پڑھیں اور ہمیشہ کے لئے انہیں دل و دماغ میں محفوظ کر لیں ـ

مولانا صدرالدین صاحب کا مضمون

اسی خاص نمبر کے صفحہ ۸ پر حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے خیالات درج ہیں ـ ان کی طرزِ تحریر کا یہ خاصہ ہے کہ وہ نہایت سادہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے بڑے حقائق بیان کر جاتے ہیں ـ ان کے خیالات کو پڑھ کر مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوئی گویا کہ میں ایک شہد کی مکھی ہوں جو ایک گلزار میں داخل ہو کر مختلف پودوں کے پھولوں سے مٹھاس چوس رہی ہو ـ جس سے نہایت عمدہ اور لذیذ شہد تیار کیا جا سکتا ہے ـ حضرت مولانا کا مضمون بھی ان ہر دو مضامین کا ہی ایک ضمیمہ ہے اور ان ہی میں داخل ہے ـ

شیخ عبدالرحمن مصری صاحب کا مضمون

مجھے معاف فرمایا جائے اگر میں قارئین کی توجہ اس خاص نمبر کے صفحہ ۹ کی جانب مبذول کر دوں ـ صفحہ ۹ پر "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" کے عنوان سے ایک مضمون مولانا شیخ عبدالرحمن مصری صاحب کے قلم کا ایک ایسا شاہکار ہے، کہ وہ نہ تو کسی کی تقلید میں لکھا گیا ہے اور نہ ہی وہ کسی بیرونی انتساب کا مرتکب دیا جا سکتا ہے ـ حضورؐ کے متعلق فرمایا تھا ـ کان خلقہ القرآن کہ آپؐ کا خلق سراسر قرآن ہے ـ اسی پاک فقرہ سے اثر پذیر ہو کر مصری صاحب نے یہ مضمون رقم فرمایا ہے اور میں مجبور ہو گیا ہوں کہ انہیں بھی مذکورہ بالا ہراول دستے کے باقیات میں سے سمجھ کر ان کے شانہ بشانہ کھڑا کر دوں ـ

باقی مضامین

باقی چند اور مضامین ہیں ـ اگر آپ اور دیگر قارئین خوشامد پر محمول نہ کریں تو میں مقالۂ افتتاحیہ کو دوسری صف کے مقالہ نگاروں کے مضامین میں چوٹی کا مضمون قرار دوں گا ـ آپ نے نہایت محنت اور کاوش ـ اخلاص اور تدبر ـ تفکر اور تعقل سے کام لے کر مختصر پیرائے میں ایسا مدلل اور خیال افروز اور دلوں کو مؤثر اور مسخر کرنے والا مضمون لکھا ہے کہ زمانہ حاضرہ کے بہترین جرائد کے اداریئے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے ـ آپ کو پھر مبارکباد پیش کرتا ہوں ـ

صفحہ ۱۱ پر محترم نصیر احمد فاروقی صاحب کا مضمون بعنوان "آنحضرت صلعم کی صداقت پر بے نظیر شہادت" درج ہے اس میں در حقیقت قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر لکھی گئی اور وہ آیت یہ ہے فقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلون ـ یہاں پر فاروقی صاحب موضوع کی گہرائی میں اتنے عمیق چلے گئے ہیں، جہاں عام لوگوں کی رسائی نہیں ـ اور پھر ایسے پاکیزہ جواہر لے کر نکلے ہیں کہ ان کی

آب وتاب سے تیرہ آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ نبوت سے قبل حضورؐ کی زندگی ایسی تابناک ہے کہ اس نے تمام ماحول کو اس طرح متاثر کر رکھا تھا کہ لوگ انہیں امین اور صادق کہتے کہتے نہ تھکتے تھے۔ ایک دن ان کے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے جب تجارت کے سلسلے میں ملک شام سے مکہ شریف مراجعت کی اور ابھی شہر کے مضافات میں ہی پہنچے تھے تو کسی نے بتایا کہ آپ کے دوست نے نبوت کا دعوےٰ کر دیا ہے۔ اس رفیق نبوت نے اسی وقت اعلان کر دیا کہ اگر معاملہ ایسا ہے تو میں اسی وقت اس کی نبوت پر ایمان لاتا ہوں۔ میرا دوست کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا اور کبھی افتراء نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حضورؐ کی بیوی نے بھی حضورؐ کی فوری طور پر تصدیق کی حالانکہ پندرہ سال بڑی تھیں اور دنیا کی گرم سرد چشیدہ تھیں۔ آپؐ کے دعوےٰ کو سنتے ہی بلا چون و چرا حضورؐ پر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ حضورؐ کی سابقہ زندگی شیشے کی طرح اس نیک خاتون پر عیاں تھی۔ فاروقی صاحب کے مضمون میں ان کے والد ماجد حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ کے علم و فضیلت کی صاف چمک نظر آتی ہے۔ فاروقی صاحب نے اپنی جوانی کا بہترین حصہ گورنمنٹ سروس میں گذارا ہے مگر انہوں نے قرآن کریم سے اپنے تعلق کو کبھی نہ چھوڑا اور درس و تدریس کو ہمیشہ جاری رکھا۔ پیغام صلح کی محفل میں تو وہ نو وارد ہیں امید ہے انشاء اللہ اس لیٹ ہونے کو بہت جلد پورا کر دیں گے اور پیغام صلح کے ہر ایڈیشن میں ہم ان کو چمکتے ہوئے ضرور دیکھیں گے۔ **میں تمام C.S.P دنیا کو ان کے اس اہم چولی سے لکھے ہوئے مضمون پر مبارک باد دیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ فی الواقعہ C.S.P** کے ممتاز اراکین اس قابل ہیں کہ وہ جس میدان میں محنت سے کام کریں گے یقیناً سرخرو ہو کر نکلیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ فاروقی صاحب ایسے نوجوان کو (میری نظر میں وہ ابھی تک نوجوان ہی ہیں اور میں انہیں اپنے مرحوم فرزند ضیاءالحسن کا قائم مقام سمجھتا ہوں) کو عمر دراز عطا فرمائے۔

تاکہ وہ اسلام کی خدمت بیش از بیش سرانجام دیتے رہیں۔

غلام نبی مسلم کا مضمون

اسی نمبر کے صفحہ ۱۵ پر "نوید مسیحا" کے عنوان سے ہمارے دوست غلام نبی مسلم نے ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے، جسے لکھ کر انہوں نے ان غالیوں کا منہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے جنہوں نے نہایت گستاخی اور بے باکی اور افترا پردازی اور فتنہ انگیزی سے کام لے کر **اسمہٗ احمد** کی پیشگوئی کو حضرت نبی کریم صلعم کی بجائے حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے **یہ مضمون نہایت زور دار مدلل اور ناقابل تردید براہین سے پُر ہے** کہ اسے پڑھ کر غالیوں کو اپنے گستاخ اور ناپاک موقف سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔ اور اگر تھوڑی سی غیرت ہے تو شرم میں ڈوب کر اور قلب کو صاف کر کے اس غلطی کا ازالہ کر دینا چاہئے۔ غلام نبی مسلم نے ان کی اس بیت العنکبوت قسم کی سی عمارت کو ایسا منہدم کر دیا ہے کہ اس کی دوبارہ تعمیر نہ ہو سکے گی۔

راقم الحروف کا مضمون

صفحہ ۱۹ پر "روحانیت کے بلند ترین مقام پر انسان کامل کی رسائی" کے عنوان سے ایک مختصر سا مقالہ راقم الحروف کے قلم سے نکلا ہے جو پیغام صلح کے اس نمبر میں سب سے زیادہ مختصر ہے اس کے پہلے کالم کے نیچے سے آٹھویں سطر میں ایک غلطی ہے۔ اگر اس کی اصلاح کر دی جائے تو عبارت یوں ہو گی اور "قدرت نے اس کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک عجیب الخلقت یونیورسٹی قائم کر دی جس میں ایک ہی انسان طالب علم تھا" اگر یہ اصلاح ہو جائے تو اس مضمون کے متعلق مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ اے مدیر محترم **میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ آخری وقت خود میرے پاس تشریف لائے اور میلاد کی اس مقدس محفل میں مجھے شرکت** کی دعوت دی میرے لئے یہ عجیب

سعادت تھی جو آپ کی وساطت سے مجھے حاصل ہوئی یعنے جلدی میں چند الفاظ املا کروا لئے اور اب جو انہیں میں پڑھتا ہوں تو خود ان سے محظوظ ہو کر تحیر میں کھو جاتا ہوں کہ کس طرح مجھ ایسا نالائق اور بے علم انسان ان سطور کے لکھنے پر قادر ہو سکا۔ یہ کوئی **معمولی سعادت نہیں میں اس کو اپنی زندگی کی بہترین متاع سمجھتا ہوں** ۔ اس لئے آپ کا بے حد شکر گذار ہوں۔

آخر میں آپ کے ذوق لطیف کی بھی داد دیتا ہوں کہ **اس ایڈیشن کو ظاہری حسن و زیبائش سے بھی آپ نے خوب مزین فرمایا** ہے اور اپنے لئے ابھی سے جنت الفردوس میں جگہ الاٹ کرا لینے کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

درخواست دُعا

—— دہران سعودی عرب سے تنویر عالم صاحب نے لکھا ہے کہ ان کے چچا الحاج محبوب عالم صاحب کویت میں ایک حادثہ کی وجہ سے صاحب فراش ہیں، احباب جماعت، سے دردمندانہ درخواست ہے کہ محبوب عالم صاحب کی جلد صحت یابی کے لئے دعا فرمادیں۔

—— کئی اور احباب بیماریوں یا مختلف قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ ان سب کے لئے احباب درد دل سے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں بیماریوں سے شفا بخشے اور ان کی پریشانیوں کو دُور کر کے خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

ھفت روزہ پیغام صلح
خود مطالعہ کرنے کے بعد
اپنے دیگر احباب تک پہنچائیں

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امید ہے آپ ہر طرح بخیر و عافیت ہوں گے۔ ازراہ کرم مندرجہ ذیل سطور اپنے مؤقر جریدہ میں شائع فرماویں۔ اللہ تعالےٰ چاہے پڑھنے والوں کا ایمان ماموریت کی صداقت پر اور اللہ تعالےٰ کے وعدوں پر تازہ ہو جائے۔

آنحضرت اقدسؑ مرزا صاحب کا یہ الہام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پھر اسی طرح پورا ہوا ہے جیسا یہ مملکت پاکستان کے قیام پر ثابت ہوا تھا۔

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمینار
بلند تر محکم افتاد

بڑی طویل مدت اور بہت آرزوؤں کے بعد پاکستان کو خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ایک مستقل آئین مل گیا ہے۔ الحمد للہ! یہ آئین قومی اسمبلی میں بہت بھاری اکثریت اور اتفاق رائے سے منظور کیا گیا ہے۔ یہ امر پاکستان کی تاریخ میں ایک عظیم الشان یادگار رہے۔

اس الہام کے الفاظ "برمینار بلند تر" قابل غور ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ ہمیشہ مسلمانوں کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا اور وہ ترقی کے زینہ پر اوپر ہی اوپر چڑھتے چلے جائیں گے۔

ایک اور بات جو قابل غور ہے یہ ہے کہ پاکستان کو مستقل آئین اس وقت ملا ہے جب اس سرزمین کے مسلمانوں کے دل پر مایوسی کی خزاں چھائی ہوئی تھی جبکہ کائنات میں ہر برگ و بار پر بہار آئی ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام بھی ہمیشہ اپنی صداقت کی آب و تاب ظاہر کرتا رہے گا:

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی"

نیاز مند پروفیسر غلام محمد خادم۔ دارالسلام۔ گل گشت۔ ملتان

اسلام لاہور کی مجلس معتمدین کا اجلاس احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا، جس میں لاہور اور بیرونجات سے معزز ممبران کثیر تعداد میں شامل ہوئے اور کئی ایک اہم امور پر غور و بحث ہو کر متفقہ فیصلے کئے گئے، یہ مجلس صبح نو بجے سے شروع ہو کر آٹھ بجے رات تک جاری رہی۔

اعلان نکاح اور پانچہزار روپیہ عطیہ

—— یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ محترم محمد الرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی جیلر کی صاحبزادی راشدہ رحمان کا نکاح حاجی عزیز الرحمٰن صاحب ٹھیکیدار پشاور کے صاحبزادہ حمید الرحمٰن صاحب سے بعوض تیس ہزار روپیہ حق مہر محترم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے مسجد احمدیہ پشاور میں پڑھا خطبہ کافی علمی تھا اور سامعین اس سے بہت متاثر ہوئے۔

اسی سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حاجی عزیز الرحمٰن صاحب نے پانچہزار روپیہ کا چیک انگریزی ترجمۃ القرآن غیر ممالک کی لائبریریوں اور غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرنے کے لئے عنایت فرمایا فجزاہ اللہ احسن الجزاء یہ چیک محترم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے مجلس معتمدین کے اجلاس میں سیکرٹری صاحب انجمن کے حوالہ کیا۔

ایک اور تقریب نکاح و عطیہ

—— مؤرخہ ۱۹ر اپریل ۱۹۷۳ء بروز جمعرات عزیزہ ادیبہ رخسانہ دختر مکرم چوہدری سردار علی صاحب چک ۸۱ جنوبی سرگودھا کا نکاح ہمراہ عزیز ثناء اللہ خاں ولد چوہدری اللہ دتہ مرحوم بعوض حق مہر یکصد روپیہ مولوی محمد علی صاحب مبلغ انجمن نے پڑھا۔ خطبہ نکاح میں نکاح کی غرض و غایت اور میاں بیوی کے حقوق و فرائض اور ذمہ داریاں کو قرآن شریف اور احادیث

خوشی میں $\frac{25}{25}$ روپے انجمن کو بمد عطیہ اشاعت اسلام جانبین نے مرحمت فرمائے —— جزاھم اللہ تعالیٰ۔ بزرگانِ دین اور احباب جماعت دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے بابرکت اور پُر مسرت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

انتقال پُر ملال

—— ایبٹ آباد سے قاضی عبدالاحد لکھتے ہیں:—

ہمارے ایک نہایت مخلص بزرگ جناب شیخ عبدالحق صاحب ایبٹ آباد کی اہلیہ ایک طویل علالت کے بعد مؤرخہ ۲۸ر اپریل ۱۹۷۳ء کو وفات پاگئیں۔ احباب سلسلہ سے نماز جنازہ غائبانہ کے لئے درخواست ہے۔ اگر کوئی صاحب جناب شیخ عبدالحق صاحب کو تعزیت نامہ ارسال کریں تو پتہ مندرجہ ذیل ہے:—

جناب شیخ عبدالحق صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ مال روڈ دارالحق۔ ایبٹ آباد ضلع ہزارہ۔

عطیہ شادی

—— بدوملہی سے ماسٹر عبدالغنی صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر لکھتے ہیں کہ چوہدری محمد شفیع صاحب ملہی نے بدوملہی سے اپنے پسر چوہدری افتخار احمد صاحب کی شادی کی خوشی میں مبلغ یکصد روپیہ انجمن کو بطور عطیہ عنایت فرمایا ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

درخواست دعائے صحت

—— حاجی پورہ سیالکوٹ سے مرزا افضل احمد صاحب لکھتے ہیں:—

میری بیٹی کچھ عرصہ سے ذہنی بیماری میں مبتلا ہے اور ہر وقت بے چین رہتی ہے اسے نیند نہیں آتی ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج سے تنگ آکر جماعت کے بزرگوں سے اور حضرت امیر ایدہ اللہ اور ڈاکٹر سعید احمد صاحب سے دعا کی درخواست کہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں میری

اجمیری صاحب کی وفات

—— یہ افسوسناک خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم بھائی علی محمد صاحب اجمیری عارضہ قلب میں مبتلا ہو کر ۲ر مئی ۱۹۷۳ء کو وفات پاگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم جماعت راولپنڈی کے صدر تھے اور مرکزی انجمن کی مجلس معتمدین میں شرکت کے لئے ۲۸ر اپریل کو لاہور تشریف لائے، اسی روز انہیں دل کا دورہ پڑا، محترم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب نصف شب تک علاج کرتے رہے لیکن حالت مخدوش ہونے کی وجہ سے انہیں میو ہسپتال میں داخل کرنا پڑا۔ یہاں تین دن تک زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہ کر ۲ر مئی ۱۹۷۳ء کو وفات پاگئے، ہم اس حادثہ میں مرحوم کے بھائی مولوی فضل دین صاحب اور دیگر پسماندگان کے علاوہ جماعت راولپنڈی سے اظہار تعزیت کرتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور تمام لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، تمام احمدی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ تمام احمدی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

ولادت اور عطیہ

—— محترمہ شاہدہ لطیف (نیاتوال) کو اللہ تعالیٰ نے بچی عطا فرمائی ہے۔ اس خوشی میں محترمہ نے ایک طلائی انگوٹھی بطور عطیہ اشاعت اسلام انجمن کو دی ہے۔ اللہ تعالیٰ بچی کو عمر دراز عطا فرمائے اور والدین کے لئے خوشی کا موجب بنائے اور دین و دنیا میں ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

پیغام صلح

معیاری اخبار ہے

کراچی سے ایک صاحب ماسٹر صالح محمد ہنگورا لکھتے ہیں کہ:—

"ایک پرچہ پیغام صلح لاہور جلد ۶۰ شمارہ نمبر ۱۳ بابت ۲۸ر مارچ ۱۹۷۳ء موصول ہوا ہے چونکہ **پرچہ معیاری** ہے اور مجھے پسند آیا اس لئے مینیجر صاحب دارالکتب کو چند کتب کے مطالبہ کے ساتھ یہ لکھا گیا کہ جلد نمبر ۶۰ شمارہ اوّل سے جس قدر پرچے شائع ہو چکے ہوں ارسال کر دیں۔ ارسال کا اشتہار یا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دوں گا۔

جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ ایبٹ آباد

حسب سابق جلسہ سالانہ ایبٹ آباد ۱۹ر اور ۲۰ر جولائی ۱۹۷۳ء کو منعقد ہوگا۔

۱۹ر جولائی بروز جمعرات صبح ۹ بجے سے رات تک جلسہ ہوگا اور ۲۰ر جولائی بروز جمعۃ المبارک صبح ۸ بجے سے تا جمعۃ المبارک جلسہ ہوگا۔

ڈاکٹر مبارک احمد۔ سیکرٹری ممبر سکول کمیٹی
صدر انجمن احمدیہ لاہور

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
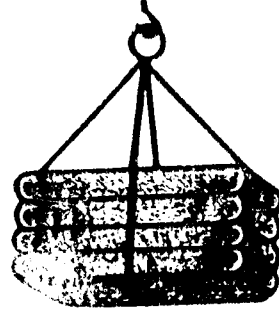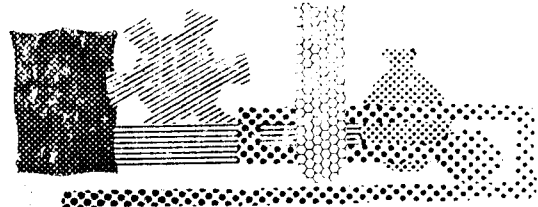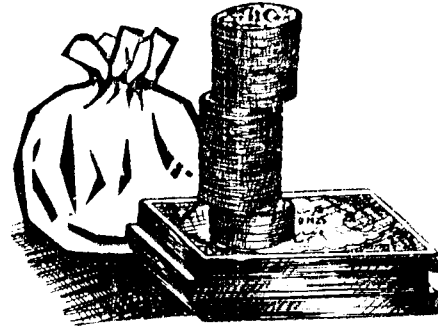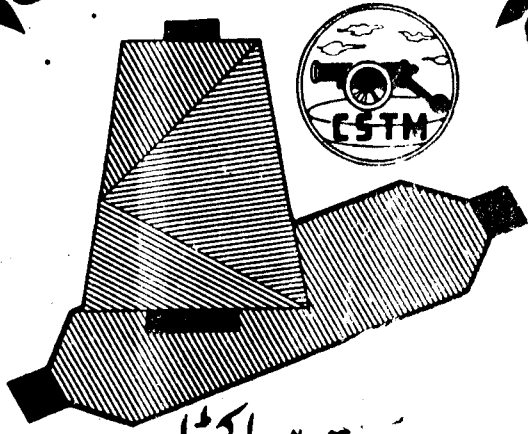
آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء

سہ ماہی دوم میں مریضوں کی تفصیل

لاہور شہر: ۹۱۵۰ — بیرون لاہور: ۲۷۵ — بیرون پاکستان: ۲

یہ انسان دوست ادارہ جو گذشتہ ۳۰ سال سے قائم ہے آپ کے عطیات اور معاونت کا مرہونِ منت ہے۔

— سیکرٹری دار الشفاء —

جلد ۶۱ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۰

"اللہ تعالیٰ بجز تقوے کے اور کسی بات پر راضی نہیں ہوتا"

جماعت کی خیر خواہی کے لئے چند ضروری باتیں۔

از حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بات نصیحت کی جائے۔ کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے۔ کہ بجز تقوے کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ ہماری جماعت کے لئے خاصکر تقوے کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں جس کا دعوےٰ ماموریت کا ہے۔ تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا ترکوں میں مبتلا تھے۔ یا کیسے ہی دنیا پرست تھے۔ ان تمام آفات سے نجات پاویں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہے یا بڑی۔ اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جائے اور علاج کے لئے دکھ نہ اٹھایا جاوے بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کل منہ کو کالا نہ کر دیوے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے رحیم و کریم ہے۔ ویسا ہی قہار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو جب دیکھتا ہے کہ ان کا دعوےٰ اور لاف وگزاف تو کچھ ہے اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں۔ تو اس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وہ کفار کو ہی تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے۔ جیسے چنگیز خان اور ہلاکو خان نے مسلمانوں کو تباہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ قوم لا الٰہ الا اللہ تو پکارتی ہے

(باقی برصفحہ کالم ۲)

بحرِ حکمت کے موتی

سب سے زیادہ نیکی کا حقدار کون ہے؟

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم . . فقال یا رسول اللہ مَن احق بحسنِ صحابتی قال امّک قال ثمّ من قال امّک قال ثمّ من قال اُمّک قال ثمّ من قال ثمّ ابوک۔

ترجمہ:ـــ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کون سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ میں نیکی سے اس کا ساتھ دوں فرمایا تیری ماں۔ عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا پھر تیرا باپ۔

نوٹ۔ از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:ـــ

ماں کے حق کو باپ پر مقدم کیا ہے قرآن کریم میں گو ماں باپ کا ذکر اکٹھا ـــ والدین کے لفظ میں آتا ہے مگر وہاں بھی ماں کا حق خصوصیت سے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے حملتہ اُمہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلٰثون شھرا ۔

(فضل الباری)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔"

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔

میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددینِ اُمت کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحادِ ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے ۔

جرمنی کے متعدد اجتماعات میں تعلیمات اسلام پر لیکچر

دو ماہ میں ہزاروں لوگوں پر تعلیمات اسلام کو واضح کرنیکا موقع ملا

تین عیسائی نوجوان مردوں اور عورتوں کا قبولِ اسلام

مولینا محمد یحیٰی بٹ انچارج جرمن مشن و امام مسجد برلن کی دو ماہ (فروری و مارچ) کی کارگذاری

برلین CHARLOTTENBURG
چارلوٹن برگ کے ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ منعقد ہوا - اس میں مجھے اسلام سے متعلق دو موضوعات پر لیکچر دینے کے لئے دعوت دی گئی - ہال میں سو کے قریب جرمن مرد و خواتین جمع ہوئے میں نے ایک گھنٹہ ان کے سامنے تقریر کی بعد میں ایک گھنٹہ ان کے سوال و جواب دیتا رہا منتظمین جلسہ اور حاضرین جلسہ اس تمام تقریب سے محظوظ ہوئے اور انہوں نے اپنی خوشی کا اظہار جلسہ کے اختتام پر تالیاں بجا کر کیا - الحمد للہ -

ریڈیو پر تقریر

ریڈیو RIAS پر تقریر کرنے کی دعوت آئی - منتظمین نے میری تقریر کو ریکارڈ کیا اور بعد میں ۲۵ مارچ کو بروز اتوار اسے نشر کیا - تقریر پندرہ منٹ تک جاری رہی - ...... بعض جرمن دوست دوسرے دن میرے پاس مسجد میں آئے اور انہوں نے میری تقریر کے متن کو سراہا اور تقریر کا متن عاریتاً مجھ سے لے گئے انہوں نے اس متن کی کاپیاں کیں اور اسے اپنے حلقہ میں پھیلایا - اس کا ترجمہ اردو زبان میں علیحدہ لکھ کر بھیجتا ہوں[1] -

سکول میں لیکچر اور سوال و جواب

برلین کے ایک سکول کی جہاں تیرھویں جماعت تک کلاسیں ہیں - ایک معلمہ کی دعوت کو منظور کیا وہ خود آکر مجھے اپنی کار میں بٹھا کر سکول لے گئیں - کلاس میں طلباء جمع تھے - یہ طلباء میرے پاس اس سے پیشتر مسجد میں آکر اسلام کے بارہ میں سن چکے تھے - میں نے مختصراً اسلام کے بعض نظریات کو دوہرایا اور بعد میں طلباء کے سوالات کا جواب دیتا رہا - یہ اجتماع قریباً ۹۰ منٹ تک جاری رہا - کیتھولک مذہب اور پروٹسٹنٹ مذہب پڑھانے والی معلمات بھی اس اجتماع میں موجود تھیں - طلباء نے بڑی دلچسپی لی -

مسجد میں گروپوں کا آنا

مسجد میں انیس اجتماعات ایسے منعقد ہوئے جن میں برلین سکولز کے طلباء مع اساتذہ اور مغربی جرمنی کے بعض گروپوں نے شرکت کی یہ اجتماع ڈیڑھ دو گھنٹے تک جاری رہا - میں نے ان اجتماعات میں اسلام کی تعلیمات کو واضح کیا اور بعد میں حاضرین کے سوالات کے جواب دیئے -

مسجد میں اٹھارہ اجتماعات جمعہ اور ہفتہ کے دنوں منعقد ہوئے - جن میں خطبات اور درس قرآن کریم کی مختلف آیات کو پڑھ کر ان کا مفہوم حاضرین پر واضح کیا گیا - ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات میں بعض مصری نوجوانوں نے جو یہاں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں - حضرت عیسٰے کی وفات ان کی آمد وغیرہ امور پر علم حاصل کرنے کی خاطر سوالات کئے - انہوں نے بڑے شوق سے میری تشریحات کو سنا اور لمبی بحث و تمحیص کے بعد بہت سے نظریات میں میرے ساتھ متفق ہو گئے -

پانچ احباب کا مسلمان ہونا

پانچ عیسائی احباب نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا - ان میں سے تین نوجوان مرد اور دو خواتین ہیں - مردوں میں سے ایک میڈیکل ڈاکٹر ہیں - ان کا نام

LEWIS AZIZ YOUSIF

ہے -

دوسرے انجنیئر ہیں انجنیئر ہیں ان کا نام

KLAUS HALBMAM

مسلم نام محمد علی ہے - تیسرے یونیورسٹی سٹوڈنٹ ہیں - ان کا نام ہے ...

MICHAE THIEME مسلم نام صابری ہے -

خواتین میں ایک معلمہ ہیں ان کا نام ہے

EDITH HAGEMEISTEV

مسلم نام نفیسہ ہے - دوسری تعلیم یافتہ اور برسر روزگار ہیں - ان کا نام ہے

SIGRID ROTHMAUN ان کی تصاویر بھجتا ہوں[2] -

LEWIS AZIZ YOUSIF

KLAUS HALBMAM
محمد علی

MICHAE THIEME
صابری

ان میں سے اکثر نے ہمارے ہفتہ وار اجتماعات میں شرکت کی - اس کے علاوہ بھی انہیں مسجد میں دعوت دی گئی اور انہیں اسلام اور قرآن کریم کے بارہ میں لیکچر دیئے گئے - قرآن کریم کا جرمن ترجمہ اور دیگر جرمن لٹریچر پڑھنے کے لئے دیا گیا - نیز انہیں نماز کا طریق سکھایا گیا - اور نماز میں پڑھے جانے والے عربی الفاظ کو زبانی یاد کرنے میں مدد دی گئی - مسز HAGEMEISTE نے اپنے مسلمان ہونے کے اعلان کے موقعہ پر حاضرین کے سامنے نماز کے الفاظ کو عربی زبان میں پڑھا - جس سے حاضرین بڑے خوش اور محظوظ ہوئے - اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کو استقامت عطا فرمائے -

قرآن کریم جرمنی کی فروخت کو بڑھانے کے لئے بھی کوشش کی گئی - اکل و شرب کی چند ایک دعوتوں میں بھی شرکت کی گئی - اور ایک پاکستانی نوجوان سے جو یہاں جیل میں ہیں ملاقات کی اور ان کی دلجوئی کی -

دو مسلمان بھائی وفات پا گئے - ان کے لئے نماز جنازہ پڑھائی گئی اور دعائے مغفرت کی گئی -

الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ان تمام تقریبات میں حصہ لینے اور جرمن احباب تک اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی - احباب کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں برلین مسلم مشن کو یاد رکھیں - والسلام

جماعت پشاور کی چند قرار دادیں

احباب پشاور کا ایک ہنگامی اجلاس جمعہ ۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو بعد از نماز جمعہ جناب میجر ڈاکٹر ایم اے رحمن کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں باتفاق رائے منظور کی گئیں -

قرارداد نمبر۱: صوبیدار میجر عبدالحکیم خان کی طویل علالت کے پیش نظر احباب جماعت پشاور نے متفقہ طور پر نذیر احمد کو اسسٹنٹ سیکرٹری مقرر کیا ہے - جماعت پشاور نے نوجوانوں کو انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کا جو فیصلہ کیا ہے، یہ اسی کا ایک حصہ ہے -

قرار داد نمبر۲: جناب کپتان عبدالواحد خان نے احباب سلسلہ کے مابین تعلق اور رابطہ بڑھانے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے عملی اقدامات اٹھانے کی درخواست کی - چنانچہ اتفاق رائے سے جناب عبدالصمد خان کو رابطہ سیکرٹری مقرر کیا گیا - صدر جماعت جناب ایم - اے رحمن صاحب نے اس سلسلے میں ہر قسم کی مدد دینے کا یقین دلایا -

قرار داد نمبر۳: جماعت پشاور نے معتمدین کے اجلاس میں میران پشاور کی

---

[1] یہ ترجمہ اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے (ایڈیٹر) [2] تصاویر صرف چار نومسلمین کی آئی ہیں ان میں سے ایک خاتون کی تصویر طبع نہیں ہو سکتی - (ایڈیٹر پ ص)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۴۳ء

دینی اساس پر قومی اتحاد

وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا۔ (یونس۔ ۱۹)
ترجمہ: تمام بنی نوعِ انسان ایک ہی گروہ ہیں مگر وہ باہم اختلاف کرتے ہیں۔

کامل توحید اور وحدتِ بنی نوعِ انسان، دین اسلام کی دو بنیادی خصوصیات ہیں، اور یہ دونو باہم لازم و ملزوم ہیں۔ تاہم کئی قسم کے اختلافات انسانوں میں موجود ہیں بعض قدرتی اور بعض انسان کے خود پیدا کردہ، مثلاً جغرافیائی، لسانی، لونی، نسلی اختلافات تو قدرتی ہیں مگر طبقاتی، معاشی، دینی اور سیاسی انسان کے اپنے وضع کردہ اختلافات و تعصبات ہیں۔ معاشی و معاشرتی اور سماجی و سیاسی اختلافات اگر بڑھا نہ لئے جائیں بلکہ **انہیں ایمانی و اخلاقی حدود کے اندر رکھا جائے** تو دیگر قدرتی اختلافات بھی . . . . کم سے کمتر ہوکر رہ جاتے ہیں اور وہ مساواتِ انسانی کے اُصول کے منافی واقع نہیں ہوتے۔ اس طرح **دینی اساس یعنے ایمانی و اخلاقی حدود یا تقوی اللہ** اگر مدنظر رہے تو اختلافات باہم تعصبات و تفرقہ کا رنگ اختیار نہیں کر پاتے، اور نسلِ انسانی کی وحدت . . . . قائم ہو جاتی ہے۔ دینی اساس سے یہ مطلب نہیں کہ سب لوگ معتقدات میں بلکل متحد و متفق ہو جائیں بلکہ اس سے مراد مسلمہ ایمانی و اخلاقی اقدار (بالخصوص صداقت، رواداری، آزادی، عدالت اور اعلےٰ کردار کی دیگر صلاحیتوں) کو عملی زندگی میں برقرار و قائم رکھنا ہے۔

تعلیم فرقانِ حمید نے وحدتِ انسان کے قیام کے لئے دو طریق کار پیش فرمائے ہیں **نظریاتی اصولِ توحید پر عملاً قیام اور اخلاقی اصولوں میں باہمی مسابقت کا عملی طریقِ کار۔**

مسابقت کا عملی طریق کار

پہلے اُصول کا ذکر تو تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ میں کیا ہے۔ یعنی جُملہ ادیان کے پیروان کو اصولِ توحید پر کامل عمل پیرائی کے ذریعہ دعوتِ اتحاد دی۔ اگر کلمہ توحید پر جوکہ جملہ ادیان میں کلمہ مشترکہ ہے حقیقی و کامل ایمان پیدا ہو جائے تو اس کے ذریعہ فروعی اختلافات کے باوجود انسانی وحدت قائم ہو جائے گی۔

دوسرا طریقِ کار، مسابقت بالخیر کا ہے، اس کے بارہ میں فرمایا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعًا۔ اگر باہمی مسابقت کو تم نیکی و بھلائی کے میدان میں مرکوز کر لو۔ یعنے ایک دوسرے سے نیکیوں میں بڑھ جانے کی دوڑ میں لگ جاؤ تو قرآن کریم کے نزدیک یہ طریقِ کار وحدتِ انسانی پر منتج ہوگا۔ توحید پر کامل ایمان اور باہمی مسابقت بالخیر کے نصب العین ایسے عظیم الشان دو اصول ہیں جن سے انسانی وحدت کا مقصد وابستہ ہے۔ مسابقت بالخیر کی یہ آیت تحویل قبلہ کے ذکر میں آئی ہے، بتلانا یہ مقصود ہے کہ جس طرح خانہ کعبہ کا وجود **ظاہری رنگ میں تمہارے سارے اختلافات کے باوجود، تمام نوعِ انسانی کو ایک مرکز پر جمع کر رہا ہے،** ایسا ہی اگر حقیقی رنگ میں تمہیں باہمی وحدت و ہم آہنگی قائم کرنا منظور ہو تو اس کا صحیح طریقِ کار بجائے **دنیا پرستی میں مسابقت اور اختلافی امور میں تعصبات کے، اخلاقی امور میں ایک دوسرے سے بڑھنا ہے۔** پس فرقانی تعلیم کے مطابق وحدت و اتحاد نوعِ انسان کا مقصد جملہ اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اصولِ توحید پر کامل قیام ہو یا انسانی اخلاقی اقدار قائم کی جائیں، اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ علاوہ دینِ اسلام کو قبول کر لینے کے بھی انسانی وحدت کا قیام ممکن ہے۔ یہ امر تو بلاشبہ صحیح و راست ہے کہ دینِ اسلام جملہ اصولِ صحیحہ و اعمالِ صالحہ کے مجموعہ ہی کا نام ہے۔ صحیح العقل منصف مزاج انسان . . . . بلا تعصب غور کرے گا، اسے جرمن شاعر گوئٹے کی طرح یہ تسلیم کرنا پڑے گا:

"اگر اسلام یہ ہے جو اس کتاب پاک کی تعلیم ہے، تو پھر کیا ہم سب مسلمان نہیں ہیں؟"

اسی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج
پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے

مگر فرقانِ حمید نے اخوتِ اسلامیہ کے قیام کے علاوہ بھی اُصولِ توحید اور اخلاقی اقدار میں مسابقت کی بناء پر انسانی وحدت کی دعوت کی ندا بلند کی ہے۔

ایک اور مقام پر نزاع اور باہمی جھگڑوں کو ختم کرنے کے طریقِ کار کو ان پیاپیتہ اور پاک الفاظ میں قرآن نے بیان فرمایا ہے۔ قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا و ربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجۃ بیننا و بینکم۔

کیا آپ ہمارے ساتھ اس لئے حجت بازی کرتے ہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں حالانکہ ہم تو ایسے خدا کو مانتے ہیں جو صرف ہمارا ہی رب نہیں بلکہ تمہارا بھی اس طرح رب ہے جیسے ہمارا (اور اس کی ربوبیت اعمال پر مترتب ہوتی ہے نہ کہ محض معتقدات و مسلّمات یا جذبات و خواہشات پر) پس . . . . . ہم اپنے اعمال کے نتائج کے ذمہ دار ہیں اور تم اپنے کردار کا پھل پاؤ گے۔ اس طرح جان لو کہ ہمارے اور تمہارے مابین حقیقتاً کوئی تنازع نہیں۔ کیونکہ فیصلہ تو اعمال کے نتائج پر ہی ہوتا ہے۔

اس مقام پر دونوں طریق کار کو جمع کرکے بیان کر دیا ہے۔ یعنی اسلام کا خدا کسی خاص قوم و ملک کا رب نہیں بلکہ ربّ العٰلمین ہے۔ اور اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ سب کی بلا تخصیص قوم، ملک، مذہب ربوبیت کرتا ہے یعنے ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دیتا ہے۔ ایسی جزا و سزا کے دینے میں اسلام کا خدا نہ تو کسی خاص قوم یا گروہ کی رعایت کرتا ہے نہ ہی کسی کے برخلاف وہ تعصب و عناد سے کام لیتا ہے بلکہ اس کے نزدیک تو اعمال حسنہ ہی اصل معیارِ جزا ہیں۔

یہ وہ بنیادی اصول ہے جو تمام انسانوں کے نزدیک مسلّم و محکم ہے اور جو قانون ہمیں قدرت میں ہر روز کام کرتا ہوا نظر آتا ہے، اس یہ کہا کہ جب سب کے سب اسی واحد قانون کو تسلیم کرتے ہو تو پھر حجت بازی، نزاع، جھگڑے اور باہمی تعصب و عناد کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔ پس اختلافوں کے باوجود اس محکم قانونِ خداوندی کے مطابق انسانی وحدت کو قائم کر دو۔ یہ **اصل بنیادی حقیقت دین ہے** اور یہ وہ اساس ہے جس پر نہ صرف اسلامی قومیت کی بناء قائم ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اس پر ایک بین الاقوامی اور عالمگیر اتحاد کی بنیادیں بھی قائم کی جا سکتی ہیں اور قرآن کریم کے نزدیک قائم کرنا چاہیں۔ اور جیسا کہ خلافتِ راشدہ میں قائم ہوئیں۔

جو اصحاب مسلم قومیت کو وطن یا مُلکی سالمیت کی بناء پر قائم کرنا چاہتے ہیں یا قومیت اسلامیہ کا انکار کرکے قومیت کے کسی دوسرے تصور کے قائل ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم اور عالمگیر اسلامی نظریات کو ہرگز نہ بھلائیں۔

خود علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا ہے، ع

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا میں جس قدر فساد و عناد موجود ہے اس کا تمامتر باعث یا تو مذہبیت کے تعصبات ہیں اور یا لا دینی قومیت و وطنیت کے

تعصبات نے انسانی حقوق اور انسانی اقدار پر اس وقت کوئی نظام عملاً قائم نہیں، حتیٰ کہ خود [illegible] وجود و تشخص پر ہوئی تھی۔ لیکن ربع صدی کے تجربہ نے بتلا دیا ہے کہ زندگی کے عمل میں ہم سب اس حقیقت سے روگردانی کر چکے، بعض کے نزدیک تو مسلم قومیت کوئی الگ قوم ہی نہیں بلکہ مسلمانوں میں بھی وہی لسانی، لونی، نسلی، جغرافیائی وطبقاتی قومیتوں میں بٹے ہوئے ہیں جو باہم کسی روحانی و اخلاقی اقدار کے اعلیٰ اشتراک سے منسلک نہیں۔ بعض ایسی تنظیمیں پاکستان میں ہیں جو پاکستانی قومیت اور وطنیت کی قائل ہو کر محض اقتصادی، تعلیمی، سائنسی ترقی کو اپنا آخری نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک دین ومذہب ایک فرسودہ و بیکار شئے ہو چکی ہے جو لوگ زبان سے مسلم قومیت کے قائل ہیں وہ بھی قرآن کی تعلیم کے مطابق عالمگیر انسانی اقدار پر اس قومیت کی بنیاد استوار کرنا نہیں چاہتے بلکہ وہ اسلامی تعصب اور ملائی تنگ نظری کا شکار ہو رہے ہیں جس طرح پاکستان کی سالمیت کی بجائے صوبائی وگروہی تعصبات کو فوقیت دی جا رہی ہے، اسی طرح دین کے میدان میں بھی اسلام اور قرآن کریم کی سالمیت یعنے کلمہ گوؤں کی وحدت کی بجائے فرقہ وارانہ تعصبات اور تکفیر بازی کو فروغ دے کر مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے

وہ دین اور وہ کتاب جو عالمگیر وحدت انسانی کے عالی نصب العین لے کر آیا اور عالمگیر امن و اتحاد کو اس نے قائم کر کے دکھلایا آج اس کے پیرو اسلامی وحدت اور قرآنی سالمیت کے بھی عملاً قائل دکھلائی نہیں دیتے۔ ملت اسلامیہ کا وجود اعلیٰ انسانی قدروں و اخوت کے اصولوں پر قائم کیا گیا تھا۔ یہ امر کس قدر اندوہناک ہے کہ ایسی بے نظیر و اعلیٰ اخوت کو طبقاتی اختلافات، یا فروعی معتقدات کے [illegible] قربان کیا جا رہا ہے ۴۴

جب کوئی قوم اپنے مسلک سے ہٹ جاتی ہے تو خدا کے عذاب کی مستحق ٹھہرتی ہے۔

(میاں مسعود احمد صاحب)

[illegible] کا دور قیامت تک جاری رہے گا۔

(عبدالرب برہم صاحب)

۴ مئی ۱۹۷۳ء بعد از نماز جمعہ جماعت احمدیہ لائل پور کا ماہانہ اجلاس زیر صدارت محترم میاں مسعود احمد صاحب منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا جو محترم حافظ عبدالرؤف صاحب نے کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نظم عزیزم مرزا مسیح الملک صاحب نے خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی ملفوظات حضرت مجدد وقت راقم الحروف نے پڑھ کر سنائے۔

پہلی تقریر عزیزم مرزا شیلو سلطان بیگ نے کی۔ انہوں نے سورۃ الکوثر پڑھ کر احباب کو نماز اور قربانیوں کی جانب توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان قرآن کریم ہی سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ احباب جماعت کا فرض ہے کہ مامور وقت کے مشن کی تکمیل کے لئے ہمہ تن مصروف رہیں اور قرآن کریم کی تعلیمات کو مشعل راہ بنائیں۔ ان کے بعد محترم عبدالرب برہم صاحب نے سورت جمعہ کا دوسرا رکوع پڑھ کر نماز جمعہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ

”اور دنیاوی کاموں کی خاطر نماز جمعہ کا ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسلامی تہوار یہودیوں کے سبت کی طرح نہیں۔ اسلامی تہواروں کی اصل غرض اجتماعی زندگی کی عادت ڈالنا ہے“۔ انہوں نے فرمایا ”عمل سے کورے مسلمان کا خدا تعالےٰ سے اور اس کے رسولؐ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے“۔ مبلغ مقامی محترم علی محمد ماجی کے خطبہ جمعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے برہم صاحب نے کہا کہ آزاد کشمیر اسمبلی نے اگر احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے تو اس سے قبل برصغیر پاک و ہند کے بڑے بڑے مولویوں نے بھی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر کفر کا فتوےٰ لگایا تھا۔ اس قسم کے غیر اسلامی اور غیر قرآنی اقدامات سے جماعت دینیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ خدا کے شیروں پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں۔ ہم کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں۔ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ جماعت ربوہ کو غلو چھوڑ دینا چاہیئے اور حضرت مسیح موعودؑ کو بطور مجدد وقت پیش کرنا چاہیئے۔ برہم صاحب نے کہا مرزا صاحب کا نبوت کا ہرگز دعوےٰ نہیں ہے۔ حضرت خاتم النبیین محمد عربی صلعم کی نبوت کا دور قیامت تک جاری رہے گا۔ اور جماعت احمدیہ اشاعت اسلام کا کام برابر جاری رکھے گی۔

آخر میں صدر جلسہ محترم میاں مسعود احمد صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ حکومت آزاد کشمیر نے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی۔ فروعات میں اختلافات دوسرے مسلمانوں میں بھی موجود ہیں۔ جزئی اختلافات کی بناء پر کسی فرد یا جماعت کو غیر مسلم قرار دینا ملت مسلمہ سے بہت زیادتی ہے۔ جن لوگوں کو یہ توفیق نہیں ملتی کہ وہ غیر مسلموں کو مسلمان بنائیں وہ مسلمانوں ہی کو غیر مسلم بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب کوئی قوم اپنے اصل مسلک سے ہٹ جاتی ہے تو وہ خدا تعالےٰ کے عذاب کا مستحق ٹھہرتی ہے۔ مامور وقت کا مشن ناکام نہیں ہو سکتا۔ سچ کو جھوٹ کہنے والے اور باطل کو حق کے ساتھ ملانے والے خود مٹ جائیں گے۔ مگر جماعت کے مردوں اور خواتین کو اپنے اندر بیداری پیدا کرنے کے علاوہ خود کو منظم کرنے اور نسل نو کی بہتر تربیت دینے کی اشد ضرورت ہے۔

اگر افراد جماعت نماز جمعہ اور درس قرآن میں شرکت نہیں کرتے تو ایسے احمدیوں کا جماعت اور اسلام سے کیا واسطہ ہے۔ میاں صاحب نے احباب جماعت کو متنبہ کیا کہ وہ وقت کی نزاکت کو پہچانیں اور اپنی اصلاح کریں

جلسہ سالانہ
جماعت احمدیہ ایبٹ آباد

حسب سابق جلسہ سالانہ ایبٹ آباد ۱۹ر اور ۲۰ر جولائی ۱۹۷۳ء کو منعقد ہوگا۔

۱۹ر جولائی بروز جمعرات صبح ۹ بجے سے رات تک جلسہ ہوگا اور ۲۰ر جولائی بروز جمعۃ المبارک صبح ۸ بجے سے تا جمعۃ المبارک جلسہ ہوگا۔

ڈاکٹر مبارک احمد سیکرٹری سمر سکول کمیٹی
صدر انجمن احمدیہ لاہور

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایک ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

(ر ا ب)

حقیقی نیکی کے حصول کا ذریعہ اسلام میں

مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب کی تقریر جرمن ریڈیو پر

مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے اپنی تبلیغی رپورٹ میں جو اس پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے، جرمن ریڈیو RIAS پر تقریر نشر کئے جانے کا ذکر کیا ہے، اس تقریر کا متن جو مولینا موصوف نے خود ترجمہ کر کے بھیجا ہے درج ذیل ہے:—

قرآن کریم کی دوسری سورت البقرہ سے آیت نمبر ۱۷۷ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب کا ترجمہ جرمن زبان میں پڑھنے کے بعد میں نے سامعین سے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

معزز سامعین!

یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے اس میں دو اہم امور بیان کئے گئے ہیں

اوّل: فکر صحیح کے وہ اصول جو ہمیں حقیقی نیکی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

دوم: وہ اعمال صالحہ جن کے بجا لانے سے ہم حقیقی نیکی کو حاصل کر سکتے ہیں۔

مختلف مذاہب میں بے شک ایسے پیروکار پائے جاتے ہیں جو مذہب کی ظاہری صورت اور اس کی رسومات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور جو ان ظاہری رسومات کی بجا آوری پر فخر کرتے ہیں اور اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ان ظاہری رسومات کی بجا آوری کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ وہ اعلان کرتا ہے:۔

"یہ کوئی بڑی نیکی نہیں کہ تم
اپنے منہ مشرق اور مغرب
کی طرف پھیرو"

ان الفاظ میں نماز پڑھنے کی صرف ظاہری صورت پر فخر کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔

نماز کا پڑھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور نماز کو ایک خاص سمت میں کھڑے ہو کر اور ایک خاص طریق سے ادا کرنا بھی لازمی ہے۔ نماز ادا کرنے کی یہ ظاہری صورت اگرچہ نماز ادا کرنے والوں کو باہم متحد رکھنے اور ان میں ایک نظم قائم رکھنے میں مدد دیتی ہے۔ لیکن نماز کی یہ ظاہری صورت خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی جب تک کہ نماز ادا کرنے والے نماز کی غرض اور مقصد کو اپنے سامنے نہ رکھیں۔

نماز کا ادا کرنا ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ایک مومن انسان خدا تعالےٰ سے ایک ایسا تعلق پیدا کر لیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ خدا کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک نماز ادا کرنے والا اس ذریعہ سے تبھی فائدہ اٹھا سکتا ہے جب کہ وہ نماز کی غرض کو سمجھے اور اس غرض کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال سکے۔

نماز کے ادا کرنے کی غرض کیا ہے؟

اس سوال کا جواب ہمیں ان الفاظ میں ملتا ہے جو ایک نماز پڑھنے والا دورانِ نماز میں بار بار دھراتا ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:—

"ایاک نعبد"

یعنے نماز پڑھنے والا خدا تعالےٰ کے حضور کھڑے ہو کر بار بار کہتا ہے کہ اے میرے پیارے اللہ میں صرف تیری ہی عبادت کرتا ہوں۔

ان الفاظ میں گویا وہ خدا تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہے کہ میں اپنی روزہ مرہ کی کی زندگی میں تیرے احکامات کی پیروی کروں گا۔ اپنے روزہ مرہ کے کاروبار کو تیرے احکامات کے مطابق سر انجام دوں گا۔ ان الفاظ کے ذریعہ وہ خدا تعالےٰ کے حضور کھڑے ہو کر اقرار کرتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور مرضی کو خدا تعالےٰ کے احکامات کے سامنے قربان کر دے گا اور اپنے آپ کو کامل طور پر اس کی تابعداری میں لگا دے گا۔

ان الفاظ کا بار بار دوہرانا نماز پڑھنے والے کے لئے ایک خاص روحانی کیفیت پیدا کرتا ہے اور اس پر منکشف کرتا ہے اسکا اپنے ربّ سے عبودیت کا تعلق ہے یعنے یہ کہ وہ خدا کا عبد اور غلام ہے۔ ایک مومن انسان جوں جوں خدا کے حضور اپنے اس عبودیت کے تعلق میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے توں توں اس کے روحانی مدارج بڑھتے چلے جاتے اور بالآخر وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اپنے ربّ سے اتحاد کامل پیدا کر لیتا ہے۔ جب ایک مومن انسان کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اپنی زندگی کی مشکل ترین گھڑیوں میں خدا کی مرضی کو اپنی مرضی پر ترجیح دیتا ہے اور پکار اٹھتا ہے:

"جیسا میں چاہتا ہوں ویسا
نہیں بلکہ اے پیارے خدا
جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی
ہو"

اس عالی مقام کو حاصل کرنے کا کیا طریق ہے؟

کوئی انسان اپنے طور پر اس عالی مقام کو حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی اسے اپنی طاقت سے حاصل کر سکتا ہے اس مقام کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کے دوران نماز پڑھنے والے خدا کے حضور کھڑے ہو کر پکارتے ہیں:۔

و ایاک نستعین

ہم صرف تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

اس طرح وہ خدا کے حضور گڑ گڑا کر روتے اور اس سے مدد مانگتے ہیں کہ وہی ایسی طاقت بخشے کہ وہ زندگی کی مشکل ترین گھڑیوں میں راہ مستقیم پر قائم رہیں اور شیطانی وساوس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔

معزز سامعین! یہ ہے عبادت الٰہی کی وہ غرض جسے خدا تعالےٰ پسند کرتا ہے اور جس کے حصول کی وہ مومن انسان کو تلقین کرتا ہے۔

اب اس سوال کے بارہ میں کہ فکرِ صحیح کے وہ کونسے اصول ہیں جو انسان کی حقیقی نیکی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں؟

اس سلسلہ میں اسلام نے اس امر پر بڑا زور دیا ہے کہ اعمال صالحہ بجا لانے کے لئے افکار صحیحہ کی اشد ضرورت ہے نیز یہ کہ صحیح نظریات اور اعمال صالحہ دونوں مل کر انسان کو حقیقی نیکی کے حصول میں کامیابی عطا کرتے ہیں۔

صحیح نظریات اور اعمال صالحہ کے تعلق کو قرآن کریم میں عموماً مندرجہ ذیل الفاظ میں دھرایا گیا ہے "اٰمنوا وعملوا الصالحات" وہ ایمان لاتے اور اعمال صالح بجا لاتے ہیں"

وہ تمام ارکان جن پر ایمان لانا اسلام میں فرض قرار دیا گیا ہے۔ وہ سب امور مومنین کو ایسے اصول سکھاتے ہیں جو ایک مومن انسان کے قلب ونظر کو وسیع تر کر دیتے اور انہیں نسلِ انسانی سے مروت سے پیش آنے کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ نیز اس کے سامنے اخلاقی اور روحانی ترقیات کے لئے ایک وسیع تر میدان کھول دیتے ہیں۔

ایمان کے یہ ارکان کونسے ہیں؟

ایمانیات کا پہلا رکن خدائے واحد پر ایمان لانا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے لحاظ سے خدا پر ایمان لانا صرف یہیں تک محدود نہیں کہ کوئی یہ بات مان لے کہ کوئی اعلےٰ ہستی موجود ہے بلکہ خدا پر ایمان مومن سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی ان صفات پر ایمان لائے جو اس نے خود اپنی کتاب میں بیان کی ہیں۔ صفات الٰہیہ کا بیان ہم پر واضح کرتا ہے کہ خدا کا اپنی مخلوق سے کیا تعلق ہے اور مخلوقات میں سے بالخصوص انسان کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہ وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے — وہ ہمیں دیکھتا ہے۔ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرتا ہے وہ ہمیں جزا دیتا ہے۔

یہ اور ان کے علاوہ دیگر صفات الٰہیہ خدا تعالےٰ کو انسان کے بہت قریب لے آتی ہیں اور انسان کے دل و دماغ پر ایسا اثر انداز ہوتی ہیں کہ ایک مومن انسان ہر آن خدا تعالےٰ کی موجودگی کو محسوس کرتا ہے۔

اور یہ احساس رکھتے ہوئے کہ خدا اسے دیکھتا ہے وہ کسی حالت میں بھی خدا تعالےٰ کے احکامات کو پس پشت نہیں ڈالے گا بلکہ ہر آن ان کا احترام کرے گا۔ اور اپنی طرف سے ان کو عملی جامہ پہنانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی کمزوریوں کو جانتے ہوئے وہ خدا کو ہر آن مدد کے لئے پکاریگا وہ...... اس کی مغفرت کا طلبگار ہوگا اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے گا۔

مزید براں، خدا پر ایمان لانا مومن انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے

آپ کو خدا کی صفات میں رنگین کرے۔ اور اپنے بنی نوع انسان سے ایسا سلوک کرے جیسا خداوند تعالےٰ ہم انسانوں سے برتاؤ کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ مومن انسان کو اخلاق الٰہیہ کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنا چاہیئے۔

اعمال کا اثر انسانی زندگی پر

ایمانیات کا دوسرا رکن آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے۔ آخرت کے دن پہ ایمان لانا بھی ہماری عملی زندگی پر بڑا اثر انداز ہوتا ہے۔ ایمانیات کا یہ رکن ہم پر یہ حقیقت منکشف کرتا ہے کہ:

اوّل: ہر وہ **عمل** جو انسان بجا لاتا ہے رائیگاں نہیں جاتا بلکہ خدا تعالےٰ اسے محفوظ کر لیتا ہے اور ہر ایسا عمل، عمل کرنے والے پر ایک اچھا یا بُرا اثر چھوڑ جاتا ہے۔

دوم: قیامت کے روز اللہ تعالےٰ ہر انسان کو اس کے کئے ہوئے اعمال کے مطابق اسے جزا و سزا دے گا۔

اعمال انسانی کا اثر اگرچہ اس دنیا میں کھلے طور پر انسان کو نظر نہیں آتا لیکن قیامت کے دن یہ اثر نہایت ظاہر ہوگا۔ اسلام نے اس حقیقت پر بڑا زور دیا ہے کہ انسانی اعمال عمل کرنے والے انسان کی روح پر ایسا اثر ڈالتے ہیں، جیسا ہمارا کھانا پینا ہمارے جسم پر اثر انداز ہوتا ہے۔ کھانے پینے کی بعض اشیاء ایسی ہیں جن کا اثر جسم پر مہلک ثابت ہوتا ہے۔ بعض ایسی ہیں کہ ان کے اثر سے جسم صحت مند اور مضبوط تر ہو جاتا ہے۔

درحقیقت وہ اعمال جو انسان خدا تعالےٰ کے احکامات کے مطابق بجا لاتا ہے ان کا اثر رُوح پر صحت مندانہ ہوتا ہے جس سے عمل کرنے والے انسان کی رُوح تندرست رہتی ہے اور اس کے روحانی قوٰے نشو و نما پاتے چلے جاتے ہیں۔ انسانی رُوح کی اس نشو و نما کا دوسرا نام جنّت ہے۔ اس نشو و نما کی بدولت انسان کی رُوح نورِ الٰہی سے منوّر ہو جاتی ہے اور بالآخر محبّت الٰہی سے بھر جاتی ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے لحاظ سے ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے اعمال کے بجا لانے کی آزادی دے رکھی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ کسی انسان کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ایسا فعل کرے اور نہ ہی اللہ تعالےٰ نے ابتداء سے ہی کسی کے لئے خاص اعمال کا بجا لانا قسمت میں لکھ چھوڑا ہے۔ بلکہ ہر انسان کو اللہ تعالےٰ نے یہ آزادی دے رکھی ہے کہ وہ ایک یا دوسرا فعل بجا لائے اللہ تعالےٰ نے نسل انسانی کے لئے پہلے ہی سے جو بات فیصلہ کر رکھی ہے وہ اعمال کا بجا لانا نہیں بلکہ وہ اعمال کے اثرات ہیں۔ ہر عمل کا ایک خاص اثر روح پر پڑتا ہے۔ اور یہ اثرات ابتدا ہی سے اللہ تعالےٰ نے مقرر کر رکھے ہیں۔ کوئی انسان اعمال کے ان اثرات سے بچ نہیں سکتا۔ خواہ وہ خدا تعالےٰ کے انبیاء و مرسلین ہوں یا بڑے سے بڑا طاقتور بادشاہ

ہاں اعمال کے بد اثرات سے بچنے کے لئے ایک راہ کھلی ہے۔ اور وہ خدا کے حضور کھڑے ہو کر اس سے مغفرت کا طلب کرنا اور اپنے گناہوں کی معافی کی خوشخبری اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں ہمیں یوں دی ہے فرماتا ہے:-

"اے میرے بندو جنھوں نے اپنی
جانوں پر زیادتی کی ہے۔
اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔
اللہ سبھی گناہ بخش دیتا ہے۔
وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے
تم اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو
اور اس کی فرمانبرداری بجا لاؤ۔
پیشتر اس کے کہ تم پر عذاب آ
جائے اور تمہیں پھر مدد نہ ملے۔"
(الزمر۔ آیت ۵۳-۵۴)

انبیاء پر ایمان

ایمانیات کے ارکان میں سے ایک اور رکن خدا تعالےٰ کے انبیاء پر ایمان لانا ہے۔ ایک طرف تو خدا تعالےٰ کے مرسلین ہمیں خدا تعالےٰ کا وہ پیغام پہنچاتے ہیں جو وہ خدا تعالےٰ سے سنتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ہمیں اپنی زندگیوں میں پاک عملی نمونہ بھی دکھاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بحیثیت انسان ہم پر اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ بنی نوع انسان کے لئے خدا تعالےٰ کے احکامات پر چلنا اور انہیں عملی جامہ پہنانا ممکن ہے نیز یہ کہ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے ایک انسان اخلاقی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا اور بالآخر خدا سے تعلق جوڑ سکتا ہے۔ ان کی بعثت نسل انسانی کے لئے ایک اُمید افزا پیغام اپنے اندر لئے ہوئے ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ خدا کی معرفت کو حاصل کرنا اور اس کی محبت کو حاصل کر لینا انسان کے لئے ممکن ہے۔

فکر صحیح رکھنے والے مومن کا کام

فکر صحیح کے ان اصولوں سے لیس ہو کر اور ان اصولوں کے مغز سے معمور ہو کر مومن انسان کو حکم ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں نکل جائے۔ کائنات کو مسخر کرے ملک کو davelop کرے۔ اور دولت پیدا کرے۔ لیکن دولت کے کما لینے کے بعد اسے حکم دیا کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کو نہ بھول جائے بلکہ وہ اپنے مال و دولت کو خدا سے محبت کی خاطر اپنے قریبیوں پر خرچ کرے۔ یتیموں اور مسکینوں، مسافروں اور سوالیوں کی بھلائی کے لئے خرچ کرے نیز غلاموں کے آزاد کرنے کے لئے خرچ کرے۔

اور مزید براں یہ ہے کہ اگر وہ اپنی روز مرہ کی تگ و دَو میں مشکلات میں پھنس جائے۔ اس پر مصائب اور تکالیف آ جائیں تو وہ خدا پر توکل رکھتے ہوئے ان مشکلات کا مقابلہ کرے۔ اور نہ گھبرائے۔ اور اپنے اس عہد کو جو اس نے خدا سے کیا ہے یا جو وہ اپنے بنی نوع انسان سے کرے نبھائے اور پورا کرے۔

معزز سامعین! یہ ہیں وہ مومن انسان جو خدا کی نظر میں صادق اور متقی ہیں۔ جن سے خدا محبت کرتا ہے اور جو خدا کے حضور معزز ہیں۔ اور جن پر خدا تعالےٰ اس دنیا میں اور آخرت میں بڑی بڑی برکات نازل کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ ہم سب کو اپنے نُور سے منوّر فرمائے۔

ضرورت ہے

انجمن کی بستی دارالسلام کے لئے فوری طور پر ایک چوکیدار کی ضرورت ہے جو ملٹری سے ریٹائرڈ ہو۔ جماعت سے منسلک دوست کو ترجیح دی جائے گی، تنخواہ معقول دی جائے گی۔ تمام درخواستیں بنام ناظم دارالسلام — 5 — عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور کے نام ایک ہفتہ کے اندر آنی چاہئیں۔

فضل حق ناظم دارالسلام

مَلْفُوْظات

(سلسلہ صفحہ اوّل)

لیکن اس کا دل کسی اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل رُو بدُنیا ہے۔ تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت... رکھتا ہے پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں۔ تو سمجھ لے کہ وہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے۔ خواہ اس کا قول کتنا ہی پاک ہو۔ وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا۔ بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں۔ اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے۔ جس سے وہ پھل دار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے۔ تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے۔ محض زبانی دعوٰی کرتی ہے۔ وہ غنی ہے۔ وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی۔ ہر طرح فتح کی اُمید تھی۔ لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا۔ کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت والحاح کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ ذات غنی ہے۔ یعنی ممکن ہے۔ کہ وعدہ الٰہی میں کوئی خفی شرائط ہوں۔

پلاٹ باقی ہیں

دارالسلام میں چند ایک پلاٹ برائے الاٹمنٹ باقی ہیں جو ایک کنال۔ ۱۰ مرلہ اور ۶ مرلہ کے ہیں۔ احباب ان کے لئے اب بھی درخواستیں دے سکتے ہیں۔ تمام درخواستیں ناظم دارالسلام کے نام ارسال ہوں اور رقم محاسب انجمن کے نام نقد یا بذریعہ کراسڈ ڈرافٹ ارسال کی جائے۔ فضل حق

غلام نبی مُسلم ایم اے

حضرت حکیم الاُمّت رح کے مختصر حالاتِ زندگی ۔

حکیم الاُمت حاجی الحرمین الشریفین حضرت حافظ مولانا حکیم نورالدینؓ دودمان عالیہ حضرت فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے چشم و چراغ تھے، اور آپ کو اپنے جد امجدؓ سے خدا و رسول کا عشق، توحید سے وابستگی، غیرت دینی، حق گوئی، ایثار و قربانی کی تڑپ، توکل علی اللہ اور خدمتِ خلق کی رُوح ورثے میں ملی اور اس امر کی ادنےٰ سی جھلک اس حقیقت میں پائی جاتی ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد میں گیارہ پشت تک متواتر حفاظِ قرآن کریم تھے۔

آپ کی پیدائش ۱۸۴۱ء میں بھیرہ (مغربی پنجاب) کے تاریخی قصبہ میں ہوئی۔ یہ قصبہ نامور نوجوان اموی فاتح محمد بن قاسم کے زمانے میں اسلامی حکومت کے زیرِ اثر آیا۔ اور اس کے بعد اس علاقہ کے غیرت مند اہلِ حق نے ہمیشہ یہاں علومِ دینیہ کی شمع روشن رکھی اور ہمیشہ اسلام کا علم بلند رکھنے میں قربانیاں دیں۔

آپ کا خاندان دینی علم و حمیت کا گہوارہ تھا۔ آپ کے والد حضرت حافظ غلام رسولؒ عاشقِ قرآن تھے اور قرآن کی اشاعت ہی ان کا وظیفہ حیات تھا۔ اور انہوں نے اپنے ساتوں بیٹوں سمیت سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت حکیم الاُمت کی دینی تعلیم کی طرف کما حقہٗ توجہ دی اور اپنی طبعی محبت پر ہمیشہ آپ کی تعلیم و تربیت کو مقدم رکھا۔ چنانچہ جب آپ نے دام پورا ہاکر تحصیل علم کا اشتیاق ظاہر کیا تو اس عظیم باپ نے فرمایا:-

"اتنی دُور جا کر پڑھو کہ ہم میں سے کسی کے مرنے جینے سے ذرا بھی تعلق نہ رہے"

والد کے اسی شوق کا ذکر خود حضرت حکیم الاُمّت نے بدیں الفاظ کیا :-

"میرے باپ کو اپنی اولاد کی تعلیم کا بہت شوق تھا۔ مدن چند ایک ہندو عالم تھا وہ کوڑھی ہو گیا، لوگوں نے اسے باہر مکان بنا دیا۔ میرے باپ نے اس کے پاس میرے بھائی کو پڑھنے کے لئے بھیجا۔ لوگوں نے کہا خوبصورت بچہ ہے کیوں اس کی زندگی ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ اس پر میرے باپ نے کہا، مدن چند جیتنا علم پڑھا کر اگر میرا بیٹا کوڑھی ہو گیا۔ تو کچھ پرواہ نہیں" (بدر ۲ر جنوری ۱۹۰۸ء)

والدہ ماجدہ کی آغوش

کہتے ہیں کہ "جو ہاتھ پنگھوڑے کو ہلاتا ہے وہ دُنیا پہ حکومت کرتا ہے" اور اطلبوا العلم من المھد میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ تعلیم کی ابتداء آغوشِ مادر سے ہونی ضروری ہے۔ اقبالؔ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن ؏ اسی کی خاک سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

حضرت حکیم الاُمّت کی شہرۂ آفاق عظمت میں مادرِ مہربان کی نظرِ التفات کی جھلک نمایاں ہے آپ کی اسم بامسمّیٰ والدہ نورِ بختؒ نے آپ کو نورِ قرآن کی کرنوں سے نورالدین بنا دیا۔ چنانچہ آپ نے ہزاروں دیگر بچوں کی طرح اس خُدا پرست نیک خاتون سے قرآن اور دینی مسائل کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، اور دینی ماحول میں پروان چڑھے۔ اپنی والدہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حکیم الاُمت فرماتے ہیں :-

"میری والدہ کو قرآن پڑھانے کا بڑا ہی شوق تھا۔ انہوں نے تیرہ برس کی عمر سے قرآن شریف پڑھانا شروع کیا۔ چنانچہ ان کا یہ اثر ہے کہ ہم سب بھائیوں کو قرآن شریف کا بڑا ہی شوق رہا" (مرقات ص۱۴۲)

"میری ماں، اللہ تعالےٰ اسے جنّت میں بڑے بڑے درجات عطا کرے۔ بہت سارے بچوں کی ماں تھیں مگر وہ کبھی نماز قضا نہ کرتیں۔ ایک چادر پاک صاف اس کے لئے رکھی ہوئی تھی کہ نماز کے وقت اسے اوڑھ لیتیں۔ نماز پڑھ کر اسے معاً کھونٹی پر لٹکا دیتیں۔ قرآن مجید کا پڑھنا کبھی قضا نہ کیا۔ بلکہ میں نے اپنی ماں کے پیٹ میں قرآن مجید سُنا، پھر گود میں سُنا۔ اور ان سے ہی پڑھا" (بدر ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۱ء)

بھائی اور بھاوج

آپ کے تمام بھائی آپ سے عُمر میں بڑے تھے، خوشحال تھے، اور صاحبِ علم تھے۔ انہوں نے بالخصوص بڑے بھائی سلطان احمد صاحب نے بھی آپ کی تعلیم کی طرف کما حقہٗ توجہ دی، اور نہ صرف خود آپ کو تعلیم دی، بلکہ قدم قدم پر آپ کی تعلیم پر اساتذہ مقرر کئے اور آپ کی ہر پہلو سے سرپرستی کی، پھر آپ بھاوج کے لحاظ سے بھی خوش قسمت تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میری ایک بھاوج مجھے گود میں لیکر

انت الھادی انت الحق لیس الھادی الا ھو

کی لوری دیا کرتی تھیں۔

ایسے عظیم باپ، عظیم ماں، عظیم بھائی اور عظیم بھاوج کی موجودگی میں اگر آپ رُشد و ہدایت، علومِ فرقان، اشاعتِ دین اور بلند کردار کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکے تو چنداں مقامِ حیرت نہیں۔

اُنیسویں صدی اسلامیانِ ہند کے لئے نکبت و ادبار اور پستی و تباہ حالی کی تاریک گھناؤنی صدی عبارت تھی۔ مسلمان سیاسی لحاظ سے دم توڑ رہا تھا تو اخلاقی اور دینی زوال بھی انتہاء کو پہنچ چکا تھا۔ کفر و الحاد کی ان آندھیوں میں ولی اللّٰہی خاندان اس ڈوبتی ہوئی نیّا کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اور جہاں حضرت سیّد احمد بریلویؒ شہید، حضرت سیّد اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے فدائیانِ اسلام ساتھی اپنی گردنیں کٹوا کر بظاہر اسلامی عظمت کی بقاء کی ناکام کوشش کر چکے تھے، وہاں اس خاندان کے دیگر افراد دینی سطح پر تجدید اور ترویج میں سرگرم عمل تھے، اور حضرت حکیم الاُمّت نے اس خاندان کی تعلیمات سے بہت اثر لیا۔ اس نے آپ کی زندگی کا رُخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے متعین کر دیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں :-

"احسانِ الٰہی ہے کہ شاہ ولی اللہ کے خاندان کی کتابیں مَیں نے پڑھیں۔ اس خاندان کے طفیل مجھے بہت فائدہ ہوا"

"میں نے ہوش سنبھالتے ہی مولوی خرم علی، مولوی اسمٰعیل، مولوی اسحٰق کی کتابوں نصیحۃ المسلمین، تقویۃ الایمان، روایات المسلمین وغیرہ کو پڑھا۔ اور ان سے توحید کا وہ سبق پڑھا کہ ہر غلطی سے بحمداللہ پاک و محفوظ رہا، غرض خدا تعالیٰ جن کو نوازتا ہے عالمِ اسباب کہ بھی ان کا خادم کر دیتا ہے" (درسِ قرآن)

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد محترم کا حضرت سید احمد بریلویؒ کی تحریک مجاہدین سے تعلق تھا۔ اور اس تحریک کے وابستگان بھیرہ میں آیا کرتے تھے۔

"جناب الٰہی کے انعامات میں سے ایک یہ بات تھی۔ کہ غدر میں ایک تاجر کتب جو مجاہدین کے پاس اس زمانہ میں روپیہ لے جایا کرتے تھے۔ ہمارے مکان میں اُترے انہوں نے ترجمہ قرآن کی طرف یا یہ کہنا چاہیئے کہ اس گراں بہا جواہرات کی کان کی طرف مجھے متوجہ کیا، جس کے باعث میں اس بڑھاپے میں نہایت شادمانہ زندگی بسر کرتا ہوں، وذالک فضل اللہ علینا و علی الناس ولکن اکثر الناس لایعلمون۔"

حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریک کے زیرِ اثر آپ کے دل میں قرآن پاک کی محبت، اسلام کے غلبہ کا یقین، جہاد فی سبیل اللہ کی تڑپ اور توحید پر ایمان محکم پیدا ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے ۱۸۷۷ء میں ترکی اور رُوس کے درمیان جنگ کے موقعہ پر والدہ محترمہ سے جہاد کی اجازت طلب کی، امام مکہ میں اقامت کے دوران اپنے اُستاد سے شاہ اسمٰعیلؒ کے حق میں شدید اختلاف کیا، ایسا ہی مظاہرہ بھوپال میں بھی کیا، اپنی صاحبزادی، امامہ کو شاہ ولی اللہؒ کا ترجمہ قرآن پڑھایا۔ اور عُمر بھر اس تعلق میں کمی نہ آنے دی۔

تعلیمی مراحل

آپ کے زمانے میں ملک انتشار کا شکار تھا۔ پنجاب میں سکھوں کی بدعملی گردی تھی، اور دربار لاہور سازشوں اور خانہ جنگی کا شکار تھا۔ پھر تعلیم کے باقاعدہ مدارس نہ تھے، بلکہ طالب علم مختلف اساتذہ سے مختلف علوم پڑھا کرتے تھے آپ نے قرآن مجید اور ابتدائی کتب والدہ محترمہ سے پڑھیں، بارہ سال کی عمر میں اپنے بھائی سلطان احمد کے مطبع لاہور میں آئے اور منشی محمد قاسم سے فارسی پڑھنا شروع کی ۵۵ء میں بھیرہ پہنچ کر حاجی میاں شرف الدین سے تحصیل فارسی جاری رکھی۔ انہی دنوں برادر بزرگ سلطان بھیرہ لوٹ آئے تو ان سے عربی کے سلسلے میں میزان الصرف پڑھنے لگے۔ ۵۷ء میں لاہور آکر جناب حکیم اللہ دین ساکن گمٹی بازار سے طب اور موجز پڑھنے لگے۔ ۵۸ء میں راولپنڈی نارمل سکول میں داخلہ لے لیا۔ اس وقت آپ سہ نثر ظہوری اور ابوالفضل آسانی سے پڑھ سکتے تھے اس لئے آپ نے اقلیدس، حساب، جغرافیہ وغیرہ کی طرف زیادہ توجہ دی۔ آپ نہایت اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوئے تو آپ کو پنڈ دادن خان میں ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا، آپ نے چار برس ملازمت کی اور اس اثناء میں برادر بزرگ مولوی سلطان احمد سے الفیہ، منطق کے رسائل اور شرح عقاید وغیرہ کتب پڑھیں۔

چار سال کے اختتام پر آپ کی زندگی میں ایک عظیم واقعہ ہوا جس نے آپ کی زندگی کا رُخ بدل ڈالا۔ ایک دن انسپکٹر صاحب سکول معائنہ کرنے آئے، افسری کے زعم میں انہوں نے جو رویہ اختیار کیا، حضرت حکیم الامت کی موحد اور غیرت مند طبیعت نے اسے برداشت نہ کیا، اسی وقت اپنی سند منگوائی، اسے پھاڑ ڈالا اور ملازمت سے استعفےٰ دیکر گھر چلے آئے۔

واپسی کے بعد واپسی کے بعد عربی کی تکمیل پر زور دیا اور بگے والے قاضی مولوی احمد دین سے پڑھنے لگے۔ وہ ان دنوں جامع مسجد کے سلسلہ میں دوروں پر رہتے تھے۔ اس لئے اطمینان سے تعلیم نہ دے سکتے تھے۔ ان سے چند کتب بمشکل پڑھیں اور ایک سال کے بعد بھائی کے مشورے سے مزید تعلیم کے لئے لاہور تشریف لے آئے۔

رام پور کو روانگی آپ کی تشنگی کی تسکین پنجاب میں ممکن نہ تھی، آخر آپ نے ہندوستان کے علماء سے تحصیل علم کا ارادہ کر لیا اور ایک طویل مدت کے لئے خویش و اقارب سے جدائی اختیار کر لی، آپ کے ساتھ دو طالب علم اور بھی تھے۔ یہ مدرسہ متلاشیان علم دین راستے کی مشکلات طے کر کے پیدل رام پور جا پہنچے، جو ان دنوں اسلامی ریاست ہونے کی وجہ سے علماء و فضلاء کا مرکز بنا ہوا تھا، اور طلباء وہاں جوق در جوق پہنچ رہے تھے۔ رام پور میں آپ کی اولین ملاقات حافظ عبدالحق صاحب سے ہوئی جو ایک مسجد میں امام تھے انہوں نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی آپ نے درج ذیل شرائط پر اسے قبول کر لیا۔

(۱) میں اکیلا نہیں ہم تین آدمی ہیں۔ (۲) ہم لوگوں کے ہاں روٹیاں لینے نہیں جائیں گے۔ (۳) محلے کے لڑکوں کو نہیں پڑھائیں گے۔ (۴) ہمیں کتابوں اور استادوں کی فکر سے آزاد کیا جائے۔

حافظ صاحب موصوف نے یہ تمام شرائط قبول کر لیں۔ جو ان کی دینی تڑپ کا عکس ہے اور سال بھر اس معاہدہ پر عمدگی سے کاربند رہے، جس کی بدولت آپ اطمینان سے تحصیل علم کرتے رہے اور مختلف اساتذہ سے ملا حسن۔ مشکوٰۃ اصول شاشی اور شرح وقایہ وغیرہ پڑھتے رہے

شاہ جی عبدالرزاق آپ کو اہل اللہ سے دلی لگاؤ تھا۔ رام پور میں ایک بزرگ شاہ جی عبدالرزاق تھے، جن کی خدمت میں آپ اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ایک بار چند روز ناغہ کے بعد حاضر خدمت ہوئے تو شاہ جی نے فرمایا:-

"نورالدین کبھی تم نے قصاب کی دوکان بھی دیکھی ہے، عرض کیا، اکثر اتفاق ہوا ہے فرمایا، تم نے دیکھا ہوگا، کہ قصاب گوشت کاٹتے کاٹتے جب اس کی چھریاں کند ہو جاتی ہیں تو وہ ان کو تیز کرنے اور ان کی چربی اتارنے کے لئے انہیں آپس میں رگڑتے ہیں۔ عرض کیا حضرت اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا بس یہی کہ عدم ملاقات سے کچھ تم پر غفلت طاری ہو جاتی ہے کچھ مجھ پر، اور ملاقات کے موقع پر پھر ہم تیز ہو جاتے ہیں" (مرقاۃ)

"ان کی اس بات نے مجھے بہت ہی فائدے پہنچائے اور ہمیشہ مجھ کو یہی خواہش رہی کہ نیک لوگوں کے پاس آدمی کو ضرور بیٹھنا چاہیئے اس سے بڑی بڑی سستیاں دور ہو جاتی ہیں" (مرقاۃ)

لکھنؤ کا عزم رام پور میں آپ دو تین سال رہے، حتیٰ کہ آپ کو شہر کا مرض ہو گیا، چنانچہ آپ نے آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے لکھنؤ کا قصد کیا۔ آپ ہندوستان کے سب سے بڑے طبیب اور عالم حکیم علی حسین صاحب لکھنوی کی تعریف سن چکے تھے۔ راستے میں مراد آباد کے مقام پر ایک بندۂ حق مولوی عبدالرشید سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے ڈیڑھ ماہ تک آپ کو اپنے ہاں ٹھہرا کر خوب خدمت کی، حتیٰ کہ آپ بالکل تندرست ہو گئے۔

وہاں سے چل کر کانپور ہوتے ہوئے آپ لکھنؤ پہنچے، سفر نے جسم اور لباس پر گرد و غبار کی تہ جما رکھی تھی۔ گاڑی سے اترتے ہی حکیم صاحب کے دولتکدے پر پہنچے۔ فرش پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی اور احباب تشریف فرما تھے۔ آپ نے السلام علیکم کہا اور گرد آلود پاؤں سے حکیم صاحب کے پاس پہنچے اور گرد آلود ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ پاؤں کے نشانات دیکھکر کسی نے استہزا کے طور پر کہا کہ آپ کس مہذب ملک سے تشریف لائے ہیں۔ اس پر آپ نے برجستہ فرمایا:-

"یہ بے تکلفیاں اور السلام علیکم کی بے تکلف آواز وادئ غیر ذی زرع کے اُمّی اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی"۔

اس بے ساختہ پن پر حکیم صاحب پھڑک اٹھے، پوچھا کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پڑھنے کے لئے آیا ہوں، کہا میں نے بڑھاپے کی وجہ سے نہ پڑھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اس پر حضرت مولٰنا نے جوش بھری اور دردمندانہ آواز میں کہا:-

"شیرازی حکیم نے بہت ہی غلط کہا، کہ رنجانیدن جہل است و کفارہ یمین سہل "دل کا دکھانا جہالت ہے اور قسم کا کفارہ آسان ہے"

اس پر حکیم صاحب چشم پُر آب ہو گئے اور کہا میں آپ کو حکیم مولوی نور کریم کے سپرد کر دوں گا وہ آپ کو اچھی طرح پڑھائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر کسی اور کے سپرد کرنا ہے تو پھر "ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست" یہ الفاظ اپنا کام کر گئے اور حکیم صاحب آپ کو پڑھانے کے لئے رضامند ہو گئے۔ پھر پوچھا کہ طب کہاں تک پڑھنا چاہتے ہو تو اس پر عرض کیا کہ افلاطون کے برابر، حکیم صاحب نے ہنس کر فرمایا کچھ تو ضرور ہی پڑھ لو گے کہ اگر کسی کمتر کا نام لیتے تو مجھے صدمہ ہوتا۔ کیونکہ بلند نظر انسان ہی کچھ کر سکتا ہے۔

لکھنؤ میں آپ اپنے برادر بزرگ کے دوست علی بخش خاں مالک مطبع علوی کے پاس پہنچے، غسل کیا، کپڑے بدلے اور آرام پایا۔ علی بخش نے آپ کو رہنے کے لئے مکان دیا۔ روٹی کا انتظام خود کرنا تھا۔ آگ جلائی۔ توا رکھا اور آٹا پتلا گھول کر توے پر ڈال دیا۔ روٹی چمٹ گئی اسے پکانا تھا نہ پکی، چاقو سے بھی نہ اتری۔ آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی:-

"اے مولا کریم! ایک نادان کے کام سپرد کرنا اپنے بنائے ہوئے رزق کو ضائع کرنا ہے۔ یہ کس لائق ہے جس کے سپرد روٹی پکانا کیا گیا ہے"۔

اس کے بعد حکیم صاحب کے ہاں گئے تو انہوں نے فرمایا:-

"آپ اس وقت آئے اور بلا اجازت چلے گئے یہ شاگردوں کا کام ہے؟ آئندہ تم روٹی ہمارے ساتھ کھایا کرو اور یہیں رہو یا جہاں ٹھہرے ہو۔ مگر روٹی یہاں کھایا کرو۔"

دوبارہ عزم رام پور حکیم صاحب سے آپ نے نفیسی پڑھنا شروع کر دی، اور مولوی فضل اللہ فرنگی محلی سے مُلا حسن اور احمد اللہ پڑھنے لگے، مگر آپ کی تسکین نہ ہوئی۔ لکھنؤ میں آپ کی تسکین کا سامان نہ ہوا تو آپ نے حکیم صاحب کی اجازت سے دوبارہ رام پور جانے کا ارادہ کر لیا۔ اتفاق سے حکیم صاحب کو دربار رام پور سے بلاوا آیا تھا۔ چنانچہ آپ کی ترغیب سے حکیم علی حسین صاحب بھی آمادہ ہو گئے اور ہر دو استاد شاگرد رام پور چلے گئے۔

بیاض لینے سے انکار ایک دفعہ ایک مریض حکیم صاحب کے پاس آیا۔ انہوں نے آپ کو نسخہ تجویز کرنے کو فرمایا۔ آپ نے نسخہ لکھ کر پیش کیا تو حکیم صاحب خوش ہوئے اور اپنی بیاض محبت سے پیش کی کہ تم اس کے اہل ہو، مگر آپ نے فرمایا:-

"میں اس کو کیا کروں نسخہ لکھنا تو تشخیص پر منحصر ہے۔ اور اس میں تشخیص کوئی نہیں"۔ اس پر حکیم صاحب متبسم ہو کر خاموش ہو گئے۔

رام پور میں تحصیل علم کے سلسلے میں آپ نے فرمایا:-

"رام پور میں مشکوٰۃ میں نے حسن شاہ صاحب سے پڑھی، شرح وقایہ مولوی عزیز اللہ صاحب افغان سے، اور اصول شاشی اور میبذی مولوی ارشاد حسین صاحب سے، متنبی مفتی سعد اللہ صاحب سے، صدری وغیرہ مولوی عبدالعلی صاحب سے ملاحسن حافظ سعد اللہ رڑیاں ملک پنجاب سے پڑھی"۔

عزم بھوپال دو سال کے بعد آپ نے حکیم صاحب سے سند اور اجازت لے لی تاکہ قرآن و حدیث کے علوم کی تکمیل کر سکیں، حکیم صاحب نے میرٹھ اور دہلی جانے کا مشورہ دیا۔ میرٹھ پہنچے تو حافظ احمد علی صاحب کلکتہ جا چکے تھے اور دہلی میں مولوی نذیر حسین صاحب محدث قید فرنگ میں تھے، اس لئے آپ نے بھوپال کا رُخ کیا، راستے میں گوالیار کے مقام پر ایک مرد حق پرست سے ملاقات کا ذکر فرماتے ہیں:-

"گوالیار پہنچا تو میری ایک ایسے بزرگ سے ملاقات ہوئی جو حضرت سید احمد بریلوی کے مخلصوں میں سے تھے۔ مجھ کو کچھ ان کی صحبت میں ایسی خوشی ہوئی کہ میں وہیں رہ پڑا مجھ سے باتیں کرتے کرتے انہوں نے یہ دو شعر پڑھے

نہ کر عرض میرے عصیان و جرم بیحد کا ✤ کہ تیری ذات غفور الرحیم کہتے ہیں
کہیں نہ کہدے عدو دیکھ کر مجھے غمگیں ✤ یہ اس کا بندہ ہے جس کو کریم کہتے ہیں

ان شعروں کا اثر پچاس سال گذرنے کے بعد بھی دل پر باقی ہے۔

(باقی ص ۹ کالم ۲)

خواتین احمدیہ کراچی کی

مجلس تبلیغ رپورٹ ۱۱،

مؤرخہ ۲/۳ ۶ بروز منگل ۱۰۔ مسجد احمدیہ کراچی میں پانچ بجے بعد دوپہر محترمہ جنابہ سعیدہ احمد صاحبہ صدر تنظیم خواتین کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا۔ حاضری نہایت خوشکن تھی۔ محترمہ خورشید انور صاحبہ آف سیالکوٹ نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ محترم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل مبلغ اسلام نے سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع کا درس دیا۔ (۱) اللہ تعالےٰ کی توحید کا اقرار (۲) نماز کی ادائیگی۔ (۳) انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت پر کافی زور دیا گیا۔
مندرجہ ذیل بچیوں نے تقریریں کیں :۔

(۱)۔ عزیزہ ثریا اصغر: "حضرت مسیح موعود کی صداقت قرآن مجید کی رو سے"

(۲) عزیزہ فرح احمد:۔ "پنڈت لیکھرام کی ہلاکت اسلام کی صداقت کا زبردست نشان ہے"

(۳) عزیزہ نائلہ مقبول :۔ "حضرت عیسیٰ کی وفات قرآن مجید کی رو سے"

محترمہ رفیعہ مقصود شیخ صاحبہ نے ممبرات سے فارم پُر کروائے۔ اور بعض ضروری امور پر آپس میں تبادلہ خیالات کیا گیا۔

حاضرات جلسہ کی خدمت میں جماعت کراچی کی طرف سے ٹھنڈے مشروب سے تواضع کی گئی جزاھم اللہ۔

دوسرا ماہانہ جلسہ مسجد احمدیہ کراچی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ خطرہ تھا کہ شاید حاضری کم ہو کیونکہ بہت ساری بہنیں مختلف تقاریب کے سلسلہ میں کراچی سے باہر تھیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کے فضل سے دور دور سے بہنوں نے آکر جلسہ کو زینت بخشی!

مکرم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل مبلغ اسلام نے سورۃ لقمان کے ایک رکوع کا درس دیا۔

نماز کی ادائیگی اور تربیت اولاد کی طرف خواتین کو خاص طور پر توجہ دلائی اور عرض کیا کہ موجودہ حالات میں یہ بڑا کٹھن فریضہ ہے۔ جب تک اجتماعی رنگ میں ہم اعلےٰ نمونہ نہ پیش کریں گے اس وقت تک حقیقی کامیابی مشکل ہے۔

(۲) عزیزہ نائلہ مقبول شیخ: "حضرت عیسٰے کی وفات از روئے قرآن مجید"۔

(۳) عزیزہ رضیہ صدیقی صاحبہ! "نماز کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں"

محترمہ صدر صاحبہ نے خواتین کو بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلائی، اور بتایا کہ ایک سکیم تیار کی جا رہی ہے اور ہم کوشش کریں گے کہ کراچی کے اطراف و جوانب میں گاہے گاہے دورے کئے جائیں، سب بہنوں سے تعلقات استوار کئے جائیں۔ جو گھرانے یا افراد کسی قسم کی امداد کے محتاج ہوں۔ کوئی بیماری وغیرہ ہو یا بچیوں کی شادی کا سلسلہ ہو، انشاء اللہ ہم اس نیک کام میں دستِ تعاون بڑھائیں گی۔ معین پروگرام کچھ عرصہ بعد آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جاوے گا۔ گذشتہ ماہ ایک مستحق بہن کی امداد ہماری سیکرٹری محترمہ رفیعہ شیخ صاحبہ نے ذاتی طور پر کی۔ جزاھا اللہ!

خواتین کراچی نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا۔ کہ کراچی میں آمد و رفت کا معاملہ بڑا کٹھن اور تکلیف دہ ہے اور وقت پر سواری نہیں ملتی۔ بڑا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔ اس لئے مندرجہ ذیل بہنوں نے ابتغاء لمرضات بہنوں کو جلسوں میں لانے اور واپس پہنچانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ جزاھن اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

(۱) محترمہ سعیدہ احمد صاحبہ
(۲) محترمہ بیگم صاحبہ محمد حسن خان
(۳) محترمہ رفیعہ مقصود صاحبہ۔
(۴) محترمہ مقصودہ کرنل خواجہ صاحب
(۵) محترمہ رشیدہ سلیم صاحبہ۔ اگلے جلسہ کے انعقاد کی تاریخ ۵/۳ ۱ بروز منگل مقرر کی گئی۔ جس کی رپورٹ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔
(نامہ نگار)

حضرت حکیم الاُمّت کے مختصر حالات

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۸)

کھڈالہ تک نوبت پہنچی، ایک مسجد میں لٹ گئے اور موت [illegible] کر دیا۔ منشی صاحب کے ہاں ایک بڑا کتب خانہ تھا۔ آپ کو مطالعہ کا موقع ملا۔ اور آپ کی وساطت سے حضرت مولوی عبدالقیوم صاحب سے بخاری اور ہدایہ کی تعلیم شروع کی۔ منشی صاحب درس دیا کرتے تھے، ایک دن آپ نے منشی صاحب سے پوچھا کہ قرآن حکیم میں دو مقام پر منافقوں کا ذکر ہے ایک میں نرم الفاظ ہیں اور دوسری جگہ سخت، اس کی کیا وجہ ہے، منشی صاحب نے آپ ہی سے تشریح طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ نرم الفاظ کے مخاطب اہل کتاب منافق ہیں اور سخت الفاظ کے مشرک منافق، اس دن سے درسِ قرآن آپ کے سپرد ہو گیا۔

ایک دن قاضی شہر نے شاہ اسحٰق ولی اللّٰھی کی نسبت کوئی سخت لفظ بولا، آپ اس خاندان کے شیدائی تھے۔ اُٹھ کر چلے آئے اور منشی صاحب کے ہاں کھانا بھی نہ کھایا۔ منشی صاحب تو آپ کے دیوانے تھے۔ رات بھر بھوکے رہے۔ اور اگلے روز آپ کو خوش کر کے کھانا کھلایا اور بتایا کہ میں نے تو شاہ اسحٰق سے قرآن کریم پڑھا ہے، اور انہی کی بدولت شیعہ مذہب ترک کیا۔

حج کا ارادہ

ان دنوں ایک امیر زادے کو سوزاک ہو گیا۔ وہ اسے چھپانا چاہتا تھا۔ آپ نے اس کا علاج کیا اور وہ تندرست ہو گیا تو اس نے کثیر رقم نذر کی۔ اس پر آپ نے حج کا ارادہ کر لیا۔ چلنے سے قبل آپ اپنے استاد مولٰنا عبدالقیوم صاحب سے رخصتی ملاقات کے لئے گئے۔ رخصت کرنے کے لئے علماء اور معززین جمع تھے، آپ نے مولوی صاحب سے ایسی نصیحت کی درخواست کی جس سے آپ خوش رہیں۔ انہوں نے فرمایا "خدا نہ بننا اور رسُول نہ بننا" اور اس کی وضاحت یوں کی :۔

"خدا فعال لما یرید ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ پس تمہاری کوئی خواہش ہو اور وہ پوری نہ ہو تو تم اپنے نفس سے کہو کہ میاں تم کوئی خدا ہو؟ رسول کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آتا ہے، وہ یقین کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی سے لوگ جہنم میں جائیں گے اس لئے اس کو بہت رنج ہوتا ہے۔ تمہارا فتوٰے اگر کوئی نہ مانے تو وہ یقینی جہنمی تھوڑا ہی ہو سکتا ہے۔ لہذا تم کو اس کا بھی رنج نہیں ہونا چاہیئے" اور آپ نے اس نکتے کو ہمیشہ کے لئے مشعلِ راہ بنا لیا۔

بھوپال سے رخصت ہو کر آپ برہان پور کے راستے بمبئی پہنچے، اور جہاز سے حجاز روانہ ہو گئے۔ یمن کی بندرگاہ حدیدہ پر جہاز ٹھہرا تو آپ مراد پہنچے وہاں ایک نوجوان نے آپ سے الفیہ پڑھا اور اس کی اجازت لی۔

ایک عجیب دُعا

آپ نے سُن رکھا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اس گھڑی جو دُعا بھی کی [illegible]

"الٰہی! میں تو ہر وقت محتاج ہوں اب میں کونسی دُعا مانگوں پس مَیں یہی دعا مانگتا ہوں کہ جب میں ضرورت کے وقت تجھ سے دُعا مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر" (مرقاۃ)

آپ فرماتے کہ میرا تجربہ ہے کہ میری یہ دُعا قبول ہو گئی۔ اور مجھے ہمیشہ دُعا کے ذریعہ کامیابی ہوئی۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پُورا کروں گا۔ کیا کوئی بادشاہ بھی یہ دعوے کر سکتا ہے؟۔

مکہ معظمہ میں قیام

حجاز پہنچکر آپ زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے وہاں آپ نے شیخ محمد خزرجی سے ابو داؤد، سید حسین سے صحیح مسلم اور مولانا رحمت اللہ سے مسلم کا درس شروع کر دیا۔ یہ بزرگ علم و تقوےٰ میں بلند مقام رکھتے تھے۔ ان کی صحبت میں رہ کر آپ نے علمی اور روحانی استفادہ کیا۔

(باقی ـــــ باقی)

جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ

امسال مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء بروز اتوار بوقت ۸½ بجے صبح مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام احمدیہ ہال لاہور میں جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ منعقد کیا جا رہا ہے۔ یہ جلسہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی زیر صدارت منعقد ہوگا اور اس میں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، مولانا عبدالمنان عمر صاحب، میاں مسعود احمد صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب اہم موضوعات پر تقاریر فرمائیں گے۔ مفصل اعلان آئندہ شمارہ میں شائع کیا جائے گا۔

سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

خط وکتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۔ شمارہ ۲۰

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی جماعتی سرگرمیاں

مکرمی و محترمی　ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی ماہ مارچ و اپریل ۱۹۷۳ء کی جماعتی سرگرمیوں کی ہلکی سی جھلک ذیل میں درج کی جاتی ہے برائے مہربانی اسے پیغام صلح کی آئندہ اشاعت میں شامل فرمادیں۔ مشکور رہوں گا۔

خاکسار مبارک احمد

صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

اجلاس تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۷۳ء کو محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر وحید احمد کی قیام گاہ پر حلقہ ہذا میں رہائش پذیر خواتین کا ایک اجتماع منعقد ہوا اور نہایت خوشگوار ماحول میں یہ فیصلہ ہوا کہ تنظیم خواتین کا آئندہ اجلاس عام مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۳ء کو بر مکان بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد منعقد کیا جائے۔ چنانچہ یہ اجلاس نہایت کامیابی سے منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب نے عالم اسلام پر پیش آنے والے مصائب کا خاص طور پر ذکر کیا اور مسلمانان عالم کے حق میں دعائے خیر و برکت کی۔ بعد میں بیگم رضیہ ایم علی نے تراجم فنڈ اور مسجد دار السلام فنڈ کے لئے عطیات کی اپیل کی۔ اس پر اکثر خواتین نے وعدہ جات کئے۔ کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس سال نئے انتخابات نہ کرائے جائیں۔

بیگم فضل احمد

سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ

اجلاس شبان الاحمدیہ لاہور

مجلس انتظامیہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے احمدی نوجوانوں کو جماعتی سرگرمیوں میں بھرپور دلچسپی لینے کے لئے مقامی مبلغ مرزا اسلم اختر صاحب کو ہدایت کی کہ وہ احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے ممبران کو اکٹھا کر کے ان کے لئے لائحہ عمل مرتب کریں۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے ینگ مینز کا ایک اجلاس عام مورخہ ۲۳ مارچ کو احمدیہ مسجد۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ اس میں اتفاق رائے سے احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کا نام بدل کر شبان الاحمدیہ رکھ دیا گیا ہے۔ شبان الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک انعامی تقریری مقابلہ مورخہ ۱۷ اپریل کو احمدیہ ہال میں منعقد کیا گیا۔ اس میں کثرت سے نوجوان اور اکابرین سلسلہ اکٹھے ہوئے اجلاس کی صدارت حضرت امیر قوم نے کی اور آخر میں اپنی دعاؤں سے نوازا۔

اپیل برائے تراجم قرآن فنڈ و مسجد دار السلام فنڈ

اجتماعی طور پر تمام ممبران جماعت لاہور سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ ہر دو امور کی انجام دہی کے لئے دل کھول کر عطیات دیں۔ چنانچہ نتائج حوصلہ افزا ہیں اور احباب حسب توفیق رقوم ادا کر رہے ہیں۔ جو بعد میں اکٹھی ہو کر مرکزی انجمن کو ادا کر دی جائیں گی۔

فیصلہ جات مجلس انتظامیہ مقامی جماعت اجلاس منعقدہ ۱۱ اپریل ۱۹۷۳ء

سستا بناسپتی گھی

گذشتہ چار برس سے محترم میاں فضل احمد صاحب کی وساطت اور مہربانی سے احباب جماعت لاہور کو سستا بناسپتی گھی سستے داموں مہیا کیا جا رہا ہے چنانچہ ماہ فروری اور مارچ میں ۳۲ پونڈ گھی تقسیم کیا گیا۔

طبی امداد

مستحقین جماعت لاہور کی سہولت کے لئے گذشتہ چار سال سے مقامی جماعت مفت طبی امداد مہیا کر رہی ہے جس کے لئے ہم ہر دو ڈاکٹر صاحبان ڈاکٹر وحید احمد اور مبارک احمد صاحب کے ممنون ہیں کہ وہ جماعت کے افراد کو خلوص اور محبت سے علاج کی سہولتیں مہیا کر رہے ہیں۔

قرض حسنہ

ایک حاجتمند احمدی کو ۵۰۰ روپے بطور قرضہ حسنہ دیئے گئے۔ اس ضمن میں بعض افراد کے ذمہ ابھی رقم بقایا ہیں۔ ان کی واپسی کے بعد مزید احباب کو یہ سہولت میسر آ سکے گی۔

شادی فنڈ

دو احمدی بچیوں کی شادی کے موقعہ پر ۵۰۰/- روپے کی امداد دی گئی ہے اس کے علاوہ ایک عیسائی نادار انجمن کی بچی کی شادی پر ۲۰۰/- روپے مالیت کا گھی دیا گیا۔

تعلیمی وظائف

اس سال دو نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک سو پچاس روپے ماہوار کی امداد دی جا رہی ہے۔ اس پر مزید ایک اور احمدی نوجوان کو بی اے کی تعلیم کے لئے پچاس روپے ماہوار کا وظیفہ بطور قرض حسنہ منظور کیا گیا ہے۔ اس طرح ایسی امداد ۲۰۰/- روپے ماہوار تک جا پہنچی ہے۔

مفت مالی امداد

جماعت کے تین غریب اور مستحق افراد کو مجموعی طور پر ایک سو پچاس روپے کی مفت مالی امداد دی گئی ہے۔

اجلاس رابطہ جات

ماہ اپریل کا اجلاس رابطہ مورخہ ۲۷ اپریل کو قاضی محلہ بر مکان قاضی بشیر احمد صاحب منعقد ہوا ۔۔۔ اس میں ۔۔۔ نماز جمعہ کے بعد احباب حلقہ ہذا بشمولہ علاقہ جات چھاؤنی، والٹن، دھرم پورہ وغیرہ نے وہاں اکٹھے ہو کر خالص دینی ماحول میں ایک دوسرے سے باہم تبادلہ خیالات کے بعد جماعتی بہتری کے امور پر غور کیا۔

خاکسار۔ سیکرٹری

مقامی جماعت احمدیہ لاہور

پیغام صلح:

اس اجلاس کی مفصل رپورٹ اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔

پیغام صلح زیادہ سے زیادہ احباب تک پہنچائیں

تبصرہ

بر کتاب قول محققانہ عادلانہ

میں یہ اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھے شیخ عبد الرحمن مصری صاحب کی کتاب "قول محققانہ عادلانہ بجواب حرف محرمانہ" پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات جو غیروں کی نظروں میں مہمل اور قابل اعتراض ہیں، اس کتاب میں ان کا نہایت ایمان افروز تجزیہ کیا گیا ہے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ ناگزیر ہے کہ ان الہامات پر اس رنگ میں غور کرنے سے خدا کی ہستی ایک ناقابل تردید حقیقت نظر آتی ہے۔

جناب مصری صاحب مبارکباد کے لائق ہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس کتاب کی اشاعت سے انہوں نے قوم پر احسان کیا ہے۔

احباب جماعت کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے اور جماعتوں میں اس کا چرچا ہونا چاہیئے۔

نثار احمد شیخ۔ سیالکوٹ

دعا کیلئے درخواست

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ "پیغام صلح" لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری بیٹی کچھ عرصہ سے ذہنی بیماری میں مبتلا ہے اور ہر وقت بے چین رہتی ہے۔ نیند بالکل نہیں آتی اور تین بچے بھی پریشان رہتے ہیں۔ گھر میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی سہولت دے رکھی ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج سے تنگ آ کر جماعت کے بزرگوں حضرت امیر ایدہ اللہ اور ڈاکٹر سعید احمد صاحب و دیگر احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں میری اس بیٹی کی کامل صحت کے لئے دردِ دل سے دعائیں فرمائیں۔

خیرخواہ۔ میرزا افضل احمد

حاجی پورہ ۔۔۔ سیالکوٹ شہر

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مورخہ ۹ مئی ۱۹۷۳ء

آئین پاکستان اور جماعت احمدیہ

ختم نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ

(دوست محمد ایڈیٹر)

پچھلے دنوں آئین پاکستان کی منظوری کے سلسلہ میں حکومت کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا اور مخالف پارٹیوں کی طرف سے انتشار اور بدامنی کی جو فضا پیدا کی گئی اس کے پیش نظر یہ مشکل نظر آتا تھا کہ آئین متفقہ طور پر منظور ہو سکے، لیکن صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت اور افہام و تفہیم کے ذریعہ ایسی فضا پیدا ہو گئی کہ حزب اختلاف کے رہنماؤں نے بھی مجوزہ آئین کی منظوری پر دستخط کر دیئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ اس نے ملک کو ایسے بحران سے نکال لیا جو بہت بڑے خطرات کا موجب تھا، اس کے لئے صدر مملکت کی انتھک کوششوں اور فراخدلانہ جدوجہد کا جس قدر بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آئین میں مملکت پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کا نام دیتے ہوئے ایک دفعہ رکھی گئی ہے کہ اس کا صدر اور وزیر اعظم مسلمان ہوگا اور انہیں اپنے اسلام کا اقرار کرنے کے ساتھ یہ بھی اقرار کرنا ہوگا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین مانتے ہیں اور آپؐ کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہیں سمجھتے۔ یہ وہ بات ہے جس کا اعلان حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور جماعت احمدیہ لاہور بارہا اپنے اخبارات، کتابوں اور مختلف تحریرات میں کرتے رہے ہیں، اور فی الحقیقت یہی بات نہ صرف مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، بلکہ غیر مذاہب بالخصوص عیسائیوں کے حملوں سے مسلمانوں کی حفاظت کا موجب بھی ہو سکتی ہے، حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا آپؐ کی ختم نبوت کو باطل کرنے اور اسلام کو غیروں کے حملوں کا آماجگاہ بنانے کا موجب ہے، لیکن بدقسمتی سے ایک طرف مسلمانوں میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا عقیدہ؟ اور دوسری طرف ربوہ سے تعلق رکھنے والی قادیانی جماعت کا حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دینا ختم نبوت کے ابطال اور اسلام کی سالمیت کو مجروح کرنے کا ذریعہ ہے، جس کی تردید جماعت احمدیہ لاہور ساٹھ سال سے متواتر کرتی چلی آ رہی ہے اور [illegible] جماعت کا یہ عقیدہ ہے، کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا، اس لحاظ سے تمام پاکستان بلکہ دنیائے اسلام میں صرف یہی ایک جماعت ہے جو حقیقی معنوں میں ختم نبوت کی قائل ہے، اور اس کا اپنا بنایا ہوا عقیدہ نہیں بلکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی جماعت احمدیہ نے اپنی تمام تحریرات میں اسی عقیدہ کا اعلان بار بار کر کے حضرت رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی معنوں میں خاتم النّبیین ہونا دنیا پر واضح کیا، بطور مثال آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:—

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا، کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے ... غرض قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النّبیین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرت نے لانبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا، کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔"

(حاشیہ کتاب البریہ ۲۸۴-۲۸۵)

اور خود اپنے متعلق لکھا کہ:—

"صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی [illegible] وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی [illegible] پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے .... اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول علیٰ وجه الحقیقة والافتراء وترك القرآن واحكام الشريعة الغراء وهو كافر كذاب"

(حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

اور اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا:—

"والنبوة قد انقطعت بعد نبينا صلى الله عليه وسلم .... ان رسولنا خاتم النبيين وعليه انقطعت سلسلة المرسلين فليس حق احد ان يدعى النبوة بعد رسولنا المصطفىٰ علىٰ طريقة المستقلة ... سميت نبيا من الله علىٰ طريق المجاز لا على وجه الحقيقة"

(الاستفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی)

حضرت مرزا صاحب کی ان تحریرات سے یہ امر روز روشن کی طرح [illegible] حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النّبیین [illegible] کرتے اور آپؐ کے بعد کسی نبی کا آنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا اپنا دعویٰ [illegible] کا تھا، اسی عقیدہ پر جماعت احمدیہ لاہور قائم ہے اور ساٹھ سال سے بار بار دوہرا رہی ہے، ہمیں خوشی ہے کہ پاکستان کے مجوزہ اور منظور شدہ آئین میں [illegible] احمدیہ لاہور کے اس عقیدہ سے موافقت کا اظہار کیا گیا ہے جو ختم نبوت [illegible] غلط خیالات کے سد باب کا موجب ہوگا۔

اسی سلسلہ میں ہم افسوس کے ساتھ یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے [illegible] عقیدہ کے باوجود ہماری اس جماعت احمدیہ لاہور کا وجود پاکستان میں [illegible] ہے اور عام طور پر قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتوں کو ایک ہی سمجھا جاتا [illegible] صرف یہ ہے کہ ہمارے اخبارات اور جماعتی لٹریچر جو گذشتہ [illegible] سال ہو رہا ہے عوام الناس کے ہاتھوں تک نہیں پہنچایا گیا، اور عموماً اپنے [illegible] گھروں میں محفوظ ہو کر رہ گیا ہے، ضرورت ہے کہ اس لٹریچر کو [illegible] جائے تاکہ جماعت احمدیہ لاہور کا وجود جماعت ربوہ سے ممتاز نظر آئے [illegible] سے نہ صرف جماعت کے متعلق بہتر فضا پیدا ہو سکتی ہے بلکہ حضرت مسیح موعود [illegible] متعلق عام طور پر جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں وہ بھی دور ہو کر آپ کی اصل پوزیشن واضح ہو جائے گی۔ یہ ایک نہایت اہم ضرورت ہے جس کی طرف [illegible] کے ہر فرد کو پوری توجہ کرنا چاہیئے، ضرورت ہے کہ مختلف [illegible] کی مقامی جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان باہمی [illegible] ایسا پروگرام بنائیں جس کے تحت تمام افراد جماعت کو [illegible] مہیا کر کے انہیں اپنے غیر از جماعت دوستوں رشتہ داروں [illegible] جہاں تک ممکن ہو عوام میں اس کو پھیلانے کی تلقین کی جا[illegible] حضرت امیر ایدہ اللہ کا مرتب کردہ رسالہ "ہمارے عقائد" اور اسی قسم کے [illegible] رسائل و اشتہارات مرکزی انجمن سے بلاقیمت دستیاب ہو سکتے ہیں، جو عوام [illegible] ہاتھوں میں جا کر حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ لاہور کی حیثیت کو واضح [illegible] کا موجب ہوں گے جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کے متعلق سازگار فضا پیدا ہو سکتی [illegible]

مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب

علم و حکمت

۱۹۲۵ء تا ۱۹۲۷ء کا زمانہ ہم نے آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے علمی مناظروں میں گزارا ہے۔ ایک پنڈت جی فرمانے لگے۔

مسلمانوں کو حساب نہیں آتا۔ سکولوں اور کالجوں میں مسلمان لڑکے اکثر حساب کے مضمون میں مار کھاتے اور فیل ہوتے ہیں ان بیچاروں کا بھی کیا قصور ہے "یرزق لمن یشاء بغیر حساب"۔ خود ان کے اللہ میاں بھی بے حساب یعنے حساب سے کورے ہیں۔

پنڈت کی ہرزہ سرائی کا ہم نے یہ جواب دیا:۔

یرزق لمن یشاء بغیر حساب سے مراد ایک دو تین چار کی گنتی نہیں اور نہ ہی جمع تفریق ضرب اور تقسیم کی طرف اشارہ ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ رزق دیتے وقت خدا کے سامنے یہ حساب نہیں ہوتا کہ جس کو رزق دے رہے ہیں کافر ہے یا مومن بد ہے یا نیک، مشرقی ہے یا مغربی کالا ہے یا گورا۔ عربی ہے یا عجمی۔ حضرت شیخ سعدی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب گلستان میں اس مضمون کو اس طرح نبھایا ہے:۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

تو وہ کرم کرنے والا ہے جو اپنے غیب کے خزانے میں سے آتش پرست اور عیسائی کو روزی پہنچاتا ہے۔ دوستوں کو تو کیسے محروم کر سکتا ہے جبکہ تو دشمنوں کی دیکھ بھال رکھتا ہے۔

وید مقدس میں آریوں کے پرماتما فرماتے ہیں:۔

سہسر شیرشا سہسر اکشا سہسر پاد

پرماتما کے ہزار سر ہزار آنکھیں ہزار پاؤں ہیں۔ آریوں کا پرماتما بیچارہ حساب نہیں جانتا۔ ہر سر کے ساتھ دو آنکھیں ہوتی ہیں پس اگر پرماتما کے ہزار سر ہوں تو ہزار نہیں دو ہزار آنکھیں ہونی چاہئیں۔ ٹھیک اسی طرح دو ہزار پاؤں ہونا چاہئے وید مقدس کے منتر سے پرماتما یا تو حساب سے کورا ثابت ہوتا ہے یا ایک آنکھ سے کانا اور ایک پاؤں سے لنگڑا ہے۔

سکولوں کالجوں میں الجبرا اور اقلیدس کا مضمون پڑھایا جاتا ہے وہ نہ آریوں کے پنڈتوں کی ایجاد ہے نہ عیسائی پادریوں کی۔ ساری دنیا پر یہ احسان ...... مسلمانوں کا ہے۔ الجبرا میں الف لام حروف کی نشاندہی کرتا ہے۔ ہم حساب دانی کے دو تاریخی نمونے پیش کرتے ہیں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مسلمانوں کی حساب دانی کی بلندی آج عالم ہے جس کی مثال اقوام عالم کی ساری تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دربار میں دو آدمی پیش ہوئے۔ جھگڑا یہ تھا کہ دونوں ہمسفر تھے ایک کے پاس تین روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس پانچ۔ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک تیسرا بھی شریک طعام ہو گیا اور تینوں نے برابر کا کھانا کھایا۔ تیسرا آدمی رخصت ہوتے وقت آٹھ درہم دے گیا۔ اب ان دونوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا کہ ان آٹھ درہموں کو کیسے تقسیم کریں۔ پانچ روٹیوں والے نے تین روٹیوں والے کو تین درہم دینے چاہے مگر وہ نہ مانا اور نصف کا مطالبہ کیا۔ آخر دونوں حضرت علیؓ کے حضور پیش ہوئے۔ حضرت علیؓ نے تین روٹیوں والے کو فرمایا کہ تم تین درہم لے لو ورنہ حساب کے مطابق تو تمہارے حصے میں صرف ایک درہم آتا ہے اور وہ اس طرح:۔

آٹھ روٹیوں کو تین آدمی کھانے بیٹھے سب نے برابر کا کھانا کھایا۔ ہر روٹی کے تین ٹکڑے کئے گئے کل چوبیس ٹکڑے بنے گویا ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ تین روٹیوں والے کے کل نو ٹکڑے بنے جن میں سے آٹھ ٹکڑے اس نے خود کھائے اور اس کا ایک ٹکڑا تیسرے آدمی کے حصے میں گیا۔ اسی طرح پانچ روٹیوں والے کے کل پندرہ ٹکڑے بنے جن میں سے آٹھ ٹکڑے اس نے خود کھائے اور سات ٹکڑے اس کے تیسرے آدمی کے حصہ میں آئے۔ تیسرے آدمی نے کل آٹھ درہم دیئے۔ بڑا حساب کے مطابق سات درہم سات ٹکڑوں والے کو ایک درہم ایک ٹکڑے والے کو ملنا چاہئے۔ حضرت علیؓ کی اس حساب دانی پر سارا دربار حیرت زدہ رہ گیا۔

حساب دانی کا دوسرا نمونہ خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے مامون نے پیش کیا اور وہ اس طرح ہے:۔

خلیفہ مامون کی شان خلیفہ دربار میں علمائے کرام کے ساتھ رونق افروز تھا۔ ایک عورت نے سر دربار فریاد کی کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے لوگ مجھے صرف ایک دینار دے کر ٹالنا چاہتے ہیں میرا انصاف کیجئے۔

مامون عالم اور فقیہہ تھا تھوڑی دیر تک سر کو جھکایا اور پھر کہا:۔

"کیا متوفی کی دو لڑکیاں ایک بیوی ایک ماں۔ بارہ بھائی اور ایک بہن ہے؟"

عورت نے کہا یہ درست ہے۔ اس پر مامون نے کہا کہ متوفی کی لڑکیوں کو دو تہائی یعنی چار سو دینار پہنچے ہیں۔ بیوی کو آٹھواں حصہ یعنے پچھتر دینار۔ بارہ بھائیوں کو فی کس دو دینار کل چوبیس دینار انکے حصے میں آئے اور متوفی کی بہن کے حصے میں صرف ایک ہی دینار آتا ہے۔"

دربار کے علماء مامون کی حساب دانی[1] پر عش عش کر اٹھے۔ خلیفہ مامون خود بھی عالم تھا اس لئے اس نے علم میں بے حد شغف لیا۔ ہر شیخ کو چار ہزار روپیہ (اس زمانے کا چار ہزار آج کا بیس ہزار ہے) ماہوار تنخواہ ملتی تھی اور اگر وہ کوئی کتاب لکھے تو وہ کبھی بادام اسے ملتے تھے اور اس کتاب کو سونے میں تولا جاتا اور سونا بھی مصنف کو دے دیا جاتا۔ حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ جو صحاح ستہ میں سے ایک ہے مامون کے عہد میں ہی لکھی گئی۔ ابن ماجہ بزرگ مصنف کا نام تھا۔

ایک بار مامون نے اپنے استاد کے ساتھ جو کہ امام مالک ... ایک لمبا سفر بھی کیا۔

مکتوب امریکہ

فلپائن کے وائس پریزیڈنٹ کی دختر کا قبول اسلام۔

کیلیفورنیا (یو ایس اے) سے محترم بھائی مبلغ اسلام ماسٹر محمد ... صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"...... آج شام اسلامک سنٹر آف سان فرانسسکو کی ماہواری میٹنگ ہو گی۔ حاضرین جلسہ کے لئے ... کا بندوبست بھی کیا گیا ہے۔ گذشتہ ماہواری جلسہ میں خاکسار کی تقریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات" پر تھی۔ کو بہت پسند کیا گیا تھا۔ اس جلسہ میں ... اس مضمون کو جاری رکھنے کیلئے ... کی گئی تھی۔ لیکن میں نے اپنا وقت ظفر اقبال عبداللہ کو دے دیا ہے ... پر تقریر کریں گے، اس کے علاوہ ... خوشکن خبر یہ ہے کہ فلپائن ... کے وائس پریزیڈنٹ کی لڑکی کی تقریر "میں نے اسلام کیوں قبول کیا" کے موضوع پر ہو گی۔ یہ خدا کی شان ہے کہ ایسے ... میں جبکہ فلپائن میں مسلمان ... کے تشدد کا شکار ہو رہے ہیں ... پریزیڈنٹ کی بیٹی مسز ... امریکہ میں اسلام قبول کرنے کی وجوہات ... سامنے پیش کرتی ہے۔ خاکسار نے ... کے اعزاز میں گھر پر دعوت طعام ... اور اس نے ہم سب کو ایک ... ڈنر دیا۔ خاکسار نے اس خاتون ... ایک مصری مسلمان سے پڑھا ... مصر کی حکومت میں ملازم ہے ... موصوفہ اپنے والد کے بنگلے میں ... جو سان فرانسسکو کے ... سیکشن میں ہے۔ اس کے ... کٹر رومن کیتھولک ہیں ... موجودگی میں اپنی زبان میں اس کی مخالفت کرتے رہے۔ لیکن یہ ان کا ... دیتی تھی۔"

[1] یہاں "حساب دانی" پر حاشیہ کا نشان (۱) ہے۔

زمین و آسمان کے باہمی تعلقات اور سورج و قمر کے اثرات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور احسانات کے مظہر ہیں

نفس انسانی کی رہنمائی کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کامل انسان پیدا ہوا

جس کے ذریعہ انسانیت کو تزکیہ و تطہیر کا سامان میسر آیا۔

حضرت مجدد زمان نے اسلام کی مدافعت کیلئے عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۱ مئی ۱۹۷۳ئہ۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولٰنا صدرالدین صاحب بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

والشمس وضحٰھا والقمر اذا تلٰھا والنھار اذا جلّٰھا والیل اذا یغشٰھا والسمآء وما بنٰھا والارض وما طحٰھا ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا کذبت ثمود بطغوٰھا اذ انبعث اشقٰھا فقال لھم رسول اللّٰہ ناقۃ اللّٰہ وسقیٰھا فکذبوہ فعقروھا فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّٰھا ولا یخاف عقبٰھا ــــ (سورۃ الشمس ۹۱)

سورج بہت بڑا جرم ہے، دنیا کو گرمی اور روشنی پہنچانے کے لحاظ سے اس کے بہت بڑے فوائد اور بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اجرام فلکی میں سے جو زمین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں سورج بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس زمین سے برابر انیس اور زمینیں ملائی جائیں، تو سورج کی جسامت کے برابر ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور احسان جتانے کے لئے فرمایا والشمس وضحٰھا یہ سورج اور اس کی گرمی اور روشنی کی وجہ سے دنیا کی ہر چیز زندہ اور تابندہ ہے، کوئی انسان چرند، پرند وغیرہ ایسا نہیں جو سورج کی گرمی اور روشنی سے مستفید نہ ہوتا ہو، اس کی گرمی کی وجہ سے نباتات پیدا ہوتی ہیں، انسان اور حیوان زندہ ہیں، سائنسدان کہتے ہیں کہ سورج زمین سے نو کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے باوجود اس کے اس قدر گرمی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ بعض وقت انسان جھلس جاتا ہے، اسی گرمی سے نباتات اور حیوانات وغیرہ زندہ ہیں اگر ایک منٹ کے لئے سورج کو زمین کے سامنے سے ہٹا دیا جائے تو زندگی ختم ہو جائے۔ سورج کی گرمی سے سمندر کا پانی بھاپ بن کر اٹھتا ہے اور ہوا کے دوش پر زمین پر آ کر برستا ہے، جس کی وجہ سے مردگی دور ہو جاتی اور زندگی عود کر آتی ہے، پانی انسان کی زندگی کا موجب ہے۔ فرمایا وجعلنا من الماء کل شئ حی۔ پانی سے ہم نے ہر چیز کو زندہ کیا۔ بارش کا آنا بھی سورج ہی کا کرشمہ ہے، سورج گرمی دیتا اور فصلوں کو پکاتا ہے اور پھر سمندر سے پانی لا کر ہر چیز کے اندر زندگی اور لہلہاہٹ پیدا کر دیتا ہے زندگی کے علاوہ سب چیزوں میں رنگ و روغن بھی پیدا کرتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قدرت نظر آتی ہے جو مخلوق پر بہت بڑے احسانات کا موجب ہے۔

سورج کے ذکر کے بعد فرمایا والقمر اذا تلٰھا۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد چاند روشن ہوتا ہے۔ ایک نیّر اعظم دن کے لئے ہے اور ایک رات کے لئے، اس سے بھی کائنات کی ہر چیز اثر لیتی ہے۔ سورج اور قمر دونوں زندگی کے قیام اور سامان معیشت پیدا کرنے کا موجب ہیں، یہ زمین کتنی بڑی ہے اور اس کے اندر کس قدر مخلوق خدا بستی ہے، سب کے لئے حسب ضرورت سامان زندگی اور خوراک پیدا ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اور کتنی بڑی قدرت ہے کہ اس نے یہ دو نیّر اعظم پیدا کر کے مخلوق کی زندگی اور بقا کا سامان کر رکھا ہے۔

والنھار اذا جلّٰھا۔ دن چڑھتا ہے تو سامان معیشت کے حصول کے لئے جد وجہد شروع ہو جاتی ہے والیل اذا یغشٰھا۔ پھر رات جو آرام کے لئے بنائی گئی ہے دن کی روشنی کو ڈھانپ لیتی ہے۔ یہ کتنا بڑا انتظام ہے۔ رات کا آرام انسان کی زندگی قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے، رات کی نیند سے دن کی تمام تھکن دور ہو جاتی اور ضائع شدہ قوت واپس آ جاتی ہے۔ کئی سال ہوئے ایک امیر آدمی نے اشتہار دیا تھا کہ میں اس شخص کو بہت بڑا انعام دوں گا جو میرے لئے رات کو نیند لانے کا موجب ہو۔ نیند کا نہ آنا ایک عذاب ہے۔ رات اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، فرمایا وجعلنا الیل سکنًا رات سکون پیدا کرنے کا موجب ہے۔

والسمآء وما بنٰھا۔ آسمان کی بناوٹ کو دیکھو اس کی بلندیوں کی کوئی انتہا نہیں، سورج کی بلندی نو کروڑ میل ہے اور چاند کی دو لاکھ چالیس ہزار میل سورج سے بھی اوپر اور بھی اجرام ہیں جن کی روشنی ہم تک نہیں پہنچ سکتی، اور خدا جانے اس سے بھی آگے کس قدر اور بلندیاں ہیں جن کا ہمیں علم نہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا اندازہ کیجئے جس کا احاطہ ممکن نہیں۔ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا والسمآء ذات الرجع۔ آسمان سے بار بار بارش نازل ہوتی ہے والارض ذات الصدع اور زمین اس سے اثر لیتی اور زندگی کی نمود سے لہلہاتی ہے۔ آسمان کے پانی سے زمین میں بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھل اور اناج اور سبزہ وغیرہ اگتا ہے اس طرح آسمان اور زمین میں رابطہ قائم کر دیا گیا ہے، وہ ہستی جس نے یہ تمام انتظامات کئے ہیں، اس کی قدرت اور احسانات کا احاطہ نہیں ہو سکتا، خدا تعالیٰ نے ان احسانات کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ انسان اس کی قدرت اور احسان کے سامنے خود بخود جھکتا ہے حضرت نبی کریم صلعم سے کسی نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت کا برتاؤ، یہ اسلام کا خلاصہ ہے۔ خدا پرست وہ ہے جس کا وجود خدا کی مخلوق کے لئے رحمت اور شفقت کا موجب ہو، وہ انسان جس کے وجود سے دوسرے انسان اور حیوان فائدہ اٹھا سکیں وہی حقیقی طور پر اللہ کا پرستار ہے، ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سفر پر جا رہے تھے راستے میں آپ نے دیکھا کہ ایک اونٹ بار بار آپؐ کی طرف نظر ترحم سے دیکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کے مالک کو بلاؤ، اس اونٹ کو پوری خوراک نہیں ملتی اور بھوک کی وجہ سے اس کی نظریں ہمارے رحم کی ملتجی ہیں، کتے اور بلی وغیرہ بھی رحم کے مستحق ہیں، ہر جاندار کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا انسان کا فرض ہے۔ یہ تعلیم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمین کا نتیجہ ہے۔ اگر خدا ربّ العالمین ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ الحمد للہ ربّ العالمین پڑھنے کے بعد کوشش کرنی چاہیئے کہ انسان اس عظیم مقصد کو اپنے سامنے رکھے اور تخلقوا باخلاق اللہ کو اپنا شعار بنائے غیروں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے مسلمانوں نے اپنے حسن اخلاق اور اعلیٰ برتاؤ سے دنیا پر بڑا اثر ڈالا اور غیروں کو اپنا اور اسلام کا گرویدہ بنا لیا۔

اس کے بعد فرمایا ونفس وما سوّٰھا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے کمالات عطا کئے ہیں، زمین آسمان اور ان کی چیزیں کائنات کبریٰ ہیں تو انسان کائنات صغریٰ کی حیثیت رکھتا ہے، انسان کے اندر بھی ایسی مشین بنائی ہے، جس کے کل پرزے

انسانی علم سے بالاتر ہیں، فرمایا انسان کو بھی ہم نے کامل بنایا ہے اور جس عظیم انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کا راہنما بنایا اس کی روحانی تاثیرات نے آپ کے پیروؤں کو بھی خدا نما بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا صحابی کالنجوم میرے ساتھی بھی ستاروں کی طرح راہنمائی کا کام کرتے ہیں بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ ان میں سے جس کے پیچھے چلوگے ہدایت پا جاؤ گے۔

لیکن آپ کی راہنمائی اور ہدایت آپ کے زمانہ تک ہی محدود نہیں، دین کو زندہ رکھنے کے لئے ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے، جو دنیا کی ہدایت کا موجب ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایسے برگزیدہ لوگوں کو پیدا کرتا رہے گا جو دین کو تازہ کر دیا کرینگے ... یہ جماعت بڑی خوش قسمت ہے کہ اس نے ایک عظیم انسان کو دیکھا جو مجدد اور مسیح موعود ہے، اس کے اخلاق دیکھے، دین پر عمل دیکھا، اس کے کام دیکھے، بڑے بڑے پادریوں کو اس نے نیچا دکھا دیا۔ ہندوؤں اور آریوں کے مقابلہ میں اس نے اسلام کا چہرہ دنیا کو دکھایا اس نے ایک عیسائی پادری بشپ لیفرائے کو للکارا کہ آؤ میدان میں، اور عیسیٰ مسیح کی خدائی ثابت کرو، وہ بھاگ گیا اور کہا کہ گرمی میں یہاں نہیں رہ سکتا، ایک دفعہ بشپ لیفرائے سے میری بھی اتفاقاً ملاقات ہوئی۔ میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر تھا، ایک انگریز سرکل انسپکٹر تھا وہ بیمار ہوگیا، میں اس کی عیادت کے لئے گیا۔ وہاں لیفرائے بھی آگیا۔ سرکل انسپکٹر نے اس سے میرا تعارف کرایا کہ یہ مرزا صاحب کے مرید ہیں، وہ بول نہیں سکا، تو لیفرائے جیسا عالم فاضل حضرت مرزا صاحب سے ڈرتا ہے اور کانپتا ہے،

لیکھرام جیسا آریہ مناظر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو بتایا کہ وہ کسی شخص کی چھری سے ہلاک کیا جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انگریز کا زمانہ تھا، بڑے بڑے ہندو حکام کے پاس گئے اور فریاد کی کہ مرزا صاحب نے لیکھرام کو مروایا ہے۔ پولیس آپ کے ہاں آتی ہے اور آپ کے گھر کی تلاشی لیتی ہے۔ وہاں ایسے خطوط اور تاریں ملتی ہیں جن میں لیکھرام کے قتل پر آپ کو مبارکیں دی گئیں انگریز پولیس انسپکٹر پوچھتا ہے یہ تاریں آپ کے نام کیوں آئے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ لیکھرام ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا، خدا کی غیرت نے اسے کسی ہاتھ سے ہلاک کرا دیا۔ جس کی پیشگوئی ہم نے کی ہوئی تھی، اسی پیشگوئی کے پورا ہونے اور خدا کی بات سچی ثابت ہونے پر ہمیں مبارک بادیاں دی گئی ہیں۔ یہ مرزا صاحب کی صداقت کا نتیجہ ہے کہ ان خطوط وغیرہ کو اس خیال سے ضائع کیا کہ اس سے پولیس کو شک پیدا ہوگا اور نہ اپنے بیان میں کسی بات کو چھپایا، یہ کتنا غیرت مند انسان تھا، یہ ہیں خدا کے بندے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے فرمان ونفس وما سوّٰھا میں انسان کی کاملیت کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان جو کائنات صغریٰ کی حیثیت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی صفات میں رنگین ہوکر مخلوق کے لئے رحمت کا موجب ہو سکتا ہے۔ بڑا فرق ہے اس بیان میں اور دوسرے مذاہب کے نظریات میں جو عیسیٰ مسیح کی مصلوبیت یا کئی کروڑ جونوں میں سے گذرنے کو نجات کا موجب سمجھتے ہیں۔ نجات کے معنے یہ ہیں کہ گناہوں سے چھٹکارا پا لینا، اسلام کسی نجات کا ذکر نہیں کرتا بلکہ انسان کے خدا تک پہنچنے اور کامیابی حاصل کرنے کی خوشخبری دیتا ہے فرمایا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا انسان کے اندر ایسا ضمیر رکھ دیا گیا ہے جو اسے بتاتا ہے کہ یہ کام اچھا ہے اور یہ بُرا ہے، یہ بطور بیج کے ہے جو خدا کی وحی سے نشو ونما پاتا ہے اور انسان کو نیکی مجسم بنا دیتا ہے

چنانچہ فرمایا قد افلح من زکّٰھا جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا اور کسی قسم کی آلائش سے اسے ملوث نہیں ہونے دیا وہ کامیاب ہوگیا یہ ہے وہ کامیابی جس کی اسلام نے نیک لوگوں کو خوشخبری دی ہے، نجات پانے کا ذکر نہیں کامیابی حاصل کرنے کا بیان ہے۔

وقد خاب من دسّٰھا۔

اور وہ جس نے بُرا رستہ اختیار کیا وہ نامراد مرا، اس کے بعد غلط راہ پر چلنے ص۴

خطبہ جمعہ

(بقیہ کالم ۲)

والوں اور ان کے حشر کا ذکر کیا۔ فرمایا کذبت ثمود بطغوٰھا؟ ایک قوم ثمود نے اپنی طغیانی کی وجہ سے خدا کے ایک نیک بندے کو جھٹلایا، اس نے ایک اونٹنی کو بطور نشان پیش کیا فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا، اللہ کے رسول نے انہیں کہا اس اونٹنی کے لئے پانی پینے کی باری میں تعرض نہ کرو۔ لیکن اس بد بخت قوم نے اس کو مار ڈالا، فدمدم علیھم ربّھم بذنبھم فسوّٰھا۔ پس قوم کو اس کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا ولا یخاف عقبٰھا۔ خدا تعالیٰ ..... ان کے انجام بد سے خائف نہیں۔ دنیا کے بادشاہ کسی کو سزا دینے سے ڈرتے ہیں کہ لوگ مخالف نہ ہو جائیں۔ لیکن وہ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ اسے کسی کی مخالفت کا کیا ڈر اور کیا پروا ہے، اس لئے ہمیشہ نیکی کا رستہ اختیار کرنا اور نیک لوگوں کی مخالفت سے باز رہنا چاہیئے۔

جماعت احمدیہ لائل پور کا سالانہ جلسہ

حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین خطبہ جمعہ ارشاد فرمائینگے

محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور دوسرے اکابرین سلسلہ خطاب فرمائیں گے

جماعت احمدیہ لائل پور شاخ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ بر موقع یوم وصال سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۵ مئی ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ½۹ بجے صبح مسجد احمدیہ پریمئیر فلور ملز فیکٹری ایریا لائل پور میں منعقد ہوگا۔ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔ دوسرے اکابرین سلسلہ میں سے محترم و مکرم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب، محترم میاں غلام حیدر صاحب جھنگ، محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، محترم کرنل سعید احمد صاحب، محترم حافظ شیر محمد خوشابی اور مبلغ مقامی محترم علی محمد ماکی صاحب جلسہ سے خطاب کریں گے۔ جلسہ کی دو نشستیں ہوں گی۔

پہلی نشست نماز جمعہ سے قبل ½۹ بجے تا ½۱۲ بجے دوپہر اور دوسری نشست ½۲ بجے بعد دوپہر تا ½۴ بجے شام ہوگی۔ ایک بجے معزز مہمانوں کو کھانا اور چائے ۵ بجے شام دی جائے گی۔

عورتوں کے لئے پردہ کا علیحدہ انتظام ہوگا۔ جماعت لاہور، جھنگ، سرگودھا اور چک ۹۸ (سرگودھا) کے احباب اور خواتین کو خاص طور پر جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے۔ اگرچہ جلسہ کے اختتام پر احباب بآسانی اپنے گھروں کو لوٹ سکیں گے تاہم اگر کوئی دوست لائل پور میں ٹھہرنا پسند فرمائیں گے تو وہ دوران جلسہ راقم الحروف کو اطلاع دے دیں۔ ان کے ٹھہرانے کا انتظام ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔ دوست پورے ذوق و شوق سے جلسہ میں شمولیت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں اور اپنے ایمانوں کو جلا بخشیں۔ آمین۔ والسلام

خادم سلسلہ ملک نذر حسین۔ سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ہسپتال میں

یہ خبر احباب کرام کے لئے موجب ملال ہوگی کہ پیغام صلح کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بعارضہ قلب بیمار ہو کر سروس ہسپتال لاہور میں صاحب فراش ہیں، ان کی صحت کاملہ کے لئے احباب کرام کی خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

خواتین سیالکوٹ کی مجلسی و تبلیغی سرگرمیاں

میلاد النبی صلعم کا جلسہ کتب سلسلہ کا درس ـ جماعتی لٹریچر دوسری مسلم خواتین تک پہنچانے کا اہتمام

محترمہ خورشید جہاں سیکرٹری انجمن خواتین احمدیہ سیالکوٹ کا مکتوب

محترم و مکرم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ہماری سیالکوٹ چھاؤنی کی خواتین اپنی ہفتہ وار مجالس میں باقاعدگی سے شریک ہوتی ہیں اور مذاکرہ خاصا دلچسپ ہوتا ہے۔ بشارات احمدیہ حصہ دوم بھی اب ختم ہونے کے قریب ہے اور تیسرا حصہ انشاءاللہ جلد شروع کر دیا جائے گا۔

عید میلاد النبیؐ کا جلسہ ہم نے ۲۹-اپریل کو منعقد کیا۔ تمام خواتین اور چھوٹی چھوٹی بچیاں بڑے انہماک اور ادب سے جلسہ کے پروگرام میں شریک رہیں۔ سب سے پہلے احقر نے تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد ایک بچی نے سرور کائنات صلعم کے حضور نعت پیش کی۔ اس بچی کا نام نزہت متوال ہے۔ پھر ہماری جماعت کی صدر محترمہ رشیدہ ظفر صاحبہ نے سیرت النبی صلعم پر خوبصورت اور سادہ انداز میں ایک مضمون سنایا۔ پھر نورین صدیق ایک ننھی بچی نے نعت پڑھی۔ اس کے بعد ایک اور چھوٹی بچی ثمین رخسار ظفر نے حضور کی زندگی کا ایک واقعہ پیش کیا جس میں آپ کی بچوں سے محبت اور شفقت کا ذکر تھا۔ تحمر شفیق بی اے نے ایک نعت پیش کی۔ پھر میری بیٹی تمیلہ راحیہ (جو فسٹ ایر کی طالبہ ہے) نے نعت سنائی۔ اس کے بعد عظمت صاحبہ کی صاحبزادی سائرہ عظمت نے جن کی عمر سات سال ہے ایک مضمون حضور کی سیرت کے متعلق پڑھا۔ ایک اور بچی شگفتہ شوکت نے دعائیہ نظم سنائی۔ ہماری خزانچی اختر سلیم صاحبہ نے درود شریف کے متعلق اور محفل میلاد کے مقصد پر روشنی ڈالی۔ آخر پر مجھ ناچیز نے ایک نعت جو اپنی لکھی ہوئی تھی (رحمۃ للعالمینؐ کے حضور میں پیش کی اور پھر حضور کی آمد کا مقصد بیان کیا۔ جس میں یہ بتانے کی کوشش کی کہ جس طرح ہمارے جسم کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ہماری روح کے لئے بھی روحانی غذا چاہیئے اور حضور صلعم نے ہماری روحانی غذا کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالے جو سب مخلوقات کا رب ہے انسان کی جسمانی ربوبیت کے ساتھ ساتھ روحانی ربوبیت کا سامان بھی وقتاً فوقتاً کرتا رہا ہے اور سب سے آخر میں ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰؐ کو اس مقصد کے لئے تمام بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے مبعوث فرمایا۔ جو لوگ سچے دل سے ان کے دامن سے وابستہ رہیں گے اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل پیرا ہوں گے۔ ان کے دل اس فتنہ کے دور میں بھی پرسکون رہیں گے۔ اس کے بعد اجتماعی دعائیں کی گئیں اور جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

اس ماہ میں اور بہت سے پروگرام رہے۔ مختلف جگہوں پر میلاد کی مجالس ہوتی رہیں جن میں بہنیں شریک ہوتی رہیں۔ بیٹیہ کالج اور گورنمنٹ کالج فار ویمن میں بھی محفلیں ہوئیں جن میں میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا کلام زیادہ تر سنایا اور اسے بے حد پسند کیا گیا۔

حضرت اقدس کے یوم وصال پر بھی انشاءاللہ خواتین جلسہ کریں گی۔ اور اس کی رپورٹ بھی آپ کو بھیجدوں گی۔ اس کے علاوہ تعلیم یافتہ طبقے میں اپنی جماعت کی کارگذاریوں اور مقاصد کے حصول کے متعلق بھی گفتگو ہوتی رہی ہے۔ ان دنوں کتاب "کسر صلیب" بھی کچھ لوگوں کو پڑھنے کے لئے دی۔ میرا ارادہ ہے کہ ایک کتاب "احمدیہ موومنٹ" گورنمنٹ کالج کی پرنسپل صاحبہ کو پیش کروں کیونکہ وہ بھی بڑی عالمہ اور دین دار خاتون ہیں۔ ان سے اکثر احمدیت کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر انہیں جماعت کے متعلق معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

(باقی کالم ملا پر)

اخبار احمدیہ

رابطہ کمیٹی لاہور چھاؤنی

—— مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ رابطہ کمیٹی کا اجلاس زیر صدارت سید سلطان علی شاہ صاحب منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جو ماسٹر عبدالسلام صاحب نے کی۔ ازاں بعد ثناء اللہ صاحب نے شرائط بیعت پڑھ کر سنائیں اور ان کی وضاحت کی گئی۔

اس کے بعد مرزا سلیم اختر صاحب مبلغ اسلام نے احساس ذمہ داری اور جماعتی ترقی کے موضوع پر تقریر کی اور بہت سی مثالوں سے اپنے مقصد کو واضح کیا۔ پھر صدر مقامی جماعت لاہور ڈاکٹر مبارک احمد صاحب نے رابطہ کمیٹی کے اجلاس کو کامیاب بنانے اور تعمیر مسجد میں معاونت کرنے پر اظہار خیال کیا۔

پھر قاضی عبدالعزیز صاحب نے تعمیر مسجد کے سلسلہ میں بعض دشواریوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ قریب جگہ مل جاوے تو ہم مسجد تعمیر کرنے کو تیار ہیں۔

احباب جماعت چھاؤنی نے اس بات کا بھی اظہار کیا۔ کہ جب تک مسجد تعمیر نہیں ہوتی۔ اس وقت تک چار دریاں اور ایک سیلنگ پنکھے کا انتظام کر دیا جائے۔ دعا کے بعد احباب کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔

محمد عبداللہ سیکرٹری
مقامی جماعت احمدیہ لاہور

احباب ضلع پشاور میں رابطہ باہمی

—— پشاور میں رابطہ احباب سلسلہ کی ابتدا جناب ڈاکٹر ایم اے رحمن صاحب صدر جماعت پشاور نے کی ہے۔ ۵ مئی ۱۹۸۳ء کو تمام پانچ بجے موضع گالہ لہ گئے اور احباب سلسلہ سے گفتگو کی۔ انہوں نے ایک پرانے احمدی بزرگ جناب ملک شہباز خان نمبردار گگہ ولہ کی بیمار پرسی کی۔ ملک صاحب کافی عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کافی دیر تک وہاں رہے اور احباب سے جماعت کے استحکام و فروغ کے متعلق تبادلہ خیال کیا۔ صدر صاحب نے گاؤں کے دیگر احمدی احباب کے متعلق پوچھا تو ان کی زبانی عالم خان

مرحوم و رفیق احمد مرحوم ... کی طرف دلائی گئی۔ جناب ... ان سے ہمدردی کا اظہار کیا ... کی ہر ممکن کوشش کرنے کا ... وعدہ کیا۔ نامہ نگار از پشاور

امتحان میں کامیابی اور ...

میرا بیٹا ڈاکٹر مظہر الحق ... کے فائنل امتحان میں اول ... کے عہدہ پر تعینات ہوا ہے۔ میرا ... احتشام الحق ضرار بی ایس سی ... میں کامیاب ہو گیا ہے اور ... حاصل کی ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل ... لئے عنقریب لندن جا رہا ہے ... ایک فرم میں اچھی ملازمت ... احباب سے استدعا ہے کہ میرے ... -/۲۵ روپے بطور شکرانہ اشاعت ... داخل خزانہ انجمن کئے ... مہتمم دارالسلام لاہور ...

خواتین کی تبلیغی سرگرمیاں

(بقیہ از کالم ملا)

پیغام صلح میلاد النبی نمبر کل موصول ... بڑا خوبصورت اور جاذب نظر ... ابھی مضامین سارے نہیں ... جو پڑھے ہیں بہت ... تعالے آپ کی اور ڈاکٹر ... کی کوششوں کا اجر عظیم عطا ... جن جن بزرگوں اور بھائیوں ... لکھے ہیں سب پر خدا تعالے ... کا نزول ہو۔ ان سب کے علم سے ... جیسے کم علم لوگ بھی فیضیاب ... ہیں۔ "تحریک احمدیت" کے متعلق ... زرینہ یوسف صاحبہ سیکرٹری ... ٹرینیڈاد کا تبصرہ پڑھا۔ واقعی ... بہت دلکش انداز میں ... کی گئی ... اور جس مقصد کو سامنے رکھ ... گئی ہے اسے پورا کرتی ہے ... بھی خواتین نے اسے بہت ... اللہ تعالے جماعت کے تمام ... پر اپنا فضل و کرم جاری رکھے ... کے راستے میں کوشاں ہیں۔

آخر میں آپ بزرگوں سے ... کی طالب ہوں کہ اللہ تعالے ... کام میں برکت ڈالے اور ... کو نیک و صالح بنائے۔ آمین

والسلام

احقرہ خورشید جہاں سیکرٹری ...

غلام نبی مسلم

حضرت حکیم الامت کے مختصر حالاتِ زندگی

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت } جن دنوں آپ مکہ مکرمہ میں تحصیل علم میں مشغول تھے حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ..... مدینہ منورہ سے تشریف لائے ان کے تبحر علمی نے آپ کو متحیر و متاثر کیا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں ڈیڑھ سال کے قیام کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور شاہ صاحب کے درس میں شامل ہو گئے۔ شاہ صاحب مروجہ علوم کے علاوہ روحانیت میں بلند پایہ رکھتے تھے، آپ نے بھی ان سے بیعت کا ارادہ کر لیا۔ اور ان کے صلہ میں آپ کو بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ بیعت کے سلسلے میں آپ فرماتے ہیں:—

"ہمارے چار مرشد ہوئے۔ محمد بی بخاری، عبدالقیوم صاحب، شاہ عبدالغنی صاحب، مرزا غلام احمد صاحب۔" (مرقاۃ)

مکہ میں جن اساتذہ سے آپ نے اکتساب علم کیا ان میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی بھی تھے، انہوں نے ہندوستان اور بیرون ہند میں عیسائیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ نے فرمایا:—

"میرے استاد تھے مولوی رحمت اللہ صاحب۔ ان کے عیسائیوں سے بڑے بڑے معرکۃ الآرا مباحثے ہوئے وہ کیرانہ کے رہنے والے تھے......... میں نے اپنے استادوں کو دیکھا ہے۔ وہ ذرا بھی مخالفت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ بس ایک مولوی رحمت اللہ کو دیکھا ہے کہ میں نے ان کا سخت سے سخت مقابلہ بھی کیا ہے۔ لیکن وہ ہنستے ہی رہتے تھے۔ میں نے کسی مولوی کا یہ دل گردہ نہیں دیکھا۔"

وطن کو واپسی } مدینہ منورہ میں کسب علوم کے بعد آپ پھر مکہ مکرمہ آئے اور بیت اللہ سے مستفید ہوئے اور عازم وطن ہوئے اور [illegible] دس گیارہ سال گھر سے دور رہ کر دینی، علمی اور روحانی دولت کے خزانے سمیٹ کر آپ واپس مالوف بھیرہ تشریف لے آئے۔

بھیرہ پہنچ کر آپ نے طبابت کے ذریعہ خلق خدا کو فیض پہنچانا شروع کر دیا۔ آپ چونکہ قرآن و حدیث کے عاشق و عالم تھے اور مولوی ان بدعات سے دور، اس لئے مولوی آپ کے مخالف ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ کو وہابی قرار دے کر آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ وہابیت کے الزام کی وجہ سے حکام بھی خلاف تھے۔ لیکن آپ "بکار دیں نہ ترسم از جہاں" کا عملی نمونہ تھے، کوئی طاقت آپ کے نشہ توحید کو اتار نہ سکتی تھی، اور ایک مخالف اجتماع میں تو آپ نے مجسٹریٹ کا گلا دبوچ لیا۔ تو مخالفت میدان چھوڑ گئے۔ اور یہی مجسٹریٹ آپکا مداح بن گیا۔

انہی دنوں ایک رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ریاست جموں میں جانے کو فرمایا۔ چنانچہ آپ جموں جا کر طبابت کرنے لگے۔ چند امراء کا کامیاب علاج کیا تو دربار میں شہرت ہوئی اور ۱۸۷۶ء کے قریب مہاراجہ نے آپ کو شاہی طبیب مقرر کیا۔

اب آپ کی آمدنی معقول تھی۔ آپ نے فارغ اوقات میں قرآن و حدیث کا درس شروع کر دیا۔ آپ ہمیشہ طلباء کو اپنے پاس سے کتابیں، لباس، کھانا اور مکان دیتے تھے اور وظائف مقرر کر کے ہونہار طلباء کو کالجوں میں بھیجتے رہے اور بعض طلباء کو سنسکرت، عبرانی وغیرہ زبانوں کی تعلیم پر آمادہ کیا تاکہ وہ ان کے ذریعہ سے اسلام کی خدمت کر سکیں یہ سلسلہ آپ نے تا حیات جاری رکھا۔ آخری ایام میں پانچ چھ درس روزانہ دیتے تھے، عورتوں کو الگ، بچوں کو الگ، لڑکوں کو الگ، مردوں کو الگ، خاص خاص لوگوں کو الگ۔ اور اس کے علاوہ حدیث و طب کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا، حتیٰ کہ مرض الموت کے وقت وصیت میں فرمایا "قرآن و حدیث کا درس جاری رہے"

ریاست جموں و کشمیر میں آپ ۱۸۹۲ء تک رہے۔ آپ کی علمی و طبی قابلیت کا شہرہ دور دور تک ہو گیا۔ راجہ ہندو تھا، اور کبھی کبھی مذہبی امور پہ اختلاف کر جاتا تھا تاہم آپ بلا خوف اسلام کی عظمت بیان کرتے اور اس کی کسی مشرکانہ رسم میں کبھی شرکت نہ کی۔

حضرت امام الزمانؑ سے رابطہ } آپ کو اپنی اعلیٰ علمی استعداد، علو مرتبت، تقویٰ، توکل، [illegible] خدمت اسلام کے اوصاف کے باوجود ایک مرد کامل کی ضرورت تھی۔ جو [illegible] جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں:—

"ہم اپنے استاد اور شیخ کامل رحمت اللہ الہندی المکی اور ڈاکٹر وزیر خان رحمہما اللہ اور امام ابو المنصور دہلوی اور نہایت ذہین اور ہوشیار سید محمد علی کانپوری اور [illegible] مصنف [illegible] اور ان جیسے دوسرے لوگوں کا شکریہ ادا کرتے [illegible] اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو نوازے وھو خیر الشاکرین لیکن ان تمام [illegible] جہاد مخالفین اسلام کی ایک شان کے ساتھ تھا۔ اور وہ کبھی آسمانی نشانوں اور [illegible] کے ساتھ نہ تھا۔ مجھے ایسے مرد کامل کے دیکھنے کا انتہائی شوق تھا، جو [illegible] اور میدان میں تائید ربانی اور مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے سینہ سپر ہو کر [illegible]

پس جب میں اپنے وطن کی طرف لوٹا تو میں بہت پریشان اور حیران تھا [illegible] اوقات سفر میں بسر کرتا اور مجھے نہایت طلب و جستجو تھی، اور میں صادقوں کی [illegible] تھا۔ اسی اثناء میں مجھے حضرت السید الرجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد مہدی الزمان مسیح دوراں اور مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس گیا تاکہ حقیقت حال کا مشاہدہ کروں، میں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہی موعود حکم [illegible] ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔" (ترجمہ [illegible])

۱۸۸۵ء میں حضرت مسیح موعود نے نشان نمائی کا ایک اشتہار شائع کیا، مولانا ان دنوں [illegible] شاہی طبیب تھے، آپ کو اشتہار ملا تو فوراً عازم قادیان ہو گئے۔ ملاقات ہوئی تو جان فدا ہو گئے۔ خود حضرت مجدد زماں نے دیکھا تو "ولی را ولی می شناسد" کے مصداق اپنا تاثر [illegible] الفاظ بیان کیا:—

"جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پہ پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا۔ اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے"

پہلی ہی ملاقات میں حضرت حکیم الامت نے حضرت مجدد زمانؑ سے بیعت لینے کی درخواست کی مگر حضرت امام الزمان نے فرمایا کہ مجھے ابھی اس کی اجازت نہیں اور یہ وعدہ کر لیا کہ جب اللہ تعالیٰ بیعت لینے کا حکم دے گا تو سب سے پہلے آپ سے بیعت لی جائے گی۔ چنانچہ جب حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۸۹ء میں بیعت لینے کا اعلان کیا تو سب سے پہلے مولانا سے بیعت لی۔

حضرت مولانا نے حضرت امام وقت سے عہد بیعت جس وابستگی سے پورا کیا اس کی مثال عہد صحابہ ہی میں ملتی ہے، چنانچہ آپ نے گھر بار ترک کر دیا، ملازمت کو لات مار دی، دنیاوی تعلقات منقطع کر لئے اور "مردہ بدست زندہ" کی مانند قادیان میں درویشانہ زندگی [illegible] کی، آپ کی وابستگی، فدائیت اور بے نظیر علم و ایثار سے متاثر ہو کر امام زمانؑ نے فرمایا:—

"اس میں شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں کودنے یا پانی میں چھلانگ لگانے کے لئے کہیں تو وہ انکار نہیں کریں گے"

ایک اور مقام پر لکھا:—

"وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے۔ جیسے نبض کی حرکت تنفس کی پیروی کرتی ہے"

اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مولانا نے امامؑ کے یقین کو مضبوطی سے [illegible] چنانچہ امام کے ارشاد کے مطابق بھیرہ میں اپنا عظیم الشان مکان نامکمل چھوڑ دیا اور پھر [illegible] زندگی بھر رخ نہ کیا، قادیان سے حضرت امامؑ کی اجازت کے بغیر قدم باہر نہ رکھا، [illegible] امام کے اشارے پر [illegible] کے لئے صرف کئے۔ حضرت حکیم خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفّٰی لکھتے ہیں:—

"آپ نے اپنے خیالات اور اپنے منافع کو خدمت دین کے لئے قربان کر دیا [illegible] کشمیر نے دوبارہ بلوایا اور اپنی غلطی کا اقرار کر کے معافی بھی مانگی کہ بعض [illegible] کی تہمت نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ اب آپ اپنی جگہ پر بحال کئے گئے۔ [illegible]

اس وقت تک آپ کی تنخواہ خزانہ میں جمع ہے۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ نواب صاحب
نے آپ کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھنا چاہا۔ اور پچاس ہزار ایکڑ زمین بھی دینے کا
وعدہ کیا، مگر آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں قادیان نہیں چھوڑ سکتا۔"

وظیفۂ بیعت } بیعت کے وقت آپ نے مرشد سے مجاہدہ پوچھا تو حضرت امامؑ نے فرمایا:
"میں یہ مجاہدہ بتاتا ہوں کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھیں"
آپ نے مرشد کے ارشاد کی تعمیل کا بیڑا اٹھایا۔ سال بھر کی متواتر جدوجہد کے بعد ایک
معرکۃ الآرا کتاب "فصل الخطاب" کے نام سے لکھی۔ کثیر رقم خرچ کرکے چھپوائی اور مرشد کی
خدمت میں پیش کی اور علمی دنیا میں تہلکہ مچا کہ ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو ضلالت سے بچایا۔
یہ وظیفہ ختم ہوا تو حضرت امامؑ نے فرمایا کہ اب آپ ان اعتراضات کا جواب لکھیں
جو دشمنوں نے "براہین احمدیہ" پر کئے ہیں۔ اس پر آپ نے ایک مدلّل و مفصّل کتاب "تصدیق براہین احمدیہ"
لکھی اور امام کے حکم کی تعمیل کی۔

گوہرِ مقصود پا لینے کے بعد آپ نے اپنی تمام مادی، علمی اور روحانی صلاحیتوں کو اعلائے
کلمۃ الاسلام پر لگا دیا۔ اور حضرت امامؑ سے ایک قدم دوری کو خسران و تباب سمجھا۔ آپ
حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ سائے کی طرح چمٹے رہے۔ اور آپ کے احیاء و تجدیدِ اسلام کے
مشن میں جو نمونہ پیش کیا اس کی مثال اس دور میں کہیں دوسری جگہ تلاش کرنا عبث ہے۔
آپ نے قادیان میں درسِ قرآن و حدیث شروع کر دیا۔ خطبہ جمعہ دیتے اور وعظ کے
لئے باہر جاتے، علماء و صوفیاء سے خط و کتابت کرتے اور ان کے سامنے حضرت امامؑ کا موقف
بیان کرتے اور تمام تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لیتے اور گو
قادیان میں اہل اللہ کا ایک کثیر گروہ جمع ہو گیا تھا تاہم آپ فلکِ رشد و ہدایت کے نجوم میں قمرِ
منیر تھے۔ اسلامی انجمنیں آپ کو مضامین اور وعظ کے لئے بلاتیں تو غیر مسلم اکابر بھی آپ کا
احترام کرتے۔ چنانچہ جلسہ مذاہبِ عالم ۱۸۹۶ء میں ایک منصف آپ بھی تھے۔
۱۸۹۷ء میں قادیان میں مجلس ناظم التعلیم بنائی گئی تو آپ اس کے صدر مقرر ہوئے۔
پھر جب ۱۹۰۱ء میں انجمن اشاعتِ اسلام قائم کی گئی تو اس کے پریذیڈنٹ بھی مولانا موصوف ہی
بنائے گئے اور جب حضرت مسیح موعودؑ نے آخری ایام میں صدر انجمن احمدیہ کو اپنا جانشین کیا تو
حضرت حکیم الامت ہی کو اس کا صدر مقرر کیا گیا اور اس طرح دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حضرت
امامِ زمان کے روحانی جانشین آپ ہی ہیں جس طرح کہ آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے آخری ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام الصلوٰۃ اور امیر حجاج
بنا کر اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ اور ملت نے انہیں چن لیا تھا۔
۱۹۰۳ء میں آپ نے ایک شخص دھرم پال کی کتاب "ترکِ اسلام" کے جواب میں ایک
ضخیم کتاب "نور الدین" تصنیف کی، جس میں دلائلِ باہرہ سے اسلام کی صداقت و فوقیت ثابت کی۔

مسندِ قیادت } ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
علیہ السلام اپنا عظیم الشان فریضہ انجام دے کر اور اپنے پیچھے
ایک فعال تحریک چھوڑ کر رفیقِ اعلیٰ سے واصل ہو گئے تو جماعت کی قیادت حضرت حکیم الامت
حاجی الحرمین مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ گو حضرت مرزا صاحبؑ کی وصیت کے
مطابق تنظیمِ جماعت اور امورِ دنیا کی انجام دہی کے لئے صدر انجمن احمدیہ ہی خدا کے مقرر کردہ
خلیفہ کی جانشین تھی، تاہم اسی وصیت کی رو سے روحانی تربیت اور قیادت کی بھی ضرورت تھی
اور حضرت حکیم الامت ہر دو اوصاف سے متصف تھے۔ اس لئے ہر دو امور کی تکمیل کا ذریعہ
باتفاقِ رائے آپ کو سونپا گیا اور جماعت پہلے سے زیادہ عزم اور ذمہ داری کے ساتھ سرگرمِ عمل
ہو گئی اور آپ وصیت کے مطابق انجمن سے پورا تعاون کرتے رہے۔
آپ کے عہدِ قیادت میں تحریکِ احمدیت کو غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی، اور جماعت نے
ہر پہلو سے تنظیم و ترقی کی طرف قدم بڑھایا۔ قادیان علومِ قرآن و حدیث، تبلیغِ اسلام اور اسلامی
سیرت کی ترویج کا گہوارہ بن گیا۔ قادیان میں مبلغین کی تیاری کے لئے ایک دینی ادارہ قائم ہوا
قال اللہ و قال الرسول کی محفلیں عام ہو گئیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں اسلام
پر تقاریر کے لئے مبلغین جانے لگے اور بقول علامہ اقبال قادیان "اسلامی سیرت کا
ٹھیٹھ نمونہ پیش کرنے لگا۔"

ترجمۃ القرآن } آپ کے مبارک عہد میں آپ کی سرپرستی میں حضرت مولانا محمد علی
رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کا وہ عظیم الشان

کام سر انجام دیا جو امامِ زماں کی آرزو اور پیشگوئی اور حضرت حکیم الامت کی ... [illegible]
اسلام کی تبلیغ کا اشد ترین تقاضا ہے۔ حضرت مولانا محمد علیؒ نے ... پہلے ہی آپ
قرآن و حدیث سے استفادہ کیا تھا۔ اس تفسیر کے دوران آپ متواتر حکیم الامت
... اور مشورہ و تائید حاصل کرتے رہے اور آخر آپ کی حیاتِ طیبہ ہی میں ... [illegible]
لیا اور آج آپ کا یہ یادگار قبولِ عام اور شہرتِ دوام حاصل کر چکی ہے۔

لندن میں مشن } ۱۹۱۲ء میں مسیح موعودؑ کے شیدائی اور عظیم خادم حضرت ... [illegible]
لندن گئے اور وہاں اسلام کی تبلیغ کی اور آپ کے ہاتھ پر ... [illegible]
مسلمان ہوئے جن میں لارڈ ہیڈلے بھی شامل تھے، جماعت احمدیہ کے اس کارنامہ ... [illegible]
طرف اسلامی دنیا میں جماعت کی شہرت و عزت میں اضافہ ہوا اور دوم حضرت مسیح ... [illegible]
اس رؤیا پر کہ "میں لندن میں سفید پرندے پکڑ رہا ہوں" نیا ایمان پیدا ہوا اور حضرت ... [illegible]
کے زمانہ میں مشرق و مغرب میں تبلیغی مراکز کی ابتداء ہوئی۔

جیسا کہ ہر مامور کے زمانہ میں ہوتا آیا ہے، امامِ زمانہ کے رحلت کر جانے پر اختلافات ... [illegible]
ہیں، جن کی چند ایک وجوہ ہوتی ہیں۔ ابتدائی دور میں ماننے والے تھوڑے ہوتے ہیں ... [illegible]
وہی مامور کی روح کو کما حقہٗ سمجھتے ہیں (۲) مقبولیت کے وقت جو لوگ کثیر تعداد میں ... [illegible]
جماعت ہوتے ہیں ان کی معلومات اور وجہ شمولیت پہلے گروہ سے مختلف ہوتی ... [illegible]
(۳) آخری زمانے میں شامل ہونے والے مامور کے علم اور فیضان سے زیادہ بہرہ ور ... [illegible]
اور یہ لاکھوں کی تعداد میں ہوتے۔ پس مامور کے مشن کی روح کو سمجھنے والے اور تقویٰ کی
راہوں پر چلنے والے کم ہوتے ہیں، اور یہی کیفیت حضرت صاحبؑ کے بعد بھی ... [illegible]
لوگ مخلص اور متقی ہوتے ہیں وہ مامور کی نظر میں قرب رکھتے ہیں۔ تو دوسرا طبقہ ... [illegible]
ان سے کد رکھنے لگ جاتا ہے اور چونکہ ان میں آگے بڑھنے کی تڑپ، ایثار و خلوص ... [illegible]
صلاحیت نہیں ہوتی، اور خاص طبقہ ان کی اغراض کی تکمیل میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اس لئے
وہ نکتہ چینی اور منافقانہ سرگرمیوں میں لگ جاتے ہیں اور مخلص طبقہ اپنی سچائی پر ایمان ... [illegible]
وجہ سے ان کے ہتھکنڈوں سے بے خبر رہتا ہے اور شر کا انسداد نہیں کرتا۔ اس لئے اول ... [illegible]
طبقہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا کے زمانے میں بھی تاریخ کو دہرایا گیا۔ آپ صاحب ... [illegible]
تھے، خود تو ان کارستانیوں سے بچے رہے لیکن الوسواس کا شر کام کرتا رہا ... [illegible]
مسیح موعودؑ کے عقائد کی نئی تاویلیں ہونے لگیں، کلمہ گوؤں کی تکفیر کو اچھالا گیا۔ کار پرداز
انجمن کے خلاف کیچڑ اچھالا گیا اور اس طرح جماعت میں انتشار اور اقتدار پر تسلط
کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی۔ حضرت مولانا نے ان تمام باتوں کو بھانپ لیا اور جہاں ... [illegible]
دینی کام جاری رکھا، وہاں ریشہ دوانیوں کو ناکام بنایا اور جماعت کی صفوں میں انتشار
ہونے دیا۔ حتیٰ کہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو اپنے وقت کا یہ عظیم ترین انسان مالکِ حقیقی ... [illegible]
ملا اور اپنے پیچھے ایسے نقوش چھوڑ گیا جو اہلِ ہمت کو ہمیشہ منزل کا نشان دیتے رہیں گے۔

اجمیری صاحب کی وفات پر تعزیتی قرارداد

مانسہرہ سے:

آج مورخہ ۵/۴ ... [illegible] ۱۱ کو بروز جمعہ حضرت مولینا علی محمد صاحب اجمیری کی وفات
کی اطلاع سے تمام احبابِ جماعت کو انتہائی صدمہ ہوا۔
مرحوم ریویو آف ریلیجنز اردو اور انگریزی کے ایڈیٹر رہے۔ آپ اعلیٰ ... [illegible]
شعلہ بیان مقرر اور مناظر تھے۔ ۱۹۴۷ء میں بھارت سے پاکستان آئے ... [illegible]
نور آرٹ پریس راولپنڈی میں جاری کیا۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا ... [illegible]
لوگ آپ کے مداح تھے۔ جماعت کے کاموں میں آپ بہت دلچسپی لیتے تھے۔
نمازِ جمعہ تمام جماعت نے آپ کا جنازہ غائبانہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریقِ رحمت
فرمائے اور آپ کی اولاد کو خدمتِ دین کا موقعہ دے۔ آمین۔

عبدالاحد۔ مولوی فاضل۔ مانسہرہ

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۲

"اللہ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں"

پس یہ کیسی نعمت ہے کہ تھوڑی سی تکلیف سے خدا کا مقرب کہلاوے

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ارشادات گرامی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اُمّی ہونے کے تمام جہان کا مقابلہ کرنا تھا جس میں اہل کتاب ـ فلاسفر ـ اعلےٰ درجے کے علمی مذاق والے لوگ اور عالم فاضل شامل تھے ـ لیکن آپ کو روحانی رزق اس قدر ملا کہ آپ سب پر غالب آئے اور ان سب کی غلطیاں نکالیں ـ یہ روحانی رزق تھا کہ جس کی نظیر نہیں ـ متقی کی شان میں یہ بھی آیا ہے ان اولیاءہٗ الا المتقون (س ۹) اللہ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں ـ یعنی اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں ـ پس یہ کیسی نعمت ہے کہ تھوڑی سی تکلیف سے خدا کا مقرب کہلاوے آج کل زمانہ کس قدر پست ہمت ہے ـ اگر کوئی حاکم یا افسر کسی کو یہ کہدے کہ تو میرا دوست ہے یا اس کو کرسی دے اور اس کی عزت کرے تو وہ شیخی کرتا ہے ـ فخر کرتا پھرتا ہے لیکن اس انسان کا کس قدر افضل رتبہ ہوگا جس کو اللہ تعالےٰ اپنا ولی یا دوست کر کے پکارے ـ اللہ تعالےٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا ہے جیسے کہ ایک حدیث بخاری میں وارد ہے لایزال یتقرب عبدی بالنوافل حتی احبتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا ولئن سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ ـ انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے، اس کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک فرائض دوسرے نوافل ـ فرائض یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو ـ جیسے قرضہ کا اتارنا یا نیکی کے مقابل نیکی ـ ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں ـ یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو، جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا ـ یہ نوافل ہیں ـ یہ گویا مکملات اور متممات فرائض کے ہیں ـ اس حدیث میں بیان ہے کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہو رہتی ہے ـ مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ صدقات دیتے ہیں ـ اللہ تعالےٰ ایسوں کا ولی ہو جاتا ہے ـ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتی کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے ـ

(ملفوظات احمدیہ)

بحرِ حکمت کے موتی

اللہ تعالیٰ کا رحم مخلوق کے رحم سے ننانوے فیصدی زیادہ ہے

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء فامسک عندہ تسعۃ وتسعین جزءاً وانزل فی الارض جزءاً واحداً فمن ذالک الجزء یتراحم الخلق حتی ترفع الفرس حافرھا عن ولدھا خشیۃ ان تصیبہ ـ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ـ فرماتے تھے کہ اللہ نے رحم سو حصے کر دیا ہے ـ ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں اور صرف ایک حصہ زمین میں اتارا ہے ـ اسی ایک حصہ سے ساری مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ گھوڑا اپنا کھر اپنے بچے سے اُٹھا دیتا ہے اس ڈر سے کہ اسے تکلیف نہ پہنچے ـ

نوٹ ـ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ـ

یہی جو زبردست مظاہرہ رحم اور محبت کا ساری مخلوق خدا میں نظر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس رحم و محبت بے پایاں کا سوواں حصہ ہے جو وہ اپنی مخلوق کے متعلق رکھتا ہے ـ سوویں حصہ سے مراد درحقیقت

(باقی بر صفحہ اشتہار کیجیے)

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر

۲۰ جون ۷۳ء کو شائع ہوگا

خصوصیات:ـــ

(۱) محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے تیس سال یا اس سے کم عمر کے ان نوجوان مردوں اور خواتین کو جو اس پرچہ کے لئے ذیل کے موضوعات پر مضامین لکھیں، اعلےٰ پایہ کے منتخب مضامین پر چار انعامات دینے کی پیشکش کی ہے، جن میں سے دو انعام تیس تیس روپیہ کے ہونگے اور دو بیس بیس روپیہ کے ہوں گے، عمر کی تصدیق مقامی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی طرف سے مضامین کے ساتھ آنی چاہیئے:ـ

موضوعات:ـــ

(۱) حضرت مسیح موعودؑ کی پاک و مطہر زندگی اور آپؑ کے دعویٰ کی صداقت ـ

(۲) حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات اسلام ـ

مضامین کی دیکھ بھال اور انعامات کی تقسیم علماء کا ایک بورڈ کرے گا ـ

(۲) اس کے علاوہ جماعت کے دیگر اہل قلم حضرات سے بھی مقالہ جات موصول ہونے کی توقع ہے ـ

یہ تمام مضامین زیادہ سے زیادہ ۷ جون ۱۹۷۳ء تک دفتر پیغام صلح میں پہنچ جانے چاہئیں ـ

(۳) حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب پر جو جلسے مختلف مقامات پر مقامی جماعتوں کی طرف سے منعقد ہوں، ان کی رپورٹیں جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان ۱۳ مئی ۱۹۷۳ء تک بھیج کر ممنون فرمائیں ـ

مرزا محمد لطیف صاحب مولوی فاضل شاہد کراچی

جماعت کراچی کی تبلیغی سرگرمیاں

خُطبات - درس - رابطۂ احباب - جلسہ سیرت النبیؐ اجتماعی و انفرادی تبلیغ

خطباتِ جمعہ

ماہ ربیع الاوّل مقدس مہینہ ہے اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی ۔ اس کے پیشِ نظر قرآن مجید کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح پر سارے خطبے دیئے گئے ۔ یہ رنگ دوستوں کو پسند آیا اور انہوں نے خواہش کی کہ اس کو لمبا کیا جائے ، کیونکہ اس سے اعمال کا جائزہ لینے میں بڑی مدد اور تقویت ملتی ہے ۔

اجتماعی درس

(۱) ہر ہفتہ ۶ بجے تا مغرب مسجد احمدیہ میں قرآن مجید کا درس دیا جاتا رہا ۔

(۲) ہر بدھ ۶ بجے سے ½۶ بجے تک مینوئل آف حدیث میں سے حدیث اور کرامات الصادقین (عربی تصنیف حضرت مسیح موعودؑ) کا ترجمہ تا مغرب احباب کو سُنایا جاتا رہا ۔ احباب اس درس میں آکر شوق سے شامل ہوتے رہے ۔ اب تو ان کی یہ خواہش ہے کہ اس کو بھی وسعت دی جائے ۔

انفرادی درس

جمعہ ایک درس - ہفتہ تین درس اتوار دو درس - سوموار تین درس - منگلوار تین درس - بدھ تین درس - جمعرات چار درس اس ماہ گھروں میں کچھ تبدیلی کر دی گئی دوستوں میں شوق پیدا ہو گیا ہے - اور اب ان کا اصرار ہے لیکن وقت بالکل نہیں ہے - کراچی کے ایک نہایت ہی معزز - اونچے - غیر از جماعت گھر میں ان کی شدید خواہش پر ہفتہ میں دو بار درس شروع کیا گیا - جس سے چھ افراد خانہ استفادہ کرتے ہیں - اور احباب کراچی کے تجربہ میں یہ بات آگئی ہے کہ اپنی نسلوں کو سنبھالنے اور اسلام کے رنگ میں رنگین کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ان کو قرآنی علوم سے آگاہ کیا جاوے ۔

رابطۂ احباب

اس ماہ رابطہ احباب کے لئے تین دورے کئے گئے - باہمی میل جول - اخوت عامہ کے احیاء - تیمار داری - قومی اجتماعات میں شمولیت کی تحریک - مالی جہاد میں شمولیت اور دوسرے پہلو ان دوروں میں مدنظر رکھے جاتے ہیں ۔

مندرجہ ذیل مقامات کے دورے کئے گئے - ناظم آباد - لیاقت آباد ڈرگ کالونی - کے ڈی اے سکیم ۱ - لانڈھی - ماڈل کالونی - مالیر - یاتحد آئی لینڈ کلفٹن - پی - ای - سی - ایچ سوسائٹی کے مختلف مقامات - سولجر بازار وغیرہ ۔

تنظیم خواتین

خدا تعالےٰ کے فضل سے کراچی کی خواتین کا قدم نیکیوں کی طرف آگے بڑھ رہا ہے - اس ماہ ان کا جلسہ ۲/۴/۷۲ کو ½۵ تا مغرب مسجد میں ہوا جس میں خاکسار نے سورہ لقمان کے ایک رکوع کی تفسیر بیان کی - اس کی کارروائی اشاعت کے لئے علیحدہ ارسال کی گئی ہے - مجھے عموماً ایک ہفتہ جلسہ سے پیشتر تقادیر اور اطلاعات اور دوسرے متعلقہ امور کے سلسلہ میں کافی مصروف رہنا پڑتا ہے ۔

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶/۴/۷۲ کو مسجد میں سیرت النبیؐ کا جلسہ منعقد کیا گیا - جس میں مندرجہ ذیل مقرروں نے سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی : —

(۱) ملک عبد القیوم صاحب ۔

(۲) راجہ بیدار خان صاحب ۔

(۳) محترم میاں رحیم بخش صاحب

(۴) خاکسار مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام کراچی

اجتماعی و انفرادی تبلیغ

(۱) تین مرتبہ باقاعدہ مجلس کی صورت میں گیارہ احباب کو تفصیل سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے عقائد و کارناموں سے آگاہ کیا گیا - خدا کے فضل سے اب یہ طریق وسعت اختیار کر رہا ہے ۔

(۲) انفرادی طور پر انتیس احباب سے مل کر ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ۔

(۳) ایک غیر ملکی کو کتاب "التبلیغ" مطالعہ کے لئے دی گئی - اسی طرح ماریشس کے ایک تاجر سے تعارف ہوا - وہ ہر تین ماہ کے بعد عموماً کراچی آتے ہیں - وہ فرماتے تھے کہ اب جب میں آیا تو زیادہ وقت دے کر آپ سے زیادہ تبادلہ خیالات کروں گا - بڑے مفید معلوم ہوتے ہیں ۔

(۴) ایک تقریب میں سوال و جواب کے رنگ میں ½۱ گھنٹہ اسلام کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی ۔

اجلاس مجلس منتظمہ

اس ماہ دو دفعہ مجلس منتظمہ کے اجلاس منعقد ہوئے - ضروری امور پر بعد مشورہ کام شروع کیا گیا - ہر معاملہ جس کا تعلق جماعت سے ہوتا ہے بعد مشورہ شروع کیا جاتا ہے - جس میں خدا کے فضل سے بڑی برکت ہوتی ہے ۔

تبلیغی خطوط

اس ماہ تین تبلیغی خطوط بھی کراچی سے باہر (۱) نوشہرہ (۲) راولپنڈی اور بریڈ فورڈ (انگلستان) ارسال کئے گئے ۔

ماہانہ چندہ توسیع اخبارات

اس ماہ چھ نئے دوست ماہانہ چندہ ادا کرنے والوں کی صف میں شامل ہوئے ان مساعی جمیلہ میں مکرم برادرم محمد حسن خان صاحب کا بہت زیادہ حصہ ہے - جزاھم اللہ تعالےٰ ۔

ماہانہ چندہ کی وصولی کے لئے ہمارا قدم خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت ہی آگے بڑھ رہا ہے - اس کی کچھ تفصیل ماہ مئی کی رپورٹ میں ارسال کر دوں گا - یہ کام ایک خاص ترتیب سے شروع ہے جس میں اللہ تعالےٰ برکت ڈال رہا ہے

ایک دوست کو اخبار پیغام صلح کا خریدار بنایا گیا ہے - ان کے نام اخبار جاری کرنے کے لئے مرکز کو لکھا گیا ۔

درخواست دُعا

ہم عاجز و کمزور ہیں - بزرگانِ دین کی خدمت میں دُعا کی درخواست ہے کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ ہم کو صحیح رنگ میں دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین ثم آمین

مکتوب امریکہ - بسلسلہ صؔ

جس میں مختلف ممالک کے مسلمانوں کے علاوہ امریکن غیر مسلم بھی حاضر تھے جلسہ کا افتتاح خاکسار نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت سے کیا - اس کے بعد ڈاکٹر حمدی تمیمی پریزیڈنٹ اسلامک سنٹر کی تقریر اسلام کی خوبیوں اور آنحضرت صلعم کے احسانات پر ہوئی - خاکسار نے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے خصوصی امتیازات پر تقریر کی ایک ترکی خاتون بیگم دشکی نے عربی میں سلام خوش الحانی سے پڑھا - ایک فلسطینی مسلمان محمد ارتعاف نے عربی زبان میں ولادت نبی صلعم کے حالات اور مولود پڑھے - تمام حاضرین کی تواضع طعام سے کی گئی - جس کا انتظام فیجی کے محمد اسمٰعیل کے ذمہ تھا - ان کے مددگار مسٹر ممتاز علی آف فیجی تھے ۔

شبان الاحمدیہ لاہور کے زیر اہتمام

یومِ وصال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شبان الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام مؤرخہ یکم جون جمعۃ المبارک بعد از نماز جمعہ منعقد ہو رہا ہے - جس میں "شبان" اور جماعت کے علماء تقاریر کریں گے - احباب سے درخواست ہے کہ وہ نہ صرف خود اس میں شریک ہوں بلکہ اپنے دوست اور احباب کو بھی ہمراہ لائیں - جلسہ کے بعد احباب کی تواضع مشروبات سے کی جائے گی - سیکرٹری - شبان الاحمدیہ

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۳۰ مئی ۱۹۷۳ء

ختم نبوّت کے متعلق خلیفہ صاحب ربوہ کا نظریہ

چند دن ہوئے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی، کہ آزاد کشمیر اسمبلی میں حکومت آزاد کشمیر سے یہ سفارش کی گئی ہے کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، خلیفہ صاحب ربوہ نے اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا ہے، جو "الفضل" کے دس صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس خطبہ کی دوسری غیر متعلق باتوں کو چھوڑ کر صرف اس حصہ پر ہم غور کرنا چاہتے ہیں، جو ختم نبوّت سے تعلق رکھتا ہے۔

اس حلف نامہ کا ذکر کرتے ہوئے جو آئین پاکستان میں صدر مملکت اور وزیر اعظم سے اس بارہ میں کیا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں، خلیفہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ:

"میرا اور آپ سب کا یہی ایمان ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے نبی اور خاتم الانبیاء ہیں ہم یہی مانتے ہیں کہ آنحضرت **صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں**"

یقین کیجئے کہ ان الفاظ کو پڑھ کر ازحد خوشی ہوئی اور ہم نے خیال کیا کہ خلیفہ صاحب فی الواقعہ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں، کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، اور اس کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود کے مدعی نبوّت ہونے کے عقیدہ سے وہ دست بردار ہو چکے ہیں لیکن جونہی ہماری نظر اس سے اگلی سطور پر پڑی تو ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ خلیفہ صاحب کا مندرجہ بالا بیان انہی قادیانی ہیرا پھیریوں میں سے ہے جو ختم نبوّت کی تاویلات سے تعلق رکھتی ہیں، چنانچہ اگلی سطور میں یہ ارشاد ہوا ہے:

"مقام محمدیت عرش رب کریم ہے اور عرش رب کریم کے بعد کسی شے کا تصور ہی ممکن نہیں گویا آپؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کا سوال ہی نہیں ہے کیونکہ اس ارفع روحانی مقام کے بعد کوئی رفعت ممکن ہی نہیں لیکن جو ساتویں آسمان پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اشارت اور آپ کی سچی پیروی اور آپ کے فیض سے مستفیض ہو کر پہنچا یعنی مہدی معہود، وہ اپنے آقا و مطاع **حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہے ورے ہے وہ آپ کے آخری ہونے میں روک نہیں ہے**"

فرمایئے اس کا کیا مطلب ہے، بے شک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "ارفع روحانی مقام کے بعد کوئی رفعت ممکن نہیں" لیکن یہ کہنا کہ مہدی معہود کا مقام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ورے ہے اور آپؐ کے آخری ہونے میں روک نہیں ہے" ایسی بھول بھلیاں ہیں جس کو سمجھنا کسی صحیح العقل انسان کا کام نہیں ایک طرف یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں" اور دوسری طرف یہ ارشاد کہ مہدی معہود کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں، اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ مسیح موعود ہیں تو نبی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں کیونکہ آپ "عرش رب کریم پر ہیں" اور مہدی معہود کا مقام روحانیت آپؐ سے ورے ساتویں آسمان پر ہے۔

کوئی پوچھے خلیفہ صاحب سے کس نے پوچھا تھا کہ مہدی معہود کا مقام روحانیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس مقام پر ہے، اور ختم نبوت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہ آنے کا یہ مطلب کہاں سے پیدا ہوا کہ مقام روحانیت کے ارفع ہونے کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور آپؐ کے مقام روحانیت سے بالاتر کوئی نبی نہیں آسکتا، ختم نبوّت میں مقام روحانیت کا ذکر نہ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا نہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مطلب بیان کیا، سیدھی سی بات تھی کہ نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گیا، جیسا کہ آپ نے فرمایا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ میں سلسلۂ نبوّت کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی (الاستفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴) اب اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ مقام روحانیت کے لحاظ سے نبوّت منقطع نہیں ہوئی اور آنحضرت صلعم کے مقام روحانیت سے ورے باقی ہے۔ خلیفہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ "مقام روحانیت" اور چیز ہے اور نبوّت کا منصب اور چیز، مقام روحانیت پانے والے تو امت محمدیہ میں ہمیشہ ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے لیکن نبوّت کے منصب پر کسی کا فائز ہونا ناممکن ہے خواہ

بہرحال وہ جو خلیفہ صاحب نے کہا تھا کہ "ہم بھی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں" یہ انہوں نے اپنے اعتقاد در بارہ ختم نبوّت سے پیدا شدہ ایجی ٹیشن کو ٹالنے کیلئے کہا ہے مقام روحانیت کے بعد اور ورے کی بھول بھلیاں ڈالنے کا مقصد یہی ہے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی۔

اسی سلسلہ میں ہم ان لوگوں سے جو احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے درپے ہیں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر اس تحریک کی بناء اس بات پر ہے کہ قادیانی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتی اور آپؐ کے بعد ایک نبی کے آنے کی قائل ہے تو ان کثیر التعداد مسلمانوں کو کیا کہا جائے گا جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آنے کے قائل ہیں، کیا ان کے آنے سے ختم نبوت باطل نہیں ہوتی؟ اگر کہو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر آئیں گے تو یہی بات قادیانی جماعت بھی کہتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب حضرت نبی کریم صلعم کے امتی بھی ہیں اور حقیقی نبی بھی، ایک ہی جماعت احمدیہ لاہور ہے جو آنحضرت صلعم کے بعد نہ کسی نئے نبی کے آنے کی قائل ہے اور نہ پرانے کی۔ اور یہی ختم نبوت کا حقیقی مفہوم ہے۔

ان حالات میں اول تو کسی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا صحیح نہیں، اور اگر اس شوق کو پورا ہی کرنا ہے جیسا کہ پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں بھی ایسی ہی تحریک اٹھائی جا رہی ہے تو کم از کم احمدیوں کے اس گروہ کو اس سے مستثنےٰ کرنا ضروری ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی نبی کے آنے کی قائل نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حق میں ہیں۔ ہمارے نزدیک قادیانی ہو یا غیر قادیانی، ہر کلمہ گو مسلمان ہے، اس کو غیر مسلم قرار دینا کسی صورت میں جائز نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فھو مسلم۔ جو شخص ہمارے جیسی نماز پڑھتا ہے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے، ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے، امام ابو حنیفہ کا ارشاد ہے اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو اسے کافر نہ کہو، ان تمام ارشادات کے باوجود کسی ایک یا دوسری جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا خدا اور رسول کی نافرمانی اور معصیت ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم خلیفہ قادیان سے پھر عرض کریں گے کہ ختم نبوّت کے بارہ میں ایچا پیچیاں ڈالنے کے بجائے وہ صاف اور کھلے لفظوں میں اعلان کریں کہ نبوّت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے اور بموجب حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ صرف مبشرات یعنے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ جو اولیاء اللہ کے ساتھ ہمیشہ ہوتا آیا ہے جاری ہے اور حضرت مرزا صاحب بھی اولیاء اللہ والے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف اور منصب مجددیت پر فائز ہیں۔

اپنی جماعت سے بھی ہم یہ عرض کریں گے کہ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا صحیح مقام لوگوں پر واضح کریں اور آپؑ کے عقیدہ ختم نبوّت کے متعلق جو غلط فہمی عام طور پر پائی جاتی ہے اسے دور کرنے کی کوشش کریں، اس سلسلہ میں جو ٹریکٹ وغیرہ مرکزی انجمن نے شائع کر رکھے ہیں، انہیں کثرت سے منگوا کر غیر از جماعت ملقوں میں پھیلائیں کہ اسی ذریعہ سے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریکات کا قلع قمع ہو سکتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کی پوزیشن دنیا پر واضح ہو سکتی ہے، ورنہ یاد رکھیئے اس قسم کی تحریکات اگر کامیاب ہو جائیں تو گیہوں کے ساتھ گھن کا پس جانا لازمی ہے۔

محمد صالح نور

حضرت مسیح موعود مجدد اعظم ہیں

جماعت ربوہ کا اقرار

جماعتِ احمدیہ لاہور روزِ ازل سے اس امر کی مبلغ رہی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اصل مقام مجدّد کا تھا اور آپ بموجب ارشاد نبوّی چودھویں صدی کے مجدّد تھے۔ جماعت کے ایک بزرگ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے حضور کی تعلیمات پر مشتمل ایک کتاب بنام مجدّدِ اعظم لکھ کر ایک بہت عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔

اس کے برعکس جماعتِ ربوہ ہمیشہ حضرت اقدسؑ کے اس اصل مقام سے گریزاں رہی بلکہ حضور کے فرمودات کے خلاف ظلم اور تعدّی سے آپ کی طرف دعوئے نبوّت منسوب کرتی رہی مگر سچی بات کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ حال ہی میں ایک کتابچہ بنام "دینی معلومات" (بطرز سوال و جواب) جماعت ربوہ کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس کے مئی ۱۹۷۰ء کے ایڈیشن میں مندرجہ سوال و جواب ملاحظہ ہوں۔

سوال ۱۴: اُمّت محمدیہ کے ہر صدی کے مجدّدین کے نام ترتیب سے لکھیں۔

جواب: (۱) حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ۔ (۲) حضرت امام شافعی۔ (۳) حضرت ابوشرح و ابوالحسن اشعری۔ (۴) حضرت ابو عبیداللہ نیشاپوری و قاضی ابوبکر باقلانی۔ (۵) حضرت امام غزالیؒ۔ (۶) حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی۔ (۷) حضرت امام ابن تیمیہؒ و حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔ (۸) حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ و حضرت صالح بن عمرؒ (۹) حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ (۱۰) حضرت امام محمد طاہر گجراتیؒ۔ (۱۱) حضرت مجدّد الف ثانی احمد سرہندی۔ (۱۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ۔ (۱۳) حضرت سید احمد بریلوی (جج الکرامہ) (۱۴) **مجدّدِ اعظم** حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام (مسیح موعود و مہدی معہود)

اس کتابچہ کے مندرجہ بالا ایڈیشن میں تو بموجب عقیدہ جماعت احمدیہ لاہور حضور کو **مجدّدِ اعظم** لکھا گیا مگر جب اس کتابچہ کا دوسرا ایڈیشن فروری ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا تو اس ایک "**غلطی کا ازالہ**" کرتے ہوئے **مجدّدِ اعظم** کا لقب حضور کے نام سے قبل حذف کر دیا گیا اور چودھویں صدی کے مجدّد کا نام صرف یوں لکھا گیا:-

(۱۴) حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام

(مسیح موعود و مہدی معہود)

بہت ممکن ہے کہ آئندہ کوئی اور تبدیلی اور کوشش کی جاوے کیونکہ موجودہ خلیفہ صاحب ربوہ سے جب سوال کیا گیا کہ کیا آئندہ بھی مجددین مبعوث کئے جائیں گے تو انہوں نے فرمایا کہ "اب خلافت راشدہ" جو مجدّدین کی سردار ہے قیامت تک قائم رہے گی اور جماعت کے تمام مبلّغین بطور خلافت راشدہ کی فوج کے بجائے خود اپنی اپنی جگہ مجدّد ہیں۔"

اس پر کوئی بھی شخص خلیفہ صاحب کی "پرواز خیالی" اور "دینی مذاق" کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ "**حدیثِ مجدّد**" کے ساتھ اس سے بڑھ کر تمسخر اور کیا ہو سکتا ہے؟

بین المدارس تقریری مقابلہ ۳ مئی ۱۹۷۲ء کو مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے عید میلادالنبیؐ کی تقریب پر طلباء کا ایک تقریری مقابلہ ہوا جس کی رپورٹ آئندہ اشاعت میں دی جائے گی۔

شیخ میاں رشید احمد صاحب اسرت۔ لائلپور

موجودہ مشکلات میں ہمارا طریقِ عمل کیا ہونا چاہیئے

تقوے اور بلند کردار کو مشعل راہ بنا کر جماعت میں استحکام پیدا کریں

"یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہٖ ولا تموتن الا وانتم مسلمون"

حضرت امیر قوم نے فرمایا کہ خدا سے ڈر کر اتحاد و اتفاق کے ساتھ کام کرنا جماعت کی فلاح کا موجب ہوتا ہے۔ خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرنا قرآن حکیم کی اعلیٰ تعلیم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ زمین و آسمان کا بادشاہ ہمارے تمام مخفی در مخفی ارادوں اور حرکات و سکنات سے واقف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے ڈر کر زندگی بسر کرو۔ وہ ذرّے ذرّے سے واقف ہے۔ نیّات کو جانتا ہے۔ اگر وہ بادشاہ جو کائنات کا مالک بھی ہے تم سے خوش ہو جاوے تو تم کامیاب کامران ہو جاؤ گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی تلقین الجماعت الجماعت پر زور دیتے ہوئے حضرت امیر نے مزید فرمایا کہ اکٹھے ہو کر زندگی بسر کرنا قوم اور جماعت کو مجتمع کرتا ہے۔ جماعت افراد سے مل کر بنتی ہے اور اتحاد و اتفاق سے مضبوط ہوتی ہے۔ ہماری جماعت نے خدا کے فضل سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے۔ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و تبلیغی خدمات۔ ترجمۃ القرآن اُردو، انگریزی اور دیگر کُتب کی تصانیف ایسے کارہائے نمایاں ہیں کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔ ہمارے حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب کی عظمت کے نشانات برلن میں تعمیر مسجد سے وابستہ ہیں اور یورپ میں آپ کی تبلیغی سرگرمیاں اسلام کی سچائی کا ایک زندہ ثبوت ہیں۔ ایسی تمام خدمات جماعت سے منسلک ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے دیگر بزرگانِ جماعت کا پاکیزہ نمونہ اسلام میں ایک اُونچا مقام رکھتا ہے۔ لیکن غور طلب یہ بات ہے کہ ان سب خدمات کے باوجود موجودہ دور میں ہماری کیا حالت ہے۔ ہماری جماعت چند سال سے کئی ایک مشکلات میں مبتلا ہے۔ قوم کی تمام تر اراضیات حکومت نے اصلاحات کی شکل میں حاصل کر لی ہیں۔ ہمارے تعلیمی ادارے جو دینی خدمت کے لئے اشد ضروری تھے ہم سے چھن چکے ہیں۔ یہ سوچنے کا مقام ہے لیکن ہم اس امر میں کوتاہی سے کام لے رہے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم حالات کا سامنا کریں۔ اور تقوےٰ اختیار کریں اخوت کا وہ جذبہ پھر سے تازہ کریں۔ جس کی لَو حضرت اقدس نے ہمارے دلوں میں سلگائی تھی۔ اُونچے کردار کو مشعلِ راہ بنا کر جماعت میں استحکام پیدا کریں۔

یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ ہمارے احمدی بھائی اور احمدی خواتین اپنی اپنی جگہ باقاعدگی سے چندہ ادا نہیں کرتے اور اس طرح وہ جماعت سے وابستہ نہیں رہتے۔ ادائیگی چندہ شرطِ اولین ہے اور اس کے بغیر جماعت سے تعلق ہرگز پیدا نہیں ہوتا۔ جماعت مستحکم نہیں رہتی بعینہٖ ہماری خواتین اور ہمارے احباب جماعتی سرگرمیوں میں حصّہ نہیں لیتے۔ احمدیت کا مقصد صرف احمدی کہلانا ہی نہیں بلکہ احمدیت میں رنگین ہو کر اپنی زندگی کو سنوارنا ہے۔ ذاتی اہمیت۔ ذاتی مفاد اور ذاتی برتری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خدمتِ دین کرنا ہی وہ عہد ہے جو ہم نے حضرت اقدس کے دستِ مبارک پر کیا تھا۔ بہبودی جماعت کے لئے افراد کی مشترکہ سعی اشد ضروری ہے۔ اور اس کی برکات اتحاد سے میسّر آتی ہیں۔

یہ اصل وقت ہے کہ ہم نوجوان طبقہ میں ایمان پیدا کریں اور احمدیت کے قریب لائیں۔ ہماری کامیابی اور کامرانی کا راز اسی میں پنہاں ہے کہ ہم احمدی نوجوانوں کے لئے خدمتِ دین اسلام کے مواقع فراہم کریں اور یہ مقدس ورثہ

(باقی برصفحہ کالم ۳)

مکتوب امریکہ : از مولانا محمد عبیداللہ صاحب مبلغ اسلام امریکہ

ہماری امتیازی خصوصیات ۔ جنوبی امریکہ کے مہمانوں کی مہمان نوازی ۔ ووکنگ مسجد کی حالت ۔ قبول اسلام اور نکاح خوانی ۔ کالجوں اور سکولوں کے طلباء سے خطاب ۔ اسلامک سنٹر میں جلسہ میلاد النبیؐ

مکرمی مولینا دوست محمد صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار ۔۔۔ سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ کے پہلے ہفتہ موصول ہو رہے ہیں ۔ لاہور ۔ راولپنڈی ۔ کراچی ۔ لاہور کی مقامی جماعتوں کی تبلیغی جدوجہد اور مجلسوں کے حالات پڑھ کر ۔۔۔ خوشی ہوئی ۔ سب سے زیادہ حوصلہ افزا اور خوش کن امر یہ ہے کہ ہمارے مراکز میں بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا احساس پیدا ہو چکا ہے اور اس کی طرف روزمرہ خیال کیا جاتا ہے ۔ اخبار پیغام صلح کے ایڈیٹوریل میں احمدی بہنوں کو رسومات کی پابندیوں سے آزاد ہونے کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے ۔ اہل قلم حضرات میں سے جناب غلام نبی کے دو مضمون جو انہوں نے شادی کی رسومات کے خلاف اور نوجوانوں کے ۔۔۔ تحریر فرمائے ہیں ۔ وہ قابل تعریف اور ستائش ہیں ۔ اس سلسلہ مضامین کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے ۔

رسومات کا سلسلہ عام طور پر مستورات سے شروع ہوتا ہے ۔ میاں صاحبان خواہ کتنے صاحب علم اور پابند شریعت ہوں ۔ ان کو رسومات کے سلسلہ میں ہوم گورنمنٹ کی تابعداری کرنی پڑتی ہے ۔ اور وہی ہو کر رہتا ہے ۔ جس کی طرف مستورات کا رجحان ہوتا ہے ۔ لہذا ضروری ہے کہ شادی بیاہ کی رسومات قبیحہ کے خلاف ہماری جماعت کی معزز خواتین قلمی جہاد شروع کریں ۔

عیسائی فرقوں کی خصوصیات } سرزمین امریکہ میں عیسائیت کے سینکڑوں فرقے موجود ہیں ۔ پرانے فرقوں کے ممبران کا ورم تو مضبوط ہو چکا ہے ۔ لیکن وہ فرقے جو انیسویں صدی کی پیداوار ہیں ۔ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں امتیازی خصوصیات پیدا کرنے کی طرف توجہ دے رہے ہیں ۔ بعض فرقوں کا امتیازی نشان یہ ہے کہ اس کے افراد شراب اور تمباکو نہیں پیتے ۔ بعض گوشت نہیں کھاتے ۔ مارمن فرقہ کے پیرو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ چرچ میں دیتے ہیں ۔ اور اگر کسی مذہبی عمارت یا چرچ کی تعمیر کرنی ہو ۔ تو امیر ۔ غریب سب مل کر اپنے ہاتھ سے اس کی تعمیر کرتے ہیں ۔ ایک غریب ممبر کی امداد کر کے اس کو کاروباری زندگی میں لگا دیتے ہیں ان وجوہات کی بناء پر یہ فرقہ سرزمین امریکہ میں ترقی کر گیا ہے ۔ اور ان کے گرجوں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔

جماعت احمدیہ لاہور کی امتیازی خصوصیات } ہماری جماعت کی بھی خصوصیات تھیں ۔ جن کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے ۔ اشاعت اسلام کا احساس تو اب مسلمانوں کی دوسری جماعتوں میں بھی ہو رہا ہے ۔ پہلے قرآن مجید کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنا خلاف شریعت خیال کیا جاتا تھا ۔ اب عربی ممالک کی کانفرنسوں میں ریزولیوشن پاس کئے جا رہے ہیں ۔ کہ قرآن کریم کے مستند تراجم دیگر زبانوں میں شائع کر کے یورپ اور افریقہ میں ان کی اشاعت کی جاوے ۔ نمازوں کی پابندی کی طرف بھی کافی توجہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں ہو رہی ہے ۔ ہمارا قدم اور تیز ہونا چاہیئے ۔ اور ہمارے اندر ایک امتیازی خصوصیات پیدا ہو جانی چاہئیں ۔ جو نہ صرف قوم کی ترقی کا موجب ہوں ۔ بلکہ ان کی وجہ سے اشاعت اسلام کے لئے ہمارا قدم سب سے آگے ہو ۔

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

جنوبی امریکہ سے آنے والوں کی مہمان نوازی } لاہور کی جماعت کی ایک رپورٹ (جو پیغام صلح کی کسی گذشتہ ۔۔۔ میں ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ دہاں کی جماعت نے ویسٹ انڈیز اور جنوبی امریکہ سے سالانہ جلسہ لاہور میں شامل ہونے والے مہمانوں کی ضیافت اور سہولت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دی ہے ۔ لائل پور میں ہماری جماعت کے متمول اصحاب اپنے ان مہمانوں کی ضیافت اور مہمان نوازی پر ہزاروں روپے خرچ کر سکتے ہیں ۔ اور ہر ایک مہمان کو قیمتی تحائف سے نواز سکتے ہیں ۔ لیکن جو اثر ان مہمانوں پر مختلف طبقہ کے افراد کے اخلاق اور تواضع کا ہو سکتا ہے ۔ وہ دو چار مال داروں کا نہیں ہو سکتا ۔ ضرورت اخلاص کی ہے ۔ اس کا اظہار خواہ مالدار کی طرف سے ہو یا غریبوں کی طرف سے ۔ دونوں کا برابر اثر پڑتا ہے ۔

چند سال ہوئے خاکسار کو ایک پادری نے یہووا وٹنس BEHOVA · WITNUS کی ایک کنونشن میں جس کا انعقاد بہت اعلیٰ پیمانہ پر واشنگٹن ڈی سی میں ہوا، شمولیت کی دعوت دی ۔ اور وہ اپنی موٹر کار میں مجھے اپنے مہمان کی حیثیت سے وہاں لے گئے ۔ ہزاروں کی تعداد میں امریکہ کے دارالسلطنت میں اس جماعت کے ممبر امریکہ کی مختلف ریاستوں سے آ کر جمع ہو گئے ۔ مجھے اس جم غفیر کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ ان کی رہائش کا کہاں بندوبست ہوا ہوگا ۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ کنونشن سے دو ماہ پیشتر مختلف امریکنوں کے گھروں پر ہمارے کارکنان جلسہ نے کمروں کو ریزرو کرا لیا ہے ۔ اور ہم فلاں فیملی کے مہمان ہوں گے ۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ فیملی یہووا وٹنس کی جماعت کی ممبر ہے ؟ اس نے کہا کہ نہیں ۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ ہمارے میزبانوں نے ہمارے آرام اور سہولت کا ہر طرح سے خیال کیا ۔ یہاں تک کہ صبح کا ناشتہ بھی حاضر کرتے ہیں اور پھر خوبی یہ کہ ہماری دلجوئی کے لئے جلسہ میں شریک ہوتے ہیں ۔ کاش کہ یہ فراخدلی ہمارے اہل وطن مسلمانوں میں بھی پیدا ہو ۔ بہرحال اس سے مجھے ذاتی تجربہ یہ ہوا ہے کہ مذہبی کنونشن یا جلسہ میں باہر کے مہمانوں کو ہماری جماعت کے مقامی احباب فرداً فرداً اپنا ذاتی مہمان بنائیں ۔ تو مہمانوں پر زیادہ اچھا اثر پڑ سکتا ہے ۔ اسی طریق عمل کو کنونشن کے موقعہ پر ہماری ویسٹ انڈیز اور جنوبی امریکہ کی جماعتیں اختیار کرتی ہیں ۔

حضرت مولینا غلام حسن نیازی کی یاد } حضرت مولینا غلام حسن پشاور میں ہماری جماعت کے ایک ممتاز بزرگ تھے ۔ گورنمنٹ اور پبلک میں نہایت ہر دلعزیز تھے ۔ گورنمنٹ کی طرف سے آپ کو "خان بہادر" کا خطاب ملا ہوا تھا ۔ اور آنریری مجسٹریٹ بھی تھے ۔ خاکسار مسلم ہائی سکول بدوملہی میں جونیئر انگلش ٹیچر تھا ۔ چندہ کی فراہمی کے لئے خاکسار کو پشاور جانا پڑا اور وہاں حضرت مولینا صاحب مرحوم و مغفور کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا ۔ جماعت کے اکثر احباب حضرت مولینا صاحب کے مکان کی بالائی چھت پر جمع ہو جاتے تھے ۔ اور درس و تدریس کے بعد سب اپنے اپنے گھروں سے کھانا منگوا کر شام کا کھانا کھا لیا کرتے تھے ۔ چونکہ ان کی باتیں عام طور پر پشتو زبان ہوتی تھیں ۔ مجھے عام طور پر نیند کا غلبہ ہو جاتا تھا ۔ مجلس برخاست ہونے پر مجھے سونے کے کمرے میں جانے کی ہدایت ہوتی ۔ وہاں جا کر میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولینا صاحب بستر کی چادر کو اپنے ہاتھوں سے سیدھا کر رہے ہیں اور نوکر نے جس طریق سے بستر بنایا تھا اس سے ان کی تسلی نہیں ہوئی ۔ اللہ اللہ ۔ خاکسار مولینا صاحب کی منکسر المزاجی اور مہمان نوازی کی صفت کو دیکھ کر دنگ رہ گیا ۔ آج اس واقعہ کو گذرے ہوئے پچاس برس کا عرصہ ہونے والا ہے ۔ لیکن حضرت مولینا مرحوم کے اخلاق کا نقشہ ابھی تک تازہ ہے ۔

ہمارے سالانہ جلسے } مرکزی سالانہ جلسہ کی تیاریاں سال کے آخری دو ماہ پر نہ چھوڑ دی جایا کریں ۔ اس کی تیاریاں پروگرام

پہنچتی - مہمانوں کی رہائش کا انتظام تمام تر چھ ماہ پہلے سے شروع ہو جاتا چاہیئے یہی طریق تمام جنوبی امریکہ اور ویسٹ انڈیز کی جماعتوں کا ہے - وہ اپنے سالانہ جلسہ یا کنونشن کی تیاریاں چھ ماہ قبل شروع کر دیتے ہیں - اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں - حضرت مسیح موعودؑ نے سالانہ جلسہ کی ضرورت اور اہمیت پر بہت زور دیا ہے - مرکزی سالانہ جلسہ کے علاوہ بیرونی جماعتوں کو بھی اپنے سالانہ جلسوں کو کافی عرصہ پیشتر کامیاب بنانے کی تیاریاں شروع کر دینی چاہئیں -

سیکرٹری موتمر العالم الاسلامی کی طرف سے مولینا عبدالمجید کی خدمات کا اعتراف

جناب اکرام اللہ خان سیکرٹری جنرل موتمر العالم الاسلامی) - کراچی اپنی بیگم صاحبہ کے ہمراہ تشریف لائے - ان کی آمد کی خبر ڈاکٹر البیانی ڈائریکٹر اسلامک سنٹر لاس انگلیس کی زبانی خاکسار کو مل چکی تھی - لہذا ہم ان کو اپنے مکان پر لے آئے - جہاں انہوں نے دو روز قیام فرمایا - شام کو ان کے لیکچر کا بندوبست اسلامک سنٹر سان فرانسسکو میں کرایا گیا - آپ کی تقریر نہایت موثر اور اسلامی ممالک کے ماضی - حال اور مستقبل پر مشتمل تھی - دوران گفتگو آپ نے ووکنگ مسلم مشن اور مولینا عبدالمجید ایڈیٹر اسلامک ریویو کی خدمات کا اعتراف کیا - اور فرمایا کہ مولینا موصوف کو اسلامک ریویو کے بند ہونے کا بہت صدمہ پہنچا ہے - خداوند کریم کوئی ایسی صورت پیدا کر دے کہ یہ رسالہ دوبارہ جاری ہو جاوے -

ووکنگ مسجد کی حالت

{ فیجی کے مولوی عبدالجلیل صاحب جنہوں نے امریکہ میں رہائش اختیار کر لی ہے ہماری لتوکا کی جماعت کے صدر تھے - ان کی ایک صاحبزادی لندن میں ہے - جس کی وجہ سے ان کو گذشتہ سال لندن جانا پڑا - لندن جاکر ان کو ووکنگ مسجد کی زیارت اور اپنی جماعت کے مشن دیکھنے کا خیال پیدا ہوا - وہاں جاکر دیکھا کہ بے رونقی برس رہی ہے - صفائی کا نام و نشان نہیں - دو مولوی مسجد میں بیٹھے ہیں - نماز کا وقت تھا - نماز ادا کی - نماز ختم ہوئی - تو گفتگو کا موقعہ ملا - ان مولوی صاحبان نے خود ہی بیان کرنا شروع کر دیا - کہ اس مسجد پر مرزائیوں کا قبضہ تھا - لیکن اب خداوند کریم کے فضل سے یہ مسجد ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے - مولوی عبدالجلیل صاحب کو ان سے یہ حال معلوم کرکے تسلی ہوئی - ورنہ وہ اس بے رونقی کو احمدیہ جماعت کی غفلت اور بے توجہی پر محمول کرتے - اب مولوی عبدالجلیل صاحب نے دیگر لوکل ذرائع سے ان مولویوں کے حالات معلوم کرنے شروع کر دیئے - ان کو معلوم ہوگیا کہ ان مولویوں نے مسجد کو ایک تکیہ خانہ بنایا ہوا ہے - رہنے کے لئے مفت جگہ ملی ہوئی ہے - اور تعویذ گنڈے چلانے کا کاروبار شروع کر رکھا ہے - اور ایک تعویذ کے لئے دس پونڈ سے کم نہیں لیتے - انا للہ و انا الیہ راجعون -

قبولِ اسلام اور نکاح خوانی

{ ایک سیرین مسلم خاتون ڈاکٹر ھدیٰ عاقل نے نیو اورلین NEW ORLEAN سے جو یہاں سے تقریباً پندرہ سو میل کے فاصلے پر ہے - خاکسار کو لکھا کہ وہ ڈاکٹر سٹین واٹسن Dr. Stan watson سے شادی کرنا چاہتی ہیں - اور ڈاکٹر موصوف نکاح سے پیشتر اسلام قبول کریں گے - خط کے علاوہ انہوں نے تاریخ اور وقت مقرر کرنے کے لئے دو بار ٹیلی فون بھی کئے .... - دونوں وقت مقررہ پر خاکسار کے مکان پر پہنچ گئے - اس موقعہ پر خاکسار نے دو چار دیگر معززین کو بھی دعوت دی ہوئی تھی - خاکسار نے اسلام کی خوبیوں پر تقریر کی - اس کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے برضا و رغبت خود اسلام قبول کیا - اس کے بعد خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول ہوا - خطبہ نکاح اور سرٹیفکیٹ قبولیت اسلام دولہا دلہن کے حوالہ کئے - اس موقعہ پر جو فوٹو لیا گیا اس کی ایک کاپی ملفوف ہے (فوٹو دوسرے کالم میں ملاحظہ ہو - ایڈیٹر)

ان کے علاوہ ایک اور امریکن خاتون جن کا نام: TONI CATHERINE نے VI.. A G.. ... کے ہاتھ پر ۱۸ مارچ کو اسلام قبول کیا، اور ان کی شادی ... ... سے ہوئی -

کالج اور ہائی سکولوں کے طلبہ سے خطاب

{ گذشتہ ماہ ہیورڈ سٹیٹ یونیورسٹی کی سائکالوجی کلاس کے پندرہ طلباء اپنے پروفیسر کی معیت میں خاکسار کے مکان پر آئے - انہوں نے میرے ساتھ تین گھنٹے کا پروگرام بنایا تھا - تقریر پر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا - ان کی تواضع فواکہات اور چائے سے کی گئی اور ہر ایک طالب علم کو ریلیجن اینڈ سوسائٹی کی ایک ایک کاپی پیش کی گئی -

اس کے علاوہ ایک مقامی جونیئر ہائی سکول کی آٹھویں جماعت کے طلباء سے خاکسار نے خطاب کیا - یہاں ایک گھنٹے کا پروگرام تھا - گذشتہ ہفتہ ایک کیتھولک ہائی سکول میں (جو یہاں سے تیس میل کے فاصلے پر ہے) جانا پڑا - وہاں کی ایک کلاس کی طالبات سے خاکسار نے خطاب کیا - گذشتہ سال عزیزی ظفر اقبال اسی سکول میں تقریر کرنے کے لئے گئے تھے -

قرآن مجید مترجم انگریزی کی مانگ

{ حضرت امیر مولینا محمد علی مرحوم کے ترجمہ القرآن انگریزی کے لئے مختلف ... ... فرمائشیں آیا کرتی ہیں - جن کو ہم پوری نہیں کر سکتے امریکن ... ... کہ یہ ترجمہ و تفسیر ... ماہ کے دوران شائع ہو جائے ... گذشتہ ... پاکستانی طالب علم نے اپنے امریکن دوست کی خاطر قرآن مجید ... انگریزی ... ان کو ترجمۃ القرآن اردو ... ترجمہ علامہ ... دیا گیا - انہوں ... ... تفسیر بیان القرآن حصہ اول اور دوم خرید کیں -

انوار القرآن کی ضرورت

{ ایک اشتہار پیغام ... شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کی یہ مفید ترین تصنیف نایاب ہو گئی ہے - اس تصنیف کے ہر دو حصوں کو طبع کرا کر اس کی اشاعت عام کرنی چاہیئے - بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ محترم حافظ محمد ... جیسے مضمون نگار اور عشق قرآن رکھنے والے بزرگ اسی طرز پر قرآن مجید کے دیگر پاروں کی تفسیر کریں

اسلامی اصول کی فلاسفی

{ کیلی فورنیا میں خصوصاً اور دیگر مقامات میں عموماً ایرانیوں کا مثلاً خیال کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ میرے اچھے تعلقات ہیں - مسز خدیجہ ہیسکر جنہوں نے ریلیجن اینڈ سوسائٹی RELIGION & SOCIETY کی طباعت کے لئے میری پانچ سو ڈالر سے امداد کی تھی، ایرانی ہیں - مجھے یہ معلوم کرکے از حد خوشی ہوئی ہے کہ محترمی غلام نبی مسلم ایڈیٹر روح اسلام، حضرت مسیح موعودؑ کے لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا فارسی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں - مجھے قوی امید ہے کہ یہ کتاب ایرانی مسلمانوں میں مقبول ہوگی - اور جو ایرانی مشنری پراپیگنڈا کا شکار ہو رہے ہیں - وہ اس سے نور ایمان حاصل کریں گے -

بائیں سے دائیں: محمد عبداللہ صاحب - لیڈی ڈاکٹر ھدیٰ عاقل - ڈاکٹر سٹین واٹسن - مسٹر ایم - ایم صدیقی -

اسلامک سنٹر میں جلسہ میلاد النبی صلعم

{ گذشتہ سنیچر ۱۴ اپریل کی شام کو اسلامک سنٹر آف سان فرانسسکو میں جلسہ میلاد النبی صلعم زیر صدارت ڈاکٹر حمدی تمیمی منعقد ہوا

مومنوں کی صفات میں سے جو انہیں خدا کا محبوب بنانے کا موجب ہو سکتی ہیں۔

غصہ کو پی جانا، قصوروار کو معاف کر دینا اور اس سے بڑھ کر اس پر احسان کرنا ہے

استغفار کے معنے گناہوں کی معافی مانگنا ہی نہیں بلکہ خطاؤں اور لغزشوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے حفاظت کرنا بھی استغفار میں داخل ہے۔

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب بمقام جامعہ احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموات والارض اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ۔۔۔۔۔۔۔ اولئک جزاءھم مغفرۃ من ربھم و جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ونعم اجر العاملین۔ (آل عمران۔ ع ۱۴)۔

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور احسانات کا ذکر ہے، اسی طرح بعض احکام بھی دیئے گئے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ مومنوں کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں ان میں یہ نہیں کہا گیا کہ یہ صفات سیکھو بلکہ فرمایا کہ مومنوں کی شان یہ ہے کہ ایسی صفات ان میں پائی جاتی ہیں، چنانچہ اس آیت میں فرمایا ہے وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم اپنے رب کی مغفرت حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف دوڑو، اس کی مغفرت حاصل کرنے کے لئے جلدی کرو۔

مغفرت کیا ہے؟ مغفرت کے معنے ہیں ڈھانپ لینا، حفاظت کرنا، ہم ہر روز نماز کے بعد استغفار پڑھتے ہیں، اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم نے کوئی گناہ کا کام کیا ہے، جس کے لئے معافی مانگتے ہیں بلکہ نماز میں یا کسی نیک کام کے کرنے میں اگر کوئی سقم رہ گیا ہو تو استغفار کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ سے محفوظ رکھے، اور اس سے بڑھ کر بڑا مقصد استغفار کا یہ ہے، کہ ہم تمام ان باتوں سے پرہیز کریں جن سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں فرمایا کہ سارعوا الی مغفرۃ من ربکم۔ اپنے رب کی مغفرت حاصل کرنے کے لئے جلدی کرو وجنۃ عرضھا السموات والارض اور اس جنت کو حاصل کرنے کے لئے دوڑو، جس کی وسعت زمین و آسمان کی وسعت کے برابر ہے، اور یہ جنت کن کے لئے تیار کی گئی ہے؟ فرمایا اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء یہ جنت ان مومنوں اور متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو کشادگی اور تنگی میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، یعنے وہ لوگوں کی حاجت براری کے لئے اپنے مالوں میں سے دیتے ہیں، مومن کی یہ شان ہے کہ کوئی حاجتمند ہو یا مصیبت میں گرفتار ہو، تو اس کی مصیبت کو دور کرے، کسی کو مکان یا کپڑے کی ضرورت ہے تو اس ضرورت کو پورا کرنے میں مدد دے۔ ہاتھ میں کشادگی یا تنگی ہو، جس قدر دوسرے کی حاجت براری کے لئے خرچ کر سکتا ہے، کرے۔ دوسری جگہ فرمایا و مما رزقنٰھم ینفقون۔ جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مومن کی صفت ہے کہ مال کو خدا کی محبت کے لئے خرچ کرتے ہیں، فرمایا فی السراء خوشحالی کے وقت بھی خرچ کرتے ہیں اور والضراء تنگی کی حالت میں بھی جو کچھ میسر آئے خدا کی راہ میں دیتے ہیں، ہر حالت میں خدا کو یاد رکھتے ہیں اور اس کی مخلوق کی مدد کرتے ہیں۔ معلوم ہوا خدا پر ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ جو شخص خدا کے نمائندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا فرد ہو وہ اپنے مال کو خدا کی مخلوق کے مقابلہ میں عزیز نہ رکھے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت بڑھ جاتی ہے اور انسان بخل سے کام لیتا ہے، یہ خدا کو پسند نہیں، مومن کی شان یہی ہے کہ فراخی ہو یا تنگی خدا کی مخلوق پر حسب ضرورت خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے۔

پھر دنیا میں دوسروں سے معاملات میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے یا کوئی کسی بات پر ایسا اعتراض کر دیتا ہے جو خفگی کا موجب ہو، تو ایسی حالت میں فرمایا والکاظمین الغیظ مومن کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے غصے کو پی جاتا ہے، اور دوسروں کی سختی اور گالی گلوچ کو برداشت کر لیتا ہے، یہ بہت بڑا مقام ہے جو ایک مومن کی شان کو بڑھانے کا موجب ہے۔ لیکن یہیں تک نہیں اس سے آگے ایک اور مقام ہے والعافین عن الناس۔ وہ غصے کو پی ہی نہیں جاتے بلکہ لوگوں کی غلطیوں اور سخت کلامی کو معاف کر دیتے ہیں۔ یہاں عن الناس کا لفظ بتا رہا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی کی سخت کلامی یا تکلیف دہ حرکات کو قابل معافی نہ سمجھا جائے بلکہ ہندوؤں، عیسائیوں اور ہر مذہب اور ہر طبقہ کے لوگوں کی زیادتیوں پر انہیں معاف کرنا چاہیئے اور پھر اس سے بھی بڑھ کر مومنوں کی شان میں ایک اور بات فرمائی واللہ یحب المحسنین مومن نہ صرف غیظ و غضب کو دبائے اور دوسروں کے قصوروں کو معاف کرے بلکہ اس سے بڑھ کر ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ بھی کرے۔ اور ان پر احسان کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ما الاحسان یا رسول اللہ یا رسول اللہ احسان کس بات کا نام ہے فرمایا ان لا یراک مولاک حیث نھاک۔ اللہ تعالیٰ تجھے ایسی جگہ اور ایسی حالت میں نہ دیکھے جس سے اس نے منع کیا ہے بالفاظ دیگر جس کام کے کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اس سے رک جانا احسان ہے، ایک احسان احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں ہے، اور ایک اور احسان مخلوق خدا کی اعانت اور ہمدردی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں انسان ہی نہیں تمام مخلوق شامل ہے کتے بلی اور دوسرے جانداروں پر بھی رحم کرنا مومن کی صفت ہے۔

احادیث میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے دیکھا کہ ایک کتا گیلی مٹی چاٹ رہا ہے اس نے سمجھا کہ اس کو پیاس لگ رہی ہے اس نے اپنے موزہ کے ذریعہ کنوئیں سے پانی نکالا اور اس پیاسے کتے کو پلایا۔ نبی کریم صلعم کو خبر ملی تو فرمایا وہ سیدھی جنت میں جائے گی۔ ایک عورت کے متعلق آپ کو خبر ملی کہ اس نے اپنے گھر میں بلی کو باندھ رکھا ہے نہ اسے کھانے کو کچھ دیتی ہے نہ پینے کو۔ حضور صلعم نے فرمایا اس نے اپنے لئے دوزخ خرید لیا۔ ایک بزرگ کا ذکر ہے کہ انہوں نے راہ چلتے دیکھا کہ ایک سور کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے اور وہ پڑا ہوا تڑپ رہا ہے، اس نے اپنے مرید سے کہا کہ اس کو اٹھا کر گھر لے چل تاکہ اس کا علاج کیا جائے، مرید نے کہا کہ یہ تو حرام ہے۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اس کا کھانا حرام ہے، ویسے یہ خدا کی مخلوق ہے اس سے ہمدردی کرنا منع نہیں بلکہ عین ثواب ہے۔

حضرت مولینا نورالدین صاحب رح کو کسی شخص کا خط آیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک روٹی ہے اور کوے کائیں کائیں کر رہے ہیں۔ حضرت مولینا نے اسے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سبق دیا ہے کہ تمہارے

پاس کھانے کو ایک روٹی بھی ہو تو خدا کی مخلوق کے لئے اس میں سے ایک لقمہ دے دیا کرو، یہ ہے وہ احسان جس کے متعلق فرمایا واللہ یحب المحسنین اللہ تعالےٰ دوسروں کے ساتھ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص خدا کا محبوب بننا چاہتا ہے تو اسے خدا کی مخلوق پر احسان کرنا اور سلوک اور ہمدردی کرتے رہنا چاہئے۔

اس کے بعد فرمایا والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون ۔ مومن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھے، یا کبھی کوئی گناہ اس سے سرزد ہو جائے یا کسی پر ظلم اس کے ہاتھ سے ہو جائے تو اس کو خدا کا کرم اور رحم یاد آ جائے۔ تو وہ اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے اور خدا کے سوائے کون کسی کو بخش سکتا ہے، وہ اپنی خطاؤں کو جانتے ہوئے ان پر اصرار نہیں کرتا اور اپنی لغزشوں سے توبہ کر کے معافی مانگتا ہے، اور آئندہ کے لئے حفاظت طلب کرتا ہے۔

استغفار کے معنے بتائے جا چکے ہیں کہ نہ صرف لغزشوں کی معافی طلب کرنا استغفار ہے بلکہ آئندہ کے لئے حفاظت چاہنا بھی اس کے معنوں میں شامل ہے، مجھے یاد آیا ایک دفعہ پادری ذویمر جو عیسائیت کا بہت بڑا مبلغ تھا، اور عربی زبان میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور مشرق و مغرب میں پھر کر مسلمان مولویوں کو زک دیتا رہا، ووکنگ مسجد میں مجھ سے ملنے آیا، اس نے خیال کیا کہ اتنے مولویوں کو زک دے چکا ہوں، مسجد ووکنگ میں بھی کوئی ایسا ہی مولوی ہوگا۔ اس نے آتے ہی بڑے ادب کے ساتھ مجھ سے مخاطب ہو کر کہا یا مولانا میں ادب کے ساتھ اپنی دوستی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، مجھ سے رہا نہ گیا اور نہایت برافروختہ ہو کر میں نے اس سے کہا او نامراد میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تو گالی دیتا ہے اور میرے آگے اپنی دوستی پیش کرتا ہے؟ میں تیری اس دوستی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ وہ بڑا حیران ہو گیا کہ کس سے میرا پالا پڑ گیا ہے۔ لیکن اپنی نکتہ چینی سے باز نہ آیا اور کہا کہ کیا حضرت محمد (صلعم) کو حکم ہوا تھا کہ واستغفر لذنبک۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگ، میں نے کہا استغفار کے معنے انسانی لغزشوں سے حفاظت طلب کرنے کے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں گناہوں کی معافی مانگنے کا حکم نہیں دیا گیا نہ آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوئے کہ ان کی معافی کا حکم دیا جاتا، اس آیت میں تو اللہ تعالےٰ سے حفاظت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ انسان ہونے کی وجہ سے کسی لغزش اور گناہ کا ارتکاب نہ ہو، ویسے ہر نیک کام کے بعد بھی استغفار کیا جاتا ہے۔ نماز کے بعد بھی ہم استغفار کرتے ہیں، حالانکہ نماز کوئی بُرا کام نہیں ہے، یہ تو بڑے عرفان کی بات ہے۔ کہ ہر نیکی کے بعد استغفار کیا جائے کہ اے اللہ تیری نافرمانی ہم سے نہ ہو۔ فرمایا ومن یغفر الذنوب الا اللہ کون اللہ تعالےٰ کے سوائے گناہوں کو معاف کر سکتا یا بُری باتوں اور لغزشوں سے ہماری حفاظت کر سکتا ہے مسلمان کی شان نہیں کہ وہ دانستہ گناہ کا مرتکب ہو، اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ اس پر اصرار نہیں کرتا اور اللہ تعالےٰ سے معافی طلب کرتا ہے

اولٰئک لھم مغفرۃ من ربھم ان لوگوں کے لئے ان کے ربّ کی طرف سے مغفرت ہے، وہ ان کی لغزشوں کو ڈھانپ دیتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے، یہ ہے مومنوں کی شان، اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ مومن کی یہ شان ہو کہ وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی اللہ تعالےٰ سے حفاظت طلب کرے اور ان کے ساتھ نیکی اور محبت کا سلوک کرے۔ یہی وہ طریق ہے جس سے وہ خدا تعالےٰ کا محبوب بن سکتا ہے۔

اجمیری صاحب کی وفات پر تعزیتی قرارداد

راولپنڈی سے :-

مورخہ ۵/۴۴ کو مسجد مبارک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور شاخ راولپنڈی میں بعد از نماز جمعہ محترم میاں شریف احمد صاحب کی زیرِ صدارت ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

یہ اجلاس محترم مولینا علی محمد اجمیری صاحب مالک نور آرٹ پریس کی ناگہانی موت پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہے کہ وہ ہمارے مرحوم بھائی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ اعلےٰ مقام پر عطا فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ اور ان کے اعزّہ و اقارب کو یہ نقصانِ عظیم برداشت کرنے اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

یہ اجلاس ان کی بیگم صاحبہ، صاحبزادوں اور صاحبزادیوں اور اس کے بھائیوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کے لئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کو اجمیری صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

مولینا اجمیری صاحب مرحوم عالم فاضل تھے اور سلسلہ کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق تھے۔ اپنے اخلاق حمیدہ اور حسنِ سلوک سے احباب جماعت کے دلوں کو موہ لیا تھا۔ وہ راولپنڈی جماعت کے صدر بھی رہے ہیں اور مجلس معتمدین کے رُکن بھی رہے۔

مولینا اجمیری صاحب مرحوم صاف گوئی سے کام لیتے تھے۔ حضرت صاحب کی کتابوں پر ہر طرح سے عبور تھا۔ ان کی زندگی نہ صرف تقویٰ و طہارت اور اخلاص سے معمور تھی بلکہ وہ خدمت دین کا بے پایاں جذبہ رکھتے تھے۔ وہ انجمن کے لئے ایک سرکردہ رُکن کی حیثیت ــــ کا موجب تھے۔ ان کی وفات انجمن اور جماعت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہے۔

قرار پایا کہ اس کی نقول :-

(۱) محترم رشید احمد اجمیری صاحب نور آرٹ پریس لیاقت روڈ کو

(۲) اور ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو برائے اشاعت لاہور بھیجی جائیں۔

خواجہ محمد نصیر اللہ۔ آنریری سیکرٹری۔ جماعت راولپنڈی

بقیہ مضمون شیخ مسرت صبا از صفحہ ۴

ان کو خوبصورتی سے سونپ دیں۔ نوجوانوں کی اہلیت کو حضرت امیر مرحوم نے ابھارا تھا۔ نوجوانوں کو سلسلہ احمدیہ کا اعتماد دیا تھا لیکن افسوس ہے کہ ہم نے حضرت امیر مرحوم کی اس خواہش کو پُورا کرنے کی طرف کبھی غور نہیں کیا۔ نوجوان طبقہ کا تعاون ہی ہماری اصل طاقت بن سکتا اور استحکام کا موجب ثابت ہو سکتا ہے۔

استحکام جماعت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم احمدیہ لٹریچر کو پھر سے آراستہ کریں اور وہ کتب جو اس وقت موجود نہیں ان کی طباعت کر کے احمدیت کے اس اعلےٰ اور بلند مقصد کو پورا کریں۔ حضرت مسیح موعود رحمۃ اللہ علیہ کا پیدا کردہ لٹریچر ہمارا بہت بڑا قیمتی خزانہ ہے۔ حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا پیدا کردہ علم دین اسلام کا اصل نچوڑ ہے اور حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف دینِ اسلام کا زندہ ثبوت ہیں۔ اس لٹریچر کی طباعت اور اشاعت کریں۔ اس امر میں سُستی برتنا اپنے اس مقصد سے کوتاہی کرنے کے مترادف ہے جس مقصد کے لئے ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا تھا۔

مجلس معتمدین کے اجلاس سال میں دو دفعہ منعقد ہوتے ہیں اور ان میں نہایت اہم مسائل زیرِ غور لائے جاتے ہیں۔ مجلس معتمدین ہی انجمن کی اصل وارث ہے۔ انجمن کا ہر وہ فیصلہ قطعی اور صحیح ہوتا ہے جو مجلس معتمدین میں کیا جاتا ہے ان فیصلہ جات سے انحراف بانیٔ جماعت کو ناخوش کرنے کے برابر ہوتا ہے۔ یہ فرمان حضرت اقدس کا جاری کردہ ہے

یادِ رفتگان

مولوی امیر علی صاحب مرحوم

محترم مولوی امیر علی صاحب مرحوم مبلغ اسلام ٹرینیڈاڈ کی وفات کی خبر احباب پیغامِ صلح کے کسی گزشتہ پرچہ میں پڑھ چکے ہیں ذیل میں ان کے حالات ذرا تفصیل سے درج ہیں:-

مرحوم ۱۸۹۸ء میں پوائنٹ اے پیئر واقع ٹرینیڈاڈ کے مقام پر پیدا ہوئے آپ نے اپنے طور پر ۱۹۲۳ء تک تعلیم حاصل کی، آپ کی ملاقات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مبلغ جناب مولوی فضل کریم خان دُرانی مرحوم سے ہوئی، جو ان دنوں میں ٹرینیڈاڈ اور ٹوباگو میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ ان کے زیر اثر تبلیغ اسلام کی تڑپ لے کر مولوی امیر علی صاحب ۱۹۲۳ء میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے جماعت کے مرکز احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف لے آئے۔

سات سال بعد ۱۹۳۰ء میں آپ تبلیغ اسلام کے لئے ٹرینیڈاڈ لوٹ گئے آپ عربی، انگریزی اور اُردو میں کافی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مرکز کے علاوہ الازہر اور قاہرہ یونیورسٹی میں بھی آپ نے تعلیم حاصل کی تھی۔ علاوہ ازیں ہندوستان، مصر، مشرق وسطیٰ اور نصف سے زیادہ دیگر ایشیائی ممالک کی سیاحت کر کے آپ نے اپنی معلومات میں مزید اضافہ کیا۔

ٹرینیڈاڈ کے مسلمانوں کی ایک ہی تنظیم تقویت الاسلام ایسوسی ایشن تھی، چنانچہ واپسی پر آپ کو اس کا مفتی مقرر کیا گیا، پھر ۱۹۳۵ء میں زندگی بھر کے لئے صدر چن لیا گیا۔ آپ نے اسلام کو جدید علوم اور سائنس کی روشنی میں پیش کیا تحقیق و مشاہدہ کی بنیاد رکھی، مسلمان خواتین کی اجتماعی زندگی سے علیحدگی کی مخالفت کی اور انہیں مجلسی اور دینی اجتماعات میں شرکت پر اُبھارا۔ آپ نے نہایت فاضلانہ استدلال سے وفات مسیح اور روحانی معراج نبویؐ پر مسلسل تقاریر کیں، جس کی وجہ سے ملک بھر میں بحث و مناظرہ کی لہر دوڑ گئی۔ یُوں ٹرینیڈاڈ کے مُسلم نوجوانوں میں روشن خیالی اور علمی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

آپ کی انتھک مساعی سے ۱۹۳۵ء میں امیگریشن میرج آرڈیننس منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ ۱۹۳۶ء میں مسلم میرج اینڈ ڈائیورس آرڈیننس نے لے لی، پھر آپ ٹرینیڈاڈ اور ٹوباگو ایجوکیشن بورڈ کے اولین غیر عیسائی رُکن منتخب ہوئے، آپ کی کوشش سے یہ طے پایا کہ کالونی میں ہندو اور مسلم تعلیمی اداروں کو بھی سرکاری امداد دی جائے۔ اس سے پہلے صرف عیسائی اداروں ہی کو یہ رعایت حاصل تھی۔ ۱۹۳۲ء میں میرٹ اینڈ مے ہیورلوپر نے اس بات کی سفارش کی تھی کہ ہندوستانی کمیونٹی بھی عیسائیوں کی طرح ایسوسی ایشن قائم کر کے اپنے سکول چلا سکتی ہے۔ چنانچہ مولوی امیر علی صاحب مرحوم نے اس سفارش کو غنیمت جانا اور اس مقصد کیلئے ۱۹۳۵ء میں انڈین ایجوکیشنل ایسوسی ایشن قائم کی آپ ہی کو اس کا صدر چنا گیا، پھر ۱۹۴۱ء میں آپ ہی کو انڈین سنٹرل کمیٹی کا ممبر بنا لیا گیا، اس کے قیام کی غرض بالغوں کے حق رائے دہندگی کے سلسلے میں کالونی میں "لینگویج ٹسٹ" کا مقابلہ کرنا تھا۔

۱۹۴۴ء میں اندرونی انتشار اور مخالفت کی وجہ سے مولوی امیر علی مرحوم اور آپ کے روشن خیال رفقاء نے تقویت الاسلام ایسوسی ایشن سے علیحدگی اختیار کر لی، جس کی ترقی کے لئے آپ نے پندرہ سال تک سر توڑ کوشش کی تھی، پاکستان ڈے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں مولوی صاحب نے ایک غیر مقلد ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ بنائی تعلیم کے میدان میں آپ کی مساعی ۱۹۴۹ء میں بار آور ہوئیں ڈی نومی نیشنل آرڈیننس کا دائرہ وسیع کیا گیا، اور السکو دو اسلامیہ سکول پہلا غیر مسیحی تعلیمی ادارہ تھا جسے سرکاری امداد دی گئی۔ اس کے بعد ملک بھر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مدارس قائم ہونے لگے۔

مولوی صاحب مرحوم اور آپ کی جماعت نے ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ کا ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کی طرف توجہ دی اور سینٹ جوزف میں جناح میموریل مسجد کی تعمیر پر تمام توجہ صرف کر دی، یہ خواب ۱۹۵۴ء میں پورا ہوا جب ۲۵ اپریل کو مرحوم نے جناح میموریل مسجد کا افتتاح کیا۔ لیگ کا یہ ہیڈ کوارٹر اسلام کے سلسلے میں آپ کی محبت اور مساعی... کا آئینہ دار ہے ۱۹۶۴ء میں جب محترم شیخ محمد طفیل صاحب پہلی بار تبلیغ کے سلسلہ میں ٹرینیڈاڈ تشریف لے گئے تو مولوی صاحب نے عہد کیا کہ وہ اب اپنی تمام مساعی تحریک احمدیت کے لئے وقف کر دیں گے، دوران تبلیغ میں آپ نے اپنا دائرہ کار گیانا اور سرینام تک وسیع کر دیا تھا گو بیماری نے آپکو معذور کر دیا تھا تاہم آپ کی گرجدار آواز آپ کے جذبہ خدمتِ دین کی عکاس تھی۔

آپ انجمن کی گولڈن جوبلی میں شمولیت کے لئے بھی پاکستان آئے تھے۔

کرنل بشیر حسین مرحوم کے اوصافِ حمیدہ

ذیل کا خط آسٹریلیا سے محترم شیخ محمد حسین صاحب خازن انجمن کے نام موصول ہوا ہے جو اس قابل ہے کہ قارئین پیغامِ صلح کے مطالعہ میں لایا جائے:-

مکرمی جناب شیخ صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالےٰ آپ کے درجات بلند فرمادیں۔ آمین ثم آمین۔ کرنل ڈاکٹر سید بشیر حسین صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر پردیس میں شدید صدمہ اور دکھ کا باعث بنی۔ اللہ تعالےٰ مرحوم و مغفور کے درجات بلند فرمادیں اور آپ کے ورثاء آپ کے نقشِ قدم پر چل سکیں آمین ثم آمین۔ کرنل بشیر حسین صاحب مرحوم و مغفور اتنی دلفریب ہستی تھی کہ یہ سوچ کر ہی کہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں ایک بے یقینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اے میرے مولا ایسے کیونکر ممکن ہے۔ مرحوم جب بھی ملتے مسکراتے ہوئے کشادہ چہرے سے ملتے۔ ان کی شخصیت میں ایک خاص جادو تھا۔ نماز پڑھنے آتے تو بیٹھے ہوئے بھی ہم سب سے زیادہ لمبے نظر آتے تھے۔ بچپن میں ہی مجھے مرحوم کی شخصیت نے شدید متاثر کیا تھا۔ پرائمری میں مرحوم کی ہمشیرہ صاحبہ کے سکول میں پڑھتا تھا تو اسکول آتے جاتے آپ سے ملنے کا اتفاق ہو جاتا تو آپ فوراً پہچان کر مسکرا دیتے اور کبھی کبھی پوچھ لیتے " اوئے تیرے پیو دا کی حال اے" والد صاحب بزرگوار کی بزرگی کو ملحوظ خاطر رکھتے کے باوجود یہ کرنل صاحب کی بے تکلفی کی ایک خاص ادا تھی۔ لوگ مرنے والے کو نہیں روتے اس سکھ کو روتے ہیں جس سے وہ محروم ہو گئے ہیں۔ کرنل صاحب کی ایک ادا میں کبھی نہیں بھولوں گا اور سدا دعاؤں میں ان کی بلندی درجات کے لئے دُعا کرتا رہوں گا۔ والدہ محترمہ کی وفات کے دو دن بعد ہمارے گھر میں ماتم کے دوران ہمسایہ کے ہاں شادی تھی۔ سڑک بارش کی وجہ سے کیچڑ اور گارے سے بھری پڑی تھی۔ دولہا کے بڑے بھائی فوج میں میجر تھے اور وہ مزدوروں کی ایک فوج لے کر ہمارے گھر آئے کہ ہماری کوٹھی کی دیوار توڑ کر سڑک کا پانی اور گارا ہمارے گھر پھینک دیں۔ میری بے شمار التجاؤں کے باوجود ساڑھے چھ فٹ میجر صاحب پر کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے مزدوروں سمیت ہمارے گھر پر حملہ کر دیا اور میرے ماموں ملک روح اللہ خان اور بہنوئیوں حضرت مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور جناب عزیز احمد صاحب اور دیگر چند لواحقین سے دھینگا مشتی کرنے لگے۔ کرنل صاحب مرحوم ان دنوں آئی جی پولیس تھے۔ میں بھاگا بھاگا گیا اور ان کو فون کر دیا۔ آپ نے فرمایا "پتر گھبرانا نہیں میں ہُنیں آیاں" اور تین منٹ کے اندر اندر آپ پولیس سمیت موقعہ پر موجود تھے۔ خدا تعالےٰ آپ کے درجات بلند فرمادیں اور آپ کو جیسی برکت زندگی میں نصیب ہوئی، آخرت میں بھی نصیب ہو کہ انہوں نے زندگی بھر مجبوروں۔ غریبوں اور مستحق لوگوں کی دعائیں لیں۔ ان کی وفات ایک سانحہ ہے۔ ایک حادثہ ہے کہ دل ماننے سے انکاری ہے۔ وہ ایک دلیر اور شیر انسان تھے جنہوں نے ہمیشہ مستحق لوگوں کی امداد کی۔ ایسے پر خلوص۔ باوفا اور بے ریا انسان کا ہم سے جُدا ہو جانا ہماری محرومی کی نشانی ہے۔ مرحوم کے بے شمار واقعات ہیں جن سے آپ کی بذلہ سنجی اور ظرافت طبعی جھلکتی ہے۔ لیکن ایسے موقع پر کہ وہ ہم سے جُدا ہو گئے ہیں کوئی بھی واقعہ دھرانے کو جی نہیں چاہتا۔ میری طرف سے مرحوم کے ورثاء کی خدمت میں دست بستہ عرض کریں کہ مرحوم کا زیاں صرف ان کا ہی نہیں بلکہ پوری قوم کا نقصان ہے ایسے عظیم المرتبت انسانوں کا پیدا ہونا ایک معجزہ اور ان کی وفات ایک شدید حادثہ ہوتی ہے۔ مرحوم و مغفور کو آخری کاندھا بھی نہ دے سکا۔ اس کا افسوس رہے گا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں صبر کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

آپ کا حزین و دلفگار۔ عبد السلام

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۴ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ - مطابق ۶ جون ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۳

متقی اس قدر بلندی شان اور مرتبہ عالی رکھتا ہے کہ
وہ خدا کا مقرب ہو کر ہر مصیبت سے بچایا جاتا ہے

بات یہ ہے کہ جب انسان جذباتِ نفس سے پاک ہوتا ہے اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے۔ اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک فعل خدا کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ جہاں لوگ ابتلاء میں پڑتے ہیں وہاں یہ امر ہمیشہ ہوتا ہے کہ وہ فعل خدا کے ارادہ سے مطابق نہیں ہوتا۔ خدا کی رضا اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ ایسا شخص اپنے جذبات کے پیچھے چلتا ہے۔ مثلاً غصے میں آکر کوئی ایسا فعل اس سے سرزد ہو جاتا ہے جس سے مقدمات بن جایا کرتے ہیں۔ فوجداریاں ہو جایا کرتی ہیں۔ مگر اگر کسی کا یہ ارادہ ہو کہ بلا استصواب کتاب اللہ اس کی حرکت و سکون نہ ہوگا۔ اور اپنی ہر ایک بات پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے گا۔ تو یقینی امر ہے کہ کتاب اللہ مشورہ دے گی۔ جیسے فرمایا ولا رطبٍ ولا یابسٍ الّا فی کتابٍ مبینٍ (س ۷) سو اگر ہم یہ ارادہ کریں کہ ہم مشورہ کتاب اللہ سے لیں گے تو ہم کو ضرور مشورہ ملے گا۔ لیکن جو اپنے جذبات کا تابع ہے وہ ضرور نقصان ہی میں پڑے گا۔ بسا اوقات وہ اس جگہ مواخذہ میں پڑے گا۔ اس کے مقابل اللہ نے فرمایا کہ ولی جو میرے ساتھ بولتے چالتے کام کرتے ہیں وہ گویا اس میں محو ہیں۔ سو جس قدر کوئی محویت میں کم ہے وہ اتنا ہی خدا سے دور ہے۔ لیکن اگر اس کی محویت ویسی ہی ہے جیسے خدا نے فرمایا تو اس کے ایمان کا اندازہ نہیں۔ ان کی حمایت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من عادلی ولیًا فقد اٰذنتہٗ للحرب (الحدیث) جو شخص میرے ولی کا مقابلہ کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اب دیکھ لو کہ متقی کی شان کس قدر بلند ہے اور اس کا پایہ کس قدر عالی ہے جس کا قرب خدا کی جناب میں ایسا ہے کہ اس کا ستایا جانا خدا کا ستایا جانا ہو۔ تو خدا اس کا کس قدر معاون و مددگار ہوگا۔ لوگ بہت سی مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں لیکن متقی بچائے جاتے ہیں۔ بلکہ ان کے پاس جو آ جاتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔ مصائب کی کوئی حد نہیں۔ انسان کا اپنا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ امراض کو ہی دیکھ لیا جائے۔ کہ ہزارہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں۔ لیکن جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا ہے وہ ان سے محفوظ ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک ایسے جنگل میں ہے جو درندوں سے

بحرِ حکمت کے موتی

رحمت الٰہی کی وسعت

عن ابی هريرة قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلاةٍ وقمنا معه فقال اعرابي وهو في الصلوٰة اللّٰهم ارحمنی ومحمدًا ولا ترحم معنا احدًا فلما سلّم النبی صلی الله علیه وسلّم قال للاعرابی لقد حجّرت واسعًا یرید رحمة الله۔

ترجمہ :—

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز میں کھڑے ہوئے اور ہم (بھی) آپؐ کے ساتھ کھڑے ہوئے تو ایک دیہاتی نے حالت نماز میں کہا یا اللہ مجھ پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو دیہاتی سے فرمایا کہ تو نے ایک وسعت والے (دروازہ) کو تنگ کیا آپ کی مراد اللہ کی رحمت تھی۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ :—

اس میں انسانوں پر رحمت کی تعلیم ہے۔

(فضل الباری۔ کتاب الادب)

اعلان
برائے درخواستہائے داخلہ سمر سکول ایبٹ آباد

امسال اس سکول میں بجائے دو کے تین کلاسیں مندرجہ ذیل تاریخوں پر منعقد ہوں گی :—

— پہلی کلاس —
۶ر جولائی تا ۱۹ر جولائی

— دوسری کلاس —
۲۰ر جولائی تا ۲ر اگست

— تیسری کلاس —
۳ر اگست تا ۱۶ر اگست

تمام درخواستیں ۱۰ر جون تک موصول ہو جانی چاہئیں۔ درخواستیں بھیجتے وقت ان امور کو ملحوظ رکھا جائے :

(۱) کم از کم تعلیم۔ میٹرک
(۲) کم از کم عمر — ۱۵ سال
(۳) نوجوانوں اور نئے شرکاء کو ترجیح دی جائے گی۔

تمام امیدواروں

سے گذارش ہے کہ درخواستیں جلد از جلد بھجوائیں تاکہ وہ اس میں بآسانی شریک ہو سکیں۔ پہلے آنے والی درخواستوں کو ترجیح دی جائے گی۔

خیر اندیش
ڈاکٹر مبارک احمد سیکرٹری سمر سکول کمیٹی
صدر انجمن احمدیہ۔ لاہور

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کے بارے میں

حضرت مولینا صدرالدین صاحب امیر جماعت و صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

وضاحتی بیان

یہ وضاحتی بیان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایک خوبصورت ہینڈبل کی شکل میں علیحدہ چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔ اور ممبران قومی صوبائی اسمبلی کو فرداً فرداً بھیجنے کے علاوہ تمام شاخہائے جماعت احمدیہ کو سینکڑوں کی تعداد میں بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے وہ اسے عوام الناس بالخصوص اعلیٰ تعلیمیافتہ فہمیدہ اصحاب تک پہنچا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند دن ہوئے آزاد کشمیر اسمبلی نے یہ قرارداد پاس کی ہے کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس موقعہ پر میں اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور یہ بیعت اخوت کی تھی۔ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز نبوت کا دعوے نہیں کیا۔ گو بعض اصطلاحات اور پھر لغوی معانی میں لفظ نبی کا استعمال کیا ہے لیکن ہر جگہ پر زور الفاظ میں دعوئے نبوت کی تردید کی ہے ــــ تاکسی قسم کی کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ آپ کا دعوے حدیث مجدد اور رجال یکلمون من غیران یکونوا انبیاء کے مطابق مجدد و محدث کا ہے، اور آپ نے ہمیشہ یہی احادیث اپنے دعوے کی تائید میں پیش کی ہیں۔ آپ کی زندگی میں "اجرائے نبوت" پر ایک بھی مباحثہ نہ کرنا اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ کا دعوے نبوت کا نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی اپنے تئیں زمرہ انبیاء میں شامل نہیں کیا ۔ ۱۹۱۴ء تک تمام جماعت حضرت **مرزا صاحب** کے انہی عقائد پر قائم تھی، تا آنکہ حضرت مولینا نورالدین صاحب کی وفات پر اختلاف پیدا ہوا، اور ایک گروہ نے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوئے نبوت کا انتساب کیا، اور جملہ مسلمانانِ عالم کو کافر قرار دے ڈالا۔ چونکہ یہ عقائد نہ صرف حضرت **سرور کائنات** صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی تھے، بلکہ خود حضرت **مرزا صاحب** کی تحریرات کے خلاف بھی تھے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کے پرانے رفقاء میں سے سید محمد حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب اور خاکسار نے حضرت مولینا محمد علی صاحب کی قیادت میں قادیان سے ہجرت کی، اور لاہور آکر اشاعت اسلام اور حضرت مرزا صاحب کے اصل نظریات سے دنیا کو روشناس کرانے کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی۔ اس وقت سے لے کر تا ایں دم ہم "اجرائے نبوت" اور "تکفیر المسلمین" ایسے باطل عقائد کے خلاف جہاد کر رہے ہیں ــــ ذیل میں حضرت **مرزا صاحب** کی تحریرات سے چند اقتباسات دیئے جاتے ہیں جن سے آپ کے عقائد کا واضح طور پر اظہار ہوتا ہے:ــــ

"مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھا سکتا ہوں جس قدر خدا تعالٰے کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالٰے کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں" (کرامات الصادقین صفحہ ۲۲)

"میرا نبوت کا کوئی دعوے نہیں، یہ آپ کی غلطی ہے آپ کس خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے جو الہام کا دعوے کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے گا" (جنگ مقدس صفحہ ۶۷)

"ان پر واضح رہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور **وحی نبوت** نہیں بلکہ **وحی ولایت** جو زیر سایہ نبوت محمدیہ و باتباع آنجناب **اولیاء کو ملتی ہے** اس کے ہم قائل ہیں" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۴)

"چونکہ ہمارے سید و رسول صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں" (شہادت القرآن صفحہ ۲۷)

"سو دنیا میں یہ دو ہی طریق ہیں جو خدا تعالٰے کے قانون قدرت میں پائے جاتے ہیں اور چونکہ خدا تعالٰے نے ابتداء سے یہی چاہا کہ اس کی مخلوقات یعنی نباتات، جمادات، حیوانات، یہاں تک کہ اجرام علوی میں بھی تفاوت مراتب پایا جائے اور بعض مفیض اور مستفیض ہوں، اس لئے اس نے نوع انسان میں بھی یہی قانون رکھا اور اس لحاظ سے دو طبقہ کے انسان پیدا کئے ہیں ــــ

اوّل ـ وہ جو اعلیٰ استعداد کے لوگ ہیں جن کو آفتاب کی طرح بلا واسطہ روشنی عطا کی گئی ہے۔ دوسرے ـ وہ جو درجہ دوم کے آدمی ہیں جو اس آفتاب کے واسطہ سے نور حاصل کرتے ہیں اور خود بخود حاصل نہیں کر سکتے، ان دونوں طبقوں کے لئے آفتاب اور ماہتاب نہایت عمدہ نمونے ہیں، جس کی طرف قرآن شریف میں ان لفظوں میں اشارہ فرمایا گیا ہے **والشمس وضحٰها والقمر اذا تلٰها** جیسا کہ اگر آفتاب نہ ہو تو ماہتاب کا وجود بھی ناممکن ہے اسی طرح اگر انبیاء علیہم السلام نہ ہوں جو نفوس کاملہ ہیں تو اولیاء اللہ کا وجود بھی حیز امکان سے خارج ہے" (ست بچن صفحہ ۶۹)

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے، یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے **ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان** کئے گئے ہیں، ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوے نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ پر لکھ چکا ہوں، میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفٰے صلعم **خاتم الانبیاء** ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے **محدث** کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جلشانہ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں بلکہ صرف **محدث مراد** ہے جس کے معنی آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے:ــــ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال النبی صلعم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یك فی امتی احد فعمر (صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴ باب مناقب عمرؓ)

تو مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں،

اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں!

(اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

حضرت مرزا صاحب کی ان تحریرات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ ان تمام اسلامی عقائد پر ایمان رکھتے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور جن پر سلف صالحین کا اجماع ہے اس لئے کسی دوست کا ناواقفی کی بناء پر احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرنا کسی صورت میں بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۶ جون ۱۹۷۳ء

اسلام میں سزائے ارتداد کا مسئلہ

روزنامہ نوائے وقت مورخہ (۲۳ مئی اور ۳۰ مئی ۱۹۷۳ء) میں موضوع بالا پر دو مضامین شائع ہوئے ہیں، اول الذکر پرچہ میں وقار انبالوی صاحب نے سابق چیف جسٹس ایس اے رحمٰن کی ایک نو تصنیف کتاب PUNISHMENT OF APOSTACY IN ISLAM پر جرح و قدح کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا ہے کہ جسٹس رحمان نے ارتداد کو از روئے اسلام ناقابل سزا قرار دے کر احکام قرآنی کی مخالفت کی ہے اور اسلام کو ایک بے حقیقت اور ناکارہ مذہب ثابت کیا ہے اور پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے مضمون میں ڈاکٹر محمد باقر نے وقار صاحب کے مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا ہے، کہ پاکستان میں اسلام سے ارتداد کی علت غائی کیا ہے اور اس کا سد باب کس طرح ہو سکتا ہے، نیز قرآن کریم کی چند آیات کا ترجمہ لکھ کر "اہل بصیرت اصحاب" کو ان کے بارہ میں رہنمائی کی دعوت دی ہے۔

جسٹس ایس اے رحمان کی مذکورہ بالا کتاب تو ہماری نظر سے نہیں گذری، لیکن وقار انبالوی صاحب کے اس بیان کو پڑھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب پاکستان قائم ہوا تو "اس وقت اس ملک میں منکرین خدا باغیان دین اور آخرت کا مذاق اڑانے والوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی اور چونکہ بانی پاکستان حضرت قائد اعظمؒ انہیں ملک و ملت کا دشمن اور غیروں کا ففتھ کالم قرار دے چکے تھے اس لئے پوری قوم نہ صرف ان کی طرف سے چوکس تھی بلکہ خود ایسے لوگوں کو بھی جرأت نہ تھی کہ وہ علانیہ کچھ کہہ سکیں یا کر سکیں۔ ان کی تمام سرگرمیاں خلق خدا کی نگاہوں سے اوجھل تھیں، لیکن آج ان کا دعوے ہے کہ وہ پاکستان کی آبادی کا تیس فیصد ہیں اور اپنے اقوال و اعمال میں اب کوئی خوف و ہراس محسوس نہیں کرتے، کھلے بندوں اپنے عقائد کی تبلیغ بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ملی اہمیت کے دنوں کے مقابلے میں اپنے کفر و الحاد آمیز یوم بھی بڑے ٹھسّے سے مناتے ہیں۔"

ہم حیران ہیں کہ وہ کون سے لوگ ہیں جن کی طرف جناب وقار انبالوی صاحب نے اشارہ کیا ہے، بہتر ہوتا کہ وہ ایسے "منکرین خدا، باغیان دین اور آخرت کا مذاق اڑانے والے ففتھ کالمو" کی کھلے طور پر نشان دہی کرتے تاکہ قوم و ملت کو ان کی شناخت میں آسانی ہوتی۔

ان لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد وقار صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"ان کے ساتھ ساتھ ذرا مذہبی دوائر پر نظر ڈالئے، آزادی کے وقت ہمارے ملک میں اہل کتاب عیسائیوں کی تعداد پانچ لاکھ سے کم تھی، آج ان کی تبلیغی سرگرمیوں اور ترغیب و تحریص کے تکلم پرور ذرائع کی وجہ سے ان کی تعداد ۲۸ لاکھ سے اوپر ہے اور یہ اقرار کرنا بالکل صحیح ہوگا کہ وہ لوگ بھی جو خدا اور دین خدا کے دشمن ہیں باہر سے نہیں آئے، کسی نے درآمد نہیں کئے .... ۔ ایسے میں اگر کسی بلند مقام سے یہ آواز اُٹھے کہ ترک اسلام (ارتداد) کی خود اسلام نے اپنے ضابطہ فکر و قانون میں کوئی سزا مقرر نہیں کی تو سوچئے کہ اس سے وہ نقصان زیادہ ہوگا یا کم؟ اس کی روک تھام ہوگی یا اس کا دائرہ اثر بڑھتا جائے گا؟ اس کی تلافی کا کیا ذکر اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔"

وہ "بلند مقام" کونسا ہے جہاں سے یہ آواز اٹھی ہے کہ "ترک اسلام کی کوئی سزا اسلام نے اپنے ضابطہ فکر و قانون میں مقرر نہیں کی"؟ وہ بقول وقار انبالوی جسٹس ایس اے رحمان کی آواز ہے جو انکے نزدیک "رسوائے زمانہ کتاب" رنگیلا رسول" سے بدرجہا زیادہ دلآزار اور نتائج کے اعتبار سے ہولناک ہے۔"

جسٹس رحمان صاحب کی کتاب کی ہولناکی کو زیادہ وضاحت سے بیان کرتے ہوئے ....۔ وقار صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہر دشمن اسلام ان کی کتاب سے سند لاکر ہر سادہ لوح مسلمان کو اسلام سے انحراف کی ترغیب دے سکے گا کہ دیکھو تمہارا ہی ہم قوم اور ہم وطن جو غیر معمولی حیثیت کا مالک ہے یہ کہتا ہے کہ ترک اسلام پر تم سے کوئی باز پرس نہیں ہو سکتی، (کم از کم تمہیں جان کا کوئی خطرہ نہیں) اس لئے ہمارے دین میں آ جاؤ یا ہماری طرح دین سے بے پرواہ ہو جاؤ۔"

پھر لکھا ہے کہ:۔

"یہ کتاب اس لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے کہ انگریزی خواندہ طبقہ میں محدودے چند لوگوں کو چھوڑ کر اسلام کے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں ہے۔ .... یہ کتاب ان لوگوں کے لئے اور بھی ایک سہارا اس بات کا بنے گی کہ وہ اسلام کی رہی سہی قدر و قیمت سے بھی انکار کر دیں۔"

جناب وقار انبالوی کے ان بیانات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام گویا ایک ...... ایسا دین ہے جس کے اندر کوئی صداقت اور معقولیت نہیں اور نہ اس کے ماننے والے دل سے اس کی صداقت کے قائل ہیں، وہ محض اس ڈر سے مسلمان کہلاتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اس کو ترک کرنے سے سزائے موت بھگتنی پڑے، انہیں کسی سہارا کی تلاش تھی اور تیار بیٹھے تھے کہ جونہی کوئی سہارا ملے تو وہ اس دین کو چھوڑ کر کسی دوسری ملت میں چلے جائیں اب جسٹس رحمان کی کتاب نے انہیں وہ سہارا دے دیا ہے جس کی بنا پر ہر "دشمن اسلام" انہیں ورغلا کر اسلام سے برگشتہ کر سکتا ہے۔ اور اپنے دین میں لے جا سکتا ہے۔

اگر اسلام کی یہی حقیقت ہے اور مسلمان ایسے ہی گئے گذرے اور منافقانہ طور پر اس سے چمٹے ہوئے ہیں تو حیف ہے ایسے مسلمانوں پر اور تف ہے ایسے دین پر جس کے اپنے اندر کوئی جان نہیں اور وہ قائم نہیں رہ سکتا جب تک اس کے ماننے والوں کے سروں پر سزائے موت کی تلوار نہ لٹکی رہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے متعلق وقار صاحب کا یہ تصور حد درجہ افسوسناک ہے انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام اپنی ذات میں ایسی خوبیاں اور محاسن رکھتا ہے کہ ہر سمجھدار انسان اس کو دیکھ کر گرویدہ ہو جاتا ہے اور اگر اس کی راہ میں کوئی سنگ گراں نہ ہو تو وہ اسے اپنائے بغیر نہیں رہ سکتا، چہ جائیکہ خود مسلمان اس سے بیزار ہو کر اسے ترک کرنے کی راہ تلاش کر رہے ہوں، اس قسم کی کوئی بات مسلمانوں کے اندر پائی نہیں جاتی، سوائے ان لوگوں کے جو اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے یا ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لئے عیسائیت کا شکار ہو جائیں،

وقار صاحب کا یہ بیان اگر صحیح ہے کہ عیسائیوں کی تعداد قیام پاکستان کے وقت ۵ لاکھ سے بھی کم تھی اور اب ۲۸ لاکھ سے اوپر ہے، تو انہیں اس بات کا ماتم کرنا چاہیئے تھا کہ ایسے لوگوں کو اسلام کی صحیح تصویر نہیں دکھائی گئی یا جن ذاتی مفاد کے لئے انہوں نے عیسائیت کو قبول کیا، وہ مسلمانوں سے انہیں حاصل نہ ہو سکے، اس کا یہ علاج نہیں کہ انہیں موت کے گھاٹ اتارا جائے نہ اسلام ایسا وحشیانہ مذہب ہے کہ قیام پاکستان کے بعد مرتد ہونے والے ۲۳ لاکھ انسانوں کے قتل کا فتوے دیدے۔ صحیح علاج یہ ہے کہ جو وجوہ ان کے ارتداد کا موجب ہوئی ہیں انہیں دور کرنے اور انہیں اسلام کی اصل تصویر دکھا کر واپس لانے کی کوشش کی جائے، یہی بات ڈاکٹر محمد باقر نے اپنے مضمون میں وقار صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ مسلمانوں کو مرتد ہوتے دیکھ کر کڑھتے ہیں تو آپ کو بھی اس کا حق ہے لیکن اس کا یہ علاج نہیں ہو سکتا کہ مرتدین کو واجب القتل قرار دے کر انہیں ڈرا کر اسلام کے دائرے میں روکا جائے کرنے کا کام تو یہ ہے کہ مسلمان اپنے قول و فعل، کردار و گفتار اور عدل و انصاف سے ایسا معاشرہ تیار کریں اور اسلام پر مبنی ایسی سوسائٹی بنائیں جس سے باہر نکلنا کوئی مسلمان پسند ہی نہ کرے پھر ایک اور بات ہے عیسائی ہونے والے افراد میں آپ کو صرف دو طبقے ہی ملیں گے ایک تو وہ جو آپ کے تغافل کا اس طرح شکار تھے کہ آپ نے انہیں کبھی بتایا ہی نہیں، کہ اسلام کیا ہے وہ مسلمان والدین کے ہاں پیدا ضرور ہوئے اور ان کے رسم و رواج کے پابند بھی رہے لیکن اسلام کی تشدد سے بھی ناواقف تھے۔ دوسرا طبقہ ان ذیرک اور تعلیم یافتہ لوگوں کا تھا جنہیں آپ نے اسلام سے غلط طور پر اس لئے متنفر کر دیا کہ آپ نے پاکستان میں اسلامی اخوت

و مساوات سے عاری ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں وہ اقتصادی طور پر جائز طور پر بھی نہ پنپ سکے اور انہوں نے اسلام سے نہیں، بلکہ پاکستانی مسلمانوں سے پناہ لینے کے لئے ارتداد اختیار کر لیا میرے ایک عزیز شاگرد جو عربی اور دین کے بہت بڑے عالم تھے جب اپنی متدین اور پرہیزگار اہلیہ اور دو معصوم بچوں کے ساتھ عیسائی ہونے لگے اور میں نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنی مظلومیت اور بے کسی کا رونا رویا (یہ انگلستان کی ایک یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی بھی تھے) اور ان نا انصافیوں کا ذکر کیا جو پاکستانی مسلمانوں نے ان کیساتھ کیں تو میں نے استفسار کیا، آپ جس بدسلوکی کا ذکر کر رہے ہیں وہ پاکستانی مسلمانوں نے کی ہیں اسلام نے نہیں کی آپ ترکِ اسلام کیوں کر رہے ہیں؟ تو ان کا صرف ایک ہی جواب تھا، میں ابھی تک وہ مسلمان نہیں پا سکا جو اسلام کے پابند ہوں، اور مجھ سے وہ سلوک کریں جس کا اسلام متقاضی ہے اس لئے میں ایسے معاشرہ سے نکل جانا چاہتا ہوں، میں نے اس سے پھر کہا آپ تو عیسائی ہو رہے ہیں اس بدنصیب اہلیہ اور ان معصوم بچیوں کا کیا قصور ہے جنہیں آپ ارتداد کے راستے پر ڈال رہے ہیں، انہوں نے جواب دیا، میں انہیں مجبور نہیں کر رہا یہ اپنی خوشی سے عیسائی ہو رہی ہیں، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستانی مسلمانوں نے اس مسلمان کنبے کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ وہ مرتد ہو گئے اور میں نے وقار انبالوی کی طرح جب اس کنبے کی مالی مشکلات کا ذکر پاکستان کے ایک دیندار وائس چانسلر سے کیا اور اور بتایا کہ یہ کنبہ اسلام سے متنفر ہو کر نہیں اقتصادی مشکلات اور ہماری بے حسی کا شکار ہو کر عیسائیت کی نرم اور گرم گود میں چلا گیا ہے تو اس ہمدرد وائس چانسلر نے مجھے فوراً کہا کہ اگر صرف یہی بات ہے تو میری طرف سے پیشکش ہے کہ اس کنبے کو ہر قیمت پر پاکستان بلا کر ارتداد سے روک لو میں اسے اپنی یونیورسٹی میں بڑی سے بڑی ملازمت دینے کو تیار ہوں کیونکہ اپنے علم و فضل کی وجہ سے بھی وہ اس کا حق دار ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ منصوبہ عمل ہونے سے پہلے اس وائس چانسلر کو اس یونیورسٹی سے اسلئے الگ کر دیا گیا کہ وہ اسلام کا نام لیوا ہے۔ معلوم نہیں یہ وائس چانسلر اب کن خطوط پر غور فرماتے ہیں عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی"

ہم اس طویل حوالہ کے لئے قارئین سے معذرت خواہ ہیں، اس کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ وقار انبالوی صاحب اور ان کے ہمنوا اسلام سے ارتداد کی علتِ غائی کو سمجھ سکیں، اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر باقر نے جن دو قسم کے مرتدین کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دو ہزار سال سے بجسد عنصری آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے دوبارہ دنیا میں آئیں گے ایسے لوگوں سے جب عیسائی پادری یہ سوال کرتے ہیں کہ جس حالت میں تمہارے پیشوا محمد مصطفٰے (صلعم) کو فوت ہوئے چودہ سو سال ہو گئے اور حضرت عیسٰی دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور وہ امتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے آئیں گے تو دونوں میں سے افضل کون ہوا؟ اس سوال کو سن کر کچھ لوگ بدک جاتے ہیں اور اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کے نرغہ میں چلے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بچانے کے لئے مجدد زمانہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے قرآن کریم اور تاریخی حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسٰی آسمان پر بیٹھے ہوئے نہیں بلکہ ۱۲۰ سال عمر پا کر اسی دنیا میں فوت ہو چکے ہوئے ہیں اور کشمیر کے محلہ خانیار میں ان کی قبر ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے اس اعلان کو سن کر عیسائی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی اور کئی فہمیدہ مسلمان ان کا شکار ہونے سے بچ گئے، افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس کی قدر نہ کی اور حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو کافر قرار دے کر موردِ طعن و تشنیع ٹھہرایا گیا جس کا نتیجہ ہے کہ عیسائیت کا پروپیگنڈا اب پھر بڑے زور و شور سے جاری ہے اور نافہم مسلمان ان سے متاثر ہو کر ارتداد کی راہ اختیار کر رہے ہیں، ان کو بچانے کی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر سب سے بڑھ کر عائد ہوتی ہے، ضرورت ہے کہ اس طرف خاص طور پر توجہ کی جائے کہ

انعامی مضامین کے بارہ میں توضیح

۲۳ مئی کے اخبار میں چار انعامی مضامین کا اعلان شائع ہوا ہے۔ اس بارہ میں احبابِ کرام سے مزید وضاحت کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ دو انعام خواتین کے لئے مختص ہیں اور دو نوجوان مردوں کیلئے۔

جن دو موضوعوں پر یہ انعامی مضامین مشتمل ہوں ان کے بارہ میں بھی مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود کے منجانب اللہ صادق مامور و مجدد ہونے کے بارہ میں واقعاتی شہادتیں۔ نیز جماعت احمدیہ لاہور کے قرآن و سنت کے مطابق مسلک و طریقِ کار کی وضاحت۔ ان دو موضوعوں میں سے جس موضوع پر خواتین اور نوجوان مرد لکھنا پسند کریں ان کی مرضی پر منحصر ہے۔

لیکن یہ امر بخوبی یاد رہے کہ ان تحریرات کا اصل مقصد محض مضمون نویسی نہیں ہے بلکہ اصل مدعا یہ ہے کہ ان موضوعوں پر ایسے واضح اور روشن دلائل کی موجودگی اور جماعت احمدیہ لاہور کی ساٹھ سالہ مخلصانہ مساعی کے باوجود عام و خواص مسلمین کے قلوب ابھی تک شکوک و ظنون سے ... صاف نہیں ہو سکے۔ بلکہ اکثر جگہ تو یہ علم بھی نہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود سے وابستگی رکھنے والی دو الگ الگ جماعتیں ہیں اور ان کے مابین کیا بنیادی فرق ہیں۔ مثلاً جب کبھی کہیں جماعت احمدیہ کا ذکر آتا ہے تو عام طور پر اس کا مطلب یہی لیا جاتا ہے کہ اس سے مراد صرف جماعت احمدیہ ربوہ (قادیان) ہی ہے جن کے عقائد دربارہ ختم نبوت اور تکفیر المسلمین نیز آمرانہ خلافت ربوہ دینِ اسلام سے مختلف ہیں۔ اس امر کا بہت ہی کم امکان ہے کہ عامۃ المسلمین کا یہ خیال ہو کہ جماعت احمدیہ کا ایک فریق ایسا بھی موجود ہے جو اپنے آپ کو جماعت احمدیہ لاہور یا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے وابستہ کرتا ہے اور جس کے عقائد دربارہ ختمِ نبوت اور وحدت کلمہ گویان عین مطابق قرآن و سنت ہیں۔ اور جس نے ۱۹۱۴ء یعنی جماعت احمدیہ میں تفریق کے باعث گذشتہ ساٹھ سال میں ان موضوعوں پر بے بہا علم کلام پیدا کیا ہے۔ دونوں فریقوں میں اس تفریق اور تمیز کے عام طور پر متعارف نہ ہونے سے جماعت احمدیہ لاہور کے اصل مقاصد اشاعتِ دینِ اسلام اور اشاعت تعلیم فرقان میں ایک بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو چکی ہے، جسے دور کرنا جماعت احمدیہ لاہور کا فرضِ اولین ہے۔ پس خلاصہ انعامی مضامین کا جس پر انتخاب کا مدار ہوگا ایسی قابلِ عمل تجاویز کا پیش کرنا ہے، جس سے عام طور پر مسلمان دونوں فریقوں میں تمیز کر سکیں۔ اس قسم کی تجاویز منظم منصوبوں کی صورت میں جو فی الفور قابلِ عمل ہو سکیں یا ان کے لئے وقت اور تنظیم بکار ہو بمع جملہ تفاصیل کے آنا ضروری ہیں جن میں بجٹ، عملہ اور ذرائع ابلاغ کا پورا پورا ذکر ہو۔ راقم الحروف نے یہ حقیر تجویز اس غرض کے لئے پیش خدمت کی ہے کہ جملہ احباب، خواتین و حضرات جماعت کے اس بنیادی استحکام و توسیع کے امر پر پوری سنجیدگی سے غور فرماویں تا فتح و غلبہ اسلام کے وہ دن قریب سے قریب تر آجائیں جو بجز جماعت احمدیہ لاہور کے کسی اور جماعت کے پروگرام میں کہیں نظر نہیں آتا۔

آخر پر میری درخواست ہے کہ اگر ہم من حیث الجماعت کسی ایسے منصوبے یا منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو جائیں جن سے جماعت احمدیہ لاہور مؤثر و نتیجہ خیز طور پر عامۃ المسلمین اور خواص میں ممیز ہو جائے تو اشاعت و تبلیغ اسلام اور ترویج علومِ فرقانیہ کے بارہ میں اس سے بہتر و مفید تر اور کوئی تجویز نہیں ہو سکتی۔

مسیح موعود نمبر شائع کرنے کا اعلان ۱۸ جون کو ہوا ہے اور ان تجاویز کے موصول ہونے کی آخری تاریخ ۷ جون رکھی گئی ہے لیکن متذکرہ بالا توضیح کے باعث زیادہ وقت کی ضرورت ہے، اسلئے خواتین و احباب ۱۵ جون تک اپنی تجاویز بھیج سکتے ہیں۔ مسیح موعود نمبر اس صورت میں کچھ عرصہ بعد شائع ہو سکے گا،

ڈاکٹر اللہ بخش

اس تکفیر کے بعد ہی اس پارٹی کو عروج حاصل ہوا اور اس وقت اس کا سربراہ آپ کا صدر ہے۔ ان علماء کے متعلق ہمارے اس عزیز کا کیا فیصلہ ہے؟ اس وادیٔ تکفیر میں داخل ہونے کے بعد ہمارے اس عزیز کو ہر طرف بھٹکنا ہوگا اور یہ بتانا ہوگا کہ آیا پیپلز پارٹی فی الواقعہ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا اس پارٹی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والے علماء حضور نبی کریمؐ کے ارشاد کے مطابق خود دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں؟

ہمارے اس عزیز کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عمل تکفیر اپنی پشت پر ایک ہنگامہ خیز تاریخ رکھتا ہے۔ سُنیوں نے شیعوں کے خلاف اور شیعوں نے سُنیوں کے خلاف کُفر کے فتوے عائد کر رکھے ہیں۔ پھر خود سُنیوں کے اندر اہلحدیث دیوبندیوں اور بریلویوں نے بڑے خطرناک الفاظ میں ایک دوسرے پر کُفر کے فتوے لگا رکھے ہیں۔ اور وہ فتوے ابھی تک نافذ شدہ موجود ہیں اور نہ ہی ان کو واپس لیا گیا ہے اور جن اختلافات کو وجہ تکفیر بنایا گیا ہے وہ بھی جوں کے توں موجود ہیں۔ اور اس طرح سے ان فتووں کی موجودگی میں ایک مسلمان بھی دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔

اس مختصر مضمون میں ہم نے دیدہ دانستہ الٰہیات کے مسائل سے گریز کیا ہے اور صرف چند ضروری واقعات بیان کر دیئے ہیں۔ آخری امر جو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس ملک میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جو عبادات اور معاملات میں اسلامی اصولوں کی پیرو نہیں جن کے ہاں مساجد کی بجائے مجالس خانے ہیں اور ان کا کوئی اپنا ہی طرز عبادت ہے۔ ان کے سربراہ کا مقام نبوت سے بھی بالا تر ہے۔ وہ اس دنیا میں بیٹھ کر اپنے پیروؤں میں . . . . بہشت کے خطوں کی الاٹمنٹ بھی کر سکتا ہے۔ آج سے کچھ سال پیشتر تو ہندو بھی اس کے معتقد تھے قوم زرگر بالخصوص آغا خانی کہلاتی تھی یہ لوگ عام مسلمانوں سے کسی قسم کی معاشرت کا کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ یہ صرف علیحدگی پسند ہی نہیں بلکہ مسلمانوں سے بالکل ایک علیحدہ فرقہ ہے۔ ہاں اس کے سربراہ جو آغا خان کہلاتے ہیں دنیا میں اس درجہ با وقار اور اثر و رسوخ کے مالک ہیں کہ ان کی طرف کوئی بلا بنظر غیر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ مسلمانوں کے محتاج بھی نہیں۔ انکی اقتصادی حالت اس قدر مضبوط ہے کہ انہیں حکومت کے کسی صیغہ میں ملازمت کی بھی حاجت نہیں۔ ان لوگوں کے متعلق ہمارے اس عزیز کا کیا خیال ہے؟

ہم احمدیوں کی کوئی وکالت نہیں کرتے ہمیں ان کے ایک فریق سے غالیانہ عقائد سے اختلاف بھی ہے۔ ہم

ختم نبوت کے قائل ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ حضرت نبی کریمؐ کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ لیکن ہم حق بات کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ ہمارے اس دوست کو بھی بخوبی علم ہے کہ احمدیوں کی مساجد میں نمازیں بالکل اسی طرح پڑھی جاتی ہیں جس طرح حنفیوں کے ہاں پڑھی جاتی ہیں، ان کی اذانیں بھی حرف بحرف وہی ہیں جو اہل سنت والجماعت کی ہیں ہر اذان میں ان کی مساجد کے میناروں سے یہی اعلان ہوتا ہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔ یعنی ان کا مؤذن بھی بلند آواز سے یہی اعلان کرتا ہے کہ میں اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی شہادت دیتا ہوں۔

آپ نے جو یہ اعلان کر رکھا ہے کہ اسمبلی میں آپ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کریں گے تو کیا آپ نے اس امر پر بھی کبھی غور کر لیا ہے کہ حزب مخالف کے متحدہ محاذ نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ ہم کسی قسم کی فرقہ وارانہ شورش میں حصہ نہیں لیں گے۔ اور خود حکومت بارہا یہ اعلان کر چکی ہے کہ وہ فرقہ وارانہ ہنگامہ آرائی کرنے والوں کو کبھی اجازت نہیں دے گی کہ وہ مسلمانوں کے اندر فرقہ وارانہ نفرت کے بیج بوئیں۔

ان حالات میں آپ کا احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی پیشکش کہاں تک مناسب اور کتنی حق بجانب ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (منیجر)

اجمیری صاحب کی وفات پر تعزیتی قراردادیں

(۱) پشاور سے — جماعت احمدیہ شاخ پشاور کا یہ اجلاس اپنے [illegible] غم و افسوس کو ریکارڈ پر لاتا ہے جو کہ جماعت [illegible] کو مولینا علی محمد اجمیری صاحب کی وفات پر محسوس ہوا ہے۔ مولینا مرحوم کے [illegible] حُسن خلق اور ملنساری اور دیرینہ خدمات سے ہر فرد جماعت [illegible] ہے۔ اور ان کی بلندی کردار کا معترف ہے۔ مرحوم کی وفات جماعت کے [illegible] افسوسناک سانحہ ہے اور جماعت کے ہر فرد کو مولینا مرحوم کے پسماندگان [illegible] ہمدردی ہے اور وہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ جماعت پشاور [illegible] بذریعہ نماز جنازہ غائبانہ امروزہ مولانا مرحوم کی بلندی درجات کے [illegible] تعالےٰ سے دعا کی ہے اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے [illegible] ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

---

(۲) لائل پور سے — جماعت احمدیہ لائل پور کا ایک ہنگامی اجلاس [illegible] محترم میاں رشید احمد مسرت صاحب منعقد ہوا [illegible] ذیل قرارداد پاس کی گئی:-

جماعت احمدیہ لائل پور کا یہ اجلاس جماعت کے ایک معزز رکن اور عالم دین محترم مولوی علی محمد اجمیری صاحب فاضل کی اچانک وفات حسرت آیات پر جو دل کے عارضہ سے واقع ہوئی ہے نہایت گہرے رنج و غم اور افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم اوائل جوانی سے سلسلہ کی خدمت پر کمربستہ رہے اور مرتے دم تک جماعت دینیہ میں پیش پیش رہے۔ مرحوم نے علمی رنگ میں بڑا ذخیرہ دین [illegible] کیا۔ آپ قادیان سے شائع ہونے والے مشہور ماہوار رسالہ ریویو آف ریلیجنز [illegible] ایڈیٹر بھی رہے۔ جماعت لائل پور مرحوم کے جملہ لواحقین اور ان کے بھائی محترم مولوی فضل دین صاحب سے گہرے دلی جذبات کے ساتھ اظہار افسوس کرتی [illegible] دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

ملک نذر حسین۔ سیکرٹری جماعت احمدیہ، لائل پور

بین المدارس تقریری مقابلہ

۴۲/۵/۳ کو مقامی جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ [illegible] مسلم ہائی سکول ۲ لاہور میں مسٹر گلزار ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور کی زیر صدارت ایک بین المدارس تقریری مقابلہ ہوا۔ لاہور کے تیرہ سکولوں نے اس مقابلے میں شرکت کی۔ مقابلے میں مسلم ہائی سکول ۱ کے [illegible] اوّل آئے اور مقامی جماعت احمدیہ کی عطا کردہ رننگ شیلڈ ایک سال [illegible] مسلم ہائی سکول ۱ لاہور کو مع ایم۔ آئی ہیپی (HAPPY) کے سپرد کر دیئے گئے۔ مقابلہ اتنا کڑا تھا کہ تین لڑکے سوئم قرار پائے۔ جن [illegible] سلیم ماڈل ہائی سکول کے اجمل سیف، مسلم ہائی سکول ۲ کے اشتیاق [illegible] گورنمنٹ سنٹرل ماڈل ہائی سکول کے متقی ایاز۔ انسپکٹر آف سکولز لاہور نے منتظمین کے حسن انتظام کو سراہا اور تقریروں کے معیار کی تعریف کی۔ میں اپنی طرف سے ڈاکٹر مبارک احمد صاحب اور دیگر کارکنان جماعت احمدیہ لاہور کو اس نیک کام کو جاری رکھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں [illegible] تقریب کی کامیابی کا سہرا در اصل انہیں کے سر ہے۔ والسلام

نیاز مند۔ سید منور حسین۔ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ۲ لاہور

میاں نصیر احمد صاحب فاروقی

اکثریت کا مسئلہ

بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جب اللہ تعالےٰ سے اپنی وفات کی مسلسل خبریں پاکر اپنا جانشین ایک انجمن کو بنایا تو منجملہ اور باتوں کے یہ تحریری فیصلہ فرمایا

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح ... سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے"

اپنی زندگی تک کے لئے آپ نے یہ استثنا فرمائی کہ :۔

"بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے ...... کہ شاید ایسا امر ہو کہ خدائے تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ دستخط مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ ۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء"

اس لئے مجھے اپنے ایک دوست کی زبانی یہ سن کر حیرت ہوئی کہ انجمن (یعنے مجلس معتمدین یا اس کی مقرر کردہ انتظامیہ یعنے مجلس منتظمہ) میں اکثریت کوئی چیز نہیں کیونکہ (بقول ان کے) اگر اکثریت کو دیکھا جاتا تو جب سلسلہ احمدیہ میں اختلاف ہوا تھا تو "اس وقت کی مجلس معتمدین کی اکثریت میاں محمود احمد صاحب کے ساتھ تھی"۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ غلط فہمی جماعت قادیان (تم جماعت ربوہ) کے بعض ممبران نے پیدا کرنا چاہی تھی مگر انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ آج اپنے ہی ایک دوست کی زبانی یہ سن کر مجھے حیرت اور دکھ ہوا کہ ایسی غلط اور سلسلہ کے لئے صریحاً نقصان دہ بات کو ہمارے بعض احباب بغیر تحقیق کئے کیوں قبول کر لیتے ہیں۔

وہ کیا بات تھی جس پر کہ حضرت مولانا نورالدین کی وفات پر جماعت احمدیہ کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصہ تو حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے ساتھ ہو گیا اور دوسرا جناب میاں محمود احمد صاحب کے ساتھ ہوگیا۔ وہ تھا مسئلہ کفر و اسلام یعنے میاں محمود احمد صاحب کا فتوےٰ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نہ ماننے والا کافر خارج از دائرہ اسلام ہے۔ حضرت مولینا محمد علی مرحوم و مغفور اور ان کے ساتھی اس کے خلاف تھے اور حضرت مرزا صاحب کے اس مسلک پر قائم تھے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ دراصل یہ مسئلہ حضرت مولانا نورالدینؒ کی زندگی میں ہی پیدا ہو چکا تھا یعنے ۱۹۱۱ء میں اور اس پر اسی وقت اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ سوال ہے کہ اس وقت اکثریت کس کے ساتھ تھی۔ سوائے میاں محمود احمد صاحب کے اور کسی نے اس وقت اس مسئلہ پر نہیں لکھا۔ اور جماعت کے سربراہ یعنے حضرت مولانا نورالدینؒ نے خود فیصلہ فرمایا کہ "مسئلہ کفر و اسلام کو ہمارے میاں (محمود احمد) نے بھی نہیں سمجھا" اور آپ نے حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کو حکم دیا کہ وہ اس مسئلہ پر لکھیں اور جو مضمون انہوں نے لکھا اسے حضرت مولانا نورالدین صاحبؒ نے خود سن کر پسند فرمایا اور اسے شائع کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے یہ مسئلہ دراصل اسی وقت فیصلہ ہو گیا تھا اور اس کے حق میں صرف میاں محمود احمد صاحب تھے۔ مجلس معتمدین کے باقی تیرہ ممبران میں سے کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ اور جماعت بھی صحیح مسلک پر قائم رہی۔

حضرت مولانا نورالدینؒ کی وفات پر جو مسئلہ اٹھا وہ یہ تھا کہ جماعت کا سربراہ یا خلیفہ کون ہو۔ میاں محمود احمد صاحب کے خلاف حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ان کے ہمخیال بزرگوں کا یہ اعتراض تھا کہ وہ مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق غلط عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور کوئی اعتراض نہ تھا۔ مگر جب سربراہ کا انتخاب ہونے لگا تو شور و غل مچا دیا گیا اور حضرت مولانا کو بولنے کی اجازت نہ دی گئی۔ اور اس دھاندلی کے ذریعہ میاں محمود احمد صاحب کا انتخاب ہوا اور باہر کی جماعتوں میں یہ غلط خبریں دی گئیں کہ انتخاب اتفاق رائے سے ہوا۔ مگر حضرت مولینا محمد علی صاحب اور ان کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے اکثر صحابی اس انتخاب کے مخالف رہے انہوں نے یہاں تک پیشکش کی کہ اختلاف عقیدہ رکھ کر بھی اکٹھے مل کر کام کئے جائیں مگر میاں محمود احمد صاحب نے اس تجویز کو رد کر دیا اور حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کی زندگی ایسی حرام کی کہ انہیں مجبوراً قادیان چھوڑ کر لاہور آنا پڑا جہاں انہوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی۔

میں جیسا کہ لکھ آیا ہوں وجہ اختلاف دراصل میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ کفر و اسلام تھا نہ ان کی ذات اور اس عقیدہ کا فیصلہ حضرت مولانا نورالدینؒ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ اس لئے اس وقت کی مجلس معتمدین میں جو افتراق ہوا وہ میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ کی بناء پر تھا اگرچہ جو لوگ ان کے ساتھ ہو گئے تھے وہ بعد میں ان کے ہم خیال بھی ہو گئے (اور یہی نقص ہے غلط لیڈر بنانے کا) مگر حضرت مولینا محمد احسن امروہوی نے بعد میں علی الاعلان میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ کفر و اسلام اور اس کے ضمنی عقیدہ نبوت حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کی اور وہ جماعت لاہور میں آن کر مل گئے۔ بہر حال جس دوست نے یہ کہا کہ اختلاف کے وقت کی مجلس معتمدین کی اکثریت میاں محمود احمد صاحب کے ساتھ تھی انہیں غلط بتایا گیا کیونکہ اکثریت حضرت مولانا محمد علی صاحب کے صحیح عقائد کے ساتھ تھی۔ اس وقت کی مجلس معتمدین کے صدر تو حضرت مولینا نورالدین صاحب تھے۔ ان کی وفات سے مجلس کے صرف تیرہ ممبر رہ گئے تھے ممبران مجلس کی فہرست حسب ذیل ہے :۔

(۱) حضرت مولانا نورالدین صاحب پریزیڈنٹ۔
(۲) مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی سیکرٹری
(۳) خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ قانونی مشیر
(۴) صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب۔ ممبر
(۵) مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی۔ ممبر
(۶) خان صاحب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔ ممبر
(۷) سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس۔ ممبر
(۸) مولوی غلام حسن خان صاحب پشاور ممبر
(۹) میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹ۔ ممبر
(۱۰) شیخ رحمت اللہ صاحب۔ انگلش ویر ہاؤس لاہور۔ ممبر
(۱۱) ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب لاہور۔ ممبر
(۱۲) ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب ممبر
(۱۳) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور ممبر
(۱۴) ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب۔۔۔ ممبر

ان چودہ بنیادی ممبران میں سے حضرت مولانا نورالدین صاحب تو وفات پا چکے تھے۔ باقی تیرہ میں سے سات ممبر یعنے اکثریت نے صحیح عقائد کا ساتھ دیا یعنے حضرت مولینا محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولانا غلام حسن خان صاحب۔ میر حامد شاہ صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ اور باقی کے چھ جن میں سے اکثر میاں محمود احمد صاحب کے رشتہ دار تھے ان کے ساتھ ہو گئے۔ تو یہ تو تھی افتراق کے وقت کی تقسیم۔ مگر جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں دراصل مسئلہ کفر و اسلام اس وقت سے بہت قبل حضرت مولانا نورالدینؒ کی زندگی میں ہی فیصلہ ہو چکا تھا اور اس وقت غلط عقیدہ کی تائید میں صرف میاں محمود احمد صاحب تھے۔ مولانا کی وفات پر جن چھ لوگوں نے میاں صاحب کا ساتھ دیا وہ یا تو میاں صاحب کے حضرت صاحب کا صاحبزادہ ہونے کی وجہ سے تھا یا ان ... کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے تھا۔ پھر بھی اکثریت ان کے ساتھ نہ ہوئی تھی۔

یہاں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ عقائد یعنے ایمانیات کے معاملہ میں فیصلہ اکثریت کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ حق اور ناحق کی بناء پر ہوتا ہے۔ وہ تو خوش قسمتی

(باقی بر صفحہ ۹)

علی محمد ماحی صاحب لائل پور

[illegible]

ہندوؤں کے ایک مشہور فرقہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش اُردو کے صفحہ ۵۰۱ پر لکھا ہے کہ پرمیشر کسی کا گناہ **بخش نہیں سکتا ایسا کرے تو بے انصاف ٹھہرتا ہے**...... گویا پرمیشر ایک جج کی طرح ہے مالکانہ حیثیت اس کو حاصل نہیں۔ ایسا ہی پنڈت دیانند نے اپنی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ پرمیشر محدود افعال کا غیر محدود ثمرہ نہیں دے سکتا۔ پیشتر اس کے کہ اس غلط تصور کا ابطال ثابت کیا جائے۔ بڑے افسوس اور رقائق کے ساتھ اس امر کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بخشش و توبہ کا یہ غلط نظریہ صرف ہندوؤں تک محدود نہیں بلکہ بعض مسلمان دانشور بھی مغرب کی تنقید سے خوفزدہ ہو کر اس غلط تصور کو اپنا بیٹھے ہیں چنانچہ جناب غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب "اسلام کیا ہے"؟ کے صفحہ ۱۵۶-۱۵۷ پر لکھا ہے کہ:-

"جزا اور سزا کے اس فلسفہ کے مطابق کسی کا کسی کی سفارش سے چھوٹ جانا، یا کسی کا دوسروں کے گناہوں کا کفارہ بن جانا یا محض ایمان (بلا عمل) سے نجات حاصل ہو جانا **یا خدا کا گناہوں کو بخش دینا غیر قرآنی تصور ہے** .... اس قانون کی رُو سے بخشش نہیں بلکہ "مغفرت" ہو سکتی ہے ......

(بلکہ بخشش کہنا ہی نہیں چاہیئے، مغفرت بمعنی حفاظت کہنا چاہیئے)

اس سے پہلے اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۲-۱۴۳ پر رحم اور توبہ کے تصور کے متعلق بھی منکر قرآن یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ:-

"خدا کا قانونِ مکافات خالص عدل کے اصول پر کار فرما ہوتا ہے جس میں کسی قسم کی رُو رعایت کی گنجائش نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ اس میں "رحم" (یا معافی) کی بھی گنجائش ہے یا نہیں۔ اس کی گنجائش ضرور ہے لیکن اس رحم کا تصور مختلف ہے۔ رحم کا ایک تصور تو یہ ہے کہ قانون کی رُو سے مجرم سزا کا مستحق قرار پا چکا ہے لیکن وہ روتا ہے۔ گڑگڑاتا ہے حاکم کو اس کی حالت پر رحم آ جاتا ہے اور وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ **یہ رحم کا جذباتی تصور ہے جس کا خدا کے قانون مکافات سے کچھ واسطہ نہیں**۔ اس کا دوسرا اور صحیح تصور یہ ہے کہ آپ کا ہاتھ جل جانے سے آپ کو شدت کا درد ہوتا ہے۔ جس خدا نے یہ قانون بنایا ہے کہ آگ جلاتی ہے اور جلنے سے درد پیدا ہوتا ہے، اسی خدا نے ایسی دوائیاں بھی پیدا کی ہیں جن سے درد کو آرام ہو جاتا ہے۔ اگر آپ پہلے جرم (آگ میں ہاتھ ڈالنے) کے بعد، خدا کے اس دوسرے قانون کی طرف رجوع کریں گے اور جو دوائیاں اس نے پیدا کی ہیں ان کا استعمال کریں گے تو آپ کو جرم کی سزا سے "معافی" مل جائے گی۔ یہ ہے قرآن کریم کی رُو سے "خدا کے رحم" کا تصور......... کسی قانون کی خلاف ورزی کے بعد، خدا کے اس قانون کی طرف رجوع کرنا جس سے اس نقصان کی تلافی ہو جائے "توبہ" کہلاتا ہے اور اس (دوسرے) قانون کی اطاعت سے پہلے قانون کی خلاف ورزی کی پیدا کردہ تباہی سے حفاظت مل جانا "مغفرت" ہے ....، **خدا کے** قانون مکافات کی رُو سے "جاؤ۔ تمہیں معاف کیا" کا تصور غلط ہے۔"

جملہ معترضہ کے طور پر جناب پرویز صاحب سے یہاں یہ استفسار بے جا نہ ہوگا کہ وہ بتائیں کہ ایک شخص نے زنا اور شراب پینے کا ایک مرتبہ ارتکاب کیا۔ بعد میں ان دو گناہوں سے توبہ نصوح کر لی۔ اپنے سابقہ جرم سے بچنے کے لئے وہ خدا کے کس قانون کو کام میں لائے اور کونسی دوائی یا شربت و تریاق استعمال کرے کہ وہ سزا سے بچ جائے؟)

قارئین کرام! آپ رحم، توبہ، مغفرت، بخشش اور معافی کے مفہوم و تصور کی بابت پنڈت دیانند اور ایک مسلم مفکر کے خیالات میں کلی [illegible]

امر مقتضائے مالکیت ہے۔ اگر وہ ذات رحیم و کریم ہمیشہ گناہ کی سزا دے تو پھر انسان کا کیا ٹھکانا ہے۔ یہی وہ بھید ہے جو حضرت رسالتمآبؐ اور بہت سے مردانِ خدا پر کھولا گیا کہ اکثر گناہ وہ بخش دیتا ہے اور تنبیہ کی غرض سے کسی گناہ کی سزا بھی دیتا ہے۔ تا غافل انسان اصلاح احوال کی فکر کرے اور اپنے حقیقی خالق و مالک کی طرف توجہ ہو جیسا کہ قرآن حمید میں یہ آیت ہے **وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر**۔ (سورۃ الشوریٰ آیت ۳۱) اور جو کچھ تمہیں مصیبت پہنچتی ہے پس تمہاری بد اعمالی کے سبب سے ہے اور وہ بہت سے گناہ بخش بھی دیتا ہے۔ اور پھر اسی سورت کی آیت ۲۵ میں ہے۔ **وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات**۔ یعنے تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہ اور بدیاں ان کو معاف کر دیتا ہے۔ حضرت مجدّدِ وقت مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن کریم کی درجنوں آیاتِ بیّنات لکھ کر اپنی معرکۃ الآرا تصنیف چشمۂ معرفت میں ان تمام غلط تصورات اور وساوس کا کافی و شافی رد فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"کسی کو یہ دھوکا نہ لگے کہ قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے **ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ** یعنے جو شخص ایک ذرہ بھی شرارت کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا .... اس میں اور دوسری آیات میں کچھ تناقض نہیں کیونکہ اس شر سے وہ شر مراد ہے جس پر انسان اصرار کرے اور اس کے ارتکاب سے باز نہ آوے اور توبہ نہ کرے۔ اسی غرض سے اس جگہ شر کا لفظ استعمال کیا ہے، نہ ذنب کا۔ تا معلوم ہو کہ اس جگہ کوئی شرارت کا فعل مراد ہے جس سے شریر آدمی باز نہیں آنا چاہتا۔ ورنہ سارا قرآن شریف اس بارہ میں بھرا پڑا ہے کہ ندامت اور توبہ اور ترک اصرار اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرمایا ہے:-

ان اللہ یحب التوابین ویحب المطھرین

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے اور نیز اُن لوگوں سے پیار کرتا ہے جو اس بات پر زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح گناہ سے پاک ہو جائیں غرض ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق اور درگذر کے برخلاف ہے کیونکہ وہ مالک ہے نہ صرف ایک مجسٹریٹ کی طرح جیسا کہ اس نے قرآن شریف کی پہلی سورت میں ہی اپنا نام **مالک** رکھا ہے اور فرمایا مالک یوم الدین۔ خدا جزا سزا دینے کا مالک ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی مالک، مالک نہیں کہلا سکتا، جب تک دونوں پہلوؤں پر اس کو اختیار نہ ہو یعنے چاہے تو پکڑے اور چاہے تو چھوڑ دے۔"

پھر تحریر فرمایا:-

"اگر وہ مالکانہ اختیار رکھتا ہے تو محدود خدمت کے عوض میں غیر محدود ثمرہ دینے میں اس کا کیا حرج ہے کیونکہ مالک کے کاموں کے ساتھ انصاف کو کچھ تعلق نہیں۔ ہم بھی اگر کسی مال کے مالک ہو کر سوالیوں کو کچھ دینا چاہیں تو کسی سوالی کا حق نہیں کہ یہ شکایت کرے کہ فلاں شخص کو زیادہ دیا اور مجھے کم دیا .... پس درحقیقت جو کچھ خدا تعالیٰ بندہ کو اس کے اعمال کی جزا میں دیتا ہے وہ اس کا محض انعام و اکرام ہے ورنہ اعمال کچھ چیز نہیں

بغیر خدا کی تائید اور فضل کے اعمال کب ہو سکتے ہیں .... اللہ تعالے نے انسانوں کے آرام کے لئے سورج، چاند، ستارے، زمین پانی - آگ، ہوا وغیرہ چیزیں پیدا کیں .... ان چیزوں کو انسانوں کے وجود اور اعمال کے عملوں پر تقدم ہے اور انسان کا وجود ان کے وجود سے بعد ہے یہ خدا تعالے کی وہ رحمت کی قسم ہے جس کو قرآنی اصطلاح کی رو سے رحمانیت کہتے ہیں یعنی ایسی جود و عطا جو بندہ کے اعمال کی پاداش میں نہیں بلکہ محض فضل کی راہ سے ہے۔

دوسری قسم رحمت کی وہ ہے جس کو قرآنی اصطلاح میں رحیمیت کہتے ہیں یعنے وہ انعام اکرام جو نام نہاد اعمال حسنہ کی پاداش میں انسان کو عطا ہوتا ہے ...... پس اس میں فیاض مطلق کو محض ایک جج کی طرح فقط انصاف کرنے والا قرار دینا اور اس کے مالکانہ مرتبہ اور شان سے انکار کرنا کس قدر کفران نعمت ہے .... ہم خدا کو اس کی مالکیت کے لحاظ سے رحیم تو کہہ سکتے ہیں مگر منصف نہیں کہہ سکتے - کوئی شخص مملوک ہو کر مالک سے انصاف کا مطالبہ نہیں کر سکتا - ہاں تضرع اور انکسار سے رحم کی درخواست کر سکتا ہے اسی وجہ سے **خدا تعالے نے تمام قرآن شریف میں اپنا نام منصف نہیں رکھا** کیونکہ انصاف دو طرفہ برابری اور مساوات کو چاہتا ہے - ہاں اس طرح پر خدا تعالے منصف ہے کہ بندوں کے باہمی حقوق میں انصاف کرتا ہے لیکن اس طرح منصف نہیں کہ کوئی بندہ شریک کی طرح اس سے کوئی حق طلب کر سکے کیونکہ بندہ خدا کی ملک ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنی ملک کے ساتھ جس طرح چاہے معاملہ کرے جس کو چاہے بادشاہ بنا دے اور جس کو چاہے لمبی عمر عطا کرے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۱۸ - ۱۹ - ۲۵)

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ انسان کو جو کوئی تکلیف یا بیماری وغیرہ آتی ہے تو وہ کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے - یہ خیال خام ہے - سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۵ کے الفاظ اس حقیقت پر شاہد ناطق ہیں - فرمایا ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع .... الخ - اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو محض ان کی ترقی درجات اور ان کی مخفی استعدادوں کے اظہار کمالات کے لئے بھی تکالیف میں ڈالتا ہے - پس قضاء و قدر کے مصائب انسان کو بڑا بنانے کے لئے ہیں، نہ کہ عذاب کے طور پر - اصطفا کے رنگ میں نہ ہلاکت کے طور پر - آخر میں پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے قرآن شریف سے صرف ایک مزید آیت درج کی جاتی ہے - ارشاد باری ہے کہ یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ط ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا - یعنے اے وہ لوگو جنہوں نے اسراف کیا ہے یعنے گناہ کیا تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو وہ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا - یعنے وہ اس بات سے مجبور اور عاجز نہیں کہ گنہگار کو بغیر سزا دینے کے چھوڑ دے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے۔

مزید استفادہ کے لئے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کا بھی مطالعہ اور ان پر غور و خوض ضروری ہے :-

عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیٔ

یعنے عذاب تو میرا خاص صورتوں میں ہے جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں مگر میری رحمت ہر ایک چیز تک پہنچ رہی ہے - پھر سورۃ البقرہ کے آخر میں خدا تعالے نے مندرجہ ذیل دعا سکھائی ہے :-

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا .... واعف عنا واغفر لنا وارحمنا .... الخ - یعنی اے ہمارے رب نیک باتوں کے نہ کرنے کی وجہ سے ہمیں مت پکڑ - جن کو ہم بھول گئے اور بوجہ نسیان ادا نہ کر سکے اور نہ ان بد کاموں پر ہم سے مواخذہ کر جن کا ارتکاب ہم نے عمداً نہیں کیا بلکہ سمجھ کی غلطی واقع ہو گئی اور ہم سے وہ بوجھ مت اٹھوا جس کو ہم اٹھا نہیں سکتے اور ہمیں معاف کر اور ہمارے گناہ بخش اور ہم پر رحم فرما۔

پھر اسی سورت میں دوسری جگہ فرمایا :

والذین اذا فعلوا فاحشۃ .... اولٰئک جزاؤھم مغفرۃ من ربھم - اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کا کام کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اور پھر اپنے ایسے حال میں اللہ تعالے کو یاد کریں اور اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اپنے گناہ پر اصرار نہ کریں ان کا خدا آمرزگار ہوگا اور گناہ بخش دے گا: (چشمۂ معرفت ص۱)

اکثریت کا مسئلہ

(ایسا ایک نہیں کہ)

یہ اجتماعات احمدیہ کی مجلس معتمدین کی اکثریت پر ہی یہ قائم رہتی - اگر اکثر ایسی نہ ہوتی تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا - اگر اکثریت پر ایمانیات کا فیصلہ ہونے لگے تو دنیا کے مذاہب میں سب سے بڑی اکثریت عیسائیت کی ہے - تو کیا پھر ہم سب عیسائی ہو جائیں گے؟ خود مسلمانوں میں اکثریت غیر احمدیوں کی ہے تو پھر کیا ہم بھی احمدیت کو چھوڑ دیں؟

عقائد یا ایمانیات کی بناء وحی الٰہی ہے - امن الرسول بما انزل علیہ من ربہ والمؤمنون (ترجمہ:- ایمان لایا رسول اس پر جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوا اور مومن بھی اس پر ایمان لائے) افغیر اللہ ابتغی حکمًا وھو الذی انزل علیکم الکتب مفصلًا (ترجمہ:- تو کیا میں اللہ کے سوا کسے فیصلہ کرنے والا تلاش کروں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف کتاب نازل کی جو مفصل ہے) اور اس کے بعد فرمایا وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ (ترجمہ: اور اگر تو زمین پر جو ہو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے -) تو عقائد یا ایمانیات کی بنیاد وحی الٰہی ہے اور اسی کے ماتحت رسول اللہ صلعم کے فرمان یا اولوالامر کے - اگر انجمن جو اولوالامر ہے اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق کوئی فیصلہ عقائد یا ایمانیات کے بارہ میں دے تو وہ بھی قابل اطاعت ہے۔

مگر انجمن احمدیہ کی بنیاد کوئی عقائد یا ایمانیات کے فیصلے دینے کے لئے نہ تھی - بانی سلسلہ نے جو اغراض و مقاصد (۲) انجمن کے مقرر کئے ہیں وہ یہ ہیں: انجمن ہذا کی غرض اشاعت اسلام اور ان تجاویز کو سوچنا اور عمل میں لانا ہے جن کے ذریعہ سے اشاعت اسلام ہو سکے اور ایسے افراد پیدا کرنا ہے جن سے تبلیغ اسلام ہو" اس کے علاوہ حضرت صاحب نے قوم کے اموال اور جائداد کے اختیار - انتظام اور احسن طریقوں پر ان اموال کو خرچ کرنے کا کام بھی اس انجمن کو سپرد کیا ہے - ان تمام اغراض و مقاصد کے لئے انجمن جو فیصلہ بھی کثرت رائے سے کرے وہ واجب اطاعت ہے۔

اخبار احمدیہ

دو اموات

گذشتہ ماہ دو افسوسناک اموات کا سانحہ پیش آیا :-

(۱) مرغوب عالم صاحب (کمانڈر بحریہ مشرقی پاکستان) مرحوم کی بہو دارالسلام لاہور میں وفات پا گئیں - یہ خاتون مرغوب عالم صاحب مرحوم کے اس صاحبزادہ کی اہلیہ تھیں، جس کو مشرقی پاکستان کے گذشتہ سے گذشتہ سال کے ہنگامہ میں اغوا کر لیا گیا تھا اور آج تک اس کا پتہ نہیں مل سکا - انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں اس صدمہ میں مرحومہ کے جملہ لواحقین سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالے انہیں صبر جمیل عطا کرے اور مرحومہ اور اس کے اغوا شدہ خاوند کو (اگر وہ وفات پا گیا ہو) اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اس سلسلہ میں مرغوب عالم صاحب کے دوسرے صاحبزادہ ندیم عالم صاحب دارالسلام لاہور کو تعزیتی خطوط لکھے جائیں اور مرحومہ کا جنازہ غائبانہ ادا کیا جائے۔

(باقی ص پر اشتہار کے نیچے)

اخبار احمدیہ

سلسلہ ص

(۲) چوہدری سردار خاں صاحب جو کسی زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے پیغام صلح میں بعمر ۸۰ سال وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ تین لڑکے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، دو شادی شدہ لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ ہمیں ان سب کے ساتھ اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ تمام جماعتہائے احمدیہ سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے مرحوم کو قبرستان دارالسلام میں دفن کیا گیا، یہ پہلی میت ہے جو وہاں دفن ہوئی۔ مرحوم کے صاحبزادہ مسعود اختر صاحب بی اے ایل ایل بی کا پتہ ...

دارالسلام میں درس قرآن کریم

ہر بدھ کو دارالسلام میں نماز مغرب سے پہلے محترم مرزا مسعود بیگ صاحب درس قرآن دیا کریں گے۔ وقت 15-6 شام مقرر ہوا ہے۔

تعمیر مسجد — دارالسلام میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے استدعا ہے کہ احباب عطیات ذیکر عند اللہ ماجور ہوں

هفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۶ جون ۱۹۴۳ء
دبستر این منتک شمارہ نمبر

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۱۱ ربیع/جمادی الاوّل سنہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۳ جون سنہ ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۴

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا پیغام

احباب سے دعا کی درخواست

الحمدللہ کہ چھ ہفتہ ہسپتال ٹھہرنے کی بجائے، مجھے اترسوں صرف تین ہفتہ بعد وہاں سے ڈسچارج کر دیا گیا، مزید پندرہ روز کے لئے گھر میں ہی دوائیاں استعمال کرنے کو دی گئیں - کیونکہ میری رفتار ترقی صحت یکساں حالت ظاہر کر رہی تھی - البتہ پندرہ روز کے بعد پھر معائنہ کے لئے طلب کیا گیا ہے - جب اغلباً یہ اندازہ کریں گے کہ مجھے کس قدر باہر جانے کی اجازت دی جا سکتی ہے - ابھی تو بیٹھ کر لکھنے کی اور معمولی گفتگو کی اجازت ہے -

جملہ احباب سے درخواست دعا ہے

بعض دوستوں کے خط آئے ہیں کہ بیماری کی خبر شائع ہونے کے بعد پھر معلوم نہ ہو سکا کہ صحت کیسی ہے - چنانچہ کل ہی میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب کا راولپنڈی سے بھی اسی قسم کا خط آیا ہے ابھی میں فرداً فرداً جواب دینے سے قاصر ہوں - احباب کرام جو ملنا مناسب سمجھیں بجائے ہسپتال جانے کے گھر پر ہی تشریف لا سکتے ہیں - ترجیحاً نو بجے سے پیشتر -

اللہ بخش

بحرِ حکمت کے موتی

مسلمان ایک جسم کی طرح ہونے چاہئیں

عن النعمان بن بشیر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضواً تداعی لہٗ سائر جسدہٖ بالسھر والحمّٰی -

ترجمہ :-

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مسلمانوں کو آپس میں ان کے رحم و محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم ایک حصہ دوسرے کو بیداری اور بخار کے ساتھ پکارتا ہے -

نوٹ - از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ :-

جب تک مسلمانوں کی باہمی رحمت اور محبت کی یہ حالت تھی اس وقت تک ان کا قدم دنیا میں بھی آگے بڑھتا تھا ..... مگر آج ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کو ہی اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھ کر اس کی تباہی کے درپے ہوتا ہے - ایسی قوم کس طرح سرسبز ہو سکتی ہے اور اس قوم کو اس معلم سے کیا نسبت جس نے تمام مسلمانوں کو ایک جسم قرار دیا تھا - فضل الباری

کتاب الادب -

متقی کو اسی دنیا میں بشارتیں سچے خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ کے ارشادات گرامی

متقی کے لئے ایک اور بھی وعدہ ہے لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاخرۃ (س ۱۱) یعنی جو متقی ہوتے ہیں - ان کو اسی دنیا میں بشارتیں سچے خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں - بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ صاحب مکاشفات و الہامات ہو جاتے ہیں مکالمۃ اللہ کا شرف حاصل کرتے ہیں وہ بشریت کے لباس میں ہی ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں - جیسے کہ فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ (س ۲۴) یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت دکھلاتے ہیں یعنی ابتلا کے وقت ایسا شخص دکھلا دیتا ہے کہ جو میں نے منہ سے وعدہ کیا تھا وہ عملی طور سے پورا کرتا ہوں - کیونکہ ابتلاء ضروری ہے - جیسے یہ آیت اشارہ کرتی ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون (س ۲۰) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت کی - ان پر فرشتے اترتے ہیں - مفسروں کی غلطی ہے کہ فرشتوں کا اترنا نزع میں ہے - یہ غلط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دل کو صاف کرتے ہیں اور نجاست اور گندگی سے جو اللہ سے دور رکھتی ہے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں - ان میں سلسلہ الہام کے لئے ایک مناسبت پیدا ہو جاتی ہے - سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے - پھر متقی کی شان میں ایک اور جگہ فرمایا الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (س ۱۱) یعنی جو اللہ کے ولی ہیں ان کو کوئی غم نہیں - جس کا خدا متکفل ہو اس کو کوئی تکلیف نہیں - کوئی مقابلہ کرنے والا ضرر نہیں دے سکتا - اگر خدا ولی ہو جاوے -

پھر فرمایا :-

و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - (س ۲۴ -)

یعنی تم اس جنت کے لئے خوش ہو - جس کا تم کو وعدہ دیا گیا ہے -

(ملفوظات بنام منظور الٰہی صفحہ ۲۹-۳۰)

محمد صالح نور صاحب

"اِن علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا"
اِیمان بالآخرۃ کا صحیح مفہوم
اور جماعت ربوہ کی تحریفانہ کوشش

—— حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً یہ خبر دی گئی تھی کہ آپ کی تعلیم کے در و دیوار کو جماعت کے علماء سے خطرہ لاحق ہوگا اور وہ محض اس حقیر دنیا کی خاطر حضور کی طرف ایسی باتیں منسوب کریں گے جو آپ کے عقائد کے منافی ہوں گی جیسا کہ الہام ہوا :—

"ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا، میری عبادت گاہ میں ان کے چولھے ہیں، میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔"

—— گاہے گاہے قارئین پیغام صلح کے سامنے جماعت ربوہ کے علماء کے من گھڑت عقائد کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے، آج بھی اس نوٹ کے ذریعہ ایک ایسی کوشش کا ذکر کیا جا رہا ہے جس میں ایک زبانی روایت کو اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہ گویا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر اور آپ کا عقیدہ ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

—— حال ہی میں "ادارۃ المصنفین۔ ربوہ" کی طرف سے "**تفسیر سورۃ البقرہ**" بیان فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی شائع کی گئی ہے جس کی ابتداء میں مندرجہ ذیل پیش لفظ دیا گیا ہے :—

"سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی **تصانیف اور تقاریر** میں سورۃ البقرہ کی جن آیات کی تفسیر بیان فرمائی ہے ہم اسے یکجا کر کے احباب کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں"

—— بظاہر ایک قاری کے لئے مرتب کی نیت پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اور وہ یہی سمجھتا ہے کہ جو کچھ بھی اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے وہ بموجب **پیش لفظ** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور تصانیف سے ماخوذ ہے مگر جو لوگ علماءِ ربوہ کی سرشت اور خصلت سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ جب کبھی اپنی مرضی کا عقیدہ حضور کی طرف چالاکی اور عیاری سے منسوب کرنا چاہیں تو اسے کس رنگ اور انداز سے بیان کرتے ہیں۔

—— **حضرت مسیح موعود علیہ السلام** آیت قرآنی "وَبِالآخِرَۃِ ھُم یُوقِنُون" سے مراد **ایمان بالآخرۃ** لیتے ہیں جو ایک مسلمان کے لئے ایمان کا جزو ہے مگر اس کے برعکس جماعت ربوہ کا عقیدہ ہے کہ "**ایمان بالآخرۃ** سے مراد بعد میں آنے والی وحی پر ایمان" ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا عقیدہ یوں بیان فرماتے ہیں جو کہ تفسیر مذکور کے صفحہ ۶۳ پر بھی درج ہے :—

"طالب نجات وہ ہے جو خاتم النبیین پیغمبر آخر الزمان پر جو کچھ اتارا گیا ہے اس پر ایمان لاوے اور اس پیغمبر سے پہلے جو کتابیں اور صحیفے سابقہ انبیاء اور رسولوں پر نازل ہوئے ان کو بھی مانے وَبِالآخِرَۃِ ھُم یُوقِنُون اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی یعنی قیامت پر یقین رکھے اور جزا سزا مانتا ہو" (الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

یہ تو حضرت مسیح موعودؑ کا صحیح عقیدہ ہے جو حضور کی زندگی میں اخبار الحکم میں شائع ہوا لیکن اس تفسیر سورۃ فاتحہ میں ایک روایت کے ذریعہ ایک اور عقیدہ حضور کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ روایت کو یقین کا مرتبہ قطعاً حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ ظنی سمجھی جاتی ہے اسی لئے حدیث قدسی جسے روایت میں کلام الٰہی بیان کیا جاتا ہے وہ قرآن کریم کا جزو نہیں کہلا سکتی۔ ایسے ہی کسی روایت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر اور تصنیف کے طور پر پیش کرنا کسی طرح بھی دھوکہ دہی اور بد دیانتی سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ جس طرح بہت سے مقامات پر جماعت ربوہ کے علماء اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے لئے اس قسم کی حرکات کے مرتکب ہوتے چلے آ رہے ہیں اسی طرح اس مذکورہ تفسیر سورۃ فاتحہ میں عمداً ایک روایت کو حضرت صاحب کی تصنیف کے طور پر (جیسا کہ پیش لفظ میں درج ہے) پیش کر کے قارئین کو دھوکا دینے کی سعیٔ نا مسعود کی گئی ہے تاکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ جماعت ربوہ نے جو غلط عقیدہ بعد میں جنم دیا ہے وہ گویا حضور علیہ السلام نے اپنی کسی تصنیف میں بھی بیان کیا ہے جبکہ ایسا قطعاً نہیں ہے اس کی مثال ذیل میں بیان کی جاتی ہے :—

—— جماعت ربوہ کے ایک بزرگ مولوی بشیر علی صاحب نے حضور کی طرف منسوب کر کے ایک روایت بیان کی جسے حضور علیہ السلام کے وصال کے بہت بعد ۱۹۱۵ء میں احمدیت کا سنہری دور گذر جانے پر ریویو آف ریلیجنز میں شائع کیا گیا اور جسے بعد میں مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے اپنی کتاب ... "کلمۃ الفصل" میں نقل کیا اور جسے قطعی طور پر ظن کا مقام حاصل ہے اسے اس "تفسیر سورۃ فاتحہ" میں اپنے فاسد عقیدہ کے ثبوت میں حضور علیہ السلام کی تحریر کے طور پر یوں پیش کیا گیا ہے :—

"فرمایا کہ آج میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قرآن شریف کی وحی اور اس سے پہلی وحی پر ایمان لانے کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے، ہماری وحی پر ایمان لانے کا ذکر کیوں نہیں اسی امر پر توجہ کر رہا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء کے یکایک میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آیہ کریمہ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون میں تینوں وحیوں کا ذکر ہے۔ ما انزل الیک سے قرآن شریف کی وحی اور ما انزل من قبلک سے انبیاء سابقین کی وحی اور آخرت سے مراد مسیح موعود کی وحی ہے 'آخرۃ' کے معنے ہیں پیچھے آنے والی۔ وہ پیچھے آنے والی چیز کیا ہے سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پیچھے آنے والی چیز سے مراد وہ وحی ہے جو قرآن کریم کے بعد نازل ہوگی کیونکہ اس سے پہلے وحیوں کا ذکر ہے ایک وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی دوسری وہ جو آنحضرت صلعم سے قبل نازل ہوئی اور تیسری وہ جو آپ کے بعد آنے والی تھی" (ریویو آف ریلیجنز ۱۹۱۵ء)

—— اس عقیدہ نے کہ حضرت مرزا صاحب کی وحی پر ایمان لانا جزو ایمان ہے۔ ۱۹۱۵ء میں مندرجہ بالا روایت سے جنم لیا ہے اس سے قبل حضرت مرزا صاحب کی تصانیف میں اس کا کہیں نام و نشان نہیں ہے اور جیسا کہ حضور کی تحریر بالا میں دکھایا گیا ہے۔ اس آیت قرآنی سے حضور روزِ قیامت پر ایمان مراد لیتے تھے۔ مگر کتاب "تفسیر سورۃ فاتحہ" کے مرتب نے ایک من گھڑت عقیدہ کو حضور کی تحریر کے طور پر بیان کر کے احمدیت کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ قارئین کے ساتھ ناانصافی کی ہے۔

—— حضرت مسیح موعود علیہ السلام "وبالآخرۃ ھم یوقنون" سے "روزِ قیامت پر ایمان" مراد لیتے تھے اور یہی آپ کا ... عقیدہ تھا جیسا

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ———— لاہور ———— مؤرخہ ۱۳ر جون ۱۹۷۳ء

اسلام میں سزائے ارتداد کا مسئلہ

(۲)

سزائے ارتداد کے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ایک بڑی غلطی جو لوگوں کو لگتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے ان احکام کو جن میں حکومت سے بغاوت کرنے والے مرتدین کی سزاؤں کا ذکر ہے، ہر اس مرتد پر عائد کیا جاتا ہے جو حکومت کا باغی نہیں نہ اس کے ارتداد سے حکومت کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا احتمال ہے وہ صرف اپنی ذاتی منفعت یا اختلاف عقیدہ کی بناء پر اسلام سے منحرف ہوتا ہے جیسا کہ آج کل عیسائی ہونے والوں کا حال ہے۔ وقار انبالوی صاحب نے اسی روش کو اختیار کیا ہے اور اپنے مضمون میں باغی و حربی اور غیر باغی مرتدین میں کوئی فرق روا نہیں رکھا، اور ان آیات کو بھی جن میں دین کے بارہ میں جبر و تعدی سے منع کیا گیا ہے، ایسے معنی پہنانے کی کوشش کی ہے جن کی الفاظ قطعاً اجازت نہیں دیتے مثلاً لا اکراہ فی الدین کی آیت کے متعلق جو اسلام میں آزادی مذہب کا میگنا کارٹا ہے، یہ لکھا ہے کہ

"اگر لا اکراہ فی الدین کے وہی معنے لئے جائیں جو مصنف کتاب (جسٹس ایس اے رحمان) نے لئے ہیں تو پھر دوسرے ادیان کے مقابلے میں اسلام کی کیا فضیلت رہ جاتی ہے، صراط مستقیم اور غیر صراط مستقیم میں کیا فرق رہ جاتا ہے کوئی کس منہ سے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اسلام اللہ تعالےٰ کا آخری دین ہے جو کل بنی نوع انسان کے لئے صلاح و فلاح دارین کی ضمانت مہیا کرتا ہے اور بجائے خود آیہ کریمہ جس میں خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے لئے اسلام کو مکمل کیا اور میں اس دین سے راضی ہوا اس کا کیا مفہوم سمجھ میں آتا ہے؟"

ہم نہیں سمجھ سکے کہ اس بیان سے وقار صاحب کا مطلب کیا ہے؟ کیا اسلام اس صورت میں مکمل دین سمجھا جا سکتا ہے اور خدا تعالےٰ کے اس دین سے راضی ہونے کا یہی مفہوم ہے کہ جو شخص ایک دفعہ اسلام میں آجائے تو اس کے سر پر ہمیشہ تلوار لٹکی رہے، کہ اگر اس نے اسلام سے روگردانی کی تو اُسے کشتنی اور گردن زدنی قرار دیدیا جائے گا اگر صراطِ مستقیم اسی کا نام ہے تو پھر لا اکراہ فی الدین کا کیا مطلب ہوا؟ غور کیجئے کہ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے دین میں جبر و تعدی سے کام نہ لو اور آپ فرماتے ہیں کہ جب تک جبر و تعدی نہ ہو، اسلام کامل دین نہیں سمجھا جا سکتا، جسٹس ایس اے رحمان اور تمام مفسرین کے متعلق تو وقار صاحب کا یہ فتویٰ ہے کہ عد خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں، اور ان کا اپنا یہ حال ہے کہ ایک کھلے اور واضح ارشاد ربانی کو اپنے ذہن میں متعین کردہ خیال کے مطابق الٹے معنی پہناتے کی کوشش کرتے ہیں، اور ہر اس شخص کو جو کسی وجہ سے بھی دین سے علیحدگی اختیار کرے باغیوں اور حربیوں میں شمار کر کے لائق سزا قرار دیتے ہیں، چنانچہ لکھا ہے:۔

"آنحضرت کی حیات طیبہ کے بھی دو حصے ہیں ایک مکی زندگی دوسرا مدنی زندگی، مکی میں اگر کوئی مرتد ہوا اور اسے سزا نہ دی جا سکی، تو یہ بالکل قدرتی سی بات تھی، کیونکہ اس وقت حزب اللہ کا کام محض تبلیغ و ترغیب میں محدود تھا، ابھی تمکن فی الارض کی منزل دور تھی، لیکن تمکن فی الارض کے بعد اس دین سے انحراف، اس نظامِ حیات سے بغاوت ہوبے نظیر و بے مثال ہے کس طرح روا رکھا جا سکتا تھا؟"

اس کے معنے یہ ہوئے کہ اسلام تمکن فی الارض کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اور مدینہ میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تبلیغ و ترغیب کے بجائے دین سے انحراف کرنے والوں کے قتل و غارت کی صورت اختیار کر گیا، حالانکہ لا اکراہ فی الدین ایک مدنی آیت ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سی مدنی آیات بھی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام دین سے انحراف کرنے والوں پر جبر و تشدد نہیں بلکہ تبلیغ و ترغیب ہی قرار دیا گیا ہے، چنانچہ سورۃ آل عمران میں جو وہ بھی مدنی سورۃ ہے، فرمایا وقل للذین اوتوا الکتاب والامیین ءاسلمتم فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولوا فانما علیک البلاغ واللہ بصیر بالعباد، اہل کتاب اور اُمیوں سے کہہ دو کہ کیا تم فرمانبرداری اختیار کرتے ہو؟ اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو ہدایت یاب ہو گئے اور اگر پھر جائیں تو تجھ پر (اے رسول) صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ ایسا ہی سورۃ المائدہ میں فرمایا ما علی الرسول الا البلاغ رسول پر صرف دین کو پہنچا دینا ہے، اسی طرح کئی مدنی سورتوں۔ (سورۃ نمل۔ سورۃ یٰسٓ۔ سورۃ نور۔ سورۃ نحل۔ سورۃ تغابن۔ سورۃ شوریٰ) میں یہی الفاظ بار بار دوہرائے گئے ہیں، جن سے ثابت ہے کہ مدینہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تبلیغ و ترغیب ہی تھا تاکہ مخالفین سے بلا وجہ مقاتلہ و محاربہ، ہاں وہ لوگ جو بغاوت اختیار کر کے دشمنانِ دین سے مل کر اسلام کے خلاف نبرد آزمائی پر آمادہ ہوئے ان کو سزا دینا ضروری سمجھا گیا ان کے علاوہ جو شخص مسلمانوں کو کسی قسم کا ضرر پہنچائے بغیر اسلام سے انحراف کرے انہیں تبلیغ و ترغیب کے علاوہ کسی قسم کی سزا دینے کا کوئی ذکر کسی آیت میں نہیں، وقار انبالوی صاحب نے اپنے نظریہ کے ثبوت میں ایک آیت کا حوالہ دیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"اگر مصنف (جسٹس ایس اے رحمان) کی نظر میں سورہ آل عمران کی وہ آیت ہوتی جس میں مرتد کی توبہ کے بارے میں نص قطعی وارد ہوئی ہے کہ مرتد کی توبہ قبول نہیں ہوتی تو ان کے سوچنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی تھا کہ عربی میں لا اور لم بھی حرف نفی ہیں لیکن اس آیت میں جو حرف نفی وارد ہوا ہے وہ نفی ابدی کے لئے آتا ہے جب واجب التعزیر گناہوں کے لئے توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا ہو اور مرتد پر توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہو تو اس سے ارتداد کی سنگینی اور ناقابل معافی حیثیت میں کیا شک رہ جاتا ہے"

وہ کونسی آیت ہیں؟ وقار صاحب نے اگرچہ اس کا حوالہ نہیں دیا لیکن ان کا اشارہ غالباً سورہ آل عمران کی حسب ذیل آیت کی طرف ہے ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفراً لن تقبل توبتھم و اولٰئک ھم الضالون۔ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا پھر کفر میں بڑھ گئے ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور یہی لوگ گمراہ ہیں، (آل عمران ۸۹) اس آیہ کریمہ میں یہی بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جائیں گے اور کفر میں بڑھتے چلے جائیں گے ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی یعنے اللہ تعالےٰ انہیں معاف نہیں کرے گا، یہ تو اس میں نہیں فرمایا کہ ایسے لوگوں کو موت کی سزا دی جائے، توبہ قبول کرنا نہ کرنا خدا کا کام ہے کسی انسانی حکومت کا یہ کام نہیں کہ ان کے لئے کوئی سزا تجویز کرے، ہاں اگر وہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ مل کر اسلامی حکومت کو نقصان پہنچانا چاہیں یا مسلمانوں کے لئے موجبِ آزار ہوں تو اس جُرم کی سزا کے وہ ضرور مستوجب ہوں گے۔

وقار انبالوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جہاں تک محض اسلام سے علیحدگی یا ارتداد کا سوال ہے قرآن کریم نے کسی جگہ بھی اس دنیا میں اس کی کوئی سزا مقرر نہیں کی بلکہ صرف عاقبت میں اسے قابلِ سزا قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ایک جگہ فرمایا من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم یعنے جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کرے سوائے اُس کے کہ جس کو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو لیکن جس کا کُفر کے لئے شرح صدر ہو جائے ان پر اللہ تعالےٰ کا غضب ہوگا اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔ (سورہ النحل آیت ۱۰۶)

اس آیت میں الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کے الفاظ قابل غور ہیں، اگر مرتد کے لئے سزائے موت ضروری ہے تو ایسے شخص کو سزائے موت دینا کہاں جائز ہوگا جو مجبوراً مرتد ہوا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے، اور اس کو مستثنےٰ کرنے کے لئے کس معیار سے یہ معلوم ہو سکے گا کہ وہ دل سے مسلمان ہے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے اور اسے مجبوراً ارتداد کی راہ اختیار کرنی پڑی ہے۔

اس قسم کی کئی اور آیات ہیں جن میں محض دین سے انحراف کے لئے کوئی سزا مقرر نہیں

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ضلع لائل پور

علماءِ سُوء عدالت کے کٹہرے میں

"مولوی ننگے ہو گئے" (الہام مسیح موعودؑ)

کبھی عزت نہیں ملتی دو مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

گذشتہ ایام لائل پور ڈسٹرکٹ بورڈ کے عظیم ہال میں ایک عدالت کا اجلاس ہوا، اس میں عدالت کے چیف جسٹس مولانا کوثر نیازی تھے جو لاہور سے تشریف لائے تھے۔

لائل پور کے زندہ دل نوجوانوں نے علماء کے خلاف اس عدالت میں استغاثہ دائر کیا کہ اس زمانے کے مولویوں نے مسلمانوں کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ استغاثہ کے نوجوان وکیل نے مولویوں کے خلاف دھواں دھار تقریر میں اپنے ٹھوس دلائل سے مولویوں کو خوب ننگا کیا۔ تمام ہال تالیوں اور مولویوں کے خلاف نعروں سے گونج اٹھا اور بار بار گونجتا رہا۔

عدالت کے کٹہرے میں جو مولوی حاضر تھے ان میں سے کچھ جید علماء لاہور سے آئے تھے اور باقی علاقہ لائل پور کے تھے۔ عدالت کے کٹہرے میں حاضر مولویوں میں ریلوے کالونی کی جامع مسجد کے امام مولوی مفتی سلطان محمود بھی تھے جو رات دن حضرت امام علیہ السلام اور احمدیوں پر گند اچھالتے رہتے ہیں مولویوں کو صفائی کا موقعہ دیا گیا تو مولویوں نے سارا الزام آوارہ مزاج نوجوانوں پر لگایا۔

مولویوں کی گھن گرج سے ہال کی چھت اڑی جا رہی تھی اور دیواروں پر لرزہ تھا۔ کون سا عیب ہے جو مولویوں نے آج کل کے نوجوانوں پر نہیں لگایا اور کونسی بدکرداری ہے جس کا مرتکب ان نوجوانوں کو نہیں گردانا گیا۔ لائل پور کے ایک کالج کے پروفیسر صاحب نے بھی مولویوں کے حق میں تقریر کی اور موجودہ نسل کے نوجوانوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور ان پر گرج گرج کر برسے حیرت زدہ حاضرین جناب چیف جسٹس کے فیصلہ کا انتظار کرنے لگے۔ آخر مولانا کوثر نیازی بحیثیت چیف جسٹس اپنا فیصلہ سنانے کے لئے تالیوں کی گونج میں اٹھے اور فرمایا:۔

"مولوی کے معنی ہیں علم و عمل سے بھرا ہوا

مثنویٔ مولویٔ معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

کا اشارہ اسی باعزت لقب کی طرف ہے۔ اسی طرح ملاّ کے معنی بھی علم و عمل سے بھرا ہوا ہیں۔ آج ہم ملاّ علی قاری کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں اور اسی طرح مولینا کا لفظ سب سے پہلے ایک مشہور ولی اللہ حضرت حسن بصری کے نام کے ساتھ استعمال ہوا مگر افسوس آج مولویوں کے اعمالِ بد کی وجہ سے لفظ مولوی ایک گالی بن گیا۔ اسی طرح مُلاّ کے لفظ میں حقارت و ذلالت پنہاں ہو گئی۔ مولینا کوثر نیازی نے فرمایا:۔

عُلماء کو دو طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک علمائے ربانی دوسرے علماءِ سُو ہیں۔ آج کل علمائے سُود کا دَور دورہ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ بہت بڑے تاجر تھے۔ بہت عمدہ لباس پہنتے تھے۔ ہر روز نیا جوڑہ بدل کر آتے۔ ایک دن پہنتے دوسرے دن خدا کی راہ میں دے دیتے۔ درزی نیا جوڑہ انہیں ہر روز مہیا کرتے رہتے تھے۔ کھانا اپنی کمائی سے کھاتے۔ یہ مولوی جو مُردوں کے اُترے ہوئے کپڑے پہنتے اور جمعرات کی روٹیوں پر پلتے ہیں کیا اس لائق ہیں کہ علمائے ربانی کی صف میں کھڑے کئے جا سکیں نوجوانوں اور حاضرین نے تالیاں پیٹیں اور "مولانا کوثر نیازی زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے لگائے اور کٹہرے میں حاضر مولویوں کی فرضی عزت اور جامہ تقدس پارہ پارہ ہو گیا اور اس زمانے کے امام علیہ السلام مرزا غلام احمدؑ کا الہام:۔

"مولوی ننگے ہو گئے"

بڑی شان سے پورا ہو گیا۔

مولانا کوثر نیازی نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

مولویوں کو نہ جغرافیہ کا علم ہوتا ہے نہ تاریخ کا، اگر علم ہے تو صرف اتنا کہ چاند اللہ میاں کا نور ہے اس لئے چاند کو ہماری زمین سے بہت دور رکھا ہے تاکہ انسانوں کے ناپاک قدموں سے اسے بچایا جا سکے، مگر اس مولوی کو کیا خبر تھی کہ امریکہ اور روس کے انسان چاند پر جا اُتریں گے اور انہیں مولوی ہرگز نہ روک سکیں گے۔ جب امریکہ اور روس کے راکٹ چاند کی طرف جا رہے تھے تو کسی مولوی صاحب کا مبلغ علم کھول اُٹھا اور فرمایا: یہ کافر لوگ چاند کی طرف جا رہے ہیں لیکن اگر چاند غروب ہو گیا تو کہاں جائیں گے؟

مولینا کوثر نیازی نے پھر فرمایا:۔

جن نوجوانوں کو آج ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہونے والے مولویوں نے جی بھر کر کوسا ہے اگر ملک و قوم اور اسلام کو ضرورت پڑے تو یہی نوجوان اپنے سروں پر کفن باندھ کر میدان جہاد میں بے خطر کود پڑیں گے، اپنے ننگے سینوں پر گولیاں کھا لیں گے اور مولویوں کا پتہ بھی نہ چلے گا کہ کدھر فنا ہو گئے ہیں۔ مگر آگے پیچھے مولوی مسلمان ہیں اور نوجوان کافر۔

اس پر نوجوانوں اور حاضرین نے پُر زور تالیاں بجائیں اور جی بھر کر "مولینا کوثر نیازی زندہ باد" کے نعرے لگائے ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلاّں کی اذاں اور ہے اور مجاہد کی اذاں اور

اس کے بعد چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ کٹہرے میں حاضر ملزم مولویوں پر فرد جرم لگ چکا ہے۔ چیف جسٹس صاحب مولویوں کیلئے سزائے فیصلہ کا اعلان کریں۔ ہال میں سزا سزا کا اتنا شور پڑا کہ مولویوں کو کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔

آخر چیف جسٹس صاحب پھر تالیوں کی گونج میں اٹھے اور فیصلہ سنایا:۔

"حضرات! میں ان مولویوں کو کیا سزا دوں خود اللہ میاں نے ان کے اعمال بد کی انہیں یہ سزا دے رکھی ہے کہ آج ان کی دنیا میں کوئی عزت نہیں"

اس پر چیف جسٹس مولینا کوثر نیازی زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے اور اس عجیب و غریب اور ایک تاریخی عدالت کی کارروائی ختم ہو گئی، اور خائب و خاسر مولوی اپنے سیاہ چہروں کو لئے رخصت ہو گئے۔

قرآن کریم نے یوم محشر کا جو نقشہ **یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ** (وہ دن آئے گا کہ کچھ چہرے سفید اور روشن ہوں اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے) کے الفاظ میں کھینچا ہے اس کی ایک جھلک اسی دنیا میں لائل پور شہر میں دکھا دی گئی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ہم مولینا کوثر نیازی کے اس بلند کردار بلکہ شاہکار پر صرف اتنا کہیں گے ؎

آنکھ سے دل میں اُتر کر لی کلیجے کی خبر
کیسا اسکا تیر تھا وہ کیسا تیر انداز تھا

تبلیغی ڈائری

(بسلسلہ صفحہ ۶)

(۲) حقیقت نماز۔ اقتباسات از کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

(۳) نماز اور ترقی کی تین راہیں۔ مصنفہ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ بانی جماعت احمدیہ لاہور۔

(۴) ہمارے عقائد۔ مصنفہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب۔

(۵) قرآن کریم کی بیان کردہ سائنس۔ (انگریزی)
مصنفہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب۔

(۶) معجزات مسیح (انگریزی)
مصنفہ حضرت مرزا معصوم بیگ صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر لائٹ۔

جناب ہاشمی صاحب نے یہ قیمتی کتب نہایت خوشی سے قبول فرمائیں جو میں نے اس دعا کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کیں کہ اللہ تعالے احمدیت کیلئے ان کا سینہ کھول دے اے خدا تو ایسا ہی کر آمین! سوا ۹ بجے یہ مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی اور صاحب موصوف واپس اپنے دولتکدہ پر تشریف لے گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (باقی باقی)

عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ گارڈ بہاولپور

میری تبلیغی ڈائری

جناب عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ ریلوے گارڈ کی حسب ذیل تبلیغی ڈائری جماعت کے ان احباب کے لئے جنہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے کافی فراغت عطا فرمائی ہے ایک نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے، اگر سب احباب اسی طرح اپنے فارغ اوقات خدمت [illegible]

میں اپنے طور پر اپنے چھوٹے بھائی جناب عبدالغنی صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی کی معیت میں مختلف جماعتوں کا تبلیغی دورہ کر رہا ہوں اللہ تعالےٰ ہماری مساعی کو مشکور فرمائے اور دوسرے دوستوں کے لئے بھی جنہیں فارغ اوقات میسر ہوں ہماری مثال ترغیب و تحریص کا باعث بن سکے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ دورہ کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے:-

۷؍ اپریل کو بہاولپور سے روانہ ہو کر دوسرے دن لاہور چھاؤنی پہنچے ۹؍ اپریل کو صبح کی نماز کے بعد خاکسار نے درس قرآن حکیم دیا۔

آیت کریمہ قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃٍ انا و من اتبعنی پڑھ کر وضاحت سے بتلایا کہ اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بنائی ہوئی جماعت احمدیہ لاہور ہی صحیح معنوں میں اشاعت اسلام اور اشاعتِ قرآن کرنے والی جماعت ہے جس کی طرف حضرت احدیت کے حکم سے حضرت نبی کریم صلعم کو ارشاد ہوتا ہے۔ اے نبی صلعم تو لوگوں کو تبلا دے کہ یہ ہی میرا راستہ ہے کہ میں خُدا کی طرف یعنی اس کے دین کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ اس بات پر مجھے کامل بصیرت اور ایمان و یقین حاصل ہے۔ نہ صرف مجھے بلکہ جو میری پیروی کرنے کا دعوےٰ کرتا ہے وہ بھی اسی راہ پر گامزن ہوتا ہے اب ظاہر ہے کہ اشاعت اسلام کرنے والی صرف جماعت احمدیہ ہی ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح طریق پر کارفرما ہے۔ [illegible]ت کو قیام اپنے ایک دوست

پرویز صاحب کے مداحوں میں سے ہیں ان پر واضح کیا گیا کہ خدا کی صفت تکلیم اس زمانہ میں بھی معطل اور بے کار نہیں ہوئی ہاں یہ ٹھیک ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو جانے کی وجہ سے آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا لیکن وحی ولایت جاری و ساری ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں حضرت مریم صدیقہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حواریوں پر نبی نہ ہونے کے باوجود وحی ولایت ہوئی جس کا ذکر قرآن پاک میں وضاحت سے کیا گیا ہے۔ سنت اور حدیث سے کلی رُو گردانی صحیح طریق نہیں ہے۔ اس کے بغیر قرآن پاک کی تعلیم پر عمل غیر ممکن ہے۔ قرآن کریم میں نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو حضور علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے حکم پر عمل کرنے کے لئے بھی رسولِ خدا صلعم کی سنت اور حدیث کو اپنی رہنمائی کے لئے ماننا پڑتا ہے اس لئے پرویز صاحب کا انکارِ سنت و حدیث کا نظریہ قطعاً غلط ہے۔ میزبان صاحب نے بوقت رخصت مبلغ پچاس روپے برائے تعمیر مسجد دارالسلام عطیہ دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔

۱۰؍ اپریل ۱۹۷۳ء کو بدوملہی پہنچے جہاں دوسرے دن بعد نماز صبح انوار القرآن مصنفہ حضرت قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے درس قرآن دیا گیا۔

۱۲؍ اپریل کو بدوملہی سے معہ اپنے عزیز چھوٹے بھائی جناب عبدالغنی صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی بعزم راولپنڈی روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک ہمسفر مل گئے جن کا اسم گرامی عبدالواسع خان ہے، اور جو ایم۔اے۔بی ایڈ اور پرنسپل گورنمنٹ ہائی سکول چترال ہیں۔ حدیث مجدد کو پیش کر کے ان پر امامِ زمانؑ کی صداقت اور ان کی شناخت کرنے کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔ انہوں نے پشاور جانا تھا۔ راولپنڈی پہنچ کر ہم [illegible] اور ان سے مزید لٹریچر بھجوانے کا وعدہ کیا جو انشاءاللہ تعالےٰ پُورا کیا جائے گا میں نے اخبار پیغام صلح مرکز سے باقاعدہ ان کی خدمت میں بھجوانے کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چترال پہنچ کر وہ مجھے اس کے متعلق لکھیں گے۔ بہت عالم فاضل انسان ہیں۔ عربی زبان سے ان کو خاص شغف ہے اور قرآن شریف ان کی رُوح کی غذا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کا سینہ قبول احمدیت کے لئے کھول دے۔ ۱۳؍ اپریل کو وہ بعزم چترال پشاور روانہ ہو گئے۔

جمعۃ المبارک کا دن تھا نماز جمعہ احمدیہ مسجد راولپنڈی میں ادا کی مولانا بشیر احمد منٹو صاحب ایم اے نے ایک نہایت ہی عالمانہ اور فاضلانہ خطبہ دیا جو کہ کانوں کی راہ سے دل و دماغ میں اُتر جاتا تھا۔ آپ کا مبارک وجود بھی جماعت احمدیہ راولپنڈی کے لئے نہایت بابرکت اور غنیمت ہے۔ نماز جمعۃ المبارک کی ادائیگی کے فوائد میں یہ بھی تھا کہ اکثر دوستوں سے جو نماز کی ادائیگی کے لئے آئے ہوئے تھے ملاقات ہوئی۔ جو کہ تعارف کے ساتھ ہی محبت و مودّت کا باعث بنی۔

۱۵؍ اپریل کو بروز اتوار۔ جامع احمدیہ راولپنڈی میں مولانا بشیر احمد منٹو صاحب کا حج کے موضوع پر لیکچر تھا۔ جس میں مولانا نے تمام مناسک حج کا تفصیلی جائزہ پیش کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے فرمایا کہ حج پر جانے سے پیشتر اگر کسی کا قرض ادا کرنا ہو تو وہ پہلے ادا کر کے حج کو جانا چاہیئے۔ اگر کوئی رشتہ دار۔ عزیز بھائی یا دوست آپ سے ناراض ہے سے ہے تو اس کی ناراضی کو محبت سے بدلو اور پھر حج کی طرف جانے کا ارادہ کرو کیونکہ حج تقوےٰ یعنی باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے ہے۔

۱۶؍ اپریل کو راولپنڈی سے روانہ ہو کر واہ اور حسن ابدال اپنے نہایت ہی عزیز پرانے دوست پروفیسر چوہدری محمد صادق صاحب ایم۔اے کے ہاں قیام کیا اور دورانِ گفتگو ان [illegible] کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے چائے بسکٹ وغیرہ اور دیگر ماکولات و مشروبات سے ہماری تواضع کی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

۱۷؍ اپریل کو حسن ابدال سے بذریعہ بس ٹیکسلا گئے۔ وہاں کا عجائب گھر دیکھا جو بدھ مذہب سے بھی قبل اور بعد کی تہذیب کا مظہر ہے۔ مہاتما بدھ کے بہت سے مجسمے دیکھنے میں آئے۔ اسی دن ایک بجے کے قریب راولپنڈی آ گئے دوسرے دن راولپنڈی سے پشاور روانہ ہو کر عزیزالقدر تنویر احمد صاحب کے ہاں قیام کیا، عزیز موصوف محمد یوسف صاحب گرنتھی مرحوم کے فرزندِ رشید ہیں اور محکمۂ جنگلات میں ایک معزز عہدے پر فائز ہیں۔ ۱۹؍ اپریل کو محترمی جناب تنویر صاحب کے دولتکدہ پر بعد نماز صبح درسِ قرآن دیا۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ نماز جمعہ جامع احمدیہ میں ادا کی۔ قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ نے ایک نہایت ہی عالمانہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے آیت ما زاغ البصر وما طغیٰ سے آنحضرت صلعم کے معراج شریف پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ آنحضور صلعم نے اس موقع پر تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ معراج شریف ایک اعلےٰ درجہ روحانی حالت تھی۔ قاضی صاحب نے اچھوتے انداز میں معراج شریف پر روشنی ڈالی۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد تمام حاضر احبابِ جماعت سے تعارف ہوا۔ سب بھائی مجھ کو اور میرے بھائی عبدالغنی صاحب کو اپنے درمیان پا کر بہت خوش ہوئے۔ باری باری نہایت گرم جوشی سے گلے ملے۔ جماعتی اخوت کا چھوٹا سا

محبت بھرا منظر ہم نے وہاں جامع احمدیہ پشاور میں دیکھا۔ اسی دوران معلوم ہوا کہ ایک صاحب جو سلسلہ احمدیہ کے قیمتی رکن تھے اپنے گھر میں اکیلے احمدی تھے۔ جب گھر والوں اور دوسرے لوگوں نے ان پر سختی کی تو انہوں نے بہ اکراہِ قلب اپنے غیر احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔ معلوم ہوا کہ کوئی بھی وفد کی صورت میں ان کے پاس نہیں گیا۔ یہ بات ہماری بے توجہی پر دال ہے۔ دوستوں کو اب بھی چاہیئے کہ انہیں سلسلہ میں واپس لانے کے لئے ایک دو دفعہ وفد کی صورت میں ان کے پاس جائیں ان سے محبت و ہمدردی کا اظہار کریں جس کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہم سے کٹ گئے ہیں وہ احمدیت سے بیزار ہو کر نہیں گئے بلکہ ہماری بے التفاتی اور کم توجہی سے ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا

اسی شام پشاور سے روانہ ہو کر واپس راولپنڈی پہنچے۔ راولپنڈی سے مظفر آباد (آزاد کشمیر) جاتے ہوئے راستے ہی میں ہمیں ایک رفیق سفر مل گئے، جن کا اسم گرامی جناب غلام محمد خان صاحب داھکھور ہے۔ آپ گورنمنٹ پائلٹ ہائی سکول مظفر آباد کے ہیڈ ماسٹر ہیں، راستے میں ہی کتاب "شہادتِ حقہ" اور تفسیر سورۃ فاتحہ مصنفہ حضرت امیر قوم جناب مولانا صدر الدین صاحب آپکی خدمت میں پیش کی اور دوران قیام مظفر آباد اگلے دن ساڑھے ۴ بجے شام ان سے ملاقات کا وقت طے پایا۔ اپنے پیارے بیٹے عزیز محمود احمد بی اے ایل ایل بی نمائندہ خصوصی ریڈیو پاکستان کے ہاں قیام تھا۔ شام کو ایک احمدی دوست سے ملاقات کے لئے عزیز محمود ہمیں لے گئے۔ اسی طرح برادر عزیز جناب چودھری غلام احمد ذکی صاحب سے ان کے دولت کدہ پر ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بہت محبت کا مظاہرہ کیا اور ماکولات و مشروبات سے ہماری تواضع کی۔ ۷ بجے شام بزمِ ادب سوسائٹی کے تحت اقبال ڈے منایا گیا وہاں بھی عزیز محمود احمد کی معیت میں شرکت کی۔ ایک صاحب محمد یعقوب صاحب ہاشمی ڈائریکٹر ایجوکیشن سے مجلس کے اختتام پر ملاقات ہوئی اور ان سے ان کے دولتکدہ پر حاضر ہونے کے لئے وقت مانگا گیا۔

۲۱ر اپریل ۳ بجے شام جناب عبدالحی صاحب ایڈووکیٹ مظفر آباد (آزاد کشمیر) کے دولت کدہ پر حاضری دی اور جماعت کے باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت کی گئی۔ ان سے فرمائش کی گئی کہ جمعہ کو سب احباب جماعت مل کر ایک جگہ جمعہ کی نماز ادا کیا کریں۔ انہوں نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور اس کے لئے مناسب انتظامات کرنے کا وعدہ فرمایا۔ دوسری گذارش ماہوار چندہ کے لئے کی گئی۔ آنجناب اور میرا بیٹا محمود احمد اپنا ماہوار چندہ پہلے ہی سے باقاعدہ مرکز میں بھیج رہے ہیں تاہم انہیں کہا گیا کہ تنظیم کے ساتھ سب سے چندہ لے کر بھجوایا کریں اور جماعت میں سستی و کمزوری کو دور کر کے باہمی میل جول سے بیداری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

جناب شیخ صاحب موصوف نے اپنے نہایت ہی خدا پرست مرحوم و عظیم باپ جناب شیخ یعقوب علی صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قبول احمدیت کا ایمان افروز واقعہ بیان کیا کہ کس طرح سے انہوں نے جموں میں مسیح الزمان کو خواب میں دیکھا پھر قادیان جا کر بہت سے لوگوں میں سے خواب میں حضور کی دیکھی ہوئی شبیہہ مبارک کو دیکھ کر انہیں پہچان لیا اور حضرت صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

جب حضرت کی وفات مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں ہوئی تو شیخ صاحب ممدوح لاہور سے قادیان تک گاڑی کے سفر میں کئی من برف حضورؑ کے جسدِ مبارک پر رکھتے رہے اور اسی بوگی کے کمرے میں حضرت اقدسؑ کے قریب میں رہ کر خدمت کرنے کی سعادت پائی۔ سچ ہے کہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ بھی انہوں نے بتایا کہ کچھ تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جناب شیخ صاحب کے گھرانے میں موجود تھے جو ہنگامہ ۱۹۴۷ء میں جموں میں گھر لُٹ جانے کی وجہ سے ضائع ہو گئے اور باوجود تلاش بسیار کے دستیاب نہ ہو سکے۔ اس واقعہ سے اس خاندان کی حضرت اقدس سے گہری عقیدت و محبت ظاہر ہوتی ہے۔ جناب شیخ عبدالحی صاحب نے پُرتکلف چائے اور مٹھائی سے نوازا۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

ان سے رخصت لے کر اپنے کل کے رفیق سفر جناب غلام محمد خان صاحب داھکھور ہیڈ ماسٹر پائلٹ ہائی سکول مظفر آباد سے ان کے دولتکدہ پر پونے پانچ بجے کے قریب حاضر ہوئے۔ صاحب موصوف پہلے ہی سے ہمارا انتظار کر رہے تھے ہمارے چائے پینے سے انکار کے باوجود آپ نے باصرار کچھ نہ کچھ کھانے اور ایک پیالی چائے پینے پر مجبور کر دیا یوں نہایت گرمجوشی سے اپنی محبت و مودت کا اظہار کیا۔ آجکل صاحب موصوف امتحانوں کے سلسلہ میں مصروف تھے انہوں نے ہمارے دیئے ہوئے لٹریچر کو فراغت ملنے پر مطالعہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ میں نے اپنے بیٹے عزیز محمود احمد کو انہیں کتاب مجددِ اعظم مصنفہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم مناسب وقت پر دینے کی تاکید کی جس پر انہوں نے اور بھی خوشی کا اظہار کیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بھر ملاقات کے بعد اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے

۲۲/۴ - جناب محمد یعقوب صاحب ہاشمی ڈائرکٹر ایجوکیشن سے بذریعہ فون انکے دولت کدہ پر حاضری کے لئے وقت مانگا گیا جو انہوں نے ۵ سے ۸ بجے کے درمیان وقت دینے کا وعدہ کیا اور بکمال مروت اور بلند اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی موٹر کار میں جو ٹرانسپورٹ کے لئے موجود ہے بنفس نفیس عزیز محمود احمد کی قیام گاہ پر آنے کی آمادگی ظاہر کی تاکہ ہم وہاں پیدل جانے کی زحمت سے بچ سکیں۔ بعد نماز مغرب ملاقات کا وقت مقرر ہوا اور ساتھ ہی شیخ عبدالحی صاحب کو فون کیا کہ وہ اس مختصر اجتماع میں شرکت فرمائیں کیونکہ صاحب موصوف آزاد کشمیر کی ایک معروف اور بارسوخ شخصیت ہیں۔ انہوں نے بھی کمال مہربانی کی اور ہاشمی صاحب کے ساتھ ہمارے ہاں تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ عبدالحی صاحب کے توسط سے ایک اور احمدی دوست جناب غلام محمد صاحب ریٹائرڈ لیڈر ہائی کورٹ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جو کہ نہایت ہی مخلص احمدی اور پُر جوش انسان ہیں۔ وہ صبح کے وقت بھی ہماری ملاقات کے لئے ہمارے ہاں تشریف لائے تقریباً ۱۲ بجے دوپہر تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ صاحب موصوف پونچھ کے رہنے والے ہیں اور ملازمت کے سلسلے میں مظفر آباد رہائش پذیر ہیں۔ وہ اپنے آپ کو قلب کا مریض بتاتے تھے اللہ تعالےٰ نہیں صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے اور ان کی تمام پریشانیوں کو دُور کرے تاکہ سکون کے ساتھ کام کر سکیں اور مقامی جماعت احمدیہ کے لئے ان کا وجود نفع بخش ثابت ہو۔ شام کی نماز انہوں نے ہمارے ساتھ با جماعت ادا کی۔ ساڑھے ۷ بجے شام ہاشمی صاحب حسب وعدہ اپنی کار پر ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے اور جناب شیخ عبدالحی کی طرف سے معذرت کا اظہار کیا کہ اچانک ان کی طبیعت خراب ہو گئی اس وجہ سے تشریف نہیں لا سکے اللہ تعالےٰ شیخ صاحب موصوف کو بھی صحت کُلی عطا فرمائے آمین کہ وہ اپنے عظیم باپ شیخ یعقوب علی صاحب مرحوم صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نہایت مبارک نشانی ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی جناب شیخ محمد اقبال صاحب انجنیئر عمارات جماعت راولپنڈی کے روح رواں ہیں اور نیک اور صاحب کشوف و رؤیا مرحوم باپ کے قابلِ فخر باقیات الصالحات میں ان کا شمار ہے۔ جامع احمدیہ راولپنڈی کی تعمیر میں صاحب موصوف نے نہایت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر و تکمیل پر جو کوشش اور محنت کی اس کی وجہ سے ان کا نام زندہ جاوید رہے گا۔ جناب ہاشمی صاحب کی خاطر تواضع پُرتکلف ماکولات و مشروبات سے عزیز محمود نے کی۔ فجزاک اللہ احسن الجزاء۔

۹ بجے شب تک انہوں نے قیام فرمایا اور اپنی دلچسپ علمی باتوں سے اس مختصر سی محفل کو رونق و زینت بخشی۔ میں صاحب موصوف کے اخلاق عالیہ سے بہت متاثر ہوا کہ "ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں" مندرجہ ذیل کتب اور ٹریکٹ ان کی خدمت میں پیش کئے گئے:

(۱) تعلیم الاسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام۔

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

پروفیسر غلام محمد خادم صاحب ملتان

اعمالِ انسانی کی حقیقت

از رُوئے قرآن اور سائنس

اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں مقصدِ حیاتِ انسانی پر اور اعمال کے نتائج و عواقب پر بڑا زور دیا ہے اور اس پر بڑی روشنی ڈالی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور کائنات کی تخلیق و تکوین پر غور و خوض کرنے کی دعوت دی ہے اور اُس سے سبق حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ فرمایا وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لٰعبین۔ ہم نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے بطور لہو و لعب یعنی کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کی تخلیق کا ایک خاص مقصد ہے۔ اُن کی تخلیق میں حکمت اور مصلحت ہے۔ خلق السمٰوات والارض بالحق۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ ایک مقصد کو پورا کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا:۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں رات اور دن کے اختلاف میں دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ دانشمند لوگ جو کھڑے ہوئے۔ بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں پھر بے اختیار پکار اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اس کائنات کو عبث پیدا نہیں کیا۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ جب کائنات کی تخلیق میں حکمت اور مصلحت ہے اور اس کا ایک خاص مُدعا ہے تو کیا انسان جو اس کائنات کا سرتاج ہے اور بذاتِ خود ایک کائنات ہے اور اپنے وجود کے اندر ایک جہان کو لئے ہوئے ہے۔ بے سود اور بے مقصد پیدا کیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ انسان کی تخلیق میں بھی حکمت اور مصلحت ہے (اور اس کی حیات کا بھی ایک مقصد ہے) اسے اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صاحبِ عقل و شعور ہے صاحبِ ارادہ ہے۔ اور ایک حد تک صاحبِ اختیار ہے (جبکہ کائنات کی ہر چیز مجبورِ محض ہے۔) وہ چاہے تو انقلاب لا سکتا ہے وہ چاہے تو دنیا کی کایا پلٹ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو عمل کی قوت اور استعداد عطا کی گئی ہے۔ اس کے وجود کے اندر حیرت انگیز صلاحیتیں مخفی رکھی گئی ہیں۔ اسے دانائی اور توانائی عطا کی گئی ہے۔ اس لئے وہ اپنے علم و عمل۔ اپنے فہم و عقل اور اپنے نورِ بصیرت سے کائنات میں انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ انسان کے اس خاص امتیاز اور اس کی اس خاص فوقیت نے اسے مکلف بنا دیا ہے۔ یعنی اُس سے اس کے اعمال کی باز پُرس کی جاتی ہے اور اس کے ہر عمل پر ایک نتیجہ مرتب ہوتا ہے جو اس کے عمل کے عین مطابق ہوتا ہے۔ عمل اچھا ہے تو اس کا نتیجہ بھی اچھا ہوتا ہے اور اگر عمل بُرا ہے تو اس کا نتیجہ بھی بُرا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی ساری زندگی ایک امتحان اور آزمائش ہے۔ خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ اس (اللہ) نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون عمل میں اچھا ہے۔ اسی طرح فرمایا: انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملاً۔ ہم نے زمین پر زیب و زینت کے سامان اس لئے بنائے ہیں کہ ہم انسانوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے اعمال بجا لاتے ہیں۔

ایک اور موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی طرف اشارہ فرمایا ہے: وھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایامٍ وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر ہے یعنی وہ زندگی کا خالق و مالک ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرتا ہے۔ پس انسانی زندگی ایک مسلسل آزمائش ہے۔ انسان اپنے لئے جو طرزِ زندگی اور جو راہ تجویز کرے اسے اختیار دیا گیا ہے۔ اور جس حد تک اس کی مقدرت اور وسعت ہے اسی کے مطابق وہ مکلف ہے۔ یعنی اپنے اعمال کے بارے میں وہ جوابدہ ہے۔

انسانی زندگی کے متعلق اس قانونِ قدرت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آج دنیا میں اس قدر فتنہ و فساد ہے۔ ظلم و ستم اور قتل و غارت کا دور دورہ ہے۔ خدا اور آخرت پر اور اعمال کی جزا و سزا پر ایمان نہیں ہے۔ لوگوں کو یقین نہیں آتا کہ ان کو اپنے اعمال کے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔ وہ اپنے اعمال کے نتائج و عواقب سے بالکل غافل ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف پیرایوں میں متنبہ کیا ہے اور جھنجھوڑا ہے فرمایا:۔

ان اللہ کان علیکم رقیباً۔ اللہ تمہارے اعمال کو تاڑتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ تم کس طرح زندگی بسر کرتے ہو۔ یٰایھا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوٰک فعدلک فی ایّ صورۃٍ ما شاء رکبک۔ اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے ربّ کریم کے بارے میں دھوکا دیا ہے۔ وہ ربّ جس نے تجھے پیدا کیا۔ ٹھیک ٹھاک حکمتِ کاملہ کے ساتھ بنایا۔ پھر اعتدال پر بنایا اور جس صورت پر چاہا تجھے ترکیب دی۔ مگر افسوس تم اپنے مقصدِ حیات سے غافل ہو اپنے اعمال کے نتائج سے لاپرواہ ہو۔ کلا بل تکذبون بالدین وان علیکم لحٰفظین کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون۔ خبردار رہو یقیناً تم پر حفاظت کرنے والے مقرر ہیں۔ اور وہ معزز لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے رہتے ہو۔ یعنی تمہارے اعمال کا باقاعدہ صحیح صحیح ریکارڈ رکھا جا رہا ہے اور تمہارے اعمال من و عن محفوظ کئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ لکھنے والے فرشتے معزز اور قابلِ اعتبار ہیں۔ وہ نہ خیانت کرتے ہیں نہ کسی کی رعایت کرتے ہیں۔ بلکہ صحیح صحیح سچ سچ۔ بلا کم و کاست تمہارے سب اعمال ریکارڈ کرتے جاتے ہیں۔ اس موقعہ پر مجھے اسداللہ غالبؔ کا یہ شعر یاد آ گیا ہے جو انہوں نے شاعرانہ انداز میں کہا:

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کسی کی نگرانی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے مقرر کردہ لکھنے والے بلند پایہ اور معتبر فرشتے ہیں۔ وہ انسانی اعمال کا ریکارڈ بڑی دیانت داری اور امانت کے ساتھ محفوظ کرتے جاتے ہیں۔ ان پر شک و شبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کی ریکارڈنگ بالکل صحیح ہوتی ہے۔ کیونکہ عندنا کتٰبٌ حفیظ۔ ہمارے پاس کتاب ہے جو انسان کا ہر عمل محفوظ کر لیتی ہے۔ لہ معقبٰتٌ من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ یعنی (اس کے) (انسان) کے لئے اس کے آگے اور پیچھے (اعمال کا) پیچھا کرنے والے ہیں جو اسے اللہ کے حکم سے محفوظ کر لیتے ہیں۔ ایک اور موقعہ پر فرمایا: وھو القاھر فوق عبادہٖ ویرسل علیکم حفظۃ۔ یعنی اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور وہ تم پر حفاظت کرنے والا بھیجتا ہے۔ جو تمہارے اعمال کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ اور فرمایا ولا تعملون من عملٍ الا کنا علیکم شھوداً۔ جو کچھ بھی تم کرتے ہو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں۔

عنقہ۔ کوئی بات انسان کے منہ سے نہیں نکلتی مگر اس کے پاس ایک حفاظت کرنے والا چوکیدار رہتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ان کل نفسٍ لما علیھا حافظ کوئی نفس نہیں مگر اس پر چوکیداری کرنے والا موجود ہے۔ انہٗ لقول فصلٌ وما ھو بالھزل۔ انسان غافل نہ رہے اعمال کی حفاظت ایک قولِ فیصل ہے، ایک طے شدہ امر ہے یہ کوئی لغو بات نہیں ہے۔ دیکھا کس طرح مختلف انداز اور پیرائے میں یہ بات سمجھائی ہے کہ انسان اپنے اعمال کے بارے میں محتاط رہے۔ لوگ عموماً اس بات کے تو قائل ہیں کہ دیوار ہم گوش دارد مگر اس بات پر یقین نہیں کہ خدا کے فرشتے انسان کے ہر قول و فعل کو اچک لیتے ہیں اور اسے محفوظ کر لیتے ہیں۔ آج کل اس بات کو سمجھنا انسانوں کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔

ہمارے اس زمانے میں جو سائنس کی حیرت انگیز ایجادات کا زمانہ ہے۔ اور جوہری توانائی۔ ریڈیو۔ ٹیلی فون۔ گراموفون ٹیپ ریکارڈنگ۔ مویز (MOVIES) الیکٹرانکس (ELECTRONICS) ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کا زمانہ ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ اقوال و اعمالِ انسانی کیسے محفوظ کئے جا سکتے ہیں۔ ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ ان انسانی ایجادات کے ذریعے سے انسان کے اقوال و اعمال اور اس کی حرکات و سکنات بالکل محفوظ کر لئے جاتے ہیں اور ان کو اصل حالت میں (PROJECT اور REPRODUCE) یعنے پیش بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایک چور اور ڈاکو جب کسی ایسے مکان کے اندر گھس کر چوری اور قتل کرتا ہے جہاں پر ایسے آلات نصب ہوں تو وہاں اس کے سارے کردار کی ایک فلم تیار ہو جاتی ہے۔ اور عدالت میں جب وہ فلم دکھائی جاتی ہے تو قاتل کو اپنے جرم کا اعتراف کرنا ہی پڑ جاتا ہے۔

حق یہ ہے کہ قدرت بڑی امین ہے ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ سب کچھ محفوظ کر لیتی ہے۔ ہمارا عمل کبھی ضائع نہیں جاتا

... کالجوں میں سائنس کے ... (OF ENERGY) یعنے توانائی کی توقیت تو کائنات میں بدلتی رہتی ہے۔ لیکن اس کی مقدار میں کبھی فرق نہیں آتا۔ اگر ایک معمار ایک اینٹ زمین سے اٹھا کر کسی اونچائی پر رکھ دے تو اس کا یہ کام اس اینٹ کے ساتھ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ کام اینٹ کی POTENTIAL ENERGY یعنے مخفی توانائی بن جاتا ہے اگر وہ اینٹ گرنے پائے تو اسی توانائی کے ساتھ کام کر سکتی ہے۔ اگر کسی کیل پر گرے تو اسے زمین میں گاڑ سکتی ہے یا کسی پہیئے پر گرے تو اسے گھما سکتی ہے۔ یعنی اس کی مخفی توانائی اب حرکی توانائی بن جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی گیند کو ہم کچھ رفتار سے اوپر کی طرف اچھالیں تو کچھ بلندی تک جا کر وہ واپس آ جاتی ہے۔

علم ریاضی کے ذریعہ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ واپس آنے پر اس کی رفتار وہی بن جاتی ہے جس رفتار کے ساتھ وہ اوپر کی طرف پھینکی گئی تھی۔ معلوم ہوا قدرت بڑی امین ہے۔ انسان کا کوئی عمل بے اثر اور بے نتیجہ نہیں جاتا۔ بلکہ وہ عمل انسان کے شاملِ حال رہتا ہے۔ اس حقیقت پر قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے مختلف پیرایوں میں روشنی ڈالی ہے۔ فرمایا: وکلّ انسانٍ الزمنٰہ طٰئرہ فی عنقہ۔ یعنے ہر انسان کے اعمال کو ہم اس کی گردن کا طوق بنا دیتے ہیں۔ عمل کرنے کے بعد انسان کا کوئی اختیار نہیں رہتا کہ اسے UNDO کرے یا اس کے اثر یا نتیجہ سے اپنے آپ کو بچا سکے وہ عمل اس کے لازمِ حال ہو جاتا ہے، اس کا اثر اس کے گلے کا ہار بن جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ اسے بھگتنا پڑتا ہے۔ اس کا مزہ اسے چکھنا پڑتا ہے۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ انسان کے ہر عمل کا اثر نفسِ انسانی پر منقش ہو جاتا ہے۔ اور انسان کی رُوح پر اس کا اثر ثبت ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو یوں بھی بیان فرمایا ہے اقترب للناس حسابھم ...

وھم فی غفلۃٍ معرضون (یعنی لوگوں کا حساب قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں) پڑے ہوئے ہیں۔ ان اللہ سریع الحساب۔ اللہ جلدی جلدی حساب لیتا ہے یعنی انسان کا عمل ساتھ ہی ساتھ اپنا نتیجہ پیدا کرتا چلا جاتا ہے، اور اس کا اثر انسان کے لازمِ حال ہوتا جاتا ہے۔ گویا خدا کی طرف سے محاسبہ ہر آن جاری ہے۔ انسان اس سے ہرگز بچ نہیں سکتا مگر لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں۔ اور یقین نہیں رکھتے کہ اعمال کی جزاء و سزا یقینی ہے۔ ہر فعل کا اثر انسانی جسم و جان پر ساتھ ہی ساتھ مرتب ہوتا چلا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب انسان کوئی عمل بد کرتا ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ (انسان) اعمال بد پر اصرار کرتا چلا جائے۔ تو اس کا سارا دل رفتہ رفتہ داغدار ہو کر سیاہ ہو جاتا ہے، اور اس پر تاریکی کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ پھر وہ انسان نورِ ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ گویا کہ اعمالِ بد سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ کفار کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ ان کے دلوں پر زنگ جم گیا ہے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔ یہاں دل سے مراد وہ گوشت کا لوتھڑا نہیں جو انسان کے پہلو میں دھڑکتا رہتا ہے بلکہ انسان کا قلب لطیف قلبِ روحانی مراد ہے۔ یعنی اعمالِ بد سے رفتہ انسان کا ضمیر و خمیر بگڑ جاتا ہے اس کا ضمیر مر جاتا ہے۔ اس میں اپنے اعمال کی ذمہ داری کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر پھر کسی اچھی بات اور کسی وعظ و نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ قتل الانسان ما اکفرہ۔ خدا کی نافرمانی کرنے سے اور اعمال کے نتائج سے غافل رہنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

شاعر لوگ جو عمل سے عاری ہو گئے ہیں (الا ماشاء اللہ) اپنی شاعرانہ ترنگ میں یہ تو کہہ جاتے ہیں کہ ؎

دیکھ داغوں کی یہ گلکاریٔ بہاریں ہمدم
حضرت دل تو گلستان ہوئے جاتے ہیں

لیکن یہاں تو قدرت کا کچھ اور ہی
دیکھ داغوں کی یہ گلکاریٔ بہاریں ہمدم
حضرت دل تو سیاہ کار ہوئے جاتے ہیں
〃 〃 〃 گنہگار 〃 〃 〃
〃 〃 〃 بیمار 〃 〃 〃

اسی طرح فلسفۂ عمل کو یوں بھی بیان فرمایا گیا ہے: ووفّیت کلّ نفسٍ ما کسبت۔ ہر ایک نفس یعنی ہر ایک جی کو جو کچھ اس نے کمایا ہے پورا پورا دیا جائے گا۔ یعنے انسان کا عمل ایک قسم کی کمائی ہے۔ اچھا عمل ہے تو اچھی کمائی ہے، بُرا عمل ہے تو بُری کمائی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا اللہ یعلم ما تحمل کلّ انثٰی اللہ جانتا ہے جو ہر ایک مادہ حمل میں لیتی ہے۔ ایک تو اس کے ظاہری معنی ہیں کہ اللہ کو یہ علم ہے کہ کسی عورت کے بطن میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ لیکن اس آیت کا ایک باطنی معنی بھی ہے جو اصل مراد ہے۔ اس آیت کے سیاق و سباق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ذکر اعمال انسانی کی جزا و سزا کا ہے یہاں عورت کے حمل کو ایک مثال اور استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے گویا عامل مادہ کی مانند ایک قسم کا حامل ہے یعنی جو عمل وہ کرتا ہے وہ بطور اس کے حمل کے ہے۔ اس کا ضرور ایک نتیجہ ہے۔ اگر وہ عمل اچھا ہے تو اس کا نتیجہ بھی اچھا نکلے گا اور اگر اس کا عمل بُرا ہے تو نتیجہ اس کا اسی کے مطابق ہوگا۔ (باقی آئندہ)

دارالسلام میں تعمیر مسجد

دارالسلام میں تعمیر مسجد کا کام شروع ہو چکا ہے استدعا ہے کہ احباب عطیات دیکر عنداللہ ماجور ہوں

فضل حق
ناظم دارالسلام

ایمان بالآخرت کا صحیح مفہوم

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کرتے ہوئے جماعت ربوہ کے علماء سے ہمارا مطالبہ ہے کہ کیا وہ اپنے قول کے ثبوت میں حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی تحریر آپ کی تصانیف سے پیش کر سکتے ہیں؟ جبکہ وہ قطعاً ایسا نہیں کر سکتے تو ۱۹۱۵ء کی ایک روایت کو محض دھوکا دہی سے پیش کرنا کہاں کی دیانت داری ہے؟

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اور متقی وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس وحی پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر نازل کی گئی ہے اور اس وحی پر بھی جو تجھ سے پہلے نازل ہوئی اور آخرۃ پر بھی یقین رکھتے ہیں"

حضور نے اپنی تصنیف حقیقۃ الوحی میں ایمان بالآخرۃ پر بہت تفصیل سے بحث فرمائی ہے، حضور فرماتے ہیں:-

"اور یوم آخر قرآن شریف کی رُو سے یہ ہے جس میں مردے جی اُٹھیں گے، پس جبکہ اللہ تعالےٰ نے خود لفظ اللّٰہ اور یوم آخر کے بتصریح ایسے معنے کر دیئے جو اسلام سے مخصوص ہیں تو جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور یوم آخر پر ایمان لائے گا اس کے لئے یہ لازمی امر ہوگا کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے اور کسی کا اختیار نہیں ہے کہ ان معنوں کو بدل ڈالے اور ہم اس بات کے مجاز نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے کوئی ایسے معنے ایجاد کریں کہ جو قرآن شریف کے بیان کردہ معنوں سے مغائر اور مخالف ہوں"۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۲۲)

—— اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ حضورؑ جب **ایمان بالآخرۃ** سے روز قیامت پر ایمان مراد لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور معنی کرنے کا کوئی مجاز نہیں ہے تو ہم کیسے ایک محل نظر روایت کو کسی بھی من گھڑت اور گمراہ کن عقیدہ کی بنیاد قرار دے سکتے ہیں۔

—— **تفسیر سورۃ فاتحہ** کے مرتب کا اخلاقی اور دینی فرض ہے کہ نہ صرف یہ کہ آئندہ اشاعت میں اس روایتی تحریر کو اس تفسیر سے خارج کر دے بلکہ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس امر کا اعلان کرے کہ یہ تحریر جسے حضور کی تصانیف اور تحریرات کی ذیل میں شائع کیا گیا ہے دراصل حضور کی تحریر ..... اور تصنیف نہیں ہے۔ وگرنہ ہم سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ اسے عمداً محض تحریف کے طور پر ایک غلط عقیدہ کے ثبوت میں صرف دھوکا دینے کے لئے حضورؑ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور اسے تاریخ کے ساتھ ناانصافی اور کھلی بد دیانتی کے سوا کوئی اور نام نہیں دیا جا سکتا

وما علینا الا البلاغ المبین۔

شبان الاحمدیہ کا جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کے سلسلہ میں شبان الاحمدیہ کے زیر انتظام ۱۵ر جون بروز جمعۃ المبارک ۳ بجے بعد دوپہر جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور ایک جلسہ عام زیر صدارت حضرت امیر ایدہ اللہ منعقد ہوگا جس میں سیکرٹری صاحب گذشتہ اجلاس کی کارروائی سنائیں گے۔ محمد صادق نُور **ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ** پڑھیں گے۔ توقع ہے کہ کرنل سعید احمد صاحب بھی نوجوانوں سے خطاب فرمائیں گے۔

اخبار احمدیہ

مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب
پیغام صلح۔ لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

(۱) خاکسار اللہ تعالےٰ کے خاص فضل و کرم سے اور حضرت امیر قوم و بزرگانِ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعاؤں کی برکت سے اب صحتیاب ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبان نے چلنے پھرنے کی بھی اجازت دے دی ہے۔ میں ان تمام احباب کا جنہوں نے ذاتی خطوط لکھ کر میری حوصلہ افزائی کی ہے اور جنہوں نے دعاؤں میں یاد فرمایا ہے۔ قومی جریدہ کی معرفت تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور حضرت امیر قوم و دیگر بزرگان سلسلہ سے مزید دعاؤں کے لئے درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے آمین

۲ -- برخوردار نذیر احمد خان اسسٹنٹ سیکرٹری جماعت احمدیہ پشاور کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں ان کی بیگم صاحبہ نے مبلغ دس روپے برائے اشاعت اسلام عنایت کئے ہیں۔ اور نو مولود کی درازی عمر کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

(۳) اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۳/۵/۷۳ میں "احباب ضلع پشاور میں رابطہ باہمی" کے عنوان سے جناب صدر جماعت پشاور ڈاکٹر ایم اے رحمان صاحب کا موضع گگہ ولہ کے دورہ کے بارہ میں جو لکھا گیا تھا، اس بارہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک بہت ہی پُرانے اور مخلص احمدی ملک نیاز خان صاحب عرصہ دراز سے بیمار چلے آ رہے تھے اور اس وقت ان کی حالت اتنی خراب ہو گئی تھی کہ ملک صاحب چارپائی سے نیچے بھی نہیں اُتر سکتے تھے۔ جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب صدر جماعت احمدیہ پشاور نے بذات خود جا کر ان کا معائنہ کیا۔ اور بالکل معمولی دوائی لکھ دی۔ لیکن چونکہ اس دوائی لکھنے میں خلوص ۔ محبت ۔ ایثار اور دعائیں شامل تھیں۔ جناب ملک صاحب دو دن کے بعد اُٹھ کھڑے ہوئے اور معجزانہ طور سے چلنے پھرنے لگے۔ اب ان کی صحت اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک ہے اور ڈاکٹر صاحب ممدوح کے از حد ممنون ہیں۔

۴ -- اس اخبار میں جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی بیماری کا پڑھ کر از حد صدمہ پہنچا۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ڈاکٹر صاحب موصوف کو جلد صحتیاب فرما دے آمین ثم آمین۔

۵ -- اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۳/۵/۷۳ میں محترم مرزا فضل احمد صاحب حاجی پورہ سیالکوٹ کی اپنی بیمار صاحبزادی کے لئے دعا کی درخواست شائع ہوئی ہے۔ ان کی بچی کے لئے دعائیں جاری ہیں لیکن ایک عرض یہ ہے کہ جناب ڈاکٹر ایم اے رحمان صاحب صدر جماعت احمدیہ پشاور دماغی امراض کے بھی ماہر ہیں۔ انہوں نے جب اخبار میں پڑھا تو فرمایا کہ میں ان کو خود خط لکھوں گا۔ اگر کسی وجہ سے ان کو خط نہ ملے تو جناب مرزا فضل احمد صاحب سے درخواست ہے کہ وہ براہ راست ذیل کے پتہ پر ڈاکٹر صاحب کو تمام کوائف لکھ کر بھیجدیں یعنے یہ کہ اب تک مرض کے بارے میں کیا کیا تشخیص ہوئی ہے اور کیا کیا علاج ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی بچی کو شفا عطا فرمائے گا۔

ڈاکٹر صاحب کا پتہ:-

" میجر ڈاکٹر ایم اے رحمان صاحب ریٹائرڈ سول سرجن۔ ۹ خیبر بازار پشاور شہر۔

۶ -- جناب شیخ شریف احمد صاحب اکونٹنٹ آفیسر ڈیرہ اسمٰعیل خان سے تبدیل ہو کر پشاور سیکرٹریٹ میں تشریف لے آئے ہیں۔ اُمید ہے کہ ان کی آمد سے جماعت پشاور کو اور تقویت حاصل ہو جائیگی کیونکہ جناب شیخ صاحب نہایت مخلص انسان ہیں۔

۷ -- جناب سردار خان جوائنٹ سیکرٹری جماعت احمدیہ پشاور یہاں سے تبدیل ہو کر ایبٹ آباد تشریف لے گئے ہیں۔ ان کے جانے سے جماعت میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے کیونکہ انہوں نے جماعت کے کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جہاں بھی جائیں خوش و خرم رکھے۔

۸ -- جناب صاحبزادہ فضل عالی صاحب
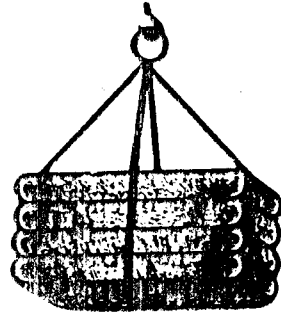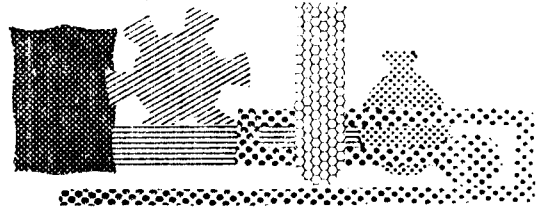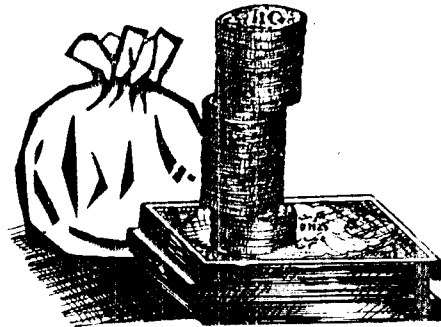
(باقی بر صفحہ اخبار کے نیچے)

اخبار احمدیہ
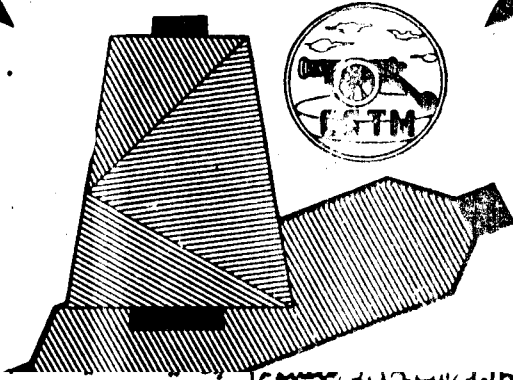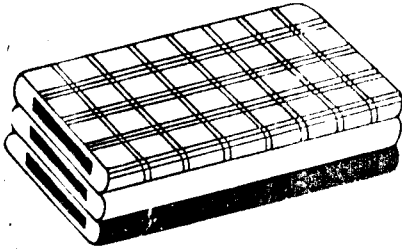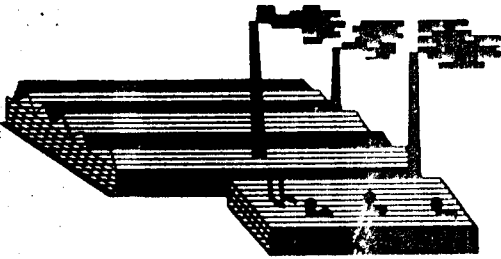
(بسلسلہ صفحہ نمبر)

جنہوں نے صرف بازید خیل میں ہی نہیں بلکہ جماعت پشاور میں بھی کافی محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے۔ آج کل بیمار ہیں، ان کی صحت کے لئے حضرت امیر قوم اور بزرگانِ سلسلہ سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ والسلام

خاکسار۔ صوبیدار میجر عبدالحکیم خان
سیکرٹری جماعت احمدیہ پشاور

خط و کتابت کرتے وقت پرچے نمبر کا حوالہ دیں

ضرورت ملازمت

چوہدری علی محمد صاحب کسم سر سے لکھتے ہیں کہ چند دن ہوئے ایک عیسائی بیوہ عمر ۴۰ سال تین کی ایک لڑکی دس سال عمر کی ہے مسلمان ہوئی ہے گھریلو کام کاج کے لئے اپنی خدمات پیش کرتی ہے ضرورت مند صاحب چوہدری علی محمد صاحب سے رجوع کریں۔

سیکرٹری انجمن

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۳ جون ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۔ شمارہ نمبر ۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا • (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

فون نمبر ۵۳۷۳۷

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

مسیح موعودؑ نمبر

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلینؐ
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

سالانہ:
• پاک و ہند سے — آٹھ روپے
• بیرونی ممالک سے — ایک پونڈ

• رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
• تار کا پتہ:
• "تبلیغ" لاہور

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۱۸ جمادی الاوّل ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۵

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم ❊ کہ او مجددِ ایں دین و رہنما باشد
منم مسیح بہ بانگِ بلند مے گویم ❊ منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح زمان مہدی دوران مجدد صدی چہاردہم

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر ❊ از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم
جانم گداخت از غمِ ایمانت اے عزیز ❊ ویں طرفہ تر کہ من بہ گمانِ تو کافرم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مسیح موعودؑ کی ثنا خوانی

عجب نوریست در جان محمد ؛ عجب لعلیست در کان محمد
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ؛ محمد ہست برہان محمد
سرے دارم فدائے خاک احمد ؛ دلم ہر وقت قربان محمد
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم ؛ نثار روئے تابان محمد
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند ؛ نتابم رو ز ایوان محمد
بکار دیں نترسم از جہانے ؛ کہ دارم رنگ ایمان محمد
بسے سہل است از دنیا بریدن ؛ بیاد حسن و احسان محمد
فدا شد در رہش ہر ذرۂ من ؛ کہ دیدم حسن پنہان محمد

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد (از کلام مسیح موعودؑ)

منم مسیح بہ بانگ بلند میگویم

اپنے دعوے اور اسکی قبولیت کے متعلق مسیح موعودؑ کا اعلان

ازیں بود کہ چو سال صدی تمام شود ؛ برآید آنکہ بدیں نائب خدا باشد
رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم ؛ کہ او مجدد ایں دین رہنما باشد
لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ؛ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
عجب مدار اگر خلق سوئے ما بدوند ؛ کہ ہر کجا کہ غنی ے بود گدا باشد
گلے کہ روئے خزاں را گہے نخواہد دید ؛ بباغ ماست اگر قسمتت رسا باشد

منم مسیح بہ بانگ بلند میگویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

(مقتبس از کلام مسیح موعود)

مخلوق خدا کے غم میں مسیح موعودؑ کی آہ و زاری

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبان حق
نمیگردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم
دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر او شان است
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جان خود آگاہم
بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم
ازیں در لذتم کہ درد مے خیزد ز دل آہم
مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم
نہ من از خود نہم در کوچۂ پند و نصیحت پا
کہ ہمدردی برد آنجا بجبر و زور و اکراہم
غم خلق خدا صرف از زباں خوردن چہ کار است ایں
گرش صد جاں بپا ریزم ہنوزش عذر میخواہم
چو شام پر غبار و تیرہ حال عالمے بینم
خدا بر وے فرود آرد دعاہائے سحرگاہم

(مقتبس از کلام مسیح موعودؑ)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۰ جون ۱۹۷۳ء

چند ضروری باتیں

مسیح موعودؑ نمبر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہم چند ضروری باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔ پہلی بات ان اصحاب سے عرض کرنی ہے جو حضرت مرزا صاحب اور سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہوئے سب وشتم اور بغض و عناد کا کوئی پہلو اُٹھا نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اب اس بات کے درپے ہیں کہ اس سلسلہ سے تعلق رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرکے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ ہم ایسے لوگوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ کے بانی اور اس کے پیروؤں (بالخصوص جماعت احمدیہ لاہور) میں کونسی ایسی بات انہیں نظر آتی ہے، جو اس قدر عناد پر اُبھارنے کا موجب ہے، حضرت بانی سلسلہ کی کتب میں کونسی خلاف اسلام بات پائی جاتی ہے۔ جو ان کے کفر اور دائرۂ اسلام سے اخراج کا موجب ہے، وہ تمام فروعی باتیں جن کے جواب بارہا ان کالموں میں دیئے جا چکے ہیں کسی ادنےٰ مسلمان کے لئے بھی اخراج از اسلام کا موجب نہیں ہوسکتیں چہ جائیکہ وہ شخص اسلام سے خارج قرار دیا جائے جس کی خدمات اسلام اس قدر روشن اور اتنی بلند ہیں کہ موجودہ زمانہ میں کوئی بڑے سے بڑا مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے مخالفین اگر غور کریں تو حضرت مرزا صاحب کا وہ لیکچر جو جلسۂ اعظم مذاہب میں پڑھا گیا اور کتابی صورت میں چھپ کر کئی ایک متلاشیانِ راہِ ہدایت کی رہبری کا موجب ہو چکا ہے۔ ان کے علم و فضل اور مؤید من اللہ ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کے جو حقائق و معارف انہوں نے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعلق باللہ کے اعلےٰ مراتب پر پہنچے ہوئے تھے، اسی زیرِ نظر پرچہ (مسیح موعودؑ نمبر) میں حضرت مرزا صاحب کی خدماتِ اسلام پر مختلف زاویوں سے جو روشنی ڈالی گئی ہے وہ ایک غیر متعصب انسان کو یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ حضرت موصوف اسلام کے سب سے بڑے حامی اور قرآن اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی تھے، ایسے شخص کو کافر کہنا اور اس کی جماعت کو جو غیر مسلموں کو مسلمان بنانے میں منہمک ہے غیر مسلم اقلیت قرار دینا کونسے اسلام کی دعوت دیتا ہے۔

زیادہ سے زیادہ دعوےٰ نبوت کا الزام ہے جو حضرت مرزا صاحب پر دیا جاتا ہے، اس کی تردید میں حضرت مرزا صاحب کی بیسیوں تحریرات پیش کی جا چکی ہیں، جن میں انہوں نے اس دعوےٰ سے کھلے طور پر انکار کرتے ہوئے حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو ہم اسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۳۲) باوجود اس کے یہ کہتے چلے جانا کہ انہوں نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے، کہاں کا انصاف ہے۔

ان حالات میں قارئین کرام سے یہ درخواست کرنا بے جا نہیں کہ وہ بغض و تعصب اور سُنی سنائی باتوں سے علیحدہ ہو کر غور کریں کہ سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقائد و اعمال اسلام کے موافق ہیں یا مخالف، زیرِ نظر پرچہ ہی سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسلام کے حامی ہی نہیں، اس کے اس قدر والا و شیدا ہیں، کہ اس کو دنیا جہان میں پھیلانے اور اسے تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے ایک جوش ان کے اندر پایا جاتا ہے، آریہ، سناتن دھرم، عیسائیت، دہریت اور تمام دوسرے ادیان اور خلافِ اسلام نظریات کا انہوں نے دلائل قاطعہ کے ساتھ بطلان ثابت کر دیا، اس سے بڑھ کر ان کے حامیٔ اسلام ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

اس کے ساتھ ہی ہم ان احباب سے بھی جو حضرت مسیح موعودؑ سے وابستگی کے دعویدار ہیں، یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خدارا غور کریں کہ انہوں نے ان غلط فہمیوں کو دُور کرنے کے لئے جو حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ کیا کام کیا ہے۔ حضرت کا الہام ہے لَا نُبْقِی لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ شَیْئًا۔ ہم تجھے رسوا کرنے والی کوئی بات باقی نہیں رہنے دیں گے، اس الہام کو پورا کرنا جماعت کی کوششوں پر منحصر ہے۔ آپ جانتے ہیں حضرت رسولِ کریم صلعم کے ساتھ جنگوں میں فتوحات کا وعدہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے موجود تھا باوجود اس کے آپ کو میدانِ جنگ میں اپنے ساتھیوں کی ذرا سی غلطی کا ایسا خمیازہ بھگتنا پڑا جس سے آپ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ ایسا ہی آپ میدانِ بدر میں اللہ تعالےٰ سے رو رو کر دعائیں کرتے رہے اور جب حضرت ابوبکرؓ نے یاد دلایا کہ آپ سے تو فتح کا وعدہ ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات بے نیاز ہے اس سے بہرحال اپنے وعدہ کے ایفا کی درخواست کرنا ضروری ہے، ہم بھی اس سنت اللہ سے علیحدہ نہیں ہیں۔ ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن کو دنیا پر واضح کرنے کے لئے پوری جد و جہد سے کام لیں کم از کم اس (نمبر کو) خود پڑھکر دوسروں تک پہنچائیں، ان لوگوں کے حلقوں میں دیں جن کو حضرت مسیح موعودؑ کے حالات سے واقفیت نہیں اور وہ سُنی سنائی باتوں سے متاثر ہو کر آپ کو اور آپ کی جماعت کو موردِ طعن و تشنیع بناتے ہیں، اگر آپ تھوڑی سی کوشش سے کام لیں تو اس بگڑی ہوئی فضا کو درست کرنا کچھ مشکل نہیں۔

امید ہے ان معروضات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پوری کوشش سے کام لیا جائے گا تاکہ حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کے متعلق پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے، یہی مسیح موعودؑ نمبر کی اشاعت کی اصل غرض ہے امید ہے قارئین کرام اس غرض کو پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں گے۔ (دوست محمد ایڈیٹر)

کچھ اپنی علالت طبع کے بارہ میں
حمد باری تعالےٰ اور تشکر اعزہ و احباب

(از ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

۱۱ مئی بروز جمعہ، راقم الحروف کو دفتر احمدیہ بلڈنگس میں ہی دل کی تکلیف کے دو تین شدید دَورے پڑے۔ چنانچہ جلد سروسز ہسپتال میں بروقت داخلہ لے لیا گیا۔ ای سی جی میں شروع سے آخر تک بگاڑ نظر آیا۔ میری حقیر دانست میں ایسی شدید و خطرناک تکلیف سے نجات پا جانا محض فضل ایزدی و رحمت خداوندی کے باعث ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دو ہفتہ بعد مجھے گھر بھیج دیا گیا کیونکہ معمولی طور پر اُٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو گیا ہوں آئندہ سوموار کو پھر سے معائنہ کے بعد علم ہو سکے گا کہ عام طور پر باہر چلنے پھرنے کے میں کس قدر قابل ہو گیا ہوں۔

سروسز ہسپتال میں ڈاکٹر حاجی عنایت اللہ صاحب ایم ڈی جو وہاں کے اعلیٰ ترین فزیشن ہیں کے زیرِ علاج و ہدایات رہا، جن کی خاص مہربانیوں اور توجہات کے لئے میں ان کا از حد ممنون و مشکور ہوں۔

لاہور کے جملہ دوست بیمار پرسی کے لئے ہسپتال آتے رہے جن سب کا میں مشکور ہوں۔ ان کے علاوہ ..... نمایاں طور پر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کا جو خاص طور پر تکلیف فرما کر ہسپتال تشریف لائے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔

بیرونجات سے مفصلہ ذیل اعزہ و احباب کا شکرگذار ہوں جن کی ہمدردانہ حوصلہ افزائی باعثِ تقویت ثابت ہوئی: برادرم چوہدری شاہدین صاحب کراچی۔ برادرم رحیم بخش صاحب کراچی، عزیزم راجہ محمد بیدار کراچی، میاں ممتاز احمد فاروقی راولپنڈی، شیخ میاں نثار احمد صاحب سیالکوٹ۔ پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ایبٹ آباد۔ میاں غلام حیدر صاحب جھنگ۔

دراصل مجھے تو کئی لحاظ سے اب یہ زندگی نئی ہی فضلِ ربّی سے عطا ہوئی ہے جس کی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ منشاء ربّی یہ ہے کہ راقم الحروف کو کوئی مزید دینی خدمت کی توفیق عطا کرے اور میں دل سے یہی سمجھتا ہوں کہ میرے ان جملہ مخلص و ہمدرد دوستوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ مجھے ان سب کرم فرماؤں بالخصوص سیکرٹری صاحب و اراکین انجمن کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ جنہوں نے میری اس خطرناک تکلیف کے دَوران میری از حد ہمدردی و حوصلہ افزائی کرکے مجھے امداد بہم پہنچائی۔ آخر پر سب احباب سے پُر زور استدعا ہے کہ دُعا کریں کہ جس قدر مہلت خدا

شفیق مرزا

حضرت مجددِ اعظم کا عظیم الشان کام

چودھویں صدی کے مجدد کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دو لقب عطا کئے گئے ہیں۔ ۱۔ حکم۔ ۲۔ عدل۔

حکم سے مراد یہ ہے کہ وہ ادیانِ باطلہ کے مقابل پر اسلام کی برتری و عظمت کو دلائل قاہرہ سے ثابت کر دے گا اور عدل ان معنوں میں کہ وہ مختلف فرق اسلامیہ میں پائے جانے والے اختلاف کو دور کرنے کے لئے خدا داد بصیرت سے فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں عیسائیت، ہندو ازم، سکھ ازم اور آریہ سماج کے پیروکار برصغیر میں مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار تھے آپ نے براہین احمدیہ تالیف کر کے سب سے پہلے ایک اصولی اور کاری ضرب ان تمام مذاہب پر لگائی اور قرآن مجید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حقانیت کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کر کے اپنے وجود کو نشان نمائی کے لئے پیش کیا یہ لیبارٹری ٹیسٹ ان تمام مروجہ خیالات کے لئے پیغامِ اجل ثابت ہوا اور دس ہزار روپیہ انعامی وعدہ کے باوجود کوئی بھی مقابل پر آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

ازاں بعد آپ نے ہر مذہب کے بنیادی اصولوں اور عقائد پر علیحدہ علیحدہ پے در پے وار کئے۔ عیسائیت کے بنیادی عقیدہ حیاتِ مسیح کو باطل ثابت کر کے الوہیت مسیح کو خلافِ عقل ثابت کیا اور نہ صرف یہ کہ حیاتِ مسیح کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے باطل ثابت کیا بلکہ کتاب "مسیح ہندوستان میں" لکھ کر قرآن شریف، احادیث، کتب طبّیہ، کتبوں، سکوں، اور دوسری تاریخی شہادتوں سے مسیح کی قبر کی نشاندہی بھی کر دی، اور مسیحیت کے دوسرے لایعنی نظریات کے ردّ کے لئے چشمہ مسیحی، سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، نور القرآن ہر دو حصّہ، نور الحق ہر دو حصص ایسی بلند پایہ کتب تصنیف فرمائیں۔

ہندوؤں کی مظاہر پرستی کی حقیقت کو اپنی مشہور کتاب سناتن دھرم میں طشت از بام کیا اور اس مظاہر پرستی کو مشرکانہ اساس سے اٹھا کر توحیدی فکر کے قریب تر کر دیا اور توحید اور ہندو مظاہر پرستی کی درمیانی خلیج کو پاٹنے کے لئے ایک وقیع کوشش فرمائی۔ آریوں کے ردّ کے لئے آپ نے شحنہ حق، سرمہ چشم آریہ، آریہ دھرم ایسی کتب تصنیف فرمائیں اور ان کے بے ہودہ معتقدات کو دلائل و براہین سے غلط ثابت کر دکھایا۔

سکھوں کے لئے آپ نے خاص طور پر ست بچن تصنیف فرمائی اور حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں یہ ثابت کیا کہ وہ ایک مسلمان ولی اللہ تھے اور سکھوں میں مقدس سمجھی جانے والی کتاب پوتھی صاحب درحقیقت قرآن مجید ہے اور باوا صاحب کا چولہ بھی صداقت اسلام پر ایک قطعی دلیل ہے کیونکہ اس پر جابجا آیات قرآنیہ درج ہیں اور سکھ لٹریچر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ چولا حضرت باوا صاحب کو خدا کی طرف سے ملا تھا۔

حضرت مجدد اعظم کے تجدیدی کارناموں کو خلاصۃً ایک نظر میں یوں دیکھا جا سکتا ہے:۔

(۱)۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے ولکل قوم ھاد کہ ہم نے ہر قوم کے لئے ہادی بھیجے ہیں مگر مسلمانوں نے آرین اور زرد اقوام میں نبوت کے وجود کو مثبت طور پر کبھی تسلیم نہیں کیا صرف انہی انبیاء کو تاریخی حقیقت کے طور پر مانتے رہے جو سامی الاصل تھے مگر اسلامی تاریخ میں پہلی بار حضرت مرزا صاحب نے کرشن کے نبی ہونے اور گیتا کے الہامی کتاب ہونے کا اعلان فرمایا، اس عظیم اجتہاد کے نقش قدم پر چل کر آرین اور زرد اقوام کے دیگر حکمائے الٰہی کو تسلیم کر لینے میں کوئی باک نہ رہا۔ آپ کے جرأت مندانہ اقدام نے ہندو قوم کو جو خود بھی عظیم الشان علمی ورثہ کی مالک اور مسلمانوں کے رستہ میں سب سے بڑی فکری رکاوٹ تھی ختم کر دیا یہ چیز اپنے مافیہ (CONTENT) کے لحاظ سے نہ صرف ہندو مسلم اتحاد بلکہ وحدت انسانیت کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) پہلے ضمناً ذکر آ چکا ہے کہ آپ نے سناتن دھرم میں ہندو مظاہر پرستی کو مشرکانہ اساس سے اٹھا کر توحید کی فکر کے قریب کر دیا اور توحید اور ہندو مظاہر پرستی کے درمیان خلیج پاٹنے کی کوشش فرمائی۔ توضیح مرام میں آپ نے حق تعالیٰ کے تصوّر کو انہی الفاظ اور تشبیہات میں بیان فرمایا جن میں لارڈ ارجن نے حضرت کرشن سے بصیرت عطا ہونے کے بعد حق تعالیٰ کو دیکھا تھا۔

(۳) برصغیر کی دو قوموں (ہندو مسلم) میں اختلافات ختم کر کے اتحاد کے لئے آپ نے اپنے لیکچر پیغام صلح میں یہ اصول پیش فرمایا کہ تم بدزبانی چھوڑ کر پیغمبر اسلام پر ایسا اجمالی ایمان لے آؤ جیسا ہم تمہاری مقدس شخصیتوں کے بارہ میں رکھتے ہیں، یہی ایک راہ ہے جو سلامتی و اتحاد کی ضامن ہے۔

(۴) تمام مذاہب درحقیقت الٰہی تحریک کی مختلف کڑیاں ہیں مگر زوائد اختلافیہ نے جو مقامی اور قومی خصوصیات کی وجہ سے مختلف رسوم اور ہیئت کی شکل میں پائی جاتی ہیں ان مذاہب کو علیحدہ علیحدہ گروپوں میں تقسیم کر دیا ہے اس گروپ بندی کو ختم کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب سے پیشتر اکبر اعظم بھگتی تحریک کے رہنما آگسٹس کومٹ، ٹالسٹائی اور راجہ رام موہن رائے نے کوشش کی۔ لیکن ان کوششوں میں نقص یہ تھا کہ یہ لوگ تمام مذاہب کو مشرکانہ اور گروہ بندانہ خصوصیات کے ساتھ ایک مرکز پر جمع کرنا چاہتے تھے اور مذاہب کے درمیان منطقی رابطہ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے گویا یہ لوگ روح پر زور دیتے تھے مگر ہیئت کو نظر انداز کر دیتے تھے۔

حضرت مرزا صاحب نے اس غلطی کو دہرایا نہیں بلکہ فرمایا کہ یہ رسوم اور ہیئت درحقیقت زوائد اختلافیہ کی حیثیت رکھتی ہیں اگر ان کو مذاہب کی اصل تعلیم سے الگ کر دیا جائے تو جو کچھ باقی بچے گا وہ اصل اسلام ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ حق تمام مذاہب میں موجود ہے گو مرور زمانہ کی وجہ سے دوسرے مذاہب میں اس کی شکل بدل گئی ہے۔

(۵) حضرت مرزا صاحب مذہبی دنیا میں اس برصغیر میں پہلے انسان ہیں جنہوں نے زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھا اور سائنس اور ٹکنالوجی کے دور میں اپنی کتاب مباحثہ الحق دہلی میں استقراء کو استخراج پر ترجیح دی۔

(۶) ذوق جمال یا احساس حسن انسان کے نفسیاتی اور تہذیبی ارتقاء کے لئے ضروری اور لابدی ہے یہ صلاحیت انسانی ذہن کو مادی ماحول کی حیثیت کی تنگنائیوں سے نکال کر اس کا تعلق حقیقت مطلقہ کی ماورائیت سے قائم کرتی ہے اسے ہم علمی زبان میں جمالیات کہتے ہیں یہ صلاحیت اپنا اظہار فنونِ لطیفہ کے ذریعہ کرتی ہے مسلمان علماء کے لئے ایک عرصہ سے مصوری، موسیقی، خطاطی ایسے فنون لطیفہ کے جواز و عدم جواز کا مسئلہ دردسر بنا ہوا تھا آپ نے اپنی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی میں اس کو بھی حل فرمایا اور لکھا کہ کوئی چیز فی نفسہٖ نہ بری ہے نہ اچھی بلکہ کسی چیز کا اچھا یا برا استعمال اس کو حسن یا قبح کا درجہ دیتا ہے۔ اس لئے ان چیزوں کا صحیح استعمال درست اور غلط استعمال ناجائز قرار دیا جائے گا۔

(۸) وجود باری تعالیٰ اور بعث بعد الموت ایسے مسائل کو اگر معاشرتی ماحول سے الگ کر دیا جائے تو یہ صرف ایک ذہنی مسئلہ بن کر رہ جاتے ہیں۔

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۲)

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

مسیحائے اُمّت

مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم

(ترجمہ) [illegible] عمل صالحہ بجا لائیں کے انہیں اس دنیا میں (رسولؐ کے) خلیفے بنائے گا جس طرح پہلی اُمتوں میں خلفاء بناتا رہا ہے۔

خدا تعالےٰ مومنوں کی مثال مریم بنت عمران سے دیتا ہے جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ تو ہم نے اس کے اندر اپنی رُوح کو پھُونکا۔

احمدیہ تاریخ میں ایک واقعہ مرقوم ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب آ گئے اور حضرت سے خلوت میں کچھ کہنے کو عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی بات مجلس ہی میں بیان کر دے۔ مگر اس کے اصرار پر آپ ساتھ کے کمرے میں چلے گئے تو اس نے یوں بیان شروع کیا کہ آپ نے جو یہ دعوےٰ مسیحیت کا کیا ہے، یہ تقاضائے وقت کے عین مطابق کیا ہے کیونکہ مسلمان آسمان سے نزولِ مسیح کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے ہیں، آپ نے انہیں ایک مقصد پر لگا دیا، آپ نے یہ بہت اچھا کیا وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے اس کے منشاء کو سمجھ کر فرمایا کہ میرا دعویٰ مسیحیت تو خدا تعالےٰ کے ارشاد پر کیا گیا ہے نہ کہ کسی مصلحت کے تقاضا سے۔ اور اپنی بات کو اس زور سے بیان فرمایا کہ وہ تمام خلوت ختم ہو گئی۔ اس واقعہ سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ماموران الٰہی اپنی منشاء یا مصلحت سے کوئی دعوےٰ نہیں کیا کرتے بلکہ وہ تو حکم خداوندی کے اتباع میں جو کچھ کرتے ہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ جب تک حضرت اقدسؑ پر صریحاً الہام الٰہی کے ذریعہ واضح نہیں ہوا کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اور اب مثیل مسیح کے وعدہ کے آپ ہی مصداق ہیں، یعنی جب تک الہام انا جعلنٰک المسیح ابن مریم نازل نہیں ہوا (یعنی ہم نے تمہیں ہی مسیح ابن مریم (کا مثیل) بنا دیا ہے) تب تک آپ نے وفاتِ مسیح ناصری اور مثیل مسیح ہونے کے دعوے نہیں کئے۔ اس جگہ یہ امر بھی یاد رہے کہ کسی مامور و مجدّد کا الہام صرف اسی صورت میں قابل قبول ہو سکتا ہے جب قرآن و حدیث سے اس کی مطابقت ثابت کی جائے۔ چنانچہ حضرت اقدس کو جب خدا نے صریحاً وفاتِ مسیح اور مثیل مسیح کی خبر دی تو آپ نے ان الہامات کو قرآن و حدیث پر عرض کیا اور جب ان کی تصدیق قرآن و حدیث سے ہو گئی تب آپ نے ان کا اعلان فرمایا۔ "براہینِ احمدیہ" میں اگرچہ ملہم من اللہ اور مجدّد صدی ہونے کے دعاوی موجود ہیں مگر اس [illegible] اس وقت تک آپ پر یہ امر بالصراحت کھولا نہ گیا تھا۔ اس سے جہاں یہ امر ثابت ہے کہ ماموریں، خدا کے دیئے ہوئے علم کے بغیر اپنی طرف سے کوئی دعوےٰ یا مروّجہ عقیدہ کے برخلاف کوئی نیا عقیدہ پیش نہیں کیا کرتے، وہاں یہ امر بھی حتمی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ **ان کا نفس چونکہ مر گیا ہوتا ہے اس لئے کسی مصلحت کے ماتحت وہ کوئی بات نہیں کیا کرتے بلکہ اپنے قطعی الہام کو بھی قرآن و سنت پر پیش کر کے** اسے ان کے مطابق پانے کے بعد کوئی اعلان کرتے ہیں۔ اسی حقیقت کو حضرت اقدسؑ اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں! ؎

زعم میں ان کے مسیحائی کا دعوےٰ میرا
افتراء ہے جسے از خود ہے بنایا ہم نے

یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کسی مصلحت کے ماتحت ہم نے مسیح ہونے کا دعوےٰ کر دیا ہے حالانکہ ایسا کرنا تو خدا پر افتراء کرنا ہے۔

پس یہ امر تو قطعی صحیح و راست ہے کہ ماموران خدا وہی کچھ کہتے ہیں جس کے کہنے کا حکم خُدا کی طرف سے انہیں دیا جاتا ہے۔ اور وہی کچھ منواتے ہیں جس کے منوانے کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے انہیں ارشاد... ہوتا ہے۔

اس کی ایک اور مثال بھی اس جگہ وضاحت کے لئے درج [illegible] ہے۔ حضرت مولانا نورالدین نے پہلی ملاقات پر آپ سے عرض کیا کہ حضور میری بیعت لیں۔ مگر اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے خدا کی طرف سے کوئی ایسا حکم نہیں ہوا۔ تو حضرت مولانا صاحب نے عرض کیا کہ جب حکم ہو تو بیعت کنندگان میں پہلا میرا نام رکھیں۔ جائے غور ہے کہ اگر کوئی مفتری ہوتا تو وہ تو ایسے بیعت کنندگان کو لبیک کہتا۔

ان واقعاتِ حقہ سے کس قدر بالبداہت یہ امر ثابت ہے کہ **ماموریں خدا کوئی نیا اقدام بجز ارشادِ خداوندی نہیں اُٹھاتے، کیونکہ ان کا اپنا نفس فنا ہو چکا ہوتا ہے** البتہ وہ حکمِ خداوندی کے بجا لانے میں کسی قسم کی کوتاہی یا خوف [illegible] نہیں کیا کرتے۔

یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعویٰ مسیحیت مکلم من اللہ ہونے سے کوئی نیا دعوےٰ نہیں۔ جیسے کہ آپؑ خود "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں فرماتے ہیں:۔

"اور یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ ملہم من اللہ ہونے اور مجدّد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں ہے، صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالےٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح ہو اور خواہ مثیل موسیٰ یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں"۔ خاتم الانبیاء کے بعد سلسلہ نبوت تو ختم ہو چکا ہے، البتہ آنجناب صلعم کے حقیقی خلفاء آپ کی سچی نمائندگی کرنے والے اصحاب آپ کے کامل متبعین میں سے خدا مبعوث فرمایا کرتا ہے اسی لئے قرآن کریم نے ایمان و عمل صالحہ والوں کے لئے خلافتِ رسولؐ کا وعدہ دیا ہے۔ یہ اصحاب اپنے استدلال **یا تقاضائے مصلحت کے باعث نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی جانب سے اس کے الہام کامل** کی بناء پر خلافت رسولؐ کے مدعی بن کر کھڑے ہوا کرتے ہیں۔ جن کے بارہ میں حدیث مجدّد بھی وضاحت کر رہی ہے کہ ان کی بعثت منجانب اللہ ہوا کرتی ہے اور جس کی بابت قرآن کریم نے بھی مومنوں کی تمثیل مریم سے دے کر پھر ان میں اپنی جانب سے نفخ رُوح یعنی مسیحائے وقت بننے کا وعدہ فرمایا کہ کامل مُومن پہلے مثیل مریم ہوتے ہیں، پھر ان میں عیسےٰ کی مثل رُوح خداوندی نفخ کی جاتی ہے۔

الفاظ قرآنی قابل غور ہیں ونفخنا فیہ من روحنا یعنی ان مردوں میں (جس پر مذکر لفظ فیہ دلالت کر رہا ہے) ہم نفخ روح (مثل نفخ روح مریم) کرتے [illegible]

رسولؐ کا سلسلہ اس اُمّت میں جاری کیا گیا ہے یہ خلفاء حقیقی محض رسول کریمؐ کی مسند یا گدی پر بیٹھنے والے ہی نہیں ہوا کرتے بلکہ انہیں خدائی نفخ رُوح کا درجہ مثل انبیاء عطا کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ اصحاب نبی و رسول نہیں ہوا کرتے مگر خدا سے ہمکلامی پانے اور کامل تعلق باللہ رکھنے میں اپنے متبوع رسولؐ کے آثار و اظلال ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہی کی نسبت حدیث میں بھی آیا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ نبیوں کا سلسلہ تو بند ہے مگر میری امت کے حقیقی علماء انبیائے بنی اسرائیل سے مشابہت رکھیں گے۔ اسی طرح دوسری حدیث میں ہے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء.... ایسے لوگ میری امت میں ہوتے

دیں گے جن سے اللہ تعالےٰ ہم کلام ہوگا باوجودیکہ وہ نبی نہیں

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ **چودھویں صدی کے مجدد کو مثیل مسیح کا لقب کیوں دیا گیا؟** کیا یہ اصحاب القاب وخطابات کے خواہاں ہوا کرتے ہیں؟ اگر ان کے نفسانی جذبات پر فی الواقع ایک موت واقع ہو جایا کرتی ہے تو پھر لازم ہے کہ ان اصحاب کو جو خطابات دیئے جاتے ہیں ان کی تہ میں کوئی معرفت و حکمت پائی جاتی ہو۔ اس لحاظ سے ہم پر یہ فرض واجب آتا ہے کہ چودھویں صدی کے مجدد کو جو لقب مثیل مسیح کا خدا نے عطا کیا ہے ہم اس کی اصل حقیقت پر روشنی ڈالیں۔ آپ نے خود بھی اس حقیقت کو مجملاً اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے ؎

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

آؤ ہم زمانہ کے واقعات کی روشنی میں اس امر کا تجزیہ کریں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح زمان کہلانے کے کہاں تک مستحق ہیں؟ آخر وہ کونسے امور ہیں، جن کی رو سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ دیگر مجددین کی نسبت چودھویں صدی کے مجدد پر یہ لقب مثیل مسیح کیسے اور کیوں زیادہ مناسبت سے منطبق ہوتا ہے؟ جیسے کہ خود حضرت اقدسؑ نے اپنے شعر میں اس حقیقت کو بیان فرما دیا۔ مسیح زمان کا لقب آپ کو اسی وجہ سے عطا کیا گیا ہے کہ **آپؑ اس زمانہ کے حقیقی روحانی معالج بن کر آئے ہیں** اس وقت دنیا میں عالمگیر پیمانہ پر تین امراض پھیل رہی ہیں۔ دو امراض کا تعلق تو مسیحی اقوام سے ہے، یعنی ایک مرض ان کے دینی عقائد و تعلیم سے متعلق ہے اور دوسری مرض ان کے دنیاوی اقدامات سے ہے اسی لئے حضرت اقدسؑ نے اس حقیقت کو اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

چو مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نامِ من بنہادہ اند

مسیحی اقوام میں جو ضلالتیں اس وقت پھیل رہی ہیں، ان کو دُور کرنے کے لئے مجھے نورِ عرفان عطا کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ خدائی مصلحت کے باعث میرا نام ابن مریم رکھا گیا۔ کلیسائی عقائد یعنی حضرت مسیحؑ کو خدا یا اس کا بیٹا منوانا، اور اس کا دوسروں کے گناہوں کے بدلے سولی پر چڑھنے کا عقیدہ یعنی کفارہ یہ دو عقائد مسیحیت کے ایسے خطرناک اور دین کی جڑوں کو اکھاڑ دینے والے ہیں جن کی بابت قرآن کریم کو بھی کہنا پڑا تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ان دعوا للرحمن ولدا۔ زمین و آسمان اور پہاڑ گر پڑیں کہ انہوں نے ایک عاجز انسان کو خدا بنا دیا۔ پس ان کا کفارے کا عقیدہ انسانی گراوٹ کا انتہائی ذلیل ترین عقیدہ ہے، جب کسی کے خون یا صلیبی عقیدے پر ایمان لانے سے انسان کی نجات ہو گئی تو پھر **اعمال صالحہ کی کونسی ترغیب باقی رہ گئی؟** ان دو عقائد کے بطلان کے لئے مجدد صد چہار دہم مبعوث کئے گئے ہیں عیسےٰ کی خدائی کا عقیدہ تو اس طرح ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام بھی ابن مریم کے رتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ ؏

ہو ترگمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

پھر فرماتے ہیں:۔

لاکھ ہوں انبیا مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے
باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اب جائے غور ہے کہ ان تمام اشعار میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیٔ عظمت و شان کا ذکر فرما کر اس کے غلام کو ابنِ مریم سے مشابہت دے دی گئی ہے۔ افسوس مسلمانوں میں غور کرنے والے کیوں مفقود ہو گئے۔ حضرت اقدس تو ابن مریم سے اپنی مشابہت کو رسول خدا صلعم کی عظمت کا نشان بتلاتے ہیں، اس پر اگر کوئی اعتراض کر سکتا تھا تو وہ عیسائی لوگ تھے۔ مگر وائے قسمت! خود مسلمان معترض ہیں **کہ ابنِ مریم سے احمد کے غلام کو کیوں بڑھا دیا؟** دانشمندو یہ تو عیسائیت کا عقیدہ ابنیت مسیح پر ایک موت وارد کی گئی ہے اور یہ تو جناب خاتم الانبیاء کی عظیم عظمت کا اظہار ہے کہ جس ابن مریم کو تم خدا بناتے پھرتے ہو، اس سے بڑھ کر تو ہمارے رسول صلعم کا غلام ہے، **پھر وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے اور کیونکر ہوا؟** پس جس بات میں عیسائیت پر حتمی موت اور اسلام کی دائمی زندگی دلیل ثابت ہوتی ہے۔ اس سے ناراض ہوتے ہیں تو خود مسلمان! کیا یہ امر از حد جائے تعجب نہیں!! اسی لئے حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میت را
مسیح ناصریؑ را تاقیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفونِ یثرب را ندادند ایں فضیلت را

مسیح ناصری کو آسمانوں پر زندہ ماننے سے تو عیسائیوں کو نبی کریم صلعم پر عیسٰی کی فوقیت کا ثبوت ملتا ہے جس سے ان کے حوصلے بڑھ کر وہ مسلمانوں کو عیسائی بنا رہے ہیں۔ کاش تمہیں اس فضیلت کا علم ہوتا کہ عیسیٰ آسمان پر تاقیامت عین حیات ہیں۔ مگر ہمارے رسول مقبول صلعم مدینہ میں مدفون ہیں۔ تو تم کبھی ان عقائد کو گوارا نہ کرتے۔

احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کا ابن مریم سے بڑھ جانا اور مسیح ناصری کا دیگر انبیاء کی مانند فوت ہو جانا تو ایسے کاری ہتھیار ہیں جن سے عیسائیت کی موت یقینی اور اسلام کی زندگی قطعی ثابت ہوتی ہے تو پھر تم اور کیا چاہتے ہو؟ کیا اس کے برعکس تم عیسائیت کی فتح اور اسلام کی شکست کے طالب ہو؟ ؎

چوں کافر از ستم پرستند مسیح را
غیوری خدا پرسش کرد ہمسرم

وقت کی عالمگیر مرض سطحیت اور انسانی رُوح کے تقاضوں سے عدم معرفت ہے

عیسائی اقوام کی دوسری مرض سطحیت ہے جس کا باعث حقیقت و اصلیت سے عدم آگاہی ہے۔ روحانی و اخلاقی اقدار سے بے پروائی مگر جسمانی و مادی اقدار پر فریفتگی کے عالم کا سارا باعث انسانی روح و اقدار سے بے خبری اور بے اعتنائی ہے در اصل جمیع اقوام عالم جس مہلک مرض میں اس وقت گرفتار ہو چکی ہوئی ہیں وہ انسانی روح کے صحیح تقاضوں سے بے خبری اور دُوری اور اس کی بجائے ظاہری نمود و نمائش، جعلسازی و ملمع کاری، ظاہریت پر فریفتگی کی ادنے اقدار ہیں جن میں مبتلا ہونے کے باعث، اور اصلیت و حقیقت کے مفقود ہونے کے باعث انسانی رُوح چیخ و پکار کر رہی ہے، **ہر فرد اور قوم ہوس اقتدار و زر کا شکار ہو کر اپنے معصروں سے اس بارہ میں بازی لے جانا چاہتی ہے۔** حالانکہ اگر ذرہ بھر معرفت سے کام لیا جاتا تو ہر انسان پر یہ نظریہ عیاں ہے کہ ہوسِ اقتدار و زر کا لازمی نتیجہ نا انصافی، ظلم، استحصال اور ہر طرح کے جور و جفا ظہور میں آتے ہیں۔ جن کا بالآخر نتیجہ لازماً فتنہ و فساد، جنگ و جدال، بے امنی و عناد کی صورت میں نکلنا ضروری ہے۔ ایسے مہلک و مفسد دجالی نظریہ کا قلع قمع اگر ہو سکنا ممکن ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ان صفات کی ضد اوصاف سے ہی ہو سکتا ہے اور انہی صفات کا نام حقیقت و معرفت اور مسیحیت ہے۔ انسانی زندگی کی حقیقت و معرفت کو تسلیم کر کے جب تک ان کے مطابق صفات حسنہ کا نشو و نما نہ کیا جائے گا تب تک کوئی مداوا کارگر نہ ہو سکے گا، اسی حقیقت کو کیسے پیارے اور سادہ شعر میں حضرتؑ نے ادا فرمایا ہے۔ ؏

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

- - - - - - - - - - - - - - - -

سطحیت، لفظ پرستی، ظاہر پرستی کی امراض سے دنیا کی نجات ـ

عیسائیت پر موت اور اسلام کی دوبارہ زندگی سے علاوہ اس وقت دینی و دنیاوی عالموں میں جو امراض سرایت کر چکی ہیں، در حقیقت مجدّد صد چہار دہم کے لقب مسیح زمان کے لقب میں ان کا علاج بتلایا گیا ہے ـ مثلاً عیسائی اقوام کی دنیاوی زندگی کی چمک دمک جو ہر آنکھ کو خیرہ کر رہی ہے اور ہر قلب کو اپنی جانب کشش کر رہی ہے ـ ان کی زندگی کی یہی سطحی نگاہ ہے، جس پر تمام دنیا فریفتہ ہو چکی ہے ـ زندگی کا غلط نظریہ اس بات پر قائم ہو چکا ہے کہ زندگی کی اصل راحت اور خوشحالی مادیت کی بڑھ چڑھ کر ترقی میں مضمر ہے ـ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر فرد اور ہر قوم مادیت کے سامانوں پر قبضہ کی ہوس و اقتدار میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار اور ایک دوسرے کو فنا کرنے کے درپے ہو چکی ہیں مادی نظریہ انسانی زندگی کی ترقی و خوشحالی کو امن و چین سے ہمکنار کرنے کے لئے اختیار کیا گیا تھا ـ لیکن تجربہ نے یہ امر ثابت کر دیا کہ یہ طریق کار تو باہم تنازعہ و پیکار اور دنیا کو جہنم کا کارزار بنانے کا بدترین راستہ ہے ـ ایسا کیوں ہوا؟ انسان کے سطحی علم اور روح کے تقاضوں سے بے خبری اور دوری کے باعث ـ اب اس کا علاج کیا ہے؟ یہی کہ انسانی قلب و روح کی گہرائیوں کے صحیح تقاضوں کا علم حاصل کیا جائے

مسلمان قوم کی دینی ظاہر پرستی و لفظ پرستی

سطحیت و ظاہر پرستی کی یہ وبا جو ہم سب کے سامنے اپنی تمام علامات سے ظاہر ہے صرف دنیاوی میدان تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ قوم جو حقیقتاً موحد و معرفت پرست بنائی گئی تھی وہ خود بھی سب سے بڑھ کر اسی مرض کا شکار بن چکی ہے بلکہ دین اور دنیا دونوں رنگوں میں وہ دوسری اقوام سے ظاہر پرستی میں سبقت لے جا چکی ہے ـ دین کی صحیح روح اگر خدا تعالےٰ کے قوانین و احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے تو دوسری طرف اس کا مطلب مخلوق خدا کی سچی خیر خواہی سے لبریز ہونا ہے ـ عام طور پر ان دو باطنی جذباتِ عالیہ کا تو ہر جانب فقدان ہے مگر ان کی ظاہر علامات و ارکان دین پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے ـ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ہماری اپنی قوم کی عملی حالت بھی عیسائی عقیدہ کفارہ سے مشابہ ہے ـ ایک مسلمان چاہے کتنا ظالم، سرکش، باغی و مفسد، بدکار و بد کردار ہو مگر ہمارے عقیدہ کے مطابق اگر وہ ظاہر ارکان دین بجا لاتا ہے تو اس کی تمام سیاہ کاریاں دُھل کر اس کے ظاہرا اعمال و ارکان اس کی نجات کے ضامن ہو جاتے ہیں ـ ظاہر پرستی کا کوئی شعبہ نہیں جس میں مسلمان قوم نے تمام دوسری اقوام سے بڑھ کر سبقت حاصل نہ کی ہو ـ لفظ پرستی، قبر پرستی، پیر اور گدی پرستی، سطحیت اور ظاہر پرستی کی تمام صورتیں ہمارے اندر نمایاں طور پر جلوہ گر ہو رہی ہیں ـ دراصل ہم اپنے خودی کے تمام جذبات کی پرورش کر رہے ہیں مگر ان کو نام عبادت اور خدمت کا دیتے ہیں ـ قوم کی جب حالت نمود و ریا اور نمائش و دکھلاوے میں اس حد تک جا پہنچی تو کیا یہ ثابت نہیں کہ اس کا صحیح علاج تو خودی کے جذبات کو کچلنے اور ان پر فنا وارد کرنے، نیز حقیقی و باطنی روح خدمت و ہمدردی کی پیدا کرنے میں ہی مضمر ہے ـ پس

اگر ان ظواہر پرستیوں کی بجائے دلی نیک نیتی اور سچی خیر خواہی کی روح پیدا کرنا قوم کی نمایاں امراض کا علاج ہے تو پھر اس کا نام مسیحیت کے لفظ سے بہتر اور کونسے لفظ سے ادا کر سکتے ہو ـ وقت کا تقاضا، دلوں کی اصل حالت، فساد و فتنہ کی جڑیں یہی کچھ ہیں تو بھلا بتلایئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ایسے وقتوں میں قوم کے علاج کے لئے ایک مسیحائے اُمت کی ضرورت ہے تو پھر اس سے بہتر اور کونسا لفظ اس کے لئے موزوں ہو سکتا ہے؟ **اگر دجالیت اور مسیحیت ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اگر ہمارے اپنے اندر دجالیت کی رگیں آگھسی ہیں تو پھر بتلایئے کہ ہمیں کسی مسیحا کی ہی ضرورت ہوگی یا کسی اور کی؟ ہم مسیحیت کی صداقت کو اپنے اندر کی دماغی چالوں سے کیوں نہیں آزماتے قبل اس کے کہ ہم بیرونی دجال** کو قتل کرنے مقدم تو یہ ہے کہ ہم اپنے اندر کے دجال کو ختم کریں۔

مجدد صد چہاردہم واقعی اپنی تعلیم و انفاس طیبہ کے لحاظ سے مسلمان قوم کے لئے ایک مسیحا کا درجہ و منصب رکھتے ہیں ـ یہ ایک مبرہن حقیقت ہے اگر کوئی اسے قبول نہ کرے تو بھی حقیقت پر اس سے کیا فرق پڑتا ہے ـ ایک عام مثال سے یہ امر ثابت ہے ـ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ احمدیت کا نمونہ دکھلاؤ یعنی نیکی کی اصل رُوح پہلے قائم کرو تو اس کے بعد تمہیں محمدیت کی شان عطا کی جائے گی ـ لیکن قوم نے اس کے برعکس مطالبہ کیا ـ مصلحتِ ربّی نے اس برصغیر کے مسلمانوں کو حکومت، دولت، شان و شوکت و تمکنت عطا کر دی، اب بتلایا جائے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ آج سے رُبع صدی پہلے پاکستان بننے سے قبل کے ایک عام مسلمان کے کردار و سیرت کا مقابلہ اس وقت کے ایک عام مسلمان کے کردار و سیرت سے کر کے دیکھ لیا جائے ـ اس وقت تک تو بلا استثنائے ہر شخص یہی پکار لگا رہا ہے کہ قوم میں احمدیت کی شان موجود نہ ہونے کے باعث حکومت و دولت نے ساری قوم کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا ہے ـ بس یہی وہ حقیقت اور رُوح تھی جسے تلقین کرنے کے لئے اور قوم میں پیدا کرنے کے لئے حضرت مجدد صد چہاردہم نے ندا بلند کی تھی

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کنند وقت خوشترم

ہمارا مسیح موعودؑ کے منصب کو صرف عیسائی اقوام کی اصلاح سے وابستہ کر دینا اور اس عالی مقام کو اپنی مسلمان قوم سے کوئی نسبت نہ دینا ایک بڑی بھاری غلط فہمی ہے ـ مسیح موعودؑ کے دعوے کا اصل و اولین مقصد اپنی مسلمان قوم میں سچی ایمانداری و تقوےٰ اور اخلاص کی رُوح کا پیدا کرنا تھا ـ جس سے اپنی قوم کی جب باطنی اصلاح ہو گئی ہوتی تو پھر اس کے نتیجہ میں تعلیم اسلام اور علوم قرآن کی ترویج کی تحریکیں بھی عظیم سُرعت و عظمت سے پھیل گئی ہوتیں ـ

مسیحائے اُمت کا پہلا و اولین پیغام اُمت مسلمہ کو ہے کہ تم بحیثیت قوم اگر ایک صالح و دیندار قوم بن جاؤ گے تو دنیا کی دوسری اقوام تمہارے آگے سرنگوں ہو جائیں گی ـ مگر ہم نے بجائے مسیح وقت کی تقلید میں دوسروں کو رہبری دینے کے ہم خود غیر اقوام و نظریات کے تابع ہو گئے ـ (ا ـ ب)

محترم حافظ شیر محمد صاحب مبلّغ اسلام برائے فجی (جنوبی امریکہ) کی کراچی میں آمد اور روانگی

محترم حافظ شیر محمد صاحب مبلغ اسلام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۲ ۱/۲ بجے ۱۳ تیز گام کے ذریعہ سے کراچی تشریف لائے ـ اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا گیا ـ اسی شام مسجد احمدیہ میں آپ کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا ـ خاکسار، محترم میاں رحیم بخش صاحب محترم شیخ عبدالحق صاحب نے محترم حافظ صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا ـ اور اس سعادت عظمیٰ پر آپ کو مبارکباد دی ـ آپ نے جماعت کراچی کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کیا اور دُعا کی درخواست کی۔

کراچی کے قیام کے دوران محترم حافظ صاحب کے متعلقہ امور کی سرانجام دہی میں امداد دی گئی ۱۸ ۶/۷۳ علی الصبح ۵ ـ ۵۰ پر بذریعہ پی آئی اے آپ سنگاپور روانہ ہو گئے ـ وہاں سے پی ۔ او ۔ اے ۔ سی کے جہاز سے سڈنی ـ اور آگے اسی کمپنی کے جہاز سے اتوار ۱۷ ۶/۷۳ رات کو آپ فجی پہنچیں گے ـ محترم حافظ صاحب نے مجھے کہا ہے کہ میں تمام احمدی احباب کی خدمت میں السلام علیکم اور دُعا کی درخواست پیش کر دوں ... آپ نے کراچی کے عصرانہ میں ایک نہایت عمدہ بات کہی ـ کہ اب کیا کہوں ـ جا رہا ہوں ـ اگر کچھ کر سکا تو آکر عرض کروں گا ـ

آپ کو کراچی سے نہایت محبت بھری دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا گیا ـ

مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام ـ کراچی

مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

اُمّت میں آنیوالے مسیح اور مہدی کی عظمتِ شان اور مجدّدین میں اس کا بلند ترین مقام

سیدنا حضرت مرزا صاحب کا دعوے

اُمّت میں ایک ایسے مجدّد کے ظہور کی پیشگوئی ابتداء اسلام سے ہی چلی آ رہی ہے جس کو مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ سیدنا حضرت مرزا صاحب کا دعوے تھا کہ آپ وہی مجدّد ہیں جس کو احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مسیح اور مہدی کے نام سے پکارا گیا ہے۔ جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے خاکسار کو سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی اس حیثیت پر کچھ لکھنے کے لئے فرمایا ہے۔

اس مقالہ پر کس پہلو سے بحث کی جائے گی

حضور کی اس حیثیت پر مختلف پہلوؤں پر بحث کی جا سکتی ہے اور حضورؑ کے اس دعوے پر مختلف طرق سے روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ لیکن اس مقالہ میں میں صرف ان احادیث کو پیش کروں گا جو مجددین میں حضورؑ کے بلند ترین مقام پر روشنی ڈال رہی ہیں اور جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؑ اُمّت کے دیگر مجدّدین کے مقابلہ میں کس عظمتِ شان کے مالک تھے نیز یہ بھی اس مقالہ میں واضح ہو جائے گا کہ احادیث نبویہ میں ایسے مدعی کے ساتھ ہو کر خدمت دین کے فریضہ کو ادا کرنے کی کس قدر تاکید کی گئی ہے۔

مجدّدین میں شمولیت } سب سے پہلے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ امت میں آنے والے مسیح اور مہدی کو حضرت نبی کریم صلعم نے مجدّدین کی جماعت کا ہی ایک فرد قرار دیتے ہوئے اسے زمرۂ اولیاء میں ہی داخل فرمایا ہے نہ کہ زمرۂ انبیاء میں جیسا کہ جماعت ربوہ کا خیال ہے ذیل کے اقوال و آثار اسی کی تائید کر رہے ہیں۔

قول اول } حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۵۹ پر متصوفہ میں سے اکثر کا یہی قول نقل کیا ہے کہ مہدی مجدّد ہوگا

دوسرا قول } پھر صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے کہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مہدی کا ظہور بھی صدی کے سر پر ہوگا۔ اس بارے میں اخبار کثیر وارد ہیں اور یہ بات بھی اس کی مؤید ہے کہ مہدی مجدّد دین ہے اور مجدّدین کے متعلق ہی سنت اللہ ہے کہ ہر مجدّد صدی کے سر پر ہی آتا ہے۔

تیسرا قول } چنانچہ اس کے ساتھ ہی صفحہ ۲۹۵ پر امید دلائی گئی ہے کہ شاید مہدی کا ظہور چودھویں صدی کے سر پر ہو۔

چوتھا قول } پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے مہدی چونکہ مجدّد دین ہے اور مجدّدین ...... کے متعلق حدیث صحیح میں یہی وارد ہے کہ ان اللہ یبعث علیٰ رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا۔

پانچواں قول } یعقوب کندی نے مہدی منتظر کے احوال میں لکھا ہے ان ھذا الولی (دیکھو کس صراحت سے مہدی کو ولی کے لفظ سے پکارا ہے بالفاظ دیگر اس بزرگ نے بھی مہدی کو زمرۂ اولیاء کا ہی فرد قرار دیا ہے) یصلی بالناس صلوٰۃ الظھر و یجدد الاسلام و یظھر العدل و یتقوی المسلمون و یعلو الاسلام و یظھر دین الحنفیۃ۔

چھٹا قول } پھر صفحہ ۲۵۵ و صفحہ ۳۵۹ و صفحہ ۳۸۳ پر مزید وضاحت کر دی ہے کہ امت میں آنے والا مہدی خاتم الاولیا ہوگا، ولایت محمدیہ اس پر ختم ہوگی حضرت نبی کریم صلعم کی ختم نبوت کو لبنۃ ذھب سے اور مہدی کی ختم ولایت کو لبنۃ فضۃ سے تشبیہہ دے کر اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ اُمت میں آنے والا مہدی زمرۂ اولیا کا ہی فرد ہوگا نہ کہ زمرۂ انبیاء کا۔

سیدنا حضرت مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) کا اپنا قول } اب اس بارے میں خود سیدنا حضرت مرزا صاحب کا اپنا قول بھی سُن لیجئے حضورؑ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں جو ۱۹۰۷ء میں تصنیف ہوئی اپنی صداقت کے دلائل پیش کرتے ہوئے حدیث مجدّد کو ہی بطور دلیل اوّل کے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قال رسول اللہ صلعم ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا اور اب اس صدی کا چوبیسواں سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلعم کے فرمودہ میں تخلف ہو .... اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس اُمّت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ زمانہ آخری زمانہ ہے یا نہیں۔ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں اس امر پر اتفاق رکھتی ہیں کہ آخری زمانہ ہے اگر چاہو تو پوچھ لو مری پڑ رہی ہے زلزلے آ رہے ہیں ہر ایک قسم کی خارق عادت تباہیاں شروع ہیں پھر کیا یہ آخری زمانہ نہیں اور صلحاء اسلام نے بھی اس زمانہ کو آخری زمانہ قرار دیا ہے اور چودھویں صدی میں سے بھی ۲۳ برس گذر گئے ہیں۔ پس یہ قوی دلیل اس بات پر ہے کہ یہی وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعوے کیا (مراد یہ کہ پہلا مدعی میں ہی ہوں۔ ناقل) اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعوے پر ۲۵ برس ہو گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں اور میں ہی وہ ایک ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں کے ساتھ ملزم کیا پس جب تک میرے اس دعوے کے مقابل انہی صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعوے ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدّد ہے وہ میں ہی ہوں"۔

یہ مطالبہ حضورؑ نے علماء سے متعدد مرتبہ کیا مگر علماء کسی مدعی کو پیش نہ کر سکے اور نہ کوئی معقول جواب دے سکے اور نہ اس وقت دے سکتے ہیں لیکن افسوس باوجود جواب سے عاجز آنے کے اور باوجود کسی مدعی کو پیش نہ کر سکنے کے سچے مدعی کو قبول کرنے سے انکاری ہیں جس کی سچائی پر زمانہ بطور شاہد ناطق کے شہادت دے رہا ہے

سالہائے طاق میں ظہور کا پہلا طاق سال } ابو عبداللہ جعفر صادق سے ابو نصر روایت کرتے ہیں کہ مہدی طاق سالوں میں نمایاں ہوں گے صفحہ ۳۹۵ اب یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضورؑ کے نمایاں ہونے کے جتنے واقعات ہیں وہ سب طاق سالوں میں ہی وقوع میں آئے ہیں حضور کی پیدائش بھی ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو ہوئی سال اور تاریخ دونوں ہی طاق ہیں اس کے بعد حضورؑ کے عہدہ جلیلہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے اہم واقعات طاق سالوں میں ہی رونما ہوئے چنانچہ سب سے پہلا اہم واقعہ جو عوام سے روحانی رشتہ پیدا کرنے کا موجب ہوا وہ واقعہ بیعت ہے سو خدا تعالےٰ کی طرف سے لوگوں سے بیعت لینے کی اجازت ملنے پر حضورؑ نے لوگوں کو اس سے آگاہ کرنے کے لئے ۱۸۸۹ء میں اشتہار دیا اور مارچ ۱۸۸۹ء کو بیعت لینے کا آغاز ہوا اور جیسا کہ ظاہر ہے یہ طاق سال ہی ہے۔

دوسرا طاق سال } ۱۸۹۱ء میں حضور نے اپنے الہام "مسیح ابن مریم

رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولاً" کی بناء پر مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا اور یہ اعلان بھی بڑی اہمیت کا حامل اعلان تھا اور یہ بھی طاق سال میں ہی ہوا۔

مخالفین پر اتمام حجت طاق سالوں میں تیسرا اور چوتھا طاق سال۔

سیدنا حضرت مرزا صاحبؒ پر بحیثیت مسیح اور مہدی ہونے کے یہ فرض تھا کہ علماء اسلام و مخالفین اسلام پر اپنے دعوے اور اسلام کی صداقت کے متعلق حجت پوری کر دیں چنانچہ ۱۸۹۱ء میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ لدھیانہ میں اور مولوی بشیر احمد صاحب بھوپالوی کے ساتھ دہلی میں مناظرہ کر کے حضور نے اپنے دعوے کی صداقت کے متعلق مسلمانوں پر بھی حجت پوری کر دی اور ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں مناظرہ کے ذریعہ اسلام کی صداقت کے متعلق عیسائیوں پر بھی حجت پوری کر دی اور یہ دونوں سال طاق سال ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی طاق سال ہیں جن میں ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں جو حضورؑ کی پوزیشن کو نمایاں کرنے کا موجب بنتے رہے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے سر دست ان کے ذکر کو چھوڑا جاتا ہے صرف انہی چار سالوں کے ذکر پر اکتفا اس لئے کیا جاتا ہے کہ ان کا حضور کے دعاوی اور فرائض سے براہ راست تعلق ہے۔

واقعات اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ جس بزرگ نے اس حقیقت کا بطور پیشگوئی انکشاف کیا ہے اس نے ضرور سرچشمہ نبوت سے ہی اسے حاصل کیا تھا۔

اُمت میں آنے والے مسیح اور مہدی کی امتیازی خصوصیات پہلی خصوصیت

دیگر مجددین کے مقابلہ میں اس مجدد کی جو بطور مسیح اور مہدی مبعوث کیا گیا احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس قدر امتیازی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن کو اس مختصر مقالہ میں حیز تحریر میں لانا مشکل ہے ذیل میں صرف چند ایک خصوصیات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی امتیازی خصوصیت اُمت میں آنے والے مسیح اور مہدی کی پہلی امتیازی خصوصیت تو یہ ہے کہ آپ کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوگی جو روحانی طور پر انتہائی تاریکی کا شکار ہوگا اور یہ مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب ہونے والا مجددِ اعظم اس تاریکی کو روشنی میں بدل دے گا اس کے متعلق ذیل کی حدیث پر غور فرمائیں جو ص۴۱۲ پر درج ہے دجّال کے فتنہ کے پھیلنے کے بعد مسلمان اس قدر تاریکی کی گرفت میں آجائیں گے کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو شناخت نہیں کر سکے گا۔ تاریکی کی اس شدت کے زمانہ میں عیسیٰ کا نزول ہوگا اور وہ مسلمانوں کی آنکھوں سے تاریکی کو دور کر دے گا۔ قرآن کریم کی شان یہی بیان کی گئی ہے کہ وہ ظلمات سے نور کی طرف لاتا ہے اس کے معنی صاف ہیں کہ اُمت میں آنے والا مسیح بھی قرآن کے ذریعہ ہی اس ظلمت کو نور میں تبدیل کر دے گا چنانچہ سیدنا حضرت مرزا صاحب (المسیح الموعود) نے قرآن کی روشنی ہی سے دلوں کو منور کیا اور دجال کے حربہ کو ایسا کند کیا کہ اس سے جو وہ تاریکی پھیلانے کا کام لے رہا تھا وہ بالکل بند ہو گیا چنانچہ ص۳۸۲ پر اس کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

"اس کی آمد سے قبل دنیا جور و ظلم سے پُر ہوگی یعنی چاروں طرف بے راہ روی کا زور ہوگا نیکی کی راہوں سے انحراف اور بدیوں کی راہوں کی طرف لوگوں کا دلی میلان ہوگا فھو ولیتھم الیوم کے ماتحت شیطان ان پر پوری طرح مسلط ہوگا اور ان کے اعمال کو وہی کنٹرول کر رہا ہوگا پس اُمت کا مسیح نزول فرما کر زمین کو قسط و عدل سے بھر دے گا عدل سے کیا مراد ہے اسکی تشریح بعد میں وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے۔

آنے والے مسیح کی شان یہ ہوگی کہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کے آثار کی کامل پیروی کرنے والا ہوگا اور اس میں خطا نہیں کرے گا۔ گویا وہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین کے ماتحت مسلمانوں کے لئے اس زمانہ میں حقیقی رہبر ہوگا حضرت نبی کریم صلعم سے مسلمانوں کا رشتہ مضبوط تر کرانے کا موجب اور ذریعہ ہوگا اس کی مزید شان یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ فرشتہ ہوگا جو اس کی تسدید کرتا رہے گا اللہ تعالےٰ اس کو ایک شب میں درست کر دے گا اس کے زمانہ میں ظلم اور اہل ظلم ہلاک ہوں گے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے تھلک الملل کلھا فی زمنہ الا الاسلام دین اسکے زمانہ میں قائم ہو جائے گا اور اس کے ذریعہ اسلام میں روح پھونک اُٹھے گی اور ذلت کے بعد اسلام معزز ہو جائے گا اور موت کے بعد زندہ ہو جائے گا۔ یہی وہ عدل ہے جس سے امت میں آنے والا مسیح زمین کو بھر دے گا۔

اب حالات سے واقف کوئی منصف مزاج شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ کیا سیدنا حضرت مرزا صاحبؒ نے دعوئے مسیحیت کے بعد اسلام کے اندر ایسی ہی روح پھونکا نہیں دی تھی کیا پادریوں اور آریوں اور دیگر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا قلع قمع کر کے اسلام کے چہرہ سے غبار کو دور کر کے اس کو روشن نہیں کر دیا تھا، کیا جلسۂ اعظم مذاہب کے موقعہ پر تمام ادیان پر اسلام کی برتری ثابت کر کے حضورؑ نے دنیا پر ثابت نہیں کر دیا تھا کہ قرآن کریم ہی فی الحقیقت حقیقی ہادی اور حقیقی رہنما ہے اور اسی کے اندر نور ہے جو دلوں کی تاریکی کو روشنی سے بدل دیتا ہے اور شیطان سے تعلق منقطع کرا کر خدا سے تعلق پیدا کرا دیتا ہے۔

پھر اس حدیث میں وارد ہے کہ اس کے زمانہ میں ایک انسان شام کریگا اس حالت میں کہ وہ جہل بخل اور بزدلی کا شکار ہوگا لیکن اس سے تعلق پیدا کر کے اور اس کی صحبت سے فیضیاب ہو کر صبح اس حالت میں کرے گا کہ وہ اعلم الناس واکرم الناس واشجع الناس ہوگا کیا احمدیوں کی اس کے فیض سے مستفیض ہو کر یہی حالت نہیں ہوئی ان کے علم کا یہ حال تھا کہ کوئی مخالف اسلام اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا تھا پادریوں کو تو احمدیوں کا مقابلہ کرنے سے روک دیا گیا تھا سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ہر احمدی اشاعت اسلام کے لئے اپنا مال پانی کی طرح بہانے کے لئے تیار تھا۔ بہادری کا یہ عالم تھا کہ دیگر مذاہب کے بڑے سے بڑے عالم کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے تیار رہتا تھا۔ دین اسلام کے متعلق اس آنے والے مسیح کا علم اس قدر صحیح ہوگا کہ جو کچھ حقیقتاً دین میں ہے وہی ظاہر کرے گا۔ اگر آنحضرت صلعم زندہ ہوتے تو وہی ظاہر کرتے جو آنے والا مسیح ظاہر کریگا جلسۂ اعظم مذاہب کے موقعہ پر جو مضمون حضورؑ کا پڑھا گیا وہ اس حقیقت کا منہ بولتا اور زندہ ثبوت ہے۔

مسلمانوں کی اس وقت کی دینی حالت اس زمانہ میں مسلمانوں کی دینی حالت کا نقشہ دوسری احادیث میں بھی ایسا ہی پیش کیا گیا ہے، حضرت علی فرماتے ہیں کہ وہ اس وقت مبعوث ہوگا جب مسلمانوں کے دل مر چکے ہوں گے اسلام محض رسم اور ایمان محض نام رہ جائے گا قرآن پڑھیں گے مگر حلقوں کے نیچے نہیں اتریگا یہود اور نصاریٰ سے شدید مشابہت پیدا ہو چکی ہوگی۔ علماء بھی اصلاح کی قوت سے محروم ہوں گے قرآن کو چھوڑ کر مسلمان دیگر کتب کے مطالعہ میں مشغول ہوں گے۔ اسی طرح کی بہت سی علامات ہیں جو مسلمانوں کی دین سے بیزاری پر دلالت کر رہی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے سر دست ان کو ترک کیا جاتا ہے۔

اُمت میں آنے والے مسیح اور مہدی کی عظمتِ شان اب ذیل میں چند ایسی احادیث پیش کی جاتی ہیں جو اُمت میں آنے والے مسیح اور مہدی کی عظمت شان کو نمایاں کرتی ہیں حجج الکرامہ ص۴۳۱ پر درج ہے:—

"سبکی نے صراحت سے کہا ہے کہ اُمت میں آنے والا مسیح تمام دینی امور میں ہمارے نبی کریم صلعم کی شریعت یعنی قرآن اور سنت کے موافق فیصلے

دے گا وہ وحی الٰہی سے نوازا جائے دجّالی فتنہ کا سختی سے مقابلہ کر کے اس کا قلع قمع کرے گا۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ اُمت میں آنے والا علومِ دینی براہِ راست حضرت نبی کریم صلعم سے حاصل کرے گا اور انہی حاصل کردہ علوم سے اُمت کے افراد کے سینوں کو نور سے بھر دے گا۔ کیونکہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کا خلیفہ ہے ـــ علی قاری کہتے ہیں کہ وہ حضرت نبی کریم صلعم سے بالمشافہ علوم کو بذریعہ وحی و الہام حاصل کرے گا۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق وہ ان علوم کو حاصل کرنے میں اُمت کے کسی فرد کا محتاج نہیں ہوگا بلکہ براہِ راست حضرت نبی کریم صلعم سے ہی سب کچھ لے گا۔

اب اس حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے کہ یہی ایک ایسا مجدد اُمت میں ہوا ہے جس نے علماء زمانہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کئے بلکہ براہ راست حضرت نبی کریم صلعم سے ہی قرآن کا علم حاصل کیا جس پر حضورؑ کا الہام تبارک من علّم و تعلّم بھی دلالت کر رہا ہے اور ساتھ ہی حضورؑ کا شعر

دِگر اُستاد را نامے نہ دانم
کہ خواندم در دبستانِ محمد (صلعم)

بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

پھر اس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کوئی فیصلہ نہیں کرے گا مگر اس ملک مسدد کے القا کے ذریعہ جو خدا تعالےٰ اس کی تسدید کے لئے بھیجے گا۔ اگر حضرت نبی کریم صلعم زندہ ہوتے تو آنحضور صلعم بھی وہی فیصلہ کرتے کہ اس امر کو بار بار دوہرایا گیا ہے کہ وہ علماء زمانہ سے علم حاصل نہیں کرے گا بلکہ وہ قرآن سے بعد تدبّر اسی طرح علوم اخذ کرے گا جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے اخذ کرتے تھے۔

عظمت شان پر مزید اقوال } ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ اس کو دیکھ کر اُمت اس طرح اس کی پناہ میں آنے کے لئے دوڑے گی جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی طرف دوڑتی ہیں۔ صفحہ ۳۶۳ - ۳۶۴ پر ہے کہ اسلام اس کے زمانہ میں اسی طرح غالب ہو جائے گا جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں غالب ہوا تھا۔ پھر مروی ہے کہ وہ اُمت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اوّل میں میں خود ہوں اور آخر میں اُمت میں آنے والا مسیح ہے۔

ابن سیرین کے قول میں صراحت کی گئی ہے کہ اُسے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر بھی بعض وجوہ سے فضیلت ہوگی بلکہ بعض انبیاء پر بھی اسے جزوی فضیلت حاصل ہوگی۔

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب اسے پاؤ تو میرا سلام اسے پہنچاؤ یہاں تک فرمایا کہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر بھی اس کے پاس جانا پڑے تو جاؤ۔

پھر ص ۴۲۵ پر امام سیوطی کا قول نقل کیا ہے کہ اُمت میں آنے والا مسیح قرآن میں ہی غور کی نظر ڈالے گا اور اُمت کے لئے تمام احکام وہیں سے اخذ کرے گا بغیر احادیث کی طرف مراجعت کرنے کے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم قرآن سے مسائل سمجھتے تھے ویسا ہی وہ بھی سمجھے گا، احادیث کی طرف رُخ کرنے کی ضرورت اس کو پیش نہیں آئے گی کہ قرآن تمام احکامِ شریعت پر مشتمل ہے۔

سیّدنا حضرت مرزا صاحب (المسیح الموعودؑ) کا اس بارے میں اپنا قول۔

جلسہ اعظم مذاہب میں تمام مقررین پر یہ لازم قرار دیا گیا تھا کہ وہ اپنی اپنی الہامی کتب سے مقررہ سوالوں کا جواب دیں۔ اس کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اس جلسہ مبارک میں جس کی غرض یہ ہے کہ ہر ایک صاحب جو بُلائے گئے ہیں سوالات مشتہرہ کی پابندی سے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان فرمائیں۔ میں اسلام کی خوبیاں بیان کروں گا اور اس سے پہلے کہ میں اپنے مطلب کو شروع کروں اس قدر ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جو کچھ بیان کروں خدا تعالےٰ کے پاک کلام قرآن شریف سے بیان کروں کیونکہ میرے نزدیک یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو اور اس کتاب کو ربّانی کتاب سمجھتا ہو وہ ہر ایک بات میں اس کتاب کے حوالہ سے جواب دے اور اپنی وکالت کے اختیارات کو ایسا وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے سو چونکہ آج ہمیں قرآن شریف کی خوبیوں کو ثابت کرنا ہے اور اس کے کمالات کو دکھلانا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ہم کسی بات میں اس کے اپنے بیان سے باہر نہ جائیں اور اسی کے اشارہ یا تصریح کے موافق اور اسی کی آیات سے ہر ایک مقصد کو تحریر کریں تا ناظرین کو موازنہ اور مقابلہ کرنے کے لئے آسانی ہو اور چونکہ ہر ایک صاحب جو پابند کتاب ہیں اپنی اپنی الہامی کتاب کے پابند رہیں گے اور اسی کتاب کے اقوال پیش کریں گے اس لئے ہم نے اس جگہ احادیث کے بیان کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ تمام صحیح حدیثیں قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور وہ کامل کتاب ہے جس پر تمام کتابوں کا خاتمہ ہے۔ غرض آج قرآن شریف کی شان ظاہر ہونے کا دن ہے اور ہم خدا سے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا مددگار ہو آمین"

اُمت میں آنے والے مسیح کی بعثت کا ضروری ہونا } حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابنِ مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ اگر دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالےٰ ضرور اس دن کو اس قدر طول دے دیگا تا میری اُمت سے یا میرے اہل بیت سے ایک شخص مبعوث کیا جائے ظاہر ہے کہ اُمت کا یہ شخص وہی مجدد ہے جو مسیح اور مہدی کے نام سے پکارا گیا ہے۔

مزید پہلو } اُمت میں آنے والے مسیح اور مہدی کی عظمتِ شان پر دلالت کرنے والے دیگر بھی بہت سے پہلو ہیں جن پر بعد میں انشاءاللہ روشنی ڈالی جائے گی۔

حضرت مجدّدِ اعظم کا عظیم الشّان کام

(بسلسلہ صفحہ ۲)

اسلامی اصول کی فلاسفی میں آپ نے نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ ان ہر دو عقائد کا ہماری عمرانی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے کہ ہم جو اس دنیا میں کریں گے آخرت میں اس کا پھل ملے گا گویا یہ عقائد ہماری عمرانی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ہیں۔

اس لحاظ سے حضرت مرزا صاحب ساری تاریخ اسلامی میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے بعث بعد الموت کا کوئی تعلق ہماری عمرانی زندگی کے ساتھ ثابت کیا ہے اور عمرانیات کے مسائل خالصتہً ہمارے زمانہ کے مسئلے ہیں اور ان کا روحانیات سے تعلق صرف وہی قائم کر سکتا ہے جو اس بات کے لئے مامور ہو، کسی اور کو یہ توفیق نہیں مل سکتی سچ ہے

ہر کسے را بہر کار ساختند

وفات } نذیر احمد صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری جماعت پشاور اطلاع دیتے ہیں کہ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۷۳ء کو ملک صاحب محمد زمان خان آف سعید ڈھیری کی اہلیہ صاحبہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئیں۔ شدید گرمی کے باوجود بیشتر احباب جماعت نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ غیر از جماعت احباب بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ جماعتہائے بیرون نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

فخرالدین احمد صاحب راولپنڈی

حضرت امام الوقت اور مسئلہ تکفیر

سنّۃ اللہ جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی یہ رہی ہے کہ جب بھی امتداد زمانہ کی وجہ سے خلق خُدا ہدایت سے دُور جا پڑتی ہے اور ظلمت و ضلالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جاتا ہے تو مامور ربانی آتے ہیں جو گم گشتگانِ راہ کو جادۂ مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔ ان کی آمد سے نورِ حق ظاہر ہو کر باطل اور کفر کے اندھیرے کو دُور بھگا دیتا ہے کیونکہ راستی کے سامنے جھوٹ نہیں ٹھہر سکتا۔ سورج کے طلوع ہوتے ہی ظلمتِ شب گریز پا ہو جاتی ہے۔ یہ مامور ربّانی آسمان سے آتے ہیں۔ خدائے رحیم و کریم کے چنے ہوئے ہوتے ہیں اور اصلاح خلق کے لئے دلی جوش اور ہمدردی سے مصروف عمل رہتے ہیں۔ یہ مخلوق خدا سے ہمدردی اور محبت کرتے ہیں اور معاندین و مخالفین حق کے انجام سے انہیں ڈراتے ہیں۔ مگر شقی اور بدبخت لوگ ان سے دور بھاگتے ہیں۔ ماموروں کا نرم و نازک کلام اور ان کی ہمدردی بے اثر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ راندگانِ درگاہ الٰہی یک زبان ہو کر اعلان کرتے ہیں کہ

یہ ساحر ہیں۔

ان کے کلام میں شعروں کی طرح اثر و جذب ہے۔

یہ ہمیں بزرگوں اور آباؤ اجداد کے مسلک سے ہٹاتے ہیں۔

ان کو اقلیت قرار دے دو۔ ان کو اپنے معاشرے سے الگ کر دو۔

ان کو اپنے ملک سے باہر نکال دو۔

خدا کے مامور تو انجان اور نادان لوگوں کو محبت سے سمجھاتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے تمہاری فلاح کے لئے ہمیں بھیجا ہے تا تمہیں اس تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتائیں۔ جو راستہ تم اختیار کئے ہوئے ہو یہ تو خداوند کریم سے دُور لے جاتا ہے اور ایسے اندھیرے گڑھے میں لے جاتا ہے جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ تمہاری ناحق کی ضد اور بے جا اصرار سے ہمیں دکھ ہوتا ہے۔ ہم تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے۔ کوئی معاوضہ نہیں چاہتے۔ ہمارا اجر تو ہمارا بھیجنے والا دے گا۔ ہمیں تو تمہاری ہمدردی مجبور کرتی ہے کہ تمہیں نصیحت کریں۔ خدا کے یہ مامور تو ان معاندین حق اور صداقت سے منہ پھیرنے والوں کے غم میں کڑھتے ہیں بلکہ اسی غم میں مرے جاتے ہیں مگر یہ بدنصیب انہیں کافر۔ ساحر۔ شاعر اور مجنون کہہ کر ان کا مقاطعہ کرتے ہیں۔ ان کا نام کافر۔ ضال اور دجّال رکھتے ہیں۔ ان کو اپنی جمعیت سے خارج قرار دینے کی فکر کرتے ہیں۔ لیکن مصلح اور مامور جو اپنے مولا سے القاب خسروانہ پا کر آتے ہیں، تند و تیز آندھیوں سے بے پرواہ ہو کر شمع ہدایت کو فروزاں کئے رہتے ہیں۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی بعثت سے شریعت اور خدا کا پیغام دین اسلام کی صورت میں مکمل ہو گیا۔ وحی رسالت کے ذریعہ جو نعمت وقتاً فوقتاً مخلوق خدا کو ملا کرتی تھی وہ رسول عربی صلعم کے تشریف لانے سے اتمام کو پہنچی اور قیامت تک کے لئے کسی رسول اور نبی کے آنے کی حاجت نہ رہی اس لئے حضرت رسالتمآب خاتم النبیّین ٹھہرے ؎

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال

لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

حضور صلعم کے بعد اُمت مسلمہ کے لئے مجدّدین کا سلسلہ جاری ہوا۔ ہادی دین متین صلعم کو بشارت دی گئی کہ ہر سو سال کے بعد اس امت میں اب رسولوں کے قائم مقام مجدّد آیا کریں گے جنہیں اللہ تعالےٰ و تبارک ان خرابیوں کے دُور کرنے کے لئے مبعوث کیا کرے گا جو اُمّت میں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ مجدّد ان مفاسد کا بھی علاج کریں گے جو اس زمانہ میں رونما ہوں گے۔ ان رہنماؤں اور مصلحین کی بعثت رسُولوں کی طرز پر ہوگی انہیں رسولوں کا رنگ دیا جائے گا مگر یہ برگزیدگان رسُول نہیں ہوں گے کیونکہ وحیٔ رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ البتہ ان لوگوں کو مبشرات الہام۔ رویا اور کشوف کے ذریعہ آسمانی نور سے حصہ ملے گا۔

چودھویں صدی میں اسلام کی بے بسی۔ غربت اور زوال پذیر حالت پر شاعروں نے مرثیے لکھے۔ مولانا حالی کہتے ہیں ؎

یہی حال دُنیا میں اس قوم کا ہے ؛ بھنور میں جہاز آکے جس کا گھرا ہے

کنارہ ہے دُور طوفاں بپا ہے ؛ گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے

نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی

پڑے بے خبر سوتے ہیں اہل کشتی

خطیب الہند مولانا آزاد (مرحوم) اپنی کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں اس وقت کا زوال حال۔ نصارے کی ضلالت۔ مشرکین کی بُت پرستی۔ آئمہ مضلّین کی کثرت۔ اقتدار غیر مستحق۔ اعتدا بغیر عدی الانبیاء تفرق و تمذہب مثل یہود۔ غلو و افراط مثل نصارے۔ فتنہ شبہات یونان پکار پکار کر ایک مصلح ربّانی کی ضرورت جتلا رہی ہیں۔

یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ خدائے قادر کے وعدہ میں تخلف رونما ہوتا۔ جب احیائے دین کے لئے پہلے ہر صدی میں مجددین کرام آتے رہے تو اس چودھویں صدی کے لئے مجدد کیوں نہ آتا۔ یہ صدی تو سب سے زیادہ پُرفتن تھی۔ اس میں اسلام پر باطل کی طرف سے جو یورش ہوئی اس کی مثال پہلی صدیوں میں نہیں ملتی۔ الحاد اور شرک۔ نبیٔ معصوم صلعم پر سب و شتم جس شد و مد سے اس زمانہ میں ہوا وہ عدیم المثال ہے۔ فسق و فجور۔ لادینی۔ تکفیر اور بین الامت تنازع بھی حد سے گذر چکے تھے ان حالات میں قادیان سے ایک آواز بلند ہوتی ہے کہ اب فتح و نصرتِ اسلام کے دن قریب آ گئے ہیں۔ یہ دینِ برحق دنیا میں غالب ہوگا۔ اس کی مغلوبیت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ ادیانِ باطلہ اب ہزیمت اُٹھائیں گے۔ کوئی مصنوعی خدا پرستارانِ باطل کو اب اس ذلت سے بچا نہیں سکے گا جو ان کی بداعمالیوں۔ زیادتیوں، زبان درازیوں اور کتمان حق کی وجہ سے ان کے لئے مقدر ہو چکی ہے مجھے اسی لئے صدی کے سر پر مجدد بنا کر بھیجا گیا ہے کہ میں اسلام کی صداقت ہادیٔ اسلام کی رسالت اور قرآن کریم کی حقانیت ثابت کروں۔

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم

کہ او مجددِ ایں دین و رہنما باشد

یہ آواز سن کر محبانِ اسلام کو چاہیئے تھا کہ خدا کا شکر بجا لاتے اور خوش ہوتے کہ آقائے نامدار رسول عربی صلعم کی ایک بشارت کو ہم نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور یوں آنحضرت صلعم کے منجانب اللہ اور صادق القول ہونے پر دنیا کے لئے ایک تازہ نشان ظاہر ہوا۔ اب ہمیں فرمان نبوی کے مطابق اس مامور من اللہ کو قبول کر لینا چاہیئے اور سرکار مدینہ صلعم کا سلام اس تک پہنچانے کی فکر کرنی چاہیئے خواہ ہمیں برف کے بل رینگ کر جانا پڑے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ علماء سوء اپنی روایت کے مطابق امام الزمانؑ کی تکذیب لبطلان اور مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں تا کہ سنت اللہ پوری ہونے پر نوشتوں میں لکھی ہوئی بات پوری ہو۔ حضرت مجدد زمانؑ کے الہام میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی تائید کرے گا"

مامور ربّانی نے خدا کے ماموروں کے اسوہ پر چل کر ان لوگوں کو محبت سے سمجھایا اپنے دعوے اور مشن کی کھول کر وضاحت کی۔ ان کے وساوس اور شبہات کے ازالہ کے لئے کتابیں رسالے اور اشتہار شائع کئے مگر تعصب، بغض و دلی عناد نے ان مکفروں کو دُور بھاگنے میں مدد دی۔ انہوں نے اس مجدد وقت کو کافر

ضال - مفتری اور دجّال قرار دیا - جب بار بار توجہ دلانے پر بھی علماء سُوء حق کی طرف نہ آئے اور آپ کو بدستور کافر ملحد و دجال یقین کرتے رہے تو آپ نے حق و باطل میں فیصلہ چاہتے ہوئے انہیں مباہلہ کی دعوت دی - ایک بار نہیں تین دفعہ ان کو نام بنام بلایا مگر یہ لوگ کانوں میں انگلیاں ڈالے بدستور اپنے غلط مسلک اور بے جا تکذیب اور ناحق کی تکفیر پر قائم رہے - البتہ بہت سی سعید روحیں آپ کے گرد جمع ہو گئیں۔

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بُود
ندائے فتحِ نمایاں بنامِ ما باشد

حضرت امام الزمانؑ کی بعثت کی غرض ایک تو مدافعت اسلام تھی اور غیر مذاہب کی طرف سے اس دینِ فطرت پر کئے جانے والے حملوں کا آپ نے منہ توڑ جواب دینا تھا - دوسرے غلبۂ اسلام کے لئے راہ ہموار کرنا اور تیسرے دینِ اسلام اور امتِ مرحومہ میں رونما ہونے والے مفاسد اور خرابیوں کا دُور کرنا تھا - اسلام کے بیرونی حملہ آور - عیسائی - آریہ - برہمو - ملحد اور مشرک تھے - مگر اندرونی مفاسد اور خرابیاں علماء سُو کی پیدا کردہ تھیں - سب سے بڑی خرابی حربہ تکفیر کا آزادی اور بے باکی سے استعمال تھا جو اسلام کی تحقیر کا باعث ہو رہا تھا - فروعی جھگڑوں استنباط مسائل میں معمولی اختلافِ رائے - رفع یدین - آمین بالجہر پر کلمہ گوؤں کی تکفیر کا مشغلہ جاری تھا - ملت کی صفوں میں اِتحاد اور شیرازہ بندی ممکن نہیں تھی ایسی حالت میں حضرت امام الزمانؑ نے تکفیرِ اہلِ قبلہ کے خلاف آواز بلند کی چنانچہ آپ فرماتے ہیں :—

ایکہ تکفیرِ مسلماناں کنی از بخل و کیں
شرمت آید از خدائے عالی و ذی اختیار
سہل باشد از زبانِ خویش تکفیرِ کسے
مشکل اُفتد آنزماں چوں پرسد از تو کردگار
کلمہ گویاں را چرا کافر ہمی نامی اے اخی
رو اگر مردی یہودے را باسلام اندر آر

آپ کی تصانیف - اشتہاروں اور تقریروں میں کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرانے کی مذمت پائی جاتی ہے - ۱۵ رمئی ۱۹۰۸ء کو یعنی اپنی وفات سے قریباً دس یوم قبل آپ لاہور میں قیام فرما تھے - میاں فضل حسین بیرسٹر جو بعد میں نائٹ ہو گئے تھے حضرت سے ملنے احمدیہ بلڈنگس میں تشریف لائے - اس ملاقات کے دوران حضرت امام الزمان نے فرمایا:

”ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے - آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ جب میں نے مامور ہونے کا دعوےٰ کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابو سعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتوےٰ تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے دجّال ہے - ضال ہے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے جو ان سے السلام علیکم کرے یا مصافحہ کرے یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر ہے - اب جو یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں - آپ لوگ خود ہی کہہ دیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے - ہم نے ان پر پہلے کوئی فتویٰ نہیں دیا۔“

میاں صاحب نے استفسار کیا کہ ایک مسلمان جس کے متعلق کچھ علم نہیں کہ یہ آپ کو کافر کہتا ہے یا نہیں اسے آپ کافر سمجھیں گے یا مسلمان“ آپ نے فرمایا ”مسلمان“

تکفیرِ اہلِ قبلہ اب بھی جاری ہے اور علمائے کرام کا محبوب مشغلہ - ان کی اس مذموم حرکت کے پیشِ نظر حکومت پاکستان کے وزیر اوقاف، اطلاعات اور نشریات، کو یہ بیان دینا پڑا کہ اگر علماء اس عمل سے باز نہ آئے تو حکومت ایک قانون بنائے گی کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا جرم ہوگا اور اس کا مرتکب مستوجب سزا - سوچنے کی بات ہے کہ جس کلمہ کا اقرار کر کے ایک غیر مسلم اسلام کے دائرہ کے اندر داخل ہوتا ہے اس کا مقر اس دائرہ اسلام سے خارج کیونکر ہو سکتا ہے - جبکہ وہ نماز - روزہ - زکوٰۃ - حج کی فرضیت کو بھی تسلیم کرتا ہو - خدا پر اس کے رسول پر، نبوت کے ختم ہونے پر ملائکہ - کتب الٰہیہ اور آخرت پر ایمان لاتے والا کس شریعت کے مطابق خارج از اسلام اور کافر ہو سکتا ہے - شریعت تو رسالتمآب صلعم لائے تھے اور اب کوئی شریعت نہیں آ سکتی اس لئے ایک کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کو کافر اور خارج از اسلام ٹھہرانا شریعت اسلام سے کھلی بغاوت ہے - اللہ تعالےٰ تو ارشاد فرماتا ہے ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا اور ہادیٔ دین متین شارع اسلامؐ فرمائیں من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم اب کون ہے جو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کا دعوےٰ بھی کرے اور ان واضح احکام کو پس پشت ڈال کر اپنے نفس کی اتباع کرتے ہوئے اہلِ قبلہ - کلمہ گو اور اسلام کا اقرار کرنے والوں کو غیر مسلم اقلیت ٹھہرائے - سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی کے اپنے الفاظ سنئے اور خدارا انصاف کیجئے کہ کون لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں :—

”خدا تعالےٰ سے ڈرو اور اس سے لڑائی مت کرو - جس چراغ کو وہ آپ ہی روشن کرے تم اس کو بجھا نہیں سکتے - اس فولادی قلعہ کے ساتھ ٹکریں مت مارو کہ تمہاری ٹکروں سے قلعہ ہرگز نہیں ٹوٹے گا آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے ہی سر پاش پاش ہو جائیں گے کیا تمہیں ذرا خوف نہیں کہ مسلمانوں کو کافر بناتے اور کلمہ گوؤں کا بے ایمان نام رکھتے ہو بتلاؤ کہ عملی حالت میں ہم اور تم میں کیا فرق ہے - کیا ہم کوئی شرک کا کام کرتے ہیں - کیا نمازوں کو چھوڑ دیا یا روزہ اور دیگر ارکانِ اسلام سے منکر ہو گئے یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا ہے - اور کچھ تو بتلاؤ کہ عملی حالت اور اسلام کے ضروری عقائد کے لحاظ سے ہم میں اور تم میں کیا فرق ہے - ہاں اگر مسیح کی وفات کے عقیدہ کی وجہ سے ہمیں کافر کہا جاتا ہے تو امام مالک کو بھی کافر بناؤ کہ ان کا عقیدہ بھی یہی تھا جس سے رجوع ثابت نہیں - اور امام بخاری کا بھی یہی عقیدہ تھا اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو کیوں وہ آیت فلما توفیتنی کی شرح کے وقت تائید حدیث کے لئے ابنِ عباس کا یہ قول لانا متوفیک ای ممیتک - پس اس حساب سے امام بخاری بھی کافر ہوئے اور یہی عقیدہ ابن قیم نے مدارج السالکین میں ظاہر کیا ہے - پس بقول تمہارے ابنِ قیم بھی کافر ہے“ (انوار الاسلام)

”اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین المفترین“

(انوار الاسلام)

وفاتِ مسیح ناصری اسلام کا بنیادی عقیدہ نہیں تاہم قرآن پاک کی تیس آیات سے حضرت مسیح کا طبعی موت مرنا ثابت ہے پھر اگر مسیح ابن مریم کو زندہ تسلیم کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ اُمتِ مسلمہ کی اصلاح کے لئے قربِ قیامت میں نزول کریں گے تو ختمِ نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے - کیونکہ رسالتمآب خاتم الانبیاء صلعم کے بعد ایک نبی لانا پڑتا ہے - حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آنحضرت صلعم کے وصال کے موقعہ پر قرآن پاک کی آیت شریفہ ”ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسول“ پڑھ کر اعلان کر دیا تھا کہ آنحضرت صلعم سے پہلے جتنے رسول آئے سب گذر چکے ہیں - اس اعلان کو سن کر کسی صحابی یا کاتب وحی نے یہ نہیں کہا کہ مسیح علیہ السلام تو زندہ ہیں - گویا اُمتِ مسلمہ میں یہ پہلا اجماع ہے جو مسیح کی وفات پر ہوا اب اس اجماع کے خلاف راہ ڈھونڈنا گمراہی نہیں تو کیا ہے

حضرت امام الزمانؑ چونکہ مامور تھے اس لئے آپ نذیر بھی ہیں اور بشیر بھی - حق کی مخالفت کرنے والوں کو آپ نے جہاں ڈرایا ہے وہاں حق قبول کرنے والوں کو بشارت بھی دی ہے - تذکرۃ الشہادتین میں آپ فرماتے ہیں :—

"خدا اس مذہب (اسلام۔ ناقل) اور سلسلہ (احمدیہ۔ ناقل) میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی"

"میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔
— سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔
— اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔
— اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت امامِ زمان ایک کامیاب مامور ہو گذرے ہیں۔ چونکہ آپ مجاب الله تھے اور صادق تھے اس لئے آپ نے جو وعدے الله تعالےٰ سے کئے تھے وہ سب پورے ہوئے۔ یہ سلسلہ مثل شجرِ طیبہ کی طرح بڑھتا اور پھولتا پھیلتا جاتا ہے۔ آندھیاں اور طوفان اس کو گزند نہیں پہنچا سکتے گو وہ اپنی شدت کے باوجود خود ہی معدوم ہو گئے۔ ہمارا خدا زندہ ہے اور قیوم ہے۔ اس سے بڑھ کر اپنے قول کا سچا کوئی نہیں اس کا وعدہ برحق ہے جیسا کہ وہ خود برحق ہے۔ یہ سلسلہ بڑھے گا اس کو ختم کرنے کی فکر کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے۔ ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا جب تک ہم امام الوقت سے کئے گئے عہد پر قائم ہیں۔ سنیے حضرت امام الزماںؑ کے الفاظ سنئے:۔

- "مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں
- کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔
- یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونیوالی نہیں۔
- اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔
- مجھے وہ عظمت اور صدق بخشا گیا جس کے آگے پہاڑ بھی ہیچ ہیں۔
- میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔
- میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔
- کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا
- کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔
- دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ۔
- اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔
- میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔
- مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔
- کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔
- اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔
- کیا ہم خدا تعالےٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے؟۔
- کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جُدا ہو سکتے ہیں؟
- ہرگز نہیں ہو سکتے" (انوار الاسلام)

کار و بارِ صادقاں ہرگز نماند ناتمام
صادقاں را دستِ حق باشد نہاں در آستیں

افسوسناک حادثہ مانسہرہ سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ ہماری جماعت کے مخلص ممبر بابو میر احمد کے گھر پر ڈاکہ پڑا ان کے دو جوان بچہ اور بچی موقعہ پر ہی فوت ہو گئے۔ بابو میر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ شدید زخمی ہوئے۔ مورخہ ۲/۱۲ شام کو بابو میر احمد صاحب بھی فوت ہو گئے۔ مرحومین کے نام یہ ہیں (۱) خالد۔ فرزند بابو میر احمد مانسہرہ (۲) بی بی صفیہ دختر (۳) بابو میر احمد مرحوم تمام احمدی بھائیوں سے مرحومین کا جنازہ غائبانہ پڑھنے کی درخواست ہے۔

"کسرِ صلیب" کے سلسلہ میں اپیل

(THE CRUMBLING OF THE CROSS

(از الحاج ممتاز احمد فاروقی۔ راولپنڈی)

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی ایک بڑی غرض (بزبان نبوی صلعم) کسرِ صلیب تھی۔ تاکہ عیسائی مذہب کے جھوٹے اعتقادات کا کھنڈن کرکے اصلی دین اسلام اور آنحضرت نبی کریم صلعم کی فضیلت کو دنیا میں ثابت کیا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اور آپؑ کے اصحاب نے اس کام کو احسن طریق پر پورا کیا۔ اور اس سلسلہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی تاکہ یہ کام کسرِ صلیب اور تبلیغ دین اسلام برابر جاری رہے۔ حضرت مسیح موعود ہر تبلیغ کے موقعہ پر وفات عیسےٰؑ پر بہت زور دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ عیسےٰ مسیحؑ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے عیسےٰ مسیح کی قبر (مقبرہ یوز آسف محلہ خان یار۔ سری نگر کشمیر) تک کا پتہ بتلا دیا تھا۔ مگر اُسے ستر سال ہونے آئے۔ دنیا میں نئی نئی تحقیقات ہو رہی ہیں اور انکشافات ہو رہے ہیں۔ ان میں ایک وہ کفن بھی ہے جس میں حضرت عیسےٰؑ کو صلیب سے اتارنے کے بعد لپیٹ کر غار میں رکھا گیا تھا۔ وہ اصلی کفن دریافت ہو گیا ہوا ہے اور آج کل ٹیورن (اٹلی) میں ایک گرجا میں محفوظ ہے۔ اس کفن پر عیسےٰ مسیح کے جسم اور چہرے کی شباہت بھی نقش ہو گئی ہے۔ اور خون کے دھبوں کے سائنٹیفک تجزیہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جب صلیب سے اتارا گیا تو وہ زندہ تھے۔ ان نقوش اور دھبوں کی تصاویر لی گئی ہیں۔ اور ان پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ پھر یہ بھی نئے ثبوت مہیا ہوئے ہیں کہ حضرت عیسےٰ زندہ بچ کر کشمیر میں تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی تھوما اور والدہ مکرمہ حضرت مریمؑ بھی تھیں۔ وہ ان علاقہ جات میں تبلیغ کرتے رہے اور ۱۲۰ برس کی عمر میں فوت ہو کر سری نگر میں مدفون ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان انکشافات سے عیسائیت کے عقائد۔ کفارہ اور عیسےٰ مسیحؑ کے آسمان پر زندہ ہونے وغیرہ کا بطلان ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی مذہب اسلام کا بول بالا ہوتا ہے۔

اسی سلسلہ میں خواجہ نذیر احمد مرحوم نے اپنی کتاب جیزز ان ہیون آن ارتھ (انگریزی) میں بہت مفید معلومات جمع کی ہیں۔ اس کے بعد اور بھی کفن مسیح کی دریافت اور انکشافات ہوئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ میں نے کتاب "کسرِ صلیب" (اُردو) میں مع تصاویر جمع کر دیا تھا۔ جو کہ جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۸۲ء میں طبع ہو کر احباب کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔ اس کتاب کا "پیش لفظ" حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب نے لکھا تھا۔ اور اس کتاب کی اشاعت پر بہت زور دیا تھا۔

اب ضروری معلوم ہوا کہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ مع تصاویر شائع کروا کر بیرونی ممالک اور عیسائی دنیا میں بھیجا جائے تاکہ کسرِ صلیب کا کام پورا کیا جا سکے اور عیسائی دنیا کو دینِ اسلام کی فضیلت اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات سے شناسا کیا جا سکے۔ چنانچہ میں نے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ مع چند مزید اور نئی تحقیقات اور تصاویر کے تیار کر لیا ہے۔ اس کتاب کی طباعت کا تخمینہ (دو ہزار کاپی کا) قریباً ساڑھے سات ہزار روپے -/R7500 لگایا گیا ہے۔ اُردو ایڈیشن "کسرِ صلیب فنڈ" کی رقم سے چھپوائی گئی تھی۔ جس کی اجازت حضرت امیر قوم نے بکمال مہربانی ..... دی تھی۔ اس میں کچھ رقم بچ گئی ہے۔ مگر مزید رقم چھ ہزار روپے (-/R 6000) کی ضرورت ہوگی جس کی فی الحال انجمن کے اس سال کے بجٹ میں گنجائش نہیں نظر آتی۔ مگر یہ کتاب آئندہ جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۸۳ء تک ضرور چھپ جانی چاہیئے جبکہ ہماری جماعت کے احباب بیرونی ممالک سے بھی آ رہے ہیں۔ اس لئے میں اپنی احمدیہ جماعت کے مخیر اور صاحب ثروت اصحاب سے **اپیل** کرتا ہوں کہ اس نیک کام میں چندہ دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ویسے تو تونگری بدل است نہ بہ مال۔ ہمارے غریب احباب جماعت بھی تھوڑا تھوڑا جمع کر کے ہزاروں کی رقم پوری کر سکتے ہیں۔ میں خود اس مد میں بھی (علاوہ اپنی دیگر خدمات کے) سو روپے کا چیک انجمن کو بھیج رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے ؎

منت ایں ابر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

یومِ وصالِ مسیح موعودؑ کے جلسے

مقامی جماعت لاہور کا جلسہ

۲۷ رمئی سنہ ۱۹۸۲ء کو احمدیہ ہال لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کا یوم وصال منایا گیا۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی مساعی سے ہال کو سجایا گیا اور موسم کے پیش نظر بجلی کے پنکھوں اور ٹھنڈے مشروب کا انتظام کیا گیا تھا۔ موسم غیرمعمولی طور پر گرم تھا اور جلسے کے انعقاد کا خاطر خواہ اعلان نہ ہو سکا باوجود اس کے خواتین و حضرات اپنی محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے شہر کے دُور دراز حصوں سے شریک ہوئے۔

۹ بجے جلسہ کی ابتداء ہوئی۔ صدارت کے فرائض حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے انجام دیئے اور جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اور جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے سٹیج کو زینت بخشی۔ جناب صلاح الدین ناصر صاحب نے سٹیج سیکرٹری کا فریضہ انجام دیا۔ کارروائی کا آغاز جناب مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد احمدیہ بلڈنگس نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ اس کے بعد جناب غلام نبی مسلم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت پر تفصیلی روشنی ڈالی، اس ضمن میں انہوں نے پہلے قرآن حکیم سے انبیائے سابق کی وصیتوں بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وصیت کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ وصیت کی اہمیت کے لئے وصیت کے سرچشمہ اور صاحب وصیت کی اہمیت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اس بات کا احساس دلایا کہ حضرت مسیح موعودؑ خدا کے مامور تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی کے مطابق غلبۂ اسلام کے لئے تشریف لائے۔ اس لئے آپ کی وصیت پر عمل ہمارا ضروری فریضہ ہے۔ انہوں نے وصیت کے تین حصے بیان کئے۔ ایک آئندہ کے واقعات کی پیشگوئی، دوسرے جماعت کی روحانی تربیت اور تیسرے انجمن کا قیام۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے دو الہامات کا ذکر کیا جن میں آپ کو مخزیات سے نجات دلانے کا وعدہ تھا۔ اور یہ مخزیات کا سرچشمہ ایک تو آپ کے نام لیوا ہوں گے اور دوسرے آپ کے مخالفین، اس ضمن میں انہوں نے ان مخزیات کا ذکر کیا جو جماعت احمدیہ کے ہر دو فریق سے سرزد ہوئیں۔ جماعت قادیان نے حضرت صاحب کے عقائد بدل کر آپ کو رسوا کیا اور انجمن کی روح کو کچل ڈالا اور جماعتِ لاہور نے انجمن ہی کو سب کچھ سمجھ کر مسیح موعودؑ کے روحانی تربیتی پہلو کو کمزور کر دیا

اسی طرح مخالفین پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ انہوں نے حضرت صاحب کی بار بار تردید کے باوجود آپ کی طرف اجرائے نبوّت، تکفیرالمسلمین اور بعض دیگر باطل عقائد منسوب کئے، اللہ تعالیٰ ان ہر دو گروہوں کی مخزیات کو دُور کر دے گا اور جماعت احمدیہ کو غلبہ نصیب ہوگا۔ جماعت کا غلبہ ہی قدرت ثانی ہے۔ جو جماعت کے ساتھ تا ابد رہے گی۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے روحانی سلسلہ کے قیام کا منصوبہ پیش کیا ہے۔ جس کی وضاحت اور روحانی تربیت کی تعلیم الوصیت میں بیان فرمائی ہے۔ مسلم صاحب کی تقریر وقت کی کمی کی وجہ سے ادھوری رہ گئی۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت شیخ عبدالرحمان مصری صاحب نے حضرت صاحب کے بعض الہامات اور پیشگوئیوں پر بصیرت افروز روشنی ڈالی، اور آپ کی وفات سے متعلق مختلف الہامات پیش کر کے ثابت کر دیا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے الہامات کے ذریعہ آپ کی عمر کی پیشگوئی سچ ثابت کی اور اس طرح آپ کے دشمنوں کو خائب و خاسر کیا، اس ضمن میں آپ کا ایک مضمون پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر میں شائع ہو رہا ہے جو قارئین کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا۔ (یہ مضمون اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔ ایڈیٹر)

مصری صاحب کے بعد جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور عظمت پر نہایت حسین و دلکش پیرایہ میں تبصرہ فرمایا، آپ نے حضرت صاحب کا یہ شعر پیش کیا:

آسماں بارد نشان الوقت می گوید زمین
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اس سلسلہ میں آپ نے سب سے پہلے یہ آسمانی شہادت پیش کی کہ حضرت محمد باقرؒ نے ایک حدیث میں بتایا ہے کہ ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں، ایک یہ کہ اس کے عہد میں رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن ہوگا اور دوسری تاریخ کو سورج گرہن، چنانچہ حضرت صاحب کے دعوےٰ کے بعد سنہ ۱۸۹۴ء میں رمضان المبارک کی ۱۳ رتاریخ کو چاند گرہن اور ۲۸ رکو سورج گرہن تھا یہ نہایت روشن نشان تھا۔ لیکن مولویوں نے شور مچایا کہ حدیث میں پہلی اور دوسری تاریخ کو چاند گرہن کا ذکر ہے اور یہ ۱۳ اور ۲۸ کو لگا ہے۔ حضرت صاحب نے وضاحت کی کہ چاند گرہن ہمیشہ قمری ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کو لگتا ہے یکم کو کبھی نہیں لگتا۔ اس لئے ۱۳ تاریخ درست ہے اور یہی چاند گرہن کی پہلی تاریخ ہے۔ اسی طرح سورج گرہن ہمیشہ ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ ماہ قمری کو لگتا ہے اس لئے ۲۸ رہی سورج گرہن کی دوسری تاریخ ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صداقت پر ایسا نشان پیش کیا جو انسانی طاقت سے باہر ہے۔ پھر ایک زمینی نشان پیش کیا اسلام کے ایک منہ پھٹ دشمن پنڈت لیکھرام نے اپنی بدزبانی کی بنا پر آپ کو خدا کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ سے حکم پا کر آپ نے اعلان کیا کہ لیکھرام چھ سال کے عرصہ میں عید کے دوسرے روز قتل کیا جائے گا اور اسے متنبہ کیا کہ

الا اے دشمنِ بے دین و بے راہ
بترس از تیغِ برّانِ محمّد

چنانچہ مدت مقررہ کے اندر لیکھرام ایک قاتل کے چاقو کا شکار ہو گیا اور آج تک اس کے قاتل کا سراغ نہیں ملا۔ اب ایسا نشان دکھانا محض خدائی علم ہی سے ممکن ہے۔ محترم مرزا صاحب نے مزید ایمان افروز واقعات سے اپنے مضمون کو مکمل کیا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے نہایت پیارے انداز میں حضرت صاحب سے اپنی بیعت اور عقیدت کا ذکر اور حضرت صاحب کے مقام کی اہمیت بیان فرمائی اور خاص کر انگلستان اور جرمنی میں ان خدمات کا ذکر کیا جو حضرت صاحب کی پیشگوئیوں کے عین مطابق حضرت خواجہ کمال الدین اور خود آپ نے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں سرانجام دیں، چنانچہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے خواجہ صاحب مرحوم کے ہاتھ میں سینکڑوں انگریز داخل اسلام ہوئے اور خود میرے ہاتھ پر برطانیہ اور جرمنی میں ہزاروں لوگوں نے راہ ہدایت پائی۔

اس کے بعد آپ نے درد دل کے ساتھ جماعت کے استحکام اور جماعت کے بیماروں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لئے دعا فرمائی اور ساڑھے گیارہ بجے کے قریب یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

محمد عبداللہ۔ سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ۔ لاہور

جماعت احمدیہ لائل پور کا سالانہ جلسہ بموقع یومِ وصال مسیح موعودؑ

مورخہ ۲۵ رمئی بروز جمعہ صبح دس بجے مسجد احمدیہ فیکٹری ایریا میں جماعت احمدیہ لائل پور نے حسب سابق امسال بھی یوم وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موقعہ پر سالانہ جلسہ کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ پروگرام کے مطابق دو اجلاس منعقد ہوئے۔ نماز جمعہ سے قبل پہلے اجلاس کی صدارت محترم خانبہادر ڈاکٹر

سعید احمد خان صاحب ستارۂ خدمت اور دوسرے اجلاس کی صدارت محترم میاں غلام حیدر تمیم رئیس جھنگ نے فرمائی۔ جماعت احمدیہ لاہور، سرگودھا جھنگ اور ملتان سے بھی شمع احمدیت کے پروانوں نے پورے ذوق و شوق سے جلسہ میں شرکت کی۔ جماعت کی مقامی خواتین اور بچوں نے بھی نمایاں دلچسپی لی اور جلسے کی رونق کو بڑھایا۔ مرکزی احباب اور جماعت کے دوسرے اکابرین میں سے جنہوں نے جلسہ میں شرکت کی محترم میاں ظہور احمد صاحب، چوہدری فضل حق صاحب اور چوہدری عزیز احمد صاحب ریٹائرڈ سیشن جج خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا جو حافظ عبدالرؤف صاحب نے کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم اور عارفانہ کلام عزیزم ساجد محمود نے پڑھ کر سنایا۔ محترم میاں رشید احمد مسرت صدر مقامی جماعت نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں بیرونی جماعتوں کے ان احباب کا جنہوں نے جلسہ میں شرکت کی اور بطور خاص خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب، میاں غلام حیدر صاحب اور احباب لاہور کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ دینی جماعت میں سیاست کا رنگ نہیں آنا چاہیئے۔ اس وقت اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ جماعت میں سستی کے آثار بتاتے ہیں کہ ہم اپنی تاریخ اور اصلاحات کو بھول چکے ہیں۔ خطبۂ استقبالیہ کے بعد راقم الحروف نے ملفوظات حضرت مجددِ وقت اور مقامی جماعت کی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔

کرنل سعید احمد صاحب کی تقریر

پہلی تقریر کرنل سعید احمد صاحب نے کی کہ آج ہم جس عظیم ہستی کا یومِ وصال منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں اس کا نام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھا۔ وہ چودھویں صدی کے مجدد و امام اور حضرت نبی اکرم صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے مسیح موعودؑ مہدی معہود بھی تھے۔ کسی شخص کی بڑائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ کیا کام اس کے سپرد ہوا اور کس حد تک اس نے اپنے فرائض کو پورا کیا۔ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ کے مناسب حال اور عین وقت پر مجدد و امام ہو کر آئے۔ آپ نے ایک طرف مسلمانوں میں پیدا شدہ بدعات و رسومات کا ردّ، غلط عقائد کی اصلاح اور سیاسی علوم کو قرآن سے تطبیق دینے کا نیا فلسفہ پیش کیا اور دوسری جانب عیسائیت، آریہ و برہمو سماج اور دہریت کا کامل ردّ پیش کر کے ادیانِ باطلہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جس سے مایوس مسلمانوں میں غلبۂ اسلام کی نئی روح اور زندگی عود کر آئی۔ اگرچہ مادہ پرستی کے تصورات نے انسانیت کے قیمتی اور بنیادی اجزا کو بھسم کر رکھا تھا۔ تاہم اس مردِ خدا نے کمال جرأت اور تائیدات سماوی کے ذریعہ مادہ کی قدامت اور وحی خارج سے نہیں آتی بلکہ دل کے خیالات کا نام ہے ایسے غلط تصورات کا بطلان ثابت کرنے کے علاوہ الوہیت مسیح کا بھی خوب پردہ چاک کیا۔ خود مسلمان جو اسلام کے روحانی غلبہ سے مایوس ہو چکے تھے مرزا صاحب کے دینی کام کے معترف ہوئے۔ یہ زمانہ تجربہ اور مشاہدہ کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا زندہ ثبوت دینا نہایت ضروری تھا۔ یہ کام بھی حضرت مجدد وقت نے پوری شان و شوکت سے کر دکھایا۔ اور بتایا کہ دنیاوی ترقی مقصود بالذات نہیں ہے، جب تک اخلاقی اور روحانی اقدار مادی نظام پر غالب نہ ہوں، معاشرہ صحت مند خطوط پر استوار نہیں کیا جا سکتا۔ آخر میں معزز مقرر نے فرمایا کہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی مخالفت کی قسم کھا رکھی ہے وہ مغالطہ میں ہیں۔ انہوں نے ہیروں اور جواہرات کی کان کو شناخت نہیں کیا ورنہ مجدد کا وجود قابل قدر اور ان کا کام ہر پہلو سے قابل تقلید تھا۔

خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی تقریر دلپذیر

کرنل سعید احمد صاحب کے بعد محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:—

برادرانِ گرامی قدر و خواتین! ملک نذر حسین سیکرٹری جماعت لائل پور نے "الوصیت" سے حضرت صاحب کے ملفوظات پڑھ کر سنائے ہیں، وہ میرے خیالات و تقریر کا ماحصل ہیں۔ محترم میاں رشید احمد مسرت صاحب نے راولپنڈی اور ملتان کی جماعتوں سے باہمی اتحاد کی ضرورت کے متعلق جو اشارہ کیا ہے وہ میرے دل کی بات کہی ہے۔ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مقامی جماعت کی رپورٹ حوصلہ افزا ہے۔ نماز جمعہ، درس القرآن اور دوسری جماعتی تقریبات میں احباب جماعت کی حاضری نہایت ضروری ہے۔ اگرچہ بڑھتی ہوئی آبادیوں کے شہروں میں احباب کی رہائشی مشکلات، ذرائع آمد و رفت کی کمی و فقدان اور فاصلے بھی ایک جائز وجہ ہے مگر دل میں مقاصد کی لگن اور تڑپ موجود ہو تو یہ عارضی اور فاصلے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ حضرت صاحب نے اپنی جماعت سے جس عملی نمونے کا مطالبہ کیا ہے وہ ہمارے موجودہ معیار سے بہت بڑھ کر ہے۔ آپ نے کرنل سعید احمد کی تقریر پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا کہ امام وقت حضرت مرزا صاحب نے آ کر مذہبی دنیا کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔ مسلمان عام طور پر اسلام کے مستقبل سے ناامید ہو چکے تھے مگر مسیح الزمان نے عیسائیت کے سیلاب کو روک کر اور ادیان باطلہ کے غلط تصورات اور کمزور فلسفہ کا قلع قمع کر کے مسلمانوں میں امید کی کرن پیدا کی۔ آپ نے فرمایا کہ مخالفت کے باوجود سنجیدہ اور فہمیدہ طبقہ کے مسلمانوں نے حضرت مرزا صاحب کی اقدار کو اپنایا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے بڑے پرسوز اور رقت آمیز لب و لہجہ میں سورۃ آل عمران کی یہ آیت پڑھی ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سورت ہمارے لئے اتری ہے۔ ان دنوں ہر احمدی اس سورت کا بغور مطالعہ کرے۔ اس سورت کے مضمون کو حالات حاضرہ سے گہری مناسبت ہے۔ مومنوں کے لئے اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کی مشکلات ہوتی ہیں۔ اگر ہماری اندرونی حالت درست ہو تو پھر کوئی غم و حزن آڑے نہیں آ سکتا۔ بے بسی اور مایوسی کیسی؟ اگر اللہ تعالیٰ ساتھ ہو تو کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا، اگر اللہ ساتھ نہ ہو تو پھر مقام خوف ہے۔ حضور نبی کریم صلعم کی مکی زندگی کے متعدد واقعات بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نور ہمیشہ پھیلتا رہتا ہے۔ یہ اس کی مشیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے نور کو پھیلانے کے لئے جو لوگ کھڑے ہوتے ہیں وہ خود ان کی مدد کرتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے صلحائے امت کی ایک لمبی فہرست پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں مخالفت کرنے والے کفار تھے اور بعد میں بدقسمتی سے اہل اللہ اور بزرگانِ دین کی مخالفت مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئی اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مگر ایمان والے جانتے ہیں کہ اسی مخالفت کے نیچے گنج گم مخفی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت صاحب نے فرمایا کہ ؎

کس بنظرِ یار صدیقے نہ شد

تا بنظرِ غیر زندیقے نہ شد

آپ نے اس مضمون میں مجدد الف ثانی سرہندیؒ اور سید احمد بریلویؒ کے حالات و واقعات کی تفصیل بیان کی اور فرمایا کہ ان مشکلات و مصائب کو دیکھ کر جو انہیں پیش آئے ہمیں شرم آتی ہے۔ ہماری تنی حالت وہ نہیں ہم مجدد وقت کو بدنام کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی جماعت کو مشکلات درپیش تھیں مگر وہ مومنین براہِ راست مشکوٰۃِ نبوت سے فیضیاب تھے ہم اس سے محروم ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں جب جماعت کے ایک کثیر حصہ نے سیاسی خلافت کی بنیاد رکھی اور اپنی ساری عمارت غلو پر استوار کی تو ہم مسلمانوں کی نظروں میں گر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جلد سمجھ عطا کرے اور وہ راہِ اعتدال پر آ جائیں۔ بہرحال حضرت صاحب سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ

ان کے متعلق رسوا کرنے والی تمام باتوں کا ذکر مٹا دے گا۔ آپ نے تذکرہ ایڈیشن دوم (مجموعہ الہامات جو ربوہ سے شائع ہوا ہے) سے جماعت ربوہ کی تحریف کی ایک واضح مثال بھی پیش اور جماعت کو توجہ دلائی کہ جماعتِ ربوہ کی ایسی تحریفات پر ایک کتاب شائع کی جائے تاکہ یہود و نصاریٰ کی سی اس جسارت کا ابھی سے سدِّباب کیا جا سکے۔ تقریر کا خاتمہ دُعا پر کیا گیا جو بڑی درد مندی اور الحاح سے کی گئی۔

اس کے بعد ½۱۲ بجے تا ½۱ بجے دوپہر کھانے کے لئے وقفہ دیا گیا۔ ڈیڑھ بجے تا ½۲ بجے دوپہر محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے خُطبہ جُمعہ دیا اور نماز پڑھائی۔ خطبہ جُمعہ میں آپ نے سورۃ طٰہٰ کی مشہور آیات رب اشرح لی صدری ویسرلی امری الخ پڑھ کر مبلغین جماعت کو بالعموم اپنے فرائض کی جانب توجہ دلائی۔

دوسرا اجلاس

دوسرے اجلاس کی کارروائی کا آغاز بھی تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ عزیزم ندیم احمد ابن میاں مسعود احمد صاحب نے سورت کو مع ترجمہ پڑھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام محترم مرزا مسیح الملک نے خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا اس کے بعد مبلغ اسلام محترم علی محمد ماچی صاحب نے ضرورتِ زمانہ کو ضرورتِ امام کے لئے دلیل ٹھہراتے ہوئے غلبۂ اسلام کے لئے روشن مستقبل کے موضوع پر ایک گھنٹہ تک ایمان افروز اور پُر از اُمید تقریر کی۔ ان کے بعد محترم حافظ شیر محمد خوشابی صاحب مبلغ اسلام نے جماعت کے لئے تبلیغی اور اشاعتی لائحہ عمل پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جو طریقۂ تبلیغ اور عملی اصلاح کا خاکہ پیش کیا ہے وہی سب سے زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہو سکتا ہے۔ ان کے بعد جواں سال مبلغ اسلام محترم مرزا شفیق احمد صاحب فاضل نے پروفیسر سرور (مقلد مولٰنا عبیداللہ سندھی) کی ایک حالیہ تصنیف پر جو جماعت احمدیہ کے خلاف لکھی گئی ہے نہایت برجستہ اور مدلّل تبصرہ کرتے ہوئے جماعت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کی کہ مخالفین سلسلہ احمدیہ کے اعتراضات کے جوابات دینے کے لئے ہمیں اپنا طرزِ استدلال بدلنے کی ضرورت ہے۔ ہماری "اپروچ" ریشنل (RATIONAL) ہونی چاہیئے تاکہ علوم جدیدہ اور مغربیت سے متاثرہ اذہان کو ہر پہلو سے مطمئن کیا جا سکے۔

آخر میں صدر جلسہ محترم میاں غلام عبدالرحیم صاحب نے جماعت لائل پور اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور مقامی سالانہ رپورٹ پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے کہا کہ لائل پور کی جماعت امیر جماعت ہے اسے مرکز کے لئے چندہ اور زیادہ دینا چاہیئے اور احباب جماعت کو اپنے اندر دل بیدار پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اس جلسہ کا اختتام دُعا پر ہوا جو محترم و مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے کرائی۔ بعد ازاں پُرتکلف چائے سے احباب کی تواضع کی گئی۔ اس طرح یہ رُوح پرور، ایمان افروز اور عظیم الشان تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

ملک نذر حسین۔ سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

جماعت راولپنڈی کا جلسہ

جماعت احمدیہ راولپنڈی نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے یومِ وصال کے موقعہ پر مسجد مبارک میں ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء کو بعد نماز عصر ایک جلسہ منعقد کیا۔ جلسہ کی صدارت مقامی مشن کے انچارج محترم میاں بشیر احمد منٹو صاحب ایم اے مبلغ اسلام نے کی۔

جلسہ کی باقاعدہ کارروائی سے قبل ختم قرآن پاک ہوا تاکہ حضرت امام الزمانؑ کی رُوح پُرفتوح کے ایصال ثواب کا موجب ہو، بعد ازاں محترم مولٰنا عبدالرحمان صاحب امام مسجد کوہ مری نے سورۃ ابراہیم سے تلاوت قرآن پاک کی۔ اس کے بعد محترم مرزا محمد سلیم اختر صاحب مبلغ اسلام نے صوفیانہ شاعری کا ایک نمونہ پیش کیا۔

ان کے بعد محترم الحاج میاں فاروق احمد شیخ صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ یہ ملفوظات حضرت اقدسؑ کی وہ تقریر تھی جو آپ نے اگست ۱۹۰۱ء میں بابو غلام مصطفٰے میونسپل کمشنر وزیر آباد کے قادیان آنے کے موقعہ پر کی تھی۔ اس تقریر میں آپ نے فرمایا تھا کہ میرے دعوے کی بنیاد قرآن کریم میں حفاظتِ دین کے وعدہ اور حدیث مجدد پر ہے۔ میرا نبوت کا دعوے نہیں بلکہ نبوت کا دعوے تو ان لوگوں نے کیا ہے جنہوں نے طرح طرح کے وظائف اور اذکار لوگوں کو سکھلائے ہیں میں تو اس صدی کا مجدد ہوں اور ان فسادوں کی اصلاح کے لئے آیا ہوں جو اسلام میں داخلی اور خارجی طور پر پیدا ہو چکے ہیں۔

الحاج میاں صاحب محترم کے بعد عزیز انوار خلف چوہدری عبدالواحد نے حضرت اقدسؑ کے مشن۔ آپ کی خدمات دینیہ اور ان کامیابیوں کا ذکر کیا جو آپ کو حاصل ہوئیں۔ اس کے بعد عزیزہ نصرت رشید اور عزیزہ تبسم ظہور الحسن نے حضرت امام الزمانؑ کی قوت قدسی اور اخلاق فاضلہ بالخصوص بچوں سے شفقت کے واقعات سنائے۔

ان بچوں کی تقاریر کے بعد محترم مرزا سلیم اختر صاحب مبلغ اسلام نے "حضرت امام الزمانؑ کے کارنامے" کے عنوان سے تقریر کی اور ان خدمات دینیہ جلیلہ کا تفصیل سے ذکر کیا جو آپ نے بحیثیت مجدد صدی چہاردہم سرانجام دیں۔ فاضل مقرر نے بتایا کہ حضرت امام کی بعثت سے قبل عالم اسلام پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ شعراء اسلام کا مرثیہ لکھ رہے تھے جس کا نمونہ ہمارے قومی شاعر خواجہ الطاف حسین حالی کی وہ مناجات ہے جو مسدس حالی کے آخر میں چھپی ہوئی ہے ان حالات میں قادیان کی گمنام بستی سے ایک خادم دین پھریرا لہرا کر اعلان کرتا ہے

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

اسلام کے اس فتح نصیب جرنیل نے دین حقہ سے وہ گرد و غبار دُور کیا جو معاندین حق نے اس کے درخشندہ چہرے پر پھینکا تھا اور علی الاعلان دعوے کیا تھا کہ اسلام کی فتح کے دن قریب ہیں اور غلبۂ اسلام کی صبح طلوع ہونے والی ہے۔ یہ محض دعوے ہی نہ تھا بلکہ ہستی باری تعالےٰ۔ حقیقت دین اسلام۔ عصمت انبیاء، ملائکہ جنت و جہنم۔ شفاعت کے مسائل پر آپ نے وہ علم کلام پیدا کیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

محترم مرزا صاحب کی عالمانہ تقریر کے بعد صدر جلسہ نے خطاب کیا اور حضرت اقدسؑ کی حیات طیبہ سے آپ کی دیانت۔ امانت۔ صداقت۔ شفقت علیٰ خلق اللہ اور احباب سے مروت کے واقعات بیان کئے۔ محترم منٹو صاحب نے بتایا کہ ماموریں کی بعثت پر انتشار روحانیت ہوتا ہے اور سعید روحیں خود بخود اس مامور کی طرف کھنچی چلی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں بھی حضرت حکیم مولٰنا نورالدین۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید۔ حضرت مولٰنا محمد احسن امروہی۔ حضرت مولٰنا عبدالکریم صاحب اور حضرت مولٰنا محمد علی صاحب وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے دنیاوی وجاہت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضرت کے قدموں میں زندگی گزار دی اور دینی خدمت کے وہ نمونے دکھلائے جو دوسروں کے لئے لائق رشک ہیں۔ خود ہمارے امام برحق نے بھی خدا کے حکم سے مسیح موعودؑ ہونے کا اعلان کیا تو اس کی مطلق پرواہ نہ کی کہ وہ علماء جو ان کی تعریف و توصیف کرتے نہ تھکتے تھے ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ حضرت امام الزمانؑ کے مدنظر وہ حکم ربانی تھا قل ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی و للہ رب العلمین۔

صاحب صدر نے تقریر ختم کی تو محترم الحاج میاں فاروق احمد صاحب نے اپنے والد ماجدؒ کی بیعت کا واقعہ سنایا کہ کس طرح سعید روحیں مامور من اللہ کی طرف دوڑ کر جاتی ہیں۔ محترم الحاج میاں محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم و مغفور

شروع سے ہی ایک متدین خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے براہین احمدیہ کا مطالعہ کیا تو اس کے مصنف سے ملاقات کی تڑپ انہیں قادیان لے گئی۔ اور جب انہوں نے حضرت اقدسؑ کو دیکھا تو فوراً بیعت کر لی۔ اس بیعت نے ان میں بڑا روحانی انقلاب پیدا کیا۔ تجارت میں اور کاروباری معاملات میں انہوں نے دیانت داری۔ راستبازی حسن معاملگی کی نادر مثالیں قائم کیں۔ ان کی غرض دنیا کمانا نہ رہا بلکہ وہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا طلب کرنے میں لگ گئے۔ ایک مرتبہ محترم شیخ صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اجازت دیں تو ہم یہاں ایک کنواں کھدوا دیں تاکہ قادیان میں پینے کے پانی کی قلت دور ہو جائے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ مجھے تو ہر دم یہ فکر لگی رہتی ہے کہ دین اسلام کی خدمت کیونکر کی جائے۔ سب سے بڑی ضرورت تو یہ ہے کہ ہم متلاشیان حق کی تشنگی دور کرنے کی سعی کریں اور بذلِ مال کا بہترین مصرف اشاعت اسلام ہے۔

اس تقریر کے بعد کارروائی جلسہ ختم ہوئی۔ شرکاء مجلس میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ اور نماز مغرب ادا کی گئی۔ اس جلسہ میں سلسلہ کے احباب۔ خواتین۔ بیرونجات سے آئے ہوئے برادرانِ سلسلہ کے علاوہ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی۔ مظفرالدین احمد۔ برائے جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی

کراچی میں جلسہ یوم مسیح موعودؑ

۳۰-۵-۷۳ بعد نماز عصر جلسہ یوم مسیح موعودؑ منعقد کیا گیا۔ مردوں کے علاوہ مستورات بھی اس جلسہ میں شامل ہوئیں۔ صدارت ہمارے معزز مہمان چوہدری عبدالغنی صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر بدوملہی نے فرمائی۔ تلاوت و نظم خوش الحانی سے راجہ محمد بیدار صاحب نے کی۔ خاکسار (مرزا محمد لطیف) نے تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی سنت۔ حدیث مجدد۔ مجدد دنیا میں آکر کیا کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مسلمانوں اور دوسرے ادیان کی مذہبی حالت۔ اس زمانہ کے بارے میں آنحضرت صلعم کے چند ارشادات۔ اور حضرت مسیح موعود کی چند نشانیاں اور آپؑ کے عظیم الشان کارناموں میں سے بعض کا تذکرہ کیا۔ اور بتایا کہ آپ نے کس طرح اشاعت اسلام کی دنیا میں بنیاد رکھی۔ اور کس طرح آپ نے از سرِ نو اسلام کو زندہ کیا۔

محترم جناب شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام نے حضرت مسیح موعودؑ کے عظیم الشان کارنامے کسرِ صلیب کو تفصیل سے بتایا۔

دعوت و ارشاد کے کام کو وسعت دینے کے لئے بعض تجاویز زیرِ غور آئیں، جن میں محترم جناب میاں غلام عباس صاحب ریٹائرڈ آڈیٹر جنرل پاکستان محترم شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام۔ پروفیسر ہارون الرشید صاحب اور دوسرے دوستوں نے دلچسپی سے حصہ لیا۔

اس مبارک موقعہ پر برادرم ہدایت اللہ صاحب صدیقی نے احباب کی خدمت میں پُر تکلف عصرانہ پیش کیا تھا۔ مجموعی طور پر جملہ انتظامات کو تکمیل تک پہنچانے میں مکرم برادرم محمد حسین خان صاحب نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔　　مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام کراچی

جماعت ڈیرہ غازی خان کا جلسہ

گذشتہ سال کی طرح امسال بھی مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء کو بعد از نماز جمعہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ منایا گیا۔ اس تقریب کے لئے باقاعدہ مقامی اخبار میں جلسہ کی اطلاع شائع کی گئی اور اصالتاً بھی راقم الحروف نے مناسب احباب کو شامل ہونے کی دعوت دی۔ چنانچہ نماز جمعہ و جلسہ کے لئے خورد و کلاں نے معقول تعداد میں شرکت کی۔ صدارت کے فرائض برادرم عبدالرحمان صاحب غوری نے ادا کئے۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد بچوں اور نوجوان لڑکوں نے حضرت صاحب کا منظوم کلام موقعہ کی مناسبت کے لحاظ سے حاضرین جلسہ کو سنایا۔ ایک بزرگ (جو کہ جماعت ڈیرہ سے تعلق رکھتے ہیں) نے اپنا مقالہ حضرت مسیح موعودؑ کی تلقین مندرجہ کشتی نوحؑ پڑھ کر اور سمجھا کر حاضرین کو متوجہ کیا۔ ان کا شکریہ بعد ازاں اخویم مخدوم سعد اختر صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خان نے ادا کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی کشش و قدسی اثر کا ذکر کرتے ہوئے اپنے چند واقعات در بارہ شمولیت احمدیت سُنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ راقم الحروف نے اپنا مضمون پہلے سے ہی خطبہ جمعہ میں سامعین کو بیان کر دیا تھا۔

صاحب صدر غوری صاحب نے بھی دوران جلسہ حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت و تعلیم کے بارے میں حاضرین جلسہ کو مناسب انداز میں نصائح کے رنگ میں تلقین کی اور اسی موضوع پر پھر اگلے جمعہ میں مزید روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا ہے۔ کیونکہ وقت کافی گذر چکا تھا۔ نیز شفیق الرحمان صاحب بی اے نے اپنا فارسی مضمون انتخاب شدہ از کتاب ایام الصلح پڑھ کر سنایا۔ جس سے سامعین کرام بہت ہی لطف اندوز ہوئے۔

جلسہ بخیر و خوبی کامیابی کے ساتھ دُعا پر اختتام پذیر ہوا۔ احباب جلسہ کی تواضع شیرینی و ٹھنڈے مشروبات سے کی گئی۔

عبدالرحمان لائبریرین۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بلاک ۲۷ ڈیرہ غازیخان

پشاور میں جلسہ یوم وصال

۸ جون ۱۹۷۳ء کو بعد از نماز جُمعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ پشاور کے تحت یوم وصال کے سلسلہ میں ایک مختصر سی تقریب منعقد ہوئی۔ بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر یہ تقریب کچھ دن تاخیر سے منعقد کی گئی۔ لیکن خلاف توقع گرمی کی شدت کے باوجود بہت سے احباب نے جلسہ میں شرکت کی۔ نماز کے فوراً بعد اجلاس کی باقاعدہ کارروائی جناب ڈاکٹر ایم اے رحمان صاحب صدر جماعت کی صدارت میں شروع ہوئی۔ اجلاس کا آغاز جناب شیخ شریف احمد صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ ازاں بعد جناب عطاء الرحمٰن صاحب نے دُرِّ ثمین سے چند شعر ترنم کے ساتھ سُنائے۔ جس سے مجمع پر ایک رقت طاری ہو گئی۔

اس کے بعد سب سے پہلے کپتان صاحب عبدالواحد خان نے "میں احمدی کیوں ہوں" پر ایک مدلل تقریر کی۔ انہوں نے براہین احمدیہ سے حوالہ جات دے کر یہ ثابت کیا کہ ہماری جماعت اشاعت اسلام کے سلسلہ میں اور جماعتوں کے مقابلہ میں بہت آگے ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگ ہم کو دائرہ اسلام سے باہر تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑے افسوس کے ساتھ فرمایا۔ کہ خدا پر ہم ایمان لائیں تو کافر اور باقی لوگ مسلمان۔ قیامت پر ایمان لانے والے دوسرے لوگ مسلمان لیکن ہم کافر اسی طرح قرآن کو سینہ سے لگا کر ہم کافر ٹھہرتے ہیں۔ جب کہ غیر احمدی دوست قرآن پر عمل نہ کرنے کے باوجود مسلمان گردانے جاتے ہیں۔ کپتان صاحب نے قرآن سے حوالہ دے کر ثابت کیا کہ موجودہ زمانہ میں قرآن پر صحیح عمل کرنے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ احمدیہ جماعت ہے۔

ان کے بعد چارسدہ کے ہمارے ایک بہت ہی معمر بزرگ جناب میاں عبداللہ شاہ صاحب نے تقریر فرمائی۔ انہوں نے عام فہم اور اپنے مخصوص انداز میں اپنی تقریر کا آغاز انسان کی دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی سے کیا۔ اور قرآن کے حوالہ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ سے انسان کو اس کائنات کُل کا رہبر ثابت کیا۔ ان کے اپنے الفاظ میں جس طرح ایک سیاح کو ایک رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ اس کو اس ملک کے قابلِ دید مقامات یا دوسری اہم جگہوں کی سیر کرانے میں مدد ہو۔ بالکل اسی طرح اس کائنات کا رہبر حضرت انسان ہے اور کائنات کی رہبری کے لئے صالح بننے کی ضرورت ہے۔ اور صالح انسان خدا کا عبد بننے سے پیدا ہوتے ہیں۔ غرض انہوں نے اختصار کے ساتھ موجودہ زمانہ میں مادی ترقی کے باوجود انسان کی اخلاقی تباہی پر روشنی ڈالی اور جماعت احمدیہ کی افادیت اور معاشرہ میں اس کی ذمہ داریوں پر مفصل بحث کی میاں صاحب موصوف سلسلہ کے بزرگ ترین احباب

شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام اور آپؑ کی صداقت کے چمکتے ہوئے نشان

ظلم عظیم ہے کہ خدا کے مامور کو جس نے قولی اور فعلی شہادتوں سے اپنے دعوے کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہو اور جس کی خدمات اسلامی کی کوئی نظیر نہ ہو اُسے مفتری اور کافر قرار دیا جائے ۔ یہ صرف ان لوگوں کا ہی شیوہ ہے جن پر یہ کلامِ الٰہی صادق آتا ہے غلبت علینا شقوتنا ۔ ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی ۔ حضرت اقدس کا دردمند دل یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

امر واقع یہ ہے کہ خدا کا یہ مامور دینِ اسلام کی عزت کے لئے آیا ۔ اور دین کا بول بالا کر کے دکھا دیا ۔ اس دہریت اور مادہ پرستی کے زمانہ میں آپ نے خدا کا چمکتا ہوا چہرہ دکھایا اور بیمار دلوں کے لئے مسیحائی کی ۔ نصرتِ الٰہی اور نشانات نے اس کی تائید کی ۔ پانی اور آگ سے ہلاک ہونے والی پہلی اُمتوں کے وقت اگر یہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ ہلاک نہ ہوتیں ۔ آپ فرماتے ہیں

” اس زمانہ کے لوگوں کو میں کس سے تشبیہ دوں وہ اس بدقسمت کی طرح ہیں جو آنکھیں ۔ کان اور عقل رکھتے ہوئے ان سے کام نہیں لیتے ۔ میں ان کے لئے روتا ہوں اور وہ مجھ پر ہنستے ہیں ، میں ان کو زندگی کا پانی دیتا ہوں اور وہ مجھ پر آگ برساتے ہیں ۔ خدا میرے پر نہ صرف اپنے قول سے ظاہر ہوا بلکہ اپنے فعل کے ساتھ بھی اس نے میرے پر تجلّی کی ۔ لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا مگر خدا نے مجھے نہیں چھوڑا ۔ میں ظاہر ہوا ہوں تا خدا میرے ذریعہ ظاہر ہو ۔ مجھے بھیج کر اس نے ارادہ کیا ہے کہ تمام دہریوں اور بے ایمانوں کے منہ بند کرے جو کہتے ہیں خدا نہیں ہے ۔ مگر اے عزیزو تم جو خدا کی طلب میں لگے ہوئے ہو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قرآن نازل کیا وہی ہے جس نے میرے پر تجلّی کی اور ہر دم میرے ساتھ ہے ۔

کس قدر یقین پیدا کرنا چاہتے ہیں خدا کی ہستی پر ۔ کیا ایسا شخص مفتری اور کافر ہوتا ہے ؟ ۔ خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کسی کی کوئی تحریر اور تقریر پیش نہیں کی جاسکتی جو آپ کے ہم پلّہ ہو ، فرماتے ہیں : ــ

” اُسی نے (خدا نے) میرے ساتھ ہم کلام ہو کر بتلایا ہے کہ وہ سچا نبی ہے اور وہی ہے جس کے قدموں کے نیچے نجات ہے اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نور حاصل نہیں ہوگا ۔ اس کی وقعت قدر اور عظمت مجھ پر ظاہر کی گئی تو میں کانپ اُٹھا اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا ۔ وہی ایک ہے جس نے توحید کا تخم ایسے طور پر بویا جو آج تک ضائع نہیں ہوا وہ ایسے وقت میں آیا جب تمام دنیا بگڑ گئی تھی اور ایسے وقت میں گیا جب سمندر کی طرح توحید کو دنیا میں پھیلایا گیا ۔ نوعِ انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰے صلعم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو کسی نوع کی بڑائی مت دو ۔ کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی کہ اس کے افاضۂ روحانی کو قیامت تک جاری رکھا ۔ اور میرے سلئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء خیرالوریٰ حضرت محمد مصطفٰے کی راہوں کی پیروی نہ کرتا ۔ سو میں نے جو کچھ پایا اسکی پیروی سے پایا اور کوئی انسان بجز پیروی اس نبیؐ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا ۔ “

پھر فرماتے ہیں : ــ

” اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو ایسے نشان ہرگز نہ دکھا سکتا ۔ جب کہ میں ایسا ہوں تو سوچو کیا مرتبہ ہے اُس رسُول کا جس کی غلامی کی طرف میں منسوب کیا گیا ہوں ۔ “

کیا ایسا کہنے والا خود مدعی نبوت ہو سکتا ہے اور ایسا شخص ختمِ نبوت کا منکر ہوتا ہے ؟ ۔ اطاعت رسُول کی اہمیت آپؑ کے ان خوبصورت اور پیارے جملوں کے برابر تو کوئی کہیں سے ڈھونڈ کر دکھا دے ۔ فرماتے ہیں : ــ

” اے شاخ ما ! کہ تو سرسبز ہے اور یہ بھی قبول کیا کہ تجھے پھُول اور پھل آتے ہیں مگر جڑھ سے الگ مت ہو کہ اس سے تو خشک ہو جائے گی اور تمام برکتوں سے محروم کی جائے گی کیونکہ تو جزو ہے کُل نہیں اور جو کچھ تجھ میں ہے وہ تیرا نہیں بلکہ وہ سب جڑھ کا فیضان ہے “

مسئلہ زیر بحث کی وضاحت کے لئے یہ سب کچھ کافی ہے مگر حقیقۃ الوحی کے یہ چند الفاظ بھی سننے چاہئیں ، فرماتے ہیں : ــ

” اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے کس قدر جہالت ۔ کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے “ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

آپؑ لکھتے ہیں : ــ

” اس پاک نبیؐ کی بہت توہین کی گئی ہے ۔ ہر زمانہ میں اس کے لئے خدا اپنا غیرت دکھاتا رہا ہے ۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی خدا کی غیرت نے جوش مارا ہے اور سب گذشتہ زمانوں سے زیادہ جوش مارا ہے اور مجھے اس نے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے تاکہ میں اس کی نبوت کے لئے تمام دنیا میں گواہی دوں اگر میں بے دلیل یہ دعوےٰ کرتا ہوں تو جھوٹا ہوں ۔ لیکن اگر خدا اپنے نشانوں کے ساتھ اس طور سے میری گواہی دیتا ہے کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ان کی نظیر نہیں تو انصاف اور خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے کہ مجھے میری اس تمام تعلیم کے ساتھ قبول کریں “

تعلیم کیا ہے اسلام پر چلنا ۔ آپ کی کتابوں میں اس کی وضاحت موجود ہے ــــ کشتی نوح میں آپ لکھتے ہیں : ــ

” صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو ۔ خدا کو اپنے نفس پر اپنے آراموں پر اور کل تعلقات پر مقدم رکھو ۔ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ ۔ دنیا ، اپنے احباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ ۔ ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو جو ہر ایک حدیث ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا تم توبہ کی بیعت کر کے پھر گناہ پر قائم نہ رہو اور سانپ کی طرح نہ ہو جو کھال اتار کر پھر بھی سانپ ہی رہتا ہے موت کو یاد رکھو کہ وہ نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اس سے بے خبر ہو ۔ کوشش کرو کہ ایک ہو جاؤ ۔ اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے ملک اور املاک سے دل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر دیتے ہیں ، ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لا پرواہ ہے اس کے تمام نوکروں ، چاکروں کا گناہ اس کی گردن پر ہے ۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اس کی گردن پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اس کے ماتحت ہو کر شراب نوشی میں شریک ہیں ۔ اے عقلمندو یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو ۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کا حکم ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا تمہارے خلاف گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابل پاداش ہے وقت تھوڑا

ہے اور عمر ناپائیدار۔ تیز قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ رہ جائے اور زیاں کاری کا موجب ہو یا کوئی ایسی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔"

کیا یہ تعلیم اسلام کے مطابق نہیں؟ کیا ایسی تعلیم کی تاکید کرنے والے کو کافر کہنا چاہیئے؟ رہا سوال آپ کے مقام کا سو یہ کوئی نیا دعوےٰ نہیں ہے حدیث نبویؐ کے مطابق آپ صدی کے سر پر آئے اور مخلوق خدا کی ہدایت اور اصلاح کے لئے آئے

ع

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

اپنی صداقت کے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے آپ حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں کہ:-

"اگر میں فرداً فرداً ان نشانات کو شمار کروں تو وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں"۔ نشانات مختلف نوعیت کے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ آپ کی ضرورتیں اور حاجتیں پوری کیں۔ مقدمات میں فتح ہوئی۔ بعض نشانات مدت بعثت سے پیدا ہوئے اور یہ مدت جب سے دنیا پیدا ہوئی کسی کذاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ دوستوں کے حق میں آپ کی دعائیں منظور ہوئیں۔ شریر دشمنوں کا بُرا حشر ہوا۔ آپؑ کی دعاؤں سے خطرناک بیماروں نے شفا پائی اور ان کی خبریں پہلے سے دی گئیں۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ آپ کی تصدیق کے لئے خدا نے حوادث ارضی یا سماوی ظاہر کئے۔ نیز آپ کی تصدیق کے لئے بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے خوابیں آئیں اور آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا جیسے سجادہ نشین صاحب العلم سندھ جن کے مرید ایک لاکھ اور خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے۔ اس صالح اور متقی مرد نے آپ کو لکھا:-

"سوائے ہر ایک حبیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتداء سے تیرے لئے تعظیم کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو، میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے، میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر"

ہزارہا انسانوں نے اس وجہ سے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی کہ خواب میں ان کو بتلایا گیا کہ یہ سچا ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا دنیا ختم ہونے کو ہے یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ بعض اکابر نے میری پیدائش یا بلوغ سے پہلے میرا نام لے کر میرے مسیح موعودؑ ہونے کی خبر دی جیسے نعمت اللہ ولی اور میاں گلاب شاہ ساکن جمال پور لدھیانہ۔ اور اس قسم کے بھی ہیں کہ انی مھین من اراد اھانتک کے مطابق اللہ تعالےٰ نے میرے پر حملہ کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کیا۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں اور یہ بڑا زبردست نشان ہے کہ بڑے بڑے مخالف اس کا ہدف بنتے ہیں اور اس نشان کا زمانہ بھی ابد تک ممتد ہے جس کا ثبوت تا دمِ تحریر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک نشان جس کا دامن ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک تک اور ہر ایک زمانہ تک وسیع ہے وہ مباہلوں کا سلسلہ ہے جس کے بہت سے نمونے دنیا نے دیکھ لئے ہیں آپ فرماتے ہیں:-

"کافی مقدار کے بعد میں مباہلہ کی رسم کو اپنی طرف سے ختم کر چکا ہوں لیکن ہر ایک جو مجھے کذّاب سمجھتا ہے، مکار اور مفتری خیال کرتا ہے اس کو بہرحال اختیار ہے کہ اپنے طور پر مجھے مقابل پر رکھ کر تحریری مباہلہ شائع کرے۔ دعائے مباہلہ کو کم از کم تین نامی اخباروں میں شائع کرنا ہوگا ایسا شخص اگر تضرع کے ساتھ قسم کھا کر مباہلہ کرے اور آسمانی عذاب سے محفوظ رہے تو پھر میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔"

حضرت مرزا صاحب نے دعوت کا حق ادا کیا اور ان کے خدمت اسلام کے زرّیں کارنامے دنیا کے سامنے ہیں۔ غرضیکہ آپ نے کماحقہ اپنے مشن کی تکمیل کی۔ عقائد کے اختلافات سے مختلف رائیں اور اقوال ایک فیصلہ کرنے والے حکم کو چاہتے ہیں سو وہ حکم آپ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"ضروری نہیں کہ میں اپنی حقیقت کی کوئی دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے اور اگر یہ سوال پیش ہو کہ تمہارے حکم ہونے کا کیا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ کے لئے حکم آنا چاہیئے تھا وہ زمانہ موجود ہے اور جس قوم کی صلیبی غلطیوں کی حکم نے اصلاح کرنی تھی وہ قوم موجود ہے اور جن نشانوں نے اس حکم پر گواہی دینی تھی وہ نشان ظہور میں آ چکے ہیں اور اب بھی یہ سلسلہ شروع ہے۔ آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے زمین نشان ظاہر کر رہی ہے مبارک وہ جن کی آنکھیں اب بند نہ رہیں مدت ہوئی کہ کسوف و خسوف رمضان میں ہو گیا۔ حج بھی بند ہوا اور موجب حدیث طاعون بھی ملک میں پھیلی۔ ان تمام وجوہ سے میں **امام الزمان** ہوں اور خدا میری تائید میں ہے وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوا وہ ذلیل اور شرمندہ ہوگا، جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا عنقریب وہ مرنے کے بعد شرمندہ ہوگا اور اب وہ حجۃ اللہ کے نیچے ہے"

غور فرمائیے آپ کے کتنے وزنی دلائل اور ناقابلِ تردید بیانات ہیں۔ امر واقع کی کون تردید کر سکتا ہے، مبارک ہیں وہ جنہوں نے اس مقدس امام کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بیش از بیش خدمت اسلام کی توفیق دے اور اس آواز کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین

یہ ملک و مال ہے اک کہانی

اُٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی

یوم وصال مسیح موعودؑ کے جلسے (بسلسلہ صفحہ ۱۲)

میں سے ہیں۔ اور سلسلہ کے ہر کام میں بڑھ چڑھ کر دامے درمے قدمے حصہ لیتے رہے ہیں۔ آجکل ذرا کمزور سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو صحت کاملہ عطا کرے۔

میاں عبداللہ شاہ صاحب کے بعد جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ نے یوم وصال منانے کی غرض پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اسلام میں شخصیت پرستی نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب فوت ہو چکے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں حضرت مرزا صاحب کے ساتھ تعلق سے کیا فائدہ ہوا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت صاحب کے آنے سے پہلے اسلام کی کے لئے ایک تصور ابھرا یعنی تصوف (قلندری) جس سے مشکل مسائل سے نجات بھی ہو اور لوگ مسلمان بھی رہیں۔ تصوّف کی ایک STAGE ایسی بھی آتی ہے۔ جہاں بقول ان کے روزہ نماز وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ قلندر دین و دنیا سے آزاد۔ خانقاہوں میں بیٹھنے والے دین سے لاتعلق ہوتے ہیں۔ آہستہ آہستہ بیکار اور نکھٹو بن جاتے ہیں اور اپنی آمدنی کے لئے تعویذ گنڈوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں ⁂ سبب کچھ اور ہے جس کو کہ تو نہیں سمجھا

یہی تصور آگے چل کر ایک اور تھیوری (نظریہ) کو جنم دیتا ہے۔ جیسے کہ مغربی محققین کہتے ہیں کہ غربت کا دوسرا نام جرم ہے

اس زمانہ کے مسلمانوں کے اندر یہ بات عام ہو گئی تھی، یعنے وہ ظاہری باتوں کا سہارا ڈھونڈتے تھے اور حقیقت سے اکثر گریز کرتے تھے۔ اسی لئے تو ڈاکٹر اقبال بھی اعتراف کے طور پر کہتے ہیں ؎

اقبال بڑا اُپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے

گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

قاضی صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود کے وقت عالم اسلام کا مفصّل نقشہ کھینچ کر بعد حضرت صاحب کی ذات بابرکات۔ ان کی جماعت کے کردار پر بحث کی اور فرمایا کہ مرزا صاحب نے جماعت کو قلندری بھی دی اور سکندری بھی، انہوں نے استفسار کیا جماعت کے امیر ترین احباب نماز تہجد نہیں پڑھتے؟ یہ سکندری کے

(باقی بر صفحہ ۱۹ کالم ۲)

مسٹر اورنگ زیب ایم اے متعلم ادارہ تعلیم القرآن

حضرت مسیح موعودؑ کی خدماتِ اسلام

حدیث ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق اللہ تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کے لئے مجدد مبعوث فرمایا اور آپ نے تجدید دین کرتے ہوئے بہت سی خدماتِ اسلام انجام دیں۔ حضرت ممدوح نہ صرف مجدد تھے بلکہ آپ کو مسیح موعودؑ کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اس لحاظ سے آپ تمام سابق مجددین سے شان میں بڑھ کر ہیں جتنی بڑی کسی مامور کی شان ہو اسی قدر بڑا اس کو کام سونپا جاتا ہے۔ اس طرح حضرت مرزا صاحب نے مجدد اعظم کی حیثیت سے اتنی بڑی خدمات اسلام انجام دیں کہ دنیائے اسلام اگر تعصب کو بالائے طاق رکھ دے اور حقیقت پسندانہ نگاہ سے دیکھے تو قیامت تک ان کے احسان کو فراموش نہیں کر سکتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چھوٹی بڑی اسّی سے زائد کتابیں اردو، فارسی اور عربی میں لکھیں، جن میں اسلام کی صداقت پر اعلےٰ درجہ کے دلنشین دلائل دیئے گئے ہیں اور قرآن کریم کے معارف بیان کئے گئے ہیں۔ خدا نے اسی وجہ سے ان کو سلطان القلم کا خطاب دیا۔ یہ تحریریں ہمیں اس خدا سے روشناس کراتی ہیں جو دیکھتا، سُنتا اور بولتا ہے اور اس کی کوئی صفت کبھی معطل نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی معطل ہوگی۔ اہلحدیث مولوی محمد حسین بٹالوی نے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر ریویو لکھتے ہوئے اس کی بے حد تعریف کی اور یہ اعتراف کیا کہ یہ مرزا صاحب کی اتنی بڑی خدمت ہے کہ آج تک دنیائے اسلام میں اس کتاب کی مثال نہیں ملتی۔ یہی حال دوسری تصانیف اسلام کا ہے۔ حضرت صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ حمایت اسلام پر صرف ہوتا تھا اور آپ کی سب تصانیف اسلام کی تائید میں ہیں اور خدا کی خاص تائید سے لکھی گئیں۔

اب ہم ان خدماتِ اسلام کا جو حضرت مسیح موعود نے انجام دیں ایک ایک کرکے تجزیہ کرتے ہیں۔ سب سے بڑی خدمت جو آپ نے سرانجام دی وہ حضرت عیسیٰؑ کو وفات یافتہ ثابت کرنا ہے۔ عیسائیوں میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ بہت بڑی روک بنا ہوا تھا۔ حضرت مرزا صاحب سے پہلے بھی کچھ بزرگانِ دین ایسے گذرے ہیں جو حضرت عیسٰیؑ کو وفات یافتہ سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر امام بخاریؒ اور امام مالکؒ کا یہی خیال تھا۔ صحابہ کرامؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسی طرح زمانہ حال میں کچھ بزرگ اہلِ علم اسی عقیدہ کے قائل ہیں اور آہستہ آہستہ اہلِ فکر لوگ اسی عقیدہ کے قائل ہو رہے ہیں۔ لیکن ظاہر بین مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ قرآن سے کم علمی کی وجہ سے حیات مسیح کا قائل ہے جو عیسائیت کے فروغ کا باعث ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کی ۳۰ آیات سے عیسٰی بن مریم کی وفات ثابت کرکے حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو پاش پاش کر دیا اور احادیث اور آئمہ کرام کے اقوال پیش کر کے وفاتِ مسیح کے عقیدہ کو استحکام بخشا۔ یہ حضرت صاحب کا بہت بڑا کارنامہ اور مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے۔

حضرت عیسٰےؑ کے جسم کو عیسائیوں نے غلو سے اور مسلمانوں نے کم فہمی کی بناء پر انسانی ضروریات سے بالاتر اور لافانی بنا دیا تھا اور خدا کا شریک بنا دیا تھا، خدائی صفات اور عیسٰےؑ کی صفات میں کوئی فرق باقی نہ رکھا۔ اس صورت میں مسلمان عیسائیوں کو کیا تبلیغ کر سکتے تھے بلکہ وہ تو خود عیسائیت کا شکار ہو رہے تھے اس لئے مرزا صاحب کو عیسٰی بن مریم کی وفات پر بہت زور دینا پڑا۔ حیاتِ مسیح کے عقیدہ کے ساتھ ہی نزولِ مسیح کا عقیدہ منسلک ہے۔ احادیث میں جو حضرت عیسٰےؑ کے نزول کا ذکر ہے حضرت مرزا صاحب نے اس کو اس طرح حل کیا ہے اگر وہی عیسٰے بن مریم جو کہ بنی اسرائیل کا آخری نبی تھا دوبارہ نازل ہو تو ختم نبوت ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں جس کی تفسیر میں حضور نے فرمایا ہے لانبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس کے علاوہ حضرت عیسٰےؑ وفات یافتہ ہونے کی وجہ سے بھی دوبارہ نہیں آ سکتے۔ ہاں ان کا مثیل آ سکتا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کو خدا نے ابن مریم کا رنگ اور صفات دے کر بھیجا ہے تا ان کے ذریعہ عیسائیت کا قلع قمع کیا جا سکے۔ اس لحاظ سے آپ مسیح موعود کہلائے اور ثابت کیا کہ بنی اسرائیلی مسیح اور ہے اور جس موعود کا ذکر احادیث میں ہے وہ اور ہے۔

چونکہ مسیح موعود ہونے کی حیثیت سے آپ کا مقابلہ دجّال سے تھا اس لئے انہوں نے ہمیں ایسے دلائل و براہین عطا کئے ہیں کہ دجّال ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا مسلمانوں کے اندر ایک نیا جوش پیدا ہوا اور اسلام کے دنیا پر غالب آنے کا ایمان بڑھ گیا۔ دجّال کے ساتھ جنگ کرنے کا سامان ہمارے مسیح نے مہیا کر دیا ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق وہ زمانہ آ گیا ہے کہ جس میں مسیح اور مہدی اسلام کو غالب کر دیں گے۔ اب ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پورے جوش و خروش سے دلائل و براہین کے ساتھ ساری دنیا کو پیغام پہنچائیں اور جہاں کہیں دجّال سامنا کرے برہان کی تلوار سے قتل کر ڈالیں۔

حضرت مرزا صاحب کی ایک احسن خدمت اسلام یہ ہے کہ انہوں نے ثابت کیا کہ اسلام ایک زندہ دین ہے اور اللہ تعالےٰ جیسے پہلے کی طرح دیکھتا اور سُنتا ہے اپنے بندوں سے ہم کلام بھی ہوتا ہے۔ دہریئے تو سرے سے خدا کی ہستی کے منکر ہیں۔ اہل کتاب کا مسلک یہ ہے کہ خدا پہلے ہمکلام ہوا کرتا تھا مگر اب اس کی یہ صفت معطل ہو گئی ہے۔ مسلمان بھی آہستہ آہستہ اسی مسلک کی طرف رجوع کر رہے تھے حضرت مرزا صاحب نے مجددیت کے دعوے کے بعد اس حقیقت سے پردہ اُٹھایا اور کتاب براہینِ احمدیہ میں اسی موضوع پر زور دیا اور ثابت کیا کہ خدا اب بھی انسان سے باتیں کرتا ہے اور وہ دین کو زندہ رکھنے کے لئے مجددین اور ولی اللہ بھیجتا رہتا ہے اور ان سے کلام بھی کرتا ہے۔ سرسید احمد خان مغربی تعلیم کے زیر اثر اللہ تعالےٰ کی ہمکلامی سے کلی طور پر منحرف ہو گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ وحی کوئی خارجی شئے نہیں بلکہ یہ تو دل کی آواز ہے۔ اگر ایسا ہی ہو تو نہ قرآن ہی الہامی کتاب ثابت ہوگی نہ خدا کی ہستی کا پتہ لگ سکے گا اور آہستہ آہستہ خدا پر سے ایمان اُٹھ جائے گا۔ اس بیماری کو دُور کرنے کے لئے حضرت صاحب نے قرآن اور احادیث سے ایسی شہادتیں پیش کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ ماضی میں جس طرح پہلی اُمتوں کے خیر ابنیاء سے باتیں کرتا رہا ہے اسی طرح اس اُمّت کے نیک بندوں سے بھی ہم کلام ہوتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی ایک اور خدمت یہ ہے کہ عیسائیوں کا اسلام پر یہ اعتراض تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اگرچہ تاریخی طور پر یہ کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ حضور علیہ السلام نے کوئی بھی ایسی لڑائی لڑی ہو جس میں دین اسلام قبول کرنے کے لئے کسی قوم پر جبر کیا گیا ہو۔ مگر پھر بھی اہلِ یورپ مسلمانوں پر یہ الزام لگاتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس دین سے نفرت ہو جائے اور وہ یہ سمجھنا شروع کر دیں کہ اسلام میں کوئی سچائی کا جوہر نہیں ہے صرف جبر و استبداد کا مجموعہ ہے۔ پروپاگنڈا کے ذریعہ صدیوں سے عیسائی دنیا یہی تصور پیش کرتی رہی کہ اسلام تلوار کا مذہب ہے۔ تمام غیر مسلم دُنیا اس پروپیگنڈہ کے زیر اثر آ چکی تھی یہاں تک کہ مسلمانوں میں بھی یہ عقیدہ رواج پا چکا تھا کہ امام مہدی صاحب دنیا میں تشریف لائیں گے تو تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلائیں گے اس طرح عیسائیوں کے اس عقیدہ کو کہ اسلام تلوار کا مذہب ہے اور تقویت پہنچی اور اس طرح اسلام کی راہ میں یہ زبردست رکاوٹ کھڑی ہو گئی۔

حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کی سختی سے تردید کی اور یہ ثابت کیا کہ اسلام تلوار کے زور سے ہرگز نہیں پھیلا۔ خدا سے الہام پا کر مہدی ہونے کا بھی دعوےٰ کیا اور دلائل و براہین سے اشاعت اسلام کی تلقین کی۔ آپ نے اپنی کتاب توضیح مرام اور فتح اسلام میں مسلمانوں کو اسلامی غیرت دلاتے ہوئے لکھا کہ

عیسائیوں نے کروڑوں کتابیں اور پمفلٹ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے تقسیم کئے ہیں مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ اسی جوش و خروش سے اشاعت اسلام میں حصہ لیں اور چندہ کی پُرزور اپیل کی اور اشاعت و تبلیغ کے کام کو پانچ شعبوں میں تقسیم کیا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک منظم جماعت کی بنیاد رکھی۔

حضرت مرزا صاحب پر الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں آپ نے جہاد کو منسوخ نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کی اس غلط فہمی کو دُور کیا ہے کہ جہاد تلوار کے ذریعہ کفّار کو مسلمان کرنیکا نام ہی یہ صحیح نہیں بلکہ دلائل و براہین کے ذریعہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے جہاد ... غیر مسلم قوم کو مسلمان کرنے کے لئے خواہ مخواہ اس پر حملہ کرنا اسلام کی رُو سے ناجائز ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ جہاد بالقرآن ایسا جہاد ہے جو انسان کو ہر وقت میسر آتا ہے اور جہاد بالسیف وہ جہاد ہے جو مخصوص حالات میں ہی میسر آ سکتا ہے۔ چنانچہ جہاد بالسیف کی دو مشروط صورتیں ہیں:—

(۱) اُذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا (۲) وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم۔ پہلی آیت میں مسلمانوں کو مظلوم ہونے کی حالت میں جنگ کی اجازت دی ہے اور دوسری آیت میں کفار کی جارحیت کے سبب جنگ کی اجازت .... یا حکم ہے۔

کیا شان ہے حضرت مسیح موعودؑ کی کہ جوں جوں غلط عقائد کو دور کرتے ہیں اسلام کی خوبصورتی نمایاں ہوتی جاتی ہے لیکن مسلمان احسان مند ہونے کے بجائے خواہ مخواہ آپؑ کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کی بیان کردہ پیشگوئیوں کی حقیقت واضح کی جو اس زمانہ میں کھل کر سامنے آ رہی ہیں۔ آپ نے دنیا کو بتایا کہ یاجوج ماجوج اور دجّال دنیا میں آ چکے ہیں لیکن تمہاری جہالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ تم ان کو پہچان سکو، یہ کوئی دو افراد نہیں بلکہ موجودہ یورپین اقوام کی مذہبی اور سیاسی چالوں کی وجہ سے ان کے دو مختلف نام ہیں،

ایسا ہی آپ نے بتایا کہ مغرب سے طلوع اسلام کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور مغربی قوموں میں اسلام پھیلے گا چنانچہ آپ کی جماعت کے ذریعہ اس پیشگوئی کے ظہور کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا ایک اور کارنامہ یہ کہ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے پہلے دنیا کی مختلف اقوام کی طرف انبیاء اور ہادی آتے رہے اور کوئی قوم ایسی نہیں جس کی طرف کوئی ہادی خدا کی طرف سے نہ آیا ہو، جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ولکل قوم ھاد۔ ولکل اُمّۃ رسول۔ ان آیات کی رُو سے ہندوؤں کے کرشن جی اور گوتم بدھ بھی اپنے زمانہ کے نبی تھے، ان سب پر ایمان لانا دنیا میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے اور یہی اسلام کی عالمگیر تعلیم کا تقاضا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی ایک اور خدمت یہ ہے کہ مسلمانوں نے آہستہ آہستہ اجتہاد کے دروازہ کو بند کر دیا تھا اور نئی روشنی میں مسائل کے سمجھنے کو ناجائز خیال کر لیا گیا، آپ نے فروعی مسائل میں حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر اجتہاد کو ضروری قرار دیا اور اس طرح کئی مسائل اپنے خداداد اجتہاد سے حل کر دیئے۔

مسلمانوں میں فرقہ بندی کی لعنت کو جو باہمی تکفیر کا موجب ہے دُور کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے بہت زور دیا اور فرمایا کہ کسی کلمہ گو کی تکفیر جائز نہیں یہ بہت بڑی لعنت ہے جو مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار پیدا کر رہی ہے۔ آپ نے اپنی جماعت کو اس لعنت سے بچنے کی ہدایت کی، اور تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھنے کی ہدایت کی،

خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحبؑ کے دل میں شروع ہی سے یہ خیال ڈال دیا تھا کہ یورپ تبلیغِ اسلام کے لئے بہت اچھی جگہ ہے۔ آپ کو کشف میں دکھلایا گیا کہ آپ لندن میں منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کر رہے ہیں اور کئی سفید پرندے آپ نے پکڑے ہیں، اس کی تعبیر آپ نے یہی کی کہ میری جماعت کے لوگ یورپ میں اشاعت اسلام کے لئے جائیں گے اور ان کے ہاتھ پر سفید اقوام کے لوگ مسلمان ہوں گے۔ چنانچہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور مولینا صدرالدین صاحب اور احمدی جماعت کے دیگر مبلغین کے ذریعہ آپ کی پیشگوئی بااحسن وجوہ پوری ہوئی۔

ایسا ہی آپ نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی ضرورت پر زور دیا جو آپ کی وفات کے بعد حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ نے کر دکھایا، اور آپ کی جماعت نے قرآن کریم ... طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ بعض کے نزدیک دس سپارے تک منسوخ ہیں اور آخر میں شاہ ولی اللہ نے پانچ آیات کو منسوخ سمجھا ہے لیکن حضرت مرزا صاحب نے یہ دعوےٰ کیا کہ قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ جہاں لوگوں کو اختلاف نظر آتا ہے وہ آیات کی تطبیق نہیں کر سکتے اور آیات کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس طرح حضرت مرزا صاحب نے یہ ثابت کیا کہ قرآن کریم کی ہر آیت محفوظ اور واجب العمل ہے۔ یہ کفیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی بڑی خدماتِ اسلام جن کا زمانہ معترف ہے۔

ایک اور بہت بڑی خدمت آپؑ نے یہ کی ہے کہ جماعت کی بنیاد رکھ کر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام اس کے سپرد کر دیا اور اس جماعت میں دینی جوش اور ولولہ پیدا کر دیا جو اور کسی دوسری جماعت میں نہیں پایا جاتا اور یوں عملی طور پر اس جماعت کو ولتکن منکم اُمّۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر کا مصداق بنا دیا۔

یوم وصال مسیح موعود کے جلسے۔ (سلسلہ صفحہ نمبر ۱۹)

ساتھ ساتھ قلندری کی اعلےٰ ترین مثال ہے جو کسی دوسری جگہ آپ کو نہیں ملے گی۔ قاضی صاحب نے مزید فرمایا کہ حضرت صاحب نے ہم سے گناہ کی زندگی دُور کی اور سکندری کی حالت میں بھی اور قلندری کی حالت میں ہماری قوتوں کو جگایا۔ انہوں نے فرمایا یہ حضرت صاحب کی تعلیمات کا اثر ہے کہ عُسر و یُسر دونوں صورتوں میں جماعت کا کردار نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ یہ خدائی جماعت ہے۔ آخر میں فرمایا کہ حضرت صاحب کی کتب پڑھنے کے قابل ہیں۔ اور دُکھ سکھ میں اللہ تعالےٰ سے رابطہ قائم رکھنے کی تکنیک بتاتی ہیں۔

قاضی صاحب کے بعد جناب منٹو صاحب سٹیج پر تشریف لائے۔ منٹو صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کا شمار سلسلہ کے عظیم بزرگوں میں سے ہوتا ہے۔ منٹو صاحب نے انسان کی زندگی کی غرض و غایت پر مفصل بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے کہ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ پانی۔ ہوا غرض یہ تمام کائنات ہمارے لئے پیدا کی گئی ہے تو پھر ہم (انسان) کس لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ سورج کے چھپنے سے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ معلوم ہوا یہ ایک عظیم قوت ہے جس کے بغیر انسان کی زندگی بے معنی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح چاند۔ پانی۔ ہوا وغیرہ کی عدم موجودگی میں انسانی زندگی بے معنی نظر آتی ہے۔ تو جب یہ تمام نعمتیں انسان کے لئے ہیں تو پھر انسان کس لئے ہے، اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے اور جیسے کہ فرمایا وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون۔ قرآن شریف میں بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ اور پیشگوئیاں کسی بات کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی بعض پیشگوئیاں کی ہیں جو حرف بحرف سچی ثابت ہو چکی ہیں۔

منٹو صاحب نے حضرت صاحب کا مقابلہ پیروں کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا آج کل کے پیر لوگوں سے ہدیئے اور نذرانے وصول کر کے اپنے لئے محل بناتے ہیں۔ ماموُر من اللہ کو ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ حضرت مرزا صاحب نے عملی زندگی

درخواست دُعائے صحت

ـــــ ہمارے محترم بزرگ خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے فرزند کیپٹن ناصر احمد سعید عرصہ سے بیمار ہیں اور سی ایم ایچ راولپنڈی میں زیر علاج ہیں۔ احباب جماعت کی خدمت میں اس نوجوان کی صحت کے لئے خصوصی دُعا کی درخواست ہے۔

مرزا مسعود بیگ۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

شادی

ـــــ محترم غلام نبی مسلم صاحب ایڈیٹر روح اسلام کی صاحبزادی کی شادی جناب محمد عبداللہ صاحب (امریکہ) کے صاحبزادہ بشیر عبداللہ کے ساتھ ہوئی۔ ۱۷ر جون کو عمل میں آئی، محترم مسلم صاحب نے اس موقعہ پر احباب کی تواضع پرتکلف ضیافت سے کی اور مبلغ بیس روپے انجمن کو برائے تراجم قرآن فنڈ عطا کئے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا۔ ہم اس تقریب پر مسلم صاحب، بشیر عبداللہ اور ان کے والد محترم محمد عبداللہ صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

دارالسلام میں درسِ قرآن

ـــــ ہر اتوار کو صبح سات بجے حضرت مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید فرما رہے ہیں۔ ۱۰؍۶؍۷۳ کو حضرت مولینا صاحب نے "بسم اللہ" کے مطالب و معارف
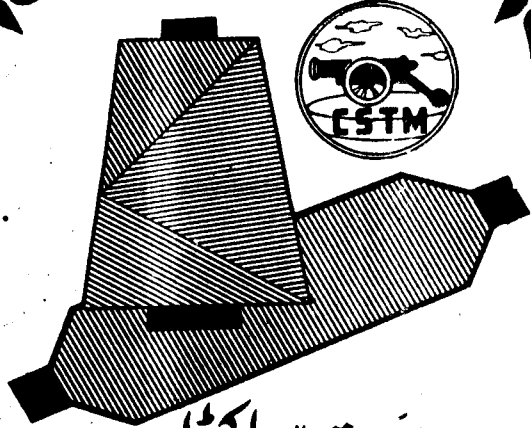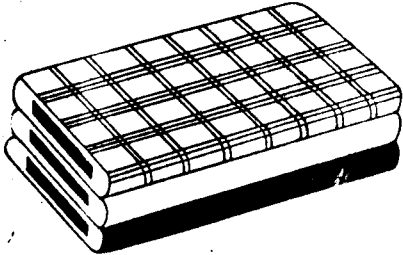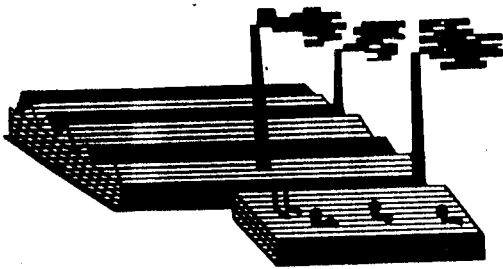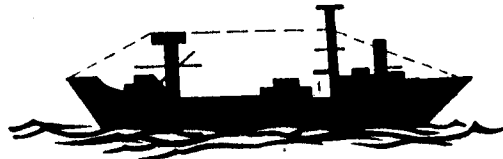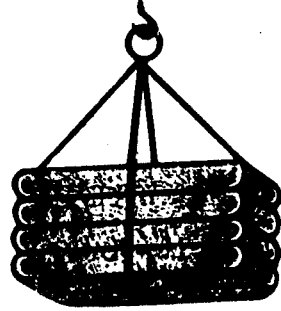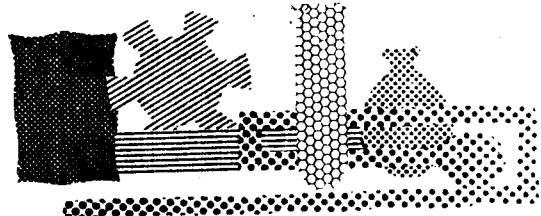
جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

یہ سلسلہ بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بہ برکت کلمۂ واحد پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور اسکے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے سر انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔ [ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ]

<u>ارشادات مسیح موعودؑ</u>

میرے آنے کی غرض

ایمان باللہ اور عملِ صالح پر مبنی جماعت بنانا ہے

چند دنوں سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں۔ تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو۔ اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آج کل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔

(یوم وصال کے جلسے بقیہ صفحہ ۱۲) پیش کی۔ ایسے لوگوں میں مقناطیسیت ہوتی ہے اور دوست تو دوست دشمن بھی ان کی خوبیوں کے معترف ہیں۔ آخر میں ملک صاحب نے جماعت کے استحکام پاکستان کی بقاء بیمار دوستوں کی صحت یابی اور اسلام کی سربلندی کے لئے ...

مسیح موعودؑ کا خطاب قوم سے

قوم کے لوگو! ادھر آؤ

قوم کے لوگو اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب ؛ وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
کیا تماشا ہے کہ مَیں کافر ہوں، تم مؤمن ہوئے ؛ پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار
کیا انوکھی بات ہے کافر کی کرتا ہے مدد ؛ وہ خدا جو چاہیئے تھا مؤمنوں کا دوستدار
قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیرِ مکر ؛ بن گئے شیطان کے چیلے وہ نسلِ ہونہار
پھر لگایا ناخنوں تک زور بن کر اِک گروہ ؛ پھر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ ان کو سازوار
ہم نگاہ میں ان کی دجال اور بے ایماں ہوئے ؛ آتشِ تکفیر کے اُڑتے رہے پیہم شرار
اب ذرہ سوچو دیانت سے کہ یہ کیا بات ہے ؛ ہاتھ کس کا ہے کہ ردّ کرتا ہے وہ دشمن کا وار
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں ؛ ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی ؛ خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذّاب کی
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار

اسمعوا صوت السّماء

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح ؛ خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے ؛ ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج ؛ نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع ؛ پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا ؛ آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ؛ گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا اِنتظار
ہر طرف ہر مُلک میں ہے بُت پرستی کا زوال ؛ کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزّو وقار
آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا ؛ دِل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار
آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں ؛ ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اسمعوا صوت السّماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۶

مومن سخت تکالیف میں بھی خوش اور مطمئن رہتا ہے

حضرت رسول کریم صلعم کو سلطنت کا وعدہ دیا گیا تھا مگر آپ نے اسے ٹھکرا دیا۔

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کے ارشادات گرامی

قرآن کریم کی تعلیم سے پایا جاتا ہے۔ کہ انسان کے لئے دو جنت ہیں۔ جو شخص خدا سے پیار کرتا ہے کیا وہ ایک جلنے والی زندگی میں رہ سکتا ہے؟ جب اس جگہ ایک حاکم کا دوست دنیوی تعلقات میں ایک قسم کی بہشتی زندگی میں ہوتا ہے۔ تو کیوں نہ ان کے لئے دروازہ جنت کا کھلے جو اللہ کے دوست ہیں۔ اگرچہ دنیا پُر از تکالیف و مصائب ہے۔ لیکن کسی کو کیا خبر وہ کیسی لذت اُٹھاتے ہیں۔ اگر ان کو رنج ہو تو آدھ گھنٹہ تکلیف اُٹھانا بھی مشکل ہے حالانکہ وہ تو تمام عمر تکلیف میں رہتے ہیں۔ ایک زمانہ کی سلطنت ان کو دے کر ان کو اپنے کام سے روکا جائے تو وہ کب کسی کی سنتے ہیں۔ اسی طرح خواہ مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ وہ اپنے ارادہ کو نہیں چھوڑتے۔ ہمارے ہادی کامل کو یہ دونوں باتیں دیکھنی پڑیں۔ ایک وقت تو طائف میں پتھر برسائے گئے۔ ایک کثیر جماعت نے سخت سے سخت جسمانی تکلیف دی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ جب قوم نے دیکھا کہ مصائب و شدائد سے ان پر کوئی اثر نہ پڑا تو انہوں نے جمع ہو کہ بادشاہت کا وعدہ دیا۔ اپنا امیر بنانا چاہا۔ ہر ایک قسم کے سامان آسائش مہیا کر دینے کا وعدہ کیا۔ حتّٰی کہ عمدہ سے عمدہ بی بی بھی۔ بدیں شرط کہ حضرت صلعم بتوں کی مذمت چھوڑ دیں۔ لیکن جیسے کہ طائف کی مصیبت کے وقت ویسے ہی اس وعدۂ بادشاہت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور پتھر کھانے کو ترجیح دی۔ سو جب تک خاص لذت نہ ہو تو کیا ضرورت تھی کہ آرام چھوڑ کر دُکھوں میں پڑتے۔

یہ موقعہ سوائے ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی اور نبی کو نہیں ملا کہ ان کو نبوت کا کام چھوڑنے کے لئے کوئی وعدہ دیا گیا ہو۔ حضرت مسیح کو بھی یہ امر نصیب نہ ہوا۔ دنیا کی تاریخ میں صرف آنحضرت صلعم کے ساتھ ہی یہ معاملہ ہوا۔ کہ آپ کو سلطنت کا وعدہ دیا گیا۔ اگر آپ اپنا کام چھوڑ دیں۔ سو یہ عزت ہمارے رسولؐ کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح ہمارے ہادی کامل کو دونوں زمانے تکلیف اور فتحمندی کے نصیب ہوئے تاکہ وہ دونوں اوقات میں کامل نمونہ اخلاق کا دکھا سکیں۔ (ملفوظات بنام منظور الٰہی صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

بحرِ حکمت کے موتی

کھیتی یا درخت سے اگر پرند، چارپایہ یا انسان کچھ کھالے تو وہ صدقہ ہے

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یغرس غرسًا او یزرع زرعًا فیاکل منہ طیرٌ او انسانٌ او بھیمۃٌ الّا کان لہ بہ صدقۃ۔

ترجمہ:—

حضرت انس رض سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے یا زراعت کرتا ہے پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چارپایہ کھائے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آنحضرت صلعم ایک اخلاقی اور روحانی معلم ہی نہ تھے بلکہ انسانوں کی دنیوی بہتری بھی آپؐ کے مدنظر تھی۔ زراعت اور درخت لگانے کی فضیلت بیان کرکے زمین کو آباد کرنے اور اس کو مفید بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہاں زراعت کو اس قدر فضیلت دی کہ اس میں سے جو نقصان ہو جائے وہ بھی اس کے لئے صدقہ کا حکم رکھتا ہے اس لئے کہ کھیتی اور درخت کی حفاظت دو سرے [illegible]

[illegible] (کتاب المزارعۃ)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اور آئمہ رحمہم اللہ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددین امت کو ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔
۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحاد بین ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

غلام نبی مسلم ایم اے

اِسلام میں مُرتد کی سزا

چند دنوں سے نوائے وقت میں مرتد کی سزا پر بعض فضلا نے اپنے افکار کا اظہار کیا ہے۔ جو لوگ قتل مرتد کے حامی ہیں۔ ان کے ہاتھ میں قرآن حکیم کی کوئی سند نظر نہیں آتی۔ وہ زیادہ تر ان برسر اقتدار سیاسی نظریات سے متاثر معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے دائرہ اختیار میں اختلاف رائے کو کچل رکھا ہے۔ جس سے انسانیت اور احترام انسان ختم ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے نظام میں آزادیٔ رائے کو دبا تو دیا جائے۔ لیکن دلوں میں روز افزوں نفرت کسی نہ کسی دن اس سارے نظام کو کچل سکتی ہے۔ ایسے تشدد سے منافقت جنم لیتی ہے اور اسلام ہمیشہ سے منافقت کا دشمن رہا ہے۔

اِسلام اور جبر

اسلام نے دین میں جبر کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور حریت ضمیر کا علم بلند کیا ہے اس نے تبلیغ دین میں عقل، تدبر اور تفکر کو دعوت دی ہے۔ اور "جو چاہے اسلام قبول کرے اور جو چاہے کفر سے چمٹا رہے" کو اہم مقام دیا ہے تمام انبیاء کی زندگی کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے مخالفین نے ہمیشہ جبر و تشدد سے کام لیا ہے اور ان کے مقابلے میں انبیاء نے آزادیٔ رائے، رواداری اور انصاف کا دامن پکڑا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے واضح ہے کہ آپؐ نے دین کے معاملہ میں کسی وقت بھی کسی شخص پر تشدد اور جبر نہ کیا۔

آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے دو نمایاں دور ہیں مکی اور مدنی۔ مکی دور مدنی دور کے مقابلے میں طویل تر ہے۔ لیکن مکی دور میں آپؐ نے کبھی تشدد کی تعلیم نہ دی، اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آپؐ نے اسلام چھوڑنے کی سزا قتل بتائی ہو، چنانچہ اس دور کے آخری زمانے کی ایک آیت کے الفاظ ہیں:-

"جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ کا انکار کرتا ہے مگر وہ نہیں جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ جس کا سینہ کفر پر کھل جائے۔ تو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

(النحل: ۱۰۶)

ان الفاظ سے واضح ہے کہ ایمان کے بعد کفر پر اللہ تعالٰی نے قتل کی سزا تجویز نہیں فرمائی بلکہ انہیں عذاب آخرت سے ڈرایا ہے۔ سورہ منافقون میں اللہ تعالٰی نے ایمان کا اقرار کرنے والوں کو بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔

"جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے۔ کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، سو وہ اللہ کے رستہ سے روکتے ہیں۔ برا کام ہے جو یہ کرتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہوئے تو دلوں پر مہر لگ گئی۔ سو وہ سمجھتے نہیں۔" (منافقون: ۱-۳)

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے۔ لیکن اس صورت میں یا تاریخ میں اس امر کا کہیں ذکر نہیں کہ آنحضرت صلعم نے ان میں سے کسی کے قتل کا حکم دیا ہو۔ حالانکہ یہ سورۃ مدنی ہے۔ اور ایک وقت مدینہ میں تین سو منافق اسلامی لشکر کا ساتھ چھوڑ گئے تھے، لیکن انہیں قتل نہیں کیا گیا تھا۔ انہی لوگوں نے مدینہ میں مسجد ضرار تعمیر کی کہ مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کریں۔ سرور کائناتؐ نے مسجد گرا دی اور آخر میں منافقوں کو ایک ایک کرکے مسجد سے نکلوا دیا لیکن انہیں قتل نہیں کیا۔ حالانکہ اس وقت مسلمانوں کا غلبہ تھا۔ دشمن مغلوب ہو چکا تھا۔ ان لوگوں کا کفر واضح ہو چکا تھا۔ اس قسم کی کئی ایک قرآنی تصریحات سے واضح ہے کہ اسلام میں محض عقیدہ کی بنا پر قتل کی سزا کسی کو نہیں دی گئی۔ پھر قرآن حکیم کے ذیل کے الفاظ اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں:-

"اللہ ان لوگوں کو کس طرح ہدایت کرے جو اپنے ایمان کے بعد کافر ہوئے۔ اور وہ گواہ ہیں کہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس کھلی دلیلیں آ چکی ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (۳: ۸۶)

"مگر وہ جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کی تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے جو اپنے ایمان کے بعد کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے گئے۔ ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور وہی گمراہ ہیں" (۳: ۸۹-۹۰)

سورۃ آل عمران کی ان آیات میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ تارک اسلام کی سزا قتل نہیں، بلکہ ارتداد کے بعد گنجائش موجود ہے کہ وہ دوبارہ اصلاح کریں، اور اسلام کی طرف لوٹ آئیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

مدنی زندگی کے خاص حالات

آنحضرتؐ کی مدنی زندگی دشمنوں کے مدینہ پر بار بار حملوں سے عبارت ہے۔ اس دور میں ارتداد کا اکثر نتیجہ دشمن سے مل کر اسلام کے خلاف صف آرائی تھی اور بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوا ہوگا کہ کوئی شخص مرتد ہو کر مسلمانوں کے دشمنوں سے مل گیا اور اس نے ریاست کے مفاد کے خلاف، دشمن کو معلومات بہم پہنچائی ہوں۔ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں قتل کیا گیا ہو، ورنہ کسی ایسے شخص کے قتل کی کوئی شہادت نہیں ملتی جو مرتد ہو کر خاموشی کی زندگی اختیار کر چکا ہو، بلکہ ایسے اشخاص کے لئے اصلاح کا دروازہ کھلا رکھا گیا۔

بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ....

سورۃ البقرہ کی آیت "دین میں کوئی اکراہ نہیں" کا مفہوم یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اگر لوگوں کو جبراً دین میں رکھا جائے تو یہ جبر نہیں بلکہ عین منشائے الٰہی ہے اس آیت کے پورے الفاظ یہ ہیں:

"دین میں کوئی زبردستی (منوانا) نہیں ہدایت کی (راہ) گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شخص شیطان کا انکار کرتا ہے اور اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ اس نے ایک محکم سہارے (گرفت رسی) کو مضبوط پکڑ لیا۔ جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے" (آیت ۲۵۶)

یہ آیت حریت ضمیر کا اعلان ہے حق اور باطل کے واضح ہو جانے کے بعد انسان پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جونسی راہ چاہے اختیار کرے، کیونکہ دین کا تعلق محض تعزیرات ریاست سے نہیں بلکہ آخرت کی زندگی سے بھی ہے۔ اور اس سلسلے میں انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ حسب پسند راہ پر آزادانہ چلے۔ ریاست کا جبری تصور کیمونزم اور آمریت کی پیداوار ہے۔ اسلام کی نہیں۔

خطرے کی نوعیت

پاکستان میں قتل مرتد یا تبدیلی مذہب پر پابندی اس احساس کی پیداوار ہے کہ مسلمان اپنا مذہب چھوڑ جائیں گے اور اسلامی ریاست کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ یہ نقطہ نظر احساس کمتری، اسلام کی صلاحیتوں پر عدم یقین کی پیداوار ہے۔ کیا اسلام کی تعلیمات میں وہ عظمت اور فوقیت نہیں کہ وہ علم و دلائل کے میدان میں دوسرے ادیان کے مشرکانہ اور انسان دشمن اعتقادات کا مقابلہ کر سکے، اگر یہ صلاحیت ہے تو پھر اہل اسلام کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ گھروں میں بیٹھ کر دشمنوں کے حملے سہنے کی بجائے خود اسلام کا پیغام ان تک پہنچائیں اور دلی ہمدردی سے انہیں اسلام کا زندگی بخش پیغام دیں اور اگر نعوذ باللہ ہم تثلیث کے مشرکانہ عقائد کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ان کو ترک کر دینے میں کیا ... ہے۔ اس ملک میں مسلمانوں کی اسلام سے بیزاری خود علماء کی حقائق سے بے خبری، کجروی اور تنگ نظری کا نتیجہ ہے

باقی بر صفحہ ... کالم ...

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مورخہ ۲۷ جون ۱۹۴۳ء

ختم نبوت کے متعلق علمائے اُمت کا نظریہ

ہمارے قادیانی دوستوں کا یہ رویہ قابلِ افسوس ہے کہ وہ ختم نبوت کے متعلق بزرگانِ دین اور علمائے اُمت کی کتابوں سے ایسے فقرات نقل کرتے رہتے ہیں جن سے بظاہر انکے اس غلط نظریہ کی تائید معلوم ہوتی ہے کہ نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے حالانکہ اگر ان فقرات کے سیاق و سباق کو دیکھا جائے تو اس سے اس خیال کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ وہی مفہوم پایا جاتا ہے جسکی وضاحت حضرت مسیح موعودؑ نے کی ہے کہ شریعت کامل ہو جانے کی وجہ سے نبیوں کا آنا بند ہو گیا..... صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کے لئے الہام اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کھلا ہے جس کو اصطلاحاً محدثیت کا نام دیا گیا ہے اور مجازاً اس پر نبی کا نام بولا جا سکتا ہے چنانچہ دعوئے نبوت کے الزام کی تردید کرتے ہوئے حضورؑ نے لکھا ہے :۔

”محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبۂ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آ گیا؟“ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲)

قادیانی ماہنامہ الفرقان (بابت ماہ جون ۱۹۴۳ء) نے حضرت مسیح موعود کے اس نظریہ کے خلاف ملّا علی قاری کی کتاب موضوعاتِ کبیر اور سید عبدالقادر جیلانی کی فتوحاتِ مکیہ میں سے دو ایسے فقرات نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک خاتم النبیین اور لانبی بعدی کا مفہوم یہ ہے کہ انہٗ لا یأتی بعدہٗ نبیٌ ینسخ ملتہٗ ولم یکن من اُمتہٖ (موضوعات کبیر صفحہ ۶۹) یعنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کی شریعت کا ناسخ ہو اور اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو، بالفاظ دیگر جو شخص آپ کی شریعت کا پیرو اور آپ کی اُمت میں سے ہو وہ نبی ہو سکتا ہے۔ کیا ملّا علی قاری کے فقرہ کا یہی مفہوم ہے؟ سیاق عبارت کو اگر دیکھا جائے تو یہ فقرہ ملّا علی قاری نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے جس میں ابراہیم فرزند رسول صلعم کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ ملّا علی قاری نے اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے یہ لفظ لکھے ہیں ولو عاش وبلغ اربعین وصار نبیًا لزم ان لایکون نبینا خاتم النبیین یعنے اگر ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کی عمر کو پہنچتے اور نبی ہو جاتے تو اس سے لازم آتا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں ہیں، سن لیا آپ نے؟ یہ ہے ملّا علی قاری کا مذہب، جس سے واضح ہے کہ وہ خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کا آنا ہرگز جائز نہیں سمجھتے۔

رہ گئی یہ بات کہ انہٗ لایأتی بعدہٗ نبیٌ ینسخ ملتہٗ ولم یکن من امتہ کے کیا معنے ہیں، اس کا وہی مفہوم ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی اس عبارت کا ہے کہ :۔

”خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنے والا نہ ہو اور آپ کی اُمت میں سے ہو وہ محدث کے مقام پر ہے نہ کہ نبی کے،

دوسرا فقرہ ”الفرقان“ نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی کتاب الفتوحات مکیہ صفحہ ۴۳ میں سے نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے :۔

”لانبی یکون علیٰ شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت شریعتی“

یعنے ایسا نہ ہوگا جو میری شریعت کے خلاف ہو اب جب بھی اور جو بھی ہوگا وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سید عبدالقادرؒ کے نزدیک مشرع نبوت کے علاوہ بھی نبوت کی کوئی قسم باقی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہو کر کوئی شخص نبی ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب فتوحات مکیہ کے اس فقرہ میں... ملتا ہے:۔

”وھذا کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی من ھذا دون الولی الوحی بالتشریع - یعنے یہ سب کچھ ان اللہ کے بندوں میں موجود ہے جو اولیاء میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے ولی کے سوا نبی کو خاص کیا گیا ہے وہ وحی شریعت ہے (فتوحات مکیہ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر)

ایسا ہی لکھا ہے :۔

”فالولایۃ نبوۃ عامۃ والنبوۃ التی بھا التشریع نبوۃ خاصۃ۔ یعنے ولایت نبوت عامہ ہے اور وہ نبوت جس کے ساتھ شریعت ہوتی ہے نبوت خاصہ ہے۔“ (فتوحات مکیہ صفحہ ۲۴)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے نزدیک شریعت محمدی کے ماتحت آنے والے نبی ولایت کے منصب پر ہیں، نہ کہ نبوت کے منصب پر، ان کی نبوت نبوتِ عامہ ہے، جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے محدثیت قرار دیا ہے، افسوس ہے کہ ہمارے قادیانی دوست، بزرگان اُمت کے اقوال کو نقل کرتے ہوئے ان تشریحات کو چھوڑ دیتے ہیں جو..... نقل کردہ عبارات کے متعلق ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں اور اس طرح ان کے الفاظ سے خاتم النبیین کے بعد اجرائے نبوت کا غلط مفہوم پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ علمائے دین اور بزرگانِ اُمت میں سے ایسا کوئی نہیں گذرا جو اجرائے نبوت کا قائل ہو، صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے اجرا کے سب لوگ قائل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور آپ کے فیض سے متفیض ہو کر مل سکتا ہے، اس کو بے شک لغوی اور مجازی طور پر نبی کا نام دیا جا سکتا ہے لیکن منصب نبوت اس کو نہیں کہا جا سکتا۔

یہ وہ حقیقت ہے جس پر حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور جماعت احمدیہ لاہور کے لٹریچر میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے، لیکن ہمارے قادیانی دوست اس کو نظر انداز کر کے صرف نبی نبی کی رٹ لگائے جاتے ہیں اور خاتم النبیین اور لانبی بعدی کا وہ مفہوم پیش کرتے ہیں جو تمام علمائے امت اور حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک بھی صحیح نہیں۔ ہم قادیانی حضرات کے خیالات کی وضاحت کے لئے ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جس قسم کی نبوت کو وہ جاری سمجھتے ہیں اس کا انکار کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر مسلمان رہ سکتا ہے تو ایسی نبوت بمنزلہ ولایت کے ہے جس کو حضرت مسیح موعود نے محدثیت قرار دیا ہے اور اپنے اُوپر نبی کے نام کا اطلاق ہونے کے باوجود آپ نے جماعت کو کھلے طور پر ہدایت کی ہے کہ ”اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں“ یہاں تک کہ ایک موقعہ پر مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے آپ نے یہ بھی لکھ کر دے دیا کہ ”بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنے لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔“

حضرت مسیح موعودؑ کے اس مسلک اور آپ کی نصیحت کے باوجود خاتم النبیین کے بعد اجرائے نبوت پر زور دینا یا حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کہکر پکارنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے، ہاں اگر قادیانی حضرات کے نزدیک ایسی نبوت جاری ہے جس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہ سمجھنے والے ان کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں، تو یہ وہ بات ہے جس کی تائید نہ بزرگانِ دین کی کتابوں میں ملتی ہے نہ حضرت مسیح موعودؑ ایسی نبوت کے قائل ہیں بلکہ آپ کا فرمان ہے کہ :۔

”ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا“ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اور حاشیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

”یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر

(باقی بر صفحہ ۳ کالم نمبر ۱۲)

جماعت احمدیہ لائل پور کے عہدیداران کا انتخاب

میاں ظہور احمد صاحب صدر اور ملک نذر حسین صاحب سیکریٹری منتخب ہو گئے

یکم جون ۱۹۷۳ء۔ بعد نماز جمعہ جماعت احمدیہ لائل پور کے سالانہ انتخابات منعقد ہوئے۔ پریزائیڈنگ افسر کے فرائض محترم میاں ظہور احمد صاحب نے ادا کئے۔ احباب جماعت نے نہایت خوشگوار ماحول میں ووٹ ڈالے۔ کثرت رائے سے محترم میاں ظہور احمد صاحب صدر اور محترم ملک نذر حسین صاحب سیکریٹری برائے سال ۷۳-۱۹۷۴ء منتخب کئے گئے۔ اس موقعہ پر سابق صدر محترم میاں رشید احمد مسرت صاحب نے احباب جماعت کے حسنِ انتخاب پر اور آزادانہ طور پر اپنی رائے کے استعمال پر مبارک باد دی اور نئے منتخب شدہ صدر کے حق میں اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ نئے منتخب صدر محترم میاں ظہور احمد صاحب اور سیکریٹری ملک نذر حسین صاحب نے بھی احباب جماعت کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ کیا۔ عہدیداران کے نام حسب ذیل ہیں:۔

صدر: محترم میاں ظہور احمد صاحب
نائب صدر: محترم میاں مسعود احمد صاحب
سیکریٹری: ملک نذر حسین صاحب

مجلسِ منتظمہ:۔

۱۔ محترم میاں رشید احمد صاحب مسرت
۲۔ محترم میاں حمید احمد ذوالفقار صاحب
۳۔ محترم میاں ظفر سلیم صاحب
۴۔ محترم مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب
۵۔ محترم عبدالوہاب برہم صاحب
۶۔ علی محمد ماحی مبلغ مقامی

لوکل فنڈ کمیٹی

۱۔ محترم میاں حمید احمد ذوالفقار صاحب۔
۲۔ محترم میاں ناصر احمد صاحب
۳۔ محترم میاں ظفر سلیم صاحب
۴۔ محترم عبدالوہاب برہم صاحب
۵۔ محترم چوہدری عبدالرزاق صاحب

ملک نذر حسین
سیکریٹری جماعت احمدیہ لائل پور

اسلام میں مرتد کی سزا

(بسلسلہ صفحہ نمبر ۲)

اکثر علماء اسلام اور عیسائیت کے پیغام سے بے بہرہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے مسلمان عوام کو جہالت کے سوا کچھ نہیں دیا۔ اور جب عیسائی مشنری اپنی دولت، لالچ اور تلبیس کا سنہرا جال بچھاتے ہیں، تو بے علم مصیبت زدہ، پسماندہ مسلمان توحید کو چھوڑ کر تثلیث کا شکار ہو جاتا ہے۔

پاکستانی مسلمان کا مسئلہ

پاکستانی مسلمان کا مسئلہ سیاسی، معاشی اور علمی ہے۔ پس اسلامی حکومت کو چاہیئے کہ وہ ملک کو سیاسی استحکام بخشے، ہر فرد پر عدل و انصاف کے دروازے کھولے، اس کی بنیادی ضروریات روٹی۔ کپڑا۔ مکان اور علاج کی طرف توجہ دے۔ مشنری ادارے معصوم مسلمان بچوں کے ذہنوں میں اسلام کے خلاف مسموم خیالات کی تعلیم بند کی جائے، ان کے قائم کردہ ہسپتالوں کو کنٹرول میں لے لے، دینی تعلیم کا بہتر انتظام کرے اور مسلمان بچوں اسلام کی امتیازی خصوصیات اسلامی تہذیب کی رفعت اور اسلامی زندگی کے حُسن کو بچوں کے ذہنوں میں راسخ کرے اور اگر کوئی شخص اسلام کو ترک کرے تو حکومت اس امر کی تحقیق کرے کہ آیا اس نے اسلام کو علم کی بنا پر ترک کیا ہے یا کسی دنیوی ترغیب سے، دوسری صورت میں ان لوگوں پر گرفت کی جائے جو اسے ورغلانے کا موجب ہوئے۔ محض مرتد کو قتل کی سزا دے کر شاید ارتداد کو تو روکا جا سکے مگر اس طرح قوم میں ذہنی منافقت انتشار اور پستیٔ کردار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

کتاب میلہ ۱۹۷۳ء میں انجمن کے شعبۂ تصنیف کا سٹال

وزیرِ اعلیٰ پنجاب کو تفسیر بیان القرآن اور کتاب ریلیجن آف اسلام تحفۃً دی گئی

نیشنل بک سینٹر لاہور کے زیرِ اہتمام ۲۹ اپریل سے ۷ مئی ۱۹۷۳ء تک کتاب میلہ منٹگمری ہال، باغ جناح لاہور میں انعقاد پذیر ہوا۔ وزیرِ اعلیٰ پنجاب ملک معراج خالد صاحب نے اس میلہ کا افتتاح فرمایا۔ انجمن کے شعبۂ تصنیف و تالیف کی طرف سے اس میلہ میں کتب کا سٹال لگایا گیا تھا۔ جب وزیرِ اعلیٰ انجمن کے سٹال پر تشریف لائے تو انہیں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی مقبول عام تفسیر بیان القرآن اور کتاب دی ریلیجن آف اسلام تحفۃً پیش کی گئیں۔

سٹال کی تزئین و آرائش کے لئے ہمارے محترم بھائی عبدالغفور ثاقب صاحب نے اپنے جدید آرٹ کے دو بلند پایہ رنگین قطعات — محمد اور اشداء علی الکفار رحماء بینھم مرحمت فرمائے۔ جو آپ کو تصویر میں دائیں طرف ان قطعات نے سٹال کی دلکشی میں نمایاں اضافہ کیا۔ اللہ تعالےٰ ان کے فن کو دین و دنیا کے لئے بابرکت بنائے آمین۔

بقیہ مقالہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ بیان کس قدر صاف اور واضح ہے، اس بیان کے ہوتے ہوئے اگر قادیانی حضرات آپ کا انکار کرنے والوں کو کافر قرار دیں ......، تو یہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتا کہ آپ کو صاحب الشریعت نبیوں میں شامل کیا جائے، انہیں غور کرنا چاہیئے کہ ان کا قدم کہاں ہے اور تمام اُمتِ محمدیہ کو کافر قرار دے کر وہ اپنے آپ کو کس مقام پر رکھتے ہیں؟ کیا اس اعتقاد کے رُو سے وہ خود اپنے آپ کو اُمت محمدیہ سے علیحدہ اقلیت قرار نہیں دے رہے؟

پروفیسر غلام محمد خادم صاحب ملتان

اعمالِ انسانی کی حقیقت

ازروئے قرآن اور سائنس

(۲)

اس موقعہ پر مجھے بے اختیار حضرت اقدس مرزا صاحب کا وہ استعارہ یاد آتا ہے جو آپ نے اپنے متعلق استعمال کیا۔ اور جس پر مخالف علماء نے محض ضد اور تعصب کی بناء پر بہت شور مچایا۔ وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی روحانی حالت کو مریمی حالت سے تشبیہہ دی ہے۔ آپ نے اپنی کتاب کشتیِ نوح میں لکھا ہے:

"مریم کی طرح عیسیٰ کی رُوح مجھ میں نفخ کی گئی۔ اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور کئی ماہ بعد جو دس ماہ سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسےٰ بنایا گیا۔"

اس تحریر کو مخالف علماء نے بہت اُچھالا اور عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی۔ حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن کو مضحکہ خیز بنانے کی کوشش کرکے عوام کو بہت متنفّر کر دیا۔ یہ سب کچھ انہوں نے جان بوجھ کر کیا۔ دل میں خدا کا خوف ہونا چاہیئے۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے ایسے استعارے استعمال کئے ہیں۔ اور صریح لفظوں میں ہر مومن کی مثال فرعون کی بیوی اور حضرت مریم سے دی اور سمجھایا ہے کہ ہر مومن میں خواہ وہ مرد بھی ہو رُوح کا نفخ ہو سکتا ہے۔ اور روحانی طور پر وہ حاملہ ٹھہر سکتا ہے۔ اور علماء یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت مولینا رومؒ نے اپنی مشہور و معروف مثنوی میں ایک ایسا ہی استعارہ استعمال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

پس زجانِ جاں چو حامل گشت جاں
از چنیں جانے شود حامل جہاں
پس جہاں زاید جہانے دیگرے
ایں حشر او را نماید محشرے

یعنی جب اللہ تعالےٰ کی جان سے بندہ کی جان حاملہ ہو جاتی ہے تو ایسی جان سے ایک جہان حاملہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسا انقلاب روحانی دنیا میں برپا ہوتا ہے کہ گویا محشر قائم ہو جاتا ہے۔ اسی قسم کا استعارہ قرآن کریم میں بھی انسان اور اس کے عمل کے متعلق بیان ہوا ہے۔ جیسے میں عرض کر رہا تھا کہ جو عمل انسان کرتا ہے وہ بطور اس کے حمل کے ہے کیونکہ اس کا لازماً ایک ISSUE یا نتیجہ نکلتا ہے۔

اس حقیقت کے متعلق سائنس بھی ہماری تھوڑی بہت رہنمائی کرتی ہے۔ اگرچہ مادی سائنس نے باوجود اس قدر حیرت انگیز ترقی کے روحانی دُنیا میں قدم نہیں رکھا تاہم اتنا تو ہمیں جدید سائنس نے بتا دیا ہے کہ ایٹم کا ایک بیرونہ ہے اور ایک اس کا اندرونہ ہے۔ ایک اس کا ظاہر ہے اور ایک اس کا باطن ہے۔ اس لئے مادے (MATTER) کے اندر دو قسم کی قوتیں ہیں۔ ایک قوت کیمیائی عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ مادے کی ظاہری توانائی ہے۔ لیکن اس قوت سے بہت بڑھ کر مادے کی وہ قوت ہے جو اس کے باطن کے اندر ہے۔ جسے جوہری توانائی کہتے ہیں۔ اور یہ ایک بے پناہ توانائی ہے۔ اسی طرح ہم سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت انسان پر کل کائنات کا نچوڑ ہے۔ اس کے اندر بھی خالق نے دو قسم کی قوتیں ودیعت کی ہیں۔ ایک ظاہری یعنی جسمانی اور دوسری باطنی یعنی روحانی۔ انسان کے اندر بے پناہ روحانی قوت ہے۔ جس کی وجہ سے انسان میں خودی۔ خود اعتمادی۔ خود شناسی۔ خود ستائی۔ خود نمائی اور خود اختیاری ایسے جوہر موجود ہیں۔ مادی سائنس ایٹم کی باطنی توانائی کو EXPLOIT کرتی ہے یعنی بروئے کار لے آتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی پاک وحی انسان کی باطنی یا روحانی توانائی کو بروئے کار لاتی ہے

انسانی وجود بذات خود ایک مختصر سی کائنات ہے جس کے اندر روح اس طرح سے سرایت کئے ہوئے ہے اور اس میں اس طرح جاری و ساری ہے جیسے اللہ تعالےٰ کی ذات اس مادی کائنات میں جلوہ گر ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ انسان مادے کا جوہر ہے۔ مادہ برقی ذرات سے بنا ہے۔ جن میں انرجی یا توانائی ہے۔ گویا مادہ منجمد توانائی ہے۔ اس کی لطیف حالت نور ہے۔ جیسے X-RAYS یا CATHODE RAYS اور تابکار شعاعیں۔ اسی طرح انسان کی روحانی حالت بھی نور ہے جس میں بے پناہ توانائی ہے۔ خدا کی پاک وحی اس نور کو بروئے لاتی ہے جس سے انسان علمی اور روحانی ترقی کرتا اور خدا کا خلیفہ بنتا اور مسجود ملائکہ ہو جاتا ہے۔

اس غرض کو پُورا کرنے کے لئے خدا کی پاک وحی انسان کو متنبّہ کرتی ہے کہ اپنی زندگی میں انسان جو نیک و بد اعمال کرتا رہتا ہے اُن کے اثرات و نقوش انسانی جسم و رُوح پر اس طرح ثبت ہوتے جاتے ہیں جس طرح ایک حساس فلم پر روشنی کے اثرات و نقوش ثبت ہو جاتے ہیں۔ گویا انسان کا وجود اپنے خیالات۔ اپنے اقوال و افعال اور اپنی حرکات و سکنات کی مکمل فلم بن جاتا ہے یعنی اس کے وجود کے اندر اس کا مکمل نامۂ اعمال تیار ہو جاتا ہے۔ موت کے بعد مادی جسم تو مادی دُنیا میں فنا ہو کر رہ جاتا ہے مگر انسانی رُوح اعمال کے مطابق ایک نیا تیار شدہ لبادہ جسے دانشمند لوگ ETHERIAL BODY یعنی ایثری جسم کا نام دیتے ہیں اوڑھ کر عالمِ ارواح میں پرواز کر جاتی ہے۔ اور اپنا زندگی بھر کا اعمالنامہ اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ اس اعمالنامہ کو خدا کی پاک وحی نے واضح کتاب کا نام دیا ہے۔ کتابٌ مرقومٌ بھی کہا ہے اور اسے خلق جدید کا نام بھی دیا ہے۔ یعنے اعمالِ انسانی سے ایک نئی زندگی تعمیر ہوتی ہے۔

یہ ہے اسلام کی تعلیم اعمالِ انسانی کے متعلق۔ انسان کے اعمال اپنا اثر اور نتیجہ ضرور رکھتے ہیں۔ اس لئے انسان پر لازم ہے کہ اپنے اعمال درست کرے۔ ہمارے ہادی و مرشد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اعمال کی ذمّہ داری پر بڑا زور دیا ہے۔ اپنی لختِ جگر اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت فرمائی:

"اے میری بیٹی قیامت میں
میرا باپ ہونا تیرے کسی کام
نہیں آئے گا۔ بلکہ تیرے
اعمال تیرے کام آئینگے"

اعمال کی ذمّہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر تعلیم ممکن نہیں ہے۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ انسان کو اپنے بلند مقام کی طرف توجّہ دلائی ہے اور اپنے اعمال کی ذمّہ داری کا احساس دلایا ہے۔ فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثمّ رددنٰہ اسفل سافلین الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلھم اجرٌ غیر ممنون۔ یعنے انسان بہترین طور پر پیدا کیا گیا ہے اس لئے انسان کو اپنا بلند مقام ملحوظ رکھنا چاہیئے اور اپنے اعمال و افعال کو درست کرنا چاہیئے۔ اسے اپنی خدا داد قوتوں اور استعدادوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے بلکہ انسانی شرف حاصل کرنا چاہیئے۔ جو انسان اعمالِ بد اختیار کر لیتا ہے اس کی فطرت صادقہ مسخ ہو جاتی ہے اور وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور اپنے اعمالِ بد کے نتیجہ میں ذلیل ترین حالت کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے البتہ جو لوگ ایمان لاتے اور نیک اعمال بجا لاتے ہیں ان کے لئے بے مثال اور لازوال اجر ہے۔ پس انسان کا شرف اور اس کی انسانیت کی تکمیل نیک اعمال سے مشروط ہے۔ جو لوگ اس شرط سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ جانوروں سے بھی گئے گذرے ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی حالت پھر یہ ہو جاتی ہے کہ لھم قلوبٌ لا یفقھون بھا ولھم اعینٌ لا یبصرون بھا ولھم اٰذانٌ لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل۔ ان کے دل تو ہیں مگر ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں تو ہیں مگر اُن سے دیکھنے کا کام نہیں

لیتے۔ اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ نتیجہ یہ کہ وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ عمل کے فلسفہ کو اللہ تعالےٰ نے ایک اور رنگ میں بھی بیان فرمایا ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ جو کوئی ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ایک ذرہ کے برابر بھی بدی کرتا ہے اُسے دیکھ لے گا۔ یعنی نتائج اعمال حق ہیں اور ضرور ظاہر ہو کر رہتے ہیں اور ضرور اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی بے نتیجہ نہیں جاتا۔ یہ ایک ابدی صداقت ہے جو قرآن نے بیان فرمائی ہے انسان جب ابدی صداقت سے رو گردانی کر لیتا ہے تو وہ اپنے اعمال کے برعکس نتائج کی توقع رکھتا ہے۔ دوسروں کی ہلاکت کے لئے کنواں کھودنے والا اپنی سلامتی کی اُمید رکھتا ہے۔ دوسروں کے لئے کانٹے بو کر اپنے لئے پھولوں کی آرزو رکھتا ہے۔ جَو بو کر گندم حاصل کرنے کی تمنا رکھتا ہے۔ جبکہ قانون قدرت یہ ہے کہ چاہ کن را چاہ درپیش ہے

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

سچ ہے الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ یعنی یہ زندگی آخرت کی کھیتی ہے۔ جو کچھ بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنا ایک اور قانون بھی بیان فرمایا ہے: ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ وان تک حسنۃ یضٰعفھا و یؤت من لدنہ اجراً عظیما۔ اللہ ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اور اگر وہ نیکی ہو (تو) وہ اس کو کئی گنا بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا اجر دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ رحیم ہے۔ بار بار رحم فرماتا اور عطا فرماتا ہے۔ انسان ایک دانہ بوتا ہے تو سینکڑوں ہزاروں دانے حاصل کرتا ہے۔ ایک گٹھلی زمین میں دفن کرتا ہے تو خدا اسے درخت بنا دیتا ہے اور سالہا تک اس پر پھل لگاتا رہتا ہے۔ یہ کیا عجیب انداز ہے خدا کے اجر دینے کا۔ اس کی عطا کا۔ اس کی بخشش کا۔ اس کے احسانات اور عنایات کا۔

اسلامی تعلیم کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اعمال میں پاکیزگی ہو۔ من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ فلنحیینہ حیاۃً طیبۃً۔ کوئی مرد ہو یا عورت جو کوئی بھی نیک عملی کی زندگی بسر کرے گا اس کی زندگی خوشگوار بنا دی جائے گی۔ اور وہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کا مصداق ہو جائے گا۔ کتنا قیمتی نسخہ ہے زندگی کو خوشگوار بنانے کا۔ زندگی مال و دولت سے خوشگوار نہیں بنائی جا سکتی۔ زندگی صرف اعمال صالحہ سے ہی خوشگوار بنائی جا سکتی ہے۔ یہی انسان کے لئے اس جہان کا بہشت ہے۔ حق یہ ہے کہ نیک انسان کی جنتی زندگی اسی دنیا سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ اور وہ جنت جو موت کے بعد ملے گی وہ اس دنیاوی جنت کا اصل ہے۔ جو انسان اپنے اعمال سے اسی دنیا میں اپنے لئے جنت نہیں بنا لیتا وہ اس زندگی میں بھی جنت سے محروم رہے گا۔ اور من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ کا مصداق ہوگا۔

یہ کس قدر اعلےٰ تعلیم ہے۔ کہ انسان اپنی زندگی پاکیزہ طور پر بسر کرے۔ فرمایا فمن کان یرجوا لقاء ربہٖ فلیعمل عملاً صالحاً جو اپنے رب کے سامنے محاسبہ اعمال کی امید رکھتا ہے وہ نیک اعمال بجا لائے۔ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت طوبیٰ لھم وحسن ماٰب جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کے لئے انجام کار خوشحالی اور اچھا ٹھکانا ہے۔

پس ہر انسان کو سمجھ لینا چاہیئے اور یقین کر لینا چاہیئے کہ اُس کے ہر عمل کا نتیجہ یا جنت ہے یا نار۔ ان دونوں میں سے ایک ضرور ہے۔ اور ہر فعل کا اثر یا نتیجہ ساتھ ہی ساتھ مرتب ہوتا چلا جاتا ہے۔ یعنی ہر نیک انسان کا بہشت اسی دنیاوی زندگی میں تعمیر ہوتا جاتا ہے اور ہر بدکار انسان کا جہنم اسی دنیا میں تیار ہوتا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا:۔ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم یصلونھا یوم الدین وما ھم عنھا بغائبین۔ بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے بوجہ نیک اعمال کے اور بے شک بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے بوجہ بد اعمال کے جزا کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ اب بھی اس سے غائب نہیں ہیں۔ یعنی موت کے بعد آئندہ زندگی میں بھی نیک انسان کے لئے اس کی جنت اور بد انسان کے لئے اس کی جہنم ظاہری اور آشکارا صورت میں ان کے پیش کئے گی۔ دنیا کی پاک وحی میں دو جنتوں کی نشاندہی کی ہے۔ ولمن خاف مقام ربہٖ جنّتٰن۔ جو شخص اپنے رب کے سامنے محاسبہ اعمال کا خوف رکھتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ ایک اس دنیا کی اور دوسری آخرت کی۔ پس ہر انسان کو گناہ کی زندگی سے بچنا چاہیئے اور نیک عملی کی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ گناہ ایک زہر ہے جس سے انسان کی رُوح مر جاتی ہے۔ جو لوگ گناہ پر اصرار اور تکرار کرتے چلے جاتے ہیں وہ گناہ کی زندگی کو اپنی ایک پناہ گاہ سمجھنے لگ جاتے ہیں جہاں سے بچ کر نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرو۔ اس بُری پناہ گاہ سے بچ نکلنے کی کوشش کرو ان اللہ یحب التوابین۔ اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ ان کو نئی زندگی عطا فرماتا ہے۔ اور ان کو نیکوں میں داخل کر دیتا ہے۔ پس توبہ استغفار اور دعا سے گناہ کا تریاق تلاش کرو۔ یہی تلقین اور تاکید اس زمانے کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور گناہوں سے توبہ کی ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ثابت ہے کہ اس زمانے میں اصلاح خلق کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت اقدس مرزا صاحب کو منتخب کیا ہے وہ نائب رسول ہیں ان کے ساتھ پیوند لگانے سے اور وابستگی اختیار کرنے سے انسان گناہ کی زندگی سے بچ جاتا ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں آپ کو اسی لئے مامور کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

. . . .

صفات او ہمہ ظلِ صفاتِ حق باشد
ہم استقامت او محو انبیاء باشد
رواں ز چشمۂ او بحر سرمدی باشد
عیاں در آئینۂ ش روئے کبریا باشد

آپ فرماتے ہیں:۔

"میں خدا تعالےٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالےٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے۔ اور اس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے۔ اس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اس کو ملے۔ گناہ سے لذت پانے کی بجائے اسکے دل میں نفرت پیدا ہو۔ جس کی یہ حالت ہو جائے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا کو پہچان لیا ہے .... اس زمانہ میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا"

یہ بہت بڑا دعوےٰ ہے۔ اس کی صداقت کو ہم نے پرکھا ہے۔ اس لئے ہم احمدی مسلمان دوسرے تمام مسلمان بھائیوں کو درد دل سے دعوت دیتے ہیں کہ وہ متلاشیانِ حق بن کر اس دعویٰ کی صداقت کو پرکھیں اور اسے قبول کریں۔ حضرت اقدس مرزا صاحب اس زمانہ کے امام ہیں۔ وہ مسیح موعود ہیں اور مہدی ہیں۔ وہ معمولی انسان نہیں ہیں وہ خدا نما انسان ہیں۔ آؤ اس سے وابستگی اختیار کرو۔ اس کی جماعت کے ساتھ مل کر حفاظت و اشاعتِ اسلام کا کام کرو۔ اس زمانہ میں مسلمانانِ عالم کے لئے فلاح پانے کے لئے یہی طریق خدا تعالےٰ نے تجویز فرمایا ہے کہ اِمامِ وقت کا ساتھ دو۔

وما علینا الا البلاغ المبین

چوہدری مسعود اختر بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ

اسلام کا مربوط نظام جو حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا

روزنامہ مساوات مؤرخہ ۲۲ اپریل میں پروفیسر رفیع الدین صاحب ایک روسی مصنفہ ایم ٹی سٹیپنی آنٹس کی کتاب "پاکستان کی فلاسفی اینڈ سوشیالوجی" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"کتاب کے دوسرے باب میں اخلاقیات پر بحث ہے جس میں اسلام کے نظامِ اخلاق کے بارے میں یہ عمومی تاثر دیا گیا ہے کہ یہ غیر واضح اور متضاد احکامات سے بھرپور ہے (صفحہ ۵۰) البتہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اسے ایک مربوط نظام کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے (صفحہ ۵۸)"

روسی مصنفہ کی اصل کتاب ابھی تک ہماری نظر سے نہیں گذری لہذا فی الحال پروفیسر صاحب کے رقم کردہ تبصرہ پر ہی اظہار خیال کیا جاتا ہے۔

روسی مصنفہ نے مرزا غلام احمد صاحبؒ قادیانی کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے حضرت مسیح دعوٰی کی اپنے مشن میں کامیابی پر ایک اور شہادت فراہم ہوگئی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کے لئے یہ شہادت یقیناً باعث فخر و انبساط ہے۔ اور امید ہے کہ جماعت کے اہل علم حضرات لادینیت اور خدا سے انکار کرنے والے معاشرہ سے تعلق رکھنے والی اس مصنفہ کی کتاب کو بغور مطالعہ کرکے اسلام کے متعلق عمومی تاثر کی رَد میں ضرور کچھ نہ کچھ رقم فرمادیں گے کہ یہ سعادت ہمیشہ اسی جماعت کو حاصل رہی ہے۔

یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ مرزا صاحبؒ نے اسلام کو مربوط نظام کی شکل میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، اسلام کو غیر واضح اور متضاد احکامات سے بھرپور ہونے کا طعنہ دینا روسی مصنفہ کے فکری تضاد کی نشاندہی کرتا ہے۔ ہمیں حیرت تو پروفیسر صاحب کے تبصرہ پر ہے جس میں انہوں نے مندرجہ بالا اقتباس پر استعجاب کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ اگر پروفیسر صاحب ذرا غور و فکر اور تحقیقات سے کام لیتے تو ان کا حیرت و استعجاب باقی نہ رہتا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اسلام کی جو خدمت کی ہے اور اس کی جو تصویر پیش کی ہے اس کے متعلق ویسے تو بہت سی آراء پیش کی جاسکتی ہیں لیکن بطور نمونہ پروفیسر صاحب کی خدمت میں فی الحال مندرجہ ذیل دو مشاہیر کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) علامہ اقبال مرحوم نے ۱۹۱۱ء میں علیگڈھ کے جلسۂ عام میں اعلان کیا:

"اگر ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ تمہیں اس زمانہ میں قادیان کے فرقہ احمدیہ کی شکل میں ملے گا"

پروفیسر صاحب! ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا یہ نمونہ جس کی طرف علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے کہاں سے آیا؟ یہ اس صحیح اسلامی فکر سے پیدا ہوا جس کی اشاعت و تبلیغ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کی۔

(۲) دوسری شہادت امرتسر کے ایک مؤقر اخبار وکیل کی ہے جس نے ۱۹۰۸ء میں حضرت مرزا صاحب کی وفات کے موقعہ پر آپ کی خدمات اسلام کا تذکرہ ایک طویل مقالہ میں کیا۔ اخبار وکیل اس زمانے میں اسلامی اخباروں میں بہت بلند پایہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر مولوی عبداللہ العمادی نے اپنے نام سے ایک مقالہ "موت عالم" کے عنوان سے لکھا اور ایڈیٹر وکیل نے علیحدہ مضمون لکھا، مولینا عبداللہ العمادی لکھتے ہیں:۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہی شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔ یہ تلخ موت یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہ خاک پنہاں کردی، ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کر رہے گی اور قضا کے حملہ نے ایک جیتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے صدائے ماتم مدتوں تک اس کی یادگار تازہ رکھے گی۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق نہ حاصل کیا جائے اور مٹانے کے لئے امتداد زمانہ کے حوالے کرکے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جُدا ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہوگیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔۔۔۔۔۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالمِ اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کرسکتے تھے ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرِ راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑی تھیں اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھے اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا۔۔۔۔۔۔۔

انہوں (مرزا صاحب) نے مدافعت کا پہلو بدل کر مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے۔ اگر ہم آج اپنے نئے اور پرانے اختلافات سے قطع نظر کرکے محض اسلام کی خدمت غایت المقصود قرار دے لیں۔ تو یقیناً اس جوشیلے اور اسلام کی خدا داد طاقت سے چشم پوشی کرنے والے لاٹ پادری کی زندگی میں ہی جس نے ایک مسیحی مشن کی پچاس سالہ جوبلی کے

موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے دوسری بولی کے لئے دہلی کی مسجد فتحپوری کے کھنڈر ہو جانے کا ادعاء نارواظاہر کیا تھا وہ وقت آجائے کہ اسلام کی روحانی فتوحات، گاہ بنا دیں اور ناقوس کلیسا کے بجائے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا زمزمہ قدسی فضا میں گونجنے لگے......

...... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے .... ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں .... اپنے مذہب کے علاوہ مذاہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی۔ اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے، تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے۔ اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔ اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعوےٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں۔ اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی۔ آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔"

اور پھر ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار وکیل نے لکھا:۔

"......... غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کیں تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اُترا ہے۔ ان کی کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو اُن آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضیکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آرہی ہے۔ .... کیرکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔"

پروفیسر صاحب! یہ تھی مرزا صاحب کی شخصیت اور ان کا علم کلام۔ ان شہادتوں کے ہوتے ہوئے روسی مصنفہ کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کی کامیابی پر استعجاب چہ معنی دارد۔

آیئے اب اسلام کے متعلق عمومی تاثر پر جس کا آپ نے اپنے تبصرہ میں ذکر کیا ہے غور کریں۔ روسی مصنفہ کے الفاظ سے دو امر بالکل واضح ہیں۔ اوّل یہ کہ اسلام کے متعلق مصنفہ نے عمومی تاثر یہ دیا ہے کہ اسلام غیر واضح اور متضاد احکامات سے بھرپور تھا۔ دوسرے یہ کہ صرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اسلام کو ایک مربوط نظام کی شکل میں پیش کیا ہے اور کامیابی سے پیش کیا ہے۔ میرے خیال میں حضرت مرزا صاحب کو اس سے بہتر خراج ادا نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اصحاب جو مرزا صاحب کے مشن سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کو اس صدی کا مجدد مانتے ہیں اور دنیا پر اسلام کے غلبہ کے داعی ہیں کبھی بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ اسلام غیر واضح اور متضاد احکامات سے بھرپور ہے اور جب کبھی بھی اور جہاں کہیں سے بھی اسلام کے خلاف ایسی کوئی آواز اُٹھائی گئی ہے اس کا رد انہی اصحاب نے کیا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کے تربیت یافتہ ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا تاثر آخر پیدا کیوں کر ہوتا ہے۔ پروفیسر صاحب یہی ایک ایسا سوال ہے جس پر آپ کو اور ان تمام مسلمانوں کو جو حضرت مرزا صاحب کے مشن سے الگ تھلگ ہیں غور و فکر کرنا چاہیئے۔

مستشرقین کے علم کا منبع خود مسلمان علماء اور مصنفین ہوتے ہیں۔ کہنے کو تو برصغیر ہند و پاکستان میں علماء، مفتیوں، مفسرین اور مشائخ کی بھرمار ہے اور ہر اچھا مقرر اور نثر نگار عالم دین کا لبادہ اوڑھے عوام الناس کے مذہبی جذبات کا استحصال کرنے میں مصروف ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں کتب ہر سال مذہب پر شائع ہوتی ہیں۔ لیکن آپ خود ہی انصاف سے کہیئے کہ ان علماء اور مصنفین کی علمی سطح کیا ہے؟ انہوں نے ان کتب کو لکھنے کے لئے یا عالم دین بننے کے لئے کیا ریسرچ کی ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ ایسی غلط تصنیفات جب مستشرقین کے ہاتھ آتی ہیں تو وہ اسلام کے متعلق لغو نظریات و مفروضات کو اپنے علم کی بنیاد بنا لیتے ہیں۔ آپ نے مستشرقین کا شکوہ تو کیا جس میں ہم آپ کے ہم خیال ہیں بلکہ یہاں تک ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے اکثر بدنیتی اور تعصب کی وجہ سے اسلام کی تصویر کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ ہم سے بہتر مستشرقین کو کون جانتا ہے کہ ہماری جماعت ایک عرصہ سے ان سے برسرپیکار ہے۔ لیکن ان گھر کے دشمنوں کا کیا علاج جو اسلام کو اپنے غلط خیالات کا جامہ پہنا کر اس کی بدنامی کا سامان کرتے ہیں۔

پروفیسر صاحب! آپ خود ہی انصاف فرمایئے کہ قرآن شریف نے لا اکراہ فی الدین کا حکم دے اور ہمارے علماء اور مصنفین دن رات اسلام کو جبر و اکراہ کا مذہب قرار دے کر اس سے انحراف کرنے والوں کے قتل کا فتوے صادر کریں۔ قرآن شریف کامل و مکمل کتاب ہونے کا دعوےٰ کرے جس کا کوئی حرف اور کوئی شعشہ منسوخ نہیں ہو سکتا اور علماء اور مصنفین قرآن شریف کی کئی آیات کو منسوخ قرار دیں۔ قرآن شریف ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا اعلان کرے اور ہمارے علماء اور مصنفین حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے قائل ہوں۔ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرنے کی تعلیم دے اور تمام طاقتوں کا صرف اللہ کی ذات میں مرکوز ہونا سکھائے۔ اور ہمارے علماء اور مشائخ نے اولیاء اللہ کی قبروں اور پیروں فقیروں کو الٰہ غیر اللہ کا مقام دے دیا ہو۔ یہ واضح تضادات کے چند ثبوت ہیں اور غور کریں تو ایسے سینکڑوں تضادات مل جائیں گے۔ لیکن یہ اسلام کے تضادات نہیں۔ یہ تو ان علماء اور مصنفین کی سوچ و فکر کے تضادات ہیں جو کم علم ہونے کے باوجود اسلام کے علم کے اجارہ دار بنے ہوئے ہیں۔ ان تضادات نے فکر و عمل کے ان تضادات کو جنم دیا ہے جو ملت اسلامیہ کے اخلاقی انحطاط کی وجہ بنا ہے۔

پروفیسر صاحب! آپ کے تبصرہ میں ان امور کی نشاندہی ملت اسلامیہ کی ترقی کا باعث بن سکتی ہے .... محض اظہار استعجاب سے کچھ فائدہ نہیں۔ ایسی نشاندہی تبصرہ زیر بحث میں تو از حد ضروری تھی کیونکہ ایک تقابلی مثال بھی مصنفہ نے اپنی کتاب میں فراہم کر دی تھی۔ اسے تسلیم ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کو کامیابی سے ایک مربوط نظام کی شکل میں پیش کیا ہے۔ یہ بیان تمام سلیم الفطرت اہل علم کے لئے جو تعصبات سے پاک ہیں مرزا صاحب کے علم کلام کی طرف راغب کرنے کے لئے کافی ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطبات

بعض احباب کو شکایت ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطبات جمعہ کچھ دنوں سے اخبار میں درج نہیں ہوئے۔ فی الحقیقت بعض معذوریوں کی وجہ سے چند خطبات لکھے نہیں جا سکے۔ جن میں سے ایک اہم معذوری ہمارے نائب مدیر بشیر احمد سوز صاحب کا جو خطبہ جمعہ نوٹ کیا کرتے تھے مستعفی ہو جانا تھا تاہم اب پھر خطبات نوٹ کرنے کا انتظام کر لیا گیا ہے اور آئندہ پرچہ مورخہ ۴ جولائی) سے ان کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ (دوست محمد ایڈیٹر)۔

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۷

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عسر اور یسر میں

کوئی قوم اپنے نبی کے اس قدر اخلاق نہیں دکھلا سکتی جس قدر ہمارے نبی کریم صلعم سے ظاہر ہوئے

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ارشادات گرامی

اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لئے چاہا ہے کہ ہر دو لذتیں اُٹھائیں۔ بعض وقت دنیوی لذات آرام اور طیبات کے رنگ میں۔ بعض وقت عسرت اور مصائب میں تا کہ ان کے دونوں اخلاق کامل نمونہ دکھلا سکیں۔ بعض اخلاق طاقت میں اور بعض مصائب میں کھلتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں باتیں میسر آئیں۔ سو جس قدر ہم آپ کے اخلاق پیش کر سکیں گے۔ کوئی اور قوم اپنے کسی نبی کے اس قدر اخلاق پیش نہ کر سکے گی۔ جیسے حضرت مسیح کا صرف صبر ظاہر ہو سکتا ہے کہ وہ مار کھاتا رہا۔ لیکن یہ کہاں سے نکلے گا کہ ان کو طاقت نصیب ہوئی۔ وہ بے شک سچے نبی ہیں۔ لیکن ان کے ہر قسم کے اخلاق ثابت نہیں۔ چونکہ ان کا ذکر قرآن شریف میں آ گیا ہے۔ اس لئے ہم ان کو نبی مانتے ہیں۔ ورنہ انجیل سے تو ان کا کوئی ایسا خلق ثابت نہیں۔ جیسے اولوالعزم انبیاء کی شان ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ہمارے ہادی کامل بھی ابتدائی تیرہ برس کے مصائب میں وفات پا جاتے تو آپ کے بہت سے اور اخلاق فاضلہ حضرت مسیح کی طرح ظاہر نہ ہوتے۔ لیکن آپ کا دوسرا زمانہ جب فتح کا آیا۔ اور مجرم آپ کے سامنے پیش کئے گئے۔ تب آپ کی صفت رحم اور عفو کا کامل ثبوت ملا۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کا کوئی کام جبر پر نہ تھا۔ اور نہ زبردستی تھی۔ بلکہ ہر ایک امر طبعی رنگ میں ہوا۔ اسی طرح آپ کے اور بہت سے اخلاق بھی ثابت ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ نحن اولیاءکم فی الحیوٰۃ الدنیا (س ۲۴) کو ہم اس دنیا میں بھی اور آئندہ بھی متقی کے ولی ہیں۔ سو یہ آیت بھی ان نادانوں کی تکذیب کے لئے ہے۔ جنہوں نے اس زندگی میں نزول ملائکہ سے انکار کیا اگر نزع میں نزول ملائکہ تھا۔ تو حیات الدنیا میں خدا تعالیٰ کیسے ولی ہوا۔ (ملفوظات بنام منظور الٰہی صفحہ ۲۱)

بحرِ حکمت کے موتی

ہمسایہ سے نیک سلوک کا حکم

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما زال یوصینی جبریل بالجار حتیٰ ظننت انہ سیورثہ۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا جبرائیل برابر مجھ کو ہمسائے کے ساتھ (نیک سلوک کی) تاکید کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید اسے وارث بنا دیگا۔

نوٹ: از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ ہمسایہ مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلم بھی تو دونوں سے نیک سلوک کا حکم ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل معروف صدقۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہر نیک کام صدقہ ہے۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ اس میں صدقہ کی تعریف کو وسیع کیا ہے یعنی صدقہ صرف اس بات کا نام نہیں کہ انسان اپنا مال دوسرے کو دے بلکہ کوئی کام دوسرے کی بھلائی کیلئے کرے تو وہ بھی صدقہ ہے۔ (فضل الباری)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"۔

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اور آئمہ رحمہم اللہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددینِ اُمت کو ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔
۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحاد ملت میں فتنہ پیدا کرتا ہے۔

چوہدری محمد حسن چیمہ

حضرت مسیح موعودؑ اور جماعتِ احمدیہ لاہور کی صحیح پوزیشن

میں ہم بھی مداہنت سے کام نہیں لیتے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تاریخ کا موجودہ دور یعنے چودہویں صدی ہجری ایسا زمانہ ہے جس کی کوئی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں انسانوں کی دو خطرناک اور تباہ کن جنگیں معرضِ وجود میں آئیں۔ جن کی ہلاکت آفرینیوں کے اثرات ابھی تک صفحۂ ہستی پر موجود ہیں۔ ان جنگوں کے نتیجہ میں کئی سلطنتیں برباد ہوئیں۔ اسی زمانہ میں الحاد و دہریت کی تحریکیں ایسی شدّت سے چلیں کہ انسانوں نے شیطان کے زیر اثر نعوذ باللہ نعوذ باللہ خدا کا جنازہ نکالا اور علیٰ رؤس الاشہاد خالقِ اکبر کی شان میں ایسی گستاخیاں کیں جن سے خود شیطان شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

اللہ تعالےٰ نے دنیا کا آیندہ مذہب اسلام قرار دیا تھا اور عمر کے لحاظ سے گو یہ مذہب سب سے چھوٹا تھا مگر اثر کے لحاظ سے تمام ادیان پر غالب آ چکا تھا۔ مگر اس دور میں بظاہر اسلام بھی رو بانحطاط ہو رہا تھا۔ اسلام کی پائیداری اور استحکام کے لئے اللہ تعالےٰ نے دو انتظامات کر دیئے ہوئے ہیں۔

(۱) اسلام کی الہامی کتاب کو پوری طرح تحفظ دیا گیا ہے اور دنیا کی الہامی کتابوں میں صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو تیرہ سو برس کے درمیان بالکل محفوظ و مامون ہے اور اس پر مخالفین بھی متفق ہیں کہ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو قرآن کریم کو ہی نصیب ہوئی ہے۔ قرآن کریم لوگوں کے سینوں میں بھی محفوظ ہے۔ یعنے اُمت مسلمہ میں ہزارہا افراد ایسے ہیں جنھیں قرآن کریم ازبر ہے اور ماہ رمضان میں نماز تراویح میں بھی اس کو دوہرایا جاتا ہے۔

صحیحہ میں بھی یہ مذکور ہے کہ اس امت میں خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا اور ہر صدی کے سر پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک مجدّد مبعوث ہوا کریگا جو رسولِ کریم صلعم کے نمونہ مقدسہ کو از سرِ نو تازہ کر دیا کرے گا۔ چنانچہ اس صدی کے متعلق آثار میں بے شمار پیشگوئیاں موجود ہیں۔ اور جیسا کہ ہم نے اُوپر لکھا ہے۔ واقعات نے بھی اس صدی کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔ پس یہ ناممکن تھا کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کا ایفا نہ کرتا۔ اور اس صدی کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کے شایان شان کوئی عظیم الشان روحانی قائد مبعوث نہ فرماتا۔ چنانچہ صدی کے آغاز میں ایک غیر معروف گاؤں سے ایک ایسے انسان کا ظہور ہوا جس نے کسی مسلمہ دارالعلوم سے علم کی کوئی سند حاصل نہ کی تھی مگر مبعوث ہوتے ہی اس نے اسلام کی مدافعت میں ایسی اعلےٰ درجہ کی کتابیں لکھیں جن کی معقولیت کا غیروں کو بھی اعتراف کرنا پڑا بلکہ یہ کتابیں غیر مذاہب کی پسپائی اور اسلام کی سربلندی کا موجب ہوئیں نہ صرف غیر مذاہب کے مشائخ اور علماء کو چیلنج دیئے کہ خود اسلام کے راہنماؤں کی بے راہ رویوں کی نشاندہی بھی شروع کر دی۔ جس سے تھوڑے ہی عرصے میں اس برصغیر کی مذہبی فضا میں ایسا ارتعاش پیدا کر دیا کہ اس واحد شخص نے اپنے قلم اور معرفت کے زور سے تمام ادیان پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس اُمت کے بڑے بڑے آئمہ بھی اس کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئے۔ اس تنہا شخص نے ان علماء سے فیصلہ کن مناظرے کئے اور انہیں ہر میدان میں کامیابی سے ایسی شکست دی کہ آج تک یہ شکست خوردہ

راہ نما اور ان کے متبعین اور ساتھی اپنے زخموں کو چاٹ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ تحریک احمدیت کے خلاف مخالفت کے طوفان اٹھاتے رہتے ہیں درآنحالیکہ خود حضرت مرزا صاحب اپنے مشن کو پورا کر کے مدّت ہوئی اپنے خداوند سے جا ملے اور ان کی جماعت تمام اکنافِ عالم میں اشاعت اسلام کر کے مراکز قائم

وابستہ ہیں اور ہمیں ان کی اطاعت سے اعتراف میں کوئی خجالت محسوس نہیں ہوتی بلکہ ہم اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں یہ توفیق بخشی کہ ہم نے مامور زمانہ کو شناخت کر لیا ہے۔ ہم انہیں مہدیٔ مسعود بھی اور مسیح موعود بھی مانتے ہیں مگر اس اعلان کے ساتھ کہ آپ کا اصل منصب مجددیت ہی ہے اور مہدویت اور مسیحیت کے یہ ہر دو مناصب اس زمانے کے مجدّد ہی کی دو شانیں ہیں۔ جب ایک کثیر جماعت نے حضرت مرزا صاحب کی شان میں غلو سے کام لیا تو ہم اس جماعت سے بھی علیحدہ ہو گئے اور حضرت مرزا صاحب کی صحیح پوزیشن کو واضح کرتے رہنا اپنا فرض بنا لیا ہے۔ ہم ہمیشہ سے یہ کہتے چلے آئے ہیں اور اس پر لاکھوں صفحات بھی شائع کر چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوٰی نبوت کا ہرگز ہرگز نہیں اور وہ عقیدۂ ختم نبوت کو دل و جان سے عزیز رکھتے ہیں اور ساری عمر اس کا پرچار کرتے رہے ہیں۔

جماعتِ اسلامی سے ایک سوال

احمدیت کی مخالفت میں جماعتِ اسلامی سب سے پیش پیش ہے لیکن ہمارے پاس یقینی اور قطعی شہادت موجود ہے کہ اس جماعت کے اکابر پرائیویٹ موقعوں میں لاہوری جماعت کو ایک مسلمانوں کی جماعت تسلیم کرتے ہیں مگر خشیۃ اللہ کی بجائے خشیۃ الناس کے ماتحت منظر عام پر اس حقیقت کا اعلان نہیں کرتے اور جب احمدیوں کو کسی حلقہ سے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز ہے تو یہ جماعت اسے سب سے پہلے خوش آمدید کہتی ہے مگر اس بات کا کبھی اعلان نہیں کرتی کہ احمدیوں کے ایک فریق کو ان کے

اپنے نظریات کے رُو سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ اور چپکے سے اس جماعت پر جو ختم نبوّت کی قائل اور خدمتِ اسلام میں منہمک ہے ناحق کُفر کا فتوےٰ صادر کرنے میں معاونت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں کہ وہ خود اس حدیث کی زد میں آ چکے ہوئے ہیں۔ جس کے رُو سے اگر

مودودی صاحب اپنے دائرہ میں خود یہ فرما سکتے ہیں۔ ان کے اپنے ایک مرید نے جن کا نام نامی ڈاکٹر اسرار احمد ہے اپنی ایک کتاب میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ جماعتِ اسلامی احمدیوں کے لاہوری فریق کو بالکل مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتی ہے۔

چند روز ہوئے ہم نے موجودہ قائم مقام امیر جماعتِ اسلامی میاں طفیل محمد صاحب کا ایک بیان پڑھا کہ احمدیوں کو اب خود بخود اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیتی فرقہ مان لینا چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ احمدی ختم نبوت کے قائل نہیں اور حضرت خاتم النبیین صلعم کے بعد ایک نئے نبی کے آنے کے قائل ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جماعت احمدیہ لاہور کسی نئے یا پُرانے نبی کے آنے کی قائل نہیں ہاں جماعت ربوہ اور جماعتِ اسلامی دونوں میں سے اوّل الذکر حضرت مرزا صاحب کو بطور ایک نئے نبی کے مانتی ہے اور آخر الذکر ایک پرانے نبی حضرت عیسےٰ کے دوبارہ آنے کی قائل ہے، اگر اس بناء پر کسی جماعت کو خود اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیتی فرقہ تسلیم کر لینا چاہیئے تو جماعتِ اسلامی کو بھی اس کا اعلان کرنا چاہیئے کہ وہ بھی ایک غیر مسلم اقلیتی فرقہ ہے اور اگر اس کی بناء یہ ہو کہ مسلمانوں کے بعض فرقوں نے احمدیوں کے خلاف کُفر کے فتوے دیئے ہوئے ہیں تو میاں طفیل محمد صاحب کو یہ بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ خود جماعت اسلامی کے خلاف بھی تقریباً تمام مسلمانوں کے فرقوں نے اسی طرح کے فتوے صادر کئے ہوئے ہیں جن کو کبھی واپس نہیں لیا گیا۔ کیا جماعتِ اسلامی یہ پسند کرے گی کہ ان فتوؤں کی موجودگی میں

(باقی ص۸ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۴ جولائی ۱۹۸۳ء

تعلیم قرآن اور مسلمان

روزنامہ "مشرق" مورخہ ۱۸ جون میں ایک صاحب محمد اقبال میر کا ایک مقالہ اس موضوع پر شائع ہوا ہے کہ "سکولوں اور کالجوں میں قرآن حکیم کی تعلیم لازمی قرار دی جائے"

اس تجویز کے موزوں اور پسندیدہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا، اور ہم اس بارہ میں مقالہ نگار کے ہم آواز ہو کر حکومت کو جس نے تمام سکولوں اور کالجوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے اس امر کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو سکولوں اور کالجوں کے طلباء کو قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے عملی قدم اُٹھائے، کہ یہی وہ راستہ ہے جس پر گامزن ہو کر پاکستان حقیقی معنوں میں اسلامی مملکت بن سکتا ہے۔

مقالہ نگار نے اپنی تجویز کی تفصیلات پیش کرنے سے پیشتر قرآن کریم کے بارہ میں مسلمانوں کے موجودہ رویہ کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ:

"قرآن کریم خدا کی آخری کتاب ہدایت ہے۔ اس میں وہ تمام احکام و اصول اور ضابطے درج ہیں جن کی انسانی زندگی میں ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید کو ہر مسلمان گھرانے میں عزت و احترام کا مقام حاصل ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس پر عمل بہت کم ہوتا ہے۔ قرآن کو عموماً ایسی جگہ رکھا جاتا ہے جہاں بچوں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ جب کوئی شخص سفر کو جاتا ہے یا بیمار ہوتا ہے تو قرآن سے برکت حاصل کرتا ہے۔ اس کو ہم بوسہ دیتے ہیں سر پر اُٹھاتے ہیں اور اس کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن پڑھتے کبھی کبھار ہی ہیں اور سمجھنے کی تو کوشش ہی نہیں کرتے۔

یہ رسم سی بن گئی ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوتا ہے۔ جب ہم کسی تقریب کا آغاز کرتے ہیں تو قاری کا انتظام ضرور کرتے ہیں بعض مقرر اپنی تقریروں میں قرآن کے حوالے دیتے ہیں یہ اور اس قسم کے متعدد کام معمول کی حیثیت سے کئے جاتے ہیں کوئی گہرا مقصد پیش نظر نہیں ہوتا۔"

فی الواقعہ قرآن کریم کے بارہ میں مسلمانوں کا رویہ آج کل علی العموم اسی قسم کا ہے الّا ماشاء اللہ اور اسی وجہ سے عملی زندگی میں قرآن کریم کا اثر بہت کم نظر آتا ہے، لیکن یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ مسلمانوں کے ان حالات کے ہوتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور نے قرآن حکیم کی تعلیم و تعلم کی جو کوشش کی ہے اور اس کو رسم و رسوم سے نکال کر عملی زندگیوں میں نمایاں کرنے میں جو کامیابی حاصل کی ہے اس کی مثال اسلامی دنیا میں مشکل سے ملے گی اس جماعت نے قرآن کریم کی تعلیم ناظرہ تک ہی محدود نہیں رکھی بلکہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ذریعہ سے اس کو سمجھنے سمجھانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور یہ اثر ہے اس رجلِ عظیم کی روحانی تربیت کا جس نے اس زمانہ میں جب قرآن حکیم کی تعلیم مذہبی مکتبوں میں بھی ناپید تھی اور عموماً فلسفہ و منطق یا عربی صرف و نحو کی کتابوں کی تعلیم کو ہی مولوی اور مولوی فاضل کا طغرائے امتیاز سمجھا جاتا تھا، قرآن کی طرف لوگوں کو بلایا اور اس بات پر زور دیا کہ اس پاک کتاب کو دوسری تمام کتابوں (حدیث اور فقہ) پر مقدم کیا جائے اور اس کا ترجمہ کر کے غیر مسلموں تک پہنچایا جائے، جس پر جماعت احمدیہ لاہور خدا کے فضل سے عمل پیرا ہے اور اردو، انگریزی، ڈچ، جرمن اور دوسری زبانوں میں قرآن حکیم کے تراجم دنیا میں پھیلا چکی ہے۔ مگر افسوس مسلمانوں نے اس سے چنداں فائدہ نہ اُٹھایا اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ "مرزائی" کا ترجمہ ہے اس سے دُور ہٹتے چلے گئے۔ ان حالات میں مقالہ نگار کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ:

"مذہبی نوعیت کے تمام عملی کاموں کے لئے ہم مولویوں پر تکیہ کرتے ہیں۔ قرآن پڑھائیں تو وہ اور مسئلے مسائل بتائیں تو وہ، ان کی موجودگی ہمارے معاشرے کے لئے یقیناً ایک نعمت ہے۔ ان کا علم قابلِ تعریف اور ان کی خدمات قابلِ داد ہیں لیکن یہ کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں کہ ہم ان پر منحصر ہو کر رہ جائیں۔ میں ان لوگوں سے متفق نہیں جو اس شعبے میں ان کی اجارہ داری دیکھنا چاہتے ہیں۔"

ان افسوسناک حقائق کے ذکر کے بعد مقالہ نگار لکھتا ہے کہ:

"اسلام چند افراد تک محدود نہیں۔ نہ ہی اس پر ایک مخصوص طبقے کی اجارہ داری ہے۔ اسلام میں پاپائیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ نہ ہی اس میں کوئی مذہبی ریاست ہے۔ اسلام میں پنڈت یا پروہت کا بھی کوئی تصور نہیں۔ ایسا بھی نہیں کہ اسلامی احکام اور فرائض صرف مولوی، پیر یا ملّا کے توسط سے ہی انجام دیئے جا سکتے ہیں۔ مذہب کا تعلق براہ راست خدا اور بندے سے ہے۔ انسان اپنے رویّے اپنے اعمال اور انداز فکر کے لئے خود ہی جوابدہ ہے۔

قیامت کے دن ہر شخص خود ہی اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہوگا۔ کوئی ملّا، کوئی مولوی اور کوئی پیر مدد کو نہ پہنچ سکے گا۔ اس دن صرف رسول اللہؐ ہوں گے جو اپنے امتیوں کی شفاعت کر سکیں گے۔ یہی ایک امید ہے جو ہر مسلمان اپنے دل میں بسائے ہوئے ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ رسولِ خدا بھی انہی مسلمانوں کو پسند کرتے ہیں جو ان کے احکام پر عمل کریں۔ ان کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کریں۔ وہ مسلمان جو رسول اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کے لئے تیار نہیں کس طرح مغفرت کی امید رکھ سکتے ہیں۔ آیئے اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ہم کیوں اسلام کے اصل راستے سے بھٹکتے جا رہے ہیں۔ ہم نے کیوں اسلام کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے؟"

اسی سلسلہ میں موجودہ زمانہ کی کاروباری اور معاشرتی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے مقالہ نگار نے لکھا ہے:

"جہاں تک بچوں کا تعلق ہے ماں اور باپ دونوں ان کو سکول بھیج کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن پرائمری سکول کی تعلیم کا لازمی جزو ہے لیکن وہاں بھی اساتذہ کی عدم توجہی اور پڑھانے کا نامناسب انداز آڑے آتا ہے اور بچے قرآنی تعلیم کی رُوح سے محروم رہتے ہیں، زیادہ زور ان مضامین پر دیا جاتا ہے جن میں بچوں کو اُمتحان دینا ہوتا ہے۔ ان میں انگریزی، حساب اور معاشرتی علوم شامل ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ اساتذہ یہ خیال کرتے ہیں کہ بچوں کو مذہب کی تعلیم دینا والدین کا فرض ہے لیکن جیسا کہ میں نے سطورِ بالا میں عرض کیا چھوٹا یا بڑا کوئی بھی اس طرف توجہ نہیں دیتا اور نہ ہی انہیں وقت ملتا ہے۔ سکولوں میں جو کچھ مذہبی تعلیم حاصل ہوتی ہے وہ بہت جلد بھلا دی جاتی ہے کیونکہ اس کے اعادہ کا کوئی بھی انتظام نہیں ہوتا۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ قرآن کی تعلیم کو سکول میں لازمی قرار دیا جائے۔ قرآن کو جب تک تعلیم کا لازمی جزو قرار نہیں دیا جاتا اور اس کا پڑھنا اور سمجھنا لازمی قرار نہیں دیا جاتا اس وقت تک قرآن عام نہیں ہو سکتا۔"

اس کے بعد چند تجاویز پیش کی ہیں جو نمبروار حسب ذیل ہیں:

۱۔ پرائمری تعلیم کے ابتدائی چار برسوں میں اوسطاً آٹھ سو دن پڑھائی ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں قرآن حکیم (ناظرہ) کی تعلیم ختم کر لینی چاہیئے۔ اس امر کی انتہائی احتیاط رکھنی چاہیئے کہ بچوں کی تلاوت بالکل درست ہو اور وہ رموز و اوقاف کا صحیح علم رکھتے ہوں۔ یہ بات اس لئے اہم ہے کہ اسی پر آئندہ تعلیم کا دارومدار ہوگا۔ اگر بنیاد کمزور ہو تو ظاہر ہے مضبوط عمارت کھڑی نہیں کی جا سکتی۔

۲۔ مڈل اور ہائی سکول کی تعلیم کے دوران چھ سال کے عرصہ میں بچوں کو قرآن حکیم کا ترجمہ سکھانا چاہیئے۔ ترجمہ ایسا ہونا چاہیئے جو فرقہ وارانہ اختلافات سے مبرّا ہو۔ سکول میں تشریح و تفسیر تو بالکل نہیں پڑھائی چاہیئے کیونکہ سارے اختلافات یہیں سے پیدا ہوتے ہیں۔ معلم کو کسی بھی قیمت پر کسی خاص مکتب فکر کے مطابق توضیح اور تعبیر کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ الفاظ کے لغوی معنوں تک ہی محدود رہنا چاہیئے۔ اس سے زیادہ یا کم کی چیز کی ضرورت نہیں۔

۳۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اسلامیات کا الگ اور مکمل شعبہ ہونا چاہیئے جہاں طلباء کو گریجوایشن اور پوسٹ گریجوایشن کی تیاری کرائی جائے۔ ریاست حیدر آباد کی عثمانیہ یونیورسٹی میں یہی طریقہ رائج تھا۔ اس طرح جو طالب علم اسلامیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل

کرنا چاہتے تھے انہیں مناسب سہولتیں اور رہنمائی مل جاتی تھی۔ ایسا انتظام ہو جانے تو سکولوں کے لئے موزوں اور تربیت یافتہ اساتذہ کا مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔

یہ تجاویز اس قابل ہیں کہ ان پر پورے طور پر عمل کیا جائے۔ جہاں تک سکولوں میں چھٹی سے دسویں جماعت تک قرآن کریم کا ترجمہ پڑھانے کا تعلق ہے ہم مقالہ نگار کے اس خیال سے متفق ہیں کہ ترجمہ صرف آیات کے لغوی معنوں تک محدود رکھا جائے اور ایسا رنگ اختیار کیا جائے جس میں کسی خاص مکتب فکر کی تائید یا مخالفت نہ پائی جائے اگرچہ بعض الفاظ کے لغوی ترجمہ میں یہ پابندی قائم نہیں رہ سکتی، کیونکہ ایک لفظ کے لغوی معنے ایک مکتب فکر کچھ کرتا ہے اور دوسرا اسی لفظ کے لغوی معنے کچھ اور قرار دیتا ہے مثلاً حضرت عیسٰی کے بارہ میں توفّی کا لفظ جہاں بھی آیا ہے، ایک فریق اس کے معنے وفات کے کرتا ہے اور دوسرا رُوح معہ جسم قبض کرنے کے معنے کرتا ہے، لیکن اس اختلاف کے باوجود اگر اساتذہ ایسا رنگ اختیار کر سکیں کہ اس میں کسی ایک یا دوسرے فریق کی تائید یا تردید نظر نہ آئے اور اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے طلباء کے اذہان کو آزاد رکھا جائے تو یہ بہت ہی مناسب ہوگا۔

بہر حال مقالہ نگار کی تجویز اس قابل ہے کہ حکومت پاکستان جس قدر جلد ممکن ہو اسے عملی جامہ پہنانے کا انتظام کرے،

اس سلسلہ میں ہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ پہلی آواز نہیں جو محمد اقبال میر صاحب نے اُٹھائی ہے۔ اس سے پیشتر ۱۹۵۱ء میں مشرقی پاکستان سے بھی ایسی آواز اس وقت کے رکن اسمبلی مسٹر اسداللہ نے اُٹھائی تھی۔ اور یہ تجویز پیش کی تھی کہ ملک کے تمام سکولوں میں مسلمان طالب علموں کے لئے قرآن پاک کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ مسٹر اسداللہ نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ:۔

"اگر ہم پاکستان میں صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہر مسلمان کو یہ بتانا پڑے گا کہ اسلام کا مقصد کیا ہے یہ جاننے کے لئے کہ اسلام کیا ہے مسلمانوں کو قرآن پڑھنا اور اس کی تعلیمات سے آگاہ ہونا چاہیئے"

ایک اور رُکن مسٹر سراج الاسلام نے کہا کہ:

"ہمارے قومی کاموں میں قرآن پاک کی تعلیم کو اولیت دی جانی چاہیئے"

ایسا ہی پنجاب کے رُکن اسمبلی شیخ صادق حسن نے کہا تھا کہ:۔

"اگر مسلمان قرآن کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کریں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی"

اور صوبہ سرحد کے رُکن سردار اسداللہ جان نے فرمایا کہ:۔

"سب سے پہلے اس ایوان کے ارکان کو قرآن پڑھنا چاہیئے"

کہا جاتا ہے کہ اس وقت کی حکومت نے اس تجویز کے حق میں فیصلہ بھی کر دیا تھا، پھر معلوم نہیں کس وجہ سے اس کو عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا۔ ضرورت ہے کہ صدر بھٹو کی حکومت اس سب سے ضروری مسئلہ کی طرف خصوصی توجہ سے کام لے کر قرآن کریم کی تعلیم کو مدارس اور کالجوں میں رائج کرنے کے لئے خاص احکام صادر کرے اور محکمہ تعلیم مقالہ نگار کی پیش کردہ تجاویز کے مطابق اس کو عمل میں لانے کے لئے مناسب انتظام کرے۔

دوست محمد ایڈیٹر

مولینا حافظ شیر محمد صاحب بخیر و عافیت فیجی پہنچ گئے

ہوائی اڈے پر انکا استقبال اور مختلف شہروں میں احباب سے ملاقاتیں

مولینا شیر محمد صاحب کا خط سکریٹری صاحب کے نام

بخدمت محترمی جناب جنرل سیکرٹری صاحب۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام مسنونہ کے اُمید ہے آپ بمہ وجوہ بخیریت ہوں گے۔ میں بروز جمعۃ المبارک صبح سات بجے کراچی سے روانہ ہو کر شام کو سنگاپور پہنچا۔ کوئی دو گھنٹے بعد سڈنی روانہ ہو گیا۔ صبح سویرے سڈنی پہنچے۔ سارا دن سڈنی کے ہوائی اڈے پر قیام کیا سردی کی وجہ سے شہر نہ جا سکا۔ کیونکہ میرے پاس گرم کپڑے نہیں تھے، اور ہوا سخت ٹھنڈی چل رہی تھی۔ شام کے سوا چھ بجے جہاز چل پڑا اور رات کے بارہ بجے نانڈی پہنچ گیا۔ پندرہ بیس دوست آئے ہوئے تھے انہوں نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا پھولوں کے ہار پہنائے اور فوٹو وغیرہ لیا۔ بعد ازاں مسٹر شوکت علی صاحب کے گھر گئے جو ایئرپورٹ پر کام کرتے ہیں۔ چائے وغیرہ پی۔ دوسرے احباب تو چلے گئے لیکن غلام نبی دین صاحب نے میرے ساتھ ہی قیام کیا۔ دوسرے دن کوئی تین بجے (بًا) گئے جہاں حسین خاں صاحب وکیل رہتے ہیں رات وہیں ٹھہرے۔ دوسرے دن صبح سویرے بًا سے چل پڑے اور (سُوآ) پہنچے۔ بًا سے سُوآ کوئی ڈیڑھ سو میل سے زیادہ سفر ہے۔ کوئی تین بجے سُوآ غلام دین کے گھر آئے اور آٹھ بجے رات اپنے مرکز میں پہنچے جہاں کافی دوست انتظار کر رہے تھے۔ سب سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی بعد ازاں صاحب صدر نے میرا تعارف کرایا۔ بعد ازاں میں نے مختصراً اپنے فیجی میں آنے کی غرض بتلائی بعد ازاں غلام دین صاحب نے قرآن مجید کا درس دیا۔ اب مختلف گھروں میں جاتا ہوں۔ دو تین روز تک میری رہنے کی جگہ مکمل ہو جائے گی تو میں اپنی جگہ پر چلا جاؤں گا۔ روز اتوار ایک جلسۂ عام کیا جا رہا ہے۔ جب کام شروع ہو گیا تو مفصل رپورٹ لکھی جائے گی۔ سب احباب کی خدمت میں السّلامُ علیکم عرض کر دیں۔ والسلام

حافظ شیر محمد

بقیہ مضمون ضمیمہ صفحہ ۔ از صفحہ ۲

خود کو غیر مسلم اقلیتی فرقہ قرار دے کر امن کی فضا پیدا کر دے۔ مسلمانوں کے عوام نے بھی گذشتہ انتخاب میں اس جماعت کو مردود قرار دے دیا تھا ایسے حالات میں ان کا اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرنا کہاں تک واجب ہے؟ اس کے علاوہ میاں طفیل محمد صاحب کو اس حدیث کا بھی خیال رکھنا چاہیئے جسے پڑھ کر مکفرین کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے چاہئیں کہ کسی کے خلاف کفر کا فتوےٰ صادر کرنا کوئی کھیل نہیں۔ خدا کی نظر میں یہ ایک خطرناک جرم ہے جس کی سزا نہایت خوفناک ہے۔ یعنے کفر کا فتوےٰ دینے والا خود کفر کی زد میں آ جاتا ہے۔

تحریک احمدیت کے لاہوری فریق کی پوزیشن۔

ہم واضح الفاظ میں تمام مسلمانوں کے سامنے اپنی پوزیشن کو بیان کر دیتے ہیں کہ ہمارے خیال میں جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اسرائیلی نبی کی آمد کے منتظر ہیں اور انہیں کبھی امتی بناتے ہیں اور کبھی نبی ہی رہنے دیتے ہیں وہ ختم نبوت کی عمارت کو بھی نقصان پہنچانے والے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح اس اُمت میں سے کسی کو مقام نبوت دے کر اسے انبیاء کی صف میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہم دو ٹوک الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہ کوئی نبی اُمتی ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اُمتی نبی ہو سکتا ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی اصرار ہے کہ کوئی کلمہ گو خواہ وہ کتنا بھی گم گشتہ راہ ہو جائے جب تک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ ہمارا یہ وہ موقف ہے جس پر ہم پہاڑ کی طرح قائم ہیں اور باوجودیکہ ہم تعداد میں بہت کم ہیں مگر کلمہ طیبہ کے احترام کو ملحوظ رکھنے کی وجہ سے ہمیں دنیا میں وہ اہمیت حاصل ہے جو مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت کو حاصل نہیں یہ امر ہم تحدیث نعمت کے طور پر بیان کر رہے ہیں وگرنہ خاکساری اور درماندگی کا ہمیں پورا احساس ہے۔ ہم صرف اسلام کی خدمت بجا لانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

دین کے دو حصے ـــــ عبادتِ الٰہی اور مخلوقِ خدا پر شفقت

ماں باپ، قریبیوں اور رشتہ داروں، مساکین یتامیٰ اور مسافروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۲۳ جون ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا .... ولا تجعل مع اللہ الٰھا اخر فتلقی فی جھنم ملوما مدحورا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمارا فیصلہ ہے کہ انسان ہمارے سوائے کسی کی عبادت نہ کرے، اور اس کے بعد والدین کے ساتھ احسان، نیکی اور مروت کا برتاؤ کیا جائے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا نچوڑ اس طرح بیان کیا ہے کہ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ، دین کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدا کی عظمت دلوں پر مسلط ہو جائے، اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت دلوں میں بیٹھ جائے تو وہ اس کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی عبادت کریں گے خدا کو عبادت کی حاجت نہیں، اس کا مقصد انسان کے اندر نیکی کے جذبات پیدا کرنا ہے، تاکہ وہ اس کے حکموں پر چل کر برائی سے بچا رہے۔ دین کا دوسرا حصہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا والشفقۃ علی خلق اللہ۔ مخلوق خدا کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا جائے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ العالمین ہیں، آپ یتیموں مسکینوں، حاجتمندوں حتیٰ کہ جانوروں تک کی مدد کرتے تھے، بلی کتّے سے بھی آپ کو ہمدردی تھی، اور جب سفر پر جاتے تو جہاں پڑاؤ کرتے، وہاں پر سب سے پہلے مویشیوں کو چارہ ڈلاتے اور انہیں پانی پلاتے، اس کے بعد نماز ادا کرتے۔ ایک سفر پر آپ جا رہے تھے رستہ میں ایک جگہ اونٹ بار بار آپ کی طرف دیکھتا تھا، آپ نے فرمایا یہ اونٹ فریاد کر رہا ہے کہ میں بھوکا ہوں، اس کے مالک کو چاہیئے کہ اسے اچھی طرح کھلائے پلائے اور اس سے ہمدردی کا برتاؤ کرے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں بھی رحمۃ للعالمین ہیں کہ آپ نے انسانوں کو پانچ وقتہ نمازوں اور تہجد کا پابند کر کے انہیں اللہ تعالیٰ سے ملا دیا، آپ نے نمازوں کی پابندی اس حد تک کی کہ جنگ میں بھی نماز ترک نہیں کی، حالانکہ وہ بڑا نازک موقعہ ہوتا تھا، دشمن تاک میں بیٹھے ہوتے کہ موقعہ ملے تو آپ پر حملہ کر دیں، وہاں حضور صلعم نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ فوج کا ایک حصہ دشمن کے سامنے کھڑا رہتا اور ایک حصہ آپ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتے اور جب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیں تو دوسرا حصہ آپ کے پیچھے آ کر نماز ادا کرے اس سے ظاہر ہے کہ سب سے بڑا علم یہی ہے کہ خدا کی عبادت کی جائے اور اس کے بعد خدا کی مخلوق سے ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے۔

مخلوق میں سب سے پہلا حق ماں باپ کا ہے، فرمایا وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا اس ایک ہی آیت میں دو حکموں کو جمع کر دیا ہے۔ عبادت الٰہی اور ماں باپ سے حسن سلوک، اس سے ظاہر ہے کہ عبادت الٰہی کے بعد سب سے پہلا حق ماں باپ کا ہے کہ ان سے حسنِ سلوک کیا جائے، اور اس کو اس قدر ضروری قرار دیا کہ فرمایا اِمّا یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اُفٍّ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما۔ اگر ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو انہیں کسی بات پر اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات کرو۔ ماں باپ کے بوڑھے ہونے پر اولاد کا امتحان ہو جاتا ہے۔ عام طور پر باپ یا ماں بوڑھی ہو جائے تو اولاد ان سے تنگ آ جاتی ہے اور کہتے ہیں یہ بوڑھا تو سونے بھی نہیں دیتا ساری رات کھانستا رہتا ہے، کب یہ مرے اور خلاصی ہو، یہ بہت ہی بری بات ہے۔ فرمایا واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا ماں باپ کے لئے رحمت سے خاکساری کا بازو جھکاؤ اور ان کے لئے دعا کرو کہ اے اللہ ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا، ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا، ہم جانتے ہیں جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیکوکار ہو گے تو اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کو بخشش دیتا ہے، اگر تم ماں باپ کی عزت کرو گے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ گے تو ہم تمہاری قدر کریں گے اور مغفرت کا برتاؤ کریں گے۔

اس کے بعد فرمایا وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ ماں باپ کے بعد چچا، چچی، خالہ، خالو، پھوپھا پھوپھی اور دیگر قریبی رشتہ دار ہیں ان کا حق ادا کرو، یہ نہیں فرمایا کہ ان پر احسان کرو، بلکہ فرمایا کہ ان کا حق انہیں دو۔ یہ نہیں کہ انہیں خیرات کے طور پر دو، ان کا تم پر حق ہے، اگر تم انہیں دے کر احسان جتاتے ہو تو اس سے انہیں دکھ ہوتا ہے اور وہ پھر تمام عمر تم سے لینا پسند نہیں کریں گے۔ پھر قریبیوں کے علاوہ مساکین اور مسافروں کی بھی مدد کی جائے، مسافر اور مسکین ہندو ہو، سکھ ہو، عیسائی ہو کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ مسافر کو اھلاً و سھلاً کہے۔ اس کے سامنے ٹھنڈا پانی رکھے، توفیق ہو تو اسے کھانا کھلائے، یہ ہے رحمۃ للعالمین کی تعلیم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسافر کی خاطر داری کرتے تھے، جب آپ حاکم ہو گئے تو آپ کے پاس مختلف

قوموں کے وفود آتے شروع ...
اس سال کو عام الوفود ...
یعنی وفدوں کا سال ...
وفدوں کی خاطر تواضع ...
جب نجران کے عیسائی ...
آپ نے ان کو اپنی مسجد ...
کر باندھ کر ان کی خاطر ...
نے اتوار کے دن گرجا کر ...
میں گرجا کرنے کی اجازت ...
مسلمانوں نے ان اخلاق ...
حضور صلعم رحمۃ للعالمین ...
اسی لئے جب ایک طرف ...
دلوں پر مسلط کرنے کا حکم ...
ساتھ ہی مخلوق خدا کے ساتھ ...
کی تعلیم دی اور آپ نے ...
دکھا دیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ...
ولا تجعل یدک مغلولۃ الی
عنقک ولا تبسطھا ...
فتقعد ملوما محسورا ...
ہوئے مال کو مخلوق خدا ...
میں اس قدر بخل سے کام ...
ہاتھ گردن کے ساتھ ...
خدا کو پسند نہیں اور ...
اس قدر کھلے ہوں کہ ...
بیجا طور پر عیش و عشرت ...
دیا جائے اور پھر تنگی ...
ان ربک یبسط الرزق لمن
یشاء ویقدر ...
ہے اگر تم لے خدا کی ...
نہیں کرتے یا عیش و ...
کرتے ہو تو یہ خدا کی ...
رزق خدا کا دیا ہوا ...
خدا کی مخلوق پر ...
بڑی نیکی ہے۔ قرآن کریم ...
میں متقیوں کی یہ صفت ...
... یقیمون الصلوٰۃ و
مما رزقنٰھم ینفقون ...

میاں نصیر احمد فاروقی

خوراک میں حلال اور حرام کیوں؟

میں ایک بنیادی ہدایت قرآن کریم نے یہ دی کلوا واشربوا ولا تسرفوا یعنے کھاؤ اور پیو زیادتی نہ کرو۔ آج طب اور سائنس نے اس حکمت قرآنی کی تصدیق کر دی ہے کہ انسان کے جسم اور زندگی کے لئے جہاں کھانا پینا ضروری ہے وہاں زیادہ کھانا پینا سخت مضر ہے۔ انسان کی اکثر بیماریاں ضرورت سے زیادہ کھانے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ زیادہ پانی پینے میں کیا نقصان ہے یہاں تک کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جس طرح زمین کو زیادہ پانی ملنے سے سیم اور تھور جیسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جسم انسانی کو زیادہ پانی ملنے سے بھی کئی ایک خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سوء ہضم یا موٹاپا یا دوسری قباحتیں ہیں۔

دوسرا بنیادی حکم قرآن کریم میں یوں ہے یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حللاً طیباً یعنے اے لوگو اس سے جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ حلال چیزیں نہ صرف وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے حرام نہیں کیں بلکہ وہ چیزیں بھی ہیں جو حلال طریقوں سے حاصل کی جائیں۔ اور طیب وہ چیزیں ہیں جو صاف اور ستھری ہوں۔ مثلاً بکری کا گوشت جو حلال ہے وہ اگر سڑ جائے یا بُس جائے تو وہ طیب نہیں رہا۔ یا شکر جو حلال چیز ہے ایک ذیابیطس کے مریض کے لئے طیب نہیں رہتی اسی طرح حلال چیزوں میں سے جو چیزیں کسی انسان کی طبیعت کو ناگوار ہوں وہ اس کے لئے طیب نہیں۔ اسی لئے اگر کسی شخص کی طبیعت کوا کھانے سے کراہت کرے یا گھوڑے کا گوشت کھانے سے کراہت کرے تو وہ اسکے لئے کھانا مفید نہیں اور نہ اسے مجبور

کی چیز حرام ہے یعنے شراب اس کا ذکر کر دوں۔ شراب کے جو بُرے اثرات انسان کی صحت اس کے دل و دماغ اس کے اخلاق اور کردار پر پڑتے ہیں ان کا انکشاف آج طب اور سائنس نے بالتفصیل کیا ہے اور اس کو یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ مگر قرآن کریم کا کمال ہے کہ کسی چیز کی خوبی کو نظر انداز نہیں کرتا۔ فرمایا اثمھما اکبر من نفعھما یعنے ان کی برائیاں ان کے نفع سے بہت زیادہ ہیں۔ الکحل جو شراب کی بنیادی شئے ہے وہ بعض طبی مقاصد اور دواؤں میں مفید ہوتی ہے اور اس حد تک اس کا استعمال جائز ہے۔ شراب کے لئے چونکہ قرآن کریم میں لفظ خمر آتا ہے جس کے معنے ہیں وہ چیز جو انسان کی عقل پر پردہ ڈال دے اس لئے تمام قسم کی منشیات یعنے نشہ آور چیزیں اس میں شامل ہیں۔ میں نے اس کا ذکر اس لئے ضروری سمجھا کہ آجکل یورپ اور امریکہ اور دوسرے ممالک میں نوجوانوں میں افیم اور بھنگ اور چرس بعض شکلوں بہت رائج ہو گئے ہیں اور ان کی تباہ کاریوں کی وجہ سے نئی نسل برباد ہو رہی ہے۔

اب خوراک کے حلال اور حرام کو لیجئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ یعنے اللہ نے تم پر صرف مردار اور خون اور سُؤر کا گوشت اور وہ جسے اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے پکارا جائے حرام کیا ہے۔ مگر اس میں یہی اجازت دے دی کہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم۔ یعنے جو شخص مضطر ہو جائے مگر وہ خواہش یعنے رغبت کرنے والا نہ ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھانے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ حالات اللہ تعالےٰ کی مغفرت اور رحم کے نیچے آ جاتے ہیں۔ حالت اضطرار انسان کی اپنی بے اختیاری (اور دوسرے کے [illegible] سے بھی) ہو سکتی ہے۔ مثلاً سب سے پہلے مردار ہیں یعنے وہ جانور جو اپنی موت سے مر گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کہ جو جانور ذبح نہیں کیا گیا بلکہ اپنی موت مرا ہے وہ کسی بیماری سے مرا ہے۔ اس لئے اس کا گوشت کھانے میں انسان کی صحت کو سخت خطرہ ہے۔ دوسرے طبعی موت کے بعد جس میں خون جانور کے اندر رہ گیا ہوتا ہے اس جانور کا گوشت جلد سڑنے لگ جاتا ہے اور ایسا جانور کھانے میں انسان کو شدید خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ تیسرے مردار کھانے والی قوموں کے اخلاق بلکہ ان کی شکلوں پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے اور اس کا مشاہدہ میں نے خود کیا ہے۔ جب میں صوبہ بمبئی میں ملازمت پر تھا اور وہاں ڈھیڑ نامی اور بعض دوسری اچھوت قوموں کو میں نے دیکھا کہ وہ غربت اور چھوت چھات کی مجبوریوں کی وجہ سے مردار کھاتے ہیں اور ان کے اخلاق گھٹیا اور کمینہ ہوتے ہیں حالانکہ دوسرے غریب اور نادار لوگ جو مردار نہیں کھاتے ان کے اخلاق ان بُرے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ بلکہ مردار کھانے والوں کی شکلیں بھی متاثر تھیں۔ اس کی مثال جانوروں میں بھی ہے کہ جو جانور مردار یعنے طبعی موت سے مرا ہوا جانور کھاتے ہیں گدھ یا گدھ وغیرہ ان کی شکلیں تک مکروہ ہوتی ہیں۔

دوسری چیز جو حرام کی گئی وہ خون ہے۔ اس کی وجوہات بھی ظاہر ہیں۔ یہ بات اب طبعی طور پر مسلم ہے کہ انسان یا کسی جانور کے جسم کے اندر تمام جراثیم یا زہر خون کے ذریعہ گردش کرتے ہیں وہ خود جسم بھی جو زہر پیدا کرتا ہے یا نقصان دہ چیزیں اپنے اندر سے نکالتا ہے، وہ خون کے ذریعہ دوسری جگہوں میں پہنچائی جاتی ہیں مثلاً پھیپھڑوں یا گردوں یا جسم کے مساموں یا آنتوں کے ذریعہ سے ان کو باہر نکال دیا جاتا ہے یا خون کے اندر ہی جو چیزیں اللہ تعالےٰ نے انسان کی حفاظت کے لئے بنائی ہیں وہ آہستہ آہستہ ان جراثیم یا زہروں کو یا تو مار دیتی ہیں یا اُن کے بُرے اثرات کو ختم کر دیتی ہیں۔ اس لئے خون جو تمام جراثیم اور زہروں اور فاسد مادوں کو جلد سڑ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے جس جانور کو ذبح کر کے اس کے خون کو خارج نہ کر دیا جائے اس کے گوشت کو کھانا بھی مضر صحت ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ ذبح کرنا جانور پر ظلم ہے یہ ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ جس سیکنڈ جانور کی رگ جان کاٹی جاتی ہے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اس لئے اسے درد یا تکلیف کا احساس نہیں رہتا۔ مگر اس کا دل کام کرتا رہتا ہے اس لئے خون بہتا ہوا تمام خارج ہو جاتا ہے۔ جھٹکے یا مشین سے یکلخت گردن کاٹنے کے صدمہ سے دل کی حرکت فوراً بند ہو جاتی ہے اس لئے خون کا حصہ خارج نہیں ہوتا جو کہ ذبیحہ کی صورت میں ہی ہوتا ہے اور تکلیف دونوں حالتوں میں صرف ایک یا آدھے سیکنڈ کے برابر ہوتی ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

خون کھانے سے خونخواری نہ صرف وحشی جانوروں میں پیدا ہو جاتی ہے بلکہ غیر مسلم قوموں میں بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً گورکھوں اور سکھوں میں جو خون کو علیحدہ لے کر بھی کھاتے ہیں اور جو لوگ خون کو علیحدہ نہیں بھی کھاتے مگر اپنے جانوروں کو ذبح نہیں کرتے اور اس طرح ان کے اندر کم و بیش خونخواری پیدا ہو جاتی ہے جس کا مظاہرہ ان اقوام کے جنگ و جدل کے دوران نظر آتا ہے۔ مگر مسلمان لڑائی میں بھی غیر ضروری قتل و خون نہیں کرتا۔

سُؤر کے گوشت کی برائیاں مجھ سے قبل جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اپنے مضمون میں لکھ چکے ہیں۔ میں اس گوشت کے ثقیل یا مضر صحت ہونے کے بارہ میں مزید نہیں لکھنا چاہتا۔ میں صرف ان بُرے اثرات کے بارہ میں جو سُؤر کھانے سے انسان کے قویٰ پر پڑتا ہے جدید

سائنس کے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ یہ تو پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ سُؤر تمام جانوروں سے ایک بات میں مختلف ہے اور وہ یہ کہ اس جانور میں اپنی مادہ کے بارہ میں نہ صرف یہ ہے کہ کوئی غیرت نہیں ہوتی بلکہ یہ دیّوث ہوتا ہے۔ اس لئے سُؤر کا گوشت کھانے سے انسان میں بھی بے غیرتی اور دیّوثی پیدا ہوتی ہے جس کا ثبوت آج عیسائی اقوام کے اندر ننگے پن عریانی بے غیرتی اور دیّوثی کے مظاہرات میں عیاں ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خوراک کا اثر انسان کے کردار پر واقعی پڑتا ہے یا یہ محض ہمارا خیال ہی ہے۔ دنیا کا مشہور رسالہ ریڈرز ڈائجسٹ اپنے جنوری ۱۹۷۳ء کے ماہنامہ میں لکھتا ہے:۔

مشیگن یونیورسٹی (امریکہ) کے علم النفس کے ماہر جیمز میکانل نے تجربہ کرکے دیکھا ہے کہ بعض کیچوا نما کیڑے جو کھاڑیوں اور تالابوں میں ملتے ہیں انہیں لے کر اگر روشنی کی چمک دکھائی جائے اور ساتھ ہی بجلی کا شاک پہنچایا جائے۔ تو وہ اپنے آپ کو سکیڑ لیتے تھے۔ چونکہ بجلی کا شاک اس وقت دیا جاتا تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی روشنی کی چمک دکھائی جاتی تھی تو جلد ہی ان کیڑوں نے روشنی کی چمک دیکھنے پر فوراً سکڑنا شروع کر دیا حالانکہ ان کو بجلی کا شاک دینا بند کر دیا گیا تھا۔ پھر ان کیڑوں کو مار کر اُن .... کی غذا بنا کر دوسرے کیڑے کھانے والے کیڑوں کو کھلایا گیا تو عجیب نتیجہ یہ نکلا کہ کھانے والے کیڑوں نے بھی روشنی کی چمک دیکھ کر سکڑنا شروع کر دیا حالانکہ ان کو بجلی کا شاک کبھی نہیں دیا گیا۔ گویا خوراک بنے ہوئے کیڑوں کے کردار میں جو بات پیدا ہو گئی تھی وہ کھانے والے کیڑوں کے اندر بھی پیدا ہو گئی!

اسی قسم کے نتائج ایک اور تجربہ کرنے والے نے ایک خاص قسم کی مچھلی پر تجربہ کرکے حاصل کئے جس مچھلی کو سنہری مچھلی یا "گولڈ فش" کہتے ہیں۔ اسی طرح "بیلر یونیورسٹی" کے ڈاکٹر جارج انگر نے چوہوں پر یہ تجربہ کیا کہ ایسے پنجرے بنائے جن میں روشن اور تاریک خانے تھے۔ جب بھی چوہے تاریک خانوں میں داخل ہوتے تھے تو انہیں بجلی کا شاک لگتا تھا۔ چند دنوں میں چوہوں نے تاریک خانوں میں جانا بند کر دیا۔ پھر اس سائنسدان نے ان چوہوں کو مار کر ان کے دماغ کا ایک قوام تیار کیا جو کہ اس نے دوسرے زندہ چوہوں کے سر میں داخل کیا۔ عام طور پر چوہے اپنے وقت کا ۸۰ فیصدی حصہ تاریکی میں گذارتے ہیں مگر جن چوہوں کے سر میں وہ قوام انجکشن کے ذریعہ داخل کیا گیا وہ تاریکی سے گریز کرنے لگے اور صرف اپنے وقت کا ۳۰ فیصدی حصہ تاریکی میں بمشکل گذارتے تھے۔ حالانکہ اس طرح قوام کا سر میں انجکشن کرنا اس طرح دوسرے چوہوں کے اندر سرایت نہیں کر سکتا تھا جو کہ خوراک کے ذریعہ ہوتا ہے۔ الغرض ان تجربات نے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ خوراک کے ذریعہ ایک جانور کی خصلت دوسرے میں جا سکتی ہے۔ تو کیا ٹھیک ہے کہ سؤر کی مکروہ فطرت سؤر کا گوشت کھانے والوں کے اندر آہستہ آہستہ سرایت کرکے انہیں بھی بے حیا بے غیرت اور دیّوث بنا دیتی ہے جس کی زندہ مثال عیسائی اقوام کے اندر عریانی، ننگا پن بے حیائی اور دیّوثی تک پہنچتا ہے۔

حرام و حلال کی آخری بات میں وہ جانور رہ گئے جن کو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کا فلسفہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ تمام قسم کی زندگی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ اس لئے زندگی کو لینا بھی دراصل اسی کا حق ہے نہ کسی اور کا۔ اب عام انسان تو خدا سے ہمکلام نہیں ہوتا کہ اس سے اجازت لے کر جانور کو ذبح کرے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالےٰ نے از رہ عنایت یہ اجازت دے دی ہے کہ اگر جانور کو ذبح کرنے یا شکار سے پہلے اللہ تعالےٰ کا نام لے لیا جائے تو وہ اس کی طرف سے اجازت سمجھی جائے گی۔ اگر ہم اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی اور کے نام پر جانور کو ذبح کریں تو ہم نے اسی بت یا پیر فقیر کو نعوذ باللہ اس جانور کا یا اس کی زندگی کا مالک سمجھ لیا جو صریح شرک ہے۔ اور اس میں صرف توحید کی نفی ہے بلکہ مشرکانہ طور پر ذبح کی ہوئی غذا کا اثر آہستہ آہستہ انسان کے اندر نہ صرف یہ کہ توحید کی غیرت کو باقی نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے مشرک بنا دیتا ہے۔ جو جانور غذا کے طور پر نہ استعمال ..... ہوتے ہوں انہیں بھی بلا ضرورت مارنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ ان سے انسان کی صحت اور زندگی کو خطرہ ہو اپنی حفاظت کے تمام اقدام کر لینا قرآن اور حدیث کے عین مطابق ہے بلکہ یہاں تک اجازت ہے کہ اگر کوئی ضرر رساں جانور نماز کے دوران نکل آئے تو پہلے اسے مار دو پھر نماز کو ختم کرو۔

آخر میں مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ لکھوکھا بلکہ کروڑہا چیزیں جو کائنات میں پائی جاتی ہیں اور کھائی یا پی جا سکتی ہیں اُن کے حلال ہوتے ہوئے محض ان چند چیزوں پر جو حرام کی گئی ہیں اعتراض کرنا یہ انسان کی بد باطنی کے سوا کیا ہو سکتا ہے جب کہ ان حرام چیزوں کے نقصانات جسمانی، اخلاقی و روحانی عیاں ہیں اور ابھی خدا جانے اور کیا کیا ان میں نقائص نکلیں گے۔ اگر ان میں کوئی نقص نہ بھی ہوتا تو کیا انسان اپنے خالق اور مالک اور رازق اور مربّی اور محسن اعظم کے حکم کی اطاعت میں ان چند چیزوں کو بھی نہیں چھوڑ سکتا جبکہ اس نے باقی تمام کائنات کی کھانے پینے کی چیزوں کو کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو) کہہ کر ان کا کھانا پینا اپنے حکم کی اطاعت ٹھہرا کر انہیں قابلِ اجر و ثواب بنا دیا؟

چند تاثرات

(بسلسلہ صفحہ ۱۲)

کی استراحت اور سروس کے بعد باقی تمام وقت جماعت کے کاموں کے لئے صرف کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ سکول میں انٹرول کے وقت بھی مسجد میں تشریف لے آتے ہیں۔ تاکہ خانۂ خدا کی صفائی سے مطمئن ہو سکیں۔ صبح کی نماز کے بعد ایک گھنٹہ کام کرنا پھر باقاعدگی سے بعد از ظہر تا عشا جماعت کا ریکارڈ عمدگی سے درست رکھنا خطوط کا جواب دینا چندوں کا حساب مسجد کے مختلف امور طے کرنے اور دکانداروں سے واجبات وصول کرنے افراد جماعت سے رابطہ باہمی قائم کرنا، احباب کی بیمار پرسی اور ہر وہ کام کر گذرنا جو آپ کے احاطہ قدرت میں ہے۔ اتوار کا سارا دن مسجد کے مختلف کاموں میں صرف کرنا ہی آپ کی زندگی کا ماحصل بن کر رہ گیا ہے۔ سوائے جماعت کے کاموں کے دنیا کے کسی کام سے دلچسپی نہیں۔ عاجز کی دن میں کئی بار خیریت دریافت کرنا آپ کے اعلیٰ کردار کا نمونہ ہے اطراف راولپنڈی میں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے بھاگ دوڑ کرنے سے آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کر دیا ہے۔ آپ کی دلکش شخصیت کا اندازہ اس امر سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے سابقہ ۱۶ سال سے جماعت راولپنڈی کے مسلسل سیکریٹری منتخب ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ اور جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق بطور سیکرٹری لازم و ملزوم بن کر رہ گیا ہے ؎

وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے داغ ضرب کاری

میاں شریف احمد صاحب پریزیڈنٹ جماعت بہت بڑے ریٹائرڈ گزیٹڈ آفیسر اسم بامسمٰی ہیں بڑے حلیم الطبع اور منکسر المزاج ہیں۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف اور جماعت کی ترقی و بہتری کے لئے شب و روز وقف کئے ہیں۔ مسجد سے کافی دور حلقہ گوالمنڈی میں مقیم ہیں۔ نمازوں میں باقاعدگی سے شمولیت کے لئے اتنی دور سے پیدل چل کر تشریف لاتے ہیں۔ جماعت کی ہر خدمت تندہی سے سرانجام دیتے ہیں۔ محترم بزرگ خواجہ محمد عبداللہ صاحب ریٹائرڈ ٹیچر ہیں۔ پیری کے باوجود عاجز نے نماز میں آپ کی غیر حاضری کم ہی محسوس کی ہے۔ اپنے قیمتی مشوروں کی وجہ سے جماعت کی جان ہیں۔ غرضیکہ کس کس کی تعریف کی جائے ایک سے ایک ہیرا موجود ہے جو قومی ملی اور روحانی جذبہ سے سرشار ہے۔ یوں تو جماعت کراچی، لاہور اور پشاور کے افراد بھی ٭ بلند مقام رکھتے ہیں مگر جماعتِ راولپنڈی کا رنگ ہی جداگانہ ہے جس کی وجہ میاں فاروق احمد صاحب اور قبلہ منظور صاحب و سیکرٹری صاحب کی ذات بابرکات ہے۔

محمد صادق نُور - صدر شبان الاحمدیہ - لاہور

حضرت مولانا نورالدینؓ کو
شبان الاحمدیہ کا خراجِ عقیدت

نوجوانانِ جماعت احمدیہ لاہور کی تنظیم "شبان الاحمدیہ" کا ایک خصوصی اجلاس ۲۳ مارچ کو بعد از نماز جمعہ جامع احمدیہ میں منعقد ہوا - جس میں حضرت مولانا نورالدینؓ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا اور آپ کے توکل علی اللہ اور عشقِ قرآن اور حضرت مسیح موعودؑ سے للّٰہی تعلق پر روشنی ڈالی گئی -

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ درحقیقت اس دَور کے عظیم انسانوں میں سرِفہرست تھے جنہوں نے حضرت امام الزمان مسیح موعود کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے اس عہد کو کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" کامل طور پر پُورا کیا اور اشاعت وتبلیغ اسلام کی اس خدائی فوج میں شامل ہو کر وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ آج ان کا ہر نقشِ قدم ہمارے لئے روشنی کا ایک مینار ثابت ہو رہا ہے - وہ ہزارہا سعید لوگ جنہوں نے اس زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے اپنی زندگیوں کو قربان کیا - دراصل وہ لوگ مامور من اللہ کی اس دُعا کے مطابق جو آج سے پون صدی قبل خدا تعالےٰ سے حضرت مسیح موعودؑ نے . . . . کی تھی رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ" خدا تعالےٰ کے دین کی اشاعت کے لئے مامور کئے گئے تھے اس دُعا کی قبولیت واضح طور پر پُوری ہو کر ظہور میں آئی اور ہزارہا سعید روحیں حضرت امام الزمان کے ساتھ دین کی تازگی اور زندگی کے لئے ہمہ تن مشغول ہو گئیں۔

حضرت مولانا نورالدینؓ تمام زندگی اللہ تعالےٰ پر کامل توکل خدا تعالےٰ کی توحید پر مکمل ایمان اور قرآن کریم سے انتہائی عشق کی مظہر ہے - آپ نے تمام عُمر قرآن کریم کا علم لوگوں تک پہنچانے میں گذاری، گو خدمت خلق کے بہت سے ذرائع آپ نے اختیار کئے مگر علمِ قرآن کی دولت آپ نے اس فراوانی سے تقسیم کی کہ گذشتہ کئی صدیوں میں اس کی کہیں مثال نہیں ملتی - آپ نے باوجود انتہائی مصروف ہونے کے قرآن کریم کی اُردو اور عربی تفسیریں بیان فرمائیں -

اس زمانہ میں خدمتِ قرآن کا عظیم کام تفسیر القرآن (انگریزی) کی صورت میں مولانا محمد علی صاحبؒ امیر جماعت احمدیہ لاہور نے سرانجام دیا انہوں نے بھی آپ کے چشمہ سے فیضیاب ہو کر ہی یہ خدمت انجام دی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں :-

"مولانا نورالدینؓ کے عشقِ قرآن کا ہی نتیجہ وہ کام ہے جو میں نے خدمت قرآن کے رنگ میں کیا"

نیز وہ اپنے تفسیر القرآن کے دیباچہ میں فرماتے ہیں :-

"میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمتِ قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدّد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور اس کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم ہیں . . . . میں محض مٹی ہوں اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھُونکی ہوئی رُوح ہے"

حضرت مولانا نورالدینؓ نے جب یہ سُنا کہ ایک شخص نے قادیان میں مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا ہے تو آپ کو جستجو ہوئی اور جب آپ نے حضورؑ کی کتاب "براہین احمدیہ" پڑھی تو حضور کی خدمت میں لکھا :-

"میرا بڑا دل چاہتا ہے کہ حضور کی خدمت میں اپنی باقی زندگی گذار دوں"

آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو یہ موقع مل گیا اور آپ آخر دم تک حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ راست اور سچے وفادار عاشق ثابت ہوئے - ایک جگہ آپ لکھتے ہیں :-

"خدا تعالےٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میرے واہمہ اور خواب میں بھی پھر وطن کا خیال نہ آیا - پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے"

ایک مرتبہ مہاراجہ جموں وکشمیر نے جس کے پاس آپ بطور شاہی حکیم کے نہایت ہی عزت اور عظمت کے ساتھ رہ چکے تھے - آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ پھر ریاست میں اپنے سابقہ عہدے پر واپس آ جائیں - آپ نے اس کو مختصراً لکھ دیا :-

"اگر آپ مجھے سلطنت بھی بخش دیں تو میں قادیان نہیں چھوڑ سکتا -"

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ حضرت مولانا نورالدینؓ کی تعریف فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے جس قدر خلوص اور عقیدت کا اظہار کیا ہے اور جس قدر مال اور وقت ✗

✗ کی قربانی پیش کی ہے وہ دوسروں میں بہت کم نظر آتی ہے - حضورؑ فرماتے ہیں :-

"میں دُعا کیا کرتا تھا کہ خدا مجھے موسٰی کی طرح ہارون عطا کرے - پھر جب مولوی صاحب آئے تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ "هٰذَا دُعَائِي" - یعنی میری اس دُعا کا مصداق یہی شخص ہے"

آخر میں ہم تمام ممبرانِ "شبان الاحمدیہ" دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں اسلام اور قرآن کا خادم بننے کی توفیق عطا فرمائے اور جن بزرگوں نے اس دَور میں اشاعتِ اسلام کی از سرِ نو بنیاد ڈالی ہے ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی اور ان کے نیک اُسوہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین ثم آمین ۔

بقیہ خطبہ از صفحہ ۵

لوگ عبادت الٰہی کے ساتھ خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ نہ کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، خدا تعالےٰ جسے مناسب سمجھتا ہے فراواں مال دیتا ہے یا اندازہ کے مطابق دیتا ہے، پس جس کو فراواں مال دیا ہے اسے چاہیئے کہ اس میں سے غرباء کی مدد کرے اور مخلوق خُدا کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرے - مال کی محبت جس کے دل میں بیٹھ گئی وہ بخیل ہو گیا، اس نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا -

علاوہ ازیں حکم دیا ہے کہ قوم میں عفت اور پاکیزگی کے ساتھ زندگی بسر کرو، فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا - بدکاری کے قریب کبھی نہ جاؤ، اس سے بے حیائی اور قوم میں فساد پیدا ہوتا ہے، تمہاری جوانی ہے، جذبات تیز ہیں، چاہیئے کہ جذبات کو بے حیائی سے بچائے رکھو آنکھ کو بے حیائی سے بچاؤ، کان کو موقعہ نہ دو کہ بے حیائی کی باتیں سنیں کیونکہ اس سے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں، اور آہستہ آہستہ دل سیاہ ہو جاتا ہے

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ - کسی ناحق قتل نہ کرو اس سے قوم اور ملک میں فساد برپا ہوتا ہے، اپنے آپ کو ہر قسم کی ایذا رسانی سے روکو، کسی قسم کا نقصان تمہارے ہاتھ سے اور تمہاری زبان سے کسی کو نہ پہنچے، نہ اپنے مال سے کسی کو دُکھ پہنچاؤ،

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ - کسی کے ماں باپ مر جاتے ہیں تو اس کے مال پر لوگوں کی نظر ہوتی ہے - فرمایا یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، ہاں اگر اس کی حفاظت کر سکتے ہو، یہاں تک کہ وہ جوان ہو کر خود اس سے فائدہ اُٹھائے تو یہ بہتر ہے وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ لین دین میں تمہارا ترازو اور بٹے صحیح ہونے چاہئیں، تمہاری حرکات کو خدا دیکھتا ہے - چند پیسوں کے لئے کسی کو دھوکا دیتے ہو خدا سے ڈر جاؤ، ایسا نہ ہو کہ اس دھوکہ بازی کے نتیجہ میں تمہیں خود نقصان پہنچ جائے اور تمہارے پاس کچھ نہ رہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ - جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے متعلق باتیں بنانا اور خواہ مخواہ دوسروں کو بدنام کرنا یہ مسلمان کا کام نہیں - اپنی زبانوں پر مُہر لگاؤ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا - تمہارے کان، تمہاری آنکھیں تمہارے دل یہ تینوں خدا کے سامنے جوابدہ ہیں - ان تینوں سے خدا سوال کرے گا کہ تمہیں جس بات کا علم نہیں تھا کیوں تم نے اس میں حصہ لیا، وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا - زمین میں تکبّر سے چلو پھرو نہیں - خدا کو تکبر پسند نہیں، إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا - تکبّر کے ساتھ اکڑ کر چلنے سے تم زمین کو پھاڑ نہیں دو گے اور نہ تم پہاڑ کی اونچائی کو پہنچ سکو گے، كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا - یہ ایسی باتیں ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو بُرا سمجھتا ہے کیونکہ اس سے دوسروں کی ذلت ہوتی ہے اور فساد پیدا ہوتا ہے - ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ - یہ جو سبق تمہیں دیئے گئے ہیں ان سے اللہ تعالےٰ تمہاری تربیت کرنا چاہتا ہے، ان پر عمل کرو گے تو فائدہ حاصل ہوگا، امن کی زندگی میسّر آئے گی۔

جن احباب کے ذمہ
پیغامِ صلح

کا سالانہ چندہ بقایا ہے، وہ مہربانی فرما کر جلد از جلد ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

(مینیجر)

ایک غلطی کی اصلاح

گذشتہ اشاعت (مؤرخہ ۲۷ جون ۱۹۷۳ء) کے مقالہ افتتاحیہ میں فتوحات مکیہ کو غلطی سے سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف قرار دیا گیا ہے، حالانکہ وہ حضرت محی الدین ابن عربی کی تصنیف ہے اس کی تصحیح کر لی جائے۔

اس کے علاوہ جو عبارات اس کتاب کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں، اور فتوحات مکیہ ہی سے نقل کی گئی ہیں۔

ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور۔ مؤرخہ ۴ جولائی ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۲۷

ایورگرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الہیٰ صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور
پاکستان

فون نمبر ۵۳۷۳۷

• میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا • (الہام حضرت مسیح موعود)

"دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا" (الہام حضرت مسیح موعود)

● رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
● تار کا پتہ :
● "تبلیغ" لاہور

سالانہ :
● پاک و ہند سے ـــ آٹھ روپے
● بیرونی ممالک سے ـــ ایک پونڈ

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۸

خدا نے پہلے سے ارادہ کر رکھا ہے کہ جو متقی ہو اور خدا کی منشاء کے مطابق ہو تو وہ ان مراتب کو حاصل کر سکے گا جو انبیاء اور اصفیاء کو حاصل ہوتے ہیں

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات گرامی

یہ ایک نعمت ہے کہ ولیوں کو خدا کے فرشتے نظر آتے ہیں۔ آئندہ کی زندگی محض ایمانی ہے۔ لیکن ایک متقی کو آئندہ کی زندگی یہیں دکھلائی جاتی ہے۔ انہیں اسی زندگی میں خدا ملتا ہے۔ نظر آتا ہے اور ان سے باتیں کرتا ہے لیکن اگر ایسی صورت کسی کو نصیب نہیں۔ تو اس کا مرنا اور یہاں سے چلے جانا نہایت خراب ہے۔ ایک ولی کا قول ہے۔ کہ جس کو ایک سچا خواب عمر بھر نصیب نہیں ہوا۔ اس کا خاتمہ خطرناک ہے جب کہ قرآن مومن کا یہ نشان ٹھہراتا ہے۔ پس جس میں یہ نشان نہیں اس میں تقویٰ نہیں۔ اس لئے ہم سب کی یہ دعا ہونی چاہیئے۔ کہ یہ شرط ہم میں پوری ہو۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام۔ خواب۔ مکاشفات کا فیضان ہو۔ کیونکہ یہ مومن کا خاصہ ہے۔ اس لئے یہ ہونا چاہیئے۔ بہت سی اور بھی برکات ہیں جو متقی کو ملتی ہیں۔ مثلاً سورۂ فاتحہ میں جو قرآن شریف کے شروع میں ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ دعا مانگیں: اِھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین (ف-۱) یعنی ہمیں راہ سیدھی بتلا ان لوگوں کی جن پر تیرا انعام وفضل ہے۔ یہ اس لئے سکھائی گئی ہے کہ انسان عالی ہمت ہو کر اس سے خالق کا منشاء سمجھے اور وہ یہ ہے کہ یہ اُمت بہائم کی طرح زندگی بسر نہ کرے بلکہ اس کے تمام پردے کھل جاویں۔ جیسے کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ولایت بارہ اماموں کے بعد ختم ہو گئی جو غلط ہے۔ برخلاف اس کے اس دعا سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے پہلے سے ارادہ کر رکھا ہے کہ جو متقی ہو اور خدا کی منشاء کے مطابق ہو۔ تو وہ ان مراتب کو حاصل کر سکے جو انبیاء اور اصفیاء کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ انسان کو بہت سے قوےٰ ملے ہیں، جنہوں نے نشوونما پانا ہے اور بہت ترقی کرنا ہے۔ ہاں ایک بکرا چونکہ انسان نہیں۔ اس کے قوےٰ ترقی نہیں کر سکتے۔ عالی ہمت انسان جب رسولوں اور انبیاء کے حالات سنتا ہے تو چاہتا ہے کہ وہ ـــ

بحرِ حکمت کے موتی

وہ شخص ایمان نہیں لاتا جس کا ہمسایہ اسکی بدیوں سے امن میں نہ ہو

عن ابی شریح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن قیل ومن یا رسول اللہ قال الذی لا یامن جارہ بوایقہ۔

ترجمہ :ـــ

حضرت ابو شریح سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لاتا اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لاتا اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لاتا کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا وہ جس کا ہمسایہ اس کی بدیوں سے امن میں نہ ہو۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔

ایمان تو یہ ہے کہ ہر شخص اس کی بدی سے محفوظ ہو المسلم من سلم الناس من لسانہ ویدہ۔ لیکن ہمسایہ کی خصوصیت اس لئے فرمائی کہ وہ تو اس بات کا حقدار تھا کہ اس کے ساتھ نیکی یا حسن سلوک ہوتا چہ جائیکہ ایک شخص کی بدی یا سختی سے اسے نقصان پہنچے ؎

فضل الباری

(کتاب الادب۔ صفحہ ۱۳۲)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔

میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است وخسران وتباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددین امت کو ماننا ضروری ہے

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحاد ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے ؎

محمد صالح نور صاحب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ احمدیت

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق تمام انبیاء ہی بشارات دیتے چلے آئے تھے مگر توریت اور انجیل میں بہت نمایاں طور پر آپؐ کے ظہور کی خبر دی گئی ہے۔ جیسے حضور کی صداقت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالٰے نے قرآن پاک میں یوں فرمایا ہے: "مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل" یعنی اے توریت و انجیل کو خدا کا کلام ماننے والو تم کیوں آپ کی صداقت پر ایمان نہیں لاتے جبکہ آپ کا ذکرِ مبارک تمہاری الہامی کتب میں بطور پیشگوئی موجود ہے۔

مجھے اس جگہ صرف حضرت عیسٰے علیہ السلام کی آپ کے متعلق پیشگوئی کا ذکر کرنا ہے جسے ان کی زبانی قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد"

یعنی میں تم کو ایک ایسے عظیم الشان رسول کی خوشخبری سناتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

اس پیشگوئی کا مصداق حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

"انا بشارۃُ اخی عیسٰی"

کہ میں اپنے بھائی عیسٰی کی بشارت کا مصداق ہو کر آیا ہوں۔

اور فرمایا: "انا محمدٌ و احمد"

میں محمد بھی ہوں اور احمد بھی

تمام اُمت مسلمہ کا ڈیڑھ ہزار سال سے اتفاق اس امر پر چلا آ رہا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی اس بشارت کے مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس زمانہ میں بھی چودہویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود نے بطور حَکم عدل یہ فیصلہ دیا کہ جس نام احمد کی بشارت حضرت عیسٰے علیہ السلام نے دی تھی اور جسے قرآن کریم نے سورۃ الصف میں نقل کیا ہے اس کے مصداق ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ بلکہ اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس موقف کے ثبوت میں بطور دلیل پیش کیا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور مسلمانوں میں رائج غلط عقیدہ کے مطابق زندہ آسمان پر موجود نہیں ہیں۔ اور فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یقینی طور پر ہو چکی ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہ رسول میرے بعد آئے گا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰے وفات پا چکے ہیں اور اگر حضرت عیسٰےؑ کو زندہ مان لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ احمد نام کے رسول کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ جو خلاف واقعات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں بیان فرمایا ہے:۔

(۱) "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم .... دوسرا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد۔ یعنے میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا" (آئینہ کمالات اسلام ص۴۲)

(۲) "پھر آپ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا وہ احمد ہے چنانچہ حضرت مسیح نے اسی نام کی پیشگوئی کی تھی ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کی میں بشارت دیتا ہوں اور اس کا نام احمد ہوگا"
(الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۱ء)

۱۹۱۴ء میں جب جماعت احمدیہ میں اختلاف رونما ہوا تو اس کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت صاحب کے صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد نے جنہیں جماعت کے لوگوں نے پیر پرستی کے اثر کے تحت حضور کا جانشین بنا لیا تھا۔ بعض غلط قسم کے عقائد بیان کرنے شروع کر دیئے تھے۔ جن میں بڑے بڑے گمراہ کن عقائد جو حضرت مسیح موعودؑ بانیٔ تحریک کے اعتقادات کے منافی تھے مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت مرزا صاحب نبوت کے مُدعی تھے۔

(۲) جو حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا وہ کلمہ گو ہوتے ہوئے بھی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(۳) قرآن کریم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی جس بشارت کو سورۃ الصف میں بیان فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہوگا اس سے قطعی طور پر حضرت مرزا صاحب مراد ہیں۔

اس موقعہ پر جماعت کے سرکردہ بزرگ اصحاب جنہیں حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہ کر صحیح اسلامی عقائد سننے کا موقعہ ملا تھا۔ وہ ان سے اختلاف کرتے ہوئے صحیح عقائد پر قائم رہے اور لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے ادارہ قائم کرکے اشاعت اسلام کا کام شروع کر دیا۔

ان ہی غلط عقائد کا ذکر کرتے ہوئے مولٰینا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے فرمایا تھا:۔

"اور بالآخر یا وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے عقیدہ سے رجوع کریں گے یا اپنا الگ کلمہ اور الگ مذہب بنا لیں گے کیونکہ ان کے اس عقیدہ کا کہ جو شخص حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دے کہ ان پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ لازمی نتیجہ ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے .... اگر حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوئ نبوت منسوب کرنے سے رجوع نہ کیا گیا تو کل کو اس بنیاد پر یقیناً ان لوگوں کا الگ کلمہ اور الگ مذہب ہو جائے گا" (تحریک احمدیت)

مولٰینا محمد علی صاحب کی اس مندرجہ بالا پیشگوئی کے مطابق وہی لوگ جو بڑی شدومد سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بعد آنے والے نبی کی پیشگوئی کو حضرت مرزا صاحب پر چسپاں کرتے تھے انہیں بالآخر اس عقیدہ سے رجوع کرنا پڑا اور جماعت ربوہ کے سابق سربراہ مرزا بشیرالدین محمود احمد نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس پیشگوئی کے حاشیہ میں مندرجہ ذیل نوٹ لکھا:۔

"اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جو انجیل "برنباس" میں لکھی ہوئی ہے۔ عیسائی اس کو جھوٹی انجیل قرار دیتے ہیں مگر یہ پوپ کی لائبریری میں پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی دلیل ہے کہ مروجہ اناجیل میں "فارقلیط" کی خبر دی گئی ہے جس کے معنے "احمد" ہی کے بنتے ہیں"۔ (تفسیر صغیر)

یہاں یہ امر بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کا نام جو جماعتِ احمدیہ رکھا وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد نام کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہی رکھا تھا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اور اس فرقہ کا نام "مسلمان فرقۂ احمدیہ" اس لئے رکھا ... گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم" (تریاق القلوب)

ان تمام امور کے باوجود جماعت ربوہ کے علماء اپنے سابقہ خلیفہ کی وضاحت

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء

اسلامی جمہوریت

آج کل پاکستان میں ایک طرف اسلامی قوانین کے نفاذ پر زور دیا جا رہا ہے اور دوسری طرف ایک ایسی جمہوریت زیر عمل ہے جس کا اسلام میں نام و نشان نہیں پایا جاتا، اسلام نے جس جمہوریت کی تعلیم دی ہے اس کا مطالعہ اگر کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں، اسلامی جمہوریت کے قیام کے لئے قرآن کریم نے مؤمنوں کی یہ صفت بیان کی ہے والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم - وہ احکام الٰہی کی اطاعت کرتے، نماز قائم کرتے اور نظامِ حکومت کے متعلق ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں، ان باہمی مشوروں کو اللہ تعالےٰ نے یہاں تک اہمیت دی ہے کہ ان لوگوں کو بھی جو جنگ احد میں نبی کریم صلعم کے کھلے حکم کی نافرمانی کرکے مسلمانوں اور خود حضور صلعم کے لئے اذیت کا موجب ہوئے معاف کرتے اور انہیں مشوروں میں شامل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر انہیں معاف کردو۔ آئندہ کے لئے اللہ تعالےٰ سے ان کی حفاظت چاہو اور مشورہ طلب معاملات میں انہیں شامل کیا جائے، یہ وہ حکم ہے جس کی نظیر کسی دوسری قوم یا مذہب میں پائی نہیں جاتی، آج کل کی مہذب اقوام میں پولٹیکل مجرموں کو جو صریح طور پر کمانڈر انچیف کے حکم کی نافرمانی کریں جس کے نتیجہ میں قوم کی شکست کا خطرہ پیدا ہو جائے اور خود کمانڈر انچیف کو بھی زخم پہنچ جائے، مشوروں میں شامل کرنا تو کجا ان کا کورٹ مارشل کر دیا جاتا ہے، یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس نے ایسے لوگوں کو بھی مشوروں میں شامل کرنے کا حکم دیا، اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ شوریٰ کو قرآن کریم نے کس قدر اہمیت دی ہے۔

یہ تو ہے اسلام میں شوریٰ کی اہمیت، جس کا دوسرا نام آج کل کی اصطلاح میں جمہوریت ہے، دیکھنا چاہیئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے کرام کے عہد میں اس جمہوریت کی کیا شکل رائج تھی۔ آیا آجکل کی مغربی جمہوریت کی طرح جو پاکستان میں پائی جاتی ہے، حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے نام سے دو پارٹیاں ان دنوں بھی موجود تھیں۔ دو ہی نہیں کئی پارٹیاں آج حزب اختلاف بن کر حکومت کے ہر معاملہ میں مخالفت برائے مخالفت پر عمل پیرا ہیں لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشوروں اور خلافتِ راشدہ کی تاریخ میں اس کا نام و نشان نہیں پایا جاتا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجالس شوریٰ میں طریق عمل یہ تھا کہ جب آپ دیکھتے کہ کسی امر میں کثرت رائے آپ کے خلاف ہے تو اپنی رائے کو قربان کر دیتے اور کثرت رائے پر عمل پیرا ہوتے۔ جنگ بدر جنگ احد اور جنگِ احزاب میں حضور صلعم نے ہمیشہ اسی اصول پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ جنگ احد کے موقعہ پر جب کثرت رائے پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں آپ کو زخم بھی اُٹھانا پڑا تو آپ نے ان لوگوں کو جن کی رائے پر عمل کرتے ہوئے آپؐ مدینہ سے باہر آکر آپؐ دشمنوں سے نبرد آزما ہوئے تھے، کبھی ملامت تک نہ کی، اور کبھی یہ نہ کہا کہ تم لوگوں کی رائے پر عمل کرنے کے نتیجہ میں مجھے اور تمام مسلمانوں کو تکلیف اُٹھانی پڑی، نہ کوئی ایسی پارٹی ہی موجود تھی جو حزبِ اختلاف بن کر آپ کی مخالفت پر اُدھار کھائے بیٹھی ہو۔

یہی صورت حال ہمیں خلفائے راشدین کی تاریخ میں نظر آتی ہے ان کے عہد میں آج کل کی طرح کوئی باضابطہ اسمبلیاں نہیں ہوتی تھیں جن کے ارکان اور صدر وغیرہ عوام الناس کے ووٹوں سے برسرِاقتدار آئے ہوں، نہ حزبِ اختلاف کا وجود ان میں پایا جاتا تھا تاہم جمہوریت ان میں بھی رائج تھی۔ اور معاملاتِ حکومت میں صائب الرائے اصحاب سے مشورے بھی لئے جاتے تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا اور اگر میں صحیح رستہ پر چلوں تو میری مدد کرنا۔ اور پھر جب رسول اللہ صلعم کے مقرر کردہ لشکر کی روانگی کا مسئلہ سامنے آیا تو چونکہ ملک میں خلفشار پیدا ہو رہا تھا بعض لوگوں نے رائے دی کہ اس لشکر کو روک دیا جائے، تو آپ نے اس مشورہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ رسولِ کریم صلعم کے مقرر کردہ لشکر کو میں روک نہیں سکتا۔ ایسا ہی مانعین زکوٰۃ کو ان کے حسب خواہش رعایت دینے کے سوال پر آپؓ نے فرمایا کہ اگر اونٹ کی ایک رسّی بھی زکوٰۃ میں آنی ہو تو اس کو بھی میں لے کر رہوں گا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کیا گیا، جو قرآن کریم میں بار بار قیام نماز کے ساتھ ادائگی زکوٰۃ کے لئے دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی امور میں آپ نے اہل الرائے اصحاب کے نیک مشوروں پر عمل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کڑی جابر اور قاہر ہونے کے باوجود ہمیشہ شوریٰ کو اہمیت دی، اور جہاں اپنے آپ کو غلطی پر پایا تو اس کی اصلاح کر لی، انکے عہد کے دو واقعات بہت مشہور ہیں، ایک یہ کہ آپ نے ایک خطبہ کے دوران یہ اعلان کیا کہ لوگ عورتوں کے مہر زیادہ باندھنے لگ گئے ہیں میں ان کی حد مقرر کر دوں گا، تو ایک عورت نے اُٹھ کر ان الفاظ میں ان سے خطاب کیا۔ یا ابن الخطاب اے خطاب کے بیٹے! اللہ یؤتینا وانت تمنع۔ اللہ تو ہمیں دیتا ہے اور تو اس سے روکتا ہے اور ساتھ ہی قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ دی وان اٰتیتموھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً، یعنی اگر عورتوں کو ان کے خاوند ڈھیروں ڈھیر مال دیں تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے یہ نہیں کہا کہ اے بڑھیا تو کون ہے مجھے اس طرح خطاب کرنے والی؟ میں امیر المؤمنین ہوں، میرا اختیار ہے کہ جو مناسب سمجھوں حکم دوں۔ بلکہ فرمایا نساء المدینۃ افقہ من عمر۔ مدینہ کی عورتیں عمرؓ سے زیادہ قرآن جانتی ہیں اور جب مال غنیمت میں آئے ہوئے کپڑوں میں سے کچھ کپڑا آپ کے حصہ میں آیا اور آپ نے اس کا کرتہ بنایا تو چونکہ آپ کا قد لمبا تھا، ایک شخص نے برسرِ منبر آپ کو ٹوک دیا اور صاف کہا کہ لاسمعاً ولاطاعۃ ہم تیری بات نہیں سنیں گے اور تیری اطاعت نہیں کریں گے پہلے بتاؤ کہ مال غنیمت میں سے جو کپڑا آپ کے حصہ میں آیا تھا، وہ اتنا نہیں تھا کہ اس سے آپ کا کرتہ بن سکتا، آپ نے زیادہ کپڑا لے لیا ہے، اس سوال پر آپ نے اپنے بیٹے کو کھڑا کیا، جس نے بتایا کہ میں نے ابا جی کو اپنے حصہ کا کپڑا دے دیا تھا جسکو انہوں نے اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر اپنا کرتہ بنا لیا۔

یہ تھی جمہوریت! جو خلفائے راشدین کے عہد میں پائی جاتی تھی، ایسی ہی جمہوریت اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اپنے بعد سلسلہ احمدیہ کا کاروبار چلانے کے لئے قائم کی۔ اور ایک انجمن بنا کر اسے معاملات کو کثرت رائے سے سرانجام دینے کی ہدایت کی۔ افسوس ہے کہ ان کے فرزند نے اس کی پروا نہ کرتے ہوئے ایک خاندانی گدی قائم کر لی جو اس خدائی سلسلہ کے لئے موجب نقصان ہو رہی ہے۔

بہر حال حقیقی اسلامی جمہوریت وہ تھی جو رسولِ کریم صلعم اور خلفائے راشدین نے قائم کی تھی، جس کے ماتحت عوام میں سے آج کل کی جمہوریت کی طرح نہیں کہ مختلف پارٹیاں بنی ہوئی ہیں، جو حکومت کی ہر بات کی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہیں، اور اس بات کی کوئی پروا نہیں کرتیں کہ ان کی مخالفت سے ملک اور قوم کو کیا نقصان پہنچ جائے گا۔ باوجودیکہ تمام پارٹیوں کے نظریات ایک دوسرے کے مخالف ہیں، لیکن حکومت کو شکست دینے کے لئے سب نے مل کر متحدہ محاذ بنا رکھا ہے اور حالت یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ موجودہ حکومت کو آج شکست ہو جائے، تو ہر ایک پارٹی برسرِ اقتدار آنے کے لئے دوسری پارٹیوں کی مخالفت پر اُتر آئے گی۔ اور جس پارٹی کو بھی حکومت مل جائے دوسری پارٹیاں اسی طرح اس کے خلاف شور مچائیں گی جیسے آج موجودہ حکومت کے خلاف شوغا آرائی کر رہی ہیں، یہ اسلامی جمہوریت نہیں بلکہ مغربی جمہوریت کا بدترین نقشہ ہے، زبان سے سب اسلامی نظام کی رٹ لگا رہے ہیں لیکن

(باقی دیکھئے کالم ۱۳)

مقامِ ختمِ نبوت کی عجیب تفسیر

حال ہی میں نظارتِ اشاعت لٹریچر ربوہ کی طرف سے میاں ناصر احمد کا ایک خطبہ مقامِ ختمِ نبوت کی تفسیر کے سلسلہ بڑے دیدہ زیب رنگ میں اشاعت پذیر ہوا ہے، خیال تھا کہ جیسے ظاہری طور پر اسے خوبصورت اور خوشنما شکل میں طبع کر دیا گیا ہے ویسے ہی معنوی رنگ میں بھی جاذبِ قلب و نظر ہوگا مگر...... اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس خطبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں اس طالمودی بیل کا مکاشفہ بار بار یاد آیا جس کے مطابق میاں ناصر احمد سریر آرائے تخت خلافت ہوئے ہیں اور حق بات یہ ہے کہ اس خطبہ میں جو تفسیر ختمِ نبوت کی بیان کی گئی ہے اس کی توقع اس شخص سے نہیں ہو سکتی جو مسیح موعودؑ کی گدی پر بیٹھنے کا دعویدار ہو۔ ہم دیگر بے سروپا باتوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف اس مخصوص نکتہ پر بحث کریں گے جو میاں صاحب موصوف کے "زرخیز ذہن" کی خاص پیداوار ہے۔

فرمایا میاں ناصر احمد نے:—

"مقامِ محمدیت عرشِ ربِّ کریم ہے اور عرشِ ربِّ کریم کے بعد کسی شے کا تصور ہی ممکن نہیں گویا آپؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کا سوال ہی نہیں ہے کیونکہ اس ارفع روحانی مقام کے بعد کوئی رفعت ممکن ہی نہیں لیکن جو ساتویں آسمان پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور آپ کی سچی پیروی اور آپ کے فیض سے مستفیض ہو کر پہنچا یعنی مہدی معہود۔ وہ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ورے ہے"

اسی طرح ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء کے خطبہ میں فرماتے ہیں:—

"ختم نبوت یعنی مقامِ محمدیت کے پرے کوئی چیز نہیں عرشِ ربِّ کریم کے بعد تو اور کوئی مقام نہیں ہے وہاں تک پہنچ کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نہ ہی اس سے ورے رہ کر ختم نبوت میں کوئی خلل پڑتا ہے"

قادیانی خلفاء ذہنی ژولیدگی، پریشاں خیالی اور الفاظ کی ایچا پیچی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ میاں صاحب نے "ورے" اور "پرے" کے الفاظ بیان کر کے بزعم خود یہ سمجھ لیا ہے کہ جس معرفت کے فلک پر اس وقت اُڑ رہے ہیں اس کائنات میں کسی اور کی رسائی نہیں ہوئی۔ ہم ذرا "ورے" اور "پرے" کے گورکھ دھندے سے کنارہ کشی کر کے قارئین کو آسان الفاظ میں میاں صاحب کا مفہوم بتا دیتے ہیں تا وہ اس نکتہ معرفت کو جلد سمجھ لیں جو میاں صاحب کے ذہنِ رسا نے اختراع کیا ہے۔ دونوں پیشکردہ عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ مقامِ ختمِ نبوت، مقامِ محمدیت اور آخری نبی کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی نبی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں آ سکتا، ہاں ایسا نبی آ سکتا ہے جو آپ سے کمتر شان کا ہو گو ایسا نبی آپ کی وفات کے بعد آئے مگر ہم کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ وہ آپ کی وفات کے بعد آیا ہے ہم کہیں گے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ورے آیا ہے کیونکہ "بعد" کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی نبی عرشِ ربِّ کریم سے آگے چلا جائے اور یہ ناممکن ہے۔ لفظ "بعد" کا جو مفہوم میاں ناصر احمد صاحب نے ایجاد فرمایا ہے وہ دنیا کی کسی لغت میں موجود نہیں اور نہ ہی امتِ محمدیہ کے کسی فرد کی اس مفہوم تک رسائی ہوئی ہے۔

عربی اور اردو زبان پر بھی میاں صاحب نے اس مفہوم کا اضافہ کر کے بڑا "احسان" فرمایا ہے، اس سے بڑھ کر لفظ "بعد" کا مفہوم کوئی کیا بیان کرے گا، ہم کہتے ہیں میاں ناصر احمد کے بعد جو مفہوم بھی اس لفظ کا بیان ہوگا وہ اس مفہوم سے "ورے" ہی ہوگا جو خلافت مآب ہوں نے سمجھا ہے۔

زہے من شوق و ذوقِ سلاسے
کہ مقامِ خدا گفتہ ما را
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

اب ہم میاں صاحب کی خدمت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات پیش کر کے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ختم نبوت کا جو مفہوم انہوں نے "ورے" اور "پرے" کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کیا حضرت مسیح موعودؑ کا بھی یہی مقصد تھا، اگر نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ جناب میاں صاحب غلط راستے پر جا رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:—

(۱) "کیا نہیں جانتے کہ خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلعم نے بطور تفسیر آیہ مذکورہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے کہ اگر ہم اپنے نبی صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کا جواز قبول کریں تو گویا ہم نے وحی نبوت کا دروازہ کھول دیا حالانکہ یہ بند ہو چکا ہے...... ہمارے نبی صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا ہے جبکہ آپکی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:—

اوّل نبی کریم صلعم بغیر استثناء کے خاتم النبیین ہیں یعنی کسی قسم کا کوئی نبی آپ کے بعد نہیں آ سکتا ورے رہنے والا بھی نہیں آ سکتا۔

دوم آیت خاتم النبیین کی تفسیر آپ نے لا نبی بعدی کے الفاظ میں کی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، میاں ناصر احمد کی طرح نہیں کہ عرشِ معلّٰے سے پرے جانے والا نبی تو نہیں آ سکتا ہاں عرشِ معلّٰے سے ورے رہنے والا آ سکتا ہے۔

سوم وحی نبوت نبی کریم صلعم کے بعد بند ہو چکی ہے جیسا کہ ماننا پڑے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:—

"ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے اگر خدا صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبریل بعد وفات رسول اللہ صلعم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۱)

اپنی وحی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی وحی نبوت قرار نہیں دیا۔ آپ فرماتے ہیں:—

"میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگِ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے"

(برکات الدعا صفحہ ۱۷)

اب کہاں ہیں میاں ناصر احمد عرش سے ورے ورے نبیوں کو لانے والے۔ جس انسان کی خلافت کے وہ مدعی ہیں، اور اس کو نبی قرار دینے کے لئے عرش کے "ورے" اور "پرے" جا رہے ہیں وہ تو وحی نبوت کا قائل ہی نہیں وہ تو اپنی وحی کو وحی ولایت قرار دیتا ہے اور کوئی انسان اس وقت تک نبی نہیں بن سکتا جب تک اس پر وحی نبوت نازل نہ ہو اور آیت خاتم النبیین میں یہ وعدہ موجود ہے کہ آئندہ وحی نبوت نازل نہیں ہوگی۔ پس میاں ناصر احمد کی تفسیر ایک پوچ سی بات ہے جو قطعاً قابلِ التفات نہیں کیونکہ وہ مامورِ زمانہ کے ارشادات اور تحریرات کے مخالف ہے۔

پھر لکھا ہے:—

(۲) "میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا"

اب میاں صاحب کی تفسیر کے مطابق اس حوالہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو نبی نبی کریم سے پہلے آئے ہیں وہ تو ویسے ہی آپ سے ورے ہیں اور جو آپ کی وفات کے بعد آئے گا وہ بھی کہے گا کہ میں بھی نبی کریم سے پہلے ہی آیا ہوں کیونکہ میں بھی آپ سے ورے ہی ہوں۔ کیا اس سے زیادہ

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۱)

قرآن کریم کی پہلی اور آخری سورت کے مضامین میں تطابق ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتاب منجانب اللہ ہے۔

اگر یہ محمد رسول اللہ کا کلام ہوتا تو اس کے مضامین میں اختلاف پایا جاتا۔

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۲۹ر جون ۱۹۶۷ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

الحمد للّٰہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین
اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین
قل ھو اللّٰہ احد اللّٰہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفواً احد۔ (سورۃ الاخلاص)

میں نے قرآن کریم کی ابتدائی سورۃ اور آخری سورۃ تلاوت کی ہے میں جانتا ہوں کہ جس کو میں نے آخری سورت کہا ہے اس کے بعد دو سورتیں اور بھی ہیں لیکن ان دونوں سورتوں میں شیطان سے پناہ مانگنے کی دعا ہے، اس لئے مفسرین نے ان دونوں کا نام معوذتین رکھا ہے۔ جس طرح قرآن کریم کے شروع میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا جاتا ہے، آخر میں بھی شیطان سے اللہ تعالیٰ نے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے اس لئے ان دونوں سورتوں کو جو سورۃ اخلاص کے بعد ہیں معوذتین کا نام دیا گیا ہے۔

غرض قرآن کریم کے مضامین کے لحاظ سے سورۃ اخلاص آخری سورۃ ہے اس سورۃ کا مضمون پہلی سورۃ الفاتحہ کے مضمون سے مطابقت رکھتا ہے۔ یعنی دونوں سورتوں کا مضمون ایک ہی ہے، پہلی سورۃ میں اللہ تعالیٰ کے فیضان اور ربوبیت عامہ کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ تمام کائنات اس کے فیوض اور برکات و ربوبیت کی محتاج ہے۔ آخری سورت میں بھی یہی مضمون ہے فرمایا قل ھو اللّٰہ احد اللّٰہ الصمد اللہ وہ واحد ہستی ہے، جس کی تمام کائنات محتاج ہے۔ صمد کے معنی ہیں الذی یصمد الیہ فی الحاجات وہ ذات جس کی طرف احتیاج لے جائی جائے تو پہلی سورۃ میں ... اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت عامہ اور اس کے وسیع سامانوں کا ذکر ہے اور آخری سورت میں بتایا ہے کہ ہماری تمام کی تمام حاجات کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی طرف رخ کیا جاتا ہے۔ وہی سرچشمہ ہے جس سے کائنات کی تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں، غرض دونوں سورتوں کے مضامین میں یکسانیت ہے، دونوں میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید کا ذکر ہے۔ یہ معجزانہ کلام ہے۔

یہ تو دونوں سورتوں کی ابتدائی آیات کے مضمون کا تعلق ہے۔ دونوں سورتوں کی آخری آیات میں بھی ایسی ہی مطابقت پائی جاتی ہے۔ سورۃ فاتحہ کے آخر میں دو قوموں کا ذکر ہے ایک مغضوب علیہم اور دوسرا کا ضالین ... ایک قوم خدا کے غضب کے نیچے ہے اور دوسری اپنے غالیانہ عقائد کی وجہ سے گمراہی کی طرف چلی گئی ہے، آخری سورۃ میں مغضوب علیہم کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے، کیونکہ اس کا مذہب تبلیغی نہیں، یہودی اس کو کہا جاتا ہے، جو قوم یہود میں سے ہو، کسی دوسری قوم میں سے کوئی یہودی نہیں بن سکتا، لیکن ضالین جس سے مراد عیسائی ہیں، وہ دنیا جہاں کو گمراہی میں مبتلا کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ یقین کرتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے حالانکہ بیٹے کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو مر جانے والا ہو، اس کا کوئی وارث ہونا چاہیئے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ ہی رہے گا۔ اس لئے اس کو کسی بیٹے کی ضرورت نہیں۔ اسی بات کا ذکر قرآن کریم کی آخری سورت میں کیا۔ فرمایا لم یلد ولم یولد۔ اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بیٹا جنا اور نہ ہی خود اس کا کوئی باپ ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہو، تو پہلی سورت میں الضالین کے لفظ میں اگر عیسائی قوم کی طرف اشارہ ہے تو آخری سورت میں صراحت کے ساتھ اس کے معتقدات کی نفی کی ہے۔ اس طرح دونوں سورتوں کے اوّل اور آخر میں موافقت ہے۔ پہلی سورت کی ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ کے فیضان عام کا ذکر ہے، اور بتایا ہے کہ تمام مخلوق اس کے فیوض کی محتاج ہے۔ اسی طرح دونوں سورتوں کی آخری آیات میں بھی عیسائی قوم کی ضلالت کا ذکر کیا ہے اور ان کے گمراہ اور غلط معتقدات کی تردید کی ہے۔

یہ ہے قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت، کہ شروع سے آخر تک اس کے مضامین میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہوتا تو اس میں آپ کی زندگی کے مختلف حالات کے مطابق مختلف مضامین ہوتے۔ اسی لئے فرمایا لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف حالات پیش آئے۔ ایک وقت آپ پر فقر و فاقہ ہے اور حضور دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، اُن سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ لیتے ہیں، اور وہاں سے نکل کر مدینہ پہنچتے ہیں، جہاں دشمن آپ پر چڑھائی کرتے اور آپ کو ان سے جنگیں کرنی پڑتی ہیں، آخر کار آپ کو غلبہ نصیب ہوتا ہے، اور بادشاہ بن جاتے ہیں، اگر قرآن کریم ان کا کلام ہوتا تو غربت اور بادشاہت وغیرہ کے مختلف حالات کی وجہ سے اس میں مختلف اور متضاد بیانات پائے جاتے، اور اختلافات کثیر اس میں ہوتا، لیکن ایسا نہیں۔ قرآن کریم میں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون عرفان الٰہی، توحید باری تعالیٰ۔ کائنات پر اللہ تعالیٰ کے تصرف اور اس کی ربوبیت اور مخلوق پر شفقت کی تلقین کے متعلق چلتا ہے پہلی سورت کی پہلی آیات میں بھی مخلوق کی ربوبیت کا ذکر ہے اور آخری سورت کی پہلی آیت میں بھی مخلوق کا حاجت روا اللہ تعالیٰ ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ پہلی سورت کی آخری آیت میں ضالین کے لفظ میں عیسائیوں کی گمراہی کا ذکر کیا اور آخری سورۃ میں بھی لم یلد ولم یولد کے الفاظ میں مسیحی معتقدات کی تردید کی ہے اور پھر فرمایا ولم یکن لہ کفواً احد اللہ تعالیٰ سے اپنی شان اور عظمت کے لحاظ سے قطعاً کوئی برابری نہیں کر سکتا۔

پہلی سورت ہماری پنجوقتہ نمازوں میں بار بار دوہرائی جاتی ہے اور آخری سورت بھی نمازوں میں عموماً پڑھی جاتی ہے۔ مسلمان ایک موحد قوم ہے ان دونوں سورتوں کی تلاوت کے ذریعہ توحید الٰہی کا اقرار بار بار کرتی ہے دوسری قومیں بتوں کی پرستش کرتی ہیں، درختوں کو پوجتی ہیں، عیسائیوں میں بیٹے کے ابن اللہ ہونے پر ایمان لانا نجات کا موجب ہے۔ لیکن قرآن کریم نے صرف ایک خدا کی عبادت کو مسلمان کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے قرآن میں نجات وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں، نجات کا مطلب ہے کسی بلا یا مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے، اس سے بچا لیا گیا قرآن نیک اعمال کرنے والوں کی فلاح (کامیابی) کی خوشخبری دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ انسان نیکی میں ترقی کرتا کرتا آخر کار فلاح کے بلند مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے ؁

جناب حافظ ملک بشیر محمد صاحب نوشاہی

مسئلہ خلافت

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکننّ لھم دینھم الّذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امنًا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون ۔ (النور ۵۵)

اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا۔ اور وہ ان کے لئے... ان کے خوف کے بعد بدل کر امن کی حالت کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں۔

ابتدائے آفرینش سے انسانوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کا کام انبیاء علیہم السلام کے سپرد رہا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی تو امت کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے سپرد کیا گیا۔ اس آیت میں اسی خلافت کے وعدہ کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے خلافت کے معنی اور مفہوم کا سمجھنا ضروری ہے۔

خلافت کا مفہوم بہ اعتبار لغت

عربی لغت میں خلافت کے معنی ہیں:۔ الخلافۃ النیابۃ عن الغیر اما لغیبۃ المنوب عنہ واما لموتہ واما لعجزہ واما لتشریف المستخلف وعلیٰ ھٰذا الوجہ الاخیر استخلف اللہ اولیاءہ فی الارض ۔ (مفردات راغب صفحہ)

یعنے خلافت کے معنی دوسرے کی نیابت کرنا یا اس کے قائم مقام ہونا بوجہ اس کی غیر حاضری یا اس کے مر جانے کے یا کام کی ناقابلیت کے مگر بعض وقت جس کو خلیفہ بنایا جائے اس کی عزت افزائی کے لئے ہوتا ہے اور اس آخری وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اپنے اولیاء کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔

ان معنوں کے لحاظ سے خلافت کا مفہوم موقعہ اور محل کے مطابق لیا جائے گا مثلاً

(۱) ایک خلافت تو حضرت آدم علیہ السلام کی ہے جو تمام بنی نوع انسان کی خلافت ہے جیسا کہ فرمایا انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ ۔

(۲) نبوّت و حکومت والی خلافت جو حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے یٰداوُد انّا جعلناک خلیفۃ ۔

(۳) آیت استخلاف کے ماتحت خلفاء راشدین اور مجدّدین کی خلافت جس میں حضرت مسیح موعود بھی شامل ہیں۔

(۴) خلافتِ راشدہ کے بعد ملوکیت والی خلافت جو مسلمانوں میں کافی عرصہ تک رہی ہے۔ جیسے بنو اُمیّہ اور بنو عباس وغیرہ کی۔

(۵) صوفیاء کے مختلف سلسلہ ہائے نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ وغیرہ وغیرہ کی خلافت جو مشائخ کی خلافت کہلاتی ہے۔ جسے مرورِ زمانہ کی وجہ سے عوام نے اپنے اپنے پیرخانہ کو گدّی کا نام دے رکھا ہے اور ربوہ کی گدّی بھی اس میں شامل ہے۔

(۶) وہ خلافت جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے انجمن کا نام دیا ہے جیسا کہ فرمایا:۔

"خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن ہے"

(۷) مشرکین مکہ کی خلافت جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ویجعلکم خلفاء الارض

(۸) وہ خلافت جو عیسائیوں میں پوپ کی شکل میں اب تک چلی آ رہی ہے۔ جس کا حوالہ جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم نے ۱۹۵۶ء کے سالانہ جلسہ میں "خلافت حقہ اسلامیہ" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے دیا۔

غرض خدا تعالےٰ کی نیابت، انبیاء کی جانشینی، مجدّدین اور مشائخ کی خلافت، بادشاہوں کی قائم مقامی، ایک قوم کے بعد دوسری قوم کی وراثت اور باپ کے بعد بیٹے کی جگہ لینے کے لئے عموماً خلافت کے الفاظ استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ اور قرآن قرآن مجید کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو جو خلافت عطا فرمائی ہے وہ تین قسم کی ہے۔

قرآن مجید کی رُو سے خلافت کا مفہوم

(الف) خلافت نوعی۔ (ب) خلافت قومی (ج) خلافت شخصی۔

(ا) خلافت نوعی:۔ تمام انسانی نوع کو خدا تعالےٰ نے اپنا خلیفہ فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

واذ قال ربّک للملٰئکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ (البقرہ ۳۰)

اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام نوعِ انسانی خلیفہ ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی کائنات اور اس کی تمام دوسری مخلوقات پر حکمرانی کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے تو تمام بنی نوع انسان کی خلافت۔ نوعی خلافت ہے۔

(ب) خلافت قومی:۔ جب کوئی قوم زمین کی وارث بنتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہے تو وہ اس قوم کی خلافت ہوتی ہے جس کا ذکر قرآن مجید کے ان الفاظ میں ہے:۔

واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح (الاعراف ۶۹)

اور یاد کرو جب اس نے تم کو نوحؑ کی قوم کے بعد خلیفے بنایا۔

اس آیت میں قومی خلافت کا ذکر ہے۔

(ج) خلافت شخصی:۔ جب کوئی شخص خدا تعالےٰ کے فضلوں کا وارث ٹھہرتا ہے اور وہ باطنی رنگ میں منصبِ ماموریت پر جناب الٰہی کی طرف سے بذریعہ وحی اور الہام کھڑا ہوتا ہے خواہ ظاہری حکومت اس کے پاس ہو یا نہ ہو تو وہ شخصی خلافت کہلاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

یٰداوُد انّا جعلناک خلیفۃ فی الارض (ص ۲۶)

اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔

اس آیت میں شخصی خلافت کا ذکر ہے۔

آیت استخلاف میں کس خلافت کا وعدہ ہے؟

سورۃ النور کی وہ آیت جسے آیت استخلاف کہا جاتا ہے اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے جو خلافت کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اسکے اندر اسی طرح دونوں قسم کی نعمتیں ظاہری اور باطنی جسمانی اور روحانی، دینی اور دنیاوی شامل ہیں، جس طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام کی اُمت میں ظاہری اور باطنی نعمتیں خدا تعالےٰ نے عطا کی تھیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

واذ قال موسیٰ لقومہٖ یٰقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکاً ۔ (المائدہ ۲۰)

اور جب موسےٰ نے اپنی قوم کو کہا اے میری قوم اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی یاد کرو جب اس نے تم میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا۔

اس آیت میں نبوت و بادشاہت کو دینی اور دنیاوی نعمت بتلایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کی خلافت میں ملوکیت کے ساتھ نبوت بھی شامل تھی کیونکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کامل نہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ کامل شریعت عطا کی گئی اور آپ پر نبوت منقطع ہو چکی اس لئے اُمتِ محمدیہ میں بادشاہت اور نبوت کی بجائے ولایت اور بادشاہت رکھی گئی ہے، جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون ۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کی راہنمائی انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آ جاتا اور میرے بعد

کوئی نبی نہیں اور خلیفے ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

دینی اور دنیادی خلافت کی تقسیم

وہ سلطنت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی وہ جسمانی اور رُوحانی، ظاہری اور باطنی، دینی اور دنیاوی، دونوں رنگوں پر مشتمل تھی، بعینہٖ اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کو بھی جو خلافت دی گئی اس میں بھی دینی اور دنیاوی، ظاہری اور باطنی، ولایت اور بادشاہت کے دونوں اجزاء شامل ہیں۔ اس دوسری خلافت میں حضرت نبی کریم صلعم کے بعد بعض وجود تو ایسے ہوئے ہیں کہ وہ ان دونوں نعمتوں کو اپنے اندر اکٹھا رکھتے تھے وہ ولی بھی ہوتے تھے اور بادشاہ بھی جیسے خلفاء راشدین۔ جنہوں نے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی خلافت کو اپنے اندر جمع کیا لیکن خلافتِ راشدہ کے بعد عموماً بادشاہت اور ولایت کا سلسلہ الگ الگ ہو گیا اور خلافت دو شاخوں میں تقسیم ہو گئی یعنی دینی اور دنیاوی۔

دنیاوی حکومت کے علمبردار تو بادشاہ ہوئے اور منصبِ ولایت و رُوحانیت کو آئمہ دین اور علماءِ ربانی نے سنبھالا۔ اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہت کو رُوحانی خلافت سے متمیّز کرنے کے لئے ملوکیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

خلافت کے متعلق مختلف ادوار کی پیشگوئی

ملوکیت صرف ایک حصّہ خلافت کا اپنے اندر رکھتی ہے، جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:—

ان اول دینکم نبوۃ و رحمۃ تکون النبوّۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ جل جلالہ ثم تکون خلافۃ علےٰ منہاج النبوّۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ جل جلالہ ثم یکون ملکاً عاضاً فیکون ما شاء اللہ ان یکون ثمّ یرفعہا اللہ جل جلالہ ثم تکون ملکاً جبریۃ فیکون ما شاء اللہ ان یکون ثم یرفعہا اللہ جل جلالہ ثم تکون خلافۃ علےٰ منہاج النبوّۃ تعمل فی النّاس بسنۃ النّبی صلے اللہ علیہ وسلّم۔ (منصب امامت)

یعنے تمہارے دین کی ابتداء نبوّت و رحمت سے ہوئی اور وہ تمہارے درمیان رہے گی جب تک خدا تعالےٰ چاہے گا پھر اللہ تعالےٰ اس کو اُٹھا لے گا پھر اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوّت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا پھر اسے بھی اللہ تعالےٰ اُٹھا لے گا پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی جس میں لوگوں پر ظلم ہوگا پھر جب تک خدا تعالےٰ چاہے گا وہ تم میں رہیں گے پھر کچھ مدّت کے بعد ان کو بھی خدا تعالےٰ اُٹھا لے گا پھر جابر بادشاہوں کی حکومت ہوگی پھر جب تک خدا تعالےٰ چاہے گا وہ تم میں رہیں گے پھر کچھ مدت کے بعد خدا تعالےٰ ان کو بھی اُٹھا لے گا پھر ایک زمانہ آئے گا جس میں سنّت کے موافق خلافت علےٰ منہاج نبوّت ہوگی۔

حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہی امور کو ایک اور انداز میں اس طرح بیان فرمایا ہے:—

سیکون بعدی خلفاء ومن بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوکٌ ومن بعد الملوک جبابرۃ ثم یخرج رجل من اھل بیتی یملاء الارض عدلاً کما ملئت جوراً۔ (کنز الاعمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۶)

آنحضرت صلعم نے فرمایا ضرور میرے بعد خلیفے ہوں گے۔ اور خلفاء کے بعد امیر ہوں گے اور امراء کے بعد بادشاہ ہوں گے اور بادشاہوں کے بعد جابر ملوک ہوں گے پھر میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص نکلے گا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پُر تھی۔

ان احادیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے زمانہ سے لے کر مسیحؑ مہدی کے زمانہ تک اجمالی رنگ میں مختلف ادوار کی طرف اشارہ کیا ہے گو پیشگوئیوں میں کوئی نہ کوئی پہلو مخفی رہتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس بارہ میں کافی حد تک وضاحت فرما دی ہے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے کہ میرے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوّت ہوگی پھر ملوکیت اور روحانی خلافت الگ الگ ہو جائے گی اور اُمت کی رُوحانی اور اخلاقی اصلاح کا کام صرف روحانی خلفاء کیا کریں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روحانی خلفاء کو مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔ اگر تجدید کرنے کی وجہ سے ان کو مجدّد کہا ہے تو نبوّت کی مماثلت کی وجہ سے انہیں مثیل انبیاء قرار دیا ہے اور جانشینانِ رسول ہونے کی وجہ سے انہیں خلفاء کا نام دیا ہے تو انبیاء کی وراثت پانے کی وجہ سے انہیں وارثِ انبیاء ٹھہرایا ہے پھر آخر میں خلافت علےٰ منہاج نبوّت کے حامل کو فارسی النسل ہونے کی وجہ سے رجلِ فارس کے نام سے پکارا ہے تو کسرِ صلیب کرنے اور ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے اسے مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ مسیح و مہدی سے پہلے آنے والے خلفاء و مجدّدین کی اگر تعداد سے اطلاع دی ہے تو دوسری طرف خدا تعالےٰ سے خبر پا کر مسیح و مہدی کی بعثت کا وقت بھی بتلا دیا ہے۔ غرض ان تمام امور کی تائید کے بعد دیگرے مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

خلفاء و مجدّدین کے متعلق پیشگوئی

(ا) عن سفینۃ قال سمعت النّبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول الخلافۃ ثلثون سنۃ ثم یکون ملکاً ثم یقول سفینۃ امسك خلافۃ ابی بکر سنتین وخلافۃ عمر عشرۃ و عثمان اثنی عشرۃ و علیٰ ستۃ۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن)

حضرت سفینہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی پھر ملوکیت ہوگی پھر سفینہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مدّت خلافت دو سال اور حضرت عمرؓ کی مدّت خلافت دس سال اور حضرت عثمانؓ کی مدت خلافت بارہ سال اور حضرت علیؓ کی خلافت کی مدت چھ سال ہے۔

(ب) ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم)

اللہ تعالےٰ اس اُمت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی اس کے لئے تجدید کرے۔

(ج) العلماء مصابیح الارض و خلفاء الانبیاء و ورثتی و ورثۃ الانبیاء (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۰۱)

علماء ربانی زمین کے چراغ اور انبیاء کے خلیفے ہیں اور میرے اور دوسرے انبیاء کے وارث ہیں۔

(د) علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔

(ہ) علماء ھٰذہ الامۃ کانبیاء سائر الامم

اس امت کے علماء تمام امتوں کے انبیاء کی مانند ہیں۔

(ز) کیف تھلك امۃ انا اولھا و اثنا عشر خلیفۃ من بعدی والمسیح عیسیٰ ابن مریم اٰخرھا۔ (فصل الخطاب صفحہ ۲۶۸)

وہ اُمت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کے ابتداء میں مَیں ہوں اور درمیان میں میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے اور سب سے آخری مسیح عیسٰی ابن مریم ہے۔

(ح) ابشرکم بالمھدی یبعث فی اُمّتی علےٰ اختلاف من الناس و زلازل۔ (نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۱۲)

میں تمہیں ایک مہدی کی بشارت دیتا ہوں کہ جو میری اُمت میں اس وقت مبعوث ہوگا جب کہ لوگوں میں اختلاف عظیم ہوگا اور دین میں بڑے بڑے زلزلے آ چکے ہوں گے۔

(ط) اذا مضت الف و مائتان و اربعون سنۃ یبعث اللہ المھدی (نجم الثاقب)

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جب ایک ہزار دو سو چالیس سال گذر جائیں گے تو اللہ مہدی کو مبعوث کرے گا۔

ان احادیث کی روشنی میں چودہ سو سال کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آیت — استخلاف اور مندرجہ بالا احادیث کے ماتحت ہی خلفاء راشدین اور بعد ازاں ہر صدی کے سر پر مجدّد آتے رہے ہیں جیسے حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت عبد القادر جیلانیؒ، حضرت امام غزالیؒ، حضرت مجدّد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ

حدیث دہلوی اور سیّد احمد بریلوی وغیرہ -

آیت استخلاف کے ماتحت حضرت مرزا صاحب کا دعوٰے } ان سب کے بعد

اسی آیت استخلاف اور ان احادیث کے ماتحت چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوٰے کیا ہے جیسا کہ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں :-

(ا) "میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں۔ اوّل اندرونی۔ دوم بیرونی۔ سوم صدی کے سر پر آنے والے مجدّد کی نسبت صحیح حدیث۔ چہارم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون کا وعدہ ہے۔ اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں اور وہ سورۃ النور کا وعدہ استخلاف ہے جہاں اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ (سورۃ النور) اس آیت میں استخلاف کے موافق جو خلفاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سلسلہ میں ہوں گے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہوں گے........ اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اس رنگ و قوت کا پیدا ہو جو مسیح کی مماثلت رکھتا ہو۔" (منظور الٰہی)

(ب) "پہلی دلیل اس بات پر کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں یہ ہے کہ میرا یہ دعوٰے مہدی اور مسیح ہونے کا قرآن شریف سے ثابت ہے........ وہ یہ آیت ہے : وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ۔ یعنے خدا تعالیٰ نے ان ایمانداروں سے جو نیک کام بجا لاتے ہیں وعدہ کیا ہے جو ان میں سے زمین پر خلیفے مقرر کرے گا انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے کئے تھے۔ اب جب ہم مانند کے لفظ کو پیش نظر رکھ کر دیکھتے ہیں جو محمدی خلیفوں کی موسوی خلیفوں سے مماثلت واجب کرتی ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے جو ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ ہے اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم خلفائے محمدیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے۔" (تحفہ گولڑویہ ص۹۲)

(ج) "اور یہ بات بہت ضروری اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر ایک دائرہ کا عام قاعدہ یہی ہے کہ اس کا آخری نقطہ پہلے نقطہ سے اتصال رکھتا ہے لہذا اس عام قاعدہ کے موافق خلافت محمدیہ کے دائرہ میں بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ لازمی امر ہے کہ آخری نقطہ اس دائرہ کا جس سے مراد مسیح موعود ہے جو سلسلۂ خلافت محمدیہ کا خاتم ہے وہ اس دائرہ کے پہلے نقطہ سے جو خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نقطہ ہے جو سلسلۂ خلافت محمدیہ کے دائرہ کا پہلا نقطہ ہے وہ دائرہ کے انتہائی نقطہ سے جو مسیح موعود ہے اتصال تام رکھتا ہے جیسا کہ مشاہدہ اس پر گواہ ہے کہ آخری نقطہ ہر ایک دائرہ کا اس کے پہلے نقطہ سے جا ملتا ہے۔" (تحفہ گولڑویہ ص۹۹)

حضرت مرزا صاحب کی کتب کے بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے سورۃ النور کے وعدہ استخلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہونے کی وجہ سے خلافت، امت کی راہنمائی کرنے کی وجہ سے امامت، مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے کی وجہ سے محدثیت، خدا تعالےٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے مہدویت، دکھی دنیا کی مسیحائی کرنے کی وجہ سے مسیحیت اور تجدید کرنے کی وجہ سے مجددیّت کا دعوٰے کیا ہے۔ آپ نے نبوّت کا قطعاً کوئی دعوٰے نہیں کیا اور یہ تمام اصطلاحات جو آپؑ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں جن کے آپ مدعی ہیں قرآن مجید اور احادیث کی ہی ہیں لیکن ان کے علاوہ آپ کی تحریرات میں جو اصطلاحات پائی جاتی ہیں جن سے اپنوں اور بیگانوں کو ٹھوکر لگی ہے اور آپ کو مُدّعی نبوّت سمجھنے لگے ہیں جیسے ظلّی نبی، بروزی نبی، امتی اور نبی، غیر تشریعی نبی، فنا فی الرسول اور مجازی نبی، تو ان کے متعلق سمجھنے والی صرف یہ بات ہے کہ

تصوّف کی اصطلاحات } یہ اصطلاحات کہاں سے لی گئی ہیں اور ان کے

معنے کیا ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان اصطلاحات کا قرآن مجید اور احادیث میں تو کوئی ذکر نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ چھ سو سال بعد تک بھی ہمیں ان کا وجود نظر نہیں آتا لیکن جب ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ اصطلاحات صوفیاء کرام نے وضع کی ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث میں جسے خلافت، امامت، ولایت اور محدثیّت کہا گیا ہے اسی کو صوفیاء کرام ظلّی بروزی، غیر تشریعی اور مجازی نبی کہہ دیتے ہیں۔ تو ظلّی، بروزی کی اصطلاحات نبوّت کے ہم معنے نہیں بلکہ خلافت، امامت، ولایت اور محدثیت کے مترادف الفاظ ہیں جنہیں اُمّت محمدیہ کے صُلحاء نے وضع کیا اور ساتھ ہی ان کا مفہوم بھی متعین کر دیا ہے جن لوگوں نے اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کی کتابیں نہیں پڑھیں ان کی ناواقفیت کی وجہ سے ان کے لئے یہ اصطلاحات ٹھوکر کا باعث بن سکتی ہیں لیکن جنہوں نے ان کی تشریحات متصوفین کی کتابوں میں پڑھی ہیں ان کے لئے یہی اصطلاحات ازدیاد ایمان کا باعث بن جاتی ہیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آیت استخلاف کے ماتحت ہر زمانہ میں خلافت محمدیہ جاری وساری رہی اور اسی وعدہ کے مطابق اس زمانہ کا امام آنحضرت صلعم کا جانشین اور خادم بن کر آیا اس سے زیادہ آپ کا کوئی دعوٰی نہیں اور اسی کی امام وقت نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

"دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیّین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوّتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دینِ اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے اور اسلام سے محبّت سچی رکھنی چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے۔ ہم خادم دینِ اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علّتِ غائی ہے۔" (خطبہ ۱ر اگست ۱۸۹۹ء)

بقیہ مقالہ از ص۳

عملاً اس کے خلاف جا رہے ہیں۔ کاش ان لوگوں کو مُلک و قوم کی بھلائی کا ذرا سا بھی خیال ہو، تو ایسی غیر اسلامی جمہوریت کو ترک کر کے حکومت کے ساتھ تعاون کریں اور اگر کوئی قابلِ اعتراض بات نظر آئے تو نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کریں نہ کہ مخالفت برائے مخالفت کو اپنا طریق بنائے رکھیں جو ملک و ملّت کی خیر سگالی کا موجب نہیں، تباہی کا موجب ہو سکتا ہے۔

تصحیح الاغلاط

۲۰ جون ۱۹۷۳ء کے پیغام صلح میں میرا ایک مضمون "اُمت میں آنے والے مسیح اور مہدی کی عظمت شان اور مجددین میں اس کا بلند ترین مقام" شائع ہوا ہے اس میں بعض اغلاط ہیں جن کی تصحیح ذیل میں کی جاتی ہے۔ یہ مضمون از ص۸ تا ص۱۰ پر شائع ہوا ہے۔

نمبر صفحہ	کالم	سطر	اغلاط	تصحیح
۸	۱	۲۶	ہی	یہی
″	۲	۱	اولیا	اولیاء
″	۲	۴	اولیا	اولیاء
″	۲	۶	سیّدنا	سیدنا
۹	۱	۴۳	ولینھم	والیستعلم
″	۲	۲	للسنتی	بسنتی
″	۲	۷	الاسلام	الاالاسلام
″	۲	۳۸	موت	قوت
۱۰	۱	۱	نوازا جائے	نوازا جائیگا
″	۱	۳	آنے والا	آنیوالا مسیح
″	۱	۱۱	طے نہیں کئے	طے نہیں کیا
″		۳۱	ابن سیر	ابن سیرین

شیخ عبدالرحمٰن مصری

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

(بسلسلہ صفحہ ۲)

اور توبہ کے باوجود ابھی تک گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ اور حال ہی میں ربوہ سے ایک کتابچہ "دینی معلومات" کے نام پر سوال و جواب کے رنگ میں شائع ہوا ہے اس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی احمدؐ نام والے نبی کی پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود کو قرار دیا گیا ہے چنانچہ مندرجہ ذیل سوال و جواب اس کتاب میں یوں درج ہیں :۔

سوال: قرآن کریم میں جن انبیاء کے اسماء کا ذکر ہے بیان کریں۔
جواب: حضرت آدم، نوح۔ ابراہیم۔ لوط۔ اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب یوسف۔ ہود۔ صالح۔ شعیب۔ موسٰے۔ ہارون۔ داؤد۔ سلیمان۔ الیاس ذوالکفل۔ الیسع۔ ادریس۔ ایوب۔ زکریا۔ یحیٰی۔ عیسٰے۔ لقمان۔ عزیر ذوالقرنین علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام"

اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم ہے کہ از روئے قرآن کریم اور حدیث رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہے آپ کے بعد کوئی نبی خواہ وہ نیا ہو یا پُرانا تاقیامت نہیں آ سکتا۔ پھر آپ نے تمام عمر کسی جگہ اپنی تحریر و تقریر میں اپنے آپ کو حضرت عیسٰے کی پیشگوئی کا مصداق قرار نہیں دیا۔ اور ہمیشہ ہر مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نام سے پکارتے رہے ہیں آپ کو الہام ہوتا ہے :۔

"برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

اور آپ اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں :۔

"شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں"

جماعت ربوہ کے علماء کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس طرح اپنی مرضی سے غلط اور گمراہ کُن عقائد کے پرچار سے جماعت حضرت مسیح موعود کے اعتقادات سے کوسوں دور چلی جائے گی اور پھر اس قدر گمراہی کے بعد ان کا واپس آنا مشکل ہو جائے گا لہٰذا خدا کے لئے اس قسم کے گمراہ کُن خیالات کو راہ نہ پانے دیں گے اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ واقع میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بشارت کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی تھے گو خود انہیں اس کا علم نہ ہو سکا تو ہم جماعت ربوہ کے تمام علماء کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہم سے جب چاہیں جہاں چاہیں تحریری مناظرہ کر لیں کہ لوگوں کی پیدا کردہ گمراہی کو دُور کرنے کا یہ بھی ایک آسان طریقہ ہے۔

مقامِ ختمِ نبوّت

(بسلسلہ صفحہ ۲)

بے ہودہ استدلال کوئی ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو :۔

(۳) "نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو انبیاء علیہم السلام کے بعد معصوم ہونے کا دعوٰے ہے"

(کرامات الصادقین صفحہ ۔)

کیا اس عبارت کا یہ مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ جو نبی آنحضرت صلعم سے درے ہیں ان کے برابر مجھے معصومیت کا دعوٰے ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

پس مقامِ ختمِ نبوّت کی جو تفسیر خود نبی کریم صلعم اور آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے میاں ناصر احمد کی تفسیر اس کے مخالف و متبائن ہے اس لئے ہرگز قابل قبول نہیں۔ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ جیسا کہ ایڈیٹر پیغام صلح نے لکھا ہے نبوّت ایک منصب ہے نہ کہ روحانیت کا مقام۔ نبوّت کا منصب آنحضرت صلعم پر ختم ہو گیا۔ آپؐ کے بعد آپ کے فیضان سے حصّہ لیکر روحانیت کا اعلےٰ سے اعلےٰ مقام ولایت سے بڑھ کر نہیں اور ولایت و مجددیت ہی حضرت مسیح موعود کا منصب ہے نہ کہ نبوّت۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ اس جماعت اور اس کے خلفاء کو چاہ ضلالت سے نکال کر جادۂ صدق و صواب پر گامزن فرمائے۔ آمین

پاکستان کے مذہبی و سیاسی لیڈروں کی خدمت میں

مؤدبانہ التماس

ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ سب انسان اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہیں اور ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور پاکستان کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہے۔

ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں جو ایک خدا۔ ایک رسول۔ ایک قبلہ اور ایک قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور پانچوں ارکان اسلام کا قائل ہے وہ مسلمان ہے۔ ہم تو اتحاد چاہتے ہیں اور انسانیت کی بھلائی کے طالب ہیں یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہر کلمہ گو کو دل کی صفائی سے مسلمان تسلیم کر لیا جائے۔ ذیل میں چند سوالات قابلِ غور ہیں

سوال نمبر ۱ (ا) اگر پاکستان کی بنیاد واقعی کلمہ طیبہ پر تو اس کلمہ پاک کا اقراری مسلمانوں کی لسٹ سے خارج کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

ب۔ جو فرد اللہ۔ رسول۔ قبلہ قرآن۔ یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو کیا اسے کافر قرار دیا جا سکتا ہے؟

ج۔ لا تقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مؤمنا کا کیا مطلب ہے؟

د۔ جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے وہ خود کافر بن جاتا ہے کی تشریح کیجئے؟

سوال نمبر ۲ (ا) موجودہ دور میں کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔ کُفر متحد ہے اور اسلام کے نام لیواؤں کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ انجام کس کے حق میں ہے؟

ب۔ سیاسی اور مذہبی لیڈر اقتدار کے لئے آپس میں دست و گریبان ہیں اور ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرنے میں عار نہیں سمجھتے اور پھر آواز یہ لگاتے ہیں کہ عوام کی بھلائی کا کام کریں گے اور اسلامی قانون نافذ کریں گے اور سرمایہ داری ختم کریں گے ۲۳ برس سے ان میں سے کسی پر عمل نہیں ہوا تو آئندہ کی کیا ضمانت ہے کہ واقعی یہ لوگ مستقبل میں عوام کی بھلائی کا کام کریں گے۔ اسلام کے اصولوں پر عمل کریں گے اور کروائیں گے جبکہ ابھی تک ایسے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

سوال نمبر ۳: کیا خلافت راشدہ اور خاص طور پر حضرت عمرؓ کے قانون کے (جو کہ قرآن و سنت کے مطابق تھا) مطابق خدمتِ اسلام فرمائیں گے اور لوگوں میں فرقہ پرستی ختم کر کے اخلاق و اتحادِ اسلام کی رُوح پیدا کریں گے؟

سوال نمبر ۴: کیا سماجی برائیوں مثلاً جھوٹ۔ چوری۔ خیانت۔ اغوا۔ سود خوری۔ رشوت ستانی۔ اقربا نوازی۔ غنڈہ گردی۔ قتل و غارت گری۔ رہزنی وغیرہ وغیرہ کا خاتمہ ہو پائے گا؟ مظلوم کی حمایت ہو گی؟ عدل و انصاف سے حق و باطل میں امتیاز ہو گا۔؟ ظالم و مظلوم، امیر و غریب میں فیصلہ قرآن کی رُو سے ہو گا؟

سوال نمبر ۵: انسانیت کے حقوق کو مدّنظر رکھتے ہوئے کیا ضروریات روز مرّہ کی اشیاء سستی کر دی جائیں گی؟ کیا ہر شخص کو مذہبی آزادی ہو گی؟ تمام محکموں کی اصلاح ہو گی؟ اور افسرانِ محکمہ جات خود کو خادم قوم تصوّر کریں گے؟

سوال نمبر ۶: کیا بیت المال کا انتظام اسلام کے مطابق ہو گا؟

والسلام

عاجز بندۂ خدا۔ حاجی اللہ رکھا درویش
عزیز منزل۔ براندرتھ روڈ۔ لاہور

درخواست دعا

میری لڑکی نے ووکنگ سے اطلاع دی ہے کہ ان کے خاوند یعنی میرے بھانجہ ملک مشتاق احمد صاحب کا $\frac{۶}{۷۳}$ ۲۵ کو السر کا اپریشن ہوا ہے اور اس نے خاص طور پر حضرت امیر قوم کی خدمت میں دعا کی درخواست کی ہے۔ ایسا ہی اخبار پیغام صلح میں احباب سے دعا کرنے کی درخواست ہے۔

وفات

خاکسار کی والدہ بعمر ۸۰ سال مورخہ $\frac{۶}{۷۳}$ ۲۲ بروز جمعہ وفات پاگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ تہجد گذار اور تقوی شعار خاتون تھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام بیرونی جماعتوں سے نماز جنازہ غائبانہ میں دعائے مغفرت کرنے کی درخواست ہے۔ عبدالرحمان لائبریرین۔ لائبریری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بلاک ۲ ڈیرہ غازی خان

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ شمارہ نمبر ۲۸

الورگون پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ ایڈیٹر دوست محمد

جلد ٦٠ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۷۳ء | نمبر ۲۹

بحر حکمت کے موتی

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یؤذ جارہٗ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیقل خیراً او لیصمت۔

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے چاہیئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے چاہیئے کہ وہ اچھی بات کہے یا وہ چپ رہے۔

فضل الباری۔ کتاب الادب
(صفحہ ۱۳۷۲)

پیغام صلح خود مطالعہ کرنیکے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک فیصلہ کن تحریر دربارہ مسئلہ نبوّت

میری تحریر میں لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمائیں اور اس کے بجائے محدّث سمجھ لیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ دعویٰ نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا۔ آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جا رہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کے بیان کرنے پر جلسۂ عام میں فیصلہ ہو گیا۔ جو عبارت درج ذیل ہے۔ المرقوم ۳ر فروری ۱۸۹۲ء مطابق ۳ر رجب ۱۳۰۹ھ۔

العبد	العبد
برکت علی وکیل چیف کورٹ پنجاب	محی الدین المعروف صوفی

العبد	العبد	العبد
خاکسار رحیم بخش	فضل الدین	رحیم اللہ

العبد	العبد
ابو یوسف محمد مبارک علی	حبیب اللہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النّبیّین۔ اما بعد تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح المرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدّث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے، یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوّت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوّت ناقصہ ہے، یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رُو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوّت حقیقی کا ہرگز دعوےٰ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں۔ اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصوّر فرما کر بجائے اس کے محدّث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیّت جس کو اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوّت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدّث مراد ہے۔ جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مکلّم مراد لئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قد کان فی من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی اُمتی منھم احد فعمر۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴ باب مناقب عمرؓ تو پھر مجھے اپنے تمام مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے۔ کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔

راقم
خاکسار۔ مرزا غلام احمد قادیانی

محترمہ بیگم صاحبہ میجر بشیر

جماعت احمدیہ کا نام احمدی کیوں رکھا گیا؟

ہماری جماعت کا نام (احمدی) کیوں اور کیسے رکھا گیا۔ آئیے ذرا اس پر ہم چند لمحوں کے لئے غور کریں:۔

دنیا میں کوئی فرد کوئی جماعت جب وجود میں آتی ہے، تو اس کا نام بھی ساتھ ہی وجود میں آ جاتا ہے، کون شخص ہے، جو پیدا ہوا...... ہو اور اس کا نام نہیں رکھا گیا۔ کسی چیز کا نام اس کی ساری تعریف کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان صحابہؓ کا جو مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے، مہاجرین نام رکھا۔ اور اُن صحابہؓ کا جو مدینہ میں رہتے تھے اور مہاجرین کو انہوں نے پناہ دی اور ان کی مدد کی انصارؓ نام رکھا۔ تاکہ یہ نام لیتے ہی مخاطب فوراً ان کی خصوصیات کو سمجھ جائے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ مسلمان نہیں کہلاتے تھے، بلکہ بات اتنی تھی کہ مسلمان ہوتے ہوئے کسی ایک جماعت کی بعض خصوصیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک نام رکھ دیا گیا۔ تاکہ تقریر و تحریر میں اگر اس جماعت کا ذکر آوے تو بار بار اس کی تعریف اور خصوصیات کا تفصیلی ذکر کرنے کی بجائے فقط ایک مختصر نام سے مخاطب سب کچھ سمجھ جاوے کہ اس جماعت کی کیا خصوصیات ہیں بطور مثال اہلسنت والجماعت کا نام لینے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ یعنے چاروں خلفاء کو برحق مانا۔ اور اہلِ تشیع کے نام سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جنہوں نے صرف حضرت علیؓ کو ہی خلیفہ برحق مانا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود نے ایک عرصہ تک اپنی جماعت کا کوئی نام نہ رکھا۔ لوگ اسے مرزائی اور قادیانی کہنے لگے، کیونکہ بغیر نام کے اس جماعت کی خصوصیات کا مفہوم مخاطب کے ذہن میں نہ آ سکتا تھا۔ اسی دوران ۱۹۰۱ء میں ہندوستان میں مردم شماری ہونے والی تھی اس کے متعلق دوستوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مردم شماری کے رجسٹر میں ہر ایک مذہب کے ماتحت فرقوں کا خانہ بھی ہوتا ہے اس سے یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ فلاں فرقہ یا فلاں جماعت میں کس قدر افراد شامل ہیں۔ اس لئے اس موقعہ پر اگر اپنی جماعت کا کوئی نام ہو تو پتہ لگ سکتا ہے کہ کس قدر افراد ہماری جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں کسی فرقہ کا نام جو آنحضرت صلعم کے نام کے سوا کسی غیر کی طرف منسوب ہو رکھنا جائز نہیں سمجھتا۔ بلکہ اسے بدعت سمجھتا ہوں۔ نیز آپ نے فرمایا:۔

"وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے۔ جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" ہے اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں۔"

یعنے جماعت کا نام پہلے مسلمان رکھا پھر بعد میں جماعت کی بعض خصوصیات کو ظاہر کرنے کے لئے فرقہ احمدیہ کے لفظ اس کے ساتھ ملا دیئے، اس پر یہ اعتراض کرنا کہ مسلمان نام چھوڑ کر احمدی نام رکھا گیا کس قدر غلط بیانی ہے۔ خود حضرت مرزا صاحبؒ تمام عمر اور آپ کی جماعت کے لوگ سالہا سال سے اسی بات کے لئے جھگڑا کرتے رہے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہم کلمہ گو ہیں ہمیں کافر کہنے کا کسی کو حق نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

عموماً یہ لوگ سوچتے ہیں کہ احمدی نام حضرت مرزا غلام احمد کی طرف منسوب ہے یہ بالکل غلط ہے، حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

اس فرقہ کا نام اس لئے مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسم محمدؐ جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمدؐ جمالی نام تھا۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں صلح اور آشتی پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور ہوا۔ اور ہر طرح صبر اور شکیبائی کی تعلیم دی پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمدؐ کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانے میں پھر اسم احمد کا ظہور ہوگا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات کا ظہور ہوگا اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔

اخبار احمدیہ

دارالشفاء کیلئے ایک سو روپیہ کا عطیہ

—— محترم محمد زمان صاحب (سفید ڈھیری) نے اپنی اہلیہ مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے یکصد روپیہ "دارالشفاء" کے لئے بھیجا ہے۔ تاکہ دکھی انسانوں کے علاج معالجہ کے کام آئے۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ محمد زمان صاحب کو جزائے خیر دے اور ان کی اہلیہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

سیکرٹری ادارہ دارالشفاء

درخواستِ دُعا

—— مکرم قاضی عبدالحفیظ صاحب لاہور کینٹ چند دنوں سے بندش پیشاب کی تکلیف میں مبتلا ہیں انہیں یونائیٹڈ کرسچئین ہاسپیٹل گلبرگ میں داخل کرایا گیا ہے جہاں ان کا اپریشن ہو گیا ہے جملہ احباب جماعت سے ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مرزا محمد شفیق انور

شکریۂ احباب

—— محترم میاں شکرالدین گورنمنٹ پنشنر (راولپنڈی) کی وفات پر بزرگانِ دین۔ اکابرین اور احباب سلسلہ نے مرکز۔ بیرونجات اور بیرون پاکستان سے کثرت سے ہمدردی کے پیغامات اور خطوط بھجوائے ہیں۔ جزاکم اللہ۔ میرے لئے ان کرم فرماؤں کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں۔ میں بذریعہ قومی اخبار ان سب بزرگوں اور احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں ان کے ہمدردی سے لبریز خطوط اور پیغامات نے ہمارے غم و اندوہ کو بہت حد تک ہلکا کیا ہے۔ میں ان بزرگوں اور دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ کہ وہ درگاہ ربّ العزت میں دعا کریں کہ مرحوم کے پسماندگان سلسلہ عالیہ احمدیہ سے اسی طرح وابستہ رہیں جس طرح مرحوم اٹھاون برس وابستہ رہے۔ آمین۔ مرحوم کے حالاتِ زندگی عنقریب پیغام صلح میں ہدیہ قارئین ہوں گے۔

عاجز۔ فخرالدین احمد

(باقی بر صٓ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۷۳ء

عالمگیر قرآنی اصولوں سے افسوسناک بے اعتنائی

یایھا النّاس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ وجعلنٰکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا۔

ترجمہ :- تمام جہان کے لوگوں میں اعلان کر دیجئے کہ ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے مختلف خاندان و قبیلے بنائے ہیں تو اس کی غرض تمہیں ایک دوسرے سے محض متعارف کرانا ہے (یہ غرض ہرگز نہیں کہ تم اس وجہ سے ایک دوسرے پر تفاخر کرو) کیونکہ خدا کے نزدیک سب سے بڑھ کر معزز و مکرم وہی شخص ہے جو اس کے عائد کردہ فرائض ادا کرنے میں سب سے بڑھ کر پیش پیش ہے۔" (قرآن حکیم۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

حال ہی میں ایک مقامی روزنامہ کے ایک کالم میں کئی پہلوؤں سے ایک بصیرت افروز بیان شائع ہوا ہے جس کے بعض اقتباسات قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے نقل کئے جاتے ہیں:

"مرکزی وزارت تعلیم نے ایک ہینڈ آؤٹ جاری کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حکومت جلد ہی ملک میں ایسے اسکول کھولے گی جہاں یونیسکو کے پروگرام کے مطابق تعلیم دی جائے گی۔

"یونیسکو نے نیا طریقہ تعلیم رائج کرنے کی پر زور سفارش کرتے ہوئے تمام ملکوں کے سربراہوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس خیال کو دل و دماغ سے محو نہ ہونے دیں۔ کہ دنیا کی سلامتی اسی میں ہے کہ دنیا کے تمام باشندے ایک دوسرے کے ساتھ یوں مل جل کر رہیں جیسے یہ پوری دنیا ان کا ایک وطن ہے جس میں ان کا اپنا ملک ایک گھر کی حیثیت رکھتا ہے۔

"اپیل میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقبل کے روشن بنانے کے لئے ضروری ہے کہ حال کو بہتر بنایا جائے!

"یونیسکو نے دنیا کو پُرامن، متحد اور قابلِ رشک بنانے کے لئے اس اصول کے پیش نظر کافی غور و خوض کیا اور حال کو بہتر بنانے کے لئے اپنے پروگرام میں بچوں کے نئے طریقہ تعلیم پر خاص توجہ دی۔

"سوال یہ تھا کہ دنیا میں ایسا طریقہ تعلیم، رائج کیا جائے جس سے ننھے دلوں میں کسی قسم کا تعصب جنم نہ لے بچے صدائے بازگشت بن کر ایک دوسرے کے خلاف باتیں نہ بنائیں۔ وہ ملک، مذہب، ملت، رنگ اور نسل کے اختلاف پر ایک دوسرے کو کمتر خیال نہ کریں۔ غیر ترقی یافتہ اور پس ماندہ لوگوں کا مذاق نہ اُڑائیں۔ تہذیب و تمدن، علم و فن، ادب، عادات اور رسومات کے اختلاف پر ایک دوسرے سے نفرت نہ کریں بلکہ اس کے برعکس انہیں ایک ایسی دنیا کا احساس ہو۔ جہاں کے رہنے والے خواہ وہ کسی بھی گوشے میں ہوں ایک ہیں۔

"ایکتا کے اسی جذبے کو بیدار کرنے کے لئے یونیسکو نے نئے تعلیمی منصوبہ پر عمل شروع کر دیا اور بیشتر ممالک میں دو سو کے قریب اسکولوں میں یہ طریقہ رائج کر دیا گیا۔ اگر کوئی ملک اپنی مخصوص سیاسی حکمت عملی کے باعث اس طریقہ تعلیم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے بھی بے اعتنائی اور لاتعلقی کا رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو اس منصوبے پر پوری طرح عمل کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

کئی ایک دشواریاں حائل ہیں جنہیں دور کرنے کے لئے کافی مدت درکار ہے؟"

کالم نویس نے اس کے بعد بعض ممالک کا ذکر بھی کیا ہے جہاں یونیسکو کا یہ "نیا" طریق تعلیم رائج کیا جا چکا ہے اور جہاں کے بچے نہ صرف اپنے ملک و قوم کی تاریخ و جغرافیہ سے واقفیت حاصل کرتے ہیں بلکہ وہ دوسرے ممالک و اقوام کے حالات، عادات و اطوار اور رسم و رواج سے بھی واقفیت حاصل کرتے ہیں بلکہ ان پر تحقیقی بیانات لکھتے ہیں۔ اس طرح وہ اجنبیت و مغائرت جو ان طبعی اختلافِ حالات سے پیدا ہونا ناگزیر ہوتی ہے وہ کم ہو کر باہمی نفرت و حقارت کی بجائے تعارف و محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اس کی کئی مثالیں بھی کالم میں دی گئی ہیں۔

بالآخر اس بیان کو مفصلہ ذیل پیرایہ پر ختم کیا گیا ہے:-

"ان تاثرات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یونیسکو کا یہ نیا طریقہ تعلیم حال کو کس حد تک سنوارنے اور بہتر بنانے میں ممد و معاون ثابت ہو رہا ہے۔ پھر قدیم و جدید لباس کے موضوع پر جو کتاب لکھی گئی اس سے سوچ کی نئی راہیں کھل گئی ہیں۔ انہی راہوں کی نشاندہی کرتے ہوئے سیکرٹری وزارت تعلیم قدرت اللہ شہاب نے کہا کہ ہمارے ملک میں بھی ایسے اسکول بنائے جا سکتے ہیں۔ ہمارے بہت کم طلبا اور طالبات دوسرے ملکوں کے عام لوگوں کی بود و باش اور رسم و رواج سے واقف ہیں۔ دوسرے ملکوں کا تو ذکر ہی کیا وہ اپنے ملک کے بہت سے حصوں کے لوگوں کی پوشاک، خوراک، زبان، طرز معاشرت سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اس لئے باہمی مفاہمت اور محبت کے رشتوں کو استوار کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ ملک میں ایسے ادارے قائم کئے جائیں۔"

ہینڈ آؤٹ میں آخر میں انکشاف کیا گیا ہے کہ اس سلسلے میں رائٹرز گلڈ نے پُر زور التماس کی ہے کہ ایسے تعلیمی اداروں میں سب سے پہلے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کو داخلہ دیا جانے تاکہ وہ مل بیٹھ کر نئے دور کے نئے تقاضوں کے مطابق نئی نئی نگارشات سے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کریں۔"

یونیسکو کے اس "نئے" طریقہ تعلیم کا پاکستان میں رائج کرنے کا عزم بھی مبارک ہو کیونکہ یہ امر بالکل صحیح ہے کہ باہمی ملکی و قومی مغائرت و اجنبیت باعث تنفر و حقارت بنتی ہے اور پھر یہی جذبات مزید مبالغہ و رنگ آمیزی سے عناد و دشمنی پر منتج ہو جاتے ہیں جس سے دنیا میں صلح و امن کی بجائے جنگجوئی اور قتال کی نوبت آتی ہے۔

لیکن یہاں اس ضمن میں کئی ایک سوالات ذہن میں آتے ہیں کہ یونیسکو کا یہ طریق کار موجودہ حالات میں کیسا ہی نیا معلوم ہو اہل اسلام کے لئے اس میں کوئی نئی بات نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ خود مسلم معاشرہ آج قرآنی تعلیم سے نہ صرف رُو گردان ہے بلکہ اس سے بہت حد تک بے خبر بھی پڑا ہے، لیکن اہلِ علم و فضل احباب چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، سب پر یہ امر بلا شک و شبہ واضح ہے کہ قرآنی تعلیم کی ابجد و انتہا کا واحد مقصد نہ صرف حالات کے اختلاف کے باوجود انسانی وحدت و اخوت قائم کرنا ہے بلکہ ان طبعی و غیر طبعی اختلافاتِ نسل، زبان اور مختلف اقوام و ممالک کو انسانیت کے بالمقابل کوئی وقعت نہیں دی گئی۔ چنانچہ بے شمار ان آیاتِ کریمہ میں سے جن میں سے چند درج کی جائیں گی، عنوان پر جو آیت کریمہ تحریر کی گئی ہے صرف وہی اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ قرآن کریم نے عزت و تکریم کا معیار ان اختلافات کو کبھی قرار نہیں دیا، بلکہ ان تمام سے بالاتر، انسانی حقوق کی ادائیگی کو معیار ٹھہرایا ہے۔ یہ امر بلا شبہ قابل شرم ضرور ہے کہ جس قوم میں ایسے بے جا تعصبات و منافرت سے منع کیا گیا تھا آج یہ تعصباتی امور شاید دوسری اقوام سے زیادہ پائے جاتے ہیں لیکن جہاں تک تعلیم حقہ فرقانِ حمید کا سوال ہے قرآن کریم نے تو یہ تمام و کمال وہ عظیم اصول بالوضاحت بیان فرما دیئے ہیں جو نہ صرف کسی فرد کی مجموعی ترقی کے لئے لازم پڑے ہیں بلکہ اقوام کے عروج و زوال کے راز بھی بیان فرما دیئے ہیں۔ ان تمام سے بڑھ کر قومی و وطنی اخوت سے بالاتر ایک بین الاقوامی اخوت و مساوات قائم کر دکھلائی جس میں نسل، رنگ،

زبان؟ قوم و ملک کی بجائے معیار عزّ و شرف اہلیت، قابلیت اور کردار و سیرت کو قرار دیا گیا ہے۔ دراصل اسلامی نظریہ و نظامِ حیات اور صحیح اسلامی حکومت کیا ہے؟ یہ نام ہے اعلیٰ انسانی اقدار کی قدر و قیمت اور شرف عزّت کے زندگی میں قیام کا۔ جس میں مسلم و غیر مسلم برابر کے شریک ہیں۔ ہم ذیل میں چند ایک مختصر اقتباسات مغربی مصنفین کے پیش کرتے ہیں تا کہ یہ ثابت ہو کہ ان عالمگیر قرآنی اصولِ عظیمہ اور عالمگیر بین الاقوامی اخوت کے قائل صرف اسلام کے ماننے والے ہی نہیں بلکہ غیر مسلم مصنف و محققین بھی ہیں۔

(۱) ایچ۔اے۔آر۔گب :

"لیکن اسلام نے ابھی بنی نوعِ انسان کی ایک اور خدمت بجا لانا ہے…. …. کسی دوسرے معاشرہ کو یہ کامیابی کبھی نصیب نہیں ہوئی جیسے اسلام کو جس نے مختلف طبقات، مواقع، اور مساعی کو انسانیت کی مختلف اقوام میں متحد و متفق کرنے میں ایسی نمایاں حیثیت حاصل کی ہو۔ اسلام میں ابھی تلک یہ قوت موجود ہے کہ وہ بظاہر متضاد و مختلف النوع قسم کی قومیتوں اور روایات کو باہم متحد و متفق کر دے جیسے کہ یہ امر مسلمان جماعتوں میں جو افریقہ، ہند، انڈونیشیا اور جاپان کی مختصر مسلم جماعتیں ہیں سے ثابت ہے۔ اگر کبھی مشرق و مغرب کی مخالفت باہمی موافقت و مفاہمت سے تبدیل ہونی ممکن ہے تو اس غرض کے لئے اسلام کا واسطہ ناگزیر ہے۔"

(ویدر اسلام۔ لندن ۱۹۳۲ء۔ صفحہ ۳۷۹)

(۲) ٹی ڈبلیو آرنلڈ :

"فریضۂ حج کے علاوہ زکوٰۃ کی ادائیگی مسلمانوں کو دائمی طور پر یہ یاد دہانی کراتی رہتی ہے کہ وہ باہمی ایک دینی اخوت میں منسلک ہیں۔
زکوٰۃ کی ادائیگی ایک ایسا فریضہ ہے جو مسلم معاشرہ میں عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے اور نومسلموں پر شفقت و مہربانی کا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ نومسلم اشخاص نسل، رنگ یا دیگر امتیازات کے باوصف یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ مومنوں کی نئی اخوت سے منسلک ہو گئے ہیں اور ان کے درمیان وہ مساوات کے حقوق سے جگہ لینے کے مستحق ہیں۔"

(دی پریچنگ آف اسلام لندن ۱۹۱۳ء۔ صفحہ ۴۱۷)

(۳) سیڈیس لاسس گو یارڈ :

"زمانہ وسطیٰ میں مسلمانوں کی تاریخ گویا تہذیب کی تاریخ ہے۔ دنیا کو مسلمانوں کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ جنہوں نے یونانی سائنس و فلسفہ کو محو ہونے سے بچا لیا اور جن کے ذریعہ مغرب میں بیداری پیدا ہوئی نیز ان کی بدولت مغرب میں عظیم ذہنی انقلاب کی داغ بیل ڈالی گئی جو بالآخر بیکن کے روپ میں منتج ہوئی۔ ساتویں صدی عیسوی میں یونانی دنیا غرقابی کے کنارے پر تھی جب عربوں کی فتوحات نے ان میں ایک نیا خون دوڑایا۔ محمدؐ نے عربوں کو قرآن دیا جس کے ذریعہ تہذیب نو پیدا ہوئی"

(انسائیکلو پیڈیا آف سائنس پیرس ۱۸۸۰ء صفحہ ۵۰۱)

(۴) ڈبلیو ای ہاکنگ :

"میں اپنے آپ کو یہ کہنے میں حق بجانب سمجھتا ہوں کہ اسلام میں اپنی نشو و نما کے لئے کامل اصول موجود ہیں بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تیرھویں صدی کے وسط تک جو کچھ تہذیب کا فخر مغرب کو ہے اس کا باعث اور واسطہ اسلام ہی ہوا۔"

(دی سپرٹ آف دی ورلڈ پالیٹکس نیویارک ۱۹۳۲ء صفحہ ۴۶۱)

پس خود مسلمان پریس کا اس بات کا اقرار کرنا کہ بچوں کو باہمی بین الاقوامی

تعصّب و عناد سے باز رکھنے کی تعلیم دینا ایک "نیا" طریقہ تعلیم ہے جو ہمیں قرآن کی بجائے یونیسکو سے سیکھنا ہے اور اتنا بھی نہ کہنا کہ یہی تو تعلیم قرآن کا خلاصہ ہے کس قدر افسوسناک بات ہے۔ ہمیں اس بات کے اقرار کرنے میں کوئی عار نہیں کہ آج اسلامی معاشرہ میں ایسی تعلیم کا رواج نہیں ہے مگر ایک غیر مسلم معاشرہ یعنی یونیسکو نے اسے ضروری قرار دے کر رائج کیا ہے اور یہ قابل قدر بات ہے۔ لیکن مسلم پریس پر تو بہر حال واجب تھا کہ وہ اقرار کرتا کہ یہ تمام طریقۂ تعلیم بلکہ اس سے بھی برتر چودہ صدیاں قبل قرآن کریم نے رائج کیا تھا جس کی بدولت ہی قرونِ اولیٰ کے مسلمان دنیا پر چھا گئے تھے۔ کیا ہم اپنے قومی شاعروں کے نغموں کو بھی بھول گئے ہیں جہاں کہا گیا ہے کہ ؎

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

کیا ہمیں یہ معلوم نہیں کہ مغربی وطنیت و قومیت کے تصوّر ہی آج دنیا میں فساد و بے امنی کا موجب بن رہے ہیں! اور بین الاقوامی انصاف و عدل کی مٹی بین الاقوامی انجمن میں ہی پلید کی جا رہی ہے؟ کیا اسی کی نسبت علامہ اقبالؒ نے یہ شعر نہیں کہا تھا کہ ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

کیا یہ صحیح نہیں کہ اگر مسلمان بچوں کا طریقہ تعلیم، قرآن مجید کے صحیح مطالب بیان کرتا ہو اور اس کلام پاک کی جو اصل روح و مغز ہے اسے طلباء کے ذہنوں میں راسخ کرتا ہو تو ہمیں نہ یونیسکو کے طریقہ تعلیم کی طرف حیرت سے دیکھنے کی حاجت ہے اور نہ ہی ماسکو اور نیویارک کی تہذیب کی جانب حیرت سے تکنے کی ضرورت ہے؟

اس امر کو بحضور دل یاد رکھنا ضروری ہے کہ محض طوطے کی طرح قرآن کریم کو پڑھ لینا یا حفظ بھی کر لینا مگر اس کے مطالب و معانی اور انسانی زندگی سے ان معانی کا تعلق نہ جوڑنا بے فائدہ و لا حاصل بات ہے جیسے کہ خود قرآن کریم نے فرمایا ومنھم اُمیّون لا یعلمون الکتٰب الا امانی وان ھم الا یظنون یہ لوگ کتاب کو پڑھتے اور جانتے تو ہیں مگر سطحی طور پر یعنی رٹ لینے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے مگر عمل بجز اپنی خواہشات و ظنون کے اور کچھ نہیں کرتے۔ اسی طرح قرآن پاک نے تنبیہاً یہ فرمایا، لا یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولی الالباب، دیکھو اہل فہم و علم اور بے علم کبھی برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ عملی زندگی میں نصیحت تو وہی حاصل کر سکتے ہیں جو اہلِ تدبر ہیں۔

حال ہی میں حکومت پاکستان کی طرف سے یہ مبارک اعلان بھی ہوا ہے کہ آئندہ پرائمری تک ناظرہ قرآن کریم اور میٹرک تک بامعنی قرآن طلباء کو آنا لازم ہو گا۔ یہ بہت عمدہ و مبارک اقدام ہے۔ قرآن کریم ایک کتاب مفصل و مبین ہے، جو کوئی اسے از راہ انصاف و عقل پڑھے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس عالی کتاب کے مضامین عالمگیر اصولِ حقّہ اور قوانین خداوندی پر مشتمل ہیں۔ اگر دین یا مذہب جنبہ داری یا طرفداری اور پارٹی بازی کا نام ہے تو قرآن کریم ایسے دین سے صریحاً بیزاری کا اعلان کرتا ہے اور اگر مذہب بلا رُو رعایت محکم قوانین خداوندی کا نام ہے ایسے قوانین جو بلا کم و کاست، بلا حیل و حجت عالمگیر پیمانہ پر ہر فرد و قوم پر برابری سے حاوی ہیں تو پھر قرآن کریم صرف ایسے مذہب کا قائل ہے اور یہی وہ دین و مذہب کی اصل روح ہے جو اس زمانہ میں حضرت مجدد وقت، امام زمان علیہ السلام اور اس کے شاگردوں نے پیش کی ہے۔ تعجب ہے غیر مسلم ادارے مثل یونیسکو تو ایسے عالمگیر قرآنی اصولوں کو اپنائے جا رہے ہیں مگر خود مسلمان عام طور پر ان کو ماننے سے گریز کرتے اور ان عالمگیر اصولہائے حقّہ کو فرقہ بازی قرار دے کر ردّ کر رہے ہیں۔

(ا۔ ب)

(باقی آئندہ)

حافظ محمد حسن صاحب چیمہ

دولتِ خداداد پاکستان میں

ختمِ نبوّت کے باوجود پرانے یا نئے نبی کی بعثت کا مسئلہ

دنیائے اسلام میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کا ایک کثیر طبقہ موجود ہے جن کا عقیدہ ہے کہ:۔

دنیائے انسانیت میں آخری زمانہ میں ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ روحانی اور اخلاقی اقدار میں ایک عظیم بحران پیدا ہو جائے گا اور انسانوں کی غالب اکثریت شیطان کے تسلط میں آ جائے گی۔ اس وقت اس کرۂ ارض پر بسنے والی انسانی آبادی کا کوئی فرد بشر اس قابل نہ ہوگا کہ اس بحران پر قابو پا سکے۔ اس بحران کے ظہور کا علم اللہ تعالےٰ کی ذات کو شروع سے ہی تھا اس لئے اس نے انبیاء کی ایک لاکھ سے زاید تعداد میں سے صرف ایک فوق البشر ہستی کو چن لیا اور اسے زمین کی کثیف فضاؤں سے اوپر اٹھا کر اب تک آسمان کی پاکیزہ فضاؤں میں بجسد عنصری محفوظ کر رکھا ہے اور مناسب وقت پر اس عظیم الشان ہستی کو نازل فرمائیگا اور وہ دوبارہ دنیا میں آ کر اپنے دم سے مخالفین اسلام گروہ کے گروہ تباہ کر دے گا۔ یہودی اور عیسائی مخالفین کو بالخصوص کروڑوں کی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار کر اسلام کا بول بالا کر دے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہستی کی مبینہ آسمانی زندگی ہی میں مبعوث کیا گیا اور ان کی زندگی میں ایسے حالات پیدا کئے گئے جو انسانی معاشرہ پر اجتماعی طور پر صادر ہو سکتے تھے۔ اور حضورؐ کو توفیق بخشی گئی کہ اس قسم کے تمام حالات اور واردات کی سنگینی اور درشتی و سختی میں گزر کر دنیا کو بتلا دیں کہ انسان کو کس طرح ابتلاؤں اور مصائب کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور خوشیوں اور مسرتوں میں کس طرح عمل کی راہیں وضع کرنی چاہیئیں۔ اس طرح حضور نے نوعِ انسان کے لئے ایک مکمل نمونہ پیش کیا جو قیامت تک تمام انسانوں کے لئے قابلِ تقلید ہوگا۔ خود مختار حکمران کی حیثیت سے فوج کے کمانڈر انچیف بنکر فوجوں کو ترتیب دینے میں ایک ماہر فن کا رُوپ دھار کر ایک سپاہی کی حیثیت سے صف اوّل میں لڑ کر جنگ میں فتح پانے کے بعد دشمن سے سلوک کا نمونہ پیش کر کے مقدمات کے فیصلوں میں ایک عادل جج کے فرائض ادا کر کے، مہربان باپ کا خاطر خواہ کردار دکھا کر، دوستوں سے سچی دوستی، دشمنوں سے شریف دشمن کا سلوک کر کے آئین سازی میں بہترین قوانین مرتب کر کے اور انتظامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے ان کو نافذ فرما کر اور بے نظیر فاتح کے رنگ میں منظر عام پر آ کر عفو عام کا اعلان کرتے ہوئے حضور نے جس طرح مختلف مواقع اور مختلف نوعیت کے حالات میں نمونہ دکھایا۔ اور جو بے نظیر کمالات دنیا نے آپ کی ذات میں دیکھے ان کے پیش نظر آیت خاتم النبیین کی ہی تشریح ہوتی رہی کہ آپ کے بعد اب کسی نئے نمونے کی ضرورت نہیں پڑے گی نہ کسی نبی کی بعثت ہوگی۔

بایں ہمہ ہمارے علماء کی اکثریت اس عقیدے پر متفق ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس کی قباحتوں اور مضرتوں، شرپسندیوں، ہنگامہ آرائیوں، بدکرداریوں، ہوس پرستیوں، نفرت انگیزیوں، مادہ پرستیوں کا مکمل طور پر قلع قمع کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہ ہوگی ماسوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جن کی صلاحیتیں لامحدود اور اصلاحِ خلق کے کارناموں کے سرانجام دینے کی استعداد بیکراں ہوگی اسی لئے قادر مطلق نے انہیں ہزاروں برس سے اپنے پاس بجسدِ عنصری محفوظ رکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ عظیم انسان نبی کریم محمد مصطفےٰ پر بھی فوقیت لے گیا۔

یہ عقیدہ ہمارے قدامت پرست علماء نے عیسائی پادریوں سے لیا ہے اور جس طرح یہ پادری دن رات عیسےٰ علیہ السلام کے قد و قامت اور عمر کی برتری ہر انسان پر ثابت کر دیتے ہیں اسی طرح ہمارے یہ مولوی بھی عیسےٰ علیہ السلام کا قد و قامت بلند کرنے میں پوری تن دہی سے لگے ہوئے ہیں۔ اگر ان کے اس عقیدے کا صحیح تجزیہ کیا جائے تو اسے عیسیٰ پرستی کے نام سے ملقب کیا جا سکتا ہے۔ حیرت یہ ہے کہ قرآن کریم میں نہ کہیں یہ مذکور ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان پر بیٹھے ہیں یا ان کا کبھی آسمان کی طرف صعود ہوا تھا۔ اور نہ ہی یہ کہیں بیان ہوا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ نہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جوں کے توں اب تک کہیں زندہ اسی مادی قالب میں موجود ہیں ہاں قرآن میں یہ ضرور لکھا ہے کہ:۔

"ہم نے نبیوں کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانے کے محتاج نہ ہوں یا ان میں تغیر و تبدل نہ آتا ہو۔"

اور عیسےٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق بالخصوص یہ لکھا ہے کہ کانا یاکلان الطعام وہ دونو کھانا کھایا کرتے تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جسم پر بھی تغیر و تبدل ہونا ضروری ہے اور قرآن میں یہ بھی تنبیہہ موجود ہے کہ من نعمرہ ننکسہ فی الخلق (جب ہم انسان کو زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کے قوائے میں کمی آتی رہتی ہے کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے" اب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اس دنیا سے غائب ہوئے دو ہزار برس گزرنے کو ہیں۔ ان کی ضعیفی اور بڑھاپے کا کیا حال ہوگا؟ اور ان کے قوائے کی کیا کیفیت ہوگی؟ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں اس کا اندازہ کیا جا سکتا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کا چیلنج

اس صدی کے شروع میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے قادیان ایسے پسماندہ اور غیر مشہور گاؤں سے اُٹھ کر دنیا میں یہ اعلان کر دیا کہ عیسےٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اور ان کے ظہور ثانی کا عقیدہ ایک افسانہ ہے جس کو نہ عقل مان سکتی ہے نہ اس کی کوئی سند قرآن اور حدیث سے ملتی ہے انہوں نے ان کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے کئی کتابیں لکھیں اور قرآن کریم کی متعدد آیات سے قطعی طور پر یہ دکھا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سات سو برس قبل فوت ہو چکے تھے اور ان کے بعد حضورؐ کو خاتم النبیین قرار دے دیا گیا ہے اس لئے اب کسی نبی کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

اس موضوع پر تاریخ احمدیت نے اتنا کثیر لٹریچر شائع کیا ہے کہ اس میں اب کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس تمام لٹریچر کے شائع ہو جانے کے بعد کسی شخص کو یہ سزاوار نہیں کہ وہ عیسےٰ علیہ السلام کے ظہور ثانی کا عقیدہ رکھ سکے۔ اب جس کا یہ عقیدہ ہوگا وہ بقول بانیٔ تحریک احمدیت منکرِ ختم نبوت سمجھا جائے گا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب ۱۹۰۸ء میں اپنا مشن پورا کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ان کے بعد مولانا نورالدین صاحب جماعت کے سربراہ منتخب ہوئے۔ مخالفتوں کے جو طوفان مرزا صاحب کی زندگی میں اُٹھ رہے تھے وہ خود مرزا صاحب نے اپنے زورِ قلم سے اپنی موت سے پہلے پہلے ختم کر دیئے اور تمام مذاہب عالم پر اسلام کی تعلیمات کی فوقیت ثابت کر دکھائی۔ مولانا نورالدین صاحب کا زمانہ بڑے آرام سے گزرا۔ اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب ہندوستان کے تمام اطراف و اکناف میں اسلام پر لیکچر دیتے رہے جنہیں مسلمانوں کے کثیر مجمعے بڑی دلچسپی اور محبت سے سنتے رہے۔ مولانا نورالدین صاحب کی وفات کے بعد مرزا صاحب کے جواں سال فرزند مرزا بشیر الدین محمود نے جماعت احمدیہ کے ایک حصّہ کی قیادت سنبھال لی اور تحریک احمدیت کے اصولوں میں ایسے ناقابلِ قبول عقائد داخل کر دیئے جنہیں

حضرت مرزا صاحب کے خاص الخاص مصاحبین اور رفقائے کار نے قرآن حدیث اور خود حضرت مرزا صاحب کے بیانات کے خلاف ہونے کی وجہ سے سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور اس نوجوان سال جو نو جانشین پر سخت اعتراضات کئے اور دردمندانہ اپیلیں کیں کہ وہ خدارا تحریک احمدیت پر کلنک کا ٹیکہ نہ لگائے اور اسے دنیا میں رسوا کرنے سے باز آ جائے مگر اقتدار پسندی اور جاہ و حشمت' دولت و ثروت کی حرص نے اسے ایسا مدہوش کر دیا تھا کہ وہ جماعت کا خود مختار آمر بن بیٹھا۔

حضرت مرزا صاحب کو اس نے مجدد کے منصب سے اٹھا کر نبوت کے منصب پر بٹھانے کی جسارت کر دی اور ان کے منکرین کو کافر قرار دے دیا۔ ملک کے دوسرے مشائخ اور مرشدان طریقت کے گدی نشینوں کی طرح مرزا بشیر الدین نے بھی گدی قائم کر کے استبداد کا جامہ پہن لیا اور پھر مطلق العنان آمروں کی طرح جماعت پر حکمرانی کرنے لگا۔ مولانا محمد علی صاحب اور ان کے چند رفقائے کار اس کی مزاحمت کرتے رہے اور اسے راہ راست پر لانے کی کوششیں کیں مگر پیر پرست جہلا کا ایک جم غفیر اس کے گرد جمع ہو گیا اور مولانا محمد علی اور انکے دوستوں کا وہاں رہنا دوبھر ہو گیا۔ ان لوگوں کے لئے قادیان سے ہجرت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا اور انہوں نے لاہور میں آ کر اشاعت اسلام کا ایک نیا مرکز قائم کر لیا اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ایک نیا مرکز قائم کر لیا اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد رکھ دی۔ مولوی محمد علی صاحب کی کوششوں سے ایک اچھی خاصی جماعت ان کی معاون اور مددگار بن گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اس جماعت نے ایسے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے کہ دنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ یہ سب سنہری کارنامے اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور دنیا انہیں بڑی عزت و احترام سے دیکھتی ہے۔ دنیا میں پہلی دفعہ انگریزی میں قرآن کریم کی تفسیر مولانا محمد علی صاحب کے قلم سے شائع ہوئی اور اس نے دنیا کے علمی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا اور اب تک اس کی کئی ایڈیشن شائع ہو چکی ہیں اور ان کے لئے دنیا کی تشنگی دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے اس وقت ہم دیگر کارناموں سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ختم نبوت کے مسئلے پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے جو کردار ادا کیا ہے اس کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب کے قلم سے اس موضوع پر بڑے معرکۃ الآرا مضامین اخباروں کی زینت بھی بنے اور پمفلٹوں رسالوں اور کتابوں کی شکل میں بھی ان کی اشاعت ہوتی رہی جن میں ختم نبوت کے مسئلے کو بڑے زبردست دلائل اور براہین سے واضح کیا گیا۔ بالآخر مولانا نے ایک عظیم الشان کتاب النبوت فی الاسلام کے نام سے شائع کی اور اس میں ختم نبوت کے تمام پہلوؤں پر سیر کن بحث کی اور کسی پہلو کو تشنہ نہ رہنے دیا مولانا نے اپنی ایک تحریر (تحریک احمدیت) میں یہ پیشین گوئی بھی کر دی کہ یا تو مرزا بشیر الدین کی جماعت اپنا نیا کلمہ وضع کرے گی اور مسلمانوں سے بالکل علیحدہ ہو کر کسی نئے بانی مذہب کی امت بن جائے گی یا اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنے عقائد میں ترمیم کر لے گی۔ آخر یہ ہوا کہ ۱۹۵۳ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے منیر کمیشن کے سامنے پیش ہو کر علیٰ رؤس الاشہاد یہ اعتراف کیا کہ حضرت مرزا صاحب کا ماننا ایمانیات میں داخل نہیں اور ان کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ اس بیان نے ثابت کر دیا کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنے عقائد میں تبدیلی کر لی تھی۔ اس کے بعد کئی سال مرزا بشیر الدین زندہ رہے۔ مگر انہوں نے اپنی زندگی میں اس بیان کی کبھی تردید نہیں کی۔ ہاں ربوہ کے علماء ختم نبوت کی تعریف میں ایچا پیچیاں پیدا کرتے رہے اور کبھی انہیں اس دائرہ کے اندر ہی رہنے دیتے رہے۔ اب بھی اس مسئلے پر اس جماعت میں بڑا انتشار ہے اور ذہن صاف نہیں۔ مسلمانوں کے دیگر علماء جو خود بھی ختم نبوت کے مسئلہ میں انتشار کا شکار ہیں اور رسول اللہ کے بعد ایک صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی کے آنے کے منتظر بیٹھے ہیں۔ احمدیوں کے خلاف کفر کے فتوے صادر کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ۱۹۵۳ء میں انہوں نے ایک ایسی خلاف احمدیت تحریک اٹھا کر ملک میں ایسا اودھم مچایا جس سے پاکستان کے تمام گوشے ہل گئے اور قریب تھا کہ یہ ملک ہی ہاتھ سے جاتا رہتا کہ حکومت نے مارشل لا لگا کر شر پسندوں کے عزائم کو ملیا میٹ کر دیا۔ کئی شورش پسندوں کی گرفتاریاں ہوئیں اور فوجی عدالتوں میں بڑی سنگین سزائیں بھی سنائی گئیں جو بعد میں قید کی شکل میں تبدیل کر دی گئیں اور بالآخر انہیں رہا کر دیا گیا اس میں اتلاف جان و مال بھی ہوا۔ ۱۹۵۳ء میں ہائیکورٹ کے چیف جج کی صدارت میں ایک کمیشن مقرر کیا گیا اور اس کمیشن نے تحریک احمدیت اور اس کی مخالف تحریکوں کا مکمل جائزہ لیا اور اس تحقیقات کے دوران بہت سی جماعتوں اور افراد کے کردار سے پردے اٹھائے اور ان کا جو منظر لوگوں کے سامنے آیا وہ نہ احمدیوں کے غالی فرقہ کے لئے نہ ان کے مخالفوں کے لئے، نہ علماء کے لئے، نہ مشائخ کے لئے وجۂ تبریک ہے۔ اس کمیشن کی رپورٹ ایک ضخیم کتاب کی شکل میں منظر عام پر آ چکی ہے اور اس کو پڑھ کر ہر ایک آدمی ان اسباب اور وجوہات کو معلوم کر سکتا ہے جن کی بنا پر احمدیت کو زجر و توبیخ کا نشانہ بنایا گیا اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح یہ نشانہ بنانے والے خود موردِ الزام بن گئے۔ اس رپورٹ کو پڑھ کر ہر منصف مزاج انسان تمام فرقوں کے لیڈروں کو یہ شعر سنا دینے میں حق بجانب ہوگا۔ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ بندِ قبا دیکھ

اس رپورٹ نے تمام افراد اور جماعتوں کا جو حلیہ اپنے صفحات میں ثبت کیا ہے اور جس خوبصورتی کے ساتھ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان لوگوں کے خدوخال کے نقشے کھینچے ہیں وہ ایسے صحیح مثبت اور واضح ہیں کہ زمانہ ان کو کبھی مٹا نہ سکے گا۔ ان کی موجودگی میں آج تک کہ اب جولائی ۱۹۷۳ء ہے کسی مولوی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ پھر فرقہ وارانہ تعصبات کی آگ خود بھڑکائے یا لوگوں کے سفلی جذبات کو مشتعل کرنے میں ابتدا کرے۔

پاکستان کے خلاف ایک خطرناک سازش

اب جو دوبارہ فرقہ وارانہ سوال اٹھایا جا رہا ہے تو اس کی ابتداء ان معاندین تحریک احمدیت کی طرف سے نہیں ہو رہی جو ۱۹۵۳ء میں فسادات کا موجب بنے تھے۔ اب اس کی ابتداء درحقیقت اس سازش کا ایک حصہ ہے جو اس وقت بیرون ملک بعض دشمن عناصر نے تیار کی ہے اور جس کے لئے مال و زر بھی کثیر تعداد میں خرچ کیا جا رہا ہے اور دشمن کے جاسوسوں کی بھی اس ملک میں کثرت سے آمد و رفت ہے اور اس ملک کے اندر بھی ایسے شرپسند عناصر موجود ہیں جو بیرونی دشمن کی تیار کردہ سازش میں برابر کے شریک ہیں۔ بیرونی دشمنوں کے ماہرین نفسیات نے منیر رپورٹ کو پڑھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہاں فسادات اور اضطرابات پیدا کرنے کے لئے سب سے آسان طریق یہ ہے کہ فرقہ وارانہ تعصبات کو بڑھایا جائے۔ ۱۹۵۳ء میں احمدیت کے مخالف اپنے موقف کی تائید میں الہیات کے چند فارمولے پیش کرتے تھے۔ لیکن بیرونی دشمن کے ماہرین نفسیات نے اپنا منصوبہ آزاد کشمیر میں سرحد کے پار سے درآمد کیا ہے یہ دشمنانِ پاکستان صرف ووٹوں کی اکثریت پر انحصار کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آزاد کشمیر کی اسمبلی کے ایک ممبر نے وہاں کے صدر کے اشارہ سے ۲۴ ممبران کے ہاؤس میں صرف بارہ ممبروں کی موجودگی میں ایک قرارداد پیش کر دی اور وہاں بیٹھے ہوئے صرف بارہ ممبران کی آواز سے پاس کرا لیا۔ حزب اختلاف کے ممبران نے قانون ساز اسمبلی کا بائیکاٹ کیا ہوا تھا اس لئے وہ غیر حاضر تھے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے ایک خاندان کے چند ممبران اپنے کسی کمرے میں بیٹھ کر کسی اہم بین الاقوامی مسئلے

کا حل پیش کر رہے ہوں۔ قرارداد یہ تھی کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یاد رہے کہ کشمیر اسمبلی کا کوئی رکن احمدی نہیں ہے اور خود آزاد کشمیر میں احمدی کوئی پرابلم پیدا نہیں کر رہے۔ وہاں ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اور وہ کسی قسم کا اشتعال پیدا نہیں کر رہے بالکل خاموش اور بے ضرر سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس قرارداد کا پیش ہونا تھا کہ مولانا مودودی نے آزاد کشمیر کے صدر کو مبارکباد کا تار بھیج دیا۔ مولانا مودودی ایسے ہر موقعہ سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں جہاں ملک میں بدامنی پیدا کئے جانے کا کوئی امکان ہو۔ دشمن کی سکیم یہ تھی کہ اس طریق پر پاس کی ہوئی قرارداد کو اپنے وسائل ابلاغ کے ذریعہ وسیع پیمانے پر نشر کر دیا جائے گا۔ مگر یہ تو حکومت پاکستان ہی کی بیدار مغزی تھی کہ انہوں نے اصلیت کو بھانپ لیا اور صدر آزاد کشمیر سے سختی سے اس شر انگیزی کی جواب طلبی کی۔ اس معاملے میں حزب اختلاف کے بعض اکابر بھی فرقہ وارانہ کشمکش کے مخالف تھے۔ صدر آزاد کشمیر بھی سنبھل گئے کہ انہیں حکومت پاکستان کی تائید حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ وہ اس حرکت سے مورد عتاب ہو گئے اس لئے سردست تو یہ منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا لیکن ہماری صحافت کے ایک طبقہ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارنا شروع کر دیا اور احمدیوں کے خلاف اپنی اس دیرینہ آرزو کا اظہار کرنا شروع کر دیا کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ یہ آگ آہستہ آہستہ سلگائی جا رہی ہے۔ ابھی زیادہ نہیں بھڑکی مگر پاکستان کے سر پر خطرہ منڈلا رہا ہے۔ پاکستان دشمن عناصر کو یہ یقین ہے کہ ان کا یہ حربہ بڑی آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہے کیونکہ جہلا میں مذہبی جنون کثیر مقدار میں موجود ہے۔ اس وقت پاکستان کئی قسم کی سازشوں میں گھرا ہوا ہے۔ سیاسی سطح پر بھی اس سازش کے شرارے بڑے زور سے اٹھ رہے ہیں اور اب مذہب کے نام پر بھی عوام کو ورغلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ خود اس ملک کا محافظ ہے اور اسلام خود اس کا اپنا دیا ہوا دین ہے۔ انشاء اللہ دشمن

خائب و خاسر ہو کر رہ جائے گا۔ اس وقت ہم نے یہ سارا پس منظر اس غرض کے لئے پیش کیا ہے کہ کہیں ہماری جماعت بھی اس سازش کے شعلوں کی لپیٹ میں نہ آ جائے۔ ہمارے ملک کے سیاستدان سیاست کی سطح پر دشمن کا مقابلہ کرتے رہیں گے اور امید ہے کہ مذہب کے نام پر اب جو فتنہ اٹھایا جا رہا ہے اسے بھی وہ فرو کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس موقعہ پر ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ واضح اور کھلے الفاظ میں اپنوں اور غیروں کو متنبہ کر دیں کہ

(۱) ہماری جماعت ہی دنیائے اسلام میں ایک واحد جماعت ہے جو صحیح معنوں میں بغیر کسی ایچا پیچی اور تاویل و تعبیر کے یقین کرتی ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد نبوت بالکل ختم ہے اور کوئی نبی نہ نیا نہ پرانا اب اس کرہ ارض پر مبعوث نہیں ہو سکتا اور ہمارے بانیٔ سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے یہ واضح کر دیا ہوا ہے کہ ختم نبوت کے بعد نہ کسی نئے نبی کا اب ظہور ہو سکتا ہے نہ کسی پرانے نبی کا نئے نبی کے ظہور کے ماننے والوں یا پرانے نبی کی بعثت کے علمبرداروں میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ جو لوگ اس امت میں سے کسی فرد کو نبی بنا کر پیش کرتے ہیں وہ بھی ختم نبوت کے عقیدے پر ضرب کاری لگا رہے ہیں اور جو کسی پرانے نبی کے ظہور ثانی پر اعتقاد رکھتے ہیں وہ بھی ختم نبوت کے قلعہ کو مسمار کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اگر ایک فریق کو اس وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج کرنا ضروری سمجھا جا رہا ہے کہ وہ ختم نبوت کا منکر ہے تو دوسرے فریق کی بھی بالکل یہی کیفیت ہے اور وہ بھی اسی سلوک کا مستحق ہے۔ ایک فریق سے ہماری جماعت کو یہ بھی گلہ ہے کہ وہ بانیٔ سلسلہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ دوسرا فریق بھی ہماری جماعت سے بہت بڑا عناد رکھتا ہے۔ ہمیں کسی فرد یا جماعت کی رضا منظور نہیں۔ ہم صرف مولائے حقیقی کی رضا کے طالب ہیں۔ لاتخشوھم واخشونی کا حکم ہر وقت ہمارے

مدنظر رہتا ہے۔ ہم نے اس مضمون میں ختم نبوت کے متنازع مسئلہ کا پس منظر اسی لئے پیش کر دیا ہے تاکہ لوگ ہماری روش سے پوری طرح آگاہ ہو جائیں۔ ویسے تو یہ مسئلہ ہمارے لٹریچر میں اس کثرت سے زیر بحث آیا ہے کہ اس پر مزید کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔

اس خطہ زمین میں رہنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ پاکستان کے خلاف جو سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے اس سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کریں اور اندرونی تعصبات سے ملک و ملت کو بچائیں ورنہ یہ ملک اس وقت سخت خطرے میں ہے۔ یہاں کے ہر فرد بشر کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہماری جماعت جو سیاست میں حصہ نہیں لیتی ضرورت ہے کہ وہ سیاسی لوگوں کے کسی پھندے میں نہ پھنس جائیں اور سازش کا کوئی اڈہ ہماری طرف نہ بڑھ آئے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

خواتین احمدیہ کراچی کا ہفتہ وار جلسہ

مورخہ ۳ر جولائی ۱۹۷۳ء بروز منگل ۵½ بجے شام خواتین کا جلسہ زیر صدارت بیگم خواجہ ایس احمد صاحب منعقد ہوا۔ جس میں خواتین نے تنظیمی امور پر تبادلۂ خیالات کیا۔ اور بالاتفاق یہ فیصلہ کیا۔ کہ بجائے منگل کے بروز بدھ جبکہ اس روز حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب کا درس بھی ہوتا ہے۔ خواتین کا جلسہ منعقد ہوا کرے تاکہ مردوں میں درس کی شمولیت کی وجہ سے خواتین کو جلسہ میں شمولیت کی سہولت ہو۔ اس فیصلہ کے مطابق خواتین کراچی نوٹ کر لیں کہ آئندہ ان کا جلسہ بدھ کے دن ۵½ بجے منعقد ہوا کرے گا۔

اس کے علاوہ محترم بزرگ جناب شیخ عبدالحق صاحب مانٹر اسلام نے خواتین سے خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ جس طرح ایک مرد خداوند تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور بڑے اجر کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مومن عورتیں بھی شریعت اسلام پر چل کر اپنا تزکیہ نفس کرنے سے خدا کی مقرب ہو سکتی ہیں۔ آپ نے بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دیا کہ کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ میں کونسا عمل کروں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ماں کی خدمت کرو اس نے پھر پوچھا تو آپ پھر فرمایا ماں کی خدمت کرو۔ اسی طرح اس نے تین بار سوال کیا۔ آپؐ نے جواب میں وہی فرمایا۔ چوتھی مرتبہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا باپ کی بھی خدمت کرو۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اسلام نے عورت کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اگر کسی کا مرتبہ بلند ہوگا تو اس کی ذمہ داری بھی بڑھ جائے گی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مولینا

اگر احمدی خواتین اسلام کے مطابق سادگی اختیار کریں اپنی زندگیاں اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق بسر کریں تو وہ دوسری خواتین کے لئے موجودہ دور میں قابل رشک نمونہ ثابت ہوں گی اور اللہ تعالےٰ انہیں دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اس کا نیک اثر اولاد پر بھی پڑے گا اس کے بعد جلسہ کی کارروائی دعائے خیر کے ساتھ ختم کر دی گئی۔

محمد بیدار احمدی
جائنٹ سیکرٹری جماعت کراچی

بقیہ اخبار احمدیہ از ص۲

شادی — یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم و مغفور کی صاحبزادی عزیزہ بشریٰ آفتاب کی شادی ۷ر جولائی کو لفٹننٹ ہادی رضوی کے ساتھ عمل میں آئی، لفٹننٹ ممدوح مولینا ممدوح کے عزیزوں میں سے ہیں۔

ہم اس مبارک تقریب پر بیگم صاحبہ مولینا آفتاب الدین احمد اور دیگر تمام اعزا و اقارب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت فرمائے۔

میاں غلام حیدر صاحب تمیم

امام جماعت ربوہ کے ایک خطبہ پر نظر

جناب مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت ربوہ کا خطبہ مقام ختم نبوت یعنی مقام محمدیت اخبار الفضل میں شائع ہوا ہے اور اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا ہے جو آج کل احباب ربوہ کے چھوٹے بڑوں کے ہاتھوں میں دیکھا جا رہا ہے جسے بڑی گرم جوشی سے عوام میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس خطبہ میں صاحبزادہ صاحب نے مقام محمدیت کی ایک نئی تشریح اور ختم نبوت کی ایک نئی تفسیر فرمائی ہے۔ اس میں اپنے عقائد کی بھی پورے طور پر وضاحت کی ہے۔ کہ خاتم النبیین سے مراد نبوت نہیں۔ اور ساتھ ہی عام مسلمانوں کو بھی بہلایا ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے حضرت رسول کریمؐ کو کن معنوں میں آخری نبی کہا ہے، اور ختم نبوت کی کیا توجیہہ فرمائی ہے۔ وہ اُن کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:۔

"قرآن کریم نے جہاں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہہ کر رسالت کے مقام پر تمام رسل اور تمام انبیاء کے برابر کھڑا کر دیا۔ وہاں آپ کو ایک اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا۔ جس کا ذکر سورۂ احزاب کی آیت ۴۱ (ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیءٍ علیما ۔ ناقل) میں موجود ہے۔ اس لحاظ سے آپ رسول بھی ہیں۔ اور خاتم الانبیاء بھی ہیں۔ خاتم الانبیاء یا ختم المرسلین۔ ختم نبوت یا ختم رسالت کا جو مقام ہے اسے اسلامی اصطلاح میں مقام محمدیت کہتے ہیں۔ اور اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں۔"

اس کے متعلق آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں۔ یہاں تو صرف اصل مقصد بیان کرنے سے پہلے میدان ہی ہموار کیا جا رہا ہے۔ تاکہ عوام خاتم النبیین خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین وغیرہ کے الفاظ پڑھ کر مطمئن ہو جائیں آگے فرماتے ہیں:۔

"اصل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیدا کرنے والے ربّ کے حضور جو منفرد مقام حاصل ہے اس کے اظہار کے لئے آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ خاتم النبیین یعنی مقام محمدیت قرب اتم کا مقام ہے، یہ شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے۔ دوسرا کوئی بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"اور دوسرے آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس جہت سے آپ بے مثل د مانند ہیں۔ اور کوئی رسول آپ کے ہم پلہ نہیں۔ اس مقام محمدیت کے لحاظ سے آپ تمام رسولوں میں منفرد و ممتاز ہیں۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"آپ (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) محض ایک رسول ہی نہیں بلکہ آپ خاتم النبیین کے ارفع مقام کے لحاظ سے کسی اور نبی کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اس ارفع و اعلٰے مقام کا دعویدار بنے۔ اس میں آپ منفرد ہیں۔ آپ کا مقام خدائے ذوالجلال کے دائیں جانب عرش ربّ کریم پر ہے۔ جسے ہم مقام محمدیت کہتے ہیں۔ اس معنے میں حقیقتہً آپ ایک عظیم الشان آخری نبی ہیں، اور ہم علیٰ وجہ البصیرت آپ کے آخری نبی ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ آخری مقام جو آپ کو معراج میں دکھلایا گیا ہے۔"

خلیفہ صاحب نے واشگاف الفاظ میں آخری نبی کے معنوں کی وضاحت کر دی۔ کہ وہ مقام محمدیت پر پہنچنے کی وجہ سے آخری نبی ہیں۔ اسی موقف کا انہوں ...... نے خطبہ میں بار بار اعادہ تقریباً اسی مفہوم میں کیا ہے۔ اور خلاصہ بھی یہی بیان کیا ہے:۔

"خلاصہ کلام یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مقام محمدیت میں منفرد ہیں آپ کے سوا کسی شخص کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور روحانی رفعتوں کے لحاظ سے آپ آخری نبی ہیں۔"

معلوم ہوا کہ جناب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے نبیوں کے ختم کرنے والا آخری نبی نہیں۔ بلکہ مقام محمدیت کے ارفع مقام پر پہنچنے کی وجہ سے وہ آخری نبی ہیں ویسے سلسلہ نبوت تو جاری رہے گا (جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے ظاہر ہے)۔ "لیکن آئندہ بھی کوئی نبی یہ ارفع مقام حاصل نہیں کر سکے گا۔"

قرآن شریف۔ احادیث

اور اقوال آئمہ نے جو خاتم النبیین کے معنے کئے ہیں۔ جن کی ملت اسلامیہ متفقہ طور پر قائل ہے کہ حضرت رسول کریم ان معنوں میں آخری نبی ...... ہیں۔ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ صاحبزادہ صاحب نے ان کو قطعی طور پر نظر انداز کر کے نئے معنے اختراع کئے ہیں۔ آگے اور ملاحظہ فرمایئے:۔

"مقام محمدیت عرش ربّ کریم ہے (معلوم نہیں۔ کہ یہ عرش ربّ کریم اب کہاں واقع ہے۔ ایک کشفی نظارے کو حقیقت بنایا جا رہا ہے۔ ناقل)۔ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کوئی شخص روحانی رفعتوں کو حاصل کرتے کرتے ساتویں آسمان (جس پر حضرت رسول کریم معراج کی رات میں کشفاً پہنچے۔ ناقل) تک پہنچ جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں جگہ پائے۔ تب بھی آپؐ کے آخری نبی ہونے میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ کیونکہ آپ کا مقام تو بہت بلند ہے۔ آپ آخری مقام یعنے مقام محمدیت پر فائز ہیں، اور یہ وہ مقام ہے جس کے بعد کوئی اور روحانی مقام نہیں ہے۔"

یعنے رسول کریمؐ کے بعد باب نبوت مسدود نہیں۔ حضرت رسول کریم کے بعد بھی نبی آ سکتے ہیں اور اپنی رفعتوں کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں جگہ بھی پا سکتے ہیں۔ بلکہ اس مقام سے بھی اُوپر جا سکتے ہیں۔

اس تمام خطبہ کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین یا آخری نبی ہونے کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ آپ ایک ایسے بلند مقام پر پہنچے ہیں جہاں اور کوئی نبی نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی آئندہ کوئی نبی اس ارفع مقام پر پہنچے گا۔ اس ارفع مقام کے حاصل کرنے میں وہ آخری نبی ہیں۔ ویسے رسول کریم کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ لیکن بعد میں کوئی نبی وہ مقام حاصل نہیں کر سکے گا۔ غور فرمایئے۔ کہ حضرت رسول کریم کو آخری نبی کہہ کر مسلمانوں کو کتنا مغالطہ دیا جا رہا ہے۔ اس تمام خطبہ میں کسی جگہ بھی صاحبزادہ صاحب نے خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں کئے کہ حضرت رسول کریم ان معنوں میں خاتم النبیین ہیں۔ کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور آپؐ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے۔ پھر بار بار اپنے خطبہ میں رسول کریم کو آخری نبی قرار دینا مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدہ کا مذاق اُڑانا ہے۔

اس خطبہ میں ایک اور دلچسپ بات بھی ناصر احمد صاحب نے فرمائی ہے۔ تمام خطبہ میں جناب نے بڑے دھڑلے سے ختم نبوت اور خاتم النبیین کے معنے جو اُوپر عرض کئے گئے ہیں، پیش کئے ہیں۔ اس سلسلہ میں سورۃ الاحزاب آیت ۴۱ کے آخری الفاظ وکان اللہ بکل شیءٍ علیما سے استدلال کرتے ہوئے تشریح فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ

میں فرمایا ہے کہ خاتم النبیّین کے خود معنے نہ کرنا ختم نبوت کے معنے تمہارا پیدا کرنے والا رب تمہیں خود بتا دے گا۔ اگر خود معنے کرو گے۔ تو غلطی کھاؤ گے۔"

حضرت رسول کریم نے اس آیت کے معنے کئے ہیں۔ قرآن شریف نے خود معنے کئے ہیں۔ احادیث میں اس کے معنوں کی تشریح موجود ہے۔ اقوال آئمہ میں اس کی تصریح کثرت سے پائی جاتی ہے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تقریباً اپنی ہر ایک تصنیف میں اس آیت کے معنے کثرت سے درج کئے ہیں بلکہ انہوں نے خدا سے وحی پا کر اس آیت کے وہی معنے کئے۔ جو عام مسلمانوں میں رائج ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آج ناصر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ اس آیت کے معنے خود نہ کرو۔ ورنہ غلطی کھاؤ گے، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خاتم النبیّین کے جو معنے خود رسول کریم صلعم نے کئے، آئمہ اُمت اور حضرت مسیح موعودؑ نے کئے وہ غلط ہیں؟ اور انہیں خود معنے کرنے کی وجہ سے غلطی لگی ہے؟

ناطقہ سر بہ گریباں ہے کہ اسے کیا کہئے

سوال یہ ہے کہ جناب نے جو ختم نبوت پر لیکچر دیا ہے اور ختم نبوت کے جو معنے بیان کئے ہیں ان کو کیسے صحیح سمجھا جائے۔ جب ان کو اپنے معنوں پر بھی یقین نہیں تو پھر ایک نئے معنے کی اختراع کر کے اُمت محمدیہ میں ایک اور فتنہ کھڑا کرنا کہاں تک مناسب ہے صاحبزادہ صاحب کا موقف تو حضرت مسیح موعود کے عقائد کے سراسر خلاف ہے جیسا کہ آگے دکھلایا جاوے گا۔ بلکہ وہ اپنے والد صاحب کی بھی جنہیں وہ مصلح موعود بھی مانتے ہیں مخالفت کر رہے ہیں۔

جناب میاں محمود احمد صاحب اس آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّین وکان اللہ بکل شئی علیما کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اس آیت میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیّین ہیں۔ اور آپؐ کے بعد کوئی شخص نہیں آئے گا۔ کہ جس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جاوے .... آپ کی نبوت نہ صرف اس زمانہ کے لئے ہے۔ بلکہ آئندہ بھی کوئی نبی اور نہیں آئے گا۔"

اور کان اللہ بکل شئی علیما کی تفسیر کرتے ہوئے جس سے صاحبزادہ صاحب استدلال کرتے ہیں۔ کہ خاتم النبیّین کے معنے خود نہیں کرنے چاہئیں۔ میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:-

"اس آیت میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ کان اللہ بکل شئی علیما ...... اصل بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے خاتم النبیّین ہونے کے متعلق ایک پیشگوئی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے دنیا میں سینکڑوں نبی گذرے ہیں، جن کو ہم جانتے ہیں........ مگر آنحضرت صلعم کے بعد تیرہ سو برس گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوےٰ کر کے کامیابی حاصل نہیں کی .... مگر آپ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شئی علیما۔ یعنے ہم نے آپ کو خاتم النبیّین بنایا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا اور کوئی جھوٹا آدمی بھی ایسا دعویٰ نہیں کر لے گا۔ کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا ردّ کسی سے ممکن نہیں" (تشحیذ الاذہان۔ اپریل ۱۹۱۰ء)

ناصر احمد صاحب کے والد صاحب نے خاتم النبیّین کے وہ معنے کئے ہیں جو ملّتِ اسلامیہ میں متفقہ طور پر تسلیم شدہ ہیں۔ اور کان اللہ بکل شئی علیما سے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ خداوند تعالےٰ جانتا ہے کہ رسول کریم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن اس آخری آیت سے جو صاحبزادہ صاحب نے استدلال کیا ہے کہ خاتم النبیّین کے خود معنے نہ کرو۔ دھوکا کھاؤ گے۔ کہاں تک تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔ اب احباب ربوہ ہی فیصلہ کریں کہ ان کے کون سے امام کی تفسیر درست ہے۔ یہاں میاں صاحب مرحوم کی ایک تحریر بھی دلچسپی کا باعث ہو گی:-

"اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیّین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا" (الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء)

قارئین نے ناصر احمد صاحب کی ختم نبوت یا مقامِ محدیت یعنی خاتم النبیّین کی تفسیر تو ملاحظہ فرمائی۔ لیکن کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ وہ لگے ہاتھوں خاتم الکتب کے معنوں سے بھی اپنی جماعت کو مستفیض فرماتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد ہے:-

"قرآن خاتم الکتب ہے۔ اور آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء اور نبوت ختم ہو چکی" (الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء)

اگر ختم نبوت کے معنے بقول ناصر احمد صاحب ارفع مقام ہی حاصل کرنے کے ہیں۔ تو خاتم الکتب کے معنے کیا ہوئے کیا جناب اس کے معنے یہی کریں گے کہ قرآن شریف بڑے بلند مقام کی اونچی مذہبی کتاب ہے۔ لیکن اس کے بعد اور مذہبی کتابیں خدا کی طرف سے نازل ہو سکتی ہیں۔ گو ان کا مقام قرآن شریف سے کم ہو گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب ایک غلط عقیدہ تراشا جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر جو دیوار قائم کی جائے وہ کج ہی ہوتی ہے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

مقامِ محدیت کی اسلامی اصطلاح صاحبزادہ صاحب کے معنوں میں نئی اختراع ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کشفی نظارہ پر انحصار کر کے مقامِ محدیت کی نئی اختراع تجویز کر لی ہے۔ قرآن شریف نے حضرت رسولِ کریم کو یبعثک ربک مقاماً محموداً کا مقام عطا کیا ہوا ہے اور اس مقامِ محمود سے مراد شفاعت عظمیٰ ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا کر دے گا جس سے مراد شفاعت ہی لی گئی ہے۔

مقامِ محدیت اور ختمِ نبوت حضرت رسولِ کریم صلعم کی دو الگ الگ خصوصیات بھی ہو سکتی ہیں، اور ان کا ایک دوسرے میں مدغم کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ دونوں الگ الگ مراتب ہیں۔ اور دونوں کی شانیں الگ الگ ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مقامِ محدیت یا دوسرے الفاظ میں شانِ محمدؐ بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ اسی طرح ختم نبوت کی خصوصیت بھی حضرت رسول کریمؐ سے ہی مخصوص ہے۔ اور یہ الگ رتبہ ہے۔ کہ آپ خاتم النبیّین ہیں۔ اور آپؐ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہو گیا اور آپؐ کے بعد حقیقی معنوں میں کوئی نبی نہیں آ سکتا اور نہ ہی کوئی انسان اس مُہر کو توڑ کر نبی ہی بن سکتا ہے۔ ان معنوں میں حضرت رسولِ کریمؐ آخری نبی ہیں۔ اور یہی ملّتِ محمدیہ کا متفقہ عقیدہ ہے۔

صاحبزادہ صاحب نے ایک کشفی نظارہ کی بناء پر حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محدیت کی فضیلت تو دی۔ لیکن حضرت رسولِ کریم صلعم نے خود اپنی فضیلت خاتم النبیّین ہونے کی وجہ سے بیان کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضلت علی الانبیاء بستۃ یعنے نبیوں پر مجھے چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔ جن میں آخری وجہ یہ بیان فرمائی وختم بی النبیون اور نبی میرے ساتھ ختم کئے گئے۔ اسی طرح آخری نبی ہونے میں بھی فضیلت ہے۔ ایک روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ھل غمک ان جعلتک اٰخر النبیین۔ کیا تجھے اس بات کا غم ہے کہ میں نے تجھ کو سب نبیوں سے آخر رکھا ہے۔ قلت یا ربّ لا نبی کریم صلعم نے عرض کیا نہیں۔ غور فرمایئے کہ ارفع اور اتم مقام پر پہنچنے سے تو حضرت نبی کریم صلعم کو رنج نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ غم تو اس وجہ سے تھا کہ آپؐ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں۔ جو آپ کی اُمت کی اصلاح کرے۔ اسی غم کی وجہ سے حضورؐ نے دُعا کی جو قبول ہوئی۔ اور آپ کی اُمت کی اصلاح کے لئے سلسلۂ مجددیت کا وعدہ دیا گیا۔ (باقی۔ باقی)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (مینیجر)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۸ ر جولائی ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳ ۔ شمارہ ۲۹

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ ـ مورخہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۷۳ء | نمبر ۳۰

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ

ترقی اور بصیرت حاصل کرنے والے لوگوں میں شمولیت کی دُعا

اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا ہے کہ میں دینے کیلئے تیار ہوں اگر تو لینے کیلئے تیار ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ گرامی

علم کے تین مدارج ہیں علم الیقین ـ عین الیقین ـ حق الیقین ـ مثلاً ایک جگہ سے دھواں نکلتا دیکھ کر آگ کا یقین کر لینا علم الیقین ہے ـ لیکن خود آنکھ سے آگ کا دیکھنا عین الیقین ہے ـ ان سے بڑھ کر درجہ حق الیقین کا ہے ـ یعنی آگ میں ہاتھ ڈال کر جلن اور حرارت سے یقین کر لینا کہ آگ موجود ہے ـ پس وہ شخص کیسا بد قسمت ہے ـ جس کو ان تینوں میں سے کوئی درجہ حاصل نہیں ـ اس آیت کے مطابق جس پر اللہ کا فضل نہیں ـ وہ کورانہ تقلید میں پھنسا ہوا ہے ـ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ـ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (س ۲۱) جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریگا ہم اس کو اپنی راہیں دکھلادیں گے ـ یہ تو وعدہ ہے ـ اور ادھر یہ دُعا ہے کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ـ سو انسان کو چاہیئے کہ اس کو مدنظر رکھ کر نماز میں بالحاح دُعا کرے اور تمنا رکھے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہو جاوے ـ جو ترقی اور بصیرت حاصل کر چکے ہیں ـ ایسا نہ ہو کہ اس جہان سے بے بصیرت اور اندھا دھند اُٹھایا جاوے چنانچہ فرمایا من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی (س ۱۵) کہ جو اس جہان میں اندھا ہے وہ اُس جہان میں بھی اندھا ہے ـ جس کی منشاء یہ ہے کہ اُس جہان کے مشاہدے کے لئے اِس جہان سے ہم کو آنکھیں لے جانی ہیں ـ آئندہ جہان کو محسوس کرنے کے لئے حواس کی تیاری اسی جہان میں ہوگی ـ پس کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرے اور پورا نہ کرے ـ اندھے سے مراد وہ ہے جو روحانی معارف اور روحانی لذات سے خالی ہے ـ ایک شخص کورانہ تقلید سے کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوگیا ـ مسلمان کہلاتا ہے ـ دوسری طرف اسی طرح ایک عیسائی عیسائیوں کے ہاں پیدا ہو کر عیسائی ہوگیا ـ یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کو خدا اور رسُول اور قرآن کی کوئی عزت نہیں ہوتی ـ اس کی دین سے محبت بھی قابلِ اعتراض ہے ـ خدا اور رسول کی ہتک کرنے والوں میں اس کی گذران ہوتی ہے ـ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایسے شخص کی روحانی آنکھ نہیں ـ اس

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

بحرِ حکمت کے موتی

نبی کریم صلعم کا طریقِ تخاطب

عن انس بن مالکٍ رضی اللہ عنہ قال لم یکن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم سبّاباً ولا فحّاشاً ولا لعّاناً کان یقول لاحدنا عند المعتبۃ مالہ ترب جبینہ ـ

ترجمہ:ـــ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ گالی دیا کرتے تھے اور نہ بد زبان تھے اور نہ لعنت کرنے والے ہم میں سے کسی پر عتاب کرتے تو فرماتے اسے کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلود ہو ـ

نوٹ ـ از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:ـ

پیشانی کا خاک آلود ہونا اچھی دعا بھی ہے کیونکہ انسان جب خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کرتا ہے تو اپنی پیشانی مٹی پر رکھ دیتا ہے اور یہ فقرہ عام محاورہ میں ہلکے زجر کے رنگ میں استعمال ہوتا ہے بد دُعا کے طور پر نہیں ـ (فضل الباری)

(بقیہ صفحہ ۱ کالم ۱) میں محبت دین نہیں ـ ورنہ محبت والا اپنے محبُوب کے برخلاف کیا کچھ پسند کر سکتا ہے؟ غرض اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے ـ کہ میں تو دینے کے لئے تیار ہوں ـ اگر تو لینے کے لئے تیار ہے ـ پس یہ دعا کرنا ہی اس ہدایت کو لینے کی تیاری ہے ـ (ملفوظات تمام منظور الٰہی صـ ۳۲ ـ ۳۳)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں ـ"

میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دُوں گا"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱ ـ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پُرانا ـ

۲ ـ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی ـ

۳ ـ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں ـ

۴ ـ سب مجددینِ اُمت کو ماننا ضروری ہے

۵ ـ کوئی کلمہ گو کافر نہیں ـ

۶ ـ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا ـ

۷ ـ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحادِ ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے ؎

میاں غلام حیدر صاحب میمن

امام جماعت ربوہ کے ایک خطبہ پر نظر

(۲)

جناب! مقام محدّثیت یا مقام ختم نبوّت کی نئی اختراع نہ کر کے مسلمانوں اور خصوصاً جماعت احمدیہ پر رحم کیجئے۔ ہم پہلے ہی ظلی اور ... اصطلاحات سے نپٹ نہیں سکے اور اب آپ ایک نئی اختراع شروع کر رہے ہیں۔

تمام امت محمدیہ نے لفظ خاتم النبیّین سے ایک ایسے اجماعی رنگ میں جس کی نظیر بہت کم نظر آتی ہے۔ یہی مراد لی ہے کہ آپ سلسلۂ نبوّت کی آخری کڑی ہیں، اور عمارت نبوّت کی آخری اینٹ۔ اس اجماعی عقیدہ میں رخنہ ڈالنے کا سہرہ جماعت ربوہ پر ہے۔ قرآن شریف نے خود خاتم النبیّین کی تفسیر الیوم اکملت لکم دینکم میں کر کے سلسلۂ نبوّت کو ختم کر دیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے انا خاتم النبیّین لا نبی بعدی کہہ کر صاف کر دیا۔ کہ خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی ہے۔ یعنے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت رسولِ کریمؐ سے کم از کم چالیس وہ حدیثیں مروی ہیں جن میں خاتم النبیّین کے معنے نبیوں کے ختم کرنے والا ہی لئے گئے ہیں ضعیف سے ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کی جا سکتی جن میں خاتم النبیّین کے معنے اجرائے نبوّت کے کئے گئے ہوں بلکہ کسی صحابی کا قول بھی اس کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کسی امام، مجدّد، محدّث و ائمہ نے بھی خاتم النبیّین کے اور کوئی معنے نہیں کئے۔ یہاں تک کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدّدِ وقت اور مسیح موعودؑ جن کو نبی بنانے کے لئے یہ تمام پاپڑ بیلے جا رہے ہیں انہوں نے بھی کبھی خاتم النبیّین کے معنے نبیوں کا ختم کرنے والا کے سوا نہیں کئے البتہ حضرت مرزا صاحب نے عام مسلمانوں نے اس غلط خیال کی اصلاح کی ہے کہ حضرت رسول کریمؐ کے خاتم النبیّین ہونے سے یہ بھی مراد لے لی گئی ہے کہ آپ کے بعد سلسلہ مکالمہ مخاطبہ یعنی وحی ولایت جو اولیاء کرام سے ہوتی ہے وہ بھی منقطع ہو گئی ہے۔ حضرت صاحب نے اس خیال کی تردید کی اور کہا کہ مکالمہ مخاطبہ اس امت میں جاری ہے اور قیامت تک جاری رہیگا اس اُمّت کے ہزارہا اولیاء کرام مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت شدہ مشہور حدیث رجال یکلمون من غیران یکونوا انبیاء یعنی ایسے لوگ پیدا ہوتے رہینگے جن سے کلامِ الٰہی ہوتا ہے حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے۔ یہ مکالمہ مخاطبہ کا مقام محض رسول کریم کی کامل پیروی اور اتباع اور فیض سے ...... حاصل ہوتا ہے اور ایسا انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہی خصوصیت حضرت رسولِ کریم کے خاتم النبیّین ہونے میں ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہے۔ حضورؐ کی پیروی، اِتباع اور فیض سے اُمّتِ محمّدیہ میں ہزاروں لوگ ولی کئے گئے۔ یہی وہ حضرت رسولِ کریمؐ کی مُہر ہے یا دوسرے الفاظ میں قوّتِ قدسی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے بعد ان کی پیروی سے رُوحانی فیض حاصل کیا جاتا ہے۔ یہی مرتبہ ولایت ہے جس سے اس اُمّت میں اور کوئی بلند مرتبہ نہیں۔ صوفیائے کرام نے اور حضرت مرزا صاحب نے اس ولایت یا محدّثیت کو ہی ظلّی اور بروزی نبوّت کہا ہے "ولایت کامل طور پر ظلِّ نبوّت ہے" "واہلِ دل ہا بریں متفق اند کہ ولایت ظلّ نبوّت است"۔ چونکہ ظلّی اور بروزی غیر نبی ہوتا ہے اس لئے ان کے آنے سے مہرِ نبوّت نہیں ٹوٹتی۔ اس آیت وما کان محمّد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیّین کا یہی مطلب ہے کہ گو آپ کسی کے جسمی باپ نہیں لیکن آپؐ کی روحانی اولاد قیامت تک قائم رہے گی۔ جس سے آپؐ کا نام اور رتبہ قیامت تک بلند اور زندہ رہے گا۔

میں نے اوپر عرض کی ہے۔ کہ وہ آخری نبی تھے۔ اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضور کی کوئی تحریر ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں انہوں نے خاتم النبیّین کے کوئی اور معنے کئے ہوں۔ یہ معنے بھی انہوں نے خداوند تعالےٰ سے وحی پا کر کئے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱) "یہ وہ علم ہے۔ جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوّت کے دروازے خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رُو سے آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قدیم نبی"

(سراجِ منیر صفحہ ۲-۳)

خداوند تعالےٰ نے حضور پر بذریعہ وحی کھولا ہے کہ خاتم النبیّین کے معنے انقطاعِ نبوّت کے ہیں۔ اور کوئی نبی رسولِ کریم صلعم کے بعد نہیں آ سکتا۔ خداوند تعالےٰ نے اپنے مامور کو یہ معنے سمجھائے ہیں۔ اس کے بعد خاتم النبیّین کے کوئی اور معنوں کی اختراع کسی اور طرح سے بھی جائز نہیں۔

جب خداوند تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو یہ معانی بذریعہ وحی بتلا دیئے تھے تو حضرت صاحب نے اس وجہ سے پُر یقین ہو کر خانۂ خدا مسجد میں قسم اُٹھا کر اعلان کیا کہ:۔

(۲) "اور دوسرے الزامات جو میرے پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری ہے۔ معراج کا منکر اور نیز نبوّت کا مدعی اور ختمِ نبوّت سے انکاری ہے یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلِ سنّت والجماعت کا مذہب ہے .... اب میں مندرجہ ذیل اُمور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوّت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوّت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم ص۲۳۲)

جب مامور من اللہ مسجد میں کھڑے ہو کر قسم اُٹھا کر اعلان کرتا ہے کہ ختم نبوّت کی وجہ سے کوئی نبی نہیں آ سکتا، اور نہ وہ مُدّعی نبوّت ہیں، تو اس قسم کے بعد کوئی خاتم النبیّین کے کوئی اور معنے بیان کرے تو وہ نعوذ باللہ مامورِ خدا کی قسم کو جھٹلاتا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے ختم نبوّت یا خاتم النبیّین یا خاتم الانبیاء کے ہمیشہ آخری نبی ہی مراد لئے ہیں۔ اور سلسلۂ نبوّت کو ختم کر دینے والے ہی بیان کئے ہیں۔ یہی معنے شروع میں بھی کرتے رہے اور آخر تک بھی یہی کرتے رہے۔ حضرت صاحب کی کوئی تحریر ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں انہوں نے آیت خاتم النبیّین کے کوئی اور معنے کئے ہوں۔ حضرت صاحب کی کوئی تصانیف لیکچر یا مضمون شاید ہی کوئی خالی ہو جس میں خاتم النبیّین کے ان معنوں کا اعادہ نہ کیا ہو۔ حضور کی چند تحریریں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں جو مختلف سالوں کی ہیں:۔

(۳) "قرآن کریم بعد خاتم النبیّین کے کسی رسُول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پُرانا"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

(۴) "کیونکہ یہ بات اللہ عزّ وجلّ کے اس قول کے مخالف ہے جو آیت ذیل میں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی کے باپ نہیں، مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو بغیر استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے بطور تفسیر آیت مذکورہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰)

(۵) "کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوّت کا دعوےٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین کو خدا

(باقی نمبر ۱۲ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۵ جولائی ۱۹۷۳ء

عالمگیر فرقانی اصولوں سے افسوسناک بے اعتنائی

(۲)

قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہ مخلصون۔ (البقرۃ ۱۳۹)

یایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمؤمنین۔ (یونس ۵۷)

ترجمہ:۔ کہدو کہ کیا آپ ہمارے ساتھ اس اللہ کے بارہ میں حجّت کرتے ہو جو نہ صرف ہمارا ہی رب ہے بلکہ تمہارا بھی وہی رب ہے، ہمارے لئے ہمارے اپنے عملوں کی جزا ہے اور تمہارے لئے تمہارے عملوں کا بدلہ ملنے والا ہے۔ ہم اپنے اعمال کو اسی ذات کے لئے مختص کرتے ہیں۔

——— یاد رکھو! تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری طرف یہ (قرآن) نصیحت بنا کر بھیجا گیا ہے اور اس نسخۂ شفاء میں تمہارے سینہ کے امراض کا علاج موجود ہے اور یہ نسخۂ ہدایت ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے رحمت کا موجب ہے۔

گزشتہ مضمون میں یونیسکو کے حوالہ سے یہ امر بتایا گیا تھا کہ اس ادارے نے بچوں کی تعلیم کے لئے یہ نیا طریقہ نکالا ہے کہ ابتداء ہی سے انہیں قومی و ملکی مغائرت سے بچانے کے لئے نہ صرف اپنے ملک و قوم کے حالات پڑھائے جاتے ہیں بلکہ دوسرے ملکوں اور قوموں کے عادات و اطوار سے بھی واقفیت پیدا کرائی جاتی ہے۔ نیز اس امر کا بھی ذکر کیا تھا کہ پاکستان کی وزارت تعلیم نے بھی اپنے سکولوں میں اس نئے طریقۂ تعلیم کے رائج کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر ہمیں افسوس اس امر پر ہُوا کہ قرآن کریم تو وہ پہلی کتاب مبین ہے جس نے دنیا کو بجائے متعصّبانہ ملکی و قومی تنگ نظریوں کے ایک بین الاقوامی قومیت کا شعور عطا کیا بلکہ مسلم قومیت خود ایک بین الاقوامی جمعیت ہے جس کے افراد کسی خاص نسل و رنگ یا قوم و ملک سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ان سب کا اشتراک واحد نظریہ و نظامِ حیات ہے، اس مسلم قوم کی بنیادیں نسلی یا طبقاتی امور نہیں اشتراک کے اخلاقی و روحانی وحدت پر رکھی گئی ہیں ہم نے اپنے اس بیان کی تائید میں چند ایک مغربی مصنّفین کے حوالے بھی دیئے تھے کہ نہ صرف اسلام اپنے ابتدائی دَور میں ایسی قوّت رکھتا تھا بلکہ آج بھی اگر مشرق و مغرب، کالے و گورے، غریب و امیر اور دیگر طبعی اختلاف رکھنے والوں کو ایک وحدت میں منسلک کرنے کی طاقت کسی مذہب میں ہے تو وہ صرف اسلام میں ہی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ عام طور پر خود مسلمان قوم اپنے دین کے اس بنیادی امتیاز سے بے نیاز پڑی ہے۔ اور ہر نئے امر میں ہماری نظریں مغربی تحریکات کی جانب لگی ہوئی ہیں۔ جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے ہم اسے الوحی من السماء کا درجہ دینے اور اس کی کورانہ تقلید میں بہے چلے جاتے ہیں، چاہے وہ اقدام درست ہو یا غلط۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی مقلدانہ روش اور فیشن پرستی کا اصل باعث کیا ہے؟ سب سے پہلی وجہ ہماری اپنے دین کے بنیادی اُصولوں سے بے خبری ہے۔ دوسری وجہ مغربیت سے ہماری مرعوبیت ہے۔ اپنے دین کے اساسی اُصولوں سے ہماری شناسائی تو کلام پاک کو پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس کلام کے حق و حکمت ہونے پر غور کرنے سے پیدا ہوگی، محض رواجی و رسمی طور پر بلاسوچے سمجھے اس کلام پاک کی تلاوت سے ہم وہ افادیت ہرگز حاصل نہ کر سکیں گے جو آج کے زمانۂ علم و سائنس میں یعلمھم الکتٰب والحکمۃ کے جملہ پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے۔ مثلاً اس کتاب نے یہ فرمایا ہے کہ اس میں مؤمنوں کے لئے نصیحت و ہدایت اور سینہ کے اندرونی امراض کے لئے شفاء ہے لیکن ہم باوجود اسے سینکڑوں بار تلاوت کرنے کے کبھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ خود ہمارے اپنے سینوں کے اندر کون کونسے امراض اخلاقیہ و روحانیہ گھر کر چکے ہیں اور ہم انہیں دُور کرنے کے لئے کیسے اور کیونکر اس نسخۂ شفاء سے ہدایت و موعظت لے سکتے ہیں۔ اس سے تین حالتوں سے ماسوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ یہ کہ ہماری انفرادی و اجتماعی حالتیں اخلاقی و روحانی طور پر امراض سے پاک ہو چکی ہیں، دوسرا یہ کہ ہم اپنے اندر امراض کی تو کثرت پاتے ہیں مگر ہمیں یقین نہیں کہ اس پاک نسخۂ شفاء کو استعمال کر کے ہم صحتمند ہو سکتے ہیں، تیسرا یہ کہ ہم نے اپنی باطنی امراض سے شفایابی کی بجائے کوئی کفارے تلاش کر لئے ہیں کہ جن کے استعمال سے ان امراض سے نجات نہ پانے کے باوجود ہماری خلاصی ہو جائے گی۔ اصل بات یہی ہے کہ ہم امراض خبیثہ سے پاک نہ ہونے کے باوجود نجات و بخشش کی توقع میں مگن ہیں۔ ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ قرآن کریم کا محض تلاوت کر لینا یا اس کی ظاہری طور پر عزت و ادب بجالانا ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔ اس ذہنی کیفیت کی وضاحت کے لئے جسمانی مرض کی مثال دینا ضروری ہے اگر ایک مریض اپنی کسی مرض کے لئے کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جائے اور وہ اسے پینے کے لئے کڑوی دوائی دے اور پرہیز کے چند اُمور بتلائے لیکن بجائے دوائی اندر استعمال کرنے کے مریض اسے اپنے جسم پر باہر لگا لے اور بجائے پرہیز پر عمل پیرا ہونے کے محض زبانی طور پر ان ہدایات کو رٹتا رہے، تو ظاہر ہے کہ وہ ان طریقوں سے کبھی شفا حاصل نہ کر سکے گا۔ کچھ اسی قسم کی ذہنی کیفیت مسلم قوم کی آج بن چکی ہے۔ دوسری طرف مغربی تہذیب و ترقی اور صناعات و ایجادات نے ایسے ایسے سامان مہیا کئے ہیں جن کی ظاہری خوبصورتی اور چمک و دمک سے ہم مرعوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور جن کے حصول کی خاطر ہم ہر قربانی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام نے علم و سائنس اور تسخیر کائنات و ایجادات کو سب سے پہلے رواج دیا حتیٰ کہ خود مغربی محققین معترف ہیں کہ مغرب کی موجودہ ترقی کی بنیاد مسلمانوں نے ڈالی تھی، لہٰذا مغربی علمی ارتقاء سے مسلمانوں کا مستفید ہونا نہ صرف لازم ہے بلکہ فرقانی تعلیم کے عین مطابق ہے مگر معاشرتی امور اور سماجی معاملات میں فرقانِ حمید نے جو علم ہمیں دیا ہے وہ کامل و مکمل ہے چنانچہ یونیسکو نے جو نئی بات بچوں کی تعلیم کے لئے بتلائی ہے ؟ پہلے زمانوں میں اقوام الگ الگ پڑی تھیں، رسل و رسائل کے محدود ہونے کے باعث ہر قوم اپنی جگہ علیحدہ بود و باش رکھتی تھی تو ان وقتوں میں خدا تعالےٰ نے ہر قوم کو ان کی وقتی ضروریات کے مطابق الہام الٰہی کی روشنی دی، مگر وقت آنے والا تھا جب علم کی ترقی کے باعث اقوام عالم کی حیثیت بوجہ وسائل نقل و حمل کے آسان ہو جانے کے ایک ہی قوم کی مانند بنجانا تھی تو انسانی ترقی کی اس منزل پر خدا نے ایک ایسی کامل الہامی تعلیم دنیا کو دی کہ جس سے قومیت و وطنیت کے تعصّبات دُور ہو کر ایک عالمگیر اخوت قائم ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اصول ہو یا خدا کے ربّ العالمین ہونے کا تصوّر، ان تمام اصولوں کی تہ میں نسلِ انسانی کی وحدت و مساوات کا اُصول کارفرما ہے۔ خدا کو واحد معبود تسلیم کرنے کا مطلب بھی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ تمام اقوام اسی ایک خدا کی یکساں مخلوق ہیں، جن سب کی ربوبیت اس نے ایک ہی اصولوں کے تحت کرنے کی ذمّہ داری لی ہے۔ جو پہلی آیت ہم نے عنوان پر درج کی ہے اس سے بڑھ کر قومی تعصّبات و تنفر کو اور کونسا اصول دُور کر سکتا ہے؟ کیونکہ فرمایا کہ جزاء و سزا کا انحصار تو عمل پر ہی ہوتا ہے، عمدہ عمل عمدہ نتیجہ پیدا کر کے رہیگا اور بُرے اعمال کے نتائج ہمیشہ خراب نکل کر رہیں گے، ہم تو ایسے ربّ کو تسلیم کرتے ہیں جو تمام قوموں سے یکساں سلوک ان کے اعمال کے مطابق کرنے کا روادار ہے، کسی کی ناجائز رعایت یا طرفداری اس کا اصول نہیں۔ پس اگر ہم معتقدات میں باہم ہم آہنگ نہیں بھی ہو سکتے تو کیا ہرج ہے، اپنی اپنی جگہ اپنے موقف پر عمل کرتے چلے جاؤ نتیجہ بتلا دے گا کہ کس کا موقف صحیح ہے۔

تمام اختلافات و تنازعات کے متعلق بھی قرآنی اصول اگر ہم مدّنظر رکھیں تو دنیا میں نہ کوئی عناد و دشمنی باقی رہ جاتی ہے اور نہ کوئی تعصّب یا بغض و کینہ۔ دنیا میں جب باہم کسی اور طرح موافقت و مفاہمت نہ ہو سکے تو بھی قرآن کریم کی اس آیت شریف کے مطابق باہم تنازع و حجت بازی کی ضرورت نہیں، اپنے اپنے اصول و موقف پر عمل پیرا ہو جاؤ، نتیجہ بالآخر ثابت کر دے گا کہ کون صداقت پر تھا اور کون غلطی پر۔ اتحاد و صلح برقرار رکھنے کا یہ آخری حربہ ہے جو ہمیں قرآن کریم نے عطا فرمایا ہے۔ دوسرے مقامات پر اتحاد کے دیگر اصولوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً یہ فرمایا کہ اصولِ کلمۂ توحید پر پورے طور پر قائم ہو جاؤ تو بھی اس کا نتیجہ وحدتِ نسلِ انسانی ہوگا یا یہ کہ بھلائی کے امور میں ایک دوسرے پر سبقت اختیار کرنے کی سعی و جہد میں لگ جاؤ اس کا نتیجہ بھی امن و اتحاد کی صورت میں نکلے گا اور آیت شریفہ مندرجہ بالا میں اسے اپنے عمل کا انجام پانے میں انتظار کرنے سے تعبیر کیا ہے لیکن مختلف اقوام و اوطان میں اور ملل و مذاہب میں جس قدر مناقشات ہیں ان سب کے بارہ میں یہی تعلیم دی کہ جب مفاہمت نہ ہو سکے تو نیک نیتی سے اعمال کے نتائج کا انتظار کرو، مزید مناقشت و عناد کو بڑھانے کی کوئی حاجت نہیں، خدا تعالیٰ نے ہر ایک کو اس کے اعمال کے نتائج کے مطابق بدلہ دینا ہے۔ اس کا قانون سب کے لئے ایک ہی ہے، اس کے ہاں جنبہ داری و طرفداری یا رعایت و ظلم کا کوئی قانون جاری نہیں۔ یہ وہی بات ہے جسے دوسرے پیرائے میں یوں بیان فرما دیا کہ تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے اگرچہ بنائے ہیں لیکن ان سے مقصد کسی کی برتری یا کمتری نہیں بلکہ برتری یا کمتری تو سیرت و کردار سے بنتی ہے۔ غرضیکہ قرآنِ حمید کی ساری تعلیم کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ واحد خدا کا واحد قانون سب افراد و اقوام پر یکساں و مساوی حاوی ہے، نتائج، اعمال یا کردار و سیرت پر نکلتے ہیں جس میں کسی کے لئے نہ کوئی خاص تخصیص و رعایت ہے اور نہ کسی اور کے لئے نا انصافی کی گنجائش ہے۔

ربّ العالمین کا تصوّر ہو یا خدائے واحد کا اصول، نتائج اعمال و کردار پر مترتب ہوتے ہوں یا انصاف و عدل کے معیار پر ملتے ہوں، یہ تمام عالمگیر اصولِ قرآنی افراد و اقوام کے مابین ہر قسم کے تعصب و تنگ نظری اور عناد و فساد کا قلع قمع کرنے کے لئے کافی ہیں، ان سے بڑھ کر اور بہتر تعلیم اور کہاں سے میسّر آ سکتی ہے۔ ؟

(ا۔ ب)

بقیہ مضمون تمیم صاحب

(از صفحہ ۲)

کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔"

(انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷-۲۸)

(۶) علاوہ ان باتوں کے مسیح ابنِ مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اور ایسا ہی یہ حدیث بھی لانبی بعدی، یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔" (ایام الصلح صفحہ ۴۷ سنہ ۱۹۰۰ء)

(۷) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النبیین ہیں۔ پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے۔" (غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء)

(۸) "قرآن شریف جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۰۳ء)

(۹) "ما مسلمانیم بکتابِ الٰہی قرآن شریف ایمان مے آریم کہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی خدا است و رسولِ خدا است و دینِ او بہترِ ادیان است و او خاتم الانبیاء است بعد او پیغمبرے نیست۔"

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶ سنہ ۱۹۰۳ء)

(۱۰) "قرآن خاتم الکتب ہے۔ اور آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء اور نبوت ختم ہو چکی۔" (الحکم ۲۴ فروری سنہ ۱۹۰۴ء)

(۱۱) وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلعم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے۔ اور آپ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے۔" (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۵ء)

(۱۲) "تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں۔ ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے، اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں۔ اس کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی سچائی آئے گی اور نہ ہی اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ جس چیز کے لئے آغاز ہے۔ اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔" (الوصیت صفحہ ۱۹۰۵ء)

(۱۳) "خدا نے ان معنوں میں آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔۔۔۔۔۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷ سنہ ۱۹۰۷ء)

(۱۴) "اور تحقیق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں" (حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۲۲ سنہ ۱۹۰۷ء)

(۱۵) "اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تحقیق منقطع ہو گئی اور قرآن شریف کے پیچھے جو سب نوشتوں سے بہتر ہے اور کوئی کتاب نہیں۔"

(حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴ سنہ ۱۹۰۷ء)

(۱۶) "تحقیق ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور ہمارے رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے"

(" " " صفحہ ۶۴ سنہ ۱۹۰۷ء)

(۱۷) "اور آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا بند ہے (یعنی نبوت بند ہے۔ مکالمات مخاطبات جاری ہیں۔ ناقل) (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳ سنہ ۱۹۰۸ء)

اب حضرت مرزا صاحب کی آخری کتاب چشمۂ معرفت جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی کی بھی تحریریں ملاحظہ فرمائیں:-

(۱۸) "اور میں مانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔" صفحہ ۳۲۴

(۱۹) ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعوےٰ کرے تو بلاشبہ وہ بیدین اور مردود ہے۔" (حاشیہ صفحہ ۳۲۴)

حضرت مرزا صاحب نے ہمیشہ خاتم النبیین، خاتم الانبیاء۔ خاتم المرسلین اور ختم نبوت سے ۔۔۔۔ یہی مراد لی ہے کہ آنحضرت صلعم سلسلہ نبوت کے آخری نبی تھے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس آیت کے معنوں میں تمام اُمّت کا اجماع ہے۔ حضرت صاحب کو بذریعہ وحی بھی یہی معنے سمجھائے گئے ہیں، اور اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر قسم اٹھا کر کہا ہے کہ اس بارہ میں ان کا وہی عقیدہ ہے جو دیگر مسلمانوں کا ہے۔ اس کے بعد ان آیات کے کوئی اور معنے کرنا مامور من اللہ کے عقائد سے انحراف ہے اور ان آیات کے اور معنوں کی اختراع تمام اُمت کے متفقہ عقیدہ کی خلاف ورزی ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت کے مسئلہ کو بڑی اہمیت دی ہے۔ جو مسلمان ختم نبوت کا منکر ہے، اور آپ کے بعد کسی نبوت کو مانتا ہے وہ ان کے نزدیک بیدین اور خارج از اسلام ہے (حوالہ ۲ بالا)۔ پھر فرماتے ہیں۔ وہ شخص بدبخت مفتری ہے جو آنحضرت کے بعد نبوت کا قائل ہو۔ (حوالہ ۵ بالا) پھر تحریر فرماتے ہیں:-

وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلعم کے سوا آپ کے بعد کسی اور نبی کا یقین کرتا ہو اور آپ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے (حوالہ ۱۱ بالا) اور پھر مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبوت کا دعوےٰ کرے وہ بلاشبہ مردود اور بیدین ہے (حوالہ ۱۹ بالا)۔ صاحبزادہ صاحب خود فرماویں کہ جب حضرت صاحب ختم نبوت کے توڑنے والے کو دائرۂ اسلام سے

محمد صالح نور - لاہور

جماعت احمدیہ پیدا کرنے کی غرض و غایت

حضرت مسیح موعودؑ کے نقطۂ نظر سے

واللہ ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار
بے دولت آنکہ دُور بماند ز لنگرم

—— حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صادق ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو جو ابھی آپ کے دعوئے ماموریت کے بارے میں تذبذب میں تھے اپنے پاس آنے کی دعوت دی تاکہ وہ آپ کی روز مرہ زندگی اور تائید الہٰی کے معجزانہ اثرات کا بچشم خود ملاحظہ کر سکیں اور جو لوگ آپ کے حلقۂ بیعت میں شامل ہو چکے تھے وہ اپنے اندر آپ کے قرب و جوار میں رہ کر ایک نیک اور پاک تبدیلی پیدا کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے آپ کی زندگی میں قادیان میں روزانہ زائرین کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا اور باوجود ذرائع آمد و رفت دشوار بلکہ ناپید ہونے کے دُور دراز سے آنے والے لوگوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ جیسے آپ نے یوں بیان کیا ہے :-

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

اس کے علاوہ آپؑ نے سال بھر میں ایک مرتبہ تین روز کے لئے ضروریات دین اور مسائلِ اسلام کے بیان کے لئے ایک اجتماع بھی مقرر کیا تھا۔ تاکہ اس عرصہ میں جماعت کے دوست آپؑ کی صحبت میں رہ سکیں اور دین اسلام کو جو مسائل اور مشکلات درپیش ہیں ان کا حل تلاش کرنے کے لئے باہم دگر مشورے کئے جا سکیں۔

اس جلسہ سالانہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :-

۱—" اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں۔

۲—اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔

۳—اور وہ زُہد و تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں

۴—اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو۔

۵—اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں "

—— دسمبر ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں یہ اطلاع پہنچی کہ بعض مہمان آپس میں ایک دوسرے سے کج خلقی سے پیش آتے ہیں اور بعض اپنے بھائیوں کی بدخُوئی سے شاکی ہیں اور جلسۂ سالانہ کا عمدہ اور نیک اثر جو آپ کی اصل غرض و غایت اور مدعا تھا ابھی تک جماعت کے اکثر حصہ میں ظاہر نہیں ہوا اس اطلاع پر آپ کا دل مغموم ہو گیا اور آپؑ نے محسوس کیا کہ اس اجتماع سے بجائے ایک پاک تبدیلی پیدا ہونے کے بعض قسم کے ابتلاء کا امکان پایا جاتا ہے تو آپ نے اس جلسہ کو ملتوی کر دیا اور نہایت دکھ اور درد کے ساتھ اپنی قلبی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا :-

" جب تک خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں اپنے خاص فضل سے کچھ مادہ رِفق اور نرمی اور ہمدردی اور خدمت اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے تب تک یہ جلسہ قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا "

اور آپ نے اس نوع کے اجتماع سے جس کے نتیجہ میں بہتر ثمرات پیدا نہ ہوں اور قوم کے افراد میں تقوےٰ اور پرہیزگاری کے اعتبار سے نمایاں انقلاب رونما نہ ہو سکے بیزاری کا اظہار فرمایا اور جب تک یہ یقین نہ ہو کہ اس جلسہ کے انعقاد کے بعد قوم ایک نئے رنگ و رُوپ میں جلوہ گر ہو گی اس قسم کے جلسہ کا برپا کرنا بدعت قرار دیا، چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

" دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض للہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلیاں پیدا کر کے جاویں۔ کیونکہ موت کا اعتبار نہیں میرے دیکھنے میں مبائعین کو فائدہ ہے مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے سو ایسے پاک نیت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے، کسی جلسہ پر موقوف نہیں .... اور یہ جلسہ ایسا تو نہیں ہے کہ دنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے بلکہ اس کا انعقاد صحت نیت اور حسنِ ثمرات پر موقوف ہے ورنہ بغیر اس کے ہیچ۔ اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسے سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائجِ نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریقِ ضلالت اور بدعتِ شنیعہ ہے.... پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں "

—— سالانہ جلسہ کے التواء کے ساتھ اس کی وجہ اور علت غائی بیان فرماتے ہوئے جہاں حضور نے یہ بیان فرمایا کہ میں اس اجتماع سے کیا امیدیں وابستہ رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے اجتماع کے ثمرات کیا بیان فرمائے ہیں وہاں حضورؑ نے بعض ایسی باتوں کی نشاندہی بھی کی ہے جس سے افراد جماعت کو کنارہ کشی کرنا لازم ہے اور جب تک وہ اس قسم کی باتوں سے مکمل پہلوتہی نہ کریں گے اس قسم کے جلسہ کا کوئی مفاد نہ ہو گا آپ فرماتے ہیں :-

" مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ایسے کجدل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں .... میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے، نفسانی لالچوں پر کیوں انکے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے "

—— بعض ہلاکت کی راہوں کی نشاندہی کرنے کے بعد حضورؑ نے اپنی جماعت کے افراد کو ایک مشفق اور شفیق باپ اور ایک کامل ہادی اور رہنما ہوتے ہوئے ان کی رہبری بھی فرمائی ہے اور اپنے حلقۂ بیعت میں آنے والوں کو ایک سچا اور حقیقی مؤمن بننے کی تلقین فرمائی ہے تاکہ آپؑ کی بعثت کی اصل غرض و غایت پوری ہو سکے۔ آپ نے فرمایا :-

—" کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا۔
—— جب تک اس کا دل نرم نہ ہو
—— جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل تر نہ سمجھے
—— اور ساری شیخیں دُور نہ ہو جاویں
—— خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے
—— اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے

—— اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں
—— اور غصّہ کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے"

—— حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام دلوں میں ایک نمایاں انقلاب پیدا کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث کئے گئے تھے۔ جو لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہیں یا اپنے تئیں آپ کی جماعت کے افراد ہونے کے دعویدار ہیں اور اپنے آپ کو آپ کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ مگر ان کے عقول و قلوب ان امور کو اپنے اوپر کما حقہٗ قبول کرنے کے لئے ابھی تیار نہیں ہیں، ان کا یہ دعوےٰ کہ وہ اس الٰہی جماعت میں فی الحقیقت شامل ہیں جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کھڑی کی گئی ہے کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بیشتر تصنیفات میں اپنی جماعت کے افراد کو مخاطب کر کے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے بلکہ اپنی ایک تصنیف "کشتیٔ نوحؑ" میں تو بڑی وضاحت سے بتلایا ہے کہ کون کون سے لوگ میری جماعت میں سے نہیں ہیں اور حقیقت میں جو بھی بیعت کا عہد کر کے حضرت امامؑ کے قدم پر قدم نہیں مارتا وہ اپنے عہدِ بیعت میں صادق نہیں ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:-

" یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعوےٰ میں جھوٹا ہے اور جو میرے مذہب کو قبول کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دُور ہے جیسا کہ مغرب، مشرق سے، وہ خطا پر ہے .... میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں .... سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چارپاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو اور اپنے دِلوں سے دنیا کے بُت باہر پھینکو کہ دنیا دین کی مخالف ہے۔ جلد مروگے اور دیکھوگے کہ نجات انہیں کو ہے کہ جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دِل تھے"

—— آج احمدیت کے مخالف حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو تو زیرِ بحث لا سکتے ہیں اور آپؑ کے دعوےٰ مہدویت و مسیح موعودؑ و مجدد من اللہ ہونا تو محلِ نظر قرار دے سکتے ہیں مگر وہ اس امر سے قطعاً انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت نے جس پاک اور مقدّس معاشرہ کی نیو ڈالی اور جس قسم کی اہل اللہ کی سوسائٹی آپ نے پیدا کی اور خدمتِ قرآن اور اشاعتِ اسلام کا بے پناہ جذبہ لئے ہوئے جن لوگوں نے آپؑ کے حلقۂ ارادت میں جنم لیا ان جیسی سعید روحیں اس زمانہ میں کوئی ہمعصر پیدا نہ کر سکا۔

پھر انہوں نے ہی اپنے پاک نفوس سے جو روحانی انقلاب برپا کیا کوئی بڑے سے بڑا دشمن اور مخالف بھی اس کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ خدمتِ اسلام کی توفیق بھی اِس دَور میں انہی چند دیوانوں کے نام لکھی گئی ہے جنہوں نے میرزائے قادیان کی صحبت میں رہ کر اس شمعِ روحانی سے اپنے دلوں کے چراغ روشن کئے اور پھر کس طرح انہوں نے دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچا کر اپنے تمام ہمعصروں سے سبقت حاصل کی۔ یہ پاک سوسائٹی کس طرح وجود میں آئی؟ اس بے مثال معاشرہ نے کیسے جنم لیا؟ یہ احساسِ فرض کس نے بیدار کیا؟ اس مردِ خدا نے جو آسمانی نور بن کر اس زمانہ کے اُفق پر چمکا اور جو نصرت خداوندی کو اپنے دامن میں لئے ہوئے جلوہ گر ہوا ذرا اس کے دل کی آواز سنئے اگر یہ صدا کسی صادق کی نہیں تو پھر صادقوں کی صدا کسے کہتے ہیں ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

" پس اے نادانو! خوب سمجھو اے غافلو خوب سوچ لو کہ بغیر سچّی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اُٹھا لیتے اور رسولِ کریمؐ کے پاک جُوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبّر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔

اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں
—— اور شرم سے بات کرتے ہیں
—— اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے ہیں
—— اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں
—— اور کبھی شرارت اور تکبّر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے
—— اور اپنے ربّ کریم کو یاد رکھتے ہیں
—— اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں

سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے"

—— ہمارے ماحول میں سینکڑوں ایسے پیر نیتر مذہبی رہنما اور گدّی نشین موجود ہیں جو آئے دن نئے نئے مریدوں کو کثرت کے ساتھ اپنی بیعت میں شامل کرنے پر بڑا فخر محسوس کرتے ہیں اور پھر ان کی کثرت کو بڑے کبر و ناز سے خطبوں میں بیان کرتے ہیں مگر ایک روحانی راہ نما جو دِلوں کی صفائی کا طالب ہوتا ہے جو ایک قلبی انقلاب کا داعی ہوتا ہے اور جو تمام قسم کی برائیوں کو جڑھ سے اکھیڑ کر اس کی جگہ گلشنِ آسمانی کو سرسبز و شاداب رنگ میں دیکھنے کا متمنی ہوتا ہے اسے یہ کسی طرح گوارا نہیں کہ لوگ بکثرت اس کی بیعت میں شامل ہوں یا ایک جمِ غفیر اور ایک فوج ظفر موج اس کی جلو میں نظر آئے وہ تو ایک سچّی حقیقی اور پاکیزگی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ جو اس کے قرب اور مجلس میں آنے کے باوجود اپنے مَن کا میل دھونے میں کامیاب نہیں ہو سکا وہ اس سے دُور ہو جاوے اور کسی بہتر سعید رُوح کے لئے جگہ خالی کر دے۔ آپؑ کیا فرماتے ہیں ذرا آپکی فریاد ملاحظہ ہو:-

"دعا یہی ہے کہ خدا تعالےٰ میری اس جماعت کے دِلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالےٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچّی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اسے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے مَیں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے۔ اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دُنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے" (شہادت القرآن)

—— حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحریرات میں تمام احباب کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ ہر احمدی آپؑ کی تحریرات میں مخاطب ہے جو اپنے آپ کو امام الزمان اور خلیفۃ اللہ کے ساتھ عہد بیعت کر کے آپ کے دامن سے وابستہ کر لیتا ہے اور اس طرح ان تمام فرائض کی بجا آوری کا جُوا اپنی گردن پر لے لیتا ہے جو ایک روحانی جماعت پر خدا اور رسُول کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔ اے خدا تو ہم سب کو توفیق دے کہ ہم جو کچھ زبان سے کہتے ہیں اپنے عمل کو اس کے مطابق بنانے کی پوری

یادِ رفتگان

میاں شکر الدین گورنمنٹ پنشنر مرحوم

(فخر الدین احمد راولپنڈی)

دُنیا کا دستور ہے کہ اولاد اپنے مرحوم والدین کا ذکرِ خیر کرتی ہے۔ اس حقیقت کا بیان قرآن شریف میں بھی موجود ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ اپنے اللہ کا ذکر اس طرح کرنا چاہیئے جیسا کہ اولاد اپنے آباء کا کرتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ پھر اپنے والدین کی مغفرت چاہنے کے لئے ہمیں دُعا بھی سکھلائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اپنے والدین کے لئے دعائے خیر ترک کر دیتا ہے۔ اللہ تبارک تعالےٰ اس کے رزق میں تنگی کر دیتے ہیں (کنز العمال) میری غرض والد مرحوم کا ذکرِ خیر کرنے سے یہ ہے کہ میں اس فیض اور اثر کا ذکر کروں جو حضرت امام الزمان کی بیعت میں شامل ہونے پر انہیں ملا۔

میرے والد بزرگوار میاں شکر الدین گورنمنٹ پنشنر جنہوں نے امسال ۱۶ جون کو عید میلاد النبی کے دن داعی اجل کو لبیک کہا، گجرات کے رہنے والے تھے۔ ان کی ملازمت کے سرکاری کاغذات کے مطابق وہ اپریل ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ وہی سال ہے جس کے دوران براہین احمدیہ کی چوتھی جلد شائع ہوئی۔ اور حضرت امام الزمانؑ کی حضرت مولینا نورالدینؓ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ تاریخ سلسلہ میں یوں یہ سال بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارے بزرگوں کا تعلق محنت کش طبقے سے تھا۔ والد مرحوم سے بڑی ان کی ایک ہمشیرہ تھی جو بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھی۔ اس لئے دادا جان مرحوم چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا لکھ پڑھ کر سرکاری ملازمت اختیار کرے۔ اسی غرض سے انہوں نے آپ کو مدرسہ میں داخل کرایا۔ ابھی سلسلہ تعلیم جاری تھا کہ دادا جان کا انتقال ہو گیا۔ ہماری دادی صاحبہ کی شفقت سے والد مرحوم پہلے ہی محروم ہو چکے تھے۔ اب جو شفیق باپ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ اور دنیا میں وہ اکیلے رہ گئے تو ان کے لئے تعلیم جاری رکھنا مشکل ہو گیا اور جو کچھ وہ حاصل کر چکے تھے اس کے مطابق ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ ابتداء میں انہیں ڈیرہ اسمٰعیل خان جانا پڑا وہاں بندوبست مالگذاری ہو رہا تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر کچھ عرصہ کے لئے تحصیل کوہ مری اور کہوٹہ میں بندوبست مالگذاری میں کام کیا۔ البتہ کمشنر صاحب کے دفتر میں ان کی ملازمت کا آغاز ۱۹۰۱ء میں ہوا اور اسی دفتر سے آپ نے ۱۹۳۹ء ماہ اکتوبر میں پنشن لی۔

کمشنر صاحب کے دفتر میں والد مرحوم کے رفقائے کار مرزا غلام ربّانی صاحب اور مرحوم راجہ غلام محمد صاحب تھے یہ تینوں دوست حضرت حکیم شاہ نواز خان صاحب کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ حکیم صاحب اپنے وقت کے بڑے نامور طبیب تھے عالم اور فاضل تھے حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین رح سے ان کے برادرانہ تعلقات تھے۔ انہیں بھی علم سے عشق تھا۔ مصر اور بلادِ عرب سے نایاب عربی کتابیں منگواتے اور ان سے استفادہ کرتے ان کی ذات میں جذب تھا اور ان کی سیدھی سادی باتیں دل میں اُتر جاتی تھیں جماعت راولپنڈی کا نظام حکیم صاحب مرحوم کے درس کی وجہ سے قائم ہوا جب تک آپ زندہ رہے راولپنڈی میں کسی حامی اور داعی خلافت قادیان کو لب کشائی کی ہمت نہ پڑی۔ ۱۹۱۴ء میں جو اختلاف رونما ہوا اور انصار اللہ کی بدولت غلوِ شخصیت اور پیر پرستی کے ریلے شرقاً غرباً اُمڈ کر آئے تو وہ راولپنڈی میں آ کر ختم ہو گئے اور اور یہاں وہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی راجہ غلام محمد صاحب مرحوم اور مرزا غلام ربّانی صاحب نے تو ۱۹۱۴ء میں ہی بیعت کر لی تھی، البتہ والد مرحوم نے ۱۹۱۵ء میں بیعت کی تھی۔ ان کو قبولیت بیعت کی جو اطلاع مرکز سے دی گئی تھی اس کے ساتھ دس شرائط بیعت اور نصائح برائے بیعت کنندگان بھی ملفوف تھے۔ یہ تینوں دستاویزات مجھے والد صاحب مرحوم کے کاغذات سے ملی ہیں۔ ان کا یہ کاغذات سنبھال کر رکھنا بتاتا ہے کہ وہ بیعت کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔

خدا کے مامور اوامر و نواہی بتلانے کے لئے ہی نہیں آتے بلکہ وہ علم و حکمت بھی سکھلاتے ہیں اور تزکیہ نفوس بھی کرتے ہیں۔ ان سے بیعت ہونے والے خوش نصیب گوشت پوست کے عام انسان نہیں رہتے بلکہ مرشد کے نفخ روح سے وہ نئی زندگی پاتے ہیں دنیا کی رعنائیاں اور دلفریبیاں ان کی نظر میں بے حقیقت ہو جاتی ہیں ان کو اپنی منزل زمین کی بجائے آسمانوں میں دکھائی دیتی ہے اور وہ زمین کی پستیوں سے اُڑ کر بلند اور رفیع مقامات تک پرواز کرتے ہیں۔ ہمارے امام ہمامؑ کی صداقت پر نہ صرف زمین و آسمان نے نشان دکھلائے۔ آپ کی تصانیف۔ مواعظِ حسنہ۔ خطباتِ عالیہ اور ارشادات نے اس چشمۂ رواں کی نشاندہی کی جو آب زلالِ محمدؐ سے جاری ہوا بلکہ آپ کے متبعین کا نمونہ اور سوانح حیات بھی آپ کی صداقت کی شہادت اور منجانب اللہ ہونے کا بیّن ثبوت فراہم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ آپ کی یہ زندہ اور چلتی پھرتی تصانیف اور تالیفات اس انمول دولت کا پتہ دیتی ہیں۔ جو آپ بانٹتے رہے بد نصیب ہے وہ انسان جو اس دولت سے محروم رہا۔

دانند ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار
بے دولت آنکہ دُور بماند ز لنگرم

والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ والد مرحوم نے جب سلسلہ میں شمولیت اختیار کی اور ہماری برادری کو اس کا علم ہوا تو وہ لوگ بہت برہم ہوئے۔ انہوں نے ان کا مقاطعہ کرنے کی دھمکیاں بھی دیں مگر والد مرحوم پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ میرے ننہال اہلحدیث خیال کے تھے جب انہوں نے والد مرحوم کو راسخ العقیدہ پایا اور ان کے استقلال میں سرمُو فرق نہ دیکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔

بوجہ بڑی اولاد ہونے کے مجھے اپنے والد مرحوم کے سایۂ شفقت میں قریباً پچپن سال بسر کرنے کا موقع ملا۔ میں نے انہیں پابند صوم و صلوٰۃ پایا۔ اہلِ خانہ سے ان کا سلوک مربیانہ اور مشفقانہ ہوتا، رشتہ داروں سے مروّت اور فیاضی کا سلوک کرتے۔ میرے ایک خالہ زاد بھائی اپنی والدہ اور باپ کے انتقال پر ہمارے پاس آ گئے وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے ان کی پرورش اور تربیت والد مرحوم نے اپنی اولاد کی طرح کی۔ اہلِ محلہ والد صاحب کا بڑا احترام کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چھاچھی محلہ میں جب ہم نے رہنا شروع کیا (اس محلے میں والد صاحب مرحوم پچاس سال رہے) تو ابتداً گو تین گھروں میں سلسلہ کی بڑی مخالفت ہوتی تھی۔ ان گھروں کے سربراہ اب وفات پا چکے ہیں۔ ان کو احمدیوں سے سخت عناد تھا۔ اتفاق سے ان میں دو مخالفینِ سلسلہ کچھ عرصہ ہمارے دیوار بدیوار پڑوسی رہے اور تیسرے کے مکان میں ہمیں بطور کرایہ دار رہنا پڑا۔ ان تینوں نے جب سُنا کہ ہم لوگ احمدی ہیں تو اپنے گھروالوں کو خبردار کر دیا کہ ہمارے ساتھ کسی قسم کا میل ملاپ نہ رکھیں اور نہ ہی ہمارے گھر سے کوئی کھانے کی چیز قبول کریں۔ مگر چند ہی دنوں بعد انکی رائے اور عمل بدل گیا اور جب ہم وہاں سے نقل مکانی کرنے لگے تو وہ افسوس کرتے تھے کہ ہمیں آپ جیسے پڑوسی کہاں میسر آئیں گے۔

ملازمت کے دوران انہیں کمشنر صاحب کے ساتھ اضلاع گجرات، جہلم سرگودھا، میانوالی اور کیمبل پور بھی جانا پڑا تھا اور موسم گرما مری میں گذارنا ہوتا مری میں تو جماعت کی ایک خاصی تعداد ہوتی تھی۔ میاں بشیر احمد صاحب منٹو مبلغ اسلام کے والد بزرگوار۔ میاں عزیز اللہ صاحب کی کوٹھی پر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم و مغفور نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ البتہ دوسرے مقامات پر جب وہ کارِ سرکار سے فارغ ہوتے تو احمدی بھائیوں سے ملنے چلے جاتے اور مغرب و عشاء کی نمازیں وہیں ادا کرتے۔ ان کے رختِ سفر میں

سلسلہ کا لٹریچر اور مصلّٰی ضرور ہوتا۔ دورے کے دوران جو مسلمان رؤسا اور امراء اور بڑے بڑے زمیندار ان سے ملتے انہیں اسلامی لٹریچر پیش کرتے اور اشاعت اسلام کے جہاد میں شریک ہونے کی دعوت دیتے۔

جماعت راولپنڈی اختلاف سلسلہ کے بعد ہر سال اپنا سالانہ جلسہ منعقد کیا کرتی تھی۔ ان جلسوں میں بزرگان سلسلہ کے علاوہ جو مرکز سے تشریف لاتے پشاور۔ جہلم۔ ہزارہ۔ کوہاٹ اور کیمبلپور سے احباب سلسلہ شرکت کرتے تھے ان کے قیام و طعام اور مہمانداری والد مرحوم اور میاں غلام قادر مرحوم کے ذمے ہوتی تھی اور یہ دونوں بزرگ کمال خوش اسلوبی سے اس خدمت کو بخوشی انجام دیتے تھے۔ کھانا پکانے کا کام بہت عرصہ تک ان دونوں بزرگوں کی بیگمات سرانجام دیتی رہیں۔

جلسہ سالانہ کے پوسٹر یا دیگر تبلیغی اشتہار جو دیواروں پر چسپاں کئے جانے ہوتے وہ کبھی والد مرحوم لے لیتے۔ شام کا کھانا کھا کر لئی بنواتے۔ پوسٹروں کا بنڈل آپ پکڑ لیتے اور لئی کا ڈبہ اور اسٹول میں اٹھا لیتا۔ رات بھر ہم شہر میں دیواروں پر اشتہار چپکاتے رہتے۔ صبح کو وہ اشتہار مخالفین کی نظر پڑتے تو وہ انہیں پھاڑنے کی کوشش کرتے۔ رات بھر چپکا رہنے کی وجہ سے وہ اشتہار پھٹنے میں نہ آتے اور یوں ہمارا مقصد پورا ہو جاتا۔ ان خدمتوں کے علاوہ والد مرحوم سالہا سال فراہمی چندہ کا کام کرتے رہے۔ مقامی انجمن کے فنانشل سیکرٹری۔ نائب صدر اور صدر بھی رہے اور مجلس معتمدین کے رکن بھی۔ راولپنڈی کی جماعت کو جب الحاج شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم نے اپنا ایک احاطہ ہبہ کر دیا تو وہاں بسنے والے کینوں سے کرایہ بھی وصول کرنے کا کام کرتے رہے۔ پھر جب وہاں مسجد احمدیہ بنانے کا منصوبہ تیار ہوا تو والد مرحوم نے اس سلسلہ میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ مسجد مبارک کے افتتاح پر جو رپورٹ شائع ہوئی تھی اس میں بھی انکی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وفات سے چند یوم قبل مجھے کہا کہ میرا ارادہ ہے مقامی مسجد کی دیکھ بھال۔ دکانوں۔ مہمانخانہ اور لائبریری کے انتظام کے بارے میں کچھ تجاویز لکھ کر دوں۔ افسوس ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

بزرگان سلسلہ کا والد مرحوم بڑا احترام کرتے تھے اور ہمارے سلسلہ کی یہ مایۂ ناز ہستیاں بھی ان کی خدمات عقیدت اور خلوص کی قدر کرتیں۔ حضرت مولانا محمد علی رح امیر جماعت نے ایک مرتبہ ہمارے غریب خانہ پر قیام فرمایا۔ حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب لدھیانوی نے کبھی ہمیں میزبانی کا شرف بخشا۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے سورۃ یٰسٓ کا سات دن تک درس ہمارے ہی مکان پر دیا۔ حضرت مولانا محمد یحیٰی مرحوم و مغفور جب کبھی راولپنڈی آتے تو والد مرحوم سے ملنے ضرور تشریف لاتے۔ حکیم حافظ مولانا سیف اللہ خان صاحب متوطن ٹیری ضلع کوہاٹ اپنے بچوں کو لے کر کئی ماہ ہمارے ہاں مقیم رہے۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ بزرگان سلسلہ کو والد مرحوم سے کس قدر گہرا تعلق تھا۔ چنگہ بنگیال تحصیل گوجر خان کے ایک بزرگ مولوی محمد فضل تھے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے اور صاحب الہام بعد میں وہ خلیفہ قادیان سے الگ ہو گئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی طرف دعوئے نبوت اور تکفیر المسلمین منسوب کرنے کے عقیدہ سے بیزار ہو گئے تھے۔ ان کا اکثر ہمارے ہاں آنا جانا ہوتا تھا۔ جب کبھی وہ آتے تو اپنے الہامات اور کشوف کی یادداشت ساتھ لاتے۔ ان کی فرمودہ بہت سی باتیں پوری بھی ہوئیں۔ ان کی بھی والد مرحوم بڑی عزت کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ حضرت اقدس کے صحابی تھے اور غلط عقیدہ سے تائب ہو چکے تھے۔ اسی طرح مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ مجاہدین کا ایک قافلہ راولپنڈی پہنچا یہ لوگ حیدر آباد دکن سے آئے تھے۔ مجاہدین کے علاوہ ان کی خواتین اور بچے بھی تھے۔ یہ لوگ چند بشیشور کے مرید تھے۔ ہمارے مکان میں تو اتنی گنجائش نہ تھی البتہ محلہ میں ہی ایک مکان لے کر ان کے ٹھہرانے کا انتظام کیا گیا۔ محترم میاں محمد اسمٰعیل صاحب انجنیئر اور محترم حکیم شیخ عبدالغنی صاحب بھی ان مجاہدین سے ملتے رہتے تھے۔ دو دن گذرے ہوں گے کہ ہمارے کوچے کے سامنے پولیس والے متعین ہو گئے۔ ایک آنریری مجسٹریٹ صاحب نے والد مرحوم سے کہا کہ یہ مشتبہ لوگ ہیں اور حکومت ان پر کڑی نگرانی رکھتی ہے آپ ان سے ملنا جلنا ترک کر دیں مبادا آپ پر کبھی سرکاری حکام شک کریں۔ میں ان دنوں کالج میں پڑھتا تھا۔ والد مرحوم نے اس مجسٹریٹ کو کہا کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ ہماری جماعت خالصتاً دینی ہے اور سیاست سے دور رہتی ہے۔ یہ لوگ میرے مہمان ہیں اور دینی بھائی میں ان سے بے رخی نہیں کر سکتا۔ ان غریب الدیار شرفاء سے عدم التفات بد اخلاقی ہے۔ اگر میری پچیس سالہ ملازمت کے دوران کبھی میرے حکام میری کارکردگی کو نظر انداز کر کے مجھ شک و شبہ کی نظروں سے دیکھیں تو ان کی مرضی۔

آج سے پچیس تیس سال پہلے ہمارے احمدیوں میں جو مودت اور محبت پائی جاتی تھی وہ اب ایک داستان پارینہ بن کر رہ گئی ہے۔ قیام پاکستان پر دہلی۔ جالندھر۔ لدھیانہ۔ کشمیر اور گورداسپور سے ہمارے جو احباب راولپنڈی پہنچے ان کی آباد کاری اور خدمت کے لئے مقامی احباب حتی المقدور کمربستہ رہے۔ محترم شیخ فضل الرحمٰن گورداسپوری بھی انہی دنوں راولپنڈی آئے تھے۔ آپ فیض اللہ چک تحصیل بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ گو وہ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے تھے مگر ان کی بہت بڑی زمینداری بھی تھی۔ والد محترم کی ان سے ملاقات ہوئی تو دونوں بڑے خوش ہوئے۔ شیخ صاحب مرحوم بھی محکمہ مال کے پنشنر تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے اخلاق عادات اور طریقۂ کار میں کلی مطابقت اور مفاہمت تھی۔ دن کا زیادہ حصہ یہ دونوں بھائی اکٹھے ہی گذارتے۔ صبح سویرے شہر کے دورے پر نکل جاتے اور جتنے احمدی گھروں تک ... پہنچ سکتے پہنچتے۔ ان کی مزاج پرسی کرتے۔ ضرورتمندوں کی اعانت ان کا فرض تھا۔ قبلہ شیخ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت حکیم الامت کا زمانہ پایا تھا۔ بلکہ حکیم صاحبؓ کے زیر سایہ ان کا طالب علمی کا زمانہ گذرا تھا۔ جب بھی شیخ صاحب مرحوم احباب میں بیٹھتے تو ان دونوں رہنماؤں کے واقعات اور ایمان افروز حالات سنایا کرتے تھے۔ گورداسپور کی اراضی کے عوض شیخ صاحب مرحوم کو تحصیل گوجر خان کے نو دیہات میں قطعات اراضی الاٹ ہوئے تھے۔ جب وہ گوجر خان تشریف لے جاتے تو والد مرحوم بھی ان سے ملنے کے لئے وہاں جایا کرتے۔ ان دونوں بزرگوں کے تعلقات۔ اکٹھے چلنے پھرنے سے اکثر غیر از جماعت احباب کو یہ یقین تھا کہ یہ دونوں بھائی ہیں اور یہ کسی حد تک صحیح بھی تھا۔ کیونکہ شیخ صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں والد مرحوم کو تایا جان کہہ کر پکارتے اور فی الحقیقت تایا کی طرح انکا احترام اور ادب کرتے تھے۔ اور قبلہ شیخ صاحب بھی مجھ سے اپنے بیٹوں کی طرح شفقت اور محبت کرتے۔

ملازمت کے دوران والد مرحوم کمشنر صاحب کے ناظر بھی رہے اور عدالت کے اہلمد بھی۔ ان کی نظارت کے زمانہ میں کمشنر صاحبان جو یورپین ہوتے تھے اپنے نجی اور ذاتی سامان کی خرید و فروخت بھی انہی کی معرفت کراتے پہلی جنگ عظیم کے دوران والد مرحوم نے سرکاری سامان کی خرید رسد اور باربرداری کے سلسلے میں ٹھیکہ داروں کو لاکھوں روپیہ کی ادائیگی کی ہوگی۔ ٹھیکہ داروں کو ادائیگی کے موقعہ پر دستور ہے کہ ان سے پانچ روپے فیصد کمشن لی جاتی ہے۔ مگر والد مرحوم اس کمشن سے ہمیشہ پرہیز کرتے رہے۔ ان کی دیانت اور امانت کا ہر ایک کمشنر معترف تھا۔ بعض نے ان سے برملا کہا کہ اگر آپ انگریزی لکھنے پڑھنے والے ہوتے تو ہم آپ کو کسی بڑے عہدے پر ترقی دیتے۔ والد مرحوم کی طبیعت میں قناعت تھی۔ ان کی وفات پر محترم چیمہ صاحب نے اپنے تعزیتی پیغام میں لکھا کہ جب کبھی مجھے کمشنر صاحب کی عدالت میں آنا ہوتا تو مجھے زیادہ خوشی یہ ہوتی کہ مجھے میاں شکرالدین صاحب سے ملاقات کا موقعہ ملے گا۔

شیخ کریم اللہ صاحب گجراتی ایک پاک

انس، انتہائی تھے - وہ مرحوم شیخ رحمت اللہ صاحب کے خاندان سے تھے پہلی جنگِ عظیم کے دوران وہ ڈپٹی ہیڈ کوارٹر راولپنڈی کے محکمہ سپلائز کے ہیڈ کلرک تھے - والد مرحوم بیان کیا کرتے تھے کہ ایک دفعہ شیخ کریم اللہ صاحب نے حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ حضرت ٹھیکیدار جو ہمیں سامان وغیرہ سپلائی کرتے ہیں اور ہم انکو ادائیگی کرتے ہیں کبھی کبھی میرے لئے تحائف لے کر آتے ہیں جن کی نہ میں نے کبھی خواہش کی اور نہ ہی ان سے مطالبہ کیا - ان کے قبول کرنے کے بارے میں حضور کا کیا حکم ہے - حضرت اقدسؑ نے فرمایا: شیخ صاحب اگر آپ بھی ایسے لوگوں کو تحائف دیا کرتے ہیں تو ان سے تحائف قبول کرنے میں مضائقہ نہیں ورنہ ان سے بچنا بہتر ہے - اس کے برعکس ایک غیر از جماعت آفیسر نے اپنے ماتحت کو کہا کہ دیکھو اگر تم کسی غیر کی بیری پر پتھر مار کر بیر گراؤ اور پھر انہیں اٹھالو تو یہ بری بات ہے مگر از خود گرے ہوئے بیر اٹھا کر کھا لینے میں چنداں ہرج نہیں - ایک اہل اللہ اور اہلِ دنیا کے نظریئے میں کتنا فرق ہے - مگر والد مرحوم حضرت اقدس کے ارشاد پر سختی سے عمل کرتے تھے اور اہلِ غرض اور اہلِ مقدمات سے کسی قسم کی توقع معاملہ یا تحائف خیال میں بھی نہ لاتے - ملازمت کے دوران اور ریٹائر ہونے کے بعد بھی انکی زندگی سادہ رہی - ان کے ہمعصر رفقائے کار نے اس آفیسر کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے خاصی جائداد پیدا کی اور گزران بھی اچھا کیا - ہمارا کوئی رشتہ دار اس تقابل کی طرف اشارہ کرتا تو آپ یہ شعر پڑھ دیتے -

شال و زربفت مبارک ہو تمہیں دولت مندو
ہم کو کمبل میں دوشالے کا مزہ ملتا ہے

خداتعالےٰ نے آپ کو قناعت اور شکرگزاری کی دولت سے مالا مال کیا تھا - جس گریڈ میں ترقی پائی اسی میں قناعت کی - نہ کسی اہلکار کی شکایت کی نہ ہی ان کے خلاف کسی نے شکوہ کیا - پنشن لینے کے بعد کچھ عرصہ اسٹامپ فروشی کرتے رہے - پھر اپنے دو عزیزوں سے شراکت میں کاروبار شروع کیا مگر یہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا اور ۱۹۴۶ء کے بعد

آپ کا شغل احباب سے میل ملاقات اور حضرت اقدس کی کتابیں پڑھنا تھا - ۱۹۵۰ء میں آپ پوتوں والے ہو گئے اور جوں جوں وہ بڑھنے لگے وقت کا معتدبہ حصہ انہیں پڑھانے میں صرف کرنے لگے - رسمی تعلیم و فوائد کے علاوہ انہیں قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں زبانی یاد کراتے - بچے ذرا سمجھدار ہوتے تو انہیں درثمین کے اشعار یاد کراتے - اب بھی میری چھوٹی بچی جو ۹/۱۰ سال کی ہے انہیں روزانہ درثمین کے اشعار سنایا کرتی تھی -

"درس توحید" جو حضرت اقدس نے اپنے ایک مرید کی فرمائش پر انہیں لکھ کر بھیجی تھی کہ اس کے پڑھنے سے مصائب اور آلام انشاءاللہ دور ہو جائیں گے - درثمین کے مجموعے میں شامل نہیں - البتہ ملتانی مرحوم نے اسے جلی قلم سے لکھوا کر الگ چھپوایا تھا - اس کا ایک نسخہ والد مرحوم نے ایک بڑے گتے پر چسپاں کرکے اپنے لکھنے پڑھنے کی میز پر رکھا ہوا تھا، اور صبح شام اس کو بڑے درد دل سے پڑھا کرتے تھے -

والدہ محترمہ: پچھلے آٹھ دس برس سے حج بیت اللہ کی نیت کئے ہوئے تھیں - وہ ہر سال درخواست دیتیں مگر قرعہ اندازی میں ان کا نام نہ نکلتا ۱۹۷۲ء میں بھی انہوں نے درخواست دے دی اور انہیں اجازت مل گئی - ۲۹ رمضان المبارک کو وہ راولپنڈی سے کراچی روانہ ہوئیں اور حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر ۷ مارچ ۱۹۷۳ء کو راولپنڈی پہنچیں - والد مرحوم کی رحلت کے بعد انہوں نے بتلایا کہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران انہوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ قبلہ شیخ فضل الرحمٰن صاحب مرحوم و مغفور ہمارے مکان کے سامنے کھڑے ہیں اور تمہارے ابا جان کو آواز دے رہے ہیں کہ "بھائی جلدی آیئے نماز کو چلیں" یہ خواب دیکھ کر ان کا خیال اس طرف گیا کہ شاید یہ اس بھولے بسرے زمانے کی یاد ہوگی - شیخ صاحب مرحوم اسی طرح آیا کرتے تھے - مگر بہت جلد یہ معلوم ہوا کہ فی الحقیقت شیخ صاحب مرحوم اپنے اس جگری دوست کی جدائی زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے تھے

اور چھ سال کے بعد اپنے بھائی کو بھی ساتھ لے گئے جن سے انہوں نے بیس سال رفاقت رکھی تھی -

اے خدا برتربتِ او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

وفات سے قریباً دو ہفتے قبل میں ان کے پاس بیٹھا "مرقات الیقین" دیکھ رہا تھا - کوئی خاص واقعہ پڑھنے میں آتا تو انہیں بھی سناتا - میں نماز کے لئے جانے لگا - تو کہنے لگے بیٹا ایک بات تم سے کہنی ہے - میں نے عرض کی فرمایئے - کہنے لگے تم عیالدار ہو اور مجھے خیال آتا ہے کہ میں نے کوئی ایسی جائداد نہیں بنائی جہاں تم گذر اوقات کر سکو - میں تو عمر بھر کرایہ کے مکانوں میں رہا - تمہیں بھی وہ وسائل میسر نہیں ہوئے کہ سر چھپانے کے لئے مسقف دیواریں کھڑی کر لیتے - یہ خدا کے کام ہیں - اس کی رضا پر صبر شکر کرنا چاہیئے - میں نے ایک جائداد ضرور پیدا کی ہے جو مجھے عمر بھر عزیز رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہترین ترکہ اور ورثہ ہے وہ ہے "احمدیت" دیکھنا میرے خاندان سے نکلنے نہ پائے - اپنے رشتہ داروں سے اور خویش و اقارب سے اچھا سلوک کرنا - میرے احباب سلسلہ کی عزت و احترام کرنا - یہ بڑے قیمتی - نادر اور خدا کے پیارے لوگ ہیں - میں نے عرض کی کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ میں احمدیت کا خادم رہوں اور اللہ کریم میرے بچوں کو بھی آپکے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے -

دس پندرہ دن کے بعد میرے حق میں نیم شب کو دعا کرنے والا شفیق باپ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملا - اب میں بزرگان سلسلہ اور اکابرین جماعت کی دعاؤں کا محتاج ہوں - وہ میرے حق میں دعا کریں کہ پروردگار مجھے اور میری اولاد کو احمدیت پر قائم رکھے اور خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے

آمین

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر (کشمیر) کی قرارداد

سرینگر - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر کا ایک اجلاس شیخ عبدالصمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا - جس میں حسب ذیل قرارداد متفقہ طور پر پاس کی گئی :-

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جموں و کشمیر نے ایک غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کی اس اطلاع کا سخت نوٹس لیا ہے - جس میں بتایا گیا - کہ آزاد کشمیر اسمبلی میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے -

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو آزاد کشمیر اسمبلی کے اس فیصلے پر انتہائی افسوس اور دکھ ہوا ہے - کیونکہ یہ فیصلہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے بالکل برخلاف ہے جناب قائد اعظم محمد علی جناح نے ۲۳ مئی ۱۹۴۴ء کو سری نگر میں منعقدہ پریس کانفرنس میں احمدیوں کو مسلمان قرار دیا تھا - اور جب ایک شخص نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور دیا تو آپ نے فرمایا تھا - کہ جب

"مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ کسی شخص کو کافر قرار دوں - جو اپنے آپ کو مسلمان قرار دیتا ہو"

کسی کلمہ گو کو جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھائے - کافر قرار دینا خود اپنے کفر پر مہر ثبت کرنے کے مترادف ہے بلکہ قرآن پاک کا حکم ہے ولاتقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا - "جو کوئی تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں" (۴: ۹۴) افسوس ہے کہ کفر و ارتداد کے فتاویٰ سے مسلمانوں کا کوئی بھی فرقہ نہیں بچا ہے - سوائے احمدیہ جماعت لاہور کے سارے فریق ایک دوسرے کو کافر اور زندیق قرار دیتے ہیں - بلکہ مشہور مجددین، امام، اور اولیاء اللہ مثلاً حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ حضرت امام مالکؒ، امام غزالیؒ، حضرت سید عبدالقادر گیلانیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہ مکفر علماء کے ہاتھوں مصائب و اذیتیں برداشت کر چکے ہیں - اور اپنے اپنے وقتوں میں فتاویٰ کفر کے شکار بن چکے ہیں -

یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ پہلے تو انتہائی علماء سُو کے ہاتھوں ملت کا شیرازہ پارہ پارہ ہوتا رہا - اور اب اسلام سے ناواقف حکمران

(باقی کالم ۳ کے نیچے)

اسمبلی کے ہاتھوں اتحادِ اسلامی کو ختم کیا جانے لگا ہے - اس لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سرینگر، آزاد کشمیر اسمبلی کے اس غیر اسلامی اور خطرناک فیصلے کی مذمت کرتے ہوئے اسے پرِکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتی ہے"

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۸ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۸ راگست ۱۹۷۳ء | نمبر ۳۲

ارشاد باری تعالیٰ

مؤمن بھائی بھائی ہیں ایک دوسرے پر مسخر نہ کرو نہ ایک دوسرے کے نام دھرو

(قرآن کریم)

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون -

ترجمہ: —

مؤمن آپس میں بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے -

یاایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیراً منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون -

ترجمہ: — . . . کوئی قوم کسی قوم پر ہنسی نہ کرے شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں اور عورتوں پر (ہنسیں) شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنوں پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کے نام دھرو - ایمان لانے کے بعد ایسا نام جس میں فسق کا ذکر ہو بہت برا ہے اور جو ان (حرکات) سے توبہ نہ کرے گا تو وہی لوگ ہی ظالم ہیں -

ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمان کو کافر و فاسق نہ کہا جائے

عن ابی ذر رضی اللہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک -

ترجمہ: - حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے کہ کوئی شخص دوسرے آدمی کی طرف فسق منسوب نہیں کرتا اور نہ اس کی طرف کفر منسوب کرتا ہے مگر وہ لوٹ کر اسی پر پڑتا ہے - اگر اس کا ساتھی ایسا نہیں -

نوٹ - از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ :-

اس میں تعلیم دی ہے کہ مسلمان مسلمان کو کافر و فاسق نہ کہے ورنہ وہ کفر و فسق کہنے والے پر ہی لوٹ کر پڑے گا - اس کی غرض صرف یہ ہے کہ اس طرح ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہی وہ مہلک مرض ہے جس نے مسلمانوں کی قومی قوت کو پاش پاش کر دیا ہے - (فضل الباری کتاب الادب - صفحہ ۱۳۷۵)

ہفت روزہ پیغام صلح

خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں -

وہ لوگ جن کے اعمال للہی ہوتے ہیں وہ کسی پر اپنے اعمال کو ظاہر ہونے نہیں دیتے

دنیا ایک دار الابتلاء ہے وہی اچھا ہے جو ہر ایک امر مخفی رکھے

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات گرامی

متقی ایک ایسے میدان میں ہے جہاں ہر وقت لڑائی ہے (اللہ کے فضل کا ہاتھ اس کے ساتھ ہو - تو اسے فتح ہو -) جیسے دنیا جس کی چال ایک چیونٹی کی طرح ہے بعض وقت انسان بے سمجھی سے خاص موقعہ پر ریا کو دل میں پیدا ہونے کا موقعہ دے دیتا ہے مثلاً ایک شخص کا چاقو گم ہو جاوے اور وہ دوسرے سے دریافت کرے تو اس موقعہ پر ایک متقی کا جنگ شیطان سے شروع ہو جاتا ہے - جو اسے سکھاتا ہے کہ چاقو کے مالک کا اس طرح دریافت کرنا ایک قسم کی بے عزتی ہے - جس سے اس کے افروختہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے - اور ممکن ہے کہ آپس میں لڑائی بھی ہو جاوے - اس موقعہ پر ایک متقی کو اپنے نفس کی بد خواہش سے جنگ ہے - اگر ایک شخص میں محض للہ دیانت موجود ہو - تو غصہ کرنے کی اس میں ضرورت ہی کیا ہے - کیونکہ دیانت جس قدر مخفی رکھی جاوے اسی قدر بہتر ہے - مثلاً ایک جوہری کو راستہ میں چند چور مل جاویں - اور چور آپس میں اس کے متعلق مشورہ کریں - بعض اسے دولت مند بتلاویں اور بعض کہیں کہ کنگال ہے - اب مقابلۃً یہ جوہری انہیں کو پسند کرے گا - جو اسے کنگال ظاہر کریں گے - اسی طرح یہ دنیا کیا ہے ؟ ایک قسم کا دار الابتلاء ہے - وہی اچھا ہے جو ہر ایک امر خفیہ رکھے اور ریا سے بچے - وہ لوگ جن کے اعمال للہی ہوتے ہیں وہ کسی پر اپنے اعمال کو ظاہر ہونے نہیں دیتے - یہی لوگ متقی ہیں - میں نے تذکرۃ الاولیا میں دیکھا ہے - کہ ایک مجمع میں ایک بزرگ نے سوال کیا کہ اس کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہے - کوئی اس کی مدد کرے - ایک نے صالح سمجھ کر اسکو ایک ہزار روپیہ دیا - انہوں نے روپیہ لے کر اس کی سخاوت اور فیاضی کی تعریف کی - اس بات پر وہ رنجیدہ ہوا - کہ جب یہاں ہی تعریف ہو گئی - تو شاید ثواب آخرت سے محرومیت ہو - تھوڑی دیر کے بعد وہ آیا اور کہا کہ وہ روپیہ اس کی والدہ کا تھا جو دینا نہیں چاہتی - چنانچہ وہ روپیہ واپس دیا گیا - جس پر ہر ایک نے لعنت کی اور کہا کہ جھوٹا ہے اصل میں یہ روپیہ دینا نہیں چاہتا - جب شام کے وقت وہ بزرگ گھر گیا - تو وہ شخص ہزار روپیہ اس کے پاس لایا

(باقی صفحہ ۸ پر)

جناب بہادر غلام ربانی خان - ایڈووکیٹ مانسہرہ

آہ! ڈاکٹر میر احمد

ابتداء استقامت اور قربانی سے شروع ہوئی اور انتہاء میں شہادت نصیب ہوئی

۴ر جون ۱۹۷۳ء کی شام ڈاکٹر میر احمد مرحوم، ڈاکٹر ناصر احمد صاحب اور میجر نعمت اللہ صاحب کے ساتھ گذار کر دس بجے شام واپس گھر آئے کھانا کھا کر سو گئے۔ یہ نہ جانتے تھے کہ ایک بجے رات کو اس خاندان پر نہایت سخت ظلم و ستم ڈھایا جائے گا۔ ان کا ایک پاس نوجوان بچہ خالد احمد اور ناکتخدا بچی صفیہ کو سفاک درندوں نے بذریعہ ضرب الٹی کلہاڑی مار کر ختم کر دیا۔ اور ڈاکٹر میر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ کو اسی کلہاڑی کی ضرب کاری لگائے جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ کو سول ہسپتال مانسہرہ فوراً پہنچانا پڑا۔ جہاں سے انہیں ایمبولینس میں ڈال کر سی - ایم - ایچ ایبٹ آباد پہنچا دیا گیا۔ کمال ہمدردی سے فوجی کرنل بھٹی صاحب نے داخلہ عطا کر دیا اور ایک نیک بخت ماہر فن سرجن صاحب سپشلسٹ میجر نے ان دونوں کا اسی دن اپریشن کیا۔ افسوس کہ چار دن کی جد و جہد کے بعد بوجہ دماغی خون پھیپھڑوں میں چلے جانے سے ڈاکٹر صاحب شہید ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کو اپنے ہر دو لخت جگر شہیدوں کے پہلو بہ پہلو سپرد خاک کیا گیا۔

اس حادثہ میں ضلع بھر کے تمام احباب جماعت و دیگر ہمدرد دوست ہمسائے اور عوام شریک ماتم ہوئے سب اصحاب علاقہ نے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔ مرحوم شہید ایک خلیق اور ملنسار انسان اور شرافت مجسم تھے ۔ ہر خیال کے لوگ انہیں محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ شہید موصوف اور ان کے فرزندوں کو اعلیٰ رتبہ عطا کرے۔

ان کی زبانی اور میرے مشاہدہ کے چند ایک حالات بڑے سبق آموز ہیں۔ شہید مرحوم ریاست تناول کے شہر دربند کے قریب دیوار کے باشندہ تھے۔ انگریزی مڈل سکول دربند میں تعلیم پائی تھی۔ ابتداء میں وہ احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ ایک دن ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور جو نواب خان زمان خان کے معالج خصوصی تھے صبح کی نماز میں سورۃ الرحمٰن پڑھ رہے تھے کہ مرحوم کو سننے کا اتفاق ہوا۔ دوسرے دن انہوں نے نماز میں شرکت کی اور ڈاکٹر عصمت اللہ مرحوم کی پُر اثر تلاوت نے ان کے دل میں یہ خیال پختہ کر دیا کہ اس کا مذہبی عناد غلط تھا اور یہ لوگ سچے مسلمان ہیں ۔ چنانچہ اس اثر اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کے دینی جذبہ کے تحت انہوں نے مولانا محمد علی صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بڑی جرأت سے داخل جماعت ہو گئے ۔ پھر کیا تھا ایک طوفان مخالفت امڈ آیا۔ اور یہ ناتوان و بے بس نوجوان اس طوفان کے خلاف مستقل مزاجی کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ حتیٰ کہ مرتد قرار دے دیا گیا اور قاضی محمد اسحاق دربند اور نواب خانزمان خان کے حکم سے پا بجولان گرفتار کر کے شہر میں پھرا کر جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس جیل خانہ کی کیفیت سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں نہ رہنے اور سونے کی جگہ اور نہ کھانے کا انتظام اور مزدوری اتنی سخت کہ آدمی لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ بارود کوٹنے کی محنت شاقہ کرائی جاتی تھی، ورنہ بید کی چھڑیوں اور سونٹوں سے تواضع کی جاتی تھی۔ خدا کے فضل سے مرحوم کو یہ مدد مل گئی کہ ایک مضبوط قیدی غلام حیدر نامی ان کے کام کا کوٹہ پورا کر دیتا تھا۔ ہر جمعہ کے دن میر احمد صاحب کو پا بجولاں بازار سے گذار جامع مسجد لے جایا جاتا اور قاضی محمد اسحاق کی عدالت میں پیشی ہوتی تھی۔ پہلا سوال یہ ہوتا تھا "تم کون ہو" میر احمد کا جواب تھا "میں مسلمان ہوں"۔ کہا جاتا کہ "تم مرزا صاحب کو کافر کہو" وہ جواب دیتا "مرزا صاحب مجدد صدی چہاردہم ہیں، اور مہدی مسعود اور مسیح موعود ہیں"۔ اس پر قاضی محمد اسحاق نے حکم دیا کہ یہ بدبخت توجہ نہیں کرتا۔ اس کو جیل میں بازار میں سے پابجولاں لے جاؤ اور لوگ اس پر نفرین کریں اور تضحیک کریں۔ اسی طرح کا سلوک جواب اور سوال ہر جمعہ کو ہوتے تھے بالآخر حکم ہوا کہ اس کو کشتی میں سوار کر کے دریائے سندھ کے بھنور میں غرق کر دو۔ چنانچہ کشتی پر سوار کر کے دریائے سندھ کی مختلف گہرائیوں میں اتار کر غرق کرنے کی دھمکی دی گئی اس سعید نوجوان نے موت کو لبیک کہا اور اپنے ایمان پر قائم رہا۔ جس وقت اس کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا تھا تو اللہ تعالےٰ نے تمام جیل کو بارود سازی کی وجہ سے بھک سے اڑا دیا اور سب کارکن اڑ گئے۔ ایک جمعہ پر قاضی مذکور نے سوال و جواب کے بعد حکم دیا کہ میر احمد کی منکوحہ پر طلاق ہے، کون اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اسی مجمع میں ایک شخص کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا گیا اور میر احمد راضی بقضائے الٰہی رہا۔

ادھر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے گورنمنٹ ہند (انگریزی حکومت) کو اس ظالمانہ مذہبی کارروائی اور اذیت کے متعلق شکایت نامہ بھیجا۔ گورنمنٹ ہند نے صوبہ سرحد کے چیف کمشنر کو سخت حکم دیا کہ اس مذہبی مظلوم کو فوراً رہا کرایا جاوے۔ صوبہ سرحد کی حکومت نے اپنے پولٹیکل آفیسر اے۔ سی۔ اوگی تحصیل ہمر کو فوری حکم بھیجا کہ فی الفور کارروائی ضروری کی جاوے۔ اتفاق حسنہ سے خان بہادر محمد علی خان پولٹیکل اے۔ سی۔ اوگی تھے۔ اگرچہ ان کا تعلق جماعت قادیان سے تھا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کے شیدائی تھے۔ میرے بڑے مہربان تھے اور احمدیہ جماعت لاہور کے ساتھ بھی محبت سے سلوک کرتے تھے۔ آپ قوم عزت خیل کے خان طبقہ سے تھے اور ضلع کوہاٹ کے سربرآوردہ خوانین میں سے تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جنت فردوس عطا کرے۔ آپ فوراً بارڈر پولیس لے کر دربند پہنچے اور نہایت ہی غصہ میں نواب سر خانزمان خان والئے ریاست کو حکم دیا کہ میرے بھائی میر احمد کو فوراً رہا کر کے میرے پاس عزت سے لایا جائے۔ نواب صاحب نے دعوت طعام کے لئے افسر مذکور کو مدعو کیا۔ خان بہادر محمد علی خان نے حکم دیا کہ اس دعوت کو ... حقارت سے رد کیا جاتا ہے تاوقتیکہ ان کا بھائی میر احمد شریک نہ ہو، غرضیکہ میر احمد صاحب کو تازہ لباس پہنا کر حاضر کیا گیا۔ جس پر خان بہادر محمد علی خان معہ تمام حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے اور میر احمد کو گلے لگا کر زار و قطار روئے اور کہا کہ مبارک ہو، کہ تو نے میرے آقا حضرت مہدی مسعود اور مسیح موعودؑ کی عقیدتمندی میں سب ذلت اور صعوبت خوشی سے برداشت کی وہ میر احمد کو لے کر اوگی واپس آئے اور عزت کے ساتھ رکھا اور رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجی۔ اس واقعہ کا ایک کتابچہ بھی شائع ہوا تھا اس نوجوان کو حضرت مرزا یعقوب بیگ رحمۃ اللہ علیہ لاہور اپنے پاس لے گئے اور اپنی میڈیکل فارمیسی میں ۱۵ سال رکھا اور ڈاکٹری کا علم سکھایا۔ پھر گورنمنٹ سرحد میں وہ ملازم ہو گئے۔

لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں ایک مدت کام کیا۔ پھر خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان کے ماتحت ڈاڈر ہسپتال میں کام کرتے رہے اور پھر ملازمت چھوڑ کر مانسہرہ شہر میں طبی کام کرتے رہے۔ اپنی دکان کا نام عزیز فارمیسی رکھا۔ عرصہ بیس پچیس سال تک وہ بڑی کامیابی سے کام کرتے رہے۔ نیک شہرت کے مالک اور بڑے متواضع، خلیق اور ملنسار انسان تھے۔ ان کے اخلاق حسنہ اور شرافت جبلی کے ہر کہ و مہ اور عوام رطب اللسان ہیں۔

اس کے ساتھ درندہ صفت انسانوں کا سفاکانہ و ظالمانہ سلوک تمام علاقہ میں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ

(باقی بر صفحہ ۶ کالم نمبر ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ــــــــ لاہور ــــــــ مورخہ ۸ اگست ۱۹۷۳ء

اِسلامی جمہوریہ پاکستان اور فریضۂ اشاعتِ اسلام وترویجِ علومِ قرآن

پاکستان عالمِ اسلام کی راہبری کا حق کیونکر ادا کر سکتا ہے!

فاقم وجهك للدين حنيفا، فطرت الله التي فطر الناس عليها، لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون۔ (الروم۔ ۳۰)

ترجمہ:۔ پس تو اپنی توجہ خالصتہً دین کی طرف قائم رکھ ۔ یہ دین قیّم ایسا ہے جو عین فطرت کے مطابق ہے جس فطرت پر خدا نے لوگوں کو بنایا ہے ۔ خدائی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس بات سے بے علم ہیں۔

حکومتِ پاکستان کے ایک وفد نے حال ہی میں مملکتِ چین کا دورہ کیا تھا، اس کے اثرات مولانا کوثر نیازی صاحب وزیرِ اطلاعات نے روزنامہ 'مشرق' میں شائع فرمائے ہیں۔ ۳۱ جولائی کے اشاعت میں جو قسط شائع ہوئی ہے اس میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات قارئین کرام کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوں گے ۔

"ماؤ کی تحریروں میں قرآنی فکر کی چھاپ نظر آتی ہے" کے عنوان کے تحت اپنے تاثرات کا خلاصہ اس فقرہ میں دیا ہے :۔

"مجھے یقین ہے کہ ماؤزے تنگ پر رُوحِ اسلام منکشف ہو جائے تو وہ اسے ایک مذہب سمجھ کر نہیں، ایک نظامِ حیات سمجھ کر فوراً اس پر ایمان لے آئے گا۔"

مذہب سے عام بیزاری کی وجوہ کو مولانا صاحب یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"ایک زمانہ میں چین بعض مشرکانہ مذاہب کا اچھا خاصا گڑھ رہا ہے۔ اس کے زیرِ اثر چینی عوام برس ہا برس بُت پرستی اور توہمات میں مبتلا رہے ہیں۔ ماؤزے تنگ نے اپنے افکار میں اسی رائج الوقت مذہب کو نشانۂ تنقید بنایا ہے ایسے مذاہب کے چینی مفکر کے نظریات کو اسلام کی مخالفت کے مترادف قرار دینا غلط ہوگا۔ مجھے یقین ہے، ماؤزے تنگ پر رُوحِ اسلام منکشف ہو جائے تو وہ اسے مذہب سمجھ کر نہیں، ایک مثالی نظامِ حیات سمجھ کر فوراً ایمان لے آئے گا۔"

مولانا کوثر نیازی صاحب کا تجزیہ بالکل صحیح ہے، اکثر جگہ مذہب کو توہم پرستی، جمود، بیکاری اور عقل و علم کے برخلاف سمجھا گیا ہے، ایسی صورتِ حال نہ صرف چین میں بدھ مذہب کے بارہ میں ہے بلکہ عیسائی دنیا کا بھی عین یہی حال ہے اس لئے علم و سائنس کے اس زمانہ میں مذہب کے ایسے تصور سے دنیا میں بیزاری کا ہونا لازم ہے، مگر اس سے یہ مطلب لینا صحیح نہ ہوگا کہ مذہب کے صحیح تصوّر یعنی اسلام کی اعلےٰ تفسیر سے بھی بیزاری ہے بلکہ سچ بات یہ ہے کہ مادی تصوّرِ حیات نے دنیا میں جس بے امنی و فساد کی راہیں وا کی ہیں، اور جس طرح انسان نے سائنس و علم کے ارتقاء کو انسان کی تخریب و تباہی کے لئے استعمال کیا ہے اس ٹھوس حقیقت کے پیشِ نظر خود سائنسدان و مفکرین اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر نوعِ انسان نے ہلاکت سے بچنا ہے تو اس کی واحد راہ دین کی جانب رُخ کرنے میں مضمر ہے ۔

اسلام میں خدا کی کامل توحید اور رب العالمین کا تصوّر، بنی نوع کی وحدت و مساوات کا عالی پیغام ہے ۔ چنانچہ اس بارہ میں مولانا کے خیالات ملاحظہ ہوں:۔

"ایک خدا کو ماننے سے پہلے کتنے ہی چھوٹے خداؤں سے بغاوت کرنی پڑتی ہے، تعصبات، برادری، نسل، رنگ، جغرافیائی حدود سرمایہ داری، ملوکیت، ملائیت، برہمنیت اور پاپائیت ان سب بتوں کو پہلے چُور کرنا پڑتا ہے ۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے چین والے "لا" کے ان تقاضوں کا حق ادا کر چکے ہیں اب الا کا درجہ باقی ہے۔ کیا عجب کہ ربّ العالمین کسی دن چینیوں کے ضمیر پر اس حقیقت کو بھی بے نقاب کر دے اور یہیں سے عقیدہ و عمل کا وہ انقلاب پوری دنیا میں پھیل جائے جو کائنات کے خاتمے سے پہلے پہلے بہر صورت انسانیت کا مقدر بن چکا ہے۔

دو ستمبر ۱۹۷۰ء میں یحییٰ خان کی عنایات کے طفیل مجھے پانچ سال باشقت کی سزا ملی تو میں نے گھر سے قرآن کریم کے علاوہ ماؤزے تنگ کے سلیکٹڈ ورکس بھی منگا لئے تھے صبح نماز کے بعد میں قرآن حکیم کی (تدبر و تفکر کے ساتھ) تلاوت کرنے کے بعد ماؤ کے افکار کا مطالعہ کرتا ۔ میں اگر یہ کہنے کی جسارت کروں تو ممکن ہے کچھ لوگ مجھ پر کُفر کے فتوے لگاویں لیکن یہ میرے دل کی آواز ہے اور میں اسے کسی خوف یا ڈر کی وجہ سے چھپانا جرمِ عظیم سمجھتا ہوں کہ ماؤزے تنگ کی تحریروں میں شعوری یا غیر شعوری طور پر قرآنی فکر کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ بہت سے مقامات پر تو اس وقت میں نے حاشیئے میں قرآن حکیم کی متعلقہ آیات بھی لکھ ڈالی تھیں ۔

"ماؤزے تنگ کی تعلیمات کا ایک اہم نکتہ پارٹی اور معاشرے کو تضادات سے پاک کرنا ہے ۔ وہ جگہ جگہ اس پر زور دیتے ہیں ۔ اسی طرح قرآنِ حکیم نے کائنات کو جس طرح دیکھا اور دکھایا ہے اس میں بھی اس پہلو کو بھی بطور خاص نمایاں کیا گیا ہے ۔ قرآن حکیم کے نزدیک یہ نظامِ کائنات بھی خامیوں، غلطیوں اور تضادات سے پاک ہے۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ اس خدائی سسٹم میں تمہیں کہیں بھی تضاد نظر نہیں آئے گا۔ وہ توحید کی دعوت دیتا ہے ۔ جس کا منطقی تقاضا اور نتیجہ ہی وحدت ہے ۔ اس وقت خیالات کا یہ ہجوم ہوا تو جی میں آیا کہ کبھی غمِ زمانہ فرصت دے تو اپنے عہدِ اسیری کا یہ حاصل مطالعہ بھی شرح و بسط کے ساتھ قلمبند کر دوں ۔"

مولانا کوثر نیازی ماؤ کی تحریروں کے مطالعہ سے جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ بالکل صحیح و درست ہے جیسے کہ نہ صرف آیت شریفہ مندرجہ عنوان سے اس کی تائید ہوتی ہے بلکہ قرآن حمید کی ساری تعلیم کا خلاصہ ہی یہی ہے ۔ مولانا صاحب کے نزدیک ماؤ، اسلام کے پیغام کو اس کے نظامِ حیات کے لئے قبول کرنے کو تیار ہوگا نہ کہ بطور مذہب کے ۔ لیکن نظامِ حیات کے علاوہ اسلام نے جس قدر معتقدات، عبادات اور ارکانِ دین سکھلائے ہیں، وہ تمام کے تمام اسی نظامِ حیات کی تقویت و مضبوطی کے لئے ہی ہیں گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کے نزدیک ایک نظریہ حیات ہے اور دوسرا اس نظریہ کو عمل میں لانے کے لئے اس پر بناء ایک نظامِ حیات ہے، اسی حقیقت کو قرآن حکیم میں جملہ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت، میں تکرار سے بیان کیا ہے، ایمان ایک نظریہ ہے اور عملِ صالح اس پر بناء ایک نظامِ حیات ہے ۔ نظام بغیر نظریہ کے کیسے اور کیونکر قائم رہ سکتا ہے؟ آخر یہ ماننا پڑے گا کہ اشتراکی نظام بھی کسی نظریہ پر ہی قائم ہے ۔ قرآن کریم نے یہ نظریہ ایمان باللہ و بالیوم الاخرۃ کا پیش کیا ہے ۔ جملہ عبادات و ارکان اسی نظریہ کے قیام و مضبوطی کے لئے ہیں ورنہ بجائے خود وہ مقصود بالذات نہیں ۔ اس ضمن میں مجملاً یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سب کی اصل غرض و غایت اجتماعی نظام میں مساوات و اخوت کی طرف توجہ دلانا ہے ۔ اگر یہ مُدعا حاصل نہیں ہوتا تو قرآن کریم کے نزدیک یہ سب کارروائیاں رائیگاں جاتی ہیں ۔

اشتراکیت کے نزدیک بہتر نظامِ حیات کی افادیت تو ظاہر و مسلّم ہے اس لئے وہ اس کے قائل ہیں اگرچہ اس کے حصول کے لئے جن اعلےٰ صلاحیتوں کی حاجت ہے

تعلق واضح کیا ہے۔

ہم مولانا کوثر نیازی کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایمانی امور کی قدرت اور ان کا نظام حیات سے سچا تعلق کے ثبوت مہیا کرنے کے لئے ہی چودھویں صدی کے مجددِ اعظمؑ کی بعثت خدا کی جانب سے ہوئی ہے، آپ نے نہ صرف امورِ ایمانیہ و غیبیہ پر قطعی دلائل و براہین عطا کئے ہیں بلکہ خدا کے وجود، اس کی صفات، اس کی ہمکلامی، اس کے اظہار علی الغیب اور دیگر خوارق و معجزات پر مبنی اپنی زبردست ذاتی شہادت و تجربہ کو پیش کیا ہے، بلکہ جن نتائج پر مولانا کوثر نیازی صاحب چینی اشتراکیت کے مطالعہ کے بعد آج پہنچے ہیں ان سب کو اسّی برس قبل من و عن آپؑ نے بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت اقدسؑ نے طلوع الشمس من مغربہا کی پیشگوئی فرمائی تو آپ کے ایک شاگرد نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت! آپ تو مغربی دنیا میں اسلام کا علم لہراتا ہوا دیکھتے ہیں مگر وہاں تو لوگ مذہب سے بکلی بیزار ہو رہے ہیں تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ امر ہمارے مفید مطلب ہے، کیونکہ مذہب کا غلط تصور جب مٹ جائے گا تو ذہنوں کی سلیٹ صاف ہو کر صحیح نظریہ کی قبولیت کے لئے تیار ہو جائے گی۔

خواجہ کمال الدین صاحبؒ ۱۹۱۲ء جب تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان گئے تو ان کی سعی و جہدِ تبلیغ سے جن انگریزوں نے قبول اسلام کیا انہوں نے بھی یہ گواہی دی کہ جن عالمگیر اصولوں کو قرآن پیش کرتا ہے وہ تو ایسے بدیہی ہیں کہ ہم اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بنا پر ان کے قائل ہو چکے ہیں، البتہ ہمیں یہ علم نہ تھا کہ یہ وہی اصولِ حقہ ہیں جو قرآن نے تلقین فرمائے ہیں۔ مسٹر محمد اسد نومسلم آسٹرین نے اپنی ایک کتاب کے دیباچہ میں اپنے بارہ میں یہی انکشاف کیا ہے کہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کرنے سے قبل اکثر آپ کی یہ عادت تھی کہ وہ ان اصولوں کی تائید کرتے، حتیٰ کہ افغانستان میں ایک روز ایک شہزادہ کے روبرو اسی قسم کے بیان پر شہزادہ نے اسے کہا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ تم تو دل سے مسلمان ہو چکے ہو جس پر اسد صاحب چونک پڑے اور ان کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا، پھر ان کے لئے اعلان اسلام ناگزیر ہو گیا۔

"اسلام مائی چوائس" (ISLAM MY CHOICE) ایک کتاب بھی اسی قسم کے مغربی مفکرین و مصنفین کے ایسے بیانات پر شائع ہو چکی ہے جس میں ان سب نے یہ اقرار کیا ہے کہ ہم جن اصولوں کی صداقت پر از روئے مطالعہ و تجربہ خود پہنچے ہیں۔ ہمیں یہ علم نہ تھا کہ وہی قرآن کریم نے بھی تعلیم فرمائے ہیں۔ جب ہمیں اس کا علم ہوا تو ہم نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ مشہور جرمن شاعر گوئٹے کا مقولہ تو زبان زدِ خلائق ہے جہاں اس نے کہا ہے کہ "قرآن ایسے خدا کو پیش کرتا ہے جو رب المشرقین و رب المغربین ہے اور اس کے قوانین کی اطاعت میں انسانی بہبود کو مرکز قرار دیتا ہے۔ پس اگر اسلام اسی کا نام ہے تو کیا ہم تمام اسلامی حیات بسر نہیں کر رہے؟"

غرضیکہ مولانا کوثر نیازی صاحب نے جو توقعات ماؤ سے وابستہ کر رکھی ہیں کہ اگر اسے یہ علم ہو جائے کہ قرآن حمید ایسا نظام حیات پیش کرتا ہے جس پر وہ پہلے سے عمل پیرا ہیں تو وہ فوراً اسلام پر بطور نظام حیات ایمان لے آئے گا۔ نہ صرف یہ بات قرین قیاس ہے بلکہ اس زمانہ کا تجربہ اس امر پر شاہد ناطق ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ قرآن حمید کے عالمگیر اصولوں کو انکی صحیح اصل شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

اس موقعہ پر ہم مولانا صاحب کی خدمت میں یہ گذارش کریں گے کہ اب جبکہ سکتی ہے۔ اگر حکومت پاکستان صحیح معنوں میں تبلیغ اسلام و اشاعتِ علوم قرآن کے عالی مقاصد کو اپنا لے تو یہ امر نہ صرف قیاسی بلکہ یقینی ہے کہ چین ہی نہیں، روس اور امریکہ بھی اس صادق و عالمگیر تعلیم کے آگے سر جھکانے کے لئے تیار ہوں گے۔ یہی حقیقتاً وہ پیغام خوشخبری ہے جو اس صدی کے مجدد اعظمؑ نے اپنے پیرؤوں کو دیا ہے چنانچہ اپنے مرشد کی اتباع میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اسی مقصد کو گذشتہ ساٹھ برس سے اپنے پیش نظر رکھ رہی ہے۔ متعدد اسلامی مشن مغربی دنیا میں اس کی طرف سے قائم ہیں اور کئی مغربی زبانوں میں قرآن حمید کے تراجم شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ نیز دیگر مغربی زبانوں میں تراجم قرآن شائع کرنے کی سعی بلیغ جاری ہے بلکہ ایک شعبہ تراجم قرآن اس کے لئے وقف ہے۔ (ا۔ ب۔ ا)

اخبار احمدیہ

آہ! محمود احمد خان

یہ افسوسناک خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی کہ جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب مرحوم کے فرزند گرامی محمود احمد خان صاحب جو بہت دیر سے بسلسلہ ملازمت کراچی میں مقیم تھے، ہائی بلڈ پریشر کی تکلیف میں چند دن مبتلا رہ کر بقضائے الٰہی وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت خلیق نیک سیرت اور اپنے مرحوم باپ کا پرتو تھے، ہم اس افسوسناک حادثہ پر بیگم صاحبہ مولانا مرتضیٰ خان صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور فرزندان اور دیگر اہل خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، گذشتہ جمعہ مورخہ ۱۳ر اگست کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے بعد نماز جمعہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھایا تمام بیرونی جماعتوں سے استدعا ہے کہ مرحوم کے لئے جنازہ غائبانہ میں دعائے مغفرت فرمائیں۔

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

درخواست دعائے صحت

مکرم میاں غلام حیدر تبسم صاحب کے فرزند ارجمند میاں خالد حیدر عرصہ دو ماہ سے بیمار ہیں اور آج کل کرسچین ہسپتال گلبرگ لاہور میں صاحب فراش ہیں میاں غلام حیدر صاحب ان کی تیمارداری کے لئے کچھ دنوں سے لاہور میں مقیم ہیں، احباب کرام سے درخواست ہے کہ میاں خالد حیدر جو ایک نیک سیرت جوہرِ نوجوان ہیں انکی صحت کے لئے دردِ دل سے دعائیں فرمائیں۔ (باقی بر صـ۹)

ملفوظات۔ سلسلہ اوّل

اور کہا کہ آپ نے سرِعام میری تعریف کرکے مجھے محروم ثوابِ آخرت کیا۔ اس لئے میں نے یہ بہانہ کیا۔ اب یہ روپیہ آپ کا ہے۔ لیکن آپ کسی کے آگے نام نہ لیں۔ بزرگ رو پڑا اور کہا کہ اب تو قیامت تک مورد لعن طعن ہوا۔ کیونکہ کل کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔ اور یہ کسی کو معلوم نہیں۔ کہ تو نے مجھے روپیہ واپس دے دیا ہے۔

(ملفوظات بنام منظور الٰہی صـ۳۴)

تمام اقوام کے انبیاء پر ایمان لانا بین الاقوامی اتحاد کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت کا ذکر انسان کے کردار کو بلند کرنے کے لئے ہے

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۲۷ رجولائی ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

للہ ما فی السموات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔

(البقرہ رکوع ۴۰)

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے جس قدر آسمان کی وسعت ہے اس کے اندر جتنی بھی مخلوقات ہے، ان سب پر میرا قبضہ ہے اسی طرح زمین کی تمام مخلوقات ہمارے ہی قبضہ قدرت میں ہے، ان سب کے مخلوق ہونے کی وجہ سے ان کا پورا علم ہم کو ہے الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر۔ بھلا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا ہے وہ ان سب چیزوں کا علم رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بار بار اپنی تخلیق کا ذکر اس لئے کرتا ہے اور اپنی قدرت کا بیان اس غرض سے کرتا ہے کہ انسان اس کے احسانات کو سمجھ کر اس کے آگے سربسجود ہو۔

احسان مند محسن کے آگے جھکتا ہے جبلت القلوب الیٰ من احسن علیھا، یعنے انسانوں کے قلوب میں یہ جبلت ہے کہ جو محسن ہو اس کے آگے جھکتے ہیں۔ اسی فطرت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں احسانات کا ذکر کرتا ہے، فرماتا ہے آسمان کو دیکھو جس قدر ستاروں اور سیاروں سے مزین کیا ہے جو سب کے سب انسان کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ کا موجب ہیں۔ پھر زمین پر پہاڑ کھڑے کر دیئے جن سے زندگی کی کئی ایک ضروریات وابستہ ہیں، اور خشکی سے تین گنا زیادہ سمندر پیدا کئے، یہ سب خدا تعالیٰ کی قدرت کے نشانات ہیں، اس کو مدِنظر رکھ کر فرمایا للہ ما فی السموات وما فی الارض، آسمان جو پیدا کئے ان میں اس قدر بلندیاں ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں، سورج جو ہمارے لئے دن چڑھاتا ہے گرمی اور روشنی پہنچاتا ہے زمین سے نو کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے، اسی سے خدا تعالیٰ کی قدرت کا پتہ لگتا ہے، کہ اس قدر دوری کے باوجود سورج کی گرمی اور روشنی ہم تک پہنچتی ہے، ایسا ہی حال دیگر ستاروں اور سیاروں کا ہے۔ سورج اور قمر میں جان نہیں ہے لیکن ہزاروں سال سے وہ ایک ہی ڈگر پر چل رہے ہیں جو جو وقت ان کے طلوع و غروب کا اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے، کبھی اس میں ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آیا، جس کی وجہ سے موسم بدلتے اور طرح طرح کے اناج، غلہ جات اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں، اگر ایک منٹ کے لئے سورج کی روشنی غائب ہو جائے تو دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو کر رہ جائیں اور ہم یخ بستہ ہو جائیں، زمین کے اوپر ایک گھاس کی بوٹی سے لے کر ہر قسم کے غلہ جات اور پھل پھول کی پیدائش ہمارے قیام حیات کا موجب ہے، جب تمازت آفتاب سے شدت کی گرمی ہو جائے تو اسی تمازت کی وجہ سے سمندر سے بخارات اٹھتے ہیں اور ہوا کے پروں پر بادل بن کر آتے اور زمین کو سیراب کر کے ہمیں ٹھنڈک پہنچاتے ہیں تاکہ ہمیں چین میسر آ سکے اور مختلف چیزیں پیدا ہوں، اس سے نظر آتا ہے کہ ایک مدبر بالارادہ اور صاحب قدرت ہستی موجود ہے، جس کے حکم کے ماتحت یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے یہی ایمان ان آیات میں پیدا کرنا مقصود ہے، اگر اس ذات پر ایمان میسر آ جائے تو انسان کا کردار بلند ہو جاتا ہے جو دنیا کے لئے باعث رحمت بن جاتا ہے۔

حضرت مظہر جان جاناںؒ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے اپنے تین چار شاگردوں کو ایک ایک مرغ دیا اور کہا کہ ان کو اس جگہ لے جا کر ذبح کرو جہاں کوئی دیکھ نہ سکے۔ ایک شاگرد کے سوائے سب شاگرد اپنے اپنے مرغ ذبح کر لائے، ایک شاگرد ویسے ہی زندہ مرغ لے کر آ گیا اور کہا کہ میں جہاں گیا۔ وہاں ہی خدا دیکھنے والا موجود تھا اس لئے میں کوئی ایسی جگہ نہ پا سکا جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، یہ ہے ایمان جو مظہر جان جاناںؒ اپنے مریدوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ یہ ایمان جب انسان کے دل میں پیدا ہو جائے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے تو کسی قسم کی بری حرکت اس سے سرزد نہیں ہو سکتی اور وہ نہایت بلند پایہ اور اعلیٰ کردار والا بن جاتا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر فرمایا للہ ما فی السموات وما فی الارض جو بھی چیزیں آسمانوں اور زمین پر ہیں ان سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے وہ چیزیں انسان کی ربوبیت کے لئے پیدا کی ہیں، یہی مضمون سب سے پہلی آیت الحمد للہ رب العالمین میں بیان کیا ہے۔ تمام محامد اس خدا کے لئے ہیں جس نے تمام جہانوں کی ربوبیت کے سامان پیدا کئے ہیں، اس میں جسمانی ربوبیت کا ذکر ہے۔ اور ان میں انسان کی روحانی تربیت اور بلندی کردار پیدا کرنا مقصود ہے فرمایا وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ، جو خیالات تمہارے دلوں کے اندر ہیں جو منصوبے تم دلوں میں باندھتے ہو، ان کو ظاہر کرو یا چھپا کر رکھو، اللہ تعالیٰ ان سے واقف ہے اور تم سے ان کا محاسبہ کرے گا، اگر ہم نے ان آیات کو پڑھا اور سورۃ فاتحہ کو بھی بار بار پڑھتے ہیں۔ لیکن کامل فرمانبرداری ہم میں پیدا نہ ہوئی، تو کیا منہ لے کر خدا کے پاس جائیں گے، جس حالت میں ہمارے خفیہ ارادوں اور حرکات کو بھی وہ جانتا ہے بڑا عمل ہو یا چھوٹا، وہ سب کا محاسبہ کرے گا تو اپنے ارادوں اور اعمال کو پاک و صاف رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء، پھر محاسبہ میں جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے اس کی کمزوریوں کی پردہ پوشی فرمادے اور جس کو سزا کے قابل سمجھے اسے سزا مل کر رہے گی واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے اپنے علم اور قدرت کی وجہ سے وہ بے شمار باتوں کو قابلِ معافی قرار دے سکتا ہے۔ علیٰ کل شیءٍ قدیر کا یہ بھی مطلب ہے کہ ہمیں تمام کائنات کی پیدائش پر قدرت حاصل ہے لیکن انسان کو ہمارے احکام کی کچھ پرواہ نہیں، باوجود اس کے بھی مدت تک ہم اسے ڈھیل دیتے ہیں اور معاف کرتے چلے جاتے ہیں، آخرکار جب وہ بداعمالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تو اس پر عذاب وارد کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون یہ سبق جو معرفت اور احسان کا ہم نے دیا ہے، محمد رسول اللہ صلعم اس پر پورے طور پر ایمان رکھتے میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے لے کر کمانڈر اور بادشاہ ہونے کی حیثیت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام الٰہی کے پورے طور پر پابند رہے اور ان کا اس بات پر پورا ایمان ہے کہ جو کچھ نازل ہو رہا ہے وہ خدا تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے اس ایمان پر فخر کرتا ہے سرٹیفکیٹ دیتا ہے کہ آپ کامل الایمان انسان ہیں اور نرا ایمان ہی نہیں جو کام آپ کے سپرد کیا گیا، اس کی سرانجام دہی کے لئے ہر قسم کی تکالیف آپ کو اٹھانی پڑیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔ حضور صلعم فرماتے ہیں ما اوذی النبیین کما اوذیتُ۔ جو ایذائیں مجھے دی گئیں، کسی دوسرے نبی کو اس قدر ایذائیں نہیں ملیں مکہ سے مار مار کر آپ کو بھگا دیا گیا، پھر مدینہ گئے تو آپ کا تعاقب کیا گیا۔ مگر نہایت شدید تکلیفیں اٹھانے کے بعد جب غالب آئے تو جانی دشمنوں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا۔ فرمایا لا تثریب

علیکم الیوم، آج تم پر کوئی ملامت نہیں، یہ ہے وہ ایمان جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اللہ نے آپ کے ایمان کے ساتھ آپ کے ساتھیوں کا بھی ذکر کیا فرمایا المومنون آپ کے ساتھی بھی ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں، یہ کمال ہے محمد رسول اللہ صلعم صرف اپنا ہی ذکر نہیں کرتے اپنے ساتھیوں کے ایمان کو بھی سراہتے ہیں، اور کسی قسم کا نقص ان میں نہیں نکالتے۔ اکثر لیڈر اس بات میں فیل ہو گئے کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی قدر نہ کی، وہ ان کے اندر کوئی نہ کوئی نقص نکالنے میں اپنی بڑائی سمجھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی بڑی تعریف کی ہے، آپؐ کی شان اس سے بہت بڑھی ہوئی نظر آتی ہے، جب تک اس سُنت کی پیروی نہ کی جائے اور لیڈر اپنے ساتھیوں کی قدر نہ کریں قومیں نہیں بنتیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام چھوٹے بڑے ساتھیوں کی تعریف کی ہے آپ کے ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کی آپؐ نے تعریف نہ کی ہو، محمد رسول اللہ صلعم نے قوم کی قوم کو متقی بنا دیا، سب کو علم ہو گیا کہ عبادت الٰہی کے بعد مخلوق کے ساتھ نیکی اور شفقت کا برتاؤ ہونا چاہیئے یہی زمین میں امن و امان پیدا کرنے کا حقیقی ذریعہ ہے۔

یہیں تک نہیں آگے فرمایا کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ اللہ اور ملائکہ پر ایمان کے ساتھ تمام قوموں کی منزل من اللہ کتابوں اور رسولوں پر بھی سب کے سب مسلمان ایمان لاتے ہیں۔ بڑا کلیجہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ صرف اپنی رسالت اور کتاب پر ہی ایمان نہیں لاتے تمام دوسری اقوام کے رسولوں پر بھی ایمان دینی عقائد میں شامل کر دیا، اور اس طرح قوموں کو متحد کرنے کا نسخہ بتا دیا کہ سب قوموں کے لیڈروں کی صرف تعریف ہی نہیں کی جائے، بلکہ سب پر ایمان لایا جائے لا نفرق بین احد من رسلہ ہم انبیاء میں کوئی تفریق روا نہیں رکھتے

کہ فلاں سچا ہے اور فلاں جھوٹا ہے سب خدا کی طرف سے ہیں، ساری قوموں میں مختلف زمانوں میں نبی آتے رہے، ان کی صداقت پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے، لیکن وائے مسلمان قوم پر، جس کا کلیجہ اتنا تنگ ہو گیا کہ یہ خود اپنی قوم کے دشمن بن گئے اور چند فروعی مسائل کے اختلاف پر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا دیئے۔ کوئی سُنی ہے اور کوئی وہابی دونوں ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں۔ آمین بالجہر پر لڑائی ہے، ہاتھ اُوپر نیچے باندھنے پر جنگ ہے، ٹخنوں کے متعلق لڑائی ہے، سیالکوٹ میں ہمارے محلّہ میں ایک منشی فقیر محمد رہتے تھے جو کچہری میں ملازم تھے، مسجد پاس ہونے کے باوجود وہ اس میں نماز کے لئے نہیں آتے تھے، ایک دن جاتے جاتے انہیں حاجت ہو گئی مجبوراً مسجد میں آنا پڑا ان کے پیشاب کرتے ہوئے اذان ہو گئی، مجبوراً وضو کرکے نماز میں شامل ہو گئے۔ امام مسجد نے مقتدیوں کو سکھایا ہوا تھا کہ سورۃ فاتحہ میں ولا الضالین کے بعد 'امین اُونچی آواز سے کہنی چاہیئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ منشی فقیر محمد نے جونہی 'امین' کی آواز سنی، اپنے ساتھ کے نمازیوں پر ایک زور کا ہاتھ مار کر انہیں گرا دیا اور کہا کہ ہم تو مسجد میں آتے ہی نہیں لیکن آج معلوم ہوا کہ اس مسجد میں اسلام کا بیڑہ غرق ہو چکا ہے۔ یہ حال ہے مُلّاؤں کی تنگ دلی کا کہ معمولی باتوں پر لڑائی ہے، عرفان جاتا رہا اور ایک دوسرے کو گالی دینا علماء کا شعار بن چکا ہے، جس رسول نے دوسری اقوام کے پیغمبروں پر ایمان لانا سکھایا تھا۔ اس کا یہ حال کہ اپنی ہی قوم کی تباہی کے درپے ہیں الامان آگے ایک اور بات لکھی ہے فرمایا قالوا سمعنا واطعنا۔ ہم نے احکام الٰہی کو سن کر قبول کر لیا ہے، اور ہم انکی اطاعت کرتے ہیں، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ کیا سُنا، نہ ہی یہ بتایا کہ کس چیز کی اطاعت کی، مطلب یہ ہے کہ ہر بات جو خدا کی طرف سے آتی ہے سمعنا ہم نے اسے سُن لیا، یعنی اسے قبول کر

لیا۔ اس کے بعد فرمایا غفرانک تیری مغفرت! یہ پُورا جُملہ نہیں ہے، جیسے کوئی شخص حضور کی موجودگی میں ڈرتے ہوئے پُورا لفظ ادا نہ کر سکے۔ اور صرف "حضو" اس کے منہ سے نکلے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے منہ سے صرف غفرانک نکلتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تیری مغفرت کے ہم طالب ہیں تیری بخشش کی ہمیں ضرورت ہے۔ اس میں سکھایا ہے کہ اپنے کسی عمل پر نہ اتراؤ اور اللہ تعالےٰ سے مغفرت طلب کرتے رہو۔ شروع آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت و قدرت کا ذکر کرکے مسلمانوں میں کردار کی بلندی پیدا کرنی چاہی اور آخر میں غفرانک کے لفظ میں اپنی کمزوریوں پر مغفرت طلب کرنا سکھایا کہ اسی میں قوم کی بہبودی اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔

جماعت احمدیہ لائلپور کی ماہانہ تبلیغی رپورٹ

خاکسار، مکرم جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ہدایت پر ۱۲-۷-۸۳ کو لائل پور پہنچا۔ ۱۳-۷-۸۳ کو خاکسار نے احباب جماعت کو خطبہ جمعہ میں انسانی پیدائش کی غرض و غایت اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد مکرم میاں ظہور احمد صاحب کی خدمت میں گذارش کی کہ جنرل سیکرٹری کا انتخاب کرایا جائے۔ چنانچہ بالاتفاق مکرم میاں ناصر محمود صاحب کو احباب نے جنرل سیکرٹری منتخب کیا۔ نومنتخب سیکرٹری صاحب اللہ تعالےٰ کے فضل سے بڑے مستعد اور زیرک نوجوان ہیں۔ اُمید ہے جماعت جماعت ان کی صلاحیتوں سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھائے گی اور ان کا وجود جماعت کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ احباب جماعت سے جو مختلف مقامات پر رہائش پذیر ہیں تعارف و ملاقات کا سلسلہ جاری رہا اور جماعتی کاموں میں دلچسپی لینے کے لئے انہیں تلقین کی گئی۔

پیپلز کالونی میں درس قرآن کے لئے کوشش کی گئی چنانچہ مکرم میاں مسعود احمد صاحب کی کوٹھی پر درس کا سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے۔ یہ درس ہر جمعرات کی نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد ہوا کریگا احباب لائل پور سے التماس ہے کہ وہ مغرب سے قبل میاں مسعود احمد صاحب کی کوٹھی پر پہنچ جایا کریں، ان کی کوٹھی پیپلز کالونی بی بلاک میں ہے اور اس کا نمبر ۳۴۷ ہے۔ فی الحال بعض وجوہ کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "ضرورت الامام" کا درس شروع کیا گیا ہے جس میں حضور نے مامور زمانہ اور امام وقت کی خصوصیات و کمالات پر بحث کی ہے۔

شبان الاحمدیہ کی یہاں کوئی تنظیم نہیں تھی، اب یہ تنظیم بھی یہاں قائم کر دی گئی ہے اور اس کے عہدیداران کا انتخاب بھی عمل میں آ گیا ہے، میری کوشش ہے کہ طارق آباد۔ عبداللہ پُور اور فیکٹری ایریا کے لئے مزید ایک حلقہ درس قائم کر دیا جائے۔ اسی طرح خواتین کی تنظیم کے متعلق بھی مَیں کوشش کر رہا ہوں۔ احباب سے التماس ہے کہ وہ ہمیں اپنی نیم شبی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ نا شکر گذاری ہوگی اگر میں مکرم حافظ عبدالرؤف صاحب کا ذکر نہ کروں جنہوں نے باوجود پیرانہ سالی کے مجھ سے ہر طرح تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

والسلام۔ مرزا احمد سلیم اختر مبلغ اسلام لائل پور

آہ! ڈاکٹر میر احمد۔ یسلسلہ ص ۲

تعالیٰ غلاموں کو جلدی کیفر کردار کو پہنچائے۔ مرحوم شہید کے دو بیٹے خداوند کریم کے فضل سے زندہ ہیں۔ ایک کا اسم مبارک عزیز احمد خان ہے جو ایم ایس سی زراعت پشاور یونیورسٹی اور امریکن یونیورسٹی ہیں اور وہ اب ایسو کا کمپنی کے خاص شعبہ کے ریجنل مینیجر ہیں اور بہت بڑے منصب پر ہیں۔ اور دوسرے بیٹے میجر مبارک احمد صاحب بھی ایم ایس سی ہیں اور فوج میں میجر کے عہدے پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان نوجوان بیٹوں کو عمر طویل اور زیادہ سے زیادہ اقبال عطا فرمائے۔ مرحوم شہید کو میرے ساتھ اور خاکسار ڈاکٹر سعید احمد اور جماعت کے ہر ایک ممبر کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ حضرت

مورخہ ۸ اگست ۱۹۷۳ء

شفیق مرزا

حضرت مجددِ اعظم کی شانِ مسیحیت

حضرت مجددِ اعظم اور فرزندانِ تثلیث کی معرکہ آرائی کے تذکرہ سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے ضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرأۃ فرعون... ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا

ان آیات سے پتہ لگتا ہے کہ خطاکار مؤمن شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہونے کی وجہ سے فرعون کی بیوی آسیہ اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونے والا مریم بنت عمران سے مشابہت رکھتا ہے اور اسی تمثیلی مریم سے پھر ابن مریم کی ولادت معنوی ہوتی ہے۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اُمت میں ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے افراد ملتے ہیں جو خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز تھے اور ان میں مسیحیت کا کوئی نہ کوئی رنگ پایا جاتا تھا لیکن حضرت مجددِ اعظم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہی وہ موعود مسیح ہیں جن میں مسیحیت اپنی پوری شان سے جلوہ گر ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ہی کے بارہ میں فرمایا ہے :- کیف تھلک امتی انا فی اولھا والمسیح ابن مریم آخرھا۔

کہ وہ اُمت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کا آغاز مجھ سے اور انجام مسیح موعود سے وابستہ ہے۔ اس میں پیشگوئی یہ تھی کہ آخری دَور میں جب اسلام زین العابدین کی طرح بے یار و مددگار ہوگا اور اس کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہوگا۔ تو مسیح موعودؑ کے ذریعے وہ غربت کے اس دَور سے نکل کر ترقی و کمال کی وہ منازل طے کرے کہ خود رفعتیں اس پر ناز کریں گی۔

پھر ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا :-

یھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام

یعنی اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو..... ہلاک کر دے گا اس میں ایک لطیف نکتہ

قرآن مجید میں اجمالاً اور احادیث میں تفصیلاً اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ مسیح موعودؑ کا ظہور پرستارانِ صلیب کے غلبہ کے وقت ہوگا۔ اسلئے چودھویں صدی کے مجددِ اعظم کا عظیم الشان کام لیکسرن الصلیب کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور اس جملہ کو عربی قواعد کے مطابق نون ثقیلہ اور لام کے ساتھ مؤکد کرکے پورے زور سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ گو اس وقت اسلام کے غلبہ کے آثار ایک عامی کو نظر نہ آئیں گے لیکن ایسا ضرور ہو کر رہیگا اسلام یقیناً کامیاب ہوگا اور صلیبی مذہب کی صف لپیٹ دی جائے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن جو ہر رنگ میں اسلام کی تباہی کے لئے کوشش کرے گا اور ہر قسم کے مادی وسائل استعمال کرے گا وہ دجال یعنی صلیبی مذہب ہوگا۔ اس کی تائید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشف سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ کو المسیح الدجال اور مسیح ابن مریم ہر دو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دکھائے گئے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ تھی کہ المسیح الدجال اسلام میں بعض خلل اور عیوب تلاش کرکے اسلامی عمارت کو منہدم کرنا چاہے گا اور مسیح ابن مریم اسلامی تعلیمات کے حسن و جمال کو ظاہر کرکے اس کے عزائم کو ناکام بنا دے گا اور دجالی فتنوں کے تار و پود بکھیر کر رکھ دے گا۔

آپ چشمِ تصور سے گذشتہ صدی میں یورپین اقوام کے سیاسی تسلط کا نظارہ کریں جبکہ ہر تنظیم سے تعلق رکھنے والے مسیحی پادری اعتراضات کی

بوچھاڑ کرکے محکوم اقوام کے مذہبی نظریات و افکار میں تزلزل پیدا کر رہے تھے حاملینِ اسلام جن کے دم قدم سے کبھی قرطبہ و سسلی اسلامی انوار سے منور ہوا تھا ان کی اکثریت نشانہ بنے اور وہ مذہبی اور تعلیمی پسماندگی کی وجہ سے دھڑا دھڑ عیسائیت کی آغوش میں جا رہے تھے۔ اس حالت میں جوج...

عیسائی پادریوں کو اپنا دیرینہ خواب پورا ہوتا نظر آ رہا تھا اور انکے حوصلے اس قدر بلند تھے کہ وہ مسلسل ترتیب میں پوری اسلامی دنیا کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کے عزائم کا اندازہ ڈاکٹر ہنری جان بیروز کے لیکچرز سے لگایا جا سکتا ہے یہ لیکچرز کتابی شکل میں BARROWS LECTURES کے نام سے طبع ہو چکے ہیں۔ وہ اس کتاب کے صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں :-

"اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضو فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا جب قاہرہ، دمشق، تہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر اس حق و صداقت کی منادی کی جائے گی

"کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے"

ایک اور لیکچر میں کہتے ہیں :-

"وہ تمام ترقی جو مسیحیت کو انیسویں صدی میں نصیب ہوئی ہے بہت سے عیسائیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک نفیس سی جھلک ہے جو انہیں بیسویں صدی میں ملنے والی ہے" صفحہ ۲۳

یہ تو تھے پوری اسلامی دنیا کے متعلق ان کے عزائم۔ اب برصغیر ہند کے بارہ میں ان کے ارادوں کا اندازہ لگائیں۔ ۱۸۵۹ء میں اس وقت کے پنجاب کے لفٹننٹ گورنر چارلس ایچی سن (اے۔ ایچ۔) کی تقریر میں جو آر کلارک نے اپنی کتاب دی مشنز میں درج کی ہے کہتے ہیں :-

رہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان امر کا سبب کیا ہے کہ ہر جگہ عیسائیت ایسی برق رفتاری سے پھیل رہی ہے یعنی قرونِ اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی اور آپ اس کا حقیقی سبب جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خداوند کی روح حرکت میں ہے پہلے کی طرح اب بھی خداوند اپنے نام کو عظمت دے رہا ہے اور وہ ہمارے چرچ کو ان لوگوں سے وسعت دے رہا ہے جو نجات چاہتے ہیں"۔ صفحہ ۲۳۴

عیسائیت کی اس یلغار کے سامنے مسلمان علماء انگشت بدندان اور آئمہ مساجد بے بس تھے۔ راہنمایانِ قوم مایوسی اور ناامیدی کی جس حالت سے گذر رہے تھے اس کا اندازہ سرسید کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو انہوں نے وقار الملک کے نام لکھا۔ لکھتے ہیں :-

"میں قسمیہ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے مسلمانوں کی بہتری ترقی اور درستی اخلاق کی جس میں میں کوشش کر رہا ہوں مطلق توقع نہیں"۔

تعجب ہے کہ مسلمان مختلف اقوام، مختلف طبائع، مختلف ملکوں اور آب و ہوا کے رہنے والے ہیں مگر سب کے سب ایک ہی قسم کی ابتری بدنظمی زوال اور وبال کی حالت میں ہیں"

اس بے بسی اور بے کسی کے دَور میں جبکہ ہر شخص زبانِ حال سے یہ کہہ رہا تھا ؎

سہ آنے والے آزمانے کی امانت کیلئے
منتظر ہیں تیرے شیدائی زیارت کیلئے

اللہ تعالےٰ نے تثلیث پرستی کو بیخ و بُن سے اکھاڑنے کے لئے کاسر صلیب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مبعوث، فرمایا تو آپ نے ڈنکے کی چوٹ سے یہ اعلان کیا :-

"آج کل تمام مذاہب کے لوگ جوش میں ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ اب ساری دنیا میں مذہب عیسوی پھیل جائیگا برہمو کہتے ہیں کہ ساری دنیا میں برہموؤں کا مذہب پھیل جائے گا۔ اور آریہ کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب سب پر غالب آئیگا مگر یہ سب جھوٹ کہتے ہیں خدا تعالیٰ ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں اب دنیا میں اسلام پھیلے گا اور باقی سب مذاہب اس کے آگے ذلیل اور حقیر ہو جائیں گے"

"ملفوظات جلد ۲ صہ ۲۴۳"

یوں تو حضرت مجدد اعظم علیہ السلام کی ساری زندگی نصرانیت کی خلیج کھودتے گذری ہے مگر ۱۸۹۳ء میں ہنری مارٹن کلارک کے ساتھ پندرہ روزہ مباحثہ احمدیت کی تاریخ میں جنگ بدر کی حیثیت رکھتا ہے جس میں دشمنان اسلام پر ایسی کاری ضربیں لگائی گئیں کہ وہ اس کی ٹیسیں ابھی تک محسوس کر رہے ہیں۔

اس مباحثہ کی طرح یوں پڑی کہ مشہور پادری ہنری مارٹن کلارک نے مسلمانان جنڈیالہ کو مقابلہ کی دعوت دی اور مسلمانان جنڈیالہ کی طرف سے محمد بخش صاحب باندھا نے حضرت مجدد اعظم کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اب اور تو کوئی نہیں آپ ہی میدان میں آئیں اور مسلمانوں کو بچائیں۔

تب آپ نے کلارک کو لکھا کہ آپ کے خط بنام مسلمانان جنڈیالہ میں یہ پڑھ کر کہ :-

"کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کرے" میری رُوح اسی وقت بول اُٹھی کہ ہاں میں ہوں جس کے ہاتھ پر خدا تعالےٰ مسلمانوں کو فتح دے گا اور سچائی کو ظاہر کر دے گا"

اس کے بعد پندرہ روز تک وہ مشہور تحریری مباحثہ ہوا جو علمی دنیا میں جنگ مقدس کے نام سے معروف ہے اس میں آپ نے دو باتوں پر خاص طور پر زور دیا کہ :

دعویٰ اور دلیل اپنی الہامی کتاب سے پیش کرنا چاہیئے نہ یہ کہ دعویٰ الہامی کتاب سے ہو اور دلیل خود گھڑتے پھر رہیں۔

اس کے جواب میں پادری صاحب نے یہ لکھا کہ :-

الہام الہیٰ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے دعاوی کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرے بلکہ اس کے لئے صرف بیان کر دینا کافی ہے۔

دوسری بات جس پر آپ نے زور دیا وہ یہ تھی کہ :

مدعی فریق جس کتاب کو الہامی کتاب سمجھتا ہے اس میں مومن کی جو علامات بیان کی گئی ہیں وہ اپنے وجود میں ثابت کر دکھائے تب وہ پکا مسلمان یا عیسائی ہو سکتا ہے۔

مثلاً متی $\frac{17}{21}$ میں لکھا ہے :-

"اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں جا تو وہ چلا جائے گا۔ اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی۔"

اور یوحنا $\frac{14}{12}$ میں لکھا ہے :-

"اور میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا۔ بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا۔"

"پس عیسائی مناظر کو چاہیئے کہ وہ اپنے کو ایماندار اور سچا عیسائی ثابت کرنے کے لئے اپنے وجود میں ان علامات کو ثابت کرے اور اپنے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ قرآن مجید میں کامل مؤمن کی بیان کردہ تمام علامات اپنے وجود میں ثابت کر دکھلاؤں گا۔"

لیکن مسیحی مناظر نے اس دعوت کو قبول کرنے سے اعراض کرتے ہوئے لکھا :-

"ہم مسیحی پرانی تعلیمات کے لئے نئے معجزات کی کچھ ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ ہم اس کی استطاعت ہی اپنے اندر دیکھتے ہیں"

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا :-

"یہ تو مناسب نہیں کہ ایک طرف تو آپ اہل حق کے ساتھ بحیثیت عیسائی ہونے کے مباحثہ کریں اور جب سچے عیسائی کے نشان مانگے جائیں تب کہیں ہم میں استطاعت نہیں اس بیان سے تو آپ اپنے اوپر اقبالی ڈگری کراتے ہیں کہ آپ کا مذہب زندہ مذہب نہیں"۔

اب چونکہ عیسائیت کی ساری عمارت مسیح کی صلیبی موت اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر جانے اور آخری زمانہ میں دوبارہ نزول پر قائم تھی اس لئے آپ نے مسیح کے صلیب پر سے زندہ اترنے اور طبعی وفات پانے کو بدلائل قاطعہ ثابت کر کے اس عمارت پر ایسی گولہ باری کی کہ وہ زمین بوس ہو کر رہ گئی۔ پھر آپ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ان کی قبر کا سرینگر کشمیر میں موجود ہونا بھی ثابت کر دیا اور مسلمانوں کو جو مسیح کی آسمانی زندگی کے قائل تھے اور اس وجہ سے عیسائیوں کے سامنے عاجز و بے بس ہو کر رہ گئے تھے یہ مشورہ دیا کہ :-

"تم اپنے تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل دو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے کے بعد تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پُر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔"

(روحانی خزائن جلد ۳ صہ ۴۰۲)

اس جدید علم کلام کا عیسائی دنیا پر یہ اثر پڑا کہ پادریوں کے دل اسلام کی قوت سے مرعوب ہونے لگے اور مباحثہ جنگ مقدس کے صرف ایک ہی سال بعد ۱۸۹۴ء میں دنیا بھر کے پادریوں کی ایک کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی اور لارڈ بشپ آف گلوسٹر جان ایلی کوٹ نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا۔

"اسلام میں ایک نئی تحریک کے آثار نمایاں ہیں اور مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آ رہا ہے یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بناء پر محمدؐ کا مذہب ہماری نگاہ میں قابل نفرین ہے۔ اس لئے اس جھوٹے پیغمبر (نعوذ باللہ) محمدؐ کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں دفاعی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا حامل ہے اور افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم سے بھی بعض لوگ اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔"

THE OFFICIAL REPOR- OF THE MISSIONARY CONFERENCE 1894 PEIGE 64

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے ابتدائی سالوں میں ہی اس بات کا احساس ہونے لگا تھا کہ اسلام کو دنیا میں پھر عظمت حاصل ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں دوبارہ قائم ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور قرآن مجید کی حقانیت کو آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر کر دیا اور اشاعت قرآن کے کام کو وسیع تر کرنے کے لئے اپنی عمر کے آخری دور میں ایک انجمن قائم فرما دی اور قرآنی جواہر ریزوں کی تقسیم کا یہ کام حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ کے عہد میں پوری آن بان سے جاری رہا اور پھر ان کے بعد حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ (انگریزی زبان میں) کر کے اور بیسیوں کتابیں تصنیف کر کے مغربی دنیا کو اسلام سے متعارف کرانے کا جو عظیم الشان کام سر انجام دیا اس سے جہاں ایک طرف حضرت مجدد اعظم کی رُوح اہتزاز کر رہی ہے وہاں دوسری طرف جماعت کی تبلیغی کوششوں سے جرمنی، انگلینڈ، امریکہ، ٹرینیڈاڈ، گیانا، سرینام اور افریقہ میں باقاعدہ جماعتیں قائم ہو چکی ہیں اور وہ عیسائی جو اسلامی دنیا پر چھا جانے کی خوش کن توقع لئے بیٹھے

تھے اب اپنی شکست اور اسلام کے غلبہ کو تسلیم کر رہے ہیں۔

مسٹر ہیری HARRIES اپنی کتاب ISLAM IN EAST AFRICA میں لکھتے ہیں:۔

" موجودہ صدی کی ابتداء میں عیسائی مصنفین اس بات کے دعویدار رہے کہ اسلام بغیر سیاسی اقتدار کے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور اس وجہ سے افریقہ میں اسلام کا نام مٹ جائے گا۔"

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:۔

" اب اس دعوے کو ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں اسلام کا چیلنج بدستور موجود ہے بلکہ پہلے سے بڑھ کر خطرناک صورت میں۔"

موجودہ صدی کے عالمی شہرت رکھنے والے مصنف جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں:۔

" مجھے یقین ہے کہ ساری برطانوی سلطنت اس صدی کے اختتام سے قبل ایک قسم کا اصلاح شدہ اسلام قبول کر لے گی میں نے محمدؐ کے دین کو ہمیشہ ہی بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے میرے نزدیک یہی مذہب بدلتے ہوئے زمانہ کے مقابل پر ایسی اہلیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے یہ ہر زمانہ کے لوگوں کو اپیل کرتا ہے دنیا کو میرے جیسے بڑے آدمیوں کی پیشگوئیوں کو یقیناً بڑی وقعت دینی چاہیئے اور میں نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ محمدؐ کا دین جیسا کہ آجکل یورپ میں قبول کیا جا رہا ہے ویسا ہی کل بھی قبول کیا جائے گا۔ قرون وسطی کے پادریوں نے جہالت کی وجہ سے یا تعصب کی بناء پر محمدؐ کے دین کی نہایت تاریک تصویر کھینچی تھی، فی الحقیقت انہیں جو ان کے مذہب سے نفرت کرنے کی ٹریننگ دی گئی تھی ان کے نزدیک محمد یسوع کا دشمن تھا۔ لیکن میں نے اس عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کیا ہے میری رائے میں نہ صرف یہ کہ وہ دشمن مسیح نہ تھے بلکہ وہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے مجھے یقین ہے کہ اگر موجودہ زمانہ میں محمد جیسا انسان دنیا کا ڈکٹیٹر بن جائے تو وہ ہمارے زمانہ کی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں حقیقی مسرت اور امن حاصل ہو جائے۔ اب یورپ محمد کے مذہب کے اصولوں کو سمجھنے لگا ہے اور آئندہ صدی میں یورپ اس بات کو اور زیادہ تسلیم کرے گا کہ اسلام کے اصول اس کی اُلجھنوں کو حل کر سکتے ہیں۔ میری پیشگوئی کو ان حقائق کے ماتحت سمجھنا چاہیئے۔ موجودہ وقت میں بھی میری قوم اور یورپ کے کئی لوگ اسلام کو اختیار کر چکے ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے اسلامی بننے کا آغاز ہو چکا ہے۔" ۱؎

حضرت مسیح پاک کے نور ہی کی جلوہ سامانیوں کا نتیجہ تھا کہ کامریڈ لینن تک یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ:

" دنیا میں جب کبھی اعتدال قائم ہوگا تو اس کی صورت سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں ہوگی کیونکہ اسلام کا نظام نوع انسان کی بقا کیلئے بہترین ضمانت ہے"۔

پیام امن از عبداللہ مہاسن صفحہ ۱۸

اب آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ بات کس شان سے پوری ہو رہی ہے:۔

" وہ وقت دور نہیں جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔ (تذکرہ)

اور یہ پیشگوئی پورا ہونے کا وقت آگیا ہے:۔

" وہ دن نزدیک آتے ہیں جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ قریب ہے سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ نہ ٹوٹے گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ ہوگا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ (تذکرہ)

۱؎ ON GETTING MARRIED

خط و کتابت
کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

(بقیہ سلسلہ ص۲)

اخبار احمدیہ

جماعت پشاور کی خبریں

—— مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
جماعت پشاور کی خبریں ارسال خدمت ہیں:۔

(۱) جناب عتیق الرحمان صاحب امتحان میں پاس ہو کر ایم بی بی ایس کے فائنل میں پہنچ گئے اور جناب شفیق الرحمان صاحب میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں یہ دونوں جناب ڈاکٹر ایم اے رحمٰن صاحب صدر جماعت پشاور کے صاحبزادے ہیں۔ اس خوشی میں جناب صدر جماعت نے مبلغ -/6 روپے مقامی فنڈ میں بطور عطیہ عطا فرمائے ہیں فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(۲) ڈاکٹر محمد ادریس صاحب کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ نومولود کو اپنے والدین اور سلسلہ کے لئے مبارک فرمائے آمین

(۳) جناب ڈاکٹر عبداللہ جان خلیل پشاور سے تبدیل ہو کر بنوں ہسپتال میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر تعینات ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف میں کئی ایک خصوصیات ہیں۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ نماز جمعہ کے بعد اکثر کافی دیر تک مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور ہر ایک بھائی سے ایسے ملتے تھے جس سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ وہ ایک اعلےٰ عہدہ کے آفیسر ہیں وہ سلسلہ کے ہر کام کے لئے بہت زیادہ شوق رکھتے ہیں۔ دُعا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف جہاں بھی جائیں خوش و خرم رہیں۔ آمین۔

(۴) جناب سردار خان صاحب ایبٹ آباد سے تبدیل ہو کر واپس پشاور تشریف لے آئے ہیں انشاءاللہ ان کی آمد سے جماعت کو کافی تقویت حاصل ہوگی۔ کیونکہ پہلے بھی انہوں نے کافی سرگرمی سے جماعت کی ترقی میں بحیثیت جائنٹ سیکرٹری خدمات سر انجام دی تھیں۔

(۵) جناب غلام علی خان صاحب (سیکرٹری جماعت شیخ محمدی) پشاور سے تبدیل ہو کر کوہاٹ تشریف لے گئے ہیں، لیکن جماعت کا کام بدستور کر رہے ہیں کیونکہ شام کے وقت واپس پشاور آ جاتے ہیں۔

(۶) جناب پیر حسین شاہ صاحب آف سفید ڈھیری عرصہ دراز سے بیمار چلے آ رہے ہیں اور جناب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اور بزرگانِ سلسلہ سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(۷) جماعت پشاور کوشش کر رہی ہے کہ جماعت کے کاموں میں نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ شامل کیا جائے تاکہ یہ نوجوان اپنے بزرگوں کی سرپرستی میں سلسلہ کے اغراض اور مقاصد سے واقف ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ اُٹھایا گیا ہے کہ مقامی منتظمہ میں نوجوانوں کو آدھے سے زیادہ نمائندگی دی گئی ہے۔ اسکے علاوہ برخوردار نذیر احمد کو جو ایک سرگرم کارکن ہے اسسٹنٹ سیکرٹری بنایا گیا ہے، یہ تجربہ کافی حد تک کامیاب رہا

(۸) رابطہ باہمی کے سلسلہ میں جناب صدر جماعت پشاور ڈاکٹر میجر ایم اے رحمٰن صاحب مورخہ ۲۲/۷/۷۳ کو موضع شیخ محمدی، بازید خیل اور گگھولہ تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے موضع شیخ محمدی میں رہنے والے جماعت کے پرانے دوست عبدالغنی صاحب کی بھی عیادت کی جو کچھ عرصہ سے بیمار ہیں اس کا بہت ہی اچھا اثر ہوا۔

آخر میں حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ اور بزرگانِ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنی خاص دُعاؤں میں یاد فرماویں۔

خاکسار محمد بیدار میجر عبدالحکیم خاں
سیکرٹری جماعت احمدیہ شاخ پشاور

درخواست دُعا

—— محترم فتح محمد صاحب ایک ہفتہ سے بیمار ہیں۔ خون کی اُلٹیاں آئی ہیں، بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ سول ہسپتال احمدپور شرقیہ میں زیر علاج ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور احباب جماعت سے درخواست دُعا ہے۔ آپ کا مخلص محمد اقبال چغتائی پوسٹل سگنیلر۔ ڈاکخانہ احمدپور شرقیہ۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۸ راگست ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۲

ایک غلطی کی اصلاح

گذشتہ اشاعت میں صلا کالم اوّل کی آخری سطر میں "حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں" کے فقرہ کے بجائے "حضرت مرزا صاحب کے بعد" کے الفاظ درست سمجھے جائیں۔

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۷۳ء | نمبر ۳۲

ارشادِ باری تعالیٰ

بدظنی سے بچو تجسس نہ کرو اور ایک دوسرے کی چغلی نہ کرو۔

یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضًا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتًا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم۔

ترجمہ:۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمانِ (بد) کرنے سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے اور ایک دوسرے کے بھید نہ ٹٹولو اور نہ ایک دوسرے کی چغلی نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم اس سے کراہت کرتے ہو، اور اللہ کا تقوےٰ کرو اللہ رجوع برحمت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(سورۃ الحجرات رکوع ۲)

یہاں تین اور باتوں کا ذکر ہے جن سے جماعت میں نقصان پیدا ہوتا ہے۔ پہلی بات ظن ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ اگر تمہارے بھائی کے منہ سے کوئی بات نکلے تو جب تک اسے اچھے معنی پر حمل کر سکتے ہو کرو اور ایک حدیث میں ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ ظن سے بچو ظن سب سے جھوٹی بات ہے (ت) اور اصول یہی ہے کہ جب تک ایک بات یا فعل نیکی پر محمول ہو سکتا ہے اسے بدی پر محمول نہ کیا جائے بعض الظن اثم میں یہ بتایا گیا کہ گو بعض وقت بدگمانی صحیح بھی ہو مگر ہمیں ضرورت نہیں کہ بدگمانی میں پڑیں اس لئے کہ شاید وہ غلط ہی ہو اور گناہ ہو جائے اور دوسری بات جس سے روکا ہے لوگوں کے احوال

ارشادِ نبویؐ

بدگمانی سے بچو

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔

ترجمہ:۔ ظن سے بچو۔ ظن کرنا سب سے جھوٹی بات ہے۔

چغلی خور جنت میں نہیں جائے گا

عن ھمامٍ قال کنا مع حذیفۃ فقیل لہٗ ان رجلًا یرفع الحدیث الی عثمان فقال حذیفۃ سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل الجنۃ قتاتٌ۔

ترجمہ:۔

ہمام سے روایت ہے کہ ہم حذیفہ کے پاس تھے تو آپ سے کہا گیا کہ ایک شخص حضرت عثمان کے پاس (چغلی کی) بات پہنچاتا ہے تو حذیفہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا فرماتے تھے کہ چغلی خور جنت میں نہیں جائے گا

فضل الباری۔ کتاب الادب

راہِ تقویٰ میں اس قدر دقتوں کا مقابلہ ہے کہ متقی مشکل سے منزلِ مقصود پر پہنچتا ہے

حضرت مجددِ زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

ایک متقی تو اپنے نفس امارہ کے برخلاف جنگ کر کے اپنے خیال کو چھپاتا ہے اور خُفیہ رکھتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ اس خفیہ خیال کو ہمیشہ ظاہر کر دیتا ہے۔ جیسا ایک بدمعاش کسی بدچلنی کا مرتکب ہو کر خفیہ رہنا چاہتا ہے اسی طرح ایک متقی چھُپ کر نماز پڑھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کوئی اس کو نہ دیکھ لے۔ سچّا متقی ایک قسم کا ستر چاہتا ہے۔ تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ لیکن بہرحال تقوےٰ کے لئے تکلّف ہے۔ اور متقی حالت جنگ میں ہے۔ اور صالح اس جنگ سے باہر ہے۔ جیسے کہ میں نے مثال کے طور پر اوپر ریا کا ذکر کیا ہے جس سے متقی کو آٹھوں پہر جنگ ہے۔

بسا اوقات ریا اور عُجب کا جنگ ہو جاتا ہے۔ کبھی انسان کا غُصہ کتاب اللہ کے برخلاف ہوتا ہے۔ گالی سُن کر اس کا نفس جوش مارتا ہے۔ تقوےٰ تو اس کو سکھلاتا ہے کہ وہ غُصّہ کرنے سے باز رہے۔ جیسے قرآن شریف فرماتا ہے و اذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً (س-۹) ایسا ہی بے صبری کے ساتھ اسے اکثر جنگ کرنا پڑتا ہے۔ بے صبری سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کو راہِ تقویٰ میں اس قدر دِقّتوں کا مقابلہ ہے کہ مشکل سے وہ منزلِ مقصود پر پہنچتا ہے۔ اس لئے بے صبر ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک کنواں پچاس ہاتھ تک کھودنا ہے۔ اگر دو چار ہاتھ کے بعد کھودنا چھوڑ دیا جاوے۔ تو یہ محض ایک بے صبری ہے۔ اب تقوےٰ کی شرط یہ ہے کہ جو اللہ تعالےٰ نے احکام دیئے۔ ان کو اخیر تک پہنچائے۔ اور بے صبر نہ ہو جاوے ؛

ملفوظات بنام منظور الٰہی صفحہ ۳۴-۳۵)

عبادتِ الٰہی کے بعد دوسرے درجہ پر ماں باپ کی عظمت ملحوظ رکھنے اور دیگر رشتہ داروں اور مساکین سے حُسنِ سلوک کا فرمان

خطبۂ جمعہ مورخہ ۳ اگست ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

وقضٰی ربّک الّا تعبدوا الّا ایّاہ وبالوالدین احسانًا ــــــــ ولا تبذر تبذیرا۔ (سورۃ بنی اسرائیل۔ ع ۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ جمع کرکے ماں باپ کی عظمت قائم کی ہے۔ اس طرح مخلوق کی خدمت کا سبق سب سے پہلے گھر سے سیکھنے کا حکم دیا ہے۔ وہ سبق سکھانے والے ماں باپ ہیں جو بچے کی پیدائش سے لے کر جوانی تک ہر طرح کی تکلیف اٹھا کر اس کو پالتے پوستے ہیں، اولاد لائق اور ہونہار بنا کر اس قابل کر دیتے ہیں کہ روزی کما سکیں۔ ان کی اس کوشش کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ماں باپ کی خدمت بجا لاؤ اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ۔ یہ صرف قرآن شریف کی خصوصیت ہے کہ اس نے ماں باپ کو عبادت الٰہی کے بعد والدین کی عظمت کو روا رکھا گیا ہو۔ جہاں تک عبادتِ الٰہی کا تعلق ہے، خدا کو اس کی حاجت نہیں کہ لوگ اس کی عبادت کریں، وہ غنیٌ عن العالمین ہے۔ تمام کائنات سے برتر ہے۔ لوگوں کی عبادت سے برتر ہے۔ عبادت کرنے کی حاجت ہے تو ہم کو ہے تاکہ ہمارے اخلاق بلند ہوں، اس کائنات کے بادشاہ کی عبادت سے اخلاق کی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں۔

ماں باپ اولاد کی پرورش اور تربیت میں اپنا آرام قربان کرتے ہیں۔ اگر ہر ایک گھر میں والدین کے ساتھ مروت کا برتاؤ ہو تو مجموعی طور پر تمام قوم کی حالت سدھر سکتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم پیدا کرنا چاہتے تھے جو خدا کی عبادت کے بعد مخلوق کی خدمت کرنے والی ہو، اور یہ خدمت سب سے پہلے گھر سے شروع ہوتی ہے، یہ سوائے کسی اور کی عبادت نہ کی جائے نہ کسی انسان کی، نہ کائنات کی کسی اور چیز کی۔ دنیا میں مختلف اقوام نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسری چیزوں کو شریک بنا رکھا ہے۔ ہندو ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ عیسائیوں نے عیسےٰ مسیح کو خدا بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی بعض اقوام سورج، قمر اور دریا وغیرہ کی پرستش کرتی ہیں۔ صرف ایک مسلمان قوم ہے جو خالص توحیدِ الٰہی پر قائم ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اس کائنات کا بادشاہ اور قابلِ عبادت سمجھتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ماں

الکبر احدھمآ او کلٰھما فلا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولًا کریمًا۔ تمہارے ماں باپ پر ایسا بھی وقت آئے گا کہ وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں گے، اس وقت انہیں اُف تک بھی نہ کہو، نہ کسی بات پر انہیں جھڑکو بلکہ نہایت نرمی کے ساتھ ان سے کلام کرو، واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل ربّ ارحمھما کما ربّیٰنی صغیرًا نہایت رحمت بھرے انداز میں اپنے بازو ان کے لئے پھیلاؤ اور دُعا کرو کہ اے ہمارے ربّ ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے ہمیں بچپن سے پالا، فرمایا ربّکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانّہٗ کان للاوّابین غفورًا۔ تمہارا ربّ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نکوکار بنو گے تو

انسانوں سے شفقت کا برتاؤ کرنے کی وصیت فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا وآت ذا القربیٰ حقّہٗ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرًا قریبیوں کو ان کا حق دو، یہ نہیں فرمایا کہ ان پر احسان کرو، فرمایا ان کا حق انہیں دو، اگر ان پر احسان رکھ کر دیا جائے تو انہیں شاق گذرے گا اس لئے ان کے ساتھ سلوک کرنا ان کا حق قرار دیا ہے۔ ان کے علاوہ قوم کے مساکین اور مسافروں کی مدد کرنے کا حکم ہے یہ تعلیم بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے اندر ایسے روابط پیدا

ہیں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے شروع کرکے قریبیوں اور دوسرے حاجت مندوں کے ساتھ نیک برتاؤ کا سلوق دیا اور اس طرح ایک اعلیٰ درجہ قوم بننے کا طریق سکھایا ہے تاکہ سب لوگ امن اور اتحاد کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ اس قسم کی قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی جو خدا کے سوائے کسی چیز کو معبود نہیں سمجھتی، یہاں تک کہ خود نبی کریم صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انسانیت سے بڑھ کر درجہ نہیں دیا گیا، حضور صلعم نے خود اپنے متعلق فرمایا لا تجعلوا قبوری وثنًا۔ میری قبر کو بُت نہ بنانا آپ واحد انسان ہیں جنہوں نے اپنے متعلق اس قسم کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ میں آپؐ کے روضہ مبارک پر سپاہی ڈنڈے لے کر کھڑے رہتے ہیں

کہ کوئی شخص قبر کے آگے جھکنے نہ پائے حضور پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے متعلق اس قسم کا ضروری سبق دیا اور اس حد تک اپنے نفس کو مارا ہے کہ اپنی قبر پر بھی کسی قسم کی عبادت کا رنگ روا نہیں رکھا۔

توحیدِ الٰہی کے اس سبق کے ساتھ یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اپنا مال قوم پر قریبیوں اور مساکین وغیرہ پر خرچ کریں تو دوسروں کی بھی حصہ سمجھے قریب رشتہ دار کا حق ہے کہ اس کی مدد کی جائے مسکین وہ لوگ ہیں جو غربت کی وجہ سے کاروبار نہیں کر سکتے ان کی امداد کی جائے تاکہ وہ کاروبار کر سکیں، مسافر کو بھی غیر وطن میں بعض وقت ایسی ضروریات پیش آجاتی ہیں کہ اس کو مدد کی حاجت ہوتی ہے اس کی احتیاج کو دُور کرنا لازمی ہے۔ یہ رنگ اسلامی دنیا میں پیدا کیا گیا ہے اس امتیاز کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔

اس کے ساتھ ہی غیر محل پر بے جا اسراف سے منع کیا، اور فرمایا ولا تبذر تبذیرًا مال خرچ کرنے میں بے جا [illegible] مال میں بے جا اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے۔ اس سے آگے فرمایا۔ لا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملومًا محسورًا اس قدر بخیل نہ بنو کہ گویا کہ اپنے ہاتھ کو گردن کے ساتھ باندھ لو، اور نہ اسے بالکل کھلا کھلا چھوڑ دو کہ سب کچھ ضائع کرکے غمزدہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ یہ ہے اسلام کی تعلیم جس میں انسان کو جہاں حاجتمندوں پر خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں ایسی میانہ روی بھی سکھائی ہے جس میں بخل اور اسراف دونوں سے منع کیا ہے، فرمایا انّ ربّک یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انّہ کان بعبادہٖ خبیرًا بصیرًا، یہ خدا کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مؤرخہ ۱۵ اگست ۱۹۷۳ء

بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر الزام دعویٔ نبوت کے تصفیہ کے لئے ایک احسن تجویز

معاصر "انصاف" کی منصفانہ تجویز

ولا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت و اولٰئک لھم عذاب عظیم۔ (آل عمران ۱۰۵)

ترجمہ:۔ ان لوگوں کی مانند مت ہو جنہوں نے باہمی تفرقہ کیا اور کھلی باتیں آ جانے کے بعد بھی اختلاف کرتے رہے۔ ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ہفت روزہ اخبار "انصاف" راولپنڈی نے اپنے ۱۰ اگست کے ایشوع میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر مُدعی نبوت ہونے کے الزام کے تصفیہ کے بارہ میں ایک نہایت احسن تجویز پیش کی ہے۔ پہلے تو بانیٔ سلسلہ کے انکارِ دعویٰ نبوت کا ذکر کیا ہے پھر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد جو اس اخبار کے صفحۂ اول پر درج ہوتے رہتے ہیں کا بیان ہے چنانچہ "انصاف" کے اپنے الفاظ یہ ہیں:۔

"بانیٔ جماعتِ احمدیہ پر دعوئے نبوت کا الزام ہے۔ اس کی تردید میں ان کی بے شمار تحریرات موجود ہیں جن میں انہوں نے اس دعویٰ کا واضح الفاظ میں انکار کیا ہے اور حضرت نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اور یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو ہم اسے دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ الزام لگاتے چلے جانا کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہاں کا انصاف ہے، پھر مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے بیان میں واضح اور واشگاف الفاظ میں وضاحت کر دی ہے کہ ہم جماعت احمدیہ لاہور والے حضور نبی اکرم صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اور یہ کہ ہم ختم نبوت کے منکر کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور پھر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد جو پیغام صلح کے صفحہ اوّل پر عام طور پر درج ہوتے ہیں سب سے پہلے یہی لکھا ہوتا ہے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا" چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ مسلمان جو ایک اسرائیلی نبی کی آمد کے منتظر ہیں اور انہیں کبھی امتی بناتے ہیں اور کبھی نبی ہی رہنے دیتے ہیں یہ سوچتے کہ وہ خود ختم نبوت کی عمارت کو گرانے کے درپے ہیں یا وہ جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ نیا نہ پرانا۔ اسی طرح ایک مسلمان کو جو صحیح راہ سے کتنا بھی بھٹک جائے جب تک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے اسے دائرہِ اسلام سے خارج کہنا کس مسئلہ کی رُو سے جائز ہے کیا قرآن پاک اور احادیث کی روشنی میں یہ ایک خطرناک جُرم نہیں۔ کیا کلمہ گو کو کافر کہنے والا خود کُفر کی زد میں نہیں آ جاتا۔ اس کے باوجود پھر بھی شک و شُبہ کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے۔"

اس کے بعد اصل تجویز برائے تصفیہ یُوں پیش کی ہے:

"بجائے اس کے کہ تمام اسلامیانِ پاکستان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا جائے اور نفاق کا بیج بویا جائے یہ بہتر ہوگا کہ وہ تمام علماء جو یہ کہتے ہیں کہ بانیٔ جماعت احمدیہ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے مِل کر ایک پمفلٹ شائع کریں اور اس میں بانیٔ جماعت احمدیہ کی تحریروں کی عبارات کے سیاق و سباق کو مدِنظر رکھتے ہوئے دعویٰ نبوت ثابت کریں۔ اور جماعتِ احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ ربوہ کو دعوت دیں کہ وہ ان حوالہ جات کی روشنی میں جواب دیں ہر دو پمفلٹ کثیرالتعداد میں پڑھے لکھے طبقہ میں تقسیم کئے جائیں تاکہ یہ طبقہ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکے کہ کون راہِ راست پر ہے اور کون گمراہ۔ یہ تجویز میں نے اس لئے پیش کی کہ بانیٔ جماعت احمدیہ نے اسّیؔ کے لگ بھگ کتابیں لکھیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی کتابیں مہیا کرکے پڑھنا ایک عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ ماسوائے علماء کے اسی طرح آج تک مخالفت اور موافقت میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ مواد بھی جمع کرنا ایک عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ اگر ایک جامع پمفلٹ وہ حضرات لکھیں جو یہ کہتے ہیں کہ بانیٔ جماعت احمدیہ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اور جواب میں ہر دو جماعتیں جیسا کہ متذکرہ بالا سطور میں عرض کر چکا ہوں۔ اس طرح نہ مُلّا کو بحرالجھان اُٹھانے کی ضرورت پڑے گی اور نہ مکفرین کو کافر بنانے کی۔"

بالآخر اپنی تجویز کے آخر پر یہ تحریر کیا ہے کہ:۔

"بغض و عناد کی بھی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ اگر خدمتِ دین کا صحیح جذبہ کار فرما ہو تو اختلافات افہام و تفہیم سے دور ہو سکتے ہیں لیکن جہاں ظاہر پرستی کی تمام صورتیں نمایاں طور پر جلوہ گر ہوں اور نمود و ریا اور نمائش و دکھلاوے ہی کی باتیں ہوں وہاں کسی بہتری کی اُمید ہی کیا ہے۔"

ہم اس تجویز پر معاصر "انصاف" اور اس تجویز کے پیش کرنے والے صاحب مصطفےٰ آفندی کو مبارک دیتے ہیں اور اس امر کے منتظر ہیں کہ دعوئے نبوت کا الزام لگانے والے علماء یکجا ہو کر اپنے موقف کو بدلائل اور حوالہ جاتِ حضرت اقدس مجدد زمانؑ ثابت کریں گے۔ پھر آپ سے منسوب ہونے والی دونوں جماعتوں کو دعوت دیں گے کہ ان کے دعویٰ و دلائل کے بارہ میں احمدیہ جماعتیں اپنا اپنا موقف مدلل و معقول طور پر واضح کریں۔ پھر یہ تینوں پمفلٹ یعنی دعویٰ نبوت از علماء کرام اور ہر دو جماعتوں کی طرف سے ان کی تردید یا تائید (جیسے بھی ہو) میں جواب، کثیر تعداد میں چھپوا کر عام و خاص لوگوں کی اطلاع کے لئے شائع کئے جائیں۔ جہاں تک جماعت احمدیہ لاہور کا اس بارہ میں تعلق ہے، نہ صرف اس جماعت کی طرف سے دعویٔ نبوت کے الزام کی تردید بہ دلائل معقول و منقول کئے جانے کا ذمہ ہم لیتے ہیں، بلکہ ان پمفلٹوں کی طبع و اشاعت کے لئے اس جماعت کے حصہ میں جو اخراجات آئیں وہ بھی یہ جماعت دینے کے لئے تیار ہوگی۔

کیا ہم عُلماءِ کرام سے یہ اُمید رکھیں کہ وہ اس دیرینہ تنازع کے فیصلہ کے لئے اس آسان و احسن تجویز کو منظور کریں گے، تاکہ ایک مرتبہ جامع رنگ میں تینوں موقف پبلک کے سامنے آ جائیں اور انہیں خود ان کی روشنی میں فیصلہ کرنے میں سہولت ہو سکے۔ یہی وہ طریق کار مفاہمت کا ہے جو وہ قومیں یا جماعتیں اختیار کیا کرتی ہیں جن کی نیات کسی صحیح فیصلہ پر پہنچنے کی ہوں۔ اگر علماء کرام نے اس تجویز کو منظور کرکے اس کے مطابق اقدام کیا تو نہ صرف اس سے، ایک متنازع فیہ مسئلہ کا بخوبی حل ہو جائے گا بلکہ اس کے باعث عوام میں جو ہیجان و انتشار پایا جاتا ہے اس بارہ میں ان کا کسی فیصلہ پر پہنچنا بھی آسان ہو جائیگا اور اس سے باہمی اتحاد و اتفاق پیدا کرنے میں بہت بڑی مدد ملے گی۔

(ا۔ ح ب)

اخبار و افکار

(عبدالرؤف نائب مدیر پیغام صلح)

قابلِ تقلید

روز نامہ مساوات نے اپنے ۲۷ جولائی کے ایشوع میں "ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں" کا عنوان دے کر معاشرے کی اصلاح کی نیت سے ایک خبر شائع کی ہے۔ جو اس قابل ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ تاکہ زر پرستی اور شادی بیاہ کی غیر اسلامی رسُوم کے خلاف مسلمانوں میں حرکت پیدا ہو، وہ لکھتا ہے:۔

"لاہور کے ایک شہری رضا ہاشمی اور ان کے بیٹے اشرف جاوید نے نام نہاد رسموں سے انحراف کر کے قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ اشرف جاوید برطانیہ میں ملازم ہیں اور ماہانہ ۲½ ہزار روپیہ تنخواہ حاصل کرتے ہیں۔ انہیں معقول جہیز کے ساتھ کئی گھرانوں سے رشتے ملتے تھے۔ مگر ان کے والد رضا ہاشمی نے ایک انتہائی غریب شخص کی لڑکی سے رشتہ طے کیا۔ جو اپنی بچی کے لئے چھوٹے موٹے زیور کا انتظام تو کجا برات کو ایک وقت کا کھانا کھلانے کی استطاعت بھی نہ رکھتا تھا۔"

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسٹر رضا ہاشمی اور ان کے خلف الرشید کو جزائے خیر دے اور ان کا یہ اقدام معاشرے کی اصلاح کے لئے ایک نیک مثال بنے۔

بے وقت کی راگنی

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث مؤرخہ $\frac{6}{13}$ جولائی میں حنفیوں کے طریق جنازہ یا دعائے جنازہ کو خلافِ شریعت ثابت کرنے کے لئے ایک فتوے شائع ہوا ہے آپ بھی دل تھام کر پڑھیں اور موجودہ حالات میں ان مولویوں کے شغل تفرقہ پردازی اور فتویٰ بازی کے جنون کی داد دیں۔ لکھا ہے:۔

"مقلدینِ احناف جس طرح نماز جنازہ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ یہ طریقہ بالکل غیر شرعی اور خلاف سنت ہے۔ یہ لوگ مسلمان میت پر کس قدر ظلم کرتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ شریف اور مسنون دعائیں نہیں پڑھتے۔ جو لوگ ان مقلدین سے خلاف شریعت جنازہ پڑھاتے ہیں وہ خدارا سوچیں کہ عاجز و بے بس اور قابلِ رحم میت پر ظلم کرنا کس قدر شدید ظلم ہے۔ خلاف سنت جنازہ پڑھنے پڑھانے والے سب لوگ مساوی طور پر اس جرم میں شریک ہیں...... محقق یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز جنازہ نہیں ہوتی"

سُن لیا آپ نے؟ اس فتویٰ کی رُو سے آج تک جتنے بھی حنفی فرقہ کے علماء فقہاء، اور صلحاء فوت ہوئے ہیں سب کے سب خلاف شریعت جنازہ پڑھے جانے کے باعث (خاکم بدہن) بے جنازہ ہی دفن ہوئے۔

اس وقت پاکستان جن نازک حالات سے گذر رہا ہے۔ اور سقوط ڈھاکہ کی صورت میں قوم پر جو قیامت گذر چکی ہے۔ اس کا ان مولویوں کو کچھ احساس نہیں ہے قوم کو متحد رکھنے میں حکومت کی مدد کرنے کے بجائے جزئی دینی اختلافات کو پھیلا رہے ہیں مسلمانوں میں منافرت پیدا کرتے۔ جس سے نفرت وہ تقریر کرتی جگر جس سے شق ہوں وہ تحریر کرتی

جماعت احمدیہ سرینام (جنوبی امریکہ) کی تبلیغی سرگرمیاں

محترم عبدالرحیم جگو صاحب کا مکتوب

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

جماعت احمدیہ سرینام جنوبی امریکہ کی تبلیغی کارروائی جاری ہے۔ ابھی چند دن ہوئے یہاں کا ایک تعلیم یافتہ شخص مسٹر احمد تولس اسلام لایا ہے اور دو اشخاص اور ہیں جو ہمارے تبلیغی سلسلہ میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں اور شاید جلد ہی اسلام لانے والے ہیں۔

دیگر ابھی حال ہی میں مصر شہر قاہرہ کے ایک جید عالم شیخ عموم المقاری والمستشار الفنی بوزارت الاوقاف وخبیر مجمع البحوث الاسلامیہ لشئون القرآن محمود الحصری ہماری جماعت میں تشریف لائے تھے اور چند دن مہمان رہ کر چلے گئے ہیں۔ آنجناب نے یہ ... فرمایا کہ انہیں یہ کبھی معلوم نہیں تھا کہ خدا کی توحید اور کلمہ لا إلٰہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کا دم بھرنے والے دنیا کے اس حصّہ میں بھی بستے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس بار کچھ کم فرصت ہونے کی وجہ سے زیادہ دن قیام نہیں ہو سکتا لیکن اگر ممکن ہوا تو آئندہ زیادہ دن کے لئے اس ملک میں قیام کروں گا اور حتی المقدور کچھ یہاں قرآن کریم کی تلاوت اور صحیح پڑھنے کی تعلیم و تربیت دے جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ اس جماعت کا چرچا قاہرہ میں کچھ اخباروں میں ملتا ہے۔ اس دفعہ نیویارک سے ہوتے ہوئے یہاں آنا ہوا آنجناب کو قرآن کریم کا ایک بڑا عشق ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ کئی بار میں نے حکومتِ پاکستان کی دعوت پر کراچی، لاہور اور پنڈی کا دَورہ کیا ہے۔

باقی والسلام

آپ کا مخلص۔ عبدالرحیم جگو (مبلغ جنوبی امریکہ)

امریکہ سے کُتب اور ادویہ کا عطیہ

برائے دارالشفاء

محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب اعزازی مبلغ اسلام اور ماسٹر جوزف قلی بیلی ایڈووکیٹ سانفرانسسکو امریکہ کی طرف سے دارالشفاء کو ۷۰۰/- روپے کی ادویہ اور کُتب کا عطیہ موصول ہوا ہے۔ ادارہ ان ہر دو احباب کا شکر گذار اور ممنون ہے۔

سیکرٹری ادارہ دارالشفاء

ارشادِ باری تعالیٰ

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کا تجسس کرنا ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُسلمان کی عورات (یعنی پردے کی باتوں) کی ٹوہ میں نہ لگے رہو جو ایسا کرتا ہے اللہ اللہ اسے رسوا کرتا ہے۔

تیسری بات جس سے منع کیا ہے غیبت ہے یعنی پیٹھ پیچھے کسی کے عیبوں کا ذکر کرنا اور اسے مردہ بھائی کے گوشت کے کھانے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ غیبت یا کمزوری ایک مردہ گوشت کے حکم میں ہے لیکن حصولِ علم کے لئے لوگوں کے احوال کا تلاش کرنا یا کسی کے اس عیب کا بیان کرنا جس کا اثر اس علم پر پڑتا ہے جیسے راویوں کا کذب وغیرہ۔ یہ ایک ضرورت کے لئے ہے غیبت وہ ہے جو بلا ضرورت ہو جیسا کہ راغب نے لکھا ہے۔

(بیان القرآن)

(تفسیر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔)

بے کس احمدی خاتون کی درخواست

میں ایک مطلقہ احمدی خاتون ہوں اور بچے کی ماں ہوں اپنے کثیر العیال احمدی والدین کے پاس زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں اور ان پر بوجھ بنی ہوئی ہوں میں نے حال ہی میں زنانہ سکول سے دستکاری کی تربیت مکمل کی ہے اور سینا پرونا سیکھ لیا ہے۔

والدین مالی تنگی کی وجہ سے مجھے سلائی کی مشین خرید کر نہیں دے سکتے۔ میں مخیر احمدی بزرگوں کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ وہ مجھے ایک سلائی کی مشین خرید کر دیں تاکہ میں کپڑے وغیرہ سی کر آمدنی کا ذریعہ پیدا کر سکوں۔

ناہید بیگم ولد عبدالرزاق سواتی
مؤذن جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن۔ لاہور

محمد صالح نور - لاہور

اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمانِ راسخ میں ہی ہماری تمام مشکلات کا حل مضمر ہے

انسانی قلب و نظر کی تسکین کے لئے مادی علوم ایسا عقیدہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

سیدنا حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی صفات میں سے خدائے واحد کی ذات پر مکمل ایمان اور کامل بھروسہ ایک بہت ہی نمایاں کردار تھا۔ راقم الحروف ذیل میں اسی عقیدۂ الوہیت پر مکمل ایمان کے سلسلہ میں چند امور پیش کرتے ہوئے اپنے اس نوٹ کو حضرت مولانا نورالدین اعظمؒ کے نام سے معنون کرتا ہے۔

—— اس وقت جبکہ تمام عالم اسلام مشکلات اور مصائب سے دو چار ہے تمام صاحبِ نظر و فکر اور ذی ہوش اربابِ دانش اس فکر میں غلطان اور پیچان ہیں کہ یہ مسائل کس طرح حل ہوں گے اور محن کے بادل کب اور کس طرح چھٹیں گے اور خدا تعالےٰ کی تائید اور فتح و نصرت کا سورج کب اپنی پوری آب و تاب اور جاہ و جلال سے اپنی چمک دکھائے گا۔ بہت سے ظاہری نظر رکھنے والے ان مصائب اور مشکلات کا حل مادیت کے ہوش رُبا اثرات کے تحت دنیوی اور مادی ذرائع میں تلاش کرتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ اس احکم الحاکمین صاحبِ قدرتِ کاملہ اور خالق السماوات والارض کی بےپناہ طاقتوں قوتوں اور معرفتِ الٰہی کے بےپایاں اثرات سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ جس کی ذاتِ بلند و برتر نے ہزاروں مرتبہ پوری قوت و شوکت سے اپنا جلال اس دنیا میں ظاہر فرمایا۔

—— قرآن کریم میں بیان کردہ عقیدۂ الوہیت ہی دراصل وہ رکنِ سدید ہے جس کے سہارے ہمیشہ صادقوں اور راستبازوں نے اپنے مقابلہ پر بہت ..... بڑے بڑے ظالموں، جابروں، نمرودوں اور فرعونوں کو معہ ان کے لاؤ لشکر، مال و منال اور فوج و سپاہ کے خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ جب ہم خدا کی ذاتِ واحد پر ایمانِ کامل کے عقیدہ کو عقل و علم کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو وہ نہ صرف یہ کہ اس پر پورا اُترتا ہے بلکہ نظامِ کائنات سے بھی ہر درجہ مطابقت رکھتا ہے۔ اور یہی وہ اکیلا اور واحد راستہ ہے جو تمام علوم و حقائق کی وضاحت کرتا اور معرفت اور سلوک کی نت نئی راہیں کھولتا ہے۔

اسلام کے اس بنیادی عقیدہ کے سوا جو لوگ خدا کے ساتھ کسی کو معبود ٹھہراتے یا کسی دوسرے کو شریک بناتے ہیں یا خدا تعالےٰ کا بیٹا تصور کرتے ہیں یا خدا تعالےٰ کی صفات پر کسی اور کو شامل کرتے ہیں یا اللہ تعالےٰ کی ایسی صفات کے قائل ہیں۔ جن میں کماحقہٗ جمال اور کمال نہ پایا جاتا ہو یا ایسے معبودِ الٰہی کے قائل ہیں جو کسی خاص قوم کا خدا ہو وہ دراصل علم اور عقل کی راہوں سے بہت دُور جہالت کے خارزاروں میں بھٹک رہے ہیں۔ یہودیوں نے اس عقیدہ کو جنم دیا کہ ہم ہی خدا تعالےٰ کے محبوب ہیں اور وہ صرف ہمارا خدا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے ان کے اس قول کو مقامِ ذم میں یوں نقل کیا ہے:—

وقالت الیھود و النصاریٰ نحن ابناء اللہ و احباؤہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء و للہ ملک السموات والارض وما بینھما و الیہ المصیر

(المائدہ ۵ - رکوع ۳)

یہودی کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالےٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے نبی! ان کو کہہ دے کہ پھر اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں کے بدلے تم کو عذاب کیوں دیتا ہے بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے بشر ہو۔ جس کو چاہے وہ حفاظت میں لے آتا ہے اور جس کو چاہے عذاب دیتا ہے۔ اور جو کچھ زمین و آسمان اور ان کے مابین ہے وہ سب اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یہودیوں کا یہ گمراہ کن عقیدہ جس کی قرآن کریم نے یہاں نفی کی ہے انسانی عقل کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ تمام جہانوں کو پیدا کرنے والا ان کا پروردگار ربّ العالمین کسی خاص قوم سے اپنا رشتہ محبت استوار کئے رکھے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق کی پرورش کرنے کے لئے کسی قسم کی تخصیص روا نہیں رکھی بلکہ اس کی رحمت کا سورج سب پر ایک سا چمکتا ہے۔ اور اس نے تمام انسانوں کو محترم اور مکرم پیدا کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی قید ضرور لگائی ہے۔ کہ جو شخص میری عطا کردہ طاقتوں کا صحیح استعمال کرے گا۔ اس پر میری نعمتیں زیادہ جلوہ گر ہوں گی اور جو ان طاقتوں کو غلط راہوں پر لگائے گا وہ اس کا نتیجہ خود بھگتے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا:—

لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب من یعمل سوءًا یجز بہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیاً ولا نصیراً۔ (النساء رکوع ۱۸)

"نہ تمہاری خواہشات کے مطابق اور نہ اہلِ کتاب کی خواہشات کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ بلکہ جو بھی بُرا کام کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا۔ اور اس کو خدا کی ذات کے علاوہ کوئی دوست اور مددگار نہ ملے گا۔"

درحقیقت اللہ تعالےٰ نے کسی قوم کے معزز اور مکرم اور مقرب بارگاہ الٰہی ہونے کے لئے صرف ..... ایک ہی چیز کو پیمانہ قرار دیا ہے۔ اور وہ ہے تقویٰ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:—

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

"تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ ہے جو کہ تقویٰ میں سب سے برتر ہے۔"

یہاں پر اللہ تعالےٰ نے ہر قسم کے حسب و نسب، رنگ و نسل، عرب و عجم سیاہ و سفید بڑے اور چھوٹے کی تمیز کو یکسر مٹا کر رکھ دیا ہے۔ خدا کو وہی پیارا ہے جو اس کی بتائی ہوئی راہوں پر اس کی ذاتِ واحد پر ایمان کامل کے ساتھ گامزن ہوتا ہے۔

—— جب ہم انسانی تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حق کی مخالفت کے لئے بہت بڑی بڑی طاقتوں اور قوتوں نے پنجہ آزمائی کی ہے۔ مگر بالآخر انہیں شکست اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ابتدائے اسلام میں جس قدر طاقت اور قوت، مال اور محنت اللہ تعالےٰ کے اس پیغام کو مٹانے کے لئے خرچ کی گئی اگر یہی طاقت اور مال و منال اسلام کی تائید اور خدائے واحد کی ذات پر ایمانِ کامل اور اس کی معرفت پر خرچ کیا جاتا اور انسانیت کے شرف اور معراج کے لئے مساعی کی جاتیں تو نہ صرف یہ کہ وہ لوگ آج راستی اور صداقت کے علمبردار کہلاتے بلکہ تمام انسانیت ان کی ان مساعی اور اموال اور طاقتوں کے استعمال پر ان کی شکر گذار ہوتی۔

—— خدا تعالےٰ کی ذاتِ واحد پر ایمان کامل صرف زبان کے اقرار اور منہ کی باتوں سے متحقق نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ سچائی اور راست بازی کے ساتھ یہ ایمان دل کی عمیق گہرائیوں میں اور انسان کے رگ و ریشہ میں نہ اُتر جائے اور اس کا اظہار اعمالِ حسنہ کی صورت میں جلوہ گر نہ ہو، اس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے یوں فرمایا ہے:—

قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ (الحجرات۔ رکوع ۲)

"بدوی لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی! ان کو کہہ دو کہ تم ابھی ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اسلام کو قبول کر لیا ہے۔ ابھی ایمان

ابھی تک تمہارے دلوں کی گہرائیوں میں داخل نہیں ہوا۔

ایک دوسرے مقام پر ان لوگوں کا حال جو اللہ تعالےٰ پر واضح ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے یوں فرمایا ہے :—

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانًا وعلی ربھم یتوکلون الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون۔ اولٰئک ھم المؤمنون حقًا لھم درجٰت عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم۔ (الانفال۔ رکوع ۱)

"درحقیقت مؤمن کہلانے کے مستحق وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو ان کے دل خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ اور وہ لوگ اپنے ربّ پر مکمل بھروسہ رکھتے ہیں اور وہ نماز کو قائم کرتے اور جو کچھ بھی ہم نے انہیں عطا کر رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ درحقیقت مؤمن کہلانے کے حق دار ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے پاس ان کے بڑے درجات اور مغفرت، اور پاکیزہ رزق ہے"

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا :—

"ایمان صرف خواہش سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایمان وہ ہے جو دل میں مضبوطی سے قائم ہو۔ اور عمل سے اس کی تصدیق ہوتی ہو"

—— اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پر ایمان کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔ اور اس کو بار بار قرآن کریم میں بیان کیا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے :—

واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین۔ (الانفال رکوع ۱)

"اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی اگر تم مؤمن ہو"

نیز فرمایا:— فلا وربک لا یؤمنون حتّٰی یحکموک فی ما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجًا مما قضیت ویسلموا تسلیمًا (النساء ع ۹)

"پس میرے ربّ کی قسم وہ کبھی مومن نہیں کہلا سکتے کہ یہاں تک کہ وہ اپنے اختلافات میں تجھے حکم بنائیں اور پھر جو تو فیصلہ دے اسے نہ صرف یہ کہ تسلیم کر لیں بلکہ اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور اس کو پورے طور پر قبول کر لیں"۔

—— اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں انسانوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ اوّل وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور سے اس قدر محبت کرتے ہیں جس کا دراصل اللہ تعالےٰ حق دار ہے۔ دوم وہ لوگ جو تمام دنیا کی محبتوں کو خدا تعالیٰ کی محبت کے بدلہ میں ترک کر دیتے ہیں۔ یہ دوسری قسم مومنوں کی ہے۔ جن کے دلوں سے دنیا کی تمام محبتیں سرد ہو گئی ہیں۔ انہوں نے تمام دنیا کو چھوڑ کر تمام تعلقات کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالےٰ سے رشتہ محبت استوار کیا ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ نے یوں بیان فرمایا ہے :—

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادًا یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حبًا للہ۔ (البقرہ۔ رکوع ۲۰)

"لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو خدا تعالےٰ کے سوا معبود بناتے ہیں اور ان سے اتنی محبت کرتے ہیں جتنی خدا تعالےٰ سے کرنی چاہیئے اور جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ تعالےٰ سے ہی شدید محبت کرتے ہیں"

—— اللہ تعالےٰ نے اپنی محبت کے ساتھ اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ... کی اطاعت اور تابع داری اور ان کے نقش قدم پر گامزن ہونے کو لازم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے :—

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم۔ (آل عمران رکوع ۴)

اے نبی! کہدے۔ اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہو تو میری کامل اتباع کرو۔ وہ بھی تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے گا اور اللہ غفور رحیم ہے"

اللہ تعالےٰ نے اس جگہ اپنی محبت کو اپنے محبوب کی اطاعت سے لازم قرار دیا ہے اور ضروری ہے کہ یہ محبت مؤمن کے دل میں ایسی راسخ ہو کہ دوسری ہر قسم کی محبتوں پر اس کو غلبہ حاصل ہو۔ خواہ وہ محبت مال کی ہو۔ اہل و عیال یا اولاد کی ہو یا خاندان اور قبیلے کی ہو یا دنیا کے اور قسم کے رابطوں اور تعلقات یا دنیاوی منافع سے تعلق رکھتی ہو۔ اور اس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مؤمنین نے اپنے لئے نہ ختم ہونے والا زادِ راہ بنایا ہے۔ اسکو تفصیل کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے سورۃ توبہ میں یوں بیان کیا ہے:—

قل ان کان اٰباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھادٍ فی سبیلہ فتربصوا حتّٰی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین۔ (التوبہ رکوع ۳)

"اے نبی! ان سے کہہ دو۔ اگر تمہارے آباؤ اجداد اور تمہاری اولاد اور بھائی بند اور تمہارے ساتھی اور تمہارا خاندان اور تمہارے وہ مال .... جو تم کماتے ہو۔ اور وہ تجارت جس میں خسارہ سے ڈرتے ہو اور تمہارے محلات جن کو تم محبوب رکھتے ہو۔ تم کو اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر محبوب ہیں تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ تم پر خدا کا عذاب آئے اور اللہ تعالےٰ کبھی بدعہدی کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیتا"

—— اگر آج مسلمان کہلانے والوں کے دلوں سے غیر اللہ کی محبت اس قدر سرد ہو جائے کہ وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے مقابلہ میں کسی چیز کو کوئی اہمیت نہ دیں تو کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی نصرت و تائید کو ان کے لئے آسمان سے نازل کیا جائے اور کفر اور شرک کی تمام آندھیاں جو اسلام کے رستہ میں سدِ راہ بنی ہوئی ہیں یکسر ختم ہو جائیں گی۔ مگر یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہو جو اسلام اور اس کے عقائد کے لئے اپنے ہر قسم کے دنیاوی فوائد کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر اس قسم کا ایمان مومنین کے قلوب میں جاگزین ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت نہ ان کے اس ایمان کو ان کے دلوں سے جُدا کر سکتی ہے اور نہ ہی کوئی طاقت ان پر غالب آ سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ مؤمن کا دل ایمان کی اصل حقیقت سے آشنا ہو جاتا ہے۔ جو اس کو ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رکھتی ہے۔

—— اس کی تصدیق بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب روم کے بادشاہ نے ابو سفیان سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا آپؐ پر ایمان لانے والا آپ کے دین میں داخل ہو کر اس سے پھر بھی جاتا ہے یا نہیں، جس پر ابو سفیان نے جواب دیا کہ ایسا تو نہیں ہوتا۔ تو روم کے بادشاہ نے کہا تھا کہ یہی حلاوتِ ایمانی کی علامت ہے۔

—— اس مادی دور میں جب ہم اُمتِ مسلمہ کی مختلف بیماریوں کے علاج کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کے عقیدہ کو زندہ کر کے دلوں کو روشن کریں اور مسلمانوں کے قلوب میں قرآن اور سنت کی مکمل اتباع کے ساتھ دینی حرارت کے شعلوں کو ایک دفعہ پھر روشن کریں کیونکہ جس قدر کمزوری شعلۂ ایمانی کے فقدان سے پیدا ہوتی ہے اسقدر ہمارے عزائم اور اعتقادات میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ اُسے اس سے بڑھکر ایمان اور عزم کامل کے ساتھ ہی دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے۔ (باقی باقی)

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ تمام رقوم بنام محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور تک ارسال فرمادیں۔ والسلام۔ خاکسار غلام رسول۔ انچارج تحصیل

شیخ عبدالحق صاحب مناظرِ اسلام کراچی

اسلام اور آریہ سماج

آریہ سماج کے ساتھ مباحثات کے بارہ میں چند پُرانے واقعات کا تذکرہ

مولوی مبارک حسین صاحب

میرٹھ [illegible]
ایک مدرسہ اسلامیہ قائم کیا تھا۔ جس میں غیر مذاہب کے مقابلہ کے لئے مبلغین اسلام کے پیدا کرنے کی سکیم بھی شامل تھی۔ آپ کو بہت دُکھ ہوتا تھا۔ جب وہ مسلمان کہلانے والوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء دیکھ کر باہمی تکفیر کے مرتکب ہو جاتے تھے وہ اس کمی کو بھی شدت سے محسوس کرتے تھے کہ حضرات اہلِ دیو بند کے پاس کوئی ایسا عالم یا مبلغ نہ تھا جو آریہ سماجی تحریک کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتا۔ بڑے بڑے علمائے اسلام کے ساتھ ان کی گفت گو ہوا کرتی تھی اور ان سے پوچھتے تھے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے ارد گرد باوجود چھوٹی سی جماعت ہونے کے مخلص کارکنوں اور اسلام کے شیدائیوں کا خاصہ گروہ موجود ہے۔ مگر صحیح جذبۂ اسلامی رکھنے والے مبلغ دوسری اسلامی جماعتوں میں نظر نہیں آتے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور، اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اولیاء اللہ کے زمرہ میں شمار فرمایا کرتے تھے۔ الغرض مولانا موصوف بے شمار خوبیوں کے مالک تھے

تحریک شُدھی اور مولانا موصوف کا آریہ سماجیوں سے مقابلہ

ضلع میرٹھ میں بھی نو مسلم راجپوتوں کی کافی تعداد تھی۔ قصبہ کیلی ضلع میرٹھ میں ان نو مسلموں کی تعداد زیادہ تھی۔ آریہ سماجی پرچارکوں نے ان نو مسلموں کو ویدک دھرم میں واپس لانے کے لئے پروگرام اسی قصبہ سے شروع کیا۔ [illegible] لالچ بھی دیتے تھے۔ جب مولوی مبارک حسین صاحب کو آریہ سماجی ہتھکنڈوں کا علم ہوا۔ تو انہوں نے بھی قصبہ کیلی میں مسلمان علمائے اسلام کی تقریروں کا سلسلہ جاری کیا۔ حالات دن بدن سنگین ہو رہے تھے۔ چنانچہ مولانا مبارک حسین صاحب نے مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت العلمائے ہند کو ان حالات سے آگاہ کیا جب آریہ سماجی کارکنوں نے خفیہ طور پر متمول اور صاحب حیثیت اونچی ذات والے راجپوتوں کے ذریعہ کیلی کے نو مسلم راجپوتوں سے یہ اقرار لے لیا۔ کہ آریہ سماجی پنڈت قصبہ کیلی میں مسلمان علماء کے ساتھ مباحثہ کریں گے۔ اگر سماجی پنڈتوں کو اس میں فتح ہو گئی تو پھر ان نو مسلم راجپوتوں کو اپنے پرانے ہندو دھرم میں واپس لوٹ آنا ہوگا۔ تو مولانا مولوی مبارک حسین صاحب نے آریہ سماجی سکیم کو قبل کرنے کے لئے جمعیت العلمائے ہند سے اپنا رابطہ قائم کیا۔ اسی اثنا میں آریہ سماجی شدھی سبھا نے مولوی مبارک حسین صاحب کو مباحثہ کا چیلنج دے دیا جس کو مولوی صاحب نے جمعیت العلمائے ہند کے مشورہ کے بعد قبول کر لیا۔ مباحثہ کے شروع ہونے سے ایک دو روز قبل دھلی سے ایک قافلہ علمائے اسلام کا مولانا مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلمائے ہند کی قیادت میں قصبہ کیلی پہنچا۔ علمائے اسلام کا دوسرا قافلہ بہ سرکردگی مولانا مبارک حسین میرٹھ سے اس کے بعد پہنچا۔ چونکہ دیو بند اس قصبہ سے زیادہ دُور نہ تھا، تو دیو بند سے بھی چالیس پچاس کے قریب علمائے اسلام قصبہ کیلی پہنچ گئے۔ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب کی ہدایات کے مطابق مولانا مولوی احمد سعید صاحب نے اہلِ اسلام کی طرف سے مجھے اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔

ظہر کی نماز کے بعد مباحثہ شروع ہونے میں ایک آدھ گھنٹہ باقی تھا۔ تو مجھے اس شرط کا علم ہُوا۔ کہ مباحثہ [illegible] سے دی گئی ہے۔ اور مجھ پر ایسی حالت طاری ہو گئی جس سے میرے ہوش و حواس نے قریباً قریباً جواب دے دیا۔ اس بے بسی کے عالم مولانا مولوی احمد سعید صاحب کی خدمت میں عرض کی گئی۔ کہ اس شرط کی موجودگی میں مجھ سے یہ مباحثہ نہ ہو سکے گا کیونکہ خدا تعالےٰ نے اگر میرے کسی گناہ کی پاداش میں مباحثہ میں میری مدد نہ فرمائی، تو میں مسلمان قوم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدنام ہو جاؤں گا۔ دس پندرہ منٹ تک ہر دو مولوی صاحبان نے اپنی زبردست قوت ایمانی کے باعث مجھے یقین دلایا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اسی سوچ بچار میں میں اپنے خیالات اور جذبات کی رَو میں بہتا چلا جا رہا تھا۔ کہ فی الفور میرے دل میں خیال آیا کہ مباحثہ کا نتیجہ تو ابھی تک خدا تعالےٰ کے علم میں ہے مگر میرے مباحثہ کے انکار کرنے کے اثرات بد فی الفور ظاہر ہو جائیں گے اور قصبہ کیلی کے نو مسلم راجپوتوں کو اس کے مہلک نتیجہ سے کسی صورت بچایا نہ جا سکے گا۔ میں نے اس اُلجھن سے نکلنے کے لئے نہایت خضوع خشوع سے دُعا مانگی۔ اور میں نے محسوس کیا کہ اس دُعا کے نتیجہ میں اندرونی طور پر میرے قلب پر حوصلہ کے جذبات اُبھرنے شروع ہوئے ہیں بس خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت کی اُمید کے ساتھ جناب مولانا احمد سعید صاحب کے ساتھ جلسہ گاہ روانہ ہوا۔

جلسہ کی کیفیت اور ہندو مسلم نشست کا انتظام

جلسہ گاہ پہنچنے پر معلوم ہوا۔ کہ پنڈال کھچا کھچ ہندو مسلم راجپوتوں کے ساتھ بھرا ہوا ہے۔ مسلم راجپوت اور سامعین جلسہ گاہ کے ایک حصّہ میں اور ہندو راجپوت دوسرے حصہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ درمیان میں کوئی دس پندرہ پولیس والے ہاتھوں میں رائفلیں اُٹھائے کھڑے تھے۔ اس کے علاوہ پولیس والے جلسہ گاہ کے ارد گرد بھی چکّر لگا رہے تھے۔ کسی شخص کو جلسہ گاہ میں لاٹھی یا ڈنڈوں اور چھریوں کا بھی ہو چکا تھا ہندوؤں کے حصّہ میں عین وسط میں ایک اونچا چبوترہ تھا۔ جس پر پنڈت دھرم بھکشو صاحب بہت سارے پنڈتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کے حصّۂ پنڈال میں نو مسلم راجپوت اور دوسرے مُسلمان تشریف فرما تھے۔ لیکن اس کے درمیانی حصّہ میں جو وسیع چبوترہ تھا۔ دھلی۔ میرٹھ اور دیوبند کے علمائے کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بڑی میز کے ساتھ جس پر قرآن کریم اور دوسری مذھبی کتابیں رکھی ہوئی تھیں دو خالی کرسیاں بھی تھیں ایک کرسی پر مولانا مولوی احمد سعید صاحب اور دوسری پہ مَیں بیٹھ گیا۔ جب مباحثہ شروع ہونے کا اعلان ہوا تو پنڈت دھرم بھکشو صاحب نے مولوی احمد سعید صاحب سے دریافت کیا کہ اہلِ اسلام کی طرف سے کون مناظر ہوگا، مولانا موصوف نے میرے نام کا بطور مناظرِ اسلام اعلان کیا۔

پنڈت دھرم بھکشو صاحب کے اعتراض کا دندان شکن جواب

پنڈت دھرم بھکشو آریہ مناظر نے مولوی احمد سعید صاحب کو مخاطب کر کے پوچھا کہ مولوی شیخ عبدالحق صاحب تو جماعت احمدیہ کے ممبر ہیں اور جماعت احمدیہ حضرات علمائے کرام کے نزدیک کافر ہے اور اس کی تائید میں اس نے دو تین صد علمائے اسلام دھلی کا فتویٰ کفر جماعت احمدیہ کے خلاف پیش کیا اور مولانا احمد سعید صاحب سے دریافت کیا کہ کیا شریعت اسلام

کی زد سے مسلمانوں کے مذہبی معاملات کے تصفیہ کے لئے ایک کافر کو اپنا نمائندہ بنانا جائز ہے۔ اس اعتراض سے ہزاروں مسلمان جو مباحثہ میں شامل تھے حیران و پریشان ہو گئے۔

مولینا مولوی احمد سعید صاحب کی اجازت سے مَیں نے پنڈت دھرم بھکشو صاحب پر واضح کیا کہ یہ فتوے کُفر جو پنڈت جی نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے ان کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ فتوے میرے شائع شدہ پوسٹر کا جو میں نے دھلی میں قادیانیوں کے عقائد باطلہ و فاسدہ کے متعلق شائع کیا تھا۔ درحقیقت خلاصہ ہے اور علمائے اسلام نے صحیح معنوں میں میری تائید فرمائی ہے تا مسلمان قادیانیوں سے اس وقت تک نفرت کریں جب تک قادیانی ان کفریات سے تائب نہیں ہوتے اور میں اس عظیم الشان جلسہ میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر احمدیوں کے یہ اعتقادات ہیں جن کا ذکر علماء کے فتوے کفر میں ہے۔ تو میں ایسے احمدیوں کو دشمنِ اسلام سمجھتا ہوں جو مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر کے مسلمانوں کی وحدت اور اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں۔ میرے اس اعلان سے مدّت تک مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے رہے اور برادرانِ اسلام کے چہرے خوشی سے تمتما اُٹھے۔

مُسلمانوں کی عظیم الشان فتح

دورانِ مباحثہ میں نے ویدوں کے متعلق جو تضاد اور اختلاف آریہ سماجی پنڈتوں اور سناتن دھرمی لیڈروں میں پایا جاتا ہے، اسی کو پیش کیا۔ مثلاً (۱) آریہ سماجی یہ کہیں کہ وید چار رشیوں پر نازل ہوا۔ اور سناتن دھرمی بھائی جن کی تعداد آریہ سماج سے کروڑہا نسبت.... زیادہ ہے وہ یہ کہیں کہ وید گیان صرف برھما پر نازل ہوا (۲) آریہ سماج ویدوں کی جائے نزول تبت قرار دیں۔ مگر سناتنی پنڈت ماہرین وید اس کے نازل ہونے کی جگہ وہ بتلائیں جہاں دریائے سرسوتی بہتا ہے (۳) آریہ سماج کے نزدیک ان کا نزول ایک ارب چھیانویں کروڑ اور کئی لاکھ سال قبل ہوا۔ مگر سناتن دھرمی اس کو محض گپ قرار دیں اور لوکمانیہ پنڈت تلک ویدوں کی تحقیقات کے متعلق اس خیال کو پیش کریں کہ چند ہزار سال پہلے ان کا نزول بھارت ورش پر ہوا۔ (۴) پنڈت لکھمی دہر جو ویدوں کا مترجم ہے، اس کا دعوےٰ ہے کہ ویدوں میں سوائے گندی اور جنسی باتوں کے اور کچھ بھی نہیں (۵) ویدوں کا ویدک دھرمیوں سے آج تک ترجمہ بھی نہیں ہو سکا اور آریہ سماج بھی اس کے ترجمہ کے متعلق کوئی دلچسپی نہیں لے رہا۔ اور جن پنڈتوں نے ویدوں کا ترجمہ کیا ہے۔ مثلاً پنڈت راون جس نے سیتا جی مہارانی دھرم پتنی راجہ رام چندر جی کا اغوا کیا .... اور پنڈت لکھمی دہر صاحبان۔ ان دونوں پنڈتوں کے متعلق ہندوؤں کی اچھی رائے نہیں ہے (۶) وید جس زبان میں نازل ہوا ہے وہ خود آریہ سماجی اور ہندوؤں کے نزدیک ایسی زبان ہے جو کسی ملک میں بھی نہیں بولی جاتی، وغیرہ وغیرہ، اس لئے پنڈت دھرم بھکشو اور راجپوتوں کو محض سچائی کی خاطر فیصلہ کرنا چاہیئے کہ کیا ویدوں کو جو سراسر مجموعہ اختلافات ہیں قرآن پاک جیسی اعلےٰ کتاب جس کی زیر زبر اور پیش میں بھی کسی مسلمان کو اختلاف نہیں مقابلہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے؟

پنڈت دھرم بھکشو کا جواب

پنڈت دھرم بھکشو نے جواب میں یہ کہا کہ اس قسم کے اختلاف وہ قرآن کریم کے متعلق بھی پیش کر سکتا ہے۔ مگر وہ مباحثہ کو طول دینا نہیں چاہتا۔ وہ ایک حدیث کی بناء پر ثابت کر سکتا ہے کہ قرآن شریف ضائع شدہ کتاب ہے۔ اگر اسلامی مناظر میری پیش کردہ حدیث کا جواب دیدے تو وہ کلمہ طیبّہ کا اقرار کر کے مسلمان ہو جائے گا۔

مَیں نے پنڈت دھرم بھکشو کو کہا کہ وہ حدیث پیش کرے اور لکھ کر بھیجدے کہ تسلی بخش جواب ملنے پر وہ اسلام قبول کر لے گا۔ اس پر مباحثہ میں سناٹا چھا گیا۔ ہندو مسلمان دونوں حیران تھے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔

پنڈت دھرم بھکشو کی پیشکردہ حدیث

پنڈت جی نے فرمایا کہ ایک صحابی قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا کسی کام کے لئے وہ صحابی اپنے مکان میں گیا۔ مگر اس کی غیر حاضری میں بکری آئی اور وہ قرآن شریف کو چر گئی۔ میں نے علمائے اسلام سے دریافت کیا کہ کیا کوئی ایسی روایت ہے جس کو دھرم بھکشو نے پیش کیا ہے مولنٰا مبارک حسین صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں اس چکّر میں نہ پھنسوں۔ مباحثہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے نہایت شاندار طریق پر ہو رہا ہے۔ میں اس روایت کا انکار کر دوں۔ اس پر علمائے دیوبند نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے۔ اس کا انکار نہیں ہو سکتا، اس گفتگو کے درمیان اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے میری مدد کی اور فی الفور مجھے اس کا جواب سُوجھ گیا۔

اب میں نے نہایت دلیری کے ساتھ پنڈت جی کو مخاطب کیا اور کہا کہ اس حدیث کے پیش کرنے سے آپ نے اس بات کو مان لیا۔ کہ جس تضاد اور اختلاف کو ویدوں کے متعلق میں نے پیش کیا ہے اس کا جواب آپ کے پاس ہی نہیں بلکہ دنیا کے کسی آریہ سماجی پنڈت کے پاس بھی نہیں۔ آپ نے حدیث کو پیش کر کے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔ مگر پنڈت جی اس میں بھی آپ ڈبل فیل ہو گئے۔ اگر آپ اتنے عظیم الشان مجمع کے سامنے اپنے بیان پر قائم ہیں تو اس حدیث کا جواب سنو اور اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

میں نے یجر وید اُٹھا کر پنڈت جی کو کہا کہ اگر یہ وید مقدس میری کسی کوتاہی یا غفلت کے نتیجہ میں ضائع ہو جائے یا کوئی بکری یا گائے اس کو چر جائے تو ہزارہا کا مجمع جو مباحثہ سُن رہا ہے۔ اس میں سے کوئی شخص یا بہت سے افراد یہ کہنا شروع کر دیں کہ آریہ سماج کا وید تو ضائع ہو گیا۔ قصبہ کیلی میں کیا ایسے لوگوں کا یہ کہنا اصل واقعہ کے مطابق ہوگا۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ صرف یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ جو وید مقدس قصبہ کیلی میں تھا وہ کسی بد احتیاطی کے باعث ضائع ہو گیا۔ لیکن وید مقدس کی وہ پُستکیں جو کہ سہارن پور۔ میرٹھ۔ لاہور اور دھلی میں موجود ہیں ان کو کونسی گائے یا بکری کھا گئی ہے جس نے چر کر ضائع کر دیا۔ بس یہی بات صحابی نے پیش کی ہے کہ اس کی بد احتیاطی کے باعث جو نسخہ قرآن اس کے پاس تھا وہ ضائع ہو گیا۔ مگر میرے دوست پنڈت جی جواب کلمہ طیبّہ کا اقرار کر کے اسلام قبول کرنے والے ہیں ذیل کے واقعات کو مدِنظر رکھ کر سچائی کی خاطر غور کریں کہ:

(۱) قرآن کریم کہ جو ہزارہا حافظوں کے سینہ میں موجود تھا (۲) قرآن پاک کا وہ نسخہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کاتبان وحی سے لکھوا کر محفوظ کیا تھا (۳) قرآن کریم کے وہ نسخہ جات جو ہر صحابی نے حفاظت کے ساتھ اپنی اپنی تلاوت کے لئے رکھے ہوئے تھے جن کی تعداد کم از کم بیس کئی ہزار کے قریب ہوگی، آخر ان قرآن پاک کے نسخوں کو کس بکری نے چر کر ضائع کر دیا۔ (۴) اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ایسا سامان کر دیا ہے کہ اگر رُوئے زمین کی سب مذہبی کتابوں کو کسی نہ کسی وجہ سے کوئی ظالم ضائع کر دے یا تلف کر دے، تو اس پر بھی قرآن کریم ہی ایک ایسی الہامی مذہبی کتاب ہے جو کسی صورت سے مٹ ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ ایسے حالات میں لاکھوں حافظ قرآن کھڑے ہو جائیں گے جو بسم اللہ کی ب سے شروع کر کے والناس کی س تک من وعن دوبارہ قرآن کریم لکھ دیں گے مگر دنیا میں تو ان ویدوں کا تو کوئی حافظ نہیں ہے۔ اس لئے ایسی صورت میں وید دنیا سے یقیناً مٹ جائے گا۔

اس میرے جواب پر پنڈت دھرم بھکشو کا منہ زرد ہو گیا۔ مسلمانوں نے اب پنڈت دھرم بھکشو صاحب کو مشورہ دیا کہ اعلانِ اسلام سے قبل وہ غسل فرمالیں۔ اس پر دو تین حجام اُسترے لے کر آ گئے انہوں نے کہا کہ پنڈت جی کی ظاہری ناپاکی دور کرنے کے لئے پہلے ہم کو اجازت دی جائے کہ ہم پنڈت جی کی چٹیا کاٹ کر ان کی اچھی طرح سے حجامت بنادیں تا پاک ہونے کی حالت میں وہ کلمہ طیبّہ کا اعلان کریں۔ اس پر پولیس

پولیس نے مجمع کو اپنے قابو میں لے لیا اور اور جلسہ گاہ پر قبضہ کر لیا - اور پنڈت جی کی جان بچ گئی -

اس شاندار کامیابی پر نومسلم راجپوتوں نے اب ہندو راجپوتوں کو اسلام قبول کر...

دیوبندی علماء پر اس مباحثہ کا اثر

اس سے بڑھ کر حضرت مفتی اعظم مولینا کفایت اللہ صاحب نے مجھے بر وقت ملاقات مبارک باد دی - الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ خدا کا فضل تھا ... دیوبند کے علمائے کرام مباحثہ کے بعد جب واپس دیوبند جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے تو انہوں نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ چونکہ جماعت احمدیہ لاہور اور علمائے دیوبند میں صرف فروعی اختلاف ہے اور حضرت عیسٰی کی وفات مان لینے سے کوئی مسلمان دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا، وہ کوشش کریں گے کہ جماعت احمدیہ لاہور سے کفر کا فتوے اٹھا دیا جائے - اس سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ دہلی سے مفتی اعظم جناب مولینا مولوی کفایت اللہ صاحب کی سرکردگی میں چند علماء دیوبند گئے - تا جماعت احمدیہ لاہور سے کفر کا فتویٰ اُٹھا دیا جائے - اس پر سب علماء کا اتفاق تھا کہ جماعت احمدیہ لاہور کو میرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد ہی مانتی ہے، خواہ یہ کتنا ہی گمراہ کن عقیدہ کیوں نہ ہو - بایں ان کو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا - مگر ایسا فتوے دینے میں یہ رکاوٹ ہے کہ علمائے اسلام نے میرزا صاحب کو اس لئے کافر قرار دیا تھا کہ وہ مدعی نبوت ہیں - چنانچہ قادیانی جماعت کے عمل سے جن کی تعداد لاہوریوں سے بہت زیادہ ہے وہ جملہ اہل اسلام کی تکفیر کی بنیاد میرزا صاحب کی نبوت کو ہی ٹھہراتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی نے بالکل صحیح سمجھا تھا کہ فی الواقعہ میرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ایسے حالات میں میرزا صاحب پر کفر کا فتوے کس طرح واپس لیا جا سکتا ہے - حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے تو خاکسار کو یہاں تک کہا کہ ان پر بھی تو کفر کا فتوے لگا ہوا ہے مگر وہ تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ اصل واقعات کا تو اللہ تعالےٰ ہی کو علم ہے کہ دراصل دیوبندی مسلمان ہیں کہ نہیں - اس لئے جماعت احمدیہ لاہور کو بھی کسی فتوے کفر کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے - جب تک وہ خدمت اسلام کا کام سر انجام دے رہی ہے اس وقت تک اللہ تعالےٰ ان کے اسلام کا گواہ ہے -

شناختی کارڈوں میں تصویر اور مولینا مودودی کا فتوے

کارڈ بھی جاری ہوں گے - بادی النظر میں یہ بڑی فائدہ مند بات ہے - اس سے کارڈ ہولڈروں کو عدالتوں میں گواہی اور ضمانت دینے یا پاسپورٹ حاصل کرنے میں آسانی ہوگی، یہاں تک تو خیریت گزری - لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس میں ایک گہری "سازش" کار فرما نظر آتی ہے -

وہ لطیفہ تو آپ نے سُنا ہوگا کہ ایک دیہاتی نئی نویلی چادر خرید کر میلہ دیکھنے گیا - ایک موقعہ پر اس نے چادر کو کسی درخت سے لٹکا دیا اور خود تماشہ دیکھنے میں محو ہو گیا واپس آیا تو چادر غائب تھی - شام کو گھر آیا تو لوگوں نے پُوچھا چوہدری سناؤ میلہ کیسا تھا - اس نے کہا کہ ہونہہ! کیسا میلہ؟ یہ بھی کوئی میلہ تھا؟ یہ تو ان لوگوں نے میری چادر چُرانے کے لئے یونہی پاکھنڈ رچایا ہوا تھا -

تو صاحب ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خان قیوم اور ان کے احباب نے یہ سارا بل اور قانون اسی لئے منظور کرایا کہ کسی طرح سے حضرت سید مولینا پاسپورٹوں وغیرہ سے محروم کر دیا جائے کیونکہ تحقیق فرمایا حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بیچ رسالہ ترجمان القرآن مؤرخہ جولائی، اگست ۱۹۴۳ء شمارہ ۴، ۵ صفحہ ۳۰۹ - ۳۱۰ بعنوان رسائل و مسائل:-

"فوٹو کے متعلق اصولی بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اسلام جاندار چیزوں کی مستقل شبیہہ محفوظ کرنے کو بالعموم روکنا چاہتا ہے کیونکہ انسانی تاریخ کا قدیم تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ چیز اکثر فتنہ کا موجب بنی ہے - اصل فتنہ صورت کا محفوظ ہونا ہے لہٰذا اس سے بحث نہیں کی جائے گی کہ اس کو کس طریقہ محفوظ کیا جاتا ہے، طریقہ خواہ سنگ تراشی ہو یا موقلم یا عکاسی یا اور کوئی ذریعہ جو آئندہ ایجاد ہو بہرحال وہ ناجائز ہی رہے گا - کیونکہ یہ سارے طریقے اصل فتنے کا سبب بنتے ہیں، پس فوٹوگرافی اور مصوری میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور ممانعت چونکہ جاندار اشیاء کی تصویروں کی ہے اس لئے تمام حرام رہیں گی"

"لیڈروں کی تصویریں، جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں، یہ سب تو قطعی ناجائز ہیں، خصوصاً لیڈروں کی تصویریں تو خطرے سے بہت قریب پہنچا دیتی ہیں جس کی وجہ سے تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے" (از قلم مولانا ابوالاعلیٰ مودودی) (از ترجمان القرآن جولائی اگست ۱۹۴۳ء[1])

دیکھ لیا آپ نے - خان صاحب نے فتوی پڑھ کر رجسٹریشن بل بنانے کا فیصلہ کیا ہوگا - صالحات کو ترغیب تصویر کشی سے قانون میں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے - لیکن صالحین کا کیا بنے گا جو استثناء کے زمرے میں نہیں آتے - اس فتوے کی روشنی میں جو اب سے تیس سال قبل حضرت سید ابوالاعلیٰ ہمارے "صالحین" تصویر نہیں کھچوائیں گے کیونکہ ؎

بُت پرستی دینِ احمد میں کہیں آئی نہیں
اس لئے تصویر جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

صالحین اس شعر کو یوں ادا کریں گے ؎

بُت پرستی دینِ احمد میں کبھی آئی نہیں
اس لئے تصویر اپنی ہم نے کھچوائی نہیں

اور جب صالحین تصویر نہیں کھچوائیں گے تو شناختی کارڈ نہیں بنے گا - حیرانی اس بات کی ہے کہ جب یہ قانون اسمبلی میں منظور ہو رہا تھا تو "صالح" ممبران پروفیسر غفور احمد اور صاحبزادہ فاروقی صاحب نے یہ نہیں کہا کہ پردہ نشین مستورات کے ساتھ "صالحین" کو بھی تصویر کشی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے - کچھ نہیں تو ایک عدد واک آؤٹ ہی کیا ہوتا - یا اگر ان کو فوٹو کھچوانے پر اعتراض نہیں ہے تو یہ بھی واضح کرنا پڑے گا کہ جس چیز کو تیس سال قبل حرام قرار دیا گیا تھا وہ اب حلال کیسے ہو گئی؟ اور کس تاریخ سے ہو گئی اور کس وجہ سے؟ ع

تھا جو ناخوب بتدریج وہ اب خوب ہوا

خان قیوم تو ہٹ کے پکے ہیں اور ایسے پکے کہ سب سے قبل انہوں نے صدر پاکستان اور قانونِ اوّل کی رجسٹریشن کرا دی - اب ہم صدر پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو سے ہی گذارش کرتے ہیں کہ براہِ کرم ایک آرڈیننس کے ذریعے وہی اس ایکٹ میں ترمیم فرمائیں اور "پردہ نشین صالحین" کو جو تصویر کو اور خاص طور پر سیاسی لیڈروں کی تصویر کو حرام سمجھتے ہوں فوٹو کھچوانے سے مستثنیٰ کر دیں - ع

شاہاں چہ عجب بنوازند گدا را

[1] معلوم نہیں آجکل اخبارات میں مولینا مودودی کے جو فوٹو شائع ہوتے ہیں وہ کس فتوے کے تحت جائز قرار دیئے جاتے ہیں - (ایڈیٹر پیغام صلح)

پیغام صلح
خود مطالعہ کرنے کے بعد دوسرے احباب تک پہنچائیں -

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

فراخ کرتا ہے اور اندازہ کے ساتھ دیتا ہے وہ اپنے بندوں کے حالات سے خبردار ہے — یہ کس قدر عظیم الشان سبق ہے اس پر عمل کرنے والی قوم کس قدر بلند پایہ ہو سکتی ہے، اس کا نمونہ صحابہ کرام نے دکھایا اور اسلامی دنیا میں ایسے نمونے ہمیشہ دیکھنے میں آتے رہے، آج ہماری قوم میں بھی ایسے امراء موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وافر مال دیا ہے اور وہ خدا کی مخلوق کی مدد کرنے اور قومی ضروریات پر خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

اس سبق کو جو ان آیات میں دیا گیا ہے یاد رکھنا چاہیئے اور قوم میں اچھے روابط پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو قربانی کرنی چاہیئے۔

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۷۳ء

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۳

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ - مؤرخہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۷۳ء | نمبر ۳۴

ارشادِ باری تعالیٰ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دِلی کا ذِکر

فبما رحمةٍ من الله لنت لهم ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوا من حولك۔ (سورة آل عمران آیت ۱۵۸)

ترجمہ: (اے رسول) اللہ کی رحمت ہے کہ ان (خطا کاروں) کے لئے نرم دِل واقعہ ہوئے ہو اگر تم سخت کلام سنگدل ہوتے تو تمہارے پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔ یہ ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہے جو جنگِ اُحد میں بھاگ گئے تھے۔ ان کے ساتھ نبی کریم صلعم نے کسی طرح کی سختی نہیں کی نہ کسی کو درشت لفظ کہا بلکہ محبت بھرے کلام میں ان سے گفتگو کی محبت سے صرف اتنے الفاظ فرمائے: لقد ذهبتم فيها عريضة۔ تم تو بہت دُور نکل گئے۔

(ملفوظات: بقیہ کالم ۳-۴)

مطلب یہ کہ کامیابی استقامت پر موقوف ہے۔ اور وہ اللہ کو پہچاننا اور کسی ابتلاء اور زلازل اور امتحان سے نہ ڈرنا ہے۔ ضرور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مورد مخاطبہ مکالمہ الٰہی انبیاء کی طرح ہوگا۔

(ملفوظات - بنام منظور الٰہی - صفحہ ۳۵-۳۶)

ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

"پہلوان وہ ہے ......"

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس الشديد بالصرعة انما الشديد الذی يملك نفسه عند الغضب۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان (دوسرے کو) پچھاڑنے سے نہیں (بنتا) پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

"غُصّہ نہ کیا کر"

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رجلاً قال للنبی صلى الله عليه وسلم أوصنی قال لا تغضب فردّد مراراً قال لا تغضب۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی حکم دیجئے۔ فرمایا غصّہ نہ کیا کر۔ اس نے بار بار اپنی عرض کو دہرایا۔ آپؐ فرماتے رہے کہ غصّہ نہ کیا کر۔

فضل الباری۔ کتاب الادب صفحہ ۱۳۸۵

مُتقی کو بے صبری کے ساتھ جنگ ہے

ایک دو گھنٹہ کے بعد بھاگ جانا مجاہد کا کام نہیں

بلکہ جان دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

راہِ سلوک میں مُبارک قدم دو گروہ ہیں۔ ایک دین العجائز والے جو موٹی موٹی باتوں پر قدم مارتے ہیں۔ مثلاً احکامِ شریعت کے پابند ہو گئے۔ دوسرے وہ جنہوں نے آگے قدم مارا۔ ہرگز نہ تھکے اور چلتے گئے۔ حتٰی کہ منزل مقصود تک پہنچ گئے لیکن نامراد وہ فرقہ ہے کہ دین العجائز سے تو قدم آگے رکھا اور منزلِ سلوک کو طے نہ کیا۔ وہ ضرور دہریہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ چلہ کشیاں بھی کیں۔ لیکن فائدہ کچھ نہ ہُوا جیسے ایک شخص منصور مسیح نے بیان کیا۔ کہ اس کی عیسائیت کا باعث یہی تھا۔ کہ وہ مُرشدوں کے پاس گیا۔ چلہ کشی کرتا رہا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، بدظن ہو کر عیسائی ہو گیا۔ سو وہ لوگ جو بے صبری کرتے ہیں۔ وہ شیطان کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ اس لئے متقی کو بے صبری کے ساتھ بھی جنگ ہے۔ بوستان میں ایک عابد کا ذکر کیا گیا ہے، کہ جب کبھی عبادت کرتا۔ تو ہاتف یہی آواز دیتا کہ تو مردود و مخذول ہے۔ ایک دفعہ ایک مُرید نے یہ آواز سن لی اور کہا کہ اب تو فیصلہ ہو گیا۔ اب ٹکریں مارنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ وہ بہت رویا اور کہا کہ میں اس جناب کو چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ اگر ملعون ہوں تو ملعون ہی سہی غنیمت ہے۔ کہ مجھ کو ملعون تو کہا جاتا ہے۔ ابھی یہ باتیں مُرید سے ہو ہی رہی تھیں۔ کہ آواز آئی۔ کہ تو مقبول ہے۔ سو یہ سب صدق و صبر کا نتیجہ تھا۔ جو متقی میں ہونا شرط ہے۔ یہ جو فرمایا ہے کہ والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سُبُلنا (س ۲۱) یعنی ہماری راہ کے مجاہد ہدایت پاویں گے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس راہ میں صبر کے ساتھ جد و جہد کرنا ہوگا۔ ایک دو گھنٹہ کے بعد بھاگ جانا مجاہد کا کام نہیں۔ بلکہ جان دینے کے لئے تیار رہنا اس کا کام ہے۔ پس متقی کی نشانی استقامت ہے۔ جیسے کہ فرمایا: ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا (س ۱۴) یعنی جنہوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے۔ اور استقامت دکھلائی اور ہر طرف سے منہ پھیر کر اللہ کو ڈھونڈا۔

(باقی کالم اوّل کے نیچے)

محمد صالح نور - لاہور

اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان راسخ میں ہی ہماری تمام مشکلات کا حل مضمر ہے

انسانی قلب و نظر کی تسکین کے لئے مادی علوم ایسا عقیدہ پیش کرنے سے قاصر ہیں

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۸ اگست ۱۹۷۳ء)

اسلام کے اولین دور میں جب ہم مومنین کے حالات و واقعات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس عقیدہ کے ذریعہ عزم اور قوت اور طاقت کے روشن اور نمایاں آثار ملتے ہیں، مثلاً قرآن کریم میں وارد ہے:۔ الذین قال لھم النّاس ان النّاس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ (آل عمران ع ۱۸)

"وہ لوگ جن کو لوگوں نے آکر خبر دی کہ تمہارے خلاف لوگ... جمع ہو رہے ہیں پس تمہیں ان سے خوف کھانا چاہیئے مگر اس بات نے ان لوگوں کے ایمان میں زیادتی پیدا کی اور انہوں نے کہا ہمارے لئے ہمارا اللہ کافی ہے۔ اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔"

بظاہر ایک دنیادار نگاہ اور مادہ پرست نظر حیران و ششدر رہ جاتی ہے کہ ایک کمزور جماعت ایک بہت بڑے طاقتور دشمن کے مقابلہ میں کس طرح محض اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور ایمان کے ساتھ نہ صرف یہ کہ قوت و شوکت کا اظہار کرتی ہے بلکہ کہتی ہے کہ مجھے دشمن کی کثرت اور لاؤ لشکر اور اس کی طاقت کا کچھ خیال نہیں ہے بلکہ نتیجۃً وہ اس ایمان کے سہارے کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار بھی ہوتی ہے۔ در اصل اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان ہی وہ بنیادی پتھر ہے جو کہ اس کے ماننے والوں کے دلوں میں تمام طاقتوں سے بڑھ کر ایسی قوت پیدا کرتا ہے جو تمام دوسری طاقتوں پر غالب رہتی ہے جس کے سہارے بڑی سے بڑی فوج اور لاؤ لشکر کو دیکھ کر مومنوں کے دلوں میں ایمان تازہ ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کے عقیدہ کے آثار کو مختلف اور دلکش انداز میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ اور اس عقیدے کے سہارے مومنین کے معرکہ ہائے حق و صداقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ذرا غور فرمائیں کہ ہجرت نبویؐ کے وقت غارِ ثور میں وہ کونسی عظیم طاقت تھی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صدیقؓ کو بے پناہ حوصلہ اور بے انداز قوت اور طاقت عطا فرمائی جس کا ذکر قرآن پاک میں یوں آتا ہے:۔

اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا (التوبہ رکوع ۶)

"جب وہ دونوں غار میں تھے اور آپؐ نے اپنے ساتھی سے کہا غمگین نہ ہونا یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

یہ وہ ایمان کامل ہی تو تھا جس نے دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور دن کی روشنی میں آنکھیں رکھتے ہوئے انہیں کچھ نظر نہ آیا۔ ایک اور مقام پر مومنین کے ایمان کے عوض میں اللہ تعالیٰ اپنی نصرت کا یوں ذکر فرماتا ہے:۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ عزیز حکیم۔ (التوبہ ع ۶)

"پس اللہ تعالیٰ نے اس پر تسکین نازل کی اور اس کی مدد ایسے لشکر سے کی جن کو تم دیکھ نہیں سکتے اور کافروں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اور اللہ تعالیٰ کا منشا اور مقصد بلند و بالا رہا اور غالب حکمت والا ہے۔"

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی آنکھ عطا فرمائی ہے وہ بخوبی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بے سروسامانی کی حالت میں ایمان والا جب یہ کہتا ہے کہ "لا تحزن ان اللہ معنا" تو اس کے ساتھ کس قدر طاقت اور قوت جلوہ گر ہوتی ہے۔ ایسا ہی ایک اور مقام پر معرکہ طالوت و جالوت کے ذکر میں مومنین کے عزم اور ایمان کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:۔

فلما جاوزہ ھو والذین اٰمنوا معہ قالوا لا طاقۃ لنا الیوم بجالوت وجنودہ قال الذین یظنون انھم ملٰقوا اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین ولما برزوا لجالوت وجنودہ قالوا ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین فھزموھم باذن اللہ۔ (البقرہ رکوع ۳۳)

"جب وہ اور اس کے ساتھی جو ایمان لائے تھے آگے بڑھے تو انہوں نے کہا کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لاؤ لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں یہ کہا کہ کتنے ہی چھوٹے گروہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے بڑے بڑے گروہوں پر غالب آجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے اور جب انہوں نے جالوت اور اس کی فوج پر چڑھائی کی تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے ربّ ہم کو صبر اور ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر فتح دے۔ پس انہوں نے دشمنوں کو مغلوب کر دیا محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

قرآن کریم نے بار بار ذاتِ خداوندی پر کامل ایمان کے واقعات کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ مادیت کے پرستار یہ یقین کر سکیں کہ عقیدۂ الوھیت ایک ایسا ہتھیار ہے جو آج بھی مسلمانوں کو ہر قسم کی قوتوں اور طاقتوں پر غالب کر سکتا ہے۔ اور کسی قوم کی برتری افواج، اسلحہ اور مادی قوت پر موقوف نہیں بلکہ وہ قوم جو ایمان اور یقین کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو، وہ ہر قسم کے دشمن پر غالب آنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ایک جنگ سے پہلے صحابہ کرام نے یہ چاہا تھا کہ آنحضرت صلعم کو روم کی افواج کی کثرت اور طاقت کی اطلاع دی جائے۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ نے فرمایا کہ "اے مومنو! ہم کسی عدد اور قوت کی بنیاد پر کفر سے نبرد آزما نہیں ہیں ہم تو..... اُن سے صرف دین کی خاطر جنگ کر رہے ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اور ہم دو نیکیوں اور دو بہتر انجام میں سے ایک کے امیدوار ہیں۔ یا فتح یا شہادت"۔ اگر ابتدائے اسلام کے مجاہدین آج کی مادی منطق کی طرح اپنے معرکوں میں دشمن کی تعداد کے مقابلہ میں یا دشمن کے اسلحہ کے مقابلہ میں اپنی ظاہری طاقت کا موازنہ کرتے تو وہ اسلام کا جھنڈا کسی طرح بھی دنیا کے کناروں تک نہ لہرا سکتے۔ مگر انھوں نے ایمان کی اس قوت اور یقین کے اس زادِ راہ پر سہارا کیا جس کو کبھی زوال نہیں اور انہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر یقین رکھتے ہوئے اپنے آپ کو ہر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے پیش کیا۔ کیونکہ ان کے سامنے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا یہ قول مشعلِ راہ بنا رہتا تھا کہ:۔

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز۔ (المجادلہ رکوع ۳)

"اللہ تعالیٰ نے یہ فرض کر لیا ہے کہ میں اور میرا رسول ہمیشہ غالب آئیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ طاقت ور اور غالب ہے۔"

نیز فرمایا:۔

اور یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کے لئے یہ بات واجب کر دی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــــ لاہور ـــــــ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۷۳ء

پاکستان کا نیا آئین اور ایمان و عمل کے تقاضے

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت طوبی لھم و حسن ماب۔ (الرعد۔ ۳)

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لاتے اور عمل صالح کرتے ہیں، انجام کار انہی کے لئے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔

جمہوری اور وفاقی ہے۔

اس آئین میں اعلان کیا گیا ہے کہ ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کے صدر، وزیر اعظم اور جملہ ارکانِ اسمبلی کے لئے اس مملکت کی وفاداری پر حلف اٹھانا لازم ہوگا۔ نیز صدر اور وزیر اعظم یہ حلف بھی اُٹھائیں گے کہ وہ مسلمان ہیں، خدا کی توحید اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس میں مثبت طور پر یہ کہا گیا ہے کہ نہ صرف آئندہ جملہ قوانین قرآن و سنت کے مطابق بنائے جائیں گے بلکہ پہلے قوانین کو بھی ایک مقررہ میعاد کے اندر قرآن و سنت کے ڈھانچہ میں ڈھالنا ہوگا۔

عربی زبان کی تعلیم کو آئین میں حکومت کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ اور حکومت عربی زبان کے فروغ کے وسائل اختیار کرے گی۔ قرآن حکیم کی طباعت میں صحت کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حلفِ وفاداری کے وقت صدر اور وزیر اعظم کو ایک ایک مثالی نسخہ قرآن مجید کا بطور ہدیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس آئین کی رُو سے مسلمانوں میں فرقہ بندی کی بجائے الفاظ مکاتیب فکر استعمال کرکے وحدتِ ملت کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے سکولوں میں رائج کیا جائے گا۔ دینِ اسلام کی رُوح کے مطابق ظلم کا خاتمہ اور عدل و مساوات کا قائم کرنا ہے۔ اس لئے اس آئین میں افراد کے مابین اقتصادی ناہمواری کو حتی الامکان دُور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز اگر اجتماعی ترقی میں روک بن جائے اور ہوس زر کی غیر انسانی لعنت معاشرہ پر مسلط ہو جائے۔ اس طرح انسانوں کے مابین عدل و انصاف قائم نہ کیا جا سکے تو اس کا سدِ باب ضروری ہے، چنانچہ آئین میں خاص طور پر اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ قوم مفادِ عامہ کی خاطر کسی شخص کی جائداد کو ایک مقررہ حد تک عوام کے تصرف کے لئے حاصل کر سکتی ہے۔ نیز ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ جائداد حکومت ضبط کرنے کا حق رکھتی ہے۔ شخصی آزادی اور عزتِ نفس کا تحفظ افرادِ معاشرہ کا بنیادی حق ہے۔ اس آئین نے عدلیہ کو انتظامیہ پر ایسی بالادستی عطا کی ہے جس کی رُو سے ہر محروم شخص اپنے بنیادی حقوق کے تصفیہ کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔

اس آئین کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ بلا نسل و امتیاز ہر انسان برابر ہوگا اور ہر شہری کو قانون کی مدد حاصل ہوگی۔ اگر کسی شخص کے بنیادی حقوق چھین لئے جائیں یا اسے انفرادی سیاسی یا مذہبی آزادی سے محروم کر دیا جائے تو عدالتوں کو مداخلت اور محاسبہ کا حق حاصل ہوگا اور عدلیہ کو اختیار ہوگا کہ وہ ایسے فیصلے کریں جن سے بنیادی حقوق کا تحفظ ہو سکے۔ شہریوں کی زندگی کو اسلامی اصُولوں کے مطابق ڈھا لنے کے لئے جو دفعات آئین میں درج ہیں اور جو قانونی و انتظامی ڈھانچہ اس سلسلہ میں بنایا گیا ہے وہ بہت مُوثر و کافی ہے۔ نئے آئین کے نظریاتی ڈھانچے نے ہمیں اقوامِ عالم کے سامنے ایک منفرد اور با اصول قوم کی حیثیت سے لا کھڑا کیا ہے اور عالم اسلامی کو خصوصی طور پر اسلامی نظریات کی سربلندی کا وہ ثبوت فراہم کیا ہے جس سے وہ بھی اپنے اصل کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔

اس آئین کی رُو سے انسانوں کے مابین علاقہ، زبان، رنگ و نسل، ذات برادری اور امارت و غربت کی بناء پر کوئی تمیز روا نہیں رکھی جائے گی، آئین کی رُو سے ایسے امتیازات کا شکار ہونا غیر اسلامی اور قابل تعزیر فعل ہوگا، یہ ایک انقلابی اقدام ہے جو انسانوں کو سچی آزادی اور مساوات عطا کرتا ہے۔ اس طرح یہ آئین اسلامی جمہوری اور وفاقی ہے اور آزاد خطہ پاکستان میں مسلمانوں نے ہندؤوں سے ایک الگ قوم کی حیثیت سے اپنے معاشرے کو اسلام کے اصولِ عدل و مساوات کے مطابق منظم کرنے کا جو عہد کیا تھا اور اہل پاکستان اخلاقی طور پر جس کے پابند تھے

کو کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ عمل کی ذمہ داری افراد پر عائد ہوتی

ہے جب تک ہم میں سے ہر شخص اسلام کے بنیادی اُصولوں یعنی صداقت، ایمانداری ایفاءِ عہد، تحمل، برداشت، رواداری، مساوات اور باہمی احترام کی صفات عالیہ کو نہیں اپنائیگا بلکہ موجودہ روش کی مانند جھُوٹ، منافقت، بے ایمانی، مکاری، ظلم، ریاکاری، عیاری، دھوکہ بازی، کم چوری، غصبِ حقوق وغیرہ کو اپنا شعار بنائے رکھے گا تب تک آئین کی ان دفعات کا کوئی مثبت و قابلِ ذکر نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ اس وقت بھی ہمارے ہاتھوں میں قرآن حکیم ایسی بے مثل کتاب اور اس کے اعلےٰ انسانی قدر و منزلت کے اُصولوں جیسا عالی آئین موجود ہے مگر یہ صرف ہمارے طاقوں کی زینت یا مردہ رُوحوں کو ثواب پہنچانے کے لئے تلاوت کی جاتی ہے، قرآنی احکامات کی طرف ہماری قطعاً کوئی توجہ نہیں، نہ انہیں اپنی عملی زندگی میں جاری کرنے کا کوئی ارادہ ہے... اس عملاً گمراہی کا نتیجہ ہمارے حق میں بجز رسوائی و ذلت کے اور کچھ نہیں، تو اس طرح اگر مسودۂ آئین، طاقِ نسیان پر دھرے کا دھرا رہ گیا اور ہم اسی اپنی موجودہ روش پر چلتے رہے تو یقیناً نتائج مختلف نہ نکلیں گے۔

در اصل آئین ایک طرح کی قرار داد مقاصد ہوتا ہے ایک ارادہ ہوتا ہے بذاتِ خود آئین میں نہ تو کوئی جادو ہوتا ہے اور نہ ہی دعا کا اثر۔ کہ خود بخود انسان اسلام اور جمہوریت کی راہ پر چل پڑیں اور افراد میں برداشت اور معاشرے میں انصاف جنم لے۔ آئین تبھی کسی قوم کو فائدہ پہنچاتا ہے جبکہ اس آئین کے ذریعہ اقتدار میں آنے والے لوگ آئین کے جمہوری اُصولوں کا احترام اور ان پر عمل کریں۔ اصلاح نفس اور تزکیہ باطن یعنی اعمال میں بہتر تبدیلی اور انقلاب پر ہی سارا دار و مدار ہے۔ یہ تبدیلی جب اُوپر کے طبقہ یعنی دینی و دنیاوی لیڈران سے عمل میں آئے تو عوام میں جلد اثر پذیر ہوتی ہے اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے افراد میں صدق و راستبازی سرایت کرے تو اس کا نمونہ ہمارے مقتدر اصحاب میں نظر آنا چاہیئے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ حرص و ہوسِ زر و اقتدار کی لعنتوں سے پاک ہو کر جائز و آئینی حدود کے اندر کسبِ معاش کرے تو پھر ہمارے لیڈروں کی زندگیوں میں اس امر کا نمایاں نمونہ نظر آنا چاہیئے، اگر ہم یہ مدِ نظر رکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں امن و سکون اور عافیت و اطمینان عود کر آئے، تو اس کے لئے مقدم ہے کہ صاحب مال و اقتدار اصحاب کی روش اس بارہ میں ہمارے لئے مشعل راہ بن جائے۔

در اصل اسی حقیقت الامری کی وضاحت اور اس پر ایمان پیدا کرنے کے لئے مجددِ صد چہار دہم نے اپنی زندگی بھر تلقین کی اور اپنا عالی نمونہ پیش کرکے جماعتِ احمدیہ میں ان اوصافِ حمیدہ کو عملاً رائج کرکے دکھلایا جیسے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

از عمل ثابت کُن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسفِ را راہِ کنعاں را گزیں

آپؑ نے مسلمانوں پر یہ حقیقت منکشف کرنا چاہی کہ کسی قوم کی سربلندی و سرخروئی اس کی سیرت و کردار سے ہی سے وابستہ ہوا کرتی ہے، نہ کہ اس کی حکومت و قوانین سے۔ لیکن قوم نے اس نظریہ سے اختلاف کرتے ہوئے یہ کہا کہ پہلے ہمیں حکومت مل جائے تاکہ ہم اپنے قوانین نافذ کریں جن کے ذریعہ جبراً نیکی کو قائم کیا جائے۔ پاکستان کی مملکت کے حصول اور اس کے گذشتہ پچیس برس کی روش سے اب یہ حقیقت روشن ہوگئی ہے کہ ایمان باللہ اور عملِ صالحہ کی بنیادوں پر جو نظامِ حکومت اور آئین و قانون نافذ ہوں گے وہی نتیجہ خیز ہوں گے انجام کار صالح سیرت اور اسلامی کردار پر ہی مستقل حکومت کی بناء ہے والعاقبۃ للمتقین۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

پاکستان کے تجربہ نے اب اس حقیقت کے منکشف کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی کہ قومی کردار اور انفرادی سیرت پر ہی حکومتوں کی بناء ہے نہ یہ کہ حکومتوں اور قوانین پر نیکی و تقویٰ قائم ہوا کرتے ہیں۔ اب اس حقیقت کو پاکستان کے تلخ تجربہ کے بعد کیسے قبول کرنے سے انکار ہو سکتا ہے۔

بہرحال اب خدا تعالےٰ نے دونوں رنگوں میں ہم پر یہ اتمامِ حجت کر دیا ہے یعنی اس خطہ کے مسلمانوں کو حکومت بھی دی اور اصولوں کے نفاذ کے لئے ایک آئین بھی دے دیا۔ اب بھی اگر قوم اصولِ اسلام کو اپنی زندگیوں میں رائج نہ کرے تو یہ ایک بہت بڑی بدقسمتی ہوگی۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالےٰ نے پاکستان کا قیام مسلمانوں میں اسلام کی جانب سچا رجوع کرنے کی غرض سے کیا ہے، اور یہ قوم اپنے تلخ تجربات سے سبق و عبرت حاصل کرے گی، اسی لئے اس زمانہ کے امام اور مجدد زمان کو یہ الہامات ہوئے ؎

چو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

نیز یہ الہام بطور بشارت ہوا۔ بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم اُفتاد۔ پس خدا کے عطا کردہ علمِ غیب میں ہرگز کوئی خطا واللہ غالب علیٰ امرہ ولٰکن اکثر النّاس لا یعلمون۔

اپنی زکوٰۃ انجمن کے خزانہ میں بھجوائیے
جہاں سے قرآن کے مقرر کردہ مستحقین کی امداد کا انتظام کیا جاتا ہے

ذیل کی اپیل محاسب احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی طرف سے شروع ماہِ رجب میں احباب جماعت کو بھجوائی گئی تھی۔ ماہِ رجب اب قریب الختم ہے، احباب کو چاہیئے کہ اس پر خاص توجہ دے کر اور زرِ زکوٰۃ کی رقوم خزانۂ انجمن میں بھیج کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اخویم مکرم معظم۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

ماہِ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہ مہینہ شروع ہوا ہے۔ اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنتِ نبوی سے پتہ چلتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دیدے۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکانِ اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بناء رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائگی کا بھی حکم ہے۔ ۴۴

سیلاب زدگان کی امداد کے لئے اپیل

حالیہ سیلابوں سے جو تباہی آئی ہے اس کی کوئی مثال اس سے پہلے نظر نہیں آتی۔ یہ ہمارے لئے تازیانہ عبرت بھی ہے اور اللہ تعالےٰ کے حضور جھکانے کا ذریعہ بھی۔ اللہ تعالےٰ ان سب بھائیوں کی جن کا نقصان ہوا ہے دستگیری فرمائے اور اپنے فضل سے تلافی مافات کرے۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام وہ احباب جو اس ابتلاء سے بچے رہے ہیں وہ اپنے ان مبتلا بھائیوں کی دل کھول کر امداد کریں اور اُن کے دکھ میں شریک ہوں۔

مرکزی انجمن کی طرف سے وزیرِ اعظم پاکستان کے امدادی فنڈ میں پانچ ہزار روپیہ بطور قسط اول جمع کرا دیا گیا ہے۔ یہ رقم خزانہ انجمن سے دی گئی ہے۔ اور اب احبابِ جماعت کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے عطیات محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام ارسال فرمادیں تاکہ تمام جماعت کی طرف سے رقم جمع ہو جانے پر کچھ اپنی جماعت کے احباب کی جن کا سیلاب سے نقصان ہوا ہے ان کی مدد کی جائے اور بقیہ رقم بطور قسط دوم وزیرِ اعظم کے امدادی فنڈ میں جمع کرائی جائے۔ والسلام

خاکسار۔ مسعود بیگ۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جماعت احمدیہ لاہور کے عطیات

اس سلسلہ میں یہ امر قابلِ ذکر ہے، کہ ۱۷ اگست ۱۹۷۳ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ کے دوران سیلاب زدگان کی امداد کے لئے حاضرین کو خاص طور پر توجہ دلائی اور اپنی طرف سے پچاس روپے نقد عطا فرمائے۔ مرزا مسعود بیگ صاحب سیکرٹری مرکزی انجمن نے بھی حاضرین سے اپیل کی کہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد میں حصہ لے کر عند اللہ ماجور ہوں، اور خود بھی پچاس روپیہ دینے کا اعلان کیا، اس پر حاضرین نے نقد اور وعدوں کی صورت میں مختلف عطیات پیش کئے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ امید ہے کہ جماعت کے دیگر احباب بھی اپنے عطیات مرکزی انجمن میں بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک صاحبِ نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔ چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں آتا ہے اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں اور دونوں کی ادائگی ضروری ہے۔

پس میں اُمید کرتا ہوں ... کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال، زیورات اور جائیداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب الادا ہے۔ حساب کرکے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرائیں گے جس کی شرح حسب ذیل ہے:۔

(۱) نقدی پر زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے۔ یعنی یکصد روپیہ پر ۲½ روپے۔
(۲) زیورات بھی نقدی کے حکم میں آتے ہیں۔ چاندی ۵۲ تولے اور سونا ۷½ تولے یا اس سے زیادہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ تمام رقوم بنام محاسب احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے ارسال فرمادیں۔ والسلام

خاکسار: قاضی غلام رسول۔ انچارج تحصیل

مقامی جماعت لاہور کی مجلسِ منتظمہ نے اپنے حالیہ اجلاس میں سیلاب زدگان کی طبی امداد کے لئے ایک ہزار روپیہ پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کو دینے کا فیصلہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں ممبران جماعت سے اپیل کی ہے کہ وہ اس کے لئے عطیات مرحمت فرمائیں،

محمد عبداللہ۔ سیکرٹری

اللہ تعالیٰ حافظ عالمِ انسانیت

وہ مقتدر ہستی جس نے عالمِ انسانیت پیدا کیا اور ہر قسم کے سامانِ معیشت بہم پہنچائے اس قابل ہے کہ اسکی عبادت کی جائے

جسمانی ربوبیت کے علاوہ روحانی تربیت کے لئے قرآن کریم جیسی بے نظیر کتاب نازل کی گئی

اس کا چیلنج ہے کہ کوئی اس کی نظیر بنا کر لائے لیکن شدید مخالفت اور اعلےٰ ترین قابلیت کے باوجود کوئی اسکی نظیر نہ لا سکا

حضرت مجددِ زمان نے قرآن کریم کی صداقت کے ثبوت میں عربی زبان میں تفسیر لکھ کر چیلنج کیا کہ کوئی عربی دان اس جیسی تفسیر لکھے

لیکن بڑے بڑے علماء اور شدید مخالفین بھی اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۷۳ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایّھا النّاس اعبدوا ربّکم الّذی خلقکم والّذین من قبلکم لعلّکم تتّقون ــــــ انی اعدّت للکٰفرین ۔ (سورۃ

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو مخاطب کیا ہے۔ انسان وہ ہے جس کی طبیعت میں اُنس کا مادہ رکھا گیا ہے وہ اپنے خالق سے بھی اُنس رکھتا ہے اور اس کو مخلوقِ خدا سے بھی اُنس ہے۔ انسان کے اس وصف کے پیشِ نظر فرمایا یاایّھا الانسان اے انسان! تمہیں اس طرح بُلایا جاتا ہے اعبدوا ربّکم زمین و آسمان کا بادشاہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہاری ربوبیت کے سامان فراہم کئے، تمہیں چاہیئے کہ اس کے آگے جھکو، اس کی عبادت کرو، اس کے احکام بجا لاؤ، اے انسان! جس کی فطرت میں ہر صاحب اقتدار اور محسن کے آگے جُھک جانا اور اس کی تعریف کرنا ہے، اس بادشاہ کے آگے جھکو، جس نے تمام کائنات پیدا کی، تمہارے لئے ہر قسم کے سامان بہم پہنچائے ہاں اس صاحب قدرت ہستی کے آگے جس کے احسانات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا سربسجود ہو جاؤ اور اس کے احکام بجا لاؤ، اگر کسی صاحب قدرت کے آگے جھکنا تمہاری فطرت میں مرکوز ہے، اگر احسان کرنے والے کا شکر گذار ہونا تمہاری فطرت میں ہے تو سب سے بڑھ کر وہ ہستی جس نے تمہیں پیدا کیا اور ہر قسم کے احسانات سے نوازا اس بات کی حقدار ہے کہ اس کی عبادت بجا لاؤ یہ خطاب ساری انسانیت سے کیا ہے۔ تمام انسانیت کو فرمایا یاایّھا النّاس اعبدوا ربّکم۔ اے انسانو! ہم نے تمہیں پیدا کیا، تمہارے اندر ایسے قوٰے رکھ دیئے کہ تم کائنات کی چیزوں سے فائدہ اُٹھا کر طرح طرح کی ایجادات کرتے ہو، اس اصل موجد کو اپنا مربی بناؤ اور اس کی عبادت بجا لاؤ۔

انسان خدا کا نمائندہ ہے، اس کے اندر بھی قدرت کا مادہ رکھا گیا ہے۔ خدا کی طاقت انسان کے ہیولیٰ میں نظر آتی ہے، یہ ایک چھوٹی سی کائنات ہے جس کو کائنات صغریٰ کہتے ہیں۔ باقی دنیا کائنات کبریٰ ہے چھوٹے پیمانے پر تخلیق، قدرت اور احسان کا مادہ انسان کے اندر رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے کمالات اس سے صادر ہوتے ہیں، فرمایا وہ ہستی جس نے تمہیں پیدا کیا تمہارے اندر ایسے کمالات رکھ دیئے اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کرو۔

فرمایا ہم نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے آباؤ اجداد کو پیدا کیا لعلّکم تتّقون۔ اس انعام کا مقصد یہ ہے کہ تم تقوےٰ اختیار کرو، اپنے آپ کو بدیوں سے بچاؤ، نیکی کی راہ اختیار کرو، حسنِ کردار اپنے اندر پیدا کرو، اس انعامِ الٰہی کو دیکھو کہ جعل لکم الارض فراشًا والسّماء بناءً تمہارے رہنے کے لئے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے اوپر آسمان کو قبہ بنا دیا۔ اس قبہ کے نیچے دن کے وقت ایک چراغ جلتا ہے، جس کی روشنی میں ہم اپنے کاروبار کرتے ہیں، رات کو چاند کی روشنی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ یہ سورج اور چاند کسی ایک قوم یا کسی ایک ملک یا کسی ایک خطہ زمین کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا اور تمام انسانوں کو یکساں فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ساری دنیا خدا کے اس احسان سے مستفید ہو رہی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ تمام مخلوق خدا کے احسان کے نیچے ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الخلق عیال اللہ ساری مخلوق خدا کا عیال ہے۔ اس زمین میں جس کو خدا نے ہمارے لئے فرش بنایا ہے تمام قسم کی ضروریات زندگی پیدا کی ہیں۔ فانزل من السماء ماءً اس نے آسمان سے پانی اُتارا فاخرج بہ من الثّمرات رزقًا لکم، اور اس سے طرح طرح کی سبزیاں، غلہ جات جڑی بوٹیاں، پھل پھول اور میوہ جات پیدا کئے جس سے تمام انسان پرند چرند اور حیوانات پرورش پاتے ہیں اور اس پانی سے سب کے سب اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ ان سامانوں کے ہوتے ہوئے کیا وجہ ہے کہ اس پیدا کرنے والے کو یاد نہ کرو، کیا وجہ ہے کہ پانی پیتے جاؤ اور خدا کو بھول جاؤ، کیا وجہ ہے کہ طرح طرح کے پھل اور میوے اور قسم قسم کے کھانے کھاتے رہو اور خدا تمہیں یاد نہ آئے جس کی مہربانی اور قدرت نے یہ سب کچھ مہیا کیا، وہ ایک جابر بادشاہ کی طرح حکم نہیں دیتا۔ بلکہ تمہاری فطرت کو جگایا ہے کہ ان تمام نعماء سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس محسن کو یاد کرو جس کے بے پایاں احسانات سے یہ سب کچھ میسّر آیا ہے، اس نے تمہارے لئے لکڑی پیدا کی، لوہا پیدا کیا، جس سے تم محلات بناتے ہو، اور ہر طرح سے آرام کی زندگی بسر کرتے ہو، اس خالق مالک کے ہوتے ہوئے فلا تجعلوا للّٰہ انداداً۔ دوسری چیزوں کو جو خود مخلوق ہیں اس کا شریک نہ بناؤ اس خدائے واحد کو چھوڑ کر جس نے یہ سب کچھ دیا ہے، دیوتاؤں، پیروں دریاؤں یا جیسے کو خدا بنانا اپنی حیثیت کو گرانا اور اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے غور کرو، خدا کے سوائے زمین آسمان کی کسی اور ہستی میں یہ قدرت ہے کہ وہ سامان پیدا کرے جو اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے تمہارے لئے مہیا کئے ہیں، انسان کا بچہ اس قدرت کا مالک نہیں کہ ایک بوٹی پیدا کر سکے، یہ درخت جس کی پوجا کرتے ہو، بذاتِ خود کچھ چیز نہیں، ان کے اندر کوئی جان نہیں، یہ سورج اور قمر جس کو تم معبود بنا لیتے ہو، تمہاری خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، ان خادموں کو معبود بنانا کس قدر ذلت کا موجب ہے، غور کرو کہ جو خود پیدا شدہ ہے وہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے

یہ تو جسمانی پیدائش اور ربوبیت ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے کر رہا ہے، اس کے ساتھ ہی اس ارحم الراحمین نے انسان کی روحانی پرورش کے لئے بھی آسمان سے ایک اور پانی وحی کی صورت میں اُتارا ہے، وہ فرماتا ہے ان کنتم فی ریب ممّا نزّلنا علٰی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ اگر تمہیں شک ہے کہ یہ وحی جو ہم نے

اپنے بندہ پر اتاری ہے، اللہ تعالے کی طرف سے نہیں تو تم بھی اس جیسا کوئی کلام بنا کر لے آؤ۔ وادعوا شہداءکم ... ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا اگر تم ایسا نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ جس طرح ایک پھول کی پنکھڑی بھی تم بنا نہیں سکتے وہ رُوح افزا کلام جو انسان کی روحانی زندگی کے لئے ہم نے اپنے بندے پر اُتارا ہے کبھی تم اس کی نظیر پیدا نہیں کر سکو گے۔ یہ چیلنج اس قوم کو دیا گیا جس کے اندر بڑے بڑے فصیح و بلیغ شعراء موجود تھے، اور صرف انہی کو نہیں بلکہ ساری دنیا کو چیلنج ہے، یورپ کے اندر بھی ایسے لوگ ہیں جو عربی زبان پر قدرت رکھتے ہیں اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالف ہیں، لیکن باوجود شدت کی دشمنی رکھنے اور اس لیاقت کے باوجود جو اپنے علم اور زبان کے متعلق ان میں پائی جاتی ہے، قرآن کے اس چیلنج کا جواب دینے کی انہیں آج تک جرأت نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہو سکتی ہے فرمایا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین اگر تم اس بے بسی کے باوجود مخالفت سے باز نہیں آتے تو اس آگ سے ڈر جاؤ جو اس مخالفت کے نتیجہ میں تمہارے لئے تیار ہے۔ وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار۔ اس شدت مخالفت کے ہوتے ہوئے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہوئی، جن لوگوں نے اس رسولِ پاک کا دامن پکڑا وہ قدر کے قابل ہیں، ان لوگوں کو جو شروع میں حلقہ اسلام کے اندر آئے بڑی بڑی سخت ایذائیں دی گئیں۔ لیکن ایمان کی روشنی ان کے دلوں سے بجھ نہ سکی تمام سخت ترین ایذاؤں کو انہوں نے برداشت کیا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہ چھوڑا، یہ لوگ جنتی ... قدر کے قابل ہیں، اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو افضال ان پر نازل ہوئے اور ہوں گے وہ ان کے حقدار ہیں، اللہ تعالےٰ کی بڑی بڑی رحمتیں برابر ان پر نازل ہوتی رہیں ... کر کے انہیں فرشتہ صفت بنا دیا۔

خُطبہ ثانی

اس زمانہ کے امام نے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ایک زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ ایک گاؤں کے اندر بیٹھے ہوئے آپؑ نے عربی زبان میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھی اور دنیا کو چیلنج کیا، کہ کوئی اس جیسی تفسیر بنا کر لائے، اور دعوےٰ کیا کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ کوئی اس جیسی تفسیر نہیں لکھ سکے گا۔ یہ بہت ہی بڑا معجزہ ہے جس سے قرآن کی صداقت اور اس کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس معجزہ کے سامنے تمام معجزے ہیچ ہیں، اس وقت دنیا میں بڑے بڑے عربی دان موجود ہیں مصر میں، مکہ میں، ہندوستان اور پاکستان میں ایسے علماء موجود ہیں جنہیں عربی زبان پر قدرت حاصل ہے۔ لیکن وہ حضرت مرزا صاحب کے اس دعوے کو باطل نہ کر سکے، انہیں جرأت نہ ہوئی کہ ان کے چیلنج کا جواب دیتے اسی سے ثابت ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے، جس کی تفسیر جو ایک انسان کے قلم سے نکلی بے نظیر ثابت ہوئی، لاہور میں عربی دان علماء موجود تھے، لکھنو اور دہلی میں موجود تھے، جنہوں نے حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتوےٰ دیا۔ ان کو حضرت مرزا صاحب کے مقابل پر تفسیر لکھنے کی جرأت نہ ہوئی ..... احمدیہ قوم خوش قسمت ہے جس نے حضرت امام سے فیض حاصل کر کے دین کی شمع کو روشن کیا۔ اس علم کی شمع نے باقی تمام چراغوں کو گل کر کے رکھ دیا۔

اخبار و افکار

(از عبدالرؤف صاحب)

[illegible] سے بھیانک اور انتہائی دردناک نتائج کا صحیح اندازہ تو بعد میں ہوگا، مگر ایک اخبار کے مطابق اب تک ۲۷۰۰ دیہات ۵۴۰۰۰ مکانات اور پانچ لاکھ ایکڑ اراضی پر کھڑی فصلیں برباد ہو چکی ہیں۔ جانی نقصان۔ مال مویشی اور غلہ کا ضیاع اس کے علاوہ ہے۔ ملک پہلے ہی ہوشربا گرانی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ اب یہ سیلاب کی شکل میں دوسری بلا آن پڑی ہے۔ قومی مصیبت کے ان ایام میں جہاں بعض لوگوں اور جماعتوں نے انسان دوستی اور سیلاب میں پھنسے ہوئے انسانوں کو امداد پہنچانے کی روشن مثالیں قائم کی ہیں وہیں بعض سفاک اور درندہ صفت انسانوں نے سیلاب سے بچانے کے بہانے بچوں اور لڑکیوں کا اغوا نیز لوٹ مار بھی کی ہے عام لوگوں کی بے حسی اور بے دردی کی شکایت کرتے ہوئے ایک روزنامہ لکھتا ہے:-

"سیلاب کا تماشا کرنے والے ہزاروں لوگ موجود تھے۔ مگر سیلاب زدگان کی امداد کے لئے ٹرکوں پر کشتیاں لدوانے کے لئے ڈیوٹی آفسر کو کوئی آدمی نہیں مل رہا تھا..... گلبرگ لاہور کی ایک فیملی سرکاری جیپ پر سیلاب کا نظارہ کر رہی تھی۔ امدادی پارٹی کے دو ارکان نے ڈرائیور سے استدعا کی کہ وہ انہیں امامیہ کالونی پہنچا دے۔ مگر وہ جواب دیئے بغیر آگے نکل گیا...... ایک تھالی ٹیوٹا ویگن کے ڈرائیور نے بھی ایسا ہی کیا...... دو دیہاتی نوجوان کے پاس بھاگے بھاگے آئے کہ بعض لوگ گھروں کے اندر پڑا ہوا سامان لوٹ رہے ہیں۔ پولیس کے جانے پر وہ لٹیرے تو بھاگ گئے۔ مگر مشتبہ افراد کے بارہ میں ایک پولیس افسر نے بتایا کہ امدادی پارٹیوں کے لئے راستہ بنانے کی غرض سے سیلاب کا تماشا دیکھنے والوں پر ڈنڈے برسا برسا کر میرے [illegible]

چھا رہی ہے اندھیریاں اور رات ہے تاریک بالا [illegible]

اب بھی وقت ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور سچے دل سے گر جائیں اور گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آئندہ کے لئے فسق و فجور سے تائب ہوں۔ کیونکہ جب کوئی قوم فخر کے ساتھ گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے تو وہ ایسے ہی عذابوں میں مبتلا کر دی جاتی ہے خدا نہ کرے کہ ہمارے بد اعمال کی بدولت وہ دن آ جائے کہ

مقامِ امن جو ڈھونڈا تو راہ بھی نہ ملی
یہ قہر تھا کہ خدا کی پناہ بھی نہ ملی

ہم کدھر جا رہے ہیں؟

ایک مقامی روزنامہ ہے:-

لاہور میں بی اے اور بی ایس سی کے ایک امتحانی مرکز میں نگران عملے کے کچھ لوگ ایک سرکاری افسر کے بیٹے کو پرچہ حل کرنے میں مدد دینا چاہتے تھے۔ مگر اس مرکز کے نگرانِ اعلیٰ نے جو ایک مقامی ہائی سکول کے خاصے سینئر استاد ہیں اس غیر قانونی حرکت کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر وہ لوگ انہیں پنجاب یونیورسٹی لے گئے۔ جہاں انہیں ایک کمرے میں بند کر کے مارا پیٹا ...... قصور کے ایک امتحانی مرکز میں طلباء اور نگران عملے میں لڑائی ہو گئی۔ اس ہنگامے میں گالی گلوچ اور مار کٹائی کے علاوہ پستول کی گولیاں چلنے کی آوازیں بھی سُنی گئیں......... اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مستقبل کی فصل ہماری جھولیوں میں کیا کچھ ڈالنے والی ہے۔"

ایک دوسرے جریدے کے مطابق "پنجاب یونیورسٹی میں تیس فیصد طلباء و طالبات نشے کے عادی ہیں"۔

ان بھیانک حالات کے مشاہدہ ہونے کے باوجود ایک ممتاز ماہر تعلیم فرماتے ہیں کہ "پرانی نسل کی تطہیر کر کے نئی نسل کی اصلاح کی جا سکتی ہے"۔

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲-۳)

قرآن کریم کے مطالعے نے میرا دل صداقت کی روشنی سے منور کر دیا

پاکستان ایسے اسلامی ملک میں

احکام خداوندی کی پابندی کا خاص اہتمام ہونا چاہیئے

ایک جرمن نومسلم سے انٹرویو

{جو سید اقبال حسین نامی ایک صاحب نے روزنامہ "مشرق" لاہور میں شائع کرایا ہے}۔

بون کے نومسلم مسٹر عبدالحمید جو پہلے پیٹر ہانس تھے

یوں تو تمام مذاہب کا مقصد و منتہا ایک ہی ہے۔ یعنی انسان کی سربلندی اور خدا کی وحدانیت کی علمبرداری کرتے ہیں لیکن جب ایک روشن قلب و روشن ضمیر انسان تمام مذاہب کی ورق گردانی کرتا ہے۔ تو اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ان سب میں افضل ترین انسانی رموز سے زیادہ سے زیادہ قریب اور ایک یکتا و لا ثانی مذہب اسلام ہی ہے جس کے اصول و ضوابط کا اطلاق نسل انسانی پر جتنا آج سے سینکڑوں برس پیشتر ہوتا تھا اتنا ہی آج بھی ہے۔ تب اس کی روح لذت ایمانی سے سرشار ہو جاتی ہے اور اس کے قلب و دماغ کے گوشے گوشے اس کی صداقت و رفعت پر لبیک کہہ اُٹھتے ہیں۔ مسٹر حمید جو کہ آج سے چار برس پیشتر "ہانز پیٹر" تھا اور اپنے کیتھولک والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ جرمنی کے شہر بون میں رہائش پذیر تھا۔ آج انہی صداقتوں اور رفعتوں سے آشنا ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو چکا ہے۔

مسٹر عبدالحمید کے کہنے کے مطابق اس صراط مستقیم پر چلنے اور اس سے آشنا ہونے میں اس کے ایک پاکستانی دوست علی خان نے بھی اس کی مدد کی۔ چار برس پیشتر جب ان کی دوستی کا آغاز ہوا مسٹر عبدالحمید نے اپنے دوست کو ہمیشہ روزانہ تلاوت قرآن مجید کرتے اور نماز پنجگانہ ادا کرتے دیکھا رمضان کے روزے رکھنا اور احکام خداوندی کی بجا آوری کرنا اس کا سرشت میں داخل تھا۔ اپنے دوست کی دین کے ساتھ اس قدر وابستگی و وارفتگی دیکھ کر عبدالحمید نے بھی اس اعلیٰ و ارفع مذہب کا مطالعہ کرنا چاہا۔ پہلے تو زبان اس کے آڑے آئی۔ لیکن جلد ہی اُسے جرمن زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ حاصل ہو گیا۔

پھر جوں جوں اس کا مطالعہ بڑھا اس کے قلب و نظر میں حق و صداقت کی قندیل روشن ہوتی گئی اور جب وہ پورے قرآن حکیم کا مطالعہ کر چکا تو اس کے دل و دماغ پر پڑے ہوئے بے شمار پردے ہٹ چکے تھے۔ اس کو ان تمام سوالات کا جواب مل چکا تھا جو کسی بھی ذی شعور انسان کے ذہن میں کلبلاتے رہتے ہیں۔ اس نے جان لیا تھا کہ اس تمام کائنات کا خالق حقیقی کون ہے اس کی تخلیقات کی کیا وجوہ ہیں اور وہ کیوں انسانوں کو ایک مدت معینہ کے لئے اس دنیا میں بھیجتا ہے اور پھر واپس بلا لیتا ہے۔

ایسے بے شمار اسرار و رموز سے آشنا ہونے کے بعد اس نے دوسرے کئی مذاہب کا مطالعہ بھی کیا اور جب ان کا اسلام جیسے حرمت و تکریم والے مذہب سے موازنہ کیا تو تمام ہی بے بساط نظر آئے کچھ تو بالکل سطحی اور انسانی واجبات کے لئے ناکافی محسوس ہوئے اور عبدالحمید کے کہنے کے مطابق جب اس نے قرآن کو دوبارہ سہ بارہ اور پھر بار بار پڑھا تو اس پر یہ راز آشکارا ہوا کہ "اس حکمت والی کتاب کو صرف چند بار پڑھ لینا ہی کافی نہیں۔ اس کے لئے مسلسل مطالعہ کے ساتھ ساتھ روشن قلب اور وسیع النظر ہونا بھی ضروری ہے۔ ہر لفظ کے اندر جب لا تعداد معنی اور راز مخفی ہوں تو ایسی کتاب پڑھنے کے لئے تو تمام زندگی بھی ناکافی ہے۔"

ان پاکیزہ جذبات و خیالات کا اظہار مسٹر عبدالحمید نے ایک حالیہ نشست کے دوران کیا۔ ہم نے ان سے چند سوالات پوچھے جو قارئین کی دلچسپی کی خاطر درج ذیل ہیں۔

سوال: کیا آپ بتائیں گے کہ آپ نے اپنا عیسائی مذہب جو کہ آپ کے آباؤ اجداد کا مذہب بھی رہا ہے، چھوڑ کر اسلام قبول کرنا پسند کیوں کیا؟

جواب: میں نے عیسائیت اور اسلام کا نہایت مفصل و عمیق مطالعہ اور کئی دوسرے مذاہب کا گہرا مطالعہ کیا ہے ان تمام میں اسلام کو ہی ہر طرح سے جامع اور حقیقت سے قریب ترین پایا۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کے متعلق صاف اور واشگاف الفاظ میں احکام صادر کئے گئے ہیں۔ انسانی زندگی کا معاشرتی پہلو ہو یا معاشی ذاتی یا اجتماعی ہو اسلام کے پاس ان تمام کے لئے ایک اعلیٰ ترین اور راستی پر مبنی لائحہ عمل موجود ہے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر آپ ایک بہترین و کامیاب دینی و دنیوی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سکون قلب کے حصول کے ساتھ میں نے ایک بہترین عملی زندگی گزارنے کے لئے اسلام کو اپنے لئے منتخب کیا۔"

سوال: کیا آپ کو اس راہ میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب: جی ہاں اس سلسلہ میں مجھے بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میرے والدین اور دیگر عزیز و اقارب مجھ پر سخت برہم ہوئے اور انتقاماً قطع تعلق بھی کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج میں اپنے خاندان کے افراد سے الگ تنہا زندگی بسر کر رہا ہوں۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کچھ روز ہسپتال رہنا پڑا۔ وہاں میرے قیام کے دوران بھی میرے افراد خانہ میری عیادت کو نہیں آئے۔ اور میرے صرف چند مسلمان دوست تھے جو میری عیادت کو آتے رہے۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی۔ میں نے اپنا نام وغیرہ تبدیل کرنے کے لئے کورٹ سے رجوع کیا اور آخن میں واقع ایک مسجد میں جا کر اسلام قبول کر لیا۔

سوال: کیا آپ نے اسلام قبول کرنے سے پیشتر کسی سے رہنمائی بھی حاصل کی تھی؟

جواب: جی ہاں۔ میں آخن کی ایک مسجد کے ناظم الامور سے اس سلسلے میں کافی مدد لیتا رہا۔ انہوں نے میرے لئے نہایت عمدہ اور موزوں مذہبی کتب بھی فراہم کیں اور زبانی بھی میری رہنمائی کرتے رہے۔ قرآن حکیم کے مطالعہ کے دوران کئی ایک نکات ایسے ہوتے تھے جو میری سمجھ سے بالا تر ہوتے۔ ناظم صاحب نے اس سلسلے میں بھی میری پوری پوری رہنمائی کی اور میرے ذہن میں اُٹھنے والے ہر سوال کا جواب نہایت تسلی بخش دیا۔ نیز دین اور اس کے مختلف پہلوؤں پر وہ مجھ سے سیر حاصل گفتگو کرتے۔ جس سے کہ میرے علم میں قابل قدر اضافہ ہوا۔ نیز میں نے اسلام کے عملی روپ کا ذاتی مشاہدہ کرنے کی غرض سے چند مسلمان ممالک کا دورہ بھی کیا۔ ان ممالک میں پاکستان اور افغانستان بھی شامل ہیں۔

سوال: ان مسلمان ممالک کے بارے میں آپ کے ذاتی تاثرات کیا ہیں؟

جواب: جہاں تک میرے ذاتی تاثرات کا تعلق ہے۔ میں نے مسلمان ممالک میں اسلام کا عملی اطلاق کم سے کم پایا۔ البتہ پاکستان دوسرے مسلمان ممالک کی نسبت اسلام پر زیادہ کاربند ہے۔ لیکن اسلام جیسے بلند پایہ مذہب کے چند اصول و ضوابط کی پابندی اور باقی ماندہ کو پس پشت ڈال دینے سے ایک صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل ناممکن سی بات ہے۔ ایک امر جس کی طرف میں آپ کی اور تمام مسلمانوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے ان ممالک میں واعظوں کو اسلام کی کوئی خدمت کرتے ہوئے نہیں پایا۔ بلکہ جب بھی میں وعظ سننے کے شوق میں کسی مسجد میں گیا تو وہاں سے پراگندہ خیالی کے ساتھ ہی واپس لوٹا واضح رہے کہ عبدالحمید کو اردو اور پشتو زبانوں

باقی بر صفحہ ۹

اور اس کے ترقی پذیر حالات

روزنامہ ڈان کراچی (مورخہ ۵ اگست ۱۹۷۳ء) میں ڈائریان رکم سابق نمائندہ "بنی سیئول" نے کوریا میں اسلام کی بنیاد اور اس کے ترقی پذیر حالات کے متعلق ایک بصیرت افروز مضمون لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ محمد صادق نور صاحب (فرزند ارجمند محمد صالح نور) نے "پیغام صلح" میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے جو بشکریہ درج ذیل ہے:

۱۹۵۰ء میں جو ترکی فوج اپنے اتحادیوں سمیت کوریا میں مصروف جنگ تھی اس میں ایک نہایت ہی مخلص اور ایثار پیشہ شخص عبدالرحمن نامی امامت کے فرائض ادا کیا کرتا تھا۔ اس کی پرجوش اور ولولہ انگیز خدمت اسلام نے بعض دلوں کو اس طرح تبدیل کیا کہ نہ صرف اسلام کے لئے اس ملک میں ایک راہ نکل آئی بلکہ بعض لوگ اس کی ملاقات اور تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ جب ترکی فوجیں اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری کے بعد کوریا کو خیرباد کہہ رہی تھیں اس وقت ان کے ذریعہ اس ملک کی سرزمین میں اسلام کا بیج بویا جا چکا تھا۔ ابتداءً اسلام قبول کرنے والے گو تعداد میں کم تھے مگر ان کا خلوص اور جوش و ولولہ بہت نمایاں تھا۔ وہ ترش پانی میں آب شیریں کی مانند تھے۔ ان چند اللہ کے نام لیواؤں کی اگرچہ کوئی نمایاں حیثیت نہ تھی جبکہ کوریا کی آبادی کا ۷۰٪ فیصد حصہ بدھ مت میں یقین رکھتا تھا۔ ان چند گنتی کے مخلصین نے متواتر ذاتی اور خاندانی تعلقات کی بناء پر تقاریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کے کام کو جاری رکھا۔ گو اشاعت اسلام کے اس کام میں مصروف افراد کی صحیح تعداد معین نہیں کی جا سکتی اور نہ یہ بتایا جا سکتا ہے کہ ان کی کوششوں کے نتیجہ میں کس قدر لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جن اشخاص تک اسلام کا پیغام پہنچا اور جنہوں نے حق کو قبول کیا وہ تمام کے تمام دانشوروں کی کھیپ میں سے تھے۔ جوں جوں وقت گزرتا چلا گیا آہستہ آہستہ یونیورسٹیوں کے نوجوان طلباء اس پیغام کی طرف کھنچے چلے گئے اور اسلام کے لئے مزید جگہ پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ مالی ذرائع مفقود ہونے کی وجہ سے یہ عمل زیادہ تیزی سے ترقی نہ کر سکا کیونکہ معدودے چند مسلمان اپنے دامن میں سوائے جذبہ اور خلوص کے کچھ نہ رکھتے تھے اور مبلغین اور اساتذہ جو اسلام کی تفصیلات سے آگاہ کر سکتے انہیں میسر نہ تھے۔ ان کے پاس اسلام کے متعلق نہایت قلیل معلومات تھیں۔ ملکی حالات نے اسلام کے پیغام کی قبولیت میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۸ء میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور سرزمین کوریا میں پہلی بار "اللہ اکبر" کی صدا بلند ہوئی اور قرون اولےٰ کے مسلمانوں کی طرح یہاں کے نومسلمین بھی مسجد میں جمع ہو کر نہایت سکون و اطمینان اور خلوص سے امام کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے لگے۔ اسی سال ترکی کے وزیر اعظم کوریا آئے اور انہوں نے اس ملک میں سب سے پہلی مسجد کی زیارت کی۔ اس موقعہ پر پہلی مرتبہ کوریا کے اخبارات میں کوریا کے مسلمانوں کے متعلق نمایاں خبریں شائع کی گئیں۔

۱۹۵۹ء میں پاکستان، انڈونیشیا ملائشیا اور اردن کے وفود کوریا آئے اور اس مسجد میں اجتماعات منعقد ہوئے ان وفود کی آمد سے کوریا کے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور ان کو یہ احساس ہوا کہ وہ تنہا نہیں ہیں، بلکہ کرۂ ارض پر بسنے والے ملت اسلامی کے ساٹھ کروڑ پاسبان ان کیساتھ ہیں۔ یہاں پر اسلام ترقی کرتا رہا اور یہاں کی یونیورسٹیاں اشاعت اسلام کے لئے بڑی زرخیز ثابت ہوئیں۔ ہنقوق یونیورسٹی میں السنہ خارجہ کے تحت عربی زبان کا شعبہ قائم کیا گیا۔ اسی سال کوریا کے مسلمانوں کی ایسوسی ایشن کے صدر اور جنرل سیکرٹری کو اسلامی فاؤنڈیشن عالم اسلام کے دورہ کے لئے ملک سے باہر آئے۔

۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء میں مزید وفود جن کا کوریا سے گذر ہوا خدائے واحد کی پہلی عبادت گاہ کو دیکھنے کے لئے آئے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ۱۹۶۲ء میں اہالیان کوریا کی بھاری تعداد حلقہ بگوش اسلام ہوئی، ان میں تین وہ طالبات بھی شامل ہیں جن کو ملائشیا کے ادارہ امور اسلامیہ کی طرف سے اپنے ملک میں دورہ کے لئے بلایا گیا۔

۱۹۶۴ء میں رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے کوریا کے ایک نومسلم کو سعودی عرب کی مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم کے لئے دعوت دی گئی۔ اس کی وجہ سے کوریا کے مسلمانوں کو بہت حوصلہ اور طاقت حاصل ہوئی اور اسلامی تحریک کو مزید قبولیت حاصل ہوتی شروع ہو گئی۔ ۱۹۶۵ء میں کوریا سے پہلا اسلامی اخبار "دی وائس آف اسلام" جاری کیا گیا۔ یہ پہلا ماہنامہ تھا جو بظاہر چنداں اہمیت نہ رکھتا تھا۔ مگر اثر اور قوت کے لحاظ سے قابل ذکر تھا۔ اسی اثناء میں اور بھی بہت سے اسلامی ممالک کے وفود مسجد میں آتے رہے وفود کے بعض ممبر اپنی دلی عقیدت اور کوریا کے مسلمانوں کیساتھ لگاؤ کے اظہار کے لئے مسجد میں آکر نمازیں ادا کرتے رہے۔

۱۹۶۶ء میں انجمن تحفظ قرآن پاکستان کے صدر مولانا محمد جمیل کوریا آئے اور کوریا کے مسلمانوں کے مسائل میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ وہ بیس روز یہاں ٹھہرے اور اسلام کی تبلیغ کی اور نومسلموں کو ضروری ہدایات دیتے رہے۔ ان کے اس دورہ کے نتیجہ میں ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا جو اب کوریا کے مختلف الخیال حلقوں میں خدمت اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔

۱۹۶۷ء میں ادارہ تعلیمات اسلامیہ مصر کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر محمد توفیق کوریا کے مسلمانوں کے حالات اشاعت پذیر ہوا اور کویت کی وزارت حج اور اوقاف نے پانچ ہزار دینار کوریا مسلم ایسوسی ایشن کو بطور عطیہ دیئے اس رقم سے کوریا کی ملکی زبان میں لٹریچر کی اشاعت شروع کی گئی اور یہ لٹریچر باقاعدگی سے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تقسیم کیا جاتا رہا۔ کوریا کے دو طالب علم اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے پاکستان اور مصر بھجوائے گئے۔ عارضی مسجد کو مقابلتہً بڑی اور بہتر جگہ پر منتقل کر دیا گیا۔ یہ نئی مسجد "سیئول" کی ایک بڑی عمارت کی چوتھی منزل پر واقع تھی۔

۱۹۶۸ء میں ایک زرعی کانفرنس میں شامل ہونے والے مسلم وفود کے ممبران دوسری عارضی مسجد میں آئے۔ سنگاپور میں سعودی عرب کے کونسل جنرل شیخ ابراہیم سقاف مسلمانوں سے ملنے کے لئے کوریا آئے۔ ان کے ہمراہ پاکستان کے مولانا محمد جمیل بھی تھے۔ انہوں نے کوریا میں اسلام کو منظم طریقہ سے پھیلانے کے سلسلہ میں حالات کا عمیق جائزہ لیا۔

۱۹۶۹ء میں شیخ سقاف دوبارہ مسجد کی تعمیر کے لئے بہتر جگہ تجویز کرنے کے لئے کوریا آئے۔ مگر زمین کی قیمت گراں ہونے کی وجہ سے مسجد کے لئے زمین نہ خریدی جا سکی۔ تاہم شیخ سقاف ایک مرتبہ پھر کوریا آئے اور ۱۹۷۰ء میں جمہوریا کوریا کے صدر نے مستقل مسجد کی تعمیر کے لئے ایک قطعہ زمین بطور عطیہ دیا۔ مگر اس جگہ مسجد کی تعمیر کوئی آسان کام نہ تھا۔

۱۹۷۱ء میں اسلامی اتحاد کے ادارہ نے مسٹر عثمان رکم لی کو کوریا کے مسلمانوں کے حالات کی وضاحت کے لئے سعودی عرب بھیجا۔ ایسی مساعی گاہے گاہے جاری رہتی ہیں اور کوریا کے مسلمان اشاعت اسلام کے لئے جو کچھ ان کے بس میں ہے اسے کر گذرنے کے لئے انتھک کوشش کر رہے ہیں۔

ملک میں اسلام کی قبولیت عامہ کے لئے ایک بڑی مسجد کی تعمیر نئی نسل

(باقی برصفحہ ۹ کالم ۴)

جرمن نومسلم سے انٹرویو

(بقیہ صفحہ)

پر عبور حاصل ہے) اس کی کیا وجہ ہے؟
مسٹر عبدالحمید نے ہم سے اُلٹا سوال کر ڈالا۔ اور ہمیں بھی محسوس ہوا کہ ہمارے اکثر واعظ واقعی اپنے مذہب کی کوئی قابلِ قدر خدمت نہیں کر رہے۔ اگر یہ لوگ اسلام کا صحیح تصوّر معاشرے کے سامنے پیش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا معاشرہ جو اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ ہو چکا ہے ایک قابلِ صد آفریں معاشرے میں تبدیل نہ ہو سکے۔ مسٹر عبدالحمید نے دوبارہ سلسلۂ کلام جاری کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

" اسلام کا خالص اور حقیقی تصوّر وہی ہے جو قرآنِ حکیم نے پیش کیا ہے۔ قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے انسان کا ذہن شکوک و شبہات سے بکسر مبّرا اور پاک ہو جاتا ہے۔ اور انسانی زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں جو احکام صادر فرمائے گئے ہیں۔ وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہر انسان کو بوقتِ ضرورت قرآنِ حکیم سے مدد لینی چاہیئے۔

ہم نے ان سے ایک غیر ملکی نومسلم ہونے کی حیثیت سے جس نے حال ہی میں پاکستان کا دَورہ کیا تھا، وہاں کے بارے میں خیالات کا اظہار کرنے کو کہا تو انہوں نے بتایا:۔

پاکستان نسبتاً ایک بہتر مُلک ہے لیکن بعض دفعہ میں نے وہاں ان احکام خداوندی کی خلاف ورزی ہوتے دیکھی جن پر خدا اور رسُول نے خاصا زور دیا ہے۔ پاکستان کی اگرچہ ۹۵ فی صد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور یقیناً وہ خدا کے احکام سے بھی واقف ہوں گے۔ لیکن پھر بھی چوری قتل، بدکرداری اور ایسے بے شمار جرائم ان کی روزمرّہ زندگی کا جُزو معلوم ہوتے ہیں۔ اب آپ کے پاس موجودہ اخبار میں بھی میں دیکھ رہا ہوں کہ اس میں ڈاکہ زنی قتل اور دیگر ناپسندیدہ حرکات کی بھرمار ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان تمام باتوں سے اجتناب کریں جن سے خدا اور رسُولؐ نے منع فرمایا ہے، کیونکہ ہمیں ایک دن اپنی تمام حرکات و سکنات کا جواب دہ ہونا ہے، ایسے میں علماء کا فرض ہے کہ لوگوں کو اسلام کے عملی پہلوؤں سے بھی روشناس کرائیں۔
ہم نے ان سے آخری سوال کیا، اسلام قبول کرنے کے بعد اب آپ کے احساسات و جذبات کیا ہیں؟

جواب: حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں اپنے آپکو خوش قسمت انسان تصوّر کرتا ہوں۔ اب میرے پاس قرآن حکیم کا دیا ہوا ایک مقصدِ زندگی موجود ہے۔ میں قرآن کریم کا روزانہ مطالعہ کرتا ہوں اور نماز پابندی سے ادا کرتا ہوں۔ دیگر احکام کی پابندی بھی میری عادت بن گئی ہے اسلام کے صراطِ مستقیم پر چلنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں، اور ایسے میں ایک گہرا اطمینان و سکون میسّر آتا ہے جس کا پہلے کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا۔ میرے خیال میں یہ خدا کی اپنے بندے پر خاص عنایت ہے کہ وہ اسے مسلمان بننے کا موقع دے۔ اور الحمد للہ خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں۔"

بقیہ اخبار و افکار از صلے

جناب من! پرانی نسل کے زمانۂ طالبعلمی میں اُستادوں کی ایسی بے حُرمتی اور سینہ زوری کے واقعات کبھی دیکھنے یا سننے میں نہ آئے تھے

ناطقہ سر بگریباں اسے کیا کہیئے
خامہ انگشت بدنداں اسے کیا کہیئے

آگے قدم ہی قوم کا ہر دم گناہ میں

اخبارات کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ قتل۔ ڈکیتی۔ بدکاری اور اغواء بالجبر و دیگر ہمچو قسم کی برائیوں کا ملک میں ایک طوفان سا اُمنڈ آرہا ہے اور حکومت کی کوششوں کے باوجود گناہوں اور لاقانونیت کا یہ سیل تھمتا نظر نہیں آتا۔ ان برائیوں کے پھیلانے میں پہلے تو سینماؤں اور غیر ملکی فلموں کا حصّہ بتایا جاتا تھا۔ مگر اب ملک میں ٹی وی عام ہو جانے کی باعث گھر گھر سینما نگر آیا ہے۔ دیندار اور محتاط گھرانوں کی اولادیں سینماؤں میں اُن کے مخصوص ماحول کے باعث جانے سے گھبراتی تھیں، مگر اب تو ہمسایہ یا کسی رشتہ دار کے گھر میں ٹی وی سیٹ موجود ہونے کی وجہ سے بچّے پروگرام دیکھنے چلے جاتے ہیں۔ لیکن یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ ابلاغِ عامہ کا یہ ادارہ جسے اخلاقِ عامہ کے سدھارنے کا کام کرنا چاہیئے تھا نئی پود کے اخلاق بگاڑ رہا ہے۔ بڑے بڑے ثقہ دیندار گھرانوں کی اولادیں بھی جن کے ذہن اسلامی تربیت کی برکت سے حورانِ خُلد کی مانند صاف اور شفاف اور پاکیزہ تھے۔ اب ٹی وی پر ہیر رانجھا کے تمثیلچوں۔ ان کے بے ہودہ سوال و جواب پر مشتمل گانوں کی سماعت نے ان کی حِسّی خواہشیں جگا کر ان کو ذہنی تلذّذ کا رسیا بنا دیا ہے۔ حالانکہ یہی بچّے پہلے واجباتِ دین کی ادائیگی میں مسرّت اور سکُون محسوس کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ محرکاتِ بدی کے اس طوفان سے مسلمانوں کی اولادوں کو محفوظ فرمائے۔ قوم کے خیر خواہوں اور سماجی تنظیموں کو بھی ٹی۔ وی کی سنگینی سمجھا۔ کیرن کہانی اور لوک تماشا ایسے اخلاق خراب کرنے والے ڈراموں کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیئے۔ کیا مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات مولانا کوثر نیازی اس طرف توجہ فرمائیں گے؟

اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان راسخ

(سلسلہ صفحہ ۲)

دیئے جائیں گے اور یقیناً ہماری فوج ہی ہمیشہ غالب رہے گی۔"

آج جبکہ تمام عالمِ اسلام مشکلات اور مصائب سے دو چار ہے ہمیں اِسی زادِ راہ کی ضرورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بہترین زادِ راہ قرار دیا ہے۔ کہ ہم تمام دنیاوی سہاروں کو ایک طرف رکھتے ہوئے خدا تعالےٰ کی ذاتِ واحد پر کامل ایمان اور مکمّل بھروسہ اپنے دِلوں میں پیدا کریں اور صرف مادیّت اور دنیاوی ذرائع سے فوائد حاصل کرنے پر تکیہ کرنے کے خیال کو یکسر دِلوں سے نکال دیں۔ کیونکہ جب تک ہمارے قلوب میں ایمان کی شمع روشن نہیں ہوگی اور ہمارے اعمال سے اس کے اچھے پھل اور پھُول نمودار نہ ہوں گے ہمارا کسی میدان میں غالب آنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہی ایمان اپنے دلوں کے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کے نتیجہ میں اُن سے بہترین اعمال سرزد ہوئے اور ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی نصرت اُن کے شاملِ حال رہی۔ و باللہ التوفیق۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین۔

کوریا میں اسلام کی بنیاد

کوریا میں اسلام کی بنیاد اور مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے ایک تربیتی مرکز اور کم آمدنی والے مسلمانوں کے لئے ایک ہسپتال کا قیام ازبس ضروری ہے۔ ان تینوں اداروں کی تکمیل بنیادی اہمیت کی حامل ہے، مسلم ممالک کی طرف سے برابر کوریا کے طلباء کو اسلامی تعلیمات اور عربی زبان سیکھنے کے دعوتیں موصول ہو رہی ہیں اور یہ طریق بھی انشاء اللہ کوریا میں اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کرے گا۔

بشکریہ روزنامہ ڈان
۱۵ر اگست ۱۹۷۳ء

ہفت روزہ پیغام صلح
خود مطالعہ کرنے کے بعد
دوسرے احباب تک پہنچائیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۸۳ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۳ شمارہ نمبر ۳۴

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ اجلاس

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ اجلاس مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۸۳ء کو بروز اتوار بوقت ۴½ بجے بعد دوپہر بمقام مسجد احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور منعقد ہوگا۔ اس اجلاس میں دیگر امور کے علاوہ آئندہ سال کے لئے مجلس انتظامیہ اور عہدیداران کا انتخاب بھی ہوگا۔

مقامی جماعت لاہور کے تمام ممبران سے گذارش ہے کہ وہ مع اہل و عیال اس اجلاس میں شرکت کریں تاکہ جماعتی استحکام سے متعلق مفید اقدامات کئے جائیں۔

اجلاس کی کارروائی کے اختتام پر حاضرین کو کھانا بھی پیش کیا جائے گا۔

خاکسار: محمد عبداللہ
سیکرٹری۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۱ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۹ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۷۳ء | نمبر ۳۵

اہل اللہ مصائب و شدائد کے بعد درجات پاتے ہیں

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

بہت سے لوگ یہاں آتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ پھونک مار کر عرش پر پہنچ اور واصلین سے ہو جاویں۔ ایسے لوگ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ وہ انبیاء کے حالات کو دیکھیں۔ یہ غلط ہے جو کہا جاتا ہے۔ کہ کسی ولی کے پاس جا کر صدہا لوگ فی الفور ولی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ (س ۲۰) جب تک انسان آزمایا نہ جاوے فتن میں نہ ڈالا جاوے وہ کب ولی بن سکتا ہے۔ ایک مجلس میں حضرت بایزید وعظ فرما رہے تھے۔ وہاں ایک مشائخ زادہ بھی تھا۔ جو ایک لمبا سلسلہ رکھتا تھا۔ اس کو آپ سے اندرونی بغض تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاصہ ہے کہ پرانے خاندانوں کو چھوڑ کر کسی اور کو لے لیتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر بنی اسماعیل کو لے لیا۔ کیونکہ وہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بھول گئے ہوئے تھے۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ (س ۴) سو اس شیخ زادے کو خیال آیا۔ کہ یہ ایک معمولی خاندان کا آدمی ہے۔ کہاں سے ایسا صاحب خوارق ہو گیا کہ لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں اور ہماری طرف نہیں آتے۔ یہ باتیں خدا تعالیٰ نے حضرت بایزید پر ظاہر کیں۔ تو انہوں نے ایک قصہ کے رنگ میں یہ بیان شروع کیا۔ کہ ایک جگہ مجلس میں رات کے وقت لیمپ میں پانی سے ملا ہوا تیل جل رہا تھا۔ تیل اور پانی میں بحث ہوئی۔ پانی نے تیل کو کہا کہ تو کثیف اور گندہ ہے۔ اور باوجود کثافت کے میرے اوپر آتا ہے۔ میں ایک مصفےٰ چیز ہوں اور طہارت کے لئے استعمال کیا جاتا ہوں۔ لیکن نیچے ہوں۔ اس کا باعث کیا ہے؟ تیل نے کہا کہ جس قدر صعوبتیں میں نے کھینچی ہیں تو نے کہاں وہ جھیلی ہیں۔ جس کے باعث یہ بلندی مجھے نصیب ہوئی۔ ایک زمانہ تھا جب میں بویا گیا۔ زمین میں مخفی رہا۔ خاکسار ہوا۔ پھر خدا کے ارادہ سے بڑھا۔ بڑھنے نہ پایا کہ کاٹا گیا۔ پھر طرح طرح کی مشقتوں کے بعد صاف کیا گیا۔ کولھو میں پیسا گیا پھر تیل بنا۔ اور آگ لگائی گئی۔ کیا ان مصائب کے بعد بھی میں بلندی حاصل نہ کرتا۔ یہ ایک مثال ہے کہ اہل اللہ مصائب و شدائد کے بعد درجات پاتے ہیں۔ لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ فلاں شخص فلاں کے پاس جا کر بلا مجاہدہ و تزکیہ ایک دم میں صدیقین میں داخل ہو گیا۔ قرآن شریف کو دیکھو۔ کہ خدا کس طرح تم پر راضی ہو۔ جب تک نبیوں کی طرح تم پر مصائب و زلازل نہ آویں۔ جنہوں نے بعض وقت تنگ آ کر یہ بھی کہہ دیا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ۔ (س ۲) اللہ کے بندے ہمیشہ بلاؤں میں ڈالے

بحر حکمت کے موتی

بچوں کے ساتھ حسن مذاق

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ یقول ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیخالطنا حتی یقول لاخ لی صغیر یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ملے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے ابو عمیر تیرا بلبل کیا ہوا۔

نوٹ: از مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ یعنے ایک بچے سے وہ بات کرتے جو اس کے مذاق کی تھی۔

حضرت عائشہؓ کا گڑیوں سے کھیلنا

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کنت العب بالبنات عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان لی صواحب یلعبن معی فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل یتقمعن منہ فیسربھن الی فیلعبن معی۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو وہ آپ سے چھپ جاتیں تو آپ انہیں میرے پاس

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
دست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددین امت کو ماننا ضروری ہے

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحاد بین امت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ چھاؤنی

شہابِ ثاقب
اور
انسانی زندگی سے ان کا تعلق

شہاب کا لفظ بروئے لغت ہر شعلہ پر بھی صادق آتا ہے اور اس شعلہ پر بھی جو فضائے آسمانی میں بعض وقت دکھائی دیتا ہے۔ شہاب کا گرنا جس کو ہم ستارے کا ٹوٹنا کہتے ہیں وہ بعض پتھر ہیں جو فضائے آسمانی میں چکر لگاتے رہتے ہیں جس طرح بڑے بڑے سیارے چکر لگاتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی ہمارے کرۂ ہوائیہ میں داخل ہوتا ہے تو ہوا کی رگڑ سے بوجہ اپنی تیزی حرکت کے جل اُٹھتا ہے اور شعلہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر بعض وقت اس کا کچھ حصہ زمین پر گر پڑتا ہے۔ اگر ان پتھروں کا کوئی اور کام بھی ہے تو یہ اللہ تعالےٰ کے رازہائے سربستہ میں سے ہے اور اگر شیاطین کی ہلاکت بھی ان کی غرض ہو تو یہ کوئی بعید بات نہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریمؐ کے ظہور پر یہ شہب کثرت سے گرے اور ایسے ہی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وقت میں بھی ہوا۔ شاید اسی سے استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کے وقت میں شیاطین تین آسمانوں سے اور آنحضرت صلعم کے وقت میں سارے آسمانوں سے روک دیئے گئے۔

قرآن شریف میں جن شہاب کا ذکر ہے اس میں اُن کی ظاہری شکل کے علاوہ استعارۃً کوئی ایسی روشنی مراد ہے جو استراق سمع کے اثر کو زائل کرنے والی ہے۔ یعنی کچھ اٹکل پچو باتیں جو سچی نکل آتی ہیں اور لوگوں پر ان کا اثر ہو جاتا ہے پہلے اس اثر کو دُور کرنے والی کوئی چیز نہ تھی اس لئے لوگوں پر کاہنوں اور نجومیوں کا دلوں پر اثر ہو جاتا تھا اور اس طرح یہ ضعفِ ایمانی اور توہمات میں اضافہ کا موجب تھا۔ لیکن خدا کی اس آخری کتاب کے ساتھ ایسی روشنی آگئی جس نے دلوں کو ہدایت پر قائم کر دیا اور اس کی حقانیت ان کے اندر مستحکم اور جاگزین ہوگئی۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ کہانت جو عرب کے اندر بُت پرستی کی طرح مروج تھی حضورؐ کے ظہور سے نابود ہوگئی۔ وہ تمام چیزیں جن سے انسان فائدہ اُٹھاتے ہیں ان کا اصل منبع تو خدا ہے اور ان کا وجود میں لانا اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ چیزیں ایک معین اندازہ سے اپنے قانون کے مطابق انسانوں کو پہنچاتا ہے اور خدا کے کام محض اتفاق سے نہیں بلکہ اس کے نظام کے ماتحت ہوتے ہیں۔ خود زندگی اس کے فضل کی محتاج ہے۔ اور اس کی بے شمار قدرتوں کے علاوہ اس کا معجز نما کلام ہی اس کی ہستی پر کافی دلیل ہے جس کی حفاظت کا وعدہ موجود ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ کلام بعینہٖ محفوظ چلا آ رہا ہے قومی اور لسانی اختلافات کے باوجود کل دنیا کے مسلمانوں کے ہاتھ میں قرآن ایک ہے اور اس میں زیر زبر کا فرق نہیں۔ رحمانی تقاضا سے جو اشیاء مفت مل رہی ہیں ان کا تو کما حقہٗ شکر بھی ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں فرق نہیں آتا۔ سورج برابر روشنی دیئے جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو چیزیں اس کائنات میں ہیں ہم نے ان کو لغو اور باطل نہیں بنایا اور نہ اس میں تفاوت ہے اور نہ اختلافات اور گڑبڑ ہے مثلاً یہ نہیں کہ آگ کی خاصیت پانی میں جا پڑے یا پانی کی آگ میں۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت میں نقصان نہیں ہوتا، انسان کی تحقیقات میں نقصان ہو تو ہو ورنہ خدا کے کاموں میں کوئی نقصان نہیں اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا بار بار چیزوں کو دیکھو۔ تحقیقات کرو نقص نہ پاؤ گے۔ پھر غور کرو تمہاری آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک جائیں گی مگر کوئی بھی نقص نہیں ملے گا۔ مناظر قدرت کو دیکھنے والے مختلف الاستعداد ہوتے ہیں۔ مثلاً دو مردوں کی آنکھیں۔ ایک بچہ بھی دیکھتا ہے جو مصنوعی اور اصلی آنکھ میں تمیز نہیں کر سکتا۔ پھر ایک عقلمند بھی دیکھتا ہے گو وہ اصلی اور مصنوعی آنکھ میں فرق کر سکتا ہے مگر آنکھ کے رموز سے واقف نہیں اور نہ ہی اس کی خوبیوں اور نہ ہی نقصانوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ پھر شاعر دیکھتا ہے جو اس کے حسن و قبح پر سینکڑوں اشعار لکھ مارتا ہے۔ طبیب اور ڈاکٹر دیکھتا ہے جو اس کی بناوٹ اور امراض پر صدہا ورق لکھ دیتا ہے۔ پھر موجدین دیکھتے ہیں جیسے فوٹوگرافی کے موجد نے دیکھا، اور فوٹو گرافی جیسی مفید ایجاد کی، پھر اس کے اور بھائی دیکھتے ہیں، جنہوں نے ٹیلی سکوپ کو ایجاد کیا پھر ان سے بالاتر صوفی دیکھتا ہے اور اس سے بھی اوپر انبیاء اور نبی دیکھتے ہیں۔ غرض اس طرح پر ہزاروں ہزار نظارہ ہائے قدرت ہیں اور ان کے دیکھنے والے الگ الگ نتیجے نکالتے ہیں۔ ذیل میں ہم حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن کریم سے استفادہ کرتے ہیں:۔

موصوف پیشہ کے لحاظ سے طبیب تھے اور ۱۸۹۲ء تک جموں میں مہاراجہ کے شاہی طبیب کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔ دینی شغف اور مطالعہ میں بھی آپ کا مقام منفرد حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کی محنت شاقہ اور علم دوستی ہم سے بے اختیار خراجِ تحسین کا تقاضا کرتی ہے۔ اور جس زمانہ کی یہ بات ہے اس سے ان کی قدر اور بھی ہمارے دلوں میں بڑھتی ہے کہ اس وقت آج کی طرح لائبریریوں کی سہولتیں نہ تھیں۔ تو آپ فرماتے ہیں:۔

یہ شہاب جن کو انگریزی میں میٹرز METEORS کہتے ہیں اس پر خداداد عقل والے بھی غور کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا کوئی فعل بے حکمت نہیں وہ جانتا ہے کہ کیوں گرتے ہیں اس لئے عاپیوں کے بے فائدہ نظارے کو چھوڑ کر پہلے مکماد کا نظارہ بیان کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ میٹرز کرۂ ہوائی میں داخل ہو کر روشن ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہر روز ۲۰ ملین ہوا میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹے اور تمام اور روزانہ گرتے ہیں، رات کے پچھلے حصہ میں پہلے کی نسبت تین گنا زیادہ ہو جاتے ہیں۔ میٹرز کی فوج دُمدار کے ساتھ آتی ہے۔ یہ دَورہ صدی میں تین بار ہوتا ہے۔ عموماً نومبر کے مہینہ میں اور بڑے بڑے دَورے مفصلہ ذیل ہیں ۔ ۲۸۶ء ۔ ۹۱۹ء ۔ ۱۰۲ء ۔ ۹۲۱ء ۔ ۱۰۰۲ء ۔ ۱۱۰۱ء جنوری ۱۱۳۵ء ۔ ۱۲۰۲ء ۔ ۱۳۲۶ء ۔ ۱۴۸۰ء ۔ ۱۵۲۱ء (میں حیرت بخش [illegible] ہوئی) ۔ ۱۵۳۳ء ۔ ۱۶۰۲ء ۔ ۱۶۹۸ء ۔ ۱۷۹۹ء ۔ ۱۸۳۳ء ۔ ۱۸۶۶ء ۔ ۱۸۷۲ء ۔

بعض میٹرز سورج کے گرد القطاع خروطی میں دَورہ کرتے ہیں۔ میٹرز کامٹ کے گرد بہت ہوتے ہیں اور وہیں سے آتے ہیں۔ جن دنوں کامٹ نمودار ہوتا ہے ان دنوں میں یہ بھی کثرت سے گرتے ہیں۔ خود کامٹ ایک میٹرز ہے۔ کیمیکل امتحان سے معلوم ہوا ہے کہ ان میں مندرجہ ذیل اشیاء پائی جاتی ہیں اور کوئی چیز نہیں۔ لوہا ۔ ایلومینیم ۔ میگنیسیم ۔ پوٹاسیم ۔ سلیکن ۔ سوڈیم ۔ آکسیجن کیلشیم ۔ کرومیم ۔ نکل ۔ آرسینک کوبالٹ ۔ فاسفورس ۔ نائٹروجن ۔ میگنیشیا ۔ سلفر ۔ کلورائین ۔ کاربن ۔ ٹی ٹے نی ام ۔ ہائیڈروجن ۔ ٹین ۔ تانبا ۔ تمام مقامات جن میں میٹرز جمع کئے ہیں۔ یورپ میں وی آنا ۔ پیرس ۔ لندن ۔ برلین ۔ امریکہ میں نیوہیون ۔ ایمہرسٹ ۔ لوئزول ۔ یہ پتھر عموماً بڑے نہیں ہوتے ۔ عجائب خانوں میں ایک سو پونڈ سے زیادہ وزن کے پتھر کم ہی پائے جاتے ہیں۔ ایسی بارش کم ہوتی ہوگی جس میں ان پتھروں کا کل وزن ہزار پونڈ تک پہنچا ہو۔ مقام بلٹسک کے ۹۵۰ سالم پتھر پیرس کے عجائب خانہ میں موجود ہیں جن میں سے ہر ایک کا اوسط وزن ۶۷ گرام ہے یعنی ۲½ اونس سے بھی کم ۔ سٹاک ہولم کے عجائب خانہ میں ایک

(باقی برصفحہ ۹)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۷۳ء

معاصر "چٹان" کی صاف گوئی
اور جماعت ربوہ سے مطالبہ

اپنے ۱۳ اگست کے شمارہ میں "چٹان" نے نہایت وضاحت اور صفائی سے جماعت احمدیہ ربوہ اور جماعت احمدیہ لاہور کے بارہ میں منصفانہ تجزیہ کرتے ہوئے دونوں جماعتوں کے بارہ میں حسب ذیل حقائق تحریر کئے ہیں :—

"بعض لوگ جو قادیانی فرقہ کی تفصیلات سے کما حقہٗ آگاہ نہیں ہیں اور انہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس جماعت کے دو حصے ہیں۔ ایک جماعت قادیان (حال ربوہ) اور ایک جماعت احمدیہ لاہور، وہ گدھے اور گھوڑے میں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے دونوں جماعتوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں اور دونوں فریقوں کو ایک ہی زمرہ میں تصوّر کرتے ہیں، حالانکہ ان دونوں جماعتوں میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے، جس بنا پر جماعت ربوہ غیر مسلم قرار پاتی ہے وہ امر، جماعت احمدیہ لاہور میں متحقق نہیں ہے، اس کی صورت مندرجہ ذیل ہے :—

(۱) جماعتِ ربوہ مرزا غلام احمد کو تمام سابقہ انبیاء کی طرح نبوت کے مقام پر یقین کرتی ہے اور ختم نبوت کی منکر ہے اور ہر اس مسلمان کو خواہ اس نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو، جو مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں لاتا، کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتی ہے۔

اور اس کے برعکس

(۲) جماعتِ احمدیہ لاہور مرزا غلام احمد کو چودھویں صدی کا مجدّد مانتی ہے اور جو شخص مرزا صاحب کی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا اور کلمہ گو ہے اسے مسلمان یقین کرتی ہے اور نہایت سختی سے ختم نبوّت پر ایمان رکھتی ہے۔

اب اصولی طور پر انصاف کا تقاضا ہے کہ جب اصل وجہ ختم نبوت پر ایمان ہے تو جماعت احمدیہ لاہور کو کسی طرح جماعتِ ربوہ کے ساتھ غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ جب غیر مسلم قرار دیئے جانے کی شرط ہی مفقود ہے تو انہیں یہ حکم کیسے لگ سکتا ہے۔ اذا فات الشرطُ فات المشروط، صرف کسی کو مجدّد ماننے سے ختم نبوّت کے عقیدہ پر زد نہیں پڑ سکتی۔

۱۹۱۴ء سے جب کہ جماعت دو ٹکڑوں میں بٹ گئی تھی، اور اس کی وجہ بھی جماعتِ قادیان کے یہ دو غیر اسلامی عقیدے تھے۔ اب تک جماعت لاہور مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر پیش کرتی چلی آ رہی ہے :—

"میرا وہی مذہب ہے، جو دیگر اہلِ سنّت والجماعت کا مذہب ہے۔ اب میں مندرجہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اِس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختمِ نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(مجموعۂ اشتہارات حصّہ چہارم ص ۲۲۳)

مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریر کو گذشتہ ساٹھ (۶۰) سالوں میں ہزار ہا مرتبہ پیش کیا جا چکا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ منکرین ختم نبوت (جماعت ربوہ) دائرۂ اسلام سے خارج اور بے دین ہیں، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔"

معاصر "چٹان" نے اپنے اس وضاحتی تجزیہ کو جماعتِ ربوہ سے اس جائز مطالبہ پر ختم کیا ہے :—

"اب جماعت ربوہ کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ وہ یا تو ایک نئے مذہب اور نئے کلمہ کا اعلان کریں، جس میں مرزا صاحب کی نبوّت کا اقرار کیا گیا ہو، ورنہ اپنی تمام سابقہ تحریرات سے انکار اور انحراف کرتے ہوئے ختمِ نبوّت کا اقرار کریں، بصورت دیگر انہیں ایک نہ ایک دن اپنے لئے وہی راستہ اختیار کرنا ہوگا جو ان کے لئے عامۃ المسلمین نے تجویز کر دیا ہے۔ کہ انہیں فی الفور غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔"

یہ مطالبہ نہایت صحیح اور بر وقت ہے جس پر جماعت ربوہ کو پوری سنجیدگی سے غور کر کے صاف صاف فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ امام جماعت ربوہ اور دیگر اراکین اس مطالبہ کے بارہ میں اسی طرح کا صاف صاف فیصلہ دیں گے، جیسے منیر ٹریبونل میں مرزا محمود احمد صاحب مرحوم نے اپنی تمام سابقہ تحریرات کے برخلاف یہ اقرار کر لیا تھا کہ حضرت اقدس کا ماننا جزوِ ایمان نہیں۔ نیز آپ کے نہ ماننے والوں کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے کیونکہ آپ کا ایک خط اب اس بارہ میں مل گیا ہے۔"

افسوس ہے کہ جماعت ربوہ اس بارہ میں بجائے صاف گوئی اور واضح کلام کرنے کے ٹیکنیک تاویلات سے کام لے کر اپنی پوزیشن کو مشتبہ و مشکوک بناتی چلی رہنے کی عادی ہو چکی ہے جیسے کہ ان کے موجودہ امام نے ابھی اپنے تازہ خطبہ میں خاتم النبییّن کی بجائے آخری نبی کے ایک اچھوتی اور بودی تاویل پیش کی ہے۔ ہم یہ اس لئے گذارش کرتے ہیں کہ ایسی صاف گوئی سے نہ صرف مسلمانوں کے قلوب بانیٔ سلسلہ کے عقائد کے بارہ میں تسلی پا جائیں گے بلکہ خود جماعتِ ربوہ کے بارہ میں بھی ہمیشہ کے لئے ایک تلخ تنازعہ کا خاتمہ خیر و خوبی سے ہو جائے گا جو ان کے اپنے حق میں ہی مفید ثابت ہوگا۔ کیا ہم اُمید رکھیں کہ وہ اس طرف توجہ کریں گے؟　(ا۔ ب)

مولانا محمد علیؒ کی عظیم علمی فراست اور جماعتِ قادیان کو تنبیہہ

"حضرت مسیح موعودؑ کے پیرؤوں میں سے ایک گروہ یعنی جماعت قادیان نے حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دیا ہے۔ لیکن ابھی تک وہ درمیانی حالت میں ہیں، اگرچہ اس نبوت کے نتیجہ کے طور پر انہوں نے روئے زمین کے کل مسلمانوں کو کافر کہا ہے۔ مگر ابھی کوئی کلمہ اپنے لئے تجویز نہیں کیا یعنی عقیدۃً وہ یوں تو مانتے ہیں کہ کوئی شخص جب تک حضرت مرزا صاحب پر ایمان لا کر آپؑ کی بیعت نہ کرے اس وقت تک وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوتا مگر کوئی اپنا الگ کلمہ بنانے سے انکار کرتے ہیں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہی اقرار کرتے ہیں یہ ایک درمیانی اور تذبذب کی حالت ہے، اور بالآخر وہ حضرت مسیح موعود کی نبوّت کے عقیدہ سے رجوع کریں گے، یا اپنا الگ کلمہ اور الگ مذہب بنا لیں گے۔ کیونکہ ان کے اس عقیدہ کا کہ جو حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دے کر ان پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ لازمی نتیجہ ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے۔ جب اس کلمہ کے اقرار سے کوئی شخص دائرۂ اسلام میں ہی داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ چالیس کروڑ مسلمان جو اس وقت اس کلمہ کا اقرار کرتے ہیں وہ بھی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار پاتے ہیں۔ تو اس کلمہ کو لازماً منسوخ کہنا پڑے گا۔ اور جس نبی پر ایمان لانے سے لوگ اب دائرہ اسلام

میں داخل ہوتے ہیں اس کی رسالت اور نبوّت کا اقرار توحید کے ساتھ کلمہ کا لازمی جزو قرار پائے گا اور اگر حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوےٰ نبوّت منسوب کرنے سے رجوع نہ کیا گیا۔ تو کل کو اس بنیاد پر یقیناً ان لوگوں کا الگ کلمہ اور الگ مذہب ہو جائے گا اور پھر ان کے تعلقات اسلام سے ایسے ہی رہ جائیں گے۔ جیسے بابیوں یا بہائیوں کے ہیں کہ وہ اسلام کو اپنے وقت کا سچا مذہب مانتے ہیں۔ مگر اس زمانہ کے لئے وہ بابی یا بہائی مذہب کو ہی سچا قرار دیتے ہیں اور اسلام اور اس کے کلمہ کو منسوخ قرار دیتے ہیں، اس وقت جماعت قادیان کا قدم دو کشتیوں میں ہے ایک طرف وہ چالیس کروڑ کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے کسی کا مسلمان ہونا نہیں مانتے بلکہ باوجود اقرار کلمہ اس کو کافر ہی سمجھتے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے آپ کو مسلمانوں ہی میں داخل کرتے ہیں۔ اور اپنا الگ مذہب اور الگ کلمہ بنانے سے انکار کرتے ہیں۔ مگر یہ حالت بہت دیر تک نہیں رہ سکتی یا تو اس عقیدہ کا گھناؤنا پن ان کے کثیر حصہ کو بالآخر اس سے متنفر کر دے گا اور وہ حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوےٰ نبوّت منسوب کرنا چھوڑ دیں گے۔ یا جو اس عقیدہ کا لازمی حصہ ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ قرار پائے۔ اور ایک نیا کلمہ تجویز ہو، اسے قبول کر لیں گے۔"

(تحریک احمدیت صفحہ ۱۴۲)

یہ مطالبہ نہایت درست و صحیح ہے کہ جماعت ربوہ یک طرفہ فیصلہ کرکے یا تو دعویٰ نبوّت سے دستبردار ہو کر ملتِ اسلامیہ کا جزو ہونے کا واضح اعلان کرے یا پھر جیسے ان کا عمل ہے کہ کلمہ طیبہ کے اقرار سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک نئے نبی پر ایمان نہ لائے وہ صاف اعلان کریں کہ کلمہ طیبہ اب منسوخ ہو چکا ہے اور اس کی بجائے اب نیا کلمہ ہے۔ یہ منطقی اور علمی نتیجہ ایسا ہے جسے آج سے ساٹھ برس پیشتر حضرت مولینا محمد علیؒ نے بھانپ کر جماعتِ ربوہ کو مندرجہ بالا تنبیہ کی تھی۔ مگر افسوس اس کا کوئی اثر نہ ہوا، اور اب جس کا خمیازہ جماعتِ ربوہ کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ یہ جماعت اپنے بنیادی غلط معتقدات سے توبہ کا اعلان کرے۔

آزمائش کی گھڑیاں

پاکستان کے دو زرخیز ترین صوبوں میں سیلاب نے جو تباہی مچائی ہے۔ یہ نتیجہ ہے خدا کو بھول جانے کا۔ ہم نے اپنی بد اعمالیوں کی بدولت نصف پاکستان گنوا کر بھی کوئی سبق نہ سیکھا۔ یہاں سسکتی انسانیت کے لاشے پر رقص و رنگ کی محفلیں جمتی رہیں اور خدائی قہر کو جوش میں لانے والی تمام سیاہ کاریاں پہلے سے بھی بڑھ کر جاری و ساری رہیں۔ آخر قہر الٰہی سیلاب بلا بن کر نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں انسانی بستیوں کو نگل گیا۔ اناج کی پہلے ہی یہاں گرانی تھی۔ ذخیرہ اندوزوں اور بے لگام منافع خوروں کی بدولت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور اب لاکھوں ٹن غلہ اور اڑھائی ارب روپیہ کی کھڑی فصلیں برباد ہو جانے کے بعد جو یہاں حال ہوگا اس کے تصوّر ہی سے روح کانپ اُٹھتی ہے۔ شہروں کے اندر ابھی سے ناجائز منافع خوروں نے ہر چیز کے نرخ بڑھا دیئے ہیں۔ سبزی ترکاری تو خیر دیہات سے روزانہ آتی تھی۔ مگر دالیں اور دیگر اشیاء تو اکبری منڈی لاہور کے تھوک فروشوں اور دکانداروں کے اسٹاک میں تھیں۔ یہ کون بتائے گا۔ کہ ان کے دام کیوں بڑھ گئے۔ ان بے لگام اور خوفِ خدا سے بے نیاز سرمایہ پرست بیوپاریوں اور دکانداروں کا سخت احتساب کرنا عوامی حکومت کا فرض ہے۔ یہ سیاہ دل لوگ کسی نرمی کے مستحق نہیں ہیں۔ اپنی عیاشی کی خاطر دولت کی محبت میں اندھے ہو کر وہ انسانی تعلق اور محبّت کے باہمی رشتے توڑ چکے ہیں یہ دکھی انسانوں اور عوام سے اظہارِ ہمدردی کے بجائے اپنی تجوریاں بھرنے کے جنون میں مبتلا ہیں اور اس طرح اپنے ہی بھائیوں کا گلا کاٹ رہے ہیں اور مکافاتِ عمل سے بالکل بے خبر ہو کر عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے میں مصروف ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ کم از کم قومی مصیبت کے ان دنوں میں خوفِ خدا سے کام لیں ورنہ یومِ حشر میں یٰویلنا انّا کنّا ظٰلمین کا اقرار انہیں فائدہ نہ دے سکے گا۔

عبدالرؤف

سیلاب زدہ احباب کی خدمت میں

موجودہ ہولناک سیلاب کی تباہ کاریوں سے جہاں ہمارے لاکھوں پاکستانی بھائی متاثر ہوئے ہیں ان میں ہمارے احباب جماعت بھی شامل ہیں۔ سیلاب کے دوران اور اسکے فوراً بعد رسل و رسائل کے تمام ذرائع منقطع ہو جانے کی صورت میں ان احباب تک پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اب کسی قدر حالات بہتر ہونے پر انجمن کی طرف سے ایک وفد مشتمل بر مرزا محمد شفیق، انور صاحب شاہد اور چوہدری غفور احمد صاحب اضلاع سیالکوٹ، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، گجرات، لائل پور، جھنگ اور سرگودھا کے دورہ پر روانہ ہو چکا ہے تاکہ احبابِ جماعت کی خدمت میں پہنچکر دریافتِ احوال اور اُن کے نقصان کا اندازہ کر سکے جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری صاحبان سے بھی درخواست ہے کہ وہ مرکز کو باخبر رکھیں اور اپنے حلقہ کے احباب کے حالات سے اطلاع دیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء ہے کہ وہ ہمارے ان بھائیوں اور جملہ برادرانِ وطن کی تکالیف دور فرمائے اور انہیں آئندہ آفات سے محفوظ رکھے۔ آمین

جماعت کے احباب اور خواتین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ سیلاب زدگان کے امدادی فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیں اور رقوم بنام محاسب انجمن ارسال فرمادیں۔ والسّلام۔ خاکسار۔ مسعود بیگ جنرل سیکرٹری

جماعتِ احمدیہ لائل پور کے ماہوار اجلاس کی رپورٹ

جماعت احمدیہ لائل پور کا ماہانہ تربیتی اجلاس مورخہ ۲۴/۸ بعد نماز جمعہ زیر صدارت مکرم شیخ محمد امین صاحب منعقد ہوا۔ مکرم حافظ عبدالرؤف صاحب نے تلاوتِ قرآن پاک سے اجلاس کا آغاز کیا اس کے بعد خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات پڑھ کر سنائے ازاں بعد مکرم مرزا مسیح الملک بیگ صاحب نے خوش الحانی سے ایک نظم سنائی۔ اس اجلاس کے مقرر خصوصی مرزا ٹیپو سلطان بیگ صاحب تھے جنہوں نے "تنظیم جماعت اور ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر اظہار خیال فرمایا۔

آخر میں صاحب صدر نے صدارتی تقریر میں فرمایا کہ ہماری جماعت کو تقوےٰ، سچائی اور دیگر اخلاقِ حسنہ سے اپنے آپ کو متصف کرنا چاہیئے تا دیکھنے والا محسوس کرے کہ امامِ وقت کے ہاتھ پر بیعت کرکے ان لوگوں نے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کی ہے۔ جب تک ہم لوگوں کے لئے نمونہ نہ بنیں گے اُس وقت تک ہماری کامیابی نہیں ہو سکتی۔ والسلام

ناصر محمود۔ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

سُورَۃ فاتحہ کو نمازوں میں بار بار دوہرانے کا مقصد

اللہ تعالیٰ کی صفات رَبُّ العٰلمین، الرّحمٰن، الرّحیم اور مالکِ یومِ الدّین کو ہمیشہ مدِ نظر رکھا جائے

اور نماز پڑھنے والا ان کے مطابق اخلاق کو ڈھالنے کی کوشش کرے۔

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اِن صفاتِ الٰہیہ کے بہترین نمونہ تھے۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحیمیت کے ماتحت سیلاب زدگان کی امداد کی جائے

خطبہ جمعہ۔ مؤرخہ ۷ راگست ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامعہ احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:۔

میں نے اس سورۃ کو آج کے خطبہ میں اس لئے منتخب کیا ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سُورۃ کو پانچ نمازوں میں بار بار پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے، اور یہ صرف ایک رکعت میں نہیں پانچوں نمازوں کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا ضروری قرار دیا، اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات جو اس سُورۃ میں بیان کی گئی ہیں، اس کا ربّ العالمین ہونا، رحمٰن و رحیم، مالکِ یوم الدین ہونا، یہ صفات بار بار انسان کے سامنے آتی رہیں، اور وہ اپنے اخلاق کو ان کے مطابق بنائے۔ اسی اہم امر کے پیشِ نظر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے اپنے آپ کو رنگین کرو۔

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا یہ نظریہ ہے کہ انسان گنہگار ہے اور وہ گناہوں سے لتھڑا ہوا پیدا ہوا ہے۔ ان مذاہب نے نجات حاصل کرنے کے لئے بعض ایسے عقائد تجویز کر رکھے ہیں جو انسانیت کے لئے تذلیل کا موجب ہیں مثلاً ہندو مذہب کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام مسیح کی مصلوبیت پر ایمان لانے سے ہی نجات حاصل ہو سکتی ہے نجات کا مطلب یہ ہے کہ انسان گناہوں کی مصیبت میں پھنسا ہوا ہے اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے ایسے ذرائع تجویز کئے ہیں جو علم و عقل کے منافی ہیں۔ قرآن نجات کے لفظ کو پسند نہیں کرتا، نہ کسی ایسے عقیدہ سے اسے تعلق ہے۔ جس قسم کے عقائد عیسائیوں یا ہندوؤں میں پائے جاتے ہیں، بلکہ فرماتا ہے قد افلح المؤمنون مؤمن کامیاب ہو گئے انہوں نے فلاح حاصل کر لی۔ بالفاظ دیگر خدا پر ایمان سے انسان کو فلاح اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ نجات کا اس میں کوئی مفہوم نہیں پایا جاتا۔ قرآن کریم انسان کو کامیابی اور فلاح کی منزل پر پہنچانا چاہتا ہے۔ نجات کا لفظ گرا ہوا ہے اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ انسان بہت خراب حالت میں پیدا کیا گیا ہے جس سے وہ نجات چاہتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لقد خلق الانسان فی احسن تقویم ہم نے انسان کو نہایت اعلیٰ حالت میں پیدا کیا بھلا عیسیٰ مسیح کی مصلوبیت سے ہم پر ہمارے اخلاق پر اور ہمارے اعمال پر کیا اثر پڑ سکتا ہے یا ۳۳ کروڑ جونوں میں جانا اور کتے، بلی، سُور کی شکل اختیار کرنا انسان کے لئے کس طرح مفید ہو سکتا اور کونسی عظمت کا باعث ہے۔ عظمت تو اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرے۔ اسی غرض سے سُورۃ فاتحہ کو نمازوں میں بار بار دوہرایا جاتا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، اس کا ربّ العالمین ہونا بلا امتیاز ہر قوم، ہر مذہب کے لوگوں دوست و دشمن سب کی ربوبیت کرنا اس کا رحمٰن و رحیم ہونا یہ تمام صفات ہر وقت انسان کے سامنے آتی رہیں اور وہ اپنے اندر ان صفات کو پیدا کرے، دوسری جگہ بھی یہی فرمایا صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ اللہ کا رنگ اختیار کرو، اللہ کے رنگ اور اس کے اخلاق سے بہتر اور کونسا رنگ ہو سکتا ہے۔ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ہدایت دی تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔

یہ نمونہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق و اعمال سے دکھایا۔ یہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے خدائی اخلاق کا نمونہ اپنی ذات میں پیدا کر کے دکھایا، اور نہ صرف اپنے اندر بلکہ اپنے ساتھیوں میں بھی ایسے ہی اخلاق پیدا کئے، مغلوبیت اور مصائب کے وقت بھی آپؐ نے صبر و استقامت کا بے نظیر نمونہ دکھایا اور جب بادشاہ ہو گئے تو اس وقت بھی ایسا نمونہ پیش کیا جو دُنیا کے بادشاہوں میں ملنا مشکل ہے آپؐ کے نزدیک بادشاہ رعیت کا خادم ہوتا ہے اور آپؐ نے بادشاہ ہو کر خدمتِ خلق کا بے نظیر نمونہ پیش کیا۔ حضور صلعم کے پاس غیر ممالک سے جو وفد آتے تھے، خود کمر باندھ کر ان کی خدمت کرتے تھے، بادشاہِ وقت ہو، خدا کا رسول ہو اور خود لوگوں کی خدمت کرے اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ غیر ممالک میں جو گورنر آپؐ نے بھیجے، انہیں متنبہ کیا کہ اپنے آپ کو لوگوں کا خادم سمجھنا اور ان کے مال ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کرنا، بلکہ ان کے اموال کی حفاظت کرنا اور عدل اور انصاف سے کام لینا، ظلم نہ کرنا کیونکہ مظلوم کی آہ آسمان پر جاتی ہے۔ ان صفات کو صحابہ کرام نے حاصل کیا، ان کی تاریخ پڑھ کر دنیا حیران ہوتی ہے کہ یہ کیسے لوگ تھے، سپین میں مسلمانوں نے ڈیڑھ سو سال تک حکومت کی، جس کی عظمت، عدل و انصاف اور علم دوستی آج تک زبان زدِ عام ہیں۔

یہ ہے ربّ العالمین کا نمونہ۔ یہ نمونہ اور بلند اخلاق قوم میں پیدا کرنے اور انہیں مضبوط کرنے کے لئے حضور صلعم نے ہر نماز میں سُورۃ فاتحہ کو بار بار دوہرانے کا حکم دیا، اس سورۃ کے پہلے ہی جملہ میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کی بلا امتیاز ربوبیت فرماتا ہے۔ اسے اپنی تمام مخلوق سے پیار ہے۔ اس میں سکھایا ہے کہ یہی خلق مسلمانوں کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔ یہ بڑا بلند مقصد ہے، جو مسلمان قوم کے اندر رکھا گیا ہے۔ لیکن آج مسلمانوں نے اس نمونہ کی بجائے کئی باتوں میں باہم مناقشات پیدا کرنا اپنا شعار بنا رکھا ہے، کہیں نماز کے اندر ہاتھ اُوپر نیچے باندھنے پر جھگڑا ہے۔ کہیں آمین بالجہر کہنے پر لڑائی ہے، کہیں پاجامہ ٹخنوں سے اُوپر یا نیچے رکھنے پر فتوے بازی ہو رہی ہے، یہ باتیں ان بلند اخلاق کے منافی ہیں جو قرآن حکیم سکھانا چاہتا ہے،

الحمد للہ ربّ العالمین کے بعد ایک اور بہت بڑی صفت بیان کی، فرمایا خُدا رحمٰن ہے۔ بغیر کسی استحقاق کے مخلوق پر رحم فرماتا ہے۔ اس صفت کو بار بار دوہرانے میں مسلمان کو سکھایا ہے کہ رحمانیت کی صفت اپنے اندر پیدا کریں، مخلوق کے خادم بن جائیں، ایسے خادم کہ کوئی معاوضہ لئے بغیر خدمت کرنا اپنا شعار بنا لیں۔ قادیان میں حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کو کسی شخص نے خط لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا ہے اور کوّے اس کو چھیننے کے لئے منڈلا رہے ہیں حضرت مولانا نے اسے لکھا کہ جب روٹی کھاؤ تو ایک ٹکڑا کوّوں اور چڑیوں

کو بھی ڈال دیا کرو۔ غرض الرحمٰن بڑی بلند صفت ہے۔ اس میں سکھایا ہے کہ مخلوق خدا کی بلا معاوضہ خدمت کرو۔ خیرات کرو اور کسی شکریہ یا معاوضہ کی امید نہ رکھو، یہ بڑی بلند صفت ہے، مسلمان کو ان بلندیوں تک پہنچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کے بعد ایک اور صفت الرّحیم ہے، رحیم وہ ہے جو ایک دانہ زمین میں بوئے جانے سے کئی دانے پیدا کرتا ہے۔ اس میں مسلمان کو کہا ہے کہ تمہارے عمل پر ستر گنا اجر ملے گا جو شخص ایک قدم خدا کی طرف اٹھائے گا اللہ تعالےٰ دس قدم اس کی طرف آگے آئے گا۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے سے اللہ تعالےٰ بہت بڑا اجر دیتا ہے اما ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض۔ لوگوں کو نفع پہنچانے والا لمبی عمر پاتا ہے۔ اس کی اولاد کو اللہ تعالےٰ بڑے بڑے اجر عطا کرتا ہے، زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی وہ افضال الٰہی کا وارث ہوتا ہے۔ پس الرّحیم کی صفت اپنے اندر پیدا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

اس کے بعد چوتھی صفت مالک یوم الدین ہے۔ فرمایا کہ میں بادشاہ نہیں، دنیا جہان کا مالک ہوں، مالک کو اپنی ملکیت کے ساتھ بڑا اُنس ہوتا ہے۔ کوئی شخص بُنا پالتا ہے یا گھوڑا رکھتا ہے تو اس کے ساتھ اسے پیار ہوتا ہے اس کو کوئی تکلیف پہنچنے نہیں دیتا، کسی کے کھیت میں کوئی گھوڑی چلی جائے تو کھیت کا مالک برداشت نہیں کرتا، اپنی اولاد کیلئے بھی انسان درد بھرا دل رکھتا ہے اس لئے کہ اس نے اسے پرورش کیا ہے، اسی طرح اللہ تعالےٰ بھی اپنی مخلوق کا مالک ہونے کی وجہ سے اس سے پیار رکھتا ہے، وہ اختیار رکھتا ہے کہ گنہگاروں کو بخش دے، وہ فرماتا ہے کہ میں اپنی مخلوق کا مالک ہوں، میرے اندر جذبہ محبت رحم ہے۔

یہ کیسی اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہے جو قرآن حکیم نے دی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اس سے سبق لیں اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اسی جذبہ محبت و رحم سے پیش آئیں۔ انہی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے سورۃ فاتحہ کو نمازوں کے اندر بار بار دوہرانے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے اس سورت کو پڑھتے وقت ہمیں اللہ تعالےٰ کی ان صفات کو اپنے سامنے رکھنا چاہیئے تاکہ ہمارے اندر بھی وہ اخلاق پیدا ہوں، جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے ان صفات میں کیا ہے۔

حالیہ ہولناک سیلاب کے تباہ کن اثرات اور متاثرین کی امداد کی تحریک

خطبہ ثانی

اس وقت ہمارے ملک اور قوم پر جو آفات آئی ہیں وہ اس قدر ہولناک ہیں کہ ان کا ذکر کرتے ہوئے کلیجہ لرزتا ہے بہت بڑا سیلاب ہے جس کی وجہ سے کئی انسان ہلاک ہو گئے۔ بے شمار لوگ بے خانماں ہو کر ایسی تکالیف اٹھا رہے ہیں جن سے چھٹکارا مشکل ہے فصلیں تباہ ہو گئی ہیں غلہ اور اناج برباد ہو گیا ہے ریلوں کی پٹڑیاں بہہ گئی ہیں، سڑکیں ٹوٹ گئی ہیں، نقصانات کا اندازہ اربوں تک پہنچ گیا ہے۔ یہ ملک گیر مصیبت ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحیمیت کے ماتحت مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور رحم کا برتاؤ کریں۔ اور ان کی امداد کے لئے حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔

نوٹ:

(حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ تحریک کرتے وقت خود بھی پچاس روپے نقد پیش کئے جس پر حاضرین نے عطیات دینے شروع کئے اور خدا کے فضل سے کافی رقوم جمع ہو گئیں۔ سیکرٹری انجمن مرزا مسعود بیگ صاحب نے بھی حضرت امیر ایدہ اللہ کی تائید کرتے ہوئے بتایا کہ مرکزی انجمن کی طرف سے پانچ ہزار روپیہ بطور قسط اول وزیر اعظم فنڈ میں دیا گیا ہے۔ لاہور کی اور بیرونی جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ بھی بیشقرار رقوم بطور عطیہ مرکزی انجمن میں بھجوائیں تاکہ دوسری قسط جماعت کی طرف سے بھیجی جا سکے۔ مرزا صاحب نے بھی اپنی طرف سے پچاس روپے دینے کا اعلان کیا۔

فہرست چندہ دہندگان امدادی فنڈ

برائے سیلاب زدگان

تاریخ	نام	روپے پیسے
۱۷/۸/۱۹۷۳	جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری واہل خانہ	150.00
"	جناب نبیر احمد صاحب فاروقی و بیگم صاحبہ	200.00
"	حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ	50.00
"	عبدالغنی بٹ صاحب	10.00
"	صوفی نذر صاحب	10.00
"	سید ناصر احمد صاحب	10.00
"	ملک عزیز الرحمٰن صاحب	20.00
"	سید سلطان علی شاہ صاحب	50.00
"	صالح نور صاحب	5.00
"	ماسٹر محمد عبداللہ صاحب	5.00
"	ملک عبدالرحمٰن صاحب	10.00
"	ڈاکٹر نذیر الاسلام صاحب	10.00
"	حاجی اللہ رکھا صاحب	2.00
"	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب	20.00
"	غلام محمد گوپال صاحب	10.00
"	مولوی اللہ دتہ صاحب	2.00
"	چوہدری عبدالکریم صاحب	10.00
"	چوہدری عبدالحمید صاحب	10.00
"	ماسٹر عبدالسلام صاحب	5.00
18/8/73	مبارکہ بیگم صاحبہ	10.00
"	شیخ محمد حسین صاحب	5.00
"	مرزا مقبول بیگ صاحب	10.00
"	چوہدری عبدالمجید صاحب	50.00
"	بیگم صاحبہ چوہدری عبدالمجید	10.00
"	یاسمین مجید صاحبہ	5.00
"	بیگم صاحبہ حکیم عبدالوہاب	100.00
"	عبدالمنان عمر صاحب	10.00
	میزان:	789.00

وعدے

نام	روپے پیسے
مرزا مسعود بیگ صاحب	50.00
پروفیسر غلام رسول صاحب	10.00
مرزا حمید الرحمان صاحب	50.00
مولوی دوست محمد صاحب	10.00
مولوی احمد یار صاحب	20.00
میزان:	140.00

فضل الرحمٰن ۲۱/۸/۷۳

قبل ازیں اخبار پیغام صلح کی اشاعت مورخہ یکم اگست ۱۹۷۳ء میں برلن مشن کی تبلیغی مساعی کی روئداد شائع ہو چکی ہے احباب کی اطلاع کے لئے دیگر تبلیغی مراکز کی کارگذاری کا مختصر سا خاکہ بھی پیش کیا جاتا ہے اور انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ایسی رپورٹیں شائع ہوتی رہیں گی۔

جزائر غرب الہند میں تبلیغی سرگرمیاں

ٹرینیڈاد، سرینام اور گیانا کے احباب سے سلسلہ خط وکتابت باقاعدگی سے جاری ہے۔ ٹرینیڈاڈ سے مسٹر ذیرتہ پریمنڈ سیکرٹری، ڈاکٹر ایم اے عزیز صاحب صدر جماعت اور اس علاقہ کے مقتدر احمدی بزرگ الحاج عزیز احمد صاحب سے خط وکتابت رہتی ہے۔ مغربی نصف کرہ کی جماعتیں بفضلہ تبلیغ اسلام، احمدیت کے فروغ اور اپنی جماعت کی تربیت کے پروگرام پر مستعدی سے عمل پیرا ہیں۔ انگریزی ماہانہ اخبار اسلامک گارڈین باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور ان کی تبلیغی مساعی کا آئینہ دار ہے۔ سرینام سے ہمارے اعزازی مبلغ الحاج عبدالرحیم جگو صاحب نے بھی وہاں کی جماعت کی تبلیغی مساعی اور تعمیر مسجد کی اطلاع دی ہے۔

جیسا کہ احباب کو علم ہے مغربی نصف کرہ کی جماعتیں گذشتہ پانچ سال سے ہر سال ماہ اگست میں احمدیہ کنونشن کا بڑے پیمانہ اہتمام کرتی ہیں اور تیسری کنونشن میں پاکستان سے حضرت امیر ایدہ اللہ اور جناب میاں فاروق احمد صاحب شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ لیکن امسال یہ کنونشن غالباً منعقد نہ ہوگی، بلکہ وہاں کی جماعتوں کے نمائندے ہماری انجمن کے مرکز میں تشریف لائیں گے اور انشاء اللہ جلسۂ سالانہ ۱۹۷۳ء پر ہر سہ مراکز سے قریباً پچاس ساٹھ افراد کی جماعت شامل ہونے کا ارادہ رکھتی ہے یہ احباب قریباً ایک ماہ پاکستان میں قیام کریں گے اور جلسۂ سالانہ سے قبل اپنے پاکستانی احمدی بھائیوں سے ملاقات کے لئے مختلف جماعتوں کا دورہ کرینگے۔ لاہور میں قیام کے علاوہ یہ زائرین کراچی، لائل پور، سیالکوٹ، راولپنڈی، پشاور (اور غالباً ایبٹ آباد، سردی کی برداشت کے مطابق) کی جماعتوں کا دورہ کریں گے۔ اور اختتام جلسہ کے بعد شروع جنوری ۱۹۷۴ء میں واپس تشریف لے جائیں گے

چند ماہ قبل ٹرینیڈاد سے ایک مخلص اور دیندار نوجوان مسٹر مصطفیٰ کمال ہیڈل دینی تعلیم مکمل کرنے کی غرض سے دوبارہ لاہور تشریف لائے ہیں۔ اس سے قبل قریباً دو سال پہلے پاکستان میں قیام کے دوران انہوں نے بی اے کی ڈگری حاصل کی اور ادارہ تعلیم القرآن میں دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ جس کی تکمیل کے لئے اب وہ دوبارہ تشریف لائے ہیں۔ اسی طرح ایک اور نوجوان رضا حسین صاحب بھی دینی تعلیم کے حصول کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ سال گذشتہ بھی لاہور آنے کے ارادہ سے یہ نوجوان جب لندن پہنچے تو سخت بیمار ہو گئے اور اور انہیں ٹرینیڈاڈ واپس جانا پڑا۔ امسال وہ دوبارہ اسی ارادہ کی تکمیل کے لئے آ رہے ہیں اور انشاءاللہ آخر ستمبر تک لاہور پہنچیں گے۔

ان دو زیر تربیت مبلغین کے علاوہ ایک نوجوان خاتون بھی جو دین سے گہرا شغف رکھتی ہیں اور عربی میں اچھی دسترس کے علاوہ کچھ اردو بھی جانتی ہیں۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور تشریف لا رہی ہیں اور انشاء اللہ آخر ستمبر تک یہاں پہنچ جائیں گی۔ یہ ہمارے لئے ایک نیا تجربہ اور بہت بڑی ذمہ داری ہوگی چونکہ مرکز میں کوئی زنانہ ہوسٹل موجود نہیں اس لئے موصوفہ کو لاہور کے کسی احمدی گھرانے میں رکھا جائے گا، جہاں ان کی مناسب دیکھ بھال اور ضروریات کے مطابق انتظام کے علاوہ ان کی دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے گا۔ خاتون موصوفہ بہت پر جوش اور بلند عزم ہمت کی مالک ہیں۔ اور اپنے وطن واپس جا کر وہاں کی خواتین اور بچوں کی دینی تربیت کے پروگرام پر عمل پیرا ہوں گی کو تنخواہ ٹریننگ کے لئے اپنے خرچ پر لاہور بھجوایا کریں گی اور وہ انجمن کے دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل کریں گے اور انجمن ان کے جملہ مصارف برداشت کرے گی۔ اس طرح انشاءاللہ مغربی نصف کرہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا اور انشاءاللہ ہمارے احباب کی مساعی سے **مغرب سے طلوع اسلام** کی ساعت قریب سے قریب تر ہو جائے گی۔

نائیجیریا میں مولوی عبدالرحمن صاحب کی تبلیغی سرگرمیاں

نائیجیریا میں ہمارے مبلغ مولوی عبدالرحمن دنموئی صاحب جو مرکز لاہور میں ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد اڑھائی سال قبل نائیجیریا تشریف لے گئے تھے نہایت مستعدی سے فریضہ تبلیغ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے طریق کار میں ہفتہ وار اجتماعات، درس قرآن کریم اور انفرادی ملاقاتوں کے ذریعے تبلیغ کا کام شامل ہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر پندرہ دن کے بعد یوروبا زبان میں "السلام علیکم" کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کرتے ہیں، [illegible] اسلامی اصول کی وضاحت اور قرآن و سنت کی روشنی میں روزمرہ کے مسائل پر [illegible] کیا جاتا ہے اس پمفلٹ کی اشاعت بہت مفید ثابت ہو رہی ہے اور بیگوس کے علاوہ یہ دوسرے شہروں میں بھی بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ دنموئی صاحب نے انجمن کے شائع کردہ ٹریکٹوں کا بھی یوروبا زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جن میں حضرت امیر مرحوم و مغفور کا تحریر کردہ رسالہ "اسلام پر ایک نظر" خصوصاً بہت مقبول ہوا ہے۔ کیونکہ اس کی اشاعت سے لوگوں کو نماز کی حقیقت اور اس کے فضائل و برکات سے پہلی مرتبہ صحیح علم [illegible] حاصل ہوا ہے۔

دنموئی صاحب یوروبا زبان کے مقامی اخبارات و رسائل میں بھی مضامین لکھتے ہیں تاکہ وہاں کے لوگوں کے دلوں سے اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات دور ہوں اور دین فطرت کی صحیح تعلیم سے انہیں روشناس کرایا ہے اور وہ ہر جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوتے ہیں۔

ریاست لیگوس میں اس وقت تک تقریباً ڈیڑھ صد احباب جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو چکے ہیں اور دوسری ریاستوں میں بھی دو صد کے قریب احباب نے مختلف مقامات پر ہماری جماعت میں شمولیت حاصل کی ہے۔ دنموئی صاحب نے اپنے دیگر مشاغل کے علاوہ حضرت امیر مرحوم مغفور کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا یوروبا زبان میں ترجمہ کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی مساعی کو بارآور کرے آمین۔

اس وقت بیرونی ممالک سے جو خطوط حصول لٹریچر اور خرید کتب اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے وصول ہو رہے ہیں ان میں کثیر تعداد نائیجیریا کے باشندوں کی ہے۔ ان سب کو تبلیغی خطوط لکھے جاتے ہیں اور لٹریچر بھیجا جاتا ہے۔

جنوبی افریقہ میں تبلیغ اسلام

جناب داؤد سیڈو صاحب جو کہ کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) میں ہمارے مبلغ ہیں۔ اپنے تازہ خط مورخہ ۹ جولائی ۱۹۷۳ء میں رقم فرماتے ہیں کہ ایک طویل علالت کے بعد اب ان کی صحت خدا کے فضل سے بحال ہو گئی ہے اور انہوں نے حسب سابق اپنے فرائض کی ادائیگی شروع کر دی ہے جنوبی افریقہ میں تبلیغ کے مواقع اور امکانات دوسرے ملکوں کی نسبت محدود ہیں۔ تاہم یہ بزرگ اپنی ہمت کے مطابق سرگرم کار رہتے ہیں۔ ان کی تبلیغی مساعی کا انحصار ایک ماہوار رسالہ "میڈی ایٹر" (MEDIATOR) کی اشاعت اور تقسیم لٹریچر پر ہے سیڈو صاحب کی تحریک اور تعاون سے انجمن نے آدھ بیش قیمت کتابوں کا سیٹ جس میں انگریزی ترجمۃ القرآن، ٹیچنگز آف اسلام، ریلجن آف اسلام اور مینول آف حدیث جیسی بلند پایہ کتب

شامل ہیں۔ جنوبی افریقہ کی یونیورسٹی لائبریریوں میں بھجوائے ہیں اور اس وقت جنوبی افریقہ کی اکثر پبلک لائبریریوں میں ہمارے سلسلہ کا لٹریچر موجود ہے۔ اب داؤد سیڈو صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ان لائبریریوں میں خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم کی تالیف "جیسس ان ہیون آن ارتھ" بھی بھجوائی جائے۔ انشاء اللہ العزیز ان کی حسب خواہش مطلوبہ کتاب اور "کسر صلیب" کا انگریزی ترجمہ شائع ہونے پر ہر دو کتب بھجوائی جائیں گی۔

داؤد سیڈو صاحب خط و کتابت کے ذریعہ بھی تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ اور اخبار لائٹ اور پیغام صلح کی اشاعت اور تقسیم میں خاص دلچسپی لیتے ہیں۔ ہر دو اخبارات کے دس دس پرچے تقسیم کے لئے انہیں بھیجے جاتے ہیں۔ اردو دان لوگوں تک وہ حضرت امیر مرحوم و مغفور کی تفسیر بیان القرآن اور سلسلہ کا دیگر تبلیغی لٹریچر پہنچاتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کا جو وفات مسیح کے قائل ہو چکے ہیں حلقہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے اور بہت سے لوگ حضرت مسیح موعود کی صداقت کے قائل ہو رہے ہیں۔ ایک نومسلمہ خاتون مسز ایم سامو ڈین سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئی ہیں۔ جن کا بیعت فارم بھی سیڈو صاحب نے بھجوایا ہے۔ اسی طرح دو ماہ قبل ایک نوجوان عیسائی خاتون نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور وہ بھی ہمارے لٹریچر سے کافی متاثر نظر آتی ہیں۔ اس وقت ایک مقامی پوسٹ ماسٹر صاحب اور ایک مسلمان بزرگ ای اے قاضی صاحب (کیپ ٹاؤن) سیڈو صاحب کے زیر تبلیغ ہیں اور تفسیر بیان القرآن اور احمدیہ لٹریچر سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں شرح صدر عطا فرمائے۔ آمین۔

لندن مشن

جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے۔ جو لندن مشن کے انچارج ہیں۔ وسط مئی ۱۹۷۲ء میں پاکستان سے انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ ان کی تبلیغی سرگرمیاں مندرجہ ذیل طریق پر عمل میں آتی ہیں :-

(۱) شیخ صاحب موصوف مختلف سکولوں اور کالجوں نیز دیگر تعلیمی اداروں میں اسلام پر لٹریچر پہنچاتے ہیں اور وہاں اسلام پر لیکچر بھی دیتے ہیں۔

(۲) ورلڈ کانگریس آف فیتھس، ینگ مینز کرسچن ایسوسی ایشن، ریلیجس ایڈوائزری کمیٹیوں کی مجالس انتظامیہ کا ممبر ہونے کی حیثیت سے ان اداروں کے اجتماعات میں شرکت فرماتے ہیں اور اس طرح لندن اور نواحی علاقوں کی مذہبی جماعتوں سے ان کا رابطہ قائم رہتا ہے۔

(۳) خط و کتابت اور ملاقات کے ذریعہ اسلام کے متعلق سوالات کے جوابات دیتے ہیں اور مستحقین کو لٹریچر بھجواتے ہیں۔

(۴) بیرونی ممالک سے بھی تبلیغی خط و کتابت کرتے ہیں اور جہاں مرکز لاہور اور پاکستان کا سلسلہ خط و کتابت اس وقت منقطع ہو چکا ہے شیخ صاحب کے ذریعہ ان سے رابطہ رکھا جاتا ہے۔ یعنی ہندوستان، کشمیر اور مسلم بنگال۔ اس کے علاوہ شیخ صاحب جنوبی افریقہ۔ افریقہ، گھانا، سرینام گیانا اور ٹرینیڈاڈ سے بھی خط و کتابت کرتے ہیں۔

(۵) شیخ محمد طفیل صاحب کا زیادہ وقت اب تالیف اور ترجمہ پر صرف ہو رہا ہے اور حالیہ قیام پاکستان کے دوران ان کی دو تالیفات (۱) "نغمات احمدیت" (۲) "تحریک احمدیت" کا انگریزی ترجمہ شائع ہوئے ہیں۔

مندرجہ ذیل کتب اس وقت انکے زیر تصنیف اور تکمیل طلب ہیں (۱) قرآنی ڈکشنری (۲) پیغام احمدیت (۳) ستیارتھ پرکاش کا انگریزی میں جواب (۴) ابوالحسن ندوی صاحب کی کتاب "قادیانیت" کے انگریزی ایڈیشن کا انگریزی میں جواب۔ اس کے علاوہ حضرت امیر مرحوم کی معرکۃ الآرا تصنیف "النبوۃ فی الاسلام" اور (۲) "ردِ تکفیر اہل قبلہ" کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

محمد صالح نور - لاہور

حاصلِ مُطالعہ

عذاب کیوں آتے ہیں؟

جو لوگ الٰہیات اور دینیات کے کوچہ سے کماحقہٗ آشنا نہیں ہیں ان کے دلوں میں اکثر یہ وسوسہ رہتا ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے افراد باوجود توحید، رسالت اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کے کیوں، قومی، ملکی اور انفرادی اعتبار سے ادبار کا شکار ہیں اور کفّار کی نسبت نکبت و افلاس اور ذلت و رسوائی کی چکی میں برابر پستے چلے جا رہے ہیں اور اس زمانہ میں خصوصاً مُسلم قوم پہلے کی نسبت زیادہ اس قسم کے حالات سے دوچار ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت اختصار کے ساتھ اس امر کو بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ کفر اور ایمان کا فیصلہ تو مرنے کے بعد ہوگا اس کے لئے دُنیا میں کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا اور جو پہلی اُمتیں ہلاک کی گئیں وہ کُفر کے لئے نہیں بلکہ اپنی شوخیوں اور شرارتوں اور ظلموں کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، فرعون بھی اپنے کفر کے باعث سے ہلاک نہیں ہوا بلکہ اپنے ظلم اور زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوا، اگر کوئی کافر ہو مگر غریب مزاج اور آہستہ رو ہو اور ظالم نہ ہو تو اس کے کفر کا حساب قیامت کے دن ہوگا، اس دنیا میں ہر ایک عذاب ظلم اور بدکاری اور شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایسا ہی ہمیشہ ہوگا۔ اگر خدا تعالےٰ کی نظر میں لوگ شوخ طبع اور متکبر اور ظالم اور بے خوف اور مردم آزار ہوں گے خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ ہندو اور خواہ عیسائی عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔

کاش لوگ اس بات کو سمجھیں اور غریب مزاج اور بے شر بن جائیں، خدا تعالےٰ کسی کو عذاب دے کر کیا کرے گا اگر وہ اس سے ڈرتے رہیں۔"

(ایام الصلح صفحہ ۱۰۹ بارِ اوّل)

"خاتم النبیّین" کے معنے "لانبی بعدی"

ختمِ نبوّت کے مفہوم میں کبھی راست روی سے کام نہیں لیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت خاتم النبیّین کی نہایت دوٹوک اور مختصر تشریح فرما دی کہ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حال ہی میں جو آئین مملکت پاکستان نے منظور کیا ہے اس میں بھی معجزانہ طور پر خاتم النبیّین کے یہی معنے کئے گئے ہیں کہ آپ حضور رسالتمآبؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اگر ایک طرف جماعتِ ربوہ ایک نئے نبی کی نبوّت کی قائل ہے اور اپنے مُرشد کے احکامات کے برخلاف "اجرائے نبوّت" اور "امکان نبوّت" اور اب اصطلاح جدیدہ میں "فیضانِ ختم نبوّت" کے پردہ میں نبوّت کو جاری و ساری ماقبل اسلام کے انبیاء کی طرح مانتی ہے تو دوسری طرف خاتم المُلمین ایک دو ہزار سالہ قدیم نبی کے جو صرف بنی اسرائیل کا نبی تھا واپس اس دنیا میں نازل ہونے کا عقیدہ رکھ کر ختمِ نبوّت کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اس مسئلہ کو مزاج شناس قرآن حضرت مرزا غلام احمدؒ نے نہایت آسان الفاظ میں حل کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں :-

"علاوہ ان باتوں کے مسیح ابنِ مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے "ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّین" اور ایسا ہی یہ حدیث بھی کہ "لا نبی بعدی"۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوّت شروع ہو جائے؟"

(ایام الصلح صفحہ ۱۴۷ بارِ اوّل)

(شہاب ثاقب از صفحہ ۲)

پتھر کا وزن ایک گرین سے بھی کم ہے۔ ۱۸۰۳ء میں ایک پتھر قریباً ۵۰۰ پونڈ کا گرا تھا۔ ہمیں ایک ایسا ایرن کا ایک ٹکڑا ۱۶۳۵ پونڈ وزنی ییل کالج میوزیم میں موجود ہے۔ قریباً اسی حجم کا ایک ٹکڑا پیرس کے میوزیم میں ہے اور اس کی قدر چھوٹا ٹکڑا واشنگٹن میں۔ اور ان سے ایک بہت بڑا ٹکڑا برٹش میوزیم میں ہے۔"

بزرگ موصوف حضرت مولینا نورالدین رح کا یہ علمی رسالہ کتنا قابل قدر ہے۔ یقیناً اہل علم کی نظروں میں بہت اہم ہے۔ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں، کہ اب ہم اس مذہب کی تحقیق بیان کرتے ہیں جس کو پال نے مذہب اسلام سے اوپر یقین کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اسلام سے اچھا مذہب ہے۔ اس کی آخری تحقیقات کی کتاب مکاشفات کے باب ۱۲ میں ہے:۔

"ایک بڑا سرخ اژدھا جس کے سات سر دس سینگ اور اس کے سروں پر سات تاج تھے ظاہر ہوا اور اس کی دُم نے آسمان کے تہائی تارے کھینچے اور انہیں زمین پر ڈالا۔

پھر متی ۲۴ باب ۲۹ آیت میں ہے:۔ "ستارے گریں گے اور بروج کے متعلق مسیحی کتابوں میں ہے۔ دیکھو ایوب ۳۸ باب ۳۲ آیت۔ کیا تجھ میں قدرت ہے کہ منطقۃ البروج ایک ایک اسکے موسم پر پیش کرے۔"

قرآن کریم نے کس خوب صورتی سے فرمایا:۔

ولقد جعلنا فی السماء بروجًا وزینٰھا للنّٰظرین وحفظنٰھا من کل شیطٰنٍ رّجیم۔ الّا من استرق السّمع فاتبعہ شہابٌ مبین۔

آسمان میں ستارے بنائے دیکھنے والوں کے لئے انہیں خوبصورت بنایا اور شیطان مردود سے محفوظ کیا اور چھپ کر سننے والے کو روشن انگارہ آ لیتا ہے۔

استعارۃً اس سے مراد وہ روشنی ہے جو پیغمبر اسلام کی بعثت کے وقت ظاہر ہوئی، اور وہ کھلی پیشگوئیاں ہیں جن کے سامنے محض قیاس سے کہی ہوئی دھندلی باتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں اور خود رسول اللہ صلعم کو نجم ثاقب بھی فرما دیا ہے۔ ظاہری زینت کے علاوہ عالم روحانیت میں بھی بعض وجود اس عالم کی زینت کا موجب ہو جاتے ہیں اور دوسرے نفوس کے لئے روشنی کا موجب ہوتے ہیں جیسا کہ حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا اصحابی کالنجوم میرے اصحاب شہابوں کی طرح ہیں اور حضور تو نور کی تجلی ذرے تھے اور آپؐ کے وقت میں جو سارے آسمانوں سے شیاطین کو روکا گیا تھا تو اس کا یہی مطلب ہے کہ قرآن کریم کی قوت قدسی نے بدی کے دور دورہ میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا کر دی تھی۔ اگر ہم اس کتاب کو خدا کی آخری کتاب و کلام یقین کرتے ہیں تو پھر اس کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے اور خدا کا فعل ہے اور اس کے کام عبث نہیں ہوتے اور عادت اللہ کے مطابق ہر بات میں بڑی حکمتیں ہیں۔ ظاہری اور باطنی روشنی کے بعد ہم حجت اللہ کے نیچے ہیں۔ نیکی اور بدی کی طاقتوں یا ملائکہ اور شیاطین کے وجود پر ایک بہت بڑی دلیل ہزاروں ہزار انبیاء اور رسولوں کا اعتقاد اس امر پر ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ یہ لوگ راستبازی ...... میں ضرب المثل تھے اور تمام عقلاء میں یہ امر بھی مسلّم ہے کہ زمین کا کوئی واقعہ بدوں سبب کے ظہور پذیر نہیں ہوتا بلکہ صوفیائے کرام اور حکماء اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی امر اتفاقی نہیں ہوا کرتا تمام امور علل و حکم سے وابستہ ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ تنہائی میں بیٹھے بیٹھے نیکی کا خیال بدوں کسی تحریک کے کیوں آتا ہے بلکہ بعض اوقات بدی کے عین ارتکاب و ابتلا میں نیکی کی تحریک و رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا بلا سبب اور اتفاقی طور پر یہ تجاذب اس کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ پس لا محالہ نیکی کا محرک ضرور ہے اور اس نیکی کے محرک کو شریعت میں فرشتہ کہتے ہیں یہ ملک پاک اور لطیف روحیں ہیں، جن کا قلوب سے تعلق ہے اور ہر وقت قلوب کی تحریک میں لگی رہتی ہیں۔ اسلام میں یہ حکم ہے کہ فرشتوں پر ایمان لاؤ، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ نیکی کی تحریک کریں تو اس کام کو معاً اسی وقت کر لو تاکہ نیکی کے محرک کا تعلق بڑھے۔ اس کو نہ مانو گے تو اس ملاپ کو تم سے نفرت ہو جائے گی اور شیطانی غلبہ کا قوی امکان ہے۔ تو پروردگار عالم نے ان آسمانی روشنیوں کے علاوہ ہمارے اور ایک مستقل اور مسلسل انتظام رکھ دیا ہے ہمارے ذہنوں کی بھلائی کے لئے اور وہ ہے ہماری ضمیر۔ اور ارشاد ہے بل الانسان علٰی نفسہٖ بصیرۃ ولو القٰی معاذیرہٗ

انسان خوب آگاہ ہے کہ حق کیا ہے وہ عذر اور توجیہیں کرتا پھرتا ہے۔ لیکن آگاہ ضرور ہے اور دل اس کا خوب جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر عقل ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے تو یہ بھی ایک امر مسلم ہے کہ عقل کی راہنمائی پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس کا دائرہ عمل محدود ہے کل کے نظریات آج غلط ثابت ہو چکے ہیں۔

عقل گو انسان سے دُور نہیں
اس کی تقدیر میں قصور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

مجددین اُمت میں حضرت مرزا صاحب کا مقام

ذائے وقت میں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم کے متعلق محمد صدیق صاحب اکبر ایم اے کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں آپ لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بڑا کرم رہا ہے۔ کہ جب کبھی اسلام کا سفینہ بھنور میں پھنسا۔ پروردگار نے اس کی حفاظت کا پورا پورا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کامل کی حفاظت انبیاء اور مجددین کی جماعت سے کراتا رہا ہے۔ اور انبیاء کا ایک سلسلہ جاری رہا (جن کی تعلیم بنیادی لحاظ سے ایک ہی تھی) جو توحید و رسالت کا صحیح تصور لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ لیکن چونکہ آخرالزمان نبی جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا۔ اس لئے دین کامل کی حفاظت و صیانت کے لئے ایک علماء و اولیاء کی جماعت موجود رہی، جو انسانوں کی روحانی و جسمانی تربیت کرتی رہی ہے"

ہم سنتِ الٰہیہ اور تاریخ کی روشنی میں اس پر صرف اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ ختم نبوت کے بعد جو اولیاء اللہ کا سلسلہ اُمت میں جاری ہے ان میں سے بعض اولیاء اللہ بروئے حدیث نبویؐ ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علٰی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ ہر صدی کے سر پر اصلاح اُمت اور دین کو تازہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر مبعوث کئے جاتے ہیں چنانچہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں جو بزرگ منصب مجددیت پر فائز ہوئے ان کے اسمائے گرامی تاریخ میں مذکور ہیں، اسی سلسلہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چودھویں صدی کے مجدد ہوئے ہیں جنہوں نے نہ صرف غیر مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کی صداقت و عظمت کو دلائل و براہین سے ثابت کیا بلکہ متعدد تصانیف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند نظم و نثر میں لکھی اور قرآن کریم کے ایسے حقائق و معارف بیان کئے اس کے علاوہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی زبان میں انہوں نے لکھی، اور مخالفین کو چیلنج کیا کہ کوئی اس جیسی تفسیر لکھ کر لائے لیکن کسی کو اس کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی، اس کے ساتھ ہی ایک ایسی جماعت آپ نے بنائی جو یورپ اور دیگر ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض ادا کر رہی ہے، اس سے بڑھ کر آپ کی مجددیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کاش مخالف علماء اور دیگر اصحاب چشم بصیرت سے آپ کے ان کارناموں کو دیکھتے تو مخالفت کی جرأت نہ پا سکتے۔ (عبدالرؤف)
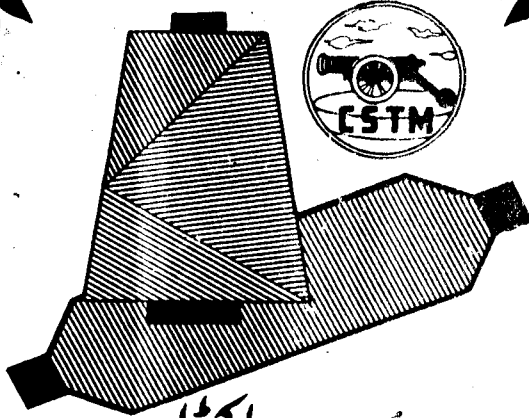
جس کو پڑھ کر ایمان و عرفان بڑھتا ہے

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا اجلاس

۲ر ستمبر ۱۹۷۳ء کو بروز اتوار ۴ بجے سہ پہر مسجد احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوگا جس میں دیگر امور کے علاوہ آئندہ سال کے لئے انتظامیہ اور عہدیداران کا انتخاب بھی ہوگا۔ مقامی جماعت لاہور کے تمام ممبر مع اہل و عیال اس اجلاس میں شرکت کریں۔ اجلاس کی کارروائی کے اختتام پر حاضرین کو کھانا بھی پیش کیا جائیگا۔ خاکسار۔ محمد عبداللہ
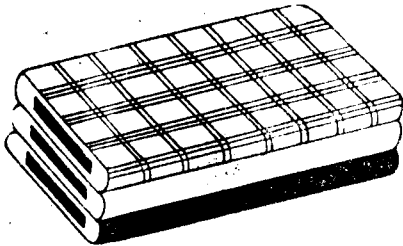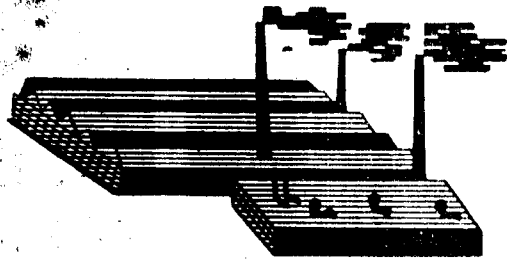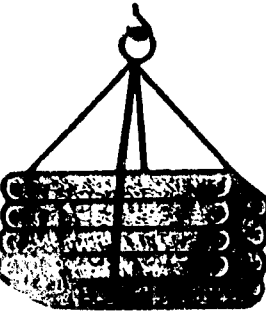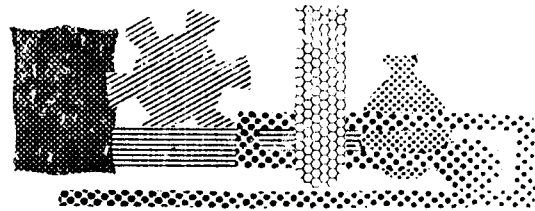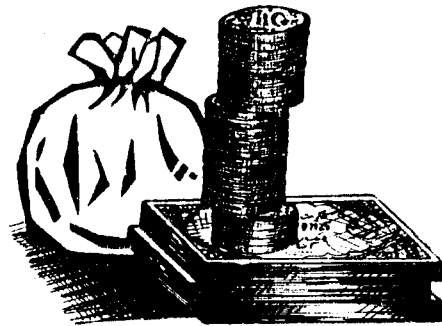
اخبار احمدیہ

ایک سو روپیہ کا عطیہ

ـــــ ملک مشتاق احمد صاحب جہلمی (برادر زادہ شیخ عبدالعزیز صاحب جہلمی) نے -/100 روپیہ عطیہ بھیجا ہے۔ وہ آج کل بیمار ہیں اور ہسپتال میں زیر علاج ہیں، احباب ان کی صحت یابی کے لئے دردِ دل سے دُعائیں فرمائیں۔

شکرانہ صحت کا عطیہ

ـــــ محمد سعید چغتائی صاحب ہیڈ ماسٹر اللہ بخش ہائی سکول جہانگیرہ روڈ پشاور نے اپنی بیگم صاحبہ کی صحتیابی از بیماری پر -/۱۵ روپے شکرانہ برائے اشاعت اسلام و قرآن فنڈ انجمن کو بھیجے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـ مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ ـ شمارہ ۳۵

جلد ٦٠ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ٦ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۳٦

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"
"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا"
(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
مہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددین اُمت کو ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔
۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا امت میں اتحاد میں فتنہ پیدا کرنا ہے ٭

بحرِ حکمت کے موتی

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا یلدغ المؤمن من جحرٍ واحدٍ مرتین۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رض نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا۔

نوٹ: از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:—
یعنی ایک جگہ سے دو مرتبہ دھوکا نہیں کھاتا۔ ایک دفعہ اگر دھوکا کھا بھی جائے تو پھر وہ محتاط ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلعم کے اخلاقِ عالیہ

عن انس بن مالکؓ قال کانت الامۃ من اماء اھل المدینۃ لتاخذ بید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتنطلق بہ حیث شاءت۔

ترجمہ: انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ مدینے کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔

نوٹ: از حضرت مولینا محمدؐ علی رحمۃ اللہ علیہ:—
یہ عرب کا بادشاہ ہے اور نہ صرف دنیوی بادشاہ بلکہ روحانی بادشاہ بھی۔ ایک لونڈی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی کہ جہاں چاہتی لے جاتی۔ اُمتِ مسلمہ کو یہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق سکھلائے گئے تھے اور انہی اخلاق کے

ترقیات کی دو۲ راہیں ایک سلوک دوسرا جذب۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

موصوف نے ترقیات کی دو راہیں لکھی ہیں۔ ایک سلوک دوسرا جذب۔ سلوک وہ ہے جو لوگ خود عقلمندی سے سوچ کر اللہ اور رسول کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ جیسے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (س ۲) یعنی اگر تم اللہ کے پیارے بننا چاہتے تو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرو۔ وہ ہادیٔ کامل وہی رسول ہیں جنہوں نے وہ وہ مصائب اُٹھائیں کہ دنیا اپنے اندر نظیر نہیں رکھتی۔ ایک دن بھی آرام نہ پایا۔ اب پیروی کرنے والے بھی حقیقی طور سے وہی ہوں گے جو اپنے متبوع کے ہر قول و فعل کی پیروی پوری جدوجہد سے کریں۔ متبع وہی ہے جو سب طرح پیروی کرے گا۔ سہل انگار اور سخت گذار کو اللہ تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالےٰ کے غضب میں آوے گا۔ یہاں جو اللہ تعالےٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا۔ تو سالک کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ اوّل رسول اکرم صلعم کی مکمل تاریخ دیکھے اور پھر پیروی کرے۔ اسی کا نام سلوک ہے۔ اس راہ میں بہت مصائب شدائد ہوتے ہیں ان سب کو برداشت کرنے کے بعد ہی انسان سالک ہو جاتا ہے۔

اہل جذبہ کا درجہ سالکوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں سلوک کے درجہ پر ہی ہی نہیں رکھتا بلکہ ان کو مصائب میں ڈالتا اور جاذبۂ ازلی سے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ کل انبیاء مجذوب ہی تھے۔ جس وقت انسانی روح کو مصائب کا مقابلہ ہوتا ہے۔ ان سے فرسودہ کار اور تجربہ کار ہو کر روح چمک اُٹھتی ہے۔ جیسے لوہا یا شیشہ۔ اگرچہ چمک کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے لیکن صیقلوں کے بعد ہی مجلّے ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس میں دیکھنے والے کا چہرہ نظر آجاتا ہے۔ مجاہدات بھی صیقل کا ہی کام کرتے ہیں۔ دل کا صیقل یہاں تک ہونا چاہیئے کہ اس میں سے منہ بھی نظر آجاوے۔ منہ کا نظر آنا کیا ہے؟ تخلقوا باخلاق اللہ کا مصداق ہونا سالک کا دل آئینہ ہے جس کو مصائب و شدائد صیقل کر دیتے ہیں۔ کہ اخلاق الٰہی اس میں منعکس ہو جاتے ہیں۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب بہت مجاہدات اور تزکیوں کے بعد اس کے اندر کسی قسم کی کدورت یا کثافت باقی نہ رہے۔ تب یہ درجہ نصیب ہوتا ہے۔ ہر ایک مؤمن کو ایک حد تک ایسی صفائی کی ضرورت ہے۔ کوئی مؤمن بلا آئینہ ہونے کے نجات نہ پائے گا۔ سلوک والا خود یہ صیقل کرتا ہے۔ اپنے کام سے مصائب اُٹھاتا ہے۔ لیکن جذبہ والا مصائب میں ڈالا جاتا ہے۔ خدا خود اس کا مصقل ہوتا ہے اور طرح طرح کے مصائب و شدائد سے صیقل کرکے اس کو آئینہ کا درجہ عطا کر دیتا ہے۔ دراصل سالک و مجذوب دونوں کا ایک ہی نتیجہ ہے۔ سو متقی کے دو حصے ہیں، سلوک و جذبہ۔ (ملفوظات)

مرزا محمد سلیم اختر۔ لائل پور

دردمندانِ اسلام کی خدمت میں چند گذارشات

روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۱۸ اگست ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں ایک درد مند مسلمان کے قلم سے ایک مضمون بعنوان "ملّت پاک اتحاد و یک جہتی کے ذریعے ہی کامیاب ہو سکتی ہے" شائع ہوا ہے۔ عنوانِ مضمون کو دیکھتے ہی بڑی خوشی ہوئی کہ راقم مضمون نے فرزندانِ اسلام کو دعوتِ اتحاد و اتفاق دی ہے مگر مضمون کی ابتدائی سطور ہی دیکھ کر افسوس ہوا کہ "درد مند مسلمان" نے بڑی بے دردی کے ساتھ حقائق کو مسخ کرکے نہ صرف اتحاد و اتفاق بلکہ اپنے مضمون کی روح کو بھی مجروح کیا ہے لکھا ہے:- "ٹھیک ہے اتحاد بڑی قوت ہے اور مسلمانوں کے لئے خصوصًا اہلِ پاکستان کے لئے شدید ضرورت! مگر اتحاد کا واسطہ اگر ان لوگوں کی طرف سے یاان لوگوں کے لئے دلایا جائے جنہوں نے خود ہی پہل کرکے پوری ملّت کی تکفیر و توہین کی چھریوں سے اتحاد کی ایک ایک ڈوری کو کاٹا ہو اور جنہوں نے نئی نبوت کے نشے میں بہک کر اپنے گرد علیحدگی کی فصیل نفرت کے مسالے سے کھڑی کی ہو تو پھر اتحاد کا واسطہ بے حد بے تکا محسوس ہوتا ہے۔"

ان سطور میں عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ گویا حضرت مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس سے زیادہ بے ثبوت اور بے بنیاد بات اور کوئی نہیں ہو سکتی، حضرت مرزا صاحب تو وہ شخص ہیں جنہوں نے مسلمان علماء کو مخاطب کرکے فرمایا:-

"مسلمانو! آؤ خدا سے شرماؤ اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور تفقہ کا مت دکھلاؤ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم اُن تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ"

(ازالہ اوہام ص۴۲۲)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب علماء کے شغلِ تکفیر سے نالاں تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان علماء تکفیر بازی سے باز آ جائیں اب جو شخص دوسروں کو تکفیر سے منع کرتا ہے اس کے متعلق یہ تصور بھی کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود اس شغل کو اپنانا چاہتا ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ دعوٰی کے انکار کی وجہ سے آپ نے مسلمانوں کو کافر کہا ہے تو اس کے متعلق حضور اپنی شہرۂ آفاق تصنیف تریاق القلوب میں فرماتے ہیں:-

" ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا"

اب رہی یہ بات کہ آپ نے تکفیر میں پہل کی ہے تو لیجئے مرزا صاحب کا چیلنج ملاحظہ فرمایئے آپ فرماتے ہیں:-

"کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلافِ واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۲۰)

ہماری "درد مند مسلمان" صاحب کی خدمت میں یہ گذارش اوّلین ہے کہ خدارا ہم پر ایسے الزامات نہ لگایئے جن کا ثبوت آپ کے پاس نہیں اور مسلمانوں کے رشتۂ اخوت کو اپنی غلط بیانیوں سے قطع نہ کیجئے۔

دوسری گذارش حضرت مرزا صاحب کے دعوٰی نبوت کے سلسلہ میں ہے۔ سو واضح ہو کہ جیسے آپ نے کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کی اسی طرح آپ نے نبوّت کا دعوٰی بھی نہیں کیا۔ یہ درست ہے کہ آپ کے پیروکاروں میں سے ایک گروہ نے آپ کی طرف دعوٰی نبوت منسوب کیا ہے مگر ہم پوری ذمہ داری سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب ہرگز مدّعی نبوّت نہ تھے۔ ان کی طرف ایسا دعوٰی منسوب کرنا ان پر افتراء کرنا ہے۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السّلام کو مدّعی الوہیت قرار دیا مگر کیا وہ مدّعی الوہیت تھے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے ہی مرزا صاحب بھی مدّعی نبوّت نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اگر میں مسلمان ہوں تو نبی نہیں ہو سکتا اور اگر نبی ہوں تو پھر مسلمان نہیں ہو سکتا، اصل حوالہ ملاحظہ ہو ایک دوست کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:-

" صاحب انصاف طلب کے بیان میں یعنی پہلے ہی قول شریف میں تناقض پایا جاتا ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ بہت ہی حق پسند بن کر نہایت مہربانی سے فرماتے ہیں کہ مسلمان کو کافر کہنا زیبا نہیں اور پھر دوسری طرف اسی منہ سے میری نسبت یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ گویا میری جماعت درحقیقت مجھے رسول اللہ جانتی ہے اور گویا میں نے درحقیقت نبوت کا دعوٰی کیا ہے۔ اگر راقم کی پہلی رائے صحیح ہے کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں تو پھر یہ دوسری رائے غلط ہے کہ میں خود نبوت کا مدّعی ہوں اور اگر دوسری رائے صحیح ہے تو پھر وہ پہلی رائے غلط ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف کو مانتا ہوں"......

اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوّت یا رسالت کا دعوٰی نہیں کیا....

اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا"

(انجام آتھم صفحہ ۲۷، ۲۸ حاشیہ)

ہاں آپ کے الہامات میں لفظ نبی اور رسول کے ضرور آئے ہیں مگر آپ نے ان کے متعلق وضاحت فرمائی ہے کہ یہ الفاظ بطور استعارہ اور مجاز کے ہیں۔ اور مجاز کو حقیقت پر حمل کرنا صحن چمن میں بھینسا باندھنے والی بات ہے۔ جس شخص کو دُنیا کی کسی زبان کے ادب سے مس ہے وہ جانتا ہے کہ استعارات کو حقیقت قرار دینا ان کے سارے حُسن کو غارت کرنا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

" بعض اوقات خدا تعالےٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ (یعنی رسول اور نبی۔ ناقل) استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبانِ مقدس حضرت نبوی سے نبی نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رُو سے ہے جو صوفیا کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالماتِ الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا" (انجام آتھم ص۲۸ حاشیہ)

آپ نے نہ صرف لفظ نبی کو استعارہ قرار دیا ہے بلکہ فرمایا ہے کہ چونکہ اس لفظ کے استعمال سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور مجھے ان کی ایذا دہی منظور نہیں اس لفظ نبی کو کاٹا ہوا سمجھا جائے اور جماعت بھی اسے استعمال نہ کرے کیونکہ اس سے حقیقی نبوّت کے دعوٰے کا شبہ پڑتا ہے۔ اب جس شخص کی احتیاط کا یہ حال ہو اس کے متعلق بار بار کہنا کہ وہ مدّعی نبوّت تھا کیا یہ ظلم نہیں

پس ہم درد مند مسلمانوں سے اپیل کریں گے کہ وہ محض سُنی سنائی باتوں کو بیان نہ کریں بلکہ اصل حقائق دنیا کے سامنے پیش کریں۔

ہماری تیسری گذارش مرزا صاحب کی درشت کلامی کے سلسلہ میں ہے۔ نوائے وقت کے درد مند مسلمان نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور بڑے غلط رنگ میں اس کو پیش کیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے درسِ اتحاد کی بجائے درسِ اشتعال دینا شروع کر دیا ہے۔ اگر راقم مضمون مولوی محمد حسین بٹالوی، عبدالحق غزنوی، سعداللہ لدھیانوی، ثناءاللہ امرتسری اور محمد رضا الشیرازی اور دیگر علمِ پیمبر کے نگہداروں اور وارثانِ محراب و منبر کی گُل افشانی کو ملاحظہ کر لیتے تو کبھی نہ لکھتے کہ مرزا صاحب نے سخت کلامی کی ہے۔ جب سالہا سال گالیاں کھانے کے بعد آپ نے جواب دیا تو یہ واویلا شروع کر دیا کہ مرزا صاحب ہم کو بُرا کہتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کا فرمان ہے البادی اظلم۔ پہل کرنے والا ظالم ہے آپ ظالم کو تو ظالم کوئی نہیں کہتا اور مظلوم کو ظالم ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے سچ ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ہم راقم مضمون کے ازدیادِ علم کی خاطر یہ تحریر کر دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ بد زبانی اور سب و شتم میں پہل بھی علماء کرام نے ہی کی ہے مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

"کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی سے پہلے خود بد زبانی میں سبقت کی ہو مولوی محمد حسین بٹالوی نے........ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۲۱)

پھر ان سخت الفاظ کے مخاطب بھی مخصوص افراد ہیں، ہمیں اس بات پر بڑا رنج ہوا ہے کہ راقم مضمون نے یہ تاثر دیا ہے کہ گویا سب علماء ان الفاظ کے مخاطب ہیں ایسا ہرگز نہیں آپ فرماتے ہیں:

"علماء صالحین اور مہذّب شرفاء کی ہتک سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں وہ مسلمان ہوں یا مسیحی یا آریہ اور ہم ان کا ذکرِ خیر کرتے اور بھائیوں کی طرح عزّت کرتے ہیں"۔

پھر فرماتے ہیں:-

" ہم نے اس رسالہ میں صرف ان کی مذمت کی ہے جو علانیہ ارتکاب معاصی کے عادی ہو چکے ہیں اور لوگوں کے عیوب کی اشاعت

(باقی بر ص۱۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۷۳ء

انسان کی سنگدلی اور بدکرداری عذاب الٰہی کی صورت میں

بل متعنا هٰؤلاء وآباءهم حتّٰی طال علیهم العمر۔ افلا یرون انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها افهم الغالبون۔ (الانبیاء ۴۴)

ترجمہ:۔ البتہ ہم نے انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو اس قدر مال و متاع دیا کہ (انہوں نے سمجھ لیا) کہ ان کی عمریں لمبی ہوگئی ہیں۔ افسوس وہ کیوں غور نہیں کرتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں تو کیا وہ غالب ہیں؟

فلولا اذ جاءهم باسنا تضرعوا ولٰکن قست قلوبهم وزین لهم الشیطٰن ما کانوا یعملون۔

ترجمہ:۔ جب ہمارے عذاب نے انہیں پکڑا تو پھر کیوں انہوں نے تضرع اختیار نہ کی بلکہ ان کے دل اور بھی سخت ہو گئے اور جو بدکرداری وہ کرتے تھے اسے شیطان نے انہیں خوبصورت بنا کر دکھلایا۔

---

۲۶ راگست کے روزنامہ "مشرق" سے ایک اقتباس موجودہ سیلاب یا عذاب کی تباہ کاریوں سے متعلق قارئین کو دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے۔ آج کے زمانہ میں مختلف نوعیت کی سماوی و ارضی آفات، وقتاً فوقتاً مختلف ممالک پر آتی رہتی ہیں، قرآنی تعلیم کو منجانب اللہ صادق تسلیم کرنے والے اصحاب غور کریں کہ آئے روز اس قسم کی عظیم تباہیاں مثلاً سیلاب، زلزلے، قحط، وبائیں اور جنگوں کی صورت میں عموماً عالمگیر پیمانہ پر کیوں آتی ہیں؟ کیا ان کا تعلق انسانی کردار و اعمال سے کچھ نہیں؟ ایک دہریہ منش انسان تو بے شک یہ کہکر اپنے آپ کو تسلّی دلا سکتا ہے کہ ایسی مصائب و آفات کو انسان کے اخلاق سے کیا تعلق ہے۔ لیکن فرقانِ حمید تو پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ جب انسان اپنے اعمال و کردار میں بے راہ رَو ہو کر ظلم و زیادتی میں اندھا ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کھولنے کے لئے خدا تعالےٰ اس کی تنبیہہ کی خاطر اور اس کو بد اعمالی سے غفلت میں ہوش میں لانے کے لئے یہ آفات و آلام نازل کیا کرتا ہے بلکہ یہاں تک قرآن کریم نے فرمایا کہ جب تک ہم انسان پر اپنی جانب سے انذار کے ذریعہ اتمام حجّت نہ کرلیں اور اس کی تنبیہہ کے لئے اپنی طرف سے کوئی نذیر بھیجکر اسے آگاہ نہ کر دیں تب تک ہم ایسے المناک عذاب نہیں بھیجتے وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسُولا۔ بغیر مامور یا نذیر بھیجکر تنبیہہ کر دینے کے ہم انسان پر عذاب نازل نہیں کیا کرتے۔

اس میں کیا شُبہ ہے جیسے ہر شخص کا آج اپنا عینی مشاہدہ ہے کہ اس زمانہ میں علم ... انسان نے مادی اقدار کو انسانی و اخلاقی اقدار پر ایسی فضیلت و فوقیت دے دی ہے کہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ انسان نے اپنے آپ کو حیوان کے برابر یا اس سے بھی نیچے پہنچا دیا ہے تاہم خُدا تعالےٰ نے دُنیا کو عموماً اور مُسلمانوں کو خصوصاً ان کی بد اعمالی سے متنبّہ کرنے کے لئے اپنی جانب سے حضرت رسُولِ خدا صلعم کے ایک غلام و نائب کو مبعوث فرمایا جس نے صاف لفظوں میں دنیا کو ان عذابوں سے ڈرایا ہے تا دُنیا کے لوگ توبہ کر کے نیک اعمال اختیار کریں چنانچہ آپ کا یہ مشہور الہام ہے:۔

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔"

عین اس خدائی وعدہ کے موافق جب دنیا نے اس صادق مامُور کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے اعمال میں نیک تبدیلی پیدا نہ کی تو وعدہ الٰہی کے مطابق عذابوں کا سلسلہ شروع ہوگیا اور عذابوں کی شکل میں یہ زور آور حملے آخر کار دنیا کی آنکھیں کھولنے کا موجب بن گئے جس کا ایک ادنےٰ نمونہ اس اقتباس سے بھی ظاہر ہے:۔

"سیلاب آیا اور گزر گیا۔ مصیبت آئی اور ٹل گئی۔ تباہی کے آثار مٹ جائیں گے اور بربادیوں کے نشان معدوم ہو جائیں گے۔ لُٹے گھروں کے آنگن پھر سے آباد ہوں گے، اُجڑی بستیوں کی رونقیں دوبارہ لوٹ آئیں گی اور پھر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ زندگی کی ہماہمی اور معمولات کے ہنگاموں میں مصروف انسانوں کو یاد بھی نہیں رہے گا کہ دریاؤں کا پانی کبھی ان پر قہر بن کر ٹوٹا تھا۔ پہاڑوں کی بارش چند سال قبل ان کے لئے طُوفان بن کر آئی تھی اور سیلاب کی قہر سامانیوں نے ماضی میں ان کے لئے قیامت کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔

"مائیں بچھڑے ہوئے بیٹوں کے صدموں کو رضائے الٰہی سمجھ کر بھُول جائیں گی۔ بہنیں بھائیوں کی جدائی کے دُکھ کو تقدیر کا لکھا جان کر آنسو پونچھ لیں گی۔ بیوائیں اُجڑے سہاگ اور بچے یتیمی کے داغ کو قدرت کا اٹل فیصلہ سمجھ کر سینے پر صبر کی سِل رکھ لیں گے۔ کسان لہلہاتی ہوئی فصلوں کو دیکھے گا تو اسے پانی میں بہنے والے اناج پر افسوس نہیں ہوگا۔ گوالا نئے مویشیوں کو ہانکتا ہُوا ہروں کی نظر ہونے والی گائے بھینسوں کو یاد بھی نہیں کرے گا۔"

"مگر بستیوں کے اُجڑنے کا منظر دیکھ کر یا نئے سرے سے ویرانوں کو آباد کرتے ہوئے یہ کسی نے نہیں سوچا کہ آفاتِ سماوی نے ہمیں کیوں تاکا۔ سیلاب ہمارے لئے عذابِ الٰہی کیوں بن گیا۔ گھر کیوں اُجڑے۔ سہاگ کیوں لُٹے اور گودیں کیوں ویران ہوئیں؟ یہ ہمارے کن اعمال کی سزا ہے، یہ ہمارے کن گناہوں کا نتیجہ ہے؟"

"سیلاب قہرِ خداوندی ہوتا ہے اور خدا کا قہر گمراہ اور بد اعمال قوموں پر ٹوٹتا ہے۔ ان انسانوں کو عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے، جو خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں، اس کے بتلائے ہُوئے راستے سے بھٹکتے ہیں، فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اپنے اعمال و کردار سے زمین پر ستم ڈھاتے ہیں اور خلقِ خدا پر ظُلم کرتے ہیں۔ اپنے تاریک گھروں کو روشن کرتے ہوئے، مسمار بستیوں کو پھر سے بساتے ہوئے اور نئی زندگی شروع کرتے ہوئے ہمیں اپنے کردار کا محاسبہ اور اپنے گناہوں کا شمار کر لینا چاہیئے، اور اس امر کا یقین کر لینا چاہیئے کہ ہم نے اپنی روش بدل لی ہے اور جھُوٹ، دھوکہ، فریب، بددیانتی اور استحصال سے باز آ گئے ہیں، ورنہ ہمیں ایک طوفان، ایک اور سیلاب اور ایک اور قیامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ شاید پھر ہمارا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔"

"دولت ڈھلتی چھاؤں ہے۔ آج ہے کل نہیں، یہ بینک بیلنس، یہ عالی شان کوٹھیاں، یہ باغ باغیچے، یہ کاریں یہ گاڑیاں زندگی کے ساتھ ہیں۔ مرنے کے بعد صرف چند گز کپڑا میسّر آئے گا۔ ہم سب نے خالی ہاتھ واپس جانا ہے۔ البتہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہوں گے، خود ہی سوچئے کہ یہ چیزیں ہمارے کس کام کی دولت کا لالچ اور مادی اشیاء کی محبّت سے ہمیں کیا فائدہ ملے گا؟ پھر کیوں نہ ہم اپنی دولت، اپنی جائداد اور اپنے وسائل کو مصیبت زدہ لوگوں کے لئے استعمال کریں اور اپنے نامۂ اعمال میں مزید نیکیوں کا اضافہ کرلیں۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے عیاں ہے کہ کس طرح اب سنجیدہ و فہمیدہ طبقہ ایسی آفات کو انسان کی بد اعمالی کا نتیجہ قرار دے رہا ہے۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار پاکستان کے جملہ اخبارات نے کیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بطور پیشگوئی آج سے قریباً اسّی برس قبل یہ فرما دیا تھا:۔

"وہ دِن نزدیک ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں۔ کہ دُنیا ایک قیامت کا نظّارہ دیکھے گی۔ اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے۔ اور تمام ہمّت اور تمام خیالات سے دُنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدّت سے مخفی تھے۔ ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا وما کنا معذّبین حتّٰی نبعث رسُولا۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے۔ اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا.......... وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے۔ اور وہ چُپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پُورے ہوتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے، توبہ کرو، تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے، نہ کہ آدمی۔ ا... نہیں ڈرتا، وہ مردہ ہے نہ زندہ۔" (بحوالہ حقیقۃ الوحی ۲۵۰، ۲۵۷)

غرض یہ کہ ان عذابوں کو کسی کے معتقدات سے کچھ تعلق نہیں۔ ا کا تمام تر باعث انسان کی اپنی بد اعمالی اور بدکرداری کی خصلتیں ہیں جو اس کے لئے ایسے عذابوں کی صورت میں

بن کر آتی ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں آپؑ کا حسب ذیل ارشاد ملاحظہ ہو:—

"یاد رہے کہ کفر اور ایمان کا فیصلہ تو مرنے کے بعد ہوگا اس کے لئے دُنیا میں کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا اور جو پہلی اُمتیں ہلاک کی گئیں وہ کُفر کے لئے نہیں بلکہ اپنی شوخیوں اور شرارتوں اور ظلموں کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، فرعون بھی اپنے کفر کے باعث ہلاک نہیں ہوا بلکہ اپنے ظلم اور زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوا، **محض کفر کے سبب اس دنیا میں کسی پر عذاب نازل نہیں ہوتا**، اگر کوئی کافر ہو مگر غریب مزاج اور آہستہ رَو ہو اور ظالم نہ ہو تو اس کے کُفر کا حساب قیامت کے دن ہوگا، **اس دُنیا میں ہر ایک عذاب ظُلم اور بدکاری اور شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ہوتا ہے**۔ اور ایسا ہی ہمیشہ ہوگا، اگر خدا تعالیٰ کی نظر میں لوگ شوخ طبع اور متکبّر اور ظالم اور بے توجہ اور مردم آزار ہونگے **خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ ہندو خواہ عیسائی عذاب سے بچ** نہیں سکیں گے۔

کاش لوگ اس بات کو سمجھیں اور غریب مزاج اور بے شر بن جائیں، خدا تعالیٰ کسی کو عذاب دے کر کیا کرے گا اگر وہ اس سے ڈرتے رہیں۔"

(ایام الصلح صفحہ ۱۰۹ بار اوّل)

چند گذارشات (بقیہ صفحہ ۲)

اور ہمارے سخت کلمات کے مصداق صرف اس زمانہ کے ایسے ہی اشرار ہیں اور متقوین کی مذمت سے ہم بَری ہیں"

(حجۃ النور صفحہ ۲۰۹-۲۱۰)

کیا ان حوالہ جات کے ملاحظہ کے بعد "دردمند مسلمان" صاحب اپنے علماء کرام کو فہمائش کریں گے کہ وہ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں مگر ایسا نہیں ہوگا۔ ؎

کار ذاتی سے ہیں عاجز پاکبازانِ جہاں
اپنے منہ کی گرد پانی آپ دھو سکتا نہیں

ایک بات جسے پڑھ کر ہم حیرت زدہ ہو گئے وہ یہ ہے کہ راقم مضمون فرماتے ہیں کہ مسلمان فرقے خواہ آپس میں کس قدر اختلاف رکھتے ہیں مگر وہ بالاتفاق قادیانیوں کو دائرہ ملت سے باہر کا گروہ سمجھتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ آپ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیں تو آپ لوگوں کا کوئی فرقہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا مگر جب آپ سب مل کر یعنی کافر قرار دینے والے اور کافر قرار پانے والے کسی ایک فرقے کو خارج از اسلام قرار دیں تو وہ فوراً اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یہ منطق ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ ہم "دردمند مسلمان" کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ عالی جاہ جو شخص توحید باری تعالیٰ کے ساتھ رسالت محمدی کا اقرار کرنے والا ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت اسلام سے خارج نہیں کر سکتی۔ ان دونوں باتوں کا اقرار کرنے والے کو اگر ساری دنیا مل کر بھی اسلام سے خارج کرنے کی کوشش کرے تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا یہ وہ حصن حصین ہے جس کو مولویوں کا اتحاد نہیں توڑ سکتا اب رہا نماز جنازہ اور رشتہ کا معاملہ سو گذارش احوال واقعی یہ ہے کہ ... میں بھی پہل آپ کے علماء نے ہی کی ہے۔ ... سے انہوں نے روکا۔ لوگوں کو جنازہ پڑھنے سے انہوں نے روکا۔ رشتہ لینے دینے کے سلسلہ میں انہوں نے روکاوٹیں پیدا کیں۔ ورنہ مرزا صاحب نے ہمیشہ ان کے پیچھے ہی نمازیں پڑھیں ہیں۔ جنازے بھی پڑھتے رہے جب لوگوں نے آپ کو کافر قرار دیا تو حسب فرمان نبی کریم مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ پھر آپ کے پیچھے کیونکر نماز جائز ہو سکتی ہے اگر آج آپ لوگ اپنا فتویٰ واپس لے لیں تو چشم ما روشن دلِ ما شاد والا معاملہ ہو جائے گا ہم نے حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے اصل حقائق پیش کر دیئے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی شخص اپنی ضد سے باز نہیں آتا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلین جرمنی کی تشریف آوری

یہ خبر احباب کرام کے لئے باعث مسرت ہوگی کہ ہمارے محترم بھائی مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ اسلام چند دنوں سے پاکستان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ ۲۴ اگست کو اپنے وطن سیالکوٹ سے مرکز میں تشریف لائے۔ حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ نے نماز جمعہ کے بعد ان کی تشریف آوری کا اعلان فرمایا اور ہمارے مہمان بھائی کو دعوت دی کہ وہ مختصر طور پر اپنی آمد اور یورپ میں اپنے کام پر روشنی ڈالیں۔ چنانچہ وہ مائیک پر تشریف لائے، آپ کی صحت ماشاء اللہ قابلِ رشک ہے۔ آپ نے بتایا کہ برلن مسجد کی رونق میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے، دنیائے اسلام کے طلباء، تاجر اور دیگر اکابر وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہتے ہیں۔ نماز جمعہ کے علاوہ ہفتہ وار اجتماعات میں کافی رونق ہو جاتی ہے۔ اسلامی ممالک کے اہل علم بھائی ہمارے کام کے بہت مداح ہیں۔ خاص کر مصر سے کئی ایک اہلِ علم بھی باقاعدہ تشریف لاتے ہیں اور اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ جس طریق سے ہم اسلام کو پیش کرتے ہیں، وہ نہایت ہی حسین اور مؤثر ہے۔ اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ پہلے ایک اسلامی ملک کے ایک سفیر نے مجھے ٹیلیفون پر ہمارے عقائد و کام کی وضاحت کرنے کے لئے کہا، میں نے کہا کہ یہ بات ٹیلیفون پر بیان کرنا مشکل ہے۔ آپ تشریف لایئے، چائے میرے ہاں نوش فرمایئے۔ چنانچہ وہ تشریف لائے، تو میں نے تفصیل کے ساتھ اپنے عقائد و کام کی وضاحت کی، اس پر وہ انتہائی خوش اور محظوظ ہوئے اور کہا کہ میں انشاء اللہ آپ کی مساعی کے متعلق اپنی حکومت کو مثبت (POSITIVE) رپورٹ بھیجوں گا، ایسا ہی اسلامی ممالک کے اور بھی طلباء اور اہلِ علم اصحاب مسجد میں آکر جب ہمارے خیالات کو سنتے ہیں تو انہیں خوشی ہوتی ہے، کہ اسلام کی جو تصویر ہم پیش کرتے ہیں وہ بہت ہی روشن اور خوش آئند ہے، اس تصویر کو دیکھ کر اور ہمارے خیالات کو سن کر کئی ایک جرمن مسلمان ہو چکے ہیں اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔

نماز جمعہ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے یحییٰ صاحب اور چند احباب کو چائے پر مدعو کیا جہاں یحییٰ صاحب نے جرمنی میں اسلام کی ترقی کی رفتار اور بعض مسلم زعماء کی ہماری تبلیغی مساعی کے بارہ میں کئی دلچسپ واقعات بیان کئے۔ یحییٰ صاحب مکرم کل ہی سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ جہاں آٹھ روز کے بعد واپس جرمنی تشریف لے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

فہرست چندہ دہندگان امدادی فنڈ برائے سیلاب زدگان

سابقہ میزان ۱۸ 8/73 تک جس کی تفصیل شائع ہو چکی ہے	789-00
22 8/73 - ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب پشاور	25-00
23 8/73 - مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور	50-00
" " چوہدری فضل داد صاحب گجرات	10-00
" " سید بیگم صاحبہ بذریعہ چوہدری فضل داد صاحب گجرات	10-00
" " منجانب مرحومہ بیگم چوہدری فضل داد صاحب گجرات	10-00
24 8/73 خان برادرز اینڈ کمپنی کراچی بذریعہ محمد حسن خان صاحب	1000-00
" " ڈاکٹر وحید احمد صاحب، لاہور	100-00
" " چوہدری عبدالحمید صاحب سانگلہ ہل	50-00
" " مرزا حمید الرحمٰن صاحب۔ لاہور	50-00
" " چوہدری غلام رسول صاحب	10-00
" " پروفیسر ڈاکٹر اصغر حمید صاحب لاہور	500-00
" " خواجہ عبدالحمید صاحب (امرتسر والے) لاہور	50-00
" " والدہ صاحبہ ڈاکٹر اصغر حمید صاحب لاہور	50-00
" " ہمشیرہ صاحبہ خواجہ عبدالحمید صاحب لاہور	50-00
" " چوہدری ریاض احمد صاحب (اوکاڑہ والے) لاہور	100-00
" " پروفیسر محمد احمد خان صاحب۔ لاہور	5-00
میزان :—	2859-00

فضل الرحمٰن - 31 8/73

سُورۃ فاتحہ میں صفاتِ الٰہیہ، انسانی عبودیت اور تین قوموں کے افعال و اعمال کا نقشہ

خطبہ جمعہ - مؤرخہ ۲۴ اگست ۱۹۷۳ء - فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب - بمقام جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ فاتحہ پڑھ کر فرمایا :-

اس سُورت کا نام الفاتحہ ہے - فاتحہ کے معنے ہیں کتاب کا دیباچہ، اس میں سات آیات ہیں جن میں قرآن کریم کی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ بیان کیا گیا ہے، اس میں تین قوموں کا ذکر ہے ایک وہ جو خدا تعالےٰ کے احکام کی فرمانبردار ہے، اور اس پر اللہ تعالےٰ کے انعامات نازل ہوئے - دوسری وہ قوم ہے جو اپنے سوائے تمام دنیا کو جہنم کا ایندھن سمجھتی ہے، اس قوم کی رہبری کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنا رسول بھیجا لیکن انہوں نے انکار کیا اور مورد عذابِ الٰہی ہوئے، تیسری قوم وہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو خدائی کے مرتبہ پر بٹھا دیا -

اس سورۃ کا پہلا جُملہ اس قدر جامع ہے کہ اس میں تمام کائنات کی تخلیق اور ربوبیت کا ذکر کیا گیا ہے - فرمایا الحمد للہ ربّ العالمین میں تمام کائنات کا موجد اور پیدا کرنے والا ہوں کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس جملہ سے باہر ہو، آسمان اور اس کے اندر سورج اور قمر ستارے اور سیارے، زمین اور اس کی روئیدگی، پرندے، درندے اور حیوانات اور انسان ان سب کی تخلیق کا اس ایک جملہ میں ذکر موجود ہے، اور صرف تخلیق ہی کا ذکر نہیں، اس ساری کائنات کے قیام اور ربوبیت کا بھی بیان ہے جس میں اللہ تعالےٰ کی قدرت اور بے پایاں احسانات کا ذکر پایا جاتا ہے - انسان کی فطرت میں ہے کہ ہر صاحبِ اقتدار اور محسن کے آگے انسان جھکتا اور اس کی تعریف کرتا ہے - الحمد للہ ربّ العالمین میں اللہ تعالےٰ کی جس بے پایاں قدرت اور احسانات کا ذکر ہے اس کا تقاضا ہے کہ انسان اس کے آگے سربسجود ہو، اس خالق و مالک کے احسانات کو یاد کر کے اس کی تعریف میں رطب اللسان ہو، جس ہستی نے چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک تمام پرندوں، پرندوں، جنگلی جانوروں اور انسان کو نہ صرف پیدا کیا بلکہ ان کی بقا کے لئے ہر قسم کا سامانِ ربوبیت بہم پہنچایا، اس سے بڑھ کر کون عبودیت کے لائق ہو سکتا ہے، یہ اس قدر بدیہی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احسانات کا خیال کرتے ہی بے اختیار انسان کے منہ سے نکلتا ہے الحمد ربّ العالمین - یہ نہیں فرمایا قل الحمد للہ ربّ العالمین - جیسے سورۃ اخلاص کے شروع میں قل کا لفظ ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کے احسانات کے پیشِ نظر انسان فطرتاً اس کی تعریف کرنے کے لئے خود بخود آمادہ ہوتا ہے - انسان کو اللہ تعالےٰ نے عقل و فہم عطا کیا ہے وہ جُوں جُوں کائنات کا مطالعہ کرتا ہے اس کی فطرت بول اُٹھتی ہے الحمد للہ ربّ العالمین - تمام محامد اس ذات پاک کے لئے ہیں، جس کے اندر ساری اعلیٰ درجہ کی صفات موجود ہیں اور وہ بلا امتیاز ساری دنیا کی ربوبیت کے سامان بہم پہنچاتا ہے - سُورج کی روشنی اور گرمی سے کیا پھل اور پھُول اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، جن سے ساری دنیا غریب اور امیر یکساں طور پر متمتع ہوتے ہیں، بارش اور ہوا سب دُنیا کے لئے ہے - اس سے اللہ تعالےٰ کی ربوبیت عامہ کا پتہ لگتا ہے - پھر اس کے سوائے اور کون ہے جو تعریف کے قابل ہو -

دوسری صفت ہے الرّحمٰن، الرّحمٰن کا مطلب ہے بلا مطالبہ اور بلا معاوضہ احسان کرنے والا، ایک جگہ فرمایا الرّحمٰن علم القرآن، خلق الانسان علمہ البیان - یہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے کہ اسی نے انسان کی روحانی تربیت کے لئے قرآن نازل فرمایا، اس نے انسان کو پیدا کر کے اسے قوّتِ بیانی عطا کی، یہ انسان کے کسی فعل اور اس کی محنت اور کوشش کا نتیجہ نہیں - خدا تعالیٰ بلا معاوضہ ساری دُنیا کے لئے ہر قسم کا سامان بہم پہنچاتا اور ہر ضرورت کو پُورا کرتا ہے، انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحمانیت سے حصہ لے، تخلقوا باخلاق اللہ [عہ] ہم دن میں پانچ مرتبہ نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت اور رحمانیت کو دوہراتے ہیں چاہیئے کہ منہ سے دوہرانے کے ساتھ ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں -

عہ خدا تعالےٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو

اس کے بعد فرمایا الرّحیم - انسان ایک دانہ زمین میں بوتے تو اس سے ستر دانے پیدا ہوتے ہیں - ایک نیکی کرے تو ستّر گنا ثواب ملتا ہے - انسان کو خود بھی اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کرنا چاہیئے کہ دوسروں کے کام آئے اور حاجتمندوں کی امداد کو اپنا زادِ عمل بنائے -

اس کے بعد فرمایا مالک یوم الدین وہ مالک ہے کہ انسانی اعمال پر جزا و سزا مترتب کرے، مالک یوم الدین نہیں کہا، کیونکہ اللہ تعالےٰ بادشاہ ہی نہیں مالک ہے - چاہے تو انسان کے سارے گناہ بخش دے - مالک کو اپنی ملکیت سے محبت ہوتی ہے - کوئی شخص بکری یا گھوڑی خریدتا ہے وہ اس کا مالک ہے اور نہیں چاہتا کہ اسے کسی قسم کا گزند پہنچے - اللہ تعالےٰ کو بھی منظور نہیں کہ اس کی مخلوق میں کوئی بگاڑ پیدا ہو وہ انسان کا بگڑنا پسند نہیں کرتا، وہ فرماتا ہے میں ربّ ہوں، رحمان ہوں، رحیم ہوں اور پھر مالک بھی ہوں، یہ پسندیدہ امر نہیں کہ انسان ان صفات کو سامنے رکھتے ہوئے غلط رستہ اختیار کر لے اور بگڑ جائے

ان صفاتِ حسنہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ایّاک نعبد و ایّاک نستعین ان صفات کو سامنے رکھتے ہوئے بے اختیار انسان کے منہ سے نکلتا ہے اے مالک اے ربّ رحمٰن اور رحیم خدا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی احکام کو بجا لاتے اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں - میں صرفی نحوی بحثوں میں پڑنا نہیں چاہتا لیکن اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایّاک نعبد و ایّاک نستعین کے بجائے نعبدک و نستعینک بھی کہا جا سکتا تھا - لیکن اس سے وہ مفہوم پیدا نہیں ہوتا جو ایّاک کا لفظ پہلے لانے سے پیدا کرنا مقصود ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور صرف تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں - اس میں حصر کر دیا گیا ہے کہ خدا کے سوائے کسی دوسرے کی نہ عبادت کی جائے اور نہ کسی دوسرے سے مدد طلب کی جائے یہ کمال اس کتاب کا ہے اس میں انسانی فطرت کا نقشہ کھینچا ہے کہ خدا کے سوائے کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، کسی پیر پیغمبر سے ہم دُعا نہیں کرتے - کسی کو عبادت کے لائق نہیں سمجھتے، اے خدا صرف تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں - یہ ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو کسی بھی رنگ میں معبودیت کے مقام پر نہیں دکھایا یہاں تک کہ فرمایا لاتجعلوا قبری وثناً میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا اور فی الواقعہ کوئی شخص آپؐ کی قبر کے آگے جھک بھی نہیں سکتا، وہاں سپاہی ڈنڈا لے کر کھڑا ہے - اور کسی کی مجال نہیں کہ سر جھکا سکے - افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس تعلیم کو بھلا دیا ہے اور آج ہر خانقاہ کی پُوجا ہوتی ہے - سیالکوٹ میں امام صاحب کا مقبرہ ہے جہاں لوگ حاجت براری کے لئے جاتے ہیں - لاہور میں داتا گنج بخش کی خانقاہ اور کئی اور خانقاہیں بھی خود رفع حاجات کا مرکز بنی ہوئی ہیں، ایسا ہی حال سارے پاکستان اور ہندوستان کا ہے - کتنی ہی قبریں مشرق اور مغرب میں ہیں جن کی پُوجا ہوتی ہے علاوہ ازیں کوئی سُورج پرست ہو گیا اور کوئی قبر پرست، ایک ہی بات ہے، مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ خدا کے سوائے کسی اور سے حاجت براری کی التجا کرے -

اس کے بعد فرمایا اھدنا الصراط المستقیم اے اللہ ہم سب مشرق سے ہوں یا مغرب سے، مرد ہوں یا عورت مل کر التجا کرتے ہیں کہ ہم کو صحیح رستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیجئے - صراط الذین انعمت علیھم وہ راہ جس پر انبیاء و صلحاء چلے اور ان پر نعمتیں اتریں، ان کی موٹی موٹی صفات اللہ اور رسُول صلعم نے بیان کی ہیں کہ وہ راستباز اور پاکباز انسان تھے - خدا کے حکموں پر چلنا اور مخلوق کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا ان کا کام تھا، اس کے لئے تڑپ ہونی چاہیئے اور دلی تڑپ کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے کہ ان انعام یافتہ لوگوں کی سیدھی راہ پر ہمیں چلایا جائے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ان لوگوں کی راہ سے بچایا جائے جن پر غضب الٰہی نازل ہوا، اور ان لوگوں کی راہ سے بھی جنہوں نے غلو اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا، ان مختصر فقرات میں تین قوموں کا ذکر ہے، ایک وہ قوم ہے جس نے رسول کریم صلعم کی اطاعت اختیار کی اور انعامات الٰہی کی وارث ہوئی، دوسری وہ قوم جس نے رسول کا انکار کر کے اپنے سوائے تمام دنیا کو جہنمی قرار دیا اور غضب الٰہی کی مورد ٹھہری یعنی یہودی قوم اور تیسری عیسائی قوم جس نے خدا کے ایک نبی کو خدا کا بیٹا بنا کر غلو اور گمراہی کا رستہ اختیار کیا -

ہمارے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سب سے نرالی ہے، جنہوں نے اپنی ذات کو نظر انداز کر کے اپنے آپ کو عبدہٗ و رسولہٗ فرمایا یعنے خدا کا بندہ اور اس

محمد صالح نور

حاصلِ مطالعہ

راہِ وفا میں صادقوں پر کیا کیا گذری!

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما (حضرت مسیح موعودؑ)

—— **قرآن پاک** میں اللہ تعالےٰ نے نہایت حسرت کے ساتھ صادقوں اور راستبازوں کے ساتھ بدسلوکی، تمسخر اور استہزاء کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے :—

"یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ" (یٰسٓ ۳۰)

"وائے افسوس ان بندوں پر کہ جب بھی ان کے پاس خدا تعالےٰ کا کوئی فرستادہ آتا ہے تو وہ اس سے تمسخر کرتے ہیں۔"

—— **انبیاء کی تاریخ** حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمارے سامنے موجود ہے، کون کون سا دُکھ تھا جو انہیں نہیں دیا گیا۔ کن کن مشکلات اور مصائب سے انہیں دو چار نہ ہونا پڑا۔ اور کون کون سے شدائد اور محن تھے جن سے وہ گذرے ہوں، حق کے مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ وہ اللہ کے اس نور کو بجھا دیں مگر "وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ" خدا تعالیٰ ہر مرتبہ اپنی اس شمع کی حفاظت باوجود مخالفت کی تند و تیز آندھیوں کے کرتا رہا اور حسبِ وعدۂ ایزدی "کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ" خدا تعالیٰ کا پیغام اور اس کا پیغامبر کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوتے رہے۔

—— **لاہور کا ایک مؤقر ہفت روزہ** ہمارے سامنے ہے جس کی حالیہ اشاعت میں مندرجہ ذیل سطور پڑھتے ہی قلب و نظر کا سکون عنقا ہوگیا اور دِل سے یہ صدا اُٹھی کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ جب بھی نیکی اور تقویٰ کا علم لے کر کوئی حق و صداقت کے کربلا میں اُترا اُسے مصلوب کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا اور قربان جائیں ان برگزیدوں کے کہ کس بشاشت قلبی سے ان مخالفت کے طوفانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے اور بالآخر ہر بار ہر مرتبہ انہیں فتح ہوئی اور آسمان سے "جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ" کی صدا کے ساتھ حق کے مدِ مقابل آنے والے تمام سرنگوں کر دیئے گئے۔ ہفت روزہ مذکور پاک و ہند میں **اولیاء اللہ** کے ساتھ مسلمانوں کے سلوک کا یوں نقشہ پیش کرتا ہے :—

"**(۱) مجدد الف ثانی (علیہ الرحمۃ)**

انہیں کن لوگوں نے قید کیا؟ مجرم کون تھے سب مسلمان .... کسی خانقاہ یا مسجد سے ان کے حق میں آواز اُٹھی -؟ ہرگز نہیں۔

(۲) شاہ ولی اللہ (علیہ الرحمۃ)

...... ان کے خلاف عصری علماء نے جو دلی مرحوم اور اس کے قرب و جوار میں تھے ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کیا، کیا کیا آزار نہیں پہنچائے؟ کتنے مسلمان تھے جو ان کی مدد کے اس سب سے بڑے مسلمان کی پُشت پناہی کو نکلا؟

(۳) شاہ عبدالعزیز، شاہ ولی اللہ کے فرزند سب سے بڑے محدث اور قرآن و سُنت کی تصویر تھے ان کے خلاف دلی کے عُلماءِ سُو نے جمہور المسلمین کو اس قدر بھڑکایا کہ ایک فرزندِ اسلام نے ان کے بدن پر چھپکلی کا تیل مل دیا۔

(۴) سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید اپنی مختصر جماعت کے ساتھ کن لوگوں کی غداری اور کن ہاتھوں کی سیہ کاری سے مارے گئے .... سب کے سب سکھوں کے دست و بازو اور بفضلہٖ تعالےٰ مسلمان! انگریزوں نے شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر گولہ باری کی تو یہ اس کی فوج میں تھے۔"

—— مندرجہ بالا **مجددین اور مصلحین** کے بعد **حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام** "**مجدد صدی چہاردہم**" کو بعینہٖ انہی حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا، کُفر کے فتوے لگائے گئے، مخالفت کے پہاڑ آپ کے رستہ میں حائل ہو گئے، آپ فرماتے ہیں کہ میں تو ہر وقت میدانِ کربلا میں کھڑا ہوں؎

کربلائیست سیرِ ہر آنم
صد حسینؑ است در گریبانم

مگر چُونکہ اللہ تعالیٰ کا حسبِ سابق آپ سے یہ وعدہ تھا کہ "اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ" **کہ جو بھی تیری توہین کے لئے کمربستہ ہوگا میں اس کو ذلیل و رُسوا کرنے کے لئے زمین پر اُتر آؤں گا۔** حضرت مرزا صاحب نے نہایت وضاحت سے اس امر کو بیان فرمایا ہے کہ صادقوں اور راستبازوں کو کس کس قسم کے مصائب اور آلام سے سابقہ پڑتا ہے اور پھر کس طرح ان مخالفت کی تند و تیز آندھیوں میں وہ خدا تعالےٰ کے آستانہ پر جُھک کر اپنی ہستی کو فنا کر دیتے اور پھر حیاتِ ابدی کے وارث قرار پاتے ہیں۔ آپ کی تحریر کا ایک ایک فقرہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے صداقت کے علمبرداروں کے ساتھ دنیا والوں کا سلوک اور پھر خدا تعالےٰ کی معیت کا یوں نقشہ بیان فرمایا ہے:—

"دُشمن کہتا ہے کہ بہتر ہو کہ یہ شخص ذلّت کے ساتھ ہلاک ہو جائے اور حاسد کی تمنّا ہے کہ اس پر کوئی ایسا عذاب پڑے کہ اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے لیکن یہ سب لوگ اندھے ہیں اور عنقریب ہے کہ ان کے بد خیالات اور بد ارادے انہیں پر پڑیں۔ اس میں شک نہیں کہ **مفتری بہت جلد تباہ ہو جاتا ہے** اور اس کا انجام نہایت ہی بد اور قابلِ عبرت ہوتا ہے لیکن جو صادق اور اس کی طرف سے ہیں وہ مر کر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا ہاتھ ان پر ہوتا ہے اور سچائی کی رُوح ان کے اندر ہوتی ہے۔ اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جاویں اور چاروں طرف سے ان پر لعن و طعن کی بارشیں ہوں اور ان کے تباہ کرنے کے لئے سارا زمانہ منصوبے کرے تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے، کیوں نہیں ہوتے؟ **اس سچے پیوند کی برکت سے جو ان کو محبوب حقیقی کے ساتھ** ہوتا ہے۔ خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے، مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جاویں مگر اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں ہر ایک جوہر قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اوّل صدمات کا تختۂ مشق ہوتا ہے، مثلاً اس زمین کو جب کسان کئی مہینہ تک اپنی قلبہ رانی کا تختۂ مشق رکھتا ہے اور ہل چلانے سے اس کا جگر پھاڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین جو پتھر کی طرح سخت اور درشت معلوم ہوتی ہے سُرمہ کی طرح پس جاتی ہے اور ہوا اس کو اِدھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہے اور پریشان کرتی رہتی ہے اور بہت ہی خستہ شکستہ اور کمزور معلوم ہوتی ہے اور ایک انجان سمجھتا ہے کہ کسان نے چنگی بھلی زمین کو خراب کر دیا ہے اور بیٹھنے اور لیٹنے کے لائق نہ رہی لیکن اس دانا کسان کا فعل عبث نہیں ہوتا وہ خوب جانتا ہے کہ اس زمین کا اعلیٰ جوہر بجز اس درجہ کی کوفت کے نمودار نہیں ہو سکتا اسی طرح کسان اس زمین میں بہت عمدہ قسم کے دانے تخم ریزی کے وقت بکھیر دیتا ہے اور دانے خاک میں مل کر اپنی شکل اور حالت میں قریب قریب مٹی کے ہو جاتے ہیں اور ان کا وہ رنگ و رُوپ سب جاتا رہتا ہے، لیکن وہ دانا کسان اس لئے ان کو مٹی میں پھینکتا ہے کہ وہ اس کی نظر میں ذلیل ہیں؟ نہیں بلکہ دانے اس کی نظر میں نہایت ہی بیش قیمت ہیں بلکہ وہ اس لئے ان کو مٹی میں پھینکتا ہے کہ ایک دانہ ہزار ہزار دانہ ہو کر نکلے اور وہ بڑھیں اور پھولیں اور ان میں برکت پیدا ہو اور خدا کے بندوں کو نفع پہنچے۔ **پس اس طرح وہ حقیقی کسان بھی اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے** اور لوگ ان کے اوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کچلے جاتے ہیں اور ہر ایک طرح سے ان کی ذلت ظاہر ہوتی ہے تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل پر ہو کر نکلتے ہیں اور ایک عجیب رنگ اور شکل پر آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے **یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنّت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ تا ان موتیوں کے وارث ہوں کہ جو دریائے وحدت کے نیچے ہیں** اور وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ جلائے جائیں بلکہ اس لئے کہ تا خدا تعالےٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں اور ان سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور لعنت کی جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے ہیں اور دُکھ دیئے جاتے ہیں اور طرح طرح کی بولیاں ان کی نسبت بولی جاتی ہیں اور بدظنیاں بڑھ جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ بہتوں کے خیال و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ سچے ہیں بلکہ **جو شخص ان کو دُکھ دیتا ہے اور لعنتیں بھیجتا ہے وہ اپنے دِل میں خیال کرتا ہے کہ بہت ہی ثواب کا کام کر رہا ہے۔** پس ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور اگر اس برگزیدہ پر بشریت کے تقاضا سے کچھ قبض طاری ہو تو خدا تعالےٰ اس کو ان الفاظ میں تسلّی دیتا ہے کہ صبر کر جیسا کہ پہلوں نے صبر کیا اور فرماتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں پس

ایک ربوی معترض کے خط کا جواب

پیغام صلح کی چند سابقہ اشاعتوں میں میاں غلام حیدر صاحب تمیم کا مضمون بعنوان "امام جماعت ربوہ کے خطبہ پر ایک نظر" شائع ہو چکا ہے اس پر میاں صاحب ممدوح کو ربوہ سے ایک صاحب کا حسب ذیل خط موصول ہوا ہے :—

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلیٰ عبدہ المسیح موعود
مکرم میاں غلام حیدر صاحب تمیم ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔

آپ اپنے مضمون "امام جماعت ربوہ کے ایک خطبہ پر نظر" کی قسط دوم شائع شدہ پیغام صلح مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۷۳ء میں لکھتے ہیں :—

" حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد وقت، اور مسیح موعودؑ جن کو نبی بنانے کے لئے پاپڑ بیلے جا رہے ہیں انہوں نے کبھی خاتم النبیین کے معنے نبیوں کے ختم کرنے والا کے سوا نہیں کئے " (پیغام صلح ص۲ کالم ۱)۔

میں آپ کو حضرت صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی کا ایک اقتباس لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ آپ ٹھنڈے دل سے اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر اس کو پڑھیں پھر دیکھ لیں کہ آپ کا بیان کس حد تک درست ہے۔ حوالہ از حقیقۃ الوحی

" اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے "

محترم، غور کریں کہ آپ کا یہ فقرہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم النبیین کے معنے نبیوں کا ختم کرنے والا کے سوا نہیں کئے کہاں تک درست ہے۔

والسلام ۔ خاکسار حامد محمود

اس خط کے جواب میں میاں صاحب موصوف کی طرف سے حسب ذیل مقالہ ہدیۂ قارئین کرام ہے۔ (ایڈیٹر پ ص)

مکرمی حامد محمود صاحب سلمہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ لیکن تعجب ہے کہ آپ نے اپنا ایڈریس تحریر نہیں کیا۔ لفافہ پر مہروں سے صرف یہ پتہ ملتا ہے کہ خط ربوہ کے ڈاکخانہ میں سپرد ڈاک کیا گیا۔ اگر آپ اپنا پتہ تحریر کر دیتے۔ تو میں آپ کے خط کا جواب آپ کو براہ راست ارسال کرتا۔ اب مجبوراً جواب اخبار میں شائع کروا رہا ہوں۔

میں نے اپنے مضمون بعنوان "امام ربوہ کے ایک خطبہ پر نظر" میں یہ عرض کی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم النبیین کے الفاظ کے معنے ہمیشہ آخری نبی ہی کئے ہیں اور ان سے ہمیشہ سلسلہ نبوت کا ختم ہونا ہی مراد لیا ہے۔ جس پر آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب حقیقۃ الوحی سے ایک اقتباس جس کو بعد میں نقل کروں گا، تحریر کر کے میرے مذکورہ بالا موقف کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر آپ نے میرا مضمون بغور مطالعہ کیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ میں نے حضرت صاحب کے اس اقتباس کے پیش نظر انہیں کے مفہوم کی باوضاحت تشریح کی تھی۔ اگر آپ اس پر غور کرتے تو ضرور حضرت صاحب کی یہ تحریر آپ پیش نہ کرتے۔ بہرحال آپ کے پیش کردہ حوالہ کے متعلق حسب ذیل مزید عرض کرتا ہوں :—

خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہی ہیں۔ جس کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئیگا حضرت مسیح موعودؑ نے یہی معنے کئے ہیں اور ان الفاظ سے حضور نے رسول کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت کا ختم ہونا ہی مراد لیا۔ خاتم کے معنے آخری ہیں۔ گو خاتم کے معنے مُہر بھی ہیں۔ لیکن "جب خاتم کا لفظ کسی قوم کی طرف مضاف ہو۔ تو اس کے معنے صرف آخری ہوتے ہیں" حضرت مسیح موعودؑ نے لفظ خاتم یعنی مہر سے لطیف اور پُر حکمت استدلال کر کے اپنے مخالفین کے اس اعتراض کو رد کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے ان کے بعد سلسلہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ بھی بند ہے بلکہ ثابت کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم کی مُہر یعنی فیض سے یہ سلسلہ مکالمہ الٰہیہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

چنانچہ حضرت صاحب اپنی اسی کتاب حقیقۃ الوحی کے ابتداء میں ہی یہ ذکر کرتے ہیں کہ :—

" وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے وہ صاحب خاتم ہے کہ بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجز اس کے کوئی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے اُمت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور ان پر وحی کا دروازہ (وحی ولایت ناقل) جو حصول معرفت کی جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی (مکالمہ الٰہیہ۔ ناقل) آپ کی پیروی سے ملے۔ اور جو شخص امتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوگی۔ کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے۔ ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدیؐ سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات و مخاطبات کے دروازے کھلے رہیں" (حقیقۃ الوحی ص ۲۷-۲۸)

حضرت مسیح موعودؑ کی مندرجہ بالا تحریر آپ کے پیش کردہ اقتباس کی پوری تشریح ہے اور اس سے حضرت رسول کریمؐ کی مہر کی حقیقت بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت صاحب کی اس تحریر سے ظاہر ہے :-

(۱) حضرت رسول کریم کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی مستقل یعنی حقیقی نبی نہیں آ سکتا۔ اور آپ آخری نبی تھے۔

(۲) خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں۔ کہ نبوت ختم ہونے کے بعد سلسلہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ بھی بند ہو گیا۔

(۳) یہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ یا وحی ولایت کا شرف صرف حضرت رسول کریم کی مُہر (فیض) سے ہی ان اشخاص کو مل سکتا ہے جو رسول کریم کے سچے پیرو ہوں۔ یہ اشخاص اس اُمت میں اولیا اور محدثین ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس اُمت میں ولایت سے اُوپر کوئی رتبہ نہیں۔

(۴) حضرت رسول کریم صلعم کی مُہر یا فیض سے ایک شخص "امتی نبی" ہو سکتا ہے حقیقی نبی نہیں ہو سکتا اور جو امتی ہے وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ اولیائے اُمت اور محدثین ہی امتی نبی ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب فرماتے ہیں:

"ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے۔ اُمتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)۔ نیز علماء اُمت یعنی اولیاء اللہ بھی امتی نبی ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳ میں تحریر کرتے ہیں "اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ عُلما اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔ یعنے میری اُمت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں بھی علماء ربانی کو ایک طرف امتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے"

(۵) حضرت رسول کریمؐ کی اس مہر سے ظلی نبی ہو سکتے ہیں "ظلی نبی" سے محض فیض محمدیؐ (مُہر) سے وحی پانا مراد ہے۔ اور وہ قیامت تک باقی رہے گا۔" اصل مضمون میں میں نے عرض کی تھی۔ کہ حضرت صاحب نے ولایت کو ظلی نبوت قرار دیا ہے۔ اور صوفیائے کرام کے نزدیک بھی ولی ظلی نبی ہوتا ہے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت (مُہر یا فیض) نے قیامت تک یہی چاہا۔ کہ مکالمہ مخاطبہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔"

حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضور خاتم النبیین سے مراد نبیوں کے ختم کرنے والا ہی لیتے ہیں، اور اس سے حضرت رسول کریم صلعم کی مُہر کی حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ اس سے حضور کی قوت قدسی اور فیض مراد ہے۔

. . . .

جس کے طفیل حضرت رسولِ کریم صلعم کا سچا پیرو مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور یہ اشخاص اولیاء اللہ اور محدثین ہوتے ہیں۔ جن کو ظلی اور اُمتی نبی بھی کہا جا سکتا ہے۔ یعنی حضورؐ کی مُہر سے نبی نہیں بنتے بلکہ اولیاء کرام اور محدثین ہی بنتے ہیں۔ اسی مضمون کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی آخری کتاب میں زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے فرماتے ہیں:۔

"جس طرح قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتا ہے؟

"میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے۔ جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ ہے کہ سچا پیرو آپ کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۱۶)

ان الفاظ سے حضور نے بتا دیا ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلعم کی سچی پیروی اور اتباع سے حضورؐ کی مُہر یعنی فیض اور طاقت سے ایک شخص مقامِ ولایت پر پہنچ جاتا ہے، مقامِ نبوت پر نہیں۔

اب آپ اپنے تحریر کردہ اقتباس کے الفاظ پر غور کریں۔ وہاں بھی یہی مضمون اختصار سے حضرت مسیح موعودؑ نے بیان کیا ہے۔ چونکہ آپ نے یہ اقتباس اغلباً حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب سے نقل نہیں کیا۔ آپ اس کے ضروری الفاظ چھوڑ گئے ہیں۔ میں نے اب ان کو آپ کے حوالہ کے ساتھ پورا کر دیا ہے اور کشیدہ کر دیا ہے۔ تاکہ آپ اپنے تحریر کردہ اقتباس اور حضرت مسیح موعودؑ کے پورے الفاظ میں فرق کر سکیں۔

" اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کے افاضہ کمال کے لئے مُہر دی ہے۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں۔ کہ عُلماءُ اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل یعنی میری اُمت کے عُلماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔"

حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں اسی مُہر کا ذکر کیا ہے جس کا ذکر اُوپر آ چکا ہے۔ چونکہ آپ کی مُہر یعنی فیض سے مکالمہ و مخاطبہ یعنی ولایت اور محدثیت کے مدارج مل سکتے ہیں اس لئے آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ یہاں یہ نہیں کہا کہ آپ آخری نبی نہ تھے۔ بلکہ یہاں خاتم کے لفظ کا دوسرے پہلو کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت رسُولِ کریم کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے نہ کہ نبی بناتی ہے۔ یہ کمالاتِ نبوت اولیاءِ کرام کو ہی دیئے جاتے ہیں۔ گو یہ اولیاءِ کرام نبی نہیں ہوتے۔ لیکن یہ نبیوں کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں۔ اور اپنے اندر پُورے طور پر کمالاتِ نبوت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت صاحب ان کے متعلق فرماتے :۔

"یعنی اولیاء کے ساتھ اس اُمت میں سلسلہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ تو جاری ہے۔ اور ان کو انبیاء کے رنگ میں رنگین کیا جاتا ہے۔ مگر وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے۔" (مواہب الرحمٰن)

پھر فرماتے ہیں کہ:

"اگر بابِ نبوت مسدُود نہ ہوتا تو یہ (اولیاء) نبی ہوتے۔"

انہی اولیاء کے متعلق یہ بھی تحریر کیا ہے:۔

" اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ لذیذ اور بلیغ کلام کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اور بعض اسرار پر انہیں اطلاع دیتا ہے، اور بعض خبروں سے انہیں واقف کرتا ہے۔ اور ان کو نبیوں کا علم اور نبوت کا نُور اور نبیوں کی بصیرت اور نبیوں کے معجزات عطا فرماتا ہے۔" (تحفۂ بغداد صفحہ ۳)

یہ کمالاتِ نبوت ہیں۔ جو حضرت رسولِ کریم صلعم کی پیروی اور اتباع سے اولیاء کرام کو حاصل ہوتے ہیں۔ ان کمالات کو حاصل کرنے سے وہ نبی نہیں بن جاتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو لفظ نبی تراش سے مغالطہ ہوا ہے۔ کہ اس سے نبی بنانا مراد ہے۔ حضرت مسیح موعود کا "نبی تراش" سے "نبی گر" ہونے کا مطلب نہیں ہے۔ بلکہ اُن لوگوں کو جو آپ کی سچی پیروی اور اتباع کرتے ہیں نبیوں کی صفات میں تراشنا ہے۔ اور ان کو نبیوں کے رنگ میں رنگین کرنا مراد ہے۔ یہی کمالاتِ نبوت بخشنا ہوتا ہے۔ جہاں تک حقیقی نبوت کا تعلق ہے وہ موہبت ہے۔ اور نبی بنانا خدا کا کام ہے۔ یہ کام کسی اِنسان کے سپُرد نہیں ہو سکتا۔

آپ کے اقتباس کے آخری الفاظ جو آپ حذف کر گئے تھے "یہی معنے اس حدیث کے ہیں، علماءُ اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے" نے حضرت رسولِ کریم صلعم کی مُہر اور نبی تراش کی حقیقت قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کی مُہر سے عُلماء ربانی بنتے رہیں گے۔ جو بنی اسرائیل کے مثیل ہوں گے۔ اور حضرت رسولِ کریم صلعم کی مُہر سے وہی نبوت ملے گی جو اولیاء کرام اور محدثین کی ظلی، بروزی، جزوی، اُمتی، مجازی نبوت ہے۔

غرضیکہ آپ کے پیش کردہ حوالہ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود نے خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہیں کئے۔ یہاں آپ نے صرف خاتم النبیین کے لفظ خاتم بمعنی مُہر کے دُوسرے پہلو کو بیان کیا ہے۔ کہ حضرت رسُولِ کریم کی مُہر یعنی فیض سے اس اُمت میں مکالمہ مخاطبہ جاری ہے، جو ان کی سچی پیروی اور اتباع سے حاصل ہوتا ہے یعنی ان کی مُہر سے۔ جس کی طفیل اس اُمت میں ہزارہا اولیاء ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

خاتم النبیین کے معنے آخری نبی نہ ہونے کا جواز آپ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک مشتبہ تحریر سے لے رہے ہیں۔ حالانکہ میں نے حضرت صاحب کی تمام مشہور و معروف تصانیف کے حوالوں سے دکھلایا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ ہمیشہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہی کرتے تھے لیکن آپ نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ آپ کی کتاب، حقیقۃ الوحی سے میں نے چار مختلف جگہوں سے حضور کی محکم تحریرات درج کی تھیں۔ جن میں حضرت صاحب نے صاف الفاظ میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہی کئے تھے۔ اسی کتاب میں بیسیوں اور مقامات پر ان الفاظ کے یہی معنے کئے ہیں۔ جو طوالت کی وجہ سے درج نہیں کرتا۔ صرف ایک ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

" بے شک حدیثوں میں مسیح موعود کے ساتھ نبی کا نام موجود ہے۔ مگر ساتھ اس کے اُمتی کا نام بھی موجود ہے۔ اور اگر موجود بھی نہ ہوتا۔ تو مقاصد مذکورہ بالا پر نظر کرکے ماننا پڑتا۔ کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آوے۔ کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے۔" (صفحہ ۲۹)

حضرت صاحب نے کس وضاحت سے ختم نبوت کے معنے نبوت کے بند ہونے کے اس کتاب میں کئے ہیں آپ کیسے توقع کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کی ایسی واضح تحریروں کے بعد وہ سُلطان القلم اپنی اسی کتاب میں خاتم النبیین کے کوئی اور معنے کرکے بات کو مشتبہ کر دیتے۔ یہی صحیح ہے۔ کہ حضرت صاحب نے خاتم النبیین کے اصل معنے ہمیشہ آخری نبی ہی کئے ہیں۔

آخر میں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ میرے اس خط کے ساتھ میرے سابقہ مضمون کی تینوں قسطوں کا پھر بغور مطالعہ کریں۔ آپ پر انشاء اللہ تعالیٰ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ بصیرت عطا کرے۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۔)

کا رسول۔ انہوں نے فرمایا لاتجعلوا قبری وثنا۔ دیکھو خبردار رہو میری قبر کو ہرگز بُت نہ بنانا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر روز پانچ نمازوں میں ساری قوم آپؐ پر درود بھیجتی ہے، اور آپ کے درجات بلند ہوتے جا رہے ہیں۔ کئی کروڑ مسلمان مشرق اور مغرب سے درود بھیج کر آپ کے مراتب کی بلندی کی دعا کرتے ہیں، اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و بارک وسلم علیہ۔

حاصلِ مطالعہ

(بسلسلہ صفحہ ۔)

پس وہ صبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امر مقدر اپنی مدت مقررہ تک پہنچ جاتا ہے۔ تب غیرت الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلی میں اعداء کو پاش پاش کر دیتا ہے۔"
(الحکم ۱۷ مارچ ۱۸۹۸ء)

دللہ درالقائل ؎

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

شیخ عبدالحق صاحب مبلغ اسلام کراچی

{چند پرانی یادیں}

حضرت مفتی اعظم مولانا مولوی کفایت اللہ صدر جمعیت العلمائے ہند نے

جماعتِ قادیان کے ساتھ ختمِ نبوت پر مباحثہ کے لئے مجھے اپنا نمائندہ بنایا۔

اغلباً ماہ مئی ۱۹۲۵ء کے ابتدائی ایام ہوں گے۔ کہ دوپہر کے وقت جب میں کھانا کھانے سے فارغ ہوا تو انجمن انصار المسلمین نئی دہلی کے سیکرٹری جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب مع مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب جو مرکزی جمعیت العلماء ہند کے سرکردہ علماء میں سے تھے۔ میرے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ مولانا موصوف نے مجھے ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت مفتی صاحب نے مجھے بلایا ہے۔ میں نے مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب سے طلبی کی وجہ دریافت کی۔ تو مولانا نے فرمایا۔ کہ آپ فی الفور چلیں وجہ معلوم ہو جائے گی۔ جلدی کا معاملہ ہے اور نماز ظہر میں ابھی کافی وقت ہے۔ چنانچہ میں مولانا موصوف کے ساتھ ہو لیا۔ اور وہ مجھے جملہ سوکا والان کی مسجد جامع کے ہال کمرے میں جو چھت پر واقع تھا لے گئے۔

وہاں میں نے دیکھا کہ ہال میں ایک طرف منبر کے قریب قادیانی جماعت کے ممبر بڑی بڑی کتابوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف دہلی کے سرکردہ علماء مع حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث مفتی اعظم مولانا مولوی کفایت اللہ صدر جمعیت العلمائے ہند اور مولانا مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلمائے ہند تشریف فرما ہیں۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد قادیانیوں سے ختم نبوت پر گفتگو شروع کرنے کے لئے مولانا احمد سعید صاحب کو بطور مباحثہ منتخب کیا گیا۔ قادیانی جماعت نے اپنے مباحث کا نام مولوی عمرالدین صاحب بتایا۔ جب قادیانیوں نے علمائے اسلام کی جانب سے مناظر کا نام دریافت کیا۔ تو جناب مولانا مولوی احمد سعید صاحب نے میرے نام کا اعلان کیا۔

قادیانی جماعت کا اعتراض اور اس کا جواب۔

مولوی عمرالدین صاحب نے مولانا مولوی احمد سعید صاحب کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ شیخ عبدالحق صاحب تو احمدی جماعت کے ممبر ہیں۔ احمدیوں میں مسائل کے بارے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر میں اس وقت احمدی جماعت کے کسی فرد کے ساتھ گفتگو "ختم نبوت" پر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اس لئے علمائے کرام کو اپنا نمائندہ ایسا منتخب کرنا چاہیئے جس کا جماعت احمدیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔

....

میری طرف سے جواب

اس پر میں نے صاحب صدر سے اجازت لے کر قادیانیوں کو بالعموم اور مولوی عمرالدین صاحب کو بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے خطاب کیا۔ کہ علمائے اسلام نے حضرت مرزا صاحب پر اس لئے کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا کہ علماء کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے ان کا دعویٰ نبوت ثابت ہے۔ خوش قسمتی سے آج کا دن خدا تعالیٰ نے ختم نبوت پر مباحثہ کا اس لئے مقرر کیا ہے کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے ساتھ ساتھ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی اصل حقیقت بھی علمائے کرام کے سامنے آ جائے اور اگر میں حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کاذب مردود کافر ہے تو ہمارے حضرات علمائے کرام یقیناً یقیناً اپنے فتویٰ سابقہ پر غور کریں گے۔

قادیانی جماعت کا جواب

قادیانیوں نے میری اس درخواست کا جواب یوں دیا۔ کہ آج ان کا مباحثہ "ختم نبوت" پر علمائے اسلام کے ساتھ ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ نہیں اور جماعت لاہور کو قادیانی اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ تھوڑا سا اختلاف جو دونوں جماعتوں میں پایا جاتا ہے قادیانیوں کے نزدیک نزاع لفظی سے زیادہ نہیں ہے اس لئے قادیانی جماعت علمائے اسلام کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ لاہوری احمدی جماعت سے نہیں۔

میرا جواب الجواب

قادیانیوں کے اس جواب پر میں نے دوبارہ جماعت قادیان کو مخاطب کیا اور کہا کہ اگر آج علمائے اسلام پر واضح ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تو علمائے اسلام حضرت مرزا صاحب سے کفر کا فتویٰ اٹھا لیں گے۔ اور یہ صرف اس امر پر مبنی ہے کہ علمائے کرام کو ہر دو فریق جماعت (لاہور و قادیان) کے خیالات جاننے کے لئے موقعہ بہم پہنچایا جائے۔ خوش قسمتی سے آج یہ موقعہ حاصل ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مرزا صاحب کی تین صد سے زائد تحریرات کی بناء پر ثابت کر سکتا ہوں۔ کہ محمد رسول اللہ کے بعد نبوت کا دعوےٰ کرنے والا کافر دجال۔ لعین۔ شیطان۔ مردود۔ اسلام کا کھلا دشمن اور امتِ محمدیہ سے خارج ہے۔ اگر میرا دعوےٰ غلط ثابت ہو گیا۔ تو علمائے کرام کے ایسے فیصلہ سے قادیانیوں کو حضرت مرزا صاحب کو بطور نبی ثابت کرنے کے ایک ایک اور مضبوط دلیل ہاتھ آ جائے گی۔ اس لئے اس مباحثہ میں سراسر جماعت قادیان کا ہی فائدہ ہے۔ ان کو یہ قیمتی وقت یا موقع ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیئے میری اس دردبھری اپیل کو بھی قادیانی جماعت دہلی نے ٹھکرا دیا۔

علمائے اسلام کی قادیانیوں کو درخواست۔

علمائے اسلام نے بھی قادیانیوں کو سمجھایا اور بڑا زور دیا کہ شیخ عبدالحق صاحب کے ساتھ گفتگو میں بہت سی باتوں کا تصفیہ آسانی کے ساتھ ہو سکے گا۔ الغرض دو اڑھائی گھنٹے تک علمائے کرام کے زور دینے سے بھی قادیانیوں نے میرے ساتھ گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اور میں نے قادیانیوں کو نصیحت کی کہ ختم نبوت پر گفتگو کرنے کا چیلنج آئندہ کے لئے ختم کر دیں۔

علمائے اسلام کی خدمت میں میری درخواست

اب میں نے حضرات علمائے کرام کی خدمت میں عرض کی کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ عقیدتمندوں نے اپنے اپنے بزرگوں کی شان میں سخت غلو سے کام لیا ہے۔ (۱) مسلمان کہلانے والوں نے حضرت عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم کی شان (منقبت) میں ان کی کرامات کے بیان کرنے میں سخت مبالغہ سے کام لیا ہے (۲) ہمارے اہل تشیع بھائیوں نے حضرت علی، حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے رتبہ کو بیان کرنے میں سخت ناجائز غلو سے کام لیا ہے (۳) قرآن کریم نے عیسائیوں کا ذکر کیا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا حقیقی بیٹا بنانے میں سخت ظلم عظیم کیا ہے۔ اسی طرح پر ہمارے قادیانی بھائی حضرت مرزا صاحب کو امتی کے مقام سے بڑھا کر نبی بنا دیں یا نبوت کے مقام پر کھڑا کر دیں تو اس میں حضرت مرزا صاحب کا کیا قصور ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں تین صد سے زائد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ (۱) حضرت نبی کریم صلعم پر نبوت ختم ہو گئی (۲) جو شخص بعد رسول اللہ صلعم نبوت کا دعوےٰ کرے وہ کافر۔ دائرہ اسلام سے خارج۔ دجال۔ لعین اور شیطان کا بھائی ہے۔ اس لئے علمائے کرام کا بھی یہ فرض اولین ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور سے کفر کا فتوےٰ واپس لے لینا چاہیئے جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت اہل سنت والجماعت میں صرف مسیح و مثیل مسیح کے متعلق اختلاف ہے۔ اور مرزا صاحب کا دعوےٰ مثیل مسیح ہونا۔ درحقیقت اس مسئلہ کی ایک فرع ہے۔ حال ہی میں اخبار الجمعیت میں حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے تسلیم فرمایا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ [illegible] یا وفات مان لینے سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جس لئے علمائے کرام کو اپنے [illegible] کفر پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ اس پر [illegible] علمائے اسلام نے جماعت احمدیہ لاہور سے فتوےٰ کفر اٹھا دینے کے لئے ہمدردی سے غور کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اقتباس میری زندگی کے چند واقعات زیر طبع المنور آرٹ پریس راولپنڈی۔

اخبار احمدیہ

جماعت پشاور کی خبریں

(۱) جناب عبدالغنی صاحب ریڈیو انجنیئر ریڈیو پاکستان پشاور کا سکوٹر پر جاتے ہوئے حادثہ ہوا تھا۔ موصوف ایک سائیکل سوار کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن خود گر گئے۔ اور پیشانی پر سخت چوٹیں آئیں۔ پیشانی کے ٹانکے لگائے گئے۔ لیکن ناک کی ہڈی میں کریک آ گیا۔ یہ بھی شکر ہے کہ ہڈی بچ گئی۔ وہ پولٹن بلاک، کمرہ نمبر 22 میں زیر علاج ہیں۔

(۲) کپتان عبدالواجد صاحب کی بیگم صاحبہ عرصہ سے بیمار چلی آ رہی ہیں آخرکار ان کو بھی پولٹن بلاک کمرہ نمبر 17 میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ کافی ایکسرے کئے گئے لیکن کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

(۳) کپتان صاحب موصوف کے ایک صاحبزادہ عبدالمؤمن کو سرجیکل وارڈ کمرہ نمبر [illegible] میں اپنڈیسائٹس کی وجہ سے داخل کیا گیا ہے۔

مقامی جماعت پشاور کے احباب ہر جمعہ میں نماز کے بعد دعاؤں میں یاد کرتے ہیں۔ اب جناب حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ اور بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نیم شبی دعاؤں میں ان سب کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔

(۴) راقم الحروف گو کہ اب رو بہ صحت ہے لیکن دل کی بیماری نے بہت کمزور کر دیا ہے اور ڈاکٹر صاحبان نے مشورہ دیا ہے کہ علاج جاری رہنا

ضروری اعلان

چوہدری ارشاد اختر سجاد تحصیل چک 81 جنوبی سرگودھا نے اطلاع دی ہے کہ 8-73-16 کو منڈی بہاؤالدین سے لاد موسے جا رہے تھے تو راستے میں ان کا بریف کیس چوری ہو گیا جس میں دوسری چیزوں کے علاوہ

رسید بک نمبری 4901 تا 5000 بھی تھیں رسیدیں نمبری 4901 تا 4933 استعمال ہو چکی ہیں اور بقیہ رسیدیں خالی تھیں۔ اس کے متعلق اخبار پیغام صلح میں اعلان کیا جاتا ہے تاکہ کوئی شخص رسید 4933 کے بعد کی رسیدیں استعمال نہ کر سکے۔

غلام رسول تحصیل انجمن
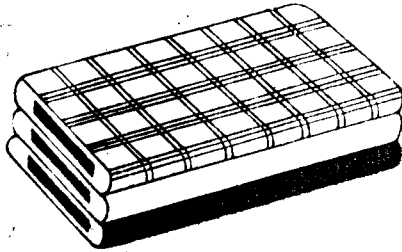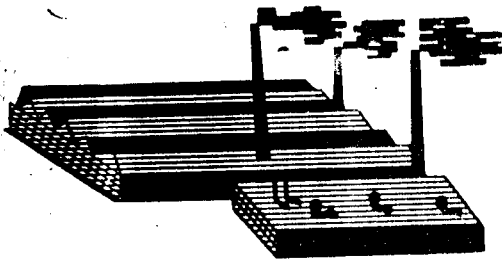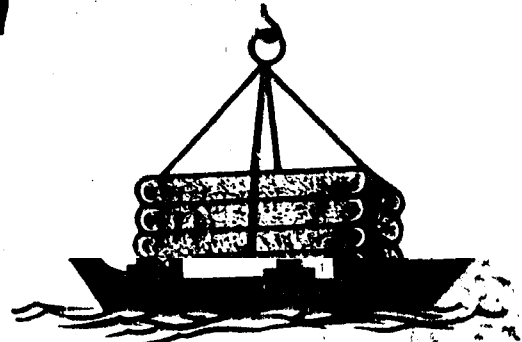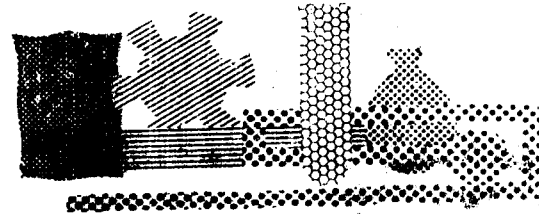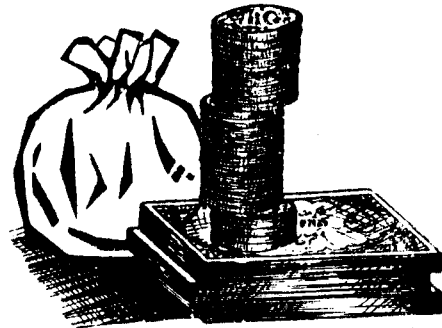
ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۷ شمارہ نمبر ۳۶

ایورگرین پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر ۔ دوست محمد)

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۳۸

متقی کو نماز کھڑی کرنے کے لئے جدّوجہد کرنی پڑتی ہے

جس کے بعد اس کی نماز عمل نہیں بلکہ ایک انعام ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

متقی کی شان میں آیا ہے ویقیمون الصلوٰۃ۔ یعنی وہ نماز کو کھڑی کرتا ہے۔ یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے۔ یہ بھی اس تکلف کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو متقی کا خاصہ ہے۔ یعنی جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اسے مقابلہ ہوتا ہے۔ جن کے باعث اس کی نماز گویا بار بار گری پڑتی ہے۔ جس کو اس نے کھڑا کرنا ہے۔ جب اس نے اللہ اکبر کہا۔ تو ایک ہجوم وساوس ہے جو اس کے حضور قلب میں ہیجان ڈال رہا ہے وہ ان سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ پریشان ہوتا ہے۔ ہر چند حضور و ذوق کے لئے ٹکراتا ہے۔ لیکن نماز جو گری پڑتی ہے۔ بڑی جان کنی سے اسے کھڑا کرنے کی فکر میں ہے۔ بار بار ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ کہہ کر نماز قائم کرنے کے لئے دعا مانگتا ہے۔ اور الصراط المستقیم کی ہدایت چاہتا ہے جس سے اس کی نماز کھڑی ہو جاوے۔ ان وساوس کے مقابل میں متقی ایک بچّہ کی طرح ہے جو خدا کے آگے گڑ گڑاتا ہے، روتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اخلد الی الارض ہو رہا ہوں۔ سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اسی پر ثواب مترتب ہوگا۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو نماز میں وساوس کو فی الفور دُور کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ویقیمون الصلوٰۃ کی منشاء کچھ اور ہے۔ کیا خدا نہیں جانتا۔ حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ثواب اس وقت تک ہے جب تک مجاہدات ہیں۔ اور جب مجاہدات ختم ہوئے تو ثواب ساقط ہو جاتا ہے گویا صوم و صلوٰۃ اس وقت تک اعمال ہیں جب تک ایک جد و جہد کے ساتھ وساوس کا مقابلہ ہے۔ لیکن جب ان میں ایک اعلےٰ درجہ پیدا ہو گیا۔ اور صاحب صوم و صلوٰۃ تقوےٰ کے تکلف سے بکلی صلاحیت سے رنگین ہو گیا۔ تو اب صوم و صلوٰۃ اعمال نہیں رہے۔ اس موقعہ پر انہوں نے سوال کیا کہ کیا اب نماز معاف ہو جاتی ہے؟ کیونکہ ثواب تو اس وقت تھا جس وقت تک تکلف کرنا پڑتا تھا۔ سو بات یہ ہے۔ کہ نماز اب عمل نہیں بلکہ ایک انعام ہے۔ یہ نماز اس کی ایک غذا ہے۔ جو اس کے لئے قرۃ العین ہے۔ یہ گویا نقد بہشت ہے۔ مقابل میں وہ لوگ جو مجاہدات میں ہیں۔ وہ کشتی کر رہے ہیں۔ اور یہ نجات پا چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا سلوک جب ختم ہوا تو اس کے مصائب بھی ختم ہو گئے۔ مثلاً اگر ایک مخنث کہے کہ وہ کبھی کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تو وہ کونسی نعمت یا ثواب کا مستحق ہے۔ اس میں تو صفت بدنظری ہے ہی نہیں۔ لیکن ایک مرد صاحب

(باقی بر صفحہ اشتہار کے نیچے)

بحرِ حکمت کے موتی

سچ اور جھوٹ کا انجام

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الصدق یہدی الی البر وان البر یہدی الی الجنۃ و ان الرجل لیصدق حتی یکون صدیقاً وان الکذب یہدی الی الفجور وان الفجور یہدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذاباً۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت میں پہنچاتی ہے اور انسان برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ بدی کی طرف لے جاتا ہے اور بدی آگ میں پہنچاتی ہے اور انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

نوٹ: - از مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:-

یہاں سچ کو تمام نیکیوں کی جڑ قرار دیا ہے اور جھوٹ کو بدیوں کی۔ اور یہ صحیح بھی ہے۔ اور جو انسان سچ بولتا ہے وہ صدیق ہو جاتا ہے یعنی پھر اس سے جھوٹ کبھی سرزد نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو صدیق کہا جاتا ہے وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ پھر کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بھی صدیق کہا ہے۔ پس ان کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا غلطی ہے۔ کذاب بہت جھوٹ بولنے والا ہے۔ اللہ کے ہاں ص ۴۵

احبابِ کرام سے

سیلاب زدگان کی امداد اور دُعا کی درخواست

گذشتہ سیلاب کی وجہ سے بہت سے دوست پریشان ہیں۔ بیماریاں بھی پھیل رہی ہیں اس سلسلہ آفات میں حکومت بہت کچھ کر رہی ہے۔ مگر پھر بھی احباب کی خدمت میں استدعا ہے۔ کہ سیلاب زدہ اصحاب کی حتی الامکان مدد کریں۔ احباب سے دُعا کی بھی استدعا ہے۔

جائنٹ سیکرٹری

---

۴۵ کذاب لکھا جانے سے یہ مراد ہے کہ پھر اس کے سچ کی کوئی قدر اللہ تعالےٰ کے ہاں نہیں ہوتی۔ (فضل الباری)

محترم میاں نصیر احمد فاروقی

"نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا"

—(حضرت مسیح موعودؑ)—

پچھلے دنوں پاکستان میں جو سیلاب اور تباہی آئی ہے اُسے ایک دُنیا نے بیک زبان طوفانِ نوحؑ سے تشبیہ دی ہے۔ یہ اتنا بڑا سانحہ تھا کہ کئی اخبارات اور مضمون نگاروں نے اسے عذابِ الٰہی قرار دیا ہے اور قوم کو توبہ اور اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مگر مغرب زدہ لوگوں خصوصاً نوجوانوں نے اسے محض قدرت کا ایک حادثہ قرار دیا ہے۔ تعجب ہے کہ انسان جس کے علوم کی ترقی نے اسے قدرت پر قابو اور اختیار اس قدر دے دیا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ہی زمین کا حاکم اور مطاعِ الکل سمجھنا شروع کر دیا ہے، وہ انسان اپنے آپ کو انفرادی طور پر اور بحیثیت قوم بھی مصائب اور تکالیف اور دکھوں کے مقابلہ میں بالکل بے بس پاتا ہے۔ کوئی شخص مصائب کو پسند نہیں کرتا نہ کوئی قوم پسند کرتی ہے۔ مگر جُوں جُوں انسان اور قومیں ترقی کرتی چلی جاتی ہیں، توں توں اور مصائب اور دُکھوں میں دھنستی چلی جاتی ہیں۔ دُنیا کا سب سے بڑا طاقتور انسان پریذیڈنٹ نکسن آج اس قدر دُکھوں اور مصائب میں گرفتار ہے کہ بقول امریکی مبصروں کے وہ چند ماہ میں بوڑھا ہوگیا ہے اور اس کی قوم کے بعض لوگ اس کی دماغی حالت پر بھی کبھی کبھی بُرا اثر دیکھتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی سب سے طاقتور اور ترقی یافتہ قوم یعنے امریکن آج دنیا میں عزت کھو چکے ہیں، خصوصاً ویٹ نام کی جنگ کے بعد اور امریکہ کے اندر بدامنی خانگی زندگی کی بربادی، ان کی نئی نسل کی گمراہی اور تباہی اُن کے مایہ ناز ڈالر کا زوال، ان کے ہاں مہنگائی اور سابقہ بافراط چیزوں مثلاً پٹرول یا گائے کے گوشت کی موجودہ کمیابی نے اُن کو تو حیرت اور یاس کے سمندر میں ڈبو دیا ہے۔ ان سے قبل انگریز جو ساری دُنیا پر غالب اور حاوی تھا آج گمنام اور مصائب کا شکار ہے۔

حالانکہ اگر دُنیا کا بادشاہ دراصل انسان تھا تو اس کو تو اپنے دُکھ اور سُکھ پر اختیار ہونا چاہیئے تھا۔ مگر بالکل نہیں ہے۔ یہی سبق سکھانے کے لئے ہر انسان اور ہر قوم پر تکالیف اور عذاب آتے ہیں تاکہ اسے سمجھائیں کہ اصل بادشاہ اور حاکم تو اس کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کائنات کی عظیم الشان تخلیق اور عجائبات کو جن کا سائنس نے پتہ لگایا ہے پیدا کرنے والا تو انسان نہیں بلکہ کوئی بہت عظیم الشان ہستی ہے، مگر انسان جو خود مخلوق ہے (دوسری مخلوق کی طرح) وہ دُنیا کا مالک بن بیٹھے۔

اللہ تعالےٰ زمین اور آسمانوں کو پیدا کرکے بے دخل نہیں ہوگیا بلکہ ثم استوی علے العرش کے معنے ہی یہ ہیں کہ زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کر کے وہ خود مضبوطی سے ان کی بادشاہت پر مسلط ہے۔ انسان کو اس نے اپنا خلیفہ ضرور بنایا ہے (واذقال ربک للملٰئکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ) اور اس کو علوم یعنے سائنس کی ترقیات کے ذریعہ ایک محدود حد تک اختیار بھی دیا (وعلّم آدم الاسمآء کلّھا...... واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم) مگر ساتھ ہی انسان کو متنبّہ بھی کیا کہ اگرچہ قدرت کی تمام چیزوں کو اس کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے (فرشتوں کے سجدہ کرنے کا یہی معنے ہے) مگر اس کے اندر ایک طاقت ہے یعنے شیطان جو اس کا فرمانبردار نہیں۔ وہ انسان کی فرمانبرداری سے منکر ہے اور انسان سے باغی ہے اور اس کی وجہ اس کا تکبّر ہے۔ تو انسان کو متنبّہ کیا گیا کہ تم بھی شیطان کے ورغلانے میں آکر خدا کے منکر یا خدا کے باغی نہ ہو جانا۔ مگر افسوس ہے کہ انسان اسی غلطی میں پڑ جاتا ہے اور یُوں یہ دنیا جو خدا نے جنت بنائی تھی انسان کے لئے دُکھ اور مصائب کی جگہ بن جاتی ہے۔ یہ دُکھ اور مصائب انسان کی توبہ اور اصلاح پر دُور ہو سکتے ہیں مگر یہ انسان اگر اس طرف مائل نہ ہو تو بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ قوموں کو تباہ کر دیتے ہیں۔

قرآن کریم میں اس بارہ میں مکمل ہدایت موجود ہے مگر کاش کوئی اسے پڑھے۔ ایک ہی آیت پر غور کیجئے:۔

وما اصابکم من مصیبۃٍ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر (الشوریٰ ۴۲۔ آیت ۳۰) جس کے معنے ہیں کہ تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی اپنی کمائی ہے اور ابھی تو اللہ تعالےٰ تمہارے بہت سے گناہوں اور خطاؤں سے درگذر کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر فرمایا:۔

فلولا اذ جآءھم بأسنا تضرعوا ولٰکن قست قلوبھم وزیّن لھم الشّیطٰن ما کانوا یعملون (الانعامؔ آیت ۴۴) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہمارے عذاب نے اُن کو آ لیا تو کیوں انہوں نے عاجزی اختیار نہیں کی لیکن ان کے دل سخت ہوگئے اور شیطان نے اُن کے اعمال ان کو اچھے رنگ میں دکھائے۔

توبہ اور استغفار سے قوموں پر سے عذاب ٹل جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ کیوں کوئی بستی یُونسؑ کی قوم سے سبق نہیں سیکھتی کہ جب انہوں نے ایمان لا کر توبہ و استغفار کی تو اُن پر سے عذاب کو ٹال دیا گیا۔ ایک عام قاعدہ بھی فرمایا کہ وما کان اللہ معذبھم و ھم یستغفرون (الانفالؔ۔ آیت ۳۳) یعنے اللہ عذاب نہیں دیتا اگر کوئی قوم توبہ و استغفار سے کام لے۔

چونکہ اس صدی میں انسان نے عقل کو حیرت میں ڈالنے والی دنیاوی ترقیات کرکے خدا کا منکر اور دُنیا کا بندہ بن جانا تھا اسی لئے اس صدی کے مجدّد اور مامور یعنے حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جہاں تمام نسلِ انسانی کو بار بار توبہ اور اصلاح کی طرف بُلایا اور دنیا پہ گرنے سے بچانے کی کوشش کی وہاں آپؑ نے متنبّہ بھی بار بار کیا کہ اگر اپنی خوشی سے اِصلاح نہ کرو گے تو پھر سزا پاکر تمہاری اصلاح کا سامان ہوگا۔ اور اگر تب بھی اصلاح نہ کی تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ آپؑ کی بے شمار تحریرات و تقریروں سے صرف ایک جو کتاب حقیقۃ الوحی میں ہے اس کے مختصر اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ مَیں دیکھتا ہُوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوعِ انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں"

اسی قیامت کے نظارہ میں آپ نے لکھا ہے کہ جہاں مُردوں کے ڈھیر لگ جائیں گے اور خُون کی نہریں چلیں گی وہاں:

"زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار"

جب یہ پیشگوئی ۱۹۰۵ء میں کی گئی تو کسے وہم بھی ہوسکتا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ زارِ رُوس پہلی جنگِ عظیم میں جس میں واقعی مُردوں کے ڈھیر لگ گئے اور خون کی نہریں بہیں ان میں یہ زبردست شہنشاہ اور اس کے خاندان کے لوگ کتّوں کی طرح گولی مار کر ہلاک کر دیئے جائیں گے۔

پھر حضرت مجدّد و امامِ وقت فرماتے ہیں:۔

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی اماں کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پُورے ہوتے"

یہ حصہ پیشگوئی دوسری جنگِ عظیم کی صُورت میں پُورا ہوا کہ اس سے نہ یورپ امن میں رہا نہ ایشیا محفوظ رہا بلکہ جاپانیوں کے حملوں اور فتوحات اور امریکنوں کے جوابی حملوں اور فتوحات میں جزائر کے رہنے والے جو ان "مصنوعی خداؤں" یعنے بُتوں کی پرستش میں محو تھے وہ سب گھُن کی طرح پس گئے۔ شہر بمباریوں سے گرے اور آبادیاں ویران ہوگئیں، اور وہ ہولناک نتائج پیدا ہُوئے کہ ان سے ابھی تک دنیا کو نجات نہیں ملی۔

خود اپنی قوم کو متنبّہ کرتے ہوئے حضرت اِمامِ زمانؑ نے لکھا:۔

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لُوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے ڈرتا نہیں وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ"

آج ۶۸ سال کے بعد مگر اسی صدی میں ہم نے اس صدی کے مجدّد اور مامور کی یہ پیشگوئی پُوری ہوتی دیکھ لی کہ نوحؑ کا زمانہ ہماری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ کیا ہماری قوم اب بھی اس بارہ میں کسی شک میں ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب واقعی اس زمانہ کے امام اور رہنما تھے۔ اور کیا ہماری قوم ان کی نصیحت سے ہی کم سے کم فائدہ اُٹھائے گی کہ

"توبہ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"

وما علینا الا البلاغ

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۹ر ستمبر ۱۹۷۳ء

اشاعت و تبلیغِ دین پر ملتِ اسلامیہ کا اتحاد

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔ ترجمہ: خدا (کے دین) کی رسی کو مضبوطی سے متحد ہو کر پکڑے رکھو اور باہمی تفرقہ مت کرو۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتٰب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون

ترجمہ: جو کچھ ہم نے بینات اور ہدایت کتاب میں نازل کی ہیں جو لوگ دوسروں سے انہیں چھپاتے ہیں ان پر خدا اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

لیبیا کے صدر معمر القذافی کی مساعی سے لیبیا اور مصر کے ادغام کا جو با برکت معاہدہ تکمیل پا چکا ہے اُسے عالمِ اسلام میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے سراہا گیا ہے۔ کرنل قذافی کے انقلابی اقدامات میں اس انضمام کو ایک بلند مقام حاصل ہے، بالخصوص اس لئے کہ جب موجودہ دور میں ہر جانب ہوسِ اقتدار کی وبا نے ہر سو بے چینی و اضطراب پیدا کر رکھا ہے کرنل قذافی نے اپنی اور اپنے ملک کے ایثار کی نمایاں مثال قائم کر دکھلائی ہے کیونکہ اس ادغام سے لیبیا کے باشندوں کو مفاد ملنے کے بجائے مصریوں کو اقتصادی فوائد پہنچیں گے۔ اس انقلابی اقدام کی تہ میں دراصل کرنل قذافی کی سیاسی بصیرت اور عظیم ذاتی و قومی قربانی کا دخل ہے، آپ کی دانشمندی نے یہ امر نہایت وضاحت سے دیکھ لیا ہے کہ اگر مختلف عرب مملکتیں باہم متحد و مربوط نہ ہوئیں اور آپس کے اختلافات کا شکار ہو کر باہم لڑتی جھگڑتی رہیں تو اس کا بالآخر یہ نتیجہ نکلے گا کہ اسرائیل کا قدم آہستہ آہستہ عرب علاقوں میں مستحکم ہوتا اور بڑھتا ہی چلا جائے گا، صرف اتحاد ہی ایک ایسا راستہ ہے جس سے ظلم اور غاصبانہ یہودی قبضہ کا مقابلہ کیا جا سکنا ممکن ہے، چنانچہ آپ کی چشمِ بصیرت نے جس امرِ حقہ کو دیکھ لیا ہے اس پر عملی طور پر گامزن ہونے میں آپ کے راستہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوئی۔ اس میں کیا شک و شبہ ہے کہ کرنل قذافی کی یہ اعلیٰ مثال نہ صرف عرب بلکہ جملہ اسلامی ممالک کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے گی۔ ہمارا تمنی ایمان ہے کہ اسلامی نشاۃِ ثانیہ کا دور شروع ہو چکا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ مسلم مملکتیں اپنے تمام اختلافات و تنازعات کو باہم مصالحت سے طے کر کے اتحاد و ارتباط کی تنظیم میں منسلک ہو جائیں۔ یہ ایک ایسا روشن اور ناقابلِ تردید اصول ہے جسے کسی شخص کو قبول کرنے میں قطعاً کوئی کلام نہ ہوگا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس وقت قوم پر کوتاہ اندیشی و کم فہمی غالب ہے، اس نے ذاتی اقتدار و ہوس کے جوش سے ادنیٰ و اعلیٰ اور فروعات و اصول میں تمیز کرنے کا مادہ باقی نہیں رہنے دیا۔ نہ ہی اپنے مشترکہ دشمن کی چالاکیوں، چالبازیوں، مکاریوں اور دغا بازیوں کا شعور و احساس موجود ہے۔ مشرقی پاکستان کے عبرتناک المیہ کا بھی باعث ہوا کہ مشترکہ دشمنِ اسلام اور اس کی سازشوں کو نظر انداز کر کے باہمی اختلافات اور ہوسِ اقتدار پر زور دیا گیا جس کے نتیجہ میں دشمن کو کامیابی حاصل ہوئی۔ تاریخِ اسلام کا ایک ہی فیصلہ ہے کہ جب اور جہاں مسلمانوں کو شکست ہوئی وہاں اس کا پہلا سبب باہمی افتراق و انتشار ہی ہوئے، اسی لئے دشمن نے بھی ہمیشہ یہی چال چلی کہ مسلمان کو مسلمان سے لڑوا دیا جائے۔

اس زمانہ میں ایک طرف اسلام کا دشمن، مسلمانوں کو سیاسی طور پر کمزور کرنے کے طریقے اختیار کر رہا ہے جس کے لئے وہ باہمی نفاق و اختلاف کی خلیج کو زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے میں کوشاں رہتا ہے، تو دوسری طرف وہ مسلمانوں کی ایمانی و اخلاقی قوتوں کا انحطاط کرنے کی سعی و جہد میں مصروف ہے۔ کرنل قذافی کی درخشاں مثال جہاں دیگر مسلمان سربراہوں کے لئے اتحاد و اتفاق کے قیام کی داعی ہے تاکہ اس طرح ان کی عسکری و اقتصادی قوتوں میں ترقی ہو وہاں مسلمانوں کی ایمانی و اخلاقی قوتوں میں اضافہ کی دعوت حضرت مجددِ دوران مسیحِ زماں نے دی ہے۔

اس ضمن میں سب سے پہلی یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک مسلمان قوم کی سچی قوت کا اصل سرچشمہ اس کی ایمانی و اخلاقی بلندی میں مضمر ہے، اسی طاقت کے نتیجہ میں مسلمانوں کی دیگر قوتیں مثلاً اقتصادی ترقی، تعلیمی و سیاسی تنظیم وغیرہ وجود میں آتی ہیں۔ ایمانی و اخلاقی ترقی کا ایک لازم نتیجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان قوم کا یقین اسلام کے اعلیٰ اصولوں ان کی اعلیٰ افادیت پر اس درجہ قائم ہو اور ان کے قلوب اس جذبہ و ولولہ اور قربانی و ایثار سے سرشار ہوں کہ ہم پر ان اصولوں کی دنیا بھر میں اشاعت و تبلیغ کا فریضہ مقدم ہے جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اے رسول! جو کچھ تعلیم حقہ ہم نے تم پر نازل کی ہے، اس کی تبلیغ میں ہمہ تن لگ جاؤ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپ فریضۂ تبلیغ سے کماحقہٗ سبکدوش نہ ہوئے۔ اسی طرح فریضہ تبلیغ کی ادائیگی پر قرآن حکیم نے بڑی بھاری تنبیہ اور وعید کے یہ الفاظ فرمائے ہیں جو ابتدا میں عنوان میں درج ہیں۔ جس طرح کرنل قذافی کو عرب اقوام کی اصل سیاسی کمزوری ان کے نفاق و افتراق میں نظر آ گئی ہے اور جس طرح اس کا ازالہ انہوں نے باہمی اتحاد و اتفاق کے مظاہرہ میں کر کے دشمنِ اسلام پر ایک کاری ضرب لگائی ہے، ہمارا یہ حتمی یقین ہے کہ ان سے بہت بڑھ کر مامور و مجدد صد چہاردہم نے اسلام کے حقیقی دشمن کو دیکھ کر اس کے برخلاف ایمانی و اخلاقی اقدار کی تنظیم قائم کرنے میں کی ہے، آپ فرماتے ہیں:—

از رہِ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بہ آید ہم ازیں رہ بالیقیں

دینِ اسلام کے اصولوں پر محکم یقین اور ان پر عمل، دنیا میں ان کے ترویج و اشاعت سے ہی مسلمانوں کی عظمت قائم ہوئی تھی۔ اب بھی یہ یقین رکھو کہ دوبارہ اس کی شان و شوکت اسی راستہ سے عود کرے گی۔ دین کی حالتِ زار اور اس طرف سے مسلمانوں کی سراسر غفلت و بے توجہی پر جس قسم کے مرثیے حضرت مجددِ زماںؑ نے لکھے ہیں وہ شاید کسی اور کو لکھنے میسر نہ آئے ہوں گے:—

خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے عجب ایں مردماں را ہیچ دلدار نیست
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین
پیشِ چشمانِ شما اسلام در خاک اوفتاد
چیست عذرے پیشِ حق اے مجمعِ متنعمیں

حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کے حقیقی دشمن کو از راہِ بصیرت و معرفتِ الہامی ملاحظہ کر کے مسلمان قوم کو اشاعت و تبلیغ کے اہم ترین فریضہ پر متحد کرنا چاہا، اس بارہ میں آپ کے قلب میں بے پناہ جذبہ موجزن تھا جسے آپؑ نے اپنے شاگردوں کے قلوب میں ایسا راسخ کیا کہ وہ دنیا کے کناروں میں نکل گئے اور ایسی کامیابی و غلبہ سے اصولِ حقہ اسلام کا غلغلہ دنیا میں بلند کیا کہ دوست و دشمن معترف ہونے پر مجبور ہو گئے کہ بموجب حدیث حضرت خاتم الانبیاء لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس کی عظیم پیشگوئی واقعات میں جلوہ گر ہو گئی۔

دراصل اگر اس امر پر غور کیا جائے کہ دشمنِ اسلام مسلمانوں کے سیاسی اتحاد سے کیوں خائف ہے تو یہ ثابت ہوگا کہ اس کا باعث موجودہ مسلمانوں کے بعض غلط و غیر اسلامی عقائد ہی ہوئے ہیں، مثلاً یہ کہ اسلام تلوار کے زور اور حکومتِ اسلامی کے تسلط سے جبراً پھیلایا گیا یا یہ کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے یا یہ کہ دینِ اسلام میں عقل و فہم کو دخل نہیں وغیرہ۔ یہ معتقدات ایسے ہیں جو اس زمانہ میں بالخصوص ناقابلِ قبول ہیں کیونکہ اسلام کو بجائے ایک رحمت کا مذہب ثابت کرنے کے اسے ایک زحمت اور تشدد، مادیت اور جبر کا دین بنا دیتے ہیں۔ اگر اسلام کے دشمنوں پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ مذہب تو سراسر ایک رحمت، آزادیٔ ضمیر، علم و روشن خیالی، صحیح تاریخ اور قوانینِ فطرت کا دین ہے تو ایسے یقین کے قائم ہو جانے سے دشمنانِ اسلام کے وہ خوف و خدشے دور ہو جائیں گے جو مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کے اتحاد سے ان کے دلوں میں جاگزین ہو چکے ہیں۔ پس ان خطوط پر دینِ اسلام کی تبلیغ کا فریضہ عالمگیر پیمانہ پر جملہ مسلمان حکومتوں پر عائد ہوتا ہے تاکہ نہ صرف اُن کا محبوب دین، عزت و قبولیت کی نظر سے دیکھا جائے بلکہ بجائے نفرت و عداوت کے محبت و عزت کے جذبات قلوب میں جاگزین ہوں۔ اسی کے نتیجہ میں مسلمان حکومتوں کے حق میں خیر سگالی اور خیر خواہی کے ہمدردانہ جذبات موجزن ہوں گے۔

اشاعت و تبلیغِ دین کے مسلمہ و اہم فریضہ سے مسلمان قوم نے اس قدر غفلت و بے توجہی برتی ہے کہ جس سے بہت سی غلط فہمیاں غیر مسلم اقوام کے دلوں میں گھر کر چکی ہیں وہ اسی کے نتیجہ میں ہیں۔ یہ امر کس قدر صاف و سیدھا ہے کہ جس حالت میں کہ اسلام کا دین غلط فہمیوں کے باعث قابلِ کشش و جذب نہیں رہا تو غیروں میں مسلمان اقوام اور حکومتیں کیسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

اِسلام دینِ فطرت ہے جو تمام انبیاء کو ان کی قومی ضروریات کے مطابق دِیا جاتا رہا۔

تمام انبیاء پر ایمان بَین الاقوامی اِتحاد کا مؤثر ذریعہ ہے

خطبہ جمعہ۔ مؤرخہ ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (الشوریٰ ع ۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسلام کوئی نیا دین نہیں، یہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ سب سے پرانے نبی حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوئے ہیں، ان کا بھی یہی دین تھا، اور حضرت موسٰے اور حضرت عیسٰی علیہما السلام بھی اسی دین کو لے کر آئے تھے، یہی دینِ فطرت نبی کریم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ صرف پہلے انبیاء اپنی اپنی قوموں کی طرف ان کی ضروریات کے مطابق دین کی تلقین کرتے تھے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کو کامل کر دیا گیا کیونکہ وہ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔

الدین کے معنے ہیں دین اسلام، یہ فطرت انسانی کا دین ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا، اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ اور دین اسلام کو فطرت کے اندر رکھا گیا ہے، اس لئے اسلام کے سوائے کوئی دوسرا مذہب سچا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ فطرت انسانی کے مطابق نہیں ہیں، صرف اسلام ہی ہے جو تمام کائنات کا دین ہے، سورج اور قمر اور تمام کائنات اسی دین کے تابع ہے اسلام کے معنے فرمانبرداری کے ہیں، اس کے تابع ہو کر کوئی ٹیڑھا نہیں چل سکتا۔

فرمایا شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسٰے و عیسٰے۔ ہم نے وہ دین تم کو دیا ہے جو تمام انبیاء کا دین ہے، اسی دین کی وصیت نوح علیہ السلام کو کی گئی۔ یہی دین ابراھیم علیہ السلام کو دیا گیا اور موسٰے کو دیا گیا اور حضرت عیسٰے کو بھی دیا گیا، اس لحاظ سے یہ ایک تاریخی دین ہے جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ یہ اعلان دل کو خوش کرنے والا ہے کہ اس میں تمام انبیاء کو اسی ایک دین کی وصیت کا ذکر ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اس میں انبیائے کرام کی صداقت اور قوموں کے اتحاد کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم کے پیشوا کو بُرا نہیں کہا بلکہ سب پر ایمان کا اعلان کیا۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہٖ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہٖ ورسلہٖ

اس اعلان میں بہت بڑی کشش ہے اور قوموں کے اندر اتفاق کا ذریعہ ہے۔

یہ ایسا معقول دین ہے کہ دلوں کو اپیل کرتا ہے۔ آج انگلستان کے پڑھے لکھے لوگوں نے محسوس کیا ہے کہ اسلام فطرتِ انسانی کے مطابق ہے، ان کے دلوں کو اپیل کرتا ہے۔ تثلیث کا عقیدہ فطرت کے مطابق نہیں۔ حضرت عیسٰے کے صلیب پر مرنے سے فطرت انسانی کو کیا تعلق، مریم کا خدا کی ماں ہونا فطرتِ انسانی کو کیا اپیل کرتا ہے۔ دوسری طرف ہماری ہمسایہ قوم ہندوؤں نے ان بزرگوں کی پرستش شروع کر دی جو ان کی اصلاح کے لئے آئے تھے، کبھی یہ دیکھ کر کہ سورج کھیتوں کو پکاتا ہے، اور اس سے روشنی حاصل ہوتی ہے، اس کی پرستش شروع کر دی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا لا تسجدوا للشمس ولا للقمر، سوچنا چاہیئے کہ وہ ہستی کتنی بڑی قدرت کا منبع ہوگی جس نے سورج اور قمر کو پیدا کیا، یہ اپنے اندر کشش رکھتے ہیں تو ان کا خالق کس قدر زبردست قدرت کا مالک ہوگا۔

غرض دین اسلام فطرت انسانی کے مطابق ہے اور تمام انبیاءؑ اسی دین کو لے کر آئے تھے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام جو تمام قوموں کے باپ تھے، ان کو بھی یہی دین دیا گیا، اور حضرت نوح اور حضرت موسے اور حضرت عیسٰے علیہم السلام اسی دین کے پیرو تھے، شرع لکم اللہ تعالےٰ نے یہ دین تمہارے لئے (یعنے تمام انسانوں کے لئے) مقرر کیا ولا تتفرقوا اس میں تفرقہ مت کرو، اگر یہ فطرت کا دین نہ ہوتا، اگر اسلام فطرت انسانی کو اپیل نہ کرتا تو یورپ کے پڑھے لکھے لوگ اسے قبول نہ کرتے۔ لیکن انگلستان میں اونچے طبقہ کے لوگوں نے اسے قبول کیا جرمنی میں اونچے طبقہ کے لوگ اسے قبول کر رہے ہیں۔ آج بیسویں صدی کی روشنی میں یہی ایک مذہب ہے جو اس روشنی کے سامنے کھڑا ہے اور اپنی معقولیت کو منوا رہا ہے، اس کے خلاف گرجا میں عیسٰے کی پرستش ہوتی ہے۔ مریم کی پرستش ہوتی ہے ان کی خدائی دلوں کو اپیل نہیں کرتی، جب عیسٰے پیدا نہ ہوئے تھے تو خدائی کہاں تھی، ایک ہی خدا تھا اسی ایک خدا کی اسلام تلقین کرتا ہے، اور یہ فطرت کے مطابق ہے اور یہ تمام انبیاء کا تاریخی دین ہے۔ یہ فطرت کا دین ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ آپؐ کامیاب ترین انسان ہیں جن کی زندگی میں یہ دین پھیلنا شروع ہوا اور وفات کے بعد تمام مشرق و مغرب میں پھیل گیا اور دینِ اسلام کو عروج حاصل ہوا آج ہمارے سامنے انگلستان اور جرمنی کے لوگ اس دین کو قبول کر رہے ہیں، اور جوں جوں علم پھیلے گا، اسلام پھیلتا چلا جائیگا ضرورت ہے کہ مسلمان اس دین کو لے کر مشرق و مغرب میں پھیل جائیں، یہ فطرت کا دین ہے اس کو دنیا چار و ناچار قبول کرے گی۔

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے

سالانہ اِنتخابات

مؤرخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۷۳ء کو جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا اجلاس عام زیر صدارت ڈاکٹر مبارک احمد صاحب منعقد ہوا اور اتفاق رائے سے درج ذیل احباب عہدیدار اور ممبرانِ مجلس انتظامیہ برائے سال ۷۴-۱۹۷۳ منتخب ہوئے:-

صدر: کرنل سعید احمد صاحب

نائب صدر: میاں فضل کریم صاحب

سیکرٹری: محمد صالح نور صاحب

جائنٹ سیکرٹری: رشید احمد صاحب

خازن: چوہدری مسعود اختر صاحب

ممبرانِ مجلسِ انتظامیہ:-

(۱) میاں فضل احمد (۲) ڈاکٹر مبارک احمد (۳) ڈاکٹر وحید احمد (۴) ناصر احمد (۵) صلاح الدین ناصر خان۔ (۶) ماسٹر محمد عبداللہ (۷) رشید احمد خان۔ (۸) خواجہ ثناء اللہ (۹) ڈاکٹر یوسف احمد اور ندیم عالم صاحبان۔ انتخابات کے

(بقیہ مقالہ بسلسلہ صؔ ۲)

جا سکتی ہیں۔ اور اگر موجودہ فضاء کی بجائے اس دین کی معقولیت اور اس کی ایمانی و اخلاقی قوت پر یقین پیدا کرا دیا جائے تو لازمًا دوسری اقوام میں مسلم اقوام کی عزت و تکریم ترقی پا جائے گی۔ اشاعت و تبلیغِ اسلام کے فریضہ کی کماحقہٗ ادائیگی اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے پیارے دین کی نسبت غلط فہمیاں رفع ہو کر اس دین کی طرف رغبت و کشش پیدا ہو مگر اس فریضہ کا ادا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ خود مسلمان اقوام اور حکومتوں کی نسبت عداوت و نفرت کے جذبات کی بجائے ہمدردی و عزت کے جذبات دلوں میں گھر کر جائیں گے۔

ہم نے ان کالموں میں حکومتِ پاکستان سے یہ استدعا کی تھی کہ اگر وہ عالم اسلام کی رہبری کا حق ادا کرنے کی واقعی خواہاں ہے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے، اس حکومت کے ہر سفارت خانہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا ایک شعبہ قائم کر کے، اس دین حق کے عالی پیغام کو غیروں میں عام طور پر نشر و اشاعت کرنا اور اس کے صحیح اصولوں کو ابلاغِ عامہ کے جملہ ذرائع سے اجاگر کرنا ضروری ہے کیونکہ جس قدر دینِ اسلام کے اصول مقبول و قابلِ تسلیم و تکریم ہوتے جائیں گے اسی نسبت سے مسلمان اقوام اور حکومتوں کی نسبت خیر سگالی و عزت کے جذبات ترقی پذیر ہوتے جائیں گے۔ ہمیں امید و یقین ہے کہ حکومتِ پاکستان کی وزارتِ نشریات و اوقات جس کے وزیر ایک روشن خیال عالم دین ہیں اس اہم ضرورتِ ملت کی طرف مؤثر و عملی اقدام کرنے سے پس و پیش نہ کرے گی۔

(ر ب)

فہرست چندہ دہندگان برائے امداد سیلاب زدگان

تاریخ	نام	روپے . پیسے
	سابقہ میزان	4509 . 75
۳-۹-۷۳	میجر محمد سعید صاحب ملتان	200 . 00
″	مقامی جماعت احمدیہ لاہور	300 . 00
″	چوہدری فضل حق صاحب لاہور	50 . 00
۱۵-۹-۷۳	نسرین گل صاحبہ لاہور	10 . 00
13-9-73	حکیم رحمت اللہ صاحب لکھنے کے	5 . 00
	میزان کل	5074 . 75

مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

حضرت مسیح موعودؑ کو زمرۂ انبیاء کا فرد ثابت کرنے کے لئے جماعت ربوہ سے تعلق رکھنے والے ایک دوست کے دلائل پر ایک نظر

پہلی دلیل ۔ ربوہ سے ایک شخص نے مجھے اپنے مکتوب کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کو زمرۂ انبیاء کا فرد تسلیم کرانے کے لئے مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں ۔ پہلی دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات پر ان کے متعلق فرمایا

لوعاش ابراهيم لكان صديقًا نبيًّا

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو صدیق نبی ہوتا یہ دلیل چونکہ جماعت ربوہ سے تعلق رکھنے والے اکثر احباب پیش کرتے رہتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس کا جواب اخبار پیغام صلح میں شائع کر دیا جائے ویسے میں نے اس خاص دوست کو بذریعہ مکتوب بھی جواب دے دیا ہے لیکن اخبار میں شائع ہونے سے بہت سے دوست اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔

سب سے پہلی قابل دریافت بات

اس دلیل کو پیش کرنے والے دوستوں سے سب سے پہلی بات یہ دریافت کرنی چاہئے کہ خود صحابہ کرام رضؓ میں کیا کوئی ایسا صحابی نہیں ہوا جو حضرت نبی کریم صلعم کی اطاعت میں کمال کو پہنچا ہو اور وہ حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ اخلاص کے تمام مراحل کما حقہ طے کر کے آیت قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم کا مصداق بن گیا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سے آیت يا ايها الذين امنوا اتقوا الله حق تقاته پر عمل پیرا ہو کر تقویٰ کے اس درجہ کا سارٹیفکیٹ حاصل کر لیا ہو جو آیت میں حق تقاته کے لفظ میں مذکور ہے ؟ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند تو انہیں یونہی حاصل نہیں ہو گئی تھی ۔ اس سند کا ملنا دلیل ہے اس بات پر کہ انہوں نے تقویٰ کا یہ بلند مقام حاصل کر لیا ہوا تھا ۔ پھر مالی اور جانی قربانیوں کے پیش کرنے میں بھی انہوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی پھر باوجود ان سب روحانی کمالات کے ان میں کوئی نبی کیوں نہ بنا ؟ ان دوستوں کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس وقت نبی کی ضرورت نہ تھی ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس وقت ضرورت نہ تھی تو آنحضورؐ کا فرزند ابراہیم کس طرح نبی بن سکتے تھے صاف بات ہے کہ اگر وہ زندہ بھی رہتے تو بوجہ عدم ضرورت وہ بھی نبی نہ بن سکتے اور اگر ضرورت تھی تو آنحضرت صلعم کے فرزند ابراہیم فوت ہو گئے تھے ضرورت تو فوت نہیں ہوئی تھی ۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی صحابی نبی بنا دیا جاتا تا ضرورت پوری ہو جاتی ، کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان کے منافی ہے ۔ کہ دنیا کو ایک پیغمبر کی ضرورت ہو اور وہ اسے پورا نہ کرے ۔ ہاں اگر نبوت کے وہ معنی مراد لئے جائیں جن معنوں کی رو سے حضورؑ نے تمام صحابہ کرام رضؓ اور امت کے تمام اولیاء کرام کے قلوب صافیہ میں حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کا عکس پڑنا تسلیم کیا ہے اور انہیں اس نام کا مستحق بھی قرار دیا ہے ۔ (دیکھو اخبار الحکم ۱۹۰۲ء) لیکن ایک خاص مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے لئے لفظ نبی کے استعمال کو جائز نہیں قرار دیا جس کا ذکر حضورؑ نے اپنی کتاب تذكرة الشهادتين میں مفصل کر دیا ہے تو اس معنی میں ہم ابراہیم کا نبی ہو جانا مان لیں گے لیکن حضورؑ نے اس حقیقت کی ساتھ ہی وضاحت کر دی ہے کہ ان معنوں میں جس امتی کے لئے نبی کا لفظ استعمال ہو گا وہ زمرۂ انبیاء کا نہیں بلکہ زمرۂ اولیاء کا فرد ہو گا ۔

دوسری دلیل ۔ دوسری دلیل اس دوست نے ان الفاظ میں پیش کی ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں : ۔

قولوا انه خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبي بعده ۔ یعنی خاتم الانبیاء تو کہو لیکن لا نبي بعده مت کہو ۔ یہ دلیل بھی جماعت ربوہ سے تعلق رکھنے والے اکثر دوستوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے اس لئے اس کا جواب بھی اخبار میں شائع کرنا مفید رہے گا گو اس کا جواب بھی اس خاص دوست کو بذریعہ مکتوب دیدیا گیا ہے ۔

پہلی قابل توجہ بات ۔ اس سلسلہ میں پہلی بات جس کی طرف ان دوستوں کو توجہ دلانی چاہئے یہ ہے کہ خود حضرت نبی کریم صلعم نے خاتم النبيين کی تشریح میں لا نبي بعدي کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کس طرح ان الفاظ کے استعمال سے صحابہ کرام رضؓ کو روک سکتی تھیں جو خود حضرت نبی کریم صلعم نے استعمال فرمائے ہوئے تھے اور پھر صحابہ کرام رضؓ جنہوں نے خود حضرت نبی کریم صلعم کی تشریح ان الفاظ میں سنی ہوئی تھی کس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی ہدایت کو قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہو سکتے تھے ۔ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے قول کا صحابہ کرام رضؓ بھی وہی مطلب سمجھتے جو جماعت ربوہ سے تعلق رکھنے والے دوستوں نے سمجھا ہے تو وہ فوراً حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو جواب دیتے کہ آپ ہمیں ان الفاظ سے کس طرح روک سکتی ہیں جو خود حضرت نبی کریم صلعم نے استعمال فرمائے ہیں ۔ دینی امور میں وہ بڑی جرأت سے کام لینے والے انسان تھے ۔ اس معاملہ میں وہ لا يخافون لومة لائم کے مصداق تھے ایسے معاملوں میں تو وہ خلفاء کے سامنے بھی ڈٹ جاتے تھے بڑی دلیری سے ان پر نکتہ چینی کرنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے قول کو حضرت نبی کریم صلعم کے قول کے خلاف پا کر وہ کس طرح خاموش رہ سکتے تھے ۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں بھی خاتم النبيين کی تشریح لا نبي بعدي کے الفاظ سے بھری ہوئی ہیں ، کیا حضور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی ہدایت کے خلاف ساری عمر عمل کرتے رہے ، غور سے کام لیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے قول کا صحیح مطلب ۔ پس صحابہ کرام رضؓ کا عمل بتلاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے قول کا وہ مطلب ہرگز نہیں سمجھا جو جماعت ربوہ کے علماء سمجھ رہے ہیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے قول کا اصل مطلب کیا ہے ۔ اسے غور سے سنیں ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے متعلق یہ بات مسلم ہے کہ دینی مسائل کے متعلق ان کی نظر بڑی دور رس تھی اور ان کی باریکیوں کی عمیق در عمیق گہرائیوں تک ان کی نظر بصیرت پہنچ جاتی تھی ۔ صحابہ کرام رضوان ان کے علم سے کافی مستفید ہوا کرتے تھے اور مشکل مقامات کے حل کے لئے ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے ۔

ایک فتنہ کا علاج ۔ سو اس معاملہ میں بھی ان کی دور رس نظر نے ایک فتنہ کو بھانپ لیا اور وہ فتنہ یہ تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ رضؓ کو خاتم النبيين کی بجائے صرف لا نبي بعدي کے الفاظ کو استعمال کرتے سنا تو انہوں نے فوراً سمجھ لیا کہ اگر یہ استعمال جاری رہا تو خاتم النبیین کے مفہوم کے متعلق ایک غلط نظریہ مسلمانوں میں قائم ہو جائے گا اور خاتم النبیین کی نامکمل تشریح دلوں میں بیٹھ جائے گی ۔ خاتم النبیین کا لفظ ایک جامع لفظ ہے جو اپنے اندر چار مفہوم رکھتا ہے اور حضرت نبی کریم صلعم نے اس لفظ کی تشریح میں مختلف مواقع پر چاروں مفہوم بیان کئے ہوئے ہیں اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے لا نبي بعدي کی بجائے حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں جامع لفظ خاتم النبیین کے استعمال کی عادت ڈالنے کی تلقین فرمائی ، صحابہ کرام رضؓ نے بھی ان کی دور اندیشی کی داد دیتے ہوئے ان کے قول کو درست سمجھا ، اسی لئے اس پر اعتراض نہیں کیا ۔ اگر حضرت عائشہ رضؓ کے قول سے یہ مراد نہ لی جائے تو حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مخالف ہونے کی وجہ سے رد کرنے کے قابل ہو گا ۔

خاتم النبیین کے معنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔ اسی لئے سب سے پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیینؐ کی کیا حقیقت بیان کی ہے ۔ اس کے ایک معنی تو آنحضور صلعم سے یہ مروی ہیں کہ ختم بي النبيون ۔ یعنی میرے ذریعہ پہلے تمام نبیوں کو ختم کر دیا گیا نبیوں کو ختم کرنے کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے کہ میرے آنے کے بعد ان کی فیض رسانی کا سلسلہ ختم ہو گیا اب ان میں سے کسی کے ذریعہ بھی ربانی لوگ پیدا نہیں ہوں گے ۔ صدیق اور شہید نہیں بنیں گے چنانچہ القرآن يفسر بعضه بعضًا کے تحت سورۃ الحدید کی آخری آیت اس کی یہی وضاحت کر رہی ہے : يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وامنوا برسوله يؤتكم كفلين من رحمته ويجعل لكم نورًا تمشون به ويغفر لكم والله غفور رحيم لئلا يعلم اهل الكتاب الا يقدرون على شيء من فضل الله وان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ۔

یعنی اے مومنو ! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دگنا اجر تمہیں دے گا اور تمہیں نور عطا کرے گا جس کی روشنی میں تم دنیا میں چلتے پھرو گے اور تمہاری مغفرت کا سامان کرے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم

ہے۔ تمام اہل کتاب اچھی طرح سے جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے اب کچھ بھی حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ فضل یقیناً اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہی ہے وہ جس کو چاہ رہا ہے دے رہا ہے یعنی صرف حضرت نبی کریم صلعم کے متبعین کو ہی دے رہا ہے جیسا کہ اُوپر وضاحت سے بیان کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ یاد رہے کہ تمہارے نبیوں کے ذریعہ تمہیں فضل دینا جو بند کیا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ فضل بالکل بند ہی کر دیا گیا ہے۔ نہیں بلکہ اسے دینے کا نیا دروازہ کھول دیا گیا ہے اور وہ دروازہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دروازہ ہے جو اس میں داخل ہوگا وہی اب اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہوگا اب ظاہر ہے کہ ان من اُمّۃ الا خلا فیھا نذیر کے ماتحت ہر اُمّت اپنے نبی سے فیض یاب ہو رہی تھی۔ اب جب وہ اس کے فیض سے محروم ہو گئی تو لامحالہ فیض رسانی کا کوئی اور انتظام ہونا چاہیئے کیونکہ ہر قوم کو ہدایت کا دینا خدا تعالیٰ نے اپنے ذمّہ لیا ہوا ہے اور وہ یہ کام انبیاء کے ذریعہ ہی سرانجام دیتا ہے۔ نبی ہی خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ قانونِ الٰہی یہی ہے کہ نبی بھیجے بغیر اللہ تعالیٰ بھی گرفت نہیں کرتا جیسا کہ سورۃ النسآء رکوع ۲۳ میں فرمایا رسلاً مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجّۃ بعد الرسل وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔ پھر سورۃ طٰہٰ رکوع میں فرمایا: ولو انّا اھلکناھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربّنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع اٰیاتک من قبل ان نذل ونخزیٰ۔ مندرجہ بالا آیت میں اسی حقیقت کا اقرار خود نبیوں کی زبانی کرا دیا گیا ہے کہ ان کی نبوّت اب ختم ہو گئی اور ان کے ذریعہ ان کی اُمّتوں کو تلقین کی گئی ہے کہ اب وہ محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لا کر فیضِ الٰہی سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اپنے نبیوں سے اب وہ کوئی توقع نہ رکھیں اور وہ آیت یہ ہے واذ اخذ اللہ میثاق النّبیّین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسولٌ مصدّق لما معکم لتؤمننّ بہ و لتنصرنّہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین

فمن تولّی بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون۔ اب یہ حقیقت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم ہی ایک ایسے رسول ہیں جنہوں نے تمام پہلے رسولوں کی تصدیق کی ہے اس لئے تمام نبیوں کا اپنی اپنی اُمّتوں کو یہ نصیحت کر جانا کہ ایسا رسول جب آئے تو تم نے ضرور اس پر ایمان لانا۔ صرف لانا ہی نہیں بلکہ ضرور اس کی نصرت بھی کرنا ورنہ تم فاسق ہو جاؤ گے۔ اس کے علاوہ شبِ معراج میں جب آنحضرت صلعم بیت المقدس پہنچے تو تمام انبیاء علیہم السلام وہاں پر جمع تھے اور آنحضرت صلعم کی امامت میں تمام نے نماز ادا کی۔ اس کے بھی یہی معنے تھے کہ ان سب کی امامت اب ختم ہو گئی۔ اب ان کی اُمتوں کے امام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ہی ہیں۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم کی شان میں فرمایا گیا: قل یا ایّھا النّاس انّی رسول اللہ الیکم جمیعاً وما ارسلناک الّا رحمۃ للعالمین و ما ارسلناک الّا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً تبارک الّذی نزّل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیراً۔ اور قرآن کریم کے متعلق فرمایا انّ ھو الّا ذکر للعالمین۔ اور اسی لئے فرمایا قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی میری اتباع سے اب خدا کے محبوب بن سکتے ہو۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم سے قبل ہر نبی نے اپنی دعوت کو اپنی قوم تک ہی محدود رکھا دوسری کسی قوم کو اپنی اتباع کا مکلّف نہیں کیا اور آنحضور صلعم ہی ایسے رسول ہیں جنہوں نے تمام قوموں کو تبلیغ کی اور اس کے ساتھ ہی حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا اگر موسٰیؑ و عیسٰیؑ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوتا یعنی وہ نبی نہ ہوتے بلکہ میرے ہی متبع ہوتے۔

دوسرے معنی حضرت نبی کریم صلعم سے آخر الانبیاء مروی ہیں۔ فرمایا: — انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم جس کے معنے ہوئے کہ نبی لازماً نئی اُمّت بناتا ہے —

تیسرے معنے لانبی بعدی مروی ہیں ایک محل کی مثال دے کر اور یہ بتا کر کہ اس میں صرف ایک اینٹ کی جگہ ہی باقی ہے اور وہ اینٹ میں ہی ہوں سمجھا دیا کہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

چوتھے معنی۔ نبوّت کا دروازہ بند بتلانے کے ساتھ فیض نبوّت کا دروازہ کھلا رکھنے کے متعلق فرمایا: — لم یبق من النبوّۃ الّا المبشرات الا وھی الرّؤیاء الصالحۃ یراھا المؤمن او تری لہ۔ یعنے شریعت والا حصّہ میرے آنے اور کامل دین لانے کی وجہ سے تو بند ہو گیا ہے لیکن نبوّت کا مبشرات والا حصّہ جس کو دوسرے لفظوں میں فیض نبوّت کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، باقی ہے اور اور وہ رویاء صالحہ ہے بعض کامل مؤمن تو اسے حضرت نبی کریم صلعم کی پیروی کے توسط سے خدا سے براہ راست حاصل کرتے ہیں اور دوسرے مؤمن ان کاملین پر الٰہی فیوض کو وارد ہوتے دیکھ کر اپنی روحانی حالت کو سدھارنے میں ان سے مدد لیتے ہیں۔ الفاظ تری لہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہاں رویاء صالحہ سے مراد محض خواب ہی نہیں بلکہ ہر وہ طریق ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو کسی علم سے نوازتا ہے جس میں خواب، کشف، الہام اور وحی وغیرہ سب شامل ہیں اور بزرگانِ سلف اسی مفہوم پر متفق ہیں۔ اس حدیث میں مومنوں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک قسم مؤمنوں کی تو وہ بتلائی گئی ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کی پیروی کی برکت سے براہ راست مبشرات پا کر خدا تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلعم پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان لاتے ہیں اور دوسری قسم کے مؤمن وہ ہیں جو ان مقربانِ الٰہی کے الہامات کو پورا ہوتے دیکھ کر یقین کی دولت سے مالا مال ہوتے رہتے ہیں۔

خاتم النّبیّین کی فضیلت کی وجوہ — پس خاتم النبیین کے لقب میں آنحضور صلعم کی صرف یہ خصوصیت بتلائی گئی ہے کہ آنجناب صلعم دیگر رسولوں کے مقابلہ میں ایک تو تمام قوموں کو فیض الٰہی پہنچانے کا ذریعہ ہیں جبکہ پہلے انبیاء علیہم السلام صرف اپنی ہی قوم کے لئے فیض رساں تھے اور دوسرے سب سے زیادہ فیض رسانی کا ذریعہ ہیں اور تیسرے یہ کہ قیامت تک آنحضور صلعم کی فیض رسانی کا سلسلہ جاری رہے گا کیا یہ کوئی معمولی فضیلت ہے جو آنحضرت صلعم کو دیگر انبیاء پر حاصل ہے کہ نبی بنانے کی فضیلت ایجاد کرنے کی کوشش کی جائے۔ کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے آپؐ کو سب انبیاء پر برتری حاصل ہے۔ فرض کرو کہ ایک شہر میں دو زرگر ہیں ایک دن میں صرف ایک ہی نمونہ کے دو زیور بنا سکتا ہے اور دوسرا زرگر اسی نمونہ کے پانچ زیور بنا سکتا ہے اور وہ پہلے کے مقابلہ میں زیادہ خوبصورت بھی ہوتے ہیں تو کیا دوسرے زرگر کی فضیلت کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ لامحالہ دوسرے کی فضیلت کا اقرار کرنا ہی پڑے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا خاتم النبیین کے متعلق نظریہ — حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ بھی جو شخص گہری نظر سے کرے گا اس کو بھی صاف نظر آ جائے گا کہ حضورؑ بھی خاتم النبیین کے متعلق انہی نظریوں کے قائل تھے۔ حضور کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ خاتم النبیین کے بعد نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی پرانا۔ پہلے انبیاء کے فیوض ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے ہیں صرف نبی کریم صلعم کا ہی فیض جاری ہے اور وہ قیامت تک جاری رہے گا۔

تیسری دلیل — دوست مذکور نے حضرت مسیح موعودؑ کے قول من فرق بینی وبین المصطفٰی فما عرفنی وما رأی " کو بطور تیسری دلیل کے پیش کیا ہے۔ اگر آپ نے حضورؑ کے قول کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے اور حضورؑ کے مقام میں کوئی فرق نہیں تو یہ حضورؑ کی تحریروں کے صریح خلاف ہے۔ حضور اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۲۶ پر حضرت نبی کریم صلعم کے مقام کے متعلق فرماتے ہیں:—

"یہ وہ مقام عالی ہے کہ مَیں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔"

پھر صفحہ ۲۲ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:—

"میں نے جو اس جگہ تین مراتب قرب اور محبّت کے لکھ کر تیسرا مرتبہ کہ جو ہر سہ تین مراتب سے آنحضرت صلعم کے لئے ثابت کیا ہے یہ میری طرف سے ایک اجتہادی خیال نہیں بلکہ الہامی طور پر خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے۔"

آپ کے خلیفہ صاحب ثالث نے بھی اپنے اسی کتابچہ میں جس کا جواب میں نے رسالہ رُوحِ اسلام میں دیا ہے اسی حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ حضرت نبی کریم صلعم کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے یہ معنی قطعاً بالصراحت غلط ہیں۔ حضورؑ کے اس ارشاد کے معنی صرف یہ ہیں کہ حضورؑ نے جس قدر کمالات روحانی حاصل کئے ہیں اور جس قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حضورؑ کو حاصل ہوا ہے وہ حضور نے حضرت نبی کریم صلعم کی اطاعت میں فانی ہو کر آنحضرت صلعم کا کامل پیرو بن

بن کر حاصل کیا اور حضور کے قلب صافی پر حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کا اسی طرح عکس پڑنے سے یہ مقام حضور کو حاصل ہوا ہے جس طرح ہر ولی پر عکس نبوت پڑا کرتا ہے اور اسی عکس پڑنے سے ہی ولی ولی بنا کرتا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا :—

"فلا حاجة لنا الی نبی بعد محمد صلعم وقد احاطت برکاته کل ازمنة وفیوضه واردة علی قلوب الاولیاء والاقطاب والمحدثین (حمامة البشری ص ۴۹)

البتہ دیگر اولیاء کی ولایت اور حضرت اقدس کی ولایت میں فرق صرف اتنا ہے کہ حضورؑ کی ولایت دوسرے اولیاء کی ولایت کے مقابلہ میں ولایت کاملہ اور ولایت عظمیٰ ہے جیسا کہ حضورؑ خود فرماتے ہیں :—

"خدا نے اس رسول کو یعنی کامل مجدد کو اس لئے بھیجا ہے" (تریاق القلوب ص ۱۶)

پھر اسی کتاب کے ص ۱۲۲ پر فرماتے ہیں :—

"اور وہ چار کمال جو بطور چار نشان اور چار معجزہ کے ہیں جو ولی اعظم اور قطب الاقطاب اور سید الاولیاء کی نشانی ہیں یہ ہیں"۔ الحق لدھیانہ ص ۷۹ پر فرماتے ہیں

"یہ بھی میرا اعتقاد کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج و استنباط کرنا اور اس کی مجملات کی تفاصیل صحیحہ بہ حسب منشاء الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت یا بطور ولایت عظمیٰ مدد دیئے گئے ہوں اور جو لوگ ولایت عظمیٰ کی روشنی سے منور ہیں اور لا المطھرون کے گروہ میں داخل ہیں ان سے بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے"

پس اس لحاظ سے کہ حضورؑ کی ولایت عظمیٰ ہے حضورؑ کے قلب صافی پر دیگر اولیاء کی نسبت حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کا سب سے زیادہ عکس پڑا ہے اس لئے حضورؑ خاتم الاولیاء ہیں یعنی اب حضور قیامت تک حضرت نبی کریم صلعم اور مسلمانوں کے درمیان واسطہ رہیں گے کیونکہ ولی کا یہی کام ہوتا ہے (دیکھو سبز اشتہار)۔

چنانچہ اسی حقیقت کی طرف حضورؑ نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے ص ۱۱۶ پر اشارہ فرمایا ہے۔ اپنے کمالات کو حضرت نبی کریم صلعم کی طفیل حاصل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :—

"اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں"

پھر اپنی کتاب توضیح مرام کے ص ۱۶ پر بحیثیت مسیح موعود فرماتے ہیں :—

"اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوے نہیں کریگا"۔

پھر اپنی کتاب نزول المسیح ص ۲-۳ پر اسی حقیقت کو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :—

"کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنے خدا نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور قانون اور اپنی سنت قرار دیدیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے پس چونکہ میں اس کا رسول یعنے فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پاکر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔

×۔ یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعودؑ میرا اسم پائے گا اور کوئی نیا اسم نہیں لائے گا یعنے اس کی طرف سے کوئی نیا دعوے نبوت اور رسالت نہیں ہوگا۔ بلکہ جیسا کہ ابتدا سے قرار پا چکا ہے وہ محمدی نبوت کی چادر کو ہی ظلی طور پر اپنے اوپر لے گا۔ اور اپنی زندگی اسی کے نام پر ظاہر کرے گا۔ اور مر کر بھی اسی کی قبر میں جائے گا تا یہ خیال نہ ہو کہ کوئی علیحدہ وجود ہے اور یا علیحدہ رسول آیا بلکہ بروزی طور پر وہی آیا جو خاتم الانبیاء تھا مگر ظلی طور پر اس راز کے لئے کہا گیا کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن کیا جائے گا کیونکہ رنگ دوئی اس میں نہیں آیا"

دیکھ لیں کہ کس صفائی سے رسول بمعنی فرستادہ کہکر بتلا دیا کہ حضورؑ اپنی رسالت کو لغوی معنی میں ہی قرار دیتے ہیں۔ دافع البلاء اور تجلیات الٰہیہ میں بھی لغوی معنی میں ہی اس لفظ کا استعمال بتلایا اور یہ سب کتابیں ۱۹۰۱ء کے بعد کی ہیں۔

آئینہ کی مثال — اسی حقیقت کو ذہن نشین کرانے کے لئے حضورؑ نے آئینہ کی مثال بار بار پیش کی ہے فرمایا جس طرح آئینہ کو اگر سامنے رکھا جائے تو دو شخص نظر آئیں گے ایک آئینہ سے باہر اور ایک آئینہ کے اندر لیکن حقیقت میں ایک ہی شخص ہوتا ہے اسی طرح ولی کے قلب صافی میں جو آئینہ کی طرح ہوتا ہے حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کا عکس پڑ رہا ہوتا ہے اسی کے خد و خال نظر آ رہے ہوتے ہیں لیکن نبوت نبی کریم صلعم کی ہی ہوتی ہے اور آئینہ ولایت ولی کا قلب صافی ہوتا ہے اسی لئے حضورؑ نے اپنی کتاب کرامات الصادقین ص ۸۵ پر فرمایا :

"ویجعل اللہ ارواحهما کمرایا متقابلة فیکون النبی کالاصل والولی کالظل"۔

اسی طرح مواہب الرحمان ص ۶۶ پر فرمایا :—

"ولیست بنبوة اخری ولا لمحل للحیرة۔ بل هو احمد تجلی فی مجتلی اخر۔ ولا یغار رجل علی صورته التی اراه اللہ فی مرأة واظهر۔ یعنی یہ کوئی دوسری نبوت نہیں اس لئے مقام حیرت نہیں بلکہ وہی احمد ہے جو دوسرے آئینہ میں ظاہر ہوا اور کوئی شخص بھی اپنی صورت پر غیرت نہیں کھاتا جسے اللہ نے آئینہ میں دکھلایا اور ظاہر کیا ہو"۔

اسی طرح اپنی کتاب لجۃ النور ص ۳۸ پر فرماتے ہیں :—

"تمام اہل دل اس بات پر متفق ہیں کہ ولایت نبوت کا ظل ہوتی ہے اور کمال کی جو اقسام اصل میں ہوتی ہیں وہ بطور ظلیت کی علامت کے ظل کو بھی دی جاتی ہیں ..... ظل اپنی ذات میں کچھ چیز نہیں بلکہ اس کے لباس میں اصل ہی ظاہر ہو رہا ہوتا ہے اور ظل کے آئینہ میں اصل کی ماہیت ہی نمایاں ہو رہی ہوتی ہے جیسا کہ ہر صاحب رشد پر مخفی نہیں۔ اگر کسی قسم کا قدح فرض کیا جائے تو تمام کے تمام معجزات کرامات سے باطل ہو جائیں گے"۔

دیکھ لیں کس صفائی سے ظل کو ولا غیر سے تعبیر کیا ہے اور کرامات اور معجزات کا مقابلہ کر کے اپنے مقام ولایت کو مؤکد کر دیا ہے۔ یہ عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ

"انبیاء در اولیاء جلوہ دہند
ہر زماں آئند در رنگ دیگر"

اور اسی لئے حضورؑ نے نبی کریم صلعم کو خاتم الانبیاء فرمایا ہے اور اپنے آپ کو خاتم الاولیاء کہا ہے۔

ایک مزید حوالہ — آخر میں ایک مزید حوالہ درج کر کے اس مقالہ کو ختم کیا جاتا ہے حضور اپنی کتاب ازالہ اوہام کے ص ۴۲۱-۴۲۲ پر فرماتے ہیں :—

"سوال : رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوے کیا گیا ہے۔

اما الجواب : نبوت کا دعوے نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے جس حالت میں رؤیا صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے۔ تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا؟ .... وحی الٰہی پر صرف نبوت تامہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی .... اے غافلو اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں مگر حسب مراتب"۔

حضورؑ کی تمام کتابیں شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جائیں ان میں یہی پائیں گے کہ حضورؑ نے اپنی نبوت کو بار بار مجازی نبوت ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی کے استفتاء کے ص ۶۵ پر بھی صریح الفاظ میں فرمایا سمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجه الحقیقة اور مجازی نبوت کے متعلق ازالہ اوہام والے حوالہ میں بالتصریح فرمایا :—

"تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا"

اس سے واضح ہو گیا کہ مجازی طور پر نبی کہلانے والا زمرۂ انبیاء کا فرد نہیں ہوتا بلکہ زمرۂ اولیاء کا ہی فرد رہتا ہے گو درجہ میں سب اولیاء سے بڑھ کر ہو لیکن جنس وہی رہتی ہے اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق قبول کرنے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔

(باقی — دارد)

ایک غلطی کی اصلاح

میاں غلام حیدر صاحب تمیم کے مضمون مندرجہ پیغام صلح مؤرخہ ۵ ستمبر ۱۹۷۳ء میں ص ۴ کالم ۲ سطر ۱۸-۱۹ میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک منظوم تحریر میں "مشتبہ" کی بجائے "متشابہ" پڑھا جائے۔

اسلامی ریاست کا تصوّر

نیو ورلڈ آرڈر کے آخری باب کا اُردو ترجمہ - از مولینا مُرتضیٰ خانصاحب مرحوم

(۲)

حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ، اسلامی ریاست کے حاکم اعلیٰ کی آئینی حیثیت۔

.... حضرت [illegible] کے سب سے پہلے جانشین حضرت ابوبکرؓ تھے جنہیں تمام جماعتوں کی متفقہ رائے سے خلیفہ منتخب کیا گیا تھا - اور ان کے بعد کے خلفاء بھی اسی طریق سے منتخب کئے گئے تھے نظام ریاست کی کیا ضرورت تھی اور ریاست کے حاکم اعلیٰ کی آئینی حیثیت کیا تھی؟ اس کی وضاحت حضرت ابوبکرؓ نے اپنے سب سے پہلے خطبہ میں فرما دی تھی۔

"تم لوگوں نے مجھے خلیفہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اور ریاست کا حاکم اعلیٰ) منتخب کیا ہے - لیکن میں تم پر کسی فوقیت کا مدعی نہیں ہوں۔ تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف تر ہوگا حتیٰ کہ میں دوسروں کے حقوق اس سے نہ لے لوں - اور ضعیف تر میرے نزدیک قوی تر ہے جب تک کہ میں اس کے کل حقوق حاصل نہ کر دوں - اگر میں صراطِ مستقیم پر ہوں تو تم میری مدد کرو لیکن اگر میں غلط راستہ اختیار کروں تو تم مجھے سیدھا کر دو - جب تک میں خدا اور خدا کے رسول کا حکم نہ مانوں تو مجھے تم سے اطاعت کرانے کا کوئی حق نہیں"

عامۃ النّاس کی ذمہ داری

عامۃ النّاس پر ریاست کی جانب سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس کے قوانین و ضوابط کا احترام کریں اور جب تک کہ خدا اور خدا کے رسول کی نافرمانی کا حکم نہ دے وہ اس کے احکام کی تعمیل کریں - ریاست کے ایسے احکام جن میں خدا کی نافرمانی پائی جائے قابل اطاعت نہیں (بخاری ۵۶ - ۱۰۸ [1]) ایک ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا ایک بہت قابلِ تعریف کام اور اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے (مشکوٰۃ - ۱۷) لیکن آئینی طور پر قائم شدہ حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کی اجازت نہیں یہاں تک کہ کھلا کھلا کفر نہ ہو جس کے متعلق خدا کی طرف سے تمہارے پاس کھلے دلائل ہوں۔ (بخاری ۹۳ - ۲ [2])

---

[1] ..... قال السمع والطاعة حقٌ مالم یؤمر بالمعصیة فاذا اُمر المعصیة فلا سمع ولا طاعة (البخاری کتاب الجهاد والسیر)

[2] ..... الا ان تروا کفراً بواحاً عندکم من الله فیه برهانٌ۔ (بخاری کتاب الفتن)

ایسی انتہائی صورتوں میں خلیفہ کو معزول بھی کیا جا سکتا ہے۔

حاکمِ اعلیٰ یا خلیفہ کی حیثیت اور اس کے فرائض۔

ریاست کا حاکم اعلیٰ ریاست کا ایک خادم تھا - جیسے دوسرے کارکنوں کی طرح بیت المال میں سے اس کے گذارہ کے لئے مقررہ تنخواہ دی جاتی تھی - اسے کوئی خاص حقوق حاصل نہ تھے - اور اس کی ذاتی حیثیت میں اس کے خلاف عدالت اسلامیہ میں اسی طرح مقدمہ دائر کیا جا سکتا تھا - جس طرح ملّتِ اسلامیہ کے اور کسی فرد کے خلاف دائر کیا جا سکتا ہے - حضرت عُمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر انسان کو جو چار سلطنتوں کے فرمانروا تھے ایک قاضی کی عدالت میں مُدعا علیہ کی حیثیت میں جواب دہی کے لئے حاضر ہونا پڑا۔

صوبائی گورنروں کے نام جو آپ نے احکام صادر فرمائے ان میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ :-

"وہ ایسا اہتمام کریں کہ فریادی جس وقت چاہیں ان تک رسائی حاصل کر سکیں اور وہ دربان نہ رکھیں جو لوگوں کو ان تک پہنچنے سے روکیں"

پھر آپ نے تمام عاملین کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ تعیّش سے اجتناب کریں اور زاہدانہ زندگی بسر کریں - ریاست کا حاکم اعلیٰ حکومت اپنے وزراء کی مدد سے چلاتا تھا اور تمام اہم امُور ریاست کا تصفیہ مجلس مشاورت سے ہوتا تھا - وہ لوگ جنہیں حکومت کے فرائض تفویض کئے جاتے تھے اور جن میں ریاست کا حاکم اعلیٰ بھی شامل تھا - ان کے لئے لازمی تھا کہ وہ عامۃ النّاس کی فلاح و بہبود کے لئے کام کریں :-

"کوئی ایسا شخص جسے خدا لوگوں پر حکومت عطا کرے اور پھر وہ ان کی بہبود کا اہتمام نہیں کرتا اور ان کی بہتری کے لئے ان کے معاملات کا انتظام نہیں کرتا بہشت کی فرحت افزا خوشبو اس کے شامہ تک نہیں پہنچے گی" (بخاری ۹۴ - ۸ [1])

---

[1] ما من عبدٍ استرعاه الله رعیةً فلم یحطها بنصیحة الا لم یجد رائحة الجنة۔ (بخاری کتاب الاحکام)

ان کو ہدایت تھی کہ وہ رعیّت سے حلم اور نرمی سے پیش آئیں تا کہ انتظام حکومت سے وہ خوش و خرم رہیں - انہیں حکم تھا کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے تنفّر پیدا ہو۔ (بخاری ۶۴ - ۶۲ [1])

انہیں حکم تھا کہ وہ سادہ زندگی بسر کریں اور ان لوگوں سے کنارہ کش نہ ہوں جنہیں ان کی خدمت کی ضرورت ہے - اور ہر شخص بآسانی ان تک پہنچ سکے (مشکوٰۃ ۱۷ - ۱)

وہ خدا والے ہوں (بخاری ۹۴ - ۱۷)

لوگوں پر ان کی مقدرت کے مطابق محصول لگایا جائے - جو لوگ اپنی روزی خود کمانے سے معذور ہوں ان کو نان و نفقہ دیا جائے اور ان کی ضروریات پُوری کی جائیں - اور ذمیوں اور غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ اسی طرح کیا جائے جس طرح مسلمانوں کے حقوق کا - (بخاری ۶۲ : ۸)

ریاست کا صرف یہی فرض نہ تھا کہ وہ ان خاندانوں کی خبر گیری کرے جن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں بلکہ ان قرضہ جات کی ادائیگی بھی اس کے فرائض میں سے تھا جو ادا نہیں کئے جاتے تھے اور جو جائز ضروریات کے لئے لئے جاتے تھے - (بخاری ۳ - ۱۱ [2])

اسلام محض مدافعانہ جنگ کی اجازت دیتا ہے اور صلح کا حامی ہے۔

جہاں تک دوسری ریاستوں سے تعلقات اور صلح و جنگ کا سوال ہے اسلامی سلطنت کا دستور العمل مدافعانہ جنگ اور فیاضانہ صلح ہے جنگ ایک ناگزیر چیز ہے جو انسانوں کو پیش آتی ہے - لیکن اس کے متعلق اسلامی اصول بڑے واضح الفاظ میں قائم کر دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جارحانہ اقدام کی اجازت نہیں صرف مدافعت کے رنگ میں جنگ کی اجازت ہے - وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ۵ (البقرۃ آیت ۱۹۰) اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو" پھر ایک دوسری جگہ فرمایا :-

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا - (سورۃ الحج آیت ۳۹) - ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی

---

[1] یسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا (بخاری کتاب الاحکام)

[2] فمن توفی من المؤمنین فترك دینًا فعلیّ قضاؤه ...... (بخاری کتاب الکفالۃ)

کی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے "

ان آیات کی رُو سے ایک ذرّہ بھی شک نہیں رہتا کہ اسلام جارحانہ جنگ کی اجازت نہیں دیتا - نہ اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ انسان اپنی مملکت کی حدود بڑھانے کے لئے دوسروں پر بلاوجہ یورش کرے - اور نہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اپنا رعب داب بٹھانے کی غرض سے جنگ کی جائے - جنگ کی اجازت محض اس صورت میں دی گئی ہے کہ دشمن حملہ کرنے میں پہل کرے - لیکن اس صورت میں بھی اگر دشمن صلح کے لئے ہاتھ بڑھائے تو صلح کرنا ضروری ہے - دشمنانِ اسلام نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے مسلمانوں پر حملے کرنے میں پہل کی اس لئے ان کے خلاف مسلمانوں کو مدافعت کے رنگ میں تلوار اُٹھانی پڑی - قرآن مجید فرماتا ہے ولا یزالون یقاتلونکم حتّٰی یردّوکم عن دینکم ان استطاعوا (سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۷) اور وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر انہیں طاقت ہو تو تمہیں تمہارے دین سے لوٹا دیں - لیکن اگر ایسے دشمن بھی صلح کی خواہش ظاہر کریں تو اسلامی ریاست اس کو رد نہیں کر سکتی - وان جنحوا للسّلم فاجنح لها وتوکل علی الله (سورۃ الانفال آیت ۶۱) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو"

ممکن ہے کہ صلح کی تجویز منافقانہ ہو۔ ممکن ہے کہ اس غرض سے صلح کی جاتی ہو کہ دوسری جنگ کی تیاری کے لئے وقت مل جائے - لیکن ان صورتوں میں بھی صلح کو ہی ترجیح دی گئی ہے - وان یریدوا ان یخدعوک فانّ حسبک الله (سورۃ الانفال آیت ۶۲) اور اگر وہ تم کو دھوکا دینا چاہیں تو یقیناً اللہ تمہارے لئے کافی ہے" مسلمانوں کا خدا پر ایمان اس بات کا ضامن تھا کہ اگر دشمن بد عہدی کر کے دوسری بار حملہ کرے گا تو دوسری دفعہ بھی ہزیمت اُٹھائے گا اور پھر صلح کی درخواست کرنے پر مجبور ہوگا۔

اسلامی جنگیں سراسر رحمت تھیں

ایسی جنگ تو سراسر رحمت تھی - یہ اپنے آغاز میں بھی رحمت تھی کیونکہ یہ مدافعت کے لئے یا اپنی حفاظت کے لئے لڑی جاتی تھی یعنے ایک ظالم کے پنجہ سے لوگوں کو رہائی دلائی جاتی تھی جو ان کے استیصال کے درپے ہوتا تھا اور یہ اپنے خاتمہ پر بھی رحمت تھی کیونکہ

جب ظالم صلح کی درخواست کرتا تھا تو صلح کر لی جاتی تھی۔ جنگ کا اصل مقصد مظلوم کی حفاظت اور حمایت تھا۔ نہ کہ دشمن کو نیست و نابود کرنا یہ ان کے بلئے رحمت تھی جو جنگ میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ مہذب جنگوں میں یہ لوگ لڑنے والوں سے بھی زیادہ ظلم و ستم کا شکار ہوتے تھے۔ اسلام میں جنگ میں شرکت نہ کرنے والوں کو قتل کرنے کی ممانعت تھی۔ (بخاری ۵۶ : ۱۴۷)[1] ظلم یا تشدد کرنے والوں کو بھی نیست و نابود کرنا اسلام کا مقصد نہ تھا۔ کیونکہ نیست و نابود کرنا ہی انسداد ظلم کا واحد ذریعہ نہیں بعض اوقات ایک فیاضانہ صلح اس سے بڑھ کر اصلاح کا موجب ہوتی ہے۔ کسی قوم کو نیست و نابود کرنے کی کوشش سے انتقام کی آگ زیادہ مشتعل ہوتی ہے۔ مگر فیاضانہ صلح سے قلوب کے اندر ایک قابل قدر تغیر واقع ہوتا ہے اور مفتوح کی ذہنیت ہی بدل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک ظالم کی طرف سے بھی صلح کی پیشکش کو ٹھکرانے کی اجازت نہیں دیتا۔

حضرت نبی کریم صلعم کا فیاضانہ سلوک اپنے دشمنوں سے۔

اسی کریمانہ انداز اور فیاضانہ سلوک سے ہمارے نبی کریم صلعم اپنے دشمنوں سے پیش آیا کرتے تھے۔ اکیس سال کے طویل عرصہ تک آنحضرت صلعم اپنے دشمنوں کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنے رہے۔ اور معاندین نے حضورؐ اور حضورؐ کے صحابہ پر ایسے ایسے مظالم روا رکھے کہ جن کے تصور سے بھی رُوح کانپ اُٹھتی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تو وہاں بھی دشمنوں نے امن کا سانس لینے نہ دیا۔ چنانچہ قریش مکہ نے مدینہ پر تین دفعہ جرار لشکر کے ساتھ حملہ کیا۔ تاکہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو جو اپنا وطن چھوڑ کر وہاں پناہ گزین ہے۔ ہس کو تہ تیغ کر کے اس کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ ان خونخوار دشمنوں کے ساتھ حضرت نبی کریم صلعم نے کیا سلوک کیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب آپ مظفر و منصور مکہ میں داخل ہوئے اور یہ سب دشمنانِ اسلام آپؐ کے رحم و کرم پر تھے آپ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"لاتثریب علیکم الیوم"

آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ یعنے میں تم سب کو معاف کرتا ہوں۔ اس عدیم النظیر کریمانہ سلوک نے ان کے قلوب کی کایا پلٹ دی۔ اور وہی جو خون کے پیاسے تھے گہرے دوست بن گئے۔ اسی قسم کی صلح کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ لیکن اس قسم کی صلح کون کر سکتا ہے۔ یہ صلح وہی ذہنیت کر سکتی ہے جس کی اساس اسلام کے وسیع اصول پر قائم ہو۔

جہاد

اسلامی جہاد کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ جہاد مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں سے ہے۔ جہاد کے معنے ہیں کسی شخص کا دشمن کو پسپا کرنے میں طاقت صرف کرنا، یا کسی غیر مطبوع امر کے خلاف سعی کرنا۔ اسلام کی اصطلاح میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ خالص تبلیغی کوششوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور جسمانی رنگ میں حفاظت دین کے معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ سب سے پہلا فرض لوگوں کو دعوتِ اسلام دینا ایک مستقل فرض ہے جو تمام زمانوں کے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔ اور دوسرا فرض وہ ہے جو خاص خاص حالات میں پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں ان دونوں فرائض کی طرف بڑے واضح الفاظ میں توجہ دلائی گئی ہے۔ کفار کے خلاف قرآن مجید کے ذریعے جہاد کبیر یعنے عظیم الشان جد و جہد کرنے کا حکم ہے۔ وجاھدھم بہ جھادا کبیرا (الفرقان ایت ۵۲) "اس قرآن مجید کے ساتھ اس سے وہ جہاد کر جو بڑا جہاد ہے"۔ اس لئے بڑا جہاد تلوار سے نہیں بلکہ قرآن مجید کے ذریعے سے۔ یعنی اسلام کو تمام جہان کی اقوام تک پہنچانے کے لئے تبلیغی جد و جہد۔ اسی بناء پر یہ حکم ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایک ایسی جماعت موجود ہونی چاہیئے، جو دعوت الی الاسلام کا کام کرتی رہے۔ فرمایا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

دین میں جبر نہیں

اس میں شک نہیں کہ اسلام نے جنگ کی اجازت دی مگر یہ اجازت بطور مدافعت محض ان لوگوں کے خلاف ہی تھی جو تلوار کے ذریعے اسلام کے استیصال کے درپے تھے جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ دوسروں کو جبراً اسلام میں لانے کے لئے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی گئی۔ نہایت واضح الفاظ میں دین کے لئے جبر کی ممانعت کی گئی ہے لا اکراہ فی الدین (سورۃ البقرۃ ایت ۲۵۶) یعنے دین میں جبر نہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس میں کوئی مہم اس غرض سے اختیار کی گئی ہو کہ لوگوں کو جبراً اسلام میں داخل کیا جائے اور ایک بھی فرد ایسا نہیں جسے بزورِ شمشیر اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کیا گیا ہو اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے عہد کی ایرانی جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے اور آپ کے ذیل کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہ "میں چاہتا ہوں کہ عراق عرب اور دوسرے ممالک جو اس سے پرے ہیں ان کے درمیان پہاڑوں کی اوٹ ہوتی کہ ایرانی ہم تک نہ پہنچ سکیں اور نہ ہم ایرانیوں تک پہنچ سکیں" میور جیسے متعصب پادری کو بھی اعتراف ہے کہ:—

"اسلام کے ایک عالمگیر مذہبی جنگ کے ذریعے جبر کے ساتھ پھیلانے کے شرعی فرض کا تصور بھی مسلمانوں کے دماغوں میں نہیں آیا تھا"

اگر آنحضرت صلعم کی زندگی کے دوران اور خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں مسلمانوں کے دماغ میں ایسا تصور کبھی نہیں آیا تھا تو پھر یہ لازماً اسلامی تصور نہیں۔

[1] فانکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قتل النساء والصبیان۔
(بخاری کتاب الجہاد والسیر)

اخبار احمدیہ

والدہ صاحبہ مسعود اختر صاحب ووکنگ میں وفات پاگئیں۔

جناب مسعود اختر صاحب ڈپٹی مینیجنگ ڈائریکٹر انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بنک آف پاکستان کی والدہ اور شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان کی خوش دامن صاحبہ ۷ ستمبر کو ووکنگ انگلستان میں اچانک وفات پاگئیں۔ مرحومہ اپنی دختر بیگم شیخ محمد طفیل صاحب کے پاس چند ماہ قیام کی غرض سے تشریف لے گئی تھیں۔ وہیں چند دن قلب کے عارضہ میں مبتلا رہیں اور یہ تکلیف جان لیوا ثابت ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ووکنگ مسجد میں کافی احباب نے شیخ محمد طفیل صاحب کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی اس کے بعد میت بذریعہ ہوائی جہاز لاہور لائی گئی۔ جہاں سے بذریعہ ایمبولینس وزیر آباد لے جایا گیا اور ۱۱ ستمبر کو صبح ۹½ بجے ان کے آبائی قبرستان میں انہیں دفن کیا گیا۔ وزیر آباد میں نماز جنازہ محترم شیخ نثار احمد صاحب نے پڑھائی مرحومہ نہایت نیک صابر اور عبادت گذار خاتون تھیں۔ طبیعت میں ملنساری اور شفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ خدا مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرماوے۔

تمام جماعتوں سے جنازۂ غائبانہ کی استدعا ہے۔

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ۔ سیالکوٹ چھاؤنی میں دلچسپ تقریب۔

۹ ستمبر ۱۹۶۳ء کو ۵ بجے شام سیالکوٹ چھاؤنی میں مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ اسلام و امام برلن مسجد کے اعزاز میں ایک پُرتکلف عصرانہ کا اہتمام کیا گیا۔ اسلام، سوشلزم اور کمیونزم کے موضوع پر نہایت علمی اور فکر انگیز گفتگو ہوئی جس میں محترم بٹ صاحب نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں موجودہ معاشی مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ اسلام معاشی استحصال کا ہرگز حامی نہیں۔ سیالکوٹ چھاؤنی کے صدر محترم شیخ نثار احمد صاحب نے استقبالیہ خطبہ دیا جو قارئین کے استفادہ کے لئے آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

شبان الاحمدیہ لاہور کا ماہانہ اجلاس

شبان الاحمدیہ لاہور کا ماہانہ اجلاس بروز جمعۃ المبارک مورخہ ۶ ستمبر، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت صادق نور صاحب صدر شبان الاحمدیہ نے کی۔ اس اجلاس میں مختلف قرار دادیں منظور کی گئیں۔ نائب صدر ایم ایس چوہدری صاحب نے دو قرار دادیں پیش کیں۔ پہلی یہ کہ شبان الاحمدیہ کا ایک باقاعدہ اکاؤنٹ کسی بنک میں کھولا جائے اور دوسری قرار داد یہ کہ تنظیم کی سرگرمیاں تیز کرنے کے لئے ایک رابطہ مہم کا آغاز کیا جائے یہ دونوں قرار دادیں اتفاق رائے سے منظور کر لی گئیں اور فیصلہ کیا گیا کہ آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور میں اکاؤنٹ کھولا جائے گا۔ اور رابطہ مہم کے لئے ایک رابطہ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اور یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ ہر اتوار کو رابطہ کمیٹی مختلف علاقوں کا دورہ کیا کرے گی۔ اور نوجوان ممبران کے مکمل کوائف جمع کرے گی۔ لہذا تمام ممبران سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ وہ رابطہ کمیٹی سے ہر طرح تعاون کر کے اپنی دوستی، اخوت، اور اخلاق کا مظاہرہ کریں۔

رشید احمد مرزا۔ سیکرٹری شبان الاحمدیہ

ضرورت رشتہ کشمیری خاندان کی ایک باشمس سالہ احمدی لڑکی کے لئے جو بی اے پاس اور بی ٹی کا امتحان دے رہی ہے اور معقول مشاہرہ پر ملازم ہے خاندانی احمدی نوجوان کے رشتہ کی ضرورت ہے، کشمیرہ کو ترجیح دی جائیگی۔ خط و کتابت بنام محمد عثمان معرفت ایڈیٹر پیغام صلح
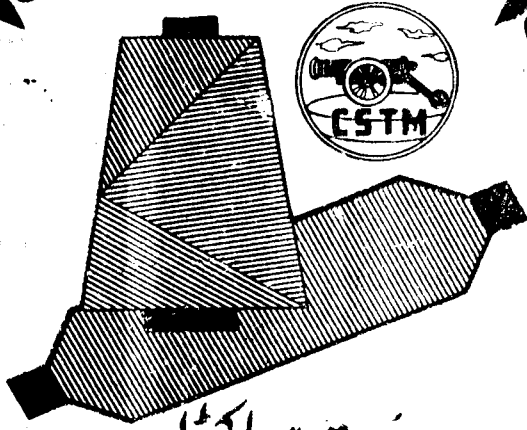
ملفوظات — از صفحہ اوّل
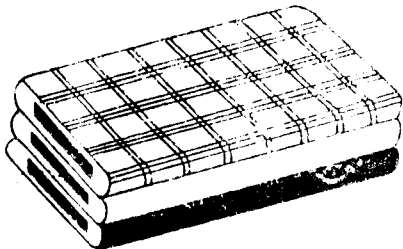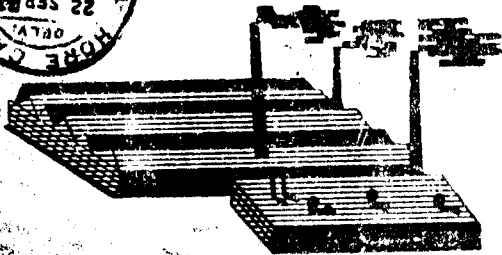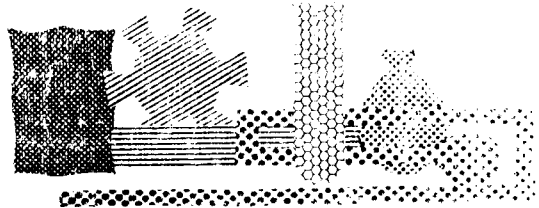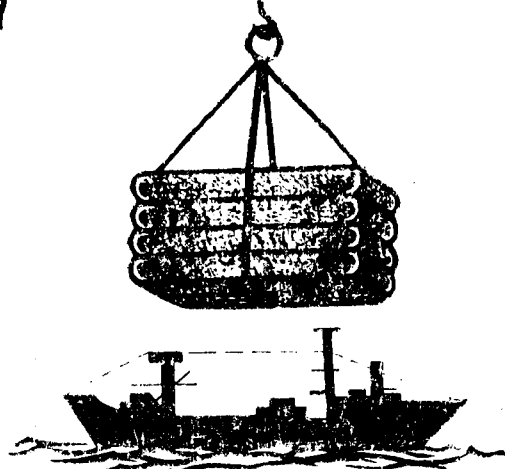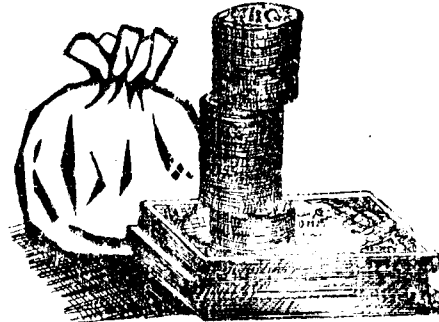
دجولیت اگر ایسا کرے تو ثواب پائے گا۔ اسی طرح انسان کو ہزاروں مقامات طے کرنے پڑتے ہیں۔ بعض بعض امور میں اس کی مشاقی اس کو قادر کر دیتی ہے۔ نفس کے ساتھ اس کی مصالحت ہو گئی۔ اب وہ بہشت میں ہے۔ لیکن وہ پہلا سا ثواب نہیں رہے گا۔

وہ ایک تجارت کر چکا ہے۔ جس کا اب وہ نفع اٹھا رہا ہے۔ لیکن پہلا رنگ نہ رہے گا۔ انسان میں ایک فعل تکلف سے کرتے کرتے طبیعت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو طبعی طور سے لذت پاتا ہے وہ اس قابل نہیں رہتا۔ کہ اس کام سے ہٹایا جاوے۔ وہ طبعاً یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ اتقاؔ او

تقوے کی حد تک پورا انکشاف نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک قسم کا دعوے ہے۔

(ملفوظات۔ بنام منظور الٰہی صفحہ ۳۸۔ ۱۳۹)

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۷ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۳۹

متقی کو ابتداء ہی میں خدا کے دیئے ہوئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرنے کی ہدایت

رسول صلعم نے سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد گرامی

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اس کے بعد متقی کی شان میں ومما رزقنٰھم ینفقون آیا ہے۔ یہاں متقی کے لئے مما کا لفظ استعمال کیا۔ کیونکہ اس وقت وہ ایک اعمٰے کی حالت میں ہے۔ اس لئے جو کچھ خدا نے اس کو دیا اس میں سے کچھ خدا کے نام پر دے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر وہ آنکھ رکھتا۔ تو دیکھ لیتا۔ کہ اس کا کچھ بھی نہیں سب کچھ خدا تعالےٰ کا ہی ہے۔ یہ ایک حجاب تھا جو اتقا میں لازمی ہے۔ اس حالت کے مناسب حال متقی سے خدا کے دیئے میں سے کچھ دلایا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایام وفات میں دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے؟ معلوم ہوا کہ ایک دینار تھا۔ فرمایا کہ یہ سیرت یگانگت سے بعید ہے کہ ایک چیز بھی اپنے پاس رکھی جاوے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتقا کے درجہ سے گذر کر صلاحیت تک پہنچ چکے تھے۔ اس لئے مما ان کی شان میں نہ آیا۔ کیونکہ وہ شخص اندھا ہے جس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ خدا کو دیا۔ لیکن یہ لازمہ متقی تھا۔ کیونکہ خدا کی راہ میں دینے سے بھی اسے نفس کے ساتھ جنگ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ کچھ دیا اور کچھ رکھا۔ وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا۔ اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔

جیسے دھرم مہوتسو کے مضمون میں انسان کی تین حالتیں ذکر کی گئی ہیں۔ جو انسان پر ابتداء سے انتہاء تک وارد ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی قرآن کریم نے جو انسان کو تمام مراحل ترقی کے طے کرانے آیا۔ اتقاء سے شروع کیا۔ یہ ایک تکلف کا راستہ ہے۔ اور ایک خطرناک میدان ہے۔ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ اور مقابل میں بھی تلوار ہے۔ اگر بچ گیا تو نجات پا گیا ورنہ اسفل السافلین میں پڑ گیا۔ چنانچہ اس جگہ متقی کی صفت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ ہم دیتے ہیں اسے سب کا سب خرچ کر دیتا ہے۔ متقی میں ابھی اس قدر ایمانی طاقت نہیں۔ جو نبی کی شان ہوتی ہے کہ وہ ہمارے ہادی کامل کی طرح کل کا کل خدا کا دیا ہوا خدا کو دیدے۔ اسی لئے یہ مختصر سا نکس لگایا گیا۔ تاکہ چاشنی چکھ کر زیادہ ایثار کے لئے تیار ہو جاوے۔ ومما رزقنٰھم ینفقون۔ رزق سے مراد صرف مال نہیں بلکہ جو کچھ ان کو عطا ہوا۔ علم، حکمت، طبابت یہ سب کچھ رزق میں جو شامل ہے اس کو اسی میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرنا ہے۔ انسان نے اس راہ میں تدریج اور زینہ بہ زینہ ترقی کرنی ہے۔ اگر انجیل کی طرح یہ تعلیم ہوتی کہ گال پر ایک طمانچہ کھا کر دوسرے طمانچہ کے لئے گال آگے رکھ دی جائے یا سب کچھ دے دیا جاوے

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

بحر حکمت کے موتی

دکھ کی باتوں پر صبر کی تلقین

عن ابی موسیٰ رض عن النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم قال لیس احد اولیس شیٔ اصبر علیٰ اذی سمعہ من اللہ انھم لیدعون لہٗ ولداً و انہٗ لیعافیھم ویرزقھم۔

ترجمہ: حضرت ابو موسےٰ رض نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کوئی شخص یا کوئی چیز دکھ کی باتوں پر جو وہ سنے اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں وہ اللہ کے لئے بیٹا پکارتے ہیں اور وہ ان کو عافیت اور رزق دیتا رہتا ہے۔

نوٹ: از مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ: یہ نصاریٰ کے لئے ایک پیشگوئی کا رنگ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دنیا خوب ملے گی اور عام رنگ میں بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالےٰ اس لئے کسی کا رزق بند نہیں کرتا کہ وہ اس کا یا اس کی صفات کا انکار کرتا ہے۔

ہمسائے کو تکلیف نہ دو اور مہمان کی عزت کرو

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہٗ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہٗ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیراً او لیصمت۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے چاہیئے

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔"
"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔"
"میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"
(الہامات حضرت مسیح موعود)

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددینِ اُمت کو ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔
۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحادِ ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر شمیل کی خدمت میں تصانیف سلسلہ کا تحفہ

ڈاکٹر اے شمیل ان نادرالوجود مستشرقین میں سے ہیں جنہوں نے اسلامیات اور بالخصوص مولانا جلال الدین رومی، علامہ اقبال، غالب، تصوف و صوفی شاعری کا بہ نظر عمیق مطالعہ کیا ہے۔ اور اس ضمن میں مختلف موضوعات پر بلند پایہ تصانیف کی ہیں۔ وہ ان دنوں ہارورڈ یونیورسٹی یو۔ ایس۔ اے میں پروفیسر ہیں، اور سالہا سال سے اسلامی دنیا میں معلم و متعلم کی حیثیت سے دورے کرتی چلی آئی ہیں۔ اور اس طرح انہوں نے ترکی، ایران اور پاکستان میں بالخصوص احباب و مداحوں کا ایک وسیع حلقہ پیدا کر رکھا ہے۔

وہ آج کل پھر پاکستان میں مختلف اسلامی موضوعات پر تقاریر کر رہی ہیں۔ ان کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے موصوفہ کو لکھا کہ جماعت کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کے متعلق سلسلہ کی بعض تحقیقاتی پیش کرنا چاہتا ہے جس کے جواب میں اُنہوں نے اپنی بہت زیادہ مصروفیت کے باوجود وفد کو ملاقات کے لئے وقت دے دیا۔

چنانچہ ۸ ستمبر کو ۹½ بجے صبح مرکز سے ایک وفد گوئٹے انسٹیٹیوٹ گلبرگ پہنچا۔ اس وفد میں جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم۔ اے، جناب میاں عبدالمنان عمر ایم۔ اے، جناب ناصر احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی انچارج شعبۂ تصنیفات جناب مرزا محمد حسین صاحب بی۔کام ایڈیٹر "لائٹ" اور جناب غلام نبی مسلم ایم اے مدیر "رُوحِ اسلام" نے شرکت کی، یہ حضرات ٹھیک ۹½ بجے گوئٹے انسٹی ٹیوٹ پہنچ گئے اور جناب ڈاکٹر نذیر الاسلام صاحب پروٹوکول آفیسر انسٹی ٹیوٹ نے وفد کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔

عین وقت پر ڈاکٹر شمیل تشریف لے آئیں، مولانا رومی کے تصوف کے زیر اثر ان کے طمانیت قلب کے اثرات چہرے سے عیاں تھے، انسٹیٹیوٹ کی ایئر کنڈیشنڈ اور پُر سکون لائبریری نے اس میں مزید اضافہ کیا، سب سے پہلے وفد کے سربراہ جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے نے وفد کے ارکان کا ڈاکٹر موصوفہ سے تعارف کرایا اور ساتھ ہی ڈاکٹر شمیل کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنی انتہائی مصروفیت کے باوجود وفد کو ملاقات کا شرف بخشا، ڈاکٹر موصوفہ نے بتایا کہ انہیں ترکی میں مولانا رومؒ اور پاکستان میں ان کے عظیم شارح ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ سے گہرا لگاؤ ہے اور ترکی تو میرا دوسرا گھر ہے۔ میں کوئی بیس پچیس بار قونیہ (ترکی) جا چکی ہوں اور مجھے وہاں کی اینٹ اینٹ سے شناسائی حاصل ہے۔ اسی سے مجھے مولانا رومؒ کی رُوح سے جو گہرائی اور معرفت حاصل ہوتی ہے، وہ یقیناً محض ان کی مثنوی پڑھنے سے حاصل نہیں ہو سکتی، پھر پاکستان کے لوگ جس محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں وہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ اور میں اس سے بہت متاثر ہوں، اور اب تو مجھے اس قدر زیادہ تقریبات میں شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے کہ میں نے ان کی تعداد کو یاد رکھنا چھوڑ دیا ہے۔

اس موقعہ پر جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے فرمایا کہ میں نے کل آپ کا فاضلانہ لیکچر سنا تھا جو آپ نے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پنجاب یونیورسٹی میں دیا، اور اخبارات میں بھی جرمنی میں اسلامی لٹریچر پر تبصرہ پڑھا جس میں آپ نے یہ ذکر کیا ہے کہ قرآن حکیم کا جرمن زبان میں کسی مستشرق کا ترجمہ آپ کی نظر سے گذرا ہے وہ واجبی سا ہے، اس پر میں نے محسوس کیا کہ ہماری جماعت نے بھی جرمن زبان میں قرآن حکیم کا جو ترجمہ کیا ہے یا جو دوسرا لٹریچر تیار کیا ہے وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں، اس کے ساتھ ہی آپ نے جرمن اور انگریزی زبان میں قرآن حکیم کے تراجم، ریلیجن آف اسلام، احمدیہ موومنٹ، ٹیچنگ آف اسلام، مینول آف حدیث، لونگ تھاٹس، حمامۃ البشریٰ ہدیتہً پیش کیں، اور ساتھ ساتھ ہر کتاب کی علمی اور تاریخی اہمیت پر روشنی بھی ڈالی۔ چنانچہ آپ نے ٹیچنگ آف اسلام کے ذکر میں فرمایا کہ یہ بانی احمدیت کا تاریخی لیکچر ہے، جو انہوں نے جلسہ مذاہب عالم میں پانچ اہم دینیاتی مسائل کے متعلق اسلام کے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے دیا اور جس کی ٹالسٹائی ایسے مفکر و ادیب نے بھی تعریف کی اور اسے بہترین مقالہ قرار دیا۔

اس موقعہ پر جناب مرزا محمد حسین صاحب نے اپنی تصنیف "اسلام اینڈ سوشلزم" بھی پیش کی، کتابوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ڈاکٹر شمیل نے بتایا کہ وہ برلین میں ہماری مسجد میں جا چکی ہیں، وہاں جرمن نومسلم مارقوس سے ملاقات ہوئی تھی اور نومسلمہ امینہ موسلے نے انہیں مسجد کی سیر کرائی تھی، اسی زمانے میں اسلام سے دلچسپی پیدا ہوئی تو میں نے اسلام کے متعلق جماعت کا جرمن لٹریچر اور خاص کر جرمن ترجمۃ القرآن حاصل کیا، ان دنوں وہاں سے مسلمش ریویو بھی نکلتا تھا۔ اس پر جرمن مشن کی مساعی کا ذکر چل نکلا اور ڈاکٹر سید مارقوس، ڈاکٹر بیرن عمر ایرنفلز کی دینی خدمات کا ذکر آیا۔ ڈاکٹر صاحبہ نے فرمایا کہ بیرن صاحب اب بھی تبلیغِ اسلام میں سرگرم عمل ہیں۔

اس موقعہ پر گوئٹے انسٹیٹیوٹ کے جرمن آفیسر انچارج نے مرزا مسعود بیگ صاحب سے پوچھا آپ کی جماعت کا کام کیا ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ ہماری جماعت ختم نبوت کی قائل ہے ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ لیکن اسلام کے متعلق غلط فہمیاں اور اس کے چہرے سے غلط عقائد کا غبار دُور کرنے کے لئے ہر صدی کے سر پر مجددین آتے ہیں جنہیں خدا اپنے دین کی تجدید کے لئے بھیجتا ہے، اور اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں، جو اپنے کام کی نوعیت کے لحاظ سے ممتاز ہیں، اور آپ نے اپنے زمانے میں آریہ سماج، برہمو سماج اور دیو سماج اور دہریوں کے الزامات کا کامیابی سے رد کیا۔ مجدد زمان کی اتباع میں جماعت احمدیہ لاہور ان غلط بیانیوں کو دُور کر کے جو اسلام سے منسوب کی گئی ہیں اس کی صحیح تعلیمات دنیا میں پھیلا رہی ہے، ہمارے عقائد اور کام کے متعلق بھی غلط فہمیاں ہیں، لیکن غلط فہموں سے کون بچا ہے تاہم خدا کے فضل سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے بادل چھٹتا رہے ہیں۔

یہ محفل کوئی نصف گھنٹہ تک قائم رہی، اس دوران میں انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے پُر تکلف چائے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ جس نے محفل میں تورے خوش گوار گرم جوشی پیدا کر دی تھی مقررہ وقت ختم ہو رہا تھا، ہمیں ڈاکٹر شمیل کی مصروفیات کا احساس تھا اس لئے محترم سیکرٹری صاحب نے دوبارہ شکریہ ادا کیا اور رخصت چاہی اور یہ مختصر مگر پُر مغز تقریب نہایت پاکیزہ و تسکین آمیز احساسات کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی ؛

اظہارِ تشکر

میری درخواست پر محترمہ بیگم صاحبہ مولینا عبدالمنان عمر صاحب نے سلائی کی مشین لے کر مجھے دی ہے۔ میں ان کی اس امداد پر ان کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

ناہید بیگم۔ معرفت عبدالرزاق سواتی مؤذن جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن۔ لاہور

علمائے اسلام پاکستان کی خدمت میں

عاجزانہ درخواست

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ۔ اس خط کا لکھنے والا ایک بوڑھا انسان ہے جس کی عمر قریباً ۸۲ سال ہے۔ مذھبی عقیدہ کے لحاظ سے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ہم خیال ہے اور جس نے بذاتِ خود حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تقریباً وہ تمام تحریرات پڑھی ہیں اور حلفاً آپ کی خدمت میں عرض کر سکتا ہے کہ ان تحریرات کی بناء پر مخالفین اور موافقین (جماعت قادیان) حضرت میرزا صاحب کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنے میں قطعاً حق بجانب نہیں ہیں۔ بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں تحریریں حضرت میرزا صاحب کے دعوے مثیل مسیح کے بعد ان کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں انہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کافر۔ کاذب دجال۔ لعین۔ شیطان مردود اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

۲۔ میرے نزدیک اُمتِ محمدیہ میں صرف حضرت میرزا صاحب کی واحد شخصیت ہے جس نے عیسائیوں کے خدا کو مار کر اور اس کی قبر کی نشاندہی کر کے تاریخی طور پر ناقابل تردید ثبوت بہم پہنچا کر کسرِ صلیب کا فریضہ نہایت کامیابی کے ساتھ ادا کر دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی تسلی و تشفی کے لئے وفاتِ مسیح کا ثبوت قرآن کریم اور متعدد احادیث سے ایسا پیش کر دیا ہے۔ جس کا کوئی جواب ہمارے ان علمائِ اسلام کے پاس نہیں ہے۔ جو اب تک حیاتِ مسیح اور اس کے نزول حقیقی کے قائل ہیں برعکس اس کے اب تو مغربی ممالک کے اکثر ادیب جید علمائِ اسلام بھی حضرت میرزا صاحب کی مذکورہ تاریخی تحقیق کو صحیح ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

۳۔ بنائً علیہ میری سمجھ سے یہ امر باہر ہے۔ کہ وہ کونسے وجوہات ہیں جن کے نتیجہ میں آپ جیسے جید عالم و فاضل۔ مخلص اور محبِ اسلام ابھی تک جماعت احمدیہ لاہور کی تکفیر کرنے پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ کیا میں آپ کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول کا واسطہ دے کر توقع رکھ سکتا ہوں کہ اس خاکسار نیز جماعت احمدیہ لاہور کو راہِ راست پر لانے کے لئے ان وجوہاتِ کفر سے مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں گے ؟ مجھے اُمید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہ فرمائیں گے۔ والسلام

خاکسار۔ شیخ عبدالحق۔ مناظر اسلام
مکان ۱۲۷/۲۔ الیس بلاک ۲/۲ پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی ۲۹۔ مؤرخہ ۴ ستمبر ۱۹۷۳ء

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۳ء

روزنامہ "نوائے وقت" میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف

بعض معاندین کا بے بنیاد پراپیگنڈا

ذیل کا مضمون روزنامہ "نوائے وقت" میں اشاعت کے لئے بھیجا گیا تھا اور مدیر "پیغام صلح" نے بذات خود مجید نظامی صاحب پروپرائٹر "نوائے وقت" سے مل کر استدعا کی تھی کہ ایسی حالت میں کہ اُن کے اخبار میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف ایسے مضامین شائع کئے جا رہے ہیں جن میں غلط اور بے بنیاد الزامات لگا کر انہیں بدنام کیا جا رہا ہے، ذیل کے مضمون کے ذریعہ ہمیں ان الزامات کی صفائی کا موقعہ دیا جائے، لیکن افسوس ہے کہ ہماری استدعا کو ناقابل قبول سمجھتے ہوئے یہ مضمون بلا اشاعت واپس کر دیا گیا۔ دوست محمد ایڈیٹر

مکرمی ایڈیٹر صاحب روزنامہ "نوائے وقت" لاہور! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کے مؤقر روزنامہ "نوائے وقت" مؤرخہ ۲۶ اگست ۱۹۷۳ء میں "جواب آں غزل" کے عنوان سے جناب نعیم آسی سیالکوٹ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے ایک "درد مند" خاتون کا جواب دیتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف بعض ایسی باتیں منسوب کی ہیں جن سے مرزا صاحب مرحوم کو دُور کا بھی تعلق نہیں مثلاً یہ کہ :—

(۱) انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

(۲) اپنے تمام نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا ان کو لڑکیوں کا رشتہ دینا اور ان کے جنازے پڑھانا ناجائز ٹھہرایا۔

(۳) اپنے الہامات کو تورات و انجیل اور قرآن کریم کے ہم پلہ قرار دیا۔

(۴) "جس طرح قرآن کا منکر کافر بعینہ مرزا کے وحی و الہام کا منکر کافر" یہ ان کا عقیدہ ٹھہرا۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تمام معتقدات اس جماعت کے ہیں جو ربوہ یا قادیان سے تعلق رکھتی ہے لیکن خود مرزا صاحب کا جیسا کہ میں اُوپر عرض کر چکا ہوں ان معتقدات سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں بلکہ انہوں نے بار بار قسمیں کھا کھا کر ان تمام معتقدات سے بیزاری اور اپنی بریّت کا اظہار کیا ہے، یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ لوگ عام طور پر اپنے مُرشدوں کو ان کے مرتبہ سے بڑھا چڑھا کر ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، جن کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا، بطور مثال حضرت عیسٰے علیہ السلام کے پیرؤوں نے ان کے کلام میں ابن اللہ کا مجازی استعمال دیکھ کر اسے حقیقت پر محمول کر لیا اور انہیں فی الواقعہ خدا اور خدا کا بیٹا ماننے لگ گئے) ایسا ہی مرزا صاحب کے کلام میں لفظ نبی کے مجازی استعمال پر ایک طرف انکے مخالفین نے انہیں کافر قرار دے دیا اور دوسری طرف ان کے پیرؤوں کے ایک حصہ نے انہیں حقیقی طور پر مدعی نبوت قرار دے کر ان کے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے لیا، حالانکہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں حضرت مرزا صاحب نے اس سے قطعی بیزاری کا اظہار کیا ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ :—

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدّث ایک معنے میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوتِ ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ نبوت کے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں، بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رُو سے بیان کئے گئے ہیں، ورنہ حاشا و کلّا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ پر لکھ چکا ہوں، میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفٰے صلعم خاتم الانبیاء ہیں) سو میں تمام مسلمان بھائیوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں، تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدّث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں، کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا منظور نہیں، جس حالت میں ابتداء سے میری نیّت میں جس کو اللہ جلّ شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ سے مراد حقیقی نہیں، بلکہ صرف محدّث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلعم نے مکلّم مراد لئے ہیں، یعنے محدثوں کے متعلق فرمایا ہے، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی اُمتی احد فعمر۔ (صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴ باب مناقب عمر) تو مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدّث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرما لیں۔" (اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

فرمایئے اس سے بڑھ کر اور کیا وضاحت ہو سکتی ہے، اور اس وضاحت کے بعد یہ کہنا کہاں تک واجب ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت حقیقی کا دعوےٰ کیا تھا، اس وضاحت کے علاوہ انہوں نے اپنے مریدین کو بھی کھلے الفاظ میں یہ تلقین فرمائی کہ :—

"چونکہ ان لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے، جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دینِ اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں، اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بناویں ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے، اور اسلام سے محبت سچی رکھنی چاہیئے اور آنحضرت صلعم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے، ہم خادم دینِ اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علّتِ غائی ہے۔"

(مکتوب حضرت مرزا صاحب مندرجہ اخبار الحکم۔ قادیان مؤرخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

ان کھلی تصریحات کے باوجود اگر قادیانی جماعت نے شیعوں یا غالی عیسائیوں کی طرح حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دے دیا تو یہ مرزا صاحب کا قصور نہیں، ہم نہیں بُرا بھلا کہنا یا لعن طعن کرنا کسی طرح جائز ہے؟

(۲) دوسرا امر کہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا یہ بھی صحیح نہیں، حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں نہایت کھلے الفاظ میں لکھا ہے کہ :—

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے نہ ماننے کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اور اس کے نیچے حاشیہ میں یہ تحریر کیا ہے :—

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت یا احکامِ جدیدہ لاتے ہیں، لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم یا محدّث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" (ایضاً حاشیہ)

یہ ایک اور واضح ثبوت اس بات کا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ صرف مکلّم من اللہ اور محدّث ہونے کا تھا، نبی ہونے کا دعوےٰ ہرگز نہ تھا، اور نہ وہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والوں کو کافر سمجھتے تھے، تو نہ ماننے والے مسلمانوں سے لڑکیوں کا رشتہ نہ کرنے یا ان کا جنازہ نہ پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ صرف ربوہ کی قادیانی جماعت کا اعتقاد ہے، حالانکہ ان کے سابق خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب جسٹس منیر کی عدالت میں یہ اقرار کر چکے ہیں کہ ان کے پاس حضرت مرزا صاحب کا ایک خط موجود ہے جس میں غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اگر اہلِ ربوہ اس فتوے پر عمل پیرا نہیں یا سر ظفراللہ نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا تو حضرت مرزا صاحب اس کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے؟

تیسری بات کہ مرزا صاحب نے اپنے الہامات کو تورات، انجیل اور قرآن کریم کے ہم پلہ قرار دیا ہے، قطعاً صحیح نہیں، ان کا اپنا بیان ہے کہ :—

"جو کچھ مجھے قرآن کی مشکلات کا فہم دیا گیا یا اللہ رحمان سے الہام کیا گیا میں نے اس کو صحت اور صواب کی شرط پر قبول کیا ہے اور یہ مجھ پر کھولا گیا ہے کہ وہ صحیح خالص ہے، شریعت کے موافق ہے، اس میں کچھ شک نہیں اور نہ کوئی ملاوٹ ہے اور نہ شک و شبہ ہے اور اگر فرضِ محال کے طور پر معاملہ اس کے خلاف ہو تو ہم اس سب کو (یعنے اپنے الہامات کو) اپنے ہاتھوں سے ردّی چیز کی طرح اور کھانسی کے مادہ کی طرح پھینک دیں گے۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱)

دیکھ لیجئے جو شخص اپنے الہامات کو اگر وہ قرآن کے خلاف ہوں ردّی چیز اور کھانسی کے مادہ کی طرح پھینک دینے کا اعلان کرتا ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اپنے الہامات کو قرآن اور تورات

انجیل کے ہم پلہ سمجھتا ہے کہاں تک جائز ہے، اسی سے یہ بھی بات بھی حل ہو گئی کہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ جس طرح قرآن کا منکر کافر ہے ان کے الہام کا منکر بھی کافر ہے، جب وہ اپنے دعویٰ کے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں سمجھتے تو الہام کے منکر کو کافر کیسے کہہ سکتے ہیں ملہم من اللہ ہونے کا ہی تو انہیں دعویٰ ہے جو محدثیت کا ہم معنے ہے۔

ان امور کے علاوہ نعیم آسی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے تمام نہ ماننے والوں کو گالیاں دی ہیں، انہیں کنجریوں کی اولاد اور خنزیر اور ان کی عورتوں کو کتیوں سے بدتر لکھا ہے، اس بارہ میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں، کہ یہ الفاظ تمام مسلمانوں کے متعلق نہیں بلکہ صرف ان مخالفین کے متعلق استعمال کئے گئے جنہوں نے ایک مخالفِ اسلام عیسائی آتھم کے بارہ میں مرزا صاحب کی پیشگوئی کو جھٹلاتے ہوئے بے غیرتی کے ساتھ اسلام کی شکست اور عیسائیت کی فتح کے نعرے لگائے، اور مرزا صاحب کو بار بار "ولد الحرام" اور "حرام زادہ" کے ناپاک خطابات سے مخاطب کیا، انہی لوگوں کے اس ظالمانہ طرزِ عمل اور ناپاک گالیوں کا جواب دیتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے کہ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم (اللہ تعالےٰ کسی بُری بات کا علانیہ ذکر کرنا پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو) انہی مخالفین کے الفاظ ان پر لوٹا دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے البادی اظلم یعنے ظلم کی ابتداء کرنے والا ہی ظالم ہے اس لئے مرزا صاحب کو اس پر متہم کرنا جائز نہیں، اور یہ بھی صحیح نہیں کہ تمام مسلمانوں کے متعلق انہوں نے ایسا لکھا ہے ان کا اپنا بیان ہے کہ

"علماء صالحین اور مہذب شرفا کی ہتک سے ہم پناہ چاہتے ہیں، وہ مسلمان ہوں یا مسیحی یا آریہ، ہم ان کا ذکر خیر کرتے اور بھائیوں کی طرح عزت کرتے ہیں۔"

پھر لکھا ہے:۔

"ہم نے اس رسالہ میں صرف ان کی مذمت کی ہے جو علانیہ ارتکاب معاصی کے عادی ہو چکے ہیں اور لوگوں کے عیوب کی اشاعت کرتے ہیں اور ہمارے سخت کلمات کے مصداق صرف اس زمانہ کے ایسے ہی افراد ہیں اور مستورین کی مذمت سے ہم بری ہیں" (لجۃ النور صفحہ ۶۷)

پھر ایک اور جگہ یہ بھی لکھا ہے:۔

"جو علما اس قسم کے نہیں ہم ان کو یہودی نہیں کہہ سکتے بلکہ جو لوگ حضرت عیسےٰ کے دشمنوں کی طرح مجھے دجال، کافر اور بے ایمان کہتے ہیں وہی یہودی ہیں" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۴)

ان کھلے اعلانات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو گالیاں دی ہیں، کیا ظلم عظیم نہیں؟

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو ✤ کچھ تو لوگو حق سے شرماؤ

ایک اور بات یہ کہی گئی ہے کہ:۔

"جو شخص انبیاء کو شرابی اور معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ان کے ننھیال کو زانی اور کافر قرار دے اہلِ بیت کی اہانت کا مرتکب ہو اور نقلِ کفر کفر نہ باشد اپنے آپ کو سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند مرتبت خیال کرے کیا وہ ایک "شریف" "نیک" اور "مہذب" انسان ہو سکتا ہے؟ کیا آپ ایسے شخص کو مسلمان ماننے کے لئے تیار ہیں؟"

ہرگز نہیں، ایسا شخص مسلمان تو کیا، بدترین خلائق سے بھی بدتر ہے، لیکن نعیم آسی صاحب کو میں چیلنج دیتا ہوں کہ مرزا صاحب کی کسی کتاب، کسی اشتہار، کسی تحریر یا تقریر سے یہ ثابت کریں کہ مرزا صاحب نے انبیائے کرام کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے یا اشارتاً کنایتاً بھی کسی رنگ میں ان کی توہین کی ہو اور سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو "بلند مرتبت" قرار دیا ہو یا اہلِ بیت کی اہانت کی ہو، برخلاف اس کے میں ان کی بیسیوں ایسی تحریریں پیش کر سکتا ہوں جن میں انبیاء کرام کی عصمت اور عظمت و فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی اور بلند شان کا نہایت پُرشکوہ الفاظ میں ذکر کیا ہے، مضمون کی طوالت اجازت نہیں دیتی کہ زیادہ حوالے دیئے جائیں صرف دو تحریرات بطور نمونہ پیش کرتا ہوں:۔

انبیائے کرام کے متعلق:۔ عصمت انبیاء کے عنوان سے حضرت مرزا صاحب کا ایک مضمون ایک عیسائی پادری کے جواب میں ان کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے کئی نمبروں میں مسلسل شائع ہوتا رہا ہے جو بعد میں ایک کتاب کی شکل میں طبع کیا گیا، اس مضمون میں قرآن کریم کی آیات سے ایک ایک نبی کو ان گناہوں سے پاک ثابت کیا گیا جو ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور آخر میں لکھا ہے:۔

"قرآن مجید ایسی آیات سے بھرا ہوا ہے لیکن ان سب کا نقل کرنا ضروری نہیں کیونکہ جس قدر اوپر تحریر کی جا چکی ہیں، ان سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ گناہ پیغمبروں کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا

مندرجہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے اقوال و افعال تمام احکامِ الٰہیہ کے تابع ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی نیکیاں خالص اور اعلےٰ درجہ کی ہوتی ہیں، اور ان میں بدی کی ملاوٹ ایک ذرہ بھی نہیں ہوتی اور شیطان کا ان پر کوئی تصرف نہیں ہوتا اور وہ اوروں کو ان سب نیکیوں کی تعلیم دیتے ہیں جن پر وہ خود عمل کرتے ہیں اور کوئی بدکار یا گنہگار پیغمبر نہیں بنایا جا سکتا اور ان کو صراطِ مستقیم پر چلایا گیا تھا جس سے وہ کبھی الگ نہیں ہو سکتے تھے۔"

(عصمتِ انبیاء ص ۱۸۲)

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق:۔ اسی کتاب "عصمتِ انبیاء" میں بھی حضرت رسول کریم صلعم کی اعلےٰ اور برتر شان کو بیان کیا گیا ہے اور اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام **محمد** ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا، اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی، وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر ہی نوعِ انسان کی ہمدردی میں اس کی جان گداخت ہوئی، اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز سے واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں، وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی، اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک اس کے مقابل پر کھڑے ہیں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

کیا ان پاکیزہ کلمات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا حق بجانب ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے انبیاء کی توہین کی اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو بلند رتبہ قرار دیا؟ نعیم آسی صاحب کو چاہیئے کہ لوگوں سے سنی سنائی باتوں پر یقین کرکے انہیں دوہرانے کی بجائے خود تحقیق سے کام لیں اور حضرت مرزا صاحب کی طرف ایسی باتیں منسوب نہ کریں جن کا ثبوت ان کی کسی کتاب، کسی تحریر یا تقریر سے نہیں دیا جا سکتا، اس کے ساتھ ہی انہیں چاہیئے کہ اس بات پر بھی غور کریں کہ مرزا صاحب نے کیا تعلیم اپنی جماعت کو دی ہے، اور ان کی زندگی اسلام کے مطابق ہے یا خلاف؟ کیا ان کی جماعت نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ کے سوائے کسی اور تعلیم پر عامل ہے؟ اور اشاعتِ اسلام کا کام جو یورپ اور امریکہ میں جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ہو رہا ہے اور اس کے ذریعہ کئی یورپین مسلمان ہو چکے ہیں اور مزید ہو رہے ہیں کیا یہ دجالیت کا کام ہے؟ مرزا صاحب کی زندگی کو دیکھو ان کے اعمال اور تعلیمات کو دیکھو، ان کے مریدین کے کردار اور اعمال و افعال کو دیکھو اور پھر فیصلہ کرو کہ مرزا صاحب اسلام کے دشمن۔۔۔ تھے یا اس کے حامی اور عاشقِ زار؟ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ﷺ السلام

خاکسار۔ دوست محمد۔ ایڈیٹر ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور

جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال انگیز لٹریچر کی اشاعت

قابلِ توجہ گورنمنٹ پنجاب

آج کل مخالفین احمدیت کی باسی کڑی میں پھر اُبال آیا ہوا ہے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارات کو ان کے محل استعمال سے الگ اور قطع برید کرکے مسلم عوام کو مسلسل اشتعال دلانے میں مصروف ہیں۔ اس وقت تک دو اشتہارات ہماری نظر سے گذر چکے ہیں جن میں نہایت ہی ناخدا ترس اور بے توفیقی کے ساتھ حضرت صاحب کی بعض عبارتوں کو غلط معنی پہنا کر جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ حکومت اس طرف خاص طور پر توجہ فرما کر اس سلسلہ کو ختم کرنے کا انتظام کرے۔ (عبدالرؤف)

مومنوں کی صفات اور ان کی کامیابی کی خوش خبری۔
مومن کا وجود معاشرہ کے لئے امن اور برکات کا موجب ہوتا ہے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جماعت پیدا کی
جو اپنے اعمال و اخلاق کی وجہ سے دنیا کے لئے نمونہ بن گئی

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۳ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور

قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون ۔ والذین هم عن اللغو معرضون ۔ والذین هم للزکوٰة فاعلون ۔ والذین هم لفروجهم حٰفظون ۔ الا علیٰ ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین ۔ فمن ابتغیٰ وراء ذالك فاولئك هم العٰدون ۔ والذین هم لامٰنتهم وعهدهم راعون والذین هم علیٰ صلوٰتهم یحافظون ۔ اولئك هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون ۔ (سورۃ المؤمنون ۔ رکوع ۱)

فرمایا قد افلح المؤمنون ۔ مومن کامیاب ہو گئے، یہ پہلا جملہ کس قدر رحم اور محبت سے بھرا ہوا ہے ۔ اس میں خدا پرست مومنوں کو کامیابی کی خوش خبری دی گئی ہے ۔ یہ تو قرآن کا نظریہ ہے کہ خدا پر ایمان لانے والے گناہوں سے پاک اور کامیاب زندگی بسر کرتے ہیں، انجیل میں لکھا ہے کہ تمام دنیا کے لوگ گنہگار ہو گئے ان کی توبہ قبول نہ ہوئی اور کسی طرح گناہوں سے نجات نہ مل سکی ۔ آخر کار خدا نے اپنا بیٹا بھیجا، جس نے تمام دنیا کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر صلیب پر لعنتی موت اختیار کی ۔ لیکن باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ انسان عام طور پر ویسے کے ویسے ہی گناہوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں، ہندو کہتا ہے کہ جب تک انسان ۸۴ کروڑ جونوں سے نہ گذرے نجات حاصل نہیں کر سکتا، نجات کے معنے ہیں مصیبت سے چھٹکارا پانا یہ انسان کی بہت بڑی ذلت ہے کہ گناہوں میں پھنسا ہوا ہے اور ان سے نجات کی راہیں ڈھونڈتا ہے ۔ خدا نے انسان کو معزز پیدا کیا ہے اس کے اندر ایک عالم ہے، اس میں فرشتے بھی ہیں اور شیطان بھی، وہ فرشتوں کا ساتھ دے کر خدا پر ایمان لاتا ہے اور کامیابی حاصل کرتا ہے، خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس انسان نے خدا پرستی اختیار کی وہ کامیاب ہو گیا، قرآن نے نجات کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ اس میں انسانیت کی ذلت ہے ۔ خدا کو یہ شایاں نہیں کہ انسان جس کو اس نے اپنا خلیفہ بنایا ہے وہ گناہوں میں پھنسا رہے اور نجات کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہے، ویسے ہندوؤں میں بھی نیک آدمی موجود ہیں اور عیسائیوں میں بھی نیک آدمی موجود ہیں، اور مسلمانوں میں تو بڑے بڑے اولیاء اللہ اور بزرگ لوگ ہوئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں، معلوم ہوا کہ ہندو عیسائی اور مسلمان بحیثیت انسانیت ایک ہیں، ان کے لئے نجات کا لفظ استعمال کرنا ہی انسانیت کی ذلت ہے اسلئے قرآن نے فرمایا ہے کہ خدا پرست انسان کامیاب ہو گیا۔

ان خدا پرست انسانوں کی صفات بیان فرمائیں الذین هم فی صلاتهم خاشعون ۔ وہ نمازوں میں عاجزی اختیار کرتے ہیں تکبر نہیں کرتے، کسی کو دکھ نہیں دیتے، ان کے ذریعہ دوسرے لوگ امن پاتے ہیں المؤمن من امنه الناس، مومن وہ ہے جس سے لوگ امن حاصل کریں، وہ لوگوں کی تکلیف کا باعث نہیں ہوتے المسلم من سلم الناس من لسانه ویده ۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں، سبحان اللہ العظیم کیا مبشر کلام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان صفات سے متصف تھے، آپ کے چہرہ پر بشاشت رہتی تھی، یہ نہیں کہ کسی کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچا ہے یا کسی کی ڈاڑھی چھوٹی ہے تو اس پر خفا ہوں، یہ مسلمان کی نشانیاں نہیں کہ ٹخنے ننگے ہوں اور لمبی ڈاڑھی ہو، مسلمان کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ بچے رہیں ۔ یہ شان ہے مومن کی، قرآن نے مومن کی شان بڑھائی ہے گرائی نہیں ۔ دوسرے تمام مذاہب نے یہ کہہ کر انسان کی تذلیل کی ہے کہ انسان گنہگار ہے، قرآن کریم فرماتا ہے قد افلح المؤمنون ۔ مومن کامیاب ہو گئے وہ نمازوں میں خدا سے ڈرتا ہے، اس کی خدا خوفی کی یہ حالت ہے کہ غیب در غیب بھی وہ برا کام نہیں کرتا، ہر وقت اور ہر حالت میں وہ یہ یقین کرتا ہے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے ۔ ایسے لوگوں کے کارنامے تاریخوں میں موجود ہیں ۔ اسلام نے بہت بڑا احسان کیا ہے کہ انسان کو ذلت سے اٹھا کر اعلےٰ حالت تک پہنچایا فرمایا الذین هم فی صلاتهم خاشعون ۔ مومن کبھی ہاتھ باندھ کر خدا کے حضور کھڑا ہوتا ہے کبھی عاجزی سے جھک جاتا ہے پھر اور عاجزی اختیار کر کے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے، اس کا اثر اس کی زبان پر بھی ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی زبان کو بری باتوں سے پاک رکھے اور ایسا لفظ زبان پر نہ آئے جو کسی کی ذلت کا موجب ہو، جو لوگ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں ان کے اعضا میں برکت پیدا ہونی چاہیئے، ان کے ہاتھوں، پاؤں اور دماغ میں خدا بسا نظر آئے ۔ ایسے شخص کی نماز میں خشیت پائی جاتی ہے، اس کی زندگی پاکیزہ ہوتی ہے والذین هم عن اللغو معرضون ۔ وہ لغو باتوں کے نزدیک نہیں جاتے ۔ والذین هم للزکوٰة فاعلون ۔ خدا پرستی کے ساتھ مخلوق خدا کی تکلیف دور کرنا بھی ان کے مشاغل میں داخل ہے اور وہ اپنے اموال دوسرے لوگوں کی بہبودی کے لئے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، یہاں فاعلون کا لفظ اختیار کیا ہے یعنے ان کی فطرت میں داخل ہے کہ مصیبت زدہ کی مدد کریں اور ان کی صفت یہ بھی ہے کہ والذین هم لفروجهم حٰفظون ۔ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں الا علیٰ ازواجهم او ما ملکت ایمانهم سوائے اپنی بیویوں یا ان لونڈیوں کے جن سے نکاح کیا ہو فانهم غیر ملومین ۔ ان پر ملامت نہیں فمن ابتغیٰ وراء ذالك فاولئك هم العٰدون ۔ جو لوگ گھر کی زندگی کو چھوڑ کر بازار کی ناپاک زندگی اختیار کرتے ہیں، وہ حد سے تجاوز کرتے ہیں، قرآن کریم ایسا انسان پیدا کرنا چاہتا ہے جو اپنے گھر کے لئے اولاً باہر کے لوگوں کے لئے امن کا موجب ہو، وہ خدا سے ڈرتا ہے، یہ ناپاک خیال کہ کس طرح دوسرے کو نقصان پہنچاؤں اس کے قریب نہیں آتا۔

یہ تعلیم قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور اس کے مطابق ایسی قوم پیدا کی جو دنیا کے لئے امن اور راحت پیدا کرنے کا موجب ہوئی، ان کے بادشاہ سے لے کر سپاہی تک لوگوں کے لئے نمونہ تھے ۔ ایک جماعت کی جماعت مزکّی اور مطہر ہو گئی تھی وہ جہاں جاتے تھے، لوگ ان کے کردار اور اطوار کو دیکھ کر ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے ۔ ایک اور صفت مومنوں کی یہ بیان کی کہ والذین هم لامٰنتهم وعهدهم راعون، مومن کی شان یہ بھی ہے کہ وہ دیانت و امانت کا پکا ہو، وہ اس بات کو نگاہ میں رکھتا ہو کہ حلال کی روٹی کھاؤں اور میرے کاروبار یا لین دین میں کسی قسم کی بد دیانتی نہ ہو۔

یہ کتاب وعظ نہیں کرتی کہ نجات کس طرح حاصل کی جائے، وہ ایسا رستہ بتاتی ہے جو انسان کی کامیابی اور فلاح کا موجب ہے ۔ اسی فلاح کے حصول کے لئے نمازوں پر خاص طور پر زور دیا اور فرمایا والذین هم علیٰ صلوٰتهم یحافظون ۔ مومن نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں اور انہیں ضائع نہیں ہونے دیتے، معلوم ہوا کہ نماز ضائع بھی ہو جاتی ہے، ایسی حالت میں کہ نماز کے اندر ایک شخص ہاتھ باندھ کر خدا کے سامنے عرض کرتا ہے ایاك نعبد و ایاك نستعین ۔ اے اللہ میں تیری عبادت کرتا تیرے حکم بجا لاتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں، اور نماز سے فارغ ہو کر جب باہر جاتا ہے تو اس اقرار کو بھول جاتا اور دنیا کی ملونی میں غرق ہو کر اسے خدا یاد نہیں رہتا اور ہر قسم کی بے ایمانی اور بد عہدی سے دریغ نہیں کرتا یہ نماز کی حفاظت نہیں بلکہ خدا سے دھوکا ہے ۔ دکان میں، تجارت میں، کارخانوں میں جب تک خدا یاد نہ ہو، ایاك نعبد کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ۔

لائل پور میں ہمارے ایک بھائی شیخ محمد اسمٰعیل تھے، ان کا آٹے وغیرہ کا کارخانہ تھا، اس قدر دیانت اور امانت ان کے مد نظر تھی کہ ان کے آٹا اور سوجی کے متعلق ہندو بھی معترف تھے، کہ اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی، جہاں شیخ محمد اسمٰعیل کا نام آیا وہ یقین کرتے تھے کہ ان کے مال میں کوئی نقص نہیں، یہ ہے نمازوں کی حفاظت ۔ جس طرح انسان اپنے اخلاق اور اعمال کی بھی حفاظت ضروری ہے اس کے بغیر ایاك نعبد کہنے کا فائدہ نہیں یہ نماز کو ضائع کرنا ہے ۔

یہ ہے مومن! اس مومن کے متعلق فرمایا قد افلح المؤمنون ۔ مومن کی خدا پرستی، اسے دنیا کے لئے بابرکت بنا دیتی ہے ۔ وہ دنیا کو برائیوں سے محفوظ کرتا ہے اور جو عہد نماز میں کرتا ہے اس کو عملی زندگی میں پورا کر کے دکھاتا ہے اس کے متعلق فرمایا اولئك هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون، یہ لوگ فردوس کے وارث ہیں، انہوں نے دنیا میں کامیاب زندگی بسر کی اور آخرت میں جنت کے وارث ہوں گے ۔

لیبیا کے صدر کرنل قذافی کا عربوں کو انتباہ

ایک خبر کے مطابق کرنل قذافی نے غیر جانبدار ممالک کی سربراہی کانفرنس میں عربوں کو خبردار کیا ہے کہ "سامراجی طاقتیں کمزور قوموں کے عوام کو منشیات کا عادی بنا کر اس کے مفادات کے خلاف کام کر رہی ہیں میرے نزدیک نیپام بم اور حشیش اور بھنگ میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ ان دونوں کا کام انسانی دنیا اور خصوصاً عربوں کو ابتر حالات سے دوچار کرنا اور اسرائیل کے عزائم کو کامیاب بنانا ہے ...... اسرائیل بھاری مقدار میں حشیش خریدنے کے بعد اسے عرب ممالک میں سمگل کر رہا ہے تاکہ عرب منشیات کے عادی ہو کر جنگ کرنے کی صلاحیتوں یا دشمن کا مقابلہ کرنے کی قوت سے محروم ہو جائیں" پاکستان ٹائمز

خاصہ مطالعہ

محمد صالح نور

حقیقت احمدیت اور اسکے تقاضے

”تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ“

”سو تم شانِ احمدیت کے ظاہر کرنے والے ہو لہذا اپنے ہر ایک بے جا جوش پر موت وارد کرو، اور عاشقانہ فروتنی دکھلاؤ“

(حضرت مسیح موعود)

——— حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کو ایک صدی مکمل ہونے کو آئی ہے۔ مگر حیران کن امر یہ ہے کہ تعصب کے شکار مخالفین میں سے پچانوے فیصدی لوگ آپ کی تصنیفات اور تحریرات کو پڑھے بغیر اور ان پر غور کرنے کی زحمت اُٹھائے بغیر اتنے طویل عرصہ سے آپ پر بلاوجہ سب وشتم کر رہے ہیں، اگر ایک طرف یہ حال ہے تو دوسری طرف آپ کے نام لیواؤں کا وہ طائفہ جو اپنے مخصوص مفادات کے پیشِ نظر خلافت کے پودے کی آبیاری کے لئے ظلم کی راہ اختیار کرتے ہوئے آپ پر دعوی نبوت کا الزام تھوپ رہے ہیں ان میں سے بھی پچانوے فیصدی لوگوں نے حضورؑ کی کتب کا قطعاً بغور مطالعہ نہیں کیا اور کرتے بھی کیسے جبکہ انہیں سبق ہی یہ دیا گیا تھا کہ۔ صرف وہ کتب پڑھو جو ١٩٠١ء کے بعد لکھی گئیں باقی ماندہ منسوخ ہیں۔ گویا ”خلافت“ کی دیمک ”احمدیت“ کو چاٹ گئی۔

——— کاش کہ مخالفین اور موافقین کے دونوں گروہ بجائے اس قسم کے غلط اور بیجا فیصلے کرنے کے آپ کی بتلائی ہوئی راہ پر قدم مارتے۔ یہ امر یقینی ہے کہ اگر حضور کا دعوے درمیان نہ ہو تو بدترین سے بدترین دشمن بھی اس بات کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اس صدی میں اپنے تمام ہم عصروں سے اسلام اور تعلیماتِ اسلامیہ کی دلکش اور دلنواز اور قلب و نظر کے لئے قابلِ قبول تشریح کرنے میں سرِفہرست ہیں۔ اور آپؑ کا ماموارنہ انداز ہی آپؑ کے منجانب اللہ ہونے کا پتہ دیتا ہے۔

——— حضورؑ کی کتب کے مطالعہ کے دوران بعض ایسے مقامات آتے ہیں کہ ہر صاحبِ عدل و انصاف یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوتا ہے کہ حضورؑ نے ایک بحرِ مواج کو کوزے میں بند کر دیا ہے اور ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور یقیناً یہی تعلیم ابدی فلاح کو لازم ہے اور یہی وہ گذرگاہ ہے جو رضائے الٰہی کے گلشن کو جاتی ہے، اور اسکی خوشبوؤں سے سلامتی کی راہیں معطر رہتی ہیں۔

——— ذیل میں حضور علیہ السلام کی ایک تحریر خصوصاً ان لوگوں کی خاص توجہ کے لئے درج کی جاتی ہے جو ”حلقہ بگوشِ احمدیت ہیں“ اور عموماً ان لوگوں کے لئے جو ”حقیقت احمدیت“ سے کما حقہٗ آشنا نہیں ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:—

”سو اب وقت ہے کہ اپنی اخلاقی قوتوں کا حسن اور جمال دکھلاؤ، چاہیئے کہ تم میں خدا کی مخلوق کے لئے عام ہمدردی ہو اور کوئی چھل اور دھوکہ تمہاری طبیعت میں نہ ہو، تم اسم احمد کے مظہر ہو۔

”سو چاہیئے کہ دن رات خُدا کی حمد و ثنا تمہارا کام ہو اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو اور تم کامل طور پر خُدا کی کیونکر حمد کر سکتے ہو۔ جب تک تم اس کو ربّ العٰلمین یعنی تمام دُنیا کا پالنے والا نہ سمجھو، اور تم کیونکر اس اقرار میں سچے ٹھہر سکتے ہو جب تک ایسا ہی اپنے تئیں بھی نہ بناؤ کیونکہ اگر تُو کسی نیک صفت کے ساتھ کسی کی تعریف کرتا ہے اور آپ اس صفت کے مخالف عقیدہ اور خُلق رکھتا ہے تو گویا تُو اس شخص سے ٹھٹھا کرتا ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کے لئے روا رکھتا ہے

”اور جب کہ تمہارا ربّ جس نے ...... اپنی کلام کو ربّ العٰلمین سے شروع کیا ہے زمین کی تمام خوردنی اور آشامیدنی اشیاء اور فضا کی تمام ہوا اور آسمانوں کے ستاروں اور اپنے سُورج اور چاند سے تمام نیک و بد کو فائدہ پہنچاتا ہے تو تمہارا فرض ہونا چاہیئے کہ یہی خُلق تم میں بھی ہو ورنہ تم احمد اور حامد نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ احمد تو اس کو کہتے ہیں کہ خُدا کی بہت تعریف کرنے والا ہو اور جو شخص کسی کی بہت تعریف کرتا ہے وہ اپنے لئے وہی خُلق پسند کرتا ہے جو اس میں ہیں اور چاہتا ہے کہ وہ سچے خلق اس میں ہوں۔ پس تم کیونکر سچے احمد یا حامد ٹھہر سکتے ہو جبکہ اس خُلق کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔

”حقیقت میں احمدی بن جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ خدا کی اصلی اخلاقی صفات چار ہی ہیں جو سُورۃ فاتحہ میں مذکور ہیں:—

١- ربّ العٰلمین۔ سب کا پالنے والا۔

٢- رحمان۔ بغیر عوض کسی خدمت کے خود بخود رحمت کرنے والا۔

٣- رحیم۔ کسی خدمت پر حق سے زیادہ انعام و اکرام کرنے والا اور خدمت قبول کرنے والا ضائع نہ کرنے والا۔

٤- اپنے بندوں کی عدالت کرنے والا

——— ”سو احمد وہ ہے جو ان چاروں صفتوں کو ظلی طور پر اپنے اندر جمع کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد کا نام مظہرِ جمال ہے اور اس کے مقابل پر محمّد کا نام مظہرِ جلال ہے وجہ یہ کہ اسم محمّد میں سرِ محبوبیت ہے کیونکہ جامع محامد ہے اور کمال درجہ کی خوبصورتی جامع المحامد ہونا جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے لیکن اسم احمد میں سرِ عاشقیت ہے کیونکہ حامدیت کو انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے اسی کا نام جمالی حالت ہے اور اور یہ حالت فروتنی کو چاہتی ہے۔

——— ”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شانِ محبوبیت بھی تھی جس کا اسم محمّد مقتضی ہے کیونکہ محمّد ہونا یعنی جامع محامد ہونا شانِ محبوبیت پیدا کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں شانِ محبیت بھی تھی جس کا اسم احمد مقتضی ہے کیونکہ حامد کے لئے محب ہونا ضروری ہے۔

”ہر ایک شخص کسی کی سچی اور کامل تعریف تبھی کرتا ہے جب کہ اس کا محب بلکہ عاشق ہو اور عاشق اور محب ہونے کے لئے فروتنی لازم ہے اور یہی جمالی حالت ہے جو حقیقت احمدیت کو لازم پڑی ہوئی ہے۔“

(اربعین نمبر ٤ صفحہ ١٩)

اخبار احمدیہ

چک ٨١ ضلع سرگودھا میں احمدیہ مہمان خانہ اور دار المطالعہ

——— خدا تعالیٰ کے فضل سے چک ٨١ ضلع سرگودھا میں ہماری بہت ہی مضبوط جماعت ہے۔ مسجد بھی ہے۔ وہاں پر ضرورت تھی کہ ایک علیحدہ جگہ پر ہماری لائبریری بھی ہو اور مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے بھی آرام دہ انتظام ہو۔ ہمارے مخلص بھائی چوہدری محمد عالم صاحب سیکرٹری جماعت ہذا نے ذاتی طور پر اس کام کو سرانجام دینے کا ارادہ فرمایا ہے مسجد کے ملحق ایک علیحدہ جگہ میں لائبریری اور مہمان خانہ بنایا جا رہا ہے۔ اینٹوں اور لکڑی کا بھی محترم چوہدری صاحب موصوف نے انتظام کر لیا ہے۔ آپ وہاں کے مطابق فرنیچر کا بھی انتظام فرما رہے ہیں۔ آپ کا ارادہ ہے کہ اس لائبریری میں سلسلے کا سارا لٹریچر رکھا جاوے۔

آپ کا علاقہ میں کافی اثر و رسوخ ہے۔ آپ دن کا اکثر حصّہ اس دار المطالعہ میں گذارا کریں گے۔ اور آپ کا یہ اقدام مسجد کی آبادی کا بھی موجب ہوگا اور آپ سے ملنے والے سلسلہ کی کتب اور لٹریچر کا بھی مطالعہ فرمایا کریں گے انشاءاللہ۔

آپ نے یہ کام شروع کر دیا ہے دوستوں سے ملتجی ہیں کہ دعا فرمائیں کہ یہ نیک کام... جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے اور اس کے نیک نتائج ہوں۔

مرزا محمد لطیف مبلغ اسلام کراچی حال لاہور

درخواستِ دُعا

——— ننکانہ میں ہمارے دو بھائی ایم عبدالحق صاحب، ایم عبدالواحد صاحب رہتے ہیں۔ اخلاق کا مجسمہ ہیں۔ تبلیغ کا بڑا درد رکھتے ہیں ان کا حلقہ اثر بڑا وسیع ہے۔ گذشتہ دنوں بعض شریروں نے ان کو نقصان پہنچانا چاہا۔ خدا تعالیٰ نے ان سب کو نامراد و ناکام کیا ہے۔ گذشتہ دنوں ہمارے ان بھائیوں کا ایک بھانجہ فوت ہوگیا ہے۔ جس کا ان کے عزیز و اقارب پر گہرا اثر ہے۔ احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبرِ جمیل عطا فرماوے۔ آمین

(ملفوظات احمدیہ - بقیہ از صفحہ اوّل)

تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح تعلیم کے ناممکن التعمیل ہونے کے باعث ثواب سے محروم رہتے۔ لیکن قرآن شریف تو حسبِ فطرتِ انسانی آہستہ آہستہ ترقی کراتا ہے انجیل کی مثال تو اس لڑکے کی ہے جو مکتب میں داخل ہوتے ہی بڑی مشکل کتاب پڑھنے کیلئے مجبور کیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ تدریج کے ساتھ تعلیم کی تکمیل ہو۔ (ملفوظات بنام منظور الٰہی صفحہ ٣٩-٤٠)

غلام نبی مُسلم

"دن چڑھیا بھاگی بھریا"

(وزیرِ نشریات سے معذرت کے ساتھ)

لاہور ریڈیو ہر روز صبح ۸ بجے کے قریب "دن چڑھیا بھاگی بھریا" کے عنوان سے صبحِ نو کا استقبال کرتا ہے، اس وقت دن چڑھے تین گھنٹے گزر چکے ہوتے ہیں، ریڈیو کا "شاویلا" بھی باسی ہو چکا ہوتا ہے۔ اور کسان حقّے کے کش لگا لگا کر پھر ہل سنبھال لیتا ہے، اس وقت اُسے کھیت میں کام کرتے پانچ چھ گھنٹے گزر چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ "شاویلا" (صبح کا ناشتہ) کر چکا ہوتا ہے۔ کہ لاہور ریڈیو کے نابغہ روزگار اعلانچی ہڑبڑا کر آنکھ کھولتے ہیں۔ سُورج اور گھڑی کو دیکھے بغیر "دن چڑھیا بھاگی بھریا" کا راگ چھیڑ دیتے ہیں۔ تاکہ سامعین کو یقین آ جائے کہ سچ مُچ دن چڑھ گیا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ قدریں بدل چکی ہیں۔ اور اگر نہیں بدلیں تو کم از کم ریڈیو لاہور والے تو ہمیں یہی یقین دلاتے ہیں۔ اور ہمارے لئے ان کے اعلان پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں۔ ورنہ جس زمانے میں ہم نے ہوش سنبھالا اُس زمانے میں بھی بھاگی بھریا دن چڑھتا تھا ان الفاظ کے ساتھ

دن چڑھیا بھاگیں بھریا، گھگی بولی　تارا چڑھیا

یہ دن سُورج نکلنے کے تین گھنٹے کے بعد نہیں چڑھتا تھا۔ بلکہ اس وقت جب کہ صبح کا تارا صبحِ نو کی آمد کا پیغام سناتا تھا اور گھگی (فاختہ) کی کُوکُو غنچوں کو آنکھ کھول کر نظارۂ کائنات کی دعوت دیتی تھی اور میاں نظام دین رس بھری لے میں

"اللہ تیرا نام جپ دی گھگی لے صبح دے ویلے"

کے الفاظ میں اس کی ہمنوائی کرتا تھا۔ کہ دُور سے کسی درد بھرے دل کی صدا

چڑیاں بول پیاں تینوں غافلا جاگ نہ آئی

دلوں میں عجیب کیفیت پیدا کرتی۔ اور مسجد کے مینار سے کسی مؤذن کی اثر بھری پُکار

الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم

نیند کے ماتوں کو چونکا کر نشانِ منزل کا پتہ دیتی تھی، گھر کی بھاگ بھری چھکے سے اُٹھ کر آٹا پیستے ہوئے کوئی دلکش نغمہ چھیڑ دیتی تاکہ وہ صبح سویرے وقت پر "شاویلا" تیار کر کے کھیتوں پر، کسان بیلوں کو جوت کر "سربت دا بھلا"، "کُل جگ دی خیر" کا حسین جُملہ منہ سے نکالتا اور رات کی تاریکی میں، ستاروں کی چھاؤں کے نیچے کھیتوں کی راہ لیتا، دُور کہیں دھوبی کے بیل کی گھنٹی فضا کی خاموشی کو توڑ کر گھاٹ کی طرف بڑھتی سُنائی دیتی اور پھر ماحول "چھوا چھو" کی صدا سے گونج اُٹھتا، اذان کی آواز دوست سمجھ کر نمازی نہا دھو کر مسجد کی راہ لیتے اور ان کے ہونٹوں پر سُبحان اللہ، الحمد للہ کی مدھم صدا دل کے تاروں کو چھیڑتی چلی جاتی۔ غرضیکہ طلوعِ آفتاب سے دو تین گھنٹے پہلے نسیم صبح کے جھونکے کائنات کی ہر شئے کے کان میں آمدِ صبح کا پیغام پہنچاتے اور زندگی بیدار ہو کر سعی پیہم کا نقارہ بجاتی۔

لیکن اب قدریں بدل گئیں، ہم نے ریڈیو کے اعلان کو باور کر لیا ہے، اور باور کئے بغیر چارہ کہاں، پبلک سیفٹی آرڈیننس کی موجودگی میں چارہ ہی کیا ہے، اور پھر ہر شئے کی راشن بندی ہے، وقت کی تقسیم بھی قومی ضروریات کے ماتحت ہو گئی ہے۔ اُٹھنے سونے اور کام کے اوقات ہی بدل چکے ہیں، ریڈیو کی آخری مجلس ۱۲ بجے شب "شب بخیر" ہوتی ہے۔ ایک بجے شب سونا نصیب ہوتا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی رائے ہے کہ کم از کم آٹھ گھنٹے کی نیند ضروری ہے۔ اب اگر صحت کو قربان کر کے اُن کی "گھگی" آٹھ بجے بول پڑے اور طلوعِ صبح کا پیغام سنائے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ اور اگر یہ فنکار اعلانِ صبح نو میں شہریانِ لاہور کو شامل کر لیتے ہیں تو وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔

بے شک ان کے "بھاگی بھریا" دن میں گھگی بولتی ہے نہ تارا چڑھتا ہے، دھوبی کی "چھوا چھو" ہے نہ بیگ ڈنڈوں میں بیلوں کی گھنٹیوں کی صدا، نہ بھاگ بھری چکی پیستی ہے اور نہ مؤذن کی آواز دل کے دروازے پر دستک دیتی ہے بلکہ یہ صدائیں بلند ہو کر فضا کی آغوش میں سو چکی ہوتی ہیں۔ لیکن فنکار کوئی مُلّا تو نہیں ہوتا کہ ان کی قدروں اور اوقات کا پابند ہو۔ وہ زندگی کا عکاس ہوتا ہے چنانچہ وہ اپنے ماحول سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ اس ضمن میں کتے، بلے، بیل، گائے، چرندے، پرندے اس کے لئے نمونے کا کام دیتے ہیں۔ اس کے مُبارک دن کی ابتداء "کُڑیئے گوانڈیں" سے ہوتی ہے، پہلے زمانے میں رانجھے کو عشق کے لئے تخت ہزارہ چھوڑ کر جھنگ سیال جانا پڑا۔ سسی پنوں کی تلاش میں بنوں میں ماری ماری پھری۔ مہینوال کو بخارا چھوڑ کر گجرات کو مسکن بنانا پڑا، لیکن ہمارے فنکاروں نے "صندل کے گھسنے اور لگانے" کے دردِ سر سے نجات دلا دی اور وہ آسان نسخہ یہ بتاتے ہیں کہ "گوانڈن کڑی" سے عشق لڑاؤ۔ اور قوم کے تمام "دِل پھینکوں" نے اسے خوش آمدید کہا ہے اور ان کی خوش قسمتی سے قوم نے یہ نمود اثر تر بہرحال گولی چھکے سے نکل ہی ہے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی، اور قوم کی کایا کلپ ہو گئی ہے قدریں بدل گئی ہیں۔ ہمارے زمانے میں "گوانڈن لڑکی" بہنوں کی طرح عزیز ہوتی تھی اور ہمسایہ ماں پیو جایا شمار ہوتا تھا، نوجوان ہمسایہ کی لڑکی کو سگی بہنوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ وہ ہمسائے ہی کو نہیں۔ گلی محلے کے ہر نوجوان کو سگے بھائی اور لڑکی کو سگی بہن سمجھتے تھے۔ ان کی موجودگی میں ہر لڑکی کی عزت محفوظ ہوتی تھی اور لڑکے بھی لڑکیوں کی نظروں میں بھائیوں کا مقام رکھتے تھے گویا کہ بے لوث پاکیزہ محبت کا دائرہ گھر سے نکل کر محلے تک پھیلا ہوتا تھا، اور کبھی کبھار تو شہر کی عزت گردنیں کٹوا کر برقرار رکھی جاتی ہے مگر وہ فنکار تو نہ تھے۔ اور ہمارے نابغہ روزگار فنکار تو

چشمِ انسان سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند
کرتے ہیں رُوح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

صبح کے وقت "چناب رنگ"۔ "دن چڑھیا بھاگی بھریا" "شاویلا" کے نغموں کے طوفان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی پستی و بدحالی کا علاج ایک ہی ہے کہ تمام کی تمام قوم کو "مریضِ عشق و ہوس" بنا دیا جائے اور بجائے اس کے کہ لوگ اعلیٰ خیالات کے ساتھ کاروبار میں مصروف ہوں وہ سب کے سب ریڈیو لگا کر، دل کو پکڑ کر فنکاروں کے حسنِ انتخاب کی داد دیتے رہیں خدا معلوم اقبال نے کن کی مدح میں فرمایا تھا

قوم کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

چونکہ وزیرِ نشریات ایک مردِ دانا ہیں، اس لئے ہم ان کے جدید نظام کی ہم نوائی کرتے ہوئے نئی اقدارِ حیات پر ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہیں اور اخلاقی اقدار کا ماتم۔

درخواستِ دُعا

جماعت کے ایک نہایت ہی مخلص دوست کو بعض افراد نے ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ بے حد پریشان ہیں اور احباب سے اپیل کرتے ہیں کہ ان کے لئے اجتماعی اور انفرادی طور پر دردِ دل سے دُعا کی جائے کہ خدا تعالیٰ انہیں ہر شر سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین۔ احباب دردِ دل سے دُعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سیکرٹری

مقبوضہ کشمیر میں متنازعہ قبر

اس عنوان سے ذیل کی خبر اخبار "نوائے وقت" راولپنڈی مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی ہے:

نئی دہلی۔ ۲ ستمبر (اپ پ) مقبوضہ کشمیر کی یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے سربراہ ڈاکٹر ایف ایچ حسنین کشمیر اور بھارت کی حکومتوں پر زور دے رہے ہیں کہ محلہ خانیار سری نگر کی اس متنازعہ قبر کو کھودا جائے۔ جس کے بارے میں عام کشمیریوں کا خیال ہے کہ یہ یوز آسف نامی بزرگ کی قبر ہے اور ایک مخصوص فرقہ کے مطابق یہ قبر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ہے۔ جو اس فرقہ کی رائے میں صلیب سے زندہ بچنے کے بعد بھارت اور کشمیر آئے اور یہاں طبعی وفات پائی۔ ڈاکٹر حسنین کا خیال ہے کہ حضرت عیسٰی کشمیر آئے تھے اور انہوں نے کشمیر میں رہنے والے بنی اسرائیل کو اپنا دین سکھایا۔ انگلستان سے شائع ہونے والے ایک ہفت روزہ "دی ویک اینڈ" میں مسٹر رونالڈ کیمپ کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں پروفیسر حسنین کے نظریہ پر بحث کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ قبر کو کھودنے سے کئی سربستہ رازوں کا پتہ لگ سکتا ہے۔ کشمیر میں اس کھدائی کی تجویز کے حق میں اور خلاف اچھی خاصی بحث چل پڑی ہے بعض لوگ کھدائی کے حق میں ہیں اور بعض خلاف۔

پیغامِ صلح: اس خبر کی دلچسپی اور اہمیت میں کلام نہیں ...... جُوں جُوں دنیا میں عِلم کی روشنی بڑھتی جاتی ہے، حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زندگی اور وفات کے متعلق تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے، یہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے واقعہ صلیب اور بعد کے حالات پر جو روشنی آپ نے اس وقت ڈالی جب ان پر حجاب در حجاب پڑے ہوئے تھے، اور دو قومیں مسلمان اور عیسائی اس پر متفق تھیں کہ حضرت عیسیٰؑ واقعہ صلیب سے پہلے یا بعد بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے اور وہیں آج تک زندہ بیٹھے ہوئے ہیں، اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر نہایت وضاحت کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈالی کہ وہ صلیب سے زندہ اُتار لئے گئے اور اس کے بعد بھیس بدل کر اپنے وطن سے ہجرت کر کے کشمیر میں چلے آئے۔ جہاں ۱۲۰ برس کی عُمر پا کر فوت ہوئے اور سری نگر محلہ خانیار میں یوسف آسف نبی کے نام سے ان کی قبر اب تک موجود ہے۔

اب ایک طرف اٹلی میں حضرت عیسٰیؑ کے کفن کی موجودگی اور اس میں خون کے دھبوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ صلیب سے

(باقی صفحہ ۱ کے نیچے کالم ۱)

حضرت مولانا شیخ عبد الرحمن مصری صاحب

جماعت احمدیہ ربوہ سے تعلق رکھنے والے ایک دوست کے دلائل پر ایک تحقیقی نظر

(۲)

اس دوست کی چوتھی دلیل اور حوالہ کا مطالبہ۔

جماعتِ ربوہ سے تعلق رکھنے والے ایک دوست نے حضرت مسیح موعودؑ کو زمرۂ انبیاء کا فرد ثابت کرنے کے لئے چار دلائل پیش کئے تھے جن میں سے تین دلیلوں کا مسکت جواب اخبار پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے۔ چوتھی دلیل کا جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اس دوست نے اپنے مکتوب میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھے :—

”قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبیوں کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے (اب تو بابیوں اور بہائیوں کی خوب بن آئے گی۔ ناقل) بلکہ ایسا سمجھنے والوں کے خلاف قرآن نے بڑے سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور اس عقیدہ کو اللہ اور مومنوں کے نزدیک سخت ناراض کرنے والا عقیدہ بتلایا ہے۔“

اس پر ان سے اس آیت کا حوالہ دریافت کیا گیا جو حضرت نبی کریم صلعم کے بعد نبوت کے سلسلہ کو بند سمجھتے ہیں اور ان کے ایسا سمجھنے پر ان کے خلاف قرآن کریم نے بڑے سخت الفاظ فرمائے ہیں جواب میں انہوں نے جو کچھ لکھا وہ ذیل میں قارئین کرام کے غور کے لئے پیش کیا جاتا ہے :—

”اجرائے نبوت کے مضمون سے سارا قرآن ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں نبی پر نبوت ختم ہو گئی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضال، مضل، مسرف، مرتاب، متکبر اور جبار ہیں فرماتا ہے ہم نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینٰت فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً کذٰلک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب الذین یجادلون فی اٰیٰت اللہ بغیر سلطان اتٰھم کبر مقتاً عند اللہ وعند الذین اٰمنوا کذٰلک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار۔ سورۃ غافر۔ ع۔ ۴ (سے سورۃ مومن بھی کہتے ہیں) معلوم ہوا ختم نبوت کے لئے قرآنی اسلوب بیان یہ ہے لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً پس اگر نبوت بند کرنی ہوتی تو قرآنی اسلوب بیان میں اس کو یوں بیان کیا جاتا کہ لن یبعث اللہ من بعد محمد رسولاً اور اگر آپ تلاش کرتے کرتے مر بھی جائیں تو قرآن کریم سے یہ ہرگز نہیں دکھلا سکتے۔“

حضرت مسیح موعودؑ پر حملہ۔

مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دوست مذکور نے اپنی مندرجہ بالا تحریر میں مجھ پر نہیں ہماری جماعت پر نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ پر حملہ کیا ہے اور جو سخت الفاظ انہوں نے ان لوگوں کے خلاف استعمال کئے ہیں جو حضرت نبی صلعم کے بعد نبیوں کا آنا بند سمجھتے ہیں۔ ان سب الفاظ کی زد میں نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ بھی آتے ہیں کیونکہ حضورؑ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم پر نبوت ختم ہو گئی ہے اس لئے آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ہاں مبشرات باقی ہیں جو حضرت نبی کریم صلعم کے کامل متبعین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتے رہیں گے۔ جیسا کہ حضورؑ کی ذیل کی عبارتوں سے واضح ہے۔ حضورؑ کی کتب سے چند اقتباسات درج ہیں۔

شہادت القرآن دوسرا ایڈیشن کے ص۲۷ پر فرماتے ہیں :—

”مسیح موعودؑ نے بھی چودھویں صدی کے سر پر ظہور کیا اور محمدی سلسلہ کا موسوی سلسلہ سے انطباق کُلی پایا گیا اور اگر یہ کہا جائے کہ موسوی سلسلہ میں تو حمایت دین کے لئے نبی آتے تھے اور حضرت مسیح بھی نبی تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا اور ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے اور یہ نہیں کہ وقفینا من بعدہ بالانبیاء پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں۔ خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں۔ چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاٰخرین چونکہ ثلۃ کا لفظ دونوں فقروں میں برابر آیا ہے اس لئے قطعی طور پر یہاں سے ثابت ہوا کہ اس امت کے محدث اپنی تعداد میں اور اپنے طول سلسلہ میں موسوی امت کے مرسلوں کے برابر ہیں۔“

پھر ص۲۸ پر فرماتے ہیں :—

”اب جبکہ قرآن شریف کی رو سے یہی ثابت ہوا کہ اس امت مرحومہ میں سلسلہ خلافت دائمی اسی طور پر اور اسی کی مانند قائم کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ کی شریعت میں قائم کیا گیا تھا اور صرف اس قدر لفظی فرق رہا کہ اس وقت تائید دین موسوی کے لئے نبی آتے تھے اور اب محدث آتے ہیں۔“

پھر حاشیہ انجام آتھم ص۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں :—

”لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔“

پھر لیکچر سیالکوٹ ص۔ پر فرماتے ہیں :—

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے عاظ سے آدم ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔ اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔“

علاوہ ازیں حقیقۃ الوحی ص۱۲۲ پر حضرت نبی کریم صلعم کو ہی دنیا کا ... قرار دیا ہے ... کہ اپنے ... پھر فرمایا حضرت نبی کریم صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔

حضرت نبی کریم صلعم پر حملہ۔

صرف میں اور ہماری جماعت اور حضرت مسیح موعودؑ ہی ہمارے اس ربوی دوست کے حملہ کا نشانہ نہیں بنے بلکہ خود حضرت نبی کریم صلعم بھی نعوذ باللہ اس کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکے کیونکہ آنحضرت صلعم نے بھی صریح الفاظ میں فرمایا ہے نبوت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے اب میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول۔۔۔ پھر فرمایا انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم۔

آیت پیش کردہ کا اصلی مفہوم سمجھنے سے قبل ایک اصولی بات کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

ہمارے اس ربوی دوست کی طرف سے جو آیت پیش کی گئی ہے اس کا اصلی مفہوم سمجھنے سے قبل اس بات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ دنیا میں ایسی قومیں ہمیشہ موجود رہی ہیں جو اللہ کو تو مانتی ہیں لیکن رسولوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتیں اور نہ ان کی ضرورت سمجھتی ہیں وہ اپنے دینی اور دنیاوی کاروبار کو چلانے کے لئے عقل کو کافی سمجھتی ہیں۔ ذیل کی آیات میں ایسی قوموں کا ذکر صراحت سے کیا گیا ہے۔

پہلی آیت :—

وما قدروا اللہ حق قدرہ اذ قالوا ما انزل اللہ علیٰ بشر من شیء (الانعام ع۱۱)

اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے کا جیسا حق ہے یہ لوگ اس کی ویسی قدر نہیں کرتے جب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔

دوسری آیت :—

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلاً (النساء ع۲۱)

یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم ان میں سے ایک کو تو مانتے ہیں اور دوسرے کا انکار کرتے ہیں یعنی اللہ کو تو ہم مانتے ہیں لیکن رسولوں کو ہم ماننے کے لئے تیار نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین رستہ اختیار کریں۔

تیسری آیت :—

وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ الا ان قالوا ابعث اللہ بشراً رسولاً (بنی اسرائیل ع۱۱)۔

جب ان لوگوں کے پاس ہدایت آئی (لازماً وہ رسولوں کے ذریعہ ہی آئی) تو اس ہدایت پر ایمان لانے سے انہیں سوائے اس کے اور کسی چیز نے نہیں روکا کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

چوتھی آیت :—

وانھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احداً (الجن ع۱)

اور ان لوگوں نے گمان کیا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو مبعوث نہیں کرے گا۔

یہ قول ان کی بالکل حضرت یوسفؑ کی قوم کے قول کے مشابہ ہے انہوں نے بھی یہی کہا تھا لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا اس سے حضرت یوسفؑ کی قوم کے قول کی حقیقت بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

پانچویں آیت:—

جب دوزخیوں کو دوزخ میں ڈالا جائے

سألهم خزنتها الم یاتکم نذیر قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء ان انتم الا فی ضلال کبیر (الملک ع ۱)

یعنی دوزخیوں سے وہاں کے داروغے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس نذیر نہیں آیا تھا تو دوزخی جواب میں کہیں گے کہ نذیر تو بیشک ہمارے پاس آئے تھے لیکن ہم نے ان کی تکذیب کی اور کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم ضلال کبیر میں ہو یعنی کیا خدا بھی کبھی بشر پر کچھ نازل کیا کرتا ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ خدا نے تم پر وحی نازل کی ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تم کسی بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

چھٹی آیت:—

وقال الذین کفروا لن نؤمن بھذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ (سبا ع ۴)

یعنی کافر لوگ (مراد بعض کافر ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ سب کافروں کا تو یہ عقیدہ نہیں) ہم ہرگز اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس سے قبل کی کتابوں پر ایمان لائیں گے۔

برہمو سماج کا عقیدہ۔

ہمارے زمانہ میں بھی اس عقیدہ کے لوگ موجود ہیں جن بحیثیت قوم برہمو سماج والے علانیہ اس عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں کہ خدا کو ماننا کافی ہے رسولوں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے ہماری رہنمائی کے لئے ہماری عقل کافی ہے۔

آیت پیش کردہ کا پس منظر

ہمارے ربوہ سے تعلق رکھنے والے دوست نے جو آیت اپنے عقیدہ کی تائید میں پیش کی ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرعون کی طرف یہ کہکر بھیجا فاتیاہ فقولا انا رسولا ربک فارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبھم قد جئناک بآیۃ من ربک والسلام علی من اتبع الھدیٰ انا قد اوحی الینا ان العذاب علی من کذب وتولی قال فمن ربکما یا موسیٰ (طٰہٰ ع ۲)

فرعون حضرت موسیٰؑ کی رسالت کا قائل نہ تھا وہ انہیں کاذب یقین کرتا تھا وہ اپنے آپ کو ہی خدا سمجھتا تھا چنانچہ وہ اپنے سرداروں کو کہتا ہے یا ایھا الملاء ما علمت لکم من الٰہ غیری فاوقد لی یا ہامان علی الطین فاجعل لی صرحا لعلی اطلع الی الٰہ موسیٰ وانی لاظنہ من الکاذبین (القصص ع ۴) بالآخر فرعون حضرت موسیٰ کے دلائل اور بینات کے سامنے عاجز آجاتا ہے تو حضرت موسےٰ کو قتل کرنے کا منصوبہ بناتا ہے اور اپنے سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربہ یعنی مجھے موسےٰ کو قتل کرنے دو۔ ایسے بلائے اپنے رب کو (جو مجھ سے اس کو بچا لے) وانی لاظنہ کاذبا میں تو اسے جھوٹا یقین کرتا ہوں۔ جب فرعون کی مخالفت اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ حضرت موسےٰ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا تو اس کی قوم کا ایک آدمی جو کہ درحقیقت حضرت موسیٰؑ پر ایمان لا چکا ہوا تھا لیکن اس نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا کھڑا ہو گیا اور اس نے دلیری سے کام لیتے ہوئے کہا کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بینات لے کر آیا ہے تم اسے جھوٹا اسی صورت میں کہہ سکتے ہو جب وہ اپنے دعویٰ کی تائید میں بینات نہ رکھتا ہو بینات کی موجودگی میں جھوٹا کہکر اسے قتل کرنے کا ارادہ کرنا صداقت کا خون کرنے کے مترادف ہے تمہارا یہ خیال کہ اس ہستی کا وجود ہی نہیں جسے خدا کہتے ہیں کہ اس نے انسانوں کی اصلاح کے لئے رسول بھیجے رسول ہونے کا دعوےٰ کرنے والے سب جھوٹے ہوتے ہیں موسےٰ کو بھی آپ انہی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا خیال کرتے ہو یہ اسی قسم کا خیال ہے جو حضرت یوسف کے متعلق ان لوگوں کا خیال تھا جو ان کے زمانہ میں پائے جاتے تھے۔ حضرت یوسفؑ نے بھی بالکل اسی طرح بینات کے ذریعہ ان لوگوں پر حجت تمام کرتے ہوئے اپنے رسول ہونے کے دعوے کی صداقت کو ثابت کیا جس طرح آج حضرت موسےٰؑ تم پر اپنے دعوے رسالت کی صداقت بینات کے ذریعہ ثابت کر رہے ہیں لیکن باوجود اس کے تم بھی اسی طرح رسولوں کی بعثت کے قائل نہیں ہو اور نہ ان پر ایمان لانے کو اہمیت دیتے ہو جس طرح حضرت یوسفؑ کے زمانہ کے لوگ نہ رسولوں کی بعثت کے قائل تھے اور نہ ان پر ایمان لانے کو کوئی اہمیت دیتے تھے اسی لئے وہ حضرت یوسفؑ پر ان کی زندگی میں ایمان نہ لائے اور جب وہ فوت ہو گئے تو انہوں نے علی الاعلان اس عقیدہ کا اظہار شروع کر دیا کہ نہ یوسفؑ خدا کا رسول تھا اور نہ خدا آئندہ کوئی رسول بھیجے گا۔ یہ بات انہوں نے اس بنا پر کہی کہ ان کا عقیدہ ہی یہی تھا کہ خدا لوگوں کی اصلاح کے لئے رسول نہیں بھیجا کرتا عقلمند خود ہی اپنی عقل کے ذریعہ اصلاح کی راہیں نکال لیتے ہیں۔

برہمو سماج کا عقیدہ۔

ہم نے اپنے زمانہ میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے غلام مسیح موعودؑ نے برہمو سماج والوں پر عقلی دلائل سے بھی حجت تمام کی اور نشانوں کے ذریعہ بھی ان کے اس عقیدہ کی غلطی کو واضح کیا کہ خدا کے ماموروں کے بغیر اصلاح ناممکن ہے لیکن وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ اپنے اس عقیدہ پر مصر رہے کہ رسولوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں عقل انسانی کافی ہے یہی حال حضرت یوسفؑ کی قوم کا تھا وہ بھی باوجود بینات کا مشاہدہ کرنے کے اپنے اس عقیدہ پر اڑے رہے کہ رسولوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں خدا کا یہ کام ہی نہیں کہ رسولوں کے ذریعہ سے اصلاح کروائے۔ پس حضرت یوسفؑ کی قوم کا قول صرف ان کے اس عقیدہ کا اظہار ہے کہ خدا لوگوں کی اصلاح کے لئے رسول نہیں بھیجا کرتا کیونکہ اس نے انسان کو عقل جیسا قیمتی جوہر دیکر اس سے مستغنی کر دیا ہے لیکن خدا تو ایسے عقائد رکھنے والوں کے قول کا پابند نہیں اس کی سنت مستمرہ یہی ہے اور اس کا قانون ازل یہی ہے کہ وہ اصلاح کے کام کے لئے کسی نہ کسی کو مامور بنا کر دنیا میں بھیجتا ہے اور اس پر اپنی وحی نازل کر کے اس کو ہدایت کا ذریعہ بناتا ہے اور اس کے اندر انسانی روح کو مزکی اور مطہر بنانے کی قابلیت رکھ دیتا ہے وہ مامور حسب ضرورت زمانہ یا نبی ہوتا ہے یا غیر نبی یعنی مجدد وغیرہ۔

اس دوست کی غلط فہمی۔

ہمارے اس ربوی دوست نے لکھا ہے:—

"اور جو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں نبی پر نبوت ختم ہو گئی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضال مضل۔ مسرف۔ مرتاب۔ متکبر اور جبار ہیں"

اور اپنے اس قول کی تائید میں وہ الفاظ پیش کئے ہیں جو کفار نے حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد کہے یعنی لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا جس کے معنے یہ ہوئے کہ ہمارے اس دوست کے خیال کے مطابق حضرت یوسفؑ کی قوم حضرت یوسفؑ کو تو رسول تسلیم کرتی تھی لیکن ان کے بعد کسی اور رسول کی بعثت کو ممنوع سمجھتی تھی۔ گویا ان کے نزدیک حضرت یوسفؑ کی قوم حضرت یوسفؑ پر نبوت کو ختم سمجھتی تھی اور ان کو آخری نبی تسلیم کرتی تھی جس طرح کہ تمام مسلمان حضرت نبی کریم صلعم پر نبوت کو ختم سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلعم کو آخری نبی یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآنی الفاظ بتلا رہے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کی قوم حضرت یوسفؑ کو بھی نبی تسلیم نہیں کرتی تھی اس بارے میں قرآنی الفاظ بالکل صاف ہیں "فما زلتم فی شک مما جاءکم" یعنی حضرت یوسفؑ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے اس کے بارے میں تم شک کا ہی شکار رہے۔

مسلمان اگر حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یقین ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے وجود باجود میں تمام کمالات نبوت جمع ہو گئے ہیں اب کوئی ایسا کمال باقی نہیں جس کو حاصل کرنے کے لئے کسی اور نبی کی ضرورت ہو آفتاب نبوت اب انتہائی عروج پر پہنچ چکا ہے اس لئے کسی اور آفتاب کی ضرورت نہیں ہاں ستارے اور قمر آفتاب سے نور لینے کے لئے موجود رہیں گے۔

حیرت انگیز بیان۔

ہمارے اس دوست کا یہ بیان حیرت انگیز ہے کہ کافروں کا قول لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا قرآنی اسلوب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اگر حضرت نبی کریم صلعم کے بعد نبی بھیجنے بند کر دینے تھے تو اللہ تعالیٰ کو یوں کہنا چاہیئے تھا لن یبعث اللہ من بعد محمد رسولا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جس قدر غلط اقوال قرآن شریف میں کفار کے درج کئے گئے ہیں وہ سب قرآنی اسلوب کہلائیں گے۔ اس دوست کا یہ مطالبہ کہ الفاظ وہ ہونے چاہئیں تھے جو انہوں نے لکھے ہیں ایسا ہی مطالبہ ہے جو حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ یقین کرنے والے کیا کرتے ہیں کہ قرآن میں مات عیسیٰ دکھلاؤ کیا خدا کسی امر کے اظہار کے لئے انسانی اسلوبوں کا پابند ہے خدا نے خاتم النبیین کہہ کر حضرت نبی کریم صلعم کو آخری نبی کہہ دیا ہے حضرت نبی کریم صلعم نے اس کی تشریح لا نبی بعدی سے کر کے اس حقیقت کو ذہن نشین کرا دیا۔ اسی طرح آنحضور صلعم کی شان میں رحمۃ للعالمین کہہ کر بھی اس مفہوم کو واضح کر دیا ہے اسی طرح الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کہکر بھی آنحضور صلعم کا آخری نبی ہونا ذہن نشین کرا دیا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے مختلف

ہر جگہ مقبول
ململ ○ لٹھا ○ وائل ○
سرحد ٹیکسٹائل
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ
ABL

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۴۱

گالیاں دینے والے مقابلہ سے عاجز آگئے

جماعت کو صبر اور برداشت کا نمونہ دکھانا چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ طیبہ

اب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اسلام کا نور دنیا پر ظاہر ہو اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ سچا اور کامل مذہب جو انسان کی نجات کا متکفل ہے وہ صرف اسلام ہی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد۔ لیکن ان ناعاقبت اندیش نادان دوستوں نے خدا تعالیٰ کے اس سلسلہ کی کوئی قدر نہ کی۔ بلکہ اس کوشش میں رہے کہ یہ نور نہ چمکے۔ یہ لوگ اسے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن وہ خوب یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یہ لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ مجھے ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں اور نہ ان پر افسوس ہے۔ کیونکہ وہ اس مقابلہ سے عاجز آگئے ہیں۔ اور اپنی عاجزی اور فرومائیگی کو بجز اس کے نہیں چھپا سکتے کہ مجھے گالیاں دیں۔ کفر کے فتوے لگائیں، جھوٹے مقدمات بنائیں اور قسم قسم کے افترا اور بہتان باندھیں وہ اپنی ساری طاقتوں کو کام میں لا کر میرا مقابلہ کرلیں اور دیکھ لیں کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ میں ان کی گالیوں کی اگر پروا کروں تو وہ اصل کام جو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے رہ جاتا ہے۔ اس لئے جہاں میں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کے لئے بھی مناسب ہے کہ ان کی گالیاں سن کر برداشت کریں اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں۔ کیونکہ اس طرح پر برکت جاتی رہتی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ صبر اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں اور اپنے اخلاق دکھلائیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ عقل اور جوش کے درمیان خطرناک دشمنی ہے جب جوش اور غصہ آجاتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو شخص صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اسے ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل اور فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ [illegible] تاریکی سے پھر تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔

"احکام احادیث میں ایسے ہیں بالخصوص اس باب میں جن کا منشاء ایجاب نہیں بلکہ انسان کو آداب سکھانا ہے۔"

(فضل الباری کتاب الادب - صفحہ ۱۳۹۳)

بحرِ حکمت کے موتی

سستی نفس کو یہ نہ کہو کہ نفس پلید ہو گیا

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لایقولن احدکم خبثت نفسی ولکن لیقل لقست نفسی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں، فرمایا کہ تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ میرا نفس پلید ہوا بلکہ یوں کہے کہ میرا نفس سست ہوا۔

نوٹ: از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:- خبیث طیب کی ضد ہے اس لئے اس کے معنے ناپاک کے ہیں لیکن خبیث النفس سست کو بھی کہا جاتا ہے۔ جب طبیعت میں کام کرنے کی طرف توجہ نہ ہو اور وہ بوجھل ہو جیسے حدیث میں ہرقل کے متعلق ہے اصبح یوما خبیث النفس اور یا جیسا اس حدیث میں آتا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ انسان رات کے وقت جاگتا ہے مگر پھر اٹھ نہیں سکتا گویا شیطان اس کے سر پر تین گانٹھیں لگا دیتا ہے اصبح خبیث النفس کسلان۔ وہ اٹھتا ہے تو طبیعت سست اور بوجھل ہوتی ہے [illegible] وہ [illegible] اس میں اپنے آپ کو خباثت کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ خبثت نفسی کی بجائے لقست نفسی کہہ دے اس کے معنے بھی یہی ہیں۔ مگر اس میں ناپاکی کا خیال نہیں پایا جاتا۔ بہت سے

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہ اور آئمہ قابلِ احترام [illegible]

۴۔ سب مجددین اُمت کو ماننا ضروری ہے

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا [illegible] فتنہ پیدا کرنا ہے۔

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کے اعلانات

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے حسب ذیل اعلانات برائے اشاعت موصول ہوئے ہیں :-

۱۔ انتخاب ڈائرکٹران شعبہ جات

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کی نو منتخب مجلسِ انتظامیہ کے اوّلین اجلاس منعقدہ ۲۳ ستمبر ۱۹۷۳ء میں متفقہ طور پر درج ذیل احباب کو ڈائرکٹران شعبہ جات برائے سال ۷۴-۱۹۷۳ منتخب کیا گیا ہے:-

۱۔ ڈائرکٹر فروغ مالی وسائل ۔ میاں فضل احمد صاحب۔
۲۔ ڈائرکٹر فلاح وبہبود ۔ ماسٹر محمد عبداللہ صاحب
۳۔ ڈائرکٹر نشر واشاعت ۔ ناصر احمد صاحب
۴۔ ڈائرکٹر تعلیم وتبلیغ ۔ چوہدری عبدالمجید صاحب ۔ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر۔

۲۔ ناظمین کمیٹی رابطہ جات کا تقرر

سال ۷۴-۱۹۷۳ کے لئے درج ذیل حلقہ جات کے لئے ناظمین کمیٹی رابطہ جات کا تقرر عمل میں لایا گیا ہے ۔ امسال یہ کوشش کی جائے گی کہ رابطہ جات اجلاس ہر ماہ باقاعدگی سے منعقد ہوں۔

حلقہ جات ۔ گلبرگ، مسلم ٹاؤن، احمد پارک ماڈل ٹاؤن، شادمان کالونی، کوئنز روڈ، مال روڈ وحدت کالونی اور رحمان پورہ ۔

ناظم : کرنل سعید احمد صاحب

حلقہ جات :- احمدیہ بلڈنگس، سمن آباد مصری شاہ، کرشن نگر، جی ٹی روڈ، بھاٹی گیٹ، اور اندرون شہر۔

ناظم : ڈاکٹر مبارک احمد صاحب

ہر دو ناظمین اپنی امداد کے لئے تین تین احباب بطور معاون خود ہی منتخب کریں گے۔

۳۔ یوم مولٰنا محمد علی رح کا جلسہ

امسال مؤرخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۳ء بروز ہفتہ بوقت ۴ بجے سہ پہر احمدیہ ہال لاہور میں یوم مولٰنا محمد علی رح کے سلسلہ میں ایک جلسہ کا انعقاد کیا جا رہا ہے، یہ جلسہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ کی صدارت میں منعقد ہوگا اور مرزا مسعود بیگ صاحب اور کرنل سعید احمد صاحب مولٰنا مرحوم کی علمی قابلیت، حالات زندگی اور خدمت قرآن کے موضوعات کے علاوہ حضرت مسیح موعود کے علم الکلام سے متعلق پُر از معلومات تقاریر کریں گے اختتام اجلاس پر حاضرین کے لئے افطاری کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

۴۔ یوم اطفال اور تقریری مقابلہ جات کا اہتمام

مجلس انتظامیہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے احمدی گھرانوں کے بچوں میں دینی تعلیم سے رغبت اور احمدیت کو روشناس کرنے کے لئے ایک جامع پروگرام تیار کیا ہے ۔ اس ضمن میں یوم اطفال منائے جائیں گے جس کے ذریعہ بچوں میں ابتدائی دینی تعلیم اور احمدیت سے متعلق معلومات کے تقاریری مقابلے ہوں گے اور اس کے علاوہ مختلف قسم کی کھیلیں اور مجالس کا انتظام بھی کیا جائے گا ہونہار بچوں کو مقابلہ جات میں اوّل دوم آنے والوں کو انعامات بھی دیئے جائیں گے ۔ ڈائرکٹر تعلیم وتبلیغ ایک جامع پروگرام تیار کرکے اس پر عمل درآمد کریں گے ۔

۵۔ نماز تراویح اور درس قرآن کریم کا اہتمام

گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی احمدیہ مسجد مسلم ٹاؤن میں نماز تراویح اور درس قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا ہے ۔ اس بارہ میں صدر انجمن سے درخواست کی جا رہی ہے کہ وہ ضروری انتظامات کریں

۶۔ کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ کی تقسیم کا انتظام

مجلسِ انتظامیہ مقامی جماعت نے مرکزی انجمن کی ہدایت کے مطابق فی الحال پانچ سو کتب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ جو حضرت مسیح موعود کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے خرید کر احمدی گھرانوں کے علاوہ غیر از جماعت احباب میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ اس سلسلہ میں باقاعدہ پروگرام کے تحت کوشش کی جائے گی کہ مذکورہ تعداد کے علاوہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں یہ قیمتی کتاب عوام الناس تک پہنچائی جائے ۔

۷۔ عید فنڈ کیلئے عطیہ جات کی اپیل

مقامی جماعت احمدیہ لاہور گذشتہ چار برس سے رمضان المبارک میں عید فنڈ کے نام پر احباب جماعت سے عطیات حاصل کرکے غریب اور نادار اور بیوگان کو عید سے قبل گھی کپڑا اور سویاں تقسیم کرتی رہی ہے ۔ اس سال اس مد میں ایک ہزار روپے کا بجٹ رکھا گیا ہے ۔ اسلئے تمام احباب جماعت اور مخیر حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اس نیک مقصد کے لئے حسب استطاعت دل کھول کر عطیات

صفحہ ۴۴

صفحہ ۱۲

دیں تاکہ ان کے غریب بھائی بھی بر وقت امداد حاصل کرکے عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں ۔ (سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور)

مخالف علما کی افترا پردازیاں :

(عبد الرؤف صاحب)

قرآن کریم فرماتا ہے :-

یاایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ۔

ترجمہ : مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو ۔ ایسا نہ ہو کہ نادانی سے کسی قوم کو نقصان پہنچاؤ ۔ پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو جاؤ ۔ (الحجرات آیت ۶)

لیکن اس صدی کے دنیا پرست اور سیاسی طالع آزما مولوی صاحبان اس واضح ارشاد ربانی کو پس پشت ڈال کر حضرت مجدد زمانؑ اور اس کی خادم اسلام جماعت کے خلاف ناحق اشتعال پھیلانے میں مصروف ہیں اور سلسلۂ عالیہ احمدیہ کے لٹریچر سے غلط حوالے دے کر اور بعض عبارات کو ان کے سیاق وسباق سے قطع وبرید کرکے شائع کر رہے اور جماعت احمدیہ کے خلاف عوام میں اشتعال پیدا کرنے میں مصروف ہیں ۔

ایک اشتہار میں حضرت مرزا صاحب کو نبیوں بالخصوص حضرت عیسیٰؑ اور حضرت امام حسینؓ کی توہین کرنے والا قرار دیا گیا ہے ۔ حالانکہ حضورؑ نے صاف طور پر لکھا ہے کہ :-

”ہم ناظرین پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے“

نیز فرماتے ہیں کہ :-

”اگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی توہین کی ہے ۔ اور وہ کلمۂ کفر ہے ۔ تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین، اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں ۔ اور بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں ۔ وہ بہ نیت توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں وانما الاعمال بالنیات“ (انوار الاسلام ص ۳۴)

اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے رتبہ ومقام کی عظمت کے متعلق کتنا واضح اعتراف کیا ہے کہ :-

ہم اعتقاد رکھتے ہیں ۔ کہ یزید پلید ایک ناپاک طبع ، دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا ۔

”حسین رضی اللہ عنہ طاہر ومطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں تھے ۔ جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے ۔ بے شک وہ سرداران بہشت میں سے ہے ۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلبِ ایمان ہے ۔ اور اس امام کے تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر و استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدا کرنے والے ہیں ۔ جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے (ہے) تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمۂ استخفاف اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے ، کیونکہ اللہ جل شانہٗ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے ۔ جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے“ ۔ (اشتہار تبلیغ الاسلام ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

اس قدر واضح بیانات کے بعد یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے انبیائے کرام اور حضرت امام حسینؓ کی توہین کی ہے ، کتنا بڑا افترا ہے ، ہم ان مخالف حضرات سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بزرگی اور صداقت کے آپ قائل نہیں تو نہ سہی لیکن ان پر ناپاک تہمتیں اور افترا کونسی دینداری اور اسلام کی کونسی خدمت ہے ، فتدبروا ۔

اوقات سحر وافطار

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

یوم	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری	اختتام سحری		افطاری	
			منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ
اتوار	۲۱	۲۳	۴۷	۴	۲۷	۴
پیر	۲۲	۲۴	۴۷	۴	۲۶	۴
منگل	۲۳	۲۵	۴۸	۴	۲۵	۴
بدھ	۲۴	۲۶	۴۸	۴	۲۴	۴
جمعرات	۲۵	۲۷	۴۹	۴	۲۳	۴
جمعہ	۲۶	۲۸	۵۰	۴	۲۲	۴
ہفتہ	۲۷	۲۹	۵۰	۴	۲۱	۴
اتوار	۲۸	۳۰	۵۰	۴	۲۰	۴

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت چند دن ناساز رہی گذشتہ جمعہ مؤرخہ ۵ اکتوبر کا خطبہ

ہفت روزہ پیغام صلح ______ لاہور ______ مورخہ ۱۰ راکتوبر ۱۹۷۳ء

شہر رمضان

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن، ھدی للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضًا اوعلیٰ سفر فعدۃ من ایام اُخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔

ترجمہ: قرآن کریم جس کا نزول رمضان کے مہینہ میں (شروع) ہوا، یہ لوگوں کی ہدایت کے سامان ہیں اور ہدایت کے ان امور کو بینات و شواہد سے واضح کر دیا گیا ہے نیز حق و باطل کے لئے اس میں تمیز موجود رکھی گئی ہے۔ پس جو کوئی اس مہینہ کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس میں روزے رکھے، البتہ بیمار اور مسافر ان روزوں کو دوسرے دنوں میں پورا کریں۔ خدا تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، دُکھ اور مصیبت تمہارے لئے نہیں چاہتا۔

موجودہ سائنسی و مادی فروغ کے باعث یک طرفہ و انتہائی جس نظریہ حیات نے جنم لیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی جسمانی ضروریات اور مادی حاجات کو بہر حال مقدم رکھے، اس کی حیوانی خواہشات پر کوئی پابندی نہ لگائی جائے بلکہ ان کی باگ ڈور کو بالکل کھلا چھوڑ دیا جائے بے جا آزادی و بے قیدی کے ایسے نظریۂ حیات کے دلدادگان کو روزہ کے فوائد کا قائل کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ اس لئے کہ روزہ کے بارہ میں بالخصوص اور دوسرے دینی فرائض میں بالعموم یہ نصب العین کارفرما ہے کہ انسان کا سب سے بڑا جوہر اور دوسرے حیوانات سے مابہ الامتیاز اپنی خودی پر کامل قبضہ و کنٹرول پیدا کرنا ہے، مگر اس کے مقابل مادی تہذیب کی بناء خودی کے جذبات کو زیادہ سے زیادہ تحریک و ترقی دینا ہے، یہ دونوں نظریات ایک دوسرے کی عین ضد اور مدِ مقابل ہیں۔ اگر ذرا تعمق کی نگاہ سے کام لیا جائے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ خواہشات و جذبات حیوانیہ کی باگ ڈور کو کھلا چھوڑ دینا اور یہ سمجھ لینا کہ انسانی راحت و خوشی کا خلاصہ اسی میں مضمر ہے ایک سفلی و غیر طبعی نصب العین ہے، ایک دھوکہ و فریب ہے، ایک لاحاصل تسکین اور بالآخر حصولِ لذت کا شکار ہوتا ہے۔ انسان اور حیوانات کے دماغوں کے مقابلہ سے علم طب کے نزدیک بھی یہ امر مسلّم ہے کہ حیوانات میں دماغ کے شعوری یا کنٹرول کا حصہ بہت کم ہوتا ہے، مگر ان کے مقابل انسان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا شعوری یا جذبات و خواہشات پر قبضہ پانے کا دماغ Conscious Mind اس کے غیر شعوری دماغ کی نسبت بہت بڑا واقع ہوا ہے۔ چنانچہ اسی فطرتی و طبعی مناسبت کے باعث، مذہب نے بھی انسان کے سامنے یہ مقصد رکھا ہے کہ وہ اپنے شعوری دماغ کے نشو و نما، اور اس کے غیر شعوری دماغ یعنی جذبات و خواہشات پر قبضہ و کنٹرول کو زیادہ سے زیادہ نشو و نما دلائے اور موثر بنائے۔ قرآن کریم نے ادنیٰ خواہشات و جذبات کی بے قیدی اور بے باکانہ آزادی کا نام ھویٰ نفس رکھا ہے، جیسے فرمایا فلاتتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ۔ نفس کی ادنیٰ خواہشات کی بے محابا پیروی مت کرو ورنہ اپنے نصب العین سے بھٹک جاؤ گے یا جیسے دوسری جگہ یہود کی پیروی کرنے کے ذکر میں فرمایا ولئن اتبعت اھواءھم بعد الذی جاءک من العلم۔ گمراہ لوگوں کی بلا تمیز خواہشات و جذبات ہوس کی پیروی اس علم کے مقابل پر جو شعوری طور پر ھویٰ نفس پر قبضہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے تمہیں خدا کے قانون یعنی سزا سے نہ بچا سکے گی۔ ادنیٰ اغراض و خواہشات کے حصول کی خاطر اعلیٰ نصب العین کے حصول سے محروم رہ جانا ایک عظیم ناکامی و خسرانِ مبین ہے۔

روزہ بہ یک وقت اگر عبادت و رضائے الٰہی کا بہترین طریق ہے تو دوسری طرف اس سے حیوانی خواہشات پر قبضہ اور ہمدردیٔ بنی نوعِ انسان کا سبق ملتا ہے، جو انسان بھوک اور پیاس اور سونے یا جاگنے کی خواہشات پر قبضہ پانے کے ناقابل ہے اس سے کسی عظیم مقصد کی خاطر کسی بڑی قربانی کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے؟ دینِ اسلام انسان کو مجاہدانہ زندگی کا خوگر بنانا چاہتا ہے، پس اس کی تعلیم نے مجاہدانہ اقدامات کا عادی بنانے کے لئے عبادات کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ مگر جو لوگ تنعم پسندی، عیش کوشی، سہل انگاری اور تن آسانی پر فریفتہ ہو رہے ہیں ان کی عقل میں مجاہدانہ ریاضتوں کا فلسفہ کیسے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

بہت سے لوگ اس امر سے بے خبر ہیں کہ بسیار خوری اور تنعم پسندی سے جس قدر نقصانات صحت اور توانائی کو پہنچتے ہیں، وہ کم کھانے، کسی قدر بھوک سہنے سے کہیں زیادہ ہیں۔ موجودہ طبی تحقیق نے اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ اکثر امراض جو کمزوری اور ناطاقتی یا بے بسی کا موجب بن رہی ہیں ان کا باعث لذیذ و مرغوب خاطر غذاؤں کا کثرت سے استعمال ہے، مثلاً موٹاپا، خون کے دباؤ میں زیادتی اور اس کے نتیجہ میں دل و دماغ کو ماؤف و مفلوج کر دینے والی امراض، ہسٹیریا، اعصابی کمزوریاں، ذیابیطس وغیرہ۔ موجودہ تہذیب کے نتیجہ میں ان امراض میں معتدبہ اضافہ ہو رہا ہے۔

اسی لئے آجکل کے معالج کم کھانے اور زیادہ حرکت یا ورزش کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ کیونکہ موجودہ مشینی سامانوں سے جہاں انسانوں کو سہولت و آسائش میسر آئی وہاں انہی کے باعث آرام طلبی و سہل انگاری اور مناسب ورزش و حرکتِ اعضاء میں کمی واقع ہو گئی ہے مگر اس کمی کے مناسبِ حال غذا میں کمی نہیں کی گئی بلکہ برعکس اس کے لذت پسندی اور بسیار خوری کے رجحانات غالب ہو رہے ہیں۔ اعضاءِ طعام و ہضم کی طاقت کی برقراری کے لئے مثل دیگر اعضاء کے مناسب آرام بھی لازم ہے۔ نیز مرغن اعضاءِ ہضم پر کثرت غذا کا ناقابلِ برداشت بوجھ ان کو کمزور و بیمار بنا دیتا ہے بلکہ دیگر اعضاء بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ پھر یہ امر بھی ہر ایک کو تسلیم ہے کہ جب انسان کی توجہ مہماتِ عظیمہ اور مقاصدِ عالیہ کی طرف منعطف ہو، اس وقت لازم ہے کہ اس کے معدہ و دیگر اعضائے ہضم بوجھل نہ ہوں، اسی لئے جن اصحاب نے اپنے سامنے کوئی عظیم مقصد رکھا ہو وہ اس کے حصول کی خاطر کم کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ اصول نہ صرف دینی میدان میں صحیح ہے بلکہ سائنس و علم اور تحقیق و ریسرچ کے میدان میں بھی وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جن کی رُوح، معدہ میں غذا کے بوجھ سے آزاد اور ہلکی ہوا محسوس کرتی ہو۔ اسی لئے جملہ خدا رسیدہ و صاحبِ کشف کا تجربہ ہے کہ روزوں کے ذریعہ جو صفائی قلب و نظافت حاصل ہوتی ہے وہ ان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس جگہ یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آج کل جس قسم کے روزے رکھنے کا رواج بن گیا ہے، اس سے وہ فوائد اور مقاصد ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے جو ان کی غرض و غایت ہیں کیونکہ جب ایک شخص دن بھر بھوکا پیاسا تو رہا مگر اس نے اپنے دیگر ادنیٰ جذبات حرص و حسد، غصہ و انتقام وغیرہ پر قابو نہ پایا، نیز سحری و افطاری کے وقتوں میں بے تحاشا کھایا تو ایسے شخص کو نہ تو یہ سبق حاصل ہوا کہ اس نے اپنے جذباتِ رذیلہ پر قابو پانا ہے اور نہ ہی اس کی جسمانی صحت و توانائی کو روزوں سے کوئی فائدہ پہنچا۔ لیکن جس نے سحری و افطاری کے وقت میں بھی کثرتِ لذائذ سے اجتناب کیا اور اس نے اپنی ادنیٰ خواہشات کو اعلیٰ مقاصد کے لئے قربان کر دیا اسی نے درحقیقت خدا کا قرب حاصل کرنے کی راہ اور ہمدردیٔ نوعِ انسان کے طریق کار کو اختیار کیا یعنی قرآن کریم کے الفاظ میں روزوں کے اصل مقصد تقویٰ کو پا لیا۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ روزے تم پر اس لئے فرض نہیں کئے گئے کہ تم پر ناقابلِ برداشت مشقت ڈالی جائے بلکہ یہ تمہارے لئے موجبِ شکر و راحت فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم یہ سمجھ سکو کہ تمہاری اصل راحت کے سامان تن آسانی عیش کوشی، ھویٰ نفس کی اتباع اور سہل انگاری کی بجائے محنت و مشقت، ادنیٰ و رذیل حیوانی جذبات کو قربان کر کے اعلیٰ و عظیم مقاصد کو نصب العین بنانے اور اپنی ایسی خواہشات پر قابو پانے میں مضمر ہے وامّا من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ۔ جس نے اپنے رب سے خوف کر کے اپنے ادنیٰ جذبات و خواہشات پر قابو پا لیا پس سچی راحت و جنت انعام کا ایسے ہی لوگوں کے لئے مختص ہے۔

قرآن کریم کے نزول کو جو رمضان کے مہینہ سے شروع کیا تو اس میں بھی یہی حکمت مدِ نظر ہے کہ جس طرح روزوں سے ہمیں اپنے ادنیٰ جذبات پر کنٹرول کا سبق ملتا ہے قرآن کریم کی تعلیمِ ہدایت کا لب لباب بھی یہی ہے کہ انسان حیوانیت کے درجہ سے بلند ہو کر اپنی خواہشاتِ نفس بلکہ حاجاتِ جسمانی پر بھی کسی قدر قبضہ و کنٹرول پیدا کر سکے تاکہ وہ اعلیٰ روحانی و اخلاقی منازل کو طے کرنے کے قابل ہو جائے۔

(و۔ب)

ہفت روزہ پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیے

زمین و آسمان کی حکومت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ہر شخص کے خفیہ یا علانیہ ارادے کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار دنیا جہان کے لئے نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے

خطبہ جمعہ ۔ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۷۳ء ۔ فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ امیر جماعت احمدیہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

للہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علٰی کل شیئٍ قدیر ۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ ۔ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۵ ۔ ۲۸۶ رکوع)

للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی بادشاہت ہماری ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی سلطنت سے بڑھ کر کوئی سلطنت نہیں ہے ۔ دنیوی بادشاہتیں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت سے بہت مختلف ہوتی ہیں ۔ یہ بادشاہتیں عارضی ہوتی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی ۔ کچھ عرصہ ہوا جرمن کے بادشاہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تو اس نے کسی دوسری سلطنت میں پناہ لی ۔ اسی طرح بادشاہ اور ان کی سلطنتیں زیر و زبر ہوتی رہتی ہیں ۔ لیکن خدا اپنی سلطنت و بادشاہت کا آپ خالق ہے ۔ وہ خود اس کا موجد ہے، اس لئے زمین و آسمان کے ذرے ذرے پر اس کا اختیار ہے وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے جو کچھ بھی زمین و آسمان میں موجود ہے ان سب کا پورا علم رکھتا ہے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انسانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ۔ جو بھی ارادے تمہارے دلوں میں ہیں ان کو ظاہر کرو یا چھپا کر رکھو، اللہ تعالیٰ ان سے واقف ہے، یعنی تم اپنے ارادوں کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے ۔ انسان کا کوئی ارادہ اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے، اگر کوئی انسان اپنے ارادوں کو چھپاتا اور خدا کے حکم کی نافرمانی کرتا یا حقوق اللہ کو سلب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے اور وہ بتاتا ہے کہ میں ہی زمین و آسمان کا بادشاہ ہوں، کوئی انسان میری بادشاہت سے بھاگ کر نہیں جا سکتا اور اسے اپنے بد ارادوں کی سزا بھگتنی پڑے گی، لیکن اگر تمہارے ارادے نیک اور بلند ہیں تو خدا کی خوشنودی اور رضا تمہیں حاصل ہوگی اور اگر ارادے خراب ہیں تو اللہ تعالیٰ سب کو جاننے والا ہے یحاسبکم بہ اللہ ۔ وہ ان کا محاسبہ کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کے مطابق یا انعام دیگا یا سزا دے گا ۔ مسلمان قوم کو بلند کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ کیسی حکمت کی بات فرمائی ہے کہ تمام نیک ارادوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا موجود ہے ۔ لیکن اگر کوئی شخص بدکاری یا عزت و عصمت لوٹنے یا چوری چکاری اور بددیانتی کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا اور سزا دے گا ۔ اس دنیا میں لوگ پولیس کے ڈر سے چھپ کر چوری یا دوسرے جرائم کا ارتکاب کر لیتے ہیں ۔ دنیا کی پولیس کو تو دھوکا دے کر بچ سکتے ہیں لیکن خدا کی پولیس سے کوئی نہیں بچ سکتا ۔ اور نہ ہی اسے کوئی دھوکا دیا جا سکتا ہے ۔ جو بھی شخص نیکی کی راہ اختیار کرے وہ رضاء الٰہی حاصل کرے گا ۔ اور جس نے خدا تعالیٰ کی رضا کو پا لیا اس نے اپنے مقصد کو پا لیا ۔

اللہ تعالیٰ لا انتہاء فیاض ہے

اس کی نعمتیں اور برکات تمام دنیا اور ساری قوموں کے لئے بلا امتیاز جاری ہیں ۔ کوئی عیسائی ہے یا یہودی، ہندو ہے یا مسلمان اس کی نعمتیں اور برکات سب کے لئے یکساں ہیں، وہ برکات نازل کرتے وقت یہ نہیں دیکھتا کہ کوئی کون ہے بلکہ تمام مخلوق کا خیال رکھتا ہے اور سب کو بلا امتیاز سب کچھ دیتا ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس قوم کے درجات بلند کرتا ہے جو اس کی عبادت کرتی اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتی ہے ۔ ایک صوفی کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے اپنے شاگردوں کا امتحان لینے کی غرض سے ان کو کچھ جانور دیئے اور کہا کہ وہ ان جانوروں کو وہاں جا کر ذبح کریں جہاں پر ان کو کوئی دیکھنے والا نہ ہو، تمام شاگرد اپنے اپنے جانور ذبح کر کے لے آئے لیکن ایک شاگرد بغیر ذبح کئے جانور واپس لے آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنا جانور ذبح نہیں کر سکا ۔ کیونکہ کوئی ایسی جگہ مجھے نہیں ملی جہاں خدا نہ دیکھتا ہو، خدا تعالیٰ ہر جگہ پر موجود ہے ۔ یہی اس صوفی کا مقصد تھا ۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کی پہچان اور اس کے ہر جگہ پر موجود ہونے کا یقین میرے شاگردوں کے دلوں میں پیدا ہوا ہے یا نہیں ۔

پس اگر تم خدا کی رضا چاہتے ہو تو اس کو ہر جگہ ہر وقت موجود سمجھو اور خدا کی مخلوق کو دھوکا نہ دو ۔ جو شخص لوگوں کو ناقص گھی یا ناقص آٹا دے کر زیادہ منافع کماتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتا ہے اور اس کی سزا کا وہ مستوجب ہوگا ۔ لیکن جو لوگ اپنے کاروبار میں خدا تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی اولاد پر برکات نازل فرماتا ہے ۔ خدا تعالیٰ کی رضا کی طلب کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اعمال و کردار کو ہر قسم کی برائیوں سے پاک و صاف کریں اس بلند مقصد کے حصول کے لئے تقوےٰ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے یحاسبکم بہ اللہ ۔ پس چاہیئے کہ ہم اس کی گرفت کے خوف سے اپنے اعمال کی اصلاح کریں ۔

واللہ علٰی کل شیئٍ قدیر

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔ خدا کو ہر چیز کا علم ہے، وہ محاسبہ بھی کرتا ہے اور برکات بھی نازل کرتا ہے ۔ اس سے اس کا مقصد صرف پاکیزہ اخلاق اور بابرکت قوم بنانا ہے ۔ اس لئے اسی مقصد کو پیش سامنے رکھنا چاہیئے ۔

ربوبیت الٰہی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت بیان [illegible] ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] تعالیٰ نے جہاں روحانیت کے بلند [illegible] پر پہنچایا وہاں دنیا کی بادشاہت بھی عطا [illegible] لیکن اس مرد حق کی اس دنیاوی مال [illegible] بالکل نظر نہیں گئی ۔ بادشاہ ہو کر گھر میں کوئی پلنگ ہے نہ بستر اور نہ ہی باورچی [illegible] ہے نہ کوئی نوکر ۔ آپ کے بلند پایہ [illegible] کی مثال دنیا میں نہ کہیں ملی ہے اور [illegible]

ایک دفعہ ایک بدو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ حضور اکرم صلی اللہ [illegible] وسلم نے اسے اپنے پاس [illegible] کھانا کھلایا ۔ کھانے [illegible]

حضرت بانیٔ سلسلہ اور جماعت احمدیہ کے بارہ میں علامہ اقبال مرحوم کے گہرے و صادق تاثرات

(۲)

اس مضمون کی پہلی قسط میں بانیٔ سلسلہ کے بارہ میں مسلم اکابرین کی چند آراء کے چیدہ چیدہ چند اقتباسات دیئے جا چکے ہیں۔ قبل اس کے کہ جماعت احمدیہ کے متعلق اس قسم کے اقتباسات کے خلاصے دیئے جائیں، دو مسلمہ شخصیتیں ایسی ہیں جن کی آراء و تاثرات کا کسی قدر تفصیلی جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے — علامہ اقبال مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد — چنانچہ اس دوسری قسط میں علامہ اقبال کے صادق تاثرات اور منظوم کلام سے کچھ اقتباسات اس بارہ میں دیئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو یہ علم ہو سکے کہ علامہ صاحب سے دین اسلام اور حضرت خیرالانام صلعم کی نسبت اپنے اشعار میں جن جذبات کا اظہار کیا ہے، وہ بانیٔ سلسلہ اور جماعت احمدیہ کے معتقدات اور تعلیم سے کس قدر مناسبت و مطابقت رکھتے ہیں۔ پہلے ان تعلقات کا ذکر کیا جاتا ہے جو ابتداء میں علامہ صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ رکھتے تھے اور پھر آپ کے منظوم کلام سے بطور نمونہ ایسے اشعار درج کئے جاتے ہیں جن سے ان تعلقات و جذبات کے تاثرات کا نمایاں اظہار علامہ صاحب نے کیا ہے۔ (ڈ ح ب)

۱۔ اخبار نوائے وقت ۱۵ نومبر [illegible] میں مولوی غلام محی الدین قصوری کے حوالہ سے امر شائع کیا گیا کہ ۱۸۹۷ء میں علامہ اقبال مرحوم نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی یاد رہے کہ علامہ صاحب کے والد صاحب اور برادر جماعت احمدیہ میں شامل تھے۔ نیز علامہ صاحب کے استاد شمس العلماء مولانا سید میر حسن کی رائے حضرت اقدسؑ کے بارہ میں یہ تھی کہ مرزا صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور جو دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں۔

۲۔ رسالہ "انڈین اینٹی کوئیری" ستمبر ۱۹۰۰ء میں علامہ صاحب کا یہ قول درج ہے:—

"موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد قادیانی سب سے بڑے دینی مفکر ہیں"

۳۔ ۱۹۱۱ء میں علیگڑھ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے علامہ صاحب نے فرمایا:—

جماعت احمدیہ — ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سانچہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں" (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر صفحہ ۱۸ مطبوعہ مرغوب ایجنسی)

۱۹۳۵ء میں جب علامہ صاحب نے جماعت قادیان کی مخالفت کی اور آپ سے اس تقریر کی بابت دریافت کیا گیا تو علامہ صاحب نے ابھی اس تقریر کو صحیح تسلیم کیا مگر اپنی رائے میں تبدیلی کے جو جواز بتلائے وہ آپ کے اپنے الفاظ میں یہ ہیں:—

"مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس نہ وہ تقریر جس انگریزی میں محفوظ ہے اور نہ اس کا اردو ترجمہ جو مولانا ظفر علی خان نے کیا تھا جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تقریر ۱۹۱۱ء یا اس سے قبل کی تھی اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اب سے ربع صدی پیشتر مجھے اس تحریک سے اچھے نتائج کی اُمید تھی لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہو جاتی، اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہئیں تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانیٔ تحریک احمدیت کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستہ پر پڑ جائے گی۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت بانیٔ اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعوےٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا، بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی" (حرف اقبال صفحہ ۱۲۲)

علامہ صاحب کا اعتراف کہ ان کی مخالفت کا سبب بعد کے بگڑے ہوئے قادیانی عقائد و اعمال ہوئے تھے نہ کہ حضرت اقدسؑ اور جماعت احمدیہ لاہور کے معتقدات

۴۔ اپنے اسی بیان کے مطابق علامہ اقبال نے حضرت مولانا محمد علی رح کے روبرو بھی اس امر کا اعتراف کیا جب مؤخرالذکر علامہ صاحب کی عیادت کے لئے ان کے پاس گئے۔ اس کا ذکر حضرت مولانا نے اپنے بیان میں یوں کیا ہے:—

"مولانا سید نذیر نیازی صاحب سے میری گفتگو ہوئی دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے علامہ اقبال سے بھی میرے حوالہ کا ذکر کیا تھا جس پر علامہ موصوف نے فرمایا کہ بے شک انہوں نے مرزا صاحب سے اسی طرح سُنا کہ وہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں سمجھتے تھے اور وہ ہزاروں کے مجمع میں یہ شہادت دینے کے لئے تیار ہیں، اس کے علاوہ علامہ نے فرمایا کہ انہوں نے جو بیان اخبارات میں شائع فرمایا وہ موجودہ قادیانی کشمکش کے سلسلہ میں تھا جو قادیانی جماعت اور عامۃ المسلمین میں جاری ہے، جماعت لاہور کی طرف اس کا روئے سخن ہی نہیں تھا اور نہ ہی مرزا صاحب کے معتقدات پر تبصرہ منظور تھا۔ اس سے قبل ہمارے معزز دوست راجہ حسن اختر صاحب نے بھی مجھ سے یہی فرمایا تھا کہ علامہ اقبال سے انہوں نے گفتگو فرمائی اور علامہ فرمانے لگے کہ ان کے بیان کا جماعت لاہور سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مرزا صاحب کی شخصیت سے اور ان کے سامنے وہ احمدیت بھی نہیں کا نقشہ آج کل قادیانیت کی شکل میں دنیا میں پیش ہو رہا ہے"[۱]

۵۔ "ایک مرتبہ مجھے ایک بہت بڑے [illegible] علامہ اقبال رح نے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے [illegible]

علامہ اقبال مرحوم کے منظوم کلام کا نمونہ

۱۔ موجودہ مغربی اقوام یاجوج ماجوج کی مصداق ہیں نیز مغربی مادی اور لادینی تہذیب تباہ کن ہے۔

یہ امر مسلّم ہے کہ اس زمانہ میں مغربی اقوام کو دجال اور یاجوج ماجوج اگر کسی نے سب سے پہلے قرار دیا تو وہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ ہی تھے۔ مگر اس امر کا اعتراف علامہ صاحب بھی یوں فرماتے ہیں:—

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام ؎ چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

قرآن کریم میں یاجوج ماجوج کی بابت یہ آیت آئی ہے حتّیٰ اذا فتحت یاجوج و ماجوج وهم من کل حدب ینسلون۔ یعنی یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ تمام بلندیوں سے باہر نکل پڑیں گے۔

حرفِ ینسلون جو علامہ اقبال نے اپنے مندرجہ بالا شعر میں استعمال کیا ہے کا اشارہ اسی آیت قرآنی کی طرف ہے۔

مغربی مادی تہذیب کے انجام کا ذکر علامہ صاحب اپنے اشعار میں یوں کرتے ہیں:—

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دوکاں نہیں ہے ؎ کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی ؎ جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

مغربی مادی تہذیب کی انجام کار بربادی و تباہی سے اس زمانہ میں اگر کسی نے سب سے پہلے اطلاع دی تو کیا اس میں کوئی کلام ہے کہ وہ حضرت اقدسؑ ہی تھے جنہوں نے ہی یہ تنبیہ کی اور مغربی اقوام کو جب آپ نے دجال، اور یاجوج و ماجوج کہا تو کیا اس وقت علماء نے متفقہ طور پر اس وجہ سے آپ کو کافر نہیں کہا تھا؟ پھر علامہ صاحب کا یہ فرمانا کہ قرآن کریم میں یاجوج ماجوج کے ذکر کی اصل مصداق یہی اقوام مغرب ہی ہیں اور ان کی مادی تہذیب کا انجام کار تباہی ہے کس [illegible] کی صدائے بازگشت ہے۔

۲۔ احیاءِ اسلام اور اسلامی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز

مغربی مادی تہذیب کی ناکامی اور بربادی کے نتیجہ میں اسلامی تہذیب و تعلیم کا احیاء ہونے والا ہے۔ اسلام پھر سے دوبارہ دنیا میں غلبہ و فتح حاصل کرے گا۔ یہ نظریات بھی مسلّمہ طور پر اس زمانہ میں حضرت اقدس مرزا صاحب نے دنیا کو دیئے۔ چنانچہ یہ امور صرف نظریات و تصورات تک ہی محدود نہ رہے بلکہ حضرت مولانا محمد علی رح کی تصنیفات اور حضرت خواجہ کمال الدینؒ کے انگلینڈ میں اسلامی مشن کے قیام کے ذریعہ اسلام اور قرآن کے بارہ میں ایک عالمگیر انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔ علامہ صاحب اسی حقیقت کو اس طرح ادا کرتے ہیں:—

سُنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر ؎ جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہوگا

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا ؎ سُنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نے قدسیوں سے یہ سُنا ہے کہ اسلام کا سویا ہوا شیر اب پھر

تیں آتھی جس نے نہ صرف مسیحیت و ح دین دیتین اپنے پیروؤں ... بین عالمگیر سطح پر فتح اسلام کے دروازے کھول کر دکھدیئے گئے؟

۳۔ فتح وغلبۂ اسلام کا یقین اور اس کا صحیح طریق کار

حضرت اقدسؑ اور آپ کی جماعت نے فتح وغلبہ کا یقین قلوب میں جاگزیں کر دیا۔ جیسے کہ مسٹر ڈی لینڈ ایپٹ صاحب نے اپنی کتاب "اسلام اور پاکستان" میں اس کا اعتراف کیا ہے:۔

"جماعت احمدیہ نے دیگر ادیان کے بارے میں جس قدر دلائل پیش کئے ہیں زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کے شدید ترین مخالفوں نے انہیں بہ تمام و کمال قبول کر لیا ہے، اپنے تبلیغی جوش اور عیسائیت کے خلاف پے درپے اور کثیرالاشاعت حملوں سے اس جماعت نے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کر دیا ہے۔ گو یہ امر درست ہے کہ جمہور مسلمانوں میں مرزا غلام احمد کے ذاتی دعاوی نے مقبولیت حاصل نہیں کی اور آپ کی تحریر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، تاہم اس تحریک نے مسلمانوں کے قلوب میں یہ ایمان و یقین پیدا کر دیا ہے کہ یورپ کی موجودہ ترقی اور قوت کا سرچشمہ عیسائیت ہرگز نہیں، اور دنیا کا سچا دین صرف اسلام ہے۔ اس تحریک کی بنیادی خصوصیت یہی ہے مگر یہ امر کس قدر تعجب انگیز ہے کہ جس تحریک کی ہردوشاخوں نے دوسرے مذاہب کے مقابل دینِ اسلام کی حفاظت و توسیع کے میدان میں سب سے زیادہ کام کیا ہے پاک وہند کے مسلمان سب سے زیادہ اسی جماعت کے خلاف صف آرا ہیں۔"

نہ صرف قلوب میں از سرِ نو یقین پیدا کیا بلکہ اس کا صحیح طریقِ کار بھی واضح کر دیا، چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ یہ زمانہ اب اسلام کا جمالی زمانہ ہے نہ کہ جلالی اور جس طرح پہلے زمانہ میں دینِ اسلام اپنی ظاہری طاقت اور شان وشوکت ظاہر کر چکا ہے یہ زمانہ اس کی تعلیم کے حسن و خوبصورتی اور جمال و کشش کے اظہار کا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ اسلام میں مثیلِ مسیح کے لقب سے ملقب ہوئے اور آپؑ کی جماعت کا نام بھی اسی مناسبت کی رُو سے احمدی رکھا گیا۔

علامہ اقبال مرحوم نہ صرف مغربی تہذیب کو دجالی تہذیب اور اس کے مقابل دینِ اسلام کے دوبارہ احیاء پر یقین کا اظہار کرتے ہیں بلکہ جمالی طریقِ کار کو ہی اب کامیاب بتلا رہے ہیں، چنانچہ آپ کا شعر ملاحظہ ہو:۔۔۔

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور ؛ ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

یہ شانِ جلالی اور شانِ جمالی کے ظہور کی اصطلاحیں کیا تحریکِ احمدیت سے مخصوص نہیں؟ ظاہر پرست علماء تو اس امر کے ماننے سے ہی انکاری تھے کہ اسلام بغیر ظاہری طاقت کے کامیاب طور پر اشاعت پذیر ہو سکتا ہے، وہ تو کہتے تھے کہ امام مہدی و مسیح ناصری آکر تلوار اور جبر کے زور سے ہی اسلام پھیلائیں گے، نیز سب لوگ حضرت اقدسؑ اور جماعتِ احمدیہ کے اس نظریہ سے کہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار اور اخلاقی قوت کا ہے سراسر منکر ہو رہے تھے۔ پھر جائے غور ہے کہ علامہ اقبال نے اسلام اور ملت کی شانِ جلالی کی بجائے شانِ جمالی کے ظہور کا نظریہ و یقین کہاں سے لیا؟

۴۔ سیاست، وطنیت اور علاقائی قومی عصبیت کی بجائے دین ومذہب، عالمگیر اخوتِ اسلامیہ کے راگ

ان اُمور پر تو علامہ صاحب نے پوری وضاحت سے اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کیا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔۔۔

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو ؛ ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اِک ثمر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی ؛ اُڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر
جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مِٹ جائیگا ؛ ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیٔ والا گہر

اکثر مسلم اقوام اب ملک رنگ ونسل، زبان وثقافت پر اپنی اپنی علیحدہ قومیت کی بنا رکھ رہی ہیں۔ اس کی وجہ مغربی تصور قومیت ہے نہ کہ اسلامی نظریہ، علامہ اقبال مسلمانوں کی اس غلطی کو کیسے واشگاف انداز میں بیان فرماتے ہیں:۔۔

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر ؛ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

کی تعمیر کرنے میں اصل اسلام کی رُوح مضمر ہے، چنانچہ اس کا تلخ تجربہ اب پاکستان کی وحدت کی جُدائی یعنی مغربی و مشرقی حصوں کی علیحدگی میں ہم کر چکے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد علماء اور لیڈرانِ قوم نے حقیقی دین اور اس کے تقاضوں کو مقدم کرنے کی بجائے سیاست، ہوسِ دولت و اقتدار کو ترجیح دے دی اس سے پاکستان کی حکومت دو ٹکڑے ہو گئی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس لئے اپنے پیروؤں سے یہ عہد لیا تھا کہ

"میں دین کو دُنیا پر مقدم کروں گا"

اسی کی روشنی میں علامہ اقبال مرحوم نے بھی اس قسم کے ترانے گائے:۔۔

ترالاساد ہے جہاں سے اسکو عرب کے معمار نے بنایا ؛ بِنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے ؛ جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے ؛ تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے ؛ کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے ؛ قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے ؛ غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے ؛ اسلام ترا دیس ہے، تو مصطفوی ہے

علامہ صاحب نے ان اور ایسے دیگر اشعار میں دنیا پرستی کی بجائے دین کی راہوں کو مقدم کرنے کے جن جذبات کا اظہار کیا ہے، موجودہ زمانہ میں خالصتاً دینی تحریک کیا بجز حقیقی تحریک احمدیت کے کوئی اور بھی ہے؟ کیا اس زمانہ میں رجوع الی القرآن والسنۃ المحمدیہ کی ندا سوائے حضرت اقدسؑ کے کسی اور نے دی؟ اگر یہ ایک ہی صدا ہے جو اس زمانہ میں ساری دنیا میں سننے میں آئی ہے، اگر یہ صرف تحریک احمدیہ اپنی اصل شکل میں ہے جس نے مسلمان قوم کو از سرِ نو کلمہ و کعبہ کے مراکزِ اسلامیہ پر جمع و منظم کرنے کی سعی کی، تو کیا یہ کہنا صحیح نہیں کہ علامہ اقبال مرحوم کے یہ اشعار حضرت اقدسؑ اور آپکی تحریک کی صدائے بازگشت ہی ہیں؟

۵۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آپ کی تحریک احمدیت کا موقف ہی یہ ہے کہ جب تک قلوب میں خدا، قرآن، رسولِ خدا اور دینِ اسلام کی صداقت پر حتمی یقین پیدا نہیں ہوتا تب تک احیاء و نشأۃ ثانیہ اسلامیہ کی تحریک پروان نہیں چڑھ سکتی۔ اسی حتمی یقین کو پیدا کرنے کے لئے نہ صرف اصولِ اسلام کو حضرت اقدسؑ نے نہایت مدلل و معقول پیرایوں میں پیش کیا بلکہ اپنے ذاتی تجربہ و مشاہدہ اور تعلق باللہ کو بھی اس ضمن میں شہادت میں پیش فرمایا ایسے ہی ایمان و یقین کے بنیادی طور پر قلوب میں راسخ ہو جانے کے لئے علامہ مرحوم نے بھی اپنے اشعار میں ندا بلند کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔۔۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں ؛ جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اسکے زورِ بازو کا ؛ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت، پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری ؛ یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم ؛ جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

ان اشعار پر اگر ذرا غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ تحریکِ احمدیت نے تمام ملی قوت کے سرچشمہ کو ایمان و عمل، اور اخلاقی تنظیم سے جو وابستہ کرنے کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے تو یہ سب احمدیت کے نورِ ... کا نتیجہ ہی ہے کہ علامہ اقبال مرحوم اس کی روشنی سے متاثر ہو کر اپنے منظوم کلام میں جان ڈالنے کا موجب ہوئے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت اقدسؑ اور آپ کی منجانب اللہ سچی حقیقی تحریکِ احمدیت وجود میں نہ آئی ہوتی اور (۲) نے اسلامی روح کا انکشاف نہ کیا ہوتا تو پھر بھی اس کی غیر موجودگی میں علامہ اقبال اس قسم کا منظوم کلام کہنے کے قابل ہوتے؟ کیونکہ آپ کے بچپن کا احمدی گھریلو ماحول، آپ کے لڑکپن کی مولانا میر حسن صاحب کی شاگردی اور آپ کا ذہنِ رسا نیز متکلمانہ انداز شعور سب ہمیں یہ ماننے پر مجبور کرتے ہیں کہ آپ کے دین و ایمان و یقین و اتحاد، بیا ... مابہوجہ اور احیاءِ اسلام، شانِ جمالی کے ظہور، اسلامی ترانے کے یہ ترانے، واقعی احمدیت کی صدائے بازگشت ہی ہیں۔

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں ۔۔۔۔ (مینیجر)

محمد اسد اللہ قریشی (گلگت)

ماخوذ: از ہفت روزہ "لاہور"

علماءِ سوء کے مشاغل کا تاریخی تجزیہ

گذشتہ تیرہ سو سال میں اسلام میں بڑے بڑے علماء، مجددین اور امام ہو گذرے ہیں جنہوں نے دینِ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی، گمراہوں کو راہِ راست پر لائے اور کافروں کو مسلمان بنایا اور دینِ محمدی کی اشاعت کی۔ جس کے لئے انہیں ... بڑے بڑے مصائب اور شدائد کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور آج وہ اُمت کے مجددین اور امام کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

اس کے ساتھ ہی اس دوران میں علماء سوء بھی رہے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے مجددین اماموں اور بزرگانِ دین کو بدعتی۔ گمراہ، دجال ابلیس۔ کذاب، ضال و مضل۔ بتوں کا غلام لعین۔ زندیق واجب القتل۔ ولدالحرام۔ ملحد۔ دائرہ اسلام سے خارج۔ شیطان بے دین۔ خناس۔ خبیث۔ اکفر۔ ابوجہل۔ اور کافر جیسے فتووں سے نوازا۔ اس وقت جب علماء سوء بزرگوں پر کفر و الحاد کے فتوے دے رہے تھے، وہ اور جذباتی لوگ خوش بھی ہوتے رہے ہیں، مگر آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ کوئی سلیم الفطرت انسان ان علماء کے اس کردار کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا، بلکہ ان پر نفرین بھیجی جا رہی ہے۔ البتہ جن بزرگانِ اُمت پر فتووں کی یہ مشق کی جاتی رہی ہے۔ ان کی عزت عظمت میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اور آج ہم انہی بزرگوں کو حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت امام مالکؒ ۔ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ۔ حضرت شیخ ابن تیمیہؒ۔ شیخ محی الدین ابن عربی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رح۔ حضرت حسین بن منصورؒ۔ حضرت امام غزالی رح۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ۔ حضرت سید احمد بریلویؒ۔ حضرت محمد اسمٰعیل شہیدؒ (بالاکوٹ ہزارہ) حضرت شمس تبریزؒ وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے اور ان کی بلندئ درجات کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور یہاں تک ان کی عزت کرتے ہیں۔ کہ ان میں سے بہت سے بزرگوں کی یادگار کا دن بھی مناتے ہیں۔ کیا ان وقتوں کے علماءِ سوء کی (جنہوں نے ان بزرگوں پر کفر و زندقہ وغیرہ کے فتوے جڑ دیئے تھے) آج کوئی عزت باقی ہے؟ یا انہیں ان فتووں میں جمہورِ اُمت حق بجانب سمجھتی ہے؟ ظاہر ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ ان پر نفرین بھیجنے والے ہی موجود ہیں۔ اور آج مسلمانوں کو ان علماء کے ایسے مشاغل پر ندامت محسوس ہو رہی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے

آج تو مسلمانوں کو یہ سن کر حیرت بھی ہوتی ہے کہ ایسے بزرگوں اور اُمت کے اماموں کو کافر کہا گیا ہے۔ مگر مذہبی تاریخ کا شاید ہی کوئی طالب علم ہو جو اس سے بے خبر ہو۔ مذہبی تاریخ میں یہ واقعات محفوظ ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بعض نے بدعتی، بعض نے زندیق، بعض نے کفر کرنے والا قرار دیا ہے، آپ قید بھی کئے گئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ فتویٰ دیا گیا "اضرّ من ابلیس" (یعنے ابلیس سے بھی زیادہ نقصان دہ) بلکہ علماءِ عراق و مصر کے فتووں پر آپ کو قید بھی کیا گیا۔ حضرت امام مالکؒ قید کئے گئے۔ اور انہیں اُونٹ پر سوار کر کے پھرایا گیا اور کہا گیا کہ وہ اس مسئلہ (طلاق مکرہ) کی صحت کا اقرار کریں جسے وہ دل سے غلط جانتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ ماہ قید رکھے گئے (مجلس میں ذلت سے بلائے جاتے) اور لوگ علماءِ سوء کے کہنے پر ان کو طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے۔ ہر شام جیل سے نکال کر کوڑے مارے جاتے۔ صرف اس لئے کہ انہیں ایک مسئلہ میں علماء سے اختلاف تھا۔ یہ ۲۱۸ھ کا واقعہ ہے ——— یہ وہ چار مقدس امام ہیں جن کے نام پر آج چار مصلّے بنائے گئے ہیں اور مسلمان حد درجہ ان کا احترام و عزت کرتے ہیں۔ مگر فتوے دینے والے علماء کے کردار سے بیزار اور شرمسار ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جن کی کتاب صحیح بخاری قرآن مجید کے بعد حدیث کی صحیح ترین کتاب مانی جاتی ہے۔ وطن سے نکالا گیا۔ آپ سمرقند گئے۔ وہاں بھی علماء نے لوگوں کو ان کے خلاف کر دیا تھا۔ آپ نے تہجد میں دعا کی کہ

"——— اے اللہ! زمین میرے لئے اتنی تنگ ہو گئی ہے۔ مجھے اپنی طرف اُٹھا لے" چنانچہ اسی شوال میں ——— ۲۵۶ھ میں آپ وفات پا گئے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کو اپنے گاؤں بسطام سے نکالا گیا۔ لوگوں نے بلایا۔ پھر نکالے گئے۔ آں حضرت سات بار نکالے گئے۔ ——— حضرت ذوالنون مصری کو [illegible] باندھ کر بغداد بھیجا گیا۔ اور کفر و زندقہ کا فتوےٰ دینے والے مولویوں کی ایک جماعت بھی شہادت دینے کے لئے ہمراہ گئی۔ حضرت جنید بغدادیؒ پر بھی مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا۔

شیخ الاسلام محی الدین، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی آج تک گیارہویں کی نیاز پکائی اور کھائی جاتی ہے) پر بھی علمائے وقت نے کفر کا فتوے لگایا۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علماء نے فتوے دیا۔ کفرہ اشدّ من کفر الیہود والنصاریٰ ——— یعنے ان کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی بڑھ کر ہے ——— مگر آج ۔ آپ صوفیائے کرام کے تاج اور "شیخ اکبر" کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

حضرت حسین بن منصور حلاج پر جو کفر کا فتوے لگا۔ اسے تو سب جانتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ انہیں فتوئ کفر کے بعد سُولی دے دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ عالمِ مستی میں ان کی زبان سے "انا الحق" نکلا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے مجددین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر اس وقت کے علماء نے ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا اور لکھا کہ:—

"ان کی کتابوں کو جلا دو اور ان پر لعنت کرنا ثواب ہے"

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ گیارھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے مجدد تھے اور مسلمان ان کی عظمت و مرتبہ سے واقف ہیں۔ انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ تعظیمی سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ علماء نے بادشاہِ وقت جہانگیر سے کہہ کر انہیں گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔ (ازالۃ الحمد [illegible])

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر بدعتی اور گمراہ ہونے کا فتوے لگایا گیا۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کو مذہبی تعصب اور ضد کی وجہ سے شہید کر دیا گیا۔ حضرت سید احمد بریلوی جو تیرھویں صدی ہجری کے مجددین میں سے تھے اور انہوں نے سکھوں سے جہاد کر کے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔

ان کو مولویوں نے انگریزوں کا ایجنٹ اور وہابی کہا، جو اس زمانہ میں شدید نفرت والے نام تھے۔

حضرت محمد اسمٰعیل شہیدؒ آپ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ وہ بالاکوٹ (ہزارہ) میں سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے والوں میں سے تھے۔ ان پر مشرکانہ رسوم کی مخالفت کی وجہ سے مکہ کے مفتیوں سے فتوے لکھوا کر لگائے گئے اور بعض مولوی تو اب تک آپ پر کفر کے فتوے شائع کر رہے ہیں۔ اور اس پر اصرار کر رہے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ جو انہیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے ———

اسی طرح حضرت شمس تبریز پر کفر کا فتوے لگایا گیا۔ اور آپ کی کھال اتاری گئی۔

اولیاء ہی نہیں انبیاء بھی

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اگر ہم ان سارے علماء کی صرف فہرست ہی درج کر دیں جن کو گمراہ، زندیق اور کافر کہا جاتا رہا ہے تو مضمون طویل ہونے کا اندیشہ ہے۔

الغرض اُمتِ محمدیہ کے بزرگوں میں سے شاید ہی کوئی ہوگا جو علماءِ سوء کے فتووں سے اور لوگوں کی مخالفتوں اور دکھوں سے بچا ہوگا، جنہیں دکھ دینا، کافر کہنا ثواب سمجھا جاتا تھا۔ اور انہیں تکلیف دے کر خوشی محسوس کی جاتی۔ مگر آخر میں ثواب تو کجا وہ عذابِ الٰہی اور غضبِ الٰہی کے مورد بن گئے۔

یہ تو اولیاءِ اُمت کا مختصر ذکر تھا۔ انبیاء کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے۔ اس کے ذکر سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ اسی لئے فرمایا یٰحسرۃً علی العباد ما یأتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون۔ (یعنی بندوں پر افسوس ان کے پاس کوئی رسول ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو اور ان کی تحقیر و مذمت نہ کی ہو)

زمانہ یوں ہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے
وہ درسِ صلح دیتے ہیں یہ ان سے جنگ کرتا ہے

بقیہ اخبار احمدیہ از صفحہ ۲

جماعت راولپنڈی کی خبریں

——— چوہدری عبدالشکور خان اور عبدالغنی [illegible] عرصہ سے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

——— خواجہ محمد عبداللہ صاحب بھی بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

——— ۱۲ ستمبر ۱۹۷۳ء کو جناب نذیر احمد [illegible] اور پروین رحمٰن صاحبہ کی شادی سرانجام پائی۔ حق مہر پانچ ہزار مقرر ہوا۔ محترم میاں بشیر احمد [illegible] انچارج راولپنڈی نے احباب جماعت اور معززین شہر کو پُرتکلف دعوتِ ولیمہ دی۔ عزیزم نذیر احمد [illegible] نے پچیس روپیہ مقامی جماعت کو عطیہ دیا۔ جزاہ اللہ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو بابرکت بنائے۔ آپ کا خادم۔ فخرالدین احمد

(باقی بر صفحہ [illegible])

بقیہ اخبار احمدیہ

ہولناک حادثہ اور درخواست دُعا

محترم راجہ بشیر احمد صاحب رازی کے بھائی کرنل مبشر احمد اور بہن بیگم کرنل عزیز احمد ۲۴ ستمبر کو راولپنڈی سے لاہور آتے ہوئے جہلم کے قریب حادثہ کا شکار ہو گئے اور بیگم کرنل مبشر احمد شدید زخمی حالت میں سی ایم ایچ جہلم میں زیر علاج ہیں۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور مرحومین کے تمام پسماندگان خصوصاً راجہ بشیر احمد صاحب اور ملک عزیز الرحمٰن صاحب سے ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور بیگم کرنل مبشر احمد کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔ احباب جماعت سے مرحومین کے لئے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ پتے درج ذیل ہیں:-

(۱) راجہ بشیر احمد صاحب رازی ۲ مشن روڈ۔ لاہور۔

ملک عزیز الرحمٰن صاحب عزیز ولا مسافر گلی مین بازار کرشن نگر لاہور۔

محمد صالح نور سیکرٹری مقامی جماعت لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل ۲۳۸ شمارہ ۴۱

(لیڈرز پریس ۶ مبارک روڈ لاہور میں باہتمام ... پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷ سے شائع کیا۔ ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ۔ مؤرخہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۴۲

فطرانہ عید

اس سال ڈیڑھ روپیہ فی کس ہوگا

عید الفطر کے دن نمازِ عید سے پیشتر گھر کے ہر فرد کی طرف سے فطرانہ ادا کرنا ضروری ہے اگر کوئی بچہ اسی دن پیدا ہوا ہو تو اس کا بھی فطرانہ ادا کرنے کا حکم ہے۔

• جماعتِ احمدیہ ہر سال ایک روپیہ فی کس فطرانہ دیتی رہی ہے، لیکن امسال غلّہ وغیرہ کی قیمت بڑھ جانے کی وجہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ نے ڈیڑھ روپیہ فی کس فطرانہ مقرر کیا ہے۔ تمام احباب کو چاہیئے کہ اس کے مطابق اپنی اپنی جماعتوں کے محاسب یا سیکرٹری صاحبان کو نمازِ عید سے پہلے ادا کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

مرزا مسعود بیگ

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بحرِ حکمت کے موتی

مؤمن کو بُرا کہنے پر رسولِ اکرم صلعم کی پریشانی اور دُعا

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ انّہ سمع النّبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول اللّٰھم فایّما مؤمن سببتہٗ فاجعل ذالک لہٗ قربۃً الیک یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا اے اللہ جس مؤمن کو مَیں نے بُرا کہا تو اسے اس کے لئے قیامت کے دن اپنی طرف قرب کا موجب بنا۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:—

ان پاکیزہ جذبات اور خیالات کا انسان دنیا میں اور کہاں نظر آتا ہے۔ کس قدر احساس ہے کہ کسی کو آپ سے دُکھ یا تکلیف نہ پہنچے اور اگر بتقاضائے بشریت پہنچ جائے تو دُعا یہ ہے کہ وہ اس کے حق میں دُکھ ہونے کی بجائے رحمت اور برکت ہو۔

عن ابی موسیٰ رضی عن النّبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قال لیس احدٌ او لیس شیئٌ اصبر علٰی اذًی سمعہ من اللّٰہ انّھم لیدّعون لہٗ ولداً وّ انّہٗ لیعافیھم ویرزقھم۔

ترجمہ:— حضرت ابوموسیٰ رضؓ نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کوئی شخص یا کوئی چیز دُکھ کی باتوں پر جو وہ سُنے اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں۔ وہ اللہ کے لئے بیٹا پکارتے ہیں اور وہ ان کو عافیت اور رزق دیتا رہتا ہے۔

نوٹ: از حضرت مولٰینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:—

یہ نصاریٰ کے لئے ایک پیشگوئی کا رنگ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دُنیا خوب ملے گی، اور عام رنگ میں بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالےٰ اس لئے کسی کا رزق بند نہیں کرتا کہ وہ اس کا یا اس کی صفات کا انکار کرتا ہے۔ فضل الباری

کتاب الادب صفحہ ۱۳۸۲

نماز میں دُعا کی اہمیّت اور دُعا مانگنے کا طریق

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد زمان و مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد گرامی

نماز کی اصلی غرض اور مغز دُعا ہی ہے اور دُعا مانگنا اللہ تعالےٰ کے قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دُودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا تعلق ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اُس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے۔ اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے۔ تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے۔ اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کا دُودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اللہ تعالےٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا۔ بالکل غلط اور باطل ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کی اور اس کی صفاتِ قدرت و تصرف پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا۔ تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ جب کبھی کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ کسی نے بالکل سچ کہا ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ۔ صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسبِ حال اپنے آپ کو بناؤ۔ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالےٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔ (ملفوظات۔ پیغام منظور الٰہی صفحہ ۱۶)

(بحوالہ اخبار الحکم جلد ۹ نمبر ۱۴)

عُلماءِ سُوء کے مشاغل کا تاریخی تجزیہ

(بسلسلہ اشاعتِ گذشتہ)

مُسلم فرقوں کے باہمی کفر کے فتوے

• بزرگانِ اُمت کے ذکر کے بعد اب ان فتووں پر بھی سرسری نظر ڈالتے جائیے جو مسلمانوں کے مختلف فرقوں نے ایک دوسرے پر لگائے ہیں مثلاً اہلسنت والجماعت نے شیعوں پر فتوے دیا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے انکار سے وہ اجماع قطعی کے منکر ہو کر کافر ہو گئے۔ ان کے حق میں حکم کفر جاری ہے۔ "رافضی واجب القتل ہیں" (ردّ تبرا صفحہ ۳)

شیعہ فرقہ کہتا ہے کہ سوائے فرقہ اثنا عشریہ کے کوئی ناجی یعنی نجات پانے والا نہیں ہے اور خلفائے ثلاثہ کے بارے میں سوائے حضرت علیؓ کے جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ معلوم ہے۔

غیر مقلدین جو آمین بالجہر پڑھتے اور رفع یدین کرتے اور نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں کے بارے میں فتوے دیا گیا کہ وہ اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہیں اور مثل دیگر گمراہ فرقوں کے ہیں، ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ ان سے میل جول۔ مجلس اور اپنی مساجد میں آنے دینا ممنوع ہے۔ اس فتوے کے پیچھے ساٹھ ستر علماء کی مہریں ہیں۔ (جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد صفحہ ۳)

غیر مقلدین نے فتوے دیا کہ چاروں اماموں یعنی امام ابو حنیفہ۔ شافعی۔ مالک اور امام احمد بن حنبل کے پیرو کافر ہیں۔ اسی طرح چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ (بوجہ تقلید) یہ سب لوگ کافر ہیں۔ (جامع الشواہد صفحہ ۲)

مولوی احمد رضا بریلوی نے غیر مقلدوں کے سب گروہوں کو اپنی کتاب حسام الحرمین صفحہ ۱۱۳ پر کافر و مرتد لکھا، اور یہ بھی لکھا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اسی طرح استفتاء موجود ہیں کہ جو شخص "یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ" شیخ کو حاضر ناظر جان کر پڑھے وہ مشرک ہے۔ جو اس کا فتوے دیتا ہے وہ مشرکوں کا سردار ہے۔ اس فتوے کے نیچے ۲۵ علماء کی مہریں ہیں۔ (مجموعہ فتاوے صفحہ ۵۴)

اسی طرح مولوی احمد رضا بریلوی نے اپنی کتاب مذکورہ میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں، آنحضرت صلعم کی توہین کرتے ہیں اور خدا پر جھوٹ بولنا ممکن سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ سب باجماع اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

یہ میری طالب علمی کا اپنا واقعہ ہے کہ میں نے مدرسہ حزب الاحناف لاہور میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے داخلہ کی خواہش کی تو وہاں کے صدر مدرس نے میرے سامنے علماء دیوبند کی ایک فہرست رکھی اور کہا کہ آپ ان کے کافر ہونے کے بارے میں نیچے دستخط کر دیں۔ پھر آپ اس مدرسہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ میں یہ عذر کر کے باز رہا کہ مجھے ان علماء کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔ میں کیسے ان کے کافر ہونے کے بارے میں بغیر علم کے دستخط کر لوں۔ چنانچہ میں نے کسی اور مدرسہ کی تلاش شروع کی اور وہاں داخل ہوا۔

سرسید احمد خاں کی تکفیر

بانی مدرسہ علی گڑھ سرسید احمد خاں کے بارے میں علماء نے لکھا کہ یہ شخص بسبب تکذیب آیات قرآنی کے مرتد اور ملعون ابدی ہوا اور ایسا مرتد ہوا کہ بلا قبولِ اسلام اسلامی عملداری میں جزیہ دے کر بھی نہیں رہ سکتا۔ مگر اہل کتاب اور ہنود وغیرہ جزیہ دے کر اسلامی عملداری میں رہ سکتے ہیں، گویا نہایت سخت کافر مرتد ہے۔ (انتظام المساجد صفحہ ۱۳)

مولوی احمد رضا خاں مذکور پر بھی دیوبندی علماء نے کفر کا فتوے دیا اور لکھا کہ کافر، اکفر موجودہ صدی کا دجال خارج از اسلام ہے۔ (رسالہ ردّ التکفیر از مولوی سید محمد مرتضیٰ دیوبندی)

مولوی محمد حسین بٹالوی (اہل حدیث) پر فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج یاوہ گو، عبد الدنیا، دجال، کذاب، ضال، مضل اور کافر ہے (اس فتوے پر قریباً تین سو علما کے دستخط ہیں)

دیوبندیوں پر فتویٰ تکفیر

تین سو علماء اہل سنت والجماعت کے دستخطوں سے دیوبندی علماء پر یہ فتوے مشتہر کیا گیا کہ علمائے دیوبند ایسے شدید کافر مرتد ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مسلمان ان کے پیچھے نماز پڑھنا تو کجا ان کو اپنے پیچھے نہ دیں نہ اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں، نہ ان کا ذبیحہ کھائیں نہ انکی شادی غمی میں شریک ہوں نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں نہ ان کے بیماروں کی عیادت کریں، مریں تو ان کے کفن دفن میں مدد نہ کریں، مسلمان اپنے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل جائیں گی، اور ان کی اولاد حرامی ہوگی۔ (وغیرہ)

کہاں تک ہم ان سطور کو طول دیں۔ آج مسلمانوں کو ان علماء کی یہ کارروائیاں لکھتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ آخر غیر مسلم، ہندو عیسائی، یہودی غیر ہم مسلمانوں کی یہ کارروائیاں دیکھ کر کیا کہیں گے۔ مگر آزاد کشمیر کی قرارداد تکفیر اور علماء کا اس کی منظوری پر اصرار ہمیں عوام کے سامنے یہ حقائق لانے پر مجبور کر رہے ہیں۔

مولانا مودودی صاحب کا فتویٰ

آخر میں مولانا مودودی سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان کا فتویٰ سُنئے لکھتے ہیں:

"یہاں تو پاکستان سے ہندوستان تک ہر طرف پمفلٹوں، اشتہاروں اور مضامین کی ایک فصل اُگ رہی ہے، جس میں، کمیونسٹ سوشلسٹ، فرنگیت زدہ، ملحدین، منکرین حدیث بریلوی، دیوبندی، سب ہی اپنے اپنے شگوفے چھوڑ رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں، کہ یہ شیطان کی فصل ہے، وہی اسے کاٹے گا۔"

(ترجمان القرآن جمادی الاول ۱۳۷۲ھ)

اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو مسلمان ان فتووں کو صحیح سمجھیں۔ اس صورت میں مذکورہ بزرگانِ امت کے علاوہ مسلمانوں میں سے کوئی مسلمان، مسلمان نہیں رہتا، بلکہ سب ہی کافر ٹھہرتے ہیں، کیونکہ سب مسلم فرقوں نے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے عائد کر دیئے ہیں، یا پھر ماننا پڑے گا کہ یہ فتوے دینے والے علماء غلطی پر تھے، جنہوں نے مسلمانوں کو کافر قرار دے کر اسلام کے اتحاد اور طاقت کو شدید نقصان پہنچایا۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ یہ علماء روحانیت سے عاری۔ اسلام سے بیگانہ متعصب اور خود غرض تھے تو بالکل صحیح ہوگا۔

(یاد رہے کہ یہ علماء سُو کا ذکر ہے نہ علماء حق کا۔ جو قابلِ صد احترام ہیں)

رمضان المبارک اور اس کی برکات

عبد الحمید۔ سانگلہ ہل

(بسلسلہ اشاعتِ گذشتہ)

(۴) عن عبد الرحمٰن ابن عوفٍ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رمضان یفضلہ علی الشہور فقال من قام رمضان ایماناً واحتساباً خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔

عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے ذکر میں باقی مہینوں پر اس کی فضیلت بیان فرما رہے تھے۔ فرمایا جس نے رمضان شریف کو پورے ایمان اور اپنے محاسبہ کے ساتھ قائم رکھا وہ گناہوں سے ایسے پاک و صاف ہو کر نکل آتا ہے جیسے آج ہی وہ ماں کے پیٹ سے (معصوم) نکلا ہو۔

(۵) عن عبد اللہ بن مسعودٍ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال اذا کان اول لیلۃ من شہر رمضان فتحت ابواب الجنان فلم یغلق منہا بابٌ واحدٌ الشہر کلہ وغلقت ابواب النار فلم یفتح منہا باب الشہر کلہ وغلت عتاۃ الجن ونادٰ منادٍ من السماء کل لیلۃ الی انفجار الصبح یا باغی الخیر یمم وابشر ویا باغی الشر اقصر وابصر ھل من مستغفر یغفر لہ ھل من تائبٍ یتوب علیہ ھل من داعٍ یستجیب لہ ھل من سائلٍ یعطی سئولہ۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات شروع ہوتی ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور مہینہ بھر یہ بند نہیں کئے جاتے اور آگ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور مہینہ بھر یہ دروازے نہیں کھولے جاتے اور سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اور آسمان سے پکارنے والا ہر رات صبح تک منادی دیتا رہتا ہے کہ اے خیر چاہنے کے خواہشمند بشارت لے اور اے شر کے قاصد رُک جا اور دیکھ کیا کوئی بخشش کا طالب ہے تاکہ اس کی مغفرت کی جاوے کیا کوئی تائب ہے تا اس کی توبہ قبول کی جاوے اور ہے کوئی دعا کرنے والا تاکہ اس کی دُعا قبول کی جاوے، کوئی سوالی ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جاوے۔

(۶) عن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للصائم

(باقی بر صفحہ ۵ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغامِ صلح ــــــــ لاہور ــــــــ مؤرخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۳ء

اِسلامی نظریۂ قومیت کا احیاء

یا

عالمِ اسلام کا بابرکت اِتّحاد

كنتم خير اُمّة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله ۔ (آل عمران ۱۱۰)

تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کی (بھلائی کے لئے) کھڑی کی گئی ہو کیونکہ تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مقصد کے لئے وقف ہو، اور تم خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو ۔

حالیہ جنگ اقوامِ عرب اور اسرائیل سے کئی اصولی اُمور واضح ہوتے ہیں اس کا اصل باعث تو یہ امر ہوا کہ ۱۹۶۷ء میں جب اسرائیل نے مصر اور شام پر حملہ کرکے ان کے علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تو سلامتی کونسل نے اس شرط پر جنگ بند کرائی کہ اسرائیل عرب کے مقبوضہ علاقوں کو خالی کرکے اپنی پہلی پوزیشن پر واپس چلا جائے گا لیکن جنگ بندی کے بعد اب کہ عرصہ قریباً سات سال ہونے کو آتے ہیں اسرائیل نے غاصبانہ مقبوضہ علاقوں کو نہیں چھوڑا، نہ ہی سلامتی کونسل نے اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کیلئے کوئی اقدام کئے، یہ کیسی پابندیٔ عہد کا نمونہ ہے کہ جب شرطیہ جنگ بندی کی گئی تو اس شرط کو پُورا کرنے کا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا! کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ سلامتی کونسل یا کم از کم اس میں شامل بڑی طاقتیں جنگ بندی کی شرط عائد کرتے وقت سنجیدہ نہ تھیں، ورنہ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ شرط پُوری نہ کی جاتی؟ اگر نیت ہی شرط پُورا نہ کرنے کی تھی تو کیا متعلقہ مملکتوں سے دھوکہ نہیں کیا گیا؟ اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل اگر بین الاقوامی سطح پر صلح و امن کیلئے قائم ہیں تو وہ کیونکر اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتی ہیں، جب تک اپنے فیصلوں کی پابندی مؤثر طور پر نہ کرائیں ۔ اس صورت میں تو ان اداروں کا وجود بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور جن کے فیصلوں پر کسی کا اعتماد ہی نہیں رہتا ۔ تعجّب تو یہ ہے کہ بڑی طاقتیں جو خود سلامتی کونسل میں فیصلہ کرانے کی ذِمہ دار ہوتی ہیں وہی خود جب ان کے مفادات کا تقاضہ ہو اپنے فیصلوں کے نفاذ کا کوئی طریق کار اختیار نہیں کرتیں ۔ کیا یہ صورت حال حق و انصاف کے مطابق کہلا سکتی ہے؟ دنیا میں صلح و امن جہاں اداروں کے مزعومہ ادّعا ہیں تو تب ہی قائم ہو سکتے ہیں جب کہ از کم وہ اپنے طے شدہ فیصلوں کے نفاذ کے لئے عملی اقدامات اختیار کریں ۔ لیکن اگر اسکے برعکس بڑی و مؤثر طاقتیں شرائط عائد کر دینے کے بعد اپنے اپنے مفادات و مصالح کے مطابق عمل پیرا ہوں اور اپنے ہی حق و انصاف پر بناء فیصلوں کو درخورِ اعتناء نہ سمجھیں تو اس کا صاف صاف مطلب کیا صرف یہی نہیں کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا جنگل کا قانون آج کی مہذب دنیا میں رائج ہے نہ کہ حق و انصاف کا انسانی قانون؟ کس قدر تعجب ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد فلسطین میں یہودیوں کی ایک نئی سلطنت بہ جبر و اکراہ قائم کی جاتی ہے اور اس ملک کے اصل باشندوں کو جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا جاتا ہے، جب طاقت وسیاست کے بل بوتے پر یہ اقدام کامیاب ہو جاتا ہے تو چند سال بعد ظلم و طاقت کے ذریعہ اس نئی سلطنت کی توسیع کی جاتی ہے اور ہمسایہ سلطنتوں کے وسیع علاقوں پر قبضہ جما لیا جاتا ہے، پھر جب اس وقت جنگ بندی کرائی جاتی ہے تو مقبوضہ علاقوں کے انخلا کا فیصلہ کیا جاتا ہے لیکن اس پر کوئی عمل نہیں کیا جاتا ۔ اس طرح اِرد گرد کی مملکتوں میں امن و اعتماد کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ اور جب قبلۂ اوّل پر یہودی طاقت و جبر سے قابض ہو جائیں اور توسیع پسندانہ عزائم میں منہمک ہوں تو کیا عالمِ اسلام کو اس امر کا واقعی خدشہ نہیں کہ وہ اسلام کے کعبہ پر بھی نظریں لگائے بیٹھے ہیں؟

پاکستان کے وزیرِ اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ابھی گذشتہ ماہ اپنے تازہ دَورۂ امریکہ میں اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ دنیا میں اب تیسری دنیا جو حق و انصاف کی دنیا ہے اُبھرتی نظر آ رہی ہے جسے بڑھنے سے کوئی روک نہیں سکتا کسے معلوم تھا کہ بھٹو صاحب کے ریمارکس کی عملی تعبیر اس قدر جلد دنیا کے سامنے آنے والی ہے ۔ موجودہ تصادم میں اپنے متذکرہ بالا مؤقف کے مطابق، پاکستان نے صاف واضح الفاظ میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ خواہ کچھ بھی پیش آئے، خواہ کوئی طاقت پسند کرے یا نہ، پاکستان حق و انصاف کا ساتھ دے گا ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان نے اس وقت رہنمائی کا صحیح طریق اختیار کیا ہے، اگر دیگر طاقتیں اور اقوام بھی اسی اُصول عالی کے مطابق کسی پیش آمدہ صُورت یا مسئلہ پر اپنی منصفانہ رائے کا اظہار و اعلان کے طریق پر کاربند ہو جائیں تو یہی وہ مسلک ہے جس پر دنیا کے امن و صلح کا دار و مدار ہے ۔ دعوے کس تہذیب کا نہ ہو کہ ایک اعلیٰ و ترقی یافتہ تہذیب ہے جس کے مدِنظر جملہ اقوام و مملکتوں کی فلاح و بہبود کا مقصد ہے ۔ لیکن عمل اس کا حق و انصاف کے برخلاف ہو اور اپنے ہی فیصلوں کے نفاذ کی بجائے اپنے مصالح و مفاد مدِنظر ہوں اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہو کہ بڑی طاقتوں کے حسب منشا و مفاد معاملات طے ہوتے ہوں ۔

اس کے مقابل اسلامی تہذیب کا مسلک واضح کرنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کے خُطبہ کا ذکر کرنا کافی ہوگا ۔ جب آپ کو خلافت کے لئے منتخب کیا گیا تو آپ نے کس قدر وضاحت سے اپنی حکومت کی حکمت عملی یہ بیان فرمائی کہ اے لوگو! آپ نے مجھے اس بھاری ذِمہ داری کے لئے منتخب کیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر انسان نہیں ہوں ۔ میرے نزدیک تم میں سے کمزور طاقتور ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلا دُوں ۔ اور میرے نزدیک تم میں سے طاقتور کمزور ہے جب تک میں اس سے وہ چھین نہ لوں جو اس کا حق نہیں ہے ۔ ایک نئی نئی قائم شدہ حکومت کے لئے جو ابھی آنحضرت صلعم کی وفات پر گرداب مصائب میں مبتلا ہو گئی ہے یہ موقف اختیار کرنا کہ اس کا فریضہ دنیا میں حق و انصاف قائم کرنا ہے نہ کہ اپنا مفاد و استحکام تلاش کرنا ۔ کس قدر حق پرستی، خدا ترسی، اور تقوی اللہ کا ثبوت دیتا ہے جس کے ذریعہ امن و صلح کے راستے کھل جاتے ہیں ۔ چنانچہ نہ صرف یہ حضرت ابوبکرؓ کا قول ہی تھا ۔ بلکہ آپ کا اور خلفائے راشدین کا اس پر پُورا پُورا عمل بھی رہا، ان کے بعد بھی تہذیب اسلامی کا یہ طرۂ امتیاز رہا کہ وہ ہر پیش آمدہ معاملہ میں مفاد پرستی اور ذاتی اغراض کی بجائے حق و انصاف کی تائید اور ناحق و ظلم کے برخلاف عمل کرتے ۔ یہ امر ان اصحاب کے لئے بھی غور طلب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا مذہب جبر و تحکم کا دین ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اسلامی حکومت و اسلامی تہذیب چودہ صدیوں تک مستحکم و قائم رہ سکتی تھیں ۔ ہم بلا خوف تردید یہ دعوٰی کر سکتے ہیں کہ اسلامی ...... حکومت و تہذیب کے علاوہ اور کسی حکومت و تہذیب نے بلا تعصب و رعایت کمزور کے حق کی منصفانہ تائید ...... کا اُصول نہیں اپنایا اور یہی وہ عالی وصف ہے جس کے باعث اسلامی تہذیب دنیا میں دوسری تمام تہذیبوں سے ممتاز دکھلائی دیتی ہے ۔ آج کی مہذب مملکتوں کی حکمتِ عملی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اپنے اپنے مفاد و مصالح کی حفاظت سب سے مقدّم پڑی ہے چاہے اس سے حق و انصاف کا خون ہی کیوں نہ ہوتا ہو، لہٰذا تائید طاقتور کی کرنا لازم آتا ہے ۔

ایک اور عظیم کامیابی حالیہ آویزش کے ذریعہ یہ حاصل ہوئی ہے کہ جملہ عالم اسلام حق و انصاف کی خاطر متحد و متفق ہو کر کھڑا ہو گیا ہے ۔ اس وقت قریباً تمام اسلامی ممالک نے مصر و شام کی تائید و نصرت کے لئے اعلانات کئے ہیں، گویا کہ وہ اس امرِ مشترک حق و انصاف میں پوری طرح متحد ہیں ۔ یہ ایک عظیم اقدام، اِتحادِ اسلام کی طرف بڑھتا ہوا نظر آتا ہے وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان کے مرقف پر تمام عالمِ اسلام کا اتفاق، اسلامی اخوّت کی غرض و غایت کا عملی مظاہرہ و ثبوت ہے ۔ حقیقتاً اسلام نے جو عالمگیر برادری، اخوتِ اسلامیہ کی شکل میں قائم کی ہے اس کے معنی و مطلب بھی یہی ہیں کہ قیام حق و امرِ انصاف کے نفاذ کے لئے ایک گروہ متحد و متفق ہو تا کسی کو ناانصافی و ظلم پر جُرأت ہی نہ ہو سکے ۔ انسانیت کا یہ پہلا اور مقدم فرض ہے کہ امرِ حق و انصاف کے نفاذ کے لئے سب طاقتیں جمع ہو کر متفق کارروائی کرنے والی ہوں، انسانی اقدار اور جمہوریت و مساوات کے اُصول صرف اسی طریق کار سے فروغ پا سکتے ہیں ۔ اسی عظیم اُصول پر اسلامی قومیت کی بنیادیں استوار ہیں ۔ اس کے برعکس قومیت کے مغربی نظریات ۔ جس نے اشتراک زبان و نسل اور علاقہ و قوم بنیاد قرار دیئے ہیں ایسے اصول ہیں جن کا نتیجہ تعصّب و تنگ نظری اور ناانصافی و ظلم کے اور کچھ نہیں نکلتا ۔ گذشتہ صدی کے وسط میں بدقسمتی سے مسلم ممالک نے بھی اِسلامی قومیت کے نظریہ کی بجائے علاقائی، نسلی، اور زبان کے نظریات کو اپنے ہاں جگہ دی جس کا نتیجہ انتشار اور انحطاط کی شکل میں رونما ہوا، کیونکہ جب وہ رشتہ ہی جس پر قومیت کی بناء ہو کمزور پڑ جائے تو

(باقی برصفحہ ۹ کالم ۲)

محترم چیمہ صاحب کے بیٹے کی شادی میں احباب کی شمولیت پر اظہارِ تشکر

انجمن کی اغراض عامہ کے لئے ایک سو روپیہ اور سیلاب فنڈ کیلئے دو سو روپیہ کا عطیہ

فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کے قرآنی الفاظ نبی کریم صلعم کی پیدا کی ہوئی جماعت کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ مگر یہ الفاظ قیامت تک کے لئے اُمت مُسلمہ تلاوت کرتی رہے گی۔ اور ان الفاظ میں کھنچا ہوا مُسلم معاشرہ کا نقشہ کبھی کبھی لوگوں کے سامنے آتا رہے گا اس زمانہ میں بھی نئی اخوت کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور اسی سابقہ تصویر کے خدوخال اس میں بھر دیئے گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ظہور کے ساتھ ہی یہ نقشہ سامنے آیا۔

۲۳ ستمبر ۱۹۷۳ء میرے فرزند احمد پرویز کی شادی کی تاریخ تھی۔ میں نے جماعت کو بحیثیت مجموعی مدعو کیا ہوا تھا۔ اور اس میں مکمل مساوات کو مدِنظر رکھا ہوا تھا۔ اہلِ ثروت، اہلِ علم، احبابِ زہد و تقویٰ۔ عوامی قسم کے خدا پرست احباب۔ گویا کہ سبھی قسم کے دوستوں تک رسائی حاصل کی۔ الحمد للہ کہ جماعت نے بحیثیت مجموعی میری دعوت کو اس شان سے شرفِ قبولیت بخشا کہ میرے دیگر احباب میری جماعت کے احیا کو دیکھ کر عش عش کر اُٹھے۔ میں سب کا بے حد ممنون و مشکور ہوں اور نام لئے بغیر تمام دوستوں کی خدمت میں نہایت عقیدت اور اخلاص سے ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔

اس قسم کی سوشل تقریبات بڑی مفید رہتی ہیں۔ میرے بعض بزرگوں کو زحمت انتظار کا بھی سامنا ہوا۔۔ کیونکہ فریق ثانی نے وقت کا تعین ہم سے مختلف رکھا ہوا تھا۔ مگر جماعت نے نہایت خندہ پیشانی، حوصلہ مندی اور فراخ دلی سے انتظار کے لمحات گذارے اور آپس میں مختلف موضوعات پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ بہرحال سب حضرات کا میں تہِ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اس تقریب میں شمولیت اختیار کر کے میری بے حد عزت افزائی کی۔

اس خوشی کے موقعہ پر میں اپنی انجمن کی حقیر سی خدمت کا اعلان کرتا ہوں:—

انجمن کی اغراض عامہ کے لئے یکصد روپیہ۔
انجمن کے قائم کردہ سیلاب فنڈ کے لئے دو سو روپیہ پیش کرتا ہوں۔

میں ان احباب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو کسی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اور ان کے تار اور خطوط ۰۰۰۰۰۰ موصول ہوئے ان میں دعاؤں سے بھری نیک تمناؤں کا اظہار تھا۔

والسلام

دعا کا طالب۔ محمد حسن چیمہ۔ گجرات

اخبارِ احمدیہ

جماعتِ کراچی کا سالانہ انتخاب

—— جماعت کراچی کا سالانہ انتخاب ۲۸ ستمبر ۱۹۷۳ء بعد از نماز جمعہ زیرِ صدارت شیخ عبدالحق صاحب قرار پایا اور مندرجہ ذیل احباب متفقہ طور پر منتخب ہوئے:—

(۱) صدر: میاں رحیم بخش صاحب
(۲) نائب صدر: خواجہ صلاح الدین احمد صاحب
(۳) سیکرٹری: محمد حسن خاں صاحب
(۴) جائنٹ سیکرٹری: راجہ محمد بیدار صاحب
(۵) خزانچی و محاسب: زاہد حسن خان صاحب
(۶) مشیر اسلامیات: شیخ عبدالحق صاحب ناظرِ اسلام

ممبرانِ مجلسِ منتظمہ:—

(۱) ملک عبدالقیوم صاحب۔
(۲) محمد مسعود صدیقی صاحب۔
(۳) ہدایت اللہ صدیقی صاحب۔
(۴) مرزا عبدالرحمان بیگ صاحب۔
(۵) میاں غلام عباس صاحب۔
(۶) شیخ کرامت اللہ صاحب۔
(۷) کرنل حنیف اختر صاحب۔
(۸) میاں مقصود احمد صاحب۔
(۹) میاں آفتاب اعجاز صاحب۔
(۱۰) چوہدری خوشی محمد صاحب

ان کے علاوہ سب عہدیداران بھی مجلس منتظمہ کے ممبر ہوں گے۔ فقط والسلام

محمد حسن خان

جماعتِ پشاور کی خبریں

(۱) جناب کپتان عبدالواحد صاحب کے صاحبزادہ عبدالمومن کا کامیاب اپریشن ہو گیا ہے وہ ہسپتال سے گھر چلے گئے ہیں۔ الحمد للہ۔

(۲) صدر جماعتِ پشاور جناب، ڈاکٹر ایم اے رحمن صاحب کی ایک عزیزہ کا بھی اپریشن ہو گیا ہے۔ اپریشن کے بعد وہ بھی گھر چلے گئے ہیں۔

(۳) جناب محمد اشرف خان آف شیخ محمدی کی والدہ لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں بلڈ پریشر وغیرہ کی وجہ سے داخل ہیں۔ (باقی بر صفحہ ۲ کالم ۲)

جزائر فیجی میں تبلیغِ اسلام

مولینا شیر محمد صاحب خوشابی کا مکتوب

احباب کو معلوم ہے کہ مولینا شیر محمد صاحب خوشابی کچھ عرصہ قبل جزائر فیجی میں بغرض تبلیغ تشریف لے گئے ہیں ان کے مکتوب مؤرخہ ۹ ستمبر ۱۹۷۳ء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں خدا کے فضل سے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ نہایت کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ جس سے وہاں کی جماعت میں نئی زندگی پیدا ہو گئی ہے، چنانچہ مولانا موصوف اپنے مذکورہ بالا خط میں لکھتے ہیں:——

—— ہر اتوار کو مرکز میں عورتوں میں درس ہوتا ہے، خدا تعالےٰ کے فضل سے عورتیں زیادہ تعداد میں آنا شروع ہو گئی ہیں۔

—— ہر سوموار کو مردوں میں درس ہوتا ہے، مرد بھی پہلے سے زیادہ آنے شروع ہو گئے ہیں۔

—— ہر منگل کو ڈانگیری میں قرآن مجید کا درس ہوتا رہا، دو تین ہفتے بعض غیر از جماعت اصحاب بھی ہمارے مقابلہ میں درس یا وعظ کرتے رہے۔ لیکن اب وہ ہفتہ سے انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ درس کے علاوہ میں ساڑھے پانچ بجے صبح سے ساڑھے سات بجے تک قرآن مجید پڑھاتا ہوں، اور تین بجے بعد دوپہر سے چھ بجے شام تک بچوں اور بچیوں اور عورتوں کو پڑھاتا ہوں، ساڑھے چھ بجے شام سے دس بجے رات تک مردوں کو پڑھاتا ہوں۔

—— مؤرخہ ۱۰ اور ۲۴ اگست کو ریڈیو پر میں نے تقریر کی۔

—— ۱۱ اگست کو جعفر خان صاحب نے اپنی والدہ کا یادگاری دن منایا جس میں مَیں نے ایک گھنٹہ تقریر کی۔

—— ۱۲ اگست کو نبی بخش بتروسنے اپنی بیوی کا جو آسٹریلیا میں فوت ہو گئی تھی، یادگاری دن منایا۔ اس میں بھی ایک گھنٹہ تقریر کی۔

—— ہمارے مرکزی مقام سُووا سے کوئی سوا سو میل دور مادو نامی ایک شہر ہے میں وہاں ۱۸ اگست کو نبی دین، تعظیم صاحب، اور یوسف خاں صاحب وغیرہ کے ساتھ گیا، وہاں احباب نے بہت سے غیر از جماعت مسلمانوں کو دعوت دے رکھی تھی، وہاں شام کے سات بجے ایک گھنٹہ تقریر کی۔ ۲۶ اگست کو خدا بخش کے پوتے کا عقیقہ تھا انہوں نے گھر بلایا تو ان کے مکان پر عقیقہ اور دیگر اسلامی مسائل پر احادیث کے نقطۂ نگاہ سے قریباً نصف گھنٹہ تقریر کی، اسی دن عبدالستار صاحب نے اپنے نئے مکان کا افتتاح کیا وہاں بھی نصف گھنٹہ تقریر کی، غرض جو بھی موقعہ ملتا ہے اسے میں جانے نہیں دیتا، خوشی اور غمی کے موقعہ پر ہندو، مسلمان، عیسائی وغیرہ سب ہی لوگ آئے ہوتے ہیں اور تبلیغ کا اچھا موقعہ مل جاتا ہے، وقتاً فوقتاً لوگوں کے گھروں میں بھی جاتا ہوں جس کے نتیجہ میں مرکز میں سارا دن اور رات گیارہ بجے تک رونق رہتی ہے، چوتھے پانچویں روز قادیانیوں کے مرکز میں بھی جاتا ہوں۔ وہاں ان کے مولوی صاحب کی موجودگی میں نوجوانوں نے سوالات کئے جن کے تسلی بخش جواب دیئے، جس کا اچھا اثر پیدا ہوا، اب قادیانیوں اور غیر احمدیوں کے مولوی صاحبان مجھ سے گفتگو نہیں کرتے۔ ویسے سُووا کی تمام پبلک مجھے اچھا سمجھنے لگ گئی ہے اگر یہاں کے لوگوں میں تبلیغ کی سپرٹ پیدا ہو گئی تو بہت کامیابی ہو گی۔

—— ابھی میں اپنی جماعت کی تنظیم کر رہا ہوں، بہت لوگ جو جماعت کو چھوڑ گئے تھے اب واپس آنے شروع ہو گئے ہیں۔

—— عشاء کی نماز میں کافی آدمی آ جاتے ہیں اور جمعہ کی نماز تو بہت بارونق ہوتی ہے۔

—— تمام احباب کی خدمت میں دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے کامیابی عطا فرمائے پاکستان کے سیلاب سے یہاں کے لوگ بڑے متفکر ہیں، سیالکوٹ، وزیر آباد، بدوملہی، شاہدرہ اور جھنگ کے دوستوں کے حالات سے مطلع فرمائیں، بڑی پریشانی ہے، سب دوستوں کی خدمت میں سلام علیکم۔

والسلام۔ حافظ شیر محمد

قرآن کریم کے نزول کی غرض انسان کو متقی بنانا ہے۔

متقی وہ ہے جس کے اندر سے بدی کی طاقتیں آہستہ آہستہ زائل ہو کر معدوم ہو جائیں اور نیکی کی طاقتیں نشوونما پاتے ہوئے کمال کو پہنچ جائیں۔ روزہ اس کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔

جماعت احمدیہ کے خلاف پراپیگنڈے کے جواب میں مثبت قدم اٹھانے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب بتعداد کثیر شائع کرنے کی تجویز۔

حضرت مسیح موعودؑ کا لیکچر جلسۂ اعظم مذاہب ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کرنے کا فیصلہ اور تمام احمدی جماعتوں سے کثیر تعداد میں خرید کر شائع کرنے کی اپیل۔

خطبہ جمعہ۔ مورخہ ۵؍ اکتوبر ۱۹۷۳ء۔ فرمودہ مرزا مسعود بیگ صاحب۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

الم ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدیً للمتقین ــــــــ اولٰئک علیٰ ھدیً من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون۔ (سورہ بقرہ رکوع ۱)

(ہمارے محترم بزرگ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت کچھ دنوں سے ناساز ہے، اس لئے آپ کے حکم سے میں خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ آپ سب حضرت امیر کی بحالیٔ صحت کے لئے دعا فرماویں)۔

یہ چند آیات جو میں نے پڑھی ہیں یہ قرآن مجید کی سب سے پہلی آیات ہیں، اگرچہ ان سے پہلے سورۃ فاتحہ ہے۔ لیکن اس کو قرآن کریم کے خلاصہ اور دعا کی حیثیت دی جاتی ہے اور دراصل قرآن کریم کا ابتدا انہی آیات سے ہوتا ہے، قرآن بڑی عجیب کتاب ہے اور آپ کے لئے بڑے فخر کی بات ہے کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کا اس نئی روشنی میں زمانہ قائل ہوتا جا رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ پرانے زمانہ میں جو کتابیں لکھی جاتی تھیں، ان کا اسلوب بیان موجودہ زمانہ سے مختلف ہوتا تھا ان میں کتاب کے اصل مقصد کے بجائے دنیا جہان کی باتیں لکھی جاتی تھیں، چنانچہ قرآن کریم کی جو بڑی بڑی مشہور تفسیریں لکھی گئیں، جیسے امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر۔ اس میں بھی بہت سی غیر متعلق باتیں بیان کی گئی ہیں، بہرحال ان کی تنقید میں کے لئے نہیں کہتا بلکہ اس زمانہ کا اسلوب تحریر ہی ایسا تھا۔ قرآن مجید الہامی کتابوں میں بڑی مختصر لیکن بڑی جامع کتاب ہے، اس میں علوم کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا ہے وہ خزانے کھلتے چلے جاتے ہیں، اور جب کھلتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ یہ موجودہ دور کی کتاب ہے، اس زمانہ میں کتابیں لکھنے کا طریق بھی ایک فن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس فن نے بڑی ترقی کی ہے، سب سے پہلے کتاب کا مصنف زیر تصنیف کتاب کا مقصد بیان کرتا ہے کہ کس مقصد کے لئے یہ کتاب لکھی جا رہی ہے، موجودہ زمانہ کے ماہرین تعلیم نے تعلیم کے تین مراحل قرار دیئے ہیں (۱) مقاصد کی تعیین یا OBJECTIVES (۲) ان مقاصد کے حصول کے عملی ذرائع (۳) جائزہ جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ کہاں تک حاصل ہوئے ہیں۔

قرآن کریم جو ساری انسانیت کو تعلیم دینے کے لئے نازل ہوا ہے اس کی ترتیب بھی ایسا ہے کہ وہ موجودہ زمانہ کی کتاب معلوم ہوتی ہے، شروع ہی میں فرمایا الم جس سے کتاب کے مرتبت کے STATUS کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ میں جو یہ کتاب بھیجنے والا ہوں، سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں) اور ساتھ ہی ذالک الکتاب لاریب فیہ کہہ کر کتاب کے ..... STATUS اور اس کی حیثیت کا اظہار فرمایا کہ اس کے صحیح ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، بھیجنے والا خدا جو ہر چیز کا پیدا اور سب سے بڑھ کر علم رکھتا ہے، اس کی بھیجی ہوئی کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا، کیوں بھیجی؟ ھدیً للمتقین یہ متقیوں کیلئے ہدایت نامہ ہے تو اسی جملہ میں اس کے نزول کا مقصد یا OBJECTIVES کو بیان کیا ہے۔ متقی کون ہیں؟

الذین یؤمنون بالغیب متقی وہ ہیں جو غیب پر یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاتے ہیں ایسا ایمان کہ اگرچہ وہ ذات الٰہی نظر نہیں آتی تاہم ان کے دل مانتے ہیں کہ وہ موجود ہے۔ ان دو آیات میں بھیجنے والے کا بھی ذکر آ گیا اور اسے بھیجنے کا مقصد بھی بتا دیا، اس کے بعد ان ذرائع کا ذکر کیا ہے جو اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہیں، الذین یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک و بالاٰخرۃ ھم یوقنون یعنی (۱) قیام نماز (۲) خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے اس کی مخلوق پر خرچ کرنا (۳) قرآن کریم پر ایمان (۴) سابقہ کتب پر ایمان (۵) یوم آخر پر ایمان، ان ساری باتوں کے بیان کرنے کے بعد فرمایا اولٰئک علیٰ ھدیً من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (جو اس کتاب کے نزول کا حقیقی مقصد ہے) اور یہی لوگ کامیاب ہیں، یعنی ان کا جائزہ لینے کے بعد انہیں کامیاب قرار دیا گیا۔

یہ جو شروع میں ہی ھدیً للمتقین فرمایا، اس کو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے، چنانچہ دوسرے پارہ میں فرمایا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم روزے تم پر فرض کئے گئے جیسے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، اور اس کی غرض یہ بتائی لعلکم تتقون تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ وہ جو ابتدائی آیات میں متقیوں کی صفات بیان کی تھیں، ان میں روزہ کا ذکر نہیں حالانکہ یہ بھی ارکان اسلام میں سے ہے لیکن ابتدائی آیات میں صرف ان بنیادی باتوں کا ذکر کیا ہے جو ایمان بالغیب سے تعلق رکھتی ہیں اور روزہ کا دوسری جگہ مفصل ذکر کیا ہے۔ آج کے دن تمام مساجد میں خطبہ کے اندر روزہ ہی کا ذکر ہو رہا ہے، یہ روزہ بہت بڑی عبادت اور مسلمانوں کے لئے ایک نعمت ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھانے کا موجب ہے، اس لئے غرض روزے کی بھی یہی بیان فرمائی ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

تو میں نے عرض کیا کہ تقویٰ کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے لیکن ہم میں کم لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہوں کہ تقویٰ کیا ہے اور متقی کون لوگ ہیں؟ فی الحقیقت متقی وہ ہیں جن کے وجود سے بدی کم ہوتے ہوتے بالکل مٹ جائے اور نیکی ..... بڑھتے بڑھتے جزو زندگی بن جائے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی دو بڑی طاقتیں دی ہیں، فرمایا ھدینٰہ النجدین دو رستے ہم نے بتائے ہیں، انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا ہم نے اسے رستہ بتا دیا ہے خواہ وہ نیکی کا رستہ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہو یا بدی کی طرف جھک کر کفران نعمت کرے، تو دونوں قسم کے قویٰ انسان کے اندر موجود ہیں، نیکی کی بھی طاقت اسے دی گئی ہے اور بدی کے قویٰ بھی اس کے اندر پائے جاتے ہیں، تو متقی وہ ہے جس کے اندر سے بدی کی طاقتیں آہستہ آہستہ زائل ہو کر معدوم ہو جائیں، اور نیکی کی طاقتیں نشوونما پاتے پاتے کمال کو پہنچ جائیں۔ اور اس غرض کے لئے روزہ رکھنا بہت اچھی ورزش ہے۔

اسلام نے دوسری قوموں کے ساتھ کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ پہلی آیات میں جہاں فرمایا تھا یؤمنون بما انزل الیک وہاں ساتھ ہی فرمایا وما انزل من قبلک متقی پہلی کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں، ایسا ہی یہاں روزوں کے ذکر میں بھی فرمایا کما کتب علی الذین من قبلکم روزے تم پر ایسے ہی فرض کئے گئے جیسے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے یہ اسلام کا کمال ہے، کہ وہ پہلی قوموں کو نظرانداز نہیں کرتا۔ لیکن پہلی امتوں کے .... روزے اور عبادات اسلام سے بہت مختلف ہیں، پہلی امتوں میں سے یہود، عیسائی، ہنود اور قدیم مصریوں میں روزہ رکھا جاتا تھا۔ یہودیوں میں بعض قربانی روزہ رکھ کر ماتم اور بین کرتے تھے۔ اسی طرح ہندوستان کی بھی ایسی راہبانہ صورت اختیار کرتے ہیں جو دنیا سے الگ تھلگ ہوتی ہے، بعض یہودی روزہ رکھ کر عجیب و غریب شکل بنا لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پہاڑی وعظ میں انہیں نصیحت کی کہ روزہ رکھ کر ایسی اداس شکل نہ بناؤ جو دکھاوے کا موجب ہو۔

اسلام فطرت کا مذہب ہے، وہ انسان کو ایسی تکلیف نہیں دیتا جو ناقابل برداشت ہو، اور چونکہ روزہ میں مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مدنظر رکھتا ہے، اس لئے حدیث قدسی میں ہے:۔ الصوم لی و انا اجزی بہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ میں سمجھتا ہوں روزہ میں انسان اپنے اوپر جو مشقت وارد کرتا ہے اس میں ریا نہیں ہوتا

نماز میں ریا ہو سکتا ہے، کہ لوگ اس کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ نمازی ہے، لیکن روزہ دار اگر اپنے روزہ کو ظاہر نہ کرے تو کسی دوسرے کو کیا پتہ کہ اس نے روزہ رکھا ہوا ہے، اس لئے مذکورہ بالا حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ میرے بندے نے میری خاطر تکلیف اٹھائی ہے۔ اس لئے میں ہی اس کا اجر دوں گا، اسلام میں روزے کی عملی شکل یہ ہے کہ بعض جائز اور حلال چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑ دیا جاتا ہے، اور اگر جائز چیزوں کو چھوڑا جا سکتا ہے تو ناجائز کام تو خود بخود چھوٹ جائیں گے، اور متقی کی جو تعریف کی ہے کہ بدی کی طاقتیں اس میں سے زائل ہو جائیں وہ روزہ سے خود بخود چھوٹ جاتی ہیں۔ تو قرآن کے شروع میں ھدی للمتقین فرما کر اس کے نزول کا مقصد بیان کیا تھا، رمضان کا مہینہ خصوصاً اس مقصد کو پورا کرنے میں بہت ممد و معاون ہے۔

ایک ضروری بات جو میں اس ضمن میں کہنا چاہتا ہوں، یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت فیاض واقع ہوئے تھے، حضورؐ کے بارہ میں لکھا ہے کان اجود الناس بالخیر و اجود ما یکون فی رمضان، یعنی آپ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی اور فیاض تھے۔ اور رمضان میں تو آپ اور بھی زیادہ فیاض ہو جاتے تھے۔ عبادت بھی کرتے تھے اور سخاوت میں بھی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتے تھے، اس لئے ہمیں بھی اس مہینہ میں روزہ کے ساتھ سخاوت میں حصہ لینا چاہئے، سخاوت ایک تو یہ ہے کہ کسی مسکین کو کھانا کھلا دیا اور جو دینی جماعتیں ہیں ان میں دینی کاموں کے لئے چندے دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے بعض دوست ماہ رجب کے بجائے رمضان میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ہمارے امیر مرحوم بھی ماہ رمضان میں زکوٰۃ کی ادائگی کی تحریک کیا کرتے تھے، اس لئے میں ایک تو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اگر کسی بھائی نے اب تک زکوٰۃ ادا نہیں کی تو وہ اس مہینہ میں ادا کر دے، دوسرے میں اس تحریک کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، جو ہماری جماعتوں میں اس وقت کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے خلاف تعصب کی جو فضا پھیلی ہوئی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کو بدنام کرنے کے لئے جو پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے، اس کے جواب میں اس وقت تک ہم نے صرف دفاعی پوزیشن اختیار کئے رکھی، اب ہماری انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں مثبت طریق بھی اختیار کرنا چاہئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیفات کو لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے دریا کی طرح چاروں طرف پھیلا دینا چاہئے، حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کی بحث ثانوی حیثیت رکھتی ہے، اصل چیز آپ کی خدمات اسلام ہیں۔ جن کا علم عام لوگوں کو نہیں، اس لئے ان کا علم لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں یہ تجویز کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ معرکۃ الآراء لیکچر جو لاہور کے جلسہ اعظم مذاہب میں پڑھا گیا ایک لاکھ کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا جائے، اور مختلف جماعتیں اپنے اپنے شہروں میں تقسیم کرنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں خریدیں اور ہر جماعت اپنے اپنے ہاں پانچ دس آدمی ایسے چن لے جو اس کی تقسیم کا انتظام کریں، تو اس ایک لاکھ میں سے سردست دس ہزار کتابیں چھپوانے کا انتظام کیا گیا ہے جو ایک دو دن میں تیار ہو جاویں گی۔ اس کتاب کی لاگت ایک روپیہ فی کاپی ہے، اس کے اخراجات میں محترم مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا عطیہ بھی شامل ہے۔ لیکن ساری جماعتوں سے یہ اپیل کی گئی ہے کہ وہ حسب استطاعت اس میں حصہ لیں، ہماری لاہور کی مقامی جماعت نے پانچسو کاپیوں کا آرڈر دیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ جماعت لاہور کو کم از کم دو اڑھائی ہزار کاپیاں خریدنی چاہئیں۔

(اس پر مقامی جماعت کے صدر کرنل سعید احمد صاحب نے پانچسو کے بجائے ایک ہزار کتاب خریدنے کا اعلان کیا۔ ایڈیٹر)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف کہ آپؐ رمضان میں اجود الناس سے بھی بڑھ کر سخاوت کرتے تھے، توجہ دلاتے ہوئے یہ تحریک کرتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک صاحب اس مبارک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے جو صاحب ... جس قدر رقم عطا کریں گے، اتنی ہی کتابیں ان کی طرف سے تقسیم کی جائیں گی یا اگر وہ چاہیں تو انہیں خود تقسیم کرنے کے لئے دی جائیں گی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات جو آپ نے مذاہب باطلہ کے بالمقابل اسلام کی حمایت میں سرانجام دیں، اس قدر شاندار ہیں کہ آپؑ کے مخالفین نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ آپ نے پیغام صلح کے تازہ پرچہ (مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء) میں پڑھا ہوگا کہ دیگر کئی اصحاب کے علاوہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو بھی یہ لکھنا پڑا کہ "مذاہب باطلہ کے واسطے یہ شخص شمشیر براں کا کام کر رہا ہے اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔"

پس اگر ہم حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام کو لوگوں کے سامنے پیش کریں تو یقیناً بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکچر جلسہ اعظم مذاہب اسلام کی اس قدر شاندار تصویر پیش کرتا ہے کہ اگر وہ لیکچر وہاں نہ پڑھا جاتا تو اس مجمع میں اسلام کا بول بالا نہ ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس لیکچر کو کثرت سے لوگوں تک پہنچایا جائے۔

مرزا صاحب کی اس تحریک پر متعدد اصحاب نے نقد اور وعدوں کی صورت میں رقوم عطا کیں، اس کے بعد معزز خطیب نے پھر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔ (ایڈیٹر)

تو میرے دوستو تقویٰ کے معنے یہ ہیں کہ نیکی کا راستہ اختیار کیا جائے جس سے بدی آہستہ آہستہ مٹ جائے۔ اسلام دنیا میں ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں نیکی ہی نیکی ہو۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس خدا کی راہ میں دینے کے لئے پیسے نہیں ہوتے۔ ان کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب حاصل کرنے کے کئی طریقے بتائے ہیں۔ مثلاً فرمایا اماطۃ الاذی عن الطریق من الایمان۔ رستہ سے ایذا دینے والی چیز کو ہٹا دینا ایمان میں سے ہے، ایسا ہی کسی کو کنوئیں سے پانی کا ڈول نکال کر دینا بھی موجب ثواب ہے ایک صحابی نے دیکھا کہ ایک کتا گیلی مٹی چاٹ رہا ہے، اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ پیاسا ہے اپنے موزہ کے ذریعہ کنوئیں سے پانی نکال کر اسے پلایا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہشت کی خوشخبری دی بھری کا بوجھ اٹھا کر اسے سہارا دینا بھی صدقہ ہے، اور ہنس کر کسی دوست سے ملنا کر کلام کرنا بھی نیکی کی بات ہے، غرض اسلام نے انسان کی ایک ایک حرکت کو جو نیکی کی طرف لے جانے والی ہو، موجب ثواب ٹھہرایا ہے، اسی طرح نیکی کی طاقت کو بڑھاتے چلے جائیں تو بدی کی طاقتیں زائل ہو جاتی ہیں، روزہ بدی کی طاقتوں کو کم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، ایک روزہ سے بچاس برائیاں دور ہوتی ہیں، اور یہی اتقاء ہے۔ قرآن مجید انسان کو متقی بنانا چاہتا ہے اور متقی کے متعلق فرمایا کہ اولٰئک ھم المفلحون متقی فلاح یافتہ ہیں اور بالآخر وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

اس زمانہ میں حضرت امامؑ کے طفیل نیکی اور فلاح کا رستہ ہمیں میسر آیا ہے۔ چاہیئے کہ اس پر ہم سب مضبوطی سے گامزن ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دین کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں اور نماز روزہ ہماری زندگیوں کا جزو ہو، اس مہینہ میں خاص طور پر بہت دعائیں کرنی چاہئیں جماعت کی مضبوطی اور دین کے غلبہ کے لئے بھی اور یہ جو ہمارے خلاف پراپیگنڈا ہو رہا ہے اس کے ازالہ کے لئے بھی دعائیں کرنی چاہئیں، جماعت کے بزرگوں کے لئے بھی دعا کریں ہماری جماعت کے بعض دوست بیمار ہیں مثلاً میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی اور ملتان کے ایک مخیر بزرگ جنہوں نے قرآن کریم کی اشاعت اور حضرت اقدس کی کتب کی مفت تقسیم کے لئے ہزاروں روپے کا عطیہ دیا ہے ان کے لئے بھی دعا کریں، اور یہ بھی دعا کریں کہ ہمارے بچوں کے اندر وہ رنگ پیدا ہو جو ہمارے بزرگ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ (اس کے بعد دعا کی گئی)

اخبار احمدیہ بقیہ از صفحہ ۲

(۴) برادرم سردار خان صاحب جن کی تبدیلی حال ہی میں ایبٹ آباد سے پشاور ہوئی تھی اب تبدیل ہو کر چترال جا رہے ہیں۔

(۵) یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہمارے محترم بزرگ جناب میاں عبداللہ شاہ صاحب چار سدہ سے کچھ عرصہ سے نماز جمعہ میں شرکت کے لئے اس ضعیف العمری کی حالت میں مع اپنے دوسرے ساتھیوں کے تشریف لاتے ہیں اور نماز کے بعد کافی دیر تک جماعت اور دیگر مسائل پر گفتگو فرماتے ہیں جس سے مسجد کی رونق میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ پچھلے جمعہ کو جبکہ رمضان شریف سے پہلے چائے کے لئے برتن۔ چینی۔ چائے دیتی حتیٰ کہ لکڑی بھی ساتھ لائے تھے اور فرماتے تھے کہ مجاہدانہ زندگی بسر کرو، خود چائے بناؤ اور سب مل کر پئیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے۔ کیونکہ ان کی بدولت کافی احباب نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں اور مسجد میں گہما گہمی رہتی ہے اور ان کی صحبت سے حاضرین فائدہ اٹھاتے اور دینی معلومات حاصل کرتے ہیں۔

(۶) صدر جماعت جناب ڈاکٹر ایم اے رحمان صاحب کو جب جماعت کے کسی بیمار کا پتہ لگ جاتا ہے تو ضرور اس کی تیمار داری کے لئے تشریف لے جاتے ہیں جس سے احباب پر بڑا اچھا اثر ہوتا ہے۔

(۷) جناب عبدالصمد خان "سب ایڈیٹر" ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے تبدیل ہو کر پشاور تشریف لے آئے ہیں۔ ان کی تبدیلی ریڈیو پاکستان پشاور میں ہو گئی ہے۔ فی الحال وہ انجمن میں قیام پذیر ہیں۔

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

حضرت بانیٔ سلسلہ، جماعت احمدیہ اور مولینا ابوالکلام آزاد مرحوم

(۳)

اس مضمون کی قسط دوئم میں ہم علامہ اقبال مرحوم کی بانیٔ سلسلہ اور جماعت احمدیہ سے وابستگی اور تاثر کے بارے میں ان کے منظوم کلام سے کسی قدر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اب اس قسط سوئم میں ہم مولینا ابوالکلام آزاد مرحوم کی کتاب تذکرہ سے اسی امر کے بارہ میں کچھ اقتباسات دینا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو یہ معلوم ہو سکے کہ بانیٔ سلسلہؑ اور جماعتِ احمدیہ کے مخالفین اور بعض غالی معتقدین نے جو انتہاء پسندانہ رویئے اختیار کر رکھے ہیں وہ مولینا کے نزدیک کس نوعیت کے ہیں۔ نیز یہ کہ مولینا صاحب کے نزدیک راہ اعتدال و توازن کے تقاضے کونسے ہیں اور ہمیشہ سے اس توازن کو مخالف و موافق کیونکر بگاڑتے چلے آئے ہیں۔ کتاب کے صفحہ ۸۰ تا ۸۴ کے مندرجہ ذیل حوالہ جات میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام کا اصل انحصار چند بنیادی معتقدات پر ایمان کے بعد عملِ صالح، تزکیہ نفس اور تقویٰ پر رکھا گیا ہے جس میں خلوص نیت و عملی سعی و جہد اور دین حقہ کی خدمت معیار ہیں نہ کہ جزئی مسائل بالخصوص پیشگوئیوں کے مصداق و انطباق پر اس کا دارومدار ہے۔

تذکرہ کے صفحہ ۶۲ تا ۶۶ میں کتاب و سنت، اور اقوالِ اولیاء کے باہم مقام کی پوری پوری وضاحت کی گئی ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مقدم ہر حال میں تعلیم کتاب و سنت ہی ہے، اولیاء اللہ کے بعض اقوال اگر کتاب و سنت کی نصوص سے متعارض نظر آئیں تو ان کی تاویل کرنا لازم ہے، بالفرض اگر وہ اقوال تاویل سے بھی کتاب و سنت سے مطابقت نہ کر سکیں تو انہیں رد کرنا ہوگا۔ لیکن اس کا مطلب پھر بھی یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ان اقوال یا "شطحیات" کی بناء پر اولیاء اللہ کو خارج از اسلام گردانا جائے یا کسی رنگ میں ان کی بے ادبی کی جائے بلکہ جب تک ان کا جذبہ صدق و صفا اور زہد و ورع اسلام اور مسلمانوں کی تائید میں ثابت ہے تب تک ان کا پورا پورا احترام و ادب لازم آتا ہے۔ لیکن عموماً ہوتا یہ ہے کہ ان کے مخالفین اپنے مفاد دنیا پرستی کی بناء پر یا ان کے اقوال کی تہ تک نہ پہنچنے اور صحیح تاویل نہ کرنے کے باعث ان کی مخالفت و تکفیر میں ایک انتہا کو چلے جاتے ہیں۔ تو ان کے مقابل اولیاء اللہ کے بعض معتقدین از راہ غلو و افراط محبت دوسری انتہاء پر پہنچ جاتے ہیں اور اپنے اپنے اولیاء یا پیروں کے بعض بظاہر خلافِ قرآن و سنت اقوال کی تاویل کرنے اور قرآن و سنت کے تابع کرنے کی بجائے ان کو اصل قرار دے بیٹھتے ہیں یہ دونوں راہیں افراط و تفریط کی ہمیشہ سے باعثِ ضلالت بنی رہی ہیں، چنانچہ مولینا صاحب کے نزدیک سید محمد جونپوری کے دعویٔ مہدویت اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے دعاوی کے بارہ میں جہاں ایک طرف ان دونوں اصحاب کے مخالفین نے شدتِ انکار سے کام لیا ہے وہاں دوسری طرف ان کے بعض معتقدین نے از راہِ افراطِ محبت ان کے دعاوی میں غلو سے کام لیا ہے۔ (صفحہ ۵۷-۸۸)

(ڈاکٹر اللہ بخش)

معیارِ ایمان وکفر کیا ہے؟

"صرف اسی ایک بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مصلحینِ امت کو ہمیشہ کیسے کیسے علماء مکر و حیل اور تضلات نفس پرستی سے سابقہ پڑا ہے؟ اور حکومت وقت کو مخالف کرنے کے لئے کیسے کیسے بے پناہ حیلوں اور فریبوں سے ان کے خلاف کام لیا گیا ہے؟ کسی خاص شخص کے مہدی ہونے نہ ہونے کے اعتقاد کو اسلام کے عقائد سے کیا علاقہ؟ نہ یہ بناءِ فسق و تقویٰ ہے نہ معیارِ ایمان وکفر۔ اگر ایک شخص نے کسی داعی شریعت و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو مہدی مان لیا تو اس سے ان کے اسلامی عقائد میں کونسا فتور آ گیا؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ انطباق علائم و آثار میں اس نے اجتہادی غلطی کی۔ اصل شئے جو مطلوب شارع ہے وہ تو صرف ایمان باللہ و بما جاء من عند اللہ ہے اور دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ متقین میں سے ہے یا نہیں؟ "متقین" کی تعریف قرآن نے اپنی پہلی سورت ہی میں بتلا دی: الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ پس جو شخص ان چیزوں کا ایمان و عمل رکھتا ہے وہ اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون میں داخل ہے خواہ کسی کو مہدی تسلیم کرلے خواہ دجّال۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"

عملِ صالح کی اہمیت اور اسلام و ایمان، فضیلت و بزرگی کا معیار تقویٰ۔

"اگر اس کا عمل اچھا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اتباع اور ایثار فی اللہ ولللہ میں تیز گام ہے، تو یقیناً کل کو اللہ کے حضور وہی سب سے اونچا ہوگا۔ اور ہم سب اس کے نیچے ہوں گے، اگرچہ ہم کتنے ہی کامل و اکمل اشعری و ماتریدی ہوں وہاں صرف غرور اشعریت و ماتریدیت کا کام نہ دے گا۔

وکل یدعی وصلا بلیلی ۞ ولیلی لاتقول لھم بذاکا

افسوس جزئیات مزعومہ عقائد کے غرور باطل نے مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا کسی چیز نے نہیں پہنچایا۔ عمل صالح کی اہمیت بالکل جاتی رہی اور سارا دارومدار چند مزعومہ عقائد پر آ کر رہ گیا۔ ایک شخص صرف اس غرور میں کہ میں الف سے لے کر ی تک ٹھیک ٹھیک عقائد نسفی کا مجسمہ ہوں، تمام مسلمانوں کو حقیر و گمراہ کہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عملِ صالح اور ایثار و محبت فی اللہ کوئی شئے نہیں۔ ایک شخص تقویٰ و طہارت میں کتنا ہی اصلح ہو، لیکن اگر کسی ایک جزئی و ضمنی عقیدہ میں بھی مخالف ہوا تو اس کی ساری عمر کی کمائی رائیگاں گئی، اور باوجود عمر بھر کے ایمان و عمل صالح کے کافر کا کافر ہی رہا۔ جس کلمہ کے ایک بار اقرار کر لینے سے ابو سفیان اعدیٰ عدوے اسلام اور وحشی قاتلِ حمزہ کا خون حرام ہو گیا تھا اور اگر ابو جہل بھی اقرار کر لیتا تو اس کی ساری عمر کا کفر و طغیان محو ہو جاتا، آج ساری عمر اس کے ایمان و عمل میں بسر کر دیجئے لیکن پھر بھی مومنوں کے گروہ میں شمار ہونے کا حق حاصل نہیں کر سکتے! افسوس تیرہ سو برس گذر گئے مگر کفر و ایمان کی گتھی آج تک نہ سلجھی"

اسلام و ایمان کا دارومدار آج چند جزئیات اختلافیہ عقائد پر آ رہا ہے

"اصل یہ ہے کہ اسلام نے بابِ عقائد میں صرف بنیاد کی چند صاف صاف اور موٹی موٹی باتیں بتلا دی تھیں، اور اس کے بعد سارا دارومدار عملِ صالح پر رکھا تھا۔ بنی الاسلام علیٰ خمس۔ الخ۔ اور من اٰمن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہر طرح کی فضیلت و مزیت کا معیار صرف تقویٰ اور اس کے مراتب بعضھا علیٰ بعض تھے۔ اور یہ کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم جو شخص شہادتین کا اقرار کرتا تھا، بمجرد اقرار مسلمانوں میں داخل ہو جاتا تھا اور پھر مسلمانوں میں سے جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں سب سے زیادہ ایثارِ جان و مال کرتا تھا۔ وہی سب سے افضل و اعلیٰ سمجھا جاتا تھا۔ صحابہ کرام کا پورا عہد گذر گیا مگر کسی شخص کو ایک لمحہ کے لئے اس کا وہم بھی نہیں گذرا کہ اسلام و ایمان اور فضیلت و بزرگی کا معیار عمل صالح اور تقویٰ و طہارت کے سوا اور بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے۔ اس قسم کی روایتیں جو تم صحاح میں پڑھتے ہو وکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرون شیئاً من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوٰۃ تو ان کا بھی یہی مطلب ہے کہ بنیاد ساری باتوں کی صرف عملی زندگی تھی۔ عقائد کے باب میں نہ تو کوئی اختلاف تھا اور نہ فتنہ تفریق و تمذہب کی بنیاد پڑی تھی۔

لیلیٰ و مجنون بہم می بودہ اند ۞ پیش ازیں نوعش روزگارے بودہ است

"لیکن اس کے بعد فتن و فساد اور بدعات و محدثات کا آغاز ہوا اور اوائل بنو امیہ ہی میں عجمی اقوام کے اختلاط اور عجمی علوم ذہنیۂ مہلکہ کے شیوع سے عقائد میں فتنہ کاوش و تعمق کی بنیاد پڑی جس کو اسلام نے نہایت سختی سے روک دیا تھا کہ ھلک المتعمقون اور نئے نئے سوال پیدا ہونے لگے تھے۔ یہ حال دیکھ کر مجبوراً اہلِ حق و سنت کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اور بابِ عقائد میں سب سے پہلے رد و کد اور بحث و نظر کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہاں تک جو کچھ ہوا بالکل ٹھیک تھا اور ناگزیر لیکن آگے چل کر یہ چیز حدِ اعتدال سے متجاوز ہو گئی"

جزئیات عقائد میں غلو کا فتنہ

"عقائد کے رد و کد کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز لوگوں کی توجہ اسی کی طرف بڑھنے لگی اور رفتہ رفتہ عمل

کی طرف سے طبیعتیں بے پروا ہوگئیں۔ حتیٰ کہ آج یہ حال ہے کہ اسلام و ایمان کا سارا دارومدار محض چند جزئیات اختلافیہ عقائد کی محاذ ثلت پر آ کر ٹھہر گیا ہے اور صرف انہی کے غرور و پندار میں ہر شخص مست رہتا ہے۔ عمل کی درستگی اور تقوٰے و طہارت کی اہمیت و تقدیم یک قلم فراموش کر دی گئی ہے اور قریب ہے کہ اسلام کے ارکان و شرائط سے عمل صالح کا رکن اس طرح معدوم ہو جائے گا گویا وہ کوئی ضروری چیز تھا ہی نہیں ساری جستجو اور کاوش صرف اس کی ہوتی ہے۔ کہ فلاں شخص کے عقائد کیسے ہیں؟ یعنی چند موہوم جزئیات غیر متعلقہ میں اس کے عقیدہ کا کیا حال ہے؟ اس کو کوئی نہیں دیکھتا کہ اس کا عمل کیسا ہے؟ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں انفاق و جان و مال کا کیا حال ہے؟ تقویٰ و طہارت نفس کے لحاظ سے کیسی زندگی بسر کرتا ہے؟ بندوں کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے اور خدا کے خوف سے دل خالی رکھتا ہے یا بھرپور؟ معاملات میں کیا حال ہے؟ لین دین میں سچائی اور دیانت ہے یا نہیں؟ ایک شفیق باپ، رفیق بھائی، وفادار شوہر، اور رحیم و غمگسار ہمسایہ ہے یا ایک بے رحم وجود، بے حس پتھر، اور موذی و مہلک مخلوق؟ ان ساری باتوں میں (جن کے الگ کر دینے کے بعد اسلام میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی) اس کا حال خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر چند اختلافی جزئیات میں ہمارا ہم آہنگ ہے تو پھر ہمارے نزدیک اس سے افضل ہستی روئے زمین پر کوئی نہیں! یہی گمراہی یہود کی تھی کہ صرف اسرائیلیت کے غرور میں بدمست رہتے تھے۔ وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودات یہ غرور عقائد کا فتنہ بہت ہی بڑا فتنہ ہے اور آج مسلمانوں کی ریڑھ کی ہڈی اسی سے گھلی جا رہی ہے۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔"

کتاب و سنّت اور نصوصِ شرعیہ مقدم ہیں

"کیا خوب فرمایا ہے حجۃ الاسلام علامہ ابن قیم نے اسلام میں، یعنی صحیح راہِ حق و اعتدال کی یہ ہے کہ دو اصل ہیں اور دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ ہر حال میں کتاب و سنّت اور نصوصِ شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ اور اسی پر حکم و عمل کرنا چاہیئے۔ دوسری یہ کہ تمام آئمہ اسلام اور علمائے حق سے حسن ظن اور محبت و ارادت رکھنی چاہیئے اور ان کے مراتب و حقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ یہی دو اصل ہیں جن کے توازن و تناسب کو باعتدال ملحوظ نہ رکھنے سے ساری مصیبتیں پیش آتی ہیں، اور یہ بختانہ لوگوں نے ہمیشہ انہی میں افراط و تفریط کی ہے، یا دونوں میں سے صرف کسی ایک ہی کے ہو لیے ہیں۔"

راہِ اعتدال اور افراط و تفریط کی راہیں

"ایک جماعت احکام و نصوصِ شرعیہ کے اتباع و تقدم کا یہ مطلب سمجھتی ہے کہ جہاں کہیں اہل علم و حال کا کوئی قول بظاہر کسی حکم و نص کے خلاف نظر آیا۔ بلا تامل تضلیل و تکفیر پر آمادہ ہوگئے اور جھٹ حکم لگا دیا کہ وہ منکر شریعت ہے، اگرچہ اس نے اپنی ساری زندگی شریعت کے علم و عمل میں بسر کر دی ہو۔ دوسری جماعت نے آئمہ و اکابر دین کی پیروی اور محبت و اعتقاد کے یہ معنے سمجھے کہ احکام و نصوص کو ان کا تابع و محکوم بنا دیا، اور چند غیر معصوم انسانوں کی خاطر کتاب و سنّت کو ترک کر کے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کی سرحد سے قریب ہوگئے۔ اس دوسری جماعت کا عجیب حال ہے یہ جب کبھی اپنے پیشواؤں کے کسی قول کو احکام و نصوص شرعیہ کے خلاف دیکھتی ہے تو اس کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتی کہ قرآن و سنّت کو مقدم رکھ کر اس قول مخالف کی تاویل کرے اور اس طرح شریعت الٰہی کو بھی اپنی جگہ چھوڑنے کی زحمت نہ دے اور پیشوایانِ اسلام کے دامن کو بھی مخالفتِ شریعت کے دھبّہ سے بچا لے۔ بلکہ برعکس اس کے کوشش کرتی ہے کہ اپنے پیشواؤں کی باتوں اور رایوں کو مقدم رکھ کر کسی نہ کسی طرح قرآن و حدیث کو اس کے مطابق کر دکھائے۔ اگرچہ ایسا کرنے میں تاویلِ نصوص، تحریف نصوص تک پہنچ جائے! پہلی راہ باعتبار اصل کے راہ یہود ہے اور دوسری راہِ نصاریٰ اور اسلام نے دونوں کو بند کرنا چاہا کہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور ایک حدیث میں مجددین امت کا یہ کام بتایا کہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔ سو پہلی راہ انتحال المبطلین کی ہے۔ اور دوسری تاویل الجاہلین کی، پہلی جماعت کو گمراہی نے بغض و انکار کا چہرہ دکھلا کر بھٹکایا اور دوسری کو محبت و اتباع کے نقاب میں آ کر، اور دنیا میں جس وقت سے نوعِ انسانی آباد ہوئی ہے، ہمیشہ گمراہی کے یہی دو بہروپ رہے ہیں۔ یا افراطِ بغض نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے یا افراطِ محبت نے

ناہید بغمزہ کشت مریخ بقہر

لیکن اہل حق کی صراط مستقیم ان دونوں سے الگ ہے۔

میانِ کعبہ و بت خانہ راہیست

وہ ہر حال میں احکام شریعت اور ظواہر کتاب و سنّت کو مقدم رکھتے ہیں اور اس تمام کائنات ہستی میں صرف انہی کو واجب الاطاعت یقین کرتے ہیں۔ مگر ساتھ کا تمام اہل علم و آئمہ اسلام سے حسنِ ظن و عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ اور ان کے جو اقوال و آراء یا احوال و سوانح بظاہر نصوصِ کتاب و سنّت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں ان کی وجہ سے یکایک سرگرم انکار و تضلیل نہیں ہو جاتے، بلکہ حتی الوسع ان کی تاویل کرتے ہیں اور ایسی راہ تعبیر ڈھونڈتے ہیں جو نصوص شریعت کے مطابق ہو۔ اور اگر دیکھتے ہیں کہ کسی طرح اختلاف دُور نہیں ہو سکتا۔ تو ان کی خاطر نصوصِ شرعیہ کو اپنی جگہ چھوڑ کر اوّل ہونے کی زحمت نہیں دیتے۔ کہ یہی بنیاد تحریف ہے۔ بلکہ یا تو ان عذرات کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس اختلاف پر مجبور ہوئے اور یا پھر ان کے اقوال و آراء سے چشم پوشی کر کے ان کا معاملہ عالم السرائر کے حوالے کر دیتے ہیں۔ مگر نہ تو ان کی پیروی و حمایت کرتے ہیں، اور نہ ان کی وجہ سے صاحب قول و حال کے حقوقِ اسلامی و مراتب فضیلت علم و عمل، کو نظر انداز کر کے آمادہ انکار و تضلیل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کسی غیر معصوم کا قابل احترام و اتباع ہونا اس کے لئے مستلزم نہیں کہ اس کا ہر قول و حال حجت ہو اور نہ کسی غیر معصوم کے کسی ایک قول و اجتہاد کا غلط ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کے تمام محاسن اقوال و اعمال کو ترک کر دیا جائے۔ قرآن حکیم نے سچے مؤمنوں کی جو شان بتلائی ہے۔ وہ ان کی اس طلب و دعا سے ظاہر ہے: "ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلا" پس جب عام مؤمنوں کی نسبت یہ حکم ہے تو اصحاب علم و فضیلت کی طرف سے دل میں غلو و بغض کا ہونا کب جائز ہو سکتا ہے۔

"البتہ اصل مرکز حق و یقین کتاب و سنّت ہے، یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا سب کو اس کی خاطر اپنی جگہ سے ہل جانا پڑے گا۔ اس چوکھٹ کو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جا سکتا سب کی چوکھٹیں اس کی خاطر چھوڑ دینی پڑیں گی لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ جب نص رسول کے مقابلہ میں کسی دوسرے انسان کی پاسداری کی تو رسول احب، کب باقی رہا؟ اربابِ افراط و غلو کی ساری غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال و احوال کو بمنزلہ اصل مرکز بنا لیتے ہیں جس کو کسی حال میں اس کی جگہ سے نہیں ہلایا جا سکتا۔ اور پھر چاہتے ہیں کہ وحی الٰہیؐ صاحب وحی کی نص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر اپنے خود ساختہ مرکز تک لے جائیں، اور نہ جا سکے تو زبردستی کھینچ کر لے جائیں۔ اس پر ستم یہ کہ اس طریق کو طریق توفیق و تطبیق کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر یہ تطبیق ہے۔ والذی نفسی بیدہ تو پھر دنیا میں تحریف کا وجود باقی نہ رہا اور نہ کبھی اہلِ کتاب نے اس دنیا میں تحریف کی۔"

سید محمد جونپوری اور مرزا صاحب قادیانی کے بارہ میں معتقدین کا غلو

"سیّد موصوف (سید محمد جونپوری) کا معاملہ عجیب ہے اور طرح طرح کے دعاوی و شطحیات ان کی جانب منسوب کئے گئے ہیں۔ معتقدین کی باتیں تو قابل توجہ نہیں کہ لوگ جس کسی پیشوا کو مانتے ہیں اس کو خدا بنائے بغیر نہیں چھوڑتے، اور اگر بہت احتیاط کی تو نبوت تک پہنچا کر چھوڑا۔ لیکن بعض قریب العہد اور قابل اعتماد راویوں نے بھی اس قسم کی باتیں لکھ دی ہیں کہ اوّل نظر میں طبیعت کو خلجان ہوتا ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:—

"در اعتقاد سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلعم داشت و رسید، سید محمد را نیز بود۔ فرق ہمیں است کہ آنجا باصالۃ بود و اینجا بہ تبعیۃ۔ و تبعیۃ رسول بجائے رسیدہ کہ ہمچو او شد۔"

"شاہ صاحب کی یہ عبارت دیکھ کر مجھ کو خیال ہوا کہ ہمارے زمانے میں مرزا صاحب قادیانی کے معتقدین میں سے ایک بڑا گروہ بھی مرزا صاحب کی نسبت بعینہٖ یہی اعتقاد رکھتا ہے اور اسی اصالت و تبعیت کے فرق پر اپنے تمام غلو و اغراق کی بنیاد رکھی ہے۔" وما اشبہ سا...

اولیاء اللہ کے اقوال کی مثالیں جو بظاہر شریعت کے مخالف معلوم ہوتے ہیں

"لیکن شاہ صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ سیّد موصوف نے یہ بات خود کہی یا ان کے مریدین و معتقدین کا

استنباط اور پیر پرستانہ منقبت طرازی ہے۔ خود سیّد موصوف نے کوئی کتاب نہیں لکھی البتہ العقائد جو ان کی جانب منسوب ہے۔ وہ بھی ان کے مریدوں کی لکھی ہوئی ہے۔ صاحب "ہدیہ مہدویہ" نے اس کی عبارتیں نقل کی ہیں اور ان میں بلا شبہ اس طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں، لیکن قطع نظر فصحت میلانِ تاویل کے ان کا انتساب خود سیّد محمد کی جانب مشکوک و محلِ نظر ہے۔ بہرحال اس قسم کی باتیں دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو معتقدین کا غلو و افراط اور سوءِ فہم و ترنگِ نظر، و مقلات استنباط و استدلال ہے، یا بصورت ثبوت اس طرح کی تمام باتوں کو غلبۂ سکر و احوال یا فریب سوانح و خیالات کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔ جو اس راہ کے بڑے بڑے کاملین و واصلین تک کو پیش آئے ہیں، اور بہتوں کا معاملہ دعاوی و شطحیات تک پہنچ گیا ہے ——

وكلام السكارى يحمل ويصرف عن الظاهر کسی نے اسی عالم میں کہا:- "لوائی ارفع من لواء محمد" اور "سبحانی سبحانی ما اعظم شانی"۔ کوئی پکار اُٹھا "ليس فی جبتی الا الله" اور کوئی بول اُٹھا "بطشی اشد من بطش الله" یہ بھی کہا گیا ہے کہ "جئنا بحراً وقفت الانبياء على ساحله" اور یہ تو مشہور و معروف ہے کہ قدمی هذه على رقبة كل ولی الله

نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم ÷ جنید و شبلی و عطار ہم مست

جب ان تمام اقوال کو لوگ سنتے ہیں۔ تو یا تو ان کو مصروف عن الظاہر قرار دے کر تاویل کرتے ہیں یا "اوهام وخيالات تربى بها اطفال الطريقة" کہہ کر چشم پوشی کر جاتے ہیں، اور یا پھر حوالۂ مغلوبیت سکر و حال کر کے خاموش ہو جاتے ہیں، کیونکہ صاحبان اقوال کے دیگر اقوال و اعمال صالحہ اور وصول و حصول مراتب عرفان و حقیقت کے شواہد ان کے سامنے ہیں۔ تو پھر حضرت سیّد محمد جونپوری نے کیا قصور کیا ہے۔ کہ باوجود کمال زہد و ورع و اتباع شریعت و قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر و ایثار فی اللہ و للہ کے جس سے کسی موافق و مخالف کو انکار نہیں، ان کو حسن ظن اسلامی کا مستحق نہ سمجھا جائے۔ اور صرف چند کلمات غریبہ کی بنا پر جن کی اصلیت نہیں معلوم کیا ہے لسبت مؤمنا پر اُتر آئیں؟ وهلا شققت قلبه؟

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق ÷ داوری خواہم مرا یا رب کرا داور کنم "

(بقیہ اداریہ بسلسلہ ص۳)

اس کے نتیجہ میں بجز علیحدگی و انحطاط اور کیا اُمید رکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ مشرق وسطیٰ کے جملہ اسلامی ممالک گذشتہ صدی میں اسی کمزوری و بیماری کا شکار ہو گئے۔ لیکن کفر اور ظلم کی متحدہ طاقتوں نے جو اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں اب انہیں بیدار کر کے ان پر یہ امر بکلّی واضح کر دیا ہے کہ جب تک وہ باہم حق و انصاف کے تقاضوں پر متحد و متفق نہ ہوں گے باطل طاقتیں ان کو کمزور سے کمزور تر بنانے میں کامیاب ہوتی چلی جائیں گی۔

دراصل یہود کے مقابل عالم اسلام کا حق و انصاف کی خاطر موجودہ اتحاد، اسلامی نظریہ قومیت کا احیاء ہے اور یہ اسی قسم کا احیاء ہے جس قسم کے نظریہ پر پاکستان کی بناء پڑی تھی اور پاکستان کی مملکت وجود میں آئی تھی۔ اگرچہ افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی نظریہ قومیت کی بناء پر جس نئی سلطنت پاکستان کی بنیادیں پڑی تھیں، اس میں اہل ہنود کی شاطرانہ چالوں سے رخنہ پڑ گیا ہے لیکن یقین ہے کہ یہ رخنہ اور علیحدگی عارضی نوعیت کی ثابت ہو گی، اور پاکستان کے دونوں علیحدہ حصوں کو اس امر کا احساس ہو کر رہے گا کہ اس کا اصل سبب اہلِ ہنود کی منافقانہ چالبازی ہوئی ہے۔

قطع نظر اس کے کہ حالیہ جنگ میں فتح کس فریق کو حاصل ہوتی ہے، اگر مسلمان مملکتیں اور اقوام اتحاد و اتفاق کی لڑی میں مستقل طور پر منسلک ہو جائیں جن کا مقصد دنیا میں حق و انصاف کی تائید اور ناانصافی و باطل کا قلع قمع کرنا ہو تو یہ ایک ایسا عظیم و عالی نصب العین ہے جس کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے احیاء کی لہر نے ایک بڑا قدم اُٹھایا ہے اور یہ دینِ اسلام کے احیاء کی جانب ایک قدم ہو گا۔

اس صدی کے مجددِ اعظم نے بھی جب خدائی منشاء کے ماتحت احیاء اسلام کی تحریک قائم کی تو آپ کے مدِنظر بھی سب سے مقدم اتحاد و اتفاق اسلام ہی تھا جس کی بنیادیں آپ نے دینِ اسلام کے اس اصول پر قائم کیں کہ کلمہ و کعبہ کے جملہ پرستار، ایک وحدتِ ملّی کے اعضاء و افراد ہیں، فروعات و جزئیات کے اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی تمام اسلامی جماعتیں اور فرقے ملّتِ واحدہ کے حکم میں ہیں، کسی کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے کلمہ گو جماعت یا فرد کو اسلام سے خارج کرنے کا مجاز ہو۔ کاش مسلمانوں نے مصلحِ وقت کے اس پیغامِ اتحاد و صلح کی طرف قدم بڑھایا ہوتا تو آج نہ صرف مسلمان اقوام کی قوت و طاقت میں معتدبہ اضافہ ہو گیا ہوتا بلکہ پیغامِ اسلام کو دنیا میں اشاعت و فروغ حاصل ہو گیا ہوتا۔ (ا ب)

بقیہ ص۲ (رمضان کی برکات

عند فطره لصومه ما ترد قال وسمعت عبد الله يقول عند فطره اللهم انی اسئلك برحمتك التى وسعت كل شئ ان تغفرلی۔

عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: کہ روزے دار کے لئے افطاری کے وقت کی دُعا رد نہیں جاتی، حضرت عمرو بن عاص افطاری کے وقت یہ دُعا کرتے تھے:

اللهم انی اسئلك برحمتك التى وسعت كل شئ - ان تغفرلی۔

ترجمہ: اے اللہ تبارک و تعالےٰ میں تیری رحمت کا سوالی ہوں جس نے ہر شئے کا احاطہ کر رکھا ہے کہ تو مجھ کو بخش دے۔

سو یہ مہینہ رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے، اسلام کی سربلندی اور عالم اسلام کی قوت اور شوکت کی دعائیں کرنے کا اور تزکیہ نفس حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔

بقیہ اخبار احمدیہ:

(بسلسلہ ص۱)

(۸) خادم مسجد جناب عبدالحکیم صاحب کی اہلیہ کا کچھ عرصہ ہوا اپریشن ہوا تھا۔ اب پھر کچھ تکلیف شروع ہو گئی ہے انہوں نے مبلغ دس روپے بطور عطیہ اشاعت اسلام فنڈ کے لئے دیئے ہیں، ان کی لڑکی کو بھی کچھ دنوں سے بخار وغیرہ کی وجہ سے تکلیف ہے۔ ان سب کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور دیگر بزرگان سلسلہ عالیہ احمدیہ سے دردِ دل..... درخواست ہے۔

(۹) برخوردار بشیر احمد آف کگہ دلہ کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے، اس خوشی میں مبلغ دس روپے برائے اشاعتِ اسلام فنڈ ان کی بیگم صاحبہ نے عطا کئے ہیں، اور درخواست کی ہے کہ نو مولود کے لئے خاص ... دعا فرمائیں۔

خاکسار صوبیدار میجر- عبدالحکیم
سیکرٹری جماعت پشاور

درخواست دعائے صحت

—— سعادت بی بی صاحبہ زوجہ ماسٹر صفی اللہ صاحب آف دیگراں کی آنکھ کا آپریشن ٹیکسلا مشن ہسپتال میں ہوا ہے انہوں نے -/۱۰ روپے صدقہ برائے
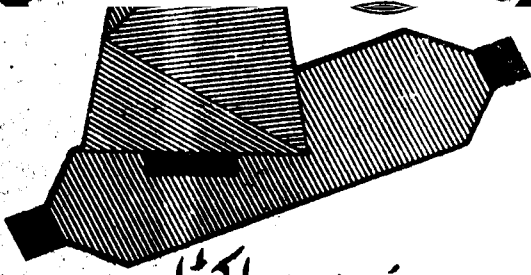
ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۵۳۳۵ شمارہ نمبر ۴۲
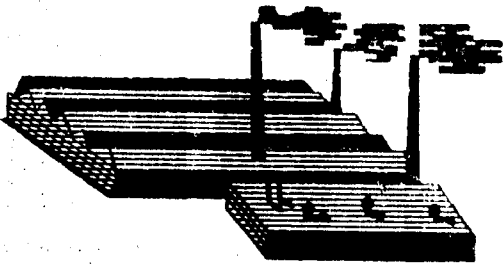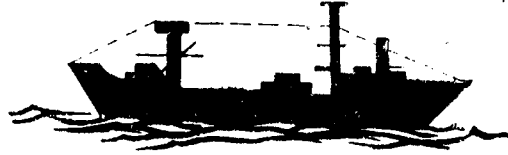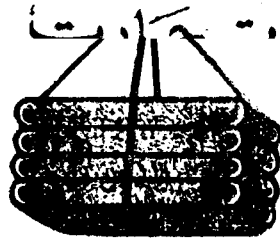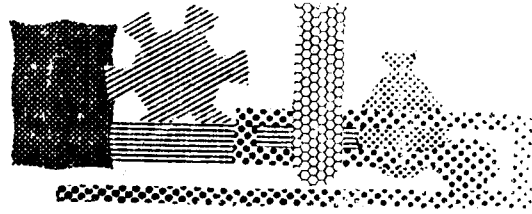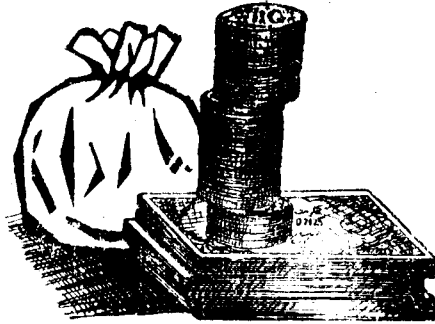
ضرورت ملازمت

ایک نوجوان میاں مشتاق حسین بی اے آنرز جس کا جماعت احمدیہ سے تعلق ہے محکمہ کوآپریٹو کا کافی تجربہ رکھتا ہے اسے کسی بنک یا فیکٹری میں ملازمت کی ضرورت ہے، صاحب اثر اصحاب امداد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں خط و کتابت بنام ہم معرفت ایڈیٹر پیغام صلح کی جائے۔

دارالسلام میں پلاٹ

دارالسلام میں مندرجہ ذیل پلاٹ الاٹمنٹ کے لئے خالی ہیں:۔

(۱) ا کنال کے تین پلاٹ ۔

(۲) دس مرلہ کے ۹ پلاٹ ۔

(۳) ۷ مرلہ کے دس پلاٹ ۔

جن احباب کو ضرورت ہو وہ بہت جلد ..... درخواستیں دے دیں اور ساتھ ہی رقم فیس -/R 2,000 فی کنال انجمن کے خزانہ میں جمع کرادیں -

ناظم دارالسلام

ایدگوین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۴۴

فطرانہ عید

اس سال ڈیڑھ روپیہ فی کس ہوگا

عید الفطر کے دن نمازِ عید سے پیشتر گھر کے ہر فرد کی طرف سے فطرانہ ادا کرنا ضروری ہے اگر کوئی بچہ اسی دن پیدا ہوا ہو تو اس کا بھی فطرانہ ادا کرنے کا حکم ہے۔

جماعتِ احمدیہ ہر سال ایک روپیہ فی کس فطرانہ دیتی رہی ہے، لیکن امسال غلہ وغیرہ کی قیمت بڑھ جانے کی وجہ سے حضرت امیر ایدہ اللہ نے **ڈیڑھ روپیہ فی کس فطرانہ** مقرر کیا ہے۔ تمام احباب کو چاہیئے کہ اس کے مطابق اپنی اپنی جماعتوں کے محاسب یا سیکرٹری صاحبان کو نمازِ عید سے پہلے ادا کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔

مرزا مسعود بیگ

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مرکزی مسجد

احمدیہ بلڈنگس میں

عید الفطر کی نماز

احباب جماعت لاہور مطلع رہیں کہ اس مرتبہ عید کی نماز نو بجے ہوگی۔ احباب کرام اس وقت سے قبل مسجد میں تشریف لا کر ادائیگی رقوم فطرانہ، عید اور مسجد فنڈ سے فراغت حاصل کر لیں۔

نیز بے سہارا بچوں کے لئے جو حال ہی میں بھارت سے آئے ہیں اور جنکے متعلق اپیل دوسری جگہ شائع کی جا رہی ہے رقوم تحائف اور کپڑے بھی لیتے آئیں جو پھر احمدیہ بلڈنگس سے مسلم ٹاؤن میں پہنچا دیئے جائیں گے۔

— سیکرٹری انجمن —

بے سہارا بچوں کے لئے فراہمی تحائف کی

اپیل

ہندوستان سے آنے والے قافلوں میں بہت سے بہاری خاندان بھی ہیں جو بنگلہ دیش کو چھوڑ کر پاکستان کی پناہ میں آئے ہیں۔ ان میں ستاسی ۸۷ بچے والدین کے سایۂ عاطفت سے محروم اور بالکل بے سہارا ہیں جن میں سترہ ۱۷ بچے دو سال سے کم عمر کے ہیں۔ تنظیم خواتین احمدیہ مقامی جماعت لاہور ان بچوں کے لئے عید کے تحائف جمع کر رہی ہے اور اپیل ہذا کے ذریعہ خواتین و احباب جماعت لاہور کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ بچوں کے کپڑے، ٹوپی، سویٹر، بنیان، موزہ یا کھانے کی اشیاء میں سے خشک پھل، ٹافیاں، بسکٹ وغیرہ جو تحفہ میسر ہو **۲۷ رمضان** (مطابق ۲۵ اکتوبر) تک ۴-سی مسلم ٹاؤن (کوٹھی حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور) میں پہنچا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جو بہنیں خود بھی کیمپ میں تشریف لے جانا چاہیں وہ پتہ ذیل پر یا ٹیلیفون نمبر 63065 کے ذریعہ راقمہ سطور سے رجوع فرما دیں۔

مسز زبیدہ شیخ — (صدر تنظیم خواتینِ احمدیہ لاہور)

4-C حسین سٹریٹ مسلم ٹاؤن لاہور

شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام

پرانی یادیں

دھلی میں عیسائیوں کے مایۂ ناز پادری عبدالحق کے ساتھ مسئلہ شفاعت وکفارہ پر عظیم الشان مباحثہ

دھلی کے عیسائیوں نے بھی ایک پادری صاحب کو جو میرا ہم نام تھا۔ تقریروں کے سلسلہ میں دہلی بلایا گیا۔ جناب پادری صاحب نے اپنے علمی فضیلت کا بھی اظہار ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر "مسئلہ شفاعت وکفارہ" میں اس بات پر زور دیا، کہ عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ اور مسلمانوں کے مسئلہ شفاعت میں سرِ مو فرق نہیں، اگر عیسائی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح کے خون پر ایمان لانے سے ان کے گناہ دھل جائیں گے اور اپنے ایمان کے باعث بہشت کے وارث ہوں گے۔ تو اس میں قابلِ اعتراض کونسی بات ہے۔ جب کہ اہلِ اسلام بھی اس قسم کا عقیدہ رکھیں۔ کہ حضرت محمد صاحب کی دعا سے امت محمدی کے جملہ گناہگار بخشے جائیں گے اور اس کے ساتھ یہ گپ ہانک دی۔ کہ پشاور سے دھلی تک اس مسئلہ پر جس مسلمان مولوی کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی۔ وہ شفاعت اور کفارہ میں کسی فرق کو نہیں دکھلا سکا۔ چونکہ دھلی علمائے اسلام کا گڑھ ہے۔ اس لئے ان کا کھلا چیلنج مسلمان علماء کو ہے۔ کہ ان میں سے کوئی مولوی "مسئلہ شفاعت اور کفارہ" میں فرق کر کے دکھلائے اور میں ایسے مولوی کے ساتھ سوال وجواب کے لئے بھی تیار ہوں۔

علماء وبرادرانِ اسلام نے مجھے جوابی تقریر کے لئے اپنا نمائندہ بنایا۔

پادری صاحب کے اس چیلنج پر علمائے اسلام نے مجھے جواب کے لئے کھڑا کیا۔ اور میں نے پادری صاحب پر واضح کیا۔ کہ شفاعت کا لفظ شفع سے نکلا ہے۔ جس کے معنی جوڑ یعنی باطنی یا روحانی تعلق ہیں، حضور علیہ السلام کے ساتھ "باطنی یا روحانی تعلق" قائم کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی تعلیم اور ارشاداتِ عالیہ پر عمل کیا جائے۔ قیامت کے روز سب جسمانی تعلقات ختم ہو جائیں گے اور ان کی بجائے روحانی تعلقات ظاہر ہو جائیں گے، جس طرح دنیا میں یہ نظارہ ہم کو نظر آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی نبی کے نے اپنی اتباعِ رسول کے نتیجہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ روحانی تعلق پیدا کر لیا ہے مگر ایسے مسلمان سے کچھ اس قسم کی غلطیاں یا اعمال سرزد ہو چکے ہیں۔ جن کی پاداش میں اس کو عذاب ملنا چاہیئے تو اس روحانی یا باطنی تعلق کے باعث حضور کا قلب مبارک اس تکلیف کو محسوس کرے گا حضور کی ایسی حالت کے پیش نظر اللہ تعالےٰ کی طرف سے سب سے پہلے موقع جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا جائے گا۔ تو حضور سب سے پہلے ایسے شخص کا معافی کی دعا اللہ تعالےٰ کے دربار میں کریں گے۔ اس پاک جذبہ کا نام مسلمانوں کے نزدیک شفاعت ہے۔

پادری عبدالحق کے لئے مقامِ فکر

کیا میں جناب پادری عبدالحق صاحب سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ مسئلہ کفارہ کا مفہوم بھی پادری صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت عیسٰےؑ خدا تعالےٰ .... کے دربار میں صرف ان گناہگار عیسائیوں کے لئے دعا فرمادیں گے۔ جنہوں نے شریعت موسوی یا احکام عیسویت پر عمل کر کے خدا کے لئے مسیح کے ساتھ روحانی تعلق کو قائم کر لیا مگر بعض کوتاہیوں یا گناہوں کے باعث وہ سزا کے مستحق ٹھہرائے گئے؟ کس قدر افسوس ہے۔ کہ جناب پادری عبدالحق صاحب باوجود عالم وفاضل منطقی اور فلسفی ہونے کے مذہب کی آڑ لے کر غلط بیانی کو برا نہیں سمجھتے اور جرأت کے ساتھ ایک جھوٹ کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے مسئلہ شفاعت اور عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ میں سرِ مو فرق نہیں، اب جب کہ پادری صاحب پر ان دونوں مسئلوں کے درمیان جو فرق ہے ظاہر کر دیا گیا ہے۔ تو مجھے امید ہے کہ آئندہ کے لئے وہ اس قسم کے بے بنیاد۔ بیجا اور بیہودہ دعوے سے باز آجائیں گے کہ پشاور سے دہلی تک کسی مسلمان عالم نے ان ہر دو مسائل میں فرق نہیں دکھلایا۔

مسئلہ کفارہ پر اہلِ اسلام کا اعتراض جسکا جواب عیسائی دنیا تا قیامت نہیں دے سکتی۔

جناب پادری عبدالحق صاحب دیگر عیسائی مناددوں کی طرح یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکا دیا۔ وارث بنا دیا، مگر جب ہم اناجیل کو دیکھتے ہیں تو وہ نہ صرف حضرت مسیح کی صلیبی موت کی نفی کرتی ہے۔ بلکہ وہ مسیح کے صلیب پر سے بچ جانے کے لیے واقعات پیش کرتی ہے۔ جن کا انکار عیسائی دنیا سے ناممکن ہے مثلاً:۔

(۱) حضرت عیسٰےؑ کے ساتھ دو چوروں کو بھی صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور جب ان چوروں اور حضرت عیسٰےؑ کو صلیب سے اتارا گیا، تو چوروں کی ٹانگیں توڑ دی گئیں جس کے نتیجہ میں وہ مر گئے۔ مگر حضرت عیسٰےؑ کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں انجیل یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۲ –

(۲) سپاہیوں (پولیس) نے جب حضرت مسیح کی پسلی بھالے سے چھیدی تو اس سے فی الفور لہو بہہ نکلا یوحنا ۱۹/۳۴ یہ صریح علامت زندگی کی ہے مُردے سے کبھی لہو نہیں نکلتا وہ تو مرنے کے ساتھ جم جاتا ہے –

(۳) حضرت مسیح کو قبر میں دفن نہیں کیا گیا۔ جیسا یہودیوں میں رواج تھا۔ برعکس اس کے ان کو ایک کھلی غار میں رکھا گیا اور غار کو بند بھی نہیں کیا گیا) تاکہ ہوا اس کے اندر آتی رہے۔ بلکہ صرف ایک پتھر رکھا گیا۔ انجیل مرقس ۱۵/۴۶ تا ۴۲ –

(۴) واقعہ صلیب کے تیسرے روز جب مریم مگدلینی (کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ کی بعد میں اسی عورت سے شادی ہوئی تھی) اس غار پر آئی۔ جہاں حضرت عیسٰےؑ کو رکھا گیا تھا۔ تو اس نے پتھر کو غار سے ہٹا ہوا پایا۔ انجیل مرقس ۱۶/۴۰ –

(۵) مریم مگدلینی بڑی حیران ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے اور اس نے ایک شخص کو دیکھا اور حالات دریافت کرنے کے لئے اس سے

. . . .

پوچھا۔ جو خود حضرت مسیح علیہ السلام تھے مگر وہ "اس کو پہچان نہ سکی۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام نے اس وقت باغبان کا بھیس بدلا ہوا تھا انجیل یوحنا ۲۰/۱۵

(۶) جب حواریوں کو یہ علم ہوا۔ کہ مسیح زندہ ہے تو مسیح کی تلاش کے لئے نکلے۔

ان حواریوں میں سے ایک نے حضرت مسیح کے زندہ ہونے کو تسلیم نہیں کیا۔ جب تک اس نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو مسیح کے زخموں میں ڈال کر اپنی تسلی نہیں کر لی۔ یوحنا ۲۰ لکھا۔ انجیل لوقا ۲۴/۳۹ تا ۴۴

پادری صاحب خدا کا خوف کر کے سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچو کہ جب انجیلی حوالجات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے اور زندہ ہونے کی حالت میں ان کو اتار لیا گیا، تو عیسائی دنیا کا مسئلہ کفارہ خود بخود باطل ہو گیا۔

دوسرا خطرناک اعتراض

عیسائیوں کے نزدیک اور جناب پادری صاحب کو بھی مسلم ہے کہ کفارہ کے عقیدہ کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک انسان شریعت پر عمل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ جملہ انبیائے کرام بھی عیسائیوں کے نزدیک گناہگار ہیں (یہ بھی جھوٹ ہے اور انجیل اس نظریہ کو رد کرتی ہے) اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر عیسائیوں نے جو صفات ذات اُلوہیت کی طرف منسوب کی ہیں اُن پر بھی خطرناک قسم کے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کا جواب عیسائی دنیا کے پاس نہیں۔ مثلاً بقول عیسائی صاحبان جب ان کا خدا یہ جانتا تھا کہ انسان شریعت پر عمل نہیں کر سکتا، تو پھر عیسائیوں کے خدا نے یہ عبث کام کیوں کیا، کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسٰےؑ تک وقتاً فوقتاً ہر زمانہ میں ہر قوم کی رُوحانی آبیاری کے لئے ہزارہا نبیوں کو مبعوث کیا اور حضرت موسٰےؑ پر شریعت نازل کی جس کے حضرت عیسٰےؑ بھی پابند تھے۔ جب کہ کفارہ کے ذریعہ اس مشکل کا آسانی سے حل موجود تھا تو پھر نبیوں کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ پہلے روز ہی عیسائیوں کا خدا اپنے بیٹے کو مصلوب کروا دیتا۔ تا تمام بنی نوعِ انسان گناہ سے بچ جاتے، اس کے ایسا نہ کرنے سے عیسائیوں کے خدا کے علم غیب

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــــ لاہور ـــــــ مؤرخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۳ء

سرینگر میں یوز آصف کی قبر کے متعلق ایک ماہر آثارِ قدیمہ کی تحقیق

پچھلے دنوں روزنامہ "نوائے وقت" کی راولپنڈی ایڈیشن میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ سرینگر یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے ہیڈ اور شہرت یافتہ ماہر آثارِ قدیمہ ڈاکٹر حسنین نے بھارت سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ سرینگر کے مقبرہ یوز آصف کو کھودنے کی انہیں اجازت دی جائے جو ان کی تحقیق میں درحقیقت مسیح ابن مریم کی قبر ہے۔

ڈاکٹر حسنین کی اس تحقیق پر لندن کے اخبار "ویک اینڈ" مؤرخہ ۱۸/۲۴ جولائی ۱۹۷۳ء میں مسٹر رونلڈ کیمپ کا تبصرہ شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ :-

"بے شک یہ ایک سنسنی خیز خبر ہے کیونکہ جرمنی کے رسالہ سٹرن میں اس دعوے کو شائع کیا گیا تو وہاں کے عوام کی دلچسپی میں ایک قسم کا ہیجان پیدا ہو گیا، عین ممکن ہے کہ اکثر مخلص عیسائیوں کے لئے صدمہ اور بیزاری کا باعث ہو، نیز ہو سکتا ہے کہ اسے نامجھ کشمیری دیہاتوں کا گیت یا بدعقیدگی کا غیر معقول افسانہ کہا جائے مگر یہ توان سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ تحقیق ہندوستان کے ایک بہت بڑے اور شہرت یافتہ پروفیسر کی زندگی بھر کا سرمایہ ہے، اپنی کئی سالوں کی تحقیق کے بعد ڈاکٹر ایف ایچ حسنین اس یقین پر پختہ ہو گئے ہیں کہ نبی یوز آصف کی قبر حقیقتاً یسوع مسیح ہی کی قبر ہے۔"

ڈاکٹر حسنین کی یہ تحقیق فی الحقیقت حضرت مسیح موعود کی صدائے بازگشت ہے، جو آپ نے آج سے ایک سو سال پیشتر اٹھائی، اور اللہ تعالیٰ سے علم پاکر یہ اعلان کیا کہ

مسیح ابن مریم مر چکا ہے اور آنے والا مسیح تو ہے

اس اعلان کے شائع ہونے پر چاروں طرف ایک شور برپا ہو گیا، کفر کے فتوے دیئے گئے اور ابتک اس بنا پر آپکو اور آپکی جماعت احمدیہ کو کافر کہا جا رہا ہے اور اب یہ جھوٹ باندھا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا یہود کے ساتھ گٹھ جوڑ ہے کیونکہ یہودیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ اتارے گئے تھے حالانکہ قرآن کریم نے ان کا عقیدہ یہ بتایا ہے وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله، یعنے یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح عیسےٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا جس کی تغلیط قرآن کریم نے ان الفاظ میں کی ہے : وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم، نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر مارا بلکہ انہیں اس شبہ میں ڈالا گیا کہ وہ صلیب پر مر گیا ہے۔

یہی بات حضرت مرزا صاحب نے قرآنی اور تاریخی واقعات سے یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو صلیب پر سے زندہ اتارا گیا وہ بیہوشی کی حالت میں کالمیّت تھے، ایک رومی سپاہی نے ان کی پسلی میں نیزہ مارا جس سے خون بہہ نکلا اور جس سے ثابت ہے کہ وہ زندہ صلیب سے اتار لئے گئے۔ نیزہ مارنے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں جمعہ کے دن صلیب پر چڑھایا گیا اور شام کو یہودیوں کا سبت شروع ہونے والا تھا، اس وقت کسی شخص کو صلیب پر نہیں رکھا جا سکتا، اسی لئے ان چوروں کی جنہیں ان کے ساتھ ہی صلیب دی گئی تھی ٹانگیں بھی توڑی گئیں، لیکن حضرت عیسےٰ کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں، اس لئے انہیں کفن میں لپیٹ کر ایک قبر نما غار میں رکھ دیا گیا، جہاں دو رات تیسرے دن ہوش آنے پر وہ اپنے شاگردوں کی مدد سے لباس بدل کر نکل آئے اور کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے۔

حضرت مسیح موعود نے ان تمام واقعات کو اپنی "مسیح ہندوستان میں" نامی کتاب میں تفصیل سے درج کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ مسیح کے صلیبی زخموں کے علاج کے لئے ایک مرہم بنائی گئی، جس کا نام آج تک مرہم عیسیٰ مشہور ہے۔ آپ نے اس کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ

"خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ عیسائی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو اور وہی ہے جو کسرِ صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔ اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔ لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے۔" (مسیح ہندوستان میں ـ ص ۱۴)

غور کیجئے یہ پیشگوئی آج کیسے پوری ہو رہی ہے، کس طرح ایسے واقعات پیدا ہو رہے ہیں جن سے حضرت مسیح موعود کی تحقیق اور ان کا یہ اعلان کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے سچا ثابت ہو رہا ہے، ایک طرف وہ خون آلود کفن ہے جو اٹلی کے ایک شہر میں محفوظ ہے اور ثابت ہوا ہے کہ یہ وہی کفن ہے جس میں صلیب سے اتارے جانے کے بعد مسیح علیہ السلام کو لپیٹا گیا تھا اس پر خون کے دھبے اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ صلیب سے زندہ اتارے گئے۔[1] دوسری طرف ڈاکٹر حسنین جیسے ماہر آثار قدیمہ کا یہ انکشاف ہے کہ فی الواقعہ سرینگر کے مقبرہ یوز آصف میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی کا جسد مبارک مدفون ہے، اور وہ چاہتے ہیں کہ اس قبر کو کھدوا کر اس نظریہ کو حقیقت ثابت کر دیا جائے۔

یہ تمام واقعات حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی کھلی شہادت دے رہے ہیں، آئے دن اسی قسم کے انکشافات اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ آپ نے خدا سے خبر پاکر جو اعلان کیا تھا کہ مسیح ابن مریم وفات پا چکے ہیں اور بعد میں جن تاریخی واقعات سے اس کا ثبوت بہم پہنچایا اور آئندہ اس بارے میں مزید انکشافات کی توقع ظاہر کی تھی، وہ صحیح ثابت ہوا، ویک اینڈ کے تبصرہ نگار نے بھی اس سلسلہ میں جو شہادتیں نقل کی ہیں وہ وہی ہیں جن کا حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے اندر ذکر کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے کہ:

"ہندوستانی پروفیسر کا مذکورہ بالا دعوےٰ برطانی کلیسا کے سربراہوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے"

صرف لمحۂ فکریہ نہیں، بلکہ عیسائیت کی جڑ ہی اکھڑ گئی ہے، جس کا سہرا حضرت مرزا صاحب کے سر ہے جنہوں نے مذکورہ بالا حقائق کا انکشاف پہلی بار کیا۔

لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ ایسی زبردست شہادتوں کے ہوتے ہوئے ہمارے مسلمان بھائی ابھی تک مسیح کو آسمان پر زندہ یقین کرتے ہیں۔ جس سے نہ صرف عیسائیت کو تقویت پہنچتی ہے بلکہ حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم کی ختمِ نبوت کا بھی ابطال ہوتا ہے، یہ دونوں نقصانات صرف اس لئے برداشت کئے جاتے ہیں کہ مسیح کی وفات تسلیم کرنے سے حضرت مرزا صاحب سچے ثابت ہو جائیں گے بقول کسے

شادم کہ از رقیباں دامن کشیدہ رفتم
گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

اسلام کا کچھ نہ رہے، عیسائیت کو فروغ ہو جائے، لیکن مرزا صاحب سچے نہ ہوں۔

ہم اپنے اہلحدیث معاصرین سے بالخصوص اور دیگر علمائے اسلام سے بالعموم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ٹھنڈے دل سے مذکورہ بالا واقعات پر غور کریں اور قرآن کریم کی آیہ کریمہ فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم کی روشنی میں مسیحی معتقدات پر بھی نظر ڈالیں کہ آیا وہ حضرت مسیح کی زندگی میں بگڑے ہیں یا مابعد، اگر ان کی زندگی میں بگڑے ہیں تو جب وہ آسمان سے واپس آنے کے بعد انہیں بگڑے ہوئے دیکھیں گے تو کیا قیامت میں اللہ تعالیٰ کے استفسار پر معاذاللہ جھوٹ کہیں گے کہ مجھے ان کے بگڑنے کا علم نہیں، جب تو نے مجھے اٹھا لیا.............. تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

غور کیجئے آپ کے عقیدہ سے کس قدر نقصانات پیدا ہوتے ہیں، عیسائیت کو تقویت پہنچتی ہے، ختمِ نبوت کا ابطال ہوتا ہے اور مندرجہ بالا واقعات و انکشافات بھی ثابت کرتے ہیں کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ صحیح نہیں۔ مرزا صاحب کو تم مجدد یا مسیح موعود نہیں ماننا چاہتے نہ سہی لیکن واقعات کو تو نہ جھٹلاؤ اور عیسائیت کے خادم نہ بنو، اسلام کی فتح اسی بات میں ہے کہ مسیح علیہ السلام کی وفات مانی جائے جس کا ثبوت آئے دن کے انکشافات سے مل رہا ہے۔ (دوست محمد)

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب "کسرِ صلیب" مصنفہ میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی جو دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے مل سکتی ہے۔

عبدالحمید۔ سائنگلہ ہل

رمضان میں دُعاؤں کی قبولیت
لیلۃ القدر میں قیام موجب رحمتِ الٰہی ہے

مومن کے لئے روزہ نعمتِ عظمےٰ ہے اس میں بندہ اپنے مولےٰ کے قریب تر ہو جاتا ہے، لقاء الٰہی کا مزہ حاصل کرتا ہے اور بندہ اپنے خالق و مالک سے مانگنے میں لطف حاصل کرتا ہے۔ بندہ عشقِ الٰہی اور حکم خداوندی سے حلال چیزیں بھی اپنے اُوپر حرام کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو پیار آتا ہے اور وہ بے اختیار پکار اُٹھتا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ کہ محض میری فرمانبرداری میں یہ ہر چیز سے رُکا ہوا ہے سو میں ہی اسے مل جاتا ہوں۔ اور جب بندہ خدا تعالیٰ کے حضور فریادی ہو جاتا ہے اور اپنے آقا و مولےٰ سے سوالی ہو کر التجائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر لطف و کرم کی بارش فرماتا ہے اور آواز دیتا ہے هل من تائب یتوب علیه ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا تا اس کی مغفرت فرمائی جاوے۔ هل من داع استجیب له۔ کیا ہے کوئی دُعا کرنے والا (آؤ) کہ اس کی دُعا قبول کی جاوے گی هل من سائل یعطی سئوله۔ ہے کوئی سوالی کہ اس کا سوال پُورا کیا جاوے۔ اس دفعہ رمضان ایسے موقعہ پر آیا ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کی طرف کافروں کے ناپاک ہاتھ اُٹھ رہے ہیں اور یہود و نصاریٰ میلی آنکھ کھولے ہوئے ہیں، جہاد کا وقت ہے، ہر مسلمان پر مکہ اور مدینہ کی حفاظت فرض ہے خواہ اس جہاد میں جسمانی اور مالی طور پر شریک ہوا جاوے یا کم از کم بارگاہِ ایزدی میں فریادی ہو کر ربّ العزت سے مسلمانوں اور عربوں کے لئے مدد مانگی جاوے کہ وہ صبر اور استقامت سے ڈٹے رہیں اور دشمن پر غالب آویں۔

ماہِ رمضان شریف میں روزے

تلاوت قرآن پاک، تہجد اور دُعاؤں سے انسان گناہوں سے معافی حاصل کر لیتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے جملوں پر ماہِ صیام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:—

من قام رمضان ایمانا و احتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته اُمّه۔ کہ جو شخص پُورے ایمان کو قائم کر کے اپنا محاسبہ کرتے ہوئے رمضان شریف گذارے گا گویا وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے ایک بچہ جس کو ماں نے اسی دن جنا ہو۔ یعنی پُورا معصوم عن الخطاء ہو جاتا ہے۔

پُورا مسلمان بن کر رہنا خود بڑا مقام ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا فقال یا رسول اللہ ارایت ان شهدت ان لا اله الا الله و انك رسول الله و صلّيت صلوات الخمس و ادّيت الزكوة و صمت رمضان و قمته فممّن انا قال من الصدیقین والشهداء۔

اور اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں گواہی دوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ رسول اللہ ہیں اور میں پانچ نمازیں بھی پڑھوں زکوٰۃ بھی دوں اور روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا، فرمایا صدیقوں اور شہداء والا مقام حاصل ہوگا۔ باقاعدگی اور مداومت سے ان ارکان کا بجا لانا کتنی سعادت اور بلند مرتبہ کا موجب ہے۔

تنبیہہ:۔ لیکن یاد رکھئے آج کل ہم لوگ معمولی سی کمزوری یا بیماری کا بہانہ کر کے ترکِ صوم کر لیتے ہیں۔ ماہِ صیام کے روزے کا بڑا بلند درجہ ہے اور اس کا چھوڑنا بہت بڑی کمزوری اور گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

من افطر یوماً من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقضه صوم الدهر كله و ان صامه۔

جو شخص رمضان کا ایک بھی روزہ بلا خدا تعالےٰ کی طرف سے عطا کردہ رخصت یا بیماری کے چھوڑتا ہے وہ تمام عمر روزے رکھے تو اس کا عوض نہیں ہو سکتے۔

اور اب تو آخری عشرہ ہے جو نہایت ہی برکت والا ہے، اس میں لیلۃ القدر بھی آتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ:—

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قام لیلة القدر ایماناً و احتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه۔ کہ جس نے لیلۃ القدر میں پُورے ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ تو یہ بڑی بابرکت رات ہوتی ہے، دُعائیں اس میں قبول ہوتی ہیں جو خدا تعالیٰ سے پُوری طرح لَو لگا کر رات کا قیام کرتا ہے وہ بارگاہ ایزدی میں قبول کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کی پہچان کا طریق بھی بتلایا ہے:—

قال اخبرنا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم عن لیلة القدر قال هی فی شهر رمضان فی العشر الاواخر لیلة احدی و عشرین او ثلاث و عشرین و خمس و عشرین او سبع و عشرین او تسع و عشرین او آخر لیلة من رمضان من قامها احتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه و ما تأخر۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں لیلۃ القدر کے بارے میں بتلایا کہ یہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں آتی ہے۔ یہ اکیسویں (۲۱) یا تئیسویں (۲۳) یا پچیسویں (۲۵) یا ستائیسویں (۲۷) یا اُنتیسویں (۲۹) یا پھر رمضان کی آخری رات ہوتی ہے۔ جو اس میں پُورے ایمان اور پُورے محاسبہ کے ساتھ قیام کریگا اس کے پچھلے اور اگلے گناہ سب معاف کر دیئے جاویں گے۔

دیکھئے کیا ہی بابرکت رات ہے۔ رحمت الٰہی پورے جوبن پر ہوتی ہے اور بندہ پاک صاف ہو کر خدا تعالےٰ کا مقرب بن جاتا ہے آیئے ہم اسلام کی سربلندی کے لئے مسلمانوں کی فتح و نصرت اور اتحاد کے لئے دعائیں کریں اور اپنے آپ کا پورا پورا محاسبہ کریں تا خدا ہم سے راضی ہو جاوے۔ آمین۔

ضروری تصحیح

—— گذشتہ اشاعت میں صفحہ اوّل پر حضرت مسیح موعود کے ملفوظات کی ذیل میں حافظ شیرازیؒ کا ایک شعر غلط درج ہو گیا ہے، اصل شعر یہ ہے:—

عاشق کہ شد یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ نے شروع رمضان سے قرآن کریم کا درس چند دن دیا، جس کے بعد بعارضہ انفلوائنزا بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹر شجاعت علی صاحب کے علاج سے صحتیاب ہو گئے۔ لیکن دو تین دن ہوئے ایک ٹانگ سے گر گئے اور چوٹ لگ گئی۔ ان حالات میں جمعہ کو آپ کے حکم سے مرزا مسعود بیگ صاحب خطبہ دیتے اور نماز پڑھاتے ہیں، آپ کی صحت کاملہ کے لئے خاص طور پر پنجوقتہ نمازوں میں احباب دُعا فرمائیں۔

ڈاکٹر اصغر حمید کی بیماری اور صحت

—— ڈاکٹر اصغر حمید صاحب پروفیسر انجنیئرنگ کالج لاہور گذشتہ ایام میں ہرنیا اور بندشِ پیشاب کے عارضوں سے بیمار رہے۔ علاج کے لئے آپ میو ہسپتال میں داخل ہوئے جہاں آپ کے دو اپریشن ہوئے۔ الحمدللہ کہ دونوں کامیاب رہے اور پروفیسر صاحب صحتیاب ہو کر اپنے گھر واپس آ گئے ہیں۔

کرنل بشیر حسین مرحوم کے داماد کی رہائی۔

—— کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب مرحوم مغفور کے داماد کرنل اشفاق علی سید جو ہندوستان میں جنگی قیدی تھے بحمدہ تعالےٰ خیر و عافیت سے ۱۶ر اکتوبر کو پاکستان پہنچ گئے ہیں۔ اس خوشی میں بیگم صاحبہ کرنل صاحب مرحوم نے یکصد روپیہ بطور شکرانہ الٰہی عطیہ اشاعت اسلام میں دیا ہے جزاھا اللہ احسن الجزاء

جلسہ یومِ محمد علیؒ

۱۳ر اکتوبر کو یوم محمد علیؒ کی تقریب پر مقامی جماعت لاہور کی طرف سے احمدیہ ہال میں زیر صدارت حضرت امیر ایدہ اللہ جلسہ منعقد ہوا، جس میں مرزا مسعود بیگ صاحب اور کرنل سعید احمد صاحب نے حضرت امیر مرحوم مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ حمیدہ بیان کئے، محمد اعظم صاحب غلوری نے اس موضوع پر اپنا مدحیہ کلام سنایا اور ایک نوجوان نے (فرزند حکیم مرہم عیسٰے مرحوم) مولٰنا مرتضےٰ خاں مرحوم کی ایک نظم جس میں حضرت امیر مرحوم کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ایک معجزہ کا ذکر ہے ترنم سے پڑھ کر سنائی، روزہ افطار ہونے پر جلسہ ختم ہوا، جس کے بعد مقامی جماعت لاہور

(باقی بر صفحہ ۸ملاحظہ کیجیے)

سورۃ بقرہ میں مسلمانوں کو کامیاب زندگی گذارنے کی راہ بتائی گئی ہے۔

اس سورت کی آخری دو آیات دو ایسے نور ہیں جو آنحضرت صلعم سے پیشتر کسی نبی کو نہیں ملے۔

یہود کی مغضوب علیہم قوم کا طاقت کے نشہ میں ہمارے عرب بھائیوں پر غاصبانہ حملہ ہر طرح قابل مذمت ہے

..یہود کی ہزیمت اور عرب مسلمانوں کی نصرت و فتح کے لئے دعا کی جائے

خطبہ جمعہ : مؤرخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۲ء۔ فرمودہ مرزا مسعود بیگ صاحب ۔ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

للہ ما فی السموات و ما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین ۔۔۔۔۔۔۔ (سورۃ البقرۃ۔ آخری آیات)

گذشتہ جمعہ کے دن میں نے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات پڑھی تھیں۔ آج سورت کی آخری آیات پڑھی ہیں، اور اگر ہم غور کریں تو دونو جگہ کا مضمون ایک ہی ہے، پہلی آیات میں سورت کی تمہید بیان کی گئی تھی اور ان آخری آیات میں بڑی خوبی سے ساری سورت کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔ سورۃ بقرہ قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سب سے لمبی ہے، اس کا حجم اڑھائی پاروں اور چالیس رکوع پر مشتمل ہے اس کا نزول مدینہ میں پہلی اور دوسری صدی ہجری میں ہوا، اس سے پیشتر مکہ میں جو سورتیں نازل ہوئیں، ان میں عظیم الشان پیشگوئیاں اور اسلام کی آخری کامیابی اور فتح و نصرت کی خوشخبریاں دی گئی ہیں، مکہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے ساتھیوں کی زندگی بہت مشکلات میں گذری۔ انہیں اہل مکہ کے ہاتھوں بڑے بڑے مصائب اور ظلم و ستم اٹھانے پڑے حتیٰ کہ حضور صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ چھوڑ کر مدینہ بھاگنا پڑا، اس وجہ سے مکی سورتوں میں زیادہ تر کفار کے مظالم سے نجات اور آخری غلبہ کی پیش از وقت خبروں سے تسلی دی گئی ہے۔ مدینہ میں آ کر حضرت صلعم کو SETTLED LIFE یا آرام کی زندگی میسر آئی، اگرچہ وہاں بھی آپ کو کفار سے جنگیں لڑنا پڑیں، تاہم آپ آزادانہ ماحول میں ایک نئے معاشرہ کو تشکیل دے رہے تھے۔ اس لئے سورۃ البقرہ میں مدنیت کے بارہ میں اور انسانی زندگی سے متعلق مفصل احکام دیئے گئے ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، انسان کی معاشرتی زندگی، نکاح طلاق اور عقد بیوگان جیسے اہم مسائل، حتیٰ کہ شراب اور جوا وغیرہ معاشرتی خرابیوں کا بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، ایک اور اہمیت اس سورت کو یہ حاصل ہے کہ اس میں یہودیوں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ یہاں تک کہ یہود کے ایک خاص واقعہ کا بھی بیان ہے جو ایک خاص گائے ذبح کرنے سے تعلق رکھتا ہے، اور اسی واقعہ کی بناء پر ہی اس سورۃ کا نام بھی البقرہ رکھا گیا ہے۔ اس سے اگلی سورۃ آل عمران میں خصوصیت سے عیسائیوں کا ذکر ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اس سورت میں ہر قسم کے احکام دیئے گئے ہیں اور مسلمانوں کو سکھایا ہے کہ وہ کامیاب زندگی کس طرح گذار سکتے ہیں۔ گویا کامیاب زندگی اس سورۃ کا نفس مضمون یا MAINTHEME ہے۔ ابتداء میں یہ فرمایا تھا کہ یہ کتاب انسان کو متقی بنانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ متقی بننے کے لئے کس بات کی ضرورت ہے؟ میں نے گذارش کی تھی کہ اتقاء یہ ہے کہ بدی انسان کے وجود سے کم ہوتے ہوتے بالکل مٹ جائے اور نیکی نشو و نما پاتے پاتے کمال کو پہنچ جائے، اور جب انسان اس مقام پر پہنچ جائے تو وہ اولٰئک ھم المفلحون میں شامل ہو جاتا ہے۔

اب میں ان آخری آیات کا ذکر کرتا ہوں جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ حدیث میں سورت بقرہ کی بڑی عظمت بیان کی گئی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ بقرہ کی دو آیات ایک رات میں پڑھے وہ اس کے لئے کافی ہو جاتی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو ایسے نور دیئے گئے ہیں جو اس سے پیشتر کسی نبی کو نہیں ملے، ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری رکوع، حقیقت میں سورۃ فاتحہ ایسی لاجواب دعا ہے، جس کی نظیر کہیں نہیں پائی جاتی، یہ دعا سارے قرآن کا خلاصہ اور روح ہے جس کے بعد سورہ بقرہ شروع کرتے ہوئے بتایا کہ اس کتاب کی غرض لوگوں کو متقی بنانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حصول تقوے کے مختلف ذرائع، قیام نماز، انفاق فی سبیل اللہ، ایمان بالکتب اور یوم آخرت پر یقین رکھنا بتائے ہیں جس کے نتیجہ میں فرمایا۔ اولٰئک ھم المفلحون۔

تو جس طرح ابتداء سورۃ فاتحہ کی دعا سے کی تھی، سورۃ بقرہ کو بھی دعا پر ختم کیا ہے، کہ اے اللہ ہمیں تقوے کی راہ پر چلا۔ آخری دو آیات میں سے پہلی آیت میں تو وہی مضمون دہرایا ہے جو سورہ بقرہ کی ابتداء میں بیان کیا تھا کہ متقی کے لئے سابقہ انبیاء کی کتابوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے یہاں بھی اسی مضمون کو دہراتے ہوئے فرمایا اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ اس آیت میں مسلمان کو کتنی بڑی وسعت قلب سکھائی ہے کہ وہ صرف قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نہیں بلکہ سابقہ کتابوں اور انبیاء علیہم السلام پر بھی ایمان لائے۔ رسول اکرم صلعم کا کلیجہ اس قدر چوڑا ہے کہ وہ اپنے آپ پر اور قرآن پر ایمان لانا ہی کافی نہیں سمجھتے جب تک سابقہ کتابوں اور انبیاء پر ایمان نہ لایا جائے۔ اس سے انسان کے اندر وسعت اور علو پیدا ہوتا ہے اور بہت سی برائیاں اس طرح سے بھی زائل ہوتی ہیں کہ میرے دل میں دوسروں کے لئے تعصب نہ ہو۔ آج دنیا میں اسی تعصب کی وجہ سے قوموں کے اندر لڑائیاں اور ہنگامے برپا ہیں۔ اگر سب ایک دوسرے کے پیشواؤں اور انبیاء کرام کی صداقت پر ایمان لے آئیں تو بہت سے بین الاقوامی تنازعات مٹ سکتے ہیں۔

اس کے بعد دعا سکھائی ہے جو نمازوں میں بھی اور تنہائی میں بھی پڑھنی چاہیئے ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا اے ہمارے رب! اگر بشریت کی وجہ سے ہم سے غلطی ہو جائے، ہم بھول کر کوئی گناہ کر بیٹھیں یا کوئی خطا ہم سے ہو جائے تو ہمیں اس کی سزا سے بچا لیجئے اور اس پر مواخذہ نہ کیجئے انسان سے بشریت کے سبب بعض غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، ان کی سزا سے ہر وقت عفو کے طالب رہنا چاہیئے۔ دوسری دعا یہ سکھائی ہے ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ہم سے پہلے لوگ جو گناہوں میں ملوث ہو کر عہد شکنی کا موجب ہوئے اس سے ہمیں محفوظ رکھا جائے۔ ہمارے ارادوں کو اتنا مضبوط کر دیں کہ گناہ ہم سے سرزد نہ ہوں، اور تیسری عرضداشت یہ ہے کہ ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔ قضا و قدر سے ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالا جائے جو ہماری برداشت سے باہر ہو۔ یہ تین قسم کی دعائیں ہیں۔ (۱) غلطیوں اور خطاؤں کی سزا سے ہمیں معاف کیا جائے (۲) ہمیں ارتکاب گناہ سے بچایا جائے۔ (۳) قضا و قدر سے ایسا بوجھ ہم پر نہ ڈالا جائے جس کو ہم برداشت نہ کر سکیں۔ ان تینوں دعاؤں کو پھر ایک ایک لفظ میں دوہرایا ہے۔ وہ پہلی کیفیت جو غلطی یا خطا کے ارتکاب کی ہے اس کے متعلق عرض کرنا سکھایا ہے واعف عنا ہمیں معاف کیا جائے اور ان کی سزا سے بچایا جائے۔ اور دوسری بات کہ گناہ کے ارتکاب سے بچایا جائے، اس کے متعلق واغفر لنا کی دعا سکھائی ہے۔ عفو میں تو ارتکاب گناہ کے بعد اس کی سزا سے معافی طلب کی گئی ہے لیکن غفر کا لفظ گناہ سے حفاظت کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی فرمایا گیا ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ تاکہ اللہ تعالےٰ ان گناہوں سے تیری حفاظت کرے جو پہلے تیری طرف منسوب کئے گئے اور ان سے بھی جو بعد میں منسوب کئے جائیں گے۔ اس میں غفر کا لفظ ۔۔۔۔۔۔۔ حفاظت کے لئے

(باقی ص ۹ کالم ۲)

مقامِ عالی و عظیمہ تجدید و احیائے ملت اور اس سے وابستگی کی خوش نصیبانہ سعادت

(۴)

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات پر جو ریمارکس بطور تعزیت، اخبار "وکیل امرتسر" میں دیئے تھے، انہیں اس مضمون کی قسط اوّل میں درج کیا جا چکا ہے جن میں یہ فقرات آتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ اسلام کے فتح نصیب جرنیل تھے، اور آپ جیسی عظمت و شان کا انسان شاید ہی پھر پیدا ہو، نیز یہ کہ ایسے نازشِ فرزندانِ تاریخ کبھی کبھی دنیا میں آتے ہیں۔ مگر جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر جاتے ہیں۔ نیز علامہ اقبالؒ مرحوم کی مختلف نظموں سے منتخب اشعار جو ہم نے اس مضمون کی قسط ۲ میں درج کئے، ان سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں اصحاب حضرت بانیٔ سلسلہؑ سے اس قدر گہرے متاثر تھے اور آپ سے ایسی گہری عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور دعوے کے ابتدا سے وابستہ تھے، لیکن بعد کے واقعاتِ اختلافِ سلسلہ نے ان دونوں اصحاب کی عقیدت کو ختم کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ علامہ اقبالؒ کے یہ اقوال بھی درج کئے جا چکے ہیں کہ ۱۹۳۵ء میں آپ کی مخالفت کی مخاطب جماعتِ احمدیہ قادیان تھی نہ کہ خود بانیٔ سلسلہ کی ذاتِ اقدس یا جماعتِ احمدیہ لاہور، جس کی وجہ خود علامہ صاحب کے نزدیک قادیانی عقیدہ نئی نبوت کا اجراء .... بنا۔ اسی طرح مولانا آزاد مرحوم نے یہ رائے ظاہر کی کہ قادیانی عقائد تکفیر کلمہ گویاں اور اجرائے نبوت، ان غالی معتقدین کی افراطِ محبت کے باعث ہیں۔ اس ضمن میں مولانا صاحب نے حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے ان غالیانہ عقائد کی تردید میں اقدامات کو ان الفاظ سے سراہا:۔

"جس عجیب و غریب جرأت اور دلاوری کے ساتھ مولانا محمد علی صاحب ایم اے نے قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔" (الہلال ۱۰ر مارچ ۱۹۱۴ء)

علامہ اقبالؒ ایک شاعر و فلسفی تھے، جن کی نظروں سے آپ کی گہری محبت، دینِ اسلام اور آنحضرت صلعم ... چکی ہے، مولانا آزاد صاحب مرحوم ایک بڑے عالم و ادیب اور قادر الکلام انسان تھے۔ پس یہ دونوں اصحاب ابتداء میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ اور تحریکِ احمدیت سے بے حد متاثر و وابستہ تھے مگر اختلافات کے بعد یہ دونوں اصحاب جماعتِ احمدیہ سے علیحدہ و متنفر ہو گئے جس کی وجہ ان کے اپنے اعتراف کے مطابق، قادیانی غالیانہ عقائد ہی ہوئے، ایک اپنے جذباتِ صادقہ کے باعث اور دوسرا علمِ دین کی بناء پر۔ ایسے واقعاتی ثبوت کی موجودگی میں کیا یہ نتیجہ نکالنا بالکل صحیح نہیں کہ حضرت اقدسؑ اور جماعتِ احمدیہ کی دنیا بھر میں عظیم مخالفت کا سارا باعث غالیانہ عقائد جماعتِ احمدیہ ربوہ ہی ہوئے ہیں! اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بغیر اب کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا کہ نہ صرف قادیانی یا ربوائی غالیانہ عقائد غلط و باطل اور خلافِ قرآن و سنت ہیں بلکہ دنیائے اسلام میں یہ اب قطعاً ناقابلِ قبول ہیں۔ حضرت اقدسؑ اور جماعتِ احمدیہ کی بڑھتی ہوئی قبولیتِ عامہ کے برخلاف یہی ربوائی مسلک و طریقِ کار ہی سدِّ راہ بن چکے ہیں جس پر یہ مثل پوری طرح صادق آتی ہے ؏

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ۔ کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

غالیانہ عقائد کے فروغ و قبولیت کے کوئی وجوہ ہرگز موجود نہیں۔ جیسے کہ خود خلیفۂ ثانی ربوہ کے اپنے اعتراف دورانِ منیر ٹربیونل سے بھی یہ امر اظہر من الشمس ہو چکا ہے۔ ہمیں اس بارہ میں نہ صرف علمی طور پر یہ یقین حاصل ہے کہ اب ان عقائد کی ضلالت و انحطاط بدیہی دنیا پر کلیتہً ظاہر ہو چکی ہے، بلکہ حضرت اقدسؑ کے بعض منذر الہامات کی بناء پر ہمیں یہ خوف لاحق ہے کہ جماعتِ ربوہ کا اپنے باطل موقف پر اصرار جماعت کے لئے عموماً اور ان کے اپنے لئے خصوصاً کہیں ازحد نقصان دہ ثابت نہ ہو۔ بہرحال جس قدر جلد وہ اپنی غلطی کے مقر ہو کر اس سے تائب ہوں اتنا ہی یہ امر ان کے لئے بہتر و مفید ہو گا۔

اس قسط میں مولانا آزاد صاحب مرحوم کے صرف چند ایسے اقتباسات دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مقام تجدید اور دعوت الی الخیر و نہی عن المنکر کس قدر عظیم و بلند مقام ہے، مجدد و امام زمان کیسی شان و عظمت کا مالک ہوتا ہے کہ جس کی اطاعت و اتباع کے بغیر زمانہ میں دین کی فتح و نصرت اور غلبہ و تائید کے دروازے کسی پر کھل نہیں سکتے، چاہے وہ کیسا ہی علم و فضل میں یگانۂ روزگار اور زہد و ورع میں کتنا ہی بلند ہو۔ یقین ہے کہ ناظرین کرام مولانا صاحب کے ان اقتباسات کو پڑھ کر نہایت محظوظ ہوں گے بالخصوص آخری اقتباس سے جہاں مولانا صاحب نے اپنے زمانہ کے مجدد کی تلاش و جستجو کا ذکر کر کے اس امر کی اپنے ناظرین کو ترغیب دلائی ہے۔ (ڈاکٹر اللہ بخش)

نظامِ انسانی کے مرکز و محور

"نظامِ شمسی کی طرح نظامِ انسانی کے بھی مرکز و محور ہیں مگر تم کو ان کا حال نہیں معلوم۔ تم کو اجرامِ سماویہ کا مرکز معلوم کرنے میں جب ہزاروں برس لگ گئے تو نہیں معلوم عالمِ انسانیہ کے نظام و مراکز کے کشف کے لئے کتنا زمانہ درکار ہو گا؟ تاہم یہ معلوم رہے کہ ہر عہد و دور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکزِ شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکزِ محبت اور کعبۂ انجذاب ہوتا ہے اور جس طرح نظامِ شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اسی لئے ہے کہ کعبۂ شمس کا طواف کرے، اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے انجم بھی صرف اسی لئے ہوتے ہیں کہ اس مرکزِ انسانیتہ اور کعبۂ ہدایت کا طواف کریں۔ زمین والوں ہی پر موقوف نہیں۔ آسمانوں میں بھی صرف انہی کے ناموں کی پکار ہوتی ہے .... پھر جب آسمان پر اس کی محبوبیت کا اعلان ہو جاتا ہے تو زمین والوں کے دل بھی اس کی محبت کے لئے کھل جاتے ہیں، اور ہر طرف مقبولیت و محبوبیت اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔" (تذکرہ ص ۸۸-۸۹)

"جب دعوت و اصلاحِ امت کا سرچشمہ واصل مقامِ نبوت ٹھہرا اور تمام لوازم امورِ دعوت اسی سے ماخوذ اور اسی کے اسوہ سے مقتبس، تو ضرور ہے کہ عالمِ تجدید و احیاءِ شریعت کے بھی تمام کاروبار اسی اسلوب و نہج پر واقع ہوں، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اصول و اساسات سے لے کر جزئیات و فرعیاتِ اعمال تک ٹھیک ٹھیک اسی مقام کے حالات و منازل سے متشبہ و متخلق بل کالظل والعکس ظہور میں آئیں۔" (تذکرہ ص ۱۵۲-۱۵۳)

"اگرچہ آفتابِ فیضانِ الٰہی کی تجلی تمام بر و بحر کو ظلمتِ غفلت و بطالت سے نجات دلانا چاہتی ہے، مگر اس کی سب سے پہلی کرنوں سے درخشندہ و جہانتاب ہونے کا حق صرف انہی طبائعِ مستعدہ و قلوبِ صافیہ کو حاصل ہوتا ہے جنہوں نے اپنی استعداد و سربلندی و رفعت سے اکتسابِ انوارِ ہدایت کے لئے اسبقیت و اولیت کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔" (تذکرہ ص ۱۵۹)

مقامِ عزیمت دعوت و تجدیدِ ملت

"پھر کیا ان تمام مراتب کا ایک ہی حکم ہو سکتا ہے؟ کجا وہ مقامِ ارفع و اعلیٰ جہاں ایک عالم و امت کی اصلاح کے لئے قدم اٹھائے جائیں؟ اور کجا وہ تنگنائے ضعف جہاں صرف اپنے پڑوسی کی اصلاح ہی پر قناعت کر لی جائے؟ اگرچہ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اصلاح دونوں ہیں، اور دونوں کے لئے اجر، لیکن پہلا منصبِ نبوت کی شاخ اور دوسرا افرادِ امت میں سے ایک فردِ مومن صالح کا مرتبہ اور بس۔" (تذکرہ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

"غرضیکہ ایک چیز دعوت ہے، ایک عزیمتِ دعوت، اور ایک عزیمتِ دعوت کا درجہ تجدید و مقامِ قیامِ دعوتِ عامہ، اور ایک مقامِ اصلاحِ افراد کا ہے۔ ایک عائلہ و جماعت کا، اور ایک امت و نوع کا، سو اگرچہ دعوت موجود ہوتی ہے۔ مگر عزیمتِ دعوت مفقود ہو جاتی ہے۔ اور اگرچہ اصلاحِ افراد کا سامان ہوتا ہے۔ مگر اصلاحِ امت کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ اگرچہ چند اصحابِ عزائم ہوتے بھی ہیں تو اسباب و موانع مذکورہ سے درجہ تجدید و کمالِ عزیمتِ دعوت تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ کار و بارِ دعوت کے تائید و اشکال تو موجود ہوتے ہیں۔ مگر روحِ فتح و نصرت مفقود ہو جاتی ہے اور اس لئے معاملہ تجدید و احیاءِ امت اپنے کشود کار کے لئے کسی مردِ غیب کا منتظر ہوتا ہے۔"

مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۳ء

عشق اگر مرد ست، مردے تاب دیدار آورد ؛ ورنہ چوں موسیٰ بسے آورد و بسیار آورد (صفحہ ۱۵۷)

"اگر تاریخ اسلام کے مختلف دوروں اور سلسلۂ دعوت و تجدید امتِ مرحومہ کی پچھلی کڑیوں پر نظر ڈالو تو یہ جو کچھ کہا گیا۔ اس کی تصدیق ہر دور کے واقعات پیش کریں گے افسوس کہ یہ موقعہ تفصیل کا نہیں۔ ہر دور میں تم پاؤ گے کہ اگرچہ عامہ علماء و صلحاء امت کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ اور ان کا فضل و کمال اور ورع و تقویٰ بھی ہر طرح مسلم و ثابت ہے۔ بلکہ بعض ان میں ایسے تھے کہ علم و عمل کی متعدد شاخوں میں اپنا عدیل و نظیر نہیں رکھتے تھے، باایں ہمہ اس عہد کی عزیمت و دعوت اور تجدید و سنت کے مرتبہ مخصوص میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوا، اور صرف چند خاص افراد و نفوس ہی کی قسمت میں آیا یا تو ان کے قدم ہمت نے علم و عمل کی دوسری شاخوں پر قناعت کر لی، یا اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت ہی نہ کر سکے۔ عہد اوائل بنو امیہ میں ابھی پہلی صدی بھی ختم نہیں ہوئی تھی کتنی بڑی جماعت اجلۂ صحابہ کرام اور ارکان بیعت رضوان و بقیہ صالحہ خیر القرون کی موجود تھی! اور کون ہے جو ان کی عظمت و شرف میں ایک لمحہ کے لئے بھی شک کر سکے؛ لیکن بدعات و محدثات بنو امیہ کے مقابلے میں سرفروشانہ اقدام عزیمت و فتح باب مقاومت و ثبات فی الحق والعدل کا جو ایک مخصوص مقام تھا وہ تو بجز حضرت امام حسین (علیہ وعلی آبائہ واجدادہ الصلوٰۃ والسلام) کے اور کسی کے حصہ میں آیا؟" (صفحہ ۱۶۱)

پرتن تنہا جا کھڑے ہوئے جہاں ان کے اقران و معاصرین کے وہم و تصور کو بھی بار نہیں۔ حتیٰ کہ خود ان کے معاصرین کو یک زبان و یک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا "ما رأینا مثلہ وانہ ما رای مثل نفسہ"۔ نہ تو ہماری آنکھوں نے اس کا مثل دیکھا اور نہ خود اس کو اپنا سا کوئی نظر آیا۔"

اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم" (تذکرہ صفحہ ۱۹۱-۱۹۲)

"کچھ شک نہیں کہ توفیق الٰہی نے حضرت ممدوح کے وجود گرامی ہی کے لئے یہ مرتبہ خاص کر دیا تھا۔ انبیاء اولوالعزم کی نیابت و قائم مقامی یعنی مقام عزیمت دعوت کا خلعت صرف انہی کے جسم پر راست آیا۔ باقی جس قدر تھے یا تو مدرسوں میں پڑھاتے رہے یا موٹی موٹی کتابیں اور نئی نئی شرحیں اور حاشیے لکھتے رہے یا پھر ان کی تضلیل و تکفیر کے فتووں پر دستخط کرتے رہے۔ وقت کا جو اصلی کام تھا اس کو کوئی ہاتھ نہ لگا سکا، دوسری جلد کے چند کتے مکتوب میں لکھتے ہیں :— از حق الیقین و عین الیقین چہ گوید؟ واگر گوید کہ فہم کند؟ ایں معاملات از حیطۂ ولایت نیست، ارباب ولایت بہ رنگ علماء ظواہر در ادراک عاجز اند۔ ایں کار مقتبس از مشکوٰۃ نبوت است کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ۔ صاحب ایں علوم و معارف مجدد است" الخ یہ جو بار بار کہہ رہا ہوں کہ وقت کا سلطان اور خزینہ دار ایک ہی ہوتا ہے۔ خواہ کوئی ہو اور کیسا ہی ہو مگر اس سے الگ رہ کر کچھ نہیں پا سکتا۔ تو یہ وہی حقیقت ہے جس کو بار بار حضرت ممدوح فرماتے رہے اور ان سے پہلے بھی تمام محرمانِ راہ نے اشارات کیا۔ "مجدد آنست کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض بہ امت رسد بتوسط او رسد، اگرچہ اقطاب و اولیاء آں وقت باشند،

خاص کند بندۂ مصلحت عام را" (تذکرہ صفحہ ۲۹۶-۲۹۷)

فاتحانہ یلغار اسلام { "اگرچہ دنیا بظاہر علم و فضیلت سے لبریز ہوتی ہے اور بڑے بڑے اصحاب طنطنہ و شہرت و ارباب تخخم و عظمت موجود ہوتے ہیں مگر کسی کو اس کی توفیق نہیں ملتی کہ اپنے عہد و دور کی طلب دعوت اور سوال قیام ہدایت پر مردانہ وار قدم رکھے اور اگرچہ دروازۂ سعادت الٰہی باز اور خزائن رحمت و نصرت ربانی ہموارہ وقف بخشش و بیتما ہوتے ہیں۔ مگر سینکڑوں ہزاروں علماء عہد اور اصحاب خوانق و صوامع میں سے کسی کو بھی اس عہد کے احیاء و تجدید اور طائفہ منصورہ من یجدد لھا دینھا میں داخل ہونے اور جماعت علیہ یحبھم ویحبونہ میں محدود و محشور ہونے کی توفیق نہیں ملتی۔ تا آنکہ پردہ ظلمت چاک ہوتا اور یکایک صبح ہدایت و سعادت مشرق تجدید و انبعاث سے عالم افروز و جہانتاب ہوتی ہے تو اس وقت تم دیکھتے ہو کہ جس راہ میں قدم رکھنے سے ایک عالم درماندہ و ناچار تھا، اچانک ایک مرد ہمت اٹھتا ہے اور نہ صرف قدم رکھتا ہے بلکہ دوڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ راہ کی وہ مشکلیں اور خونیں جو ضعفاء عہد کے لئے مصیبتوں کا پہاڑ اور ہیبتوں اور دہشتوں کی گھاٹیاں تھیں اور جن کے وہم و تصور سے بیچارگانِ وقت کی ارواح پر ایسی دہشت و ہیبت طاری ہو جاتی تھی کانھم یساقون الی الموت وھم ینظرون تو وہ سب اس کے جولانِ قدم کے لئے ایک مشت غبار اور ایک تودہ خس و خاشاک سے زیادہ حکم نہیں رکھتیں۔ سب دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں اور وہ بڑھ کر عزیمت دعوت و ہدایت عامہ کا باب مسدود کھول دیتا ہے، اور اس کی زبان ہمت و مقال و قوت اس ترانہ رجز سے زمزمہ سار عالم و عالمیاں ہوتی ہے۔

تاب یک جلوہ نیاورد کہ موسیٰ آنہ طور ؛ ایں دلم ہست کہ زینگونہ ہزاراں دیدہ ست

اگرچہ اس عہد میں ہزاروں مدعیانِ کار موجود ہوں۔ مگر اس فضیلت مخصوص میں اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں ہوتا صرف اسی کو اُس عہد کی اقلیم ہدایت کی سلطانی و فرمانروائی پہنچتی ہے اور صرف وہی اپنے زمانے کا کلید بردار خزائن برکات و فیضانِ سماویہ ہوتا ہے۔ تمام اصحاب طریق ناچار ہوتے ہیں کہ اپنے اپنے چراغ اسی مصباح ہدایت سے روشن کریں، اور تمام رہروان جادہ مقصد مجبور ہوتے ہیں کہ اسی کے کاروانِ فضل و قافلۂ کرامت کی آواز درا پر اپنے اپنے قدم اٹھائیں وھذہ منزلۃ جلیلۃ ورتبۃ عظیمۃ لا نساریھا مرتبۃ ولا نعادلھا منزلۃ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم:

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

(صفحہ ۱۴۶-۱۴۷)

فیضان و برکات کی کنجی } "یہی وہ مقام مخصوص ہے جو ہر عہد میں صرف ایک یا چند افراد عالیہ ہی کے حصہ میں آتا ہے اور گو کار و بار دعوت سے معاملات رکھنے والے بہت سے موجود ہوں مگر اس عہد کے فتح باب اور سلطانِ امر دعوت کی فضیلت ان کو نصیب نہیں ہوتی۔ سب ناچار ہوتے ہیں کہ اس فاتح عہد اور عازم وقت ہی کے حلقۂ اتباع و ذریات میں داخل ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں بعض افراد کسی خاص شاخ علم و عمل میں درجۂ بلند رکھتے ہوں۔ مگر اس معاملہ کے لئے وہ کچھ سود مند نہیں ہوتا اور فاتح دَور کے آگے ان کو اطفال مکاتب کی طرح زانوئے ادب و استفادہ تہہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس عہد کے خزائن۔ فیضان و برکت کی کنجی اسی کے قبضہ میں دے دی جاتی ہے۔ پس طالبین فیضان اس کے حلقۂ ارادت سے الگ رہ کر کچھ نہیں پا سکتے۔ اگر کسی نے بطریق استراق سمع کوئی کلمۂ حقیقت حاصل بھی کر لیا تو اول تو وہ مثمر برکات نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو چونکہ عہد کی سلطانی فاتح و عازم دعوت کو پہنچتی ہے، اس لئے وہ بھی بالواسطہ اسی کے فیضان و بخشش میں شمار کیا جاتا ہے۔" (صفحہ ۱۵۸)

تلاشِ مجددِ صدِ چہاردہم } "مقام عزیمت دعوت اور احیاء و تجدید امت کی نسبت یہ جو کچھ بلا قصد زبانِ قلم پر آ گیا، تو اگرچہ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہ تھا۔ لیکن زیادہ تر یہ خیال باعث ہوا کہ شاید ان حالات و وقائع کا مطالعہ اصحاب و صلاح و استعداد کے لئے کچھ سود مند علم و عمل ہو اور بحکم "ان لم تبکوا فتباکوا" اور

فتشبھوا ان لم تکونوا مثلھم

ان التشبہ بالکرام فلاح

کسی کے قلب بصیرت و دیدۂ اعتبار کو ان مجددینِ ملت اور مصلحین حق کے اتباع و تشبہ کی توفیق ملے، شاید کوئی مردِ کار اور صاحب عزم وقت کی پکار پر لبیک کہے اور زمانہ کی طلب و جستجو کا سراغ بنے۔ آج اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور ڈھونڈھ ہے تو فقط اسی کی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

دادیم ترا از گنج مقصود نشان ؏ گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

"یہ کائنات ان عہدوں کی ہیں جو موجودہ زمانے کے مقابلہ میں گزرا عہد اقبال تھے۔ موجودہ وقت اور اس کی تاریکیوں کو دیکھو اور پھر ہر طرف روشنی و درودی دکھلانے والوں کا نایابی پر ماتم کرو۔ خدمت گزاروں کی پکار اور ہر طرف مزدوروں کی ڈھونڈھ ہے۔ مگر مزدور کہیں نہیں ملتے۔ آج ایک مٹی کے تودہ سے اور گری ہوئی دیوار پر ایک اینٹ رکھ دینے کے معاوضے میں اشرفیوں اور ہیروں کی قیمت مل رہی ہے، کیونکہ کام کرنے والے جتنے کم ہوں گے اتنی ہی کام کی مزدوری بھی بڑھ جائے گی۔ خزانۂ سعادت لٹنے کے لئے کھل چکا اور شرف و مراتب کا دروازہ ہر رہرو کے لئے باز، کون ہے کہ جو اس کے خزانوں کو لوٹتا اور اس دولت و کامرانی سے مالا مال ہوتا ہے۔ جس کے لئے تمہیں معلوم ہے اچھے وقتوں میں کیسے کیسے ارباب طلب بیقراریوں کے آنسو بہا چکے ہیں اور آرزوؤں سے بھری ہوئی دعائیں مانگ چکے ہیں۔"

(تذکرہ صفحہ ۳۰۴)

خدا کی محبت ایسی شئے ہے جو انسان کی سفلی زندگی کو جلا کر ایک نیا اور مصفّٰی انسان بنا دیتی ہے

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجددِ زمان و مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد گرامی

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور ... لاانتہاء فضل و برکات ہیں۔ مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو۔ تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ محبت اور اخلاص خدا تعالیٰ سے ہو۔ خدا تعالیٰ کی محبت ایک ایسی شئے ہے۔ جو انسان کی سفلی زندگی کو جلا کر اسے نیا اور مصفّا انسان بنا دیتی ہے، اس وقت وہ وہ کچھ دیکھتا ہے۔ جو پہلے نہیں دیکھتا تھا۔ اور وہ وہ کچھ سنتا ہے جو پہلے نہیں سنتا تھا۔ غرض خدا تعالیٰ نے جو کچھ مائدہ فضل و کرم کا انسان کے لئے تیار کیا ہے۔ اس کے حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے استعدادیں بھی عطا کی ہیں۔ اگر وہ استعدادیں تو عطا کرتا لیکن سامان نہ ہوتا۔ تب بھی ایک نقص تھا یا اگر سامان تو ہوتا لیکن استعدادیں نہ ہوتیں۔ تو کیا فائدہ تھا۔ مگر نہیں یہ بات نہیں۔ اس نے استعداد بھی دی اور سامان بھی مہیا کیا۔ جس طرح پر ایک طرف روٹی کا سامان پیدا کیا۔ تو دوسری طرف آنکھ، زبان، دانت اور معدہ دیا۔ اور جگر اور امعاء کو کام میں لگا دیا۔ اور ان تمام کاموں کا مدار غذا پر رکھ دیا۔ اگر پیٹ کے اندر ہی کچھ نہ جائے گا تو دل میں خون کہاں سے آئے گا۔ کیلوس کہاں سے بنے گا۔ اسی طرح پر سب سے اول اس نے یہ فضل کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام جیسا مکمل دین دے کر بھیجا۔ اور آپ کو خاتم النبیین ٹھہرایا۔ اور قرآن شریف جیسی کامل اور خاتم الکتب کتاب عطا فرمائی۔ جس کے بعد قیامت تک نہ کوئی کتاب آئے گی اور نہ کوئی نیا نبی نئی شریعت لے کر آئے گا۔ پھر جو قوی سوچ اور فکر کے ہیں ان سے اگر کام نہ لیں اور خدا تعالیٰ کی طرف قدم نہ اٹھائیں۔ تو کس قدر سستی اور کاہلی اور ناشکری ہے۔" (ملفوظات۔ بنام منظور الٰہی۔ صفحہ ۱۶۰-۱۶۱)

پرانی یادیں ۔ بقیہ صلا

پر بھی سخت زد پڑتی ہے کہ وہ معاذ اللہ اتنا ناسمجھ، اندذہن اور غبی ہے کہ ہزاروں سالوں کے تجربہ در تجربہ کے بعد بھی اس کو پتہ نہ چلا کہ نعوذ باللہ انسان شریعت پر عمل نہیں کر سکتا۔ اس قسم کے لچر اور لغو عقائد سے مذہب درحقیقت بازیچۂ اطفال بن جاتا ہے، علاوہ ازیں کفارہ کے مسئلہ کو مان لینے سے دُنیا میں بدی یا شیطان کا دَور دورہ ہو جائے گا۔

تیسرا خطرناک اعتراض

جب عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہو کہ کفّارہ پر ایمان لانے سے سنگین سے سنگین اقسام جرائم کے ارتکاب پر گناہ معاف ہو جائیں گے تو ایسے عقیدہ کی موجودگی میں دنیا میں امن، شرافت، تہذیب، شائستگی، عدل و انصاف کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔ اس لئے مذہب کا سب سے اوّل کام یہ ہونا چاہیئے کہ جن اعمال سے انسانی معاشرہ میں الجھن پیدا ہوتی ہو اپنے ماننے والوں کو ان سے نجات دلائے۔ اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر کفارے کا مسئلہ انسان کو ہر قسم کی بدی کرنے کی کھلی چھٹی دیتا ہے۔ اس لئے میں پادری صاحب سے بہ ادب کروں گا۔ کہ میری پیش کردہ باتوں پر غور فرما کر دوبارہ اسلام قبول فرمائیں۔

پادری صاحب کا جواب

پادری صاحب نے فرمایا۔ پبلک نے دونوں طرف کے خیالات سُن لئے ہیں جلسہ میں دیگر امور کے باعث مزید گفتگو کو جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ رہ گئی دوبارہ قبول اسلام کی دعوت سو اس کی اس لئے ضرورت نہیں کہ جب مسلمانوں نے بالآخر خداوند یسوع مسیح کے دوبارہ نزول پر ان کے مقدس لٹریچر میں لکھا ہوتا ہے اس لئے ان کی طرف سے مجھے ہر وقت دعوت دی جاتی ہے کہ خداوند یسوع مسیح کے جلال کو ظاہر کرنے کے لئے ان کی طرح سبقت کر کے مسیح کی بھیڑوں میں شامل ہو جاؤں تا ثواب کا مستحق ٹھہرایا جاؤں۔ ورنہ اب وہ وقت بالکل قریب ہے۔ جب خداوند یسوع مسیح پورے جلال سے نازل ہو کر دجّال کو قتل کر دے گا اور مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق عیسائیت کو قبول کریں گے۔ مگر اس وقت ثواب کا دروازہ بند ہو جائیگا۔

پادری صاحب کی اپیل کا جواب

میں نے پادری صاحب کو جواب میں عرض کیا۔ کیونکہ عیسائیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق غلو سے تجاوز کر کے ظلم کیا ہے۔ اس لئے حضرت عیسٰی کی درخواست پر اصل واقعات کے انکشاف کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت میرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو عیسائیوں پر اتمام حجت کے لئے مسیح موعود بنا کر بھیج دیا ہے جس نے سب سے پہلے عیسائیوں کے خدا کو مار مار کر اور اس کی قبر کی نشاندہی کر کے ناقابل تردید تاریخی ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ نیز کتاب اللہ احادیث صحیحہ کی بناء پر وفات مسیح ثابت کر دی ہے۔ اور یہی درحقیقت قتل دجّال یا کسر صلیب ہے۔

جب عیسائی مذہب کا انہوں نے جنازہ نکال دیا ہے۔ تو اس جنازے کو کندھا دینے کے لئے میں ہر وقت تیار ہوں۔

(اقتباس پرانی یادیں زیر طبع النور آرٹ پریس راولپنڈی۔)

خُطبہ جُمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

استعمال کیا گیا ہے، اور تیسری بات کہ قضاو قدر کا ناقابلِ برداشت بوجھ ہم پر نہ ڈالا جائے اس کے لئے وارحمنا سکھایا کہ ہم پر رحم کیا جائے اور پھر آخر میں ایک اپیل کی ہے انت مولٰنا تو ہی ہمارا مولیٰ ہے۔ جس طرح سورۃ فاتحہ میں عرض کیا تھا ایاك نعبد و ایّاك نستعین۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اسی طرح یہاں یہ عرض کیا کہ انت مولٰنا تو ہی ہمارا کارساز ہے پس تو ہماری مدد کر، فانصرنا علی القوم الکافرین اور کفار کے مقابلہ میں ہمیں غلبہ عطا فرما۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ وہ دعا ہے جس میں گناہوں اور مشکلات سے بچنے کی راہ بتائی گئی ہے۔ مسلمانوں پر ہر زمانہ میں بڑے بڑے ابتلاء آئے ہیں، اور آج پھر ہمیں ایک بڑے ابتلاء کا سامنا ہے۔ ہمارے عرب بھائیوں کو ایک غاصب قوم کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ وہ قوم جس کو قرآن کریم نے مغضوب علیھم قرار دیا آج وہ طاقت کے نشہ میں ہے۔ وہ اس طاقت کے بل بوتے پر ہمارے عرب بھائیوں کو کچل دینا چاہتی ہے اور انہیں ہمیشہ کے لئے مغلوب کرنے کے لئے اس نے جنگ چھیڑ دی ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاجز بندوں پر رحم کرے گا۔ اس لئے ہمیں اللہ سے دُعا کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے بندوں کی خطاؤں سے درگذر کرے اور اس کا غضر اور رحم ان پر ہو اور دشمن ان پر غلبہ نہ پا سکے۔ آج تمام پاکستان میں یوم الدعا منانے کی تحریک کی گئی ہے۔ ہمیں بھی اس وقت اور تنہائی میں بھی اپنے بھائیوں کی نصرت اور فتح کے لئے دُعا کرنی چاہیئے۔ میں نے ان آیات کو خطبہ کا موضوع اسی لئے بنایا کہ عرب ہمارے بھائی ہیں، وہ چھ سال سے متواتر یہودیوں کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں اور اب ان کو علانیہ جنگ میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ ہمیں دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور انہیں فتح یاب کرے۔

اس دعا کو نمازِ جمعہ تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ دیگر نمازوں اور گھروں میں بھی دعائیں کرتے رہیں، اپنے عرب بھائیوں کے لئے بھی، اپنی جماعت کے لئے بھی اور عام مسلمانوں کے لئے بھی اس لئے کہ وہ ہماری مخالفت میں اس قدر اندھے ہو گئے ہیں کہ بالکل جھوٹی باتیں ہماری طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ہماری بات تک سننے کے لئے تیار نہیں، پہلے تو جو اعتراض کئے جاتے تھے ان کی کوئی بنیاد بھی تھی۔ اب تو بالکل جھوٹ پر جھوٹ بولا جاتا ہے وہ جو کسی نے کہا تھا کہ اتنا جھوٹ بولو کہ اسے سچ سمجھ لیا جائے اب ہمارے مخالف اسی پر عمل پیرا ہو کر اس طرح جھوٹ بول رہے ہیں کہ اس کا سر ہے نہ پیر، چنانچہ حال ہی میں نے ایک اخبار میں یہ پڑھا ہے کہ تحریک احمدیت اور یہودیت کا کچھ جوڑ ہے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے اہلِ کشمیر کو بنی اسرائیل قرار دیا ہے اور سری نگر میں حضرت عیسٰی کی قبر کی نشاندہی کی ہے۔ کس قدر حیرتناک امر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ عظیم الشان کارنامہ جو عیسائیت سے اسلام کو بچانے کے لئے آپ نے سرانجام دیا اور تاریخی واقعات اور قرآن کریم کی شہادت سے یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام صلیب پر مارے نہیں گئے، نہ آسمان پر اُٹھائے گئے بلکہ اپنی طبعی موت سے انہوں نے وفات پائی، اسی کو یہودیت کے ساتھ کچھ جوڑ قرار دیا جائے۔ وہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے متعلق فرمایا تھا یکسر الصلیب وہ صلیب کو توڑے گا۔ یعنے عیسائیت کو ناکام کر دے گا اس کو جھٹلایا جا رہا ہے۔ ان کے پاس اس جھوٹ کے پھیلانے کے لئے کافی ذرائع ہیں، اخبارات اور دوسرے بہت سے ذرائع ہیں لیکن ہماری آواز کمزور ہے۔ ہمارے پاس تو ایک دعا کا ہتھیار ہی ہے اس سے کام لیں۔ دوسرے لوگ جو جھوٹ بول کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر رہے ہیں وہ انشاءاللہ کامیاب نہیں ہونگے آپ دُعا کے ہتھیار سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں جھک کر اس کا فضل تلاش کریں۔ یہ جمعہ بہت مبارک اور دعاؤں کی قبولیت کا ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں تو انشاءاللہ تعالیٰ اس کا فضل ضرور نازل ہوگا۔

تو جیسا کہ میں نے کہا یہ کتاب (قرآن کریم) ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے اور متقیوں کے لئے ہدایت نامہ ہے اور متقی وہ ہیں جن کے وجود سے بدی کم ہوتے ہوتے مٹ جائے اور اس کی جگہ نیکی نشوونما پا کر کمال حاصل کر لے ہمیں دعا کرنی چاہیئے کہ اے اللہ ہماری خطاؤں سے درگزر کر اور ان کی سزا سے بچا لے، ہمیں گناہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھ اور پھر قضا و قدر کا ناقابلِ برداشت بوجھ ہم پر نہ ڈال، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے ہمیں دشمنوں پر فتح نصیب ہو۔

بحرِ حکمت کے موتی

دُکھ کی باتوں پر صبر کی تلقین

عن ابی موسیٰ رضؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قال لیس احدٌ اولیس شیئٌ اصبر علی اذیً سمعہٗ من اللّٰہ انّھم لیدعون لہٗ ولداً و انّہٗ لیعافیھم و یرزقھم۔

ترجمہ: حضرت ابوموسٰے رضؓ نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کوئی شخص یا کوئی چیز دُکھ کی باتوں پر جو وہ سُنے اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں وہ اللہ کے لئے بیٹا پکارتے ہیں اور وہ ان کو عافیت اور رزق دیتا رہتا ہے۔

نوٹ: از مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ :۔

یہ نصاریٰ کے لئے ایک پیشگوئی کا رنگ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دنیا خوب ملے گی اور عام رنگ میں بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لئے کسی کا رزق بند نہیں کرتا کہ وہ اس کا یا اس کی صفات کا انکار کرتا ہے۔

(فضل الباری)

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۴۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
دست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددینِ امت کو ماننا ضروری ہے

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحاد ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے ؛

بحرِ حکمت کے موتی

لا الٰہ الا اللہ کہنے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہے

صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فی البیوت میں ایک لمبی حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

ایک صحابی عتبان بن مالک کے متعلق جو انصار میں سے جنگِ بدر میں شامل تھے لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں مسجد میں نہیں آ سکتا آپؐ میرے گھر تشریف لے چلیں اور وہاں نماز پڑھائیں تاکہ میں اس کو نماز گاہ بناؤں، رسول کریم صلعم ان کی درخواست منظور کرتے ہوئے ان کے گھر تشریف لے گئے، اور گھر کے جس حصہ میں انہوں نے کہا حضور صلعم نے دو رکعت نماز پڑھائی، پھر آپؐ کی خدمت میں حلیم پیش کی گئی، اس وقت محلے والوں میں سے بھی چند آدمی وہاں آئے تو ان میں سے بعض نے کہا کہ مالک ابن دخشین منافق ہے، وہ اللہ اور رسول سے محبت نہیں کرتا، اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا لا تقل ذالک الا تراہ قد قال لا الٰہ الا اللہ یرید بذالک وجہ اللہ ایسا نہ کہو کیا تو نہیں دیکھتا کہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اس سے وہ خدا کی رضا مندی چاہتا ہے، معترض نے اس پر کہا کہ خدا اور رسول خوب جانتا ہے ہم تو اس کی توجہ اور خیر خواہی منافقوں کی طرف

باقی بر صفحہ کالم نمبر

خدا تعالےٰ کے بندے کون ہوتے ہیں
وہی جو اپنی زندگی کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ گرامی

اور حصول دنیا کو دین کا خادم سمجھ کر زندگی بسر کرتے ہیں

خدا تعالےٰ کے بندے کون ہوتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو جو اللہ تعالےٰ نے ان کو دی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ہی راہ میں وقف کر دیتے ہیں۔ اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا اپنے مال کو اس کی راہ میں صرف کرنا اس کا فضل اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں، مگر جو لوگ دنیا کی املاک و جائداد کو اپنا مقصود بالذات بنا لیتے ہیں۔ وہ ایک خوابیدہ نظر سے دین کو دیکھتے ہیں۔ مگر حقیقی مومن اور صادق مسلمان کا یہ کام نہیں ہے۔ سچا اسلام یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دے تاکہ وہ حیاتِ طیبہ کا وارث ہو۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ۔ اس وقف کی طرف ایما کرکے فرماتا ہے

من اسلم وجھہ للہ فھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ فلاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اس جگہ اسلم وجھہ للہ کے معنے یہی ہیں کہ ایک نیستی اور تذلل کا لباس پہن کر آستانۂ الوہیت پر گرے اور اپنی جان و مال آبرو، غرض جو کچھ اس کے پاس ہے خدا ہی کے لئے وقف کر دے۔ اور دنیا اور اس کی ساری چیزیں دین کی خادم بنا دے۔ کوئی یہ نہ سمجھ لیوے۔ کہ انسان دنیا سے کچھ غرض اور واسطہ ہی نہ رکھے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ اور نہ اللہ تعالےٰ دنیا کے حصول سے منع کرتا ہے۔ بلکہ اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ مومن کے تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے۔ اور دنیا اور اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو جیسے انسان کسی جگہ سے دوسری جگہ جانے کے واسطے سفر کے لئے سواری یا اور زادراہ کو ساتھ لیتا ہے تو اس کی اصل غرض منزلِ مقصود پر پہنچنا ہوتا ہے نہ کہ خود سواری اور راستہ کی ضروریات۔ اسی طرح پر انسان دنیا کو حاصل کرے۔ مگر دین کا خادم سمجھ کر ؛

(ملفوظات احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۱۰۔۱۱۱)

شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام

چند یادیں

مولوی محفوظ الحق علمی اور مہر محمد خاں کے متعلق

ایڈیٹر پیغام صلح کی مومنانہ فراست اور خلیفہ قادیان کی مجرمانہ غفلت

جناب مولوی محفوظ الحق صاحب علمی اور مہر محمد خاں صاحب دہلی تشریف لانے سے قبل جناب خلیفہ قادیان کے ذاتی اخبار الفضل کے عملہ میں بطور ایڈیٹرز منسلک تھے۔ ایک مدت تک ہر دو ایڈیٹران الفضل نے اپنی تحریرات کے ذریعہ جو اخبار الفضل میں بطور اداریہ شائع ہوا کرتی تھیں۔ قادیانی جماعت کے رُخ کو اندر ہی اندر جناب بہاء اللہ صاحب کے خیالات اور قادیانیوں کو بہائی تحریک کے ساتھ وابستہ کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ اس فتنہ کو سب سے پہلے مولانا مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر اخبار پیغام صلح لاہور نے محسوس کرتے ہوئے جناب خلیفہ قادیان اور دیگر قادیانی ذمہ دار ارکان جماعت کو اس خفیہ فتنہ کے بارہ میں جو قادیان میں پرورش پا رہا تھا۔ بروقت آگاہ کیا۔ لیکن جب انسان اپنے اغراض ذاتی اور مزعومہ خلافت کی مضبوطی میں اندھا ہو جاوے، تو نیک مخلصانہ نشاندہی اور سچی بات بھی اس کو کارگر نہیں ہوتی۔ چنانچہ جناب خلیفہ صاحب نے بروقت اطلاع کو ٹھکرا دیا بلکہ اس سے بڑھکر مولانا مولوی دوست محمد صاحب کی اس نشاندہی کو حسد اور بغض پر محمول کیا۔ لیکن اسلامی دنیا حیران رہ گئی۔ جب دو سال گذرنے کے بعد جناب خلیفہ قادیان نے مولوی محفوظ الحق علمی اور جناب مہر محمد خاں صاحب کو بہائی تحریک سے وابستہ ہونے کے باعث اخبار الفضل کے عملہ ادارت سے نکال دیا۔

دہلی میں مجھے کیونکر اس کی اطلاع ہوئی

مجھے دہلی میں ان ہر دو احباب کی اس وقت اطلاع ہوئی۔ جب جناب مولانا مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلمائے ہند نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہر دو مولوی محفوظ الحق علمی اور خان مہر محمد خاں صاحب کی تقاریر مولانا موصوف کے دولت کدہ پر ہوں گی اور ارشاد فرمایا کہ چونکہ ان کی تقاریر کا موضوع "قادیانی تحریک" ہے۔ اس لئے تمہیں ان کی تقاریر سننے کے لئے ضرور آنا چاہیئے اور تقاریر کے بعد سوال و جواب کا موقعہ دیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ جناب مولانا مولوی صاحب کے اس پیغام کے مطابق جب میں ان کے دولت کدہ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے دولت کدہ کا وسیع حصہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور جناب پادری احمد مسیح صاحب بھی ان میں موجود ہیں۔

مولوی محفوظ الحق صاحب علمی کی تقریر

جناب مولوی محفوظ الحق صاحب علمی نے قادیانیوں کے غالیانہ عقاید پر تقریر کی۔ لیکن وہ حضرت مسیح موعود مجدد الوقت پر کوئی کسی قسم کا اعتراض نہ کر سکے۔ تاہم انہوں نے حضرت مجدد الوقت کے الہامات کو موضوع بحث بنالیا اور بخیال خود بطور طنز ایسے الہامات سامعین کے سامنے پیش کئے جن کو سن کر حاضرین جلسہ کو ہنسی آجائے۔ وہ الہامات اس قسم کے تھے۔ مثلاً (۱) کمترین کا بیڑا غرق ہوگیا (۲) خاکسار پیپرمنٹ (۳) ایلی ایلی لما سبقتانی ایلی اوس (۴) ربنا عاج وغیرہ وغیرہ دوران تقریر اپنے مظلومانہ اخراج کا واقعہ یوں بیان کیا۔ کہ جس لڑکی کے ساتھ ان کی شادی ہوئی تھی۔ اس کے قریبی رشتہ دار اس کو (اغلباً مولوی صاحب کے ساتھ) قتل کر دینا چاہتے تھے چونکہ ان کی اپنی جان بھی سخت خطرے میں تھی۔ اس لئے وہ اپنی بیوی کی قطعاً کسی قسم کی مدد نہ کر سکتے تھے۔ اس قسم کی کوفت سے جو ان کے لئے برداشت کے قابل نہ تھی اندھیرے میں سے روشنی کی کرن ظاہر ہوئی۔ وہ اس طرح پر کہ ان کی بیوی کے قریبی رشتہ داروں کی مرزا صاحب کے الہام پر نظر پڑی "لا تقتلوا الزینب" یعنی زینب کو قتل مت کرو (زینب ان کی بیوی کا نام تھا) اور اس غیبی مدد سے ان کی اور ان کی بیوی کی جان بچ گئی وغیرہ وغیرہ

جب تقریر ختم ہوئی تو جناب پادری احمد مسیح صاحب نے حاضرین جلسہ سے مجھے مخاطب کیا۔ اور فرمایا کہ جب میرے نزدیک حضرت مرزا صاحب مسیح موعود مجدد الوقت ہیں اس لئے یہ فرض مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ کہ مولوی محفوظ الحق علمی صاحب نے جو الہامات پیش کئے ہیں میں صرف ان کی غرض وغایت بیان کروں۔ تا حاضرین جلسہ مرزا صاحب کے الہامات کے متعلق اپنی صحیح رائے قائم کرنے کے قابل ہو سکیں۔

مولوی محفوظ الحق صاحب سے ایک سوال۔

میں نے پادری صاحب کو جواب دیا کہ میں جناب مولوی محفوظ الحق علمی کی طنز آمیز تقریر کا ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ جناب مولوی علمی صاحب مجھے بتلائیں کہ قادیان سے چلے آنے کے بعد اب ان کا تعلق کس مکتب فکر کے ساتھ ہے کیونکہ جب تک مجھے ان کے مخصوص حلقۂ فکر کا علم نہ ہو اس وقت تک یعنی ان کی تقریر کا جواب صحیح طریق پر نہیں دے سکتا۔ میرے اس سوال کے جواب میں پس و پیش کرتے ہوئے جناب مولوی علمی صاحب نے فرمایا کہ میں اُن کو "محقق" سمجھ لوں میں نے اس جواب کو یوں غلط قرار دیا۔ کہ ان کی تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تحقیق کی حد کو پھلانگ کر یقین کے مقام کو حاصل کر چکے ہیں اور سچائی کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جرأت کے ساتھ بتلائیں کہ وہ اپنے آپ کو شریعت محمدیہ کا پابند سمجھتے ہیں اور کیا شریعت بہائیہ ان کے نزدیک قرآن کریم کی ناسخ ہے یا نہیں؟ اس پر مجمع میں سے ایک آزاد منش نے فرمایا۔ کہ اعتراض صرف ان کی تقریر پر ہونا چاہیئے۔ میں نے اس دوست کو عرض کیا۔ کہ بے شک سوال و جواب کا دائرہ ان کی تقریر تک محدود ہونا چاہیئے۔ لیکن مجھے یہ تو علم ہونا چاہیئے کہ میں گفتگو شروع کرنے سے پیشتر ان کو اسلامی مسلمات مد نظر رکھ کر جواب دوں یا عیسائی مذہب کے اصولوں کی بنا پر ان کی غلطیاں ان پر واضح کروں مگر سامعین جلسہ کی اکثریت نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ ان کو مولوی محفوظ الحق صاحب علمی کے مذہبی خیالات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ تو سننا چاہتے ہیں کہ الہامات مرزا جن کی نشاندھی علمی صاحب نے کی ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔ اس پر میں نے حاضرین مجلس سے عرض کی کہ اس وقت رات کے نو بج چکے ہیں مجھے وضاحت کے لئے کم از کم آدھ گھنٹہ کی ضرورت ہوگی۔ سامعین جلسہ نے جواباً کہا۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ میں آدھ گھنٹہ سے بھی زیادہ وقت لے سکتا ہوں اور ہم اس تقریر کو سنیں گے۔ مگر مرزا صاحب کے الہامات کا فلسفہ بیان کریں۔ ہم اس کو جاننا چاہتے ہیں۔ سامعین جلسہ کے اس اصرار پر میں نے محفوظ الحق علمی صاحب کی تقریر کا جو جواب دیا اس کا خلاصہ اپنی یادداشت کی بناء پر درج ذیل کرتا ہوں:—

مولوی محفوظ الحق صاحب علمی کی تقریر کا جواب۔

میں نے سامعین پر واضح کیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہامات کا مقام اپنی کتاب مواہب الرحمٰن مطبوعہ سنہ ۱۹۰۳ء میں یوں بیان فرمایا ہے:—

"قرآن مقدم بر ہر چیز است و وحی حکم یعنی مسیح موعود مقدم است بر احادیث ظنیہ بشرط اینکہ قصہ ہائے آں حدیث بقصہ ہائے قرآن مطابقت ندارند۔ یعنی در قصہ ہائے آں حدیث و قرآن شریف باہم مخالف باشد"

(مواہب الرحمٰن ص ۶۹)

اس حوالہ سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت مرزا اپنے الہامات کو ان ظنی احادیث پر ترجیح دیتے ہیں جو کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہوں اور جو ظنی احادیث قرآن کریم کے مطابق ہیں۔ اپنے الہامات کو ایسی ظنی احادیث کے بعد قابل قبول سمجھتے ہیں

حضرت مرزا صاحب کا اپنے الہامات کے متعلق عمل

چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ایک عملی واقعہ پیش آیا، اور اس واقعہ سے حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہامات کی پوزیشن کو خود صاف فرما دیا ہے، ایک سال رمضان المبارک کے ختم ہونے پر عیدالفطر کا چاند قادیان میں نظر نہیں آیا۔ سب احمدیوں نے روزے رکھے اسی رات حضرت مسیح موعود کو اس مفہوم کا الہام ہوا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ "عید آج ہے"۔ صبح جب اس الہام کی اشاعت ہوئی۔ تو بہت سارے احمدیوں نے اس الہام کی بناء پر روزے توڑ دیئے۔ جب حضرت مسیح موعود کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے قادیان کے سب احمدیوں کو مسجد میں اکٹھا کیا اور ان سے دریافت کیا کہ انہوں نے آج کا روزہ کیوں توڑ دیا ہے۔ ایسے احمدیوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کے ذریعہ یہ اطلاع دے دی ہے کہ عید آج ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کی اس خبر کی موجودگی میں روزہ کیونکر رکھ سکتے تھے۔ ایسے احمدیوں کا یہ جواب سُن کر حضرت مسیح موعود کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا۔ اور فرمایا۔ کہ شریعت اسلامیہ

(باقی بر صفحہ کالم ۴)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۷ر نومبر ۱۹۷۳ء

تکمیلِ دین اور اتحادِ بنی نوعِ انسان

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (المائدہ - ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا۔ نیز تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا۔

حالیہ عرب اسرائیل جنگ نے ایک مرتبہ پھر سے کئی ایک عظیم و عالمگیر اُصولوں کو اُجاگر کر دیا ہے۔ بیسویں صدی تہذیب میں ابھی تک اخلاقی و انسانی اقدار کی بجائے جنگل کا وحشیانہ قانون جس کی لاٹھی اُس کی بھینس، جاری ہے۔ انصاف وعدل کی بجائے بین الاقوامی اُمورِ قومی و وطنی تعصبات اور بڑی طاقتوں کے مالی مفادات کی روشنی میں طے پاتے ہیں، کمزوروں پر ظلم و زیادتی روا رکھنا حبّ الوطنی کے عین مطابق اور قومی عصبیت کے موافق سمجھا جاتا ہے، جب تک کوئی قوم یا ملک اپنے حقوق کی حفاظت خود نہ کرے بین الاقوامی ادارے اس کی حمایت و امداد سے بے بس رہ جاتے ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ بندی کی بین الاقوامی منظور شدہ شرائط پر آج تک کیوں عمل نہ کیا گیا؟ یہ ایک ایسا اہم سوال ہے جس کا جواب بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ بڑی طاقتوں کے وطنی و نسلی تعصبات اور اقتصادی مقتضیات سدِّ راہ ہوئے۔ اگر ان شرائط پر عمل ہو گیا ہوتا تو موجودہ خونریزی اور طرفین کی تباہی ہرگز واقع نہ ہوئی ہوتی۔ عرب ممالک کے باہم اتحاد و اتفاق سے بالخصوص اور جملہ اسلامی ممالک کے ان کی حمایت میں دلی مظاہرہ سے بالعموم یہ امر دنیا پر اب عیاں ہو گیا ہے کہ اسلام نے قومیت اور وطنیت کے تنگ دائروں سے بالاتر ایک اور رُوحانی و اخلاقی برادری یعنی اخوتِ اسلامیہ قائم کی ہے جس کی بناء حق و انصاف کے اصولوں کی تائید اور کمزوروں اور مظلوموں کی حمایت پر رکھی گئی ہے۔ یہ ایک عظیم و اہم اقدام ہے جس کی نشاندہی پھر سے اسلام کے نام لیواؤں نے اس وقت دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ گذشتہ صدی میں اسلامی ممالک نے مغربی تہذیب کی کورانہ تقلید میں اپنی ترقی و خوشحالی ..... مادیت اور قومیت کے مقتضیات کو اپنانے میں سمجھی جس کے مقابل نہ تو انسانی و اخلاقی اقدار کی کوئی پروا کی گئی اور نہ ہی عالمگیر اخوتِ اسلامیہ کی عظیم و نعمت کی قدر کی گئی۔ بیسویں صدی کے واقعات نے مسلمانوں کی آنکھوں پر سے یہ پردہ ہٹا دیا ہے کہ وہ الگ الگ قومیت کی بناء پر اپنے اپنے منصفانہ حقوق کی حفاظت کر سکتے ہیں، دینِ اسلام کی بناء پر قائم کردہ اس عالمگیر اخوت و طاقت کا مظاہرہ دنیا نے ایک مرتبہ پھر سے ملاحظہ کر لیا ہے جملہ عرب ممالک کے اتحاد کی بناء تو قومی مفادات پر قرار دی جا سکتی ہے لیکن جملہ افریقی ممالک، ایران، ترکی اور پاکستان و دیگر اسلامی ممالک کی عربوں کی تائید کا جواز بجز دینی اخوت کے اور کیا ہے۔ بدقسمتی سے ابھی تک بعض مسلمان بھی کامل طور پر تنگ دائرہ مغربی قومیت سے باہر نکل نہیں سکے جس کے باعث پاکستان ایسے ملک میں جو خالصتاً اخوتِ اسلامیہ کے جذبۂ اتحاد پر تعمیر ہوا تھا چار قومیتوں کا نعرہ بلند کرنے والے ابھی موجود ہیں۔

دینِ اسلام چونکہ ایک ایسا دین ہے جس کی بناء فطرتِ صحیحہ پر رکھی گئی ہے اس لئے اس نے جن اصولوں کو قائم کیا ہے وہ انسانی فطرت کا جزو ہیں۔ انسانی فطرت میں یہ امر مرکوز ہے کہ حق و انصاف کے مقابل دیگر فروعی اختلافات کو نظرانداز کر دیا جائے، اسی لئے اسلام نے جس خدا کی عبادت کی تعلیم دی ہے، وہ رَبُّ العٰلَمِین کی عالمگیر صفت سے متصف ہے، جس کا واحد قانون حق و انصاف کے ساتھ بلاتخصیص و تعصب قوم وطن، نسل و رنگ ہر انسان پر یکساں جاری و ساری ہے۔ توحید پر جس قدر زور اسلام نے دیا ہے اس کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ وحدتِ بنی نوعِ انسان کا دار و مدار بھی اسی پر ہے۔ انسان کی سچی و صحیح فطرت کے تقاضے یہی ہیں جنہیں اسلام نے خدائی کلام کی شہادت سے پیش کیا ہے۔ ربّ العٰلمین کی اس شان اور توحیدِ الٰہی کی اس عظیم شاخ یعنی وحدتِ نسلِ انسانی کو منوانے کی جس قدر ضرورت دنیا کو آج ہے پہلے کسی زمانہ میں ایسی ضرورت لاحق نہ ہوئی تھی۔ پہلے ادوار میں قومیں الگ تھلگ پڑی تھیں، نہ مواصلات کے موجودہ تیز رفتار کے ذرائع ایجاد ہوئے تھے نہ ہی اس سرعت و کثرت سے باہم میل جول ہوا تھا اس لئے عالمگیر نظریۂ انسانیت کی ایسی بڑی حاجت نہ تھی، لیکن اس وقت جبکہ جسمانی اور ذہنی پہلوؤں سے قومیں ایک ہو چکی ہیں، ان کا اخلاقی اقدار اور رُوحانی نظریات میں متحد ہونا ازبس ضروری ہو چکا ہے۔ اسلام کا کمال امتیاز یہی ہے کہ اس کی الٰہی تعلیم عین ایسی ضرورت کے وقت پر آئی جب اس کے بغیر عالمگیر امن و اتحاد قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جب قومیں الگ الگ اپنے اپنے تنگ ملکی و قومی دائروں میں سوچ رہی تھیں، قرآن کریم نے ایک عالمگیر انسانی نظریہ کے ذریعہ بنی نوعِ انسان کو ایک اخوت میں منسلک کرنے کا نظریہ و عمل دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تو عرب میں باہمی خانہ جنگی اور خاندانی رقابت کا دور دورہ تھا کہ اچانک دینِ اسلام کا عالمگیر پیغامِ اخوت ظہور میں آیا جس نے مختلف اقوام میں جسمانی اختلاط و ارتباط سے قبل رُوحانی و اخلاقی اتحاد و اخوت کا نظریۂ حیات قائم کر دکھلایا۔

اس وقت پھر ظہورِ اسلام سے ماقبل عرب جیسی حالت کا نقشہ دنیا پیش کر رہی ہے جہاں تنگ نظریوں اور محدود دائروں کی رقابتیں اور مفاد، حق و انصاف اور انسانی حقوق کی پامالی پر تُل چکی ہیں، اگر ان تعصبات سے دنیا نے نجات پا کر عالمگیر امن و اتحاد اور ترقی و خوشحالی پر گامزن ہونا ہے تو سوائے اس کے اور کوئی راہ نہیں کہ جیسے ایک مغربی مصنف نے بھی کہا ہے: موجودہ تہذیب کو دینِ اسلام سے یہ سبق سیکھنا لازم ہے۔

دین و مذہب کا حقیقی مُدعا انسانوں کو باہم محبت و اتحاد کے عالی جذبات سے منسلک کرنا ہے، اس غرض کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ مادی مفادات اور جزوی اختلافات کو حق و انصاف کے تقاضوں کے تابع کیا جائے۔ ابتداء میں انسانی معاشرہ کی صورت قومی رنگ کی تھی تو ان زمانوں میں ضرورت کے تحت قومی اتحاد و اتفاق کی تعلیم الہامِ الٰہی نے دی، اور مختلف مذاہب نے قومی حد تک اتحاد و اخوت کا پیغام دیا۔ لیکن ظہورِ اسلام سے چونکہ دنیا نے بجائے قومی پیمانہ پر ترقی کے عالمگیر سطح پر انقلاب پذیر ہونا تھا اس لئے ایسی ضرورت کے مطابق دینِ اسلام نے عالمگیر پیغامِ اخوت و اتحاد دنیا کو دیا۔ یہی وہ عالمگیر پیغامِ اتحادِ انسانیت ہے جس سے اس دین کا کامل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر ایک طرف تعلیمِ فرقان نے ایسے عالمگیر اتحاد و اخوت کی بنیاد خدائی صفات ربّ العٰلمین اور توحیدِ باری تعالےٰ پر رکھی تو دوسری طرف ختمِ نبوت کے محکم اصول پر اسے قائم کیا۔ عالمگیر انسانی اتحاد کا تقاضا ہے کہ اخوتِ اسلامی کی بناء ایک عالمگیر پیغام، اور ایک عالمگیر رسول ؐ کے علم کے ماتحت ہو۔ اگر یہ امر درست ہے کہ پیغامِ اسلام نے عالمگیر اتحاد قائم کرنا ہے تو اس کے لئے ایک عالمگیر رسول ؐ جن کے وجود پر عالمگیر اتحاد قائم ہو، کے اصول کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے، پس ختمِ نبوت کا ثبوت دینِ اسلام کے کامل دین ہونے کے ساتھ منسلک ہے۔ مسلمانوں میں سے جو اصحاب کسی رنگ میں ختمِ نبوت یا کلمہ گویوں کے دائرہ اخوت میں شامل ہونے کے منکر ہیں وہ غور کریں کیا حقیقتاً وہ اپنے ایسے انکار سے دینِ اسلام کے کامل دین ہونے کا انکار تو نہیں کر رہے، کیونکہ جب دائرۂ اتحاد و اخوتِ اسلامیہ ایک کلمہ اور ایک نبی کے علم کے تحت قائم نہ رہ سکا تو ایسی صورت میں دینِ اسلام کیسے کامل ہوا؟ تکمیلِ دین کا تقاضا یہ ہے کہ اب دینی اخوت و اتحاد کا رشتہ ایک رسول اور ایک کلمہ پر قائم ہو، لہذا آپؐ کے بعد کسی اور وجود پر ایمان لانا اخوت میں منسلک ہونے کے لئے ضروری نہ ٹھہرا۔ جس طرح حق و انصاف کے انسانی حقوق تب ہی برقرار رہ سکتے ہیں جب تک مادی مفاد اور نسلی قومی تعصبات اس عالمگیر اصول کے سدِّ راہ نہ ہوں اسی طرح عالمگیر انسانی اخوت کا نظریہ بھی تب ہی پروان چڑھ سکتا ہے جب فروعی اختلافات اور فرقی تنازعات، عالمگیر کلمہ و کعبہ اور ختمِ نبوت کے اصولوں سے متصادم نہ ہوں۔

——— (ا - ب) ———

سورۃ فاتحہ کو بار بار نمازوں میں پڑھنے کی غرض اور مقصد

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں انسان ان کو اپنے اندر لینے کی کوشش کریں۔

اسلام کی تاریخ ایسے خدا رسیدہ لوگوں سے بھری پڑی ہے جس کی نظیر دوسری قوم میں نظر نہیں آتی۔

خطبہ عید الفطر مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۳ء فرمودہ حضرت امیر مولٰینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

سورۃ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:۔

سورۃ فاتحہ تمام دنیا کے مسلمان دن رات کی پانچ نمازوں میں بار بار پڑھتے ہیں۔ صبح کی نماز میں چار مرتبہ، ظہر کی نماز میں بارہ دفعہ، عصر میں چار مرتبہ، شام کی نماز میں پانچ دفعہ اور عشاء میں نو دفعہ پڑھی جاتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا اس اُمت پر بہت بڑا احسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس سورت کو نمازوں میں بار بار پڑھنا سکھایا اس میں خدا تعالیٰ نے اپنی شان اور صفات حسنہ کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کو نرا پڑھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں، دیکھنا یہ ہے کہ ان صفات کو بار بار دہرانے کا مقصد کیا ہے، مقصد یہ ہے کہ ہم بھی ان صفات کو اپنے اندر لینے کی کوشش کریں۔ جیسا کہ فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق اور اس کی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ یہی غرض ہے اس سورت کو بار بار نمازوں میں پڑھنے کی، کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی ربوبیت کا جو ذکر کیا ہے، ہم بھی اپنی استطاعت کے مطابق اس سے حصہ لیں اس کی صفت رحمانیت و رحیمیت کو اپنے اندر پیدا کریں، اس کے بغیر نرا اس سورت کو پڑھتے رہنا بے فائدہ ہے، اندازہ لگایئے محمد رسول اللہ ایک اُمی شخص ہیں، امیوں میں پیدا ہوئے، لیکن انسان کی بھلائی کے لئے کس قدر اعلیٰ درجہ کا سبق انہوں نے دیا ہے، دوسری قوموں کو دیکھئے، ہندو کہتا ہے کہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو مانے بغیر مکتی نہیں ہو سکتی، وہ تو ایک دور افتادہ اور درماندہ قوم تھی، جس نے یہ سبق دیا، یورپ کے لوگ اس قدر اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح کے مصلوب ہونے پر جب تک ایمان نہ لایا جائے نجات نہیں ہو سکتی، غور کیجئے مسیح کی مصلوبیت کا ہمارے اخلاق و کردار کے ساتھ کیا تعلق ہے اور ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو ماننے سے ہمارے اخلاق کیسے سدھر سکتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے ہمیں یہ سبق دیا ہے تخلقوا باخلاق اللہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو، اس غرض سے سورت فاتحہ کو بار بار نمازوں میں پڑھنے کا حکم دیا، تاکہ ہر دفعہ اس سورت کو پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اخلاق ہماری آنکھوں کے سامنے رہیں، فرمایا صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ خدا کا رنگ اپنے اندر پیدا کرو، اس سے بہتر کونسا رنگ ہو سکتا ہے۔

آج روشنی کا زمانہ ہے، دنیا نے ہر رنگ میں ترقی کی ہے، لیکن اخلاق و کردار کی بلندی جو محمد رسول اللہ صلعم نے سکھائی وہ کسی مذہب، کسی قوم میں نظر نہیں آتی یہ الٰہیات کا نکتہ ہے کہ خدا کی صفات کو اپنے اندر پیدا کیا جائے۔ اس سے بڑا کوئی نکتہ اخلاقیات نہیں ہو سکتا۔ یہی غرض روزہ رکھنے کی ہے کہ اپنے قویٰ پر حکومت کرنا ہم سیکھیں چاہیئے کہ آج ہم اقرار کریں کہ جس طرح مہینہ بھر روزے رکھنے سے ہم نے اپنی نفسانی خواہشات کو نظر انداز کیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے حکم سے کھانے پینے اور ہر قسم کی اخلاقی بے اعتدالیوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں، اسی طرح سال بھر اپنے نفس پر حکومت کرتے ہوئے کسی قسم کی بد اخلاقی کے نزدیک نہیں جائیں گے، میں چھوٹا سا تھا، ایک بچہ کو جس نے روزہ رکھا ہوا تھا، اس کے والدین اس کو ایک کوٹھڑی میں لے گئے اور اس سے کہا کہ اب کچھ دیر کے بعد روزہ کھل ہی جائے گا، تمہارا روزہ ہو گیا، تم یہاں اندر بیٹھ کر کچھ کھا پی لو۔ لیکن اس نے نہ مانا اور اس نے کہا کہ میں ماں باپ کی خاطر وقت سے پہلے روزہ نہیں توڑ سکتا، کیا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ دیکھتا ہے اس کے حکم کو مقدم کیا جائے۔ یہی مقصد روزوں کا ہے کہ ہم کبھی آئندہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہ ہو ورنہ روزہ کا مقصد جاتا رہا۔ کیا ہمیں بھوکا رکھنے سے خدا کو کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے ہرگز نہیں، اس کا مقصد ہماری جسمانیات کو کم کر کے ہماری روح کو ترقی دینا ہے، یہ جسم آخر کار قبر میں جائے گا تو اسے کیڑے کھا جائیں گے۔ اس لئے رُوح کی بلندی کے لئے کام کرو۔ اس بلندی کو حاصل کرنے کے لئے یہ تیس دن کی مشق کرائی گئی ہے۔ مبارک ہے وہ قوم جس کے افراد خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اپنا وطن چھوڑ کر اس جگہ جاتے ہیں جہاں ہزارہا انسان کالے اور گورے، امیر اور غریب، مختلف زبانیں بولنے والے جمع ہوتے اور خدا کے در کے آگے شانہ بہ شانہ کھڑے ہو کر اخوت انسانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ ہے کمال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ ہر قسم کے اختلافات کے باوجود سب انسانوں کو ایک کر دیا، دنیا میں بار بار یہ خواہش کی گئی کہ مختلف قوموں میں اتحاد پیدا ہو، محمد رسول اللہ صلعم نے بین الاقوامی اتحاد پیدا کرنے کے لئے یہ نکتہ بتایا کہ سب قوموں کے پیغمبروں پر ایمان لایا جائے۔

ہمیں چاہیئے کہ اس نکتہ کے پیش نظر دنیا میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریں، اپنے اخلاق و اعمال میں نیکوکاری اختیار کریں، پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں، دکاندار لین دین میں دیانت و امانت سے کام لیں، تمام لوگ اپنے اپنے کاروبار میں حلال کی روٹی پیدا کریں کلوا من الطیبات .... واعملوا صالحًا۔ چاہیئے کہ پاکیزہ روٹی پیٹ میں جائے۔ اس سے اعمال و اخلاق میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، اس قوم کی تاریخ ان لوگوں سے بھری ہوئی ہے، جنہوں نے محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم پر عمل کر کے روحانیت میں بلند درجات حاصل کئے۔ کس قدر اولیا کس قدر مجدد دین اس امت میں پیدا ہوئے کوئی مذہب ایسا نہیں جس کی تاریخ ایسے بلند پایہ خدا رسیدہ انسانوں سے ممیز ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم کو ایسا پھل لگتا ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں، ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو ماننے سے دنیا کو کیا حاصل ہوا۔ سورج اور چاند کی پرستش کرو، درگا کی پرستش کرو، دریاؤں اور آگ کی پوجا کی جائے، کس کس کے آگے انسان سربسجود ہو اور اس سے اخلاق و اعمال پر کیا اثر پڑ سکتا ہے، عیسیٰ مسیح کی پھانسی پر ایمان لانے سے کیا حاصل ہو سکتا ہے، محمد رسول اللہ صلعم پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ ان کی تعلیم زندہ ہے جس سے انسانوں کے اخلاق و اعمال سدھرتے ہیں، وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ اس تعلیم سے مخلوقِ خدا کی بہبودی کی تمام ضروریات جو تھیں وہ خدا نے مہیا کر دیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

بحرِ حکمت کے موتی

(بقیہ صفحہ اوّل)

دیکھتے ہیں، تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔

فانّ اللہ عزّ وجلّ قد حرّم علی النار من قال لا الٰہ الا اللہ یبتغی بذالک وجہ اللہ۔ اللہ عزّ وجلّ نے اس شخص پر آگ کو حرام کر دیا ہے جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کی رضا مندی چاہتا ہو۔

اس حدیث پر حضرت مولٰینا محمد علیؒ نے حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:۔

مالک بن دخیشن یا دخیشن کے متعلق ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ وہ بدری تھا۔ یعنی غزوہ بدر میں شریک تھا۔ اور ابن اسحاق نے مغازی میں لکھا ہے کہ مسجد ضرار کے جلانے کے واسطے جو دو آدمی نبی کریم صلعم نے بھیجے تھے ان میں ایک مالک بن دخیشن بھی تھا۔ اس مجلس میں کسی شخص نے منافقوں سے کچھ ان کا میل جول دیکھنے کی وجہ سے ان پر بدگمانی کرتے ہوئے انہیں بھی منافق کہہ دیا تو رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کلمہ پڑھتا ہے اس کے حق میں ایسا نہ کہنا چاہیئے۔

تکفیر کے شیدائیوں کے لئے آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد پھر قابلِ غور ہے۔ بلکہ اس میں اللہ کی رضا کی شرط ہے۔ لیکن

حضرت بانئ سلسلہؑ اور جماعت احمدیہ کے بارہ میں مسلم اکابرین کی صادق آراء

مولینا ابوالکلام آزاد مرحوم کے نزدیک موجودہ مسلمانوں کی ایمانی و اخلاقی زبوں حالی

(۵)

حضرت بانئ سلسلہؑ اور جماعت احمدیہ نے اس زمانہ میں احیاءِ اسلام کے لئے جو عالمگیر انقلاب بپا کیا ہے باوجود اس حقیقت کے اعتراف کے نکتہ چینی اس امر پر ہے کہ حضرت اقدسؑ مدعی الہام کیوں بنے؟ حالانکہ آج احیاءِ دین کا عین تقاضا ہی یہ ہے کہ کوئی ایسا مردِ کامل میدان میں کھڑا ہو۔ علاوہ دعاوی اور الہام پر اعتراضات کے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمان علماء کو بالخصوص اور مسلمانوں کو عموماً سخت الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ عوام جذبات و جہالت سے مغلوب ہو کر مشتعل ہو جائیں۔ عقل و خرد سے کام لینا ترک کردیں اور مخالفت میں اندھے ہوجائیں۔ اس سے پہلی دو قسطوں میں ہم مولینا آزاد صاحب مرحوم کی تحریروں سے دو امور پر روشنی ڈال چکے ہیں اولاً اس امر پر کہ کسی فرد یا تحریک کے عملی اقدامات کو نظر انداز کر کے اس کے چند اقوال کو معیار قرار دے کر اس کی بابت کوئی فتویٰ عائد کرنا قطعاً اسلامی اور درست روش نہیں لیکن مولینا صاحب کے نزدیک اعمال و اقدامات کی بجائے معیارِ صداقت بعض متشابہ اقوال اور الہامات قرار دے دیئے جاتے ہیں۔ دوئم مولینا صاحب کی تحریر سے ہم نے مقامِ دعوتِ عظیمہ تجدید و احیاءِ امت کی بلندشان اور ایسی دعوت الی الخیر و نہی عن المنکر سے ازبس وابستگی کی وضاحت کی تھی۔ موجودہ قسط میں مولینا صاحب کے تذکرہ سے اس امر پر روشنی ڈالی جاتی ہے کہ آپ کے نزدیک اس زمانہ کے علماء اور عوام کی ایمانی و اخلاقی زبوں حالی کس درجہ انحطاط پر ہے۔ یوں تو علاوہ مولینا صاحب کے دیگر ہمدرد و بہی خواہانِ قوم اس امر پر متفق ہیں۔ مثلاً علامہ اقبالؒ نے اپنی نظموں میں خصوصاً "جواب شکوہ" میں یہی رونا رویا ہے، جب کہا ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود ٭ یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو ٭ تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

مولینا الطاف حسین حالیؔ مرحوم نے تو قوم کی مرثیہ خوانی پر پوری ایک کتاب "مسدسِ حالی" تحریر کر دی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

رہے اہلِ قبلہ میں جنگ ایسی باہم ٭ کہ دینِ خدا پر ہنسے سارا عالم

کرے کوئی اصلاح کا گر ارادہ ٭ تو شیطان سے اس کو سمجھو زیادہ!

ستاؤں، چشم بد دُور، ہیں آپ دیں کے ٭ نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی ٭ مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی

یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ ٭ یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

چنانچہ سرسید احمد خان جنہیں اب پاکستان کی بنیادیں رکھنے والا قرار دیا جاتا ہے کو ان کے وقت کے علماء نے کافر و بے دین اور انگریز کا پٹھو قرار دیا تھا۔

مولینا آزاد صاحب نے بھی مسلمان قوم کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا، موجودہ قسط میں اس بارہ میں آپ کی تحریر سے اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔

جب قوم میں فساد و شر اس حد تک غالب آجائے کہ عام طور پر اصلاح و ہمدردی کی بات سننے پر بھی نہ صرف کوئی تیار نہ ہو بلکہ اس کے برخلاف جنگجوئی پر کمربستہ ہو جائے تو ایسے وقتوں میں خیر خواہی کا تقاضا یہی ہوا کرتا ہے کہ فتنہ و فساد کو بے نقاب کیا جائے۔ قرآن کریم نے جہاں لیسوا سواءً من اھل الکتاب فرما کر کفار میں صالح و بے شر عنصر کا اقرار کیا ہے وہاں مفسد و شر پسند طبقہ کفار کے لئے سخت سے سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

پھر یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفین کے لئے سخت الفاظ میں پہل نہیں کی بلکہ برابر دس سال تک اپنے دعاوی کے قرآن و سنت کے مطابق اور حق و حکمت کے تقاضوں کے موافق ہونے پر دلائل دیتے رہے۔ دشنام دہی و بہتان طرازی کے رذیلہ کی ابتداء اور اس پر اصرار اور انتہا ہمیشہ مخالفین کی جانب سے ہوئی، نہ آپ نے کسی مخالف کو سخت الفاظ کہنے میں پہل کی اور نہ ہی مسلمان قوم سے کسی قسم کی علیحدگی اختیار کی۔ جب تک معاندین نے باہمی اختلاف کو بناء فساد و بے امنی اور شر و ہنگامہ خیزی نہیں بنالیا۔ دعوے کے پورے دس سال تک کسی قسم کی دنیاوی یا دینی علیحدگی اختیار نہ کی البتہ جب علماء کے فتاوے کے تحت عوام نے امن عامہ میں خلل اندازی نہ چھوڑی تو ترکِ شر و فساد کی خاطر علیحدہ رہنے کی ہدایت کی۔ حال ہی میں اس اخبار کے کالموں میں حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ اپنے مخالفین کے لئے جہاں آپ نے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں وہاں ایسے مخاطب صرف مفسد و شر پسند اشخاص ہی ہیں۔ نہ تو آپ کے نزدیک مسلمان قوم کے جملہ افراد مفسد ہیں اور نہ ہی وہ ایسے خطابات کے مستحق ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جب عدالت میں کفر بازی سے رجوع کیا تو آپؑ نے بھی اسی وجہ سے آپ کو کافر نہ کہنے کا اقرار کیا۔ میاں فضل حسین صاحب نے علامہ اقبال کی معیت میں سیالکوٹ میں جب آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے نزدیک آپ کے نہ ماننے والے کافر ہیں، تو آپ نے قطعی انکار سے اس کا جواب دیا۔ پھر آخری ایام میں لاہور میں بھی دوسری مرتبہ میاں صاحب نے پوچھا تو بھی یہی فرمایا کہ ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے، جب تک وہ ہمیں کافر نہ کہے۔ اس پر میاں صاحب نے کہا کہ آپ اسے پھر بھی کافر نہ کہیں تو فرمایا اس سے حدیث کی تکذیب لازم آتی ہے۔ پس معیارِ شریعت قرآن و سنت کو ہی ٹھہرایا نہ کہ اپنے دعوے یا الہام کو۔ لہٰذا تفریق کے تمام سامان مخالفین نے خود پیدا کئے۔ آپ نے جو کچھ ان کے مقابل کیا وہ محض دفاعی اور حفاظت خود اختیاری کے اصول کے ماتحت کیا۔

قوم اور علماءِ سوء کا جو نقشہ بمطابق احادیث نبوی، مولینا ابوالکلام آزاد نے اپنی تحریروں میں کھینچا ہے وہ ملاحظہ ہو:۔

(ا۔ب)

علماءِ سوء کا غیر اسلامی و غیر انسانی رویہ

تاریخِ عالم کی پرانی سے پرانی گمراہی کا سرچشمہ اگر ڈھونڈا جائے۔ تو یہی سوءِ فہم کا فتنہ نکلے گا۔ بتلانے والوں نے کیا کہا تھا۔ اور سمجھنے والوں نے کیا سمجھا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ دنیا کے تمام بانیانِ ادیان و ملل میں سے کسی نے بھی شرک و انسان پرستی کی تعلیم نہیں دی تھی۔ پرانی سے پرانی بات جو دنیا میں کہی گئی، صرف سچائی اور خدا پرستی ہے لیکن معلوم ہے کہ ان کے ماننے والوں نے شرک و بت پرستی کا راستہ اختیار کیا اور اپنی ساری کج فہمیوں کو انہی کی جانب منسوب کر دیا۔ جب انبیاء کرام علیہم السلام کے ارشاداتِ محکمہ کو ان کے پیرو نہ سمجھے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی صاف صاف تمثیلوں کو کیا سے کیا بنا دیا تو پھر عامہ مصلحین امت و صلحاء طریق کہ بے چارہ کار و درماندہ احوال و دل باختہ کشاکش تلوین و تمکین ہیں، اس فتنہ سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟

آنکس ست اہلِ بشارت کہ اشارت داند ٭ نکتہا ہست بسی محرمِ اسرار کجاست؟

غرضیکہ علماءِ سوء اور مشائخ دنیا پرست پر ان لوگوں کی بے پردہ حق پرستیاں بہت گراں گزریں۔ جو لوگ صداقت پسند تھے ان میں سے بھی بعض غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طرف سے مخالفت ہونے لگی۔ پہلے تضلیل و تکفیر کا سلسلہ چلا، پھر قتل

سلسلہ تک نوبت پہنچی - مخالفت کا بڑا سبب یہ ہوا کہ یہ لوگ اعلان حق میں بڑے ہی بے باک و شدید تھے - اور سب سے زیادہ علماء دنیا کو ان کی ہوا پرستیوں اور غفلتوں پر سرزنش کرتے تھے - یہی چیز ہر زمانے میں ہر مصلح کو علماء عہد کی نظروں میں مبغوض بنا دیتی ہے۔" (تذکرہ ۵۶)

مولانا آزاد کی نظر میں علماء سوء کا مقام

"یہ اس گروہ کا آئین اور لاینفک خاصہ ہے - سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے - لیکن علماء دنیا پرست کبھی ایک جا اکٹھے نہیں ہو سکتے - کتوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے - لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے - یہی حال ان سگان دنیا کا ہے - ساری باتوں میں متفق ہو جا سکتے ہیں - لیکن دنیا کی ہڈی جہاں سڑ رہی ہو - وہاں پہنچکر اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھ سکتے - ان کا سرمایہ ناز علم حق نہیں ہے - جو تفرقہ مٹاتا اور اتباع سبل متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراط مستقیم پر چلاتا ہے - بلکہ یکسر علم جدل و خلاف ہے - نفس پرستی اس کی کثافت کو خمیر کر دیتی اور دنیا طلبی کی آگ اس کی ناپاکی کے بخارات کو اور زیادہ تیز کرتی رہتی ہے - فساق و فجار خرابات میں بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کی تندرستی کا جام صحت پیتے ہیں - اور چور اور ڈاکو مل جل کر رہزنی کرتے ہیں - مگر یہ گروہ خدا کی مسجد اور زہد و عبادت کے صومعہ و خانقاہ میں بیٹھ کر بھی متحد و یک دل نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ ایک دوسرے کو درندوں کی طرح چیرتا پھاڑتا اور پنجہ مارتا رہتا ہے - میکدوں میں محبت کے ترانے اور پیار اور اُلفت کی باتیں سننے میں آجاتی ہیں - مگر عین محراب مسجد کے نیچے پیشوائی و امامت کے لئے ان میں سے ہر ہاتھ دوسرے کی گردن پر بڑھتا اور خونخواری کی ہر آنکھ دوسرے بھائی کے خون پر لگی ہوتی ہے - حضرت مسیح علیہ السلام نے احبار یہود سے فرمایا تھا "تم نے داؤد کے گھر کو ڈاکوؤں کا بھٹ بنا دیا ہے" ڈاکوؤں کے بھٹ کا حال تو نہیں معلوم لیکن ہم نے مسجدوں کے صحن میں بھیڑیوں کو ایک دوسرے پر غراتے اور خون آشام دانت مارتے دیکھا ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۱۲۴ — ۱۲۵)

"قرآن حکیم نے صاف صاف لفظوں میں بتلا دیا تھا - کہ یہودیوں کی ضلالت و مغضوبیت وملعونیت کے اعمال خبیثہ میں سے ایک بڑا فتنہ تھا - کہ شریعت الٰہی کے احکام قطعیہ و مصلحہ سے بچنے کے لئے طرح طرح کے حیلے حوالے اور بہانے نکال لیتے تھے - اور سمجھتے تھے کہ خدا کا معاملہ بھی فریب خوردہ انسان کا سا ہے - کہ اگر کہیں حیلہ و مکر سے ظاہر و صورت کو بنا لیا - تو قصد و نیت کی اس کو خبر نہ ہوگی ...... آنحضرت صلعم نے بار بار کھول کھول کر امت کو اس ضلالت یہود اور خباثت اصحاب السبت سے روکا تھا ...... مگر افسوس ہے کہ وہی ہوا - جس کا اس صادق و مصدوق کو اندیشہ تھا اور اس امت میں بھی ایسے صدوقی اور فریسی پیدا ہو گئے جنہوں نے بحکم حذو النعل بالنعل ٹھیک وہی حیلہ بازیاں اور مکاریاں اسلام میں بھی پیدا کر لیں ...... ہر حکم سے بچنے کے لئے حیلے - ہر قید شرعی سے نکل بھاگنے کے لئے بہانے، ہر امر و نہی کے سقوط و تعطیل کے لئے مکر و فریب، شریعت الاسلامیہ کے کسی حکم کو بھی سچی تعمیل اور راستبازانہ و صالحانہ اطاعت کے لئے باقی نہ چھوڑا .... خدا کے بندوں کو فریب دیتے دیتے اس طرح ان کی بیباکی جرأتیں یہاں تک بڑھ گئیں - کہ عالم السرائر والخفایا کو بھی دھوکا دینے میں ......

ادائیگی زکوٰۃ سے بچنے کے لئے حیلہ سازی

ہمارے زمانے کے بعض مشہور ملاؤں کی نسبت بھی خصوصیت کے ساتھ معلوم ہوا - کہ اسی حیلۂ زکوٰۃ پر عمل کرتے ہیں - ایک صاحب نے مجھ سے ایک مولوی صاحب کی نسبت کہ مدرس بھی ہیں، واعظ بھی ہیں اور جدل و مکابرات کے رسائل کے مصنف بھی، بیان کیا کہ وہ ہر سال اپنا اندوختہ بیوی کے نام ہبہ کر دیتے ہیں - اور پھر وہ نیک بخت اس کا رد عمل کرتی ہے - ان کے استاد مولانا محمود الحق صاحب دیوبندی نے یہ سنا تو ایسا کرنے سے روکا کہ تقوے کے خلاف ہے - میں نے یہ سُن کر کہا کہ تقوے تو ایک مزید درجہ عمل و فضیلت ہے - اس کا یہاں ذکر ہی کیا - یوں کہنا چاہیئے کہ سرے سے دین و شریعت کے ہی خلاف ہے اور ایک نہایت غلیظ قسم کا باطنی فسق اور کامل قسم کی یہودیت اور اصحاب السبت کے شجرۂ ضلالت سے پورا پورا استلحاق ہے .... ایک دن آنے والا ہے - جب سینوں کے بھیدوں کے جاننے والا اور سرائر و خفایا سے قلوب کا دیکھنے والا سامنے ہوگا - اس وقت یہ ساری مکاریاں اور حیلہ بازیاں جو دنیا والوں کو دھوکا دیتی تھیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔" (صفحہ ۱۲۲ — تذکرہ)

"بہر حال مقصود یہ تھا کہ بدعت حیل منجملہ مصائب عظیمہ اسلام کے ہے - جس نے مسلمانوں کی زندگی کو بالکل بے رُوح کر دیا اور مقاصد شریعت فوت ہو گئے - یہ جو تم دیکھتے ہو کہ علماء دنیا اور فقہاء دولت کا گروہ تزکیہ نفس و اخلاق سے بالکل کورا ہوتا ہے اور اصلاح و تصفیہ باطن کی رُوح ان کی زندگی کی کسی شاخ میں نظر نہیں آتی، دنیا سازی دخن پروری اور جدل و خصومت و مکر و ریا کو شریعت عالم و عمل سمجھتے ہیں اور اپنی خشکی دماغ و عبوسیت طبع و بد صورتی فکر میں ٹھیک ٹھیک ان سوداگروں اور فریسیوں کا نمونہ ہوتے ہیں - جن کا نقشہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے مواعظ میں کھینچا ہے اور جن کی نسبت "بار بار کہتے رہتے تھے کہ خمیر بائیے فریسیاں کی ریا .... تو اس کا اصلی سبب کیا ہے؟ یہی حیلہ سازی و بہانہ جوئی، ظاہر آرائی و باطنی خرابی! اخلاق حسنہ اور خدا پرستانہ زندگی کا سارا دارو مدار تصحیح نیت و باطن پر ہے - جب خود اعمال شریعت ہی .... نیت اٹھ گئی اور سمجھ لیا گیا کہ حیلوں بہانوں سے یہاں بھی کام نکل سکتا ہے تو اخلاق کہاں باقی رہا؟ زکوٰۃ کا اصل مقصد شارع تو یہ بتلائے کہ تؤخذ من اغنیائهم وترد علی فقرائهم، جس سے معلوم ہوا - کہ محض کوئی ظاہری رسم اور بات پوری کر دینا مطلوب نہیں ہے بلکہ اغنیاء سے فقراء کو مال دلانا اور ان کی حاجت روائی کرانی تاقوم کا کوئی طبقہ محتاج نہ رہے - مگر یہ دین باز اس کا یہ مطلب بنائیں کہ اگر صرف دکھلاوے کی بات پوری کر دی تو حکم زکوٰۃ ساقط ہو گیا - پھر ایسی حالت میں سچی خدا پرستی اور راستبازی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے؟ یہ لوگ بھی فی الحقیقت ملحد ہیں، لیکن ان کا الحاد، الحاد اعتقادی نہیں ہے بلکہ عملی، اور دنیا میں ہمیشہ الحاد فی العمل ہی زیادہ رہا ہے - اعتقادی الحاد تو ہمیشہ .... شواذ خلقت و نوادر انسانیت کے رہے اور رہیں گے کہ اصل فطرت انسانی تصدیق ہے نہ کہ انکار بڑی مصیبت اس سے یہ پیدا ہوئی کہ عوام امت کا سارا معاملہ علماء کے ہاتھ میں تھا - جب خود ان کے عمل کا یہ حال ہوا تو پھر عوام کا کیا پوچھنا"

دُنیا پرست عالم اور فاسق میں فرق

"ایک دنیا دار فاسق اور ایک دنیا پرست عالم میں یہی فرق ہے - کہ پہلا اپنی ہوا پرستیوں کو اعتراف فسق کے ساتھ انجام دیتا ہے - اور دوسرا دینداری اور احتساب شرعی کی ظاہرداری سے .... نفس و شیطان کے خدع و فریب کے کاروبار بہت وسیع ہیں لوگوں نے ہمیشہ اس کو میکدوں میں ڈھونڈا - مدرسوں اور خانقاہوں میں ڈھونڈتے - تو شاید جلد پتہ لگ جاتا -

یارب ز سیل حادثہ طوفان رسیدہ باد ؛ بت خانۂ کہ خانقاہش نام کردہ اند

(تذکرہ صفحہ ۷۳)

فتنہ کی اصل وجہ

"جب کوئی مرکز نہ رہا - تو شریعت کا بھی کوئی محافظ نہ رہا نہ امت کا کوئی رہبر - وہ سارے علمی و عملی مفاسد جو آج نظر آرہے ہیں یا تو اسی عہد میں پیدا ہوئے یا ہو چکے تھے .... ان کی نام آشوبی میں کمال یادرکھ کو پہنچے - علوم اصلیہ، قرآن و حدیث ...... ایک طرف علماء دنیا و فقہاء دولت کا ایک گروہ عظیم پیدا ہو گیا - دوسری طرف باہمی تعصب و تفرقہ کی آگ روز بروز زیادہ بھڑکنے لگی حتی کہ جن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو کبھی اہمیت نہ دی تھی ان کی بنا پر اب خواص و فقہا ایک دوسرے کی تضلیل کرنے لگے اور جس گروہ کو حکومت میں زیادہ دخل ہوا - اس نے دوسرے کو قید خانوں اور جلا وطنیوں کی مصیبت تک پہنچا کر چھوڑا عوام کا فتنہ اسی زمانہ میں اس درجہ تک پہنچا - جہاں آج نظر آرہا ہے شریعت کے اعتقاد و عمل کی ساری بادشاہی (یعنی عوام) ان ہی کے ہاتھ ہے جو بات چاہیں علماء سے کہلوالیں اور جس بات کو اپنے ہوائے نفس کے خلاف پائیں - اس پر اس قدر ہنگامہ مچائیں - کہ بالآخر کسی کو زبان کھولنے کی مجال باقی نہ رہے" (تذکرہ ۲۲۶-۲۲۸)

"۱۹۱۱ء میں مولانا شبلی مرحوم وقف علی الاولاد کے لئے علماء کا ایک وفد لے جا رہے تھے ...... علماء وفد میں سے ایک بزرگ کہ درس و تنظر معقولات کے خاندانی آجکل مخصوص امتیازی درجہ رکھتے ہیں - ایک دن اس ایٹ لہجہ میں جو ان بزرگوں کیلئے مخصوص ہے - آجکل کے انگریزی خواں تعلیم یافتہ اشخاص کی مذہب سے بیزاری اور الحاد و بے قیدی کی شکایت کرنے لگے - میں نے کہا یہ شکایت کم از کم آپ لوگوں کی زبانی تو اچھی نہیں معلوم ہوتی میرے خیال میں تو آپ اور وہ دونوں ایک ہی تنور کے سوختہ اور ایک ہی مشرب و مسلک کے دو مختلف مظاہر ہیں - زیادہ سے زیادہ یہ کہ آپکی قدامت و اوّلیت کی رعایت کرتے ہوئے انکو آپکا چھوٹا بھائی کہا جائے آپ یونانیوں کے حلقہ بگوش وہ یورپ کے پرستار، قرآن و سنت سے آپ بھی دور و مہجور وہ بھی بے خبر و نفور بلکہ سچ پوچھئے تو ایک ....

عُلماء کا اولیاءِ اُمّت اور اماموں سے ظالمانہ سلوک

"ایک ایسے گروہ کو علما دنیا اور فقہاءِ سُوءِ کب چین سے بیٹھنے دے سکتے تھے۔ چوروں اور قاتلوں کو ان لوگوں سے امن مل سکتا ہے۔ مگر مصلحین اُمّت اور عشاقِ حق کے لئے امن و انصاف کہاں جب سلیم شاہ (۹۵۲ھ) آگرہ میں مسند نشین ہوا۔ اور مخدوم الملک ملّا عبداللہ سلطانپوری کی شیخ الاسلامی کا دَور دَورہ ہُوا تو ملّا موصوف نے اس جماعت کے قتل و اذیت پر کمر باندھی۔ عوام کو یہ کہکر برانگیختہ کیا۔ کہ یہ لوگ گمراہ اور بد عقیدہ ہیں۔ اور سلیم شاہ کو یہ بات سمجھائی۔ کہ جب سیّد محمدؒ مہدی ہوئے تو تمہاری حکومت کہاں باقی رہی۔ روایتوں میں آیا ہے کہ مہدی موعود تمام دنیا پر حکومت کرے گا۔ یہ لوگ مہدی کے پَیرو ہیں۔ تو کم سے کم ہندوستان پر تو ضرور قبضہ کرلیں گے۔" (تذکرہ صـ۷۸)

"غور کرو کہ ہر زمانہ میں علماءِ دنیا کی نفس پرستی اور حق فراموشی کس طرح دنیا کے لئے ایک لعنت رہی ہے۔ اور حیاتِ چند روزہ دنیوی کے عشق و تعبد نے اس طائفہ عبید الدنیا سے کتمانِ حق کرایا ہے۔ شیخ بڈھا اپنے نفس کے لئے اسس کو بڑی اذیّت سمجھتے ہیں آگرہ تک سفر کی زحمت گوارا کریں۔ لیکن اگر حق مستور و مظلوم ہو جائے اور اہلِ حق ہلاک و مقتول ہوں۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتے۔ کیا نوعِ انسان کی کوئی بد سے بدتر اور گمراہ سے گمراہ قسم بھی اس سے زیادہ دنیا کو نقصان پہنچا سکتی ہے اور کیا جنگل کا کوئی ڈاکو اور کمین گاہوں کا کوئی رہزن اسس سے زیادہ جمعیت بشری کے لئے مخدوش و مہلک ہو سکتا ہے۔ اگر علماء کے خصائل کا یہ حال ہے۔ تو اس کے بعد عامۃ الناس کے لئے فسق و علدوان کا کون سا درجہ باقی رہ گیا۔ یہی وہ کتمانِ حق کو دانستہ چھپانے کی لعنت ہے۔ جو علماءِ یہود پر چھا گئی تھی۔ اور منجملہ اسبابِ مغضوبیتِ یہود ہوئی۔ یہ افسانہ تو اس عہد کا ہے جس کو موجودہ عہد کے مقابلہ میں عہدِ اقبال سمجھنا چاہیئے آج جو حالت ہو رہی ہے۔ اس کو دیکھئے تو ہوش گم اور عقل درماندہ رہ جاتی ہے۔ آج اُمّت کا ایک فاسق گروہ بھی شاید کبھی سچائی کی خاطر کچھ نقصان جان و مال اُٹھا لے۔ اور اس کو اپنے گناہوں کا کفّارہ سمجھے۔ لیکن مدعیانِ علم و شیخیت اور زہد فروشانِ سجادہ طریقت سے اتنی بھی اُمید نہیں" (تذکرہ صـ۹۰)

"اور سلیم شاہ کے دل پر شیخ علائی کی حق پرستی کا زخم لگ چکا تھا۔ چاہتا تھا کہ اگر ایک عالم حق گو کا سہارا بھی مل جائے۔ تو شیخ کو علماءِ سُوء کے پنجوں سے چھڑا لے لیکن افسوس کہ سب نفس و دنیا کے پجاری نکلے۔ جب شیخ بڈھا نے بھی مخدوم الملک کی تائید کی۔ تو بالکل مجبور ہو گیا اور شیخ کا معاملہ مخدوم الملک کے حوالہ کر دیا۔ شیخ علائی اس وقت سخت بیمار تھے۔ گلے میں ایک بہت بڑا زخم تھا۔ اور بہار تک کے سفر کرنے کی زحمت نے نیم جان کر دیا تھا۔ مخدوم الملک نے حکم دیا۔ کہ کوڑے لگائے جائیں، جلاّد نے تیسری ضرب لگائی تھی۔ کہ اس شہیدِ حق کی رُوح پرواز کر گئی۔ افسوس مرنے کے بعد بھی ظالموں کو تسکین نہ ہوئی۔ اور اس فنا فی الحق کی نعش کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا...... کہ ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر نعش کو پِھروایا گیا۔ اور اس کے ٹکڑوں کی تمام لشکر میں تشہیر کی گئی۔ پھر حکم دیا کہ دفن نہ کی جائے" (تذکرہ صـ۹۴-۹۵)

"حافظ ابنِ جوزی نے محمد بن اسمٰعیل کا قول نقل کیا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل کو اسّی کوڑے ایسے سخت مارے گئے۔ کہ اگر ہاتھی کے بھی مارے جاتے۔ تو چیخ اُٹھتا۔ مگر اس کوہ عزم و ہمت نے اُف تک نہ کی۔ اور ہر ضرب پر لن یصیبنا الّا ما کتب اللہ لنا کا جُملہ زبان سے نکلتا رہا" (تذکرہ صـ۱۸۱)

"حضرت امام مالک بن انسؒ کی بہ ضمن مسئلہ یمین و طلاق مکرہ مشکیں اس زور سے کس دی گئیں۔ کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا اور نشتر کوڑوں کی ضربیں جسم اقدس پر پڑیں..... اور اونٹ پر تشہیر و تذلیل کے لئے سوار کرایا گیا" (تذکرہ صـ۱۶۲)

باہمی تکفیر کے باوجود عُلماءِ وقت کا دینی تحریکات کے برخلاف متحدہ محاذ

"کتنے ہی اکابر علم و عمل ہیں۔ جن کی زندگیوں کا خاتمہ یا تو قید خانے میں ہوا یا جلاّد کی تلوار کے نیچے۔ اُن کا جُرم صرف یہ تھا۔ کہ کسی ایک مسئلہ پر عوام کے معتقدات و اعمال کے خلاف قدم اُٹھایا تھا اس عہد میں ایک خاص بات یہ نظر آتی ہے۔ کہ گو فقہاءِ مذاہب اربعہ میں باہم سخت تعصّب تھا۔ لیکن جب کبھی کسی مصلحِ حق کے خلاف شورش پیدا ہوتی۔ تو تمام فقہاء (شافعیہ حنفیہ) اس کا معاملہ قاضی مالکی ہی کے سامنے پیش کراتے۔ اس موقع پر باہمی تعصب باقی نہ رہتا۔ سبب اسس کا یہ تھا کہ مالکیہ مذہب میں تعزیر کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حبس و تشہیر کے علاوہ قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ پس قاضی مالکی سے فتوے لیا جاتا۔ تاکہ انتہائی سزا دلائی جا سکے علامہ محمد بن مری البعلی اور امام ابن دقیق العید کا جرم صرف یہ تھا۔ کہ ابن تیمیہ کی حمایت کرتے ہیں۔ اور امام بخاری کی کتاب خلق افعال العباد کو استناداً پیش کرتے ہیں۔ شورش کا اصلی باعث قاضی حنفی تھا۔ لیکن خود فیصلہ نہیں دیا۔ معاملہ قاضی مالکی کے سامنے پیش کرایا۔ اس نے علاّمہ بعلی کو پہلے تازیانوں سے پٹوایا۔ یہاں تک کہ زمین خون سے تر ہو گئی۔ پھر گدھے پر اُلٹا سوار کر کے سارے شہر میں تشہیر کرائی" (تذکرہ صـ۲۸۸)

"یہ وہ وقت تھا کہ قیام تمکنت و دین خالص کا قیامت تک کے لئے فیصلہ ہونے والا تھا۔ اور مامون و معتصم کے جبر و قہر بشر مریسی قاضی ابن داؤد جیسے جبابرہ معتزلہ کے تسلط و حکومت نے علماءِ حق کے لئے صرف دو ہی راستے باز رکھے تھے یا اصحابِ بدعت کے آگے سر جھکا دیں......

...... اور یا پھر قید خانے میں رہنا، ہر روز کوڑوں سے پیٹا جانا اور تہ خانوں میں بند ہو جانا کہ لا یرون فیہ الشمس ایسا کو قبول کرلیں" (تذکرہ صـ۱۶۴-۱۶۵)

"غرضیکہ دین حق کے قیام کی راہ میں امام موصوف (احمد بن حنبل) کو قید کیا گیا۔ قید میں چلے گئے۔ چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں۔ پہن لیں...... حکم دیا گیا کہ اسی حالت میں خود ہی اونٹ پر سوار ہوں اور خود ہی اونٹ سے اُتریں...... بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔ اُٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے...... بھوکے پیاسے جلتی دھوپ میں بٹھائے گئے۔ اور اسس پیٹھ پر جو علوم نبوّت و معارف کی حامل تھی لگاتار کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ہر جلاّد ضربیں پوری قوت سے لگا کر پیچھے ہٹ جاتا۔ اور پھر نیا تازہ دم جلاّد اس کی جگہ لیتا" (تذکرہ صـ۱۶۹)

چند یادیں
(بسلسلہ صـ۲)

کی بنیاد کتاب و سنت اور اقوال رسول اللہ (احادیث صحیحہ) پر ہے۔ مسیح موعودؑ کے الہامات پر اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ شریعت محمدیہ میں رویت ہلال شرط ہے قادیان میں کسی احمدی یا مسلمان نے چاند کو نہیں دیکھا۔ اس لئے عید الفطر آج نہیں ہو سکتی۔ خواہ میرے الہام میں یہ خبر موجود بھی ہو کہ عید آج ہے۔ اس لئے جنہوں نے روزہ توڑ دیا ہے ان کو اسس کی قضا دینی ہوگی۔

اُصول کے بعد مولوی علمی کے اعتراضات کا جواب۔

اس اصول کے بعد اب میں جناب علمی صاحب کے پیش کردہ الہامات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سب سے پہلی بات اس سلسلہ میں یہ ہے۔ کہ اس قسم کے الہامات بعض واقعات کی بناء پر ہوتے ہیں۔ مثلاً مولوی علمی صاحب نے دورانِ تقریر اپنی مظلومیت کا واقعہ پیش کیا ہے کہ جس لڑکی کے ساتھ ان کی شادی ہونے والی تھی، اسس لڑکی کا نام میرزا صاحب کے الہامات میں موجود ہے۔ اور ضمناً اس شادی کے بعد جو واقعات رونما ہونے والے تھے ان کا بھی ذکر اسس الہام میں موجود ہے۔ مثلاً لڑکی کے قریبی رشتہ داروں کا لڑکی کو قتل کرنا۔ اچانک غیبی امداد کے طور پر ایسے رشتہ داروں کی نظر میرزا صاحب کے اس الہام پر پڑنا "لاتقتلو الزینب" جس کے نتیجہ میں "زینب" قتل ہونے سے بچ گئی۔ مولوی صاحب کو خدا کا خوف مدّنظر رکھ کر سوچنا چاہیئے کہ اگر مولوی علمی صاحب کو قادیان سے نکالا جاتا (۲) یا مولوی صاحب کا اسلام چھوڑ کر بہائی مذہب کا قبول کرنا عمل میں نہ آتا۔ تو اس الہام "لاتقتلو الزینب" کی صداقت ہم پر کیونکر ظاہر ہو سکتی تھی؟ ٹھیک اسی طرح پر وہ واقعات جن کی بناء پر وہ الہامات ہوئے جن کا ذکر مولوی صاحب نے بطور استہزاء اور طنز اپنی تقریر میں کیا ہے۔ ہماری نظر سے پوشیدہ ہیں۔ اس لئے ہم ایسے الہامات کو ہنسی کا ذریعہ نہیں بنا سکتے۔ بلکہ یہ تو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ہے کہ حضور نے ایسے الہامات بھی شائع کر دیئے جو لوگوں کی نظروں میں ہنسی کا ذریعہ بھی بن سکتے تھے وغیرہ وغیرہ) میری اس تقریر سے سامعین کے اندر جو شوخی تھی قریباً قریباً دُور ہو گئی۔

عطیات برائے مسجد دارالسلام
۱۹۷۲-۱۹۷۳ء

تاریخ	نام	رقم
		پیسے روپے
11-3-72	میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی	1001-00
22-4-72	سید سلطان علی شاہ صاحب	100-00
10-6-72	چوہدری عبدالرزاق صاحب - لائل پور	5-00
23-6-72	مفتی عبدالحی صاحب کویت	330-14
20-11-72	معلوم الاسم	20-00
15-12-72	سمندر خان صاحب - کراچی	40-00
18-12-72	عبدالعزیز خان صاحب	11-00
28-12-72	شیخ عبدالعزیز صاحب - وزیرآباد	15-00
" " "	بیگم اللہ دتہ صاحب مرحوم - گجرات	100-00
" " "	چوہدری سید احمد صاحب مرحوم	50-00
" " "	مسز اختر سلیم صاحبہ	100-00
" " "	چوہدری عبدالحق صاحب برنالوی	50-00
" " "	جماعت کراچی	200-00
9-1-73	قاضی سمیع اللہ خان صاحب	100-00
13-1-73	آغا ویڈیو سروس	5-00
19-1-73	منشی کمال الدین صاحب - K.V.P.	10-00
" " "	چوہدری منصور احمد صاحب - لاہور	1000-00
" " "	خواجہ محمد عمر بٹ صاحب لاہور	100-00
5-2-73	محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ - مانسہرہ	500-00
17-2-73	چوہدری خدابخش صاحب - گجرات	100-00
20-2-73	میاں فضل حق صاحب - پشاور	27-00
24-2-73	محمد سعید صاحب بھٹہ - سیالکوٹ	101-00
26-2-73	بابو رحمت اللہ بٹ صاحب سیالکوٹ کینٹ	5-00
" " "	والد صاحب " " " "	2.50
" " "	والدہ صاحبہ " " " "	2.50
" " "	دختر صاحبہ " " " "	5-00
" " "	بیگم صاحبہ " " " "	2.50
" " "	بیگم مرحومہ بابو محمد امین صاحب " "	00-50
" " "	چوہدری برکت اللہ صاحب	10-00
" " "	بیگم راجہ محمد انور صاحب	10-00
" " "	مستورات بوقت نماز جمعہ	8-00
" " "	بچگان	29-00
" " "	ڈاکٹر شمیم صاحبہ	5-00
" " "	قاضی احسان اللہ صاحب	5-00
28-2-73	میاں مبارک علی صاحب - گوجرانوالہ	10-00
5-3-73	خان بہادر غلام ربانی خان صاحب	500-00
" " "	چوہدری عبدالرزاق صاحب - لائل پور	5-00
9-3-73	ماسٹر اصغر علی صاحب و خاندان	100-00
13-3-73	عبدالباری صاحب عظیم کلہ جدید	10-00
15-3-73	مولوی عبدالرحمان صاحب کوہاٹ	300-00
" " "	ظہورالدین صاحب مانسہرہ	15-00
17-3-73	نسرین گل صاحبہ - لاہور	5-00
24-3-73	بیگم چوہدری خدابخش صاحب - گجرات	50-00
26-3-73	چوہدری مراد علی صاحب چھ کسی	50-00
27-3-73	راجہ عبدالمجید صاحب " "	100-00
" " "	اہلیہ مرحومہ چوہدری فضل داد صاحب	19.70
29-3-73	تنویر عالم صاحب	100-00
31-3-73	مولینا عبدالحق صاحب	100-00
3-4-73	نصیر احمد فاروقی صاحب - لاہور	1000-00
" " "	بیگم صاحبہ " " "	1000-00
" " "	بیگم صفدر صاحبہ	100-00
4-4-73	خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب	1000-00
" " "	بیگم رحمٰن صاحبہ - ایبٹ آباد	200-00
" " "	کیپٹن ناصر سعید صاحب ایبٹ آباد	150-00
" " "	خان سمندر خان صاحب کراچی	75-00
" " "	ڈاکٹر اطہر منصور صاحب - لاہور	100-00
7-4-73	چوہدری عبدالرزاق صاحب - لائل پور	5-00
11-4-73	رضیہ حمید صاحبہ دختر عبدالمجید صاحب خانپور	10-00
" " "	محمد اقبال صاحب چغتائی - احمد پور شرقیہ	2-20
" " "	محمد شفیع صاحب	5-00
" " "	محمد شریف صاحب	2.50
" " "	بیگم عبدالعزیز صاحب - بہاولپور	10-00
" "	مسز بلقیس مختار صاحب "	30-00
" " "	مسز نسیم ریاض صاحب "	30-00
" " "	مسز ثریا اسلم صاحب "	10-00
" " "	والدہ محمد صدیق بون صاحب "	50-00
" " "	والدہ محمد رفیق بون صاحب "	50-00
" " "	ملک گل محمد صاحب لاہور	25-00
" " "	والدہ چوہدری خالد احمد صاحب لاہور	50-00
" " "	بیگم " " " "	50-00
" " "	فتح محمد صاحب - احمد پور شرقیہ	2-50
14-4-73	پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ایبٹ آباد	500-00
" " "	بیگم " " " "	500-00
" " "	شیخ عبدالحق صاحب	50.00
24-4-73	قاضی مختار احمد صاحب	100-00
26-4-73	بیگم سلیمہ عبدالمالک صاحب مرحوم جہلم	100-00
26-4-73	خان عبدالعزیز خان صاحب زیدہ	5-00
" " "	میاں عبدالقدوس صاحب لاہور	100-00
4-5-73	چوہدری عبدالرزاق صاحب لائل پور	5-00
" " "	مرزا حمید الرحمٰن صاحب	100-00
" " "	بیگم میاں فضل احمد صاحب	2500-00
9-5-73	شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ کینٹ	100-00
1-5-73	ڈاکٹر غلام مجتبیٰ صاحب کراچی	300-00
" " "	مسعود الحسن صاحب "	500-00
11-5-73	ڈاکٹر محمد زبیر صاحب	120-00
15-5-73	بیگم صلیحہ سعید صاحبہ بذریعہ منصور صاحب	1000-00
16-5-73	صلیحہ خان محمد صاحبہ لاہور	40-00

تاریخ	نام	رقم
17-5-73	چوہدری محمود احمد صاحب ۔ مظفر آباد ۔ ۔ ۔	10-00
18-5-73	چوہدری محمد حیات صاحب ۔ گجرات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	50-00
" " "	بیگم " " " ۔ ۔ ۔ ۔	50-00
" " "	مسماۃ شہناز اختر صاحبہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	2-00
24-5-73	شیخ جمیل اصغر خاں صاحب و بیگم صاحبہ ۔ ۔ ۔ ۔	50-00
" " "	محمد یوسف صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	100-00
" " "	محمد اکبر خاں صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	1-00
" " "	چوہدری فتح محمد صاحب (گجرات) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	30-00
" " "	اللہ رکھا صاحب " " ۔ ۔ ۔ ۔	10-00
" " "	بیگم محمد اسحاق صاحب ۔ وزیر آباد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	10-00
" " "	بیگم عبید اللہ صاحب " " " ۔ ۔ ۔ ۔	5-00
" " "	شیخ فرخ امتیاز احمد صاحب ۔ وزیر آباد ۔ ۔	5-00
" " "	الیس عبید اللہ صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5-00
" " "	حکیم محمد دین صاحب ۔ وزیر آباد ۔ ۔ ۔ ۔	10-00
" " "	شمیم احسن صاحبہ بیگم آفتاب احمد صاحب ۔ ۔	25-00
" " "	چوہدری محمد صادق صاحب (حسن ابدال) ۔ ۔ ۔	20-00
" " "	مرزا امتیاز احمد صاحب (نواب شاہ) ۔ ۔	20-00
25-5-73	محمد ایوب صاحب ۔ چک درکاں ۔ ۔ ۔ ۔	50-00
" " "	محمد مشتاق صاحب ۔ " " ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5-00
29-5-73	جماعت لائل پور دستی چوہدری فضل حق صاحب	4680-00
6-6-73	چوہدری عبد الرزاق صاحب ۔ لائل پور ۔ ۔ ۔	5-00
14-6-73	نور بیگم صاحبہ، رحمت بی بی صاحبہ ۔ (احمد پور شرقیہ)	1-25
15-6-73	شیخ عبد الحق صاحب ۔ ایبٹ آباد	100-00
25-6-73	محفوظ عالم صاحب ۔ لاہور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5-00
30-6-73	میاں غلام عباس صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	500-00
3-7-73	چوہدری عبد الرزاق صاحب لائل پور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5-00
" - " - "	چوہدری سلطان احمد صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	100-00
4-7-73	محبوب اشرف صاحب ۔ لاہور ۔ ۔ ۔ ۔	3-00
" " "	میجر محمد سعید صاحب ملتان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	100-00
6-7-73	بشیر عبد اللہ صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	200-00
10-7-73	مستری انور صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5-00
12-7-73	محمد شریف صاحب ۔ بہاول پور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	1-00
17-7-73	پرنسپل عبد الرحمن صاحب ۔ ایبٹ آباد ۔ ۔	300-00
" " "	کرامت اللہ صاحب " " ۔ ۔ ۔	50-00
" " "	بیگم مرغوب عالم صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	100-00
23-7-73	گل رحمان صاحب ۔ پشاور ۔ ۔ ۔ ۔	100-00
27 " "	میاں غلام حیدر صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	300-00
" " -73	عبد الرؤف صاحب ۔ لائل پور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5-00
4-8-73	لیاقت حسین صاحب ۔ قادرتیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	5-00
10 " "	شیریں وسیم صاحبہ کراچی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	500-00
10 " "	فہمیدہ سلطانہ صاحبہ ۔ کراچی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	500-00
10-8-73	بیگم رضیہ فاروقی صاحبہ ۔ لنڈن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	1000-00
13-8-73	LT/F چوہدری احمد سجاد صاحب لاہور ۔ ۔ ۔ ۔	10-00
22-8-73	حفیظ الرحمن صاحب ۔ لاہور ۔	5-00
" " "	ڈاکٹر سید غلام مجتبےٰ صاحب ۔ کراچی	500-00
29-8-73	ڈاکٹر ظفر اللہ صاحب، مقصودہ بیگم صاحبہ، فہمیدہ بیگم صاحبہ	15-00
7-9-73	ملک گل محمد صاحب ۔ لاہور ۔ ۔ ۔ ۔	10-00
" " "	LT/F احمد سجاد صاحب ۔ لاہور ۔ ۔	7-00
8-9-73	محمد افضال صاحب ٹھیکیدار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	50-00
12-9-73	محمد شریف صاحب ۔ عبد المجید صاحب احمد پور شرقیہ	2-25
" " "	عبد الغنی صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " "	5-00
19-9-73	بیگم حمید اللہ صاحب ۔ سیالکوٹ چھاؤنی ۔	500-00
1-10-73	محمد یحییٰ بٹ صاحب ۔ ۔ ۔ ۔	150-00
5-10-73	چوہدری عبد الرزاق صاحب ۔ لائل پور ۔ ۔	2-00
6-10-73	چوہدری فضل داد صاحب چک ۸۱	255-25
12-10-73	LT/F چوہدری احمد سجاد صاحب ۔ لاہور	5-00
16-10-73	بیگم میاں فضل احمد صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	2500-00
	کل میزان:۔	26995-65

"اس رات مسجدیں ویران ہوگئیں"

نوعِ انسان میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے
وہ بدی آئے گی اس پر جو ہے اس کا کاشتکار

ایک ہمعصر دینی ہفت روزہ اپنی ۱۱ر رمضان المبارک (۱۹ر اکتوبر) کی اشاعت میں قومی غیرت کے فقدان پر اپنے دلی درد کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

"پاکستانی مسلمانوں نے خاصکر لاہوریوں نے جو کیا ۔ ملی حمیت اور دینی غیرت سرپیٹ کر رہ گئی ۔ اپنی ملی تقریب اور قومی جشنوں سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ازلی دشمن بھارت کے ٹی ۔ وی اسٹیشن (امرتسر) کے افتتاح کا استقبال کیا ۔ جن .... افراد کے پاس ٹیلیویژن موجود تھے ۔ انہوں نے گھر پھونک کر ساٹھ روپیہ کا ایریل ساڑھے تین صد روپیہ میں خریدا ۔ بڑے بڑے بانسوں کی گاہکی اتنی بڑھی، کہ بازار خالی ہو گئے، اور بھاری بھاری رقوم خرچ کر کے حاصل کئے گئے۔ اس رات مسجدیں ویران ہوگئیں"

مگر شذرہ نویس، اس دشمن نوازی کا سارا الزام، پاکستان ٹیلی ویژن کے اربابِ بست و کشاد اور خصوصاً وزیر نشریات کے سر تھوپ کر فرماتے ہیں:۔

"ابلاغ اور نشر و اشاعت کے پاکستانی ذرائع کی ناکامی کے خلاف یہ بھارتی ٹی ۔ وی اسٹیشن، بھرپور طنز بھی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی وزیر اطلاعات اور ان کا سارا عملہ اس میدان میں نہ صرف بھارت سے مات کھا گیا ہے بلکہ یہ ان کی نا اہلی کا اعلان بھی ہے۔" ان میں (ٹی ۔ وی) اسٹیشنوں کو جاذب بنانے کی صلاحیت نہیں ہے ۔ ورنہ اتنا پیاس اور بھوک سے دشمن بھارت کے ٹی وی اسٹیشن کی طرف قوم یوں نہ لپکتی۔

جی ہاں! مگر آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہماری مسلم قوم کے فنکار اپنی تمام تر خرابیوں کے باوجود، ابھی تک بے غیرتی اور بے حیائی کے اس پست مقام پر نہیں اترے ۔ کہ اپنے ٹی وی اسٹیشن کے پروگراموں کو جاذب بنانے کے لئے غیرتِ مسلم کا خون کریں، اور ٹی وی اسٹیشن امرتسر کی مانند وہ حیا سوز، فحش اور اداکاروں پر دست درازی کے گھناؤنے مناظر پیش کر کے اپنی ہی قوم کی نئی نسل کو برباد کر دیں ۔ کیا آپ اسے پسند کریں گے ۔ ہرگز نہیں ۔ ہندو کلچر تو بھارتی قوم کے ضمیر کی اخلاقی حس کو مردہ کر چکا ہے کیا آپ اخلاق اسلامی کا بھی جنازہ نکالنا چاہتے ہیں ۔

افسوس ہے علمائے کرام کی کفر بازی اور ضمیر فروشی نے انہیں اس قابل نہیں رہنے دیا کہ قوم کی اخلاقی حالت کو سدھارنے کی طرف توجہ کریں ۔ ضرورت ہے کہ ہر فرقہ و خیال کے نیک دل اور اصلاح پسند لوگوں کو ساتھ ملا کر عریانیت اور فحاشی کے خلاف ایک ہمہ گیر مہم چلائی جائے ۔ سقوط ڈھاکہ کی فلم دکھانے پر مبینہ طور پر ٹی وی اسٹیشن کو دھمکیاں دینے والے اب کہاں سو گئے ہیں؟ کیا اب ان کی غیرت مر گئی ہے ۔ حکومت سے اس معاملہ میں مدد طلب کرنے کے معنے یہ ہیں کہ وہ بھی ٹی وی کے فنکاروں کو کافروں سے بھی زیادہ بے حیائی پر مشتمل پروگرام دکھانے کی اجازت دے دے ۔ کیا آپ اسے پسند کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اپنی قوم کی اخلاقی اصلاح کے لئے کوئی مثبت کوشش کر کے اپنا فرض ادا کریں ۔ اب صرف اخباری صفحات پر مجالس عزا منعقد
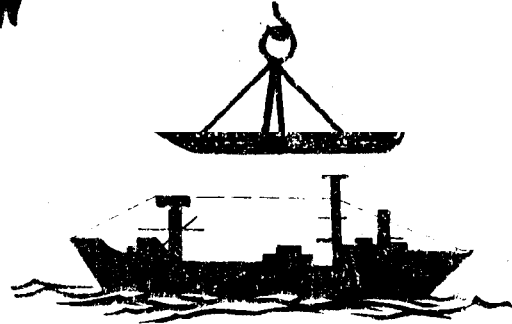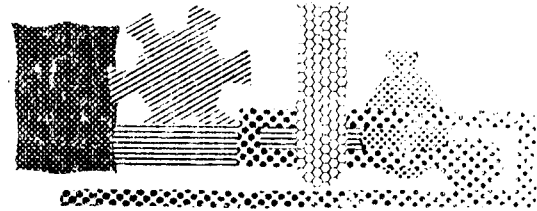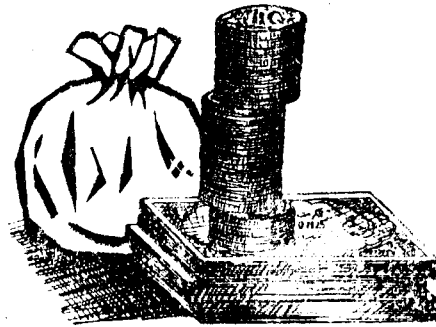
Crescent

اخبار احمدیہ

—— خواتین مقامی جماعت لاہور کا ایک اجلاس مورخہ ۱۳/۱۱/۷۳ منگل وار ۳ بجے بعد دوپہر کوٹھی ملک اعجاز الٰہی صاحب 53 بی گلبرک لاہور میں ہوگا۔ اراکین انتظامیہ سے شرکت کی درخواست ہے۔ ایحنڈا الگ بھیجا جا رہا ہے۔

میجر عبدالحکیم کی یاد میں

—— صوبیدار میجر عبدالحکیم صاحب پشاور کی یاد میں دو مضامین برائے اندراج پیغام صلح موصول ہوئے ہیں جو یکے بعد دیگرے آئندہ پرچوں میں درج ہوں گے۔

طاہر وسیم صاحب کی اٹلی کو روانگی

—— یہ خبر احباب جماعت کے لئے مسرت انبساط کا موجب ہوگی کہ طاہر وسیم صاحب دلبند محترمہ خورشید جہاں بیگم صاحبہ سیالکوٹ چھاؤنی) حکومت اٹلی کی طرف سے TEXTILE DESIGNING کی اعلیٰ تعلیم کے لئے روم روانہ ہوگئے۔ *

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔ ۷ نومبر ۱۹۷۳ء

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۷ شمارہ ۴۵

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۸ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۴ نومبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۴۶

بحرِ حکمت کے موتی

اولیاء اللہ کا مقام

انّ اللہ قال من عادٰی لی ولیّا .... الخ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو میرے ولی سے دشمنی کرے گا تو میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دوں گا اور مجھے اپنے بندے کا مجھ سے قرب حاصل کرنا کسی اور ذریعہ سے اتنا محبوب نہیں جتنا اس نے اپنے پر فرض کیا ہے۔ اور میرا بندہ برابر نوافل سے میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کی وہ آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو ضرور میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں اور مجھ کو کسی بات میں جسے میں کرنے والا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جیسا تردد مومن کی روح (کے قبض کرنے) میں ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ناخوشی کو ناپسند نہیں کرتا۔ (فضل الباری کتاب الرقاق)

ہمارا سالانہ دینی اجتماع

جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کی تاریخیں

۲۳-۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر مقرر کی گئی ہیں۔ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیجئے۔ پروگرام جلسہ مرتب ہوتے ہی عنقریب شائع کر دیا جائے گا۔
براہِ کرم مندرجہ ذیل امور کو ضرور مدِنظر رکھیں:—

(۱) ۲۳ دسمبر (پہلے دن) حسب معمول خواتین کا جلسہ ہوگا۔ جس میں دستکاری کی نمائش ہوگی۔ دستکاری کے لئے خواتین ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔

(۲) مکانات کی قلت کے پیشِ نظر علیحدہ کمرے مخصوص کروانے پر اصرار نہ فرمائیں، رہائش کے لئے ہر ممکن سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔

(۳) موسم کے لحاظ سے بستر ہمراہ لائیں۔

(۴) مقررین کرام کو پروگرام جلسہ میں حصہ لینے کے لئے الگ طور پر اطلاع دے دی گئی ہے براہِ کرم وہ اپنے موضوع سے مطلع کریں۔

(۵) جلسہ سالانہ حسب سابق بمقام دارالسلام ہوگا۔

چوہدری فضل حق۔ آنریری جائنٹ سیکرٹری۔ افسر جلسہ سالانہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

دُنیا کو مقصود بالذات نہ بناؤ دین کو مقصود بالذات ٹھہراؤ اور دُنیا اس کے لئے بطور خادم اور مرکب کے ہو

مجددِ زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

اللہ تعالیٰ نے جو یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے کہ ربّنا اٰتنا فی الدُّنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ۔ اس میں بھی دُنیا کو مقدّم کیا ہے۔ لیکن کس دُنیا کو حسنۃ الدنیا کو جو آخرت میں حسنات کی موجب ہو جاوے۔ اس دُعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ مومن کو دُنیا کے حصول میں حسنات الاٰخرۃ کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی حسنات الدنیا کے لفظ میں ان تمام بہترین ذرائع حصول دُنیا کا ذکر آگیا جو ایک مومن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنے چاہئیں، دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہو۔ نہ وہ طریق کسی دوسرے بنی نوعِ انسان کی تکلیف رسانی کا موجب ہو نہ ہمجنسوں میں کسی عار و شرم کا باعث۔ ایسی دنیا بے شک حسنۃ الاٰخرۃ کا موجب ہوگی۔ پس یاد رکھو کہ جو شخص خدا کے لئے زندگی وقف کر دیتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ وہ بے دست و پا ہو جاتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ دین اور للّٰہی وقف انسان کو ہوشیار اور چابک دست .... بنا دیتا ہے سستی اور کسل اس کے پاس نہیں آتا۔ حدیث میں عمارہ بن خزیمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے میرے باپ کو فرمایا کہ تجھے کس چیز نے اپنی زمین درخت لگانے سے منع کیا۔ تو میرے باپ نے جواب دیا کہ میں بڈھا ہوں کل مر جاؤں گا۔ پس اس کو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ پر ضرور ہے کہ درخت لگا دے۔ پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ خود میرے باپ کے ساتھ مل کر ہماری زمین میں درخت لگاتے تھے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عجز اور کسل سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ سست نہ بنو۔ اللہ حصولِ دُنیا سے منع نہیں فرماتا بلکہ حسنۃ الدنیا کی دُعا تعلیم فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انسان بے دست و پا ہو کر بیٹھ رہے بلکہ اس نے صاف فرمایا ہے ولیس للانسان الّا ما سعٰی اس لئے مومن کو چاہیئے کہ وہ جدوجہد سے کام کرے۔ لیکن جس قدر مرتبہ تک مجھ سے ممکن ہے یہی کہوں گا کہ دنیا کو مقصود بالذات نہ بنالو۔ دین کو مقصود بالذات ٹھیراؤ اور دنیا اس کے لئے بطور خادم اور مرکب کے ہو۔ دولتمندوں سے بسا اوقات ایسے کام ہوتے ہیں کہ غریبوں اور مفلسوں کو وہ موقعہ نہیں ملتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں خلیفۂ اوّل نے جو بڑے مالک اتجار تھے مسلمان ہو کر لاتظیر مدد کی اور آپ کو یہ مرتبہ ملا کہ صدیق کہلائے اور پہلے رفیق اور خلیفۂ اوّل ہوئے ۔۔۔

میاں ذکاء اللہ صاحب (ایم اے) ملٹری فارم پشاور چھاؤنی
(وفات [illegible] اکتوبر ۱۹۷۳ء)

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جُدا ہوتے نہیں

دوران سروس عاجز کو ملک کے چپہ چپہ ملک کے برگزیدہ احباب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ چند عظیم اور فنافی الجماعت ہستیوں نے قلب حزیں کو ایسا متاثر کیا کہ مسجد احمدیہ کے علاوہ ہمیشہ روح میں تڑپ رہتی تھی کہ دینی معاملات میں مزید استفادہ کے لئے ان کا مسلسل قرب حاصل رہے۔ اُن عظیم ہستیوں میں صوبیدار میجر عبدالحکیم صاحب کی ذات گرامی قدر سرِفہرست ہے۔

ہفتہ میں کم از کم دو بار اسی مقصد کے پیشِ نظر خاکسار لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں حاضرِ خدمت ہوتا۔ آپ کا ارشاد تھا کہ ہر نئی ملاقات پر نیا عنوان زیرِ بحث آئے۔ عاجز نے روحانی ادب پر ایک مضمون سپردِ قلم کیا تھا۔ ملکی رسائل میں رومانی، اسرار(ی)، رزمیہ، عشقیہ، نفسیاتی اور سیاسی عنوانات پر مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔ مگر روحانی ادب کی طرف توجہ کم ہی نظر آتی ہے۔

اسی عنوان پر بحث کے لئے شاداں و فرحاں ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار پشاور چھاؤنی سے ۴ میل دور صوبہ سرحد کے سب سے بڑے ہسپتال میں وارد ہوا۔ خلافِ توقع عجیب پُراسرار خاموشی محسوس کی جیسے کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہو۔

فوج کی AMC یونٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد میجر عبدالحکیم صاحب لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں آفیسر تو راک مریضاں کے عہدہ پر سرفراز ہوئے تھے۔ آپ کے نام کی تختی پڑھ کر عالمِ مسرت میں کمرہ خصوصی میں داخل ہوا۔ شومئی قسمت سے آپ اپنی کرسی پر موجود نہ تھے۔ آپ کے ذاتی کلرک سے استفسار کیا تو اس نے پُرنم آنکھوں کو بازوؤں میں چھپا لیا۔ خیال کیا شاید بے چارہ کسی گھریلو صدمہ سے دوچار ہے۔ جب خادمہ مطبخ سے سوال کیا تو اس نے "آہ! شفیق باپ" کہا اور دوپٹہ میں منہ دے کر ہچکیاں لینے لگی۔ میرے پاؤں تلے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ مطبخ کے سامنے میڈیکل وارڈ کے برآمدے میں چند سوگوار نرسوں سے سوال دہرایا تو راز فاش ہوا کہ چچا جان آج صبح حرکتِ قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ دنیا اندھیر ہو گئی۔ جسم میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ میرے ہاتھوں میں علاوہ مضمون کے پیغام صلح مجریہ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۳ء تھا۔ جس میں جماعت احمدیہ پشاور کی خبریں صفحہ ۴ سے شروع ہوتی ہیں۔ اور صفحہ ۹ کے کالم ۳ میں۔ صوبیدار میجر عبدالحکیم سیکرٹری جماعت کا اسم گرامی موجود ہے۔ جو آج ہم میں موجود نہیں ہیں۔

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت
گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیمِ ارزاں ہے موت

مغموم و ملول اور اُکھڑے ہوئے قدموں سے مرحوم کی سرکاری رہائش گاہ جو ہسپتال کے دوسرے کونے میں موجود ہے رواں دواں ہوا۔ ہر وارڈ کے برآمدے اور لان میں ڈاکٹر صاحبان و کارکنان ہسپتال کے لبوں پر مرحوم کے حُسنِ اخلاق کا ذکر تھا۔ دینی لحاظ سے آپ جماعت کے سرکردہ رکن تھے تو دنیاوی عہدہ سے محکمے میں اعلیٰ کارکردگی اور سیرت و کردار کا مجسمہ تھے:

دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا میں سبق تیری حیات

افسوس صد افسوس جب حقیر دردولت پر حاضر ہوا تو جسدِ مبارک تدفین کے لئے آپ کے آبائی گاؤں میں جا چکا تھا، اور بے شمار اشک آلود نگاہیں مقفل دروازہ دیکھ کر واپس لوٹ رہی تھیں۔ جنازہ کے ساتھ احباب جماعت، اور ہسپتال کا عملہ کثرت سے گیا تھا۔

صوبیدار میجر صاحب جیہہ الشکل بارُعب اور پُروقار شخصیت کے مالک تھے کچھ عرصہ بیشتر جماعت احمدیہ پشاور نے محسوس کیا کہ جماعت میں فعالیت کی کمی ہے۔ شاید اس کی وجہ سابق سیکرٹری صاحب کی عمر رسیدگی تھی۔ سابق سیکرٹری صاحب کے اخلاق و اخلاص کے سبھی معترف ہیں۔ مگر جماعت میں جوش و کردار کی تازگی کے لئے ایسی پُروجاہت اور خلیق پیکر کی ضرورت تھی جو شب و روز اس کام کے لئے زندگی وقف [illegible] فرض سے عہدہ برآ ہوتے رہے۔ جس کا ثبوت پیغام صلح کے آخری پرچہ مجریہ ۱۷ر اکتوبر کی رپورٹ ہے۔ آپ نے جماعت کی نئے سرے سے تنظیم کی۔ چند دنوں کی مدت میں تندہی سے کام لیا۔

مرحوم کی ذاتی خوبیوں کو بالتفصیل بیان کرنا ممکن نہیں۔ جماعت کے ہر فرد کے کام کو ذاتی کام سمجھتے اور جب تک پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا دیتے چین سے نہ بیٹھتے۔ خود بیمار ہونے کے باوجود بیمار دوستوں کی تیمارداری آپ کے کردار کا ادنےٰ نمونہ تھا۔ آپ کی نیک نفسی اور پاکیزہ طبع سے ہسپتال کے افسرانِ بالا بے حد متاثر تھے اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آتے تھے۔ آپ بندۂ مومن کی طرح افسرانِ بالا کے سامنے ہر کیس ایسی سچائی سے پیش کرتے کہ انہیں آپ کی سیرت و کردار کا مداح ہوئے بغیر چارہ نہ رہتا۔

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
قوتِ فرمانروا کے سامنے بے باک ہے

جماعت احمدیہ پشاور کا قدیم دستور ہے کہ نماز جمعہ کے بعد نیم حلقہ کی شکل میں افرادِ جماعت نشست قائم کرتے ہیں پھر تمام امورِ جماعت پر متعلقہ تبصرہ ہوتا ہے۔ پریذیڈنٹ جماعت ڈاکٹر ایم اے رحمٰن، ایڈووکیٹ عبدالباری صاحب، ایڈووکیٹ عبدالرشید صاحب جناب غلام محبوب صاحب، ڈاکٹر صاحبان، تاجر، پروفیسر، انجینئر صاحبان میں صوبیدار میجر صاحب کی بارُعب شخصیت شمعِ محفل دکھائی دیتی تھی، آپ کی ہر بات میں وزن اور دلیل ہوتی تھی، اس طرح آپ منفرد شخصیت کے حامل نظر آتے دینی لحاظ سے آپ جماعت کے ستون تھے اور اخلاقی لحاظ سے محکمے کے بے لوث خادم اسی لئے اس حادثۂ جانکاہ پر ہر فرد گریہ کناں نظر آیا۔

مرنے والے کی جبیں روشن ہے ان ظلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

مرحوم کے پسماندگان میں دو لڑکیاں ایک ضعیف مکتب صاحبزادہ اور سوگوار بیوہ ہے۔ لڑکیوں کی شادی سے فراغت حاصل ہو چکی تھی۔ دونوں داماد آپ کی طرح دینی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا [illegible] متقی و پرہیزگار تھے۔ اور اپنی قوتِ ارادی سے قابو پائے ہوئے تھے۔ اپنی شگفتہ مزاجی سے ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے کبھی تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ آپ احباب کو اس طرح اچانک اشکبار چھوڑ کر داغِ مفارقت دے جائیں گے۔ جماعت احمدیہ پشاور میں آپ کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ماتحتوں سے حُسنِ سلوک
شفقت علیٰ خلق اللہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جمعہ فرمودہ ۳ر اگست ۱۹۷۳ء میں خدا تعالیٰ کے جذبۂ محبت و رحم کا ذکر کر کے اپنی جماعت کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو عموماً مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے۔ جو قرآن حکیم نے ہمیں دی ہے۔ اس سے سبق لیں اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ جذبۂ رحم و محبت سے پیش آئیں "تخلقوا باخلاق اللہ" کے حکم کے ماتحت صفاتِ الٰہی کو اپنانے کی یہ نصیحت اس قابل ہے کہ صاحب منصب حضرات اس بات کو ہر وقت یاد رکھیں بلکہ کتبہ کی شکل میں اپنی کرسی کے سامنے دیوار پر آویزاں کریں۔ تاکہ اس دور کرب دلے میں جب کوئی ماتحت شکایت دور کرانے یا انصاف حاصل کرنے کے لئے آئے تو اسے جواب دینے سے پہلے نذر دیوار پر ایک نظر ضرور ڈال لیں۔

بااختیار اشخاص کا ایک میٹھا بول اور ہمدردی کا ایک فقرہ اپنے ماتحت کا دل جیت سکتا ہے اور اس کی دن بھر کی کلفت اور پریشانی دور کر کے اس میں تر و تازگی پیدا کر سکتا ہے۔ اس ذریعہ سے ماتحت کے دل میں اپنے فرض سے لگن اور آپ سے وفاداری مستحکم ہو سکتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں کہ من لم یرحم الناس لم یرحمہ اللہ۔ یعنی جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔

اعمالِ انسانی خفیہ ہوں یا ظاہر، اللہ تعالےٰ کے علم میں ہیں اور ان کا محاسبہ ہوگا۔

چاہیئے کہ ہر شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اسے صحیح رستہ پر چلائے تا کہ اللہ تعالیٰ کے محاسبہ سے بچ جائے۔

خطبہ جمعہ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۴۳ء۔ فرمودہ حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ (سورۃ بقرہ آخری رکوع)

فرمایا، للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ آسمان کے جس قدر ستارے، سیارے، سورج اور چاند اور ان کے مابین جس قدر فضائیں ہیں اور زمین کی سطح پر جس قدر پھل اور پھول اور اناج وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور اس کے اندر جو معدنیات وغیرہ پائی جاتی ہیں، ان سب کے خالق ہم ہیں، ایسا ہی تمام چرند پرند، حیوانات اور درندے اور تمام انسان ان سب کو ہم نے پیدا کیا ہے اور موجد اور خالق ہونے کی وجہ سے ان سب کا پورا پورا علم رکھتے ہیں اور ان سب پر ہمارا تصرف ہے، تو ابوں کو توانائیاں ہم نے عطا کی ہیں، اور تمام انسانوں کو حسب مقدرت رزق ہم عطا کرتے ہیں۔

فرماتا ہے کہ آسمان کی وسعت جس قدر ہے اس کی پیمائش تم نہیں کر سکتے، اور نہ ہی زمین کی حدبندی اور اس کے تمام علاقوں سے تم واقف ہو، قطب شمالی اور قطب جنوبی تک آج تک کون پہنچ سکا ہے۔ اور جس قدر زمین کے اندر اور باہر خزانے ہیں ان کو ہم ہی جانتے ہیں، سورج زمین سے اس قدر دور ہے کہ اگر ۱۲ لاکھ زمینیں ایک دوسری کے اُوپر رکھ دی جائیں تو وہاں تک پہنچ سکتے ہیں، اس قدر دوری کے باوجود سورج جو حرارت ہمیں پہنچاتا ہے اس کی وجہ سے زندگی ہے، نباتات کی پیدائش اسی حرارت سے ہوتی ہے۔ اگر سورج کی حرارت نہ ہو تو یہ کرۂ ارض ٹھٹھر کر رہ جائے اور تمام زندگی ختم ہو جائے۔

فرمایا اس تمام کائنات کے موجد اور خالق ہونے کی وجہ سے ہم ہر چیز کا پورا علم رکھتے ہیں، الا یعلم من خلق بھلا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا، وہ انسانوں اور دیگر مخلوقات کی ضروریات کو بھی جانتا اور انہیں بہم پہنچاتا ہے۔

وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ تمہارے دلی خیالات اور ارادوں کا بھی علم ہے خواہ تم انہیں ظاہر کرو یا چھپاؤ، ہم جانتے ہیں کہ تم کیا ارادہ رکھتے ہو، ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے دل پاک ہوں، مومن کا قدم برائی کی طرف نہیں جا سکتا۔ تمہارے کارخانے تمہاری دکانداریاں اور تمام مشاغل جو تم نے اختیار کر رکھے ہیں سب ہمارے سامنے ہیں۔ زمین و آسمان کی لطیف ہواؤں اور بجلی سے بھی زیادہ لطیف چیز دل پر ہمارا تصرف ہے جس طرح ہم تمام چیزوں کے موجد اور خالق ہونے کی وجہ سے ہم ان کا پورا پورا علم رکھتے ہیں، انسانیت کا بھی پورا علم رکھتے ہیں، تم کسی چیز کا اظہار کرو یا نہ کرو سب ہمارے علم میں ہے، مبارک ہے وہ جو ہمارے علم کے پیش نظر اپنے دل کو پاک رکھتا ہے، وہ جو غلط راستہ اختیار کرنے کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتا ہے اس کا محاسبہ ہوگا، اگر فیل ہو گئے تو اچھا نہ ہوگا۔ اس لئے اپنا محاسبہ آپ کرو، اور اپنے آپ کو غلط راستہ پر جانے نہ دو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے نفس کا خود محاسبہ کیا خدا اس کا محاسبہ نہیں کرے گا، یہ خدا پر ایمان ہے جس کی وجہ سے نبی کریم صلعم کی متابعت سے ایک قوم پیدا ہوئی جس نے ہر قسم کی خواہش سے کنارہ کشی اختیار کر کے نفسوں کو پاک کر لیا، ان کے سپاہی ان کے تاجر اور دوکاندار اور عام آدمی انسانیت کا نمونہ بن گئے۔ وہ جس ملک میں گئے روشن ستاروں کی طرح چمکے۔ ان کے بادشاہوں نے خدا پر ایمان کا وہ نمونہ دکھایا اور مخلوقِ خدا کی وہ خدمت کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ سپین میں جو بادشاہ ہوئے ان کے علم و حکمت کی یادگاریں اب تک وہاں موجود ہیں، جو ہندوستان آئے انہوں نے مسجدیں بنائیں، نہریں کھدوائیں، یہاں نہریں پیدا کرنے والے مسلمان بادشاہ تھے ان کے دلوں میں خدا کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ تھا جس نے ان کو ممتاز کر دیا۔

فرمایا للہ ما فی السمٰوٰت والارض اس زمین و آسمان کی کوئی چیز ایسی نہیں جس پر ہماری حکومت نہ ہو، ایک چھوٹا سا انسانیت کا حصہ ہے، اس پر بھی ہماری حکومت ہے وان تبدوا ما فی [illegible] او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ تمہارے دلوں کو بھی ہم جانتے ہیں۔ جو ارادے بھی کرو، جو بھی منصوبے بناؤ، ظاہر کر دو یا چھپاؤ، ہمارے علم سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ تمہارے اندرونی خیالات اور خفیہ کرتوتیں تمہارے چہروں سے ظاہر ہو جاتی ہیں تمہاری جلدیں گواہی دیتی ہیں کہ ہم نے فلاں نیکی یا بدی کا ارتکاب کیا۔ دنیا میں بڑے بڑے لائق طبیب ہوئے ہیں جو انسان کے چہرے کو دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ اس سے فلاں بُری حرکت سرزد ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں کو پاک کرنے کے لئے کہتا ہے کہ تمہارے اعمال خفیہ ہوں یا ظاہر محاسبہ ہوگا۔ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔ خدا کے راستے وہ بھی ہیں جن کو وہ معاف کر دے گا اور وہ بھی ہیں جو اس کی پکڑ میں آئیں گے۔ بہت بڑا احسان ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اس نے ہمیں گناہوں سے بچنے اور خدا تک پہنچنے کی راہ بتا دی، اس نے دوسرے مذاہب کی طرح یہ نہیں کہا کہ فلاں عقیدہ کو ماننے سے نجات ہوگی، نجات کا لفظ اسلام میں نہیں، نجات تو ہندوؤں میں ۳۳ کروڑ جونوں میں جانا اور عیسائیوں میں عیسٰے مسیح کی پھانسی پر ایمان لانے پر منحصر ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ نیک اعمال انسان کو کامیابی کی اعلےٰ منزل پر پہنچاتے ہیں۔ اس کے اندر خدا کا جلوہ ہونا چاہیئے۔ کتنا بڑا فرق ہے، اسلام اور دیگر مذاہب میں۔

فرمایا اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون، یہ وہ رسول ہے جس کے عمل کے اندر خدا کا جلوہ نظر آتا ہے، اس کا وجود ایمان و عمل کا نمونہ ہے۔ یہ وہ سرٹیفکیٹ ہے، جو خدائے علیم و خبیر نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ پکا ایماندار اور ایسا کامیاب پیغمبر ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کے دل بھی ایمان کی روشنی سے منور ہیں، کتنا بڑا دل ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نہ صرف اپنے ایمان کا اظہار کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کی بھی تعریف کی۔

اور یہیں تک نہیں بلکہ فرمایا کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ پیغمبر اور اس کے ساتھ سب کے سب، خدا پر ایمان کے ساتھ دوسری قوموں کے نبیوں اور رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان قوم دنیا کی تمام اقوام کو متحد کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے، لیکن افسوس ہے کہ جس قوم کو دنیا کی دوسری اقوام کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا تھا آج اس کے اندر لڑائی اور فساد ہے۔ اور تو اور بسم اللہ پر بھی اس کا جھگڑا ہے، مجھے یاد ہے میں ٹریننگ کالج میں پروفیسر تھا کہ ایک دن کالج کے قریب ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ بعض نے مجھے آگے کھڑا کر دیا، میں مولینا عبدالکریم صاحب کے پیچھے نماز پڑھا رہا ہوں، وہ ہمیشہ سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کرتے تھے۔ میں نے بھی بسم اللہ پڑھی تو شور مچ گیا کہ نماز نہیں ہوئی۔ تو بسم اللہ پر مسلمانوں میں لڑائی ہے۔ اُونچی آواز سے کہنے پر لڑائی ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا وہ جنت میں چلا گیا۔ لیکن مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کے ساتھ بھی لڑائی ہے۔ نماز جو قوم کو ایک کرنے کے لئے تھی اسی کو لڑائی کا ذریعہ بنا لیا گیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا کلیجہ ہے کہ دنیا جہان کے پیغمبروں پر ایمان پیدا کر دیا۔ محمد حبیبِ خدا ہیں ان کا مرتبہ سب پیغمبروں سے اونچا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علےٰ بعض۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام پیغمبروں سے بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن ان پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں۔ والمؤمنون خود ہی ایمان کے اعلےٰ مرتبہ پر ہیں اپنے ساتھیوں کو بھی وہ اعلےٰ مقام بخشا کہ وہ دنیا کی ہدایت کا موجب بنے، فرمایا ہم یہ نہیں کہتے کہ فلاں پیغمبر کو مانو اور فلاں کو نہ مانو۔ سب کی صداقت پر دل سے ایمان لانا ضروری ہے۔ کتنا بڑا مقام ہے، کتنی بڑی وسعت قلبی ہے کہ حبیب خدا ہو کر دوسرے پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، ان کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، لیکن آج قوم کا

(باقی بر صفحہ ۹ کالم نمبر ۳)

حضرت بانیٔ سلسلہؑ اور جماعت احمدیہ کے بارہ میں مسلم اکابرین کی صادق آراء :

(۶)

اس سلسلۂ مضامین کی یہ آخری قسط ہے جس میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کا بالعموم اور جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کی خدمات دربارہ اشاعت قرآن و اسلام کا ذکر خصوصاً کیا گیا ہے۔ جب چوٹی کے مسلم لیڈروں نے نہ صرف حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی بے نظیر خدمات اسلام پرستانہ خراج تحسین ادا کیا ہے جنکے اقتباسات سب سے پہلی قسط میں شائع کئے جا چکے ہیں بلکہ مجموعی رنگ میں جماعت احمدیہ کی اعلیٰ خدمات کو بھی سراہا ہے، حتیٰ کہ ان میں سے بعض اصحاب نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ دین اسلام میں زندگی کی جو نئی رُوح اس زمانہ میں پھونکی گئی ہے، وہ جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت مولانا محمد علیؒ کی مساعی و کاوش کا نتیجہ ہی ہے۔ تو اس صورت میں موجودہ سیاسی مخالفت کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے جو محض خود غرضانہ پارٹی بازی کے نتیجہ میں بپا کی گئی ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور نے نہ صرف تبلیغ و اشاعتِ دین کے عالی مقصد کو اپنے سامنے رکھا ہے بلکہ فتنۂ انکار ختم نبوت اور تکفیر کے برخلاف جس عزم جہاد کو اس جماعت نے جاری رکھا ہے اس کی نظیر کسی دوسری جماعت کی مساعی میں آج کہیں نہیں ملتی۔

آنچہ دارئی مقدرت ہم عزم تا بیکرانِ دیں بہ سفت کن مارا سفر یہ اندک و بسیار نیست

آتش افتادست در رختش بخیزید اے یلاں ۛ دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست

ڈاکٹر اللہ بخش

جماعت احمدیہ کی پُر جوش اور کامیاب تبلیغ اسلام { مسٹر فری لینڈ

حال ہی میں ایبٹ نے "اسلام اور پاکستان" کے عنوان سے ایک کتاب امریکہ سے شائع کی ہے جس میں وہ جماعت احمدیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جماعت احمدیہ نے دیگر ادیان کے بارے میں جس قدر دلائل پیش کئے ہیں زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کے شدید ترین مخالفوں نے انہیں بہ تمام و کمال قبول کر لیا ہے اپنے تبلیغی جوش اور عیسائیت کے خلاف پے در پے اور کثیر الاشاعت حملوں سے اس جماعت نے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کر دیا ہے۔ گو یہ امر درست ہے کہ جمہور مسلمانوں میں مرزا غلام احمد کے ذاتی دعاوی نے مقبولیت حاصل نہیں کی اور آپ کی تحریر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تاہم اس تحریک نے مسلمانوں کے قلوب میں یہ ایمان و یقین پیدا کر دیا ہے کہ یورپ کی موجودہ ترقی اور قوت کا سرچشمہ عیسائیت ہرگز نہیں اور دنیا کا سچا دین صرف اسلام ہے اس تحریک کی بنیادی خصوصیت یہی ہے مگر یہ امر کس قدر تعجب انگیز ہے کہ جس تحریک کی ہر دو شاخوں نے دوسرے مذاہب کے مقابل دینِ اسلام کی حفاظت و توسیع کے میدان میں سب سے زیادہ کام کیا ہے پاک و ہند کے مسلمان سب سے زیادہ اسی جماعت کے خلاف صف آرا ہیں۔"

ہفت روزہ "ہماری زبان" علیگڈھ { "موجودہ زمانہ میں احمدی جماعت نے منظم تبلیغ کی جو مثال قائم کی ہے۔

وہ حیرت انگیز ہے۔ لٹریچر، مدارس اور مساجد کے ذریعہ سے یہ لوگ ایشیاء، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے دور دور گوشوں تک اپنی کوششوں کا سلسلہ قائم کر چکے ہیں۔ جس وجہ سے غیر مسلم جماعتوں میں ایک گونہ اضطراب پایا جاتا ہے، کاش! دوسرے لوگ بھی ان کی مثال سے سبق لیتے" (۲۳ر دسمبر ۱۹۵۸ء)

اخبار "حقیقت" لکھنؤ۔ ۲۰ر جون ۱۹۶۲ء { "اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام

کی تبلیغ آج سب سے زیادہ منظم اور وسیع پیمانے پر احمدی جماعت ہی کر رہی ہے وہ جس ڈھنگ سے تبلیغ کر رہے ہیں۔ اس کو پسند کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ آج صرف ایک جماعت ہے جس نے اپنے آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے ہمہ تن وقف کر رکھا ہے۔ اس کا اعتراف نہ کرنا سخت نا انصافی ہے"

اخبار انقلاب۔ ۲ مئی ۱۹۳۰ء { "یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان میں اسلام کی سب سے بڑی خدمت دعوت و تبلیغ ہے

اور یہی وہ کام ہے جس کی تکمیل مسلمانوں کے تمام ملی مصائب کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو آج تک جماعت احمدیہ مسلمانانِ ہند کے سامنے پیش کرتی چلی آ رہی ہے اور جس کے لئے وہ سرگرم عمل ہے۔"

رسالہ صُوفی { "اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ احمدی جماعت نے ہندوستان

سے باہر وہ کام کر کے دکھایا جو کسی ملک کے مسلمانوں نے اس وقت تک نہیں کیا تھا۔ یہ جماعت کوشش کر رہی ہے کہ دنیا کے تمام حصوں میں اپنے مسلک (یعنی اسلام) کی تبلیغ کا کام جاری کریں۔ چنانچہ افریقہ، آسٹریلیا وغیرہ میں ان کے مشنری کام کر رہے ہیں، اور امریکہ میں بھی ان کے مبلغ محنت سے کام کر رہے ہیں"۔

رسالہ ہمدم { "ان کے (مسلمانوں کے) مقابلہ ایک اکیلی جماعت احمدیہ ہے۔

جس کے مخالف نہ صرف تمام دیگر مذاہب ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص اسی جماعت کے درپے ایذا رہتی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے یہ چھوٹی سی جماعت دن رات اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی لطف اندوز نہ ہو۔ بلکہ ساری دنیا کو فائدہ اُٹھانے کے قابل بنائے" (۲ فروری ۱۹۲۷ء)

تہذیبِ نسواں۔ زیرِ ادارت سید ممتاز علی صاحب { "سب سے زیادہ کامیابی احمدی

مبلغوں کو ہوئی، میں نے سنا ہے کہ میدانِ ارتداد میں ہر فرقۂ اسلام نے تبلیغ کے لئے اپنے نمائندے بھیجے ہیں۔ مناسب جانا۔ کہ میں جس گروہ کے مبلغین کو سب سے زیادہ کامیاب دیکھوں۔ ان میں سے ایک اپنے لئے منتخب کر لوں، تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تبلیغ کے کام میں سب سے زیادہ کامیابی احمدی مبلغوں کو ہوتی ہے، اس لئے میں نے چاہا کہ اگر تہذیبی بہنوں کو اعتراض نہ ہو تو ان میں سے کسی ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ لے لیں" (۲ر مئی ۱۹۲۵ء)

ایڈیٹر ماہنامہ "جد و جہد" لاہور { "پاکستان اور بھارت میں بیسیوں اسلامی فرقے موجود

ہیں۔ جن کو نام سے غرض ہے۔ کام سے کوئی واسطہ نہیں۔ بحث و تمحیص میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہے ہیں۔ لیکن عمل مفقود۔ حالانکہ صرف عمل کر کے دکھلانا ہی اسلام کی خوبی ہے۔ ورنہ مسلمانوں کا ہر دعوئے عاشقی ایک مجذوب کی بڑ سے کم نہیں قطع عقائد کے عملی طور پر مرزائی (احمدیہ) فرقہ تمام فرقوں سے تین باتوں میں فوقیت رکھتے ہیں۔ اسلامی مساوات، بیت المال کا قیام، تبلیغ اسلام۔ یہ فخر اسی فرقہ کو حاصل ہے۔ کہ سُنّی، شیعہ، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی فرقہ کے لوگوں سے تعداد میں کم ہوتے ہوئے بھی لاکھوں روپیہ سالانہ جمع کر کے اپنے بل پر تبلیغی مشن غیر اسلامی ممالک کو بھیجتے ہیں اور خدا اور رسول کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچاتے ہیں۔ اور فلاحی انجمنیں قائم ہیں۔ .... لیکن کوئی اللہ کا بندہ یا انجمن اس طرف توجہ نہیں دے رہی" (جولائی ۱۹۵۸ء)

اخبار اہلِ سنّت } "جب فتنۂ ارتداد کی ابتدا تھی۔ تو بہت سی انجمنیں وہاں کام کرنے کے لئے پہنچ گئیں۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں وہ انجمنیں چلتی پھرتی نظر آنے لگیں۔ باوجودیکہ ان کے مقابل قادیانی (احمدی) بڑی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔" (یکم جون ۱۹۲۵ء)

مولانا عبدالحلیم صاحب شؔرر لکھنوی } "احمدی مسلک شریعتِ محمدیہ کو اس کی قوت اور شان قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ و اشاعت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بابیت اسلام کو مٹانے آئی ہے۔ اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کے لئے، اور اسی کی برکت ہے۔ کہ باوجود چند اختلافات کے احمدی فرقہ اسلام کی سچی اور پُر جوش خدمت ادا کرتا ہے، جو دوسرے مسلمان نہیں کرتے" (رسالہ دلگداز۔ بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء)

جناب سر عبدالرحیم صاحب بدایوں } "ان کے دائرہ عمل میں یورپ اور امریکہ بھی ہوگا۔ جہاں جماعتِ احمدیہ کام کر رہی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اچھا کام کر رہی ہے۔" (اخبار انقلاب ۲۷ء)

یُوسف سلیم چشتی سابق پرنسپل تبلیغی کالج انجمن حمایتِ اسلام لاہور } "انگلینڈ اور امریکہ میں آئے دن مذہبی مجلسیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ مگر ان جلسوں میں اسلام کی نمائندگی احمدی حضرات کرتے ہیں۔ بلکہ ساری دنیا میں تبلیغ کے میدان پر احمدی حضرات قابض ہیں۔" (ندائے حق جولائی ۱۹۵۹ء)

مولینا ظفر علی خان صاحب مدیر "زمیندار" } "مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار۔ کمربستگی۔ نیک نیتی اور توکّل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمتِ اسلام کر کے دکھا دی۔"

(اخبار زمیندار۔ ۲۴ر جون ۱۹۲۳ء)

ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو } "اگرچہ اس جماعت کے افراد کی تعداد کم ہے۔ لیکن اس کے عمل و ایثار کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ جو کام پراگندہ حال مسلمانوں کے کروڑوں افراد نہیں کر سکتے۔ اس پر یہ منظّم جماعت بسہولت قادر ہے۔ ہم سلسلۂ احمدیہ کے کمزور پہلوؤں سے ناواقف نہیں۔ لیکن اس کے محاسن پر بھی اب بالکل پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ مذہبی میدان میں جس قدر مسلمان جماعتیں احمدیوں کے مقابل آئیں ان کے پاس الفاظ منطقی دلائل اور غیر مادی خیالات کے سوا کوئی ہتھیار موجود نہ تھا۔ اور جب سے یہ دنیا بنی ہے۔ اور جب کبھی "الفاظ" اور "اعمال" کا مقابلہ ہوا ہے۔ میدان ہمیشہ "اعمال" کے نام پر فتح ہوتے رہتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں مسیحی نظامِ تبلیغ کے صرف احمدیہ نظامِ تبلیغ کو بالمقابل کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک ولولہ اور جوش اور ایثار و فدائیت اور اطاعت و تنظیم کا تعلق ہے۔ عیسائیوں کی جماعت، احمدیہ جماعت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے جس قدر کارنامے سر انجام دیئے ان کی پشت پر تنظیم و جماعت ہی کی الٰہی قوت کارفرما تھی عظمت و وقار کا حقیقی راز ید اللہ فوق الجماعۃ کے فرمان نبویؐ میں مضمر تھا۔ افسوس کہ آج حق پرست مسلمان اس درسِ تنظیم کو فراموش کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ مسلمان احمدیہ جماعت کی مثال سے عبرت آموز ہوں"

(اخبار "تنظیم" امرتسر۔ ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ لاہور۔

"تحریک احمدیت کی ان زبردست کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ مسلمان جو اٹھارویں صدی میں اپنی موت پر دستخط کئے ہوئے تھے۔ خدا کے فضل سے اپنے اندر زندگی کی ایک برقی لہر محسوس کرتے ہوئے اعلانِ عام کر رہے ہیں کہ یہ بیسویں صدی ہر

جگہ مسلمانوں کے لئے نشأۃ ثانیہ کے لئے بیداری کا آغاز ہے۔" (رسالہ استقلال ص۱)

غیر مُسلموں کا اعتراف

اخبار "بندے ماترم"۔ لاہور } "ایک بات جس میں آریہ لوگ احمدیوں سے سبق لے سکتے ہیں، وہ دھرم کے لئے جوش ہے .... اپنے خیالات کے پرچار کے لئے جس جوش کا وہ اظہار کر رہے ہیں ہم اس کی تعریف کئے بنا نہیں رہ سکتے۔" (۲۴ر اپریل ۱۹۲۳ء)

"احمدی لوگ تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والے ہیں۔ اور ان کی تبلیغی جدوجہد اس وقت ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہی ہے۔" (بندے ماترم لاہور ۱۸ر ستمبر ۱۹۲۷ء)

اکابرینِ اُمّتِ مسلمہ کی آراء بابت احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

احمدیوں کو کافر اور مُرتد کہنا ظلم اور ناانصافی ہے۔ مولینا محمد علی جوہر فرماتے ہیں

کہ "ہمارے نزدیک احمدیوں کو مرتد اور کافر کہنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔ جب کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس وقت احمدیوں کی دو جماعتیں ہیں۔ لاہوری جماعت کے عقائد بالکل عام مسلمانوں کے سے ہیں۔ وہ صرف میرزا غلام احمد صاحب کو مجدّد مانتے ہیں اور بس۔ اور غالباً ہندوستان کے کافر گر اور کُفر ساز مولوی بھی اُن کو کافر و مرتد نہیں سمجھتے۔ جن کا یہی دلچسپ مشغلہ ہے، ...... قرآن میں تو یہاں تک ہے۔ کہ لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا۔ جو تم کو سلام کرے۔ اُسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ...... وہ اہلِ قبلہ ہیں۔ توحید، رسالت، قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں اور عبادات و معاملات میں فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو فرض تسلیم کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن کو کلام الٰہی اور رسول اللہ کو افضل الانبیاء مانتے ہیں........ بہرحال جہاں تک ہماری معلومات ہیں نیز وسیع النظر علماء سے گفتگو اور بحث و تمحیص کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نہ تو قتل مرتد بربنائے ارتداد واجب ہے۔ نہ احمدی مرتد ہیں۔ اس لئے ہم اس کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔ اور اُمید کرتے ہیں۔ اسلام کے صحیح شرعی احکام کے مطابق ضمیر کی کامل آزادی کا آئندہ پورا پورا احترام کیا جائے گا اور متعصب مُلّاؤں کے شور و شغب سے اس رُوحِ اسلام کو پامال نہ ہونے دیا جائے گا۔ جو اس نے عالمِ انسانیت کو عطا فرمائی ہے۔" (روزنامہ ہمدرد ۱۹۲۴ء)

"لاہوری گروہ اور عام مسلمانوں میں تو بہت کم فرق ہے"۔ مولینا اسلم جیراجپوری۔

"وہ اہلِ قبلہ ہیں، توحید، رسالت، کتاب اور تمام ارکانِ اسلام کو مانتے ہیں۔ ان میں سے لاہوری گروہ اور عام مسلمانوں میں تو بہت کم فرق ہے۔"

(جامعہ ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

خواجہ حسن نظامی صاحب } "احمدیہ جماعت لاہور کی خدمات اسلام کا مجھے عرصہ دراز سے اعتراف ہے۔ اگرچہ میں اس جماعت کے ان عقائد کو تسلیم نہیں کرتا جو میرے عقائد کے خلاف ہیں۔ تاہم اشاعت اسلام، حفاظت اسلام اور تبلیغ اسلام وغیرہ خدمات، جو احمدیہ جماعت لاہور انجام دیتی ہے۔ اور دیتی رہی ہے وہ بے حد تعریف کے قابل ہے۔"

(ہفت روزہ پیغام صلح ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۴ء)

ملک محمد جعفر خان صاحب مصنّف احمدیہ تحریک } "لاہوری جماعت کو ہم ایک طرح سے مظلوم سمجھتے ہیں۔ مبائعین کے مقابلہ میں یہ لوگ بہت تھوڑی تعداد میں ہیں لیکن انہوں نے اشاعت اسلام کا ٹھوس کام قادیانیوں کی نسبت کہیں زیادہ کیا ہے۔"

(احمدیہ تحریک ص۲۱۱)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات اسلامی کا اعتراف

اخبار صدق } "لاہور احمدیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کا مرکز ہے۔ جماعت کی کل تعداد چند ہزار سے زائد نہ ہوگی .... ان کے امیر مولوی محمد علی ایم۔ اے ہیں، ان کی عمر ۔۔ برس سے اوپر ہے۔ انہیں امیر نے اپنی جماعت سے دنیا میں ان تبلیغی مرکزوں کے [illegible] اور ملایا میں ان [illegible] بالمقابل اپنا حال دیکھئے، ہم اہل سنت جن کی تعداد سات کروڑ سے کم نہ ہوگی، ایک بھی ایسا تبلیغی مشن نہیں رکھتے، جس کے مبلغوں نے اشاعت اسلام کے لئے کبھی ہندوستان سے باہر قدم رکھا ہو۔ کیا ہمارے لئے باعث شرم نہیں" (ایمان۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

اخبار شفق سرخ طہران } "انجمن تبلیغات اسلامیہ کا مرکز لاہور میں ہے اور اس کی شاخیں ترویج و اشاعت اسلام کے لئے ہند و برما اور دیگر ممالک مشرق میں قائم ہیں۔ اس انجمن کا کام روز افزوں ترقی پر ہے...... اسی انجمن کی طرف سے بہت سے مبلغین بلاد یورپ و امریکہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مقرر ہیں اس انجمن کا اصلی اور بنیادی کام یہ ہے۔ کہ ممالک یورپ و امریکہ کے دارالسلطنتوں اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں اشاعت اسلام کی غرض سے معابد و مساجد قائم کی جائیں" (اخبار شفق طہران)

(از پیغام صلح ۲۸۔ اپریل ۱۹۲۶ء)

حضرت مولینا محمد علی صاحب امیر مرحوم کی دینی خدمات کا اعتراف

خواجہ حسن نظامی صاحب } "مجھے تبلیغی تعلقات کے سبب اپنی عمر کی ابتداء سے آج تک مولینا (محمد علی) مرحوم سے ملتا جلتا رہا۔ اور میں ان کو اسلام کا بہت بڑا اور کامیاب خدمت گزار مانتا ہوں" (منادی بابت ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۱ء)

اخبار "سچ" } "مولنا محمد علی صاحب نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کرکے اسلام کی جو مہتم بالشان خدمت سرانجام دی ہے۔ اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی۔ بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آ گئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں نہایت مسرت سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے۔ جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا۔ میرے لئے شمع ہدایت بن کر آئیں۔ اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ سمجھایا۔ کامریڈ مولینا محمد علی مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے۔ اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔" (اخبار "سچ" ۲۵ جون ۱۹۴۲ء)

مولینا عبدالماجد دریا بادی۔ مولینا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ نے میری دستگیری کی۔

"مرحوم کی خدمت اسلام کا انکار کرنا دن کی روشنی میں آفتاب کے وجود سے انکار کرنا ہے۔ آج سے ۱۲ سال قبل جب میں (عبدالماجد دریا بادی) انگریزیت کے پھیلائے ہوئے زہر الحاد میں غرق تھا۔ مرحوم کے انگریزی ترجمہ نے ہی دستگیری کی۔ ورنہ خدا معلوم کتنی اور مدت میں بھٹکتا رہتا۔ اور میری طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا" (اقتباس از مکتوب مندرجہ مجاہد کبیر صفحہ ۳۵۴)

ان کا قلم ایک نعمت عظمیٰ تھا } "مرحوم نے اپنی طویل تصنیفی زندگی میں اپنے قلم کے ذریعہ جو خدمات اسلام کی انجام دیں وہ اپنی جگہ پر بے مثل و بے مثال ہیں۔ انگریزی خوانوں بلکہ انگریزیت زدہ اردو خوانوں کے حق میں ان کا قلم ایک نعمت عظمیٰ تھا۔ خدا جانے کتنوں کے ایمان انہوں نے قائم کر دیئے۔ اور یورپ و امریکہ وغیرہ کے کتنے بھٹکے ہوؤں کو انہوں نے اسلام کی راہ دکھا دی......... اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ مرحوم نے خدمت دین ہی کی نذر کر رکھا تھا۔" (صدق لکھنؤ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۵۴ء)

مدیر کوثر لاہور } "مولوی محمد علی صاحب نے امیر جماعت احمدیہ لاہور ہونے کی حیثیت سے عقیدہ ختم نبوت کے سلسلہ میں قابل قدر کام کیا ہے۔" (کوثر ۱۶ر فروری ۱۹۴۵ء)

مولینا عبدالمجید خان صاحب ایڈیٹر رسالہ "مولوی" } ایک ترجمہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ نے [illegible] زندگی کا کوئی لمحہ خدمت اسلام سے خالی نہیں رہتا۔ روزانہ قرآن کریم کا درس دیتے اور ہر آیت کی تفسیر میں حقائق و معارف کے دریا بہا دیتے ہیں۔ حال ہی میں اس درس کے اہم اقتباسات انہوں نے خود ہی قلمبند کرکے شائع فرمائے ہیں اور اس خوبی کی تفسیر کی کہ شاید اردو زبان کا خزانہ ایسے تابناک جواہر ریزے بڑی مشکلوں سے بھی نہ نکال سکے۔" (اخبار زمیندار ۱۵ار اپریل ۱۹۱۹ء)

مولینا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء کی درخواست } "امیر جماعت مولینا محمد علی صاحب کی خدمت میں"...... بنا بریں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مولوی عبدالحق صاحب (مبلغ جماعت احمدیہ لاہور) جو اس وقت سنسکرت کے فاضل ہیں تعلیم کے لئے مقرر کئے جائیں چونکہ مولینا موصوف کا آپ سے تعلق ہے۔ اس لئے میں جناب (مولانا محمد علی صاحب) کی خدمت میں درخواست پیش کرتا ہوں کہ آپ مولانا موصوف کو دو سال کے لئے ہم کو مستعار عنایت کریں۔ تمام اخراجات کی کفالت ہمارے ذمہ ہوگی۔" (اخبار الامان ۲۴ر جولائی ۱۹۲۵ء)

فیروز خاں نون صاحب۔ سابق وزیر اعظم پاکستان } "(مولنا محمد علی کی وفات) یہ ایک نقصان ہے جس [illegible] صرف میں بلکہ تمام دنیائے اسلام آپ سے شرکت کرے گی۔ حضرت مولانا کی تصانیف ہمیشہ زندہ رہیں گی اور میں نہیں جانتا کہ اور کون ہے جس نے حضرت ممدوح کی طرح اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اتنی بڑی خدمت سرانجام دی ہو۔ گذشتہ پانچ سو سال میں بھی کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی۔" (اقتباس از مکتوب مجاہد کبیر صفحہ ۳۵۴)

نواب بہادر یار جنگ حیدرآباد دکن } "—— لاہور کی جماعت کے امیر مولانا محمد علی صاحب نے اسلام اور قرآن مجید کی جو خدمت کی ہے اس سے کون واقف نہیں۔ سب سے زیادہ میں ان کی انگریزی تصنیف ریلیجن آف اسلام سے متاثر ہوا اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے رجحانات اور طریقہ فکر و نظر کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ میں اس کتاب کو مولانا کا ملت اسلامیہ کے لئے ایک بہترین تحفہ اور نا واقفان مذہب کے لئے نہایت با اثر پیام تصور کرتا ہوں" (مجاہد کبیر صفحہ ۱۷۱)

محمد مارما ڈیوک پکتھال صاحب } "کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے لاہور کے مولینا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں۔ ان کے تصنیفی کارناموں کی وجہ سے تحریک احمدیت ایک خاص شہرت اور امتیاز کی مالک بن گئی ہے۔ یہ اسلام کی تصویر ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن و سنت سے خوب واقف ہے، جس کے دل میں پچھلی پانچ صدیوں کے اسلام کے انحطاط کا درد ہے اور جس کے دل میں اس کی نشأۃ ثانیہ کے لئے ایک امید ہے، جس کے آثار اب چاروں طرف نظر آنے لگے ہیں۔" (رسالہ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۳۱ء)

شفیق مرزا

حضرت مسیح موعودؑ پر تحریف قرآن کا مجرمانہ الزام

آج کل جبکہ اہل ربوہ کے بعض شوخ چشمانہ اقدامات کے خلاف سارے ملک میں عموماً اور بعض علاقوں میں خصوصاً احتجاجی جذبات پرورش پا رہے ہیں، اشتعال انگیزی کے لئے اس سے زیادہ سازگار فضا کب میسر آسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض کٹھ ملاؤں نے حضرت مرزا صاحب پر گلوخ اندازی کے لئے یہ موقع مناسب جانا ہے اور جوش کو ہوش پر ترجیح دیتے ہوئے حضرت مرزا صاحب پر تحریف کا ناپاک الزام لگانے کی جسارت کی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ بعض ثقہ سمجھے جانے والے "ایشیا" ایسے رسائل نے بھی ان مضامین کی رکاکت کو سمجھنے کے باوجود انہیں اچالنے، اچھالنے اور پھیلانے میں حصہ لیا ہے اور اس طرح تعلیم یافتہ طبقے میں جو حسن ظنی ان رسائل کے بارہ میں موجود تھی اس کو شدید دھچکہ لگا ہے اور وہ بجا طور پر سوچ رہے ہیں کہ چرخ کہن کی یہ کونسی گردش ہے جس نے دعویٰ داران علم و فضل کو بھی اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اس وقت میرے سامنے "مرزائے قادیان کی تحریف قرآن" نامی ایک چو ورقہ ہے جس میں حضرت مرزا صاحب کی مختلف کتب سے سات آیات درج کی گئی ہیں جن میں سہو کتابت سے کوئی نہ کوئی غلطی ہو گئی ہے اور مصنف کتابچہ اسے "تحریف" قرار دے کر اپنے "کارنامہ" پر بغلیں بجا رہے ہیں۔

آیت کریمہ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي....... الخ میں کاتب یا پروف ریڈر کی غلطی سے "من قبلك" کے الفاظ درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔ لیکن کتر قدوری کا فقیہ کے ایک نکتہ دان اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اگر قبلك یہاں رہتا تو مرزا صاحب کی نبوت کا ٹھکانہ نہ ہوتا" حالانکہ نہ ان الفاظ سے کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں جس کی تردید کر کے مصنف کتابچہ بزعم خویش بڑا معرکہ سرانجام دے رہے ہیں اور اگر انہیں یہی طریق استدلال اپیل کرتا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے بھی قبلك سے پیشتر من کا لفظ حذف کر کے تحریف قرآن کے بھیانک جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ امید ہے "فاضل مصنف" اپنے طفلانہ طریق استدلال کی اصلاح فرما دیں گے۔

کتابچہ کے صفحہ ۲ پر وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي ولا محدث کی عبارت براہین احمدیہ سے درج کر کے لکھتے ہیں: "محدث کا لفظ جو سارے قرآن مجید میں نہیں ہے داخل کر دیا ہے یہ سارا ڈھونگ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو محدث و ملہم من اللہ ثابت کرنے کے لئے رچایا ہے۔"

اگر حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو محدث و ملہم من اللہ ثابت کرتے ہیں تو آپ ان کی طرف نبوت کا انتساب کر کے کونسی دیانت داری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ پھر اس "دیانت داری" کا اس سے بڑا اور ثبوت کیا ہو بھی کیا سکتا ہے کہ مصنف کتابچہ نے اس عبارت سے پیشتر یہ الفاظ حذف کر دیئے ہیں: "آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قرأت میں آیا ہے" حضرت مرزا صاحب حضرت ابن عباس کی قرأت درج کر رہے ہیں اور "فاضل مصنف" اسے آیت قرآنیہ قرار دے کر اور سیاق و سباق کو حذف کر کے اشتعال انگیزی میں مصروف ہیں تاکہ نان جویں تو میسر آسکے۔

یاد رہے کہ حضرت ابن عباس کی قرأت درج کر کے حضرت مرزا صاحب بھی یہی ثابت کر رہے ہیں کہ میرا منصب ملہم و محدث کا ہے نہ کہ نبوت کا جیسا کہ غالی مریدوں اور مخالفین کا پروپیگنڈا ہے۔

ہمارے ملک میں کتابت کا جو طریق رائج ہے اس میں اغلاط سے پاک کتاب کی طباعت کا تصور بڑا مشکل ہے اور پھر آج سے ایک صدی قبل جو کیفیت ہو گی اس کا اندازہ کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے "میری کتابوں میں بھی سہو کتابت اور بغیر ارادہ لغزش قلم کے بعض غلطیاں پائی جاتی ہیں" (انجام آتھم)

قرآن مجید کے محامد اور محاسن پر جو پُر سعادت قصائد، اردو عربی اور فارسی میں حضرت مرزا صاحب نے لکھے ہیں ان کی گذشتہ بلکہ گذشتہ سے پیوستہ صدی میں بھی کوئی نظیر نہیں ملتی اور آپ کا یہ بالکل ممکن اعلان ہزار ہا مرتبہ چھپ چکا ہے کہ قرآن مجید کا ایک نقطہ یا شعشہ تک منسوخ نہیں ہو سکتا۔ نیز آپ فرماتے ہیں:-

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولی ہیں اور باقی سب اس کے ظل ہیں سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو"

(کشتی نوح صفحہ ۲۴)

ایسے عاشق قرآن کے بارہ میں یہ ژاژخائی کرنا کہ اس نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے انتہائی جسارت اور خداوند کریم کے غضب کو بھڑکانے والی بات ہے۔ مصنف کتابچہ کی یہ سعی تو لاحاصل ہو گی کہ وہ حضرت مرزا صاحب ایسے عاشق قرآن پر زبان طعن دراز کر کے کوئی کامرانی حاصل کر سکیں۔ ہاں ہم ان کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کتب شائع کرنے والے اداروں اور افراد کو بھونڈے طریق سے ہی سہی توجہ ضرور دلائی ہے کہ وہ پوری توجہ اور محنت سے ان کتب کو کتابت اور طباعت کی اغلاط سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

یہ حال ہے کہ آمین بالجہر اور بسم اللہ پر باہم لڑتے ہیں،

وقالوا سمعنا واطعنا،

مؤمنوں نے کہا ہم نے سن لیا اور اطاعت کی، خدا کا حکم سنا اور سننے کے ساتھ اس پر عمل شروع کر دیا۔ غفرانك ربنا ہمارے مولیٰ۔ ہم تیرے احکام کی پوری تابعداری کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس بات کے محتاج ہیں کہ تیری رحمت کا سایہ ہم پر ہو، اور ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا عطا فرما۔

لندن میں ایک شخص نے مجھ پر اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت طلب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ معلوم ہوا وہ بھی گنہگار تھے۔ میں نے بتایا کہ مغفرت گناہوں سے بخشش کے لئے ہی نہیں ہوتی، بلکہ خدا کی طرف سے حفاظت طلب کرنے کے لئے استغفار کیا جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام گناہوں سے پاک تھے۔ لیکن انہیں اس قدر عرفان بخشا گیا، کہ خدا کی حفاظت کا اپنے آپ کو ہمیشہ محتاج سمجھا، حبیب خدا ہے، کامل مؤمن ہے لیکن خدا کی حفاظت کا محتاج ہے۔ محمد رسول اللہ چلتا پھرتا قرآن ہے لیکن دعا کرتا ہے غفرانك ربنا۔ میرے مولا تیری رحمت کا سایہ ڈھانک لے، والیك المصير ہم نے تو تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

یہی خیال ہمیں دن رات لگا رہنا چاہیئے۔ ہماری نمازیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے منہ پر ماری جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی تقصیروں پر پردہ پوشی کی دعا کرنی چاہیئے، استغفار کرنی چاہیئے کہ ہم تیری حفاظت چاہتے ہیں۔ تیرا غفران ہماری پردہ پوشی کرے، تیرے حضور ہم نے حاضر ہونا ہے کس منہ سے تیرے دربار میں حاضر ہوں گے۔ تو ہی اپنا فضل اور کرم کر کہ تیری مغفرت کے مستحق ہو جائیں۔

بقیہ اخبار و افکار — از صفحہ ۲ کالم ۲

انقطاع رسالت کے نہیں"۔

اگرچہ اس بیان کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ "ختم نبوت کے معنے انتہاء کر دینے اور کسی چیز تک پہنچا دینے کے ہیں اس لئے خاتم النبیین کے معنے نبوت کو انتہاء تک پہنچا دینے کے ہوئے اور کسی چیز کے انتہاء تک پہنچ جانے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آ جائے کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ اور حد باقی نہ رہے"۔ اور یہ وہی بات ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

لیکن الفرقان کا مولوی محمد طیب صاحب کے الفاظ سے یہ ثابت کرنا کہ وہ قطع یا انقطاع رسالت کے قائل نہیں نہ صرف ان کی وضاحت کے خلاف ہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس واضح اعلان کے بھی منافی ہے کہ والنبوة قد انقطعت بعد نبینا صلعم۔ نبوت ہمارے نبی صلعم کے بعد منقطع ہو گئی۔

تعجب ہے مامور من اللہ کے اس واضح بیان کے ہوتے ہوئے الفرقان کو مولانا محمد طیب کا بیان نقل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

سوت ہو یا کپڑا
کالونی سرحد کی مصنوعات اپنی معیاری خصوصیات کی وجہ سے مقبول ترین ہیں!
ملک کے اندر و باہر ہر جگہ مقبول
آپ کے ذوقِ جمال اور موسمی ضروریات کے عین مطابق نفاست و پائیداری میں بے نظیر!
پاپلین ○ وائل ○ لٹھا ○ ململ
کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ ۔ نوشہرہ
صنعت
کاروبار
بچت کے لئے
ABL
آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء
ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۶۲ء
رجسٹرڈ ایل ۲۳۸ شمارہ ۴۶
نغماتِ احمدیّت
حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحبؑ کی اُردو و فارسی و عربی نظموں کا انتخاب، اصل متن، انگریزی ترجمہ اور انگریزی رومن حروف کے ساتھ۔
خوبصورت آرٹ پیپر پر عمدہ دیدہ زیب طباعت۔
یہ انتخاب محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے ویسٹ انڈیز اور جنوبی امریکہ کی جماعتوں کے لئے تیار کیا ہے۔ پاکستانی احمدی دوست اپنے بچوں اور عزیزوں کے لئے بطور تحفہ صرف دو روپے میں خریدیں۔
ملنے کا پتہ : ——— دارالکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور
ایورگرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ٦٠ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۴۷

جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے

جنوبی امریکہ سے پچاس اصحاب کا عزمِ لاہور

ممبرانِ مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور سے گذارش

تمام ممبرانِ مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کو مطلع کیا جاتا ہے کہ امسال جلسہ سالانہ کے موقع پر جنوبی امریکہ (ٹرینیڈاڈ) سے جماعت احمدیہ کے پچاس ممبران پر مشتمل ایک وفد خاص طور پر لاہور تشریف لا رہا ہے۔ اس وفد میں مردوں کے علاوہ خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ ہمارے یہ بھائی ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے پی آئی اے، کے طیارہ میں ۹ر دسمبر کی رات کو ساڑھے آٹھ بجے لاہور ائیرپورٹ پر تشریف لائیں گے۔ اس لئے تمام ممبرانِ مقامی جماعت لاہور سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ دُور دراز سے آنے والے مہمانوں کے استقبال کے لئے جوق در جوق ہوائی اڈہ پر پہنچیں تا کہ ہمارے دینی بھائی شایانِ شان استقبال کے ساتھ ہمارے مہمان بنیں۔ ان کے تفصیلی پروگرام کے لئے زیرِ دستخطی سے رابطہ قائم کریں۔

ڈاکٹر مبارک احمد کنوینر۔ استقبالیہ کمیٹی۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ فون 64107

جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کی تاریخیں

۲۳-۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر مقرر کی گئی ہیں۔ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیجئے۔ پروگرام جلسہ مرتب ہوتے پر عنقریب شائع کر دیا جائے گا۔ براہِ کرم مندرجہ ذیل امور کو ضرور مدِّنظر رکھیں:۔

(۱) ۲۳ر دسمبر (پہلے دن) حسبِ معمول خواتین کا جلسہ ہوگا۔ جس میں دستکاری کی نمائش ہوگی۔ دستکاری کے لئے خواتین ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔

(۲) مکانات کی قلت کے پیشِ نظر علیحدہ کمرے مخصوص کروانے پر اصرار نہ فرمائیں، رہائش کی ہر ممکن سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔

(۳) موسم کے لحاظ سے بستر ہمراہ لائیں۔

(۴) مقررین کرام کو پروگرام جلسہ میں حصہ لینے کے لئے الگ طور پر اطلاع دے دی گئی ہے براہِ کرم وہ اپنے موضوع سے مطلع کریں۔

(۵) جلسہ سالانہ حسبِ سابق بمقام دارالسلام ہوگا۔

بحرِ حکمت کے موتی

شہرت اور دکھاوے کا کام نہ کیا جائے

عن سلمۃ قال سمعت جندبا یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم اسمع احدًا یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیرہ فدنوت منہ وفسمعتہ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سمع سمع اللہ بہ ومن یرآئی یرآئی اللہ بہ۔

ترجمہ: سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے جندب سے سنا کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور میں نے ان کے سوائے کسی دوسرے کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہو کہ نبی صلعم نے فرمایا تو میں ان کے قریب ہوا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شہرت کے لئے کام کرے گا۔ اللہ اس کی فضیحت کرے گا۔ اور جو دکھلاوے کے لئے کام کرے گا اللہ اس کی اصل حقیقت لوگوں کو دکھلا دے گا۔

اپنے سے کمتر کی طرف دیکھو

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نظر احدکم الیٰ من فضّل علیہ فی المال والخلق فلینظر الیٰ من ھو اسفل منہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں"

"لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعتِ احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددینِ اُمت کو ماننا ضروری ہے

۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

۷۔ کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحادِ ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

محمد صالح نور

ارشادات مسیح موعودؑ

تکبر عزازیل را خوار کرد

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف "نزول المسیح" میں فرماتے ہیں :-

" میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ہوں -

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے - کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے - کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے ، ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزا سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبر ہے - اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے - ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے - کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے - سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالےٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو -

ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے - ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے - اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے اور وہ جو خدا کے مامور و مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے -

سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ - خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہو تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو - پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو ! (نزول المسیح ص ۲۴)

۲- دعویٰ نبوت سے حضرت مسیح موعودؑ کا انکار

حضرت مسیح موعودؑ دعوےٰ نبوت سے انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی یعنی خدا نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے - پس چونکہ میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پا کر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں ..... یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود میرا اسم پائے گا اور کوئی نیا اسم نہیں لائے گا یعنی اس کی طرف سے کوئی نیا دعوےٰ نبوت اور رسالت کا نہیں ہوگا بلکہ جیسا کہ ابتداء سے قرار پا چکا ہے وہ محمدی نبوت کی چادر کو ہی ظلی طور پر اپنے پر لے گا "

(نزول المسیح ص ۳)

... کے ہمکلام ہونے کے فعلی شاہد تھے اور آپ نے یہ اعلان کیا کہ :-

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

آپ خدا کے کلام کی پہچان اور یقین کے متعلق فرماتے ہیں :-

" خدا کا کلام جس قوت ، اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف ہوں اور ہرگز مردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اس کے اندر ایک جان ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک کشش ہوتی ہے ، اور اس کے اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیت ہوتی ہے ، اور اس کے اندر ایک لذت ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک روشنی ہوتی ہے - اور اس کے اندر ایک خارق عادت تجلی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ذرہ ذرہ وجود پر تصرف کرنے والے ملائکہ ہوتے ہیں اور علاوہ ...... اس کے ساتھ خدائی صفات کے اور بہت سے خوارق ہوتے ہیں ...... ایسی وحی جس شخص پر نازل ہوتی ہے اس شخص کو خدا کی راہ میں اور خدا کی محبت میں ایسے عاشق زار کی طرح بنا دیتی ہے جو اپنے تئیں صدق و ثبات کے کمال کی وجہ سے دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے - اس کا یقین اس کے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے ، وہ میدان کا بہادر اور استغناء کے تخت کا مالک بن جاتا ہے "

(نزول المسیح ص ۸۱)

شبان الاحمدیہ لاہور کی عید ملن پارٹی

مجلس شبان الاحمدیہ لاہور کے زیر اہتمام ایک عید ملن پارٹی کا اہتمام مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۷۳ء بروز جمعہ کیا گیا جس میں کرنل سعید احمد صاحب نے نوجوانوں سے خصوصی طور پر خطاب فرمایا ان کی تقریر کی خاص خاص باتیں ..... ماتحت مجاہدہ کرتے ہوئے گذارا - رمضان المبارک کا مقصد صرف کھانے پینے سے ہی پرہیز نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد خدا تعالےٰ کے نزدیک یہ ہے کہ انسان کو قرآن کریم کے مطابق کامل اور حقیقی انسان بنایا جائے - ہم لوگ عام حالت میں تقوےٰ کا ذکر تو کرتے ہی رہتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد ہے کہ تقوےٰ کی باریک راہوں کو اپناؤ تاکہ تم صحیح طور پر متقی بن سکو - اس لئے جو درس ہم کو رمضان المبارک کے مہینہ میں دیا جاتا ہے - ہمیں اسے صرف رمضان المبارک کے مہینہ تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہیئے - بلکہ بعد ازاں بھی اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے - ورنہ جو نیک کام ہم نے اس مہینہ میں انجام دیئے اور بعد میں انہیں چھوڑ دیا تو ہمارا تقوےٰ کسی کام کا نہیں اور اگر ہم باقاعدہ اس پر عمل کریں اور باقی سال بھی نیکی اور تقوےٰ سے گذاریں تو یہ امر خدا تعالےٰ کے نزدیک بھی پسندیدگی کا موجب ہوگا -

کرنل صاحب ممدوح نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا :- کسی قوم کی ترقی کے لئے ہمیشہ اس قوم کی امیدیں اس کی نوجوان نسل سے وابستہ ہوتی ہیں - اسی طرح ہماری جماعت کی بھی تمام امیدیں ہماری نوجوان نسل سے وابستہ ہیں اور اس سلسلہ میں ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی دینی حالت کو بہتر کریں اور خود کو ایک مثالی اور متقی انسان بنائیں

مکرمی کرنل سعید احمد صاحب کی تقریر کے بعد محترم مولانا عبدالمنان عمر صاحب نے بھی نوجوانوں کو چند نصیحتیں کیں اور آخر میں محمد صادق نور صدر شبان الاحمدیہ نے احباب کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ کے اختتام پر حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی گئی - اور یوں عید ملن پارٹی بخیر و خوبی انجام پائی -

دینی اور نظریاتی جنگ

دینِ اسلام کی فتح کے علمی و کاری ہتھیار

لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہٗ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ و تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون۔ (سورۃ حشر ع ۳ / ۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو تو دیکھتا کہ وہ بھی خدا کے خوف سے گر پڑتا۔ یہ مثالیں ہم اس لئے لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و خوض سے کام لیں۔

مشرقِ وسطیٰ کی حالیہ جنگ میں ایک نئی قسم کے ہتھیارِ جنگ کا علم دنیا کو ہوا ہے اور وہ اقتصادی یا تیل کا ہتھیار ہے۔ مغربی ممالک اور بالخصوص امریکہ کی زیادہ تر تیل کی ضروریات، عرب ممالک سے پوری ہوتی ہیں، چنانچہ حالیہ جنگ کے دوران عرب ممالک نے متحدہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ ان ممالک کو جو اسرائیل کے ممد و معاون ہیں تیل دینا بند کر دیں گے۔ اس کے مطابق بعض ممالک کو اس کی مقدار دینا کم کر دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان ممالک میں گھبراہٹ پھیل گئی کہ اگر عرب ممالک نے تیل دینا کلیۃً بند کر دیا تو انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔ خیال ہے کہ تیل کے اس دباؤ کا اثر ان ممالک پر پڑا ہے اور مفاہمت میں عرب ممالک کی بات کو وقعت ملی ہے۔

اس وقت ملکی و قومی سطح پر جنگیں ہو رہی ہیں جن کی تہ میں زیادہ تر مادی مفاد کارفرما ہیں، مگر اس وقت دنیا میں ایک نظریاتی یا دینی جنگ بھی جاری ہے۔ سائنس و ایجادات کے فروغ سے دنیا میں ایک مادی نظریۂ حیات گھر کر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی خوشحالی کا اصل اور سارا دارومدار اس کے اقتصادی حالات پر ہے، اس لئے ہر فرد اور ہر قوم اپنے اقتصادی مفاد کو فروغ دینے کو اوّل درجہ سبقت دے رہی ہے، قومی سطح پر بالخصوص اخلاقی اقداروں کو پسِ پشت پھینکا جا رہا ہے۔ اس طرح اس زمانہ کی جنگوں کی تہ میں زیادہ تر اقتصادی مفاد اور قومی قبضہ میں برتری کے حصول کا جذبہ کام کر رہا ہے، لیکن مادیت کے نظریہ حیات کے مقابل ایک اور نظریہ حیات ہے جو دینِ اسلام پیش کرتا ہے، اور جس میں مادی مفاد کو مقدم کرنے کی بجائے اخلاقی اُصولوں کو ترجیح دی گئی ہے، حق و انصاف کی تائید و حمایت اور انسانی اقدار کے عالمگیر اُصولوں کی اعانت دینِ اسلام کے بنیادی مقاصد کی غرض و غایت ہے۔ ظلم و زیادتی اور نا انصافی و دجل کو ختم کرنا اسلام کے نزدیک نسلِ انسانی کی بہترین خدمت ہے۔ مادیت کی صورت، چاہے سرمایہ داری نظام کی شکل میں ہو یا اشتراکیت کے رنگ میں، کے نظریہ حیات کی بجائے دینِ اسلام نے ایک روحانی و اخلاقی اور انسانی اقدار کا نظریہ انسان کو عطا کیا ہے۔ اس وقت ان متضاد دو نظریوں میں ایک غیر مرئی جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت جہاں سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظریات کی جنگ ہے وہاں لادینی تحریکوں اور دینی نظریات کی جنگ بھی ہو رہی ہے۔ نیز عیسائیت اور اسلام کی بھی ایک جنگ جاری ہے۔ قومیت اور ملک کی خاطر جو جنگیں لڑی جاتی ہیں، اگر غور سے دیکھا جائے تو وہاں صرف مادی، عساکر اور اسلحہ جات کی جنگ نہیں ہوتی بلکہ ان کی تہ میں بھی حقیقتاً اخلاقی قوتوں کی نبرد آزمائی ہوتی ہے۔ جس قوم اور ملک میں اتحاد و اتفاق، ایثار و خلوص، شجاعت و جوانمردی، نظم و ضبط کی صفات زیادہ ہوں گی وہی فتح یاب ہوتی ہے، ویت نام کی لمبی و دراز جنگ نے تو یہ امر کلیۃً ثابت کر دیا ہے کہ جو قوم عزم و ایثار میں برتر ہو گی، وہ عددی اور اسلحہ جات کی اکثریت کسی قوم کے بالمقابل سالہا سال تک نہایت کامیابی سے مسلسل جنگ جاری رکھ سکتی ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کے عرب ممالک بھی اسی سبق کو دوہرا رہے ہیں۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل نے عظیم فتح حاصل کی مگر اب ۱۹۷۳ء میں عرب ممالک کی نمایاں فتح ہوئی۔ کیونکہ اس وقت ان ممالک میں اتحاد و اتفاق راہ پا گئے تھے۔ نیز ایثار و خلوص، عزم و ہمت اور جوانمردی شجاعت کے عالی جوہروں سے بھی اس وقت عرب ممالک خوب مسلح ہو چکے تھے۔ جب قومی جنگوں میں بھی فتح کا انحصار اخلاقی قوتوں پر ہوتا ہے . . . .

. . . . . . تو نظریاتی یا دینی جنگوں میں تو اخلاقی صفات کے علاوہ روحانی طاقتوں کا مقابلہ بھی پیش آتا ہے۔ دینِ اسلام کی ترقی و فروغ اور اس کی موجودہ نظریاتی جنگ دو دشمنوں کے برخلاف ہے۔ لادینی و مادی نظریہ کے برخلاف اور عیسائیت کے مقابلہ۔

دنیا کے اس وقت کے حالات پر اگر ہم غور کریں تو ہمیں یہ نظر آئے گا کہ آج عرب کی جاہلیت اولیٰ والا نقشہ ہی ایک بڑے پیمانہ پر درپیش ہے۔ جس طرح اسلام کے ظہور سے قبل عرب میں جہالت و خود غرضی کے باعث قبیلہ قبیلہ میں رقابت و عناد کے جذبات موجیں مارتے تھے اور جو بھڑک کر جنگ کی آگ کے شعلوں کی شکل اختیار کر لیتے تھے، موجودہ "مہذب دنیا" بھی قومی و ملکی تعصبات اور نسلی و لونی منافرتوں کا شکار ہو کر آپس میں باہم آمادۂ پیکار ہو چکی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق یاجوج و ماجوج ایک دوسرے کے برخلاف جنگ کی موجیں وقتاً فوقتاً مارتے رہتے ہیں۔ اس تمام فساد و شر کا اصل و بنیادی باعث نظریاتی نقطہ نگاہ کی غلطی ہے۔ افراد و اقوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اقتصادی اقدار ہی حقیقی انسانی فلاح و عظمت کا باعث ہیں، اس فلسفۂ حیات کے تحت ہر فرد اور قوم اپنے اپنے اقتصادی مفاد کے اضافہ کے لئے سرگرداں و پریشاں ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے انسانیت کی روحانی و اخلاقی اقدار کو پسِ پشت پھینک دیا جا چکا ہے۔ اسلام نے دنیا میں اپنی اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ اس کی بجائے روحانی و اخلاقی نظریہ حیات کو رائج کیا ہے، اور مادی و اقتصادی مفادات کو ثانوی حیثیت دی ہے، نیز نسلی، لونی، ملکی اور وطنی تعصبات کو عالمگیر اخوت و مساوات کے ذریعہ مٹا دیا تھا۔ دنیا کو اس وقت سب سے بڑی ضرورت اس امر کے تلقین کرنے اور یقین دلانے کی ہے کہ عالمگیر انسانی اقدارِ روحانی و اخلاقی کو قائم کرنا ہی سب سے مقدم امر ہے۔ یہ نظریۂ حیات ایسا ہے جو بجز دینِ اسلام کے کسی اور مذہب یا تہذیب نے ہمیں نہیں دیا، ظاہر ہے کہ جب تمام باعثِ فساد و فتنہ غلط نظریہ حیات بنا ہوا ہے تو ایسے حالات میں مقدم امر یہ ہے کہ صحیح یا اسلامی نظریۂ حیات کو دنیا میں وسیع پیمانہ پر شائع و متعارف کیا جائے۔ ایسے ہی اقدام اور اس کے نتائج کا نام اسلامی نشاۃِ ثانیہ رکھا گیا ہے۔ جس طرح پہلے دَور میں غلط نظریے کی بجائے صحیح فلسفۂ حیات کی قبولیت ہوئی تھی۔ ایسا ہی آج بھی قومی و نسلی تعصبات کی بجائے جب تک عالمگیر روحانی و اخلاقی نظریہ غالب نہیں آئے گا تب تک دنیا کی نجات ممکن نہیں۔ جب جنگوں کی بنا اور فتنہ و فساد کا فروغ غلط نظریہ کے سبب ہو تو ظاہر ہے کہ ایسی ذہنیت کا انسداد ہی پائیدار امن و صلح کو دنیا میں قائم کر سکتا ہے۔

آج ان ظاہرا جنگوں کی بنا اور فتنہ و فساد کا فروغ غلط نظریہ کے سبب ہو تو ظاہر ہے کہ ایسی ذہنیت کا انسداد ہی پائیدار امن و صلح کو دنیا میں قائم کر سکتا ہے۔

آج ان ظاہراً جنگوں کی تہ میں ایک نظریاتی کشمکش کارفرما ہے، ظاہرا جنگوں کا حقیقی سبب مادی فلسفۂ حیات و تعصبات ہیں، حقیقی و پائیدار امن ان کی بجائے روحانی و اخلاقی نظریہ کے تسلیم کرنے ہی میں مضمر ہے۔ ایسا عالمگیر نظریہ بجز دینِ اسلام کے اور کہیں نہیں مل سکتا۔ مسلمانوں پر اس لئے یہ لازم آتا ہے کہ ایسی نظریاتی کشمکش کے وقت اسلامی نظریہ کے فروغ و اشاعت کو اپنی دیگر تمام حاجات پر مقدم کریں۔ اس **نظریاتی جنگ کے جیتنے کی خاطر مسلمانوں کو اپنا روحانی، اخلاقی اور علمی ہتھیاروں سے مسلح کرنا ضروری ہے۔** اگر ایک طرف اپنے انفرادی و قومی نمونہ و مثال سے اسلامی نظریہ کی برتری و فوقیت دکھلانا ضروری ہے تو دوسری طرف اعلیٰ درجہ کے ذرائع اشاعت و تبلیغ سے اسلامی نظریہ کی صداقت کو عالمگیر پیمانہ پر اجاگر کرنے کی حاجت ہے۔

مسلمانوں کا دعوے ہے کہ اسلام کا دین فطرتِ انسانی کا دین ہے . . . .

. . . . جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس دین کے اصول عام طور پر قابلِ قبول ہیں۔ اس طرح اگر دنیا میں اسلامی اصولوں کی صداقت کو مبرہن کیا جائے تو اس کی قبولیت یقینی ہے، کیونکہ جو چیز فطرتِ انسانی میں پہلے سے ہی مرکوز ہے اس کی طرف توجہ دلانے کا لازمی نتیجہ یہی نکل کر رہے گا کہ وہ مقبول ہو جائے۔ اسلامی اصولوں کا فطرتِ انسانی کے مطابق ہونا مسلمانوں سے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ ان کی وسیع اشاعت و تبلیغ کے فریضہ کو انجام دیں، اپنے اپنے نقطۂ نظر کو علمی اور اخلاقی طریق کار سے فروغ دینا ایسا عمدہ و احسن اور امن پسندانہ طریق ہے کہ جس سے نہ تو دنیا میں ہلاکت و بربادی آتی ہے اور نہ ہی اقوامِ عالم کا امن و چین تباہ ہوتا ہے، جو لوگ اخلاقی نظریہ کے برخلاف کوئی دوسرا نکتہ نگاہ صحیح سمجھتے ہیں انہیں اپنے نظریہ کی صحت کو منوانے کی پوری اجازت و آزادی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اپنے اپنے نظریہ یا دین کی اشاعت و تبلیغ بھی صرف اخلاقی و علمی اصولوں کے ذریعہ ہونی چاہیئے۔ دوسروں کو اپنے نقطۂ نگاہ کے قائل کرنے میں نہ تو

کسی قسم کے دنیاوی لالچ یا اقتصادی مفاد کیلئے کوشش کرنا درست ہے۔ نظریات کی یہ جنگ بجز اخلاق و علمی ہتھیاروں کے اور کسی طرح لڑنی جائز و درست نہیں۔ حالیہ جنگ مشرق وسطیٰ میں جب تیل کا ہتھیار ایسا کارآمد ثابت ہو سکتا ہے تو مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ اگر وہ دینِ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا ہتھیار استعمال کریں تو ایسے عمدہ احسن ہتھیار کے صحیح استعمال سے کیوں دینِ اسلام غالب نہیں آسکتا اور کیوں یہ دین دوسری اقوام کو اپنا گرویدہ نہیں بنا سکتا۔ کیا پہلے زمانوں میں بھی اسلام کے فقراء اور مشائخ ہی مختلف ممالک میں فروغ و ترقی اسلام کا سبب نہیں بنے تھے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ اس علمی زمانہ میں اگر دینِ اسلام کے اصولوں کو علم و سائنس کے مطابق پیش کیا جائے تو وہ قابلِ قبول نہ ہوں؟ اگر اس طرح اس دین کی مقبولیت یقینی ہے تو کیوں ہم اس فریضہ سے غافل پڑے ہیں؟ کیا یہ امر یقینی نہیں کہ اگر دنیا کی بیشتر اقوام کا کثیر حصہ بر رضا و رغبت اسلامی نظریہ حیات کو قبول کرلے تو آج تمام قسم کے شر و فساد اور تعصبات و عناد کا خاتمہ ہو جاتا ہے؟ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے نہایت احسن و عمدہ ... طریق کار ہونے اور اس کے یقینی طور پر کامیاب ہونے میں جب کوئی بھی شک و شبہ نہیں تو پھر کیوں مسلمان عام طور پر اس عالی نصب العین کی طرف سے بے توجہ ہیں؟ کیوں قرآن کریم کی تعلیم کو اپنوں اور غیروں میں عام کرنے کی بجائے محض مغربی تقلید میں مختلف اقوام میں منتشر صورت میں بکھرے ہوئے ہیں، جب مسلمان باہم اپنے اعتقادی ثقافتی، تعلیمی وغیرہ دیگر نظاموں میں متحد ہونے کا سوچتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے دین کے نظامِ اشاعت و تبلیغ اور اتحادِ عمل کے بارہ میں غور نہیں کرتے؟

دینِ اسلام کی اشاعت سے غفلت اور موجود نظریاتی جنگ کی طرف سے بے خبری کی وجوہ ہم کسی دوسری فرصت میں بیان کریں گے۔ (ا۔ ب)

برلین مسجد میں لیلۃ القدر اور عید الفطر کے اجتماعات
ایک لائق خاتون اور جرمن نوجوان کا قبولِ اسلام

مولینا محمد یحییٰ صاحب امام مسجد برلین لکھتے ہیں:۔

—— ۲۸ر اکتوبر بروز اتوار ہم نے مسجد برلین میں عید الفطر منائی۔ چار سو سے زائد مسلمان بھائیوں نے مسجد میں نماز ادا کی۔ سو کے قریب احباب کو چائے، کیک بسکٹ پیش کئے گئے۔ پچاس سے زائد احباب نے مل کر میرے ہاں کھانا کھایا۔ گوشت چاول۔ سبزی وغیرہ۔ الحمدللہ یہ دن بصد خوشی اور پُر رونق ہمارے ہاں گزرا۔

—— ۲۴ر اکتوبر کو لیلۃ القدر کے سلسلہ میں اجتماع ہوا۔ بیس کے قریب احباب روزہ افطار کرنے کے وقت مسجد میں آئے۔ ان کا روزہ افطار کرایا گیا۔ نماز ادا کی گئی۔ بعد میں مل کر کھانا کھایا گیا۔ قرآن کریم کی تنزیل کی برسی کے منانے کے وقت تک حاضرین کی تعداد کافی بڑھ گئی۔ اس اجتماع کی صدارت کے فرائض پروفیسر ڈاکٹر بدران صاحب نے ادا کئے۔ پروفیسر صاحب مصر سے آئے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت ڈاکٹر جمعہ نے کی۔ یہ صاحب شام سے آئے ہیں۔ پروفیسر صاحب موصوف نے صلوٰۃ پڑھی۔ اور ان الفاظ کو تین بار دہرایا۔ بعدہ میں نے قرآن کریم کی تنزیل اور اس کے کمالات پر ۳۵ منٹ تک تقریر کی۔ یہ اجتماع بھی خدا کے فضل سے بصد خوشی گذرا۔ الحمد للہ

رمضان کا مبارک مہینہ ہمارے لئے کئی خوشیاں لایا۔ ایک لائق خاتون نے اپنے مسلمان .... ہونے کا اعلان کیا۔ یہ جرمن خاتون ایک معزز عہدہ پر متمکن ہیں۔

ایک جرمن نوجوان جو انجینئرنگ پڑھ رہا ہے اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان عید کے دن کیا۔ الحمد للہ۔

مسلم ریویو کے اجراء کی تجویز — نئے سال سے ہم نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ رسالہ مسلم ریویو جاری کیا جائے۔ برلین میں چھپوانا مشکل ہوگا۔ اسے ہم سائیکلوسٹائل پر چھاپیں گے۔

ریڈیو پر تقریر — ۸ر ماہ حال کو میری ایک تقریر ریڈیو پر نشر کی جا چکی ہے۔ رمضان کے مبارک مہینہ کے دوران اسے لکھا اور ریڈیو والوں کو اس کا متن بھیجا۔ بارہ ماہ حال کو یہ تقریر ریکارڈ کی جائیگی۔ پندرہ منٹ کی ہوگی۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے۔ خاکسار محمد یحییٰ

احمدیہ خواتین لاہور کا ضروری اجتماع

مقامی تنظیم احمدیہ خواتین لاہور کے اجلاس مؤرخہ ۱۳ر نومبر میں یہ تجویز باتفاق رائے منظور ہوئی ہے کہ لاہور کی تمام احمدی بہنوں یعنی ممبرانِ مقامی جماعت و مرکزی جماعت احمدیہ لاہور کا ایک مشترکہ غیر معمولی اجلاس ۲۳ر نومبر بروز جمعہ مسجد مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد کیا جائے جس میں مندرجہ ذیل امور پر مناسب غور و خوض کے بعد لائحہ عمل تجویز کیا جائیگا۔

۱۔ جلسہ سالانہ پر جماعتہائے ٹرینیڈاڈ، گیانا، سرینام سے تشریف لانے والی مہمان خواتین کی دیکھ بھال، تواضع اور باہمی میل جول کے متعلق تجاویز۔

۲۔ سالانہ جلسہ پر منعقد ہونے والی نمائشِ دستکاری کے معیار اور کارکردگی کو بہتر بنانے کی تجاویز۔

چنانچہ بذریعہ اخبار لاہور کی سب بہنوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس اجلاس میں شریک ہو کر اپنے قیمتی اور مفید مشوروں سے سرفراز فرمائیں اور منظور شدہ تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی خدمات پیش کریں۔

بیگم زکیہ شیخ۔ صدر مقامی تنظیم احمدیہ خواتین لاہور

جو کام ہو اللہ کے لئے ہو جو بات ہو خدا کے واسطے ہو

سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں۔ میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں کہ ظاہری قیل و قال جو لیکچروں میں ہوتی ہے۔ اس کو ہی پسند نہ کیا جاوے اور ساری غرض و غایت آکر اس پر ہی نہ ٹھہر جاوے۔ کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور تکلّف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا ہی یہی اقتضا ہے کہ جو کام ہو اللہ کے لئے ہو، جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔

(حضرت مسیح موعودؑ)

محمد رسول اللہ صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں کا بے نظیر ایمان و کردار۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی پیروی سے ہی انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔

خطبہ جمعہ (مورخہ ۹ نومبر) ۔ فرمودہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ ۔ بمقام جامع احمدیہ ۔ احمدیہ بلڈنگس ۔ لاہور

للہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض، و ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ۔ فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء واللہ علی کل شیءٍ قدیر۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون، کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا و اطعنا، غفرانک ربنا والیک المصیر۔

(سورہ بقرہ ۔ آخری رکوع)

آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے۔ اللہ ہی کا ہے۔ اور اسی کے تصرف و ملکیت میں ہے۔ وہ ان کا مالک ہے۔ فرماتا ہے کائنات کا ایک ایک ذرہ اور اس کا ایک ایک گوشہ ہماری نظر میں اور ہمارے تصرف میں ہے۔ ہم نے تمہاری خدمت کے لئے حیوانات پیدا کئے ہیں۔ انسان میں بھی حیوان کا ایک حصہ ہے۔ مگر انسان اپنے اندر کے اس حیوانی حصہ کو قابو میں لاکر فرشتوں سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ فرشتوں میں تو بدی کرنے کا مادہ ہی نہیں ہے۔ وہ تو صرف نیکی ہی کر سکتے ہیں۔ مگر انسان میں نیکی اور بدی کی دونوں طاقتیں رکھی گئی ہیں۔ اس میں بدی کرنے کے بھی جذبات ہیں، اور نیکی کے بھی جذبات ہیں۔ یعنی فرشتہ پن بھی ہے۔ یہ دونوں جذبات اس کے اندر رکھ کر اسے اپنے عمل میں خود مختار بنا دیا گیا ہے اور اس طرح انسان کو آزمائش اور امتحان میں ڈالا گیا ہے۔

پھر اس کی رہنمائی کے لئے رسول اللہ صلعم کو نمونہ بنایا۔ فرمایا لقد کان فیکم رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ حضور صلعم نے جرار لشکروں کی سرداری میں اعلےٰ درجہ کے نمونے دکھائے۔ میدانِ جنگ میں نمازیں ادا کیں۔ دنیا میں ایک ہی محمد رسول اللہ صلعم کی قوم ہے جس نے سپاہی بن کر اعلےٰ کردار دکھایا ہے، وہ مفتوحہ شہروں میں داخل ہو کر بدی نہیں کرتی۔ لوٹ مار نہیں کرتی۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ رسول اللہ کے پاس سپاہی باخدا تھے۔ یہ محمد رسول اللہ کی بے نظیر کامیابی کا نشان ہے کہ ان کے سپاہی بھی حسنِ کردار کے مالک ہوئے تاریخ ان کے ایسے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ کسی قوم کی تاریخ ایسی محفوظ نہیں ملتی۔ حضرت عیسٰےؑ کا صرف ایک پہاڑی وعظ اناجیل میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کی زندگی کی ایک ایک حرکت تاریخ میں محفوظ ہے۔ میرے پاس تاریخ صحابہ کی آٹھ دس جلدیں ہیں۔ جن میں روایت کرنے والے صحابہ اور تابعین کی راستبازانہ زندگی اور حق گوئی۔ سچائی کے واقعات و حالات شہادات سے ثابت کی گئی تھی۔ ان کتابوں میں حضور نبی کریم صلعم کی عملی زندگی کا ایک ایک لمحہ، عبادت، ریاضت، معاملات حکومت و دول۔ بادشاہی اور انسانوں سے بے نظیر سلوک کے واقعات درج ہیں، یہ وہ اسوۂ حسنہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لقد کان فیکم رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اس اسوہ کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ تمہارے اندر طہارت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ تم رسولِ صلعم کی پیروی کے نتیجہ میں حسنِ کردار کے ذریعہ فرشتوں سے بھی آگے بڑھ سکو

فرمایا ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ تم کوئی بات علی الاعلان کرو یا دل میں چھپا کر رکھو خدا تمہارے دلوں کے بھیدوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اور اس کا علم زمین کے پاتال تک حاوی ہے اور کوئی شئے اس کے علم اور حکومت سے باہر نہیں ہے۔ فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء۔ وہ لوگ جو خدا سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان کے دل پاک رہتے ہیں مگر بشریت کی بناء پر ان سے لغزشیں سرزد ہو جاتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی مغفرت ڈھانپ لے گی، اور وہ اپنے فضل اور بخشش سے انسانوں کے قصور معاف فرما دے گا۔ اور بعض کو جن کے اعمال اور ارادے برے ہوں انہیں سزا بھی دیگا۔ واللہ علےٰ کل شیءٍ قدیر۔ اللہ تعالےٰ ہر شئے پر قادر ہے۔ اور وہ کسی معاملہ میں عاجز نہیں ہے۔ وہ تمہارا محاسبہ کرے گا۔ مبارک وہ جو خدا تعالےٰ کے محاسبہ میں کامیاب نکلے۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون اللہ کا رسول خود بھی اس پر جو اللہ کی جانب سے نازل ہوتا ہے ایمان لاتا ہے اور مومن بھی۔ یہاں مومنوں کو بھی رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایمان لانے میں شامل کیا۔

رسول اللہ صلعم نے ایک ایسی قوم پیدا کی جس کا خدا پر اور اس کی نازل کردہ کتاب پر زبردست ایمان تھا۔ جس کے نتیجہ میں ان کا کردار بھی نہایت بلند تھا۔ قومیں کردار ہی سے بنتی ہیں۔ حضرت عیسٰےؑ کے سولی پر چڑھ جانے کا کیا اثر انسانی کردار پر پڑ سکتا ہے۔ ان کے ساتھیوں کا یہ حال ہے کہ انہیں جب بغاوت کا پرچار کرنے کے الزام میں حکومت کے سپاہی پکڑنے کے آئے تو سب ساتھی بھاگ گئے۔ اور ایک نے تو اپنی جان بچانے کے لئے انہیں گالی بھی دی۔ اور کہا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ مگر ہمارے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا کیا ایمان تھا۔ انہوں نے ماریں کھائیں۔ اذیتیں سہیں۔ آگ کی مانند تپتی ریت پر لٹائے گئے۔ بھوکے پیاسے رکھے گئے۔ مگر رسول صلعم کی رفاقت اور اپنے ایمان سے انکار نہیں کیا۔ جان دے دینا منظور کیا۔ مگر اللہ کے رسول سے لاتعلقی ظاہر نہ کی۔ اور اپنے اعمال اور حسنِ کردار سے اس ایمان پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

یہ ایمان تھا، یہ کردار تھا جس کی نظیر کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتی۔ یہی ایمان اللہ تعالےٰ تم میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی ایمان کے ذریعہ انسان فرشتوں سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ قومیں کردار سے بنتی ہیں۔ اس کردار کو پیدا کرنے کے لئے تم اپنے اندر کے حیوان کو قابو میں لاؤ۔ میں نے ایک سرکس میں دیکھا کہ شیر کو سدھانے والے شخص (رنگ ماسٹر) نے شیر کے ساتھ پنجرے میں لیٹ کر دکھایا۔ یہ تمام حیوانات اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے مسخر کر دیئے ہیں یہ ہاتھی یہ اونٹ تمہارے تابع ہیں۔ اور تم ان سے کیسے کیسے کام لیتے ہو۔ انسان اپنے اندر کی حیوانیت کو قابو کر لے اور اس حیوان کو سدھا لے تو فلاح اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ مگر نجات اور چھٹکارے کا کوئی سوال نہیں۔ رضا الٰہی کی جنت میں جا سکتا ہے۔ خدا کے حکموں کی نافرمانی کی سزا باہر سے نہیں آتی۔ انسان کے اندر ہی سے اٹھتی ہے۔ ایک حکیم مریض کے چہرہ کو دیکھ کر بتا دیتا ہے کہ اس کا چلن کیسا ہے۔ پھر تم علام الغیوب سے چھپ کر کیسے کوئی کام کر سکتے اور اس کے محاسبے سے بچ کر کہاں جا سکتے ہو۔

کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ اور اس کے تمام نبیوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ٹھہرا کر بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد رکھ دی گئی ہے اور لا نفرق بین احد من رسلہ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ صرف محمد رسول اللہ صلعم کو مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ تمام سابقہ انبیاء اور صحفِ مقدسہ کے منجانب اللہ ہونے پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ کتنی شاندار اور وسیع تعلیم ہے۔ حضور نبی کریم صلعم دنیا کی ساری قوموں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں اور آپؐ نے بین الاقوامی اتحاد کی ایسی بنیاد ڈالی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی پختہ بنیاد نہیں ہو سکتی۔

پھر فرمایا وقالوا سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ اے ہمارے ربّ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ تاہم اگر ہمارے اعمال میں بوجہ بشریت کوئی کمزوری رہ گئی ہے تو اس کی پردہ پوشی فرما دیجئے، آخر ہم نے تیرے حضور حاضر ہونا ہے۔ اے ربّ العالمین ہمیں عاقبت کی رسوائی اور ندامت سے بچائیو۔ اور ہمیں کسی ایسی بدی اور کوتاہی میں گرفتار نہ ہونے دیجیو جس کے نتیجہ میں تیرے حضور ہماری رسوائی ہو۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم اور ہدایت اور رسول صلعم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے آج بھی اس تعلیم کو زندہ رکھنے اور لوگوں کو باخدا بنانے کے لئے ہر سو سال کے بعد ایک مامور من اللہ آدمی آ جاتا ہے۔ جو خبر دیتا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد ہوں، تم قرآن پر عمل اور محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی میں آج بھی خدا تک پہنچ سکتے ہو۔ وہ ایک جماعت بناتا ہے جس میں تعلیم رسول کا اثر ہوتا ہے۔ اس کا رنگ آج بھی ہم نے دیکھا۔ ایسے ہی آدمی اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ یہ تعلیم ہے جس پر چل کر تم لوگ آج بھی خدا نما وجود بن سکتے ہو۔ یہاں یہ شعر

من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ

ماہِ رمضان میں اختیار کردہ نیکیوں کو سال بھر جزوِ زندگی بنائے رکھو۔

خطبہ جمعۃ الوداع ۔ مؤرخہ ۲۶؍ اکتوبر ۱۹۴۳ء ۔ فرمودہ مرزا مسعود بیگ صاحب ۔ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس ۔ لاہور۔

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون ———— (آل عمران آیت ۱۰۱) ——

آج رمضان کا آخری جمعہ ہے، جمعہ کے دن کو ویسے بھی باقی دنوں پر فضیلت حاصل ہے اور رمضان کے جمعے باقی جمعوں سے بہتر اور آخری جمعہ بالخصوص زیادہ افضل سمجھا جاتا ہے لکھا ہے کہ رمضان کے تین عشرے خاص خاص برکات رکھتے ہیں ۔ پہلا عشرہ رحمتِ الٰہی کے نزول کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے۔ اور تیسرا عشرہ عذابِ نار سے حفاظت کا عشرہ ہے ۔ رمضان کے روزوں کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور رضائے الٰہی چاہتے ہوئے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پہلے گناہ بخش دیئے گئے ۔ آج کے جمعہ کو یہ فضیلت ہے کہ یہ محاسبہ کا دن ہے کیونکہ رمضان شریف قریب الاختتام ہے، ہر شخص دیکھ لے کہ میرے اندر اس مہینہ میں کیا اصلاح ہوئی، مہینہ بھر روزے رکھنے اور ہر قسم کی بے اعتدالیوں اور بُری باتوں سے بچنے کے نتیجہ میں نیکی کے جو جذبات پیدا ہوئے ہوں، ان پر غور کرکے آج مستقل طور پر انہیں عمل میں لانے کا عزم کر لیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں لکھا ہے کہ آپؐ رمضان کے علاوہ ہر مہینہ میں چاند کی ۱۳ ۔ ۱۴ ۔ ۱۵ ۔ تاریخوں میں روزہ رکھتے تھے ۔ لیکن رمضان کے علاوہ جمعہ کے دن کے نفلی روزہ سے آپؐ نے منع فرمایا ہے ۔ ایسا ہی ماہ شعبان کے آخری پندرھواڑہ میں روزہ رکھنے سے آپؐ نے منع فرمایا تاکہ اس کا اثر رمضان کے روزوں پر نہ پڑے اور رمضان شریف کا پورا حق ادا کیا جائے ۔

روزہ میں اگرچہ جسمانی صعوبت ہے مگر یہ روحانی علو کا موجب ہے ۔ جب تک ہم کو محض للہ بھوک اور پیاس کی تکلیف نہ دی جائے رُوح کو تقویت حاصل نہیں ہوتی، یہی روزے کی اصل غرض ہے کہ خواہشاتِ نفس پر قابو پایا جائے ۔ خواہشات بدکو پیدا کرنے والا شیطان ہے اور حدیث میں ہے کہ رمضان کے شروع میں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے اور شیطان کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے۔

اور جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے ۔ لیکن ان دروازوں کے کھلنے یا بند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان میں انسان بدی اور شیطانی کاموں سے بالخصوص اجتناب کرتا اور نیکی کی طرف راغب ہوتا ہے ۔ اس لئے وہ طبعاً جنت کا حق دار ہوتا ہے ۔

پھر رمضان شریف کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ اس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ۔ اور اس مہینہ میں وہ رات زیادہ مقدس اور برکاتِ عظیمہ رکھتی ہے جس رات کو قرآن کا نزول شروع ہوا ۔ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو دنیا کے لئے ایک عظیم الشان نعمت ہے، کیونکہ اس میں انسان کے علو مرتبت کا سامان مہیا کیا گیا ہے ۔ رمضان کا لفظ رمض سے مشتق ہے جس کے معنے شدید گرمی کے ہیں ۔ غالباً اسی وجہ سے اس مہینہ کا نام رمضان رکھا گیا ہے کہ وہ شدید گرمی کا مہینہ تھا جب روزے فرض کئے گئے۔ ایسا ہی روحانی طور پر دُنیا ہدایت نہ ملنے کی وجہ سے بہت بڑی تپش کا شکار ہو رہی تھی، جس کو قرآن کریم نے آکر ٹھنڈا کیا۔

رمضان کے اس آخری جمعہ کو اس وجہ سے جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے کہ ہم رمضان کو رخصت کر رہے ہوتے ہیں وداع کی ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے ۔ جب کوئی ہمارا عزیز ہم سے وداع ہونے لگے تو دل میں ایک کسک پیدا ہوتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے جاکر پھر دوبارہ آنے میں ایک لذت کا بھی احساس ہوتا ہے جیسے ایک شاعر نے کہا ہے ؎

وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد

ہزار بار برو صد ہزار بار بیا

ان تھوڑے دنوں کی مشقت کے بعد جو رمضان میں ہم نے اُٹھائی دو خوشیاں ہمیں ملتی ہیں، ایک عید کی خوشی اور دوسری یہ کہ جس مقصد کے لئے روزے رکھے گئے، اس میں ہم پورے اُترے، مَیں نے پچھلے خطبہ میں بتایا تھا کہ روزوں کا حکم جب دیا گیا تو اس کا مقصد بھی بتا دیا گیا چنانچہ فرمایا یا یھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین

من قبلکم لعلکم تتقون ۔ اس میں بتایا ہے کہ روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم متقی بن جاؤ ۔ اس سے پیشتر قرآن کریم کی ابتدائی آیات میں بھی نزول قرآن کا یہی مقصد بیان کیا گیا ہے کہ ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدًی للمتقین

اسی طرح قرآن کریم میں بار بار تقوے پر زور دیا گیا ہے ۔ میں نے بتایا تھا، تقوے کا مفہوم یہ ہے کہ بدی انسان کے وجود سے مٹتے مٹتے بالکل مفقود ہو جائے اور نیکی نشوونما پاتے پاتے کمال کو پہنچ جائے ۔ آج جو آیات میں نے پڑھی ہیں وہ سورۃ آل عمران کی ہیں ۔ ان میں بھی تقوے پر ہی زور دیا گیا ہے ۔ چنانچہ فرمایا :۔۔۔

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ اے مؤمنو! تقویٰ اختیار کرو، لیکن ڈھیلا ڈھالا تقوے نہیں ۔ حق تقاتہ تقوے کا جو حق ہے وہ پورا کرو اور تم پر موت ایسی حالت میں آئے کہ تم پورے طور پر فرمانبردار ہو ۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی گھڑی ایسی نہ آئے جو تقوے سے خالی ہو ۔ تمام زندگی بھر پورے طور پر متقی اور فرمانبردار رہنا ہے یہ ایک مہینہ کے روزے جو متقی بننے کے لئے فرض کئے گئے ہیں، ان پر عمل کرنے کے بعد ایسا نہ ہو جانا چاہیئے کہ ہم اس مقصد کو بھول جائیں اور اتقا کی منزل کو چھوڑ کر ایسے اشغال اختیار کریں جو تقوے سے بعید ہوں ۔ تقوے میں نماز کی ادائگی بھی شامل ہے ۔ رمضان میں مسجدوں میں عموماً زیادہ رونق ہوتی ہے، اس کو قائم رکھنا چاہیئے ۔ جیسا کہ ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تقوے کا پورا حق ادا کرنا چاہیئے اور موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو ۔ کسی شخص کو موت کے متعلق کچھ علم نہیں کہ کب آجائے ۔ مجھے معلوم نہیں کہ میری زندگی کتنے دن ہے اس لئے اپنے آپ کو ایسی حالت میں رکھنا چاہیئے کہ جب موت آئے تو ہمیں پورا متقی اور مسلمان پائے ۔

تو میرے بھائیو اور عزیزو! اگر رمضان شریف کا ایک مہینہ ہمیں شیطان سے نجات بخشتا ہے تو آئندہ بھی چاہیئے کہ ہم اپنے اپنے آپ کو اس سے دُور رکھیں۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بڑی بڑی بشارات دی ہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ تنبیہ بھی کی ہے کہ اگر ہماری عملی حالت درست نہ ہو تو کسی بشارت کے ہم مستحق نہیں ہونگے۔ آپ کو معلوم ہے اللہ تعالےٰ بڑا رحیم و کریم ہے وہ ساری دُنیا کا رازق ہے اور علیٰ کل شیئٍ قدیر بھی ہے، اگر وہ چاہتا تو ہمارے کھانے کے لئے درختوں پر ڈبل روٹیاں پیدا کر دیتا، تاکہ ہم بلا مشقت بیٹھے بٹھائے درختوں سے روٹی توڑ کر کھاتے رہتے ۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، وہ رازق ہے، لیکن اس کا رزق حاصل کرنے کے لئے محنت سے کام کرنا پڑتا ہے ۔ ہم روٹی نہیں حاصل کر سکتے جب تک اپنے قوےٰ کو کام میں لاکر محنت و مشقت نہ کریں ۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ رحیم و کریم تو بے شک ہے لیکن اس کی رحمت اور فضل اس وقت تک نہیں اُترتے جب تک ہم خود اپنے قوےٰ سے کام نہ لیں ۔ ہماری نمازوں اور روزوں وغیرہ سے اللہ تعالےٰ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، نہ نمازیں ترک کرنے سے اس کی شان میں کمی آتی ہے ۔ یہ سب ہمارے فائدے کے لئے ہے کہ ہمارے اعمال سدھر جائیں ۔

لیکن آج عام طور پر مسلمانوں کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ خواہ سال بھر نمازیں نہ پڑھیں جمعۃ الوداع کے دن قضاعمری پڑھنے کے لئے مسجدوں میں آجاتے ہیں ۔ مجھے ایک دفعہ دہلی میں جمعۃ الوداع پڑھنے کا موقعہ ملا ۔ وہاں دُور دور سے لوگ قضا عمری پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں چلے آئے یہ قضا عمری کیا ہے یہ محض دل کو تسلی دینے والی باتیں ہیں کہ ایک دن ساری نمازیں اکٹھی ادا کرکے سمجھ لیا کہ تمام عمر کی نمازیں ادا ہوگئیں ۔ یہ بالکل غلط ہے، کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی دن میں سال بھر کی روٹی کھا لی جائے؟ ہر بات کے لئے عمل پیہم کی ضرورت ہے ۔ یہ نمازیں اس لئے ہیں کہ ہر روز دن میں پانچ بار ہم بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہوں، اس کے رحم اور فضل کے طالب ہوں ۔ پھر رمضان میں روزہ رکھ کر ہر برائی سے اپنے آپ کو بچائیں ۔ صوم کے معنے ہیں روک لینا، کھانا پینا جو ایک ضروری اور جائز چیز ہے اس سے اپنے آپ کو روک لیا جائے ۔ تو جب روزہ رکھ کر جائز چیز سے

(باقی بر صفحہ کالم ۔۔)

پرانی یادیں

شیخ عبدالحق صاحب ناظر اسلام

مفتیٔ اعظم مولٰینا مولوی کفایت اللہ صدر جمعیت العلمائے ہند نے جماعتِ قادیان کے ساتھ ختمِ نبوّت پر مباحثہ کیلئے مجھے اپنا نمائندہ بنایا۔

اغلباً ماہ مئی ۱۹۲۵ء کے ابتدائی ہفتے میں [illegible] کے ہفتہ سے سربرآوردہ علماء میں سے تھے۔ میرے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ مولٰینا موصوف نے مجھے ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت مفتی صاحب نے مجھے بلایا ہے میں نے مولٰینا مولوی عبدالحلیم صاحب سے طلبی کی وجہ دریافت کی، تو مولٰینا نے فرمایا۔ کہ آپ فی الفور چلیں وجہ معلوم ہوجائے گی جلدی کا معاملہ ہے اور نماز ظہر میں ابھی کافی وقت ہے۔ چنانچہ میں مولٰینا موصوف کے ساتھ ہولیا۔ اور وہ مجھے محلہ والاں کی مسجد جامع کے ہال کمرے میں جو چھت پر واقع تھا، لے گئے۔

وہاں میں نے دیکھا۔ کہ ہال میں ایک طرف بیس پچیس کے قریب قادیانی جماعت کے رکن بڑی بڑی کتابوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف دہلی کے سرکردہ علماء مع حضرت مولٰینا مولوی احمد علی صاحب محدث، مفتی اعظم مولٰینا مولوی کفایت اللہ صدر جمعیت العلمائے ہند اور مولٰینا مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلمائے ہند تشریف فرما ہیں۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد قادیانیوں سے ختم نبوت پر گفتگو شروع کرنے کے لئے مولٰینا مولوی احمد سعید صاحب کو صدر مباحثہ منتخب کیا گیا۔ قادیانی جماعت نے اپنے مباحث کا نام مولوی غلام الدین بتلایا۔ جب قادیانیوں نے علمائے اسلام کی جانب سے مناظر کا نام دریافت کیا۔ تو جناب مولٰینا مولوی احمد سعید صاحب نے میرے نام کا اعلان کیا۔

قادیانی جماعت کا اعتراض اور اسکا جواب

مولوی غلام الدین صاحب نے مولٰینا مولوی احمد سعید صاحب کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ شیخ عبدالحق صاحب تو احمدی جماعت کے ممبر ہیں۔ احمدیوں میں مسائل کے بارے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر میں اس وقت احمدی جماعت کے کسی فرد کے ساتھ گفتگو "ختم نبوت" پر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اس لئے علمائے

اس پر میں نے صاحب صدر سے اجازت لے کر قادیانیوں کو بالعموم اور مولوی غلام الدین صاحب کو بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے خطاب کیا۔ کہ علمائے اسلام نے حضرت میرزا صاحب پر اس لئے کفر کا فتوٰے صادر کیا تھا کہ علماء کے نزدیک حضرت میرزا صاحب کی تحریرات سے ان کا دعوٰے نبوت ثابت ہے۔ خوش قسمتی سے آج کا دن خدا تعالٰے نے ختم نبوت پر مباحثہ کا اس لئے مقرر کیا ہے۔ کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے ساتھ ساتھ حضرت میرزا صاحب کے دعوٰے نبوت کی اصل حقیقت بھی حضرات علمائے کرام کے سامنے آجانے اور اگر میں حضرت میرزا صاحب کی تحریرات سے یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ کہ حضرت میرزا صاحب کے نزدیک حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کافر و کاذب ہے۔ تو ہمارے حضرات علمائے کرام یقیناً یقیناً اپنے فتوٰے سابقہ پر غور فرمائیں گے۔

قادیانی جماعت کا جواب

قادیانیوں نے میری اس درخواست کا یوں جواب دیا۔ کہ آج ان کا مباحثہ "ختم نبوت" پر علمائے اسلام کے ساتھ ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ نہیں اور جماعت لاہور کو قادیانی اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ نفوذ) اختلافات جو دونوں جماعتوں میں پایا جاتا ہے قادیانیوں کے نزدیک نزاع لفظی سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے قادیانی جماعت علمائے اسلام کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتی ہے لاہور کی احمدی جماعت سے نہیں۔

میرا جواب الجواب

قادیانیوں کے اس جواب پر میں نے دوبارہ جماعت قادیان کو مخاطب کیا اور کہا۔ کہ اگر آج علمائے اسلام پر واضح ہو جائے۔ کہ حضرت میرزا صاحب نے نبوّت کا دعوٰے نہیں کیا تو علمائے اسلام حضرت میرزا صاحب سے کفر کا فتوٰے اُٹھا لیں گے۔ اور یہ صرف اسی صورت پر مبنی ہے۔ کہ علمائے کرام کو ہر دو فریق جماعت احمدیہ (لاہور و قادیان) کے خیالات سنانے کے لئے موقعہ بہم پہنچایا جائے خوش قسمتی سے آج یہ موقعہ حاصل ہے اور میں اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے حضرت کا کھلا دشمن اور اُمت محمدیہ سے خارج ہے اگر میرا دعوٰے غلط ثابت ہو گیا تو علمائے کرام کے ایسے فیصلہ سے قادیانیوں کو حضرت میرزا صاحب کو بطور نبی ثابت کرنے کے ایک مضبوط دلیل ہاتھ آجائے گی۔ اس لئے اس مباحثہ میں سراسر جماعت قادیان کا ہی فائدہ ہے۔ ان کو یہ قیمتی وقت یا موقعہ ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیئے۔

علمائے اسلام کی قادیانیوں سے درخواست

علمائے اسلام نے بھی قادیانیوں کو بہت سمجھایا اور بڑا زور دیا کہ شیخ عبدالحق صاحب کے ساتھ گفتگو میں بہت سی باتوں کا آسانی کے ساتھ تصفیہ ہو سکے گا۔ الغرض دو اڑھائی گھنٹے تک علمائے کرام کے زور دینے سے بھی قادیانیوں نے میرے ساتھ گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اور میں نے قادیانیوں کو نصیحت کی کہ ختم نبوت پر گفتگو کرنے کا چیلنج آئندہ کے لئے ختم کر دیں۔

علمائے اسلام کی خدمت میں میری درخواست

اب میں نے حضرات علمائے کرام کی خدمت میں عرض کی۔ کہ تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ عقیدت مندوں نے اپنے اپنے بزرگوں کی شان میں سخت غلو سے کام لیا ہے، مسلمان کہلانے والوں نے حضرت عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کی شان مقدس میں ان کرامات کے بیان کرنے میں سخت مبالغہ سے کام لیا ہے (۲) ہمارے اہل تشیع بھائیوں نے حضرت علی حضرت امام حسین، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کے رتبہ کو بیان کرنے میں سخت ناجائز غلو سے کام لیا ہے (۳) قرآن کریم نے عیسائیوں کا ذکر کیا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو خدا کا حقیقی بیٹا بنانے میں کس قدر ظلم عظیم کیا ہے۔ اسی طرح پر ہمارے قادیانی بھائی

۴۵

حضرت میرزا صاحب کو اُمتی کے مقام سے بڑھا کر نبی بنا دیں یا نبوّت کے مقام پر کھڑا

(باقی بر صفحہ کالم [illegible])

خطبہ جمعۃ الوداع

(بسلسلہ صفحہ)

ہم اپنے آپ کو روک لیتے ہیں تو ناجائز عمل کے ارتکاب سے خود بخود رُک جانا چاہیئے اور پھر مہینہ بھر اس پر عمل کرکے اگر اس عمل کو ہم نے جاری رکھا اور ہر قسم کی برائیوں سے اپنے آپ کو روکے رکھا تو تقوٰے کا حق ادا کر دیا۔

یہ جمعہ کا دن ہے، حکم ہے کہ جمعہ کو ذکر اللہ کے لئے سب کچھ چھوڑ کر مسجدوں میں آجائیں، لیکن رمضان شریف کا جُمعہ خاص اہمیّت رکھتا ہے۔ رمضان میں اللہ تعالٰے اپنے بندوں کی دعائیں خاص طور پر سنتا اور اور قبول کرتا ہے، اللہ تعالٰے ہماری طرح جسم نہیں رکھتا نہ ہماری طرح اس کے کان اور ہاتھ وغیرہ ہیں۔ تاہم وہ ہماری دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ لکھا ہے کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے جب اللہ تعالٰی کی طرف سے دُعا قبول کی جاتی ہے۔ ایسا ہی لکھا ہے کہ پچھلی رات اللہ تعالٰے نچلے آسمان پر اُتر کر ہماری دعاؤں کو سنتا ہے، یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسی گھڑی اور کونسا وقت ہے، اس لیے کوئی گھڑی ایسی نہیں ہونی چاہیئے جب، ہم اللہ تعالٰے کو یاد نہ کریں اور اس کے رحم اور فضل کے طالب نہ ہوں، دُعا کیجئے کہ خدا تعالٰے تمام مسلمانوں پر رحم اور فضل نازل فرمائے، ہمارے عرب بھائیوں کی سختیاں دُور کرے، اور اپنے رسول صلعم کی اُمت کو مشکلات سے نجات دے اور دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام کردے اپنے دوستوں، اہل خانہ اور بچوں کے لئے بھی دعا کریں، اور سب سے بڑھ کر یہ دعا کہ رمضان میں جو سبق ہم نے حاصل کیا ہے اس پر اللہ تعالٰے ہمیں قائم رکھے، ایسا ہی اپنا اور اپنے دوستوں کی درازیٔ عمر کے لئے بھی دُعا کی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ درازیٔ عُمر کے لئے دُعا کرنا اللہ تعالٰے کو پسند ہے تو ہم دعا کریں کہ اللہ تعالٰے ہمیں اتنی عمر دے کہ پھر ہم آئندہ سال رمضان کی برکات سے فائدہ حاصل کرسکیں، (اس کے بعد دُعا کی گئی)

عطیات برائے تراجم قرآن فنڈ

تاریخ	نام	رقم
11-11-72	میاں ظہور احمد صاحب - لائل پور	5000.00
16-11-72	بذریعہ عبدالعزیز صاحب خان پور	5.00
25-12-72	سلطان محمود صاحب	100.00
〃 〃 〃	ملک کندل خان صاحب	3000.00
〃 〃 〃	بیگم سعید اختر صاحب	50.00
〃 〃 〃	مظہر مسعود صاحب - گوجرانوالہ	20.00
〃 〃 〃	فضل الرحمان صاحب مانسہرہ	50.00
〃 〃 〃	چوہدری عزیز احمد صاحب سرگودھا	100.00
〃 〃 〃	جلال الدین اکبر صاحب نوشہرہ	100.00
〃 〃 〃	عبدالحمید صاحب سانگلہ	10.00
〃 〃 〃	چوہدری عبدالرحمان صاحب اوکاڑہ	50.00
〃 〃 〃	پیر فضل شاہ صاحب - ملتان	25.00
〃 〃 〃	چوہدری ظہور احمد صاحب اوکاڑہ	100.00
〃 〃 〃	قاضی بشیر احمد صاحب لاہور - کینٹ	100.00
〃 〃 〃	مولوی شفقت رسول صاحب اوکاڑہ	5.00
〃 〃 〃	امیر شاہ صاحب - ستھانہ	17.00
〃 〃 〃	مولوی عبدالمجید صاحب چوکسی - ملتان	20.00
〃 〃 〃	اللہ دتہ صاحب لاہور	5.00
〃 〃 〃	چوہدری امتیاز احمد صاحب - ستھانہ	50.00
〃 〃 〃	عبدالواحد صاحب راولپنڈی	5.00
〃 〃 〃	کیپٹن عبدالواحد صاحب - پشاور	100.00
〃 〃 〃	عبدالرؤف صاحب - داتہ	5.00
〃 〃 〃	چوہدری عبدالعزیز صاحب - خان پور	5.00
〃 〃 〃	مولوی عبدالرحمٰن صاحب - مری	5.00
〃 〃 〃	منصور احمد صاحب - سیالکوٹ	5.00
〃 〃 〃	کرامت اللہ راٹھور صاحب	10.00
〃 〃 〃	حکیم عبدالوحید صاحب	5.00
〃 〃 〃	قاضی احسان اللہ صاحب پسرور	20.00
〃 〃 〃	سردار علی صاحب - پشاور	50.00
〃 〃 〃	شیخ عبید اللہ صاحب - وزیر آباد	50.00
〃 〃 〃	عبدالرزاق صاحب - لائل پور	20.00
〃 〃 〃	ڈاکٹر عبداللہ خان صاحب	100.00
〃 〃 〃	طارق پرویز صاحب - پسرور	50.00
〃 〃 〃	میاں نذیر احمد صاحب - واہ	50.00
〃 〃 〃	قاضی عبدالرشید صاحب کنڈن سیان	5.00
〃 〃 〃	ہارون رشید صاحب - سیالکوٹ	40.00
〃 〃 〃	عبدالحق صاحب - وزیر آباد	50.00
〃 〃 〃	ڈاکٹر مبارک عبداللہ صاحب - دربند	21.00
〃 〃 〃	محمد بشیر صاحب چغتائی - لائل پور	10.00
〃 〃 〃	محمد عرفان صاحب - والٹن	10.00
〃 〃 〃	ڈاکٹر میجر محمد اسحاق صاحب - فاروقیہ	50.00
〃 〃 〃	صاحبزادہ محمد شفیع صاحب - بنوں	20.00
〃 〃 〃	عبدالعزیز صاحب کچھی	10.00

تاریخ	نام	رقم
25-12-72	عبدالرب صاحب برہم - لائل پور	10.00
〃 〃 〃	رحمت اللہ شریف صاحب - واہ	10.00
〃 〃 〃	صفیہ بی بی صاحبہ دختر لیاقت حسین صاحب واہ	10.00
〃 〃 〃	میجر محمد سعید صاحب ساہیوال	5.00
〃 〃 〃	تنویر احمد صاحب - پسر منصور احمد صاحب	50.00
〃 〃 〃	محمد سعید صاحب دیب گراں	5.00
〃 〃 〃	شیخ غلام مصطفےٰ صاحب بدوملہی	40.00
〃 〃 〃	مشتاق احمد صاحب درویش بدوملہی	5.00
〃 〃 〃	رشید احمد صاحب - بدوملہی	10.00
〃 〃 〃	ماسٹر اللہ بخش صاحب - بدوملہی	10.00
〃 〃 〃	نعمت اللہ صاحب - بدوملہی	5.00
〃 〃 〃	شیخ اقبال احمد صاحب و بیگم صاحبہ راولپنڈی	50.00
〃 〃 〃	مرحوم والدین شیخ اقبال احمد صاحب - راولپنڈی	50.00
〃 〃 〃	شیخ اللہ بخش صاحب راولپنڈی	5.00
〃 〃 〃	انور حسین صاحب ساہیوال	10.00
〃 〃 〃	پروفیسر غلام احمد صاحب - ملتان	5.00
〃 〃 〃	محمد حنیف صاحب - کسم سر	10.00
〃 〃 〃	خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایبٹ آباد	500.00
〃 〃 〃	چوہدری محمد شریف صاحب - لائل پور	20.00
〃 〃 〃	حافظ محمد ادریس صاحب - گجرات	5.00
〃 〃 〃	ڈاکٹر شیخ فضل الرحمٰن صاحب - گوجرانوالہ	50.00
〃 〃 〃	مستورات جماعت احمدیہ	527.00
26-12-72	ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب - پشاور	100.00
〃 〃 〃	شیخ محمد عبید اللہ صاحب - وزیر آباد	5.00
〃 〃 〃	مسز اختر سلیم صاحبہ سیالکوٹ	100.00
〃 〃 〃	چوہدری زاہد لطیف صاحب - لاہور	100.00
〃 〃 〃	خواجہ محمد عثمان صاحب - لاہور	100.00
〃 〃 〃	شیخ نثار احمد صاحب - سیالکوٹ کینٹ	50.00
〃 〃 〃	رضوان کریم صاحب - لائل پور	5.00
〃 〃 〃	محمدی بیگم صاحبہ بنوں	10.00

(باقی آئندہ)

پرانی یادیں

(سلسلہ صفحہ)

کر دیں تو اس میں حضرت مرزا صاحب کا کیا قصور ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں تین صد سے زائد مقامات پر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ (۱) حضرت نبی کریم صلعم پر نبوت ختم ہو گئی (۲) جو شخص بعد رسول اللہ صلعم نبوت کا دعوےٰ کرے وہ کافر۔ دائرہ اسلام سے خارج، لعین اور شیطان کا بھائی ہے۔ اس لئے علمائے کرام کا بھی یہ فرضِ اولین ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور سے کفر کا فتوےٰ واپس لے لینا چاہیئے۔ جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت اہل سنت والجماعت میں صرف حیات و وفات مسیح کے متعلق اختلاف ہے۔ اور مرزا صاحب کا دعوےٰ مثیل مسیح ہونا درحقیقت اس مسئلہ کی ایک فرع ہے۔ حال ہی میں اخبار الجمعیت میں حضرت مفتی اعظم مولینا کفایت اللہ صاحب کا فتوےٰ شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے تسلیم فرمایا تھا۔ کہ حضرت عیسٰی کو وفات یافتہ مان لینے سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے علمائے کرام کو اپنے فتوےٰ کفر پر نظر ثانی کرنی چاہیئے اس پر کثرت سے علمائے اسلام نے جماعت احمدیہ لاہور سے فتوےٰ کفر کو اٹھا دینے کے لئے ہمدردی سے غور کرنے کا وعدہ فرمایا۔

ایس عبداللطیف صاحب شیخ محمدی (پشاور)

سرحد کا ایک جواں سال مجاہد چل بسا۔ آہ! صوبیدار میجر عبدالحکیم خان

باندھ کر قلم اُٹھاتا ہوں مگر وفورِ جذباتِ غم کا یہ عالم ہے کہ خیالات کو مجتمع نہیں کر سکتا۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔

صوبیدار میجر عبدالحکیم خان کی دلکش مورت میرے سامنے ہے اُن کا پُرجلال چہرہ، چمکتی ہوئی آنکھیں، متبسم لب، خندہ پیشانی، کشادہ سینہ مضبوط اور سڈول جسم چند ایسے خدوخال ہیں جنہیں میں اس وقت بھی دیدۂ دل سے مشاہدہ کر رہا ہوں۔

پشاور شہر سے جانب جنوب قریباً پانچ میل کے فاصلے پر کوہاٹ روڈ پر ایک گاؤں آباد ہے جس کا نام گگہ ولہ ہے۔ اس گاؤں میں ایک قدیم اور واحد احمدی خاندان ہے۔ صوبیدار میجر عبدالحکیم صاحب مرحوم اسی معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مروجہ تعلیم کچھ زیادہ نہ تھی مگر اپنی محنت، ذہانت اور انتظامی اُمور میں صلاحیتوں کے طفیل صوبیدار میجر کے عہدے تک پہنچے پنشن پا گئے تھے۔ پنشن پانے کے تھوڑے دن بعد لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں ایک معزز اور ذمہ دار عہدہ (   ) پر تعینات ہوئے۔ ہسپتال کے تمام مریضوں کو غذا و خوراک وغیرہ کی فراہمی کی مشکل ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔ اس کٹھن اور پُرخطر کام کو ایسے خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ ہسپتال کی انتظامیہ نے ان کی خدمات کو بارہا سراہا۔ ان سے قبل جتنے افسر بھی اس کام پر مامور ہوئے تھے۔ سب کسی نہ کسی طرح ٹھیکیداروں سے میل ملاپ کے باعث بدنام ہو گئے تھے۔ مگر مرحوم نے اپنا دامن آلودگی سے پاک رکھا اور اولین احمدی بزرگوں کی یاد تازہ کی۔

سلسلہ سے انہیں اس قدر گہری وابستگی تھی کہ ہمہ وقت اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اور گفتگو کرتے وقت سلسلہ کی ترقی و استحکام کا موضوع زیرِ بحث لاتے اور جب بھی محسوس کرتے کہ کوئی دوست سلسلہ کے معاملات میں تساہل یا بے اعتنائی برت رہا ہے تو بہت کڑھتے اور مضطربانہ لب و لہجہ میں اس کا اظہار کرتے۔ سلسلہ سے اس حد تک عشق و محبت نے بالآخر انہیں اس امر پر آمادہ کیا کہ مقامی جماعت کی تنظیم و اصلاح اور ترقی و استحکام کی ذمہ داریوں میں

کیا۔ شروع شروع میں میرا ذاتی خیال یہ تھا۔ کہ صوبیدار میجر سیکرٹری کے فرائض انجام نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ ہسپتال میں جو ڈیوٹی ان کے سپرد تھی وہ ہمہ وقت توجہ کی محتاج تھی اور وہ اتنی فرصت وہاں سے نہیں پائیں گے کہ جماعتی تحریکات کی طرف توجہ دے سکیں۔ مگر جلد ہی میرا خیال غلط نکلا۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جہاں لگن اور عزم ہو وہاں ناممکن اور مشکل کو دخل نہیں۔ صوبیدار میجر صاحب مرحوم ہسپتال کی مصروفیات کے باوجود اس آنریری خدمت سے بھی اس خوش اسلوبی اور کامیابی سے عہدہ برآ ہوئے کہ آج تک کسی فرد واحد کو ان کے خلاف شکایت کے لئے لب کشائی کا موقعہ نہیں ملا۔ صدر جماعت کے تو وہ دستِ راست تھے اور انہیں مرحوم کا مکمل تعاون حاصل تھا۔

جیسا کہ اُوپر بیان کر چکا ہوں، مرحوم میں انتظام و منصوبہ بندی کا ملکہ بدرجۂ اتم موجود تھا۔ مقامی جلسوں اور تقریبات کے انعقاد کے موقعوں پر ان کی انتظامی صلاحیتوں کے جوہر کھلے اور ہر کہ و مہ سے داد و تحسین حاصل کی۔ دراصل ان میں چھوٹوں اور بزرگوں کے کام میں دلچسپی لینے کا وصف موجود تھا۔ وہ اگر ایک طرف بے لوث و بے غرض خدمت کے طفیل بڑوں میں معزز و محترم تھے تو دوسری جانب مشفقانہ اور مربیانہ سلوک کے باعث چھوٹوں میں مقبول و محبوب تھے۔ اور یہی ان کی کامیابی کے درخشاں پہلو تھے۔

مرحوم ایک ایسے افغان خاندان سے متعلق تھے جن کی فیاضی، مہمان نوازی، خوش اخلاقی شجاعت و بہادری، غیرت و حمیت اس علاقے میں مسلّم ہے۔ اور انہوں نے یہی صفات ورثہ میں پائی تھیں۔ غیرت و حمیت کا یہ حال تھا کہ مرحوم کوئی ایسی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے جس سے سلسلہ کی تذلیل ہوتی ہو۔ ایسے مواقع پر وہ خطرہ سے بے پروا ہو کر مخالف پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑتے۔ اور اسے عبرتناک سبق دیتے فیاض اس قدر تھے کہ اچھی تنخواہ اور آمد کے باوجود پیسہ پاس نہیں تھا۔ جو کماتے تھے خرچ کرتے۔ دولت جمع کرنے کی نہ تمنا تھی نہ

طلب۔ بس ایک دھن سوار تھی کہ کسی طرح خدا اور اس کی مخلوق راضی ہو۔ بے جا نہ ہوگا اگر اس موقع پر ان کی فیاضی کا ایک ادنیٰ سا

[illegible]

مضافات کی جماعتوں کے سب دوستوں کو لاہور کے ایک اعلیٰ ہوٹل میں دعوت دی اور سب دوستوں کی پُرتکلف چائے سے تواضع کی۔

کہتے ہیں صفائی پارسائی سے دوسرے درجہ پر ہے۔ مرحوم صفائی اور پاکیزگی کے بہت پابند تھے۔ نہ صرف خود صاف ستھرا رہتے بلکہ ایک صاف ستھرا ماحول رکھنے کی بھی کوشش کرتے۔ صفائی اور سلیقہ شعاری کی ایک جھلک ہسپتال میں ان کے کاروبار میں نمایاں طور سے نظر آتی تھی۔

صفائی کو ملحوظ رکھنے اور سلیقہ سے کام کرنے کے بارہ میں ملازمین و معاونین کو سختی سے تاکید کرتے تھے۔ ایک دن مجھے کہنے لگے کہ

اے شوخیٔ طبع تو برمن بلا شدی

والا محاورہ مجھ پر بھی صادق آیا۔ ہسپتال کی انتظامیہ نے میرے شعبہ کی صفائی و سلیقہ کو دیکھ کر سارے ہسپتال کی صفائی و تزئین کی نگرانی کے فرائض بھی میرے سپرد کئے۔ یہ ظاہری صفائی ان کی باطنی صفائی کا عکس تھی۔ وہ ازل سے ایک صاف دل اور راست گو زبان لے کر آئے تھے لگی لپٹی مکر و چالبازی کی باتوں سے ناآشنا تھے۔ وہ قولوا قولاً سدیدا کے مصداق تھے۔ دوٹوک سیدھی بات کہنے کے عادی تھے۔

خوش اخلاقی کا یہ عالم تھا کہ اس قدر مصروف ہونے کے باوجود ہمیشہ شاداں و فرحاں رہتے تھے۔ دوست دیکھنے آتا تو بیماری اور کمزوری کے عالم میں بھی ملنے کے لئے خود پیشقدمی کرتے اور بغلگیر ہو کر دیر تک اپنے سے جدا نہ کرتے۔ غرضیکہ مرحوم کے اخلاقِ حمیدہ کے بہت سے پہلو ہیں اگر ان پر روشنی ڈالی جائے۔ تو خدشہ ہے کہ مضمون خاصہ طویل ہو جائے گا۔

مرحوم کو قریباً عرصہ دو سال سے قلب کا عارضہ تھا۔ جب دورہ پڑتا تو ہسپتال میں داخل ہو جاتے۔ جب آرام آ جاتا تو پھر اپنی ڈیوٹی انجام دینے لگتے۔ چند ماہ سے دورہ نہیں پڑا اور بظاہر آرام دکھائی دیتا تھا۔ پچھلی جمعرات کو ان سے ملنے گیا۔ دفتر سے باہر برآمدے میں کھڑے تھے۔ دیکھتے ہی آگے بڑھے اور بغلگیر ہوئے۔ کہنے لگے میں نے تو آپ کے صاحبزادے سے دریافت کیا تھا بتائیے پہلو کے درد کا اب کیا حال ہے۔ میں نے جواباً کہا

[illegible]

منہ سے نکلا۔ کیا خبر تھی کہ دو دن بعد مؤرخہ ۲۱ اتوار کی صبح کو یہ جواں سال اور باہمت مجاہد اجل کے بے رحم ہاتھوں ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھن جائے گا۔

آہ در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

مرحوم کی عمر ۵۰ سال کے لگ بھگ تھی۔ انہوں نے ایک بیوہ دو شادی شدہ لڑکیاں اور ایک خوردسال بچہ چھوڑا ہے۔ بدرگاہ ربّ العزت میں پورے عجز و انکسار کے ساتھ دست بدعا ہوں:۔

اے مولا کریم کہ تو غفور الرحیم ہے ہمارے اس عزیز بھائی کی مغفرت فرما اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ان کے بال بچوں کا تو آپ ہی ناصر و محافظ ہو۔ اور ان کے سب متعلقین و لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین۔ الراقم۔ خاکسار۔ ایس عبداللطیف صدر جماعت۔ شیخ محمدی

جماعت پشاور کے لئے
سیکرٹری و اسسٹنٹ سیکرٹری کا انتخاب

مؤرخہ ۷ نومبر ۱۹۷۳ء بعد از نماز جمعہ مقامی جماعت پشاور کے احباب کا ایک اجتماع زیر دستخطی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں سابق سیکرٹری جماعت پشاور جناب صوبیدار میجر عبدالحکیم خان مرحوم کی وفات اور جناب سردار خان جائنٹ سیکرٹری جماعت پشاور کے چترال تبادلہ سے پیدا شدہ صورتِ حال پر غور کیا گیا۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ جماعت کے کام منظم طور پر چلانے کے لئے سیکرٹری اور اسسٹنٹ سیکرٹری کا تقرر کیا جاوے۔

لہٰذا اکثرت رائے سے جناب نذیر احمد صاحب کو آنریری جنرل سیکرٹری اور جناب تنویر احمد کو اسسٹنٹ سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

ڈاکٹر ایم اے رعمل
صدر جماعت پشاور
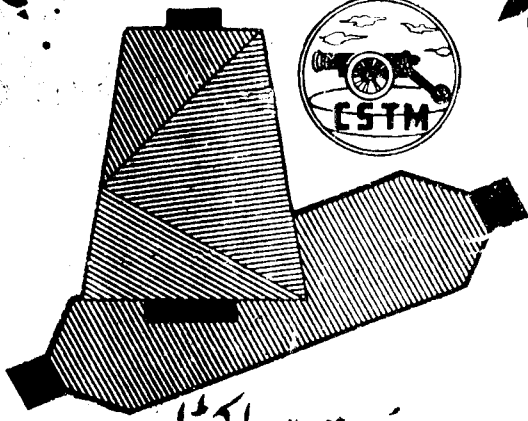
ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۸۳ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۳۸ ۔ شمارہ ۴۷
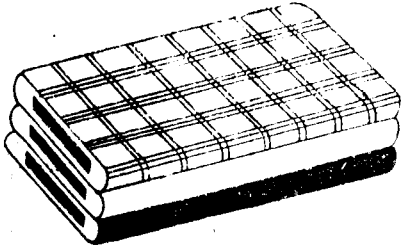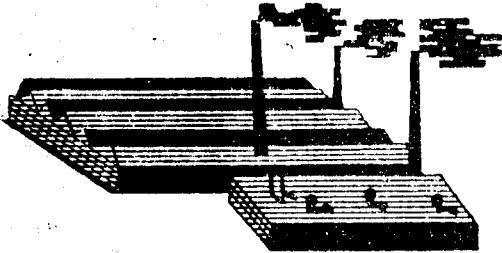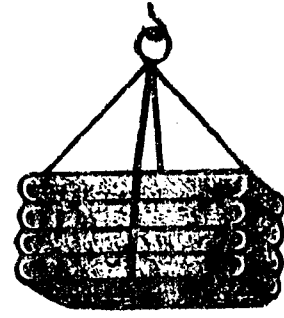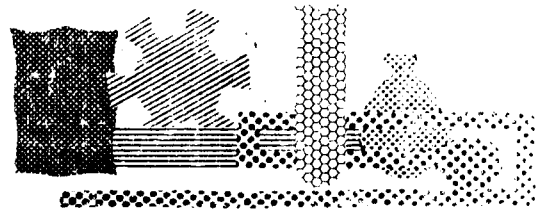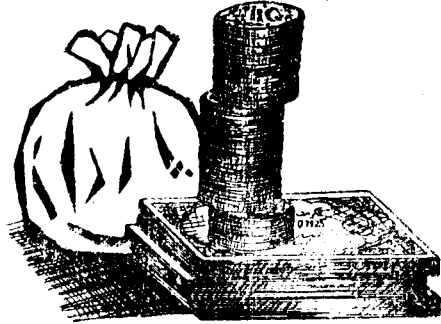
ضرورت ہے

انجمن کے مرکزی دفاتر میں دو کارکنوں کی فوری ضرورت ہے۔ جماعت کے ایسے نوجوان جو کم از کم ایف اے پاس ہوں اور ٹائپ جانتے ہوں قابلِ ترجیح۔ امیدوار اپنی درخواست معہ نقول اسناد مقامی جماعت کے سیکرٹری یا صدر کی تصدیق کے ہمراہ پتہ ذیل پر ارسال کریں: جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷ سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ ذیقعد ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۴۸

جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء

اپیل برائے جلسہ فنڈ

اخی مکرمی و محترمی ——— السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امام زمان حضرت مسیح موعودؑ نے جماعتِ احمدیہ کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے ۔ ان میں **جلسہ سالانہ** کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو اسلامی اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے ۔ سال کے بعد دوستوں کا ایک جگہ جمع ہو کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے عالمگیر پیغام کا جائزہ لینا اور اس کے لئے لائحہ عمل مرتب کر کے آئندہ سال اس پر عمل پیرا ہونے کے ذرائع سوچنا اس اجتماع کا اوّلین مقصد ہے ۔ یہ جلسہ نیک و متقی نفوس کا ایک ایسا اجتماع ہے جو قلوب میں رقت و سوز اور جذب و وارفتگی کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور اجتماعی دعاؤں کے ذریعہ ہماری بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں ۔ علاوہ ازیں اس کے کئی معاشرتی و سماجی فوائد بھی ہیں جو صرف سالانہ اجتماع سے ہی پورے ہو سکتے ہیں ۔ اس لئے جماعت کے تمام احباب و خواتین کی شمولیت اس جلسہ میں بے حد ضروری ہے ۔

موجودہ دور میں جبکہ افراطِ زر کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو چکی ہے اور عام طور پر ہر فرد کے لئے کچھ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں ۔ اشاعتِ اسلام کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں ۔ آنے والے **جلسہ** کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ہماری جماعتی تاریخ میں پہلی مرتبہ پچاس افراد کا ایک قافلہ جلسہ میں شرکت کرنے کے لئے ہزاروں میل کا سفر کر کے آ رہا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں اخراجات بھی غیر معمولی ہوں گے جو ساری جماعت نے مل کر برداشت کرنے ہیں ۔

اس لئے جملہ احباب سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ مخصوص حالات کے پیشِ نظر دل کھول کر **"جلسہ فنڈ"** میں چندہ دیں اور اپنی درخشندہ روایات کو قائم رکھیں ۔

آپ کا مخلص ۔ مرزا مسعود بیگ

جنرل سیکرٹری ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، احمدیہ بلڈنگس لاہور ۔

جلسہ سالانہ کی اغراض

اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے ۔

(از حضرت مسیح موعودؑ)

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے ۔ . . . . . . اور ان کے معلومات وسیع ہوں ۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو ۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقاتِ اخوت استحکام پذیر ہوں گے ۔ ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں ۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں . . . . سو بھائیو! یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے ۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا ۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی ۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے ۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں ۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے ۔ اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس **جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں ۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے ۔**

——— اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء ———

محمد صالح نور

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

(حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام)

—— قرآن مجید میں امت محمدیہ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ جو لوگ ان میں سے ایمان اور عمل صالح کے پیمانہ پر پُورے اُتریں گے:۔

"وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے خوف کے بعد انکی حالت کو امن سے بدل دے گا"

(سورۃ النور ۵۵)

—— اس ارشاد باری تعالیٰ کی تصدیق و تشریح زبانِ مقدس نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو داؤد کی حدیث صحیح میں روایت کی گئی ہے اور اس حدیث کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "حدیث کے جملہ حفاظ اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں"

"اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد مبعوث کرتا رہے گا"

—— حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام نے قرآن پاک کے اس مقام اور مذکورہ بالا حدیث کو بارہا اپنی صداقت کے لئے پیش فرمایا ہے۔ ایک مقام پر آپ نے اس قانونِ قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آسمانی پانی نہ نازل ہو تو زمین خشک ہو جاتی ہے اور بہت سے ناپاک عناصر اور زہریلے مادے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے سال میں ایک مرتبہ آسمان سے برسات کے ذریعہ تجدید کا نظام قائم کر دیا ہے۔ اسی طرح روحانی بارش کی بھی مردہ دلوں اور خوابیدہ رُوحوں کو احتیاج ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:—

"یہ حدیث کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد تجدید دین کے لئے آتا ہے، مخالفوں کے نزدیک کیسی ہی ہو مگر ہم کہتے ہیں کہ جب قانونِ قدرت میں اس کی تصریح موجود ہے تو پھر اس سے انکار کے کیا معنے؟ ہر چیز تجدید کی محتاج ہے پس نئی صدی بھی حق رکھتی ہے کہ نئے اہل دل پیدا کرے جو حکمت اور صداقت کی تخم ریزی کریں، بعد ما اھلکنا القرون الاولیٰ، تجدید ہی کی طرف اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ گذشتہ زمانہ میں مجدّدوں کی ضرورت تھی، دنیا قیامت تک اسی طرح مجدّدوں کی محتاج ہے"

(تقریر ۲۲ دسمبر ۱۹۰۰ء)

آپؑ نے دلائل و براہین سے اپنے دعویٰ مجدّدیت کو قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور بارہا مطالبہ کیا ہے کہ جب خدا کا وعدہ اور جناب رسالتمآبؐ کا ارشاد برحق ہے تو چودھویں صدی کا مجدد پیدا کرو ورنہ میرے دعوے پر ایمان لاؤ مگر صدی گذرتی گذرتی ختم ہو گئی اور آپ کے سوا اس صدی میں کسی اور نے مجدّدیت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ گویا خالقِ کائنات کی فعلی شہادت نے آپ کے دعویٰ پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

—— ایک اور مقام پر آپ قانونِ قدرت کی شہادت بعثتِ مجدّدین کے متعلق یوں بیان فرماتے ہیں:—

"دیکھو جیسا کہ درختوں کا حال ہے کہ موسمِ خزاں میں تمام درختوں کے پتے اور پھل اور پھُول گر جاتے ہیں اس وقت کوئی شناخت نہیں کر سکتا کہ ان درختوں کے درمیان پھل دینے والا زندہ درخت کونسا ہے اور مُردہ درخت کونسا ہے لیکن جلد موسم بہار آجاتا ہے تو زندہ درخت اپنے پھل اور پھُول کے ساتھ زندگی کا ثبوت دیتا ہے۔ یہی حال مذاہب کا ہے مرور زمانہ سے وہ اصلیت نہیں رہتی چھ سات دن میں تو بدن کا کپڑا بھی میلا ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی دینی معاملہ میں لوگوں کے درمیان غفلت اور سُستی پھیل جاتی ہے لوگ دنیا کی طرف بہت جھک جاتے ہیں یہ زمانہ مذاہب کے واسطے خریف کا زمانہ ہوتا ہے اور ایسا خریف سو سال میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ نے صدی کے سر پر پھر ربیع رکھا ہوا ہوتا ہے جس میں مذہب کے پھل پھُول پھر تازہ ہوتے ہیں۔"

(تقریر جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۰۶ء)

—— حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنے زمانہ کو موسم بہار قرار دیا ہے اور یہ کہ آپ ہی کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا وعدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سچا ثابت ہوا، آپ کو الہامًا بتلایا گیا کہ:—

"پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پُوری ہوئی"

اپنے آپ کو ان پیشگوئیوں کا مصداق قرار دیتے ہوئے جس میں امت محمدیہ میں ایک مسیح صفت ولی اللہ کے آنے کی بشارت دی گئی ہے آپ فرماتے ہیں:—

"مَیں تعجب ہے اس قوم سے جو کہتی ہے کہ مسیح موعودؑ کا قرآن شریف میں ذکر نہیں علاوہ اس کے قرآن شریف کی یہ آیت بھی کہ کما استخلف الذین من قبلھم یہی چاہتی ہے کہ اس امت کے لئے چودھویں صدی میں مثیل عیسےٰؑ ظاہر ہو جیسا کہ حضرت عیسےٰؑ چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے"

(حقیقۃ الوحی تتمہ ص ۶۵)

؎ صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں خوفِ کردگار

شیخ عبدالمجید خان صاحب کی یاد میں

محترمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل سطور اپنے مؤقر جریدہ شائع فرما کر مشکور و ممنون فرماویں۔

شیخ عبدالمجید خان صاحب آف فیض اللہ چک حال وارد خان پور بیس اور اکیس ماہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی درمیانی شب ماہ رمضان المبارک میں اس دار فانی کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اراضیات اوکاڑہ کے منیجر بھی رہے، اور انجمن کے دیگر شعبوں میں بیش قیمت خدمات انجام دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ میں شمولیت اختیار کی .. پھر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کبھی نہیں بھولے اور ہر ماہ باقاعدگی سے چندہ باہوار ادا کرتے رہے اور یوں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ سچ ہے۔ کہ

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

بیچ میں کئی ابتلا آئے۔ لیکن کہ

یہ وہ نشہ نہیں جسے تُرشی اُتار دے

بڑی استقامت اور صبر و ہمت سے کام لیا میں تقریبًا بائیس سال خان پور رہا۔ اور وہ میرے ہاں اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب بھی ملتے تو فرماتے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کوئی بات بتلاویں۔ غرض ایسی محفلیں کافی دیر تک قائم رہتیں جو میرے لئے بھی ازدیاد ایمان کا باعث ہوتیں۔ اب تو صرف ان کی یاد ہی باقی رہ گئی ہے

؎ جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

ایک پارہ قرآن شریف کا ہر روز ان کی تلاوت کا معمول تھا۔ کئی دفعہ مجھے بھی سناتے اور مجھ سے بھی سنتے۔ درثمین کے اکثر اشعار گنگناتے رہتے تھے۔

ہر وقت موت کو یاد رکھتے اور حضرت صاحب کے یہ اشعار اکثر ان کی زبان پر ہوتے تھے

؎ اس جائے پُر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں
واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

اور انہوں نے مالک حقیقی میں فنا ہو کر خود اس زندہ حقیقت کو پا لیا۔ پیغام صلح کا بڑی بے صبری سے انتظار فرماتے جب آتا تو خود پڑھا کرتے تھے۔ اور عمر کے آخری چار پانچ ماہ میں دوسروں سے سننے پر اصرار کرتے اور جب تک اخبار سُن نہ لیتے انہیں چین نہ آتا تھا۔ ان کی بیٹی رضیہ بیگم نے مبلغ پچاس روپے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر مسجد دارالسلام کی تعمیر کیلئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بتوسط اپنے بھائی عزیز عبدالصمد خان بھجوائے ہیں۔ حضرت امیر اور دیگر سب برادران سلسلہ سے دعا کی درخواست ہے کہ شیخ عبدالمجید خان صاحب مرحوم مغفور کو اللہ تعالیٰ جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو انہیں صبر کی توفیق دے اور اپنے مرحوم باپ کے

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۷۳ء

نظریاتی اور اعتقادی محاذ پر عظیم جنگ

یا

[illegible]

قلم اور دوات اور جو کچھ ان سے تحریر کیا جاتا ہے گواہ ہیں کہ تو خدا کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں بلکہ (برعکس) آپ کے لئے غیر منقطع اجر ہے اس لئے کہ آپ اخلاقِ عالیہ کی عظمتوں کے مالک ہیں۔

موجودہ زمانہ کی قومی و ملکی جنگوں کے بارہ میں گذشتہ شیوع میں کچھ ذکر کیا گیا تھا ان جنگوں کی تہ میں اصل غرض مادی مفاد اور ملکی اقتدار میں اضافہ ہے، نہ یہ کہ کسی انسانی اخلاقی مسئلہ کا تصفیہ مدِنظر ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنی اپنی قومی عزت و وقار اور اپنے اپنے اقتصادی مفاد کو انصاف و حق پرستی کے ہر اُصول کو ٹھکرا کر حاصل کرنا مدِنظر ہے یہ ایک ایسا عصر ہے جس کی بابت کتبِ مقدسہ میں پیشگوئیاں موجود ہیں، وبائیں نازل ہوں گی قحط و زلزلے آئیں گے، قومیں قوموں پر چڑھ آئیں گی، یہ وقت مصائب و رنج کے ہوں گے قرآن و حدیث میں تو اس زمانہ کی بابت نہایت صراحت سے پیشگوئیاں آئی ہیں چنانچہ قرآن کریم میں تو اس کو خروجِ دجال اور یاجوج ماجوج کے فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے بڑا فتنہ دنیا کو آج تک پیش نہیں آیا۔ احادیث میں ان اقوام کی بہت سی علامات کا بیان ہے۔ اُمتِ مسلمہ میں اس زمانہ کو قُربِ قیامت کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ مغربی اقوام کی بے نظیر مادی ترقی مگر ان کے عالمگیر فتنہ و فساد سے آج کون شخص بے خبر ہے! کون ان اقوام کے دجل و مکر اور فریب و دھوکا سے انکار کر سکتا ہے!! دراصل موجودہ قومی و مُلکی جنگوں کی تہ میں بھی اقتصادی نقطۂ نظر کام کر رہا ہے۔ انفرادی سطح پر کارفرما ہونے کی بجائے اقتصادی نظریۂ حیات، قومی و مُلکی پیمانہ پر متحرک حرب ہو رہا ہے۔ قومیت کی بنا نسل و رنگ، تنگ نظر متعصبانہ معتقدات بن چکے ہیں، عالمگیر انسانیت کا نظریہ کسی جگہ کام کرتا ہوا دکھلائی نہیں دیتا۔ اگر از روئے انصاف دیکھا جائے تو صرف ایک دین و کتاب ایسی موجود ہے جس میں عالمگیر نظریہ انسانی کو مقصدِ حیات قرار دیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس وقت مسلمان ممالک پر جارحانہ جنگیں ٹھونسی جا رہی ہیں اور ان کا فرض ہے کہ وہ سب متحد ہو کر اپنے برخلاف ظلم و ناانصافی کا دفاع کریں۔ کیونکہ اسلام جہاں ہر فرد کو اپنی حفاظتِ خود اختیاری کا حق عطا کرتا ہے وہاں وہ ہر قوم و ملک کے لئے مدافعت کا حق جائز قرار دیتا ہے، اس کے سوا یہ امر بھی صحیح ہے کہ اس وقت بہت سی اقوام مسلمان ممالک و اقوام کے برخلاف برسرِ پیکار ہیں، اس طرح مذہبی تعصّب بھی شامل ہے، یہود اور ہنود دو اقوام تو دینِ اسلام اور اس کے پیرؤوں کے علی الاعلان برخلاف ہیں۔ مگر مسلمان اقوام کے نزدیک ان کے محدود دائرہ قومیت سے بالاتر ایک اور مقصد مدِنظر رکھنا ضروری ہے، اور وہ ہے خالصتاً دینِ اسلام کی ترقی و فروغ، جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں جمیع نسلِ انسانی کی روحانی و اخلاقی اقدار کا نشو و نما ہے۔

عظیم مسائل کا عالمگیر انسانی حل دینِ اسلام نے اپنی تعلیمات میں پیش کیا ہے اور آنحضرت صلعم نے جس وضاحت کے ساتھ اپنے عمل سے اسے اپنی حیاتِ طیبہ میں اُجاگر کر دکھلایا ہے وہ اور کسی نظریہ یا دین میں موجود نہیں۔ چنانچہ اقتصادیات کا سوال ہو یا قومی تعصبات کو مٹانے کا۔ اسلام نے ان کے بارہ میں قابلِ عمل حل پیش کر دیئے ہیں، مغربی تہذیب کی مانند اقتصادی بہبود کو اسلام نے انسانی حیات کا مقصدِ اوّلین نہیں سمجھا بلکہ سب سے مقدم نصب العین انسان کی روحانی و اخلاقی صفات کی نشو و نما کو قرار دیا ہے۔ اس ایک امر سے ہی مادیت کی جڑیں کٹ کر رہ جاتی ہیں، ایسا ہی قومی و مُلکی تعصبات کو ربّ العٰلمین کے نظریہ سے ختم کر دیا ہے۔

اب اگر یہ امر بالکل صحیح ہے کہ اس وقت ظاہرا جنگوں کی تہ میں اقتصادی و اعتقادی وجوہ کام کر رہی ہیں تو اس امر کے ماننے میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ جب تک ان اقتصادی نظریات اور اعتقادی و قومی تعصبات کو دُور نہ کیا جائے گا تب تک دنیا میں امن و سکون قائم ہونا محال ہے۔ پس اصل محاذِ جنگ باطنی سطح پر قائم ہے، جب تک اس محاذ کے برخلاف مسلمان کارروائی نہ کریں گے تب تک عالمگیر سطح پر سلامتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ارتقاء کے ذریعہ حاصل کی ہے کا بالآخر انجام کیا ہو رہا ہے، کیا انسان انفرادی و اجتماعی طور پر اس خوشی و خوشحالی اور چین و سکون سے ہمکنار ہو سکا جو اس کی ترقی کی اصل غرض و غایت تھی یا وہ ایسی مادی ترقی کے باعث ہلاکت کے ایک گہرے غار کے کنارہ پر آ کھڑا ہوا ہے؟

یہ امر بخصوص دل یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دجّال کی نظریاتی جنگ کے برخلاف قومی و مُلکی دفاعی جنگیں کام نہیں آ سکتیں۔ یہ جنگیں اپنے مخصوص مفادات کے لئے کتنا ہی ضروری و جائز ہوں اور ان کے نتائج خواہ کیسے ہی ہمت افزا و خوش کن نکلیں تاہم دنیا کے نظریۂ حیات میں جو غلطی گھر کر گئی ہے اس کے رفع کرنے میں ان کو کچھ دخل نہیں۔ گمراہ کن و ضلالت آمیز نظریہ کی اصلاح صحیح اور ہدایت کا نقطہ نگاہ پیش کرنے اور اس کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کرنے سے ہی ہو سکتا ممکن ہے۔ جبکہ اسلام نے مسلمانوں کو ایک صحیح نظریۂ حیات عطا کیا ہے جس میں امراضِ زمانہ کے جملہ مصائب کا علاج ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اس نسخۂ شفا کو دنیا میں پیش کر کے اس کی فلاح و نجات کا ذریعہ نہیں بنتے؟ اس اہم سوال کے جواب میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آج مسلمانوں نے عام طور پر اپنے دین کے حقیقی اور عالمگیر پیغام کو نہیں سمجھا اور نہ ہی موجودہ زمانہ کی دینی متقاضیات پر ان کی نظر ہے، نیز موجودہ تبدیل شدہ حالات میں دینِ اسلام کی باطنی نظریاتی جنگ میں کونسے ہتھیار اُن کے کام آ سکتے ہیں نہ ان سے وہ باخبر ہیں، اکثر پیروانِ اسلام یا تو پرانے مذہبی تعصبات کا شکار ہو رہے ہیں جیسے دیگر مذاہب کے پیرو ہیں یا پھر وہ مغربی مادی تہذیب کی تقلید اور قوم و وطن پرستی کی تحریکوں سے متاثر ہو کر محض حب الوطنی میں امراضِ زمانہ کا علاج سمجھ بیٹھے ہیں، اسلام کے عالی و عالمگیر پیغام کو جو رنگ و نسل، قوم و وطن یکسر مذہب کے تعصبات سے بھی بالاتر ہو کر ایک انسانی تحریک کا دین ہے سمجھ نہیں سکے، نہ ہی وہ دینِ اسلام کے ان ہتھیاروں سے باخبر ہیں جن کے ذریعہ یہ دین نہ صرف دیگر تمام ادیان پر بلکہ جملہ نظریات پر غالب آ سکتا ہے، یہ وجہ ہے کہ ان کی توجہ اسلام کے پیغام کو دنیا میں ابلاغِ عامہ کے ذرائع سے نشر کرنے کی طرف نہیں۔

یہ وہ ضروریاتِ حقّہ ہیں جن کے پیشِ نظر یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ دینِ اسلام کی حفاظت کے وعدہ کے مطابق اپنی جانب سے کوئی انتظام کرتا، کیونکہ جب تک اس کی طرف سے ضلالت کے ایسے وقتوں میں روشنی نصیب نہ ہو، انسان اپنی عقل و فکر سے کوئی راہ نجات تلاش نہیں کر سکتا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون میں نہ صرف قرآن کریم کے نزول کی بشارت کی خبر ہے بلکہ اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خدا نے اپنے ذمّہ لیا ہے۔

پس کیا اس وعدۂ فرقانی کے مطابق یہ ضروری تھا کہ موجودہ عالمگیر مصائب میں خدا تعالیٰ اپنی جانب سے کسی مجدّد و مُصلح کو مبعوث فرماتا؟ تعجب ہے کہ ہم سب معترف ہیں کہ دجّال آ چکا ہے تو پھر وہ مسیح موعود کیوں نازل نہ ہوا، جس کا آنا اس کے ساتھ وابستہ قرار دیا گیا تھا؟ خدا تعالیٰ نے اپنے حتمی وعدہ کے مطابق بے شک چودھویں صدی کے مجدّد کو مبعوث فرما دیا۔ لیکن دنیا نے اسے نہیں پہچانا۔ اس نے نہ صرف امراضِ زمانہ کی صحیح نبض شناسی کی ہے بلکہ اس نے اس دین کی فتح کے ایسے کامیاب ہتھیار مسلمانوں کو دیئے ہیں کہ جن سے فتح مبین مقدر ہو چکی ہے۔ آپ کی تعلیم سے جن اصحاب نے استفادہ کیا اور آپ کی ہدایات کے مطابق جنہوں نے پیغامِ اسلام کو دنیا میں پہنچایا ان کی کامیابی کی ایک دنیا گواہ ہے۔ ایسے وقتوں میں جب نظریات کی جنگ جاری ہو، دینِ اسلام کے

کے نظریہ کی حمایت میں کن اصحاب نے یہ جنگیں لڑیں اور وہ کہاں تک کامیاب و کامران رہے؟ یہ ایسے واضح حقائق و شواہد ہیں کہ مسلم و غیر مسلم دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ دین اسلام کی سربلندی اور اس دین کے اصولوں کی برتری اگر اس زمانہ میں قائم ہوئی تو وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تحریروں اور آپؑ کے پیرؤوں کے تبلیغی مشنوں کے ذریعہ ہی ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے جو یقین قلوب میں گھر کر جاتا ہے وہ کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں۔ کیا عام طور پر یہ ضرورت نہیں کہ اس نظریاتی جنگ میں اگر دینِ اسلام نے فتح حاصل کرنا ہے تو مسلمان عام طور پر ان تمام اسلحہ جات سے مسلح ہو کر ایک عالمگیر حرب میں حصہ لیں جن کے کاری ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا؟ عنوان پر جو آیات درج ہیں، ان میں بھی قرآن کریم نے یہ بتلایا ہے کہ جب علم و سائنس کا عام طور پر رواج ہوگا اس وقت آنحضرت صلعم کی صداقتِ نبوت پر علومِ حقہ گواہی دیں گے، نیز آنحضور صلعم کے اخلاقِ عالیہ آپؐ کے منجانب اللہ صادق رسول ہونے کی شہادت پیش کریں گے۔ اب کیا یہ زمانہ وہی علمی دَور نہیں جس میں آنجنابؐ کے عظیم اخلاق کو علمی رنگ میں پیش کر کے دنیا کو قائل کیا جائے؟ اگر واقعی یہ وہی زمانہ ہے جس کی پیشگوئی قرآن کریم نے کی تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق دینِ اسلام کی عالمگیر نشر و اشاعت

جلسہ سالانہ پر
ٹرینیڈاڈ و سرینام (جزائر غرب الہند) سے
آنے والے احباب کا پروگرام

قبل ازیں یہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ جنوبی امریکہ کے جزائر غرب الہند (ٹرینیڈاڈ اور سرینام وغیرہ) سے پچاس اصحاب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لئے آنے والے ہیں، بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے، کہ یہ قافلہ بتیس اصحاب پر مشتمل ہوگا جس میں پچیس ۲۵ مرد اور سات خواتین شامل ہوں گی، یہ تمام اصحاب ۷ر دسمبر تک کراچی پہنچ جائیں گے، جہاں سے ۱۰ر دسمبر کو بذریعہ ہوائی جہاز راولپنڈی جائیں گے اور وہاں احباب جماعت سے ملاقات کے بعد ایبٹ آباد اور پشاور کی جماعتوں سے ملنے جائیں گے، جس کے بعد ۱۶ر دسمبر کو لاہور پہنچیں گے، اور یہاں سے لائل پور جائیں گے، اور پھر واپس آ کر جلسہ سالانہ میں جو ۲۳-۲۴-۲۵ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء کو ہمارے نئے مرکز دارالسلام میں منعقد ہو رہا ہے، شامل ہوں گے۔

ان اصحاب کے اعزاز میں

"پیغامِ صلح" کا ایک خاص نمبر ۱۹ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو شائع ہوگا، جس میں ان سب کی تصاویر اور مختصر حالات کے علاوہ مختلف احباب کے مضامین درج ہوں گے اور حضرت مسیح موعودؑ، حضرت مولانا نورالدینؓ حضرت مولانا محمد علی صاحبؓ اور حضرت مولینا صدرالدین صاحب کی تصاویر اور جلسہ کے متعلق پیغامات بھی دیئے جائیں گے۔

جو حضرات

اس نمبر کے لئے مضامین لکھنا چاہیں، وہ از راہِ نوازش ۸ر دسمبر ۱۹۷۳ء تک اپنے مقالات ایڈیٹر "پیغامِ صلح" کے پتہ پر ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اخبار و افکار

مولویانہ منطق

عرصہ ہوا مولینا عبدالماجد دریابادی نے اپنے مؤقر جریدہ ہفت روزہ صدق میں اس مولویانہ منطق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا تھا کہ:—

"تکفیر کے سارے کاروبار کی بنیاد اسی اس مولویانہ منطق پر ہے، ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا ہے، قسمیں کھا کھا کر یقین دلا رہا ہے کہ میرا ایمان اللہ پر ہے، اس کے قرآن پر ہے مگر ہمارے مولوی صاحبان پورے شد و مد سے اسے جھٹلاتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ تیرے، فلاں عقیدے سے یہ لازم آتا ہے کہ تو قرآن کا منکر ہے، رسول کا باغی ہے، دین سے مرتد ہے اللہ سے کافر ہے، وہ بیچارہ اسی لزوم والتزام کے چکر سے کانوں پر ہاتھ دھرتا ہے مگر یہاں بھی اصرار ہے اور اسی کو غیرتِ دینی سمجھا جا رہا ہے —— حالانکہ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ جو الزام ثابت ہو سکتا ہے وہ تناقض بیان کا ہے نہ کہ کفر و ارتداد کا، اور کتاب و سنت میں یہ کہیں بھی وارد نہیں ہوا ہے نہ صراحۃً نہ کنایۃً، کہ تناقض بیان و انتشار خیال مرادف ہے کفر و ارتداد کے"

(ہفت روزہ صدق مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء)

مولانا نے بڑی پتے کی بات کہدی بعینہٖ یہی کیفیت حضرت مرزا صاحب کے متعلق پیش آ رہی ہے، انہوں نے ہزارہا مرتبہ قسمیں کھا کھا کر اعلان کیا کہ میرا دعوےٰ نبوت کا نہیں، نبی کا لفظ میں نے لغوی طور پر محدثیت کے معنوں میں استعمال کیا ہے، یہ مجازی استعمال ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے، اگر مسلمانوں کو یہ لفظ شاق گذرتا ہے تو اسے کٹا ہوا سمجھا جائے، لیکن مولوی صاحبان ہیں کہ انہیں اس بات پر اصرار ہے کہ ان کی فلاں عبارت سے دعوےٰ نبوت ثابت ہے، فلاں جگہ ہزارہا نشانات کو انہوں نے اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے وغیرہ حالانکہ نشانات ہزارہا ہوں یا کروڑہا وہ اسی مجازی نبوت ہی کا ثبوت ہیں جو مکالماتِ الٰہیہ سے بڑھ کر نہیں، لیکن مولویوں کی "میں نہ مانوں" کا کیا علاج؟

"مجنون" کا کام

اہلحدیث کا ایک نیا جریدہ "الیوم" کے نام سے حال ہی میں جاری ہوا ہے، اس نے بھی اپنے وہابی معاصرین کی تقلید میں حضرت مرزا صاحب ہی پر جرح قدح کرنا اور طرح طرح کی تاویلوں سے انہیں کافر قرار دینا اپنی ترقی کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے؟ کبھی کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب مجنون تھے، انہیں مراق کا مرض تھا، کبھی کچھ کہتے تھے اور کبھی کچھ، کبھی انہیں قرآن اور رسولؐ کی توہین کرنے والا قرار دے کر کافر بلکہ اکفر ٹھہرایا جاتا ہے۔ حالانکہ غور طلب بات یہ ہے کہ ایک "مجنون اور مراقی" نے اسلام کی تائید اور غیر مذاہب کے ابطال کے ثبوت میں وہ عظیم الشان لٹریچر کس طرح پیدا کر دیا جس کے متعلق اور تو اور اہلحدیث کے سب سے بڑے عالم مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھی یہ لکھنا پڑا کہ "یہ کتاب (براہینِ احمدیہ) اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً"

صرف مولوی محمد حسین ہی نہیں، کئی ایک دیگر علماء، صوفیا اور انصاف پسند جرائد نے ان کی زندگی میں اور وفات پر ان کی عظیم الشان خدماتِ اسلام کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا، اور تو اور جلسہ اعظم مذاہب میں جہاں دیگر مذاہب کے علاوہ مسلمان علماء کو بھی منتظمین کے مقرر کردہ سوالات پر اسلامی نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالنے کی دعوت دی گئی تھی، حضرت مرزا صاحب ہی کا لیکچر سب پر غالب رہا جس کا اعتراف منتظمین کے علاوہ انگریزی و اردو جرائد میں کھلے لفظوں میں کیا گیا، کیا یہ کسی مجنون اور مراقی کا کام ہو سکتا ہے؟ کیا ایک کافر اور قرآن اور رسول کا منکر اسلام پر ایسی درخشاں روشنی ڈال سکتا ہے کہ تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کی آنکھوں کو چکا چوند کر دے اور انہیں اس بات کے اعتراف پر مجبور کر دے کہ مرزا صاحب کا لیکچر تمام دوسرے مضامین پر غالب رہا؟

[illegible]

خطبہ جمعہ : مؤرخہ ۱۶ نومبر ۱۹۷۳ء ۔ فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

الٓمٓ ذالک الکتاب لاریب فیہ ۔ ھدیً للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقناھم ینفقون ه والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علیٰ ھدیً من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ——— (سورۃ البقرہ ۔ شروع آیات) ———

الٓمٓ ۔ یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں ۔ ان کا ترجمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ابن عباسؓ نے انا اللہ اعلم کیا ہے ۔ یعنی میں اللہ بہتر جاننے والا ہوں ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اس کتاب کا نازل کرنے والا ہوں ، اور دنیا کی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز اور بڑی سے بڑی شئے کا میں خالق اور موجد ہوں ، اس لئے میں ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہوں ۔ الا یعلم من خلق ۔ بھلا اس ہستی کو علم نہ ہو جس نے دنیا کو پیدا کیا ۔ وہ تو خالق السمٰوات والارض ہے ۔ اس لئے اسے سب چیزوں کا پورا علم ہے ۔ اسی علم کی بناء پر یہ کتاب نازل کی گئی ہے ۔ جس کے متعلق فرمایا ذالک الکتٰب لاریب فیہ ۔ ... یہ کتاب ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے ۔ ذالک عموماً اشارہ بعید کے لئے آتا ہے ۔ یعنے یہ وہ عظیم الشان کتاب ہے جس کے سچائی اور حقیقت پر مبنی ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ، ھدیً للمتقین ۔ یہ متقیوں کی ہدایت کا جو بُرے کاموں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ماتھے پر سیاہ نشان رکھنے سے کوئی متقی نہیں بن جاتا ۔ نہ ٹخنوں سے پاجامہ اونچا رکھنا متقی کی علامت ہے ۔ متقی وہ ہے جو خدا تعالےٰ کو سامنے رکھتے ہوئے تجارت اور لین دین میں دیانت وامانت سے کام لے ۔ حکومت میں مخلوق خدا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ۔ گھر والوں سے نیک برتاؤ کرے غرضیکہ ہر معاملہ میں خدا کو سامنے رکھتے ہوئے نیک کردار اختیار کرے ، تو وہ متقی ہے یہ کتاب خدا کا کلام ہے ۔ مگر اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے پاکیزگی اور دل کی طہارت کا ہونا ضروری ہے ۔ ناپاک باتوں سے بچنا لازمی ہے ۔ محض ماتھے پر سیاہ نشان ڈال لینے اور ٹخنہ سے اوپر پاجامہ رکھنے سے آدمی متقی نہیں بن جاتا ۔ ھو اللہ ینظر علیٰ قلوبکم ۔ خدا تعالےٰ کی نگاہ تمہارے دلوں پر ہے ۔ دلوں کی پاکیزگی ضروری ہے ، یہ کتاب پاکیزہ کردار والی قوم پیدا کرنا چاہتی ہے ، جو حقیقی معنوں میں متقی ہو ۔ جو لوگ اس صحیفہ آسمانی پر ایمان رکھتے ہوں اور اس کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے ہوں اور تمام ناپاک حرکتوں سے بچتے رہتے ہوں ان کو متقی کہا جاتا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی اس اتقا کے راستہ پر چلنے کی تفصیلات بتائی ہیں ۔ فرمایا الذین یؤمنون بالغیب ، یہ لوگ ہر حالت میں خدا کو سامنے رکھتے ہیں ، خواہ وہ امریکہ میں ہوں یا جرمنی میں یا لندن اور ہالینڈ وغیرہ میں جہاں بھی جائیں ، کوئی واقف کار انہیں دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو ، تجارت کرتے ہوں یا ملازمت میں ہوں خدا ان کے سامنے رہتا ہے ، رضاء الٰہی کو وہ بہر حال مقدم رکھتے ہیں اور کسی برائی کے قریب نہیں جاتے ۔ ایسی جگہ بھی جہاں کوئی اپنا جاننے والا ان کے پاس نہ ہو ۔ وہ ایک بزرگ کے حالات میں لکھا ہے ۔ کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کے ایمان بالغیب کو آزمانے کے لئے انہیں ایک ایک مرغ دیا اور ہدایت کی کہ ان کو ایسی جگہ لے جا کر ذبح کرو جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو ۔ ایک شاگرد کے سوا باقی سب شاگرد اپنا اپنا مرغ ذبح کر لائے ایک شاگرد زندہ مرغ ہی لے کر واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ میں جہاں بھی گیا وہیں پر خدا دیکھ رہا تھا ۔ اس لئے میں کوئی ایسی جگہ نہ پا سکا جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو ۔ یہ ہے وہ ایمان جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی تعلیم کے ذریعہ تمام انسانوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے ۔ یہ ایمان جب پیدا ہو جائے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے تو انسان سے کوئی بری حرکت سرزد نہیں ہو سکتی اور اعلےٰ قسم کا کردار پیدا ہو جاتا ہے ۔

آگے فرمایا و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون ۔ متقی نماز کو قائم کرتے اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے غریبوں پر خرچ کرتے ہیں ۔

نماز سے دل میں راحت پیدا ہوتی ہے غرباء اور مستحق لوگوں پر اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا مال خرچ کرنے سے انسانوں کا آپس میں اتحاد بڑھتا ہے اور خدا تعالےٰ راضی ہوتا ہے یہ خدا تعالےٰ کا کتنا احسان ہے کہ اسی کے دیئے ہوئے اموال اس کی راہ میں خرچ کرنے پر بھی ثواب اور نیکی کا اجر عطا کرتا ہے ، انفاق فی سبیل اللہ کا بڑا بلند مقام ہے ۔ اس سے اعمال میں خوبی پیدا ہوتی ہے ۔ خدا کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ۔ تمام دنیا خدا کو نہ مانے تو اس کے جلال میں کوئی کمی نہیں آ جاتی ۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ لوگ متقی بن جائیں ان کے کردار اچھے ہوں ۔ یہ انسانوں کو باعزت بنانے کی تعلیم ہے ۔ العزۃ للّٰہ وللرسول وللمؤمنین ۔ عزت خدا کے لئے ۔ اس خدا ۔ رسول اور مومنین ایک جماعت ہیں ۔ یؤمنون بالغیب ۔ مومنوں کو یقین ہے کہ زمین و آسمان اور اس کائنات میں موجود ہر شئے کا مالک خدا ہے و مما رزقنٰھم ینفقون ۔ ان کے جسم ہاتھ اور ٹانگیں اللہ کی کمزور مخلوق کی مدد کے لئے وقف ہوتی ہیں ۔ وہ اپنے اموال کمزوروں پر خرچ کرتے ہیں ۔ ہر آدمی کے پاس پیسہ نہیں ہوتا ۔ جس کے پاس پیسہ نہیں ہے وہ دوسروں کی جسمانی مدد کر سکتا ہے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے و مما رزقنٰھم جو کچھ ہم نے دے رکھا ہے ۔ یہ صحت ، یہ دولت ، یہ زمینیں ۔ یہ رتبہ ہم ہی نے تم کو دیا ہے ۔ یہ مکان اور کوٹھیاں ہماری دی ہوئی [illegible]

یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ۔ اور متقیوں کی ایک شان یہ بھی ہے کہ وہ اس وحی پر ایمان رکھتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور اس سے پہلے رسولوں پر جو کتابیں نازل ہوئیں ۔ ان پر بھی ایمان لاتے ہیں ۔ اس سے قوموں میں اتحاد اور اتفاق پیدا ہوتا ہے ۔ سابقہ رسولوں اور کتابوں کی تعظیم ہی نہیں سکھائی بلکہ ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر ہمارے دیئے ہوئے رزق سے اللہ کی مخلوق کی مدد کرو گے تو ہم راضی ہو جائیں گے ۔ زمین ۔ آسمان ۔ سورج اور قمر جن سے تمہارے لئے رزق پیدا ہوتا ہے ۔ تمہارے پیدا کرنے سے پہلے ہم نے پیدا کئے ، پس اس رزق میں سے ہماری کمزور اور مستحق مخلوق پر کچھ خرچ کرو ۔ جن لوگوں کے پاس اموال کی کمی ہے وہ مخلوق خدا کی بدنی خدمت کر کے خدا کو راضی رکھ سکتے ہیں ۔ ہر تندرست مرد اور عورت کو جس کے پاس مال نہیں ہے یہ حکم ہے کہ خدا کی عطا کردہ طاقتوں اور اس کے دیئے ہوئے رزق سے دوسرے مستحقین کی مدد کرے ۔ یہی وہ پیغام ہے جس میں ساری دنیا کے لئے خوشخبری ہے ۔

میں نے ایک پادری سے پوچھا کہ انجیل میں کیا خوشخبری ہے یہی نا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ساری دنیا گنہگار ہے ۔ اور اس نے دلا دی ، یہ کیا تک ہے ۔ اور یسوع کا پھانسی پانا کیسی خوشخبری ہے ۔ کیا دنیا کا گنہگار ہونا اور یسوع کا پھانسی پا جانا خوشخبری کی بات ہے ؟ اور کیا اس طرح دنیا گناہوں سے بچ گئی ؟

ایسا ہی وید کی پہلی شرتی ہے اگنی پرو ہیتم ۔ اے اگنی میں تیری پرستش کرتا ہوں ۔ انسان دانا اور بینا ہو کر آگ جیسی چیز کی پرستش کرے ۔ اس سے بڑھ کر اور غلطی کیا ہو گی ۔ فی الحقیقت انسان کی عزت اس بات میں ہے کہ خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی اور احسان کا برتاؤ کرے اور خدا کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ حصہ دوسرے مستحقین اور محتاجوں کو دے ۔ فرمایا نبی کریم

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۱)

محمد امین صاحب سیالکوٹ

کفارہ کے ابطال پر انجیل اور قرآن کریم کی شہادت

نظریۂ کفارہ عیسائیت کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس عقیدہ کی رو سے تمام نسل آدم گنہگار ہے۔ اور صرف حضرت مسیح ہی بے گناہ تھے۔ جن کو صلیب پر اس لئے لٹکایا گیا تھا کہ تمام نسلِ آدم اپنے گناہوں کے انجام سے محفوظ ہو جائے۔ اس عقیدہ کے مطابق جو کوئی بھی عیسائیت کے دامن میں پناہ لے گا۔ وہ دوزخ کے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور خداوند تعالے اس کے گناہوں کا خیال نہ کرتے ہوئے اس کو معاف فرما دیں گے۔ آیئے اس عقیدہ کو حقائق کی روشنی میں دیکھیں۔

قدیم و جدید دونوں عہدناموں میں اس عقیدہ کا ذکر نہیں ملتا۔ بلکہ اناجیل اس عقیدہ کے سراسر خلاف ہیں۔ سطور مابعد کے مطالعہ سے عیسائیت کے عقیدہ کفارہ کا کھوکھلا پن ثابت ہو جائے گا۔ ماسٹر برکت اے خاں سیالکوٹ نے کلام الٰہی کی روشنی میں "دنیا کا کفارہ" نامی ٹریکٹ لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ راہ نجات مسیحی مذہب کے سوا اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ لیکن غور کیجئے انجیل تو یہ اعلان کرتی ہے کہ انسان خود کو گناہوں سے پاک اس طرح کرے جیسے معصوم بچہ اور خود صفات الٰہیہ اپنے اندر پیدا کرے ایسی صورت میں کفارہ کا عقیدہ از روئے انجیل کس طرح صحیح ثابت ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح نے گناہوں سے چھٹکارا کے لئے جس بات کی تبلیغ کی وہ یہ ہے کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔

(متی باب ۴ آیت ۱۷)

پھر لکھا ہے :-

" پھر لاوی نے اپنے گھر میں اس کی بڑی ضیافت کی اور محصول لینے والوں اور اوروں کا جو ان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ بڑا مجمع تھا۔ اور فریسی اور ان کے فقیہ اس کے شاگردوں سے یہ کہکر بڑبڑانے لگے کہ تم کیوں محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتے پیتے ہو۔

یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ تندرستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ بیماروں کو ہے میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گناہگاروں کو توبہ کی طرف بلانے آیا ہوں۔" (لوقا باب ۵

آیت ۲۹ تا ۳۲)

نجات کا انحصار خدائی احکام کی تعمیل پر ہے۔

نجات کا انحصار خدا تعالے کی ذات اقدس پر سچا ایمان لانے اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے پر ہے۔ حضرت مسیحؑ نے فرمایا:

" اے خدا حیاتِ ابدی یہ ہے کہ لوگ تجھے خدائے واحد و برحق مانیں اور یسوع کو جسے تو نے بھیجا ہے نبی مانیں۔ (یوحنا باب ۱۷۔ آیت ۳)

بدی جہنّم کا راستہ دکھاتی ہے

جس طرح پاکیزہ زندگی انسان کو دائمی زندگی عطا کرتی ہے۔ اسی طرح گناہوں سے بھرپور زندگی جہنم کی آگ کو بھڑکاتی ہے۔ اس ضمن میں اناجیل میں لکھا ہے :

" اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ نبیوں کی قبریں بناتے ہو اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر ہم اپنے باپ دادا کے زمانہ میں ہوتے تو نبیوں کے خون میں ان کے شریک نہ ہوتے اس طرح تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو کہ تم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو، غرض اپنے باپ دادوں کا پیمانہ بھر دو۔ اے سانپو اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟" (متی باب ۲۳۔ آیت ۲۹ و ۳۳)

خدا تعالیٰ گناہگاروں کو بخش دیتا ہے۔

یوحنا کے قول کے مطابق خدا تعالے گناہگاروں کی نہ سنتا ہے اور نہ ان کی عبادت قبول کرتا ہے۔ لیکن اگر گناہگار توبہ کر کے اور غلط راہ سے ہٹ جائے یا خود کو تبدیل کرے تو یقیناً خدا اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ چنانچہ یوحنا کی انجیل میں یہ الفاظ لکھے ہیں :-

" کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اسی طرح ننانوے راستبازوں کی نسبت جنہیں توبہ کی حاجت نہیں ایک توبہ کرنے والے گنہگار کے باعث آسمان پر زیادہ خوشی ہوگی"

(یوحنا باب ۱۵۔ آیت ۷)

انجیل کے مطابق نیکی ابدی شئے ہے

اناجیل میں یہ صاف طور پر لکھا ہے کہ آغاز دنیا سے نیک انسان موجود رہے ہیں اناجیل میں یہ کہیں نہیں لکھا۔ ہے کہ نسل آدم فطری طور پر گناہگار ہے۔ مندرجہ ذیل آیات اس بات کو اچھی طرح واضح کرتی ہیں۔ کہ حضرت آدم نیک اور سچے تھے اور ہر زمانہ میں ان کی اولاد سے نیک اور متقی لوگ پیدا ہوتے رہے" بے شک نسل آدم میں نیک اور بد دونوں قسم کے لوگ تھے"

(پیدائش باب ۲۷۔ آیت ۱)

لیکن حضرت داؤد اور ان کی تمام نسل گناہگار اور بدکار نہیں تھی۔ بائبل میں تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے کہ حضرت آدمؑ اور ان کی نسل کو گناہگار کہنا فطری اور خدائی احکامات کے خلاف ہے :-

" یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں آبیاہ کے فریق میں سے زکریا نام ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی اور اس کا نام الیشبع تھا۔ اور وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سب احکام و قوانین پر بے عیب چلنے والے تھے" (لوقا باب ۱۔ آیت ۵۔۶)

" اور زکریا دیکھ کر گھبرایا اور اس پر دہشت چھا گئی۔ مگر فرشتہ نے اس سے کہا اے زکریا۔ خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سُن لی گئی اور تیرے لئے تیری بیوی الیشبع کے بیٹا ہوگا۔ تو اس کا نام یوحنا رکھنا اور تجھے اس سے خوشی و راحت ہوگی۔ اور بہت سے لوگ اس کی پیدائش کے سبب سے خوش ہوں گے۔ کیوں وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا۔ اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب پیئے گا۔ اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا۔"

(لوقا باب ۱۔ آیت ۱۴ و ۱۵)

عقیدہ کفارہ تعلیمات اناجیل کے خلاف ہے

جناب ماسٹر برکت اے خاں صاحب یہ کفارہ کی رٹ بہائیت کے زمانے میں بھی لگایا کرتا تھا۔ لیکن جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اناجیل سے ثابت ہے کہ تمام نسل آدم کا گناہگار ہونا صحیح نہیں اور نہ کفارہ کا عقیدہ صحیح ہے۔ اناجیل میں لکھا ہے کہ حضرت زکریا اور ان کی زوجہ دونوں ہی نیک اور بے داغ کردار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے مالک تھے۔ اور حضرت یحییٰ جنہیں خدا نے نبی کے درجہ تک بلند کیا تھا بہت متقی تھے ان کی اعلےٰ تعلیمات کے ذریعے بہت سے لوگ نیک اور پارسا بن گئے۔

انجیل کی ان صداقتوں کے پیش نظر عقیدہ کفارہ نہ صرف بے بنیاد غیر آئینی معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ انجیل کی سچی اور معقول تعلیمات کے مقابلہ میں بالکل لغو نظر آتا ہے۔ اس عقیدہ کو مذہب کی بنیاد تصوّر کرنا اور اسے مسیحی تعلیمات سے منسوب کرنا عظیم خود فریبی ہے۔

حضرت مسیح کا پہاڑی وعظ عقیدہ کفارہ کے خلاف ہے

جدید مسیحیت جن اصولوں کی تبلیغ کرتی ہے۔ ان کا ذکر حضرت مسیح کے پہاڑی وعظ میں موجود نہیں۔ اس کے علاوہ پہاڑی وعظ کی تعلیمات جدید مسیحیت کے عقائد کے خلاف ہیں۔

حضرت مسیح اس عقیدہ کا ذکر کرنا کبھی نہ بھولتے۔ اگر وہ اسے مذہب کی بنیاد تصور کرتے اس کے برعکس پہاڑی وعظ میں ایسی صفات کا ذکر آتا ہے جو انسانی فطرت کا لازمی جزو سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح نے پہاڑی وعظ میں فرمایا ہے

" مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے"

(متی باب ۵۔ آیات ۵۔۶)

" خداوند تعالےٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور اسے ایسی فطرت عطا کی جو بدی سے نفرت کرتی ہے اور نیکی سے محبت کرتی ہے۔ (اناجیل)

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح بنیادی گناہ اور اس کے کفارہ پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔

عقیدہ کفارہ کا بانی

قارئین کرام! آپ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ حضرت مسیح عقیدہ کفارہ کے خلاف تھے۔ کفارہ کی بنیاد موجودہ مسیحیت کے بانی سینٹ پال پولوس نے ڈالی جس نے تمام زندگی نہ مسیح کی صورت دیکھی اور نہ ہی ان کا حواری رہا)

حضرت مسیح کی تعلیم

حضرت مسیح نے غلط اور غیر معقول رویہ کی مذمت کی ہے " اس نے جواب میں

ان سے کہا کہ "تم اپنی روایت سے خدا کا حکم کیوں ٹال دیتے ہو۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ تو اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت کرنا۔ اور جو باپ یا ماں کو بُرا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے گا۔ مگر تم کہتے ہو جو کوئی ماں باپ سے کہے کہ جس چیز کا تجھے مجھ سے فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ خدا کی نذر ہو چکی۔ تو وہ اپنے باپ کی عزت نہ کرے۔ پس اس نے اپنی روایت سے خدا کی کلام کو باطل کر دیا۔" (متی باب ۱۵۔ آیت ۳۔ ۶)

سنٹ مرقس نے بھی اپنی انجیل میں حضرت مسیح کا یہ انتباہ درج کیا ہے:

"تم خدا کے حکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایت کو قائم رکھتے ہو۔ اور اس نے ان سے کہا کہ تم اپنی روایت کو ماننے کے لئے خدا کے حکم کو کیا خوب باطل کرتے ہو"

(مرقس باب ۷۔ آیت ۸ و ۹)

حضرت مسیح کے پیروکار اس سخت انتباہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے مذہبی اصولوں پر پھر سے غور و فکر کریں اور انہیں مناسب طریق سے بدل دیں۔ یہ ان کے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ اپنی روایات کو حضرت عیسےٰ کے واضح احکامات پر ترجیح دیں۔

لعنت کی گئی موت

بلا شک حضرت مسیح کا صلیب پر لٹکایا جانا یہودیوں کے لئے خوشی کا مقام تھا اس لئے انہوں نے اعلان کیا کہ حضرت موسیٰ کی شریعت کے مطابق جو سولی پہ لٹکایا جائے گا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور جس کسی پر اللہ کی لعنت ہو گی وہ راندہ درگاہ خداوند تعالےٰ ہو گا۔ اس لئے یہودیوں کے نزدیک حضرت مسیح راندۂ درگاہ الٰہی تھے۔

یہ امر باعث افسوس ہے کہ یہودیوں نے جو غلط اعتراض حضرت مسیح کے خلاف لگائے تھے۔ ان کی مسیحیوں نے صرف تائید ہی نہیں کی بلکہ ان کو اپنے مذہب کی بنیاد بنا لیا ہے جو درج ذیل آیت سے ظاہر ہے:

"جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہوتا ہے۔" مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے "جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔"

(گلیتون باب ۳۔ آیت ۱۳)

انجیل کے ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ جدید عیسائی عقائد حضرت مسیح کی تعلیمات اور خدا کے احکام کے خلاف ہیں۔ یہ تصور ذہن میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ حضرت مسیحؑ کا راندۂ درگاہ ہونا عیسائیوں کا عقیدہ بن جائے گا۔ اور حقائق اور حوالجات کی روشنی میں مسیحی حضرات کو چاہیئے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر سنجیدگی سے غور کریں کہ ان کا عقیدہ کس طرح صحیح ثابت ہو سکتا ہے۔

انسان فطری طور پر بیگناہ اور پاکیزہ ہے

حضرت مسیح نے اعلان کیا کہ انہوں نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تمام نسل آدم گناہگار اور ناپاک ہے اور وہ اس لئے آئے ہیں کہ اپنی جان کی قربانی دے کر تمام نسل آدم کو نجات دلا سکیں۔ اس کے خلاف انہوں نے پہاڑی وعظ میں صاف طور پر تبلیغ کی۔ کہ انسان صرف راستبازی کی زندگی گزارنے سے ہی اس منزل پر پہنچ سکتا ہے کہ اسے خدا کا بیٹا کہا جائے۔

(متی باب ۵۔ آیت ۱۰)

پس یہ عقیدہ حضرت مسیح کی ذات پر ایک تہمت ہے کہ حضرت مسیح نے نسلِ آدم کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے خود راندۂ خدا تعالےٰ ہوئے اور تین دن تک دوزخ میں رہے۔ (گلیتون باب ۳ آیت ۱۳)

ایسے نیک اور پارسا پیغمبر خدا کو راندۂ درگاہ خدا تعالےٰ اور جہنمی انسان کہنا بلا شک بدترین گستاخی اور بے ادبی ہے۔

قرآن میں واقعہ صلیب کی حیثیت

آیئے اب ہم دیکھیں کہ قرآن مجید حضرت مسیح کی حیثیت کو کس طرح اس مسئلہ پر واضح اور صاف کرتا ہے۔ اور ان کے اس کہنے کی تردید کرتا ہے کہ "ہم نے مسیح ابن مریم کو جو اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں قتل کر دیا" وہ فرماتا ہے کہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا بلکہ ان کو اشتباہ ہو گیا (نوٹ: موجودہ اناجیل سے بھی مسیح کی مصلوبیت ثابت نہیں ہوتی۔ قارئین حضرات اپنے آپ کو جج تصور کر کے چاروں گواہان متی۔ مرقس۔ لوقا اور یوحنا۔ کے بیان دیکھیں۔ صاف روز روشن کی طرح آشکارہ ہو جائے گا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے) اور "جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں سوائے ظنی باتوں کے اور انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا۔"

(قرآن مجید سورۃ ۴۔ آیت ۱۵۷)

اسلام نے حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ حضرت مریم کو تمام غلط۔ گمراہ کن اور جھوٹے بہتانوں سے بچایا۔ اور ان کی حیثیت کو واضح کیا۔ قرآن مجید نے اس امر کو اس طرح بیان کیا ہے:۔

"مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں۔ جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گذر چکے ہیں۔ اور ان کی والدہ ایک پاک باز صدیقہ تھیں۔ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھئے تو ہم کیونکر دلائل ان کے لئے بیان کر رہے ہیں۔ پھر دیکھئے وہ اُلٹے کدھر جا رہے ہیں۔" (سورۃ ۵۔ آیت ۷۵)

قرآن مجید کی حسب ذیل آیت کو پڑھیئے اس میں کس طرح عقیدہ کفارہ کی نفی کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:۔

"آپ فرما دیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا اور پروردگار تلاش کروں اور وہی ہر ایک چیز کا مالک ہے۔ اور جو کوئی بُرا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے۔ اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو پھر جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتائے گا۔" (سورۃ ۶۔ آیت ۱۶۵)

اور سورۃ کہف میں فرمایا:۔

"ان لوگوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے انہیں اس کا کوئی علم نہیں نہ ان کے باپ دادا کو علم تھا۔ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ جو کچھ کہتے ہیں جھوٹ کے سوائے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

اس سے ثابت ہے کفارہ کا عقیدہ انجیل سے بھی ثابت نہیں اور قرآن بھی اس کے خلاف ہے۔

فی الحقیقت عقیدہ کفارہ غیر منطقی ہے۔ کیونکہ جب کوئی انسان کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ تو حضرت مسیح کس طرح ان تمام انسانوں کا بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔ جو مذہب عیسائیت قبول کر لیتے ہیں ہر ذی فہم اس اصول کو مانتا ہے کہ "جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔"

لیکن مسیحی حضرات اس مسلمہ اصول کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ چوری کریں، زنا کریں، جھوٹ بولیں، غیبت کریں قتل کریں راستہ ہموار ہے۔

انتباہ

عیسائیت قبول کرنے والا کبھی نجات حاصل نہیں کر سکتا اور دائمی طور پر قعر گمراہی میں پڑا رہے گا۔ اس لئے تمام غیر مسلموں کے لئے مذہب اسلام کو قبول کرنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی تسلیم کرنا ہی سیدھا راستہ ہے۔ یعنی نجات صرف اسلام میں ہے اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ حضرت محمد صلعم تمام نسل آدم کے لئے باعث رحمت ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو واحد اور لاشریک یقین کرے اور اس کے احکامات کو جو حضرت نبی کریم صلعم پر نازل ہوئے مان لے اور ان پر ایمان لائے گا۔ وہی حقیقی نجات پائے گا اور یوم محشر کو ابدی جنت میں داخل ہونے کا حقدار بن جائے گا۔

اخبار احمدیہ

بھٹہ صاحب کے فرزند کا قتل

—— جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت افسوس سے سُنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست چوہدری محمد سعید بھٹہ کو اپنے نوجوان فرزند کے قتل کا حادثہ پیش آیا ہے۔ اس کے تفصیلی حالات آئندہ پرچہ میں درج ہوں گے، ہم اس حادثہ پر بھٹہ صاحب محترم سے دلی افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر و استقامت کی توفیق مرحمت فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ گذشتہ جمعہ مؤرخہ ۲۳ نومبر ۱۹۸۳ء کو شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹی کی تحریک پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھایا۔ دیگر احباب جماعت سے بھی جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

میاں ممتاز احمد فاروقی اور دیگر احباب کے لئے درخواست دعائے صحت

—— ہمارے محترم دوست میاں ممتاز احمد فاروقی کچھ عرصہ سے مسلسل بیمار چلے آ رہے ہیں، ان کی صحت کے لئے انجمن کی جنرل کونسل منعقدہ ۱۸ نومبر اور جمعہ مؤرخہ ۲۳ نومبر کو احباب جماعت لاہور نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی قیادت میں دعا فرمائی۔ تمام احباب جماعت سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ ۴۴

عطیات برائے تراجم قرآن فنڈ

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

	سابقہ میزان	11420-00
1-1-73	اہلی خواتین	137-00
3-1-73	سید سلطان علی شاہ صاحب	200-00
5-1-73	محمد بشیر بٹ صاحب کراچی	100-00
13-1-73	بیگم صاحبہ چوہدری فضل حق صاحب	100-00
〃-〃-〃	بیگم صاحبہ ظفر سلیم صاحب۔ لائل پور	1000-00
19-1-73	رسید 7559 بر نماز عید الضحیٰ	5-00
22-1-73	شیخ عبدالرحمن صاحب۔ جموی	500-00
〃-〃-〃	صوفی لیاقت حسین صاحب	10-00
〃-〃-〃	سید اسد حسین شاہ صاحب۔ خانپور	500-00
26-1-73	مرزا حمید الرحمن صاحب۔ لاہور	200-00
31-1-73	محمد اسلم بٹ صاحب۔ لائل پور	2000-00
1-2-73	مرزا مسعود بیگ صاحب۔ لاہور	50-00
〃-〃-〃	حافظ محمد حسن صاحب پیپہ	200-00
7-2-73	محمد حسن خاں صاحب۔ کراچی	1000-00
9-2-73	پروفیسر محمد فاضل صاحب۔ لاہور	50-00
9-2-73	نصیر احمد صاحب فاروقی۔ لاہور	10,000.00
〃-〃-〃	بیگم صاحبہ نصیر احمد صاحب فاروقی۔ لاہور	1000.00
〃-〃-〃	بیگم صاحبہ ملک اعجاز الٰہی صاحب۔ لاہور	500.00
10-2-73	حافظ عبدالرؤف صاحب۔ لائل پور	25.00
12-2-73	ماسٹر اصغر علی صاحب۔ ایبٹ آباد	100-00
13-2-73	مبشر احمد صاحب۔ لاہور	100-00
16-2-73	میاں محمد رمضان صاحب۔ چک 6/4-L	20.00
19-2-73	عبدالغنی بٹ صاحب۔ عبداللہ بٹ صاحب واہ	30.00
24-2-73	محمد سعید بھٹہ صاحب۔ سیالکوٹ	100-00
26-2-73	مرحومہ بیوی بابو محمد امین صاحب	2-00
〃-〃-〃	قاضی احسان اللہ صاحب۔ پسرور	50-00
〃-〃-〃	چوہدری برکت اللہ صاحب	5-00
〃-〃-〃	بیگم راجہ محمد انور صاحب	10-00
〃-2-〃	دوست ایم (نامعلوم)	10-00
〃-〃-〃	نجم الرشید صاحب	10-00
〃-〃-〃	بیگم سلیم صاحب	5.00
〃-〃-〃	نور محمد صاحب۔ اوکاڑہ	100-00
〃-〃-〃	چوہدری شبیر احمد صاحب۔ اوکاڑہ	200-00
28-2-73	سعادت نعیم صاحب	25.00
〃-〃-〃	شیخ برکت اللہ صاحب	100-00
〃-〃-〃	شیخ عبدالقیوم صاحب	50-00
〃-〃-〃	مسز رشیدہ سلیم صاحبہ	50-00
〃-〃-〃	انور برادرز۔ کراچی	200-00
〃-〃-〃	محمد حسن خاں صاحب	1000-00
1-3-73	مرزا مسعود بیگ صاحب	50-00
3-3-73	احباب جماعت سیالکوٹ شہر	35.00
7-3-73	غلام محبوب خاں صاحب۔ پشاور	150-00
15-3-73	مولوی عبدالرحمن صاحب کوہاٹ	200-00
〃-〃-〃	بیگم میاں ظہور احمد صاحب	1000-00
17-3-73	بیگم چوہدری مسعود اختر صاحب	5.00
21-3-73	عبدالغنی بٹ صاحب	10.00
24-3-73	محمد دین صاحب۔ اسلام آباد	86.00
27-3-73	راجہ عبدالمجید صاحب و اہلیہ صاحبہ۔ چکوکسی	50.00
〃-〃-〃	حاجی میاں محمد بخش صاحب مرحوم و اہلیہ صاحبہ۔ چکوکسی	50-00
31-3-73	مرزا مسعود بیگ صاحب	50-00
3-4-73	بیگم صفدر صاحبہ۔ لاہور	100-00
4-4-73	ودھوان برادر کراچی	145-00
11-4-73	شیخ ممتاز احمد صاحب۔ سرگودھا	75-00
〃-〃-〃	ملک گل محمد صاحب۔ لاہور	25-00
14-4-73	پروفیسر خلیل الرحمن صاحب۔ ایبٹ آباد	250-00
〃-〃-〃	بیگم صاحبہ 〃 〃 〃	250-00
24-4-73	قاضی میجر مختار احمد صاحب	100-00
26-4-73	مرزا مسعود بیگ	50-00
〃-〃-〃	بیگم رضیہ فاروقی صاحبہ	100-00
28-4-73	محمد شریف خاں صاحب۔ ملتان	200-00
30-4-73	میاں رحیم بخش صاحب، کراچی	100-00
〃-〃-〃	چوہدری ظہور احمد صاحب، حضرت کرما نوالہ	20-00
4-5-73	ایس محمود صاحب۔ قصور	10-00
〃-〃-〃	بیگم میاں فضل احمد صاحب۔ لاہور	2500-00
9-5-73	شیخ نثار احمد صاحب، سیالکوٹ کینٹ	50-00
〃-〃-〃	ودھوان برادرز۔ کراچی	150-00
11-5-73	ڈاکٹر ایم اے رحمن صاحب۔ پشاور	200.00
15-5-73	مرزا حبیب الرحمن صاحب	100-00
16-5-73	صبیحہ خان محمد صاحبہ، لاہور	10-00
19-5-73	خواجہ محمد شفیع صاحب معہ اہل خانہ، سیالکوٹ	10-00
〃-〃-〃	مسعود احمد سعید صاحب سیالکوٹ	5-00
29-5-73	کرنل سعید احمد صاحب	200-00
〃-〃-〃	جماعت لائلپور بذریعہ چوہدری فضل حق صاحب	4680.00
〃-〃-〃	صوبیدار عمر دراز صاحب۔ چک 81	6-00
1-6-73	چوہدری شفیق احمد صاحب و بیگم صاحبہ اوکاڑہ	500-00
4-6-73	محمد انوار اینڈ برادرز ودھوان کراچی	200-00
14-6-73	امتہ اللہ بیگم صاحبہ۔ لاہور	5-00
19-6-73	مسلم صاحب -/20۔ عبدالغنی صاحب -/10	30-00
9-7-73	میاں اللہ بخش صاحب۔ لائل پور	5000-00
12-7-73	میاں عبدالغنی بٹ صاحب	10-00
13-7-73	منافع بینک	596-11
21-7-73	مسز این یوسف صاحب۔ حسن آباد	100-00
23-7-73	گل رحمن صاحب۔ پشاور	100-00
31-7-73	بذریعہ چوہدری فضل حق صاحب	132-00
6-8-73	عبدالغنی بٹ صاحب	10-00
22-8-73	چوہدری مشتاق احمد صاحب۔ اوکاڑہ	200-00
24-8-73	چوہدری عبدالکریم صاحب۔ اوکاڑہ	26-00
3/4-9-73	F/LT احمد سجاد صاحب۔ لاہور	8.00
〃-〃-〃	نیشنل بنک آف پاکستان برائے ممتاز احمد فاروقی صاحب	100-00
18-9-73	حضرت امیر قوم	100-00
2-10-73	چوہدری ظہور احمد صاحب	100-00
12-10-73	F/LT چوہدری احمد سجاد صاحب۔ لاہور	10-00
23-10-73	میجر عبداللطیف صاحب۔ راولپنڈی	200-00
	کل میزان	50463-11

شیخ عبدالحق صاحب مبلغ اسلام کراچی

پرانی یادیں

دھلی میں قادیانیوں کا سالانہ جلسہ اور میرا چیلنج

مذکورہ بالا واقعہ کے بعد قادیانی جماعت نے جناب میاں محمود احمد صاحب کو فرضی مصلح الموعود کے مقام پر کھڑا کرنے کے لئے یا ان کی مزعومہ کامیابی خلافت سے مسلمانوں کو واقف کرانے کے لئے بہت بڑے پیمانے پر اپنے سالانہ جلسہ کے منعقد کرنے کے لئے لمبے لمبے پوسٹر شائع کئے اور لال قلعہ کے سامنے پریڈ گراونڈ کے ایک کونے پر بہت بڑا پنڈال تیار کیا۔ اس جلسہ کے دو تین ہفتہ پیشتر ہی قادیانیوں نے دھلی کے ہر گلی کوچہ میں کثرت کے ساتھ پوسٹر چسپاں کرائے۔ اور ان پوسٹروں پر ہر روز نگاہ رکھتے تھے۔ جس گلی یا کوچہ میں ان کا کوئی پوسٹر ضائع ہو جاتا، فوراً اس کی جگہ دوسرا نیا پوسٹر لگوا دیتے۔ اور ہر مسلمان کے گھر اپنے جلسے کا پوسٹر یا اعلان پہنچانے کا یوں انتظام کیا کہ سارے شہر دہلی کو چند حلقوں یا ٹولیوں میں تقسیم کر لیا اور اشتہارات کو تقسیم کرنے والی ٹولی یا جماعت آلاتِ موسیقی سے لیس ہوتی تھی۔ باجے۔ پیتل و تانبا کے آلات کی آواز ڈھول ڈھمکے کی رفتار و جھنکار کے ساتھ اشتہارات بانٹنے والے آگے ہوتے تھے۔

اس شور و غل کی آواز سن کر جب بچے اپنے اپنے گھروں سے باہر آتے تو قادیانی ان بچوں کے ہاتھوں میں اشتہارات تھما دیتے اشتہارات بانٹنے والے صرف اسی پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ وہ بذاتِ خود ہر مسلمان کے گھر جا کر اپنے جلسہ کے اشتہارات پھینک دیتے قادیانیوں کے اس متواتر پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ نکلا کہ دہلی کے مسلمانوں میں بھی جوش اور ہیجان پیدا ہوا۔ اور شہر کے اکثر مقامات پر قادیانیوں کے خلاف تقریروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایسے حالات میں جماعت احمدیہ لاہور کا دھلی والوں سے میں نے ایک پوسٹر کے ذریعہ تعارف کرایا۔ اور مسلمانان دھلی کی آگاہی کے لئے قادیانیوں کے عقائدِ باطلہ اور فاسدہ کا ذکر کیا۔ جن میں سے چند ایک اپنے حافظہ کی بناء پر درج ذیل کرتا ہوں:—

. . . .

(ا) خلیفہ قادیان حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کے خلاف حضرت مرزا صاحب کو آخری زمانہ کا رسول اور نبی مانتے ہیں۔

(ب) خلیفہ قادیان حضرت مرزا صاحب کو بلحاظ نفسِ نبوت ویسا ہی حقیقی نبی مانتے ہیں جیسا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

(ج) خلیفہ قادیان کلمہ طیبہ کو عملاً منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور ہر مسلمان کو خواہ وہ مکہ معظمہ کا رہنے والا ہو یا مدینہ منورہ کا۔ خواہ وہ کتنا ہی نیک، پرہیزگار اور اصول اسلام پر کاربند ہو، ان کے نزدیک اس وقت تک دائرہ اسلام کے اندر نہیں جب تک ایسا شخص حضرت مرزا صاحب کی نبوت اور رسالت پر ایمان نہیں لاتا۔

(د) جناب خلیفہ قادیان جملہ اہلِ اسلام کو کافر کہتے ہیں اس قدر متشدد ہیں کہ قادیانیوں کو حکم دیتے ہیں کہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔

(ہ) جناب خلیفہ قادیان کا اپنے مریدین کے لئے یہ بھی حکم ہے۔ کہ کسی رشتہ دار کی موت پر اگر اس نے خلیفہ قادیان کی بیعت نہیں کی تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ چنانچہ حال ہی میں اخبار الفضل قادیان نے شائع کیا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب کے کسی مرید کی ماں فوت ہو گئی تو ایسے ناخلف اور ظالم بیٹے نے اپنی ماں کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(و) قرآن کریم کی پیشگوئی "مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کے حقیقی مصداق بقول جناب خلیفہ قادیان حضرت مرزا صاحب ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی کریم صلعم پر یہ پیشگوئی چسپاں نہیں ہو سکتی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ سوکھ (خشک) ہو گیا ہے جو جناب خلیفہ قادیان کا سیاہ جھوٹ ہے جب تک قرآن مجید دنیا میں موجود ہے مکہ و مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ کبھی خشک نہیں ہو سکتا۔

دھلی میں جب میرا یہ پوسٹر شائع ہوا۔ تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور انہوں نے کثرت کے ساتھ اس پوسٹر کی کئی ہزار کاپیاں اپنے خرچ سے شائع کر کے تقسیم کیں۔ میں پادری صاحب (احمد مسیح) سے ملاقات کے لئے پہنچا۔ تو پادری صاحب نے بڑی تیزی کے ساتھ بلند آواز سے مسلمانوں پر ظاہر کیا۔ کہ وہ جس شخص کی آپ کو تلاش تھی۔ مولوی شیخ عبدالحق صاحب میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور قادیانی جماعت کے خلاف جو اشتہار دہلی شہر کی نمایاں جگہوں پر چسپاں ہوا ہے۔ وہ اشتہار انہوں نے ہی لکھا ہے۔ اس پر مسلمان بھائی میرے ساتھ مصافحہ کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔

پوسٹر کا دہلی کے علمائے اسلام پر اثر

میرے اس پوسٹر کے شائع ہونے پر دھلی کے مسلمانوں میں جماعت احمدیہ لاہور کا بھی علم ہوا۔ بہت سے لوگوں نے میرا رہائشی ایڈریس نئی دہلی معلوم کیا۔ دوسرے یا تیسرے روز جب میں آریہ سماج کے ساتھ مباحثہ کرنے کی غرض سے حوض قاضی پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دھلی کے سرکردہ دو صد علمائے اسلام کے دستخطوں کے ساتھ قادیانی جماعت پر کفر کا فتوےٰ دے دیا گیا ہے۔ جس کے ثبوت میں انہوں نے اس فتوے کے اندر قادیانیوں کے عقائد باطلہ فاسدہ من وعن وہی تحریر کئے جو میں نے اپنے پوسٹر میں لکھے تھے۔ اس طرح میرے پوسٹر کا خلاصہ دھلی کے ہر گھرانے میں پہنچ گیا۔

قادیانی جلسہ کی کیفیت

اس قادیانی جلسہ میں مسلمانان دھلی نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ جلسہ میں حاضری کم و بیش ایک سو سے زائد نہ تھی۔ جس میں عورتیں بھی شامل تھیں یا پولیس کے ایک دو رپورٹر جو جلسہ کی کارروائی قلمبند کرنے کے لئے سی آئی ڈی نے متعین کئے تھے۔ اس پر میں نے قادیانیوں کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ان کو موجودہ جلسہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ تکبر اور سختی کا پہلو ترک کر کے محبت اخلاص اور دردِ دل کے ساتھ تحریکِ احمدیت کو روشناس کرائیں۔ اگر انہوں نے متشددانہ پہلو ترک نہ کیا۔ تو ان کی پیدا کردہ نفرت اور دشمنی کے باعث مسلمان احمدیت کے دشمن بن جائیں گے۔

(اقتباس میری زندگی کے چند واقعات زیر طبع) خاکسار۔ عبدالحق

مخلوق خدا کا عیال ہے۔ جو شخص اس کے عیال کی خدمت کرتا ہے وہ خدا کو پیارا ہے خدا کے عیال میں ہندو۔ سکھ۔ عیسائی سب شامل ہیں۔ یہی کردار رسول کریم صلعم نے اپنے ساتھیوں میں پیدا کیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ رسول کے ساتھی بھی اعلےٰ درجہ کے لوگ ہیں۔ رسول کے پاس بیٹھ کر ان کے اخلاق بلند ہو گئے۔ اور وہ اعلیٰ درجہ کی قوم بن گئی۔ جو دنیا کے لئے ہدایت و رہنمائی کا موجب ہوئی اور ان کے بعد چودہ سو سال میں اُمت کے اندر اولیاء پیدا ہوتے چلے آئے۔ اور ہر صدی کے سر پر دین کو تازہ کرنے کے لئے مجدد آتے رہے۔ اس طرح محمد رسول اللہ کا باغ سرسبز اور بارآور ہے ہمارے رسول کی تعلیم اور قرآن کا پیغام خوش کن۔ آسان اور قابلِ عمل ہے۔ یہ کوئی گورکھ دھندا نہیں ہے۔ اس میں ایک طرف خدا اور محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان کے ذریعہ مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور دوسری طرف دوسری اقوام کے رسولوں پر ایمان کی تعلیم دے کر بین الاقوامی اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ بتایا۔ بسا اوقات لوگوں میں بین الاقوامی اتحاد کا شوق اٹھتا ہے اور اس سلسلہ میں محض سطحی تجاویز کی جاتی ہیں جو بارآور نہیں ہوتیں۔ قرآن کریم نے یہ ٹھوس تجویز بتائی ہے کہ سب اقوام کے پیغمبروں اور ان کی کتابوں پر ایمان لایا جائے۔ اور خدا کے دیئے ہوئے اموال میں سے کچھ اس کی مخلوق پر خرچ کیا جائے۔ سب کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لانے سے اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ بین الاقوامی اتحاد کا ٹھوس ذریعہ ہے اس کے بعد فرمایا وبالاخرۃ ھم یوقنون متقیوں کے کردار میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یعنی جزا و سزا کے دن کے متعلق انہیں یقین ہے کہ وہ ضرور آئے گا اور اس دن انسانوں کے اعمال
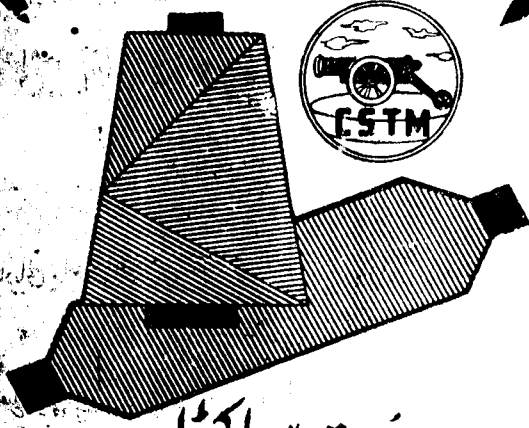
(باقی بر صفحہ اشتہار کے نیچے)

بقیہ خطبہ از صفحہ ۹
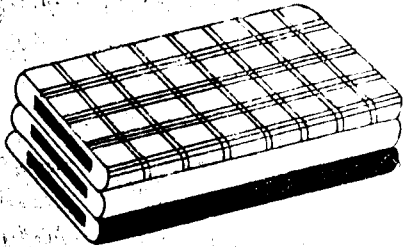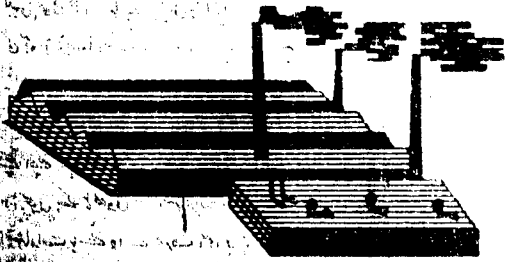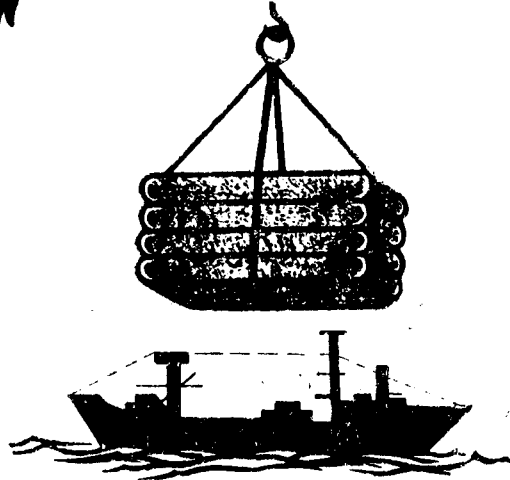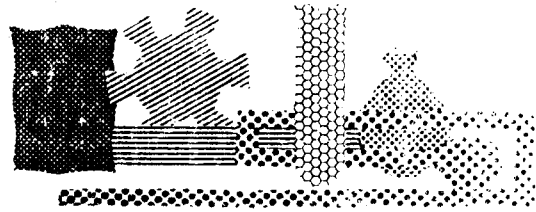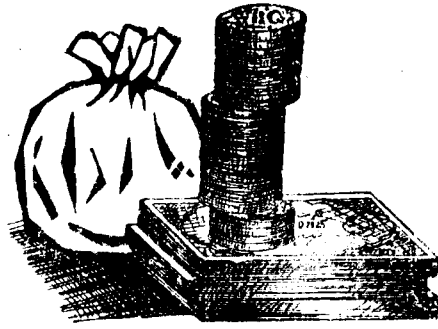
کا محاسبہ ہوگا۔ ویسے اس دنیا میں بھی نیک و بد کا محاسبہ ہوتا رہتا ہے۔ چور اُچکے کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ ڈاکو جو انسانوں کو لوٹتے ہیں۔ اس کا بدلہ وہ یہاں بھی پا لیتے ہیں۔ اور وہ دن بھی آئے گا جب ان کے اعمال کا پورے طور پر محاسبہ ہوگا۔ اور نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ اولٰئک علٰی ھدًی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون۔ ان باتوں پر یقین رکھنے اور ان پر عمل کرنے والے لوگ ہی فلاح پائیں گے۔ یہ باتیں ہیں جن پر ایمان لانا اور ان پر عمل کرنا کامیابی کا موجب ہے۔ وہی لوگ ہدایت یافتہ اور یہی کامیابی کی راہ ہے جو اللہ تعالٰے نے ان ابتدائی آیات میں بتائی ہے۔ مخلوق خدا کی خدمت اور اس کی عبادت اس کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ اور اس راہ پر چلنے سے کامیابی حاصل ہوگی ؛

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۸

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ ڈائریکٹر۔ دوست محمد

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۹ ذیقعد ۱۳۹۳ھ - مطابق ۵ دسمبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۴۹

مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی

انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔

حضرت مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ارشادات گرامی۔

میں پھر اصل بات کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ دولت مند اور متموّل لوگ دین کی خدمت اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے ممّا رزقنٰھم ینفقون متقیوں کی صفت کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ یہاں مال کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے کسی کو دیا ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ انسان اپنے بنی نوع کا ہمدرد اور معاون بنے۔ اللہ تعالےٰ کی شریعت کا انحصار دو ہی باتوں پر ہے تعظیم لامر اللہ شفقت علےٰ خلق اللہ۔ پس ممّا رزقنٰھم ینفقون میں شفقت علیٰ خلق اللہ کی تعلیم ہے۔ دینی خدمات کے لئے متموّل لوگوں کو بڑے بڑے مواقع مل جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ کی ضرورت بتلائی۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کا کل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔ آپؐ نے پوچھا ابوبکر! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب میں کہا کہ اللہ اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نصف لے آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا عمرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب دیا کہ نصف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے فعلوں میں جو فرق ہے وہی ان کے مراتب میں فرق ہے۔

دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اسی واسطے علم تعبیر الرؤیا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اس نے جگر نکال کر کسی کو دیا ہے تو اس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقاء اور ایمان کے حصول کے لئے فرمایا لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا ممّا تحبّون۔ حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک کہ تم عزیز ترین چیز خرچ نہ کرو گے۔ کیونکہ مخلوقِ الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے اور ابنائے جنس اور مخلوقِ الٰہی کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے۔ دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لئے ایثار ضروری شئے ہے اور اس آیت میں لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا ممّا تحبّون میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور وہ کل اثاث البیت لیکر حاضر ہو گئے۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

بحرِ حکمت کے موتی

قیامت کب ہوگی؟

جب امانت اُٹھ جائے گی اور حکومت نااہلوں کے ہاتھ آجائے گی

عن ابی ھریرۃ قال بینما النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی مجلس یحدّث القوم جاءہٗ اعرابیٌّ فقال متی الساعۃُ فمضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحدّث فقال بعض القوم سمع ما قال فکرہ ما قال وقال بعضھم لم یسمع حتّٰی اذا قضٰے حدیثہٗ قال این اُراہُ السائل عن الساعۃ قال ھا انا یا رسول اللہ قال فاذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ فقال کیف اضاعتھا قال اذا وسّد الامر الی غیر اھلہٖ فانتظر الساعۃ۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے ایک اعرابی آپؐ کے پاس آیا اور کہا قیامت کب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے رہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ جو کچھ اس نے کہا آپؐ نے سن لیا اور اس کی بات کو ناپسند کیا اور بعض نے کہا نہیں سنا۔ یہاں تک کہ جب آپ اپنی بات پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں فرمایا قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں۔ فرمایا

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کے امتیازی عقائد

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳- سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴- سب مجددین اُمت کو ماننا ضروری ہے
۵- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔
۷- کسی کلمہ گو کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اتحاد ملت میں فتنہ پیدا کرنا ہے۔

پروگرام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا انسٹھواں سالانہ جلسہ

بمقام دارالسلام (نزد نیو یونیورسٹی کیمپس) ۵۔ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

بتاریخ ۲۳-۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء مطابق ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ ذیقعدہ/یکم ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ۔ بروز اتوار، سوموار، منگل، بدھ

۲۳ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار صبح ½9 بجے خواتین احمدیہ کا اجلاس ہوگا۔ پروگرام علیحدہ شائع ہو رہا ہے۔
اسی تاریخ بوقت ½9 بجے صبح مجلس معتمدین کا اجلاس ہوگا۔

---

۲۴ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز سوموار

زیر صدارت: الحاج میاں فاروق احمد شیخ صاحب

½9 بجے صبح تا ¾12 بجے بعد دوپہر

تلاوت قرآن کریم و نظم		9-30 تا 9-50
ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ	مولوی دوست محمد صاحب	9-50 تا 10-00
خطبہ استقبالیہ	میاں ظہور احمد صاحب	10-00 تا 10-10
خطبہ افتتاحیہ	حضرت مولینا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور	10-10 تا 10-40
قیامت کا قرآنی تصور اور سائنسی نظریہ	پروفیسر غلام محمد صاحب	10-40 تا 11-10
بعثت مجددین	مرزا محمد لطیف صاحب	11-10 تا 11-40
تحریک احمدیت کی بین الملی اور بین الاقوامی ضرورت	قاضی عبدالرشید صاحب	11-40 تا 12-10
سات اعلیٰ درجہ کی نیکیاں	مولینا عبدالحق ودیارتھی صاحب	12-10 تا 12-45

بعد نماز ظہر و عصر ۳ بجے بعد دوپہر احمدیہ کانفرنس ہوگی

۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگلوار

زیر صدارت: جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب

اجلاس اوّل: ½9 بجے سے ¾12 بجے بعد دوپہر

تلاوت قرآن کریم و نظم		9-30 تا 9-45
ہستی باری تعالیٰ کا زندہ ثبوت۔ امام الزمان	مرزا محمد شفیق انور صاحب	9-45 تا 10-15
آنحضرت صلعم کی دعائیں	میاں نصیر احمد فاروقی صاحب	10-15 تا 11-00
سالانہ رپورٹ	جنرل سیکرٹری صاحب	11-00 تا 11-30
تقاریر	احباب جنوبی امریکہ	11-30 تا 12-00
تقریر	حضرت امیر ایدہ اللہ	12-00 تا 12-45

اجلاس دوم: ½2 بجے بعد دوپہر تا ½4 بجے بعد دوپہر

زیر صدارت: جناب خان غلام ربانی خان صاحب

تلاوت قرآن کریم و نظم		2-30 تا 2-45
تقریر	میاں بشیر احمد منٹو صاحب	2-45 تا 3-15
تقریر	شیخ محمد طفیل صاحب	3-15 تا 3-45
احمد بیگ اور اس کے داماد کی پیشگوئی پر ایک تحقیقاتی نظر	مولینا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب	3-45 تا 4-30

۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ۔ ½9 بجے صبح سے ½1 بجے بعد دوپہر

زیر صدارت: جناب میاں اللہ بخش صاحب

تلاوت قرآن کریم و نظم		9-30 تا 9-45
تقریر	میرزا محمد سلیم اختر صاحب	9-45 تا 10-15
تقریر	مولینا عبدالمنان عمر صاحب	10-15 تا 10-45
تقریر	مرزا مسعود بیگ صاحب	10-45 تا 11-15
تقریر	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب	11-15 تا 11-45
تقریر	ڈاکٹر سعید احمد صاحب	11-45 تا 12-30
تقاریر	صاحبان از جنوبی امریکہ	12-30 تا 1-00
خطبہ اختتامیہ	حضرت امیر ایدہ اللہ	1-00 تا 1-30

نوٹ: ۱۔ رہائش اور خورد و نوش کے تمام انتظامات دارالسلام میں ہوں گے۔

۲۔ حضرت امیر ایدہ اللہ دورانِ جلسہ دارالسلام میں قیام فرمائیں گے اور ہر روز بعد نماز فجر درسِ قرآن کریم دیا کریں گے۔

۳۔ نماز ظہر و عصر ۲ بجے اور نماز مغرب و عشاء ۵ بجے جمع ہوا کریں گی۔

۴۔ دوپہر کا کھانا: ۱ بجے سے ۲ بجے تک۔ اور رات کا کھانا: ۶ بجے سے ۷ بجے شب تک کھلایا جائے گا۔

۵۔ شبان الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک مباحثہ بعنوان "سیرت حضرت مسیح موعودؑ" مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل۔ بوقت ½7 بجے شب منعقد ہوگا۔

—— چوہدری فضل حق۔ آنریری جائنٹ سیکرٹری۔ افسر جلسہ سالانہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۵ر دسمبر ۱۹۷۳ء

تحریفِ قرآن کا ناپاک الزام

جب سے اہل ربوہ کے ترجمۂ قرآن میں بالآخرۃ ھم یوقنون کے معنے آخری زمانہ کی وحی (بالفاظ دیگر حضرت مرزا صاحب کی وحی) پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے بعض مولویوں کی طرف سے اس کو تحریف قرآن قرار دے کر عامۃ المسلمین کے جذبات کو مشتعل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور اہل ربوہ ہی کو نہیں حضرت مسیح موعودؑ پر بھی تحریف قرآن کا الزام دیا جا رہا ہے، حالانکہ اس کے ثبوت میں جن آیات کا محرف و مبدل ہونا بیان کیا جاتا ہے وہ سہو کتابت ہی کا نتیجہ ہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ:۔

"میری کتابوں میں سہو کتابت اور بغیر ارادہ لغزش قلم کی بعض غلطیاں پائی جاتی ہیں"

(انجام آتھم)

اور یہ لغزش قلم مرزا صاحب ہی کے ساتھ خاص نہیں، عموماً بڑے بڑے دینی علماء کی کتابوں میں آیاتِ قرآنی کو نقل کرنے میں اسی قسم کی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ربوا ہی جریدہ "الفضل" نے اس قسم کی کئی اغلاط کی نشاندہی کی ہے مثلاً:۔

(۱) بریلوی فرقہ کے روحانی پیشوا مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی کتاب "الملفوظ" حصہ اول صـ۳ میں آیہ کریمہ عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احداً الّا من ارتضٰی من رسول کے ساتھ اللّٰہ کا لفظ زائد کرکے من رسول اللّٰہ لکھ دیا گیا ہے۔

(۲) دیوبندی تحریک کے مفتیٔ اعظم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی کے فتاوے میں آیہ کریمہ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر کو "خلق لکم کھیئۃ الطیر" لکھ دیا گیا ہے۔ (فتاوٰی دارالعلوم دیوبند جلد پنجم صـ۱۳)

(۳) علامہ سید سلیمان ندوی کے مضمون مندرجہ ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور مؤرخہ ۵ر دسمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ میں آیہ کریمہ فان اللّٰہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب نقل کرتے ہوئے یاتی کا لفظ حذف ہو گیا ہے اور فان اللّٰہ بالشمس لکھ دیا گیا ہے۔

(۴) مولوی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی رضوی صدر المدرسین دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف نے "بہار شریعت" کے نام سے ۹ جلدوں میں ایک ضخیم کتاب تصنیف کی تھی، جس میں آیہ کریمہ فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر کذالک سخرنھا لکم لعلکم تشکرون۔ کو سہو کتابت سے اس طرح لکھا گیا ہے: فاذا وجبت جبونھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر کذالک سخرھا لکم تشکرون۔

(۵) اخوان المسلمین کے مشہور لیڈر حسن البنا کے ایک مضمون کا ترجمہ مولوی عبدالغفار حسن کے قلم سے رسالہ المنبر لائل پور میں درج ہے۔ جس میں درج شدہ چند آیات درج ذیل ہیں:۔

(۱) واعبدوا ربکم وتعلوا الحرز لعلکم تفلحون۔ (ہفت روزہ المنبر لائل پور۔ جنوری ۱۹۵۵ء صـ۲ کالم ۱)

اصل آیت: واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون (سورہ حج ۷۸)

(۲) ومن الناس یعجبك قولہ (ایضاً صـ۵ کالم ۲)

اصل آیت:۔ ومن الناس من یعجبك قولہ۔ (بقرہ ۲۰۴)

(۳) یاایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا فی اللّٰہ حق بھا۔ (ایضاً المنبر صـ۵)

اصل آیت:۔ یاایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون وجاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہٖ (حج ۷۷)

یہ اور اسی طرح کی کئی ایک کتب بلکہ بعض مطابع کے طبع کردہ قرآنوں میں بھی غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کو کوئی بھی تحریف قرآنی قرار نہیں دیتا۔ ایسا ہی حضرت مرزا صاحب کی کتب میں بھی اسی قسم کے سہو کتابت کو تحریف قرآن کہکر لوگوں میں اشتعال پیدا کرنا ظلم عظیم ہے، بالخصوص جبکہ انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ ان کی کتابوں میں سہو کتابت یا لغزشِ قلم کے نتیجہ میں غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اور قرآن کریم پر اپنے ایمان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم و تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے"

(ازالہ اوہام صـ۱۳۸ طبع اول)

پس حضرت مرزا صاحب پر تحریف قرآن کا الزام بالکل ناجائز اور بہتان عظیم ہے۔

اس موقعہ پر ہم اپنے قادیانی دوستوں سے بھی یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کے ترجمہ میں وبالآخرۃ ھم یوقنون جیسی آیات کا جو ایمانیات سے تعلق رکھتی ہیں، ایسا ترجمہ کرنا ترک کر دیں جو نہ صرف مفسرین بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ کے اس ترجمہ کے بھی خلاف ہے، جو حضرت کی تفسیر سورۃ بقرہ شائع کردہ اہل ربوہ میں درج ہے۔ اس تفسیر میں آیہ کریمہ والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك وبالآخرۃ ھم یوقنون کا یہ ترجمہ کیا ہے:۔

(۱) "یعنی متقی وہ ہوتے ہیں جو پہلے نازل شدہ کتب پر اور تجھ پر جو کتاب نازل ہوئی اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں"

(تفسیر سورہ بقرہ بیان فرمودہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام۔ شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ پاکستان صـ۹)

(۲) "طالب نجات وہ ہے جو خاتم النبیین پیغمبر آخر الزمان پر جو کچھ اتارا گیا ہے اس پر ایمان لاوے اور اس پیغمبر سے پہلے جو کتابیں اور صحیفے سابقہ انبیاء اور رسولوں پر نازل ہوئے ان کو بھی مانے وبالآخرۃ ھم یوقنون اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی یعنے قیامت پر یقین رکھے اور جزا و سزا مانتا ہو"

(ایضاً صـ۶۳)

(۳) "ہم کو اس (خدا) نے قرآن اور حدیث کے ذریعہ خبر دی ہے کہ ایک زمانہ اور بھی آنے والا ہے جبکہ خدا کے ساتھ کوئی نہ ہوگا وہ زمانہ بڑا خوفناک زمانہ ہے۔ چونکہ اس پر ایمان لانا ہر مؤمن اور مسلمان کا کام ہے جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ مسلمان نہیں ہے، جس طرح سے بہشت دوزخ انبیاء علیہم السلام اور کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے ویسا ہی اس ساعت پر ایمان لانا لازم ہے جب نفخ صور ہو کر سب نیست و نابود ہو جاویں گے" (ایضاً صـ۶۱)

حضرت مسیح موعودؑ کے ان بیانات کے باوجود بالآخرۃ ھم یوقنون کا اہل ربوہ کے شائع کردہ قرآن میں کوئی اور ترجمہ درج ہونا تحریفِ معنوی ہے، جو کسی طرح جائز نہیں، اسی کو غیر از جماعت لوگوں نے بڑھا چڑھا کر تحریف قرآن کا نام دے دیا، جس پر بلوچستان میں بہت بڑا فساد ہوا اور اس کے بعد لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو بھی تحریف قرآن کا مرتکب قرار دے کر حضورؑ کے خلاف اشتعال پیدا کرنا شروع کر دیا، ضرورت ہے کہ اہل ربوہ کے ترجمہ قرآن میں وہ ترجمہ درج کیا جائے جو حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا بیانات میں مذکور ہے۔

قابلِ توجہ انتباہ

یہ مضمون کتابت ہو چکا تھا کہ روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۳۰ر نومبر ۱۹۷۳ء میں "آیات قرآنی" کے عنوان سے کسی صاحب محمد شفیع جوش میرپوری لاہور کا ایک مضمون دیکھنے میں آیا، جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں سے بعض غلط آیات قرآنی کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ شکایت کی گئی ہے، کہ اگر یہ غلطیاں سہوِ کتابت کا نتیجہ ہوتیں تو ربوہ سے شائع ہونے والے نئے ایڈیشنوں (بسلسلۂ روحانی خزائن) میں ان کی اصلاح کر دی جاتی، لیکن چونکہ ان میں بھی ان کی تصحیح نہیں کی گئی، اور اسی طرح غلط آیات نقل کر دی گئی ہیں۔ اس لئے یہ شبہ یقین تک پہنچ گیا ہے کہ وہ غلطیاں سہوِ کتابت کا نتیجہ نہیں بلکہ جان بوجھ کر قرآن میں تحریف کی گئی ہے، مضمون نگار نے اہل ربوہ سے اپیل کی ہے کہ وہ ان آیات کی تصحیح کرکے شائع کریں، اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو حکومت پاکستان ان کتابوں کو ضبط کر لے، تاوقتیکہ ان کی تصحیح نہ ہو جائے۔

ہم مضمون نگار کے اس انتباہ کو جائز اور حق بجانب سمجھتے ہیں اور امید کرتے ہیں

پیغامِ صلح کا خاص نمبر

جیسا کہ قبل ازیں اعلان کیا جا چکا ہے جلسہ سالانہ سے قبل "پیغام صلح" کا ایک خاص نمبر جو کم و بیش ۲۴ صفحات پر مشتمل ہوگا ۱۶ر دسمبر کو ان احباب کے اعزاز میں شائع ہوگا جو جنوبی امریکہ کے جزائر غرب الہند سے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے تشریف لانے والے ہیں۔

جیسا کہ قبل ازیں اعلان کیا جا چکا ہے یہ قافلہ پچیس مردوں اور سات خواتین (کُل بتیس افراد) پر مشتمل ہوگا جو ۷ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو کراچی پہنچے گا اور وہاں دو تین دن رہ کر ۱۰ر دسمبر کو بذریعہ ہوائی جہاز راولپنڈی، ایبٹ آباد اور پشاور کی جماعتوں سے مُلاقات کے لئے جائے گا جس کے بعد ۱۶ر دسمبر کو لاہور پہنچے گا۔ اس تمام دَورہ کی روئداد معہ تصاویر مذکورہ نمبر میں درج ہونگی اسی نمبر میں پاکستانی احمدی اصحاب کے استقبالیہ پیغامات اور جلسہ سالانہ کے متعلق ضروری مضامین بھی درج ہوں گے، جو اصحاب اِس نمبر میں درج کرنے کے لئے کوئی پیغام یا مضمون بھیجنا چاہیں وہ مہربانی فرما کر زیادہ سے زیادہ ۸ر نومبر تک ایڈیٹر پیغامِ صلح کے پتہ پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

اگلا پرچہ

مذکورہ بالا **خاص نمبر** کی تیاری کے لئے چونکہ بہت تھوڑا وقت باقی ہے اس لئے آئندہ ۱۲ر دسمبر کو شائع ہونے والا پرچہ دس کے بجائے چھ صفحات پر مشتمل ہوگا۔

اعلان برائے خواتین

خواتین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا سالانہ اجلاس ۲۳ ۲۲ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو دار السلام لاہور میں منعقد ہوگا۔ اسی سلسلہ میں خواتین لاہور کا ایک اہم اجلاس ۲۱ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو بعد از نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہو رہا ہے۔ جو خواتین جلسہ سالانہ کے لئے **دستکاری** یا دیگر اشیاء دینے کا ارادہ رکھتی ہوں ان سے گذارش ہے کہ وہ ضرور اس اجلاس میں شریک ہوں اور اپنے ہمراہ دستکاری لیتی آویں۔

بیرونِ لاہور خواتین سے بھی گذارش ہے کہ وہ اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ دستکاری کے لئے بھی ضرور لاویں۔

محمودہ بیگم
بنت حضرت امیر قوم

فحاشی کے خلاف مہم

ایک سنگاپوری صاحب کا مُسلمان کا مراسلہ مشرق ۲۹/۱۱/۷۳ سے:—

"اخبار چلانے کے لئے اشتہار ضروری ہوتے ہیں لیکن یہ تو آپ کو علم ہوگا۔ کہ فلموں اور نائٹ کلبوں کے اشتہارات اخلاق کو کیسے تباہ کر سکتے ہیں"۔

ان اشتہاروں سے آپ کا یہ مقصد تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ غیر صحت مند معاشرتی رجحانات کی آبیاری کریں ...... مگر جس طرح کے اشتہارات آپ چھاپ رہے ہیں ان سے تو یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا"۔

اس کے بعد مراسلہ نگار غیر مسلم سٹیٹ سنگاپور کے متعلق لکھتے ہیں کہ:—

"سنگاپور ایک سیکولر یعنی لادینی ریاست ہے لیکن یہاں بھی فلموں کو بڑی سختی سے سنسر کیا جاتا ہے۔ اور دیگر ہر طرح کی تفریحات (یعنی ڈرامے وغیرہ) پر کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ کہ ان میں لوگوں کے اخلاق خراب کرنے والی کوئی بات نہ ہو۔ ایک اسلامی ملک میں اس بات کا احساس کیا زیادہ نہیں ہونا چاہیئے"۔

نئی نسل کے اخلاق کی حفاظت اور انہیں بے راہ روی سے بچانے کے لئے اس مراسلہ کے مندرجات پر ہمارے روزناموں کے علاوہ حکومت کو بھی غور کرنا چاہیئے۔

— عبدالرؤف کھوکھر —

اخبارِ احمدیہ

اعلانِ نکاح

—— محمد عبدالحی فرزند میاں عبدالرحمٰن صاحب ایس ڈی او مُسلم ٹاؤن لاہور کا نکاح بھیرہ میں کوثر پروین کے ساتھ ۱۷ر نومبر ۱۹۷۳ء کو بعوض/۱۵۰۰ روپیہ حق مہر پر پڑھا گیا خطبہ نکاح خاکسار نے دیا۔ جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق زوجیت پر روشنی ڈالی گئی۔

نکاح کی تقریب اُس مبارک مکان میں ہوئی جس میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہتے اور مطب کرتے تھے۔ اس پرانے اور سادہ مکان کے در و دیوار کو دیکھ کر حضرت مولانا صاحب موصوف کی پاکیزہ سادہ اور درویشانہ زندگی کی تصویر سامنے آگئی۔ اب یہ مکان جناب میاں عبدالرحمٰن صاحب کے قبضہ میں ہے جو انہوں نے حضرت مولانا صاحب کے رشتہ داروں سے خرید لیا ہے۔ میاں صاحب موصوف نے نکاح کی خوشی میں مبلغ دس روپے اشاعتِ اسلام کے لئے انجمن کو عنایت فرمائے ہیں۔ دعا ہے کہ خدا تعالےٰ زوجیت میں آنے والے اس جوڑے کو تقوے پر چلنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار۔ احمد گل، مُسلم ٹاؤن۔ لاہور

ولادت

—— چوہدری غلام باری صاحب کے بڑے صاحبزادے کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ نومولود کا نام فیصل باری رکھا گیا ہے۔ یہ چوہدری غلام باری صاحب کا پہلا پوتا ہے چوہدری صاحب موصوف نے اس کی ولادت کی خوشی میں مبلغ دس روپے صدقہ برائے اشاعتِ اسلام دیئے ہیں۔ اور بزرگانِ سلسلہ سے ملتجی ہیں کہ نومولود کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ کریم اسے عمر طویل عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

اللہ تعالیٰ کے جسمانی و رُوحانی انعامات و احسانات اور فطرتِ انسانی سے اس محسنِ حقیقی کی عبادت کی اپیل

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۲۳ نومبر ۱۹۷۳ء فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا ایھا الناس اعبدو اربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ، الذی جعل لکم الارض فراشًا والسماء بناءً وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقًا لکم فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون ۝

(سورۃ البقرہ - ایت ۲۲)

فرمایا - اپنے ربّ کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا - یہ کتاب جیسا کہ سورۃ فاتحہ کے پہلے جملہ میں فرمایا ہے - اس ربّ العالمین کی طرف سے ہے - جو سارے جہان کا پیدا کرنے والا اور اس کی ربوبیّت کرنے والا ہے - اس کائنات میں سب سے اونچا درجہ اہلِ عقل و فہم کا ہے - اسی لئے انسان اس ساری کائنات کا بادشاہ ہے - کیونکہ اسے عقل و فہم دیا گیا ہے - اور ساری کائنات کو اس کے لئے مسخّر کر دیا گیا ہے - چنانچہ فرمایا :

سخّر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض - زمین و آسمان کی سب چیزیں انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں - سورج سمندروں کا پانی بارش کی شکل میں زمین پر برساتا ہے جو انسان کی زندگی اور دوسری چیزوں کا باعث ہے - چنانچہ فرماتا ہے وجعلنا من الماء کل شیٍ حی - زندگی پانی کی محتاج ہے ، اور پانی کو اُٹھا کر بادلوں کی شکل میں لانے والا سُورج ہے - جس کی مدد سے سب چیزیں پیدا کی جاتی ہیں - جو انسانی زندگی کے قیام کا موجب ہیں - خدا تعالےٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے - جس کی طرف ان آیات میں توجّہ دلائی گئی ہے - انسان کی فطرت میں ہے - کہ وہ احسان کرنے والے کے آگے جھکتا ہے - اس فطرتِ انسانی سے اللہ تعالےٰ نے اپیل کی ہے - کہ ہمارے ان احسانات پر غور کرو کہ زمین و آسمان کو تمہاری خدمت پر لگا رکھا ہے - محسن سے محبّت کرنا اور اس کے آگے جھکنا تمہاری فطرت میں ہے - لوگ نوابوں ، راجاؤں اور ان کے خاندانوں کے احسانات کی وجہ سے ان کے آگے جھکتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں - تو اللہ تعالےٰ قادرِ مطلق ہستی کی جس نے انسان کو پیدا کیا اور سب چیزوں کو اس کی خدمت میں لگا رکھا ہے ، کیوں نہ عبادت کی جائے اپنے جیسے انسانوں کے آگے جھکنا ، پیروں اور فقیروں کو مشکل کشا ماننا ، یا بتوں کے سامنے ماتھا ٹیکنا ، انسانیت کی ذلّت ہے - اس لئے فرماتا ہے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم - اس محسن کے آگے جھکو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے ، اور تمہارے پیدا ہونے سے پہلے تمہارے لئے زندگی کے قیام کے اسباب مہیّا کر دیئے - زندگی بڑی قیمتی چیز ہے - بچّہ پیدا ہوتا ہے - سارا خاندان بلکہ سارا محلّہ اس کے پیدا ہونے کی خوشی مناتا ہے تو وہ محسن جس نے زندگی عطا کی ہے ، علاوہ ازیں زندگی قائم رکھنے کے لئے سامان بھی پیدا کئے ہیں - اس کے احسانات کے باعث اس کے آگے کیوں نہ جھکا جائے اس نے اس رنگ میں حکم نہیں دے دیا کہ میری عبادت کرو - بلکہ اپنے احسانات بتا کر فطرتِ انسانی سے اپیل کی ہے - فرماتا ہے ھوالذی جعل لکم الارض فراشًا والسماء بناءً - وہ محسن حقیقی جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا - تاکہ تم اس پر چل پھر سکو - اور آسمان کو چھت بنایا وانزل من السماء ماءً - اور آسمان سے تمہارے لئے پانی اُتارا جس سے ہر قسم کی سبزیاں اور پھول پھل اور غلّہ پیدا ہوتا ہے - اس احسان کے پیشِ نظر تمہیں اس کے آگے جھکنا اور اس کی عبادت کرنا چاہیئے - یہ لاجواب کلام ہے - جو فطرت انسانی سے اپیل کرتا ہے - فرماتا ہے دیکھو ہم نے تمہیں زندگی عطا کی - تمہارے پیدا کرنے سے پہلے زمین اور آسمان بنائے اور زمین کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے بارش برسائی - پس خدا تعالےٰ کے احسانوں کو یاد کرتے ہوئے اس کے آگے سربسجود ہو جاؤ - زمین و آسمان کے بعد تمام چیزوں کی پیدائش کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان خود بخود اپنے دلی جذبہ سے اللہ تعالےٰ کی جانب متوجّہ ہو جائے - اور اس کے آگے سربسجود ہو جائے - مزید فرمایا وانزل من السماء ماءً - آسمان سے تمہارے لئے پانی برسایا - فاخرج بہ من الثمرات رزقًا لکم - پھر اس کے ذریعہ تمہارے لئے رزق نکالا - اور پھل اور پھولوں سے زمین کو رونق بخشی - باغات بنائے اور پھر ان باغات میں چہچہانے کے لئے خوبصورت پرندے پیدا کئے - یہ کس نے کیا ربّکم - وہ تمہارا ربّ ہے خالق بھی ہے اور ربوبیت بھی کرتا ہے اس کی ربوبیت کا ایک دلنشین نقشہ زمین و آسمان کی پیدائش میں نظر آتا ہے - جس کے اندر پانی کے ذریعہ انسان اور سب چیزوں کو زندگی بخشی گئی ہے - پانی کے بغیر کوئی شے نہ پیدا ہو سکتی اور نہ ہی زندہ رہ سکتی ہے - سورج کی گرمی کے بغیر زندگی کا پیدا ہونا ناممکن ہے بارش اور گرمی دونوں ہی زندگی کے قیام کا باعث ہیں - کیا خوبصورت کلام ہے جو انسانی طبائع کو اپیل کرتا ہے - یہ تو جسمانی زندگی کے احسانات ہیں - روحانی زندگی کا سامان بھی اس نے فراہم کیا ہے - اگر جسم کی خاطر زمین و آسمان بنایا تو رُوح کو زندہ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل کیا اور تمام قوموں میں نبی بھیجکر ان کی ہدایت کا سامان کیا - فرمایا ولکلّ قومٍ ھاد - ہر قوم میں ہادی بھیجے گئے ، جنہوں نے اپنی اپنی قوم کو کلامِ الٰہی کے ذریعہ زندہ کیا آخر میں ہمارے نبی کریم محمد رسول اللہ صلعم سارے جہان کے لئے ہادی اور رہنما بن کر تشریف لائے - آپؐ کا کام بڑا مشکل ہے - تمام جہان اور ساری قوموں میں روحانی زندگی پیدا کرنا کوئی معمولی کام نہیں ، ایک ایک قوم میں جو رسول آئے ان کو بھی بڑی مشکلات پیش آئیں - تو وہ رسول صلعم جس کو سارے جہان کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا - اس کی مشکلات کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے - آپؐ کا دل اس قدر وسیع ہے کہ فرمایا میں پہلے سے نازل شدہ ساری کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان لاتا ہوں - یہ وہ تعلیم ہے - جس سے سارے جہان کی قوموں کو ایک کرنا چاہتے ہیں آپ نہ صرف موسےٰؑ اور عیسےٰؑ کو مانتے ہیں نہ صرف ابراھیمؑ - یعقوبؑ - اسحاقؑ ، اور یوسفؑ کی نبوّت کے قائل ہیں - بلکہ تمام انبیاء اور کل قوموں کے پیشواؤں کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں - چنانچہ فرمایا امن الرسول بما انزل الیہ من ربّہ والمومنون کلّ امن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرّق بین احدٍ من رسلہ - اور تمام انسانوں کو یا ایھا الناس کہہ کر مخاطب کیا - کیونکہ انسان کے اندر انس کا مادہ رکھا گیا ہے -

فرمایا اعبدوا ربکم الذی خلق[کم] اس خدا کی عبادت کرو جس نے تمہیں پید[ا کیا] والذین من قبلکم - اور تمہارے [باپ] دادا کو بھی اسی نے پیدا کیا ، لعلکم تتق[ون] اس سے تمہارے بلندیٔ اخلاق اور نیک [...] پیدا ہوں گے ، فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون - اس معرفت [کے] بعد کہ خدا کے سوا کوئی پیدا کرنے وا[لا] نہیں ہے - بُت بنا لینا اچھا نہیں ہے [...] تعلیم کے ہوتے ہوئے حضرت رسول کریم صلعم نے اس بات کو جائز نہیں سمجھا کہ کسی بڑی سے بڑی ہستی کے آگے انسا[ن] جھکایا جائے - یہاں تک کہ خود اعلےٰ [...] کا عرفان رکھنے اور انسان کو ہدایت [کے] اعلےٰ مدارج پر پہنچانے کے باوجود اپنی [ذات] کے لئے بھی اس قسم کا ادب کرنے کی [اجازت] نہیں دی کہ آپؐ کو مافوق البشر سمجھا [جائے] فرمایا انّما بشرٌ مثلکم - میں تمہ[ارے] مانند ایک بشر ہوں - بشریت کے تم[ام] لوازم مجھ میں موجود ہیں - اور فرمایا [لا] تجعلوا قبری ...... میری قبر کو [...] نہ بنانا ، آپؐ کے اس فرمان کو پورا کرنے [کے] لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے [...] کی حفاظت کا ایسا بندوبست کر دیا [کہ] ہر وقت ایک سپاہی وہاں کھڑا رہتا ہے تا[کہ] عقیدت میں اندھے ہو کر نا واجب اد[ب] کر بیٹھیں اور کوئی مشرکانہ حرکت زائر[ین سے] صادر نہ ہو - ایک طرف تو اللہ تعا[لےٰ نے] رسول کریم صلعم کی عظیم الشان ہستی کے [...] اپنی توحید کے سامنے آپکی بشریت کا [...] کیا - اور دوسری طرف اتنا بڑا احسان [کیا] کہ روزانہ پانچ نمازوں میں حضور پر د[رود] پڑھنا ضروری قرار دیا - یہ عزت دنیا میں [کسی] دوسرے انسان کو نہیں ملی - ان آیات [...] جسمانی نعماء کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ، ا[ن] کنتم فی ریبٍ مّمّا نزّلنا علٰی عبدنا - ہم نے اپنے بندے پر جو کلام نازل کیا ہے ، اس کے کلام ربّانی ہونے [میں] کوئی شک و شبہ تمہیں ہو تو اس جیسی سورت بنا کر لاؤ - محمد رسول اللہ صلعم امی انسان ہیں - تمہارے سامنے پیدا ہ[وئے] تمہارے سامنے جوان ہوئے - کوئی ان پر [کسی] قسم کا الزام نہ لگا سکا - بلکہ آپؐ کو الا[مین] کہا جاتا تھا - جہاں کوئی مشکل پیش آتی [اور آپ] وہاں پہنچ جاتے تو لوگ پکار اُٹھتے ، الامین جاء الامین ، اس پاک [وجود] پر وہ کتاب نازل ہوئی - جو ہر قسم کے [...]

(باقی بر صفحہ اشتہارات کے نیچے)

از جناب نثار احمد صاحب سیالکوٹ

چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ کو شدید صدمہ اور ان کا غیر معمولی صبر و استقلال

دنیا اور اس کی قباحتوں اور حسنات کے متعلق امام وقت کے ارشادات

ہمارے محترم بھائی چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ کو ان کے بیٹے کی المناک وفات سے صدمہ پہنچا ہے احباب کو اخبار کے ذریعہ اس کا علم ہو چکا ہے ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ راقم الحروف مرحوم کے جنازہ میں شریک ہوا ۔ تو جناب بھٹہ صاحب کے غیر معمولی صبر کو دیکھ کر تمام حاضرین بے حد متاثر ہوئے ۔ اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ یہ بیٹا تو میرا جاتا رہا اپنے ایمان کو میں خیرباد نہیں کہہ سکتا ۔ اس عظیم نقصان کے پیش نظر یہ حیرت انگیز عملی تبلیغ تھی، جس کی توفیق اللہ تعالےٰ نے انہیں دی ۔ تجہیز و تکفین کے بعد انہوں نے راضی برضائے الٰہی ہونے پر ایک موثر تقریر فرمائی جس سے لوگوں کے ایمان تازہ ہوئے ۔ یہ ایک بہت سخت گھڑی تھی جس میں چوہدری صاحب اس طرح باتیں کرتے رہے جیسے دوسروں کو تسلی دے رہے ہیں، موافقین اور مخالفین ہر ایک کی زبان پر ان کے لئے یکساں تعریفی کلمات تھے ۔ اور جنازہ میں کثیر لوگوں کی شرکت ان کی ہر دلعزیزی کا یقینی ثبوت تھا ۔ اس دنیا میں کسی نے کن حالات میں کوچ کرنا ہے یہ تو اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے ۔ زندگی کے غیر یقینی اور موت کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔ کُلّ نفس ذائقۃ الموت کے فرمانِ الٰہی میں بہت بڑی عالمگیر صداقت ہے ۔ آج تک کوئی اس کو جھٹلا نہیں سکا ۔ اور اس ترقی پذیر دور میں کیا کیا کوششیں نہیں ہوئیں، لیکن بڑے سے بڑا سائنسدان اس پر حاوی نہیں ہو سکا ۔ کلام الٰہی میں ارشاد ہے : این ماکنتم یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیّدۃ ۔ جہاں بھی تم ہو گے موت تمہیں آ دبوچے گی خواہ اپنے آپ کو مضبوط قلعوں میں بند کر لو ۔ اس کا وقت مُعیّن ہے اور ضرور اپنے وقت پر آ کر رہے گی ۔ پس جب اس سے راہِ فرار نہیں، تو دانشمندی یہی ہے کہ صبر سے ہی اس کا استقبال کیا جائے ، اور پھر ایسی موت پر جسے شہادت کہنا چاہیئے ۔ یہ بھٹہ صاحب کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ مرحوم نے عہد کر لیا ہوا تھا کہ وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے گا ۔ چنانچہ مرحوم نے اپنے مدِ مقابل فریق کو یہی کہا تھا کہ میں تو اپنے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں رکھتا ۔ کیونکہ میں کسی سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا ۔ لیکن اخلاق سے عاری لوگوں پر ایسی باتوں کا کیا اثر ہوتا ہے ۔ دشمن نے موقعہ غنیمت پایا اور وار کر دیا جو جان لیوا ثابت ہوا ۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ہم بھٹہ صاحب کو ایک مُدّت سے جانتے ہیں ۔ ان سے معاملہ بھی رہتا ہے ۔ اور معاملہ سے ہی انسان پہچانے جاتے ہیں ۔ آج خدا کے ساتھ ان کو اس رنگ میں بھی معاملہ آن پڑا ہے اور ہم نے انہیں اس معاملہ میں بھی دیکھ لیا ہے کہ خدا پرستی کا بہت بڑا نمونہ انہوں نے پیش کیا ہے ۔ ہمارے محترم بھائی پر یہ سخت وقت تھا ۔ اس نازک موقعہ پر انہوں نے قرآن کریم اور زمانہ کے امام کی تعلیم کو پیشِ نظر رکھا ۔ حضرت مجدّدِ زمان نے فرمایا ہے : ـــ

”وہ خارق عادت قدرت اس جگہ دکھاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے ۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے ۔ اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو تمہارا سَر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مراد یابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے ۔ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے وہ جو چاہے سو کرے اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو، سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو ۔“

سبحان اللہ کیا تعلیم ہے ، خدا کا یہ مامور لوگوں کو خدا کی طرف ہی بلاتے آیا تھا ۔ آپ فرماتے ہیں : ـــ

” خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں چھت پر قائم رہ سکتی ہیں ۔“

افسوس دنیا نے اس خیر خواہ کو دشمن سمجھا ۔ دشنام طرازی کی اور استہزا کے تیر اس پر چلائے لیکن نقصان کس کا ہوا ۔ اور کون فائدہ اُٹھائے گا ۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ اس کا قائم کردہ سلسلہ چل رہا ہے اور تبلیغ اسلام کی جو بنیاد اس نے رکھی تھی، وہ مضبوط ہوتی جا رہی ہے ۔

دنیا میں دولت اور اقتدار کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے اور اسلام کے مقابلہ پر ہر مکتب فکر اپنے ہی نظریات کی بناء پر کرتا ہے ۔ آج تین بین نظریات ہمارے سامنے ہیں ۔ کمیونزم ، سرمایہ داری نظام اور اسلام اوّل الذکر دونوں نظریوں میں دنیا ہی دنیا ہے ۔ کمیونزم کے سربراہوں اور حامیوں کا یہ خیال ہے کہ دنیا کو نہ تو خدا نے بنایا ہے اور نہ ہی کسی انسان نے بلکہ یہ اس کی ماہیت ہمیشہ سے اسی طرح تھی ۔ ہے اور رہے گی ۔ یہ ایک جاری و ساری شغل ہے جو خود بخود طے شدہ قوانین کے مطابق چلتا ہے اور ختم ہوتا رہتا ہے ۔ اور یہ سلسلہ دائمی ہے ۔ اس نظریہ میں خدا اور آخرت کا تصور بالکل مفقود ہے ۔ اس میں دنیا کمانے اور اس کے ذرائع پیداوار کے انتفاع میں اجتماعی پہلو کو مقدم رکھا گیا ہے ۔

سرمایہ داری نظام بھی ہوس اور اقتدار کا دوسرا نام ہے اور گو اس میں انفرادی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور نہ ہی پورے طور پر خدا کو جواب دیا گیا ہے ۔ لیکن عملی طور پر خدا کی حاکمیت کا تصور اس میں بھی نہیں ہے ۔ ان دونوں مکاتیب فکر کی نظر دنیا اور اس کے آتا ؤں تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہے خواہ اخلاق کا کتنا ہی خون ہو ۔ کشت و خون ہوتا ہے تو ہو، کسی کا گھر جلتا ہے تو جلے ۔ کسی خطہ کا امن تباہ ہوتا ہے تو ہو، ان کی بلا سے ۔ ظاہر میں خیر خواہ بنے رہو اور اپنا کام کرتے جاؤ اور غریبوں کے بل بوتے پر دولت اور سرمایہ جمع کرتے جاؤ ۔ اس کے مقابلہ میں اسلام اخلاقی اور معاشی اقدار کو روندنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی برائی سے سمجھوتہ کر سکتا ہے ۔ وہ خدا کی حاکمیت کو مقدم کرتا ہے اور دنیا کو دین کے تابع رکھنے کی ہدایت دیتا ہے ۔ ان تین نظریوں کو بعض مفکرین نے دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے اور اس کے لئے تین مختصر نعرے تجویز کئے ہیں اور وہ یہ ہیں : ـــ

۱ ۔ EARN BABY EARN

۲ ۔ BURN BABY BURN

۳ ۔ TURN BABY TURN

کہا جا سکتا ہے کہ ان میں BABY کا لفظ کیوں ہے BABY کے لفظ میں نوخیز اور نوآموز کا مفہوم ہے اور ظاہر ہے کہ ان مذموم مقاصد کے لئے نوخیز ہی آلۂ کار بنائے جاتے ہیں ۔ اور زندگی کے صحیح طرزِ فکر میں اس کا اطلاق یہ ہے کہ جس شخص میں ابھی تک زندگی کا یہ شعور اور احساس پیدا نہیں ہوا کہ وہ فنا پذیر ہے اور ایک دن روزِ حساب کے لئے مقرر ہے، تو وہ نوآموز کے حکم میں ہے ۔ ایک دردمند دل نے بھی تو کہا تھا ؎

چہل سال عمرِ عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نگشت

ہم عمروں کو ضائع کر دیتے ہیں اور قیمتی وقت کو کھو دیتے ہیں ۔ قرآن شریف میں رہنمائی فرمائی گئی ہے والعصر ان الانسان لفی خسر ۔ یہ گذرتا ہوا وقت گواہی دے رہا ہے کہ انسان خسارے میں ہے ۔ اس کو تو ہم روک نہیں سکتے ۔ لیکن یہ تو کر سکتے ہیں کہ اس وقت کو نیکی اور اچھائی میں گذاریں ۔ اس طرح ہم گھاٹے میں نہیں رہیں گے ۔ الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر مؤمن جو اعمالِ صالح بجا لائیں اور وہ حق پر چلنے والے ہوں وہ خسارے میں نہیں ہیں ۔ ان کے لئے دنیا کی حسنات کے ساتھ ساتھ آخرت کی بھی خوشخبری ہے ۔

پس آپ غور کر کے دیکھ لیں کہ ان تینوں نظریوں میں سے جو نظریہ با عزت زندگی اور دائمی خوشحالی کی ضمانت دیتا ہے ، وہ اسلام اور صرف اسلام ہے ۔ حضرت مجدد زمانؑ نے فرمایا ہے : ـــ

” تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے کامیاب نہیں ہو سکتیں اور نہ قائم رہ سکتی ہیں ۔ یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں، اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئیں ۔ خدا کا امتحان بھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں میں دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کی رُو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے ۔ کبھی اس رنگ میں امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے نامراد ہوتا ہے مگر مؤخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں ۔ یہی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے ۔ مبارکی

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

غلام نبی مُسلم

غلبۂ اسلام کی مثبت تحریک جو حضرت مرزا صاحب نے چلائی۔ احمدیت زندہ تحریک ہے جس نے اپنے زندگی بخش لٹریچر کے ذریعہ دلوں کو مسخّر کر لیا ہے

دنیائے اسلام ایک عجیب ذہنی کشمکش اور سیاسی اضطراب سے گذر رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اُفقِ ملّت پر ایسی کرنیں پھُوٹ رہی ہیں۔ جو غلبۂ اسلام، عروجِ ملت اور دنیا میں عدل و انصاف کے آفتاب کے طلوع کی غماز ہیں، اور اس دَور کا آغاز ہو چکا ہے جو انسانی عظمت، اِتحاد، ایثار باہمی اور استیصال کے خاتمہ پر منتج ہوگا۔ اور مسلمان ایک بار پھر اُمّتِ وسطیٰ بن کر عالمِ انسان کی قیادت کریگا۔

صدیوں کے زوال کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ عالمِ اسلام میں بیداری کی لہر کیسے دوڑی اور آج کن حالات سے گذر کر مسلمان نہ صرف ایک بار پھر اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہے، بلکہ اسلامی زندگی اور غلبۂ اسلام کے لئے سیماب پا ہے۔ اور نسل پرستی پھر رُوحِ ملت کے لئے میدان چھوڑ رہی ہے۔

انیسویں صدی مسلمانوں کی سیاسی، علمی، اخلاقی، تہذیبی اور دینی انحطاط کا مرقع تھی، ان حالات میں مغرب کی اقوام نے اسلامی ممالک اور اقوام پر یلغار کر دی، یہ یلغار سیاسی، فکری، دینی ہر پہلو پر تھی۔ جس کا نتیجہ سیاسی غلامی، معاشی بدحالی، علمی پسماندگی، اور دین کے میدان میں تشکیک و لا دینیت کی شکل میں نکلا۔ ہندوستان میں اسلامی اقتدار کی صف لپیٹ گئی۔ ترکی کی خلافت "یورپ کا مردِ بیمار" بن چکی تھی اور اس کے دُور دراز صوبے روس، سپین، فرانس، اٹلی، اور برطانیہ نے گرفت میں لے لئے تھے۔ ایران پر روسی اور برطانوی اقتدار کے سائے پھیل چکے تھے، افغانستان انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا تو انڈونیشیا اور فلپائن پرتگیزوں اور امریکیوں کے پنجۂ ہوس میں گرفتار تھے۔

سیاسی کشمکش

ان تمام ممالک میں علوم کی شمعیں بجھ چکی تھیں، دین کی حدود سے قرآن، سنّت اور حدیث خارج تھے۔ اور اگر کہیں ذکر تھا بھی تو "اک مسئلہ علم کلام" کے طور پر، اور اسلام کے نام سے فقہی قوانین رائج تھے، جنہیں صدیوں پہلے مخصوص حالات میں مدوّن کیا گیا تھا، اور اس طرح مسلمان کی زندگی جامد ہو کر وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ ان حالات میں مختلف مسلم اقوام اسلام کی بجائے نسلیت کے نام پر اپنے بچاؤ کی طرف توجہ دی، ترکی میں خلافت کا لبادہ پھینک کر ترک کی حیثیت سے زندگی برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی، اور مصطفےٰ کمال کی قیادت میں انجمن اتحاد و ترقی، ملک سے اسلام کو خارج کر کے بکھرے ہوئے تنکوں کو سمیٹ کر تعمیرِ آشیاں میں لگ گئی، مصر میں پہلے عرابی پاشا اور پھر سعد زاغلول اور نحاس پاشا نے عرب قومیت کے نام پر انگریزوں کے خلاف سعی کی، اور ملک کو آزاد کر کے فرعونی تہذیب اور عظمت کے نام پر جمال عبدالناصر کے ماتحت لادین مملکت کے لئے راستہ ہموار کیا، ترکوں سے آزادی حاصل کر کے سعودی عرب۔ اُردن۔ شام۔ عراق اور دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے عرب ریاستیں قائم کیں اور ان میں سے بعض ریاستوں میں ایک غیر مسلم مائیکل عفلق کی رہنمائی میں بعث پارٹی نے سوشلسٹ حکومتیں قائم کر لیں۔ ایران میں دین پہلے ہی حادثہ کربلا کے گرد گھومتا تھا، اور نسل پرستی نے اسے کبھی بھی عرب کی سیادت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہونے دیا تھا۔ اور اب "تجان پارسی ایران پرستی" اس کا نعرہ بن گیا۔ رہا افغانستان تو اس نے جہالت و درماندگی کو برقرار رکھنے کے لئے بدستور دوسرے کی اعانت کو بیداری پر ترجیح دی۔

الحمدللہ مسلمانوں سے آباد ممالک نے اس طرح اغیار کی سیاسی غلامی سے نجات تو حاصل کر لی اور معاشی لحاظ سے ترقی کے میدان میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے، لیکن اس تمام جدوجہد کی پشت پر کوئی مثبت دینی مقصد یا بلند جذبہ نہیں تھا۔ اکثر ممالک قبائلانہ بل بوتے پر زندہ ہیں، یا بعض بڑی طاقتوں کا مفاد انہیں زندہ رکھنے اور لوٹنے میں ہے۔ ان کا اسلام ان کے فرسودہ قبائلی نظام کے زیرِ اثر ہے اور جن ممالک میں جمہوری طرز کا نظام رائج ہے وہ بھی نظریاتی لحاظ سے کسی نہ کسی غیر اسلامی اور غیر ملکی فلسفۂ حیات کے ماتحت ہیں اور اس طرح زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی یافتہ اقوام کی گردِ راہ کے پیرو بنے ہوئے ہیں اور اغیار کے افکار و تخیّل کی گدائی ہی پر مٹے ہیں۔

دینی عظمت

گذشتہ پانچ چھ صدیوں سے تقلید جامد نے اسلامی ذہن کو عقیم بنا رکھا تھا۔ دین میں غور و فکر کے سوتے خشک ہو چکے تھے، اور اجتہاد فی الدین موت کا دروازہ بن چکا تھا۔ لیکن انیسویں صدی میں بعض درد مند دلِ مسلمانوں کی دینی بے حسی پر پسیجے اور انہوں نے اسلامی اخوت، غلبے اور اتحاد کے نام سے مسلمانوں کو متحد ہونے کو کہا۔ یہ تحریک دنیا میں پان اسلامزم کے نام سے مشہور ہوئی، اس کی بڑی غرض عالمِ اسلام کا اتحاد، مُسلمانوں کی سیاسی آزادی اور یورپ کی ہر قسم کی غلامی سے نجات تھی اس کا علَم انیسویں صدی میں علامہ جمال الدین افغانی نے بلند کیا، اور مصر کے ممتاز علماء مفتی محمد عبدہ اور سید رشید رضا ان کے ہمنوا تھے۔ دنیائے اسلام کے بعض دوسرے علماء بھی ان سے متاثر ہوئے۔ اسی تحریک کے زیرِ اثر ایران میں شاہ ناصرالدین قاچار قتل ہوا اور نوجوانوں میں مغربی استعمار کے خلاف ہلچل پیدا ہوئی، اسی تحریک نے اس صدی میں اخوان المسلمین کی صورت اختیار کر لی جسے مصر۔ شام اور عراق میں عرب سوشلسٹوں نے ہزاروں انسانوں کو قتل کر کے کچل ڈالا۔

لیکن قدرت کو منظور تھا کہ اس دنیا میں مسلمان ہی کو نہیں اسلام کو بھی دوبارہ غلبہ حاصل ہو۔ مسلمان از سرِ نو قرآن کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لے۔ اس کا خدا سے پرانا تعلق اور عہد پھر سے استوار ہو، وہ اپنے تعلق باللہ سے خدا پر ایمان کو پھر تازہ کرے۔ مشیتِ ایزدی کے ماتحت اس کام کی اساس ہندوستان میں پڑی۔ چنانچہ جونہی ملک میں مغلوں کی سلطنت کا انحطاط شروع ہوا، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے اسلام پر مبنی نظامِ حیات کا نقشہ پیش کیا۔ اور لوگوں کی توجہ قرآن و سنت کی طرف مبذول کرائی، لیکن آپ کے مشن کی رُوح کو نہ سمجھا گیا اور جب سید احمد بریلوی شہید نے لوگوں کو اسلامی نظام کے قیام کے لئے جہاد کی دعوت دی تو تمام ملک سے صرف سات سو مجاہدوں نے اپنی خدمات پیش کیں اور یہ تحریک انہوں ہی کی بے بسی سے ختم ہو گئی۔ اس کے بعد دوسری کوشش ۱۸۵۷ء میں کی گئی، جس کی ناکامی کے بعد علماء کا ایک گروہ ملک سے ہجرت کر گیا اور ہندوستان کا مُسلمان انگریز کے عتاب کی چکی میں پس گیا، گو سر سیّد نے مسلمانوں کی پستی کو محسوس کیا۔ اور اسے دُور کرنے کے لئے مغربی تعلیم کو تریاق تجویز کر کے دارالعلوم علیگڑھ کی بنیاد رکھی لیکن وہ مرض کی صحیح نوعیت اور شدت کا اندازہ نہ کر سکے، اور ان کی محدود کوشش مغربی علوم سائنس و فلسفہ کے اثرات پادریوں کے اسلام پر حملے، مسلمان کی سیاسی بے بسی اور معاشی بدحالی کی حریف نہ ہو سکی، اس پر مستزاد یہ کہ ملّا اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گیا۔

ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے اسلام کی عظمت کے قیام اور دشمنانِ اسلام کے دجّالی ہتھکنڈوں کے توڑ کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا جنہوں نے اپنے پُر زور دلائل و براہین کے ذریعے عیسائی پادریوں اور ہم وطن مخالفین کے دانت کھٹّے کر دیئے۔ قرآن کے معارف پھیلا کر دشمن کو سرنگوں کیا، تو مسلمانوں کے دل میں یقین و اعتماد کی شمع روشن کی اور سب سے بڑھ کر آپ نے تائیدِ ایزدی سے اظہارِ غیب، پیشگوئیوں، اور قبولیت دُعا کے ذریعے انبیاء اور وحی سابق کی صداقت پر مہر ثبت کی، خدا کی ہستی پر زندہ شہادت بہم پہنچائی اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ دنیا کا واحد زندگی بخش دین اسلام ہے جو آج بھی اپنے متبعین کو خدا سے ملا دیتا ہے اور جس کا میں زندہ ثبوت ہوں اور اگر کسی دوسرے دین کے پیرو میں یہ بزرگی موجود ہے تو وہ اپنے دعوے کی صداقت پیش کرے، لیکن کسی کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور آپ کا یہ مشن اسلام میں نشاۂ ثانیہ کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔

حضرت مرزا صاحب نے جان لیا کہ اسلام آج پھر اسی مقام پر ہے، جہاں سے بانئ اسلام صلعم نے مکّہ میں تبلیغ شروع کی تھی، اور گو مسلمانوں میں اس وقت اہلِ دل موجود تھے جو مسلمانوں کی اسلام سے دُوری اور اخلاقی اور دینی پستی پر مضطرب تھے مگر کفر و ضلالت کی آندھیوں اور تاریکیوں میں منزل کا راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور

بہ قربیتہ اللہ تعالیٰ نے انّا لہ لحافظون اور من یجدد لھا دینھا کے وعدہ کے مطابق حضرت مرزا صاحب کے سپرد کیا۔

مسلمانوں کے سیاسی، معاشی، دینی اور اخلاقی انحطاط کو دیکھ کر ہندوستان کے غیر مسلموں اور یورپ کے پادریوں نے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی مہم چلا رکھی تھی، اور انگریزی حکومت کی مسلمان دشمنی اس سلسلہ میں ممد و معاون تھی، چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے سب سے پہلے اس زہر کا تریاق سوچا اور ایک طرف اسلام پر اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا تو دوسری طرف عیسائیت اور دیگر مذاہب کی تعلیمات کا کھوکھلا پن واضح کیا۔ اس سلسلہ میں اپنی شہرہ آفاق تصنیف "براہین احمدیہ" کے ذریعے تمام معاندین اسلام کا منہ بند کر دیا۔ اور وہ طاغوتی طاقتیں جو اس سے پہلے اسلام پر حملہ آور تھیں، اب وہ مدافعت پر مجبور ہوگئیں، اور بالآخر حضرت مرزا صاحب کی حیاتِ طیبہ ہی میں میدانِ مخالفت سے بھاگ گئیں، اور وہ نہ تو تعلق باللہ کے سلسلہ میں مقابلہ پر آئیں اور نہ ہی اپنی دینی تعلیمات کی اسلام پر برتری ثابت کر سکیں۔ حتیٰ کہ جلسہ مذاہب عالم میں منصفوں اور سامعین نے حضرت مرزا صاحب اور اسلام کی دیگر مذاہب پر فوقیت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

غلبۂ اسلام کی مثبت تحریک

حضرت مرزا صاحب کو معلوم تھا کہ دنیا کا کوئی مذہب ہدایتِ عالم کے ضمن میں اسلام کا حریف نہیں۔ اور آج بکھری ہوئی گمراہ نسلِ انسانی کو اسلام کی زندگی بخش تعلیم کی ضرورت ہے۔ اس لئے آپ نے تکمیل دعوت و ارشاد کے لئے ایک دینی جماعت تشکیل دی، جو دین کو دنیا پر مقدم رکھے، جس کا اوڑھنا بچھونا علوم قرآن کی تحصیل اور کتاب و سنت کی کامل اتباع ہو، جو قرآن کا پیغام اپنے علم و عمل سے دنیا تک پہنچائے۔ اس جماعت کا نام آپ نے آنحضرت صلعم کے اسم مبارک احمدؐ کی نسبت سے جماعتِ احمدیہ رکھا۔ آپ نے اس جماعت کے ممبروں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں درس و تدریس قرآن کو لازم ٹھہرایا۔ چنانچہ ہر احمدی کا گھر اور مسجد قال اللہ و قال الرسول کی صدا سے گونج اٹھی، آپ کی زیر تربیت علوم و معارف قرآن کی کرنیں اقصائے عالم میں پھیلنے لگیں ہر احمدی اپنے علم اور عمل سے اسلام کا مبلغ بن گیا۔ اور عالمِ اسلام جو کہ صدیوں سے درس قرآن کو اپنی درسگاہوں اور مساجد سے نکال چکا تھا، ایک بار پھر چونک کر اس طرف متوجہ ہوا۔

آپ نے کام کو منظم کرنے اور تحریک میں اجتماعیت اور قوت پیدا کرنے کے لئے اہلِ علم و درد مند لوگوں کو قادیان بلا لیا اور ایک قلیل مدت میں دینی اور دنیوی علوم کا ماہر ایک معتد بہ گروہ آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ جن کی موجودگی میں خود قادیان میں درس قرآن و حدیث کے چشمے جاری ہوگئے اسلام پر کتابیں چھپنے لگیں۔ اخبارات کے ذریعے اسلامی تعلیم کی برتری پیش ہونے لگی، اور خود آپ کی حیات مبارکہ میں انگریزی زبان میں بلند پایہ اسلامی معارف اپنا سکہ بٹھانے لگے۔

حضرت صاحب کی خواہش اور تڑپ کے عین مطابق اور آپ کی ہدایت پر اقوام عالم میں حقائق قرآن کی نشر و اشاعت کا کام بالخصوص دو اشخاص حضرت مولینا محمد علیؒ اور حضرت خواجہ کمال الدین رح نے اپنے ذمے لیا۔ حضرت صاحب کی زندگی میں ہی انگریزی ماہ نامہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعے اور حضرت صاحب کی کتب اور مضامین کا ترجمہ کر کے مولانا محمد علی رح نے تعلیم یافتہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف جذب کیا۔ تو آپ کے وصال کے بعد ہی آپ کے ارشاد اور جماعت کے فیصلے سے مولانا محمد علی رح نے انگریزی اور اُردو تفسیر قرآن لکھی، جس نے قلوب عالم کو مسخر کر لیا۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام سے متعلق اعتماد بحال ہوا، اور غیر مسلم مخالفین اور مستشرقین کو اپنی جہالت کا احساس کر کے روش بدلنا پڑی، اور خود مغرب کے کئی ایک اہلِ علم و دانش اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے مولانا مرحوم نے تفسیر قرآن کے علاوہ اسلام سیرت نبوی اور محاسنِ دین پر کئی ایک بیش بہا کتب تصنیف کیں، جنہیں تمام اسلامی دنیا میں قدر و منزلت حاصل ہوئی۔ اسی طرح خواجہ کمال الدینؒ خود اسلام کا پیغام لے کر یورپ گئے اور وہاں تقریر و تحریر کے ذریعے غیر مسلموں کو حیران کر دیا، اور اپنے رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ لاکھوں دلوں کے زنگ دھو ڈالے۔ اسی طرح یورپ کے قلب برلن میں حضرت مولانا صدرالدین ایدہ اللہ نے سب سے پہلی مسجد تعمیر کر کے جرمنوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اور وہ یورپ جہاں سے پادری اسلامی مراکز میں باطل کے مشنری بن کر آتے تھے وہ اسلام کی اس تحریک کو حیرت و استعجاب سے دیکھنے لگے، کہ سقوط سپین کے بعد اہلِ اسلام نے از سرِ نو عیسائیت کے مراکز پر حملہ کر کے قلوب کو مسخر کرنا شروع کر دیا ہے۔

آج مسلمان پھر اسلام کی طرف آ رہا ہے۔ اس کے نسلی جذبات اسلامی اخوت کے سامنے ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ ترک، ایران، اور عرب پھر ایک ہو جانے کے لئے مضطرب ہیں۔ اسرائیلیوں کے مقابل عالم اسلام کی دھڑکنیں یک جا ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہیں۔ اور رابطہ عالمِ اسلامی کی تنظیم اس کا نقطۂ آغاز ہے

دِل ہمارے ساتھ ہیں

عالمِ اسلام میں تشہیر معارفِ اسلام کی جس قدر تحریکیں چلیں، ادارے قائم ہوئے لٹریچر پیدا ہوا، ان سب پر تحریک احمدیت کی چھاپ ہے۔ وہ سب اسی لہر کے اثرات ہیں، اور جو تصانیف تیار ہوئیں، ان کے استدلال میں حضرت مرزا صاحب کا عکس پایا جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی رح کی کتب کے ترکی اور عربی زبان میں تراجم ہو چکے ہیں۔ انڈونیشی اور ملائشی زبانوں میں آپ کی تحریریں ڈھل چکی ہیں۔

ایران میں ایک تازہ ترین تفسیر شہبانو ملکہ فرح پہلوی کے دیباچہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ جس کے ہر دوسرے یا تیسرے تشریحی نوٹ میں "سید محمد علیؒ لاہوری" کی تفسیر سے اقتباسات درج ہیں۔ پھر مغربی افریقہ شمالی اور جنوبی امریکہ، آسٹریلیا، اور یورپ کونسا برِ اعظم ہے جو مولانا محمد علیؒ کی تعلیمات سے مستفیض نہیں ہو رہا اور اس ملک کا اہلِ علم طبقہ گو زبان سے اظہار نہ کرے مگر وہ اسلام کی تعلیمات کے سلسلہ میں احمدیہ لٹریچر بالخصوص مولانا مرحوم کی تصانیف کی عظمت کا انکار نہیں کر سکتا۔

احمدیت اَب بھی زندہ ہے

احمدیہ لٹریچر نے دلوں کو مسخر کر لیا ہے۔ اُمتِ مسلمہ پرانی تفاسیر کی اسرائیلیات سے بیزار ہو کر پھر احمدیہ علم کلام کی طرف آ رہی ہے۔ اس لحاظ سے مولانا محمد علیؒ کا انگریزی اور اُردو ترجمہ و تفسیر قرآن روشنی کا مینارہ ہیں اور غلبۂ اسلام اور مسلمان کی بیداری کا نشان منزل۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک کی روانی کے زیر اثر بعض اوقات کام کے رُخ اور نوعیت کا جائزہ مشکل ہو جاتا ہے، اور بُعد زمانی و مکانی بھی کارکنوں کے عزم اور عمل کو متاثر کرتا ہے، پھر دوسری تحریکوں کی طرح احمدیہ تحریک میں اغراض ذاتی اور قلت فہم کی وجہ سے ایسی رکاوٹیں پیدا ہو گئی ہیں جن سے نہ صرف صحیح الفکر مسلمانوں میں تحریک کی ساکھ کو دھچکا لگا ہے۔ بلکہ ایک گروہ کی نسل پرستی اور جاہ طلبی نے بانیٔ تحریک کے مقام اور مقصد کو بہت نقصان پہنچایا ہے جس کی عدم اصلاح عالمِ اسلام کے لئے ایک عظیم فتنہ بن چکی ہے۔ ان حالات میں جماعت احمدیہ لاہور کو حالات کا از سر نو جائزہ لے کر آگے قدم بڑھانا ہے۔ ہمارا نعرہ ایک خدا۔ ایک نبی۔ ایک کتاب ــــ ایک امت اور دنیا میں عدل و انصاف کا قیام ہونا چاہیئے۔ خدا کی وحدانیت، نبی کریم کی ختم المرسلینی، قرآن کی اکملیت۔ اور امت کی تشکیل کا یہی تقاضا ہے۔ اور جو افکار ان کے نقیض ہیں ان کے خلاف مسلسل جہاد کرنا اور عالمِ اسلام کو اس پر جمع کرنا آئندہ کے لئے ہر لحظہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہیئے۔

مولانا محمد علیؒ اور خواجہ کمال الدینؒ نے مغربی دنیا میں جو کام کیا تھا، اس کا ثمر آج ہمارے سالانہ اجتماع میں ان بھائیوں کی شرکت کی صورت میں ہے جو بارہ ہزار میل سے، جذبۂ خدمتِ اسلام سے سرشار ہو کر تشریف لا رہے ہیں اور وہاں کے ہزاروں برادران سلسلہ کے نمائندہ ہیں۔ ان میں سے ہر فرد پندرہ بیس ہزار روپیہ راہ حق میں خرچ کر رہا ہے، کس لئے؟ محض غلبۂ اسلام کے اس پاکیزہ اجتماع میں شرکت کے لئے تاکہ اپنے ان مٹھی بھر بھائیوں سے مل کر نہ صرف تجدید عہد کرے بلکہ ان تجاویز اور لائحہ عمل پر تبادلۂ خیال کرے جن کے آئندہ اختیار کرنے سے مغرب میں قرآن کی تعلیمات کو پھیلایا جا سکے اور وہاں کے گم کردہ راہ باشندوں کو اسلامی برادری میں شامل کیا جا سکے، ان لوگوں کے ایثار و خلوص نے ہمیں بھی آزمائش میں ڈال دیا ہے اور ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کہیں ہمارے یہ بھائی ایثار و قربانی کے میدان میں ہمیں پیچھے

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲)

محمد صالح نور

جوابِ شکوہ

بزبان حضرت امام الزمان (علیہ السلام)

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مؤمن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے
اب تم تو خود ہی مورد خشمِ خدا ہوئے
اُس یار سے بشامت عصیاں جُدا ہوئے (حضرت مسیح موعودؑ)

ایک زمانہ تھا کہ علامہ اقبال نے شاعری کی رَو میں بہہ کر مُسلم قوم کی ابتری، ذلت و ادبار، نکبت و افلاس سے متاثر ہو کر خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں زبانِ شکایت دراز کی تھی اور اپنے مقدس اسلاف کی ریاضتوں اور قربانیوں کو پیش کر کے حضرت احدیت سے یہ سوال کیا تھا کہ ہم جبکہ تیرے نام لیوا ہیں اور شب و روز تیرے ہی گُن گاتے ہیں تو پھر بھی ہمیں پر مشقِ ستم! اس کا سبب کیا ہے؟
علامہ اقبال کے شکوہ کا مرکزی خیال یہ تھا کہ ؎

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب؟
تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب
تو جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب
طعنِ اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے
کیا تیرے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے

پھر یہ آزردگیٔ غیر سبب کیا معنے؟
اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنے؟

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں

گو کچھ عرصہ بعد علامہ اقبال نے زبانِ خداوندی سے اس شکوہ کا جواب بھی لکھ دیا تھا تاہم مسلمانوں کے ساتھ اس سلوکِ خداوندی کی اصل وجہ امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے نظم میں ہی بیان فرمائی ہے، اگر وہ تمام امور جن کا ذکر آپ نے اس نظم میں کیا ہے کہ مسلم قوم نے بجائے حرزِ جان بنانے کے ترک کر دیئے ہوئے ہیں دوبارہ اپنا لیں تو خدا تعالےٰ کی نظرِ عنایت مبذول ہونے میں کوئی دیر نہیں لگ سکتی۔ حضورؑ کا منظوم عارفانہ کلام وہ بیش بہا موتی ہیں جو نہایت خوبصورتی سے ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔ شعر و شاعری مقصود نہیں ہے مقصد تو صرف سمجھانا ہے۔ چنانچہ مسلمان قوم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

— اَب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی ÷ وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی
— وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی ÷ وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی
— وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی ÷ وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی
— وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی ÷ خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
— دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی ÷ حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی
— حمق آ گیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی ÷ کسل آ گیا ہے دل میں جلاوت نہیں رہی
— وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی ÷ وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی
— دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی ÷ اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی
— وہ انس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی ÷ ظلمت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی
— ہر وقت جھوٹ، سچ کی تو عادت نہیں رہی ÷ نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی
— سَو سَو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی ÷ نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی
— خوانِ تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی ÷ دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی
— مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی ÷ دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی
— سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی ÷ اِک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی
— تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی ÷ صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

— تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے ÷ جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے
— کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے ÷ باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے

(تحفۂ گولڑویہ صفحہ ۲۶ سنہ ۱۹۰۲ء)

کاش مسلمان اس نظم کو پڑھ کر اپنے نفوس کو ٹٹولیں اور انہیں صحیح راہ پر لانے کی کوشش کریں تا کہ رحمتِ باری ان پر سایہ فگن ہو ÷

بھٹہ صاحب کو شدید صدمہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ہو اس شخص کو جو اس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جو اس کو نہیں سمجھا۔ کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلائیں۔ وہ جو خود مردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک غذا لائے گا۔ تم ذلیل لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ۔ بار بار ہلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔"

یہ ہے صحیح سوچ اور فکر۔ یہ راہ دشوار گذار ہے اور کٹھن، لیکن یہ ایک ایسی خوشگوار منزل کی راہ ہے جہاں پہنچ کر ہم اپنے سب غم بھول جائیں گے۔ اور اس مقام کو حاصل کرنے سے اس نعمت کے مصداق ہوں گے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے لا یحزنہم الفزع الاکبر۔ بڑے سے بڑا غم انہیں غمگین نہ کر سکے گا۔ اسلام دنیا کمانے سے منع نہیں کرتا اور نہ یہ کہتا ہے کہ کاروبار کو چھوڑ دو اور بیوی بچوں سے الگ ہو کر جنگل یا پہاڑ میں جا بیٹھو بلکہ اسلام تو انسان کو چُست اور ہوشیار بناتا ہے۔ کماؤ، جتنا چاہو لیکن وہ دنیا حاصل کرو جو حسنات کا موجب ہو اور جسے ہم دوسروں کے سامنے پیش کر کے شرمندہ نہ ہوں، اپنے دل میں شرمندہ نہ ہوں اس فانی دنیا میں چلتے چلتے اگر ہم ابھی تک اپنی زندگیوں کے نقطہ عروج تک نہیں پہنچے تو ہمیں فکر کرنی چاہیئے کہ یہ مقام ہمیں حاصل ہو جائے اور ہم اس کو اپنا لیں اور اس پر ثابت قدم رہیں۔

کلام پاک میں ارشاد ہے:- ففروا الی اللہ اللہ کی طرف دوڑو، اس میں دیر نہ کرو کہ وقت نکلتا جا رہا ہے۔ حضرت مجددِ اعظم نے لکھا ہے:-

"ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کیلئے پکڑے نہ جاؤ کہ ذرہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اُٹھاؤ جو شام نزدیک ہے۔ جو کچھ پیش کرنا ہے بار بار دیکھ لو ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیاں کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔"

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس امامِ مقدس کی نصیحتوں پر عمل کرنے والے ہوں اور دوسروں کے لئے بھی نمونہ ہوں۔

احباب سے درخواست ہے کہ جناب بھٹہ صاحب اور ان کے لواحقین کے لئے خاص طور پر دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کا حافظ و ناصر ہو اور ان کو برکات سے نوازے اور اس ثابت قدمی کا اجر دے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔ وہ بچہ جوانی میں چلا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے آخرت کی خوشیوں سے نوازے۔ آمین۔

این سرائے زوال و موت و فنا ست
ہر کہ بنشست آخریں برخاست

بقیہ مضمون مُسلم صاحب

(بسلسلہ صفحہ ۸)

تو ہمیں چھوڑ رہے اور خدمتِ دین میں سبقت تو ہمیں لے جا رہے، خدا کرے کہ ان کی آمد ہمارے لئے تازیانہ شوق ہو، اور ہم سب مل کر ان بھائیوں کی اعانت سے افریقہ اور جنوبی امریکہ میں بالخصوص اور شمالی امریکہ اور یورپ میں بالعموم نئے مراکز سے تعلیمات اسلام کی روشنی پھیلائیں۔ اور اپنے آقا مسیح موعودؑ کی پیشگوئی۔

"بہ خرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم اُفتاد"

میں شمولیت کا فخر حاصل کر سکیں ÷

بقیہ خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۱)

شبہ سے پاک ہے۔ فرمایا اگر تمہیں اس کتاب کے کلام الٰہی ہوتے میں شک اور شبہ ہے تو اس جیسا کلام تم بھی بنا کر لاؤ۔ عربوں میں بڑے بڑے ادیب اور شعراء موجود تھے۔ وہ اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دے سکے اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کے مقابلہ میں ایک سطر بھی لکھ سکے۔ محمد رسول اللہ ان پڑھ تھے، اس امی انسان پر وہ کتاب نازل ہوئی جس کی نظیر کوئی نہ لا سکا۔ سارے شعراء مل کر بھی ایک آیت نہ بنا سکے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ انسان کا کام نہیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ عبدہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

دسمبر برکتوں کا مہینہ ہے

احمدی نوجوان جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے تیاری کریں

ہم آپ کے لئے چشم براہ ہیں

محمد صادق نور۔ ناظم استقبال

شبان الاحمدیہ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۹

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولانا دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا۔ ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۶۰ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ ذیقعد ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۵۰

جنوبی امریکہ کے مہمانوں کی آمد کے سلسلہ میں

کراچی میں ان کے قیام کے دوران مجوزہ پروگرام

۱۲/۵/۷۳ - صبح ۲ بجے - ۲۱ - افراد کی ایک پارٹی کی آمد۔

〃 〃 عصرانہ ـــ بر مکان محمد حسن خان صاحب - کراچی۔

۱۲/۶/۷۳ - عصرانہ مسجد احمدیہ کراچی میں درس ہوگا اور عصرانہ پیش کیا جائے گا۔

۱۲/۷/۷۳ - صبح سات بجے - بقیہ سات افراد کی آمد۔

〃 〃 - جملہ مہمان مسجد احمدیہ میں نماز جمعہ ادا فرمائیں گے۔

〃 〃 - عشائیہ - رات کو ان مہمانوں کی خدمت میں مختلف احباب اپنے اپنے گھروں میں عشائیہ دیں گے۔

۱۲/۸/۷۳ - دن کے پہلے حصہ میں معزز مہمانوں کو شہر کے مختلف مقامات کی سیر کرائی جائے گی۔

〃 〃 - ۳ بجے سے لے کر ۶ بجے تک مسجد احمدیہ میں جلسہ و عصرانہ ہوگا۔ اس میں جماعت کراچی کے سب افراد مرد و زن و بچے شامل ہوں گے۔

〃 〃 - رات کو معزز مہمانوں کی خدمت میں HOTEL JABEES میں عشائیہ دیا جائے گا۔

۱۲/۹/۷۳ - دن کے پہلے حصہ میں مہمانوں کو ٹھٹھہ اور بعض دوسرے تاریخی مقامات کی سیر کرائی جائے گی۔

〃 〃 - عشائیہ - رات کو معزز مہمانوں کی خدمت میں الوداعی عشائیہ HOTEL BEACH LUXURY میں دیا جائے گا۔

۱۲/۱۰/۷۳ - صبح ۱/۲ ۷ بجے معزز مہمانوں کو بذریعہ ہوائی جہاز راولپنڈی کیلئے رخصت کیا جائیگا۔

نوٹ: معزز مہمانوں کی رہائش کا انتظام HOTEL NATIONAL CITY میں کیا گیا ہے۔

ـــ محمد حسن خاں - سیکرٹری جماعت کراچی ـــ

خالص دینی جلسہ

آپ کو سینکڑوں جلسے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ ان میں سے اکثر و بیشتر سیاسی و گروہی مفادات کی حفاظت کیلئے منعقد کئے جاتے ہیں لیکن خالصتہً دینی اغراض کیلئے جلسوں کی ابتداء کرنے کا سہرا حضرت مجدد صد چہارہم کے سر ہے جن کی مقدس روایت کو احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام پوری شان سے قائم رکھے ہوئے ہے۔

مذہب پر جدید فلسفیانہ اعتراضات اور ان کے جوابات سے آگاہ ہونے، حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے روح پرور واقعات سننے اور عبادات اور اوراد سے معطر فضا میں تین دن گزارنے کے لئے ابھی سے اپنے آپ کو تیار کیجئے اور اپنے دوستوں اور دینی شغف رکھنے والے احباب کو اس میں شمولیت کیلئے آمادہ کیجئے آپ یقیناً اس جلسہ میں شرکت کر کے محظوظ ہوں گے ۞

(چوہدری فضل حق - مہتمم جلسہ سالانہ)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۷۳ء

اسلام کا بُنیادی اُصول ——— حُریتِ فکر اور آزادیٔ مذہب

ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین -

——— (البقرہ - ۱۹۰) ———

زیادتی کے مرتکب مت ہو۔ خدا ظلم و زیادتی کرنے والوں سے کبھی محبت نہیں رکھتا -

---

بلوچستان کے سرحدی گاندھی خان عبدالصمد خان اچک زئی کے حالیہ افسوسناک قتل کی تمام حلقوں کی طرف سے صحیح و جائز طور پر مذمت کی گئی ہے، ان کے سیاسی موافقین و مخالفین دونوں نے اس طریقِ کار کو بکلی غلط و ناروا قرار دیا ہے۔ مرحوم سیاسی اختلافات کے باوجود سب کے نزدیک ایک مخلص و انتھک محبِ وطن سمجھے جاتے تھے کیونکہ انہوں نے برصغیر کی آزادی کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔

سیاسی اختلافات کی بناء پر ہمارے مُلک میں شورش، ہنگامہ آرائی کرنے، مخالفانہ جلسے جلوس نکالنے اور دیگر امن سوز اور توڑ پھوڑ کی روائیوں پر اتر آنے کا جو طریق اختیار کیا گیا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ عوام میں سے کوئی جوشیلے نوجوان قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر مخالف کے قتل پر آمادہ ہو جائیں، اگر ایک دفعہ مخالفین کے قتل پر طرفین منصوبہ کر لیں تو پھر قانون و امن کی بجائے ملک خانہ جنگی کا شکار ہو سکتا ہے، جس کا فائدہ دشمن کو ہی کو پہنچے گا۔ اس لئے جس مخالف پارٹی نے ایسا خلافِ قانون اقدام کیا ہے اس نے ملک کی خیر خواہی کے منافی طریق اختیار کیا ہے۔

اگر اس قسم کے واقعات کو خالصتاً دینی و اسلامی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ اظہر من الشمس ہے کہ قرآن کریم میں اختلاف رائے رکھنے والوں کو تشدد و قتل کا نشانہ بنانا کسی صورت میں بھی جائز اور روا نہیں رکھا گیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے صاف اور صریح الفاظ میں آزادی مذہب کو تسلیم کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے لا اکراہ فی الدین، دین میں کوئی جبر نہیں اور اعلان فرمایا ہے کہ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً، ہم نے راہِ ہدایت بتا دی ہے۔ اب کوئی چاہے شکر گذاری سے اسے قبول کرے اور اس پر عمل پیرا ہو اور چاہے تو اس کا انکار کر دے، اللہ تعالےٰ کے ان ارشاد سے ظاہر ہے کہ اسلام میں اختلاف مذہب کی بنا پر جبر و تشدد بالکل جائز نہیں اور اس کے نزدیک حریت فکر اور آزادیٔ عمل ایسا عالی اصول اور بنیادی انسانی حق ہے جس کے متعلق بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دینِ اسلام نے سب سے پہلے اور بنیادی طور پر اسی کے قیام کو دنیا میں ترجیح دی اور اسے عملاً انسانی معاشرہ میں رائج کیا، اگر آزادی کا حق نہ ہو تو ظاہر ہے کہ نہ امن و انصاف قائم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی جمہوریت و مساوات کے اصول پنپ سکتے ہیں، اور یہ سب امور ایسے ہیں جن سے اسلام کی رُوح نشو و نما پاتی ہے، اپنے ہی ہم وطنوں اور ہم مذہب لوگوں کے برخلاف تشدد و جبر کی فضا پیدا کرنا اسلام کے نزدیک ہرگز جائز نہیں، دینِ اسلام کے بنیادی اصولوں کے بارہ میں جب خود مسلمان قوم کی حالت یہ ہو کہ وہ اختلافات کو برداشت کرنے کی بجائے جبر و تشدد اور قتل و مقاتلہ سے دبانے کی کوشش کرے تو یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ غیر مسلم اس دین کے امن و سلامتی اور آزادی و جمہوریت کا مذہب ہونے کے قائل ہو سکتے ہیں یہ تو چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مُسلمانی کے مصداق ہو گا۔

وہ حقیقت تو جس پر تاریخ کی سچی گواہی ثبت ہے یہ ہو کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے نہ صرف امن و انصاف اور آزادی و جمہوریت کو قائم کیا تھا بلکہ انسانی حقوق کے ان بنیادی جوہروں کے قیام کے لئے اپنی جانیں تک پیش کر دیں اور جب اسلامی حکومت ان کے اعلےٰ کردار و سیرت کی بناء پر قائم ہو گئی تو اس حکومت کا پہلا فریضہ بلاتمیز قوم و مذہب یہ تھا کہ دنیا میں اُنہوں نے جبر و تشدد اور ظلم و ناانصافی کا قلع قمع کر کے انسانی فکر و عمل کی آزادانہ فضا قائم کر دی۔ اسی لئے تو دینِ اسلام دنیا کے لئے ایک رحمت کا مذہب ثابت ہوا تھا۔ جس کا برملا اعتراف تمام غیر مُسلم مؤرخین نے کیا ہے۔ سچی حکومتِ اسلامیہ میں نہ صرف مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو برداشت کیا جاتا تھا اور ایسے مخلصانہ اختلاف کو صرف عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا بلکہ غیر مسلموں کی مذہبی روایات اور معبدوں کی بھی عزت و حُرمت کی جاتی تھی، حتیٰ کہ خلفائے راشدین نے کافروں کے دینی راہنماؤں اور کفار کی عبادتگاہوں کی حفاظت کے لئے اسلامی حکومت کے خزانہ سے وظیفے مقرر کر رکھے تھے، بنیادی انسانی حقوق کی اس آبیاری کی بدولت اسلام نے مقبولیت اختیار کی تھی۔ مگر بعد میں آنے والے پیروانِ اسلام نے دینی تعصب و جبر و تشدد کو اسلام کا بنیادی اصول قرار دے لیا اور اس طرح اس پاک مذہب کی رسوائی اور بدنامی کا موجب ہوئے۔

پھر یہ تعصب و تشدد غیروں کی بجائے زیادہ اپنے ہم مذہبوں کے برخلاف برتنا حفاظتِ دین قرار دے لیا گیا یعنے جو کفر کا بنیادی اُصول تھا اور جس کو ختم کر کے اسلام کو فتوحات حاصل ہوئی تھیں، وہی مسلمان علماء کے نزدیک دین کا رکن اور ستون بن گیا۔ ظاہر ہے کہ جب عُلماء کی طرف سے ہی دین کے بنیادی اصولوں کو ختم کر کے ان کے منافی و مخالف ظالمانہ و کافرانہ اصول اپنا لئے جائیں تو ایسے دین کو کفار میں کیا مقبولیت حاصل ہو سکتی ہے، نیز ایسے زمانہ میں جبکہ علم و عقل کی روشنی سے دُنیا منور ہو چکی ہے کوئی شخص کس طرح اس قسم کے دین کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے، اختلاف ماننے کو جبر و تشدد کے ذریعہ دبانے کا طریق کار نہ صرف بنیادی انسانی حقوق کے صریحاً خلاف ہے بلکہ مُلکی استحکام کے بھی منافی ہے مسلمان قوم کی ایسی غلط ذہنیت کے ذمہ دار در اصل علماءِ دین ہیں، جو دین کے معاملہ میں آزادی کو سلب کرتے اور اس کی اشاعت و قیام کے لئے جابرانہ و ظالمانہ کارروائیاں روا رکھنے کو نہ صرف درست قرار دیتے ہیں بلکہ اسے اسلام کی سپرٹ جہاد کا آئینہ دار سمجھتے ہیں۔ بعض علماء کا تو عقیدہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کو بہ جبر دینِ اسلام میں داخل کرنا عین ثواب اور جہادِ اکبر ہے، بعض اور علماء بہ جبر دین میں داخلہ کے تو قائل نہیں مگر ان کے نزدیک مسلمان کا اسلام کو چھوڑ جانا اسے واجب القتل بنا دیتا ہے، یہ علماء بھی اپنے موقف پر اس قدر مصر ہیں کہ قرآن و حدیث اور سنت رسولؐ خلفاءِ اسلامی سے غلط استدلال کے ماتحت مرتد کے قتل کو اسلام کا عقیدہ بنا بیٹھے ہیں۔ تیسری قسم کے علماء وہ ہیں جو فروعی عقائد میں اختلاف کرنے والوں کو مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ اگر خود علماءِ اسلام کی طرف سے اس دین کی یہ صورت پیش ہو اور وہ جبر و تشدد کو دینِ اسلام کا بنیادی اُصول قرار دیئے جانے اور اسے جہاد کا جزو قرار دینے پر مصر ہوں تو جائے غور ہے کہ ایسی حالت میں مخالفینِ اسلام کہاں تک ملزم قرار دیئے جا سکتے ہیں، اگر وہ اسلام کو بربریت اور وحشت کا مذہب قرار دیں اور اس قسم کا پروپیگنڈا کر کے دین اسلام کی بدنامی اور اس سے نفرت و دُوری کا موجب بن جائیں۔ کیا ایسی حالت میں یہ کہنا حق بجانب نہ ہو گا کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ÷ کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اس صدی کے مجددِ اعظم اور مصلح زمان نے جب زمانہ کی ضروریات کے مطابق اپنا مقصد تبلیغِ اسلام قرار دیا تو لازم تھا کہ وہ اسلام کو معقولیت اور علم کا دین ثابت کرتے۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری تھا کہ اسلام کو رحمت و رأفت کا مذہب ثابت کیا جائے جس میں جبر و تشدد کا کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ عین فرقان حمید کی تعلیم اور حضرت ختم المرسلین کی سیرت طیبہ کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ نے علماء کی ایسی تعلیم کو خلافِ اسلام اور غلط ثابت کیا ..... دین اسلام کی یہی خوبصورت اور سچی تعلیم ہے جسے دنیا میں پیش کر کے جماعتِ احمدیہ نے اس دین کی فاتحانہ یلغار کا نمونہ قائم کر دکھلایا ہے۔ اگر کسی مذہب کو محبت و رحمت، امن و انصاف اور آزادی و جمہوریت کا مذہب ثابت نہیں کیا جا سکتا تو اس عقل و علم کے فروغ کے زمانہ میں اسے کیسے مقبولیت حاصل ہو سکتی ہے؟۔ حضرت اقدسؑ اور آپؑ کی جماعت کا یہی ایک زرّین اسلامی اُصول ہے جو غیروں میں باعث کشش و جذب ثابت ہوا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے ساری عُمر، مُلاؤں کے خلاف یہ جہاد جاری رکھا کہ فروعی اختلاف کی بناء پر کسی کو کافر قرار دینا یا اس کے برخلاف نفرت و حقارت پھیلانا، اسلامی رواداری اور برداشت کے منافی ہے۔ اس اصول کو آپ نے اس قدر اہمیت دی کہ کلمہ گویوں کی تکفیر کو جرم قرار دے کر مکفروں کے لئے بموجب حدیث وہی سزا سے مقاطعہ تجویز فرمائی جو وہ دوسروں

باقی بر صفحہ ۵ کالم ۲

پروگرام جلسہ سالانہ خواتین احمدیہ

بتاریخ ۲۳ دسمبر ۱۹۷۳ء مطابق ۲۷ ذیقعد ۱۳۹۳ھ بروز اتوار

بمقام دارالسلام۔ ۵ عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور

(نزد یونیورسٹی کیمپس ہوسٹلز)

زیرِ صدارت: بیگم صاحبہ کرنل بشیر حسین صاحب مرحوم منعقد ہوگا۔

اجلاس: ۹½ بجے صبح تا ۱ بجے بعد دوپہر

پروگرام		وقت
تلاوت قرآن کریم	بیگم خورشید راجہ انور صاحبہ	۹-۳۰ تا ۹-۳۵ صبح
نظم از درِ ثمین	رفعت مقبول صاحبہ	۹-۳۵ تا ۹-۴۰ ″
خطبہ افتتاحیہ	حضرت امیر ایدہ اللہ	۹-۴۰ تا ۹-۵۵ ″
تقریر	یاسمین مجید صاحبہ	۹-۵۵ تا ۱۰-۵ ″
تقریر	بیگم عبادت خانم صاحبہ	۱۰-۵ تا ۱۰-۱۵ ″
نظم از دُرِ ثمین	امۃ السبحان صاحبہ	۱۰-۱۵ تا ۱۰-۲۰ ″
تقریر	بیگم محمدؐ احمد صاحبہ	۱۰-۲۰ تا ۱۰-۳۰ ″
تقریر	بیگم خانزادہ صاحبہ	۱۰-۳۰ تا ۱۰-۴۰ ″
نظم	بیگم فریدہ رحمان صاحبہ	۱۰-۴۰ تا ۱۰-۴۵ ″
تقریر	بیگم مولینا عبدالمنان عمرؓ صاحبہ	۱۰-۴۵ تا ۱۱-۰۰ ″
تقریر	مس صبورہ صاحبہ آف گیانا	۱۱-۰۰ تا ۱۱-۱۰ ″
تقریر	مہمانان از جنوبی امریکہ	۱۱-۱۰ تا ۱۱-۴۰ ″
″ ″ ″ ″	(ترجمان بیگم فریدہ رحمان صاحبہ)	″
تقریر بعنوان "حقوق و فرائض نسواں از روئے قرآن کریم"	آنسہ امۃ اللہ مصری صاحبہ	۱۱-۴۰ تا ۱۲-۰۰ دوپہر

نمائش دستکاری ———— ۲ بجے دوپہر سے ۱ بجے تک۔

کھانا ———— ۱ بجے بعد دوپہر سے ۱-۳۰ بعد دوپہر۔

نماز ظہر و عصر ———— ۲ بجے بعد دوپہر جمع ہونگی۔

المشتہر

— بیگم صاحبہ حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب

— بیگم صاحبہ کرنل بشیر حسین صاحب مرحوم

جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب سے گذارشات

ہم جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے جملہ احباب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آرام کو ترک کر کے چند دن خالصتہً دینی ماحول میں گذارنے کا عزم کیا ہے۔ امسال بھی ہمارا جلسہ سالانہ گزشتہ سال کی طرح احمدیہ بستی "دارالسلام" ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن نزد نیو یونیورسٹی کیمپس لاہور میں بتاریخ ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶ دسمبر منعقد ہو رہا ہے۔ آپ کی سہولت کے لئے چند معروضات پیشِ خدمت ہیں:۔

۱۔ رہائش اور خوراک کا انتظام دارالسلام میں ہی ہوگا۔ اس لئے آپ سیدھا دارالسلام تشریف لائیں۔

۲۔ احمدیہ بلڈنگس سے ایک بس روزانہ جلسہ کے ایام میں "دارالسلام" جایا کرے گی۔ اوقات نیچے درج ہیں۔

۳۔ اگر آپ کے پاس اپنی سواری ہے تو خود جلسہ گاہ میں وقت پر پہنچ جائیں اور اگر یہ سہولت میسّر نہیں تو احمدیہ بلڈنگس تشریف لاکر بذریعہ بس دارالسلام پہنچیں۔

بس سروس کا انتظام

۲۳ دسمبر بروز اتوار صبح آٹھ بجکر تیس منٹ پر ایک بس احمدیہ بلڈنگس سے دارالسلام جائیگی اور پھر دارالسلام سے واپسی ۲½ بجے بعد دوپہر ہوگی۔

۲۴ دسمبر بروز سوموار صبح آٹھ بجکر تیس منٹ پر ایک بس احمدیہ بلڈنگس سے دارالسلام جائیگی اور پھر دارالسلام سے واپسی ۲½ بجے بعد دوپہر ہوگی۔ اور دوسری بس ۷ بجے رات واپس آویگی۔

۲۵ دسمبر بروز منگلوار صبح آٹھ بجکر تیس منٹ پر ایک بس احمدیہ بلڈنگس سے دارالسلام جائے گی۔ اور پھر "دارالسلام" سے واپسی ۷ بجے رات ہوگی۔

۲۶ دسمبر بروز بدھ صبح آٹھ بجکر تیس منٹ پر ایک بس احمدیہ بلڈنگس سے دارالسلام جائیگی اور پھر دارالسلام سے واپسی ۲½ بجے بعد دوپہر۔ اور دوسری بس ۴ بجے شام واپس ہوگی۔

احبابِ کرام سے وقت کی پابندی کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی درخواست ہے۔ اور یہ بس سروس FREE (مفت) ہوگی۔

علاوہ ازیں رنگ محل شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے بس ۲۷ و ۲۸ نیو یونیورسٹی کیمپس جاتی ہیں۔ نیز بھاٹی دروازہ کے باہر سے بھی نیو کیمپس جانے والی منی بسیں چلتی ہیں۔ نیو کیمپس کے سٹاپ پر اتر جائیں۔ نہر کی دوسری جانب جلسہ گاہ قریب ہی ہے۔

(چوہدری فضل حق۔ مہتمم جلسہ سالانہ)

پروگرام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا انسٹھواں سالانہ جلسہ

بمقام دار السلام (نزد نیو یونیورسٹی کیمپس) ۵ - عثمان بلاک نیو گارڈن ٹون لاہور

بتاریخ ۲۳-۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء مطابق ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ ذیقعدہ یکم ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ - بروز اتوار سوموار منگل - بدھ

۲۳ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار صبح ۹½ بجے خواتین احمدیہ کا اجلاس ہوگا - پروگرام علیحدہ شائع ہو رہا ہے

اسی تاریخ بوقت ۹½ بجے صبح مجلس معتمدین کا اجلاس ہوگا۔

۲۴ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز سوموار

زیر صدارت: الحاج میاں فاروق احمد شیخ صاحب

۹½ بجے صبح تا ۱۲¾ بجے بعد دوپہر

تلاوت قرآن کریم و نظم		۹-۳۰ تا ۹-۵۰
ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ	مولوی دوست محمد صاحب	۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰
خطبہ استقبالیہ	میاں ظہور احمد صاحب	۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۰
خطبہ افتتاحیہ	حضرت مولینا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور	۱۰-۱۰ تا ۱۰-۴۰
قیامت کا قرآنی تصور اور سائنسی نظریہ	پروفیسر غلام محمد صاحب	۱۰-۴۰ تا ۱۱-۱۰
بعثت مجدد دین	مرزا محمد لطیف صاحب	۱۱-۱۰ تا ۱۱-۴۰
تحریک احمدیت کی بین الملی اور بین الاقوامی ضرورت	قاضی عبد الرشید صاحب	۱۱-۴۰ تا ۱۲-۱۰
سات اعلےٰ درجہ کی نیکیاں	مولینا عبد الحق ودیارتھی صاحب	۱۲-۱۰ تا ۱۲-۴۵

بعد نماز ظہر و عصر ۳ بجے بعد دوپہر احمدیہ کانفرنس ہوگی

۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگلوار

زیر صدارت: جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب

اجلاس اوّل: ۹½ بجے سے ۱۲¾ بجے بعد دوپہر

تلاوت قرآن کریم و نظم		۹-۳۰ تا ۹-۴۵
ہستی باریتعالیٰ کا زندہ ثبوت - امام زمان	مرزا محمد شفیق انور صاحب	۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵
آنحضرت صلعم کی دعائیں	میاں نصیر احمد فاروقی صاحب	۱۰-۱۵ تا ۱۱-۰۰
سالانہ رپورٹ	جنرل سیکرٹری صاحب	۱۱-۰۰ تا ۱۱-۳۰
تقاریر	احباب جنوبی امریکہ	۱۱-۳۰ تا ۱۲-۰۰
تقریر	حضرت امیر ایدہ اللہ	۱۲-۰۰ تا ۱۲-۴۵

اجلاس دوئم: ۲½ بجے بعد دوپہر تا ۴½ بجے بعد دوپہر

زیر صدارت: جناب خان غلام ربانی خان صاحب

تلاوت قرآن کریم و نظم		۲-۳۰ تا ۲-۴۵
تقریر	میاں بشیر احمد منٹو صاحب	۲-۴۵ تا ۳-۱۵
تقریر	شیخ محمد طفیل صاحب	۳-۱۵ تا ۳-۴۵
احمد بیگ اور اس کے داماد کی پیشگوئی پر ایک تحقیقاتی نظر	مولینا شیخ عبد الرحمن مصری صاحب	۳-۴۵ تا ۴-۳۰

۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ - ۹½ بجے صبح سے ۱½ بجے بعد دوپہر

زیر صدارت: جناب میاں اللہ بخش صاحب

تلاوت قرآن کریم و نظم		۹-۳۰ تا ۹-۴۵
تقریر	میرزا محمد سلیم اختر صاحب	۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵
تقریر	مولینا عبد المنان عمر صاحب	۱۰-۱۵ تا ۱۰-۴۵
تقریر	مرزا مسعود بیگ صاحب	۱۰-۴۵ تا ۱۱-۱۵
اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب	۱۱-۱۵ تا ۱۱-۴۵
تقریر	ڈاکٹر سعید احمد صاحب	۱۱-۴۵ تا ۱۲-۳۰
تقاریر	صاحبان از جنوبی امریکہ	۱۲-۳۰ تا ۱-۰۰
خطبہ اختتامیہ	حضرت امیر ایدہ اللہ	۱-۰۰ تا ۱-۳۰

نوٹ ۱۔ رہائش اور خورد و نوش کے تمام انتظامات دار السلام میں ہوں گے۔

۲۔ حضرت امیر ایدہ اللہ دوران جلسہ دار السلام میں قیام فرمائیں گے اور ہر روز بعد نماز فجر درس قرآن کریم دیا کریں گے۔

۳۔ نماز ظہر و عصر ۲ بجے اور نماز مغرب و عشاء ۵ بجے جمع ہوا کریں گی۔

۴۔ دوپہر کا کھانا: ۱ بجے سے ۲ بجے تک - اور رات کا کھانا: ۶ بجے سے ۷ بجے شب تک کھلایا جائے گا۔

۵۔ شبان الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک مباحثہ بعنوان "سیرت حضرت مسیح موعودؑ" مؤرخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل - بوقت ۷½ بجے شب منعقد ہوگا۔

چوہدری فضل حق - آنریری جائنٹ سیکرٹری - افسر جلسہ سالانہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

معزز مہمانانِ جنوبی امریکہ کا پروگرام پاکستان میں

۱۰ر دسمبر۔ بمقام راولپنڈی

استقبالیہ کمیٹی

چیئرمین ۔ میاں فارق احمد صاحب شیخ
ممبران: مولینا بشیر احمد منٹو
شیخ اقبال احمد صاحب
خواجہ نصیر اللہ صاحب
معزز مہمانوں کی آمد بوقت ۲۰ ــــ ۹ صبح۔
سہ پہر ۔ اسلام آباد کی سیر

۱۱ر دسمبر۔ بروز منگل

ایبٹ آباد کی سیر براہ تربیلا۔
دوپہر کا کھانا ایبٹ کی جماعت کے ساتھ بوقت ایک بجے دوپہر

۱۲ر دسمبر۔ بروز بدھ

جماعت راولپنڈی کے ممبران سے ملاقاتیں اور اجتماعی ظہرانہ۔

۱۳ر دسمبر بروز جمعرات

بوقت نو بجے صبح ۔ پشاور کے لئے روانگی۔

پشاور کا پروگرام

استقبالیہ کمیٹی

۱۔ ڈاکٹر ایم اے رحمان
۲۔ میاں فاروق اے شیخ از نوشہرہ
۳۔ میاں فضل احمد ۔ معاون مسٹر ایس صابر
۴۔ نظیر احمد

۱۳ر دسمبر بروز جمعرات

۱ بجے دوپہر ۔ کالونی ٹیکسٹائل ملز نوشہرہ میں میاں فاروق احمد شیخ صاحب کی طرف سے دوپہر کا کھانا۔

۱۴ر دسمبر۔ بروز جمعہ

ممبران مقامی جماعت سے ملاقات و نمازِ جمعہ کی ادائیگی۔

۱۵ر دسمبر۔ بروز ہفتہ

درہ خیبر اور خرطوم کی سیر۔

دوپہر کا کھانا راستہ میں کھایا جائے گا۔

۱۶ر دسمبر بروز اتوار

لاہور کو روانگی براستہ منگلا
دوپہر کا کھانا منگلا ریسٹ ہاؤس میں ڈاکٹر اور مسز ظفر احمد کی طرف سے دیا جائیگا۔
استقبال و ظہرانہ:۔
دارالسلام نئے یونیورسٹی کیمپس میں ۔

۱۷ر دسمبر بروز سوموار

علماء اکیڈمی میں :۔ بوقت ۱۰ بجے صبح
ظہرانہ : دارالسلام میں ۔
مقامی جماعت کی طرف سے عشائیہ بوقت ساڑھے پانچ بجے شام

۱۸ر دسمبر بروز منگل۔

۱۰ بجے صبح سے ۳۰۔۱۲ بجے دوپہر تک
جائزہ و تعارف :۔
زیرِ صدارت مولنا شیخ محمد طفیل صاحب۔
بوقت سہ پہر: قابلِ دید مقامات کی سیر۔

۱۹ر دسمبر بروز بدھ۔

جائزہ و تعارف :۔
زیرِ صدارت کرنل سعید احمد صاحب
۱۰ بجے صبح سے ۳۰۔۱۲ بجے دوپہر تک ۔
بوقت سہ پہر قابلِ دید مقامات کی سیر۔
عشائیہ از میاں و مسز فضل احمد صاحب۔

لائلپور

۲۰ر دسمبر بروز جمعرات

لاہور سے بوقت ۸ بجے صبح بذریعہ بس روانگی۔
استقبال از میاں مسعود احمد صاحب۔ لائلپور ۔
مقامی جماعت کی طرف سے ظہرانہ و عصرانہ۔

لاھور

واپسی لاہور: ۳۰ ـــ ۶ بجے شام ۔
عشائیہ: ۸ بجے شب ۔ بمقام دارالسلام ۔

۲۱ر دسمبر بروز جمعہ۔

سیالکوٹ روانگی بذریعہ بس ۔
استقبالیہ کمیٹی: صدر شیخ نثار احمد صاحب

ممبران :۔ شیخ برکت اللہ ۔ مرزا منظور بیگ
ذکی شاہین ۔ برکت اللہ راٹھور۔
ظہرانہ : پارک کیفے سیالکوٹ چھاؤنی ۔
نمازِ جمعہ : مسجد سیالکوٹ چھاؤنی ۔
عصرانہ : ازطرف مسٹر و مسز رمضان ایٹ مور ریسٹورنٹ میں ۔

۲۲ر دسمبر بروز ہفتہ ۔ واپسی لاہور

جائزہ و تعارف :۔ زیرِ صدارت مرزا مسعود بیگ صاحب ۔ ۱۰ بجے سے ۳۰۔۱۲ تک
۳۰ ـــ ۳ بجے سہ پہر احمدیہ بلڈنگس میں

استقبال اور مجلس منتظمہ کے ساتھ بات چیت ۔
خواتین مقامی جماعت کی طرف سے گلبرگ ۱۔سی میں مہمان خواتین کا استقبال۔

۲۳ر دسمبر بروز اتوار۔

۱۰ بجے صبح خواتین احمدیہ کا سالانہ جلسہ۔
بوقت ۳۰ ـــ ۵ بجے مسلم ٹاؤن میں
حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ساتھ ایک شام۔

۲۴ تا ۲۶ر دسمبر (سوموار)

جلسہ انجمن میں شمولیت

اسلام کا بنیادی اصول ـــ (بقیہ مقالہ از صـ۲)

کے خلاف عائد کرنا چاہتے ہیں ۔ باوجود اس کے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کا دعوئے مجددیت و مسیحیت ان کی عظمت و شان کا موجب تھا تاہم آپؒ نے نہایت وضاحت سے اسلامی وحدت کو برقرار رکھتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ :

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا۔"

آپ نے اپنے خلاف کلمہ گویوں کی تکفیر کے الزام کو ہمیشہ بہتان اور افتراء قرار دیا۔ پھر آپ نے غیروں میں اشاعت اسلام کی فتح مبین کے پیشِ نظر خونی مہدی کے عقیدہ کو باطل و خلافِ قرآن ثابت کرنے پر زور لگایا۔ اگر مسلمانوں نے بحیثیت قوم آپ کے اس پیغام کو قبول کرکے دین میں اختلافِ رائے رکھنے والوں کے برخلاف کسی جبر و تشدد کے طریقِ کار کو قبول نہ کیا ہوتا اور علماء ...... کے اس باطل نظریہ کو ماننے سے انکار کر دیا ہوتا تو اس کا نتیجہ لازماً یہ ہوتا کہ قوم کی عامہ ذہنیت باہمی اختلاف کو برداشت کرنے والی ہوتی ۔ مسلمان بنیادی طور پر ایک مذہبی قوم ہے ۔ اور جب تک کسی اصول کو ان کے دین کا جزو ثابت نہ کیا جائے وہ اس کو اپنا نہیں سکتی ۔ ان حالات میں اختلاف رائے رکھنے پر جبر و تشدد اور قتل و مقاتلہ کی فضاء کو تبدیل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اسلام میں دینی یا سیاسی اختلاف رائے پر نہ کفر و ارتداد کا فتوے دینا جائز ہے اور نہ ہی کسی اور قسم کے تشدد و جبر اور قتل و مقاتلہ کی اجازت ہے ۔ اب جبکہ دینی سطح کے علاوہ سیاسی میدان میں بھی اسی غیر اسلامی ذہنیت کا اظہار ہونے لگا ہے جو جبر و تشدد کا موجب ہے تو کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ اس طریق کو ناجائز و ناروا قرار دے کر عوام کو امن و انصاف ، آزادی و جمہوریت اور برداشت و رواداری کی اسلامی تعلیم سے واقفیت دلائی جاوے اور حکومت وقت اور نیز فہمیدہ طبقہ کے لوگ قوم کی غلط ذہنیت کو تبدیل کرنے کے لئے سعی و جہد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ۔ ورنہ حالات ناقابلِ برداشت ہوتے جا رہے ہیں اور اس کا نتیجہ خانہ جنگی کی صورت میں ظاہر ہوگا اور ملک کی سلامتی خطرہ میں پڑ جائے گی ۔ اگر قوم نے مصلحِ وقت کی آواز پر لبیک نہیں کہا تو واقعات کی بناء پر اب بھی آنکھیں کھولنے کا موقعہ ہے ۔ ان بنیادی معاملات کو نظر انداز کرنا یا انہیں سہل انگاری سے دیکھنا نہایت خطرناک راہ ہے جو قومی خودکشی کے مترادف ہو سکتی ہے ۔ اس لئے ایسے بنیادی اصول کے قیام میں کسی لیت و لعل یا ہچکچاہٹ کی کوئی گنجائش موجود نہیں ۔

ہمارا ایمان ہے کہ پاکستان کا قیام خدا تعالےٰ کی منشاء کے مطابق عمل میں آیا ہے اور خدا تعالےٰ اپنی قدرت سے اس کی حفاظت کے سامان پیدا کرنے پر قادر ہے ۔ لیکن قوم کے رہنماؤں کا بھی فرض ہے کہ وقت کی اہم ضرورت پر اپنی طرف سے بروقت پوری سعی و جہد کو عمل میں لائیں تاکہ ایک طرف اس ملک کی سالمیت اور اندرونی امن و حفاظت پر کوئی آنچ نہ آئے اور دوسری طرف دینِ اسلام پر ہمارے بدنمونہ سے جو الزام آچکا ہے اس کا کماحقہٗ ازالہ ہو کر اس کی عظمت و شان دنیا میں بلند ہو ۔

بہوش باش کہ جیراست خود دلیل گریز ۔ تسلئے دلِ مردم ازیں کجا باشد

میاں ممتاز احمد صاحب کے لئے درخواست دعا

محترم میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی کچھ عرصہ سے مسلسل بیمار چلے آرہے ہیں، احباب کرام کو معلوم ہے کہ ان کا وجود سلسلہ احمدیہ کے لئے نہایت قیمتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کی صحت یابی کے لئے تمام احباب دلی سوز کے ساتھ دعائیں کریں۔

پیغام صلح اور روحِ اسلام کے پرچے

سیالکوٹ سے مرزا فضل احمد صاحب لکھتے ہیں:—

"میرے پاس پیغام صلح اور روحِ اسلام کے پرچے موجود ہیں، جس صاحب کو ضرورت ہو وہ مجھے لکھ دیں، میں ان کو بغیر قیمت کے ارسال کر سکتا ہوں"

پتہ: مرزا فضل احمد۔ محلہ حاجی پورہ۔ سیالکوٹ

ہفت روزہ پیغام صلح۔ مورخہ ۱۲ اردسمبر ۱۹۷۳ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۵۰

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

جلد ۶۰ | یوم چہار شنبہ - مؤرخہ ۲۳ ذیقعد ۱۳۹۳ھ - مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۷۳ء | نمبر ۵۱

جنوبی امریکہ سے آنے والے بھائیوں کیلئے حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کا پیغامِ تہنیت

اہلاً وسہلاً ...... مرحبا !

خدائے سمیع و بصیر کی رضا جوئی، اور سرورِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے آپ امامِ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے طول و طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے "مسیح زمان" کے "دار الامان" میں آرہے ہیں، امن وسلامتی صحت و عافیت آپ کے شامل حال ہو، اور قدم قدم پر دل اور روح کی تسکین کے سامان آپ کے حصہ میں آئیں۔

آپ جن خلوص بھرے جذبات اور نیک تمناؤں کے ساتھ خدا کی راہ میں نکلے ہیں میری دعا ہے کہ خدائے رحیم و کریم آپ پر آپ کی توقعات سے بڑھ کر اپنے انعام و اکرام کی بارش فرمائے۔ اور آپ اس قادرِ مطلق کے افضال اور حسنات سے جھولیاں بھر کر خوشی خوشی اپنے اپنے گھروں کو واپس جائیں۔

آپ نے خدا کی راہ میں ایثار کی جو مثال پیش کی ہے تاریخ احمدیت میں اس کی نظیر نہیں ملتی، یہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی نمونہ ہے جس نے جماعت میں زندگی کی نئی روح پھونک دی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کرے، آمین !

ہمارا جلسہ سالانہ، ایک قومی اجتماع ہے جس میں شامل ہونے کے لئے آپ نے ہزاروں میل کا سفر طے کیا ہے، یہ دراصل اسلامی نظامِ حیات میں اجتماعی زندگی کے دُور رس نتائج اور فوائد کی نشان دہی کرتا ہے۔ "مسیح وقت" کے نام لیوا اس روح پرور اجتماع میں اس لئے شامل ہوتے ہیں کہ باہم مل کر اپنی فروگذاشتوں کا محاسبہ کریں، اور آئندہ کے لئے خدا اور اُس کے رسولؐ کی تعلیم کو اقصائے عالم میں پھیلانے کی نئی راہیں سوچیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

اے عزیزان محترم! حضرت امام وقت، مجدد زماں کی جانشین انجمن آپ کے لئے چشم براہ ہے، آپ کی دُور دراز سے تشریف آوری اور اس بابرکت اجتماع میں شمولیت ہمارے مقاصد کی بجا آوری میں تقویت کا موجب ہوگی۔

اپنے وطن سے دُوری، عزیز و اقارب کی مفارقت کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ، نئے ماحول میں، نئے لوگوں سے ملنے اور زبان و بیان کی مشکلات میں ممکن ہے آپ کچھ اجنبیت بھی محسوس کریں، اگرچہ ہم نے آپ کی دلجوئی اور دلداری نیز آرام و آسائش کے لئے مقدور بھر کوشش کی ہے۔

★ تاہم اگر کسی مرحلہ پر آپ کو کوئی فروگذاشت نظر آئے تو درگذر سے کام لیں، اللہ تعالےٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا ۔ !

★ آخر میں پھر اُن خواتین و رجال کو خوش آمدید کہتا ہوں جو مغربی نصف کرۂ ارض سے بارہ ہزار میل کا سفر طے کر کے محض خدا کی رضا جوئی کے لئے مرکز میں تشریف لا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں قدم قدم پر نصرتیں عطا فرمائے اور اُسکی رحمتیں اور افضال اُن پر سایہ فگن ہوں۔ آمین ! ثم آمین !!

والسلام - خیر اندیش: صدر الدین

امیر جماعت احمدیہ

بتاریخ ۲۸ نومبر ۱۹۷۳ء

اسلام کی فتح اور اقبال کے دن قریب ہیں

مجدّدِ وقت کا ارشادِ گرامی

"اس زمانہ میں مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اسکو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دِکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلّت کے ساتھ پسپا ہوگا۔ اور

اِسلام فتح پائے گا

حال کے علومِ جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکرِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علومِ مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دیگا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں، اسکے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں یہ اقبال رُوحانی ہے اور فتح بھی رُوحانی، تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۵۴)

قرآن کریم کامیابی کا موجب ہے

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کا بیان

ہم قرآن کے پیغام کو دُنیا میں پہنچانے کے لئے اُٹھے ہیں۔ اور میں آپکو سب سے پہلے یہ خوشخبری سُنانا چاہتا ہوں کہ قرآن کا پیغام لیکر کوئی شخص دُنیا میں نہیں اُٹھا جسے اللہ تعالےٰ نے کامیاب نہ کیا ہو، اور یہ شاید اس عظیم الشان بشارت کا ہی ایک رنگ ہے جو خود مہبطِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ نے دی تھی

ما انزلنا علیک القراٰن لتشقٰی

قرآن کریم جس قلبِ مطہر پر پہلے نازل ہوا اس کی کامیابی کو سخت ترین دشمنوں نے تسلیم کیا ہے اور اس بات کا صاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ حضرت محمد (مصطفےٰ صلعم) دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں مسلمان بھی جب تک اس کے حامل رہے۔ اور یہ ان کا رہنما رہا ان کا قدم آگے بڑھتا چلا گیا اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ دنیا کی سب سے بڑی کامیاب قوم ہے۔

قرآن ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے

قرآن کریم جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد ہے وہ کتاب ہے جس نے دُنیا میں ایک ایسا انقلابِ عظیم پیدا کیا جسکی دوسری نظیر دنیا میں نہیں ملتی مگر اس سے بڑھ کر اسکا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ آج بھی دنیا میں وہی انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔

فی الحقیقت قرآن ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے اور وہ امن اور صلح جس کے بغیر تہذیبِ انسانی زندہ نہیں رہ سکتی صرف قرآن ہی دُنیا میں پیدا کر سکتا ہے۔

(پیغام صلح ۲۸ فروری ۱۹۵۱ء صہ)

ہفت روزہ پیغام صلح ــــــ لاہور ــــــ مؤرخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۲ء

علم غیب - اور الٰہی طاقت و قدرت کے نشان

یَاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ - (الحج ۲۷)

دُور دراز علاقوں سے تیری طرف لوگ آئیں گے ــــــ

انسان علم غیب پر قادر نہیں بلکہ عالم الغیب ہونے کی صفت خالصتاً خدائی ہے۔ علم غیب بالخصوص عظیم الشان اُمور علم غیب کو منجانب اللہ ہونے پر قطعیت حاصل ہے۔ یہ وہ قطعی و ناقابلِ تردید ثبوت ہے جسے قرآن کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے پر بطور حُجّتِ قطعی پیش کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا فاتوا بسورة من مثلہ .... فان لم تفعلوا و لن تفعلوا۔ کہو، اگر اس کلام کے منجانب اللہ ہونے میں تمہیں شک ہو تو آؤ! پھر اس کی مثل کلام بنا لاؤ! .... لیکن اگر تم اس پر قادر نہ ہو سکو اور یقیناً تم اس پر کبھی قدرت نہیں رکھتے تو پھر کیوں اس کی مخالفت کر کے اپنے تئیں نارِ جہنم کا سزاوار ٹھہراتے ہو؟ یہاں پر ایک تو زبردست چیلنج دیا گیا ہے، دوسرے ایک عظیم الشان پیشگوئی کی گئی ہے۔ چیلنج کلام مثل بنا لانے کا ہے اور علم غیب کی خبر یہ کہ تم سے کبھی ایسا نہ ہو سکے گا۔ ایسا چیلنج اور ایسی پیشگوئی دونوں امور بشری طاقتوں سے ممکن نہیں۔ پھر اس کے منجانب اللہ کلام ہونے پر مزید عقلی شہادت یہ ہے کہ آنحضورؐ اُمّی تھے، نہ کبھی پڑھے نہ ہی عالموں کی صحبت میں بیٹھے، تو ایسا انسان بالخصوص کیونکر ایسا چیلنج دینے اور ایسی پیشگوئی کرنے پر قادر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اس کے دل میں یہ جُرأت و ہمت پیدا ہو سکنا ممکن ہے کہ جو کچھ میرا کلام ہے جو میرے اُمّی ہونے کی حالت میں میرے منہ سے نکلا ہے یہ ایسا بے نظیر و بے مثل کلام ہے کہ اس جیسا کلام دنیا جہان کے تمام دانشمند تا قیامت بنا لانے سے عاجز رہیں گے۔ ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر ؞ زیں چہ باشد حُجّتِ روشن ترے

صرف قرآن کی مثل بنا لانے کے چیلنج پر چودہ سو سال تک اس کے جمیع مخالفین ناکام رہے ہیں بلکہ کسی بشر کی طاقت میں ایسا چیلنج دینا ہی ممکن نہیں۔ کیا آج تک کسی ایک فلاسفر، ادیب، شاعر، نے اپنے کلام کے بارہ میں ایسا دعوٰے کرنے کی جرأت کی؟ پس جہاں دعوٰے کرنا انسانی طاقتوں میں نہیں، وہاں ایسے دعوٰی کی صداقت پر تحدّی کرنا اور واقعات میں اسے صحیح ثابت کر دکھلانا بھی انسانی قدرت سے کلیتہً بالا تر ہے۔ ؎

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو ؞ وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

اس کلام کے مثل نہ لا سکنے کی پیشگوئی کرنے کے علاوہ، صدہا اور عظیم پیشگوئیاں ہیں جو قرآن نے ایسے حالات میں کیں جب ان کے پورا ہونے کے نہ کوئی سامان تھے نہ کوئی وہم و گمان ایسا مان سکتا تھا۔ مثلاً غور کیا جائے کہ جب آنحضرت صلعم نے مکہ میں دعوٰی نبوت کیا اور بار بار فرمایا کہ میں کامیاب اور میرے مخالف ناکام رہیں گے تو اس وقت حضور صلعم کے حالات کیا ایسے تھے کہ آپؐ علم غیب کی ایسی عظیم خبر دنیا کو دینے پر اصرار فرماتے؟ آنجنابؐ کی تائید و نصرت میں کونسے ایسے ذرائع موجود تھے؟ کیا آنحضورؐ کی حمایت میں کوئی جمعیت تھی یا آپؐ کی ملکیت میں خزائن آ گئے تھے جن کے بل بوتے پر بھروسہ کر کے ایسا دعوٰی کر دیا گیا؟ تاریخ گواہ ہے کہ آپؐ تن تنہا اور اکیلے تھے، اوسط مالی ذرائع بھی میسّر نہ تھے۔ پھر ایک واحد شخص نے بلا ادنیٰ ذرائع میسّر آنے کے کیونکر حتماً دعوٰے سے یہ کہہ دیا کہ **میں غالب اور میرے مقابل ساری دنیا کے مخالف مغلوب ہوں گے**؟ کیا ایسا دعوٰے کرنا ان حالات کے بشر کے لئے ممکن ہے؟ بالفرض اگر دعوٰے کر بھی دیا تھا جس کے ناممکن الوقوع ہونے کے حالات کے باعث مخالف نعوذ باللہ آنجناب کو مجنون کہتے تھے تو سوال یہ ہے کہ ایسے دعوٰی کے پورا کرنے کے ذرائع کی عدم موجودگی میں آپؐ کیسے انہیں واقعات کا جامہ پہنا سکتے تھے؟ صرف یہی نہیں کہ آنجنابؐ نے ناممکن الوقوع اُمور کا دعوٰی اور پیشگوئی کر دی ہو اور اتفاقاً وہ پُورے ہو گئے ہوں بلکہ اس دعوٰے کے برخلاف ساری قوم بمعہ اپنے تمام تر ذرائع کے پُوری قوت کے ساتھ کھڑی ہو گئی تھی۔ بھلا غور تو کرو! کونسا دقیقہ تھا جو کفارِ مکہ نے مسلمانوں کی کمزور و ناتوان جماعت کو نیست و نابود کرنے میں اُٹھا رکھا تھا؟ کیا خود آنحضرتؐ اور آپؐ کے مٹھی بھر صحابیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے کفار و اقوامِ عرب نے سارا زور نہیں لگا دیا تھا؟ کیا ایک طرف ذرائع کی کمی کی انتہا اور دوسری طرف طاقت کے سارے اسباب جمع نہ ہو گئے تھے؟ ان حالات میں صرف اپنی فتح کی پیشگوئی بلکہ اسے پُورا کر دکھلانے کی قدرت، کیا کسی بشری علم و طاقت سے ممکن ہے؟ ؎

کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں ؞ وا نمودہ زورِ آں یک قادرے

قرآن کریم نے اپنے من جانب اللہ اور آنحضورؐ کے صادق رسُول ہونے پر اس قسم کے علم غیب کے عظیم امور کو کس طرح بار بار پیش کیا ہے۔ سورۃ النجم جو ایک مکی سورت ہے میں کیسے زبردست انداز میں مخالفوں کو تنبیہہ کی گئی ہے جب آنحضورؐ کی کمزوری و ناتوانی انتہا پر تھی کہ مخالفت سے باز آ جاؤ ورنہ تمہارا انجام پہلی کافر اقوام سے کچھ بہتر نہ ہوگا۔ ء کفارکم خیرا من اولٰئکم ام لکم براءۃ فی الزبر۔ یعنی کیا تمہارے مکہ کے کافر پہلی ہلاک شدہ قوموں پر کوئی فوقیت رکھتے ہیں یا ان کے سزا سے بچنے کے لئے کوئی خدائی وعدہ ہے؟ اس سورۃ میں ایک طرف یہ عظیم پیشگوئی ہے کہ مسلمانوں کے مقابل جمیع مخالف متحد ہو کر اُمڈ اُمڈ کر آئیں گے تو دوسری طرف یہ خوشخبری ہے کہ یہ فوجیں ہزیمت کھا کر بھاگ جائیں گی۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھٰی و امر۔ فوجیں اکٹھی ہو کر چڑھ چڑھ کر آئیں گی مگر پیٹھ پھیر کر شکست کھا جائیں گی۔ پھر یہ عظیم ترین پیشگوئیاں بدر واحزاب کی جنگوں میں کس عظمت اور شان سے پُوری ہوئیں! پس علم اور اصول دین کے لحاظ سے اگر قرآن کریم مکمل و محفوظ ہونے کی انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کی پیشگوئی کر رہا ہے۔ جیسے باسورتھ سمتھ کا بھی مشہور مقولہ ہے کہ آپؐ نے ایک [illegible] کا دعوٰی کیا یعنی قرآن کریم کے معجزہ کا اور اس میں کیا شبہ ہے کہ آپؐ کا یہ دائمی معجزہ ہے۔ تو دین کے بارہ میں یہ پیشگوئی کی ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ یعنی یہ دین جمیع ادیان پر ہمیشہ غالب رہے گا۔ اسی طرح ایک تیسری عظیم الشان پیشگوئی یہ کی گئی کہ کعبۃ اللہ ہمیشہ کے لئے دُور دراز علاقوں سے آنے والوں کے لئے وحدتِ ملّی کا مرکز بنا رہے گا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ عظیم علم غیب کے یہ تین عالمگیر امور یعنی قرآن کا بے مثل مجموعہ اُصول دینِ حقّہ ہونا، دین اسلام کا ہمیشہ دیگر تمام ادیان پر غلبہ حاصل کرنا اور کعبۃ اللہ کا ابدی طور پر بلا تمیز قوم، رنگ و نسل، خدا کی توحید کا مرکز بن جانا۔ کیا ایسے ہیں جن کا دعوٰے کوئی بشر کر سکتا تھا؟ کیا ایسے امور مہتمم عظیمہ کی از غیب خبر دے کر انہیں پورا کر دکھلانا انسانی طاقتوں کے بس کی بات ہو سکتی ہے؟ عقل اس پر قطعیت سے یہ فیصلہ دیتی ہے کہ یہ سب امور، ان کی قبل از وقت غیبی خبریں دے دینا، پھر واقعات میں ان کا ہمیشہ کے لئے پورا ہوتے رہنا خدائی علم غیب و قدرت کے نشانوں میں سے ہیں جو خدا کی زندہ ہستی اور صفات پر دلیلِ محکم و ناقابلِ تردید ثبوت ہیں۔

چودھویں صدی کے مجدّد کی عظیم و عالمگیر پیشگوئیاں

چونکہ فطرتِ انسانی کو یہ کمزوری لاحق ہے کہ عرصہ پڑ جانے پر خدائی معجزات کی نسبت دل میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے خدا اور اس کے کلام پاک قرآن کی بابت بھی زندہ ایمان و یقین جاتا رہتا ہے۔ اس لئے اُمّتِ مسلمہ کے لئے خدا تعالےٰ نے یہ قانون مقرر کیا کہ ختم نبوت کے بعد اگرچہ نبی تو مبعوث نہ ہوا کریں گے، نہ ہی قرآن کے بعد کوئی دوسری کتاب نازل ہوگی، نہ کعبۃ اللہ کے بعد کوئی دوسرا مرکزِ توحید و ملّتِ اسلامیہ قائم ہوگا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبع آنحضورؐ کی غُلامی کے طفیل خدا سے ہمکلام ہوا کریں گے جنہیں محدث یا کامل اولیاء اور ماموروں و مصلح دین کے لقب سے ملقّب کیا جائے گا چنانچہ اس وعدہ صادق ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علٰی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ خدا ہر صدی کے سر پر اپنی جانب سے ایک مجدّد مبعوث کرتا رہیگا کے مطابق جہاں

تیرہ صدیوں میں مجدّد آتے رہے، وہاں چودھویں ہجری صدی کو بھی خدا نے اس اپنی رحمت و نعمت سے محروم نہیں رکھا بلکہ عین وقت پر مخالفینِ اسلام کا مقابلہ کرنے اور خود مسلمانوں کے قلوب میں خدا، رسولؐ اور قرآن کے کلامِ پاک پر محکم ایمان پیدا کرنے کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدّد مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت کی علتِ غائی دینِ اسلام کی سچی خدمت اور مسلمانوں کے ایمانوں کی تقویت تھی جیسے آپ فرماتے ہیں ؏

جانم گداخت از غمِ ایمانت اے عزیز
ویں طرفہ ترکہ من بہ گمانِ تو کافرم

چنانچہ دیگر اولیائے اُمت و مجدّدین کرام کی مانند حضرت اقدسؒ کو بھی خدائی نشانات اور کرامات سے وافر طور پر نوازا گیا۔ عظیم اور عالمگیر پیشگوئیاں آپ نے کیں اور ایسے حالات میں کیں جس وقت ان کی بابت کوئی بشر گمان و خیال بھی نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ دینِ اسلام کی فتح و غلبہ کی پیشگوئی، مغربی اقوام میں دینِ اسلام کی فتح یا قبولیت کی پیشگوئی، اور قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کی پیشگوئی۔ تمام یہ پیشگوئیاں ایسے حالات میں کی گئیں جب کسی انسان کے دل میں ان کے پورا ہونے کے بارہ میں کوئی وہم و خیال بھی نہ آسکتا تھا۔ اُنیسویں صدی میں جب علمِ غیب کی یہ باتیں نشر کی گئیں حالات یہ تھے کہ دُنیا.... سائنس کے انکشافات اور ایجادات سے مرعوب و مسحور ہو چکی تھی، عقل و علم کی حیرت انگیز ترقی کے باعث یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ انسانی حیات کا اصل مقصد مادیت کی ترقی سے وابستہ ہے، روحانی امور اور اخلاقی اقدار محض ڈھکوسلے اور توہمات کا پلندہ ہیں۔ ایسے زمانہ میں ایک گاؤں کا رہنے والا شخص جس نے نہ مغربی سائنس پڑھی ہو نہ مغربی ماحول سے واقف ہو کیسے یہ پیشگوئی کر سکتا تھا کہ مادیت و بے دینی اور روحانیت و ایمان کی اس وقت جو لڑائی جاری ہے۔ اس میں مذہب اسلام کو فتح نصیب ہوگی؟ مادی اور روحانی نظریہ ہائے حیات کے مابین نظریاتی جنگ کو دیکھ لینا بجز خدائی علم کے کسی انسان کے لئے انیسویں صدی میں ممکن نہ تھا۔ پھر جس وقت تمام دنیا کے تمام دانشمند مغربی سائنس و علم سے مرعوب و مسحور ہو رہے ہوں اور اس کے فلسفہ زندگی کے تحت دین، الہام، کلامِ الٰہی بلکہ خدا کی زندہ ہستی اور اس کی صفات قدرت و علم سے منکر ہو چکے ہوں، کون انسان سارے جہان کے عقیدہ کے مخالف یہ کہہ سکتا تھا جیسے حضرت اقدسؒ مرزا صاحبؒ نے دعوےٰ کیا۔

اک بڑی مُدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اَب یقیں سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دن
چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
اَب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گُن گانے کے دن

ایک تہیدست اور مغربی تہذیب و علم سے بے خبر انسان کیسے دعوےٰ کر سکتا ہے کہ اب دین و روحانیت کا دَور عنقریب آنے والا ہے؟ اور کیسے کہہ سکتا ہے کہ موجودہ سائنس جو اُمور خلافِ تعلیم فرقان پیش کر رہی ہے عنقریب وہ جہالتیں ثابت ہو جائیں گی؟ پھر بالآخر کس قدر تعجب کی بات ہے بیسویں صدی کے سائنسدان اگر یہ تسلیم کر لیں کہ انیسویں صدی کے مادی نظریات تخلیق احمقانہ تھے جیسے سر جیمز جینز کے اقتباسات جو اسی شیوع کے...... صفحہ ۱۲ پر درج ہیں سے ثابت ہے۔ جائے غور ہے کہ تمام جہان جب سائنسی ترقی و تسخیر کے کارناموں سے مرعوب ہے اور مادیت میں اپنی نجات یقین کئے ہوئے ہے اس وقت تہذیب و تمدن کے مراکز سے دُور ایک گاؤں کا رہنے والا اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ یہ ہمت و جرأت اُسے کہاں سے نصیب ہوئی؟ اس کے قلب میں یہ نورِ یقین کہ قرآن کے برخلاف سائنس کے نظریات جہالتیں ثابت ہوں گی کہاں سے پیدا ہوا؟ پھر اگر اسے کوئی لگن ہے تو یہی کہ فرقانی علوم کی نشر و اشاعت ہو اور اگر وہ کوئی خواب یا رؤیا دیکھتا ہے تو یہی کہ اسلام کا آفتاب مغرب سے طلوع ہونے والا ہے۔ اگر اسے کوئی مقصد بے چین کئے ہوئے ہے تو یہ کہ قرآن کا ترجمہ و تفسیر انگریزی زبان میں کیا جائے حالانکہ اس کے پاس اس مقصد کی تکمیل کے لئے کوئی بھی سامان نہیں۔ پھر وہ پیشگوئیاں کرتا ہے کہ اس کی شاخ جو ترجمہ و تفسیر کرے گی ویسا دوسرے سے نہ ہو سکے گا۔ وہ رؤیا میں اپنے آپ کو لندن میں تبلیغ اسلام کرتا دیکھتا ہے اور سفید پرندے پکڑتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ منجانب اللہ دعویٰ اور پیشگوئیاں کرنے والے اشخاص اپنے ماحول کی پیداوار اور قیاس آرائیوں کے عادی ہوتے ہیں۔ ایسے اصحاب کیلئے جائے غور ہے کہ نبی یا مجدّد و مامور تو اس قسم کے دعاوی کرتے اور علمِ غیب کی ایسی باتیں قبل از وقت بتلاتے ہیں جو ماحول کے عین برعکس، واقعات کے برخلاف اور قطعی ناممکن القیاس ہوا کرتی ہیں، بلکہ ان کی ان باتوں کو دیکھ کر لوگ انہیں مجنون کا خطاب دیدیا کرتے ہیں

..... ہم حضرتِ ختمِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں مختصراً یہ بیان کر چکے ہیں کہ جب آپؐ نے اپنی کامیابی اور مخالفوں کی ناکامی کی پیشگوئیاں دوہرائیں تو نہ صرف آپؐ اور صحابہ رضؓ جملہ دنیاوی اسباب سے محروم تھے بلکہ آنحضورؐ کی مخالفت میں تمام ذرائع جمع ہو رہے تھے، انسانی قیاس ہرگز آنحضورؐ کی پیشگوئیوں کو ممکن الوقوع سمجھنے سے قاصر تھا آئیے حضرت مرزا صاحبؒ کے بارہ میں بھی دیکھیں کہ اُنیسویں صدی کے حالات کو آپ کی پیشگوئیوں سے کہاں تک مناسبت تھی؟

جب حضرت اقدسؒ نے انیسویں صدی سائنس کی مخالفِ قرآن، تعلیم کو غلط قرار دیا اور فرمایا کہ عنقریب اس کی جہالتیں ثابت ہو کر رہیں گی، تو اس وقت کہاں اور کون یہ بات مانتا تھا؟ تمام دنیا تو یہ تسلیم کر رہی تھی کہ مذہب کا اب خاتمہ ہے اور سائنس کی باتیں بے خطا ہیں۔ پھر جب تمام دنیا انسانی معراجِ ترقی کو مادیت و اقتصادیات میں مرکوز سمجھتی ہے۔ آپؒ یہ پیشگوئی فرماتے ہیں کہ یہ تہذیب دجّالی بڑے دھوکے کی تہذیب ہے حقیقی معراج تو رُوحانی اور اخلاقی اقدار کے قیام سے وابستہ ہے، مسلمانوں سمیت سب لوگ قرآن کے اصولوں سے دُور اور اسلام کے عروج سے ناامید ہو چکے تھے، ایسے ماحول میں کونسا انسانی قیاس اس کے برعکس یہ دعویٰ اور پیشگوئی کر سکتا تھا کہ اسلام کے اقبال کے دن اب نزدیک ہیں، مگر یہ اقبال اور فتح روحانی ہے؟ کونسا انسانی فہم و قیاس انیسویں صدی میں مغربی تہذیب کی بربادی و تباہی کی خبر دے سکتا تھا کیونکہ اس وقت ہر طرف امن و اماں، ترقی و خوشحالی کا دَور دورہ تھا؟ مگر ایسے ہی وقتوں میں حضرت اقدسؒ نے یہ بانگ بُلند کہا ؏

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حالِ زار
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

آسماں اے غافلو! اب آگ برسانے کو ہے

انیسویں صدی میں کہاں آسمانی جنگیں نکلی تھیں، اور کہاں آسمان سے ایٹم بم گرانے کے آثار ہویدا ہوئے تھے؟ ہم نے جو آیت کریمہ عنوان پر درج کی ہے اس کا اصل مصداق تو کعبۃ اللہ اور مکہ معظمہ ہی ہے۔ یہ آیت حضرت اقدسؒ کو بھی بطور جناب رسالتمآبؐ کا ظل اور غلام ہونے کے الہام ہوئی۔ چنانچہ کسے یہ خبر تھی کہ دنیا کے کناروں اور دور دراز علاقوں سے آپ کے عقیدتمند اشاعت و تبلیغِ اسلام کے مرکز میں لاہور آئیں گے؟ جیسے کہ واقعات ہیں بالخصوص اس مرتبہ کے جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پر جزائر غرب الہند اور جنوبی امریکہ سے قریباً تیس افراد شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ غرضیکہ جو عظیم پیشگوئیاں حضرت اقدسؒ نے منجانب اللہ اطلاع پا کر کیں اور دنیا کو ان سے خبردار کیا، ان کے وقوع میں آنے کے کوئی آثار اُس وقت قطعاً موجود نہ تھے، کوئی وہم و گمان ان کو قرینِ قیاس قرار نہ دیتا تھا۔ پھر یہ عالمگیر انقلاب ایک صدی کے اندر کیسے بپا ہو گیا؟ اب سب یہ مانتے ہیں کہ مغربی تہذیب دجّالی اور تباہ کن ہے۔ اب غیر مسلم مفکرین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ صحیح قسم کا مذہب ہی انسانیت کو بربادی سے بچا سکتا ہے۔ اور ہر جانب سے یہ آوازیں اُٹھ رہی ہیں کہ صرف اسلام ہی دنیا کو سائنس کی مادی ترقی کی تباہی سے بچا سکنے کے قابل ہے۔ ان تمام امور کی تفصیل قارئین کرام دوسرے صفحات (صفحہ ۱۲ و ۱۳) پر ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان کے مطالعہ کے بعد کیا کوئی ادنیٰ شک و شبہ بھی باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت اقدسؒ مرزا صاحب نے جو دعاوی اور پیشگوئیاں کیں وہ انسانی قیاس اور ماحول کا نتیجہ تھیں؟ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ وہ خدائی علمِ غیب کی باتیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سچی کر دکھلائیں۔ مبارک وہ جو ان الٰہی نشانات کو شناخت کر کے حضرت اقدسؒ کے دعویٰ مجددیت پر ایمان لاکر

(باقی بر ۱۴)

پیشکش

پیغامِ صلح کا یہ پرچہ ان گرامی قدر احباب کے اعزاز میں مرتب کیا گیا ہے، جو دس بارہ ہزار میل کا سفر طے کر کے ٹرینیڈاڈ۔ سرینام اور گیانا جیسے دُور دراز مقامات سے حضرت مسیح موعودؑ کے قائم کردہ جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں، ہم ان تمام احباب کا خیر مقدم کرتے اور تہ دِل سے خوش آمدید کہتے ہیں، ہماری دِلی دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اس صعوبت کا جو انہوں نے اس رستہ میں اُٹھائی ہے اور اس قُربانی کا جو اس سلسلہ میں انہوں نے کی ہے اجرِ عظیم عطا فرمائے، ان کا نمونہ ان پاکستانی دوستوں کے لئے ایک سبق کی حیثیت رکھتا ہے جو سال بھر کے بعد اپنے وطن کے اندر تین دِن بھی جلسہ کے لئے وقف نہیں کر سکتے، دُعا ہے اللہ تعالےٰ انکے قلُوب کو اِس دینی اجتماع میں شمولیّت کے لئے کھول دے۔

افسوس ہے کہ ان دَوروں کی رپورٹیں اس پرچہ میں نہیں دی جا سکیں جو مہمانانِ گرامی نے پاکستان پہنچنے کے بعد مختلف مقامات کا کیا یہ سب آئندہ اشاعت میں درج ہونگی اور ان سے متعلقہ تصاویر بھی۔

اِن چند الفاظ کے ساتھ ہم اِس پرچہ کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں' ارادہ تھا کہ یہ پرچہ مقررہ تاریخ سے چند دِن پہلے (۱۶ دسمبر) کو شائع ہو لیکن حالات کی نامساعدت کی وجہ سے مجبوراً دیر ہوگئی۔ اس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں، آئندہ پرچہ ۲ جنوری ۱۹۷۴ئہ کو شائع ہوگا۔

مہمانوں کے اعزاز میں عشائیہ

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے ۱۷ دسمبر کی شام کو ٹرینیڈاڈ،...گیانا اور سرینام سے آنیوالے مہمانوں کے اعزاز میں "دارالسلام" لاہور میں ایک پُرتکلف عشائیہ دیا، سردی اور دوری کے باوجود بہت سے برادرانِ سلسلہ اپنے ان معزز مہمانوں کی پذیرائی کے لئے وہاں پہنچے، مہمان بھائیوں اور بہنوں کا تعارف جناب عبدالرحیم جگو اور جناب شیخ محمد طفیل نے کرایا۔ اور مقامی احباب کے تعارف کا فریضہ جناب مرزا مسعود بیگ نے انجام دیا۔ حضرت امیرِ جماعت ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشاد پر مولانا احمد گل نے تلاوت قرآن کریم کی اور محترمہ بہن صفورہ بی بی اور جناب صادق نور نے حضرت امامِ وقتؑ کا منظوم کلام پیش کیا۔

مقامی جماعت کے صدر جناب کرنل سعید احمد نے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کے اس طویل سفر پر مُبارک باد دی۔ اور ان کے مغربی نصف کرہ میں کام کرنے پر انتہائی مسرّت کا اظہار کیا۔

اس موقعہ پر مہمانوں کی طرف سے محترم ڈاکٹر محمد علی عزیز صاحب نے ایک درد بھری پُر مغز تقریر کی، جس سے احباب بہت ہی متاثر ہوئے۔

مکمل رپورٹ بعد میں ہدیہ قارئین کرام ہوں گی۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب صلاح الدین ناصر نے انجام دیئے۔

(نامہ نگار)

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسرو چشم تشریف لائیے

مَیں احمدیہ انجمن اشاعت اِسلام لاہور اور اپنی طرف سے اُن بہنوں اور بھائیوں کو بصمیم قلب خوش آمدید کہتا ہوں، جو مغربی نصف کرہ ارض سے انجمن کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ ہمیں اس سے قبل ۱۹۶۴ئہ میں بھی دلی مسرت حاصل ہوئی تھی جب کہ انجمن کی طلائی جوبلی کی تقریب میں شمولیت کے لئے دنیا کے کونے کونے سے مندوبین یہاں پہنچے تھے لیکن ہماری انجمن کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ ہمارے احمدی بھائی کثیر تعداد ۱۲ ہزار میل کی مسافت سے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے اور بہت سے اخراجات کا بوجھ اُٹھا کر ہمارے جلسہ میں تشریف لائے ہیں تاکہ وہ اپنے پاکستانی برادرانِ سلسلہ کے ساتھ دنیا میں تبلیغ اسلام کے کام کو تیز کرنے اور قرآن کے پیغامِ ہدایت کو اقصائے عالم میں پھیلانے کے سلسلے میں لائحہ عمل تیار کر سکیں ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی پر یقین محکم ہے کہ اسلام دیگر مذاہب عالم پر غالب آکر رہے گا اور اسلام کی عظمت کا آفتاب مغرب سے طلُوع ہوگا۔ مغربی دنیا سے برادرانِ اسلام کی تشریف آوری اس مُبارک ساعت کو قریب تر لانے کی ضامن اور بڑی نیک فال ہے۔ اللہ تعالےٰ برادرانِ سلسلہ کے اس ملاپ کو مہمان اور میزبان ہر دو کے لئے مزید قوّت اور رُوحانی ترقی کا ذریعہ بنائے:

پیغام
حضرت مسیح موعود
علیہ السلام

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

"میرے پاس ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حِصّہ لے گا، جو شخص وہم و گمان سے دُور بھاگتا ہے وہ ظُلمت مَیں ڈال دیا جائے گا، اس زمانہ کا حصنِ حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں، قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اُس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہ رہے گی،

مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟

وہی جو بدی کو چھوڑتا اور نیکی کو اختیار کرتا ہے۔

اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے۔

اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالےٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔"

(فتح اسلام)

فخرالدین احمد صاحب

اھلاً و سھلاً مرحبا

دُور دیس سے اُڑ کر آنے والے شمعِ احمدیت کے پروانوں کو سلام

محترم خواتین اور معزز حضرات!

خوش آمدید

آپ کی حرارتِ ایمانی کے تذکرے سُن کر آپ سے ملنے کا اشتیاق لحظہ بہ لحظہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ للہ الحمد کہ وہ روزِ سعید آیا کہ پروانے شمع فروزاں کے قریب آئے۔ ان کے لئے ہمارے دیدہ و دل فرشِ راہ ہیں۔ انہوں نے اپنے وطن میں جس التزام و اہتمام سے سالانہ کنونیشنوں کا سلسلہ شروع کیا ہے اس کے لئے وہ لائقِ صد آفرین ہیں۔ ہمارے سلسلہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ دور دراز ملکوں سے اتنی بڑی تعداد میں احباب جماعت کی صورت میں مرکز اور اس انجمن کی بیرونی جماعتوں کا دورہ کرنے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے خلوص میں برکت ڈالے اور ہمیں تیز تر قدم اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

میرے خوش نصیب بھائیو! آپ کے ہاں جماعتہائے احمدیہ کے قیام سے حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مجدد صدی چہاردہم کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان پورا ہُوا آج سے قریباً سو سال پیشتر حضرت امام الوقت کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی:—

"میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

یہ اس زمانہ کا الہام ہے جس کے متعلق حضرت امام فرماتے ہیں:—

میں تھا غریب و بےکس و گمنام و بےہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

آج ہماری آنکھوں نے دیکھا کہ احمدیت کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچ چُکا ہے اور پھر اس کے بعد دوسرا الہام جو حضرت مجددؒ کو ہوا کہ

"میں تجھے ایک نامور انسان بناؤں گا اور لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈالوں گا اور دور دُور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔"

اس کی صداقت بھی آپ کے ورودِ مسعود سے ظاہر ہوگئی۔ یہ محبت مسیحا ہی تھی جو آپ لوگوں کو اس جاڑے کے موسم میں ہزارہا میل ... سے کشاں کشاں پاکستان لے آئی۔ گویا عنادلِ احمدیت زمزمہ سرائی کرتی ہوئی اس شجرِ طیبہ کی ڈالیوں میں چہچہاتے آئی ہیں جو شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے اس کا سایہ بھی عصیان و نسیان کے مارے ہوئے گم گشتگانِ راہِ ہدایت کے لئے امن اور محبت کا ٹھکانہ ہے۔ اس شجرِ طیبہ کا پھل شیریں اور حیات بخش ہے۔ یہ درخت حضرت مجددِ اعظم کے پاک ممبروں نے خونِ جگر سے سینچا۔ ان پاک ممبروں کے کارنامے اور ایثار و اخلاص کی داستان تاریخ احمدیت کے اوراق پر ثبت ہے۔

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ سے کون واقف نہیں آپ کی تفسیر قرآن کریم اور دوسرا اسلامی لٹریچر دنیا بھر میں پھیل چکا ہے۔ حضرت امام الزمان کے اس جرنیل نے خدمتِ اسلام کرکے شہرتِ عام اور بقائے دوام کے دربار میں جگہ پائی۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ رحمۃ اللہ علیہ کے ایثار و انفاق فی سبیل اللہ کے انمٹ نقوش احمدیہ بلڈنگس کے در و دیوار سے درخشاں ہیں اسی احمدیہ بلڈنگس سے ترجمۃ القرآن کی اشاعت ہوئی۔ یہیں حضرت امام الوقت۔ حضرت مولانا نورالدین اور حضرت امام کے پاک ممبروں نے دردِ دل سے دعائیں کیں کہ اسلام ادیانِ باطلہ پر غلبہ پائے اس گوشۂ شہر کی زمین پر ان پاک اور برگزیدہ لوگوں کے سجدوں کے نشان ابھی تک موجود ہیں۔

لاھور ہی کا شہر تھا جہاں حضرت اقدس کا مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" جلسۂ اعظم مذاہب منعقدہ اسلامیہ کالج ۱۸۹۶ء میں پڑھ کر سنایا گیا اور یہ مضمون جیسا کہ حضرت نے قبل از وقت خدا سے خبر پاکر بتلا دیا تھا سب مضامین پر غالب رہا۔ یہ نشان بھی لاہور ہی سے متعلق ہے۔ پھر اسی شہر میں شاتمِ رسول صلعم اور دشمنِ اسلام حضرت امام الزمان کی پیشگوئی کے مطابق ہیبت ناک موت سے ہلاک ہوا اور حضرت کا ایک عظیم الشان نشان پُورا ہوا۔ اس دشمنِ اسلام کو عجلِ سامری کی طرح جلا دیا گیا اور وہ مکان جہاں یہ دشمن بے دین و بے راہ اپنے کیفر و کردار کو پہنچا وہ بھی جل کر راکھ ہوگیا۔

احمدیہ بلڈنگس کے ایک حصہ میں وہ جگہ ہے جہاں حضرت امام الوقت نے اپنی زندگی کے آخری لمحات گذارے یہیں اور انہی دنوں آپ نے ہم وطنوں کو صلح و آشتی کی دعوت دینے کے لئے پیغامِ صلح تصنیف فرمایا۔ اس تاریخی مکان کو حضرت مولینا صدرالدین صاحب امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت یادگار کی صورت میں محفوظ کر دیا ہے۔

اپنے قیامِ پاکستان کے دوران آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ سلسلہ احمدیہ ابھی تک زمانہ کہف میں سے گذر رہا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ کا دعوےٰ مجدد صدی چہاردہم کا تھا جو خدا کے حکم سے کیا گیا تھا۔ اس صدی کے مجدد نے چونکہ ان مفاسد کا قلع قمع کرنا تھا جو مسیحی مشنریوں نے پھیلائے تھے اور کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر کا کام کرنا تھا اس لئے خدائے قادر نے آپ کا نام مسیح ابنِ مریم رکھا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

چوں مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابنِ مریم نامِ من بنہادہ اند

چونکہ آپ مسیح ناصری کے مثیل تھے اس لئے آپ کے ماننے والے گروہ نے مسیح ناصری علیہ السلام کے ماننے والے گروہ کی طرح آپ کی طرف وہ دعویٰ منسوب کیا جس سے آپ ساری عمر انکار کرتے رہے۔ گویا جس طرح مسیح ناصری نے الوہیت کے دعوےٰ سے انکار کیا مگر غالی عیسائیوں نے آپ کو الوہیت کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ اسی طرح مسیح محمدی کے ماننے والے غالی گروہ نے حضرت مجدد صدی چہاردہم کو نبوت کے مقام پر کھڑا کر دیا۔ مماثلت کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ توریت کی رُو سے مصلوب ہونے والا لعنتی ہے مگر غالی عیسائی اپنے خدا کو لعنتی بنانے میں تامل نہیں کرتے۔ ادھر حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں خاتم النبیین صلعم کے بعد نبوت کا دعوےٰ کرنے والے کو لعنتی یقین کرتا ہوں مگر غالی اہلِ ربوہ کی اس ہٹ دھرمی نے عوام کے دلوں میں نفرت پیدا کر رکھی ہے۔ ورنہ وہ حضرت امام الزمان کی صداقت کے کب سے قائل ہو چکے تھے۔

یہ کس قدر ظلمِ عظیم ہے کہ حضرت بانی سلسلہ کی طرف غلط دعویٰ منسوب کیا جائے اور آپ کے نہ ماننے والے کو کافر قرار دیا جائے۔ حضرت اقدس کی زندگی میں ہی مسٹر ڈوئی کی عدالت میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھ کر دیا تھا کہ وہ آئندہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو کافر نہیں کہے گا۔ خلیفہ قادیان نے بھی ۱۹۵۳ء میں ہائی کورٹ پنجاب کے ججوں کے سامنے غیر احمدیوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کے عقیدے سے رجوع کر لیا تھا مگر عدالت سے گھر پہنچ کر انہوں نے اس بارے میں کوئی واضح مؤقف اختیار نہ کیا اس کی جو سزا انہیں ملی وہ طالبِ حق کے لئے آنکھیں کھولنے والی ہے

میرے معزز بھائیو اور محترم بہنو۔ ہم اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہمیں اس کے وعدے پر پورا بھروسہ ہے۔ خداوند قادر و توانا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ حضرت امام الزمان کی قبولیت کے سامان بہم پہنچائے گا اور زور آور حملوں سے آپ کی تائید کرے گا۔ وہ دن دور نہیں جب حضرت امام الزمانؑ کی مقبولیت بڑھے گی۔ آیئے ہم مل کر ایسی فضا پیدا کریں کہ لوگ حضرت کے حقیقی مقام کو سمجھیں اور نبی عربی صلعم کے فرمان کے بموجب امام دوران کو آنحضرتؐ کا سلام پہنچائیں۔

آخر میں حضرت اقدس کا ایک اور نشان پیش کرتا ہوں جو آپ کے ذریعہ سے ظاہر ہوا۔ خدائے علیم سے خبر پاکر حضرت نے پیشگوئی کے طور پر فرمایا:—

دیر آمدہ ز راہِ دُور آمدہ

آپ لوگوں نے بھی حضرت بانیٔ سلسلہ کو ان کی وفات کے بعد یعنی دیر سے قبول

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم [illegible])

مولانا یٰسین عبد الرحمن صاحب بصری

اپنے معزز بھائیوں کی آمد پر

اھلاً وسھلاً ومرحبا

ان معزز بھائیوں کی آمد ہماری توجہ

خدا کے مامور حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہاموں کی طرف منعطف کراتی ہے

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ اور علماء میں ہیجان

حضرت مسیح موعودؑ نے جب خدا سے الہام پا کر مسیح موعودؑ اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ شائع کیا تو سخت مخالفت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور علماء متحد ہو کر حضورؑ کو گرانے اور حضورؑ کے مشن کو برباد کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے

ایک بہت بڑے عالم کا ادّعا

پنجاب کے ایک بہت بڑے عالم نے جس نے حضورؑ کی کتاب براہین احمدیہ پر بڑا شاندار ریویو کیا تھا جس میں اُس نے اس کتاب کے متعلق یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ۱۳۰۰ برس میں اسلام کی حمایت میں اس شان کی کتاب نہیں لکھی گئی بڑے زور سے یہ اعلان کیا تھا کہ میں نے ہی اس شخص کو اونچا کیا تھا۔ اور اب میں ہی اسے گراؤں گا۔ اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس عالم نے سارے ہندوستان کا چکر لگایا اور ہر مشہور اور بارسوخ عالم سے حضورؑ کے کفر پر فتویٰ لکھوایا صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مکہ اور مدینہ کے علماء سے بھی کفر کے فتوے منگوائے تا ان کا فتوئے کفر زیادہ مؤثر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ

اس عالم کے اس اعلان پر کہ میں نے ہی اسے اونچا کیا اور اب میں ہی اسے گراؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوتا ہے۔ انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک یعنی میں اس شخص کو ذلیل کروں گا۔ جو تجھے ذلیل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور میں اس شخص کی مدد کروں گا جو تیری مدد کا ارادہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس الہام کے تحت عالم مرتے دم تک ذلت پر ذلت کا شکار ہوتا چلا گیا۔ اور حضورؑ کی اعانت کرنے والے عزت پر عزت پاتے چلے گئے

تمام علماء کا اعلان اور ان کی ناکامی

تمام علماء ہند نے متفقہ اعلان شائع کیا اور شہر بہ شہر اور قریہ بقریہ پھر کر جھوٹے اور بے بنیاد پراپگنڈا کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں خدا کے مسیح کے خلاف نفرت کا بیج بوتے رہے اور حضورؑ سے دور رکھنے کے لئے یہ مشہور کرتے رہے کہ نعوذ باللہ یہ شخص کافر ہے دجال ہے ملحد ہے۔ بے دین ہے اس کے قریب نہ جانا اس کی بات سننے والا بھی کافر ہو جائے گا۔

اس کے مقابلہ میں خدا کے الہامات

اس قسم کے پراپگنڈا کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدا کے اس بندہ یعنی مسیح موعودؑ کو الہام پر الہام ہوتا ہے "انت اول المؤمنون انت اول المسلمین" یہ علماء تجھے نعوذ باللہ کافر دجال وغیرہ کہتے ہیں لیکن میرا فتویٰ تیرے متعلق یہ ہے کہ تو اس زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ میرا ایماندار اور سب سے زیادہ فرمانبردار ہے۔ یہ علماء ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ لوگ تجھ سے دور بھاگیں اور کوئی تیرے قریب نہ آئے اور خدا کی درگاہ میں جو تجھے بلند مقام حاصل ہے۔ اس سے کوئی آگاہ نہ ہو اور تیرے قرب کے اس مقام کو کوئی شناخت نہ کر سکے۔ جو تجھے خدا کے ہاں حاصل ہے۔ لیکن ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں۔

"انت بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس" تو مجھے ایسا ہی پیارا ہے۔ جیسی مجھے میری توحید اور میری یگانگت پیاری ہے اس لئے وقت آئے گا۔ کہ تیری مدد کی جائے گی۔ اور لوگوں کو تیرے حقیقی مقام کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔" دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" دنیا کے بندے تو اس کوشش میں ہمہ تن مصروف تھے۔ اور لوگوں کو حضورؑ سے دور رکھنے کے لئے نت نئے سے نئے حیلے اور تدابیر عمل میں لاتے رہتے تھے لیکن خدا بھی اپنے وعدہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نت نئے سے نئے عذابوں کا نشانہ دنیا کو بناتا رہتا تھا۔ جن کے متعلق پہلے سے پیشگوئیاں شائع کر دی جاتی تھیں۔

جاہل ہونے کا الزام اور خدا کا علم سکھلانا

علماء نے یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ یہ شخص نعوذ باللہ جاہل ہے۔ دینی علوم سے اسے قطعاً کوئی واقفیت نہیں ان کے اس قول کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ کو فرماتا ہے۔ "یعلمک اللہ من عندہ" اللہ تعالیٰ تجھے اپنے پاس سے علم عطا کرے گا۔ "الرحمان علم القران" رحمان خدا تجھے اپنی کتاب قرآن کا تجھے علم دے گا۔ جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ جلسہ مذاہب اعظم کے موقعہ پر خدا کے اس الہام کی صداقت ثابت ہو گئی کوئی عالم حضور کے قرآنی علم کا مقابلہ نہ کر سکا۔ وہ عالم بھی جس نے دعوے کیا تھا کہ میں نے ہی اسے اونچا کیا ہے اور اب میں ہی اسے گراؤں گا۔ مقابلہ میں وہ بھی شکست کھا گیا۔ یہی عالم حضور کو نعوذ باللہ جاہل قرار دینے میں پیش پیش تھا۔ اور یہی اس دن مقابلہ میں حضورؑ کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کے ماتحت ذلت کا شکار ہو گیا۔ اور دنیا پر واضح ہو گیا کہ جاہل کون ہے اور قرآنی علوم سے بے بہرہ کون ہے۔

ایک الزام اور اس کی عملی تردید

ان علماء نے عوام میں یہ بھی مشہور کرنا شروع کیا کہ یہ شخص شریعت کو بگاڑ رہا ہے۔ اور الحاد کی جڑوں کو مضبوط کر رہا ہے ان کے اس پراپگنڈا کے مقابلہ میں خدا اپنے بندہ کو اپنے الہام کے ذریعہ سے یہ بشارت دیتا ہے "تقیم الشریعۃ وتحی الدین" یعنی تو شریعت کو قائم کرے گا۔ اور دین میں زندگی کی روح پھونک دے گا۔" چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ شریعت کی حقیقت جو حضورؑ نے دنیا کے سامنے پیش کی وہی مقبول ہوئی۔ اور مسلمانوں میں جمود پیدا ہوا تھا وہ حضور کے ذریعہ ختم ہو گیا۔ اور مسلمانوں میں دین کے مطالعہ کی طرف توجہ پیدا ہو گئی۔ اور بظاہر جو مُردنی نظر آ رہی تھی وہ حیاۃ میں تبدیل ہو گئی اور کفر کا فتوے لگانے والے اور جاہل قرار دینے والے اور شریعت کو بگاڑنے کا الزام لگانے والے علماء بھی بالآخر ان تمام مسائل میں حضور کے ہم نوا ہو گئے۔ جن کی بناء پر کفر کا فتوے لگا رہے تھے۔ اسی اسلام کو اب عموماً اختیار کیا جا رہا ہے۔ جو حضورؑ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور وہی غیر مسلموں کو اپیل کر رہا ہے۔ ورنہ ان علماء کا پیش کردہ اسلام تو غیر مسلموں کو اسلام سے دور لے جا رہا تھا۔

علماء کی کوشش اور خدائی وعدے

علماء کی کوشش تو یہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمان بھی حضور کے دعاوی کو تسلیم نہ کریں اور حضورؑ کی تبلیغ خود ہندوستان میں بھی نہ پھیل سکے اور ہماری کوششوں کے نتیجہ میں اپنی موت آپ ہی مر جائے۔ لیکن ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے مامور کو اپنے الہامات کے ذریعہ فرماتا ہے۔ "خدا تعالیٰ تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔" "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تیری توحید، تیری عظمت تیری کمالیت پھیلا دے خدا تعالیٰ نے تیرے چہرہ کو (یعنی تیرے مؤمنانہ چہرہ کو سیماھم فی وجوھھم کے ماتحت ناقل) ظاہر کرے گا۔ اور تیرے سایہ کو لمبا کرے گا۔" اب دنیا دیکھ لے کہ حضورؑ کا سایہ کس قدر لمبا ہوا ہے اور حضورؑ کی عظمت اور کمالیت اور حضورؑ کی تبلیغ اور دعوت کیا دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی ہے یا نہیں اسی قادر مطلق خدا نے کیا یہ نہیں کہا تھا۔

"لبشری لک یا احمدی انت مرادی ومعی غرست کرامتک بیدی"

وہ لوگ جو حضورؑ کے لگائے ہوئے پودہ کے متعلق یہ یقین کئے بیٹھے تھے کہ زمین پر نمودار ہونے سے قبل ہی زمین کے اندر ہی موت کا شکار ہو جائے گا۔ وہ دیکھ لیں کہ خدا کا گاڑا ہوا پودہ کس قدر مضبوط درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کا اکھاڑنا اب ان کی طاقت سے باہر ہے۔

خدا کے مزید وعدے

جس وقت دشمن یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اس شخص کے پاس کسی کو جانے نہیں دیں گے اس وقت خدا اپنے اس مامور پر یہ الہام نازل کر رہا تھا۔ "یاتون من کل فج عمیق" یعنی دور دراز علاقوں سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ اب ہمارے درمیان ہمارے ان معزز بھائیوں کی موجودگی کیا اللہ کے مندرجہ بالا الہام کی صداقت پر مہر نہیں لگا رہی اس طرح ان معزز بھائیوں کی موجودگی حضور کے اس الہام

(باقی بر ص ۱ کالم ملا دیکھیں)

جناب نصیر احمد صاحب فاروقی

ایک قابلِ رشک نمونہ

جزائر غرب الہند سے جو ہمارے احباب دس پندرہ ہزار روپے فی کس خرچ کرکے اور پانچ دس ہزار میل کی لمبی مسافت طے کرکے اور مہینہ سے زیادہ کا اپنے وقت اور کام کا حرج کرکے اس سال جلسۂ سالانہ میں شامل ہونے آئے ہیں ان کا نمونہ قابل رشک ہے اللہ تعالےٰ اس سفر کے ایک ایک قدم اور ان کے اخراجات کثیر کے ایک ایک پیسہ اور اپنے وطن سے غیر حاضری کے ایک ایک لمحہ کی ان کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ آمین اور میں ان احباب کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کا ان سے یہی وعدہ ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہے اور میں ایک ایک آیت کرکے لکھتا ہوں:۔

"یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (سورۃ توبہ آیت ۱۱۹)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے محاسبہ سے اپنے آپ کو بچا لو اور جو لوگ سچائی پر ہوں ان کا ساتھ دو۔"

ان احباب نے جو تشریف لائے ہیں اور ان کے ساتھیوں نے جو جزائر غرب الہند میں ہیں یہی کیا ہے کہ احمدیت کی سچائی کو پاکر اسے قبول کر لیا۔ اگرچہ غیر احمدی علماء نے کیا کچھ احمدیت کے خلاف نہیں کہا حالانکہ وہ علما جانتے ہیں کہ احمدیت اصلی اسلام کے سوا کچھ نہیں اور یہ جماعت محض اللہ تعالےٰ کی۔ قرآن کریم کی، رسول اللہ صلعم کی اور اسلام کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہے اور یہی اس کا کردار پچھلے ۷۰، ۸۰ سال کا ان کے سامنے ہے۔ اور جو احباب جلسۂ سالانہ میں شامل ہونے کے لئے تشریف لا رہے ہیں انہوں نے نہ صرف سچائی کا ساتھ دیا بلکہ قرآن کے الفاظ کو لفظاً بھی پورا کیا کہ جن کو وہ صادق سمجھتے ہیں یعنے پاکستان کی مرکزی جماعت احمدیہ کو ان سے ملنے ان کے خیالات سننے اور ان کو اپنے تعاون اور امداد کا یقین دلانے کے لئے وہ یہاں آ رہے ہیں۔

اس کے بعد قرآن کریم نے مومنوں کو یہ کہتے ہوئے کہ چاہے وہ شہروں کے رہنے والے ہوں یا دیہاتی ان کے لئے یہ صحیح نہیں کہ وہ جہاد میں حصّہ نہ لیں اور اپنے آرام یا فائدہ کو خدا کے دین کے فائدہ پر ترجیح دیں یوں فرمایا:۔

ذالک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطؤن موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ (سورۃ توبہ۔ آیت ۱۲۰)

ترجمہ:۔ یہ اس لئے کہ انہیں اللہ کی راہ میں کوئی پیاس کی تکلیف نہیں پہنچتی اور نہ تکان اور نہ بھوک اور نہ وہ کسی ایسی جگہ چلتے ہیں جس سے کافروں کو غصہ آئے اور دشمن سے کچھ چیز حاصل نہیں کرتے مگر اس کے لئے ان کا نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیا الا کتب لھم لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون۔ (التوبہ۔ آیت ۱۲۱)

ترجمہ:۔ اور نہ وہ کوئی خرچ کرتے ہیں تھوڑا ہو یا بہت اور نہ کسی میدان سے گزرتے ہیں مگر وہ ان کے لئے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انہیں اس کا بہترین بدلہ دے جو وہ کرتے تھے۔"

ان تمام خوشخبریوں کے اہل ہمارے معزز مہمان ہیں جو تکلیف اُٹھاکر اور صرف کثیر کرکے اور آدھی سے زیادہ دنیا کی مسافت طے کرکے محض خدا کی خاطر یہاں تشریف لائے ہیں۔

اس سے اگلی آیت مبارکہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے جزائر غرب الہند سے آنے والوں کے بالکل حسب حال ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ۝

ترجمہ: اور مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ سب کے سب نکل پڑیں تو ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر ایک جماعت میں سے ایک گروہ نکلے تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کرسکیں اور جب وہ واپس جائیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ بھی بچیں"۔

ہمارے بھائیوں نے بالکل یہی کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب وہ اپنے وطن کو واپس جائیں گے تو وہاں تبلیغ حق کے کام میں لگ جائیں گے۔

ہمارے دُور سے آنے والے بھائی اور بہنیں ہمیں دیکھنے اور ہم سے کچھ سیکھنے آ رہے ہیں۔ مگر میں نے جو ان کے حالات سنے ہیں اور جو ان کا جوش ایمانی اور قوتِ عمل و قربانی ان کے اس سفر سے ظاہر ہیں ان کو سوچتے ہوئے تو میں سمجھتا ہوں کہ دراصل ہم ان سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اس لئے ان سے ملنے اور استفادہ حاصل کرنے کے لئے ہماری جماعت کے بھائیوں اور بہنوں کو چاہیئے کہ گھروں سے نکل پڑیں اور جلسہ سالانہ میں بلا استثناء شامل ہوں۔ اس اجتماع میں انشاء اللہ بہت برکتیں اور اللہ تعالےٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ ان سے محروم رہنا سخت بدقسمتی ہوگی۔ میں قرآن کریم کے اپنے الفاظ میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں:۔

یاایھا الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل ۝ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ۵ ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا و واللہ علی کل شیء قدیر۔ (التوبۃ آیات ۳۸ و ۳۹)۔

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارا کیا عذر ہے کہ جب تم کو کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکل پڑو تو تم بوجھل ہوکر زمین کی طرف جُھک جاؤ۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے ہو۔ تو دنیا کی زندگی کا متاع آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تم کو دردناک دکھ کا عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے آئے گا اور تم اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر فرمایا:۔

انفروا خفافا وثقالا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ۔ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ (توبہ آیت ۴۱)

ترجمہ:۔ نکل پڑو چاہے تمہارے لئے نکلنا ہلکا ہو یا بوجھل اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنے نفسوں کے ساتھ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔"

اور جو لوگ کسی عذر بہانے سے نہ نکلیں ان کے لئے فرمایا:۔

لو کان عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک ولکن بعدت علیھم الشقۃ وسیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفسھم واللہ یعلم انھم لکذبون۔ (سورۃ توبہ آیت ۴۲)

ترجمہ:۔ اگر فائدہ جلد ملنے والا ہوتا اور سفر درمیانہ تو ضرور تیرے پیچھے ہولیتے لیکن مشقت کا سفر انہیں بہت دُور کا معلوم ہوا۔ وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ ہم استطاعت رکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں"۔

اگر جزائر غرب الہند کے دُور دراز اور مشقت بھرے سفر کو طے کرکے اور اخراجات کثیر کو برداشت کرکے اور اپنے کام کاج چھوڑ کر ہمارے بھائی اور بہنیں یہاں آسکتی ہیں تو ہمارے پاس کوئی عذر نہیں کہ گھر کے گھر میں شامل نہ ہوسکیں۔

(بقیہ از صفحہ ۱)

اصل مدعا جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف حضرت رسول کریم کی نبوت کو قائم کیا جائے جو ابدالآباد کے لئے خدا تعالےٰ نے قائم کی۔ اور اس کے علاوہ تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے۔"

(ملفوظات احمدیہ)

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس چھوٹی سی جماعت کے ارادوں اور کوششوں میں برکت ڈالے اور اپنی خاص

مورخہ ۱۹ اردسمبر

محمد صالح نور سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

اَھْلًا وَسَھْلًا وَمَرْحَبًا

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد (حضرت مسیح موعودؑ)

—— سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے آج سے پون صدی قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ خبر پا کر امام وقت ہونے کا دعوےٰ کیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ جب سنتِ خداوندی کے راز دار پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے کہ زمانہ متقاضی ہے کہ اصلاح احوال کے لئے کوئی مسیحا صفت انسان خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہو جو تمام انواع کی روحانی بیماریوں اور باطنی الائشوں سے انسانیت کو نجات دلائے۔ دنیا ایک بار پھر "ظھر الفساد فی البرّ والبحر" کا نظارہ کر رہی تھی اور زمانہ اپنے براہیم کی تلاش میں تھا جو آکر خارجی و داخلی خود تراشیدہ اصنام کو پاش پاش کرے اور وہ جو حق و صداقت کے خلاف ایک بھیانک الاؤ روشن کیا گیا تھا جو قریب تھا کہ اپنی تمام تر نیرانی قوتوں کے ساتھ سچائی کی طاقتوں کو بھسم کر دیتا اسے "یا نار کونی برداً وسلاما" کے روح پرور پیغام کے ساتھ گل و گلزار میں بدل کر رکھدے۔

وہ تن تنہا میدانِ کارزار میں اُترا اور اس نے معیت الٰہی کی بنیاد پر کفر کی تمام تر طاقتوں کو للکارا اور الوھیت اور رسالت کے خلاف تیرہ آزما تمام مورچوں پر "براہین احمدیہ" سے تیر اندازی کی ابتداء کی۔ اور اس پہلوانِ ربّ جلیل نے دنیا کے دیکھتے دیکھتے اسلام کے بالمقابل آنے والی تمام قوتوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا اور ایک دنیا نے گواہی دی کہ خدا کا یہ فرستادہ تمام پر غالب رہا اور چشمِ فلک نے "لاغلبنّ انا و رسلی" کا ایک بار پھر مشاہدہ کیا۔

—— آپؑ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے بہت سے وعدے کئے۔ جن میں سے اکثر آپ کی زندگی میں پُورے ہوئے اور بعض ایسے ہیں جو آپ کے بعد برابر پُورے ہو رہے ہیں۔ منجملہ ان مواعید کے ایک وعدۂ الٰہی یہ تھا:——

"مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

آج اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آپ ہی کے نام لیواؤں اور آپ ہی کے حلقہ بگوشوں کی مساعی جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ کے ذریعہ اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکا ہے۔ ایک زمانہ اس کا معترف ہے۔

ایک دوسرا وعدہ آپ سے اللہ تعالےٰ نے پیشگوئی کے رنگ میں یہ بھی فرمایا تھا:—

یاتیک من کلّ فجٍ عمیق
و یاتون من کلّ فجٍ عمیق

کہ لوگ دُور دراز کا سفر کر کے تیرے پاس آئیں گے۔ خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ پون صدی سے مسلسل پُورا ہوتا چلا آ رہا ہے اور بہت دُور کی مسافت طے کر کے لوگ بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مرکز میں دین سیکھنے کے لئے آتے رہے ہیں اور برابر آ رہے ہیں اور آئندہ ہمیشہ انشاء اللہ تعالےٰ آتے رہیں گے۔

—— اس سال جنوبی امریکہ کی جماعتوں (ٹرینیڈاد - گی آنا - سرینام) سے آنے والے احباب کو ہم خدا تعالےٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان یقین کرتے ہیں۔ یہ ہمارے ایمانوں میں ازدیاد کا باعث ہوتے ہیں یہ لوگ با برکت ہیں جو خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ ہم انہیں بسر و چشم خوش آمدید کہتے ہیں اور ہم ان کی راہوں میں اپنی آنکھیں بچھاتے ہیں ہماری آنکھوں کی پلکیں اور ہمارے دلوں کے دروازے ان کے لئے کھُلے ہوئے ہیں ہم ان کی پیشانیوں میں صداقت مسیح موعودؑ کا نُور پاتے ہیں اور ہم ان کے دلوں میں خلوص نیکی اور استقلال کے آثار محسوس کرتے ہیں۔ ہم انہیں اپنے قلوب کی عمیق گہرائیوں سے اھلًا و سھلًا کہتے ہیں اور انہیں مسرت و انبساط کے جذبات سے معمور دلوں کے ساتھ سلام کرتے ہیں یہ لوگ رُوحانیت کے وہ بادشاہ ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑوں (علوم روحانی) سے برکت ڈھونڈنے اپنے گھروں سے نکلے ہیں۔ یہ امامِ وقت کی صداقت کے زندہ نشان اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کی منہ بولتی تصویر ہیں، جو ہزاروں میلوں کا سفر کر کے کلیمِ وقت کی باتوں کو جو خدا کے منہ سے نکلی تھیں پُورا کرتے آ رہے ہیں۔

—— جنوبی امریکہ سے آنے والے ہمارے بھائی اس زمانہ میں خدائے واحد کے اپنے بندوں سے ہمکلام ہونے کا زندہ ثبوت ہیں۔ یہ لوگ اُمتِ محمدیہ میں ظلّی طور پر محمدیت کی چادر اوڑھنے والوں کے ساتھ خدا تعالےٰ کے سلوک اور پیار کے چلتے پھرتے گواہ ہیں۔ یہ لوگ گواہ ہیں کہ اس دَور میں اسلام کا پیغام اور امر بالمعروف کا عَلَم صرف اور صرف وہ لوگ اونچا کر سکتے ہیں جو امامِ وقت کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کر لیں۔

—— جنوبی امریکہ سے آنے والے ہمارے پیارے بھائی اس بات کے گواہ ہیں کہ ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

اس مبارک موقعہ پر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے دو۲ پیغام انکی وساطت سے جماعت کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں:—

اوّل، سچّا خُدا اور اس کی معرفت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:—

"میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے سونے کی ایک کان نکالی ہے، مجھے جواہرات کے ایک معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور خوش قسمتی سے مجھے ایک چمکتا ہوا بے بہا ہیرا ملا ہے، اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے تمام بنی نوع بھائیوں میں تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچّی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچّی برکات اس سے پانا"

دوم: رویت باری تعالےٰ اور اس کے لئے مساعی۔

بزبان حضرت امام الزمان علیہ السلام:—

"کیا بدبخت ہے وہ انسان جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خُدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصُورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے ملے۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا میں کیا کروں اور کس طرح خوشخبری کو دلوں میں بٹھاوں اور کس دَف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دَوا سے علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھُلیں۔"

اس مبارک تقریب پر مندرجہ بالا دو۲ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے پیش کئے گئے ہیں اور یہی آپ کی بعثت کا وحید مقصد ہیں کہ:

سچے اور حقیقی پروردگار سے سچّا اور حقیقی تعلق پیدا کیا جاوے۔

اور

اسی نورِ خداوندی کی طرف حضور نے دُنیا کو پکارا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نُورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

(حضرت مسیح موعودؑ)

شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ چھاؤنی

خیر مقدم

یہ نہایت خوش آئند موقعہ ہے کہ ٹرینیڈاڈ جیسے دُور دراز مقام سے معزز مہمان ہمارے درمیان آئے ہیں ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اسلام کا پہلا معجزہ ہی یہ ہے کہ اس نے فاصلوں اور قومیت کے امتیاز کو مٹا دیا اور سب اہلِ ایمان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اِنّما المؤمنون اِخوۃٌ ۔یہی ایک نظر ہے جس سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اور بالخصوص آج کے پُرفتن دَور میں اِس کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اسلام ہی بہترین ضابطۂ حیات ہے۔ مجدّد زمان نے اسی کی ترویج اور تجدید کے لئے کام کیا۔ تقویٰ کے ساتھ ساتھ آپ نے اخوت پر بڑا زور دیا ہے اور آپ نے فرمایا کہ مَیں دوہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ ایک توحید۔ اور دوسرا مودّت فی القربیٰ آپ نے فرمایا سب گناہوں سے بڑا گناہ جو انبیاء کے اس مقصد عظیم کے مقابل انسانوں کو اصل مقصد سے ہٹانے کے لئے راستہ میں پڑا ہوا ہے وہ شرک کا گناہ ہے۔ دنیاوی اسباب اور توحید میں تناقض نہ ہونے پائے۔ ہر ایک اپنے مقام پر رہے اور مآل کار انسان توحید پر جا ٹھہرے۔

دنیا کے سارے آراموں اور حاجات برآری کا متکفل صرف خُدا ہی ہے اس کے مقابلہ میں اگر کسی اور چیز کو قائم کیا جائے اور اس پر اتنا بھروسہ کر لیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دو ضِدّوں کے تقابل سے ایک ان میں سے ہلاک ہو جائے گی۔ اس لئے ہر امر میں مقدم خدا تعالےٰ کی توحید ہونی چاہیئے رعایت اسباب بے شک کی جائے لیکن اسباب کو خدا نہ بنایا جائے۔ تیسری قسم توحید کی یہ ہے کہ اپنے نفس اور وجود کی اغراض کو بھی درمیان سے اُٹھا دیا جائے اور اس کی نفی کی جائے۔ انسان سچا موحد اسی وقت کہلا سکتا ہے جب اپنی خوبی اور طاقت پر بھروسے کی بھی نفی کر دے۔ اور آپس میں تعلقات کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ :۔

"اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبّر ہے یا ریا یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں جو قبول کے لائق ہو۔ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پُورا پُورا انقلاب آوے اور تم سے وہ ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور مَیں نے بیان کیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خُدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصّہ نہیں۔"

کیا اس قسم کی تعلیم اور نصیحتوں پر عمل کرنے والوں میں کوئی کدورت بُغض یا رنجش باقی رہ سکتی ہے۔ جلسہ سالانہ کی اغراض میں سے ایک یہ غرض بھی آپ نے بیان فرمائی ہے کہ آپس میں میل جول بڑھے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے یہ معزز بھائی جلسہ کے موقعہ پر ہم میں تشریف لائے ہیں۔ ہم سب نے ایک اعلےٰ مقصد کے لئے اس امام کا دامن پکڑا ہے اور ان بھائیوں کے تاریخی پس منظر اور اشاعت اسلام کے پیش نظر ٹرینیڈاد اور اس کے گرد و نواح میں ان کی تحریکات اور عملی اقدامات اور قبولیت احمدیت سے ہمارے ایمان تازہ ہوتے ہیں جب ہم حضرت امام زمان کے اس الہام کو پڑھتے ہیں :۔

"میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دوں گا۔"

خدا کے وعدے سچے ہوتے ہیں اور اس کے مامور اپنے مشن میں کامیاب و کامران ثابت ہوتے ہیں۔

ایسے ایسے صاحب دل بزرگ ہیں، جنہوں نے یہ پیشکش کی ہے کہ وہ لندن میں مشن کے لئے مطلوبہ جگہ لینے کو تیار ہیں اور جرمنی میں اپنی مسجد کی جائیداد کو وسعت دینے کے انتظامات بھی انشاء اللہ ہونے کی توقع ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی اس آمد کو بابرکت کرے اور اشاعت اسلام کے کام کو تقویت پہنچے۔ آمین۔ مجدّد زمان کے جانشینوں کے علاوہ اور کوئی جماعت ایسی نظر نہیں آتی جس کے ہاتھ میں اسلام پر ایسا قیمتی لٹریچر ہو اور جس نے اس احسن کام کا بیڑا اُٹھایا ہو اللہ تعالےٰ ہمیں اس میں ثابت قدم رکھے اور اپنے عہد "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ حضرت مجدّد اعظم فرمایا ہے۔ اگر یہ ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا قول یا فعل پر تمہارے دلوں میں کوئی کدورت اور رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کی فکر کرو۔ اگر تم نے مجھے سچے دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ میں فی الواقع مسیح حکمؑ اور عدل ہوں تو میرے حکم اور فعل کے سامنے اپنے سارے ہتھیار ڈال دو اور میرے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو تا تم رسول کریم صلعم کی پاک باتوں کی عظمت کرنے والے ٹھہرو تم لوگوں کے لئے رسول اللہ کی شہادت کافی ہے۔ مَیں اگر صادق نہیں ہوں تو پھر جاؤ اور صادق تلاش کرو اور یقیناً سمجھو کہ اس وقت کوئی اور صادق تمہیں نہیں مل سکتا اور پھر اگر دوسرا صادق نہ ملے اور ہرگز نہیں ملے گا تو پھر میں اتنا حق مانگتا ہوں جو آنحضرت صلعم نے مجھے دیا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ)

آپ نے تو آنحضرتؐ کی عظمت کو ہی قائم کیا ہے اور حضورؐ کی شریعت کو ہی پیش کیا ہے۔ قدرنہ کرنا تو اپنی ہی بدنصیبی ہے تعصّب سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔ مخالفین کے پاس دلیل کوئی نہیں۔ آپ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے :۔

"یقیناً یاد رکھو اور خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرتؐ کا حقیقی متبع نہیں کہلا سکتا جب تک ان محدثات اور بدعات سے الگ نہ ہو جائے جو لوگوں نے اپنی اپنی ہوائے نفسانی سے ایجاد کر رکھی ہیں۔ ہمارا اسا

جلسہ سالانہ کے موقع پر علمی مذاکرہ

امسال جلسۂ سالانہ کے موقع پر مجلس شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور ایک علمی مذاکرہ کا اہتمام کر رہی ہے۔ یہ مذاکرہ مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء کو بروز منگل بوقت ۷ بجے شب جلسہ گاہ میں منعقد ہوگا مذاکرہ میں شرکت کی شرائط درج ذیل ہیں :۔

۱۔ اس میں صرف وہ نوجوان حصّہ لے سکیں گے جن کی عمر ۲۵ سال سے کم ہو۔

۲۔ خواتین بھی اس میں حصّہ لے سکتی ہیں۔

۳۔ مذاکرہ کا عنوان "سیرت حضرت مسیح موعودؑ" ہوگا۔

۴۔ اچھے مقررین کو انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔

جو نوجوان مباحثہ میں حصّہ لینا چاہیں خواہ وہ بیرون لاہور سے تعلق رکھتے ہوں وہ اپنے نام ۲۰ دسمبر ۱۹۷۳ء تک خاکسار کو ارسال کر دیں۔

محمد صادق نور۔ (صدر شبان الاحمدیہ ۵۹۔ احمد مارکیٹ برانڈرتھ روڈ لاہور)

ایک سو ڈالر {قریباً ایک ہزار روپیہ} کا عطیہ

دُکھی انسانیت کیلئے "آفتاب الدین احمد دار الشفاء" کی بے لوث خدمات سے متاثر ہوکر ایک مخیّر ایرانی خاتون محترمہ مسز خدیجہ گہڈ میگوون نے امریکہ سے ایک سو ڈالر محترم مولینا محمد عبداللہ صاحب کی وساطت سے بھجوائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاتون موصوفہ کو جزائے خیر دے اور مکرم مولینا عبداللہ صاحب کو اجرِ عظیم عطا کرے۔ آمین

—— سیکرٹری۔ ادارہ دار الشفاء ——

انیسویں صدی کے حالات

قرآنی نظریہ تخلیق کائنات

وخلق کل شئ فقدرہ تقدیرًا (فرقان ۲۵ آیت ۲)

ترجمہ: اسی ذات نے ہر شئے کو پیدا کیا، پھر اس کے کمال کا اندازہ کیا۔

واحسن کل شئ خلقہ و بدا خلق الانسان من طین۔ (السجدہ ۳۲۔ آیت ۷)۔

ترجمہ: ہر شئے کو اس کی بہترین شکل پر پیدا کیا اور انسان کی خلقت مٹی سے ابتدا کی۔

فاطر السموات والارض۔ (فاطر ۳۵ آیت ۱)

ترجمہ: وہی ذات آسمانوں اور زمین کی خالق ہے۔

انہ یبدؤ الخلق ثم یعیدہ

(یونس آیت ۴) ترجمہ: وہی ذات پیدائش کی ابتداء کرتی ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتی ہے۔

وما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق۔ (سورۃ الحجر ۱۵۔ ۸۵)

ترجمہ: جو کچھ زمین اور آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ایک مقصد کیلئے پیدا کیا ہے۔

خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (اعراف ۵۴)

ترجمہ: چھ وقتوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش کرکے وہ ذات ان پر حکمران ہے۔

قرآنی نظریہ حیات یا حسن عمل

خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (ملک ۶۷ ۲) موت اور زندگی کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ تمہیں آزمایا جائے کون نیک عمل کرتا ہے۔

ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ والینا ترجعون (الانبیاء ۲۱ ۳۵) ترجمہ: تمہیں دکھ اور آسودگی میں آزمائش کی غرض سے ڈالا جاتا ہے۔ ہماری طرف ہی تمہارا آنا ہوگا۔

من عمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیاۃً طیبۃً ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون۔ (النحل ۱۶۔ آیت ۹۷)

ترجمہ: جو کوئی مرد یا عورت نیک عمل کرے اور مومن ہو۔ تو ہم اس کو پاک زندگی عطا کرتے ہیں۔ اور ان کے عمل کا بہترین بدلہ دیتے ہیں۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات ۵۱ ۵۶) ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں

فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا
ص ۲

انیسویں صدی کا سائنسی نظریہ

۱۔ ڈالٹن صاحب، کا نظریہ ایٹم:۔

"عناصر کے ایٹم غیر مخلوق، غیر فانی اور قائم بالذات ہیں"

۲۔ ڈارون صاحب۔ نظریہ ارتقاء:۔

"فزیکل اور کیمیکل قوانین خود بخود عمل پیرا ہیں جن سے ارتقائی شکل اشیاء پیدا ہوتی ہے۔ یہ تمام عمل میکانکی طریق کار پر انجام پاتا ہے۔ کسی شعوری ہستی کے ارادہ کو اس میں کوئی دخل نہیں"۔

۳۔ مارکسی نظریہ مادیت:۔

"جو انقلاب کبھی انسانی معاشرہ میں آیا اس کا محوری نقطہ اقتصادیات معاشی نظام ہوا۔ انسان کی سچی خوشی و خوشحالی، سکون و راحت، امن و عافیت کا تمامتر مدار معاشی ترقی میں مضمر ہے۔"

۴۔ حب الوطنی اور محدود قومیت کا نظریہ:۔

"علاقائی، نسلی، لسانی، لونی اختلافات پر قوموں کی بناء"

۵۔ "حواس ظاہری کے بجز علم کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اس لئے خدا کی ذات و صفات کے متعلق ہمیں کچھ علم نہیں۔

لذات نفسانیہ کے سوا اور کوئی اعلےٰ مقصد حیات نہیں۔ کوئی انسانی و اخلاقی اور روحانی اقدار قابل تسلیم نہیں نہ ہی انسان کسی مابعد الموت زندگی میں اپنے نیک و بد اعمال کا جواب دہ ہوگا۔

ص ۲ کا

یغرنکم باللہ الغرور۔ (لقمٰن ۳۱ ۳۳) ترجمہ اے

ترجمہ: تمہیں زندگی کی ادنیٰ آورار دھوکہ نہ دے۔ نہ ہی تمہیں دھوکہ دینے والا دھوکہ دے۔

وجعلنکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (الحجرات ۴۹ ۱۳) ترجمہ: یاد رکھو ہم نے تمہیں مختلف طبقات اس لئے بنایا کہ تم میں تعارف ہو۔ عزت کا معیار تو صرف تقویٰ ہے۔

انما الحیوۃ الدنیا لھو ولعب وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد۔۔۔۔۔۔

وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور

دین اسلام کا فاتح جرنیل

اسلامی روحانی دور کا علمبردار

شبیہ حضرت اقدس

ہمہ پرچم بپائے بلند نگویم

ہمہ جلیقہ نشانے کہ بر ہما باشد

عجب مدار اگر خلق سوئے ما بدوند

ہر کجا کہ غنی مے بود گدا باشد

مغرب میں قبول اسلام کی پیشگوئی

ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی

(باقی بر صفحہ ۱۴ کالم ۱)

اسلام کے اقبال اور غلبہ کی پیشگوئی

اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اسکو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کرکے بیدل نہیں ہونا چاہیے کہ اب کیا کریں۔ یقینًا سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئیں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے۔ جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔ میں متعجب ہوں کہ آپ نے کس سے اور کہاں سے سن لیا کہ اور کیونکر سمجھ لیا کہ جو باتیں اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس نے پیدا کی ہیں وہ اسلام پر غالب ہیں۔ حضرت خوب یاد رکھو کہ اس فلسفہ کے پاس تو صرف عقلی استدلال کا ایک ادھورا سا ہتھیار ہے اور اسلام کے پاس یہ بھی کامل طور پر اور دوسرے کئی آسمانی ہتھیار ہیں پھر اسلام کو اس حملے سے کیا خوف (آئینہ کمالات اسلام)

قرآن کریم کی انگریزی تفسیر کی پیشگوئی

سو میری صلاح یہ ہے کہ بجائے ان وعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے ہاں اس قدرت

ص ۲ (الحدید ۵۷۔ آیت ۲۰) ترجمہ: دنیا کی یہ کی یہ ادنیٰ زندگی کھیل تماشہ زیب و زینت باہمی تفاخر اور کثرت اموال و اولاد کے بجز اور کچھ بھی نہیں۔۔۔۔ یقینًا یہ ادنےٰ زندگی دھوکہ کا سامان ہے۔

بیسویں صدی کے تحقیقی انکشافات - از مغربی مفکرین و مصنفین

جدید سائنس و علمی ریسرچ نے انیسویں صدی سائنس کی غلطی تسلیم کر لی
سر جیمز جینز کے اقتباسات

" چالیس پچاس برس کا عرصہ گزرا، ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ ہم نے میکانکی قسم کی حقیقت کو پا لیا۔ کائنات ایسے مجموعہ ایٹم سے بنی ہوئی لگتی تھی کہ جو اتفاقی طور پر اور بلا مقصد حرکت کر کے نظام عالم کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ یہ خیال کر لیا گیا تھا کہ حیات بھی اس میکانکی عالم میں کسی طرح اتفاقیہ وجود میں آ گئی ہے اور یہ بھی آخر کار فنا پذیر ہے۔ آج سائنس کی دنیا میں قریباً اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ حقیقت میکانکی نہیں۔ کائنات بجائے ایک مشین کے ایک ارادہ و تدبر کے ماتحت دکھلائی دے رہی ہے۔ شعور اس مادی دنیا میں محض اتفاق سے نہیں۔ ہم اب یہ شبہ کرنے لگ پڑے ہیں کہ ہمیں اس مادہ کا خالق اور حکمران ماننا پڑے گا۔ شعور سے مراد ہمارے اپنے الگ الگ شعور نہیں بلکہ ایک ایسا شعور مراد ہے جس میں کائنات عالم کے جملہ ایٹم موجود ہیں۔"

" نئے علم نے ہمیں شعور اور مادہ کے پرانے تصورات کو تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یہ باہم متضاد اور مخالف ہیں۔ بلکہ مادہ شعور کی مخلوق ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مادہ بے حقیقت ہے پس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نظام عالم کسی حکمران ہستی کا ثبوت پیش کرتا ہے جو ہمارے شعور کی مانند ہے .... ہم نے یہ بحث کرنے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ سائنس بعض مشکل مسائل پر کہاں تک کچھ کہنے کے قابل ہے جو اغلباً انسانی فہم و سمجھ سے ہمیشہ کے لئے بالاتر ہیں۔ ہمیں بجز دھندلی شعاع کے اور کچھ دیکھنے کا دعوے نہیں۔ شاید یہ روشنی کی اصل شعاع نہ ہو کیونکہ ہمیں اس کے دیکھنے کے لئے بہت مرتبہ مشکل پیش آئی۔ سائنس ہمیشہ اس امر کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے کہ علم کا دریا اکثر مرتبہ پیچھے کی جانب بہنے کو تیار ہے۔"

" یہ سچ ہے کہ اگر ہم انیسویں صدی سائنس کا مادی نظریہ تخلیق کائنات تسلیم کریں تو ہم احمقانہ بات کرنے والے ہوں گے ..... کیونکہ اس کائنات کی بابت یہ تصور قائم کرنا صحیح نظریہ ہوگا کہ یہ خالصتہً شعوری ارادہ کا مظہر ہے۔" (THF MYSTERIOUS UNIVERSE. P. 68)

" لیکن کوئی خیال یا نظریہ کسی شعوری ہستی کے بغیر جس میں وہ موجود ہو قائم نہیں رہ سکتا اس قسم کے استدلال سے برکلے نے یہ اعلان کیا کہ کوئی اعلےٰ ہستی موجود ہے جس میں تمام اشیاء موجود ہیں۔"

" تمام وہ اجسام جن سے مل کر یہ کائنات بنی ہے بجز شعوری ہستی کے کوئی حقیقت نہیں رکھتے موجودہ سائنس مجھے اس نظریہ کی جانب راہنمائی کرتی ہے اگرچہ کسی دوسرے راستہ سے۔"

تخلیق بجائے میکانکی کے شعوری ارادہ کے ماتحت ہوئی ہے
مادہ کے فانی اور حادث ہونے کو سائنس نے مان لیا ہے

" اگر ہم علم ہیئت کے مطابق ستاروں کی عمروں کے ثبوت اور تابکاری شعاعوں کے طاقتی وجود کے ثبوت کو تسلیم کر لیں یعنی یہ کہ مادہ فی الحقیقت فنا ہو سکتا ہے یا دوسرے لفظوں میں تابکاری شعاعوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے تو ایسی تبدیلی کا تسلیم کرنا کائنات میں ایک حقیقت بن جاتا ہے۔ اس سے سائنس کے نزدیک مادہ کا کلیتہً فنا ہو جانا ثابت ہو گیا جس سے مادہ اور شعاعوں کی طاقت کا باہم مرادف ہونا لازم آ گیا۔ پس اس طرح مادہ، حجم اور قوت کا باہم یکساں ہونا اور ان کا ایک ہو جانا مان لیا گیا ہے۔"

موجودہ دور میں صحیح مذہب کی ضرورت اور اسلام کی کامیابی و غلبہ کا اعتراف

(۱) ۱۹۳۸ء میں لارڈ لوتھین مشہور سیاست دان نے علیگڑھ میں کہا :-

" وہ دن ختم ہو گئے ہیں جب مذہب کو صرف ذاتی معاملہ سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ سائنس کا انسان ہر امر یہاں تک کہ صداقت کو بھی آخری نتائج کے معیار پر جانچتا ہے۔ اگر اسے کسی مذہب کی پیروی کی حاجت ہے تو اس کا مطالبہ یہ ہے کہ مذہب اسے اس کے دنیا کے مسائل حل کرنے میں مدد دے ...... مذہب انسان کو یہ واضح کرے کہ جو نئی طاقتیں اسے حاصل ہوئی ہیں۔ ان پر وہ کیسے حکمرانی کر سکتا ہے تا کہ وہ بجائے انسانیت کی تباہی کے اس کے مفید بن سکیں اور کس طرح وہ ناجائز بے روزگاری، نادرا عدم مساوات، استحصال، ظلم و زیادتی اور اسی قسم کے دیگر مصائب جو اس کی خوشی کو برباد کر رہے ہیں پر غالب آ سکتا ہے۔"

(۲) سٹریٹس ٹائمز آف سنگاپور۔ ۱ار جنوری ۱۹۳۸ء پر بین کولیٹر میل۔ آرچ و بشپ آف برسبین (آسٹریلیا)

" دنیا کے واقعات میں انقلابی تبدیلیاں اقوام کو باہم نزدیک کر رہی ہیں۔ بین الاقوامی سیاست میں لوگ مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے نقطہ نگاہ سے واقفیت حاصل کریں۔ مگر یہ امر قابل افسوس ہے کہ مذہبی لوگوں نے ابھی تک اس کی پیروی کرنے کی جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مذہب ایک طاقتور عنصر ہے جس کے ذریعہ سماجی و سیاسی فکر تعمیر ہوتے ہیں اور باہمی کامل موافقت کبھی ممکن نہیں جب تک مختلف مذاہب کے بہت بڑے حصہ کے مفکرین آپس میں گہری موافقت و مفاہمت نہیں کرتے۔

" اس ضمن میں بالخصوص یہ ضروری ہے کہ عیسائی دنیا اسلام کے معتقدات و ارکان دین سے واقفیت حاصل کرے۔"

(۳) پروفیسر ایچ اے آر گب، پروفیسر لندن یونیورسٹی :-

" اسلام اپنی بنیادوں سے انکار کر کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ اسلام ان بنیادوں کے مطابق وسیع مغربی سوسائٹی سے تعلق رکھتا اور اس کا حصہ ہے۔ اسلام مغربی تہذیب کو کامل کرنے والا اور اس کے توازن کو درست کرنے والا ہے کیونکہ دونوں ایک ہی فضا میں سانس لیتے اور ایک چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ تاریخ کے وسیع مفہوم میں جو کچھ اس وقت یورپ اور اسلام میں پیش آ رہا ہے وہ مغربی تہذیب کا دوبارہ امتزاج ہے .... اقتصادی، ثقافتی ارتقاء کے لئے اسلام کو مغربی سوسائٹی کے تعاون کی ضرورت ہے، مگر دوسری طرف یورپ کو اپنے ثقافتی اور روحانی نشو و نما کے لئے اسلامک سوسائٹی سے امداد و تعاون حاصل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں .... مغربی دنیا کی انتہائی تضادوں کے درمیان اسلام ایک توازن قائم کرتا ہے۔ یہ دین ایک طرف تو یورپ کے قومی نقطہ نگاہ اور دوسری طرف روس کی آمریت کے برخلاف ہے۔ جس طرح موجودہ یورپ اور موجودہ روس دونوں اقتصادی جنون میں مبتلا ہیں، اسلام نے اس طرح مادیت کو سجدہ نہیں کیا۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے بین بین اسلام نے ایک درمیانی راہ اختیار کی ہے۔

" مگر انسانیت کی خدمت کے لئے اسلام کے لئے ایک اور موقعہ بھی میسر ہے یہ دین یورپ کی نسبت مشرق سے زیادہ قریب ہے کیونکہ اس میں نسلی مفاہمت اور امداد کی ایسی شاندار روایات موجود ہیں جو کسی دوسرے معاشرہ کا ریکارڈ نہیں کہ اس نے کامیابی کے ساتھ اس قدر کثیر اور اتنی اقسام کی نسلِ انسان میں ایسا اتفاق و اتحاد پیدا کیا ہو کہ جس نے مقام و موقعہ اور سعی و جہد میں ایسی مساوات قائم کر دکھائی ہو جیسی اسلام نے افریقہ، ہند اور انڈونیشیا کی بڑی مسلم قومیتیں، چین اور جاپان کی چھوٹی مسلم جماعتوں سے ظاہر ہے کہ اسلام ابھی بھی نسل و روایات کے رنگ کے ناممکن المفاہمتی عناصر کو اسلام کے ذریعہ متفق و یک رنگ کیا جانا ممکن ہے۔"
پس اگر مشرقی مغربی اقوام کی باہمی مخالفت کو تعاون میں بدلنا منظور ہو تو اس کے

لئے اسلام کی مداخلت ناگزیر ہے۔ یورپ جن مسائل سے مشرق کے ساتھ دوچار ہے بہت حد تک ان کا حل اسلام ہی میں مل سکتا ہے۔ اگر ان دونوں میں اتحاد پیدا ہو جائے تو امن وصلح کے لئے بہت بڑا موقعہ میسر آسکتا ہے۔" لیکن اگر یورپ اسلام کی امداد سے انکار کرے تو اس کا نتیجہ تباہ کن ہوگا۔"

"مسلمانوں کے مابین ایک عجیب اتحاد و استحکام پایا جاتا ہے جس کے باعث "عالم اسلام" کا لقب ان پر صادق آتا ہے۔" (ذویمر)

"اسلام نے ایک روحانی اخوت پیدا کی ہے جو تمام قسم کی طبقاتی، نسلی اور لونی رکاوٹوں ومشکلات پر غالب آجاتی ہے۔" (گبن)

اسلامی نظریہ میں انصاف کا شعور ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ کیونکہ جیسے میں نے قرآن کے مطالعہ سے معلوم کیا ہے یہ اصولِ حیات نہ صرف نظریاتی و صوفیانی نقطہ نگاہ سے بلکہ روزمرہ کی عملی زندگی کے لئے کل عالم کے لئے مستحکم ہدایت کا کام دے سکتا ہے۔" (مسز نیڈو)

"اسلام عالمگیر ہے کیونکہ یہودیت کی مانند یہ کسی ایک نسل تک محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ عمل کل عالم پر محیط ہے .... مذہب کا بنیادی اعتقاد توحید اسلام کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ اس نے رہبانیت کی فراریت کی بجائے انسان کو ایک مجاہدانہ عزم عنایت کیا۔ اس نے غلامی کو آزادی اور انسانیت کو اخوت عطا کی اور فطرتِ انسانیہ کے بنیادی حقوق تسلیم کئے۔" (ریونڈ ٹیلر)

"اپنی وفات سے ایک سال قبل دس ہجری میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر محمدؐ نے آخری حج کیا۔ آپ نے اپنے لوگوں کو خطاب کیا۔ قارئین کے نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ اس خطاب کے پہلے پیرے سے اسلام کے پیرؤوں کے درمیان ہر قسم کے قتل و خونریزی اور لوٹ کھسوٹ کو ختم کر دیا گیا ہے اور اس کے آخری پیرے سے ایک سیاہ فام حبشی خلیفہ کے مساوی ہو جاتا ہے۔ ان سے وسیع القلبی کی روح پھونکی گئی ہے اور یہ انسان کے لئے ممکن العمل ہیں۔ ان کے ذریعہ ایک معاشرہ وجود میں آیا جو ظلم اور معاشی استحصال سے ایسا پاک تھا کہ دنیا میں ایسا کوئی معاشرہ پیدا نہیں ہوا۔" (ایچ۔ جی۔ ویلز)

"مسلمانوں میں سے نسلی شعور کو مٹانا اسلام کا ایک شاندار کارنامہ ہے موجودہ زمانہ میں جیسے کہ حالات سے ظاہر ہے اس اسلامی وصف کی اشاعت وتبلیغ وقت کی اشد ترین ضرورت ہے۔" (اے جی تیان بی)

"فریضہ حج کے علاوہ مسلمانوں کو جو چیز ان کی باہمی اخوت کی یاد تازہ کراتی ہے وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا فریضہ ہے۔ اس کا اظہار خاص طور پر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی نومسلم بلاتمیز نسل و رنگ یا سابقہ امتیازات کے اسلام میں داخل ہوتا ہے تو مومنوں میں ایسی محبت وشفقت اور مساوات سے اسے قبول کر لیا جاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے شخص کے ساتھ برابری کے سلوک کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔"
(ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ۔ پریچنگ آف اسلام)

مغرب میں اسلام کی پیشگوئی ——— (بسلسلہ صفحہ ۱۲)

جو قدیم سے ظلمت دکفر وضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منوّر کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔ درحقیقت آج تک مغربی ملکوں کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے گویا خدا تعالےٰ نے دین کی عقل تمام ایشیا کو دے دی اور دنیا کی عقل تمام یورپ کو اور امریکہ کو، نبیوں کا سلسلہ بھی اوّل سے آخر تک ایشیا کے ہی حصہ میں رہا اور ولایت کے کمالات بھی انہی لوگوں کو ملے۔ اب خدا تعالےٰ ان لوگوں پر نظرِ رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔" (ازالہ اوہام)

(بقیہ مقالہ از صفحہ ۲)

قناۃ ثانیہ اسلامیہ کے لانے میں ممد و معاون بنے۔

دعویٰ نبوت اور دیگر تکفیریں کے الزامات آپؑ پر بہتان وافتراء ہیں

اس وقت حضرت اقدسؑ مرزا صاحبؑ کے برخلاف مخالفت کا طوفان بپا ہے آپؑ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے آپ کو اور آپؑ کی جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جا رہا ہے۔ آپ کو ختم نبوت کا منکر اور تکفیر وتفرقہ کلمہ گویان کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے، حالانکہ آپ کی سینکڑوں تحریریں نہایت وضاحت وصراحت سے ان الزامات کی تردید کر رہی ہیں۔ ان الزامات کو خود حضرت اقدسؑ اپنے اوپر افتراء قرار دیتے ہیں، دعویٰ نبوت کرنے والے کو مفتری، لعنتی اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں آپ کی اس قسم کی تحریرات اس اخبار میں گذشتہ ساٹھ سال سے شائع کی جا رہی ہیں۔ اس اخبار کے ہر پرچے کی پیشانی پر حضرت اقدسؑ کے اشعار نقل کئے جاتے ہیں، مثلاً:

> ہست او خیر الرسل خیر الانام
> ہر نبوت را برو شد اختتام
> ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
> لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
> من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
> ہاں ملہم استم وزِ خداوند منذرم

حضرت مرزا صاحبؑ تو ختم نبوت اور وحدتِ مسلمانان کے عقائد کو منوانے کے لئے آئے تھے، آپؑ کا مقصد مسلمانوں کی اصلاح بالخصوص بنیادی عقائد اسلام میں بجا لانا تھا، تو پھر آپ خود ہی ان اصولوں کے برخلاف کیسے تعلیم دے سکتے تھے؟ آپؑ کے تمام عقائد عین قرآن وسنت کے مطابق اور تمام مقاصد صرف دینِ اسلام کے احیاء وترویجِ علوم قرآنیہ اور نبوتِ حضرت خیر الانام کی صداقت ثابت کرنے کی غرض سے تھے چنانچہ آپ اپنی پوزیشن اسلام میں بطور خادمِ دین بار بار بیان فرماتے ہیں، جیسے ذیل کی تحریر سے عیاں ہے:—

"اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں۔ تو ہمارا سب کاروبار عبث، مردود اور قابلِ مواخذہ ہے"
(خط حضرت مسیح موعودؑ۔ اخبار الحکم ۲۹ جلد نمبر ۳)

البتہ یہ امر افسوسناک ہے کہ آپ کے بعض ماننے والوں نے از راہ غلو آپ کی جانب غلط اعتقادات منسوب کر لئے ہیں اور وہی الزامات جو آپؑ کے مخالفین آپؑ پر لگاتے تھے۔ انہیں کو خود صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے لیکن اہلِ فہم وذکر اصحاب کے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے کہ آخر آپؑ سے منسوب ہونے والی دوسری جماعتِ احمدیہ لاہور بھی تو موجود ہے جو آپ ہی کے فرمودات کے مطابق عین صحیح اسلامی معتقدات کی قائل اور اشاعتِ اسلام وترویجِ علوم قرآن کی حامل ہے۔ اہلِ تحقیق پر لازم ہے کہ نہ صرف دونو احمدیہ جماعتوں میں تمیز وتفریق پیدا کریں بلکہ یہ بھی کہ ان میں سے کونسی جماعت حضرت اقدسؑ کے صحیح مسلک پر قائم ہے اور کونسی احمدیہ جماعت بانیٔ سلسلہؑ کی تعلیم وعقائد کو بدل چکی ہے؟ (ا۔ پ)

مغرب سے برادرانِ طریقت کی آمد پر

ہجومِ نکہت و بُو ہے وطن کے لالہ زاروں پر
تبسم رقص فرما ہے گلوں پر، سبزہ زاروں پر

لباسِ شبنمی پہنے ہوئے صحنِ گلستاں میں
نسیمِ صبح نے چھیڑا ہے نغمہ شاخساروں پر

سحر کے نُور سے بھاگے شبِ تاریک کے سائے
مچلتی پھر رہی ہے روشنی رنگیں نظاروں پر

ردائے نیلگوں پہنی فلک کے ماہ پاروں نے
مسرت سے جھکی جاتی ہیں شاخیں آبشاروں پر

یہ کن کی آمد آمد کا ہے چرچا اہلِ گُلشن میں
یہ کن کی دِلرُبائی کی خبر پہنچی ستاروں پر

یہ کن کی یاد دل میں لے رہی ہے چٹکیاں ہمدم
مسرت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں حق شعاروں پر

یہ کن کی دید کے طالب ہوئے پیر و جوانِ مُسلم
یہ کن کے شوق سے آنکھیں اُٹھی ہیں رہگذاروں پر

بحمداللہ! دیارِ غرب سے مہمان آئے ہیں
غُلامانِ محمدؐ، صاحبِ ایمان آئے ہیں

یہ مہمانانِ ملت، ہمت و ایثار کے پیکر
ثبات و عزم و استقلال کے، کِردار کے پیکر

خلوص و مہر و اُلفت، حُسنِ سیرت کے گُلِ رعنا
مروّت، سر فروشی، سُنتِ ابرار کے پیکر

رہِ صدق و صفا، صبر و رضا کے خارزاروں میں
مصافِ زندگی میں تیغِ جوھر دار کے پیکر

"طُلوعِ شمس من مغرب" کی ہیں یہ زندہ تصویریں
چراغِ غلبۂ اِسلام کے انوار کے پیکر

تمنا ہے کہ دِیں کی سربلندی ہو زمانے میں
لُٹاتے مال و زر ہیں ابرِ گوہر بار کے پیکر

کسے شک ہو بھلا اَب غلبۂ دِین کی بشارت میں
ہیں ہم میں جلوہ فرما دِین کے اظہار کے پیکر

ترانے حمد کے گاؤ! نہالانِ مسیحا اَب
جہاں میں بن گئے اشجارِ سایہ دار کے پیکر

امارت دو جہاں کی ہاتھ آجاتی ہے پل بھر میں
جو بن جاؤ رسولؐ اللہ کے انصار کے پیکر

مگر یہ دولتِ کونین مال و جاں کی طالب ہے — مقدم جو کرے دُنیا پہ دِین کو بس وہ غالب ہے

کرو ہمت عزیزو! گلشنِ دِیں میں بہار آئے ❊ نگارِ ملتِ بیضا کے چہرے پر نکھار آئے
فدا ہو جاؤ گر تم شوکتِ اِسلام کی خاطر ❊ سرِ محشر نبیؐ کے جانثاروں میں شمار آئے
سراپا عزم بن جاؤ جو تم، پھر درگہِ حق سے ❊ خُدا کی فتح و نصرت بے حساب و بیشمار آئے
تمہارے خُون میں جوشاں اگر ہو دِین کی غیرت ❊ نچھاور تم پہ عزت ہو، شکوہ اُترے وقار آئے
رہِ اسلام میں گر مال و دولت کو کرو قُرباں ❊ تعجب کیا جو نصُرت کو تمہاری کِردگار آئے
فِدا کر اس سے پہلے راہِ حق میں عُمرِ دو روزہ ❊ کہ پیغامِ رحیلِ ہستئ ناپائدار آئے
تتبع کر نبیؐ کے عاشقوں کی جانثاری کا ❊ کہ دِیں کی نصُرتوں کے ساتھ عزّ و افتخار آئے
زہے قسمت، تجھے مِلتا ہے نصُرت کا اجر ورنہ ❊ مقدر ہے کہ پھر دِیں کے چمن میں برگ و بار آئے
مرے آئینۂ دل میں مشیت حق کی ہے رقصاں ❊ جہاں میں عہدِ مسعودِ شہِ ذی الاقتدار آئے
خُداوندا کرم کر حامیٔ دینِ محمدؐ پر ❊ سکونِ قلب دے اس کو جو کوئی بیقرار آئے

مرے مولا! عطا کر اس کو دائم راحت و عشرت
تری تائید اور رحمت قطار اندر قطار آئے

سنہ ۱۹۶۴ء سے سنہ ۱۹۷۳ء تک چند یادیں

جب میں انجمن کے دفتر میں بطور جائنٹ سیکرٹری کام کر رہا تھا اس وقت باہر کے ملکوں سے اکثر خط و کتابت رہتی تھی۔ ان ملکوں میں سرینام۔ گیانا اور ٹرنی ڈاڈ کے احباب سے خصوصیت سے رابطہ قائم تھا۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں مجھے تبلیغ کے لئے انگلستان جانے کا موقعہ مل گیا وہاں ووکنگ مسجد میں گیانا اور ٹرینڈاڈ کے دوست کبھی کبھی آتے تھے۔ سرینام کے دوست انگلستان کا رُخ کم ہی کرتے تھے وہ زیادہ تر ہالینڈ جایا کرتے تھے۔ ان دوستوں سے ذاتی تعلق ہالینڈ میں قیام کے وقت پیدا ہوا۔ بعض اوقات ان لوگوں سے بھی ملاقات ہو جاتی جن سے کسی زمانے میں خط و کتابت ہوا کرتی تھی۔ ان سے مل کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پرانے بچھڑے ہوئے دوست مل گئے ہوں۔

یہ کوئی سنہ ۱۹۶۳ء کا ذکر ہوگا۔ میں پاکستان ہائی کمشنر کے طلباء کے ہوسٹل میں جمعہ پڑھا کر فارغ ہوا تو ایک صاحب آئے اور کہنے لگے آپ چند ماہ کے لئے ٹرینڈاڈ کے دورہ پر تشریف لائیں۔ ان صاحب کا نام عزیز احمد تھا اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی تھیں۔ میں نے انہیں اتوار کو ووکنگ آنے کی دعوت دی۔ بس اسی اتوار ٹرنی ڈاڈ جانے کا تین ماہ کا پروگرام بن گیا لیکن حالات کچھ ایسے ہو گئے کہ اس سال موقعہ پیدا نہ ہوا۔ اور جب یہ خبر ٹرنی ڈاڈ میں مشہور ہوئی تو وہاں سے بعض لوگوں نے مجھے آ کر منع کیا کہ اس دورہ پر نہ جاؤں، یا کم از کم ٹرنی ڈاڈ مسلم لیگ کی دعوت قبول کروں بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ ہمارے مخالفین میں سے تھے۔

اپریل سنہ ۱۹۶۴ء میں مولوی عبدالمجید صاحب کے مشورہ سے میں نے تین ماہ کے لئے ووکنگ سے غیر حاضر رہنے کا پروگرام بنا لیا۔ جناب الحاج عزیز احمد صاحب نے فوراً ٹکٹ بھجوا دیا۔ راستہ میں ایک ہفتہ کے لئے نیویارک ٹھہر گیا۔ یہ ایام جناب میاں غلام عباس صاحب کے پاس گذرے۔

نیویارک سے جہاز روانہ ہو کر کوئی چار پانچ بجے کے قریب پورٹ آف سپین کے ہوائی اڈے پر اترا۔ جناب عزیز احمد صاحب چند دوستوں کے ہمراہ ہوائی جہاز تک آئے ہوئے تھے۔ وہاں سے وہ وی آئی پی۔ روم میں لے گئے جہاں اخبار کے نمائندے بھی جمع تھے۔ انہوں نے تصاویر لیں اور کچھ سوالات پوچھے باہر نکلے تو ایک جم غفیر کو استقبال کے سامنے کھڑا دیکھا۔ عزیز احمد صاحب فرمانے لگے ان کے لئے کچھ تقریر کر دوں، میں تھکا ہوا تھا کہیں آرام سے بیٹھنے کا متمنی تھا۔ اور اس ہجوم میں اپنی کمزور آواز سے اتنے بڑے مجمع کو کیسے مخاطب کرتا۔ بہرحال تعمیل ارشاد میں کچھ باتیں کیں۔ ان میں اس حقیقت کا بھی اظہار کیا کہ عیسائیت مغربی دنیا کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اخبار والوں نے میرے اس فقرے کو پہلے صفحے پر سہ کالمی سُرخی سے شائع کر دیا جسے بعد میں ہمارے مخالفین نے ہوا دے کر یہ رنگ دے دیا کہ اس بات سے دو قوموں میں منافرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور خفیہ طور پر ان کی یہ کوشش رہی کہ مجھے حکومت ملک سے باہر نکال دے۔

ہوائی اڈے سے جناح میموریل مسجد (سینٹ جوزف) پہنچے۔ (یہ مسجد مولوی امیر علی صاحب مرحوم کی کوششوں سے تیار ہوئی تھی) وہاں خواتین و رجال جمع تھے نماز پڑھ کر تھوڑے عرصہ کے لئے ان سے خطاب کیا۔ مسز رفیق نے (جو اب مرحوم ہوگئی ہیں) پُر تکلف کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر جناب عزیز احمد صاحب مجھے اپنے گھر لے آئے جو سان فرنانڈو کے نواحی علاقہ میں واقع تھا۔

یہ میری ٹرنی ڈاڈ کی پہلی آمد تھی اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ دو سال بعد تین ماہ کی بجائے مجھے تین سال کے لئے وہاں جانا پڑے گا۔

ایک دو روز دوست و احباب ملنے کے لئے آتے رہے۔ پھر باقاعدہ لیکچروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ پہلا پبلک لیکچر جناح مسجد ہال میں ہوا۔ مخالف و موافق سب ہی کھنچے چلے آئے۔ میرا انداز تقریر سیدھا سادا سا ہے۔ وہ لوگ بلند آواز مقررین کے سننے کے عادی تھے۔ بعض لوگ بعد میں کہنے لگے "نو فائر نو فائر" یعنی تقریر میں کچھ آگ سی گرمی نہیں۔ میں ان کی خاطر گرمی کہاں سے لاتا۔ وہ مجھے کسی اور روپ میں دیکھنا چاہتے تھے جو کچھ میں تھا اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ دو تین تقریریں مزید ہوئیں تو انہوں نے اپنی توقعات کی بلندیوں سے اتر کر زمینی سطح پر میری باتیں سننا شروع کیں اور انہیں میرے پیغام سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ ہر تقریر کے بعد تحریری سوالات بھیجے جاتے (تحریری اس لئے کہ اگر زبانی سوالات کی اجازت دی جاتی تو بعض لوگ تقریریں شروع کر دیتے۔) اور ہر جلسہ میں ان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا۔

ایک ایسا بھی وقت آ گیا کہ لوگ گھر سے ہی سوالات لکھ کر لانے لگے۔ ٹائپ کئے ہوئے سوالات تو گھر سے تیار کر کے ہی لائے گئے ہوں گے۔ تقریر سے زیادہ لوگوں کو ان سوالات کے جواب سننے سے دلچسپی ہونے لگی۔ ایک جلسہ میں چند پادری بھی شریک تھے۔ ان کی طرف سے اعتراضات موصول ہوئے۔

- قرآن کریم کی رُو سے خدا انسان کو گناہ کے لئے مجبور کرتا ہے؟
- اسلام میں عورت کا کوئی مقام نہیں؟

میں نے اصولی جواب دینے سے پہلے عیسائی معتقدات کی رُو سے ان اُمور پر روشنی ڈالی۔ بائبل کے حوالہ جات سے واضح کیا کہ جن امور پر وہ معترض ہیں خود انہی اعتراضات کے نیچے آتے ہیں۔ خدا موسےٰ کو حکم دیتا ہے کہ فرعون کے پاس جاؤ لیکن وہ تمہاری بات نہیں مانے گا کیونکہ... خدا نے اس کا دِل سخت کر دیا ہے۔ اور عورت کو تو عیسائی اس دنیا میں گناہ اور موت کا لانے والا سمجھتے ہیں۔ بائبل سے اور بھی حوالہ جات دے کر ان امور کو واضح کیا۔ بعد میں اسلامی نقطہ نگاہ پیش کیا۔

جلسہ کے بعد ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے میں نے عیسائی سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پائی ہے۔ لیکن آج پہلی بار مجھے اسلام کی عظمت کا احساس ہوا ہے۔

دو ماہ بس آنکھ جھپکتے میں گذر گئے مسلسل کام کرنے اور ادھر ادھر سفر کرنے سے میری طبیعت خراب رہنے لگی۔ بہرحال میں خدا کا شکر ادا کرتا تھا کہ نصف سے زیادہ پروگرام پورا ہو چکا ہے اور سرینام اور گیانا والوں کا اصرار تھا کہ میں چند روز کے لئے ادھر بھی جاؤں۔ گیانا میں فسادات ہو رہے تھے۔ اگر وہاں جاتا بھی تو محض کسی گھر میں چھپ کر بیٹھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیا اس کی بجائے سرینام چلا گیا۔

سرینام میں دو ہفتے کا قیام

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب جو ان دنوں باہر گئے ہوئے تھے۔ جناب محمد رابعہ صاحب نے کمال مہربانی سے اپنے ہاں مہمان رکھا اور مختلف مقامات پر تقریروں اور جلسوں کا انتظام کیا۔ سرینام کے ایک صوبہ نکیری میں بذریعہ ہوائی جہاز گئے۔ وہاں ہماری جماعت کے مخلص رُکن محمد یٰسین صاحب نے استقبال کیا۔ مچھروں کی کثرت نے وہاں دو دن قیام دوبھر کر دیا۔ اتنے بڑے بڑے مچھر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ کپڑوں کے اُوپر سے کاٹتے تھے۔ مقامی لوگ ہنڈیا کو رسّی سے لٹکا کر اس میں دھونی لئے ساتھ رکھتے تھے۔ کہیں جلسہ ہوتا تو وہاں ساتھ ہی دھوئیں کے انتظام کر دیتے تاکہ مچھر اور دوسرے مکوڑے قریب نہ آئیں۔ وہاں کے بچوں کو دیکھا تو ان کے ٹانگوں بازوؤں اور منہ پر مچھر بیٹھے رہتے تھے اور وہ بے تکلف کھیلتے کُودتے رہتے تھے۔ انسان جس ماحول میں بھی رہے اس کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔

واپسی پر پارا ماریبو (جو سرینام کا دارالخلافہ ہے) ایک اور پبلک جلسہ کا انتظام ہوا اور مجھے وہاں کے دوستوں سے رخصت ہو کر واپس ٹرنی ڈاڈ آنا پڑا۔ سرینام میں احمدی دوستوں کی کثیر تعداد دیکھ کر خوشی ہوئی۔ بس تنظیم کی کمی تھی۔

ٹرنی ڈاڈ میں جماعت کی باقاعدہ تشکیل

ٹرنی ڈاڈ میں واپسی پر مجھے زیادہ مصروف رہنا پڑا۔ چند الوداعی اجتماعات تھے جن میں شرکت کرنا تھی۔ روانگی سے ایک روز قبل جناب عزیز احمد صاحب کی قیام گاہ پر کوئی دس بارہ دوست جمع ہوئے۔ ان میں مولوی امیر علی صاحب مرحوم بھی شامل تھے۔ اس مجلس میں احمدیہ جماعت کے باقاعدہ قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ حاضرین میں سے نو یا دس دوستوں نے جماعت میں شمولیت کا اعلان کیا اور اس طرح ٹرنی ڈاڈ میں جماعت کی باقاعدہ تشکیل کا آغاز کیا گیا۔

میرا یہ دورہ خلافِ توقع کامیاب ثابت ہوا۔ مخالفین نے ہمارے خلاف اشتہارات تقسیم کئے۔ مضامین چھپوائے فتوے لگائے لیکن احمدیت کا جو پودا لگ چکا تھا۔ اس کی نشوونما میں وہ کوئی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔

ٹرنی ڈاڈ کو دوبارہ روانگی

الحاج حضرت میاں محمد صاحب کی خواہش تھی کہ ویسٹ انڈیز میں جو کام شروع ہو چکا ہے اسے جاری رکھا جائے ان دوستوں کا تقاضا تھا کہ وہاں فوری طور پر ایک مبلغ بھیجا جائے سوچ و بچار کرتے دو سال گذر گئے۔ آخر پھر قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند، ۱۹۶۷ء میں مجھے دوبارہ ٹرنی ڈاڈ کے لئے روانہ ہونا پڑا۔ میں نے اپنے بڑے لڑکے بشارت احمد کو ساتھ رکھا باقی فیملی کو ووکنگ چھوڑا۔ وہ سال بھر کے بعد مجھ سے آملی۔

اس دفعہ ٹرنی ڈاڈ پہنچکر تبلیغ کے کام کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا اور اس کے لئے مختلف کمیٹیاں بنائیں۔ خدا کے فضل سے ہمیں سرگرم کارکن مل گئے جن کے تعاون سے سلسلہ کی ترقی کی رفتار تیز ہو گئی اور جن لوگوں کو مذہب سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی وہ بھی ہمارے معاون بن گئے۔ سارے کام کو ذیل کی شاخوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ تقریروں اور جلسوں کا انتظام

ابتدائی چند مہینوں میں یہ پروگرام اچھا چلتا رہا لیکن بعد میں لوگوں کی دلچسپی اس سے کم ہو گئی.... اس لئے ایسے جلسوں کی تعداد کم کر دی گئی۔

۲۔ قرآن پڑھانے کی کلاسیں

مختلف شہروں میں قائم کی گئیں اور یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہا اور اس کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے۔

۳۔ اردو پڑھانے کی کلاسیں

وقت اور طلباء کی کمی سے یہ کام ابتداء ہی میں ختم کرنا پڑا۔

۴۔ امامت کورس

یہ خاص کورس مسجدوں کے پیش اماموں کی تعلیم کے لئے تیار کیا گیا۔ نئے اماموں کو تیار کرنے اور انہیں ضروری مسائل سے روشناس کرانے کے لئے ٹائپ شدہ اسباق تیار کئے گئے، اس کے نتیجے میں قریباً بیس احباب نے امتحان دے کر اس کورس میں کامیابی حاصل کی۔ اپنی افادیت کے لحاظ سے اس کورس کا اجراء بہت مفید ثابت ہوا۔

مذاہب کے تقابلی مطالعہ کا کورس

اس سلسلہ میں چند ماہ تک سان فرنانڈو سے قریب ایک مقام گاسپاری لو میں کلاسیں منعقد کی گئیں۔ اس میں بھی ہر لیکچر کا خلاصہ ٹائپ شدہ صفحات کی صورت میں طلباء اور حاضرین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۶۔ تاریخ اسلام کی کلاسیں

چند ماہ تک سان فرنانڈو کی مسجد میں یہ کلاسیں جاری رہیں۔

۷۔ انٹر فیتھ جلسے

ان پبلک جلسوں میں ہندو، عیسائی سکھ، مسلمان سب شریک ہوتے تھے۔ یہ جلسے بہت کامیاب رہے اور مختلف مذاہب والوں کو ٹرنی ڈاڈ کی تاریخ میں پہلی بار ایک دوسرے کے خیالات کو سننے کا موقع ملا۔

۸۔ جونیئر انٹر فیتھ جلسے

ان جلسوں میں اپنی جماعت کے نوجوان دوستوں کو موقع دیا گیا کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرف سے بھی نوجوان مقررین بھیجے جاتے تھے۔ یہ تجربہ بھی بہت کامیاب رہا۔

یہاں یہ کہنا بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس تحریک نے ٹرنی ڈاڈ میں ایک طرح سے جڑھ پکڑ لی ہے اور اب انٹر ریلیجس آرگنائزیشن (I-R-O) کے نام سے حکومت کی سرپرستی میں یہ کام جاری ہے۔

۹۔ اماموں کے تبادلے کے انتظامات

جن لوگوں نے امامت کورس پاس کر لیا ان کی مزید ٹریننگ کے لئے انہیں مختلف مساجد میں ہر جمعہ کو بھیجا جانے لگا۔ ایک علاقہ کے پیش امام اپنی مسجد چھوڑ کر دوسرے علاقہ کی مسجد میں نماز پڑھانے لگے اور دوسری مسجد کے پیش امام ان کی مسجد میں یہ فریضہ انجام دیتے اس طرح جماعتوں میں اخوت و مودت کے جذبات مستحکم ہو گئے۔

۱۰۔ میلاد النبی صلعم کے جلسے

عام طور پر ٹرنی ڈاڈ میں ایک دن میں تمام جماعتوں میں میلاد النبیؐ اور معراج النبیؐ کے جلسے منعقد ہوتے تھے۔ اور مضمون بھی ایک ہی قسم کا ہر سال بیان کیا جاتا تھا۔ ہم نے ان مواقع سے پورا فائدہ اٹھانے کی غرض سے ایک دن کی بجائے پروگرام کو دو ہفتوں کے لئے پھیلا دیا ان دنوں میں مختلف جماعتوں میں جلسوں کا انتظام کیا۔ مختلف موضوعات منتخب کئے جاتے۔ اس طرح سے بیس پچیس مقررین کی فہرست شائع کی جاتی جو ان جلسوں میں حصہ لیتے۔ ہر جماعت حاضرین جلسہ کی تواضع کا حسب حیثیت انتظام کرتی۔ ان دو ہفتوں کے دوران جماعت کے مرد و خواتین مختلف شہروں کی جماعتوں کے جلسوں میں شریک ہوتے اور جب یہ آنے جانے کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو پھر اس وقت کا انتظار کرتے کہ کب یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہو۔

۱۱۔ نغماتِ اسلام کی اشاعت

جماعت کے نوعمر ممبروں کو مصروف رکھنے کے لئے نغماتِ اسلام کی اشاعت نے بہت فائدہ پہنچایا۔ اس کتاب میں چند نظمیں حضرت اقدسؑ کی بھی شامل ہیں۔ دوسری نغماتِ احمدیت بھی ان دوستوں تک پہنچ چکی ہے جس میں تمام نظمیں حضرت صاحب کی ہیں

۱۲۔ ریڈیو پروگرام

عید میلاد النبیؐ کے موقع پر ہمارے دوست ریڈیو پروگرام نشر کرتے ہیں اور بعض اوقات انہیں حکومت کی طرف سے بھی کچھ وقت مل جاتا ہے۔ اور اس طرح کبھی کبھی ٹیلی ویژن پر بھی ہمارے دوستوں کو کچھ کہنے یا پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ (گیانا میں تو باقاعدہ ہر پندرہ دن کے بعد ہماری جماعت کے دوست تقریر کرتے ہیں۔)

۱۳۔ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات

مخالفین کی طرف سے ہمارے خلاف جو لٹریچر شائع کیا جاتا تھا یا اعتراضات کئے جاتے تھے ان کے جواب کے لئے سائکلو سٹائل پر شائع شدہ اشتہارات تقسیم کئے جاتے۔

۱۴۔ علمی مشاغل

ان امور سے جو فارغ وقت بچتا اسے میں نے اپنے علمی مشاغل کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اسی دوران میں الفاظ قرآن کی انگریزی میں ڈکشنری کا آغاز ہوا، کام کا ایک حصہ ٹرنی ڈاڈ میں پورا ہو گیا تھا۔ ووکنگ آکر اس کے پہلے مسودے کو مکمل کرنے کی توفیق نصیب ہوئی اور مخالفین کی دیگر کتب کا تنقیدی جائزہ لینے کا بھی موقع ملا۔

۱۵۔ ایک اور کام جس پر عملدرآمد نہیں ہو سکا

ایک کام جس کا پروگرام بنا کر دے آیا تھا لیکن اس پر عمل درآمد اب تک نہیں ہو سکا اس کا بھی ذکر کر دیا جائے تو مناسب ہوگا۔ میری تجویز تھی کہ ٹرنی ڈاڈ کی تمام جماعتیں سال بھر کا پروگرام بنائیں۔ ہر پندرہ دن کے بعد ان کی ایک میٹنگ ہو جس میں وہ مختلف موضوعات پر تقاریر کا انتظام کریں۔ ان جلسوں میں ہر قسم کے اسلامی موضوعات زیر بحث لائے جائیں۔ ان کی فہرست بھی ان کو بھجوا دی تھی۔ اسی طرح مسائل سلسلہ احمدیہ کے لئے جماعتوں میں سٹڈی سرکل قائم کئے جائیں۔ مختلف موضوعات پر پرچے لکھے جائیں اور انہیں سنایا جائے اور ان پر بحث کی جائے۔

۱۶۔ میرے آنے کے بعد

نوجوانوں کی علیحدہ تنظیم قائم ہوئی اور احمدی خواتین کی بھی علیحدہ تنظیم کا خیال پیدا ہوا تھا۔

میں نے ان تمام امور کا اختصار کے ساتھ اس لئے ذکر کر دیا ہے تاکہ شاید اس طرح سے ہمارے نئے مبلغین کو رہنمائی مل جائے کہ غیر ممالک میں جا کر کس طرح تبلیغ کا کام انجام دینا چاہیئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیں بعینہ اسی پروگرام پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس سے بہتر پروگرام بھی بن سکتے ہیں۔ بہر حال کام کے لئے اگر ایک پلان بنا لیا جائے تو اس سے بہتر نتائج پیدا ہوتے ہیں، ورنہ صرف ادھر ادھر کے کاموں پر بغیر پلان وقت صرف کرتے رہنا اس مسافر کے سفر کے مشابہ ہوتا ہے جو کبھی دس قدم ایک سمت کی طرف چلتا ہے اور پھر دس قدم دوسری سمت چلتا ہے، اور باوجود محنت و مشقت کے اپنی منزل تک نہ پہنچ سکے۔ دوسری بات یہ مدِ نظر رکھنی چاہیئے کہ تبلیغ کے کام میں ہر جگہ کامیابی بھی نہیں ہوتی۔ اس سے بد دل نہیں ہونا چاہیئے اور نہ ہی اپنی رپورٹوں میں یہ تاثر دینا چاہیئے کہ بس تبلیغ کے میدان میں قلعے پر قلعے فتح ہو رہے ہیں۔ جب انبیاء کرام اور اولیائے عظام بھی اپنی تبلیغی مساعی میں برسوں ناکامی کا منہ دیکھتے رہے تو عام مبلغین سے یہ توقع رکھنا کہ وہ جس جگہ پہنچیں وہاں فتح و کامرانی ان کے قدم چومے گی بے فائدہ ہے۔ بلکہ اس قسم کا فکری انداز ہی غلط ہے۔ انسان کو بس کوشش کرتے رہنا چاہیئے اور نتیجہ خدا تعالےٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

. . . .

۱۷۔ ٹرینی ڈاڈ میں تبلیغی کام کی وسعت

کے پیشِ نظر تبلیغی مساعی کو صرف اس ملک تک محدود رکھنا درست نہیں اس غرض کے لئے بعض جلسوں کا اہتمام قریبی جزائر میں بھی کیا گیا۔ پہلی بار ٹوبیگو ہوائی جہاز لے کر گئے۔ چند ماہ بعد گرے نیڈا کی طرف رُخ کیا۔ اس طرح بعض دوستوں کو جو ٹرینی ڈاڈ سے ساری عمر باہر نہیں گئے تھے ان علاقوں میں بھی جانے کا موقع ملا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہیمسفیئر کا قیام

جیسا کہ میں قبل ازیں ذکر کر چکا ہوں ہمارا قیام ٹرینی ڈاڈ میں تین سال رہا اس عرصہ میں گیانا کے احمدی دوستوں نے سرینام۔ ٹرینی ڈاڈ اور گیانا کے احمدی دوستوں کی ایک کنونشن بلائی اور اس طرح سے تینوں ملکوں کی مشترکہ کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔ جسے بعد میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ویسٹرن ہیمسفیئر کا نام دیا گیا۔ اس کمیٹی نے تینوں ملکوں کے احمدیوں کو ایک کڑی میں پرو دیا۔ دوسری کنونشن ٹرینی ڈاڈ میں اور تیسری سرینام میں منعقد ہوئی اس کنونشن میں حضرت امیر مولٰنا صدر الدین صاحب اور جناب میاں فاروق شیخ اپنی فیملی کے ساتھ شریک ہوئے۔ چوتھی کنونشن گیانا میں اور پانچویں پھر ٹرینی ڈاڈ میں منعقد ہوئی۔ چھٹی کنونشن کے لئے سرینام کی باری تھی لیکن میری درخواست پر ویسٹرن ہیمسفیئر کی کمیٹی نے اس کنونشن کو ملتوی کر کے پچاس رجال و خواتین کے قافلے کو ۱۹۷۳ء میں پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ افسوس بعض مجبوریوں کی بناء پر گیانا کے بہت سے احباب اس قافلے میں شریک نہیں ہو سکے۔ اس لئے اس قافلے کی تعداد محض ۳۲ افراد تک محدود رہ گئی۔

یہ دوست ہزاروں میل دُور سے زرِ کثیر خرچ کر کے پاکستانی احباب جماعت کو ملنے اور ہمارے جلسے میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں، خدا تعالےٰ ان کی آمد کو اور ان کی واپسی کو اسلام اور سلسلہ کی ترقی کا موجب بنائے۔

خط و کتابت کرتے چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ (مینیجر)

اَھلاً وسھلاً مرحبا

اور اَب دُور دراز ملکوں سے آ رہے ہیں۔ آپ کی سرگرمیوں کو دیکھ کر مغرب سے سُورج طلوع ہونے کی پیشگوئی پوری ہونے کا زمانہ بھی اَب قریب آ رہا ہے بلکہ پہلی کرن پھوٹ چکی ہے۔ انشاء اللہ نورِ ہدیٰ مکمل طور پر ضیا پاش ہوگا اور ظلمتوں اور تعصبوں کے سیاہ بادل چھٹ جائیں گے۔ مجھے امید ہے آپ اپنے وطن جاتے ہوئے ایک نیا عزم اور نیا ولولہ لے کر جائیں گے اور حضرت نبی آخر الزمان صلعم کے لائے ہوئے پیغام کو زیادہ منظم طریقہ پر پیش کرنے کے لئے کمرِ ہمت باندھ لیں گے۔

بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالےٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے۔ میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔"

(فتح اسلام)

(بقیہ مضمون مصری صاحب بسلسلہ ۔۔۔)

کی صداقت کو بھی کیا ثابت نہیں کر رہی۔" ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء لا مبدل لکلمات اللہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً" یعنی تیرے مشن کو کامیاب بنانے میں وہ لوگ تیری نصرت کے لئے کھڑے ہو جائیں گے جن کے دلوں میں خدا تعالےٰ کی طرف سے تحریک کی جائے گی۔ یہ کلمات خدا کے کلمات ہیں۔ جن میں تبدیلی قطعاً راہ نہیں پا سکے گی۔ یعنی یہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔ دشمن جو تجھے ناکام بنانے کے دعاوی کر رہے ہیں۔ ہم ان کے مقابلہ میں تجھے ان پر کھلی کھلی فتح عطا کریں گے۔ اب دنیا دیکھ لے جیسا کہ ہم بھی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے معزز بھائی کیا خدائی تحریک کے ماتحت ہی حضورؑ کی جماعت میں داخل ہو کر حضور کے مشن کو کامیاب بنانے میں دن رات مشغول نہیں ہیں۔ اور اس کے لئے اپنا وقت اور اپنا مال صرف نہیں کر رہے۔ کیا ان معزز بھائیوں کے ذریعہ خدا کا یہ الہام "میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔ اور تیری محبت دلوں میں ڈالوں گا۔" عملی طور پر پورا نہیں ہوا۔ کیا ان کی ہمارے درمیان موجودگی ہم سب کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب نہیں بن رہی کیا خدا کے الہاموں کو ان معزز بھائیوں کے ذریعہ پورا ہوتے دیکھ کر ہمارے ایمانوں کو تقویت حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ یقیناً ہو رہی ہے۔ کیا ان کا وجود اللہ تعالیٰ کے اس الہام کو "انا نلت انت الاعلیٰ وتمزق الاعداء کل ممزق" کہ دشمنوں کے مقابلہ میں تو ہی غالب رہے گا۔ اور تیرے دشمنوں کے ارادوں کو ہم ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور ان کو ناکامی اور نامرادی کی بھینٹ چڑھا دیں گے۔ پورا کر کے اپنی قادرانہ ہستی کو اور اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ رسول اور خاتم النبیین ہونے کی اور حضرت مسیح موعود کے سچا مامور ہونے کو عملی طور پر پایہ ثبوت تک نہیں پہنچا دیا پھر ان معزز بھائیوں کی ہم میں موجودگی حضورؑ کے اس الہام کی صداقت کو بھی ثابت نہیں کر رہی "تیری عزت اور جان سلامت رہے گی" دشمن جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے کس طرح اپنے اس ارادہ میں ناکام رہے اور جو حضورؑ کی عزّت کو خطرہ میں ڈالنا چاہتے تھے کس طرح ناکامی سے ہم کنار ہوئے۔ خدا اپنے مامور کو کہتا ہے "دشمنوں کے حملے جو اسی بدغرض کے لئے ہیں ان سے تو بچایا جائے گا۔ خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھا دے اور تیرے نام کی چمک خوب آفاق میں دکھا دے" کیا اس الہام کے ماتحت آفاق تک حضور کے نام کی چمک نہیں پھیلی اس طرح کے متعدد الہامات اور بھی ہیں۔ جو دور دراز ملکوں تک حضورؑ کی شہرت پھیلنے پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے انہی چند الہامات کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے سو ہم اپنے ان معزز بھائیوں کو اھلاً وسھلاً و مرحبا کہتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔ کہ حضورؑ کے الہاموں کو پورا کرنے میں ممد ہوں یعنی حضورؑ کی دعوت کو پھیلانے میں اپنی مساعی کو صرف کریں اور لوگوں کو جماعت میں داخل کرنے کے لئے تبلیغ کے دائرہ کو وسیع کر دیں۔ تاکہ اسلام کو پھیلانے کے لئے ہمارے ہاتھ میں زیادہ سے زیادہ وسائل آ جائیں اور اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

آمدنت عید مُبارک بادت

شفیق مرزا

آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے معمور ہیں کہ ٹرینیڈاڈ۔ گی آنا اور سرینام سے آنے والے معزز بھائی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ یہ خوشی دوگونہ ہے ایک تو اس لئے کہ ہمارے ان بھائیوں نے ہزارہا میل کے سفر کی کلفت برداشت کر کے اجنبیت کی بیخ کنی کرنے کے لئے ایک جرأت مندانہ قدم اُٹھایا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ محبت و اُلفت کے لئے ظاہری فاصلے کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔ دوسرے اس لئے کہ آج ہم اپنی آنکھوں کے سامنے حضرت مجدد اعظم علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کو پُورا ہوتے دیکھ رہے ہیں اللہ تعالےٰ نے آپ کو آج سے ستر برس پیشتر جبکہ آپ گوشہ گمنامی میں مستور تھے۔ خبر دی یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق۔ اس وقت اس پیشگوئی کے ظہور کا کوئی نشان نہ تھا لیکن آہستہ آہستہ الٰہی قضا و قدر کے مطابق زمین کی طنابیں سکڑنے لگیں اور اللہ تعالےٰ سعید روحوں کو کھینچ کھینچ کر حضرت مسیح پاک کے دربار میں لانے لگا یہ سلسلہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ جنوبی امریکہ سے ہمارے بھائیوں کی آمد بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ہم ان کی آمد پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامی الفاظ ہی میں ان کی خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

مکرم و محترم ممتاز احمد صاحب فاروقی کے لئے احباب کی خدمت میں پھر درخواست ہے کہ اس قیمتی وجود کے لئے دردِ دل سے دعا کریں کہ خدا ان کو مکمل صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

مہمانانِ گرامی کی آمد

(از قلم چوہدری حسن محمد چیمہ ایڈووکیٹ)

میں رمضان کے پہلے روزہ ہی سے ہلڈ پریشر کی ایک خاص کیفیت میں گرفتار ہو کر صاحبِ فراش ہو چکا ہوں۔ اور یہ بیماری پھر آہستہ آہستہ بڑھتی چلی گئی۔ تشویشناک دورے پڑنے لگ گئے۔ بے ہوشی تک کی نوبت آ پہنچی گو ڈاکٹروں نے مجھے آج تک نہیں بتایا کہ مجھ پر کیا بیتتی رہی ہے۔ اسی حالت میں میرے لڑکے مجھے گجرات سے راولپنڈی لے آئے اور یہاں آکر میرے بڑے لڑکے ڈاکٹر خالد نے میرا علاج شروع کر دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔ اور لکھنے پڑھنے سے بھی رہ گیا۔ مسجد تک جانا دشوار ہو گیا۔ ایک آنکھ کی بینائی بھی کم ہو گئی۔ اخبار کی صرف موٹی موٹی سرخیاں پڑھ سکتا ہوں۔

اگلے دن مولانا دوست محمد صاحب کا مکتوب گرامی اس فرمائش کے ساتھ ملا کہ میں جنوبی امریکہ سے مہمانوں کی آمد کی تقریب پر پیغام صلح کے خاص نمبر کے لئے کچھ لکھوں مگر کل تک تو میری طبیعت نے جواب دے دیا تھا اور حوصلہ بالکل پست ہو گیا۔ رات کو چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ خیال گزرا کہ ایسے موقعے کبھی کبھی آتے ہیں ہمت کرکے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لئے کچھ سطور ضرور سپردِ قلم کرنی چاہئیں چنانچہ اپنے ایک عزیز کو لکھنے کے لئے بلوایا اور اس وقت اپنے پاس بٹھا کر اپنے ٹوٹے پھوٹے خیالات قلمبند کرا رہا ہوں۔

دعا کے لئے درخواست

میں سب سے پہلے اپنی پیاری جماعت کے معزز اراکین اور بیرون ملک سے آنے والے معزز مہمانوں سے اپنی دنیوی اور اُخروی بہبود کے لئے دعا کا خواستگار ہوں اس دین کی حیات مستعار میں کچھ خدمت نہیں کر سکا۔

اس وقت میری زبان سے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۱۵ کے الفاظ جاری ہو گئے ہیں۔ وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔

ترجمہ:- اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں۔ پس جدھر تم متوجہ ہو گے ادھر ہی اللہ کی توجہ بھی ہو جائے گی۔ اللہ بڑی وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمارے دوستوں کا اتنے لمبے سفر کو اختیار کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی ایک کرامت ہے۔ صرف دین کی خاطر اس مادی دور میں کون اتنا طویل سفر اختیار کرتا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی مسلمانوں کے علم دوست اصحاب بڑے دور دراز ممالک کے سفر اختیار کرکے اپنی علمی تشنگی بجھایا کرتے تھے۔ گو ذرائع آمد و رفت کی قلت کی وجہ سے لمبی مسافت طے نہ کر سکتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں اتنی تیز رفتار سواریاں نکل آئی ہیں کہ پورا کرۂ ارض سکڑ کر ایک مختصر سا خطہ بن کر رہ گیا ہے۔ البتہ سفر کے اخراجات اتنے کثیر ہیں کہ عام آدمی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بایں ہمہ ہمارے یہ شمع علم کے پروانے اس عظیم الشان علمی مہم پر اپنے وطن کو چھوڑ کر دنیا کی دوسری جانب آ رہے ہیں۔ اس مہم میں اگر انہیں مشاہدات کا موقعہ ملے تو انہیں حسب ذیل عجائبات موتیوں کی طرح چمکتے نظر آئیں گے۔ بشرطیکہ وہ دید و شنید کی قوتوں کو پوری طرح عمل میں لے آویں۔

ا۔ اس وقت وہ پاکستان سے ہزاروں میل دور ہیں جب وہ سفر کے لئے روانہ ہونگے تو لازماً ان کے پاس قرآن کریم کے کئی نسخے ہوں گے۔ جو سارے کے سارے ہو بہو ایک جیسے ہیں ان میں سرِمو فرق نہیں۔ اگر ان ہمارے بھائیوں کا سفر یوں منظم کیا جاتا کہ وہ کرہ ارض کے مختلف خطوں کی سیر کرتے ہوئے امکانی آبادیوں کا نزدیک سے مطالعہ کرنے کے مواقع حاصل کر لیتے تو وہ دیکھتے کہ اس کرۂ ارض کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا نہ ہوں اس رسولؐ کا لایا ہوا مذہب باقی تمام مذہبوں سے عمر میں چھوٹا ہے مگر اس نے تھوڑے ہی عرصے میں اپنی جڑیں انسانی قلوب میں گہری کھو دکھی ہیں۔ اور بعض ایسے امتیازات حاصل ہیں۔ جو کسی اور مذہب کو حاصل نہیں مثلاً یہ مذہب ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے جو اپنی تدوین و ترکیب میں ساری دنیا میں نرالی ہے۔ اور اس کے کسی دو نسخوں میں ذرا بھر اختلاف نہیں۔

۲۔ یہ کتاب ایسی زبان میں نازل ہوئی جو دنیا کے کثیر حصہ میں بولی جاتی ہے سمجھی جاتی ہے۔ لکھی جاتی ہے۔ اور بڑے وقار کے ساتھ انسانوں کی مہذب محفلوں میں شوق سے قبول کی جاتی ہے۔ یہ نعمت کسی اور الہامی کتاب کو حاصل نہیں۔ باقی تمام الہامی کتابیں ایسی زبانوں میں ہیں۔ جو نہ تو بولی جاتی ہیں۔ نہ سمجھی جاتی ہیں۔ اگر ہمارے دوستوں جیسے اور بھی جستجو کرنے والے دقتاً فوقتاً مذاہب عالم کی تحقیقات کے لئے دنیا کی سیر کریں تو اسلام کی الہامی کتاب کی عالمگیریت ان پر واضح ہو جائے گی۔ پاکستان میں ہمارے یہ دوست آ ہی رہے ہیں۔ یہاں کے مختلف شہروں میں اس کتاب مقدس کے جو نسخے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو وہ ایک جیسے ہی ہوں گے۔ اور ہو بہو ویسے ہی ہوں گے جو وہ اپنے ملک میں دیکھتے رہے ہیں۔

۳۔ تیسری خصوصیت ہمارے دوستوں کے نوٹس میں یہ آئے گی کہ دنیا کے مسلمانوں کے خواص اور عوام اپنی لوکل زبانوں کے اختلاف کے باوجود قرآن کریم کو عربی زبان میں فرفر پڑھتے ہیں۔ اور ان کی مسجدوں میں قرآن کریم عربی میں کثرت سے پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے اور نمازوں میں دہرایا جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب اس کرۂ ارض پر اس کثرت سے نہیں پڑھی جاتی اس لئے خود اللہ تعالےٰ نے قرآن کے متن ہی میں یہ نام "قرآن" لکھ دیا ہے۔ "یعنی بہت پڑھی جانے والی کتاب"

۴۔ ہم اپنے دوستوں کو ایک نہایت لطیف مژدہ بھی سنا دیتے ہیں۔ حال ہی میں ہماری جماعت کے ایک علامہ بزرگ (مولانا عبدالحق صاحب) نے دقیق تحقیقات کرکے دنیا کی مشہور الہامی کتب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیش گوئیاں نکالی ہیں۔ جس سے دنیا کے سامنے حقائق کا ایک خزانہ کھل گیا ہے۔ ان کتب نے صاف الفاظ میں یہ خبر دی ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نبی کا ظہور ہو گا۔ جس کا نام "محمدؐ" ہے اور وہ دنیا کے تمام انسانوں کو اخوت کی ایک لڑی میں پرو دے گا۔ ہمیں امید ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مولانا عبدالحق صاحب کی اس تحقیقات سے معزز مہمانوں کو آگاہ کرے گی۔ اور اس سلسلہ میں ان کی تصانیف کے گراں بہا نسخے ان کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرے گی۔

دنیا کا موجودہ بحران

اس وقت جب کہ ہمارے مہمانِ گرامی دنیا کے اس گول کرہ کی دوسری جانب یعنی مشرق کی طرف آ رہے ہیں۔ انسانی تاریخ ایک ایسے دور سے گزر رہی ہے۔ جو اس سے پہلے کبھی انسانوں پر نہیں آیا۔ مسیحیت اور یہودیت دو ایسی مذہبی تحریکیں ہیں۔ جو اسلام سے قبل دنیا میں انقلاب آفریں پیغامات لاتی رہیں۔ اور ان تحریکوں کے دور رس اثرات اب تک انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں۔ ان دو تحریکات کی وجہ سے انسان طرح طرح کے نشیب و فراز سے گزرتا رہا ہے۔ اور انسانی زندگی گوناگوں مصائب اور آلام کا شکار ہوتی رہی ہے۔ اور اس وقت بھی ان کی وجہ سے انسانیت طرح طرح کی اذیتوں میں گرفتار ہے۔ قرآن کریم نے اپنے مقدس صفحات میں ان دونوں مذاہب پر بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک مذہب کو "مغضوب" اور دوسرے کو "ضال" کی اصطلاحوں میں بیان کرکے قرآن نے گویا دو دریاؤں کو دو کوزوں میں بند کر دیا ہے۔ یہودیت ہمیشہ غضب ناک رہی ہے۔ اسی لئے خود بھی اللہ تعالےٰ کے غضب کی مورد بنتی چلی آ رہی ہے۔ اور عیسائیت گمراہی کے طریقوں پر خود بھی چلتی رہی ہے اور عوام کو بھی گمراہ کرنے میں لگی رہی ہے۔ ان مذہبوں کی تباہیوں کے مفصل نقشے قرآن کے اندر کھینچے ہوئے موجود ہیں۔ اور چونکہ قرآن کریم ہمیشہ کے لئے جوں کا توں محفوظ رہنے والی کتاب ہے۔ اس لئے کسی کو قرآن کے بیان کئے ہوئے ان خاکوں کو بدلنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کی یہ وضاحتیں قیامت تک کے لئے انسانوں کے مطالعہ میں آتی رہیں گی اور انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے روشنی کے مینار ثابت ہوتی رہیں گی

قرآن کی ایک خاص وضاحت

قرآن نے بتایا ہے کہ کس طرح ان دونوں مذاہب کے سرکردہ لوگوں نے اپنی دینی مقدس کتابوں میں تحریف سے کام لیا ہے اور اپنی طرف سے بہت سی عبارتیں ان کتابوں میں شامل کر دیں۔ اور اصل الہامی کلام کو ان سے خارج کرکے اپنی طرف سے اپنی مرضی کے اضافے کر دیئے ہیں۔ انہوں نے یہاں تک ظلم

برپا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدس اور پاک انبیاء کی طرف سے ایسے اعمال اور عقائد منسوب کر دیئے ہیں۔ کہ ان کو پڑھ کر گندے سے گندہ انسان بھی شرمندہ ہو کر سرنگوں ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان معصوم شہزادوں کو ان ظالموں نے اس قدر رسوا کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر اسلام ان کے پاکیزہ چہروں پر سے آلودگیاں دور نہ کرتا اور ان کی پاکیزہ اور صحیح تصویریں دنیا کو نہ دکھلاتا تو وہ ہمیشہ کے لئے انسانوں کی نظروں سے گرے رہتے۔

دونوں مذاہب کی آپس میں عداوت

یہ دونوں مذاہب ایک لمبے عرصے تک ایک دوسرے سے متصادم رہے ہیں۔ مگر اس تصادم کی خوں چکاں داستان اتنی طویل ہے کہ ہم اس وقت اس کو بیان نہیں کر سکتے۔

یہودی اب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر اور کاذب سمجھتے ہیں۔ اور ان کی والدہ ماجدہ کو جو اپنے وقت کی بہترین خاتون تھیں معاذ اللہ فاحشہ یقین کرتے ہیں۔ ان کے بالمقابل عیسائیت افراط سے کام لے کر ان کی والدہ کو الوہیت کے تخت پر بٹھانے پر مصر ہے۔ یہودیوں نے اب تک اپنا نقطہ نگاہ نہیں بدلا اور عیسائی بھی مسیح کو خدا کا اکلوتا بیٹا سمجھنے پر بضد ہیں۔ بایں ہمہ اس وقت یہ دونوں قومیں ایک دوسرے سے تعاون کر رہی ہیں۔ ان کے دلوں سے غیرت کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے۔ اور یہ دونوں مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہیں۔ حالانکہ اسلام عیسائیوں اور یہودیوں کے تمام پیغمبروں کو سچے ہادی تسلیم کرتا ہے۔ اور مسیح کو افراط و تفریط سے بچاتے ہوئے اس کی صحیح پوزیشن کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ ان ہر دو مذاہب کے پیرو کفران نعمت سے کام لیتے ہوئے بجائے اس کے کہ اسلام کے شکر گزار ہوتے اس کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اس وقت یہ لوگ بڑے صاحب اقتدار ہیں انھیں ہر طرح کے مادی وسائل و ذرائع حاصل ہیں۔ مادی شان و شکوہ۔ دولت و ثروت کے لحاظ سے مسلمان بہت کمزور ہیں۔ لیکن ان کی کتاب مقدس یعنی قرآن میں صاف لکھا ہے۔ کہ بالآخر اسلام تمام ادیان پر غالب آکر رہے گا۔ اور اب تک اسلام کو مٹانے کی جس قدر کوششیں ہوئی ہیں۔ ناکام ہو کر رہ گئی ہیں۔ اور آئندہ بھی اسلام کو مغلوب کرنے کے تمام منصوبے خاک میں ملائے جاتے رہیں گے۔ اب تو مسلمانوں کے اندر بھی بیداری کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ بلکہ مغرب کا مہذب انسان بھی اب اسلام کی طرف خود بخود راغب ہوتا نظر آرہا ہے۔

انسان کی ایک لغزش

اس وقت کسی لمبے مضمون کے لکھنے کی گنجائش نہیں مگر ایک بات ہم یہاں کے دوستوں اور باہر سے آنے والے معزز مہمانوں کے سامنے پیش کرنے سے نہیں رہ سکتے اور وہ یہ ہے کہ عیسائیت اور یہودیت محض ایک لغزش کی وجہ سے اپنی موجودہ حالت کو پہنچی ہیں۔ اور عام انسانوں کے لئے بھی باعثِ عذاب اور اذیت بنی ہوئی ہیں۔ اگر اس وقت بھی اس لغزش کا ازالہ کر دیا جائے تو دنیا موجودہ بحران سے نکل سکتی ہے اور دنیا میں امن و امان کی نیم سحری تمام انسانیت کو فرحت بخشنے لگ سکتی ہے وہ لغزش یہ ہے کہ تورات میں ملاکی نبی نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ ایلیا نبی جو آسمان پر چلا گیا ہے۔ وہ دنیا میں واپس آکر اپنی نشاۃ ثانیہ میں نبوت کے فرائض دوبارہ سرانجام دے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد مسیح آئے گا۔ اور مسیح کے بعد "اس نبی کا ظہور ہو گا"۔ لیکن واقعات کی دنیا میں یوں ہوا کہ عیسیٰ آج سے دو ہزار برس قبل دنیا میں تشریف لائے اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح ہیں۔ یہودیوں نے ان کے دعویٰ کو قبول نہ کیا اور کہا کہ مسیح سے پہلے ایلیا نبی کا آنا ضروری ہے۔ کیونکہ ایک نبی نے ایسی پیشین گوئی کی ہوئی ہے مسیح نے جواب دیا کہ "ایلیا" تو آ چکا ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ وہ کب آیا ہے۔ مسیح نے کہا کہ یحییٰ نبی جو ظاہر ہو چکا ہے۔ وہ حقیقت میں ایلیا ہی تھا۔ کیونکہ وہ اُسی کی خو بو میں ظاہر ہوا تھا۔ مگر یہودیوں نے اس روحانی تاویل کو تسلیم نہ کیا بلکہ اُسے خدا کا بیٹا کہہ کر پکارنے لگے۔ اس وقت بھی دنیا کی کثیر آبادی مسیح کو خدا کا بیٹا تسلیم کرتی ہے۔ مسیح کی اس عام قبولیت ہی سے یہودیوں کو صحیح نتیجہ اخذ کر لینا چاہیئے تھا۔ اور ان کے قول کی تصدیق کر لینی چاہیئے تھی۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔ جب مسیح دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے جانے کے چھ سو برس بعد وہ نبی "محمد رسول اللہ ﷺ" بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے ایک

(باقی کالم ۴۴ کے نیچے)

۴۴ عظیم الشان انقلاب پیدا کر کے اپنے دعوے کی صداقت کا ثبوت مہیا کر دیا۔

اب دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہی ہو گا۔ اور اس کی لائی ہوئی محفوظ کتاب یعنی قرآن کریم انسانیت کی نجات کا موجب ہو گی۔ یہودی اگر مسیح کی تشریح مان لیتے تو ایلیا نبی کا آنا بھی صحیح ہو جاتا اور مسیح کی آمد بھی خدا کی طرف سے سمجھی جا سکتی

غلام نبی مسلم

گیانا میں تحریکِ احمدیت

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی شاخ گیانا کا باقاعدہ قیام اگست ۱۹۶۵ء میں عمل میں آیا۔ مسٹر ایم۔ بی یاسین کی قیادت میں اس کا صدر دفتر ۳۲ جیمز سٹریٹ جارج ٹاؤن میں کھولا گیا جس میں مقامی انجمن کے سرپرست مسٹر مجید علی کی انتھک مساعی اور قربانی کا بہت زیادہ دخل ہے۔

انجمن کی جنرل کونسل کے مخلص اور ایثار پیشہ اراکین نے گیانا میں صداقتِ اسلام کا علم بلند رکھنے کے لئے سر توڑ کوششیں کیں۔ اور جس جذبے اور تڑپ سے انہوں نے کام جاری رکھا ہے وہ انہیں احمدیت کے ان صاحبان عزم و ہمت بزرگوں سے ورثہ میں ملا تھا جنہوں نے پہلے پہل گیانا میں احمدیت کی شمع روشن کی۔

ان میں سے اولیت کا شرف اس عظیم شخص کو حاصل ہے جس نے ۱۹۲۰ء میں گیانا میں احمدیت کا تعارف کرایا۔ اسلام کا وہ اکیلا مجاہد جرأت و ایمان کا پیکر تھا۔ یہ بزرگ استاد طالب علی تھے جنہوں نے اللہ کے فضل و کرم کے بھروسے پر مولانا محمد علی رح کی انگریزی تفسیر قرآن کو ہاتھ میں لے کر خدا کا پیغام گیانا میں پھیلانا شروع کر دیا آپ کی شدید مخالفت کی گئی۔ تاہم آپ نے چند ایسے نوجوان اپنے گرد جمع کر لئے جو اسلام کے حقیقی پیغام سے متاثر ہو چکے تھے ان میں محمد ابراہیم سکنہ وکینام، مولوی اے رحمان سکنہ لاس ڈیلیشن، مسٹر ہدایت، مسٹر شہید خان، مسٹر تاج محمد۔ مسٹر ایم۔ ابین۔ مسٹر نذر علی ڈاکٹر راحت، حاجی دین بلند وغیرہم شامل تھے۔ انہوں نے اپنی انفرادی مساعی سے کامیابی کے ساتھ ایسی کیبو اور ڈیمی درارہ کے علاقوں میں اسلام کا روشن پیغام پہنچایا۔ پھر گیانا کے ایک دوسرے علاقے بربائس میں احمدیت کا ایک عظیم منّاد پیدا ہوا جن کا اسم گرامی مولوی فضل کریم تھا۔ حقیقی اسلام کی راہ میں ان سب بے لوث جذبے اور قربانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۳۰ء اور اس کے بعد آپ کے گرد پرجوش ایثار پیشہ مجاہدین احمدیت کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا جن میں سے آج بھی مولوی اے عزیز، استاد اے۔ کریم کے پایہ کے عظیم لوگ موجود ہیں۔

۱۹۶۵ء سے قبل احمدیت کی تبلیغ زیادہ تر انفرادی سطح پر کی جاتی تھی اور ان کی کامیابی میں زیادہ تر ان ہستیوں کی ذاتی عظمت اور قوت عمل کارفرما تھی۔ صداقت کی یہی رُوح تھی جس نے جارج ٹاؤن کے مسلم نوجوانوں میں یہ تڑپ پیدا کی کہ گیانا میں احمدیت کی ترویج اور مدافعت کے لئے پہلی بار احمدیہ انجمن کی تشکیل کریں جو مسٹر مجید علی کی قیادت میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی حتیٰ کہ اب وہ گیانا میں تناور درخت بن گئی ہے۔ یہ انجمن اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے گراں بہا کام کر رہی ہے۔ چنانچہ یہ انجمن مغربی نصف کرہ میں اسلام کا واحد اور وسیع الاثر رسالہ "مسلم گارڈین" شائع کرتی ہے۔ اس کے علاوہ انجمن کی طرف سے اسلام کی روشنی پھیلانے کے لئے کئی ایک ٹریکٹ اور کتب شائع کر کے پھیلائی جا رہی ہیں۔

یہ انجمن ریڈیو پر بھی کئی دینی پروگرام نشر کرتی ہے۔ یہ تجویز بھی اسی انجمن نے پیش کی۔ کہ ویسٹرن ہیمیس فیئر کی احمدیہ تنظیموں کو یکجا کیا جائے۔ اور اس خطے کے تمام مسلمانوں کی سال بسال کنونشن بلائی جائے جس میں اسلام کی نشر و اشاعت اور مسلمانوں کے اتحاد کی تجاویز سوچی اور اختیار کی جائیں۔

انجمن کی مساعی کے نتیجے میں خواتین کی احمدیہ انجمن وجود پذیر ہوئی ہے۔ جو مسلم خواتین کی دینی اور مجلسی اصلاح کے لئے سرگرم عمل ہے اور اس کے علاوہ اس تنظیم نے خدمت و اشاعت اسلام کا بھی بیش بہا کام کیا ہے اس کے علاوہ یہاں احمدیہ یوتھ موومنٹ کا قیام بھی عمل میں آ چکا ہے۔ جس کی موجودگی گیانا میں احمدیت کے شاندار مستقبل کی علامت ہے۔

ذیل میں جنوبی امریکہ کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹرینیڈاڈ، سرینام اور گیانا وغیرہ جہاں سے ہمارے مہمانانِ تشریف لائے ہیں، دنیا کے کس حصہ میں کہاں کہاں واقعہ ہیں

پروگرام

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا انسٹھواں سالانہ جلسہ

بمقام دار السلام (نزد نیو یونیورسٹی کیمپس) ۵ - عثمان بلاک - نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

بتاریخ ۲۳-۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء - مطابق ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ ذیقعدہ و یکم ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ - بروز اتوار سوموار منگل بدھ

۲۳ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار صبح ۹½ بجے خواتین احمدیہ کا اجلاس ہوگا - پروگرام علیحدہ شائع ہو رہا ہے۔
اسی تاریخ بوقت ۹½ بجے صبح مجلس معتمدین کا اجلاس ہوگا۔

---

۲۴ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز سوموار

زیر صدارت: الحاج میاں فاروق احمد شیخ صاحب

۹½ بجے صبح تا ۱۲¾ بجے بعد دوپہر

تلاوت قرآن کریم و نظم .. .. : ۹-۳۰ تا ۹-۵۰
ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ - : مولوی دوست محمد صاحب .. .. : ۹-۵۰ تا ۱۰-۰۰
خطبہ استقبالیہ .. .. - : میاں ظہور احمد صاحب - - .. : ۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۰
خطبہ افتتاحیہ - .. .. : حضرت مولینا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور : ۱۰-۱۰ تا ۱۰-۴۰
قیامت کا قرآنی تصوّر اور سائنسی نظریہ - : پروفیسر غلام محمد صاحب .. .. : ۱۰-۴۰ تا ۱۱-۱۰
تقریر .. .. .. : محمد اسلام عبداللہ - از سرینام (جنوبی امریکہ) : ۱۱-۱۰ تا ۱۱-۴۰
تحریک احمدیت کی بین الملی اور بین الاقوامی ضرورت : قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ : ۱۱-۴۰ تا ۱۲-۱۰
سات اعلیٰ درجہ کی نیکیاں .. .. : مولینا عبدالحق ودیارتھی صاحب - - : ۱۲-۱۰ تا ۱۲-۴۵

—— بعد نماز ظہر و عصر ۳ بجے بعد دوپہر احمدیہ کانفرنس ہوگی ——

۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگلوار

زیر صدارت: جناب ڈاکٹر محمد علی عزیز صاحب [صدر جماعت ہائے جزائر غرب الہند سرینام و گیانا (جنوبی امریکہ)]

اجلاس اوّل: ۹½ بجے سے ۱۲¾ بجے بعد دوپہر

تلاوت قرآن کریم و نظم - .. .. : ۹-۳۰ تا ۹-۴۵
بعثت مجددین - .. .. : مرزا محمد لطیف صاحب مولوی فاضل شاہد : ۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵
آنحضرت صلعم کی دعائیں .. .. : میاں نصیر احمد فاروقی صاحب .. - : ۱۰-۱۵ تا ۱۱-۰۰
سالانہ رپورٹ .. .. : جنرل سیکرٹری صاحب .. .. : ۱۱-۰۰ تا ۱۱-۳۰
تقریر - .. : مولینا عبدالرحیم جگو صاحب - سرینام (جنوبی امریکہ) : ۱۱-۳۰ تا ۱۲-۰۰
تقریر - - - : حضرت امیر ایدہ اللہ - - .. - : ۱۲-۰۰ تا ۱۲-۴۵

اجلاس دوئم: ۲½ بجے بعد دوپہر تا ۴½ بجے بعد دوپہر

زیر صدارت: جناب خان غلام ربانی خان صاحب

تلاوت قرآن کریم و نظم .. .. : ۲-۳۰ تا ۲-۴۵
تقریر - - .. : محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان : ۲-۴۵ تا ۳-۱۵
اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت - : ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سابق کیمیکل اگزامینر : ۳-۱۵ تا ۳-۴۵
تقریر - .. - : مولینا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب - : ۳-۴۵ تا ۴-۳۰

---

۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ - ۹½ بجے صبح سے ۱½ بجے بعد دوپہر

زیر صدارت: جناب میاں اللہ بخش صاحب

تلاوت قرآن کریم و نظم - .. - : ۹-۳۰ تا ۹-۴۵
ایمان باللہ اور حضرت مسیح موعودؑ : مرزا محمد شفیق انور صاحب بی اے - - : ۹-۴۵ تا ۱۰-۱۵
تقریر .. - .. : مولینا عبدالمنان عمر صاحب ایم اے - : ۱۰-۱۵ تا ۱۰-۴۵
تقریر .. .. : مرزا مسعود بیگ صاحب - ایم اے - - : ۱۰-۴۵ تا ۱۱-۱۵
میرا دورہ جزائر غرب الہند (جنوبی امریکہ) : میاں بشیر احمد صاحب منظور - ایم اے - : ۱۱-۱۵ تا ۱۱-۴۵
جماعت احمدیہ کا مشن اور اسکے تقاضے : ڈاکٹر سعید احمد صاحب .. - - : ۱۱-۴۵ تا ۱۲-۳۰
تقریر .. - : مولوی عبدالرحمان صاحب - گیانا (جنوبی امریکہ) - - : ۱۲-۳۰ تا ۱-۰۰
خطبہ اختتامیہ .. : حضرت امیر ایدہ اللہ .. - : ۱-۰۰ تا ۱-۳۰

نوٹ ۱ - رہائش اور خورد و نوش کے تمام انتظامات دار السلام میں ہوں گے۔
۲ - حضرت امیر ایدہ اللہ دوران جلسہ دار السلام میں قیام فرمائیں گے اور ہر روز بعد نماز فجر درس قرآن کریم دیا کریں گے۔
۳ - نماز ظہر و عصر ۲ بجے اور نماز مغرب و عشاء ۵ بجے جمع ہوا کریں گی۔
۴ - دوپہر کا کھانا: ۱ بجے سے ۲ بجے تک - اور رات کا کھانا: ۶ بجے سے ۷ بجے شب تک کھلایا جائے گا۔
۵ - شبان الاحمدیہ کے زیر اہتمام ایک مباحثہ بعنوان "سیرت حضرت مسیح موعودؑ" مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل - بوقت ۷½ بجے شب منعقد ہوگا۔

—— چوہدری فضل حق - آنریری جائنٹ سیکرٹری - افسر جلسہ سالانہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

"میں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" - "یاتون من کُلّ فجٍ عمیق" {ترجمہ: دُور دراز علاقوں سے لوگ تیرے پاس آئیں گے}

(الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

احمدیہ جماعتوں، ٹرینیڈاڈ، سرینام، اور گیانا سے پچیس [25] دوستوں کی سالانہ جلسہ میں مُبارک و پُرمسرت شرکت

جس وقت یہ سطور احباب کرام کی نظر سے گذریں گی اس وقت تک نہ صرف ہمارے نہایت ہی محترم و معزّز مہمانان، جزائر غرب الہند اور جنوبی امریکہ سے پاکستان پہنچ چکے ہوں گے بلکہ پروگرام کے مطابق کئی ایک بڑی جماعتوں کے دورہ سے فارغ ہو کر لاہور میں جلسہ میں شمولیت کے لئے پہنچ گئے ہوں گے۔ یہ علاقے پاکستان سے قریباً بارہ ہزار میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور کرایہ آمد و رفت فی کس قریباً سات ہزار روپیہ ہے، مزید یہ کہ ان علاقوں کی آب و ہوا گرم مرطوب ہے، ہمارے یہ معزز بھائی اس قدر کثیر خرچ، اپنے کاروبار کا ہرج، نیز سفر و سردی کی صعوبتیں برداشت کر کے ہمارے پاس کس غرض کے لئے آئے ہیں؟ ظاہر ہے کہ سوائے اس کے کہ یہ اصحاب جماعتِ احمدیہ لاہور کے مرکز میں آکر سالانہ جلسہ میں شرکت کریں اور مرکز کے بزرگوں اور عالم شخصیتوں سے ذاتی تعارف اور فیضِ نورِ دین حاصل کریں اور کوئی غرض ان کے مدِ نظر نہیں ہو سکتی۔ جماعت احمدیہ لاہور فی زمانہ واحد جماعت ہے جو اگر ایک طرف اقصائے عالم میں نورِ دینِ اسلام اور ختم نبوت حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت بجا لا رہی ہے تو دوسری طرف ترویجِ علوم قرآنیہ اور عقیدہ وحدتِ کلمہ گویاں کی علمبردار جماعت ہے، واقعات کی دنیا میں ہمیں اس وقت کوئی دوسری جماعت نظر نہیں آتی جو بیک وقت حضرتِ مجدّد وقت علیہ السلام کی پیروی میں اشاعتِ دینِ حقہ کے عالی جہاد میں منہمک ہو تو دوسری طرف اصلاح و اتّحادِ مسلمانانِ عالم کے عظیم مقصد کے لئے سرگرمِ عمل ہو،

ان دُور دراز علاقوں کے ہمارے یہ بھائی اسی لئے ایسی منفرد و بے نظیر جماعت کے مرکز "مدینۃ المسیح" میں تشریف لائے ہیں کہ براہِ راست ان پاک ممبرانِ لاہور سے شرفِ ملاقات حاصل کریں جو احیاءِ دینِ اسلام و اشاعتِ نورِ حضرت خاتم الانبیاء کے مقدس جہاد میں مشغول و منہمکِ عمل ہیں۔ وگرنہ یہ ظاہر ہے کہ اگر ان اصحاب کے مدِ نظر سیر و تفریح ..... ہوتی تو نہ ایسی سخت سردی کے موسم میں آ، دہ سفر ہوتے نہ ہی پاکستان ایسے ترقی پذیر مُلک کو اس غرض کے لئے منتخب کرتے۔ ان علاقہ جات میں احمدیت کا پودا قریباً ۱۹۱۸ء میں لگایا گیا تھا، جو اب ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے جہاں جماعتِ احمدیہ لاہور سے وابستہ اصحاب کی تعداد پچیس [25] چھبیس [26] ہزار افراد تک پہنچ چکی ہے۔ ان کے ہاں اپنے متعدد سکول و مساجد ہیں اور لوکل مشن کام کر رہے ہیں۔ ہر سال ماہ اگست میں یہ جماعتیں مل کر جلسہ سالانہ یا کنونشن منعقد کرتی ہیں سن ۱۹۷۰ء میں ان جماعتوں نے مرکز سے حضرت امیر ایدہ اللہ مولانا صدر الدین صاحب، میاں فاروق احمد صاحب کو اپنے سالانہ اجتماع پر مدعو کیا تھا جس کے بعد انہوں نے لندن مسجد کی تعمیر اور مشن کے قیام کے لئے قریباً ۷۰ ہزار روپیہ جمع کر کے لندن بنک میں جمع کر رکھا ہے اور اب عنقریب مسٹر عزیز احمد صاحب آف سدرن سلیز ٹرینیڈاڈ جن کا عطیہ اس فنڈ میں بیش از بیش ہے لندن جا کر وہاں مسجد کے لئے زمین خرید کرنے والے ہیں۔ اخبار کے اسی تبویع کے مطالعہ سے احباب کرام کو ان علاقہ جات کی احمدیہ جماعتوں کے مفصّل حالات اور مقتدر شخصیّتوں کی کارکردگی کا پورا علم ہو جائے گا۔

ہمارا اوّلین فریضہ ایسے نہایت ہی مخلص، دیندار، ایثار پیشہ بھائیوں سے نہ صرف حُسنِ خاطر و مدارات کا تقاضہ کرتا ہے بلکہ یہ کہ ہمیں اپنے اعلیٰ اخلاق، ایمان اور برادرانہ اخوتِ جماعت کا ثبوت مہیا کرنا لازم ہے۔ ان اخلاص سے بھرے ہوئے دوستوں کی سب سے بڑی خدمت ہم یہ کر سکتے ہیں کہ جملہ جماعتہائے پاکستان بیدار ہیں جوق در جوق احمدی اصحاب نہ صرف خود اس جلسہ سالانہ میں شرکت کو اپنے پر فرض قرار دے لیں بلکہ اپنے اپنے نوجوانوں، خواتین کے علاوہ اپنے غیر از جماعت دوستوں کو بھی ہمراہ لائیں تاکہ ہم سب حضرت مسیح موعودؑ کے ان الہامات کو کہ "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" نیز "یاتون من کُلّ فجٍ عمیق" دُور دراز علاقوں کے لوگ تیرے پاس آئیں گے" کی صداقت کو بچشم دید طور پر دیکھ کر اپنے ایمانوں و عزائم میں مزید اضافہ کرنے والے ہو سکیں۔

—— ڈاکٹر اللہ بخش ——

کیا آپ اس نادر موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر لُطف اندوز ہوں گے؟